شبستان

دارالاشاعت
جامع مسجد دہلی

کھُرپا بہادر

چغتائی صاحب کے مخصوص طرزِ تحریر کا تازہ ترین شاہکار

نہایت ہی پُر مذاق اور مضحک انگیز پلاٹ ہے۔ مصنف اپنے شوخ اور مذاقیہ طرز بیان کے ساتھ ساتھ لنکران اعظم کے محلوں۔ جگمگاتے کمروں میں عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں کے ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائے گا بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرز بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا چڑھا ہے۔ کھُرپا بہادر کو پڑھکر آپ شررکے دربار حرامپور کو بھول جائیں گے۔ بہترین لکھائی چھپائی فوٹو بلاک کا رنگین سرورق اور قیمت ان تمام خوبیوں کے بمقابل بالکل مفت۔ یعنی صرف ایک روپیہ (عہ) مجلد عہ محصول ڈاک ۵ر

کولتار اس کے بعض حصے ہنسانے والے اور یقینی ہنسانے والے اور بعض پُر اسرار ہیں۔ قیمت ۶ر

وہمپائر ایک دوشیزہ کی عصمت ریزی کا عجیب و غریب دردانگیز و مضحکہ خیز قصہ قیمت .. ۶ر

شریر بیوی ایک شوخ لڑکی کی داستان جسکو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ قیمت ..... عہ

فل بوٹ حسن و عشق کا بیحد دلچسپ مختصر ناول جذبات و تاثرات کا دل آویز مرقع قیمت ... عہ

روح ظرافت صحیح معنوں میں ظرافت کی روح ہے آٹھ نہایت دلکش افسانوں کا مجموعہ مجلد عہ

اجنبی لکھنؤ کی پرانی تہذیب اس دلآویز ڈرامہ میں دیکھکر ... مائیں قیمت ۱۲ر

... کے بعد اصرار ... ت میں ... جلد کی ... لطیف ... وح ہے

آٹھ بیحد دلچسپ و عبرت انگیز افسانے عہ

جنت کا پھول یہ افسانہ بھی اس قدر پسند کیا گیا ہے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا ہے۔ قیمت ۱۲ر

تفویض ایک گریجویٹ خاتون کی شادی ایک مسجد کے ملا سے ہو جاتی ہے اس کے عجیب و غریب نتائج ۵ر

قرآن اور پردہ آیات قرآنی کے حوالوں سے بتایا گیا ہے صحیح پردہ کیا ہے اور کیوں ضروری ہے کیا ہے۔ قیمت ...... عہ

حدیث اور پردہ احادیث صحیح کے حوالوں سے پردہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ نہایت ضروری کتاب .... عہ

نجمہ نوری مصنفہ انصار علی صاحب ناصری۔ ماں کی مامتا سے متعلق ایک دلدوز تمثیل جس کو پڑھکر آپ اپنے آنسو نہ روک سکیں گے قیمت۔ ۱۲ر

چندرہ موہنی مصنفہ انصار علی صاحب ناصری۔ حسن و عشق کی داستان مگر پاک محبت کے لطیف جذبات عہ

حسرت ناک انجام قیمت ۶ر

چار چاند مصنفہ ناصر نذیر فراق دہلوی مرحوم کا مجموعہ مضامین دلّی کی ستھری ستھری بول چال کا اعلیٰ نمونہ قیمت ۸

سلمیٰ مترجمہ انصار علی صاحب شہرۂ آفاق ادیب آسکر وائلڈ کی مشہور تمثیل کا لاجواب و کامیاب ترجمہ قیمت ۵ر

اخوان الشیاطین مصنفہ محترم علامہ مضحک افضل حسین صاحب چشتی۔ سات سائنٹفک افسانوں کا مجموعہ بیحد دلکش مجموعہ۔ آپ کے مطالعہ کے بعد رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ قیمت ...... عہ

تعلیم زدہ بیوی مصنفہ فضل حق صاحب قریشی۔ اس ڈرامہ کو پڑھکر آپ اپنی ہنسی نہ روک سکیں گے۔ عبرت انگیز انجام قیمت ... ۱۲ر

ید قدرت مصنفہ علامہ مضحک صاحب دہلوی کا ایک طویل سائنٹفک افسانہ ۵

ملنے کا پتہ۔ کتب خانہ علم و ادب بالمقابل جامع مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشاہدات

برادرم شاہد احمد صاحب نے شاہجہاں کو ساعدا تک بہایت آب و تاب سے شائع کیا افسوس انکی مصروفیات اور پریشانیوں نے انھیں اس امر پہ مجبور کر دیا کہ وہ شاہجہاں کو آئندہ جاری نہ رکھ سکیں ارمغان بند کر کے اور حج بیت اللہ سے واپس آنے کے بعد میرا ارادہ تھا کہ ارمغان دہلی پھر جاری کیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں بغرض مشورہ جب میں شاہد صاحب کے پاس گیا تو انھوں نے اپنی مجبوریاں اور شاہجہاں کے بند کرنے کی خبر سنائی طویل گفتگو کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ بجائے مردہ کے زندہ کرنے کے زندہ ہی کو زندہ رکھا جائے ارمغان دہلی دوبارہ جاری کرنے سے بہتر یہ صورت ہے کہ شاہجہاں کو جاری رکھا جائے وہ اپنی کو ارمغان ہی کا نعم البدل سمجھا جائے لیکن تھا ارمغان کے ان چند پرچوں میں سے ایک ہے جو صحیح معنوں میں علم و ادب کی خدمت رہے ہیں اس کے بند ہونیکا افسوس کسی نئے رسالہ کے جاری ہونے کی خوشی سے زیادہ ہوتا چنانچہ مجھے یہ تجویز بہت پسند آئی ارمغان کی بجائے شاہجہاں قائم رکھا جائے۔ الحمد للہ کہ اس نے اپنی زندگی کا ایک سال خیر و خوبی سے پورا کیا ۔ سال کا پرچہ میرے اہتمام سے شائع ہو رہا ہے۔

چندہ میں قیمت نصف کمی کر دی گئی ہے یعنی بجائے تین روپے کے ڈیڑھ روپیہ مقرر کر دیا گیا ہے شاہجہاں کی پالیسی میں کچھ تبدیلیاں کر دی گئی ہیں مذہبی مناقشات اور دل آزار تنقیدوں سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ شاہجہاں میں صرف دلچسپ و مفید افسانے اور ڈرامے شائع کئے جائیں تاکہ دن بھر کے تھکے ہوئے دماغ اس کے مطالعہ سے آرام و سکون پائیں فحش لٹریچر سے شاہجہاں کو اجتناب ہوگا۔ اس لئے اس کا مطالعہ مردوں، عورتوں، لڑکے اور بچیوں سب کے لئے یکساں طور پر مفید ثابت ہوگا۔

میں مسرور ہوں کہ برادرم شاہد احمد صاحب کا وسیع تجربہ شاہجہاں کو بہتر سے بہتر بنانے میں میرا معاون ہوگا پہلے پرچہ کے مضامین کے متعلق میں خود کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ یہ نقش اول ہے نقش ثانی کو آپ انشاءاللہ اس سے بہتر پائیں گے۔

میں ان احباب کا ممنون ہوں جنھوں نے اپنی علمی اعانت سے ممنون کیا اور امید ہے کہ آئندہ بھی ان کے رشحات قلم سے شاہجہاں کی رونق سخن رہے گی اور شاہجہاں ادب اردو کی بیش از بیش خدمات انجام دیتا رہے گا۔

سید وصی اشرف

فہرست مضامین

شمارہ (۱) — جلد (۲)

ایک خط

(از حضرت ایم۔ اسلم)

پیارے دوست!

مجھے تم دوستی کی حد سے کچھ تجاوز کرتے نظر آتے ہو۔ اور یہی میری برہمی کا باعث ہے۔ کیا یہ کافی نہیں کہ ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ دو گھڑی مل بھی بیٹھتے ہیں، ہنس کھیل بھی لیتے ہیں اور جو کہنا سننا ہو ایک دوسرے سے کہہ سن بھی لیتے ہیں، پھر اس سے زیادہ تم کیا چاہتے ہو؟

خدا کی قسم! (ہاں پہلے یہ بھی سن لو کہ میں نے قسم محض رسمی طور پر نہیں کھائی۔ بلکہ اس مقدس نام کا تقدس میرے دل میں ایسا ہی ہے جیسے ایک انسان کو ہونا چاہئے) کہ میں اس سے زیادہ راہ و رسم کو روا نہ رکھوں گی۔ مجھے تمہاری بعض باتوں سے شک ہونے لگا ہے کہ شاید تم دوستی کا مفہوم ہی نہیں سمجھے جس طرح مکان کا مستحکم ہونا اس کی بنیاد پر موقوف ہے اس طرح دوستی کا استحکام محبت کی دلیل ہے۔ تو کیا تم اس خیال سے خوش نہیں کہ ہم دونوں کے درمیان محبت کا جو ایک خوشگوار سلسلہ قائم ہے، دنیوی نقطہ نظر سے ایک گراں بہا نعمت ہے یہ چیز بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

لیکن افسوس! اکثر ایسے بھی بے وقوف ہوتے ہیں جو اسی ناتجربہ کاری کی وجہ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ اور مجھے خوف ہے کہ کہیں تمہارا شمار بھی انہی لوگوں میں نہ ہونے لگے۔

یہ تو میں بھی مانتی ہوں کہ تم مردوں کی سرشت ہی کچھ ایسی ہے جہاں ذرا سا بیٹہ نظر آیا وہیں پاؤں پھیلانے لگے۔ اور شاید تم لوگوں کی زبان میں اسے "جذبات کا طلاطم" "شوق کی مجبوریاں" "محبت کی گرمیاں" اور جانے کیا کیا کچھ کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ عورت فطرتاً کمزور ہے اس لئے تم مطلب نکالنے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہو۔ لیکن اتنا تو تم بھی مانو گے کہ جہاں تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اس کے کچھ عرصہ بعد اور بعض حالتوں میں تو فوراً ہی نہ تو تمہارے جذبات کا طلاطم رہتا ہے نہ شوق کی مجبوریاں گریبان گیر ہوتی ہیں اور نہ محبت کی گرمیاں آتش جذبات کو مشتعل کرتی ہیں۔

تو اب بتلایئے کہ اگر راہ و رسم بڑھ جانے کا یہی حشر ہے تو ایسے مراسم حشر پر ہی کیوں اُٹھا نہ رکھے جائیں۔ وہ کام ہی کیوں کیا جس کا نتیجہ پشیمانی اور شکیبائی ہو۔ وہ راہ ہی کیوں اختیار کی جائے جہاں تھوڑی دور چل کر خستگی اور کوفت محسوس ہونے لگے۔

جب میں اس خیال سے خوش کہ تم میرے دوست ہو تو کیا تمہارے لئے میری دوستی کی قدر قیمت اتنی بھی نہیں کہ تم بھی اس خیال سے مطمئن رہ سکو۔

افسوس!!

میں راوی کے کنارے بیٹھا مچھلی کا شکار کر رہا تھا جھکڑ چلنے لگا۔ ایک کاغذ کہیں سے اُڑتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ اُٹھا کر دیکھا تو یہ سطور لکھی تھیں۔ جانے کس کا خط تھا۔

ایم اسلم

سنہری دل

عہد روما کی ایک حکایت رنگین

(از حضرت ظفر قریشی بی اے دہلوی)

باب (۱)

عہد روما میں فوجی احکام کی خلاف ورزی کے لئے سخت سزائیں مقرر تھیں معمولی سے قومی اور فوجی جرم پر سزائے موت دیدی جاتی تھی اندھا دھند اور بے تکلف۔

۲۱۷ قبل مسیح کو نامور ترین جرنیل ہنی بال یعنی یورپ کے چنگیز نے روما پر حملہ کیا۔ اس وقت فیبی عس روما کی حفاظت کا ذمہ دار اور بلحاظ یہ کی چاردیواری اس کے قبضے میں تھی۔ یہ جرنیل اپنی فوجی لیاقتوں اور دماغی ہنرمندیوں کے باعث تمام اطراف روما میں ایک امتیازی خصوصیت رکھتا تھا۔ اس نے جس شدت اور استقامت کے ساتھ ہنی بال کی طوفانی فوجوں کا مقابلہ کیا وہ جنگی ہنر کا ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جب تک دنیا میں بہادر اور لشکری سردار موجود ہیں یہ واقعہ فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ بہادر کی قدر اور نجات دہندہ کے جوہر کی پہچان موت کے بعد ہوتی ہے۔ یہی حال فیبی عس کا ہوا۔ کئی مہینے تک اس نے ہنی بال کی فوجوں کا خاموشی کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن کوئی معقول نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ رومائی سینٹ نے اس جرنیل کے خلاف ملامت کا ووٹ پاس کیا۔ اس کے کام پر جرح کی اس کی خاموش دماغی کوششوں کو بزدلی اور سستی سے تعبیر کیا۔ اس کے ساتھ کام کرنے کے لئے سینٹ نے ایک جاہل اور ناکارہ مددگار لگا دیا تھا۔ اس کی موجودگی فیبی عس کے لئے ایک علیحدہ مسئلہ بن گئی۔ شہر کے باشندے اسے طنزاً "بزدل بھیڑ" کا خطاب دیتے تھے۔

اس کے سپاہیوں میں ایک سپاہی تھا جو علاقہ قلباریہ کا رہنے والا تھا اور رات کو اکثر اپنے خیمے سے بھاگ جایا کرتا تھا لیکن صبح ہوتے ہی واپس آ جاتا تھا۔ سپاہیوں کا فوجی کیمپ سے وقت بلا اطلاع غائب ہو جانا رومی قانون کی صریح خلاف ورزی تھی کیونکہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سپاہی کو سازش کر رہے ہیں اور غنیم کو خفیہ خبریں بھیجتے رہے ہیں۔ بہادر فیبی عس ہر سپاہی کی نقل و حرکت پر نظر رکھتا تھا اور تاکید تھی اگر کوئی سپاہی رات کو اپنے خیمے میں نہ پایا جائے تو فیبی عس کو فوراً اطلاع دیجائے۔

جس وقت فیبی عس کو اس سپاہی کے غائب ہو جانے کی بار بار اطلاعیں دی گئیں تو اس نے دستہ کے کپتان کو بلایا اور اس سپاہی کے چال چلن کے متعلق دریافت کیا۔ کپتان نے اسے بتایا کہ سپاہی بہت نیک نام بہادر اور محب وطن ہے اس نے بہت سی لڑائیوں میں بہادری کے جوہر دکھائے ہیں۔ وطن روما کی خاطر وہ بارہا زخمی ہوا ہے غرض اس کے متعلق مخبری وطن دشمنی یا سازشی ہونے کا کوئی شبہ کرنا رومی سپاہی کی توہین کرنا ہے۔ افسر کی یہ بات سنکر فیبی عس کو اطمینان ہو گیا۔ اور اس نے اس بات کی اجازت دیدی کہ قلباریہ کا سپاہی رات کو جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ لیکن خفیہ طریق سے چند آدمی اس کی پراسرار نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے مقرر کئے گئے تاکہ جرنیل کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ رات کو اپنے بستر سے اٹھکر تاریکی میں کہاں غائب ہو جاتا ہے۔

باب (۲)

دوسری رات قلباریہ کا سپاہی دبے پاؤں اپنے بستر سے اٹھا اور روانہ ہوا۔ تاریکی میں ایک سیاہ سایہ متحرک نظر آتا تھا۔ نگرانی پر مقرر آدمی چپکے سے اس کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ سپاہی بڑے اطمینان کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ کیونکہ اسے قطعی یقین تھا کہ مجھے کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ خیموں کی قطاروں میں سے ہوتا ہوا وہ خندقوں کے پاس پہنچا۔ چاروں طرف دیکھا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ کیمپ کے گرد خاردار جھاڑیاں حد بندی کے لئے لگا دی گئی تھیں۔ آگے پرخطر جنگل اور سنسان جنگلی علاقہ تھا جس میں ہو کر گذرنا انجان آدمی کے لئے سخت دشوار تھا۔ جنگل کا ایک ایک گوشہ اسے معلوم تھا۔ سپاہی کو تو ان مقامات میں سے بارہا گذرنا پڑا تھا۔

کے ایک ایک پتھر سے واقف تھا۔ جنگل کا ایک ایک گوشہ اسے معلوم تھا۔ اس لئے حالات کا مجبور کرنا کچھ دشوار نہ تھا لیکن مخبروں کے لئے بڑی آئی۔ سپاہی تو جھاڑیوں سے کودتا پھاندتا سوار ہوا۔ مخبروں نے جب جھاڑیوں سے نکلنے کی کوشش کی تو زخمی ہوئے۔ سرکاری حکم بھی بجا لانا تھا۔ اس لئے گرتے پڑتے پہنچے۔

قلباریہ کا سپاہی لمبی لمبی ڈگیں بھرتا ہوا جا رہا تھا۔ مخبروں کی موجودگی سے بے خبر۔ مخبروں نے دیکھا کہ سپاہی ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی جانب بڑھ رہا ہے جو تاریک جنگل میں دور سے نظر آ رہا تھا۔ قدرت کی فیاضی دیکھو کہ تاریک جنگل کو منور کرنے کے لئے چاند بھی بادلوں سے نکل آیا۔ مخبروں نے دیکھا کہ چند سو گز کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی جھونپڑی ہے جس کے ارد گرد صنوبر کے لمبے لمبے درخت ہیں۔ قریب ایک اونچی پہاڑی ہے جو پھولوں سے لدی ہوئی ہے جھونپڑی کے سامنے ایک قطعہ آب ہے اور دور سے اس کی متحرک سطح میں ہلالی جلوے کے ساتھ ایک انسانی جسم کی پرچھائیں بھی پڑ رہی ہے۔ دور سے کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ پیکر معکوس کس دلآویز مجسمے کا پرتو ہے۔

کیا یہ ہنی بال کا کوئی مخبر تھا؟ غنیم کا کوئی آدمی جسے قلباریہ کا سپاہی عسکر روما کی خبریں دینے جا رہا تھا؟ نہیں! مہتاب کی کرنوں میں کیا نظر آیا۔ —— پانی کے قریب پتھر پر بیٹھی ہوئی ایک شکل دوڑتی ہوئی آئی۔ قلباریہ کے سپاہی نے ہاتھ اٹھا کر سیٹی بجائی وہ شکل سپاہی کے آغوش میں تھی۔ فضا میں ایک نسوانی قہقہہ بلند ہوا جس کی آواز نے روما کے مخبروں کو بتا دیا کہ رات کو چوری چھپے جانے کی اصل وجہ کیا تھی رات کو غائب ہونے کی کس درجہ دلکش اور آہ کیسی رومانی تھی —— !

وہ یقیناً ایک خوبصورت دوشیزہ تھی ہاں مہتاب کی سیمیں کرنوں نے اسے الہتہ القریب دیا تھا ایک تازہ پھول کی مانند دلکش ایک بھیگی ہوئی رات کی طرح نرم اور لطیف چاند کی طرح سپید اور فرشتوں کے گیت کی طرح معصوم اور دلکش آواز مستزاد تھی۔

قلباریہ کا سپاہی ایک جوان رعنا بہادر اور صالح متحرک شعلہ کی طرح طوفانی اور تلوار کی طرح ڈھال —— ہاں وہ روما کی فوج کا ایک سپاہی تھا۔

یہ یقین تھا کہ ان دونوں روحوں کی ملاقات ان دونوں جسموں کا اتصال صرف عشق پر مبنی تھا۔ صرف الفت کا نتیجہ تھا اور کسی قومی مقصد یا سازشی منصوبے سے اس دور کا بھی علاقہ نہ تھا۔

قلباریہ کے سپاہی نے لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے جھونپڑی کی جانب لے گیا۔ ہاں وہ جھونپڑی میں چلے گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

مخبروں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور ہنسے اور کہا کہ یہ تو کوئی اعتراض کی چیز نہیں۔ کوئی شکایت نہیں کہ فوجی حکام کو اطلاع دی جائے —— لیکن مخبروں نے دل ہی دل میں کہا کہ ہم میں اور اس سپاہی میں کیا فرق ہے۔ وہ جل گئے کہ ایک عورت ان کے ایک ساتھی سے کیوں عشق کرتی ہے۔ ان کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے کیمپ میں واپس چلے آئے۔

دوسرے روز فیبی مس کو ایک تفصیلی رپورٹ دی گئی۔ اور اس نے حکم دیا کہ لڑکی کو گرفتار کیا جائے۔ اور اس کے سامنے فوراً پیش کیا جائے۔ لوگوں نے اس فیصلے پر اظہار ملال کیا۔ قلباریہ کے سپاہی اور لڑکی کی قسمت کے متعلق جذبات رحم کا اظہار کیا گیا۔ ہر شخص خائف تھا کہ اس معاشقہ کا انجام کیسا المناک ہوگا —— ہاں یہ تو یقینی تھا کہ اس دفعہ رومی جرنیل یعنی تیز دل مجسٹر "خونخوار درندے کی طرح سزا دیگا۔ رحم و عفو سے کام نہ لیگا۔ شدت اور درشتی کے ساتھ اس معاملہ کا فیصلہ کرے گا۔

چند گھنٹے کے بعد سپاہی اس لڑکی کو گرفتار کر لائے۔ وہ لرزتی کانپتی خیمے میں داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے کئی سپاہی اور ایک کپتان تھا

باب (۳)

وہ عبرونی نسل کی ایک حسین لڑکی تھی۔ اس کے طویل مخجان بال ایک ریشمی فیتے میں بندھے ہوئے کمر پر ایک عجیب لطافت سے پڑے ہوئے تھے۔ چونکہ اسے اچانک گرفتار کیا گیا تھا۔ اس لئے جسم پر لباس بھی بہت تھوڑا تھا اور جسم کا بیشتر حصہ کھلا ہوا تھا۔

دنیا ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے کسی فوجی کیمپ میں ایک حسین قیدی کا آجانا جیسا اس وقت حیرتناک ہے ویسا ہی [illegible]

...ن کی تحقیقات میں سے گزرتے ہوئے ... بیان نہیں ہو سکتا لیکن بھی پریشان تھی اپنے خیالوں میں ... اس نے متعلق خیال کیا کہ ... رہے ہیں ——— چند سوالات کرنے کے بعد فیثی عُمس نے لڑکی کو ایک کونے میں بٹھا دیا۔ اور مجرم سپاہی کو بلایا۔

قلباریہ کا سپاہی ایک جوان ہو کر فوجی لباس میں مجلی زرہ بکتر لگائے سر بشکر کے خیمے میں داخل ہوا۔ لرزاں و ترساں اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میرا کیا انجام ہونے والا ہے۔ اُسے "بزدل بھیڑ" کے مزاج کے متعلق اور آج کی غیر معمولی خفگی کی بابت اطلاعیں پہنچ گئی تھیں۔ وہ جس وقت فیثی عُمس کے سامنے پہنچا اور آنکھیں چار ہوئیں۔ چہرے کے آثار سے وہ سمجھ گیا کہ انجام دردناک ہوگا۔

فیثی عُمس نے سختی کے ساتھ کہا۔ مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ تم نے کئی راتیں کیمپ کے باہر گذاری ہیں یہ رومائی نیکنامی میرے احکام کی مسلسل اور صریح خلاف ورزی ہے۔ تمہارے دوسرے ساتھی فوجی احکام کی پوری پوری پابندی کر رہے ہیں۔ یہ زمانہ ہے روما کی قسمت اور اس کا مستقبل میزان میں تل رہا ہے۔ ایک ایک سپاہی اور باشندہ اپنے آرام اور تفریح کو قومی عزت حفاظت کے لئے وقف کر چکا ہے لیکن تم نے اس حالت میں اپنے جسم کی حفاظت کے لئے فوجی ڈسپلن کو توڑا ہے اس لئے میں اس خطا کو معاف نہیں کر سکتا اگر تمہاری جگہ میں ایک سپاہی ہوتا تو میں تمہیں دکھاتا کہ فوجی ضرورتوں کے لئے سپاہی کی عصمت کتنی ضروری شے ہے۔

نوجوان پر اس آخری جملے نے تیر کا سا کام کیا۔ اسکے چال چلن کے متعلق یہ الفاظ اور اس کی نیکنامی پر یہ دھبہ واقعی فوجی غیرت سودی ہو طن پرور کے لئے ایک زخم تھا۔ بات کا گھاؤ تلوار کے گھاؤ سے زیادہ ہوتا ہے۔ نوجوان سپاہی نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن صرف ہونٹ ہلے آواز نہیں نکلی جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔

فیثی عُمس نے غور سے دیکھا کہ سپاہی پر ندامت کے جذبات نے پورا قابو پا لیا ہے وہ اپنے کئے پر پچھتا رہا ہے گو عشق سے بری نہیں لیکن احکام کی خلاف ورزی پر خجل ضرور تھا۔ سپاہی کی اس غیرت کو دیکھ کر فیثی عُمس بہت خوش ہوا اور اس نے کہا "مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ تم نے اچھے کام کئے ہیں تم ایک اچھے سپاہی ہو اور تم نے ملک کی حفاظت کے لئے ایسی خدمات کی ہیں کہ دوسروں کے لئے وہ مثال کا کام دے سکتی ہیں۔ اس لئے میں تمہاری زندگی کو عزیز سمجھتا ہوں اور اس کی حفاظت چاہتا ہوں اس لئے موت کی سزا نہیں دیتا لیکن یہ سزا دیتا ہوں کہ تمہاری زندگی ہمیشہ فوجی نگرانی میں رہے گی جب تک تم زندہ رہو گے تم پر مخبر لگے رہیں گے۔ تاکہ آئندہ تم ایسی زنا نہ کر سکو جیسی اس وقت تم نے کی ہے۔"

یہ کہہ کر فیثی عُمس نے تمام حاضرین کو رخصت کیا۔ اور خیمے میں ایک بھیانک خاموشی طاری رہی پُر اذیت خاموشی!

اس نے حاضرین کو پھر طلب کیا سپاہی پھر آیا لوگ خائف تھے کہ اب کیا ہوگا۔ کیا اس کے ہاتھ کاٹے جائینگے۔ کیا اسے ہمیشہ کے لئے قید کیا جائیگا۔ کیا اسے مردانہ قوت سے محروم کیا جائے گا۔ جو رومی بہیمیت کی ایک عام سزا تھی۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ لڑکی کو بلاؤ لڑکی حاضر ہوئی۔ قلباریہ کے سپاہی کو یقین تھا کہ اسے قتل کا حکم دیا جائیگا اس انجام سے سپاہی لرزنے لگا اس کا سر چکرا رہا تھا اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اس کے لب خشک تھے اور آنکھیں پھری جا رہی تھیں۔ یکایک لڑکی نے اپنے حبیب کی طرف اس نسوانی ہمت کے ساتھ دیکھا جو تمام دنیا کی عورتوں کا حصہ ہے جو شہزادی اور کنیز دونوں کو قدرت نے عطا کیا ہے۔ فیثی عُمس نے کہا کہ میں اس لڑکی کو تمام عمر کے لئے تمہارا نگران مقرر کرتا ہوں وہ ایک جائز بیوی کی طرح تم پر ہمیشہ مسلط رہے گی۔ تم رات کو کہیں نہیں جا سکو گے۔ تم کوئی بداخلاقی نہیں کر سکو گے۔ تمہاری زندگی اس عورت کی خوشی پر منحصر ہوگی اگر تم نے کوئی لغزش کی تو یہ لڑکی جو در اصل میری بیٹی ہے اور جسے میں نے تمہارے اخلاق کے لئے آزمائشی طور پر جنگل میں بھیجا تھا تم اس لغزش کی سزا دے گی!"

اس غیر متوقع انجام پر دونوں خوش اور نادان تھے اس کو سوچا جا سکتا ہے بتایا نہیں جا سکتا۔ دونوں نے دوزانو ہو کر "بزدل بھیڑ" کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس کی پدرانہ شفقت نے انہیں ہمیشہ کے لئے ایک نظم میں مربوط کر دیا جو فوجی ڈسپلن سے زیادہ قوی تھا ——— محبت کا سنہری قفس جو دونوں کو ... لغزش کے کھٹکوں سے ... کر دیتا ہے۔

ظفر قریشی۔ بی۔ اے۔ دہلوی

محبت یا موت؟

پیاری ذکیہ

آج بہت دنوں بعد تمہیں خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ پچھلے دنوں تمہاری فرخندہ نے زمانے کو کئی کروٹیں بدلتے دیکھا۔ کہنے کو تو صرف ے کا مختصر عرصہ ہے مگر میرے تو دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ تم اگر مجھے اب اکیلا ہی دیکھو تو شاید پہچان بھی نہ سکو۔ اب تم ایک پھول کی طرح ڑکی کو نہ دیکھو گی بلکہ ایک مرجھائی ہوئی کلی کی مانند ایک اداس چہرہ تمہیں نظر آئے گا جسے محبت سے پیار کرنے کی بجائے تم رحم کی نظروں بھو گی۔ کھلکھلا کر گلے لگا لینے کی بجائے ترس کے آنسوؤں سے اس کا استقبال کرو گی۔ آنکھوں کی وہ چمک جسے تم شرارت کے ستاروں کا اکرتی تھیں اب اس پر غم کی سیاہی نے غلبہ پا لیا ہے۔ صندلی پیشانی پر وہ نیلی عمودی رگ اب تم نہ دیکھو گی جو خفیف سے خفیف احساس ر بھی ابھر آتی تھی۔ خون کی گردش اب اس سے چھن چکی اور اب وہ سیاہ سوت کی طرح میری بدرنگ پیشانی پر آمٹ ہو کر رہ گئی ہے۔ ی چمکدار سیاہی زائل ہو گئی۔ چہرے کا ازلی تبسم اب رنج کی ابدی شکنوں میں تبدیل ہو چکا ہے۔ صحت کی سرخی مٹ رہی ہے اور بیماری ردی کھنڈ رہی ہے۔ دل کی دھڑکن زندگی کا نغمہ پیدا نہیں کرتی، موت کا راگ سناتی ہے۔ خون میں پارے کی سی تڑپ باقی نہیں رہی، جیسے کا سا جمود بڑھ رہا ہے۔ رگوں میں امرت نہیں چھلکتا، زہر گردش کر رہا ہے۔ جسم نڈھال، روح میں اضمحلال۔ تم پوچھو گی یہ سب روپ تو کیسے نہ آتا کیوں؟ سنو یہ سب کی بلہاری ہے۔

محبت خوبصورت روگ۔ روح کو گھلا دینے والا دلکش آزار۔ جوانی کو گھن کی طرح کھا جانے والا جذبہ۔ حسین بھولے بھالے بچے کیوپڈ نے مجھے بھی تاک کا نشان پر ہاتھ رکھا اور ایک خوبصورت تیر میرے دل میں اتار دیا۔ زہریلا تیر، جس نے میری روح میں بے تابیاں بھر دیں۔ ایک تڑپ، ایک خلش، آٹھوں پہر کی دل سوزی۔

فرخندہ جو محبت کی ہنسی اڑاتی تھی۔ جو عشق کو دماغ کا خلل سمجھتی تھی، بے بس و لاچار ہو گئی۔

میں نے انھیں دیکھا۔ دل دھڑکا اور اس بری طرح کہ سارا بدن بھی اس کے ساتھ لرزنے لگا۔ انھوں نے بھی مجھے دیکھا اور ایسا لوم ہوا کہ دل تڑپ کر پہلو سے نکل گیا۔ ان کا مسکرا کر دزدیدہ نظروں سے دیکھنا — ایک سانحہ سا ہو گیا۔ دنیا کچھ اور ہی اور نظر آنے لگی۔ ہر چیز میں رنگینی۔ خون کی سی رنگینی۔ ہر شے میں حسن — خوشرنگ زہر کی سی دلکشی۔

انھوں نے محبت کا اظہار کیا۔ مجھے پہلے ہی سے اقرار تھا۔ کیوپڈ نے دو دلوں کو زخمی کیا تھا۔ یہ زخم گہرے ہوتے جا رہے تھے، ہمیں ایک دوسرے سے بے حد محبت تھی مگر نہ تو وہ میرے ہو سکتے تھے اور نہ میں انکی۔ ہماری محبت جرم کی حیثیت رکھتی تھی۔ سوسائٹی کی نظر میں ہم دونوں مجرم تھے کیونکہ محبت کرنا ایک ایسا فعل ہے جس کی سہار اجتماعی نقطۂ نظر سے کسی کو نہیں ہو سکتی۔ میری بات ایک جگہ ٹھہر چکی تھی اور ان کی شادی بھی عنقریب ہونے والی تھی۔ والدین کی مرضی یہی تھی، کنبے برادری کا اصرار یہی تھا۔ بھلا ان کے آگے لڑکے یا لڑکی کی کب سنی جا سکتی ہے۔ وہ مجھ سے چھوٹتے تھے اور میں ان سے۔

محبت کے رنگین سراب میں میری پیاسی روح بھٹکتی پھری۔ عشق کے سہانے خواب بہت جلد شکست ہو گئے۔ وہ مجھ سے چھن گئے۔ ان کا دامن حیات کسی اور سے زبردستی وابستہ کر دیا گیا۔ سنتی ہوں کہ میری اسیری کے لئے بھی سنہری زنجیریں تیار کی جا رہی ہیں مگر ان کے پہنانے کی نوبت نہ آئے گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے قبل ہی میری بیقرار روح ابدی سکون حاصل کر چکی ہوگی۔ نادان اطبا میرے تن کا علاج کر رہے ہیں۔ انھیں کیا معلوم کہ روگ من ہے۔ یہ دوا سے اچھا نہ ہوگا۔ یہ اب دعا سے بھی اچھا نہ ہوگا۔ اصلیت کی کسی کو خبر نہیں۔

یہ خط تمہیں لکھ رہی ہوں تاکہ میری عزیز ترین سہیلی کو میری جواں مرگی کا اصلی سبب معلوم ہو جائے۔ میری حالت بہت نازک ہے۔ یہ چند سطریں بھی خدا جانے کیسے لکھ رہی ہوں۔ لو وہ کسی کے آنے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ شاید دوا پلانے کوئی آ رہا ہے۔ خدا حافظ — تمہاری فرخندہ

شاہد

شبستانِ خیال

محبت کی سالگرہ

(از محترمہ ثریا دہلوی)

اب تیری باتیں کس سے کروں؟
جو باتیں صرف تجھی سے کہنے کی ہیں کس سے کہوں؟
دنیا نہیں سمجھتی، دنیا کو سمجھا کر کیا کروں؟

جب تم نے اپنا پہلا مکتوبِ محبت مجھے دیا تو اُسے دیکھ کر باعثِ شرمندگی ہو گئی تھی اور میں نے تمہارے اظہار و اقرارِ محبت کے باوجود جواباً انکار ہی کیا۔

اس کے بعد کیا ہوا؟ رفتہ رفتہ ایک عجیب انقلاب میں رونما ہونے لگا تھا۔ آہستہ آہستہ دبے پاؤں ایک عجیب جذبہ میری ہستی پر مسلط ہوتا جا رہا تھا۔ میں ابتدا میں اس کو بالکل نہ سمجھ سکی۔ میں نے پہلے پہل اس کو نہ جانا اور جب جانا اور پہچانا تو اس سیلاب کو روکنا میرے بس کی بات نہ رہی تھی یا شاید پھر میں جان گئی تھی، مان گئی تھی۔

لیکن اپنے نفس کو فریب دیتی رہی، خود اعتمادی کے غرور میں اس کھلی ہوئی حقیقت سے انکار کرتی رہی، عقل کے بیان کو جھٹلاتی رہی، یہاں تک کہ محبت کا شعلہ ایک دم سے بھڑکا اور میرے جسم و جان کو خاکستر کر گیا۔

دور بہت دور سینکڑوں میل دور سے ایک آواز آ رہی تھی۔ دھیمی، مبہم، ناقابلِ فہم!

میں صبح و شام سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے اس آواز کو سنتی رہی۔ سُن کر سمجھنے کی کوشش کرتی رہی، نہ سمجھ کر بے پروائی برتتی رہی۔ یا پھر یہ ہوگا کہ سمجھ کر ٹالتی رہی —— یہاں تک کہ آواز زیادہ صاف زیادہ قریب ہوتی گئی۔ فاصلہ گھٹتا گیا۔ ابہام گھٹتا گیا۔ پھر ایک دن یہ آواز زیادہ صاف، واضح اور نمایاں ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ آواز دور سے نہیں قریب سے آ رہی تھی۔ کسی غیر کی نہیں، دل ہی کی تھی۔ اس آواز نے دفعتہً ایک نام کی صورت اختیار کر لی جو ایک چکاچوند کے ساتھ افقِ خیال پر نورانی حرفوں میں نمایاں ہو گیا۔ یہ نام —— "تمہارا" تھا۔

کیا میں سزاوارِ ملامت ہوں اگر میں کہوں کہ میں "تم" سے محبت کرنے لگی تھی۔

میں اپنی عمر میں پہلی دفعہ محبت اور اس کے بے پناہ حملے سے آشنا ہوئی تھی۔ سینہ طوفانِ جذبات سے پھٹا پڑتا تھا۔ قدم سیلابِ احساسات سے اُکھڑے جاتے تھے۔

میں نے عقلِ مصلحت اندیش کی رہنمائی میں اس جذبۂ بے اختیار کی مزاحمت کرنی چاہی۔ میں جانتی تھی کہ تم سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک بچہ چاند کے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدایا! لیکن میرا دل —— محبت تمہاری دائمی ابدی محبت سے سینے میں قوی ہو گیا۔ محبت نے مجھے بلند کر کے آفتاب تک پہونچا دیا ——

اگرچہ ان دنوں کو گذرے ایک مدت ہونے آئی ہے۔ مگر مجھے وہ وقت اور وہ سماں آج تک نہیں بھولا۔

گرمیوں کے دن تھے مارچ کا شروع مہینہ تھا۔ انہیں دنوں میں ایک دوپہر کو میں خلافِ معمول اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ صبح کی عبادت، گھر کے کام کاج اور گرم موسم کے آتشیں جھونکوں نے مجھے تھکا دیا تھا۔ میں کمرے کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹی ہی تھی کہ دفعتاً "خیال" مجھے کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔

آہ! کیسا میٹھا درد دل میں اُٹھتا ہے۔
میرا تنفس آرزو کے بوجھ سے دبا جا رہا ہے۔
میری آنکھیں آنسوؤں سے بھری جاتی ہیں،
جیسے دو چھلکتے ہوئے جام۔

اسی طرح جیسے خواب میں کوئی فرشتہ آواز دے رہا ہو۔ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرا نام لیکر پکار رہا ہے۔

میں اُس وقت کچھ ڈر سی گئی۔ سنسان، خاموش کمرہ، کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ باہر ذرا دھوپ چمک رہی تھی۔ دوپہر گرم اور اُداس تھی۔ آہ! وہ دوپہر بھی کس غضب کی دوپہر تھی —— آہ! —— کس غضب کی دوپہر تھی!

آہ! —— وہ دوپہر آج اس کو گذرے ایک مدت ہونے کو آئی ہے لیکن اس کا خیال آج بھی —— آج اتنے برس بعد بھی —— میری روح کو آمادہ تبسم کر رہا ہے۔

گرم موسم کے شفاف آسمان پر آفتاب پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ باہر چھت پر دھوپ کا فرش بچھا ہوا تھا۔ پردوں کا فتنہ میں ایک دلچسپ راز پوشیدہ نظر آ رہا تھا اور دنیا ایک تصویر کے مانند میرے سامنے خاموش کھڑی تھی۔

اس وقت آنسوؤں کی جھلملیوں سے میں نے دیکھا "تم باہر کھڑے تھے۔ میرے بالکل سامنے —— میں ایک دم سے چونک پڑی۔

شاید تم نے مجھے بلایا۔ یا پھر کوئی نامعلوم طاقت مجھے باہر لائی —— میں چہرے پر سے آنسوؤں کے نشان کچھ چھپاتی کچھ مٹاتی، بظاہر بالکل بشاش بنی تمہارے سامنے کھڑی تھی سوجی ہوئی سُرخ آنکھوں اور اترے ہوئے زرد چہرے کو دیکھکر شاید تم نے "کچھ" تاڑ لیا جو مجھ سے پوچھا "کیا ہوا"

ہائے وہ تمہاری آواز!! —— جو مجھے مذہبی آیتوں کی طرح مقدس اور بہار کے جھونکوں کی مانند شیریں معلوم ہوئی۔ میرا دل بے تحاشہ دھڑک دھڑک کر ٹھہر رہا تھا اور ٹھہر ٹھہر کر دھڑک رہا تھا۔ ہر طرف سناٹا ——.

میں نے جواباً کہدیا "کچھ نہیں" تم اس سے بالکل مطمئن نہیں ہوئے اور میں یونہی پھر اندر چلی آئی اور ساتھ ہی تم بھی آ گئے —— "یا اللہ" یہ کیا ہو رہا ہے میرے دل نے صدا دی۔ جسم میں ایک لذیذ سستی پیدا ہوئی اور یکایک قلب میں اظہار مدعا کی جسارت پیدا ہو گئی۔ لیکن باوجود کوشش کے زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ وفورِ جذبات نے منہ پر ایک بھاری قفل ڈال دیا —— میں نے کتابوں میں اکثر محبت کے قصے پڑھے ہیں۔ لیکن جب اپنے لئے محبت کی گفتگو کا موقع آیا تو بالکل بے بس و لاچار ہو گئی —— شاید محبت کی زبان کچھ اور ہے جو پڑھنے اور سیکھنے سے نہیں آتی —— شاید محبت کی کوئی زبان۔ خاموشی لازوال خاموشی گہری اتھاہ خاموشی۔

دفعتاً تم نے اس سکوتِ مطلق کو توڑا۔ تم بولے کیا مجھسے محبت کرتی ہو؟

"نہیں" میں نے جواب دیا اور —— میری مرمریں بانہیں تمہارے گلے میں ہار بن گئیں.......

تم نے اپنے دل کے پورے خلوص کے ساتھ اپنی محبت کی پوری قوت کے ساتھ مجھے اپنے سینے سے لگا لیا —— آہ! ایک عالمِ بیخودی مستی! ساری کائنات رنگینیوں سے معمور ہو گئی۔ دنیا کا سارا شور ایک سکوتِ مطلق میں بدل گیا۔ زمین کی گردش اس مقدس لمحے کے احترام میں تھم گئی تھیں، اس چپ چاپ سمے میں ایک دوسرے سے لگے ہوئے دو محبت پرست دلوں کی یکساں دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔ دھک! دھک!! دھک!!!

آہ! وہ دن گذر گئے۔ وہ وقت بیت گیا ——

قسمت نے جو یقیناً مجھ سے اور تم سے زبردست ہے، ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ اللہ! آخر حُسن کو عشق سے جدا کر کے تقدیر کو کیا مل گیا۔

اوائل مارچ ۱۹۳۰ء آج اس کو پانچ برس ہونے آئے آہ پھر اسی مہینے کی ایک "دوپہر" ہے ہر سال میں اپنی محبت کی سالگرہ مناتی ہوں —— مارچ کا مہینہ دوپہر کو۔ آج پانچویں سالگرہ ہے اس وقت تم مجھے بے طرح یاد آ رہے ہو۔ خیال بار بار تمہاری طرف جاتا ہے۔ صرف تمہاری طرف!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے پاس اب بھی موجود ہو!

آہ! کس قدر محبوب خیال!

بہت جلد اس غمناک تنہائی نے میری آنکھیں کھول دیں

آہ تمہاری یاد!

دن آہستہ آہستہ گذر رہا ہے۔

اور میرا دل وہ گذشتہ دنوں کی دردناک یادوں میں کھو گیا ہے!

گذاری تھیں خوشی کی چند گھڑیاں

اُنہی کی یاد میری زندگی ہے!

"ثریا"

کورانہ تقلید

(اسی سال کا بالکل سچا واقعہ)

(از جناب سید محمود مسعود خاں بی۔اے)

مسعود پنجاب یونیورسٹی کا ہونہار گریجویٹ تھا لیکن غربت اور سفارش کے نہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف اسے اچھی ملازمت نہ مل سکی بلکہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ایک مدت تک بیکار رہا یہانتک کہ فاقہ کشی تک نوبت پہونچ گئی۔ آخر ایک سال کی تگ و دو اور انتہائی جد و جہد کے بعد وہ ایک کمپنی کے دفتر میں بطور منشی ملازم ہو گیا۔ جہاں اُسے صبح سویرے سے شام تک مسلسل کام کرنا پڑتا تھا لیکن وہ اس قدر سخت محنت اور بالکل معمولی تنخواہ سے ذرا بھی نہ گھبرایا۔ وہ اپنی نوجوان بیوی جہاں آرا کے ساتھ شہر کے ایک چھوٹے سے مکان میں بالکل سادہ زندگی بسر کر رہا تھا گو اس کے ساتھی اور عزیز عیش و عشرت سے زندگی کے دن پورے کر رہے تھے اور اُسے اکثر روپیہ کی قلت کی وجہ سے گوناگوں مصائب سے دوچار ہونا پڑتا تھا لیکن وہ اس حالت پر بھی صبر و شکر اور ذہنی خوشی سے رہتا تھا۔

مسعود گو گریجویٹ تھا لیکن اسے مغربی تہذیب و تمدن کی کورانہ تقلید سے نفرت تھی۔ وہ قدامت پسند اور خداترس واقع ہوا تھا۔ وہ صوم و صلوٰۃ کا سختی سے پابند تھا۔ گو بعض "مولویوں" کی طرح ریش اور گیسوئے دراز کا قائل نہ تھا۔ لیکن وہ "ندوی" فیشن کا عاشق زار تھا۔ فیشن پرستی کی اسے ہوا تک نہ لگی تھی اس کے یار دوست اسے قدامت پسند اور دقیانوس؟ ایسے بدنام کنندہ ناموں سے پکارا کرتے تھے۔ لیکن مسعود ان کی جہالت پر مسکرا دیا کرتا تھا۔

احمد حسن مسعود کا بہترین دوست تھا۔ جو اُن دنوں لکھنؤ کے ایک کالج میں پروفیسر تھا۔ لیکن احمد ہر طرح سے مسعود کی ضد واقع تھا۔ احمد آجکل کے مغرب زدہ نوجوانوں کی طرح فیشن پرست تھا اور ہر بات میں اہل یورپ کی اندھا دھند تقلید کا قائل تھا۔ فیشن کے بدلتے ہی وہ بھی اپنے لباس اور عادتوں میں فرق ڈال لیا کرتا تھا۔ وہ بہت ہی زندہ دل۔ خوش مزاج اور عیش و عشرت کا دلدادہ تھا اس ظاہری فرق کے باوجود احمد اور مسعود گہرے دوست تھے۔

ایک دن شام کے وقت مسعود دفتر سے خلاف معمول جلدی آگیا۔ اس نے وضو کیا اور عصر کی نماز پڑھکر آنگن میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ جہاں آرا اس کے لئے کھانا لیکر آئی۔ کھانا کھاتے وقت مسعود حسب معمول جہاں آرا سے باتیں کرنے لگا۔ اس وقت کوئی خاص اور اہم بات کہنی تھی۔

بیگم! احمد کے متعدد خطوط آچکے ہیں وہ اس بات پر مصر ہے کہ میں لکھنؤ آکر چند روز اس کے ساتھ گذاروں میں اب سوچ رہا ہوں کہ جاؤں یا نہ جاؤں دفتر سے تو مجھے ایک ہفتہ کی چھٹی مل گئی ہے۔ تم بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟ مجھے صرف تمہارا خیال ہے کہ میرے چلے جانے کے بعد تم اکیلی رہجاؤ گی؟ مسعود نے کہا۔

جہاں آرا بھی اپنے شوہر سے ایک منٹ کے لئے بھی دور نہ رہنا چاہتی تھی لیکن وہ عقلمند اور دور اندیش عورت تھی چنانچہ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہاں تمہیں بھی سیر کئے ایک مدت ہو گئی ہے اور احمد سے تمہیں ہر طرح فائدہ پہنچ سکتا ہے بڑی اچھی بات ہے کہ تم نے لکھنؤ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے"

تو پھر میں خالہ صاحبہ اور ان کے بیٹے کریم سے کہتا ہوں کہ جب تک میں باہر رہوں وہ تمہارے پاس آجائیں میں کل روانہ ہو جاؤں گا اور واپسی ایک ہفتہ تک ہوگی"

بہت خوب اب میں تمہارا سامان درست کرتی ہوں اور تم خالہ صاحبہ کے پاس جاکر ان کو بلا لاؤ" یہ کہکر جہاں آرا اندر چلی گئی۔ دوسرے دن مسعود لکھنؤ چلا گیا۔ روانہ ہونے سے پہلے اس نے جہاں آرا سے وعدہ کیا کہ لکھنؤ پہنچتے ہی اپنی خیریت سے مطلع کرے گا۔ آج اپریل کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن مسعود ابھی تک گھر سے غیر حاضر تھا۔ گو اس نے لکھنؤ پہنچتے ہی اپنی خیریت سے مطلع کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس وقت تک اس کا کوئی خط نہیں آیا تھا۔ ۳۰ مارچ تک تو جہاں آرا نے کوئی خیال نہ کیا لیکن جوں جوں اور وقت گذرتا گیا شوہر کا کوئی خط نہ آیا تو نوجوان بیوی کو فکر ہو جانا فطرتی امر تھا۔ وہ ہر وقت متفکر و مغموم رہنے لگی۔ وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ

اس حالت میں خالہ صاحبہ کی ناراضگی کا ڈر تھا۔

یکم اپریل کو وہ خاصکر متفکر اور اداس تھی۔ ایک رات پہلے اس نے منحوس خواب دیکھا تھا اور صبح سے اس کی داہنی آنکھ پھڑک رہی تھی۔ جہاں آرا کو اعتقاد ضعیف ہونے کے سبب سے قدرے شکی مزاج بھی تھی۔ اسے یقین تھا کہ عورت کی داہنی آنکھ پھڑکنا ضرور کسی بری خبر کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ اس نے گھر کا کام کاج خلاف عادت جلد ختم کر دیا اور برآمدہ میں کھاٹ بچھا کر اپنے شوہر کی آمد کے انتظار میں لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دروازہ پر دستک دی اور اسی لمحہ ایک چپڑاسی تار کا لفافہ ہاتھ میں لئے اندر آیا۔ تار کا نام سنتے ہی اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ زردی مائل لفافہ پر پڑتے ہی جہاں آرا کے قلب کی حرکت بند ہو گئی۔ وہ دیوانوں کی طرح تار کا لفافہ لینے کے لئے لپکی۔ اتنے میں کریم بھی آ گیا۔ اس نے فارم پر دستخط کرکے لفافہ کھولا۔ ادھر جہاں آرا نے بھی کریم کی موجودگی محسوس کرکے خود کو سنبھالا۔ وہ خوف وہراس سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ ضرور کوئی منحوس خبر آئی۔ لیکن اس نے سینہ پر پتھر رکھ کر اپنی حالت کو گرنے نہ دیا۔

کریم نے تار کھول کر پڑھا۔ پھر پڑھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔ خوف و یاس غم وافسوس کے آثار نمایاں ہوگئے۔ تار کا مضمون حسب ذیل تھا۔

امین آباد بازار میں آگ لگ گئی اور مسعود زندہ جل کر مر گیا۔

بے اختیار ہی تار کا کاغذ کریم کی گرفت سے رہا ہو کر فرش پر گر گیا۔ کریم جذبات غم سے اس قدر مغلوب ہو چکا تھا کہ اس کی خشک زبان میں اس قدر طاقت نہ تھی کہ بے کسی و بے یار و مددگار جہاں آرا کو اس منحوس خبر سے آگاہ کر سکے لیکن جہاں آرا کو بھی اس معاملہ کی تہ تک پہونچنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے جذبات محبت اور وفا سے بھرے ہوئے دل نے فوراً معلوم کر لیا کہ تار میں عاشق شوہر اور زندگی کے ساتھی کی موت کی خبر درج ہے۔ اس کی ٹانگیں نقاہت سے اس کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔ اس کا سر گھومنے لگا۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ اور قبل اس کے کہ کریم اسے سنبھالنے کی کوشش کرے وہ فرش پر گر کر بیہوش ہو گئی۔

بڑی دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ مسعود کی خالہ اس کے پاس بیٹھی رو رہی ہے۔ اور محلہ کی عورتیں عذبا ہمدردی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں وہ کوشش کرکے کھڑی ہو گئی۔ اور اپنے کمرے میں جا کر اندر سے چٹخنی چڑھا دی۔ وہ تنہائی میں اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتی تھی۔ وفور غم سے وہ بے حال تھی۔ "تم بیوہ ہو" "تم بیوہ ہو" یہ الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اس کے ماں باپ اور ساس اور سسر پہلے ہی خلد آشیاں ہو چکے تھے اس کا شوہر ہی اس کے لئے سب کچھ تھا۔ لیکن اب ...... افسوس ..... وہ بھی داغ مفارقت دے گیا ... ایک ماہ قبل جب مسعود لکھنؤ گیا تھا تو وہ تندرست اور خوش وخرم تھا۔ وہ یہ صدمہ کس طرح برداشت کر سکے گی؟ اس نے چوڑیاں توڑ ڈالیں۔ رنگین کپڑے اُتار دیئے اور زیور اُتار کر انتہائی غم کی حالت میں زمین پر پٹخ دیئے دنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر تھی۔ گو اسلام نے نکاح بیوگان کی اجازت دی ہے لیکن اسے معلوم تھا کہ ملکی رسم ورواج نے بیواؤں کی زندگی کو کس قدر تلخ بنا دیا ہے۔

جہاں آرا کا وقت انتہائی رنج وغم میں گذر رہا تھا۔ اس کی حالت نا رقطعاً ناقابل بیان تھی۔ جو کوئی اس کے سفید لباس (دیباجہ بیوگان) اور اس کے مغموم چہرے کو دیکھتا تھا۔ خون کے آنسو بہانے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ وہ دن کا زیادہ حصہ اپنے کمرہ ہی میں گذارتی تھی کیونکہ عزیزوں اور ملنے والوں کے کلمات ہمدردی سے اس کا غم تازہ ہو جاتا تھا۔

آخر چالیسواں بھی آ گیا۔ جہاں آرا نے حسب توفیق فاتحہ دلوانے کا بندوبست کیا۔ اس کا چھوٹا سا مکان عزیزوں اور محلہ کی عورتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ شام کو جب کھانا تیار ہو گیا تو اس نے حسب رواج مسجد کے ملاؤں اور فقیروں کو بلا کر گھر کے آنگن ہی میں کھانا کھانے کے لئے بٹھا دیا۔ کریم نے ان تمام کاموں کو محنت سے انجام دیا۔ وہ کھانا کھانے والوں کے درمیان بیٹھا ہوا ان کی ضروریات مہیا کر رہا تھا۔ کہ ناگہاں دروازہ کے قریب شور بلند ہوا۔ ایک بوڑھا فقیر وہاں بیٹھا ہوا تھا وہ ایک چیخ مار کر کھڑا ہو گیا اور اندر کی طرف کو بھاگا۔ یہ دیکھ کر سب کے سب آدمی کھڑے ہو گئے۔ اور دروازہ کی طرف یہ دیکھنے کے لئے لپکے کہ اس طوفان بے تمیزی کا کیا سبب ہے وہ ابھی چند ہی قدم آگے گئے تھے کہ زمین نے ان کے پاؤں پکڑ لئے۔ وہ انتہائی حیرت واستعجاب سے منہ کھول کر اور آنکھیں پھاڑ کر

[illegible] کی صورت دیکھ رہے تھے کیونکہ مسعود کی شکل و صورت کا کوئی آدمی کھڑا تھا۔ جس نے کہا کہ فاتحہ کی دعوت کھانے آئے ہو۔ عجیب آدمی ان کو دیکھ کر ٹھٹکا اور بے ساختہ کہا "بھائیو! تمہیں کیا ہو گیا؟ تم اس قدر حیران و پریشان کیوں ہو؟ میں دیکھتا ہوں کہ سب کے سب آمنے سامنے بھی بھونچکے سے ہیں۔ تم اس وقت میرے مکان میں کیوں موجود ہو؟"

حاضرین نے ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیا اور وہ متواتر اسے حیرت سے گھورتے رہے۔ آخر ایک فقیر نے مسعود کے پیروں پر سجدہ کرتے ہوئے عاجزانہ کہا۔ "آہ! کیا تم مسعود کی روح ہو؟ یا بھوت؟ خدا کے لیے ہم بھکاریوں کو نہ ستاؤ۔ اگر اس قدر تم فاتحہ سے خوش نہیں ہوئے ہو تو بتاؤ کہ اور کیا کیا جائے؟"

یہ سن کر مسعود کے صبر کا پیالہ چھلک اٹھا اور اس نے سختی کہا "تمہیں مذاق کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اور نہ یہ وقت اور موقع مذاق کرنے کا ہے۔ اگر تم بڑے فقیروں کو مذاق کرنے کا ایسا ہی شوق ہے تو جاؤ کسی اور کے ساتھ مذاق کرو۔ بیگم! کریم! تم سب کو کیا سوجھی ہے؟ کیا تمہیں میرا خط نہیں ملا۔ میں نے اس میں اپنے دیر سے آنے کی وجہ مفصل بیان کر دی تھی۔ اور واپس آنے کی تاریخ سے بھی مطلع کیا تھا" "تو معلوم ہوا کہ تم مسعود کا بھوت نہیں ہو"؟ ایک فقیر نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"میں ..... بھوت..... " مسعود نے غصہ سے آگ بگولا ہو کر کہا۔ "چلے جاؤ یہاں سے ..... ابھی جاؤ... میں ابھی پولیس کو بلاتا ہوں پھر اس مذاق کی حقیقت معلوم ہو گی"۔

کریم حیران تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ ناگہاں اسے تار کا خیال آیا۔ وہ اندر گیا اور وہ تار لایا جو یکم اپریل کو ملا تھا۔ مسعود نے تار پڑھا پہلے تو وہ اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھا۔ لیکن جلد ہی یہ راز بھی حل ہو گیا۔ اس کا غصہ اس طرح ہوا ہو گیا گویا کسی نے جادو کی چھڑی سے اسے چھو دیا ہے۔ وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ لیکن حاضرین ابھی تک حیران و پریشان تھے۔

"بھائیو!" مسعود نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اب میں اس کا مطلب سمجھا۔ یہ بدمعاش احمد کی شرارت ہے۔ اس نے میرا خط ڈاک میں نہیں ڈالا۔ کیا تم نے تار پر لگی ہوئی تاریخ نہیں دیکھی تھی یہ تار یکم اپریل کو آیا تھا۔ بھائیو! انگریزوں میں ایک رواج یہ بھی ہے کہ وہ یکم اپریل کے دن اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بیوقوف بنایا کرتے ہیں اس دن رعایا بھی بادشاہ کے ساتھ مذاق کر سکتی ہے احمد نے یہ تار بھیج کر انگریزوں کی کورانہ تقلید کی تھی۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ وہ مغربی تہذیب و تمدن کا عاشق ہے اور اس کی ہر امر میں تقلید کرنا باعث فخر جانتا ہے۔ اس بیوقوف کو یہ کبھی خیال نہ آیا ہو گا کہ اس کے اس بیہودہ مذاق سے تم لوگوں کو کس قدر تکلیف ہو گی"۔

فقیر لوگ ابھی تک اس معمہ کو نہ سمجھ سکے تھے۔ لیکن وہ جلد وہاں سے رفو چکر ہو گئے۔ بعض تو مسعود کو گالیاں دے رہے تھے۔ کہ بھلی موقع پر آن کر کھانا کھانے بھی نہ دیا اور بعض خوش تھے کہ سستے چھوٹ گئے۔

جب مہمان رخصت ہو گئے تو مسعود نے جہاں آرا کا لباس بیوگی اتروا دیا۔ اسے اپنی بیوی کے غم زدہ چہرہ اور بال بکھرے دیکھ کر رحم و [illegible] آ رہا تھا۔ آخر اس نے کہا "پیاری بیگم اگرچہ احمد نے اپنی نامعقول شرارت سے ہمارے گھر کو ماتم سرا بنا دیا اور ہم سب کو مصیبت میں پھنسایا لیکن تمہیں عفو و کرم سے کام لیکر اسے معاف کر دینا چاہیئے۔ میں صبح ہی اسے خط لکھونگا کہ اس کی نامعقول حرکت نے لوگوں کو کس قدر مصیبت میں ڈالا۔ مجھے یقین ہے کہ جب اسے یہاں کا حال معلوم ہو گا تو مغربی تہذیب کی تقلید کرنے کا جنون کم ہو جائیگا۔ خیر جو کچھ ہو گیا اس پر لعنت بھیجو۔"

مجھے ایسی نامعقول باتیں پسند نہیں ممکن ہے کہ یورپ والے اسے مستحسن جانتے ہوں لیکن ہم جاہل ہندوستانی ایسی باتوں کے عادی نہیں اس لیے ایسی حرکتیں خوفناک نتائج کا باعث ہوا کرتی ہے۔ مجھے ہندوستانی نوجوانوں کی عقل اور سمجھ پر رہ رہ کر رونا آتا ہے کہ وہ [illegible] انگریزوں کی تقلید کرنے پر کیوں مرے جاتے ہیں۔ اور غالباً ہندوستان کی محکومی کی ایک وجہ یہ پست ذہنیت ہے جو یہاں آ گیا ہے

سید محمود مورخ بی۔اے

آغوشِ فطرت میں

(از جناب میر طاہر علی)

میرے ایک ہندو دوست قبض کے مرض میں مبتلا ہوگئے اور اس کے بعد دواؤں کے جال میں مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی آخر کار فطری علاج کی طرف مائل ہوئے اور امریکہ کے فزیکل کلچر میگزین کے ایڈیٹر میکفڈن سے رجوع کی اُس نے تندرستی اور صحت کے اصول پر بارہ جلدوں کی ایک ضخیم قاموس بھیجدی جس کے پڑھنے میں اُن کو ایک سال کی مدت درکار ہوئی۔ اب اُن کی یہ حالت ہوگئی کہ رگ و پٹھے اور جوڑوں کی تشریح میں ماہر ہو گئے لیکن اس مزید عرقریزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرض نے جڑ پکڑ لی۔ آخر کار مایوس ہوکر میرے پاس آئے میں نے اُن سے کہا کہ میاں تندرستی کے اصول تو بہت سادے ہیں اور فطرت نے تم کو سکھلا بھی دیئے لیکن افسوس ہے کہ تم اُن کو فلسفے اور سائنس میں تلاش کرتے پھرتے ہو۔ کہنے لگے تم بھی فطرت کی طرح ستم ظریفی کر رہے ہو۔ میں غذا تول کر کھاتا ہوں۔ گلاس ناپ کر پانی پیتا ہوں۔ گھڑی کے حساب سے سوتا ہوں اور الفاظ گن کر بولتا ہوں۔ خیالات کو پاک رکھنے کے لئے آنکھوں پر سیاہ عینک لگا کر راستہ چلتا ہوں تاکہ تمام حسین چہرے سیاہ رو نظر آئیں۔ قوت کو برقرار رکھنے کے لئے بیوی کو طلاق دے چکا ہوں اور نوکری کو استعفیٰ! مزید براں تازہ ہوا کی آمد و رفت کے لئے میں نے مکان کی چھت اُتار دی ہے اور دیواریں منہدم کرا دی ہیں۔ جراثیم کو ہلاک کرنے کیلئے اسپرٹ ٹب میں غوطہ لگاتا ہوں اور فنائل سے دیواروں کو معطر رکھتا ہوں۔ چھوت کے مسئلہ پر اس حد تک اعتقاد رکھتا ہوں کہ میرے دوست مجھکو اچھوت خیال کرتے ہیں اور میں اُنکو۔ یہی وجہ ہے کہ میں جو پہلا تاما گاندھی کے پرستاروں میں تھا اب اُن کے مخالفین میں سے ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اُن کا وجود سوسائٹی کی تندرستی کے لئے پلیگ کے کیڑے کی طرح خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔ بہرحال میں اشد ضرورت پر ہاتھوں میں ربڑ کے دستانے پہنکر شیک ہینڈ کرتا ہوں اور سال میں ہولی کے موقع پر صرف ایک مرتبہ چند آدمیوں سے گلے مل لیتا ہوں وہ بھی اس طرح کہ میرے منہ کے اوپر اسٹرلائیزڈ جالی لگی رہتی ہے۔ وہ دوست بھی مخصوص ہوتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر حکیم عطار اور کمپاؤڈر —— لیکن باوجود اِن تمام تدابیر کے میں کمزور ہوں اور مرض زور دار —— اب عاجز آکر میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ "ناٹشین کلب" برلن کے سکرٹری کی طرف رجوع کروں تاکہ وہ مجھے برہنگی کے فوائد پر لٹریچر روانہ کرے۔ اتنا سرمایہ میرے پاس نہیں کہ میں وہاں جاکر اُس کلب کی ممبری کو قبول کروں ہاں ہندوستان ہی میں ارادہ کر رہا ہوں کہ برہنگی کا مظاہرہ کروں اور رفتہ رفتہ کلب کی بنیاد رکھکر اس کا الحاق کسی یورپین کلب سے کروں —— مگر دقت یہ ہوگی کہ ہندوستانی ذہنیت اس قدر تنگ ہے کہ وہ دوسروں کے کاموں میں مداخلت کرنا اپنا فرض اولین خیال کرتے ہیں۔ اس لئے وہ میری آزادی میں ضرور مخل ہونگے ——"

آخر آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں —— میں نے اُنکے سلسلۂ کلام کو منقطع کرتے ہوئے کہا۔ کہنے لگے کہ بس یہی —— کہ آپ کسی رسالہ کے ذریعہ استفسار کیجئے کہ ہندوستان میں قبض کے مریض کتنے ہیں۔ اور اگر اس طرح کامیابی نہ ہو تو کسی کونسل کے ممبر کے ذریعہ گورنمنٹ آف انڈیا کے ہوم ممبر کو نوٹس دلوایئے کہ قبض کے مریضوں کی مردم شماری کی جاسکے —— اگر ہماری برادری کی اکثریت ہوئی تو ایک آل انڈیا کانفرنس منعقد کرکے ہم اپنا ایک بورڈ قائم کرینگے جو اس مہذب مرض کی اشاعت کے اسباب پر غور کریگا اور اس کو روکنے کی تدابیر —— آخر الذکر میں سے ہمارا پہلا اقدام یہ ہوگا کہ تہذیب جدید کے اداروں کا بائیکاٹ کرکے ایک برہنہ کلب کی تشکیل کی جائے ——

کیا آپ کے خیال میں برہنگی قبض کا مجرب علاج ہے —— میں نے اُن کی اس الذکھی تقریر سے عاجز آکر سوال کیا۔

جی ہاں! اُنھوں نے میری میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا —— "کیونکہ ہم فطرت کے وہ اصول جن کی طرف آپ نے شروع میں اشارہ کیا تھا فراموش کر چکے ہیں —— اس لئے اُن کو از سرِ نو یاد کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ فطرت کے گہوارہ ہی میں پرورش پائیں اور اپنی مادرِ فطرت ہی کی طرف رجوع کریں جس کی صورت صرف یہی ہے کہ اُس نے ہم کو جس عالم میں پیدا کیا تھا اُسی عالم میں زندگی بسر کریں!

—— "مگر تہذیب۔ مذہب ... اور ——

...نہیں تک بڑھا دیا تھا کہ وہ سمجھ کر کہنے لگے "میں آپ کا مطلب سمجھ گیا" اس کے بعد فرمانے لگے کہ تہذیب کی مستقل عنوان میں یہ کہ وہ حصے کے لئے برہنگی ہی مہذب ہو جائے گی ——— رہا مذہب کا سوال تو میں اس حد تک بڑھنے کے لئے تیار رہوں کہ میرا دھرم بھی ستر ہائے خلاف نہیں ہے ——— ناسک ہمارا مقدس مقام ہے اور شری رام چندر جی کے استھان کو کسی زمانہ میں فخر حاصل رہا ہے برہنہ فقیر دن بھر وہاں کام کرتا رہا ہے ——— اور ۱۹۳۱ء میں ننگے سادھوؤں کا ایک بہت بڑا جلوس بھی یہیں سے نکالا گیا تھا جس کی پبلک نے مخالفت کی اور گورنمنٹ نے مخالفت۔ لیکن سرکار پر مذہب کی فتح رہی اور جلوس بہت کامیاب ہوا تھا اس کا ثبوت یہی ہے کہ اس مظاہرہ کے خلاف کا ایک انبوہ کثیر ہو گیا تھا ———

مگر آپ کی اس سکیم کی مخالفت مسلمان ضرور کریں گے ——— میں نے سوال کیا۔ ہنس کر کہنے لگے کہ اول تو یہ کوئی مذہبی مسئلہ نہیں ہے سڑکوں پر نیم برہنگی کے مظاہرے تو اب بھی ہوا کرتے ہیں۔ جو کلی برہنگی کے مقابلہ میں زیادہ زہر شکن ہیں آستین گریبان بلکہ اوپر پائینچے مفقود ہو گئے ہیں اور فی زمانہ لباس کی حیثیت مرکزی رہ گئی ہے اور اس طرح ہمارے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے بہت سی آسانیاں مہیا ہو چکی ہیں رہ گئی مخالفت کے نقطہ نظر سے تو جناب مجھے آپ اتنا عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ مسلمان باجے کی مخالفت کرتے آئے ہیں اور ہندو گوشت کی لیکن نہ یہ متاثر ہوتے ہیں اور نہ وہ ———

کیا سناتنی گروہ بھی خاموش رہے گا؟

سناتنی گروہ اگر واویلا مچائے گا بھی تو کیا کرے گا۔ مذہبی حیثیت سے خاموش ہونا پڑے گا اور سماجی نقطۂ نظر سے بے کیونکہ وہ لوگ تو بہت واویلا سول میرج سارڈا ایکٹ اور مہاتما گاندھی کے اچھوت سدھار کی بھی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔

مگر ہمارے جذبات کا کیا حشر ہوگا اور مسلمانوں کے جذبات کا خون کس کی گردن پر ہوگا؟

چہ خوش ——— آپ پردہ کی مخالفت بھی اس بنا پر کیا کرتے ہیں۔ بھائی رفتہ رفتہ عادت ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ آپ مجھے بتلائیے کہ آپ امریکہ کی فلمیں کیوں دیکھا کرتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ ہر سنیما گھر میں اکثریت مسلمانوں ہی کی ہوتی ہے جہاں جذبات کا قتل عام ہو جاتا ہے ——— بہر حال ہم آپ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے اس حد تک تیار ہیں کہ یورپ کے مرتب کئے ہوئے دستور العمل میں تھوڑی سی ترمیم کر دیں گے۔

یعنی؟

"لباس کی حد متعین کر دی جائیں گی اور اس متعینہ پیمائش سے زیادہ متجاوز ہونے کا کسی کو حق نہ دیا جائے گا" ———

"ورنہ"

ممبری سے اخراج۔

"اس کی کیا صورت اختیار کی جائے گی"

چند ممبروں کے پاس ایک اسکیل رہا کرے گا جس کے ایک طرف انچیں اور دوسری طرف سینٹی میٹر کے نشانات ہوں گے ——— یہی ہماری پولیس ہوگی جو کلب کے اصول کی حفاظت کا اہم مقصد انجام دے گی" ———

"آپ نے اپنے کلب کے لئے کونسا مقام تجویز کیا ہے"

ایسا مقام جو ہندوستان میں سب سے زیادہ مہذب ہو۔ اور وہ میرے خیال میں بمبئی ہے۔ یہاں ہم کو پارسیوں سے دامے درمے سخنے مدد ملے گی اور ہماری اسکیم بہت جلد بار آور ہو جائے گی۔

"آپ بمبئی ہی میں اس کا پروپگنڈا کیوں نہیں کرتے ———"

صرف اس لئے ہندوستان کے دار السلطنت دہلی میں ہی ہم اس کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں اگر مجلس قانون ساز کے اراکین میں سے چند بھی شریک ہو جائیں تو ہمارا بل پاس ہو جائے گا۔

"آپ خود عملاً اس کا پرچار کیوں نہیں کرتے"

چونکہ میرے قویٰ بہت کمزور ہیں اس لئے میں پبلک اور پولیس کے ڈنڈوں کا تختۂ مشق بننا پسند نہیں کرتا۔
مگر میں آپ کی مدد کیا کرسکتا ہوں
اگر آپ قبض کے مریض ہیں تو میرے ہم خیال بنجایئے
اس موقعہ پر پہونچکر مجھے مصلحت آمیز جھوٹ بولنا پڑا واقعہ تو یہ ہے کہ میں بھی کبھی کبھی مبتلا ہو جاتا ہوں اور میں کیا شیکسپیر کے قول کے مطابق کہ ہر وہ دوسرا آدمی جس سے میری ملاقات ہوئی ایک دل پھینک عاشق تھا۔ میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ ہر وہ تعلیم یافتہ جس سے میری ملاقات ہوئی قبض کا مریض تھا۔ لیکن چونکہ میں ہرگز ہرگز ان کی رائے سے متفق نہیں ہو سکتا تھا اس لئے میں نے اُن سے کہا کہ میں خدانخواستہ اُس مرض کا مریض نہیں ہوں۔
کہنے لگے کہ — اگر اب نہیں تو ہو جائیں گے۔
میں نے کہا کہ — پھر دیکھا جائیگا۔
آخر کار اُنھوں نے مجھکو اپنی دوستی کا واسطہ دلاتے ہوئے استدعا کی کہ میں دہلی کے کسی اہم اور کثیرالاشاعت رسالے کے ذریعہ قبض کے مریضوں کی مردم شماری۔ کی تحریک پیش کروں چونکہ اس میں ظاہرا کسی خطرہ کا امکان نہیں اس لئے میں اڈیٹر شاہجہاں سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ پر اپنے ناظرین سے، ریسرچ کرنے کی تحریک پیش کریں۔ آخر میں میں علی الاعلان عرض کرتا ہوں کہ مجھے "برہنہ کلب" سے نہ تو کسی قسم کا سروکار رہے نہ رہا ہے اور نہ آئندہ رہنے کی اُمید ہے، اس لئے میں اس مسئلہ پر بحث تحیص میں حصہ لینے سے محترز رہونگا۔

ابوطاہر لک۔ بی۔ ایس۔ سی

محبت کا انتقام

(از جناب صادق الخیری دہلوی)

محبت ایک اندھا جذبہ ہے اور تباہ کن دل کی آگ ——— !

آپ کو حق ہے کہ چاہے جب اور چاہے جس سے محبت کریں لیکن کسی دوسرے کے محبوب کو اپنا بنانے کا آپ کو کوئی حق نہیں! یہ سمجھتے ہوئے بھی اگر آپ کسی کی دولت اور کائنات کو چھیننا چاہیں تو دوسرے کو حق حاصل ہے کہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے برسرِ پیکار ہو جائے۔

(۱)

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ برہم پتر جب زہریلی چٹانوں اور ہیبتناک پہاڑیوں میں سے بہتا ہے تو کس قدر خطرناک اور خوفناک ہو جاتا ہے اور خصوصاً سادھیا کا علاقہ تو نہایت ہلاک ہے۔ دریا یہاں ناگ پھنی کی طرح حیاتِ انسان کے لئے سمِ قاتل اور اژدھے کی مانند ڈراونا ہوتا ہے ——— مگر سادھیا سے کوئی سات میل کے فاصلے پر "موتی ساگر" نہایت خاموش اور پرسکون وادی کوہسار کا علاقہ ہے جہاں برہم پتر کی ترنم ریزی جسم انسانی میں ارتعاش پیدا کر دیتی ہے جب چاند اپنی سیمیں کرنوں سے دریا میں تیرتا ہے اور وہاں کی پرفضا خاموشی قلبِ مضطر کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہوتی ہے تو کوئی سات میل کے فاصلے پر اسی "سادھیا" کے علاقے سے دریا کی ہیبتناک صدائیں اور دردانگیز آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ اور شوقین مائیں کسی خوف سے تھرا کر اپنے لالوں کو سینے سے لگا لیتی ہیں۔ .... کوئی پندرہ سال سے پہلے کی بات ہے ———

اسی موتی ساگر کی معصوم آبادی میں واثم کی بھتیجی صبیحہ اپنے حسن و جمال کی رنگینی کی وجہ سے تمام وادی میں دوشیزۂ کوہسار کے نام سے مشہور تھی لیکن وہ اپنے حسن شہرہ افشاں سے بے خبر اپنا بیشتر وقت دریا میں ایک چھوٹی سی کشتی پر سیر کرنے میں صرف کرتی۔ وہ جس قدر پاکیزہ جسم کی مالک تھی اتنی ہی اس کی روح بھی معصوم اور مقدس تھی۔ وہ کوہساری آبادی کے ہر فرد سے مسکرا کر بات کرتی جس سے لوگوں کے دل میں اس کے اخلاق کا بڑا اثر پڑتا اور وہ اکثر اپنے ہاں کھانے پر مدعو کر کے سمجھتے تھے کہ دنیا کی حسین ترین اور تقدس مآب ہستی آج ہمارے ہاں مہمان ہوئی ہے۔ صبیحہ نے ایک روز چچا سے مودبانہ عرض کیا۔ "چچا جان میں چاہتی ہوں... کہ ایک دفعہ ان سب کی دعوت کروں جو مجھکو اکثر اپنے ہاں بلاتے ہیں کیا آپ میری یہ خواہش پوری کر سکتے ہیں؟"

واثم نے سُنا اور پیار سے کہا "میری بیٹی! آج پہلا دن ہے کہ تو نے مجھ سے کوئی خواہش کی ہے پھر بھلا کیوں نہ میں تیری بات پوری کروں! مجھے تو ارمان ہی تھا کہ کبھی تو مجھ سے مانگ! ——— اچھا پرسوں شام کو کھانے پر سب کو بلا لے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"جی ہاں!" اس نے حسبِ معمول مسکرا کر کہا۔ وہ خوشی سے پھولی نہ سماتی تھی۔

مشرقی ہندوستان کی تلاطم برپا کرنے والی بارش برما میں بانس کے لمبے لمبے درخت پیدا کر دیتی ہے۔ ایسی جگہ جہاں کہ بکھارت انسان کو دیوانہ بنا دے صبیحہ پرورش پا رہی تھی لیکن وہ اس سے ہنوز ناواقف تھی کہ دل خدا جانے کیا کیا کر دکھاتا ہے۔

چند ماہ پیشتر اس کی ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی تھی۔ نوجوان نہ سہی۔ جوان سمجھ لیجئے۔ کوئی چوبیس پچیس سال کی عمر، وجیہ اور خوبصورت! وہ اس کی طرف ایک کشش سی محسوس کر رہی تھی۔ بہرحال اپنے اُسی میزبان کے ذریعہ جس کے ہاں صبیحہ اور وہ مرد مہمان تھا اس نے اس کو بھی اپنے ہاں مدعو کر لیا ——— اور نام؟! اس کے ادھیڑ عمر مداح نے بتایا کہ اس کو سب اسلم کہتے ہیں!

کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر لوگ رخصت ہونے لگے۔ جب تک کہ دعوت ہوتی رہی صبیحہ خاطر مدارات میں لگی رہی ایک ایک کے پاس جا کر پوچھتی کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں اور جب وہ تبسم کناں ہوتی تو گویا بجلی کی معصوم جھلک بہت سے موتیوں سا میں سے چھن چھن کر نکلتی۔ ہر شخص اس کی تعریف اور شکریہ ادا کر رہا تھا اور وہ کہہ رہی تھی کہ وہ ان سب کی احسانمند ہے۔ لیکن جب وہ اسلم کے پاس آتی تو جھجک کر رہ جاتی۔ وہ اس کے منہ سے کوئی بات نکلتی۔ اور نہ وہ کچھ کہہ سکتا۔ بہت سے لوگ جا چکے تھے مگر اس بزم مسرت کے درہم برہم ہونے سے اس کے دل پر جو چوٹ لگ رہی تھی ——— اسلم بھی اب جانے والا تھا کشش اب اُنسیت کی جگہ لے رہی تھی۔ وہ مایوس اور غمگین

نکال کے پچھلے حصے میں نکل گئی۔ جہاں رات کے دھندلکے میں آبی کو ہسار خاموش سایہ معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اسلم کو اپنے پاس دیکھتا ہے۔ اب بھی نہیں محبت کا پھول بنکر کھِل رہا تھا۔ اس نے غیر ارادی طور پر اپنا سر ایک شانے پر جھکا لیا اور کسی خیال میں غرق ہو گئی کہ پیچھے سے آہستہ سے اس کے ہلکے سر کو ذرا اُٹھا لیا۔ وہ مبہوت ہو گئی ——— کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟ ——— اسلم اس کے پیچھے بالکل گم سُم

کئی لمحات گذر گئے لیکن وہ بغیر بولے ایک دوسرے کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔ شباب زندگی کی بہار ہے اگر یہ ہو تو زندہ رہنے کا دیا ہے اور وہ دونوں شراب شباب سے مخمور تھے ابر شگال کا موسم تھا! بدلیاں جھوم جھوم کر آ رہی تھیں۔ اور کہیں دور پہاڑ کے دامن طاؤس شہزادے برکھا رت کی آمد میں نیلے نغمے سنا رہے تھے۔ اسلم آگے بڑھا ——— صبیحہ دیکھتی رہی!

برسات اور جوانی' جذبات کہیں رُک سکتے ہیں؟ محبت کی چنگاری شعلہ بن چکی تھی۔ دونوں قریب ہی کی ایک تپائی پر بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ شکستہ آواز میں سرگوشیاں کرنے لگے ——— شاید محبت کے فسانے!

(۲)

"افسوس ہے حبیبہ!" ——— اپنی بیمار بیوی سے کہا "——— میں اب تم سے محبت نہیں کر سکتا۔ تمہاری دائم المرض میرے لئے سوہانِ روح ہو گئی ہے اور پانی اب سر سے گذر کر جاتا ہے۔ تمہیں جس بات پر شبہ تھا وہ بالکل سچ ہے اور میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ اب شام ہو گئی ہے اور وہ یہاں آتی ہو گی۔ میں اُس کے لئے چائے تیار کروں گا اور پھر ہم دونوں دریا کی سیر کو جائیں گے آج مطلع ابر آلود ہیں...... وہ معلوم اور کیا کیا کہتا تھا۔

بیمار بیوی' جس نے تندرستی میں شوہر کی دل و جان سے خدمت کی' اس قدر حق ضرور رکھتی ہے کہ ایسے موقعہ پر شوہر اس کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرے۔ اس نے سنا اور اس کے دل پر دھکا سا لگا۔ مگر کر ہی کیا سکتی تھی' کمزور آواز میں بولی۔ "خدا کرے تمہاری محبت کامیاب ہو لیکن پیارے شوہر! کیا تم مجھے بالکل ہی بھول جاؤ گے؟" "عجب موٹی عقل ہے!" ——— اس نے لاپروائی سے کہا ——— "بس حبیبہ! تم مجھ سے کچھ نہ کہنا اگر تم اچھی ہو جاؤ تو دوسری شادی کر لینا' میں طلاق دینے کے لئے تیار ہوں اور اب اسی وقت خدا کے واسطے تم یہاں سے چلی جاؤ ——— صبیحہ آتی ہی ہو گی۔"

طلاق؟ اس کی زبان سے دفعتاً نکلا۔ کس قدر منحوس لفظ! شوہر محبت نہ کرے' برداشت ہو سکتا ہے مگر طلاق؟ عورت کا دل برداشت نہیں کر سکتا۔

...... اور یہ بیمار بچی؟ اس نے انتہائی یاس سے کہا۔

"میں نے ابھی کہا ہے۔ کہ خدا را تم مجھے چھوڑ دو۔ بچی تمہارے پاس رہے گی۔ کہیں بچے باپ کے پاس رہتے ہیں؟" اس نے کسی قدر ترشروئی کہا۔

میں کہاں جاؤں ———؟ مریضہ بچی کو سینے سے چپٹائے اُٹھی ——— رات ہو رہی تھی میرا کوئی رشتہ دار نہیں کیا میں نے کوئی ایسا سنگین جرم کیا ہے جس کی پاداش میں یہ سزا مل رہی ہے۔ آہ میری محبت مجھ سے چھن رہی ہے! میں لٹ گئی او خدا! اگر تو سنتا اور دیکھتا ہے تو خاموش کیوں ہے؟ اچھا یہی سہی۔ میں شوہر کی مسرت کی خاطر اپنی اور اس بے گناہ بچی کی جان قربان کر دوں گی ——— وہ روتی ہوئی باہر نکلی سرد ہوا چل رہی تھی اور وہ کمزور بدبخت بچی کو گود میں لئے بے یار و مددگار جدھر منہ اُٹھے جانے کے لئے روانہ ہو گئی۔

صبیحہ نے مظلوم ہستی کو دیکھا اور دریائے حیرت میں غرق ہو گئی۔ میرا محبوب! ——— شوہر اور باپ؟ آہ میں بالکل بے خبر تھی" اس نے دل میں کہا لیکن اسلم کو دیکھ کر شعلہ عشق اور بھی بھڑک اُٹھا۔ اور وہ دوسری باتوں کو بھول کر آغوش محبت میں جانے کی متمنی ہو گئی اس کے جذبات اس کی ہونے والی ہمدردی پر غالب آگئے اور وہ قطعاً بھول گئی کہ اس نے اس نے ایک عورت کے دل کو دکھا کر اس کا محبوب اپنا بنایا ہے۔

بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بلور کے ٹکڑے کو آپ زمین پر ماریں اور وہ شکستہ نہ ہو' آپ بربط کے مگین تار چھیڑیں اور صدا نہ نکلے آپ کسی کے دل کو توڑیں اور اُس کی جھنکار عالم بالا میں ہیجان برپا نہ کر دے۔ حبیبہ غریب ایک معصوم بچی کے ساتھ خوفناک جنگلوں میں نکل گئی اور کون جانتا ہے اس کا کیا انجام ہوا لیکن اس نے زبان بے زبانی سے خلاق اعظم کی بارگاہ میں التجا کی تھی ——— آپ کسی کی ملکیت غصب کر لیں تو کیا وہ اس کا بدلہ نہ لے گا؟

(۳)

جاتے جاتے کے بعد سرشارانِ محبت کشتی میں بیٹھ کر دریا کی سیر کو نکل گئے آج چاند نہ جانے کہاں چھپ گیا تھا اور آسمان کے چمکیلے موتی بھی اپنی مدھم روشنی پھیلا رہے تھے۔ اسلم چپو چلا رہا تھا۔ مگر جب وہ ساحل سے کئی میل پرے نکل گئے اور صبیحہ نے اپنا سر اسلم کی زانوں پر رکھا تو اسلم آخر مرد تھا جذبات و محسوسات سے مجبور ہو گیا۔ چپو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے۔ اور وہ دوشیزہ کوہسار کے حسن کی پرستش کرنے لگا۔ معلوم دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے اور کشتی دریا کے بہاؤ پر بہی چلی جا رہی تھی کہ سات میل کا فاصلہ طے ہو گیا۔ اور موتی ساگر کی بجائے وہ کانٹیر پہنچا اور خوفناک علاقہ شروع ہو گیا۔ بادل کے کالے کالے بھوتوں نے آسمانی موتیوں کو ڈھونڈ کر سارے عالم پر اندھیرا پھیلا دیا۔ بجلی کڑکنے لگی اور بارش بڑے زور شور سے شروع ہو گئی۔ شامی کا ہیبتناک پانی اچھل اچھل کر بہنے لگا۔ طوفان آگیا۔ طوفان آگیا! اب دونوں کو ہوش آیا تو کشتی بھنور میں پھنس چکی تھی اور دونوں کو برہم تپر کے تھپیڑوں بیچ سے بیتا خوفناک قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔ . . . . محبت کی دیوی انتقام لینے پر تلی ہوئی تھی! —— دفعتاً سامنے کی ایک پوشیدہ چٹان سے کشتی ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی اور ایک ہی لمحہ بعد وہاں بجلی گری۔

"انتقام! —— انتقام! ——" کی چند ہولناک آوازیں بلند ہوئیں گویا دریا کی دیوی ہی انسانی زبان میں کہہ رہی ہو۔

(۴)

پندرہ سال گذر گئے ——

یہاں "شامی" سے کوئی سات میل کے فاصلے پر "موتی ساگر" نہایت خاموش اور پُرسکون وادی کوہسار کا علاقہ ہے جہاں پر تم پتھروں کی ترنم ریزی جسم انسانی میں ارتعاش پیدا کر دیتی ہے لیکن جب دھندلی سے رات میں بدلیں آسمانی موتیوں کو چھپا دیتی ہے تو کوئی سات میل کے فاصلے پر اسی "شامی" کے علاقہ سے دریا کی ہیبتناک صدائیں اور دردانگیز آوازیں بلند ہوتی ہیں اور جان چھڑکنے والی مائیں کسی مخفی خوف سے تھرا کر اپنے لالوں کو سینے سے لگا لیتی ہیں!۔

صادق الخیری دہلوی

نورِ حقیقت

(از جناب صلاح الدین قریشی دہلوی)

ایک دلکش عربی افسانہ کا ترجمہ

رات کا وقت تھا۔ کائنات پر تاریکی کا سیاہ پردہ پڑا ہوا تھا۔ شہر میں چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی چاند اپنی پوری آب تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور اس کی سیمیں کرنوں سے پہاڑوں کی چوٹیاں اور یونانی ہیکل بقعۂ نور بنے ہوئے تھے۔ کھجور اور زیتون کے درخت چاندی کے اونچے اونچے ڈھیر معلوم ہو رہے تھے۔ ہر شخص میٹھی نیند سو رہا تھا۔ اور چاروں طرف سکون طاری تھا، مگر ایک یونانی نوجوان قرنطیس جاگ رہا تھا۔ جسے قدرت نے اعلیٰ درجہ کا حُسن اور دلگداز آواز عطا کی تھی، اور ساتھ ہی ساتھ بلا کا ذکی الطبع انسان بھی تھا، وہ فلسفہ و حکمت کا شیدائی تھا۔ دن رات اسی کی تحقیق و تدقیق میں لگا رہتا تھا۔ اس کا محبوب ترین مشغلہ صرف علمی مسائل پر غور و خوض کرنا اور خاموش زندگی گذارنا تھا۔

اس شہر میں صاف و شفاف سنگ مرمر کا ایک مجسمہ تھا۔ جسے یونانی حکمت کا دیوتا کہا کرتے تھے۔ جو ایک سرسبز شاداب باغ میں نصب کیا گیا تھا، قرنطیس سب سے زیادہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ اس کی پرستش میں اس طرح مشغول ہوتا کہ اسے اپنی خبر بھی نہ رہتی تھی۔ اور اس پر عرفان و حکمت کی بارش ہوتی رہتی تھی۔

اسی رات جبکہ چاروں طرف سکون کا عالم تھا، اور قرنطیس اسی مجسمے کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا تھا۔ رات کا کافی حصہ گذر چکا تھا لیکن وہ ابھی تک اس کی پرستش میں مشغول تھا، وہ اپنے خیالات میں مستغرق تھا ——— یکایک اس نے کپکپی لی ——— اور مجسمے کے دونوں پاؤں چومتا ہوا اور اپنے گرم گرم آنسوؤں سے اُنھیں دھوتا ہوا جُھک گیا اور کہنے لگا:"

"اے پاک دیوتا! مجھ پر رحم کر ——— اور تھوڑی دیر کیلئے میری طرف کان لگا کے کچھ میری بھی سُن لے۔"

وہ یہ کہکر مجسمہ کی صورت تکنے لگا۔ اور چاند نے اپنی روشنی سے اُس کے چہرے کو منوّر کر دیا۔

مظاہر قدرت سے خوف کی علامات ظاہر ہونے لگیں اور ہوا رُک گئی ——— درختوں کے پتّوں سے آوازیں نکلنی بند ہو گئیں نوجوان نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور مجسمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا:-

"اے عظیم الشّان دیوتا! میں صرف تیری ہی عزّت اور تیری ہی پرستش کرتا ہوں، چونکہ تو نے مجھے شرابِ معرفت پلا دی ہے جس کے نشے میں چور ہوں ——— میرے آقا! میرا دل حقیقت کا متلاشی ہے، یہی حسرت برسوں سے میرے دل کو جلا رہی ہے، اب یا تو اس شعلۂ محبت کو بجھا دے، یا مجھ پر حقیقت منکشف کر دے۔ آہ وہی عظیم الشان حقیقت جو ہر چیز کی اصل ہے ——— اور ہر چیز اس کا پرتو ہے ———

آہ وہ حقیقت جس کا ہر فلسفی اور ہر عارف شیدائی ہے، اے معبودِ حکمت! اس حقیقت کو مجھ پر بالکل منکشف کر دے ——— اس لئے کہ میری انتہائی آرزو یہی ہے کہ میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں ——— میں اپنی زندگی قربان کرنے کو تیار ہوں ——— اور اپنی جوانی، حشمت، دولت، سعادت، بزرگی، غرض ہر چیز کی قربانی کر سکتا ہوں!"

قرنطیس یہ کہکر محبت کی نظروں سے مجسمے کو دیکھنے لگا، اس نے بدستور سابق اُسے غیر متحرک اور ساکن پایا۔ اس نے اپنی پیشانی اس کے مرمرین قدموں پر رکھ دی، اور اسی قسم کے الفاظ اس کے منہ سے نکلنے لگے۔ جو اس کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہے تھے۔

یکایک درختوں کی شاخیں ہلنے لگیں، اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔

اسی اثنا میں ایک آواز سنی گئی جو انسانی آواز سے بہت مشابہ تھی اور کوئی کہہ رہا تھا ———

"قرنطیس! ——— قرنطیس!!"

نوجوان کو یکایک ہوش آیا اور وہ چاروں طرف متحیر ہو کر نظریں دوڑانے لگا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی دوست مجھے آواز دے رہا ہے لیکن اسے کوئی نظر نہ آیا۔

آواز برابر چلی آ رہی تھی یکایک اس کی نظریں مجسمے پر پڑیں۔ دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے۔ اس کا مرمریں ہاتھ اٹھا اور تھوڑی دیر میں قرنطیس کے کندھوں پر تھا۔

اس کے جسم میں بجلی سی دوڑ گئی ——— وہ کانپنے لگا ——— کسی برقی طاقت نے اس کی رگ رگ میں اثر کر دیا ——— اس نے خوف سے سر جھکا لیا ——— اور پھر آواز آنے لگی لیکن اس بار اس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ مجسمہ خود بول رہا ہے۔

قرنطیس! تو نے جو کچھ کہا وہ سب میں نے سن لیا۔

یہ سنتے ہی قرنطیس پر غشی سی طاری ہونے لگی۔ لیکن اس نے خود کو سنبھالا اور مجسمے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ہاں! اے معبودِ حکمت! میں نے ہی تجھے پکارا ہے اور میری ہی یہ تمنا ہے کہ حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں ——— لیکن ——— اے دیوتا! تیرے سوا اور کوئی میری آرزو پوری نہیں کر سکتا۔

دیوتا کہنے لگا۔

کیا تجھے حقیقت کی خواہش ہے؟ ——— وہی حقیقت جو ہر ایک کی اصل ہے ——— اور ہر چیز کی روح ——— لیکن افسوس! اس حقیقت کو کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں اس نے حقیقت کو دیکھا ہے لیکن پردوں میں ——— ہزاروں پردوں میں چھپا ہوا مگر حقیقت کو بے پردہ آج تک کسی نے نہیں دیکھا ——— اور نہ تیرے سوا کسی نے اس طرح دیکھنے کی خواہش کی ہے، اگر تو ایسا ہی مُصر ہے تو اچھی طرح سمجھ لے کہ تجھے بڑی عظیم الشان قیمت ادا کرنی پڑے گی جو یقیناً دشوار ہے ——— اس لئے کہ اس صورت میں تیرے لئے ضروری ہوگا کہ تو دنیوی لذتوں سے بالکل الگ ہو جائے اور ہر چیز سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

قرنطیس نے جواب دیا۔

آقا! میں نہایت خوشی سے قبول کرتا ہوں!"

دیوتا نے اپنا سر جھکا لیا، اور تھوڑی دیر بعد کہنے لگا۔

"اچھا تو عنقریب حقیقت کا مشاہدہ کرے گا، لیکن تو حقیقت کو بے حجاب ایک ہی وقت میں نہیں دیکھ سکتا، میں ہر سال تجھے وہاں لے جایا کروں گا۔ اور تیرے لئے یہ ضروری ہوگا کہ اس پر جتنے پردے پڑے ہوئے ہیں ان میں سے ہر سال ایک ایک پردہ اُتارتا رہے۔ اسی طرح ایک دن تو اسے بے حجاب دیکھ لے گا۔"

نوجوان کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ دیوتا نے اپنے جسم سے نورانی جسم سے مرمریں چادر اُتار دی اور اس کا جسم پہلے سے بھی زیادہ درخشاں ہو گیا۔

پھر دیوتا قرنطیس کی طرف بڑھا اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا کر فضائے آسمانی میں لے اُڑا یہاں تک کہ وہ ایک نامعلوم مقام پر پہنچا اور ایک عالی شان پہاڑ کی چوٹی پر جا اُتارا جو آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔

وہاں قرنطیس کو کئی کثیف پردوں میں چھپا ہوا ایک سایہ سا نظر آیا جسے وہ بالکل نہ پہچان سکا۔

دیوتا نے اس سایہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرنطیس سے کہا یہی حقیقت ہے ——— یہی اپنی منور اور نور بیز شعاعیں زمین پر ڈالتی ہے۔ جس کے جلوے سے ہر عارف اور ہر فلسفی کیف اندوز ہوتا ہے ——— اگر اس کی یہ شعاعیں نہ ہوتیں تو دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا انسان حقیقت کی صرف ان شعاعوں کو ہی دیکھ سکتا ——— لیکن حقیقت بعینہٖ تو وہ ان پردوں میں مخفی ہے ——— آگے بڑھ اور اس کا پردہ اُتار دے۔

قرنطیس آگے بڑھا اور پردہ اُتار دیا، وہ پردہ ایک سفید پرند بن کر آسمان کی طرف اُڑ گیا ———!

اب قرنطیس وہیں کھڑا ہوا تھا اسے محسوس ہو رہا تھا کہ نور کی شعاعیں پہلے سے زیادہ خیرہ کن ہو گئیں ہیں۔

پھر دیوتا اسے زمین پر لے آیا، قرنطیس اپنے گھر چلا گیا، دیوتا نے پھر بھی مہریں چادہ زیب تن کرلیا قرنطیس نے حسب وعدہ تمام لذتیں ترک کر دیں اور ایک راہب کی سی زندگی بسر کرنے لگا۔ وہ لوگوں سے الگ رہتا تھا۔ اور دن رات اس کا کام عبادت کرنا تھا۔

جب دوسرا سال آیا تو دیوتا اسے لیکر پھر اسی نامعلوم مقام پر پہنچا اور اس نے حقیقت کا دوسرا پردہ بھی اُتار دیا۔ اس مرتبہ آنکھیں اس کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں ——— !!

پھر وہ زمین پر آ گیا اور پہلے سے بھی زیادہ زُہد کرنے لگا۔

گاؤں کی ایک حسین و جمیل لڑکی قرنطیس سے محبت کرتی تھی اُس نے جب قرنطیس میں زبردست تغیر محسوس کیا تو ایک دن نہایت متعجبانہ انداز سے بولی۔

قرنطیس تجھے کیا ہوگیا ہے؟ تو مجھ سے اس قدر اعراض کیوں کرتا ہے؟ میری آنکھوں کو دیکھ! جو آسمان کے چمکتے ہوئے تاروں کی طرح ہیں، میرے بالوں کی طرف دیکھ۔ جو سنبل کو عیب لگاتے ہیں، میرے سُرخ لبوں کو دیکھ! جو موسم بہار کے پھولوں سے زیادہ نرم اور خوشبودار ہیں۔ آہ! ان تمام لطافتوں اور رعنائیوں کا مجموعہ کیا تجھے میری طرف متوجہ نہیں کر سکتا؟"

اس نے ایک مخصوص انداز میں جواب دیا۔

"حسینہ! مجازی محبت اب میرے دل سے اس طرح پرواز کر گئی ہے، جس طرح دوسرا پردہ، میں حقیقت کا طالب ہوں اور اسی کا شیدائی، وہ حقیقت جس کی تو پرتو ہے اور وہ اصل ——— !"

یہ کہکر وہ چلا گیا، لیکن وہ حسین لڑکی اس کے کلام کا مطلب نہ سمجھ سکی شاید اس نے یہ گمان کیا ہو کہ وہ پاگل ہو گیا ہے۔

تیسرے سال قرنطیس نے تیسرا پردہ بھی اُتار دیا، اور اُس نے ہر سال برابر یہی عمل جاری رکھا یہانتک کہ اُس کے سر کے بال سفید ہو گئے اور کمر جھک گئی، آنکھیں دھنس گئیں تمام قویٰ کمزور ہو گئے لیکن پھر بھی اسے یہ ڈھارس بندھی ہوئی تھی۔ کہ وہ عنقریب حقیقت کو دیکھ لے گا۔ جسے آجتک کوئی نہ دیکھ سکا، وہ عظیم الشان آخری رات جس کے انتظار میں قرنطیس دن گنا کرتا تھا آ پہنچی، حقیقت پر سوائے ایک پردہ کے اور کوئی پردہ باقی نہ تھا، دیوتا پھر آیا اور قرنطیس کو اسی نامعلوم مقام کی طرف لے چلا قرنطیس حقیقت کے سامنے کھڑا ہوا تھا دیوتا کہنے لگا۔

"دیکھ! حقیقت "کثرتِ انوار" سے کس طرح جگمگا رہی ہے لیکن تجھے دھوکا نہ ہو، اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ پردے جو تو گزشتہ ایام میں اُتار چکا ہے، وہ تیری ہی گمراہیوں اور کوتاہیوں کے پردے تھے جنھیں تو نے اپنے زہد و عبادت اور پرہیزگاری سے چاک کر ڈالا!"

دیوتا تھوڑی دیر بعد پھر کہنے لگا:

دیکھ! پھر میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اگر تجھے اپنی جان عزیز ہے تو دنیا میں چلا جا، ورنہ جو وقت حقیقت تجھ پر منکشف ہوگی تیری زندگی بیکار ہو جائے گی اور تو پچھتائے گا۔

قرنطیس کے جسم میں اس جملے نے بجلی کا اثر کیا وہ والہانہ انداز میں چیخنے لگا۔

نہیں! ——— نہیں ——— !! ہرگز نہیں !! ——— یہ کبھی نہیں ہو سکتا ——— جس کے لئے میں نے اپنی تمام عمر گنوا دی عقل کہاں تک اجازت دیتی ہے کہ میں اس سے اس قدر بے پروائی سے کنارہ کشی اختیار کر لوں میں کبھی اپنے مقصد سے باز نہ آؤں گا۔ اور جب تک حقیقت کو بے پردہ نہ دیکھ لوں گا چین نہ لوں گا۔

یہ کہتے ہی وہ تیر کی طرح آگے بڑھا، اس کا دل دھڑک رہا تھا اور ہاتھوں میں ارتعاش تھا۔ اس نے ایک قوت حیرت ناک سے نہایت سرعت سے آخری پردہ بھی اُٹھا دیا۔

کیا ہی پُراسرار مگر حیرت انگیز نظارہ تھا، فرنیلیس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور پہلے کی سی جگمگاہٹ بالکل زائل ہوگئی وہ کچھ دیکھ سکتا تھا حقیقت کو دیکھکر اب وہ ہر چیز کی طرف سے بے بصر ہو گیا اب وہ نہایت دردآمیز لہجے میں چیخنے لگا۔

"کہاں ہے! ـــ کہاں ہے!! ـــ حقیقت کہاں ہے!!! ہاں دیکھ لی! ہاں سب نظر آگیا! آہ اب کچھ نہیں دکھائی دیتا؟"

اس پر دیوتا نے کہا۔ "او بے سمجھ انسان! تیری قوت باصرہ جواب دے چکی ہے۔ تو اندھا ہو گیا ہے اے بھولے انسان! حقیقت کو بے حجاب دیکھنا کسی کے بس کا کام نہیں ہے لیکن جو بھی دیکھتا ہے لاکھوں پردوں میں چھپا ہوا حقیقت کے انوار کی تو تاب ذرا سکا اس کی انتہا درخشانی اور چمک کو عریاں دیکھنا حماقت ہے ور حقیقت کو صرف اس کے مظاہر میں دیکھنا چاہئے اسکی تابانی سے تیری بینائی زائل ہوگئی ہے اسی وجہ سے تو اندھیرا ہی اندھیرا محسوس کرتا ہے ـــ!"

فرنیلیس یہ سنتے ہی کانپنے لگا، اس کے جسم میں بجلی سرایت کرگئی تھی۔ اس کے تمام اعضا لگپارہے ـــ اس کا چہرہ زرد ہو چکا تھا ـــ موت کا پسینہ اس کی درخشاں پیشانی پر موتیوں کی طرح بکھرا ہوا تھا ـــ وہ زمین پر گر پڑا اس کی روح پرواز کر چکی تھی ـــ وہ حقیقت جذب ہو گیا تھا۔

صلاح الدین قریشی دہلوی)

عروسِ بہار

افق پہ ہوگئیں عیاں وہ کالی کالی بدلیاں
مرے سکونِ قلب کی تباہیاں لئے ہوئے

گرج رہا ہے ابر اور تڑپ رہی ہیں بجلیاں
نظر میں خونِ آرزوئے میکشاں لئے ہوئے

عروسِ نوبہار پھر اُتر رہی ہے خاک پر
زمانۂ گذشتہ کی جوانیاں لئے ہوئے

فلک سے گر کے بوندیاں زمیں میں جذب ہوتی ہیں
نویدہائے زندگی جاوداں لئے ہوئے

وہ ہوشیار رنگ برنگ جو سو رہے تھے خاک میں
اُٹھے زمیں سے دامنوں میں بجلیاں لئے ہوئے

نظارہ سوز ہیں مگر نظارہائے کائنات
شرارِ گل ہے طور کی تجلیاں لئے ہوئے

نکل رہا ہے نغمۂ ازل رباب دہر سے
نوائے زرنگار میں خموشیاں لئے ہوئے

وہ بدلیوں پہ بدلیاں فضا میں آکے چھاگئیں
سیاہیوں پہ تہ بہ تہ سیاہیاں لئے ہوئے

کہاں ہو جذبۂ طرب؟ کھڑا ہے ابرِ نوبہار
نشاطہائے زیست کا وہ کارواں لئے ہوئے

جاذب دہلوی (دہلوی ادارے آرزو)

سایہ فروش

(از مرزا ادیب اسلامیہ کالج لاہور)

ایک مسرت بخش لیکن طویل سفر کے بعد ہم نے آخر کار بندرگاہ پر قدم رکھا۔ چونکہ ابھی میرا مورکو بایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہجوم کو چیر میں نزدیک ترین سرا جس کی دیواروں سے غربت و ویرانی کے اثرات ٹپک رہے تھے، پہنچا۔ خادم سے کمرے کے متعلق استفسار کیا۔ اس نے مجھے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ایک بوسیدہ سے کمرہ کی طرف اشارہ کیا۔ چند لمحے آرام کرنے کے بعد میں نے جمشید کے مکان کا پتہ پوچھا اور مجھے بتایا کہ وہ شمالی دروازہ کی دائیں جانب سب سے عالی شان عمارت میں جو سنگ احمر و اسود سے بنی ہوئی ہے اور جس کے متعدد ستون ہیں سکونت پذیر ہے۔ یہ پتہ میرے لئے کافی وافی تھا اور چونکہ دن کی ابھی ابتدائی گھڑیاں تھیں۔ اور وہاں کی فضا بھی نہایت پُر فزا اس لئے میں نے رخت سفر باندھا، ملبوسات فاخرہ زیب تن کئے سفارشی چٹھی جیب میں ڈالی اور اسی شخص کی تلاش میں روانہ ہو گیا جس سے ملاقات کرنی حقیقتاً تکمیل تھی میرے بہت سے ارادوں کی! کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد شمالی دروازہ سے باہر نکلا اور میری نگاہیں ــــ متجسس نگاہیں گھنیری جھاڑیوں میں سے ہوتی ہوئی ایک عالی شان عمارت پر پڑیں جو سورج کی روشنی میں چمک رہی تھی! میں نے جیبی رومال سے جوتوں کو جھاڑا اور گلوبند کو درست کرتے ہوئے دروازہ پر دستک دی اور اس کے ساتھ ایک ہلکی سی آواز بھی!! دروازہ فوراً کھل گیا اور خادم میرا نام پوچھ کر اندر چلا گیا۔ ایک دو منٹ کے انتظار کرنے کے مجھے عمارت کے وسیع کشادہ صحن میں، جہاں جمشید اپنے احباب و خدام کی معیت میں چہل قدمی کر رہا تھا، جانے کی عزت بخشی گئی۔ میں نے جلدی ہی اسے، اس کے متکبرانہ انداز تکلم و مغرورانہ ادا کے تخاطب پہچان لیا کہ جمشید اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا! وہ مجھے اسی طریق سے، جس طریقے سے ایک متمول آدمی ایک غربت زدہ آدمی سے ملتا ہے۔ میں نے سفارشی چٹھی اس کے ہاتھوں میں دیدی۔ اوہ میرا بھائی ــــ اسے دیکھے ہوئے مدت گذر گئی ہے ــــ اب اس کا کیا حال ہے ــــ اس کے لبوں سے نکلا اور پیشتر اسکے کہ میں کچھ جواب دیتا یا کم از کم جواب دینے کی کوشش ہی کرتا، وہ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے انگلی سے ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو تھوڑے سے فاصلہ پر تھی، کہنے لگا وہاں نئی عمارت کا قطعۂ زمین ہے، سب کی نگاہیں اس جانب اٹھنے لگیں ــــ چند لمحے وہ خاموش رہا، پھر مفتخرانہ انداز تکلم میں کہنے لگا۔ ایک لاکھ سے کم ملکیت رکھنے والا ــــ تو میرے خیال میں ہرگز امیر آدمی نہیں ہے! امیر آدمی کہلانے کا حقدار ہی، کسی صورت میں نہیں!! "بیشک" میرے لبوں سے بے اختیاری کے عالم میں نکلا، یہ لفظ سنکر وہ بہت خوش معلوم ہوتا تھا، کیونکہ اس کی آنکھوں میں تبسم رقص کرنے لگا تھا "میرے عزیز دوست! تم یہیں ٹھیرو" کچھ دیر کے بعد اس نے میری طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے سفارشی چٹھی اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا "ایک دو دن تک مجھے ان تمام امور پر غور کرنے اور اپنی رائے ظاہر کرنے کی فرصت مل جائے گی! بہت اچھا ــ شکریہ آپ کا" "لیکن اب تم ہمارے ساتھ ہی رہو" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک شخص کے بازووں پر ہاتھ رکھتے ہوئے، ایک چھوٹی سی پہاڑی جس کی سطح جاذب نظر پھولوں سے ہوئی تھی، کی طرف آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا، تمام ہجوم نے اس کی پیروی کی، چند منٹ میں کشمکش و پیچ میں مبتلا رہا پھر بغیر کسی کو بلائے اور منزل مقصود کا علم حاصل کئے میں بھی ہجوم کے ساتھ مل گیا ــــ اور چلنے لگا! انکی مسرت پاش صدائیں کوہستان کی معصوم فضاؤں میں ارتعاش پیدا کر کے خاموشی میں ڈوب جاتیں ــــ اور پھر چند لمحے سکوت! اس کے بعد پھر کبھی تو ان کا طرز گفتگو بہت سنجیدہ ہو جاتا اور کبھی مزاح آ گھیں!! گاہے بگاہے اپنے غیر موجود دوستوں اور ان کے معاملات مخفیہ کے متعلق نہایت بیباکی سے اظہار رائے کرکے، اپنے خیال میں، انتہائی عقل و خرد کا ثبوت دیتے، بہت سی باتیں ایسی بھی ہوتیں جن کا ایک لفظ بھی میں نہ سمجھ سکتا! تاہم میری پوری کوشش تھی کہ ان کے معمّوں کو سمجھوں، اسی اثنا میں ہم پھولوں سے لدی ہوئی جھاڑیوں کے پاس پہنچ گئے، ایک خوبصورت و ملائک فریب دوشیزہ جو اس ہجوم ہی میں تھی پھولوں کی توڑتی جاتی تھی، ناگہاں ایک پھول توڑتے ہوئے اس کی نازک انگلی زخمی ہو گئی۔ اس کی سفید ہتھیلی پر خون کے قطرے اس طرح گر رہے تھے جس طرح ایک جام بلوریں میں شراب

عجیب و غریب اثرات تمام کے چہروں سے مترشح ہونے لگے اور ہر ایک شخص جو دوشیزہ کے گرد پھر رہا تھا ایک اضطراب رواں دواں نظر آتا تھا، ایک نحیف و نزار معمر شخص نے کہ جس کا قد کافی دراز تھا، جسے میں نے اب تک نہیں دیکھا تھا اور جو کسی پر اسرار طریقے سے ہجوم میں ظاہر ہو گیا تھا، اپنا ہاتھ کہنہ و بوسیدہ کوٹ کی جیب میں ڈالا اور چھوٹی سی ڈبیہ نکالی اسے کھولا اور اسے مؤدبانہ طریقے سے دوشیزہ کی خدمت میں پیش کیا اس نے بغیر معمر شخص پر نگاہیں ڈالے ——— اس کا شکریہ ادا کئے، ڈبیہ لی اس میں سے مرہم نکالا اور زخم باندھ دیا گیا، اور ہجوم پہلے کی طرح، ایک خوبصورت چشمے کی طرف جہاں کچھ فاصلے پر نیلگوں سمندر کی لہروں میں سورج کی سحر انگیز کرنیں ہچکولے لے رہی تھیں چلنے لگا ——— چند منٹ چلنے کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے، وہاں کے مناظر نہایت دلکش تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنت کا ٹکڑہ اپنے تمام مقناطیسی نظاروں کے ساتھ زمین پر اُتر آیا ہے۔ سہانی اور رنگین فضاؤں سے نشے کی بارش ہو رہی تھی جو دل و دماغ پر بیخودانہ کیفیت طاری کر دیتیں ——— یہ خطہ، یہ ارم فریب خطہ پہاڑیوں کی مسلسل سیاہ چادر اور سمندر کے درمیان واقع تھا، یکایک ایک جانب سے جمشید کی بھاری بھرکم آواز آئی، تمام لوگ اِدھر اُدھر دیکھنے لگے، اور اس سے پیشتر کہ کوئی شخص اسے دوربین دیتا معمر شخص نے پہلے کی طرح ایک نہایت نفیس دوربین جیب سے نکالتے ہوئے جمشید کی خدمت میں مؤدبانہ طریقے سے پیش کی جمشید نے چند منٹ سمندر کی طرف دیکھا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سمندر کی سطح پر جو ایک سیاہ متحرک نقطہ نظر آ رہا ہے۔ تیز و تند جھونکوں کی بانسوں سے بنی ہوئی ایک کشتی ہے۔ اب دوربین ہاتھوں ہاتھ پھر رہی تھی، اور بوڑھا، جسے میں انتہائی حیرت و استعجاب سے دیکھ رہا تھا اور یہ معمہ سمجھنے کی کوشش ناکام کر رہا تھا کہ کس طرح اس نے اتنی سی جیب سے دوربین نکالی، بےفکری سے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا کہ زیادہ حیرت مجھے اس بات کی تھی کہ ان شعبدہ طرازی پر کسی شخص کے چہرے سے استعجاب مترشح نہیں تھا، اس دوران میں لذیذ ماکولات و لذت بخش مشروبات مہیا ہو گئے۔ جمشید نے مجھے بھی اپنے احباب میں شامل کر لیا، مہینوں کے بعد ایسی لذیذ خوراک میسر ہوئی تھی۔ اس لئے میں نے پیٹ بھر کر کھایا کھانا کھانے کے بعد ہم حسین و جانفزا نظاروں سے لطیف انداز ہونے لگے آدھ گھنٹے کے بعد ہم نے بیٹھنا چاہا۔ مگر چونکہ زمین نم آلود تھی۔ اس لئے بیٹھ نہیں سکتے تھے اسی اثنا میں ایک شخص نے جمشید کو مخاطب کر کے کہا کاش یہاں ترکی غالیچہ ہوتا ——— تاکہ بیٹھ کر تھکاوٹ دور کر سکتے اور ——— ابھی وہ فقرہ مکمل کرنے بھی نہ پایا تھا کہ بوڑھے نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور ایک بیش قیمت ترکی غالیچہ جس پر زرین تاروں سے مختلف قسم کے خوشنما نقش و نگار بنے ہوئے تھے، نکال کر خادموں کو دیدیا، جنھوں نے، چند منٹ میں ایسے نم آلود گھاس پر بچھا دیا؛ اور تمام آدمی اس پر بیٹھ گئے۔ ان پے در پے محیر العقول واقعات سے متاثر ہو کر، مبہوت و ششدر نگاہوں سے میں نے بوڑھے ——— اس کی حیرت انگیز جیب بیس فٹ طویل و دس فٹ عریض ترکی غالیچہ کو زمین پر بچھے ہوئے دیکھا ——— دیکھا ——— ہاتھوں سے آنکھیں مل کر دیکھا، یقیناً میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا رہی تھیں ——— سب کچھ میں نے غور سے دیکھا تھا، ہوش و خرد کی موجودگی میں دیکھا ——— ! میں چاہتا تھا ——— بیتابانہ چاہتا تھا کہ کسی سے اس خوفناک بوڑھے کے متعلق پوچھوں ——— لیکن پوچھتا کس سے؟ کیونکہ وہاں ہر ایک شخص میری نگاہوں میں جادو کا بنا ہوا تھا۔ آخر کار میں رہ نہ سکا ایک شخص سے، جو نہایت مسرت و بے فکری کے ساتھ کھڑا ہوا تھا، گویا اس کے سامنے کچھ ہی نہیں رہا، پوچھ ہی بیٹھا۔

"کیوں صاحب! وہ سفید لبادہ والا بوڑھا کون ہے ——— ؟؟"

"وہ ——— جو دریا کے کنارے ایک بگلا سا معلوم ہوتا ہے ——— !"

"ہاں، وہی!"

"میں نہیں جانتا!" اور مزید گفتگو سے بچنے کے لئے وہ ایک سمت چلا گیا!

سورج کی کرنیں زیادہ حرارت انگیز ہونے کے باعث سب کی پیشانیاں قطرات آلود ہو رہی تھیں، اور چند آدمی گھبرا بھی گئے تھے نرگس (دوشیزہ) نے پراسرار بوڑھے سے جس سے تاہنوز کسی نے مخاطبت نہیں کی تھی، کہا "خیمے کی ضرورت ہے"! اس نے اپنا ہاتھ حسب معمول جیب میں ڈالا، اور فی الفور بانس، رسی آہنی کیل ——— الغرض مکمل شاہی خیمے کا تمام سامان مجمع کے سامنے حاضر کر دیا غلام نے بانس گاڑ دیئے، اور چند منٹ میں غالیچے کے اوپر خیمہ لگ گیا یہ سب کچھ ہوا ——— سب کی آنکھوں کے سامنے ہوا مگر کسی

کے چہرے سے حیرت نہیں ٹپک رہی تھی!! اضطرابات بے پایاں میری رگ رگ میں حشر بپا کر رہے تھے اور بشدت خوف کے باعث میرا رواں رواں لرزاں! لیکن تھوڑے سے عرصے کے بعد جو میری آنکھوں نے دیکھا — دیکھنا پڑا' وہ میں تاقیامت نہیں بھول سکتا۔ پُراسرار خوفناک بوڑھے نے تین گھوڑے — تین خوبصورت گھوڑے مع سازوسامانِ شاہسواری کے اپنی جیب — اس جیب سے نکالے جس سے وہ قبل ازیں، قریب دو درجن! بیس فٹ لمبا اور دس فٹ چوڑا غالیچہ اور ایک خیمہ اسی طول وعرض کا نکال چکا تھا' لوگ میری باتوں کا مضحکہ اڑائیں گے' مجھے جھوٹا سمجھیں گے لیکن اس کا کیا علاج کہ یہ تمام محیر ذا واقعات میری آنکھوں نے دیکھے! بعض اوقات انسان ایسے واقعات دیکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے جن کی تفہیم و تجزیہ کے لئے عقل کی تمام تفلسف طرازیاں دھری رہجاتی ہیں۔ اسی آدمی سے — اس پراسرار آدمی کی شعبدہ بازیوں کے' جن میں قدرت کی تمام ہولناکیاں وحشت خیزیاں بھری ہوئی تھیں' میں دیکھ دیکھ کر کانپ رہا تھا — لرز رہا تھا' شدت خوف کے باعث اس کی نگاہوں سے نگاہیں ملانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا' میرے پاؤں متزلزل ہو رہے تھے اور دل و دماغ پر نیم بیہوشی سی طاری!

آخر کار میں نے بھاگنے کا مصمم ارادہ کر لیا' جو اپنی حالت کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے بہت آسان معلوم ہوتا تھا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی میرا عزم تھا کہ دوسرے دن آکر حبشیہ سے اس پراسرار بوڑھے کے متعلق دریافت کروں بشرطیکہ ایسا کرنے کی مجھ میں قوت پیدا ہوجائے آہ میرے اللہ! کیا میری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا —؟؟

پہاڑی سے نیچے اُترتا ہوا' گھنیری جھاڑیوں میں سے گزرتا ہوا' میں ایک وسیع لق و دق میدان میں پہنچ گیا' جہاں کہیں آدم زاد کا نشان تک نہ تھا' سورج اب نصف نہار پر پہنچ چکا تھا اور اس کی حدت در آغوش کرنیں اونچے اونچے درختوں کی ٹہنیوں' پتوں میں سے چھن چھن کر عظیم ہیبت ریت کے تودوں پر لوٹ رہی تھیں! میں نے ادھر اُدھر تجسس انگیز نظروں سے دیکھا مگر وہاں کوئی نہ تھا — چند قدم طے کرنے پر میری نگاہ کے قریب کے اونچے درخت کے نیچے ایک سایہ لرزاں پر پڑی' پاس جاکر دیکھا — آہ میرا سر چکرانے لگا! عقل نے سوچنے سے جواب دیدیا' آنکھیں دیکھتی تھیں — دیکھتی تھیں مگر سمجھ نہیں سکتی تھیں کہ یہ حقیقت ہے یا وہم کی شعبدہ طرازی!! — پراسرار بوڑھا' تبسم نگاہیں میرے چہرے پر گاڑے میری طرف آرہا تھا' اور چند لمحوں کے بعد اپنے شانوں سے کسی کا نرم نرم ہاتھ مس ہوتا ہوا محسوس ہوا' میں نے خوف زدہ ہو کر اسے دیکھا جس کے جواب میں اس نے منکسرانہ ادا سے سلام کیا — یہ ظاہر تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو کرنی چاہتا ہے —؟ اور یہ تہذیب کے خلاف تھا کہ میں چپکے سے اس کے پاس سے گزر جاتا' میں نے سلام کا جواب دیا' اور اس کے سامنے زنجیروں سے جکڑے ہوئے انسان کی طرح کھڑا ہوگیا — آہ اس کی خوفناک آنکھوں کے آگے میں اس پرندے کی مثل تھا جو سانپ کی آنکھوں سے مسحور ہو کر ذرا سی بھی حرکت کئے بغیر زمین پر جم جائے' عجیب بات یہ ہے کہ جتنا میں اس سے خوفزدہ ہوتا اتنا وہ اظہار انکساری و عاجزی کرتا' کئی بار اس نے اپنی گردن خم کی — کیا جناب میری اس مداخلت بیجا پر مجھے معاف فرمائیں گے —؟؟ اس نے ملتمسانہ لہجے میں کہا' مجھے آپ کی خدمت میں ایک عرض کرنی ہے' کیا آپ براہ کرم مجھے اس کے اظہار کی اجازت دیجئے اس نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا' چپ رہو' خدا کے لئے —" آگے میں بول نہ سکا' میرا حلق خشک ہوگیا' اور زبان تالو سے لگ گئی' جتنا عرصہ میں آپ کی پرلطف صحبت میں رہا ہوں —" اس کے بعد وہ خاموش ہوگیا' گویا ڈر رہا ہے' پھر کہنے لگا' جناب مجھے کہنے کی اجازت دیجئے کہ آپ کے خوبصورت سائے نے مجھ پر بہت اثر کیا ہے' بہت دفعہ اس کی تعریف بھی میرے لبوں سے نکل گئی ہے' اس کی آواز بہت التماس آمیز و انکسار آگیں ہو رہی تھی' کیا آپ کو اپنا سایہ فروخت کرنے میں کسی قسم کا اعتراض تو نہیں ہے —؟ وہ ٹھہرا اور میرے چہرے کا جائزہ لینے لگا' اس تعجب انگیز التماس پر' اس حیرت افزا عرض پر' اس دنیا سے نرالی گذارش پر' میرا سر چکرانے لگا' آخر اس محیر زا سوال کا مطلب —؟ میں اپنا سایہ بیچدوں —؟؟ کیا سایہ بھی خرید و فروخت کی چیز ہو سکتا ہے؟؟؟ یہ تھے خیالات جو آتشیں لہروں کی طرح میرے دماغ کی سطح سے بار بار ٹکرا رہے تھے' یہ آدمی ضرور پاگل ہے' میں نے سوچا' اور اس ذہنی سودا بانہ آواز میں' جس سے طنزیہ رنگ بھی مترشح تھا' میں نے پوچھا' کیا جناب! آپ اپنے سایہ پر مطمئن نہیں جو میرا سایہ خریدنے کی آپ کو کیا ضرورت ہے؟؟ — آخر اس عجیب و غریب سوال سے آپکا مقصد کیا ہے؟؟؟

[illegible] اس نے جواب دیا [illegible] جو تمہارے خیال میں بیش قیمت ہو سکتی ہیں لیکن اس انمول [illegible]
[illegible] ایک [illegible] کی طرح میرے [illegible] کا خیال پیدا ہوا، خوف و دہشت پھر میرے بدن پر مسلط ہو گئی! میں
[illegible] کہ [illegible] اپنے [illegible] دل میں کس طرح حوصلہ پیدا ہوا! چند منٹ کی کشمکش کے بعد میں نے اس سے پوچھا، لیکن جناب
میں آپ کے سوال کا مطلب نہیں سمجھا، میں اپنا سایہ بیچ دوں کس طرح؟؟
آپ مجھے اس کے اٹھانے کی اجازت دیجئے، اور اس کا طریقہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے، اس کے بدلے میں آپ جو چاہیں میری جیب سے نکال لیں! اس میں بہت سی چیزیں سحر کن بھی ہیں! جو آپ کے لئے نفع بخش ہیں! مجھے یقین کامل ہے آپ قسمت کے تھیلے کو پسند کریں گے؟؟
"قسمت کا تھیلا" میں چلا یا! ان دو الفاظ نے میرے سینے کی گہرائیوں میں بیداری کا ایک زبردست جذبہ موجزن کر دیا تھا،
"جناب مہربانی فرما کر" پراسرار بوڑھے نے کہنا شروع کیا، اس تھیلے کو ذرا آزما کر دیکھئے" یہ کہتے ہوئے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چمڑے کا خوبصورت تھیلا مجھے پیش کیا، جس نے اسے پکڑا بے اختیار اس میں ہاتھ ڈالا اور جب باہر نکالا تو اس میں دس سونے کی ڈلیاں تھیں — ! پھر ہاتھ ڈالا تو اور دس سنہری ڈلیاں میرے ہاتھ میں تھیں! اسی طرح متعدد بار میں نے یہ عمل دہرایا، یہاں تک کہ میں تھک گیا! اور اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ میری جیبیں سونے کے چمکتے ہوئے ٹکڑوں سے لبریز تھیں! — "مجھے سودا منظور ہے!" میں نے ایک فوری جذبہ کے ماتحت کہا "قسمت کے تھیلے کے عوض میرا سایہ اگر لے سکتے ہو تو لے لو!!
"مجھے منظور ہے! وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، اور کسی پراسرار طریقے سے میرا سایہ زمین کی سطح پر سے آہستہ آہستہ گم ہونا شروع ہو گیا — یہاں تک کہ اس نے اپنے ہاتھ میں کسی چیز کو پکڑا اُسے جیب میں ڈال لیا، اور سایہ بالکل غائب!!
اس عمل کے اختتام پر وہ اٹھا، غایت انکساری سے مجھے سلام کیا اور گنجان جھاڑیوں میں نگاہوں سے پنہاں ہو گیا، اس کے تحقیر آمیز قہقہے کی صدا فضا میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کرتی ہوئی میرے کانوں میں پہنچی اور پھر خاموش — قبرستان کی سی خاموشی!
جادو کا تھیلا میں نہایت مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اگرچہ دھوپ چاروں طرف چھائی ہوئی تھی مگر میرا سایہ — اُف وہاں سائے کا نام و نشان تک نہ تھا! میں نے قسمت کے تھیلے کو گردن کے گرد مضبوطی سے باندھ کر اسے چھاتی سے لگا لیا، اور روانہ ہو گیا۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد میں آبادی کے قریب پہنچا، شہر کے دروازے میں سے گزرا اور سرائے کا راستہ لیا، یکایک عقب سے کسی کی آواز سنائی دی "بھلے آدمی تمہارا سایہ کہاں ہے؟؟" میں نے ایک بوڑھی کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا، "شکریہ اماں جان"! اور ایک سنہری ٹکڑا اس کی جانب پھینکا۔ وہاں سے میں آگے چلنے لگا۔ یکایک چند سپاہیوں نے مجھے آگھیرا، اور حیرت زدہ ہو کر میرے سایہ کے غائب ہو جانے کے متعلق استفسار کرنے لگے، اسی اثنا میں دو عورتیں بھی وہاں آ گئیں، ایک نے دوسری سے کہا، دیکھو نا! اس بیچارے کا سایہ ہی نہیں! اس نیم ہمدردانہ و نیم مستہزی آواز نے میری روح کو بہت اذیت پہنچائی لیکن کر کیا سکتا تھا — چلنے لگا اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہوں سے بچاتا، جھجکتا، سرکتا، چھپتا، چلنے لگا کچھ فاصلے پر چند شریر لڑکے سکول سے گھر کی طرف اچھلتے کودتے طفلانہ حرکتیں کرتے آ رہے تھے، میرا ماتھا وہیں ٹھنکا اور میں بھی سڑک کو چھوڑ کر دوسری سڑک پر ہو گیا، انہیں کچھ شبہ سا ہوا، وہ میرے پاس آ دھمکے، اور جب میرا سایہ نہ دیکھا تو ہنس ہنس کر میرا مضحکہ اڑانے لگے۔ ایک ظالم نے تو کہہ ہی دیا "بعض شریر آدمی دھوپ میں چلتے وقت اپنا سایہ گھر رکھ کر آتے ہیں" [illegible] میرے کانوں کو سننے پڑے اور میں اپنی جان چھڑانے کے لئے تجویز سوچنے لگا، اچانک جیبوں کا خیال آیا جو زر سے پر تھیں [illegible] میں بھر کر سنہری ڈلیاں نکالیں اور ان کے سامنے پھینک دیں، وہ ان کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے، اور میں خلاصی حاصل کر کے [illegible] میں بالکل تنہا ہو گیا اور اپنے ارد گرد کوئی متنفس نہ دیکھا تو میرا دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو گرنے لگے، اب میرے دل میں خیال [illegible] پیدا ہوا تھا کہ جس طرح دنیا میں راحت حاصل کرنے کے لئے دولت کی ضرورت ہے اسی طرح دنیا کی لعنت و [illegible] سایہ کی بھی [illegible] ضرورت ہے! اب جبکہ میں نے دولت کی خاطر سایہ فروخت کر دیا تھا، نہیں جانتا تھا، کہ کیا [illegible] سرائے میں داخل ہوا زیادہ گھبراہٹ زیادہ اضطراب میرے دل و دماغ پر قابض ہو گیا! اپنے کمرے [illegible] میرا دل [illegible] میں نے خادموں کو بلایا! اپنی تمام چیزیں منگوائیں اور

گاڑی میں بیٹھکر روانہ ہوگیا، راستے میں کوچوان سے ایک اعلیٰ ترین ہوٹل کی طرف جانے کو کہا ــ وہاں جاکے جو روح فرسا واقعات پیش آئے، ان کا ذکر کرتے ہوئے میرا رواں رواں لرز اٹھتا ہے، ہوٹل کے قریب پہنچکر تانگے سے اترا، قسمت کے تھیلے سے بھری تھیلی نکالنے اور جیبوں کو بھرنے ــ مگر ہائے ــ آہ اس جیب ــ اس نایاب و قیمتی تھیلے کے نہ ہونے سے میری بعض کو بہت نوبت پہنچ رہی تھی، لوگوں کی نگاہیں ــ ستھری نگاہیں ــ حقارت آمیز نگاہیں میری طرف اٹھتیں، میرے آگے پیچھے، دائیں بائیں سرگوشیاں ہوتیں ــ اور آہ وہ سب کچھ ہوتا جس سے میرے دل کو انتہائی رنج ــ جسم کو ناقابل بیان کوفت ــ روح کو اذیت محسوس ہوتی تھی، میرا دل چاہتا تھا ــ بس وقت رہ جاتا تھا کہ اپنے وطن میں پہنچ جاؤں ــ اپنے سادہ طبیعت دوستوں کے پاس چلا جاؤں ــ "مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال" ــ! خدا خدا کرکے ہوٹل میں داخل ہوا، ایک نفیس و اعلیٰ کمرہ کرایہ پر لیا اور بستر پر دھم سے گر پڑا، جب طبیعت میں ذرا سکون پیدا ہوا تو اپنی خطرناک ــ شرمناک حالت کا جائزہ لینے لگا۔ سوچتے سوچتے میری آنکھ لگ گئی، سوتے میں عجیب و غریب خواب میرا خون چوستے رہے! جب میری آنکھ کھلی تو کہیں کہیں رات کے تاریک سایہ حرکت کرتے تھے، پیاس کی شدت سے میرا دم گھٹ رہا تھا۔ کیونکہ ایک دن اور ایک رات سے پانی کا ایک گھونٹ بھی میرے حلق سے نیچے نہیں اترا تھا، زر و جواہر کے انبار جو قسمت کے تھیلے نے اگلے تھے میرے اردگرد چمک رہے تھے لیکن میں انہیں کیا کرتا، یہ زر کثیر سونے کی یہ چمکتی ہوئی ڈلیاں، پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پیدا کر سکتی تھیں، میری رگ رگ میں درد، جوڑ جوڑ میں اضطراب، اور نس نس میں بے چینی پھیل گئی تھی، آنکھوں کے آگے بھڑکتے ہوئے شعلے محسوس ہو رہے تھے اور قوائے دماغیہ نہایت مضمحل! میں اٹھا مگر ٹانگوں نے جسم سنبھالنے، اور جسم نے ٹانگوں کی مدد لینے سے انکار کر دیا، نتیجہ یہ کہ میں آرام کرسی پر گر پڑا! ــ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ہوش آیا تو کسی کو دروازے پر دستک دیتے ہوئے پایا! اٹھا دروازہ کھولا، اور ہوٹل کا مالک ــ اندر آگیا اور اس سے پانی مانگا اور ایک خاص خادم لانے کے لئے کہا، یہ میری خوش قسمتی تھی کہ خادم جو مجھے ملا، نہایت شریف الطبع، ہمدرد، نیک انسان تھا، اس شخص نے میری کٹھن سے کٹھن وقت میں بھی مدد کرنے سے دریغ نہیں کیا، کافی سے زیادہ سامان آرائش منگوایا اور کمرے میں گوشہ نشین ہوگیا، میں ہوٹل سے باہر نکلنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا، اور جب باہر نکلتا بھی تو کانپ کانپ کر، لرز لرز کر، چوروں کی مانند لوگوں کی نظروں سے خود کو چھپائے گزرتا، اور بہت جلد واپس آجاتا، یہ تو تھا دن کا حال، راتوں کو کافی دور تک نکل جاتا تھا ــ مگر چاندنی راتیں ــ اف ان سے میری روح کانپتی تھی! تھوڑے عرصے کے بعد یہاں رہتے رہتے میں بیزار ہوگیا، ایک شام کو ایک بڑے سے کوٹ میں لپٹے لپٹائے ہوٹل سے باہر نکلا! اور شاندار عمارتوں کے طویل سایوں پر چلنے لگا ــ پھر چاندنی ــ چاروں طرف چاندنی اور لوگوں کی تضحیک انگیز گفتگو کے ناگوار فقرے!! لوگوں کی باتیں تیر کی طرح میرے دل کو چھلنی کرتی تھیں اور بعض اوقات میرے آنسو بھی نکل جاتے، کسی کے دل میں بھی میرے لئے ہمدردانہ جذبات نہیں تھے، سب ظالم تھے ــ! آہ سب سفاک ــ!! ایک لڑکی جو اپنے والد کے ساتھ گزر رہی تھی مجھے بغیر سایے کے دیکھکر اپنے والد سے لپٹ گئی! یہ حال دیکھ کر میں درختوں کے سائے کے نیچے پناہ گزیں ہوا، اور جب ادھر ادھر کسی کو نہ دیکھا تو واپس ہونے لگا۔ قصہ کوتاہ بصد مشکل ہوٹل میں پہنچ گیا، تمام رات انگاروں پر لوٹتے ہوئے گزاری، صبح کے وقت میرا فرض اولیں یہ تھا کہ پراسرار بوڑھے کو جس نے میری زندگی کو انتہائی شرمناک بنا دیا تھا، ملنے کی تجاویز سوچوں! اور یہ میری کتنی خوش قسمتی ہوتی اگر اسے بھی اس سودا سے بیزار پاتا جتنا میں خود تھا!؟ لیکن ــ آہ!

شکوز (میرا وفادار خادم) کو میں نے تمام واقعہ سنا دیا اور اس سے کہا اگر میرا سایہ مجھے واپس مل جائے تو میں ان خلفشار پیہم سے اپنی جان چھڑا سکتا ہوں جنہوں نے میری زندگی کو برباد کر دیا ہے، باوجودیکہ میرے پاس دولت کی کمی نہیں! اور اسے وہ جگہ بھی بتائی جہاں وہ (پراسرار شخص) مجھے ملا تھا، دیگر تمام معلومات جو اس کی تلاش میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی تھیں، اس کے گوش گزار کر دیں، وہ رخصت ہوگیا ــ اور قریب ایک ہفتہ کے اختتام پر واپس آیا، اس کی صورت سے مایوسی و قنوطیت کے اثرات ٹپک رہے تھے، انتہائی کوششوں کے باوجود بھی وہ اس بوڑھے کا نقش قدم تک نہیں معلوم کر سکا تھا، افسوس!! دوربین، ترکی غالیچہ، خیمہ وغیرہ سب چیزیں جمشید اور اس کے خادموں کے پاس، لیکن یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ

ب ادائیگ !؟ بیشک شکوم اپنے آقا کی بے شمار دولت و ثروت باعث سمجھتے تھے ان تمام گراں قیمت اشیا کی موجودگی کا اظ
حقیقت سے ناواقف! شکور کو ناکام رہا تھا۔ تاہم اس کا استقلال صدائے تحسین میرے لبوں سے نکلوائے بغیر نہ رہ سکا وہ
حالات سفر بتا کر کہنے لگا، یہ تو بس وہ تمام معلومات جو میں نے ملعون بوڑھے کی تلاش کے دوران میں حاصل کیں میں نے اپنی تمام امکانی
ھیں صرف کر دیں کہ اسے مل سکوں لیکن ہزار افسوس غائب و خاسر ہی رہا اب ایک پیغام جو مجھے ہوٹل کے دروازے پر ابھی ابھی ملا ہے
کو سنائے دیتا ہوں یہ پیغام مجھے ایک بوڑھے شخص نے دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے "اپنے آقا سے کہدو کہ میں اب سمندر پار جارہا ہوں
سال اور ایک دن گزرنے پر ان سے ملوں گا" میری طرف سے ان کی خدمت میں نیاز مندانہ سلام پہنچا دینا!" میں نے اس سے
پوچھا جس کے جواب میں اس نے کہا "وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں ابھی کل ہی ان سے ملکر آیا ہوں" یہ کہکر وہ چلا گیا!

"اس کی شکل وشباہت کیسی تھی؟"

اور جب شکور نے اس شخص کا حلیہ بتایا جس کی تلاش میں وہ سرگرداں پھر رہا تھا، اور جس نے مجھے اتنی مصیبتوں میں گرفتار کیا تھا
بے اختیار رونے لگا؛ شکور پر بھی اصلی حقیقت کھلی اور اپنی غلطی کا احساس کرکے گھڑوں پانی پڑ گیا۔

"اب کیا ہو سکتا ہے"؟

"کچھ بھی نہیں!" میں نے مایوسی سے کہا،

"اف مجھے سخت دھوکا ہوا۔ میری آنکھوں پر کسی نے پٹی باندھ دی تھی"؟

میں نے اسے تسلی دی اور دوسرے دن ہم بندرگاہ پر پہونچے۔ ہر ایک مسافر کو دیکھا مگر وہ پُراسرار بوڑھا اس طرح غائب ہو گیا
تھا جس طرح اندھیرے میں سایہ!!

(ترجمہ)

دوستی

دوستی ایک مقدس رشتہ ہے۔ مگر اس کی پاکیزگی تکلیف کے وقت ہی جانچی جاتی ہے۔ (ڈرائیڈن)

اچھی کتاب تمام دوستوں سے بہترین دوست ہے۔ اس کی دوستی آج اور ہمیشہ کے لئے یکساں طور پر فائدہ رساں ہے۔ (ٹپر)

ظاہری دشمن خطرناک ہوتا ہے۔ مگر دشمن نما دوست اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ (دگا)

بعض اوقات بُعد دوستی کو بڑھاتا ہے اور کبھی کبھی قرب اس کو شیریں بناتا ہے۔ (ہول)

ایک کہاوت کے مطابق دوستانہ ہمیشہ ہم نواؤں کے مابین برقرار و دائم رہ سکتا ہے۔ (ہال کرافٹ)

ایسے دوستوں پر محبت ہنستی ہے جو بہت جلد بگڑ جاتے ہیں۔ سچے دوست ایک دفعہ کے ملے ہوئے موت کے وقت ہی
ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ (براؤن)

دوستی ایک ایسے باجے کی طرح ہے جس کے دو تار ہوں۔ اگر ایک تار کو چھیڑ دیا جائے تو دونوں ایک ساتھ بجنے
لگ جائیں۔ (قوارلز)

جس کا کوئی دشمن نہیں کبھی کسی کو دوست نہیں بنایا۔ (ٹینی سن)

طاہر قریشی

دیکھئے! توسیع اشاعت آپ کا فرض ہے اس فرض سے غفلت نہ کیجئے۔ آپ کی ادنیٰ توجہ سے چند خریدار کا
کا بہم پہنچ جانا دشوار نہیں۔ پس ادنیٰ توجہ سے دریغ نہ فرمایئے۔

(مینجر)

پچاس ہزار کی وصیت

(از جناب [illegible])

ایک خوش رو اور خوش خو نوجوان ہمارے پریس میں ملازم ہوا - انتہائی محنت کا کام اس کے سپرد تھا لیکن وہ اسے نہایت مستعدی سے انجام دیتا تھا۔ اس سے پریس کا ہر شخص خوش تھا۔ جب اس کی ملازمت پر پورے دو ماہ گذر گئے تو اس نے مجھے نہایت خوشامدانہ الفاظ میں استعفیٰ پیش کیا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ کچھ دنوں اور رہے لیکن وہ بدستور اپنے انکار پر قائم رہا۔ آخر کار مجھے استعفیٰ منظور کرنا پڑا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ براہ مہربانی مجھے ایک سارٹیفکٹ بھی لکھدیجئے۔ مضمون یہ ہو کہ میں نے کامل دو ماہ آپ کے یہاں کام کیا اور آپ مجھ سے خوش اور مطمئن رہے۔ مجھے اس کی باتوں پر کچھ شک گذرا میں نے پوچھا کہ تم سارٹیفکٹ کیوں چاہتے ہو کیا کسی دوسری جگہ ملازمت کروگے ایسا ہے تو یہاں سے بلا وجہ کیوں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ اگر آپ سارٹیفکٹ لکھدیں گے تو میں بقسم اقرار کرتا ہوں کہ کہیں دوسری جگہ ملازمت نہیں کرونگا البتہ اگر آپ نے سارٹیفکٹ نہ دیا تو یقیناً مجھے ملازمت کی ضرورت ہوگی میں اس کی عجیب منطق سے پریشان ہوا اور میرے دل نے کہا کہ اس معاملہ میں کوئی راز ضرور ہے۔ چنانچہ میں نے اسے مجبور کردیا کہ جبتک وہ اپنا راز مجھ سے ظاہر نہ کرے گا اس وقت تک میں نہ سرٹیفکٹ دونگا اور نہ تنخواہ بیباق کرونگا وہ بڑا سیدھا بلکہ کس قدر بیوقوف آدمی تھا میری دھمکی سے بہت متاثر ہوا اور کس قدر آبدیدہ ہو کر کہنے لگا۔

(۲)

جناب عالی میں . . . . . . کا رہنے والا ہوں آج سے دس برس میری مالی حالت بہت بہتر تھی لیکن والد مرحوم کی فضول خرچی اور ناعاقبت اندیشی نے تمام جائداد کا خاتمہ کردیا۔ انکے انتقال کے بعد جسے صرف دو سال کا زمانہ گذرا ہے میں مجبور تھا کہ اپنا مکان کرایہ پر دیکر ایک چھوٹے مکان میں جا رہوں اور کرایہ کی اس محدود آمدنی سے گذر اوقات کروں۔ خوش حالی کے زمانہ میں ایک جگہ میری نسبت ہوگئی تھی اور نسبت ہی نہیں بلکہ ہم دونوں ذاتی طور پر ایک دوسرے کے عاشق زار بن چکے تھے۔ لیکن مفلسی کا برا ہو کہ میری منسوبہ کے والدین کو میری تباہی کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے شادی کرنے سے انکار کردیا۔ میں نے اُن کو یقین دلایا۔ اگر آپ صرف ایک سال میرا انتظار کریں تو میرے لئے اپنی حالت سنبھالنے کا ایک زرین موقعہ موجود ہے خوش قسمتی سے انھوں نے میری بات مان لی اب میں جنوبی افریقہ کے سفر کی تیاری کرنے لگا کیونکہ وہاں میرے حقیقی چچا موجود تھے جو میرے والد کی حرکات سے ناراض ہو کر اور اپنا حصہ فروخت کرکے وہاں پہلے سے پر تجارت کر رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ وہ لاولد ہیں مجھے اس مصیبت میں دیکھکر ضرور میری مدد کرینگے میں سفر کی تیاری میں تھا کہ ایک دن میرے شہر کے ایک بڑے وکیل مولوی ریاض احمد نے مجھے طلب کیا اور جب میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے تخلیہ میں مجھ سے بیان کیا کہ تمہارے چچا کا انتقال ہوگیا۔ میں نے یہ خبر اس طرح سنی کہ گویا ایک بجلی مجھ پر گری ہے میری آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے تھوڑے وقفہ کے بعد وکیل صاحب نے فرمایا کہ مرحوم نے ایک وصیت نامہ مجھے بھیجا تھا جس کی تعمیل کا اب وقت آگیا ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس معاملہ کو راز میں رکھو۔ مرحوم نے ساٹھ ہزار کی رقم چھوڑی ہے دس ہزار تو اس لئے وقف کیا ہے کہ اس سے کوئی جائداد خریدی جائے اور دس کی آمد سے قرآن خوانی کا ایک مدرسہ قائم ہو پچاس ہزار روپیہ تمہارے لئے ہے لیکن ساتھ ہی میں ایک شرط بھی ہے۔

(۳)

وکیل صاحب اتنا کہکر خاموش ہوگئے۔ میں نے بیتابانہ پوچھا کہ وہ شرط کیا ہے؟ وکیل صاحب نے مسکرا کر کہا عجیب و غریب ہے۔ اُنھوں نے وصیت کی ہے کہ آپ میرے بھتیجے کو کسی جگہ بطور خدمتگار ملازم رکھوائیں اگر وہ پورے دو ماہ تک کسی کی ملازمت میں کامیاب ہو جائے اور اپنے آقا کو خوش رکھکر اپنی دیانت اور محنت اور کارگذاری کا سارٹیفکٹ حاصل کرلے تو یہ رقم اسے دیجائے ورنہ یہ روپیہ بھی خیراتی کاموں میں لگایا جائے اسے صرف تین جگہ ملازمت کی اجازت دیجائے اگر پہلی اور دوسری ملازمت میں ناکام رہ کر تیسری ملازمت میں بھی ناکام رہے تو اسے ایک پیسہ بھی نہ دیا جائے۔ واقعی یہ عجیب و غریب شرط [illegible]

[illegible] اور اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہی سنہری موقع ہے ... کی خدمت کی ... جس کے والد بھی مجھے اپنی دامادی میں قبول نہیں [illegible] وجہ کے وجاہت ... نے وکیل صاحب سے کہا کہ جناب اس شہر میں تو ملازمت نہیں کر سکتا البتہ [illegible] دوسرے شہر میں ملازم رکھوا سکیں تو ان صحبت کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں وکیل صاحب تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر [illegible] نے فرمایا ملازمین وصیت نامہ میں کسی شہر کی تخصیص تو نہیں ہے میں تمہیں . . . . ملازم رکھوا سکتا ہوں اور ایسے آدمی کے پاس ملازم رکھواؤنگا کہ تم بہت آسانی کے ساتھ دو ماہ کا زمانہ بسر کر سکو۔ اچھا تم کب جاؤ گے؟ میں نے جواب میں کہا جب آپ کہیں یہاں مجھے کوئی کام نہیں دو جوڑے کپڑے پھٹے پرانے ساتھ لیلونگا اور وکیل صاحب نے میری گفتگو سنکر خط لکھنے [illegible] اٹھایا۔ اور ... سروجی کے نام ایک خط لکھکر میرے حوالے کیا میں نے مولانا صاحب کا نام سنا تھا۔ بڑے واعظ اور ... ہیں [illegible] ان کو لیڈر بھی سمجھتے ہیں ان کے نام سے میں بہت خوش ہوا اور مجھے یقین ہوگیا کہ ایک قومی لیڈر کی خدمت میں بڑی سہولت کے ساتھ دو ماہ کا زمانہ بسر ہو جائے گا۔

(۴)

المختصر میں مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور خط دیکھتے ہی انھوں نے مجھے آٹھ روپے ماہوار اور کھانے پر ملازم رکھ لیا۔ میں نے اپنی خدمات سے مولانا صاحب اور ان کی تیز مزاج بیگم صاحبہ کو ایک ہفتہ میں خوش اور مطمئن کر لیا۔ مولانا صاحب بہت جلد مجھ پر اعتماد کرنے لگے مجھے آئے ہوئے دسواں گیارہواں دن تھا ایک روز رات کو بارہ بجے جب میں مولانا صاحب کے پاؤں دبا رہا تھا انھوں نے ایک کروٹ بدلی اور اپنی بڑی سی ڈبیا میں سے ایک پان نکال کر کھایا "عرفان" تم ہمارا کام کرو گے۔ میں نے کہا حضور یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے میں کام کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ جو کچھ حکم دیں گے اس کی تعمیل کرونگا۔ مولوی صاحب نے کہا "جو کچھ" میں نے جواب دیا بلاشبہ آپ کے ہر حکم کو بسر و چشم بجا لاؤنگا۔ مولوی صاحب نے بہت سی بے تکلف بنانیوالی باتوں اور تمہیدوں کے بعد کہا کہ تمہیں کسی سے محبت بھی ہوئی ہے میں پہلے تو شرمایا پھر انکے اصرار کرنے سے میں نے صاف کہدیا کہ ہاں صاحب میں ایک لڑکی سے شادی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے مجھے محبت ہے۔ مولانا صاحب یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا کہ بھائی محبت سے کوئی دنیا میں خالی نہیں ہے مجھے بھی ایک عورت سے محبت ہے یہ ایک طوائف ہے جو . . . . میں رہتی ہے اس کا نام زہرہ ہے پہلے مجھے ایک رئیس کے یہاں سے سو روپیہ مہینہ ملتا تھا وہ میں اس طوائف کو دیدیتا تھا۔ اب یہ تنخواہ بند ہوگئی اور وعظ سے بس اتنی آمدنی ہوتی ہے کہ گھر کی ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں تو ماہ سے اسے ایک پیسہ نہیں دیا اب وہ میری سخت مخالف ہوگئی ہے اس کے پاس میرے چند خطوط ہیں مجھے دھمکی دے رہی ہے کہ اگر تم نے چھ ماہ کی تنخواہ ادا نہ کی تو میں تمہارے خطوط ایک مشہور اخبار میں شائع کرا دونگی افسوس اگر اس نے ایسا کیا تو میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ کوئی شخص مجھے مسجد میں وعظ نہیں کہنے دے گا اور لیڈری سے بھی مجھے کنارہ کشی کرنی پڑے گی۔

(۵)

میں نے عرض کیا کہ حضور میں اس معاملہ میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ مولانا صاحب نے کہا کہ تم مجھے اس مصیبت سے نجات دے سکتے ہو اور میری عزت کو برقرار رکھ سکتے ہو میں تم کو اس کا گھر دکھا دونگا۔ شام سے تم تاک میں رہنا رات کو اس کے مکان کے کسی حصہ میں چھپ رہنا اور جب سب سو جائیں تو اس کی خوابگاہ میں جا کر سرہانے کے میز پر جو چھوٹا سا صندوقچہ رکھا ہے اسے اٹھا لانا اور اسی صندوقچہ میں میرے خطوط رکھے ہیں یہ حکم سنکر سہم گیا میں نے کہا حضور چوری تو نہ ہو سکے گی۔ میں نے تمام عمر کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ میں پولیس اور قانون سے بہت ڈرتا ہوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا "تم بھی کیسے بیوقوف ہو یہ چوری نہیں ہے چوری تو روپے پیسے کی کہلاتی ہے۔ یہ تو محض [illegible] جب میں نے بہت انکار کیا تو مولوی صاحب خفا ہو گئے اور انھوں نے فرمایا کہ اگر ہمارا کہا نہیں کرتے تو اسی وقت ہمارے گھر [illegible] نوکر کی ضرورت نہیں ہے میں مولانا صاحب کی خفگی سے ڈر گیا۔ اگر وہ مجھے علیحدہ کر دینگے تو صرف دو ملازمتیں [illegible] لوگوں سے واسطہ پڑے اور معمولی جانفشانی سے انکی عزت بچتی ہے اور ڈیڑھ ماہ کے مجھے دولت اور محبوبہ حاصل [illegible] میں نے مولوی صاحب کو رضامند کر لیا۔ اور انکے محبت نامے چرانے پر آمادہ ہوگیا دوسرے دن وہ مجھ

اپنے ہمراہ ایک مشہور بازار میں لے گئے جس کی پشت پر زہرہ طوائف کا مکان واقع تھا میں باہر سے مکان دیکھ لیا لیکن خیال سے میرا دل کانپنے لگا۔ اسوقت میں مولوی صاحب کے ہمراہ چلا آیا۔ لیکن رات کو نو بجے پھر واپس ہوا۔ مکان کا دروازہ تھا۔ دروازہ ہی میں اوپر جانے کا زینہ تھا زہرہ نیچے کے حصے میں سوتی تھی کسی قدر سردی کا موسم تھا میں زینہ میں چھپ رہا دس بجے کے بعد کا دروازہ ایک بوڑھے خدمتگار نے بند کیا۔ اور میں بدستور زینہ میں چھپا رہا آدھی رات کے قریب گھر میں بالکل سناٹا ہوگیا میں ... گھنٹہ گذر جانے دیا۔ پھر آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھا گھر میں داخل ہوا بالکل اندھیرا تھا ایک کمرے میں خفیف سی روشنی تھی اور میرا خیال بالکل صحیح نکلا یہی زہرہ کا کمرہ تھا۔

(۶)

میری خوش قسمتی سے دروازہ کھلا ہوا تھا میں کانپتا ہوا اندر داخل ہوا واقعی پلنگ کے سرہانے میز تھی اور اس پر ایک چھوٹا سا آہنی بکس رکھا ہوا تھا میں بڑی احتیاط کے ساتھ میز کے پاس پہنچا اور قریب تھا کہ مارے خوف کے میری روح فنا ہوجائے جب میں نے دیکھا کہ زہرہ کے پلنگ پر ایک مرد بھی بے خبر سو رہا ہے میں نے صندوقچہ اٹھایا لیکن انتہائی احتیاط کے باوجود کچھ نہ کچھ آواز ہوئی اور میں نے اٹھا کر دو ہی قدم چلا تھا کہ زہرہ جاگ پڑی اور اس نے اپنے ہمخواب کو جگا کر "چور چور" کی آواز بلند کی صاحب میرے پاؤں دودو من کے ہوگئے میں نے بھاگنا چاہا لیکن نہ بھاگ سکا اور ایک منٹ کے اندر مضبوط گرفت میں تھا صندوقچہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور گھر کے سب آدمی مجتمع ہوگئے مجھے رسی سے باندھ دیا گیا تھا مار پیٹ کی کوئی حد نہ تھی میں نے رو رو کر اپنا حال بیان کیا اور زہرہ کو اصل واقع سے آگاہ کر کے منت سماجت کی کہ مجھے معاف کردیا جائے ورنہ مجھے پچاس ہزار کا نقصان ہوگا۔ اس نقصان کی اجمالی کیفیت بھی میں نے کی اور یہ طے ہوا کہ اگر میں دس ہزار کی ہنڈی لکھدوں تو مجھے آزاد کردیا جائیگا بشرطیکہ میں مولوی صاحب کے پاس نہ جاؤں اور خدا خدا کر کے دوسرے دن ۱۲ بجے اس قید سے نجات ملی میں سیدھا اپنے وطن گیا اور وکیل صاحب سے اپنی علیحدگی کا حال بیان کر کے دوسری جگہ ملازم رکھوانے کی خواہش کی میں نے اُن کو مولانا ابو زید کروجی کے اندرونی حالات سے آگاہ نہیں کیا اس لئے اُنھوں نے علیحدگی کو میری نااہلی کی طرف منسوب کر کے ملامت کی اور آئندہ کے لئے محتاط رہنے کی ہدایت کی اب کے انھوں نے جو سفارشی خط لکھا وہ ایک شیخ طریقت پیر ... حضرت مولانا مجیب شاہ کے نام تھا مجھے خط دیکر وکیل صاحب نے کہا کہ میں تمہیں ایک فرشتہ خصلت بزرگ کے سپرد کرتا ہوں یہاں کوئی ...

(۷)

عرفان نے طویل آہ کھینچکر بیان کیا کہ جناب عالی یہ خط لیکر میں پھر واپس ہوا اور شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچا میں سمجھتا تھا کہ کوئی فقیر ہونگے لیکن سازوسامان دیکھکر میں حیران رہ گیا کمرے میں ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے شاہ صاحب جن کی عمر ستر سال کے قریب ہوگی گاؤ تکئے سے لگے بیٹھے تھے پیچوان سامنے رکھا تھا لوکر چاکر خدم حشم گاڑی گھوڑا غرض اندر باہر امیرانہ ٹھاٹھ تھا یہ سازو سامان دیکھکر حیران تھا کہ ایک شخص جو نہ تجارت کرتا ہے نہ ملازمت کیونکر اس طمطراق کے ساتھ زندگی بسر کرسکتا ہے بہرحال شاہ صاحب نے خط پڑھکر مجھسے فرمایا کہ بھائی ہم فقیر لوگ ہیں ہمارے تنخواہ کسی کو نہیں دیجاتی تم لنگر میں شامل ہو جاؤ جب موقعہ آئے گا تمہیں مالی فائدہ بھی پہنچ جائیگا۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا اور شب و روز شاہ صاحب اور ان کے متعلقین کی خدمت گذاری اور رضا جوئی میں مصروف رہا میری جاں نثاریوں نے بہت جلد شاہ صاحب کا اعتماد حاصل کرلیا ایک دن انھوں نے مجھسے فرمایا میاں عرفان میرے ایک دوست ہیں ان کو کچھ روپئے کی ضرورت ہے لیکن بڑے آدمی ہیں اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے انھوں نے اپنی بیوی کا زیور بھیجا ہے۔ تم یہ زیور اپنا بیان کرنا میں ایک مہاجن کو بلا کر کہتا ہوں اس کے پاس یہ زیور رہن رکھکر چودہ سو روپے لے آؤ مجھے اس معاملہ میں تامل کی وجہ معلوم نہ ہوئی میں فوراً رضامند ہوگیا ایک بنیہ شاہ صاحب کے تعویذوں کا بہت ہی معتقد تھا۔ اُسے بلا کر شاہ صاحب نے میرا تعارف کرا دیا اور کہا کہ یہ بمبئی کے ایک تاجر ہیں اس وقت ان کو ضرورت ہے آپ دو روپے سینکڑہ سود دیگے ان کو چودہ سو روپے دیدیجئے مگر بھائی اپنا اطمینان کرلو یہ کہکر شاہ صاحب نے میری طرف اشارہ کیا مجھے انھوں نے ہاتھوں اور پیروں کے طلائی کڑے دیئے جن کا وزن اسّی تولے کے قریب تھا میں نے وہ کڑے لالہ صاحب کو دکھائے انھوں نے ہمراہی کے لئے کہا میں ان کے مکان پر گیا انھوں نے کسوٹی پر آزمایا اور وزن کیا اور پھر چودہ سو روپے ...

(۸)

یہ چودہ سو کی رقم شاہ صاحب کے سامنے لاکر رکھدی انھوں نے پچاس روپے میرے حوالے کئے اور ساڑھے تیرہ سو روپے مہاجن اور پھر مجھ سے کہا کہ تم لاہور چلے جاؤ اور میرے بلانے تک وہیں مقیم رہو تم سرائے میں ٹھہر جانا جو مسافر تم کو ملیں ان سے مرید کرانا اور مریدی کا شوق دلانا میں اس حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوا اور دوسرے دن ٹھیک اس وقت جب بستر باندھکر اسٹیشن جانے تیار تھا وہ مہاجن جو اس بار شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا میرے ساتھ دغا کی گئی ہے آپ کے دوست کہاں ہیں گوشت کے بنے ہوئے یہ اینٹیں اوپر سونا اور اندر چاندی ہے اس نے ایک کڑے کے دو ٹکڑے دکھائے اور کہا ان میں مشکل سے تین سو کا سونا ہوگا۔ آپ ان سے میرا روپیہ معہ سود دلا دیجئے ورنہ میں ابھی پولیس کے سپرد کرتا ہوں شاہ حیرت اور غصہ میں مہاجن کے پاس ہوگئے میں بلایا گیا اور پھر جو کچھ میری گت بنی وہ بیان سے باہر ہے شاہ صاحب نے مجھے مہاجن کے سپرد کردیا اور کہا میں اور میرے مرید تمہارے شہادت دینگے ایسے بدمعاشوں کو کافی سزا ملنی چاہئے غرض وہ مہاجن مجھے کشاں کشاں تھانے کی طرف لے چلا اب شاہ صاحب کی دیرانہ زندگی کا راز میری آنکھوں کے سامنے تھا میں نے ہاتھ جوڑکر مہاجن سے کہا آپ تھانے سے پہلے مجھے اپنے گھر لے چلیں اور میری ساری روداد سن لیں۔ اور پھر جو جی چاہے کریں۔ وہ بڑی مشکل سے رضامند ہوا میں نے رو رو کر اسے اپنے واقعات سنائے قسمیں کھائیں بڑی منتوں کے بعد وہ آمادہ ہوا کہ میں اپنے مکان کا قبالہ اسکے پاس رکھدوں اگر میں ایسا نہ کرتا تو کیا کرتا جیل کا پھاٹک مجھے اپنے لئے نظر آرہا تھا میں اسکے بھائی کو ساتھ لیکر اپنے وطن گیا اور مکان کا قبالہ اس کے حوالے کیا۔

(۹)

اس کے بعد وکیل صاحب کے پاس پہنچا میرا دل مایوسیوں سے لبریز تھا اب میرے لئے صرف ملازمت کا ایک موقع باقی تھا اپنے چچا صاحب کی اس انوکھی وصیت پر سخت غصہ تھا وکیل صاحب ایسے دیانتدار روکھے مزاج کے تھے کہ ان سے کسی رعایت اور ہمدردی کے امید نہ تھی تاہم میری ناکامی پر نہیں افسوس تھا اب کے انھوں نے کہ میں خود تم کو کہیں نہیں بھیجتا تم جہاں چاہو ملازمت کرلو میں آپ سے غائبانہ واقف تھا لہذا آپ کی ملازمت میں نے اختیار کی آپ کے ہاتھ میں تسبیح نہیں ہے سر پر عمامہ اور بدن پر جبہ نہیں ہے لیکن خدا کے فضل سے آپ کے اخلاق اور معاملات ان اہل تلبیس سے ہزار درجے بہتر ہیں میں نے اپنی سرگذشت عرض کردی۔ اب آپ مجھے سارٹیفکٹ لکھدیں پچاس ہزار میں سے اب صرف تیس ہزار کی رقم باقی ہے لیکن میری کامیابی اور خوش حالی کے لئے یہ بھی بہت ہے میں اس کہانی سے بہت متاثر ہوا اور میں نے قلم اٹھا کر اعلیٰ درجہ کا سارٹیفکٹ لکھدیا۔ اس واقعہ پر چھ ماہ گذرے تھے کہ مجھے میاں عرفان کی شادی کا رقعہ دعوت موصول ہوا اگرچہ عدیم الفرصتی کی اجازت نہیں تھی لیکن میں نے وقت نکالا اور اس دلچسپ افسانے کا آخری باب بھی آنکھوں سے دیکھا ——— ،،،

ظہور احمد وحشی

صبح عبادت

(۱)

طلوع سحر ہے — ضو آکاس پر ہے
وہ شب کے ستارے — سب آ اک سدھارے
سپیدی کے آثار — ہیں کچھ کچھ نموار
وہ انگڑائی لیکر — ہے اُٹھنے کو سورج
موذّن کی آواز — طلب ہے یا اعجاز
جو سوئے پڑے تھے — وہ گھبرا کے اُٹھے
نمازی اُٹھے ہیں — وضو کر رہے ہیں
وضو کر چکے جب — اقامت کہی تب
ضعیفی کا پیکر — مقدس معمّر
اک اُن میں سے بڑھکر — مصلّے پہ جا کر
کھڑا ہو گیا ہے — رکعت باندھتا ہے
یہ اللہ اکبر — کی تکبیر اطہر
جو نکلی دہن سے — بندھے ہاتھ سب کے
خموش اب کھڑے ہیں — قرأت سن رہے ہیں
جو نظریں گڑی ہیں — کسی سے لڑی ہیں
نہ حس ہے نہ حرکت — سراپا عبادت
بشر رو رہے ہیں — گنہ دھو رہے ہیں

(۲)

جو برقِ تجلی — کبھی طور پر تھی
اسی نے نجایا — اسی جلوہ زا کا
دلوں میں گذر ہے — خدا جلوہ گر ہے
طلوعِ سحر ہے
ضو آکاس پر ہے

(۳)

وہ مندر سے اُٹھی — صدا [illegible]
اُٹھے سب گیانی — [illegible]
نہا دھو کے اُجلے — [illegible]
وہ مستی کے غماز — [illegible] کی آواز
اَنا دے رہی ہے — پتا دے رہی ہے
بتوں کے خدا کا — اُسی دلربا کا
جواں اک برہمن — [illegible]
گرو جی کا پالا — [illegible] والا
کرشن کے آگے — [illegible]
دوزانو ہوا ہے — [illegible]
چرن پاس جاکر — نگاہیں بچھا کر
دُکھی کچھ سنا کر — [illegible]
دعا مانگتا ہے — حقیقی [illegible]
مگر نام لیکر — مجازی خدا کے
کرشن کی مورت — بڑی خوبصورت

(۴)

یہ زندہ نشانی — [illegible]
سراپا بیاں ہے — مری ہمزباں ہے
کتھا سن رہی ہے — مگر کہہ رہی ہے
الہٰ میں نہیں ہوں — [illegible]
نہیں مجھکو یارا — [illegible]
یہ ہے کام اُس کا — خدا ہے [illegible]
غرض دیر میں بھی — [illegible]
وہ [illegible]
صدا [illegible]

(محصول ڈاک بذمہ خریدار)

آپ دولتمند کس طرح بن سکتے ہیں

دنیا میں دولتمند بننے کی تمنا تو ہر شخص رکھتا ہے لیکن دولتمند بننے کے طریقوں سے لوگ ناآشنا ہیں۔ اگر آپ دولتمند بننے کے وہ سربستہ راز معلوم کریں جن کے ذریعہ ہر شخص دولتمند بن سکتا ہے تو مندرجۂ ذیل کتابیں مطالعہ میں رکھیئے۔ یہ کتابیں یورپ و امریکہ کی صدہا کتابوں کا عطر ہیں۔

معلومات تجارت

اس کتاب میں تجارت کے ذریعہ روپیہ کمانے کی ترکیب ہے، بلا سرمایہ کے تجارت کرنے کے عملی طریقے ہیں، یورپ و امریکہ سے تعلقات پیدا کرنے کے ذریعے ہیں۔ اس کتاب کو خرید کر انسان ایک قلم اور دوات لیکر لاکھوں روپیہ پیدا کر سکتا ہے۔ قیمت دو روپے ؏

وسائل معاش

جو لوگ گھر بیٹھ کر یا ملازمت کی حالت میں ہزار ہا روپیہ بچے ہوئے وقت کو کارآمد بنا کر پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اس کو خریدیں، یہ کتاب تیس سال کی محنت اور تجربوں کا نتیجہ ہے اس کتاب کی تدابیر مصنف کی آزمودہ ہیں۔ اس میں صدہا معاش کے وسائل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ ؏

فن اشتہار نویسی

یہ کتاب یورپ و امریکہ کی صدہا کتابوں کی ترجمہ ہے، اس میں اشتہار لکھنا، اشتہار دینا اور اشتہار کے وہ مؤثر طریقے درج ہیں جن کے ذریعہ سے لاکھوں روپیہ کمایا جا سکتا ہے۔ قیمت عہ

اسرار صنعت

یہ ہندوستانی ماہر فن کی تصنیف ہے جس نے اپنے پچاس سالہ تجربات اس کتاب میں درج کئے ہیں اور کاروبار چلانے اور ترقی دینے کے لئے وہ وہ آسان طریقے اور راستے بتائے ہیں کہ غریب سے غریب آدمی بھی تھوڑی محنت اور مختصر سرمایہ سے بہت جلد ایک کامیاب کاروبار کا مالک بن سکتا ہے۔ قیمت عہ

مجموع الصنائع جدید صنعت و حرفت پر لاجواب کتاب ہے قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍

(نوٹ) محصول ڈاک ہر قسم بذمہ خریدار ہوگا۔

فن دوکانداری

اس کتاب میں کامیاب دوکاندار و تاجر سے تجارت حاصل کر کے وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن کی مدد سے ایک معمولی دوکاندار چند دن میں بڑا تاجر بن سکتا ہے قیمت ۱۲؍

جامع الفنون

ہر قسم کی روشنائی، روغنیات، رنگ، عطر، صابون، ربڑ کی مہریں، مصنوعی جواہرات، دیا سلائی، برف، سوڈا واٹر وغیرہ بنانے اور ملمع کرنے کے طریقے درج ہیں قیمت حصہ اول ۱۲؍ حصہ دوم ۱۲؍

مرقع الوان

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں پورے طور پر رنگوں کی پیدائش، ماہیت اور اُن کے بنانے کا پورا پورا حال لکھا گیا ہے، اس میں ڈیڑھ سو سے زیادہ رنگ بنانے کے دیسی انگریزی یونانی اور جاپانی نسخے موجود ہیں، اور شناخت کے ۳۷ رنگوں کے نمونے چسپاں کئے ہیں۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت عہ

مالی پریشانی کا علاج

جب تمام معاش کی راہیں بند ہوں نہ آپ کو ملازمت ملتی ہو اور نہ تجارت ہی کی کوئی صورت نظر آتی ہو تو ایسی حالت میں کتاب کو پڑھیئے جس کے مطالعہ کے بعد اگر آپ ملازمت چاہیں گے تو ملازمت مل جائیگی تجارت کرنا چاہیں گے تو آپ تجارت کر سکیں گے۔ صنعت و حرفت کا اگر شوق آپ کو ہوگا تو آپ اس میں بھی کامیاب ہو جائیں گے چند دنوں میں مالی پریشانیاں دور ہو جائیں گی جس شخص کے پاس یہ کتاب ہوگی انشاءاللہ وہ مالی پریشانی کا کبھی شکار نہ ہوگا۔ قیمت ایک روپیہ عہ

(نوٹ) ایک کارڈ لکھ کر کتب خانہ کی فہرست ذیل کے پتے سے مفت طلب کریئے۔

ایک ہفتہ میں موٹر چلانا سیکھ لیجئے

اگر آپ موٹروں کو درست کرنا اور چلانا سیکھنا چاہیں اور موٹر کے اس معاملہ میں درجہ کمال حاصل کرنا چاہیں کہ آپ ایک میکینکل انجنیئر سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوں تو **معلم موٹر** مطالعہ میں رکھیئے، یہ کتاب نہ صرف آپ کو ایک قابل موٹر ڈرائیور بنا دیگی، بلکہ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے موٹر انجنیئر بن جائیں گے، موٹر کے علاوہ پرزوں اور انجنوں کی تصویریں بھی درج ہیں قیمت ۱۲؍

گھر بیٹھے انجنیری کی تعلیم

حاصل کرنے کے بعد اگر فن تعمیر کا ایک ماہر انجنیئر بننا چاہتے ہیں تو آپ چند روز میں فن تعمیر کے کام میں اس قدر ماہر ہو سکتے ہیں کہ بڑے بڑے کامیاب انجنیئر حیرت میں رہ جائیں۔ آپ ہر قسم کی بڑی بڑی عمارتوں کے اس فن کے جاننے کے بعد ٹھیکہ لیکر بھی لاکھوں روپیہ پیدا کر سکتے ہیں یہ سب کچھ آپ کو کتاب **فن انجنیری** کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ماہر فن تعمیرات کی رائے یہ ہے کہ آجتک اس سے بہتر کتاب اردو میں اس فن پر شائع نہیں ہوئی، اس میں عمارتوں کے نقشے کھینچنے کے قاعدے ہیں اور فوٹوگرافی کی تعلیم بھی درج ہے۔ نیز رنگ و روغن بنانے بتائے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ؏

اقسام الطعام شاہجہانی

(معروف) **بخوان نعمت کلاں** جس میں تقریباً سات سو ترکیب ہندوستانی، انگریزی، ترکی، ایرانی کھانے، مٹھائیاں، مربے، اچار، چٹنیاں وغیرہ بنانے کی درج ہیں جو خاص مطبخ شاہجہانی و دیگر بادشاہوں کے باورچی خانوں کے کھانوں کی ترکیب ہیں۔ ان کے علاوہ اس کتاب میں بہت سے اطبائے یونان کے تیر بہدف مرکبات اور اصلی نسخہ جات صحیح کر دیئے ہیں جن کی خانہ داری میں ضرورت رہتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ؏

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

جوانی اور شادی کی مسرتیں حاصل کرنی ہوں

تو مندرجۂ ذیل کتابیں پڑھیئے ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرتیں بھی ہیں، عورتوں کے دل مسخر کرنیکی تدابیر بھی ہیں اور اس کے علاوہ صحت اور تندرستی کے قیام کے اصول بھی ہیں جس کے پاس کتابیں ہونگی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل کریگا۔

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جائیں گی شادی کے وقت عموماً دستور کوکچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہے اگر آپ اپنے دوستوں کو ایسے مواقع پر کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو صرف یہ کتاب دیجیے شب عروسی اصلی کتاب زندگی کا پہلا ورق ہے یا تکمیل نسائیت کے بام عروج کی پہلی سیڑھی ہے اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائیگا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہوگا کہ انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہیگی قیمت عہ جو اس کے منافع پر سو مرتبہ صدقہ ہے محصول ۵ ر

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا وہ اب عام ہے اس کتاب میں رجوع الشیخ نے لذت شباب کے سرچشمہ عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں تو ہیں ہوتی ہیں شاید وہ اس کے پلنگ بھی نہ ہوں، ارباب مفتش نے عورتوں کے رازہائے سربستہ سے لذت ہی لذت ثابت کی ہے اور اس طرح مرد کی قوت نہانی کو مزید طاقتور کرنے کے لئے نسخے لکھے اور ہزاروں گر بتلائے ہیں اس علاج کے سلسلہ میں حکایات وصل بیان ہوئی ہیں وہ صدہا معجونوں لاکھوں مقویات مرکبات سے زیادہ مقوی ہیں قیمت عہ

سہاگن کا سہاگ

سات سہیلیوں کا جھرمٹ، سات مست شباب لذیذ راتوں کی لذیذ داستانیں ان میں سب کچھ ہے جو تخیل کی لذت میں ہو سکتا ہے۔ سہیلیوں کی پرلطف نوک جھونک محلات لکھنؤ کی خاص زبان سے شب عروسی کی داستانیں ازدواجی زندگی کے اہم ترین پوشیدہ راز غرضکہ کتاب سہاگن کا سہاگ دنیائے صنفیات میں اپنے طرز کی انوکھی کتاب ہے جس کو شادی کے جلسہ میں سات دلہنوں نے بیان کیا۔ بڑی لذت یاب اور پُرلطف کتاب ہے۔

قیمت ایک روپیہ محصول ۵ رکل عہ

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفریں لذت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تم اس کے حسن و جمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو۔ اولاد کی کثرت سے نہ صرف ملکہ حسن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے بلکہ غریب الدین کے لئے ان کی پرورش سوہان روح ہوتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق و لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائیگی اور یقین کے ساتھ اولاد کی پیدائش تمہارے لئے اختیاری ہو جائیگی قیمت عہ محصول ۵ ر

عورت بالتصویر

پھولوں کی سیج پر حسن کی رعنائیاں دیکھنے سے پہلے مجسمہ ناز کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہو جائے، اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ کتاب عورت پڑھ لیں اس کتاب میں یورپ امریکہ کی بہترین صنفی کتابوں کا عطر کھینچا گیا ہے عورت میں نسوانی زندگی کا مکمل فوٹو ہے عورت کے پوشیدہ اعضائے جسم، عورت کی فطرت، عورت کی زینت، عورت کے باغ حسن کی خوشہ چینی غرضکہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی بھی پوشیدہ بات ایسی نہیں جو اس کتاب میں نہ ہو دو سو کے قریب عکسی و قلمی تصویریں ہیں قیمت عہ محصول ۸ ر

افشائے راز پنہاں

اُردو زبان میں سب سے پہلی کتاب دنیا میں عجیب و غریب آپ نے اس دلچسپ موضوع پر شاید کوئی کتاب سنی نہ ہوگی۔ اس میں دو ہزار دو سو کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کے حالات خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے امریکہ کی ایک من چلی عورت نے یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچا دی۔ اب اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ خدا جانے کب تک یہ لوگوں کے مطالعہ میں جا سکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اس لئے جلدی منگا لیجئے۔

قیمت سوا روپیہ محصول ۵ رکل عہ

[illegible]

[illegible]

ملنے کا پتہ: کتبخانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

کیفِ مواصلت

شباب فوٹو دنیائے لطف و مسرت اور لذت
مرد اور جوان مرد کے لئے عورت سے مواصلت ہے
یہ کیف افزا سرور ہے جس پر دنیا کی بقا کا مدار ہے
فطرت کی بسیط دنیا میں ہزاروں ہستیاں ایسی ہیں
جو صرف قانونی طریق پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے
پھل بستے ہیں، لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار لیتے
بات تو یہ ہے کہ اس کیف پرور شعبہ حیات سے
اور بہ تمتع حاصل کیا جائے جو دوسری حیات عالم
سے مابہ الامتیاز ہو، یہ کتاب مواصلت کو اس درجہ پر پہنچاتی
ہے جہاں لذت ہی لذت ہے۔ قیمت صرف عہ محصول ۵ ر

شب نامچہ عروسی

ایک مست شباب دوشیزہ کا روز نامچہ ہے اور سہاگ کی
چند راتوں کا وہ سرشار اور کیف انداز الفاظ میں ذکر کیا ہے
پڑھتے پڑھتے سسکیاں بھرنے لگتے ہیں، یہ صرف چند
نشاط افزا الفاظ کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ ازدواجی مسرت کے
پوشیدہ راز اسی کتاب سے معلوم ہوتے ہیں۔ اتنی دلچسپ
اور صنفی معلومات سے پُر شاید ہی کوئی دوسری کتاب ہو۔
شب نامچہ عروسی میں لٹریچر کے پُر کیف گھونٹوں کے ساتھ
ساتھ گیارہ عکسی فوٹو بھی ہیں تاکہ دل و دماغ کے ساتھ
ساتھ آنکھیں بھی لطف اندوز ہوں قیمت عہ محصول ۵ ر

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات
پیدا ہوتے ہیں۔ شادی سے پیشتر کیا معلوم کرنا چاہتی ہے
شادی کے بعد اس کے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے
حسن و شباب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے، اور دوشیزہ
کی پُر کیف زندگی سے عیش و مسرت کی بہار کس طرح لوٹی
جاتی ہے ان تمام باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری
ملیگا۔ ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام
پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ فوٹو بلاک کی دو
درجن حسین و جمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں
اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت دو روپے عہ ۲

دُلہن کی ڈائری

ایک شوخ و طرار دُلہن کی آپ بیتی، شب زفاف کا پُر کیف
سماں، کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ
دولہا میاں کی ہیبت، باغبان عشرت کی گلچینی، بے صبری کی
جذبات، بیتابی کے مظاہرے، پوشیدہ حالات کا انکشاف
غرضکہ دلچسپیوں کا لاجواب مرقع ہے۔ قیمت صرف ۱۲ ر

لذت النکاح

زن و شوہر کے تعلقات پر نہایت دلچسپ کتاب ہے جس کو
جوانی اور اس کے جذبات کا مکمل کورس کہنا چاہیئے
اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نکاح کے بعد دولہا
دولہن کو کیا کرنا چاہیئے اور اپنے ازدواجی تعلقات کا سلسلہ
کیونکر بڑھایا جائے۔ قیمت ۱۲ ر

دُلہنوں کی کانفرنس

سات دُلہنوں کی شبہات خلوت کی دلچسپ داستان۔
ساتوں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو
صحیح صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم
کا بیڑہ اُٹھاتی ہیں، اور تعلیم و حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں
ہر ایک دلہن کی انوکھی سرگذشت ہے۔ قیمت عہ ر

قانونِ مواصلت

عیش و نشاط کی زندگی کا رہبر اگر اس کتاب کی ہدایتوں پر
عمل کیا گیا تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وقت سے پہلے
آپ کی قوت میں کمزوری پیدا نہیں ہو سکتی اور شباب کی پوری
کیفیت سے آپ لطف اُٹھائیں گے۔ اس میں مواصلت
کی بابت تمام ضروری باتیں درج ہیں۔ قیمت ۱۲ ر

عہدِ شباب

نوجوانوں کی رہبر کامل ناعاقبت اندیش کے لئے مشیر آب حیات
قوت رفتہ کی روک تھام، از سر نو اس کی واپسی کی تدبیریں
صنفی قوتیں اپنی حالت پر نہیں رہیں بلکہ اس میں اضافہ کی
صورتیں نکالی گئی ہیں۔ طبی ہدایات اور تیر بہدف نسخوں کا
لاجواب مجموعہ ہے۔ قیمت عہ ر

بہارِ عروس

یہ وہ کتاب ہے جس کو ایک دُلہن نے اپنی سہیلی اختر
دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی
سرگذشت لکھ کر بھیجی ہے جو بجنسہ چھاپ دی ہے اس میں
بڑے بڑے پوشیدہ و دلچسپ واقعات ہیں۔ بڑی ہی پُر لطف
و مزیدار کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت ۱۲ ر

ثمرۂ وصال

اس میں خلوت صحیحہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اس میں نہایت
اچھا مکمل کوک شاستر موجود ہے کوک شاستروں سے
بہت بلند ہے اولاد پیدا کرنے کے لئے بڑے بڑے
عجیب طریقے بتائے گئے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی خلوت
کے طریقے بھی سمجھائے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ ر

دولہا دولہن

یہ کتاب نئے شادی شدہ نوجوانوں کو اپنی بیوی سے
حقیقی لذت حاصل کرنا سکھائیگی اور ناتجربہ کاروں کو
ناتجربہ کاری سے جو نقصانات پہنچ جاتے ہیں اُن سے
بچائیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مواصلت میں غیر معمولی
لذت پیدا ہو جائیگی اس کتاب کی مجرب و عملی تدابیر معلوم
ہونے کے بعد تمام عمر ممسک اور مقوی اور دوسری فضول
دواؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ زر و مال جو آپکا ہے بڑی قیمت ۱۲ ر

عیش و نشاط

اس کتاب میں شادی شدہ حضرات کے لئے وہ تجارب
ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد عیش و لطف، کیف
تندرستی، تندرست اولاد، عورت کی محبت اور شادی
کی لذتیں چند دن کے مطالعہ کے بعد حاصل کی جا سکتی
ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے ۱۲ ر

زن و شوہر

یہ طلسمی کتاب شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی کو
راحتوں سے لبریز کر دیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد
مرد عورت کی فطرت سے اس قدر آگاہ ہو جاتے ہیں
کہ وہ عورتوں کو بھو کا ننگا رکھ کر بھی خوش رکھ سکتے
ہیں قیمت ایک روپیہ عہ ر

مرد و عورت اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آخر عمر تک زوجین تندرست رہیں گے اور انہیں وہ تجربے معلوم ہوں گے جن سے شاید اسی سال کے بوڑھے بھی ناواقف ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ ر

میاں بیوی یہ کتاب دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں زن و شوہر کے تمام تعلقات پر بحث کی گئی ہے اور ان تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جسے لوگ بیوقوفی سے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں قیمت عہ ر

نوٹ:۔ ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں ہمارے کتبخانہ سے صرف ایک کارڈ آنے پر بکفایت روانہ کی جاتی ہیں

ملنے کا پتہ۔ کتبخانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

آج کل کے مسلمان اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہیں

چونکہ اول تو مسلمانوں کو علوم عربیہ حاصل کرنے کا بہت کم موقعہ ملتا ہے جس سے مذہبی مسائل اور نکات سے واقفیت ہو سکے، دوسرے اب تک اردو میں ایسا مذہبی لٹریچر موجود نہ تھا جو اس کمی کو کما حقہ پورا کر سکے۔ اس غرض سے مندرجہ ذیل کتابیں تالیف کی گئی ہیں تاکہ مسلمان اپنے مذہب کے نکات اور ارکان اسلام کے تمام مسائل سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر سکیں۔

عقائد الاسلام

مصنفہ علامہ محمد عبدالحق صاحب محدث دہلوی جس میں مسلمانوں کے عقائد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور ان کی معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں اور زمانہ حال کی ضرورتوں کا لحاظ رکھ کر مخالفوں کے شبہات کا محققانہ جواب دیا ہے۔ قیمت علاوہ محصولڈاک عہ

اسلامی تعلیم

فقہ اسلامی کی وہ مستند اور مقبول عام کتاب جو مفتی سید محمود صاحب قادری نے کمال محنت سے مرتب فرمائی۔ فقہ اسلامی کو آسان طرز ادا میں اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ جن لوگوں کے پاس یہ کتاب موجود ہے انہوں نے کسی مولوی سے فتویٰ لینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں اس کا شہرہ ہو گیا، اپنی آسانی کے لئے علمائے کرام بھی اسے زیر مطالعہ رکھتے ہیں آپ مسلمان ہیں تو مذہب سے واقفیت بھی ضروری ہے اور مذہب کی معلومات کے لئے یہ کتاب ازبس ضروری ہے۔ قیمت مجلد تین روپے محصول ۸

فلاح دین و دنیا

ہمارے اسلامی کتب خانہ کی برابر ایک زبردست اسلامی انسائیکلو پیڈیا جو ساٹھ اسلامی ضخیم کتابوں کی روح ہے اور جس میں دس ہزار سے زیادہ دینی اور دنیاوی مسائل ہیں جن میں ایک دنیا اور دین دار کی دنیاوی اور دینی ضروریات کی ایسی کوئی معلومات نہیں ہے جو موجود نہ ہو، یہ کتاب ہندوستان جیسے غریب ملک میں بھی بیس ہزار روپے سے زائد کی فروخت ہو چکی ہے اس میں نہایت مکمل دینی تعلیم ہے جس گھر میں یہ کتاب ہے وہاں ایک زبردست عالم، ایک زبردست دنیادار اور ایک دانشمند فلاسفر موجود ہے۔ قیمت مجلد چار روپے محصول دس آنہ ۱۰

مذہبی معلومات

نئی روشنی کے ایسے لا مذہب درسگاہیں جو اپنے آپ کو مسلمان تو کہتے ہیں، لیکن اسلامی تعلیم سے ناواقف ہیں اور جب ان سے مذہب کی ناواقفیت کا سبب پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اردو میں ایسی کوئی کتاب ہی نہیں جو ہم کو مطمئن کر سکے اور کم سے کم وقت میں ہم زیادہ معلومات حاصل کر سکیں ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ مذہبی معلومات کا مطالعہ کریں جو تمام اسلامی تعلیم کی روح ہے جس میں صدہا مسائل درج ہیں جن کے معلوم کرنے کے لئے علماء کے دروازوں پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اس کتاب کو تجارتی اغراض کے لئے خواہ مخواہ ضخیم نہیں بنایا گیا۔ قیمت صرف بارہ آنہ ۱۲

تفسیر سورۂ یٰسین

یہ تفسیر اس زمانہ میں لکھی گئی ہے جو کہ بغاوت و طغیانی کا زمانہ ہے اور قدم قدم پر مذہب کے لئے عقلی دلائل مانگے گئے ہیں یہ تفسیر اس لحاظ سے بہت شاندار ہے کہ ہر بات کو معقول طریقہ پر سمجھایا ہے۔ یہ تفسیر علامہ عبدہ مصری کی تفسیر القرآن سے ماخوذ ہے اور ایسے عجیب و غریب پیرایہ میں مذہب کے اعمال کو ذہن نشین کیا گیا ہے کہ بالآخر ملحد بھی ایمان لے آتا ہے صرف تفسیر کے لحاظ سے بھی یہ تفسیر بہت اہم ہے اور ایک ایک واقعہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے گویا بہت سی تفاسیر کا عطر ہے اس کتاب میں نفس سالت پر بھی بہت ہی پر لطف بحث ہے قیمت

البیان فی علوم القرآن اردو

اس کتاب میں اسلام کے ہر مسئلہ کو مدلل پیرایہ اور فلسفیانہ رنگ میں لکھا ہے اور غیر مذاہب کے مسلمہ عقائد اور فرقہ باطلہ کی مکمل تردید آپ کو اسی کتاب میں ملسکتی ہے مصنفہ مولانا عبدالحق صاحب حقانی دہلوی حجم ۲۸۰ صفحات۔ قیمت چار روپے

تسخیر القلوب

کیا کوئی دل ہے جس پر آپ قابو چاہتے ہیں کسی کا ہو مرد کا ہو یا عورت کا ہو، خاوند کا ہو حاکم کا ہو دوست کا ہو آشنا کا ہو چھوٹے کا ہو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ آپ اس پر قابو کر لیں گے اگر آپ تسخیر القلوب منگا کر جو اس میں ہے اس کے عامل بن جائیں احباب کا مطیع کرنا، افسر پر قابو پانا مقدمات کا فیصلہ کرانا اس کتاب کے عامل کے لئے ایک بات ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ ۸ محصول

سیرت باقی

سالار نقشبندیہ حضرت خواجہ غریب نواز حضور خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ بخاری کی مفصل شرح سوانح عمری حضرت خواجہ کے تمام خلفاء کا تذکرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی روحانی تعلیم تزکیہ نفس کے سہل طریقے، مجرب المجرب اوراد وظائف حضرت خواجہ غریب نواز کی صوفیانہ قرآن حکیم کی تفسیر پڑھنی چاہتے ہو تو سیرت باقی کا مطالعہ کرو جس کے مصنف جناب پیرزادہ سید عزیز حسن بقائی دہلوی ہیں قیمت ۸ محصول ۴

تذکرۃ الاولیائے ہند اردو

کفرستان ہند میں سات سو اولیائے ہند تو ایسے ہیں جن کا حال اس کتاب میں ہے جس میں حالات و کرامات کے ساتھ اقوال اولیا کا وہ خزانہ بھی شامل ہے جو شائع نہیں ہوا۔ اندرونے یہ کتاب اپنی جگہ خود صاحب تصرف ہے اسی لئے ایک ہندو پریس نے اس کو پہلے بھی چھاپا اور اس کتاب کے ذریعہ الامال ہو گیا۔ یہ کتاب مسلمانوں کے مطالعہ کی چیز ہے تو ان کے دل و دماغ معرفت الٰہی سے منور ہونگے قیمت للعہ

فالنامہ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے احسن طریقہ ہے کہ استخارہ کر لیا کریں تاکہ اس کا انجام اگر ٹھیک ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب استخارہ قرآنی کا ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ قرعۃ الانبیا فالنامہ پیغمبران، فالنامہ اولیائے کرام، فالنامہ غوث الاعظم، فالنامہ دیوان حافظ، فالنامہ مثنوی شریف شامل کر دیا ہے، یہ فالنامہ بہت قابل قدر ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ ۸ محصولڈاک ۴

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

تفسیر حقّانی اُردو مکمل آٹھ جلد

(مصنفہ فاضل اجل علامہ مولانا مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی محدث دہلوی)

یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں پوری ہوئی ہے جس میں مذاہب کے حالات اور عالم آخرت کے اسرار اور قرآن شریف کی مصطلحات کے متعلق محققانہ بحث کی گئی ہے۔ یہ تفسیر مع اصل متن مستند اور معرکۃ الآرا مشہور تفسیر ہے، جو پچاس سال سے اسلامی دنیا میں مقبول خلائق ہے۔ اس تفسیر کی مختصر خوبیاں یہ ہیں کہ مخالفین اسلام کے جملہ اعتراضوں کا محققانہ مدلل پیرایہ میں جواب دیا گیا ہے۔ اس تفسیر سے معمولی اُردو داں سے لیکر متبحر عالم تک مستفید ہوتے اور بچے بوڑھے جوان مرد و عورت سب لوگ پڑھ سکتے ہیں، طلبا اور علماء کے لئے اس تفسیر میں علمی مباحث کے وہ دریا بہائے گئے ہیں جن کی شناوری ہر مباحث و مناظر کے لئے ضروری ہے علم تصوف اور مسائل روحانیت کو ایسا کشف فرمایا ہے کہ ذوق سلیم رکھنے والا صوفی منش انسان بیتاب ہو جاتا ہے۔ اصل کا اصلی متن جلی قلم اعراب صحیح تفسیر اُردو عام فہم نہایت سلیس بامحاورہ روایات صحیح ربط آیات ترتیب شان نزول سالقہ۔ ائمہ قصص واقعات جملہ مسائل وغیرہ سب باتیں اس تفسیر میں درج ہیں۔ اگر آپ واقعی عالم، واعظ، محقق، مناظر و صوفی بننا چاہتے ہیں تو تفسیر حقانی ملاحظہ فرمائیے جس کی مجموعی قیمت پچیس روپے علاوہ محصول ہے، اور ہر جلد کی علیحدہ علیحدہ قیمت یہ ہے پہلی جلد دو روپے پانچ دو سے آٹھ جلد تک فی جلد چار روپے علاوہ محصول ڈاک کے۔ اگر ڈاک کے ذریعہ منگاتے ہیں تو فلعہ محصول ڈاک خرچ ہوتا ہے اس لئے ریل کے ذریعہ منگائیے۔ پانچ روپے پیشگی آنے پر روانہ کی جائیگی۔

معلومات نماز

عمدہ تشریحات کے ساتھ بالکل نئے انداز میں نماز کو بہترین عبادت ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اگر صحیح معنوں میں نماز پڑھی جائے تو وہ انسان کو بہترین انسان بنا دیتی ہے۔ عنوان چند یہ ہیں۔ مذہب اسلام، عبادت، حکمت احکام عبادت کے منافع، ثمرات عبادت، ثمرات دنیا، ثمرات آخرت، تارک نماز، فضیلت نماز، نماز کے طبی فائدے امتیازی عبادت، مقصد نماز، نفلی عبادت، نماز کے وقتوں کا قرآن سے ثبوت، بے نمازیوں کی کہانیاں، نماز قرآن میں اس کے بعد تمام نمازوں کا بیان۔ ۶۰ اصفحات قیمت صرف آٹھ آنہ ۸/

اسلام کے سُورما سپاہی

یہ مفید اور اہم کتاب مصنف کی تاریخ بینی کا نتیجہ ہے کہ جس وقت وہ اپنے سحر طراز قلم سے اسلام کے بہادر سپاہیوں کے محیر العقول غیر عادنہ کارنامہ کو بیان کرتے ہیں تو بزدلوں کے دلوں میں سچی اسلامی بہادری کا بحر ناپیدکنار موجیں مارتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مسلمانوں میں اتحاد کی ایک غیر فانی لہر پیدا پیدا ہو جائیگی وہ خانہ جنگی کے طوق لعنت کو گلے سے نکال کر پھینکدیں گے۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

پیام خیّام

خمکدۂ تصوف کے چھلکتے ہوئے ساغر آج ہی نہیں بلکہ برس سے بادہ کشان تصوف کے لئے کیف اندوز ہیں آج وہ نئے ساقی کے ہاتھ سے تقسیم ہو رہے ہیں۔ یہ خیام کی رباعیاں اور ان کی دلنواز شرح ہے، مشرق کے اس سب سے بڑے فلسفی نے ایک ایک رباعی میں پوری کائنات تصوف بھر دی ہے اور صحیح معنوں میں کوزہ میں دریا بند ہیں۔ خیام کی رباعیاں وہ رباعیاں ہیں جن کی ہر ولایت میں شوق کی نگاہوں نے تاکا اور وہ مشہور ہوگئیں کہ ہر زبان میں دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ یہ کتاب اُردو کی سب سے پایہ شرح اور سب سے زیادہ نفیس اور عمدہ ہے قیمت عہ/

عملیات

اس وقت تک عملیات کو غیر مستند کتابوں نے بدنام کر رکھا تھا، اس کتاب میں پانچسو سے زیادہ ایسے مستند اعمال، اشغال اور عملیات ہیں جو اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے زیر عمل رہے ہیں۔ اس میں فن کی حیثیت سے عمل پڑھنا نقش لکھنا اور تمام اعمال کے متعلق ضرور باتیں درج ہیں قیمت تین روپے

حکایات الصالحین اُردو

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی عمدہ عمدہ حکایتیں ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

خواب نامہ صدیقی

آپ کے خواب کی تعبیر کیا ہے، یہ بات دریافت کرنے کیلئے آپ کس قدر مشوش رہتے ہیں۔ جب آپ کے گرد و پیش کوئی صحیح تعبیر بتانے والا نہیں ملتا اول تو لاکھوں میں کوئی ایک آدھ ایسا کامل ہے جو صحیح تعبیر دے سکے اس لئے اگر آپ خواب کے مضر و مفید اثرات معلوم کرنا چاہیں تو خوابنامہ صدیقی پاس رکھئے اس میں خواب کی قسمیں قابل ذکر قابل تعبیر خواب دونوں کے اثرات پیٹ کی خرابی، فلسفہ خواب اور خواب کے متعلق صدہا مضامین ہیں قیمت عہ محصول

درس معاشرت

مایہ ناز انشاء پرداز کے نو پر کیف عبرت خیز دلچسپ اور سبق آموز افسانوں کا دلکش مجموعہ ہے ہر ایک افسانہ اسلامی طرز معاشرت کی بولتی تصویر ہے افسانہ کے پیرایہ میں مسلمانوں کی نہایت مؤثر الفاظ میں اصلاح رسوم کی اصلی تعلیم دی گئی ہے کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت ۸۰ صفحات قیمت باوجود اتنی خوبیوں کے صرف آٹھ آنہ رکھی گئی ہے۔

سیّدہ کا لال

اس شاہکار سجدی علّامہ راشد الخیری کا لکھا ہوا شہادت نامہ جس کے فرضی اصلاحی قصے پڑھنے سے دل ہل جاتے ہیں اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کا واقعہ شہادت تو اپنی جگہ خود ہی بیحد الم انگیز ہے اب اس کا تصور کیجئے کہ یہ درد انگیز حالات جب علامہ کے قلم سے لکھے گئے ہوں تو ہے کوئی سخت سے سخت دل انسان جو اس کا دعویٰ کرے اس کتاب کا ایک ہی باب بلا روئے پڑھ لیگا۔ یقین فرمائیے کہ خونریزی کربلا پر یہ کتاب پہلی اور آخری ہے جو شخص بلا روئے کتاب ختم کرے وہ دام واپس لے لے قیمت ڈیڑھ روپیہ محصول ۷/

یُوسف ناہید

اسلامی تاریخ کا ایک درد انگیز واقعہ جس میں مسلمانوں کی سرفروشی کے ساتھ ساتھ حسن و عشق کی بھی داستان ہے اس سے دلچسپ ناول شاید ہی آپ کی نظر سے گذرا ہو قیمت ۱۲/

کلید مراد

دُعائیں مانگنے اور مرادیں حاصل کرنے کے طریقے، کلام اللہ اور احادیث سے اخذ کر کے درج کیے گئے ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

ملنے کا پتہ: کتب خانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

[illegible] دعائیں قبول نہیں ہوتی

… آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے اور آداب سے … ہیں، مگر آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے واقف ہو جائیں … دعا قبول ہوگی اور ضرور ہوگی، اس لئے کہ قرآنی … پڑھیے، اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے کے بعد … لا رساحب دلاد بن جاتے ہیں غریبوں کو افلاس سے … ت مل جاتی ہے، مقروض قرضہ سے سبکدوش ہو جاتے … اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ ہدیہ آٹھ آنہ ۸ر

آپ سے کون خفا ہے؟

… ن منانے سے نہیں منتا؟ آپ کسے اپنا مطیع اپنا فریفتہ اپنا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں، وہ کوئی عورت ہو … کوئی بوڑھا ہو کوئی آقا ہو کوئی حاکم ہو، آپ کا … سخر ہو سکتا ہے، اگر آپ اس عجیب غریب طلسمی کتاب عمل تسخیر کو ملاحظہ کریں، اور اس کی ہدایتوں پر عمل … ہر عمل کی ترکیب نہایت آسان ہے قیمت آٹھ آنہ ۸ر

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے اس میں صرف تین چھوٹے چھوٹے لفظ تو یز کر دیئے ہیں اُن سے جس بحر کی تقطیع کرلو۔ بس اگر آپ شاعر بننا چاہتے ہیں تو کتاب **فن شاعری** منگائیے قیمت ۸ر

غزلیات علم مجلسی کے پانچویں حصہ میں غزلیات ہیں مگر وہ غزلیں جو ہزاروں لاکھوں غزلوں میں انتخاب کی گئی ہیں۔ قیمت ۸ر

فن تسخیر دلوں کو مسخر کرنے والے اخلاق و آداب سکھانے والی کتاب۔ قیمت آٹھ آنہ ۸ر

فن تقریر۔ تقریر اور گفتگو کرنے کے مفید اصول ۸ر

اولاد کی تربیت بچوں کو بُری عادتوں سے بچانے اور اُن کے اخلاق و عادات درست کرنے کے لئے ایک عمدہ کتاب۔ قیمت ایکروپیہ

بیوی کے فرائض عورت پر بیوی بننے کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا صاف اور مشرح بیان۔ قیمت ۸ر

فیضان قدسی آیۃ الکرسی کے فضائل و اعمال ۸ر

طوفان زندگی بسش نہایت مفید و دلچسپ اخلاقی افسانے قیمت عمر

صدائے اصلاح مسلمانوں کو خدا ترس، پابند مذہب، بہادر، طاقتور، تعلیم یافتہ، باکار اور متمول بنانے والی اصلاحی کتب۔ قیمت عہ

تصویر معاشرت نو نہایت مفید، عبرت خیز اصلاحی افسانے قیمت ایک روپیہ عہ

زندگی کی صبح و شام دس دلدوز انگیز اخلاقی افسانے قیمت ایک روپیہ عہ

پتھر سے ہیرا قصہ کے پیرایہ میں تبلیغ قیمت عہ

قتل بہرام۔ ایک پُر اسرار قتل کے حیرت انگیز حالات ۹ر

لیلائے نجد۔ ایک نہایت عجیب رنگین افسانہ ۸ر

دو درویش۔ دو درویشوں کی نہایت دلچسپ سرگذشت

تصانیف مصور غم علامہ راشد الخیری!

آمنہ کا لال۔ اُردو زبان میں مولود شریف کی مستند کتاب عہ
سیدہ کا لال۔ شہادت کی مفصل و مکمل تاریخ اور مراثی کربلا مع امام اول دوم سوم
صالحات۔ ایک لڑکی کے حالات بطرز ناول اُردو عمر
شب زندگی۔ اصلاح نسواں کے سلسلہ میں مشہور و معروف کتاب قیمت ہر حصہ عمر
نسوانی زندگی۔ چار سبق آموز و نتیجہ خیز افسانے قیمت ۸ر
جواہر قدامت دو بہنوں کی جگر خراش کہانی قیمت ۸ر
طوفان حیات بترک قبر پرستی، پیر پرستی، رسوم کی پابندی کے خلاف معرکۃ الآرا تصانیف قیمت ایک روپیہ عہ
تمغہ شیطانی سات نہایت دلچسپ کیرکٹر، صد درجہ دلآویز نتیجہ خیز افسانے ۸ر
ستونتی ایک شریف بیوی کا قصہ جو اپنے کارناموں سے حیرت میں ڈالیگی
مودودہ محروم وراثت لڑکی کا درد و غم بھرا سبق آموز قصہ ۸ر
انگوٹھی کا راز تین مختلف الخیال لڑکیوں کی دلچسپ کہانی ۸ر
تفسیر عصمت خلع و ارتداد پر مشتمل فسانہ پُر مذاق نصیحت خیز ۵ر
منازل ترقی۔ ترقی کی دھن، لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں انسان کیا کر بیٹھتا ہے قیمت ۴ر
بچہ کا کرتہ ایک عاشق زار بد نصیب کی ناکام محبت ۴ر

ویڈیا کی سرگذشت یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو کھینچ دیا ہے قیمت ۴ر
بیلہ میں میلہ غدر کی ماری شہزادیوں کی جگر دوز داستان باتصویر عہ
جوہر عصمت۔ ۱۲ سبق آموز، درد انگیز، نتیجہ خیز افسانے ۸ر
سیلاب اشک۔ ۸ نہایت دلآویز سبق آموز عبرتناک افسانے پیرا نسانہ باتصویر۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲ر
طوفان اشک۔ ۲ دل ہلا دینے والے مؤثر افسانے عہ
روداد قفس۔ دو درد انگیز نظمیں جن کا ایک ایک شعر رلا دینے والا ہے ۴ر
گرفتار قفس۔ اس وقت تک کی نظموں کا مجموعہ ۳ر
نوبت پنج روزہ۔ یادگار ظفر بہادر شاہ دہلی کے پانچ دن اور غدر کے حالات۔ قیمت ۸ر
ولایتی شہزادی۔ نہایت ہی پُر لطف قصہ سنتے سنتے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ قیمت صرف چھ آنہ ۶ر
نانی عشو۔ اس قدر دلچسپ تاریخی افسانہ کہ ختم کئے بغیر نہ چھوڑیں ۸ر
امین کا دم واپسیں۔ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قیمت ۳ر
قلب حزیں۔ ۲۳ دلآویز مختصر مضامین نظم و نثر کا مجموعہ ۳ر
وداع خاتون۔ محترمہ خاتون اکرم کی جوانا مرگی پر علامہ مغفور کے آنسو ۵ر
گلدستہ عید سبق آموز افسانوں و مضامین کا مجموعہ خاص رمضان اور عید کی کتاب قیمت ۸ر
شہید مغرب۔ طرابلس، مراکش اور ہندوستان میں مسلمانوں کی خون کی ندیاں۔ قیمت عہ
عروس کربلا میدان کربلا کے دردناک حالات دل کے پھپھولے پھوڑنے والا ۸ر
دُر شہوار۔ ایران سیستان یا زندران کی لڑائیوں کا ہولناک قصہ ۸ر
محبوبۂ خداوند تسخیر طرابلس کے سلسلہ میں مسلمانوں کا جوش ایمانی عیسائی راہب کی سیاہ کاریاں قیمت دو آنہ ۲ر
منظر طرابلس۔ مذہبی پیشوا کے سیاہ اعمالنامے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمانوں کی فتوحات ۸ر
شہنشاہ کا فیصلہ۔ عہد عباسیہ کے بغداد کا دلآویز فسانہ ۴ر
سودائے نقد۔ جولن لڑکی کی شادی کرنے کے دردناک نتائج ۵ر

[illegible]

تصانیف قاری سرفراز حسین عزمی

طوائفوں کی پراسرار زندگی کے فریب سے خبردار کرنیوالے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول جن کو پڑھ کر نوجوان لڑکے چوکنے ہوجاتے ہیں، بزرگ اپنی بے راہ رو اولادوں کی اصلاح کر سکتے ہیں، بیویاں خاوندوں کی بے توجہی کے اسباب سمجھ جاتی ہیں اور رنڈیاں نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں یہ آٹھ ناول ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

شاہد رعنا۔ ایک ڈیرہ دار طوائف کی خودنوشت سوانح عمری قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ؏

سعید ایک مسلمان اور پاتر کے حسن وعشق کی داستان ۸

سعادت۔ دہلی کی ایک مشہور تعلیم یافتہ طوائف کے نہایت دلچسپ حالات۔ قیمت آٹھ آنہ ۸

سراب عیش۔ طوائف سے نکاح کرنیکے عبرتناک نتائج ۸

سزائے عیش۔ ایک شریف گھر اور ایک طوائف کے کوٹھے کا موازنہ ۸

انجام عیش۔ پاکیزہ زندگی اور آوارگی کے مختلف پہلو ۱۱

بہار عیش۔ ایک ڈیرہ دار طوائف کی توبہ ۸

خمار عیش۔ قیمت آٹھ آنہ ۸

تصانیف ضیاء الملک ملا رموزی

شفاخانہ۔ ملا رموزی صاحب کے ان دلکش مضامین کا مجموعہ ہے جس میں بخار، کھانسی، زکام، مراق، آپریشن غنودگی اور درد دل کے عنوانات سے ان امراض پر وہ ہنسانے والے مضامین ہیں جو اردو میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ گلابی اردو کا دیباچہ خاص چیز ہے صفحات ۲۰۰ ؏

عورت ذات۔ یہ کتاب ملا رموزی کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ محققانہ اور علمی ظرافت کا نمونہ ہے اس میں تمام دنیا کی بیویوں کے مقابل ہندوستان کے کل طبقات کے میاں بیوی کے مکمل حالات اس انداز سے لکھے ہیں کہ پڑھیے اور حقیقی ظرافت پر وجد کیجیے صفحات ۲۹۴ قیمت ؏

لاٹھی اور بھینس غم، افسردگی، رنج اور پریشانی کو دور کرکے مسرت، خوشی اور لطف سے بھر دینے والی کتاب۔ ملا رموزی نے جو بھینس خریدی ہے اس کا تفصیلی قصہ ہے جس میں عورتوں کی عجیب وغریب زندگی کا نقشہ پیش کیا ہے صفحات ۱۴۴۔ قیمت ؏

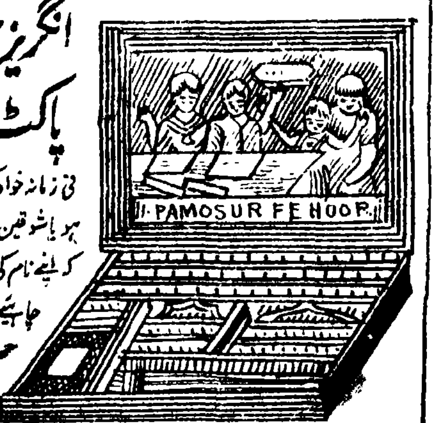
زندگی۔ رنج وغم دور کرکے مسرت وشادمانی پیدا کرنیوالی کتاب ؏

ان کے علاوہ

جملہ تصانیف۔ سرسید، مولوی ذکاء اللہ، مولانا حالی، علامہ سر اقبال، سید سلیمان ندوی، عبدالسلام ندوی، مرزا سجاد بیگ دہلوی، مولوی نذیر احمد، مولوی بشیرالدین احمد، خلیق دہلوی، فراق دہلوی، مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی، ملا رموزی، نیاز فتحپوری، منشی پریم چند، سدرشن، عظیم بیگ چغتائی، خواجہ حسن نظامی، ڈاکٹر سعید احمد بریلوی، سید ظہور احمد، علامہ مضطر دہلوی، شوکت تھانوی، انصار ناصری بی اے، محمد حسین آزاد، علامہ شبلی نعمانی، مولوی عبدالحلیم شرر اور جملہ مطبوعات انجمن ترقی اردو، دارالمصنفین، مکتبہ جامعہ ملیہ، ساقی بک ڈپو، مطبع مجتبائی دہلی، لکھنو، کانپور، لاہور، مصر وغیرہ غرضیکہ مشہور مصنفین کی تمام مستند عربی، اردو، فارسی وغیرہ کتابیں ہم سے بکفایت مل سکتی ہیں۔ ہمارے کتبخانہ کی فہرست مفت طلب کیجیے۔

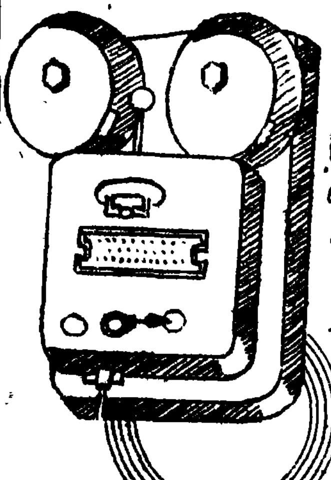
منیجر کتب خانہ علم وادب دہلی

انگریزی حروف کا پاکٹ پریس



فی زمانہ خواہ کوئی کاروباری ہو یا شوقین ہر شخص کا خیال ہوتا ہے کہ اپنے نام کی مہر ضروری ہونی چاہیے، لفافہ کارڈ بھی چھپا ہوا ہونا چاہیے مگر یہ سب سامان چھپوانے میں دقت ہوتی ہے اور خرچ زیادہ ہوتا ہے، ان ضرورتوں کو یہ پاکٹ پریس پورا ہو سکتا ہے اس کے حروف خوبصورت اور صاف ربڑ کے بنے ہوئے ہیں جو برسوں کام دیتے ہیں۔ پریس نمبر ۱ جس میں چھوٹے بڑے حروف معہ ہندسہ کے ساڑھے تین سو ہوتے ہیں۔ مع ضروری سامان کے ؏

نو ایجاد گھنٹی



یہ خوشنما، پائیدار گھنٹی حال ہی میں آئی ہے، جس میں تقریباً دس گز لمبا تار اور گھنٹی بجانے کا ربڑ کا آلہ لگا ہوا۔ گھنٹی اپنے کمرے میں لگا لیجیے اور آلہ باہر دروازہ پر آنیوالے کو چیخنے پیٹنے کی ضرورت نہیں صرف ربڑ کا آلہ دبانے سے گھنٹی زور سے بجنے لگیگی۔ یہ ہر شخص کے لئے کارآمد چیز ہے اور اس گھنٹی میں نہ بجلی کی ضرورت نہ بیٹری کی باوجود اتنی خوبیوں کے قیمت صرف تین روپے آٹھ آنہ ہے ؏

ڈیٹ پرنٹر یعنی تاریخ چھاپنے کی مہر



اس مہر میں تاریخ، مہینہ اور سنہ وغیرہ تراش کر بہت عمدگی سے آویزاں کئے گئے اور اس کے چھلے کو گھما کر جو سنہ اور تاریخ چھاپنا ہو چھاپ لیجیے

بجلی کا جیبی لیمپ



یہ نہایت خوبصورت اور بڑا ہی کارآمد ہے۔ کھٹکا دباتے ہی فوراً بجلی کی روشنی پیدا ہوجاتی ہے ہر جگہ سیر شکار میں پاس رہنا چاہیے ستونما روشنی والا ؏

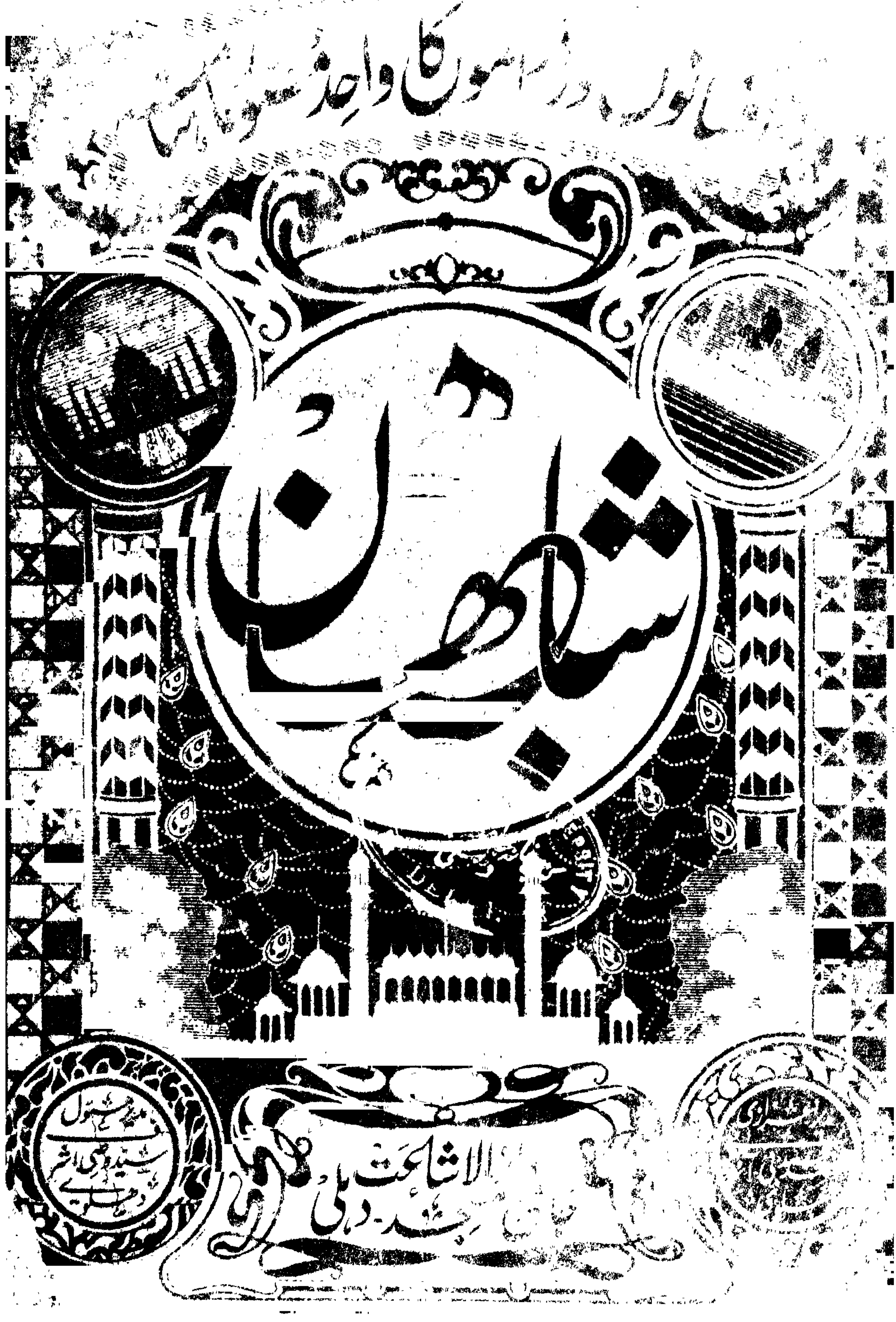
ملنے کا پتہ:۔ ایس، ڈبلیو، اشرف اینڈ کو چوڑیوالان اسٹریٹ دہلی

(نوٹ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار)

REGD. No. L. 3248



Printer and Publisher :—
SYED WILLAYAT HUSAIN, JAMA MASJID, DLEHI.
Cover Printed at the Calcutta Art Press, Delhi.


کا واحد
شاہجہان
مدیر مسئول
سید وصی اشرف
دہلوی
الاشاعت
دہلی

کھٹ پا بہادر

چغتائی صاحب کے مخصوص طرز تحریر کا تازہ ترین شاہکار

نہایت ہی پر مذاق اور مضحک انگیز پلاٹ ہے۔ مصنف اپنے شوخ اور مذاقیہ طرز بیان کے ساتھ ساتھ لکھران اعظم کے محلوں کے جگمگاتے کمروں میں عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں کے ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائے گا یہ بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرز بیان کی شوخی اور بذلہ سنجی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا چڑھا ہے۔ کھٹ پا بہادر کو پڑھکر آپ سفستر کے دربار حرامپور کو بھول جائیں گے۔ بہترین لکھائی چھپائی فوٹو بلاک کا رنگین سرورق اور قیمت ان تمام خوبیوں کے بمقابل بالکل مفت یعنی صرف ایک روپیہ (عہ) مجلد عہ محصول ڈاک ۵ر

کولتار اس کے بعض حصے ہنسانے والے اور بعض ہنسانے والے اور بعض پر اسرار ہیں۔ قیمت ۶ر

وہمپائر ایک دوشیزہ کی عصمت ریزی کا عجیب و غریب درد انگیز و مضحکہ خیز قصہ قیمت .. ۶ر

شریر بیوی ایک شوخ لڑکی کی داستان جسکو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ قیمت ..... عہ

فل بوٹ حسن و عشق کا بیحد دلچسپ مختصر ناول جذبات و تاثرات کا دل آویز مرقع قیمت ... عہ

روح ظرافت صحیح معنوں میں ظرافت کی روح ہے آٹھ نہایت دلکش افسانوں کا مجموعہ مجلد عہ

مرزا جنگی لکھنو کی پرانی تہذیب اس دلآویز ڈرامہ میں دیکھکر ہنستے ہنستے لوٹ جائیں قیمت ۱۲ر

دیکھا جائیگا شائقین کے بیحد اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ قیمت خوبصورت جلد کی عہ

روح لطافت جذبات لطیف کی روح ہے

آٹھ بیحد دلچسپ و عبرت انگیز افسانے عہ

جنت کا پھول یہ افسانہ بھی اس قدر پسند کیا گیا ہے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا ہے۔ قیمت ۱۲ر

تفویض ایک گریجویٹ خاتون کی شادی ایک مسجد کے ملا سے ہو جاتی ہے اس کے عجیب و غریب نتائج ۵ر

قرآن اور پردہ آیات قرآنی کے حوالوں سے بتایا گیا ہے صحیح پردہ کیا ہے اور رسمی پردہ کیا ہے۔ قیمت .... عہ

حدیث اور پردہ صحیح احادیث کے حوالوں سے پردہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ نہایت ضروری کتاب ۵ر

نجمہ نوری مصنفہ انضار علی صاحب ناصری۔ ماں کی مامتا سے متعلق ایک دلدوز تمثیل جس کو پڑھکر آپ اپنے آنسو نہ روک سکیں گے قیمت۔ ۱۲ر

چندر موہنی مصنفہ انضار علی صاحب ناصری۔ حسن و عشق کی داستان مگر پاک محبت کے لطیف جذبات

حسرت ناک انجام قیمت .... عہ

چار چاند مصنفہ ناصر نذیر فراق دہلوی مرحوم کا مجموعہ مضامین دلی کی ستھری ستھری بول چال کا اعلیٰ نمونہ قیمت ۸ر

سلمیٰ مترجمہ انضار علی صاحب شہرہ آفاق ادیب آسکر وائلڈ کی مشہور تمثیل کا لاجواب و کامیاب ترجمہ قیمت ۵ر

اخوان الشیاطین مصنفہ مرحوم علامہ مضحک افضل حسین صاحب چشتی۔ سات سائنٹفک افسانوں کا مجموعہ بیحد دلکش مجموعہ۔ آپ کے مطالعہ کے بعد رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ قیمت ...... عہ

تعلیم زدہ بیوی مصنفہ فضل حق صاحب قریشی۔ اس ڈرامہ کو پڑھکر آپ اپنی ہنسی نہ روک سکیں گے۔ عبرت انگیز انجام قیمت... ۸ر

ید قدرت مصنفہ علامہ مضحک صاحب دہلوی کا ایک طویل نامکمل افسانہ ۵ر

ملنے کا پتہ۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُشاہدات

کسی زبان میں عمدہ جرائد و رسائل کا شائع ہونا اُس زبان کی زندگی کا ثبوت ہے۔ اُردو زبان میں بڑے اچھے اچھے رسالے شائع ہو رہے ہیں جو ہندوستان کی کسی اور زبان میں شائع نہیں ہوتے۔ اِسی سے اُردو کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پنجاب نے اُردو کی جو خدمت کی ہے اور کر رہا ہے اس کا فیاضانہ اعتراف نہ کرنا تنگدلی کی بدترین مثال ہوگی۔ پنجاب نے اُردو کی ترویج و ترقی کیلئے جہاں اور بہت سی راہیں نکالیں وہاں اعلیٰ درجے کے رسالے اور اخبارات بھی جاری کئے تاکہ ان محسوس یادگاروں سے اُردو کی شاندار ترقی کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ پنجاب نے صحافتِ اُردو کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا؟ آپ زیادہ دُور نہ جائیے صرف دس بارہ سال پہلے ہی آپ دیکھ لیں کہ ادبی رسائل کا کیسا کال پڑا تھا۔ پھر ہمایوں نکلا اور بڑی دھوم سے نکلا۔ اُس نے ایک خاص روش اختیار کی اور اس جمود کو توڑا جو صحافتِ اُردو پر طاری تھا۔ ہمایوں کا اجراء اُردو کے لئے ایک نیک شگون تھا۔ اس کے بعد ہی اسی طرز کے اور کئی پرچے نکلے مگر اُس معیار کو نہ پہونچ سکے جو ہمایوں نے قائم کیا تھا۔ ان میں سے اکثر کو فضا راس نہ آئی اور جو بچے کھچے تھے وہ اس نہج پر قائم نہ رہ سکے۔ جسے اُنہوں نے ابتداءً اختیار کیا تھا۔ ادارۂ ہمایوں مستحق آفرین ہے کہ اس کے پائے استقلال میں اب تک کوئی لغزش نہیں آنے پائی۔ گذشتہ مہینے میں ہمایوں کا افسانہ نمبر شائع ہوا جسے اگر ادبی کارنامہ موسوم کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اچھے افسانوں پر بڑے بڑے انعامات دئے گئے ہیں۔ اس طرح اچھے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ دلکش رنگین تصویریں اور افسانوی نظیر اس خاص نمبر کی خاص چیزیں ہیں۔ یہ نادر مجموعہ صرف دس آنے میں خریدا جا سکتا ہے اور مستقل خریداروں کو مفت دیا جا رہا ہے۔

شاہجہاں کا نقشِ ثانی آپ کے پیشِ نظر ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ نقشِ اوّل سے کہیں بڑھ چڑھ کر شائع ہوا ہے۔ برادرم شاہد احمد صاحب اور جناب آغا محمد اشرف صاحب کے ڈرامے، چغتائی صاحب کا مزاحیہ افسانہ جناب ظفر قریشی اور جناب میرزا ادیب کے بلند پایہ تراجم، جناب صادق الخیری جناب سید محمود مؤرخ اور جناب طاہر قریشی کے افسانے۔ ان سب کا یکجا جمع ہونا لائقِ رشک ہے۔ اس دفعہ ہم دو نامور خاتونوں کے مضامین بھی شائع کر رہے ہیں۔ اس سے آپ سمجھ سکیں گے کہ شاہجہاں صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی مقبول ہو رہا ہے۔

جناب کوکب شاہجہاں پوری کے ہم بہت ممنون ہیں، کہ آپ کی مسلسل جنبشِ قلم سے شاہجہاں مُزین ہوتا رہتا ہے۔

سید وصی اشرف

فہرستِ مضامین

جلد ۲ — نمبر ۲

(ایک ایکٹ کا ڈرامہ)

بازگشت

شاہد احمد بی۔ اے (آنرز) دہلوی

افرادِ تمثیل

انجم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شوہر

بلقیس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیوی

منظرِ اوّل

(بلقیس منزل کا ایک کمرہ۔ صبح ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد۔ میاں بیوی آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ انجم کے سامنے خطوں کا ڈھیر۔)

بلقیس۔ انجم آج تو تمہارے نام کی ڈاک بہت زیادہ ہے۔ (ایک خط کو معنی خیز نظروں سے دیکھتی ہے۔)

انجم۔ (بے توجہی سے) ہاں ــــ اگر تعداد یونہی بڑھتی گئی تو مجھے ایک سکریٹری رکھنا پڑے گا۔

بلقیس۔ مگر اس صورت میں تمہارے چند خطوط ــــ میں چند خطوط کہہ رہی ہوں ــــ پر "خانگی" ضرور لکھا ہوا کریگا۔ تاکہ دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ صرف تمہاری ہی ذات سے متعلق ہیں۔ ہے نا انجم؟

انجم۔ (کچھ پریشان ہو کر ہنستے ہوئے) کیسی تیز ہیں تمہاری آنکھیں! یہ خط جس کی طرف تمہارا اشارہ ہے (بے توجہی ظاہر کرتے ہوئے سب سے اوپر کے خط کی طرف دیکھتا ہے۔) فرخندہ کے پاس سے آیا ہے۔ (خط کھولکر جلدی جلدی لبے پڑھتا ہے۔) ہم دونوں کیلئے اس کا مضمون واحد ہے۔

بلقیس۔ پھر بھلا اس پر اس قدر جلی حروف میں "خانگی" کیوں لکھا ہے؟۔

انجم۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ تم جانتی ہو کہ فرخندہ کس قدر شریر ہے ــــ

بلقیس۔ (ناراض ہو کر) اور کسقدر بیباک۔

انجم۔ بلقیس تم تو ناحق اس کی طرف سے بدگمان ہو۔ اور شاید یہ بدگمانی ہی تمہارے جلنے کا سبب ہے۔

بلقیس۔ میں کیوں جلنے لگی؟ جلیں میرے دشمن۔ کوئی بات بھی ہو جو میں اس سے جلوں!۔

انجم۔ (جلدی سے) ہاں تم جانتی ہو کہ کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو فرخندہ کو اس وقت سے جانتا ہوں جبکہ وہ گلیوں میں دوڑی دوڑی پھرتی تھی۔ (خط میں سے پڑھکر سناتا ہے۔) لکھا ہے "بلقیس کو اپنے ساتھ ضرور لانا......"!

بلقیس۔ (غصہ سے) کسقدر بدتمیزی سے بلاوا دیا ہے۔ تم خود محسوس کر سکتے ہو کہ میں اس پر صاد نہیں کر سکتی۔

انجم۔ (طنزیہ) دیکھا میں نے ٹھیک کہا تھا تم اس سے جلتی ہو۔ (ہنسکر) میرے ساتھ کی کھیلی ہوئی لڑکی ہے۔ کیسی مضحکہ خیز بات ہے!

بلقیس۔ (حقارت سے) تم سچ کہتے ہو۔ اس سے جلنا یقیناً مضحکہ خیز بات ہے۔ ہاں ذرا ٹھہرو ــــ (سوچتے ہوئے) تم اور وہ تقریباً ایک ہی عمر کے ہو۔ ہے نا؟۔

انجم۔ ہاں، میرا تو یہی خیال ہے۔

بلقیس۔ خوب! میں جانتی تھی کہ میرا اندازہ غلط نہ ہوگا۔ بیچاری! (ترس کھاتے ہوئے) اب تو وہ غریب چالیس کے پیٹے میں ہوگی۔ کیونکہ تمہارے ساتھ کی کھیلی ہوئی ہے۔

انجم۔ (بگڑ کر) کیسی فضول باتیں کر رہی ہو بلقیس! فرخندہ کی عمر تو تیس بھی نہیں ہے۔ (اُٹھتے ہوئے) اچھا اب مجھے جانا چاہیئے۔ مجھے ایک صاحب سے کلب میں ملنا ہے اور تیسرے پہر کو ایک پارٹی میں شریک ہونا ہے۔ جلدی بتاؤ تم فرخندہ کے ہاں چلوگی یا نہیں؟۔

بلقیس۔ (کھڑے ہوتے ہوئے) پہلے مجھے فرخندہ کا خط دکھاؤ تاکہ میں کوئی فیصلہ کر سکوں۔ (خط لینے کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہے۔)

انجم۔ (خط کو جلدی سے اپنی جیب میں رکھتے ہوئے) چلو چھوڑو ان باتوں بلقیس! کبھی میں بھی تمہارے خطوں کو دیکھنے کی خواہش کرتا ہوں؟ ــــ اور یہ بھی تمہیں یاد ہوگا کہ ہم نے شادی کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی باتوں میں دخل نہ دیں گے۔

بلقیس۔ (تیوری چڑھا کر) یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم نے یہ فیصلہ کیا تھا تاکہ تمہارے خودغرضانہ ارادوں کی تکمیل ہوتی رہے۔

انجم۔ تم خواہ مخواہ بات بڑھا رہی ہو۔ لو یہ رہا خط۔ پڑھ لو۔ (خط نکالکر غصہ سے اس کی طرف پھینکتا ہے۔)

بلقیس۔ (خط نکال کر پڑھتے ہوئے) اس خط کو دیکھکر کوئی یہ سمجھے گا کہ تم ہی کی عنقریب شادی ہونے والی ہے۔ اور بھلا آخر میں اس نے یہ کیا لکھا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ "دیکھو تم ضرور آنا۔ مجھے تم سے چند ضروری باتیں کہنی ہیں؟" تم نے کے نیچے خط کھینچکر اسے خواہ مخواہ کیوں نمایاں کیا ہے؟

بلقیس۔ [illegible] اب مجھ سے برداشت نہیں کر سکتی۔ میں وہاں ہرگز نہیں جاؤں گی۔

انجم۔ (عجیب بیں اٹھا رکھتے ہوئے) خیر تمہاری مرضی۔ میں جلدی سے ذرا جا کر انہیں پہنچا کر آؤں۔

بلقیس۔ (دوسری طرف دیکھتے ہوئے) تھا اور پر نہیں ہے۔ میں اُسے کل وہاں ان کے ہاں چھوڑ آئی تھی۔

انجم۔ (تعجب سے) خیر تو ہے؟ کل تک تو اچھا بھلا تھا۔

بلقیس۔ (جلدی سے) ویونہی ذرا تبدیلیٔ آب و ہوا کے لئے اُسے وہاں چھوڑ آئی ہوں۔

انجم۔ خیر۔ خدا حافظ۔ خوش باش۔ (کمرے میں سے تیزی سے نکل جاتا ہے۔)

بلقیس۔ (اپنے کمرے میں ٹہلتی ہے) کیسی بیہودگی اور بدتمیزی ہے مجھے بات کہنے لگے ہیں! لیکن میرے ہاتھ میں بھی اُن سے انتقام لینے کی قوت ہے۔ مجھ سے بے رخی برتنے کی سزا میں انہیں دے سکتی ہوں اور پھر وہ اپنے کئے پر پچھتائیں گے۔ مجھے چھوڑ کر فرخندہ کا دم بھرنا! اس کا مزہ میں چکھاؤں گی۔

(میز کی دراز کھول کر ایک خط نکالتی ہے اور پڑھتی ہے۔) اس پر عمل کروں یا نہ کروں؟ اس سے شیریں انتقام اور کیا ہو سکتا ہے؟ وہ اس کے مستحق ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انہیں اس کی پروا بھی ہوگی یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ وہ کہیں "چلو اچھا ہوا۔ پاپ کٹا" اور پھر اس سے شادی رچالیں۔ (خط پڑھتی ہے):-

"اسٹیشن پر میں تمہارا منتظر رہوں گا۔ وہاں سے ہم دونوں کہیں دُور بہت دُور روانہ ہو جائیں گے۔ تمہارا بچہ بھی ہمارے ساتھ ہوگا اور تم مجھ پر یقین کرو کہ میں اُس سے ایسی ہی محبت کرونگا جیسی کہ کوئی اپنے پیٹ کی اولاد سے کرتا ہے۔ دیکھنا مجھے مایوس نہ کرنا بلقیس۔ میں کب سے اور کسقدر صبر سے اس فراق کو برداشت کر رہا ہوں اور تمہاری محبت میں مر رہا ہوں؟ فراموش نہ کرنا!"

(خط کو اپنے ہاتھ میں مسل ڈالتی ہے) میں جاؤنگی۔ ضرور جاؤنگی۔ میں ایسی مظلوم و مجبور زندگی اب نہیں گزار سکتی۔ یا اللہ تو میری مدد کر۔ یا اللہ تو مجھے معاف کیجیو۔ (کمرے میں سے تیزی سے نکل جاتی ہے۔)

منظر دوم

(دوسرے دن صبح کو اُسی کمرے میں۔ انجم اکیلا بیٹھا ہے۔)

انجم۔ آج بلقیس ابھی تک نہیں اٹھیں۔ شاید پھر سر میں درد ہو گیا ہوگا۔ انہیں درد سر کا عارضہ ہے۔ جب میں انہیں بتاؤں گا کہ فرخندہ نے مجھ سے ملنے پر اس قدر اصرار کیوں کیا تھا تو وہ ہنستے ہنستے لوٹ جائیگی۔ (مسکرا کر) شریر فرخندہ!

(بلقیس کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ چہرہ زرد ہے اور اس پر بے خوابی کے آثار نمایاں ہیں۔ چال سے معلوم ہوتا ہے کہ تھک کر چور ہو رہی ہے۔)

انجم۔ خیر تو ہے بلقیس! تم اس قدر تھکی ہوئی کیوں ہو؟ کیوں پیاری بلقیس اس اضمحلال کا سبب کیا ہے؟ مگر خیر میں تمہیں ایسی خبر سناؤں گا کہ تمہارے رخساروں کا کھویا ہوا رنگ واپس آجائے گا۔ بھلا سوچو تو سہی فرخندہ نے مجھ سے کیا کہا ہوگا؟ دیکھوں تمہارا قیاس کہاں تک صحیح نکلتا ہے۔

بلقیس۔ انجم۔ اس وقت فرخندہ کا ذکر نہ نکالو۔ میں ––– میں بہت علیل ہوں۔

انجم۔ (ہنستے ہوئے) مگر میں تو تمہیں بتاؤں گا۔ اُس کی شادی اختر سے ہونے والی ہے۔ جانتی ہو نا اختر کو؟ وہی میرے دوست! بڑا گدھا ہے۔ اور اس لائق ہرگز نہیں ہے کہ اس کی شادی شریر فرخندہ سے ہو جائے۔ شادی کا طے کرنے کے لئے اختر اور اُن کے خاندان کے کچھ اور لوگ آئے ہوئے تھے۔ بڑی بے لطفی سی رہی۔ اچھا ہوا تم نہیں گئیں۔

بلقیس۔ (گھٹی ہوئی آواز میں) انجم، مجھے بھی تم سے کچھ کہنا ہے۔ (چاروں طرف خائف نظروں سے دیکھکر) اخبار آگیا یا نہیں؟

انجم۔ نہیں، آج کچھ دیر ہو گئی۔

بلقیس۔ (پریشان ہو کر اسکی طرف مُڑتے ہوئے) ایک بہت خوفناک سانحہ ہو گیا ––– ریل کا ––– کل رات کو۔

انجم۔ اچھا! تم سے کس نے کہا۔

بلقیس۔ میں خود اس میں شامل تھی۔

انجم۔ (چونک کر) کیا کہا؟ تم خود اس میں شامل تھیں؟

بلقیس۔ (اٹک اٹک کر) میں ––– بھاگ گئی تھی ––– گھر سے ––– کل رات کو ––– انجم –––

انجم۔ بھاگ گئی تھی! یا اللہ! میں یہ کیا سن رہا ہوں۔

بلقیس۔ تنہائی سے اکتا کر، تمہاری بے توجہی سے دل برداشتہ ہو کر اور ہر وقت کے جلاپے سے نجات پانے کے لئے میں نے گھر چھوڑ دیا تھا تاکہ کہیں اور مجھے سکون و مسرت میسر آئے۔ جب ریل ٹکرائی ہے تو میں نسیم کے ساتھ تھی اور (کانپ کر) اب بھی مجھے پھیکی چاندنی میں اُس کا ننھا سا

چہرہ نظر آ رہا ہے۔

انجم۔ (خوف اور تعجب سے) تم! میری بیوی! شمیم کے ساتھ! (ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف بڑھتا ہے۔) آہ! بلقیس، بلقیس! ——— (رُک جاتا ہے) مجھے چھوڑ دو۔ تنہا چھوڑ دو۔ میری زندگی برباد ہو گئی۔ جاؤ، چلی جاؤ یہاں سے۔

بلقیس۔ نہیں، بیشک میں کُل واقعہ نہیں سناؤں گی نہیں جاؤں گی۔ میں اُسکے ساتھ فرار ہو رہی تھی ———

انجم۔ ظالم عورت! اپنے بچّے کو چھوڑ کر ———

بلقیس۔ (جلدی سے) نہیں، نہیں، وہ اگلے اشٹیشن پر ہمیں مل جاتا۔ ہم اُسے بھی اپنے ساتھ لےجاتے۔

انجم۔ (آہ کھینچکر) تم اپنی ناپاک کہانی جلد ختم کرو۔ ہاں پھر کیا ہوا؟!

بلقیس۔ (جذبات سے مغلوب ہو کر) انجم، میں قسم کھاتی ہوں کہ گھر سے باہر قدم نکالتے ہی میں نے اپنی حماقت کو محسوس کر لیا تھا۔ اور ریل میں میں نے شمیم سے اصرار کیا کہ مجھے واپس پہونچا دو۔ مگر اُس نے قسمیں کھا کھا کر مجھ سے وعدہ کیا کہ دُنیا کی کوئی طاقت ہم دونوں کو جدا نہ کر سکیگی اور وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک زور کا دھماکا ہوا۔ بجلی سی کوند گئی ——— ٹکرانے اور ٹوٹنے کا غلغلہ بلند ہوا ——— اور پھر مجھے نہیں معلوم کیا ہوا۔ جب ہوش آیا تو دیکھا کہ ایک ریلوے کا ملازم لالٹین کی روشنی سے میرا چہرہ دیکھ رہا ہے۔ (کانپتی ہے اور اپنا مُنہ چھپا لیتی ہے۔) میں لڑکھڑاتی ہوئی کھڑی ہوئی اور میں نے دیکھا ——— اُس منظر کو میں ساری عمر نہ بھولوں گی ——— شمیم میرے برابر مرا پڑا تھا۔ اکڑا ہوا۔ ریلوے کے ملازم کی امداد سے میں چل کر اسٹیشن تک پہونچی۔ (تھرتھرانے لگتی ہے) بہت سے لوگ بھاگے بھاگے پھر رہے تھے اور اُن کی گھبرائی ہوئی باتوں سے مجھے معلوم ہوا کہ ایک اور گاڑی تیار کی جا رہی ہے۔ جس میں زخمیوں کو بھیجا جائے گا۔ میں بمشکل تمام اس گاڑی کے ایک ڈبّہ میں سوار ہوئی اور صبح ہونے سے پہلے یہاں واپس آگئی۔ شمشاد نے گھر کی کنڈی کھولی۔ اُس نے مجھے دیکھکر اظہار تعجب نہیں کیا۔ شاید سمجھا ہو گا کسی کھیل تماشے میں سے واپس آئی ہوں۔ بس اب جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکی۔

انجم۔ (غصہ سے) کہہ چکی! ماشاء اللہ (ضبط کرتے ہوئے) میں تمہیں مورد عتاب ٹھیرانا نہیں چاہتا۔ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہے لو اور چلی جاؤ۔

بلقیس۔ اچھا۔ (چاروں طرف دیکھکر) میرا بچّہ مجھے دیدو ——— بس! میں اور کچھ نہیں مانگتی۔

انجم۔ لیجاؤ۔ میں اُسے تم سے جُدا نہیں کرونگا۔

بلقیس۔ (روتے ہوئے) خدا تمہیں خوش رکھے انجم۔ (آہستہ آہستہ دروازے کی طرف جاتی ہے، کھولتی ہے اور پلٹ کر دیکھتی ہے۔) ——— خدا حافظ!

انجم۔ (ایکدم سے کھڑے ہو کر) بلقیس ——— واپس آؤ، واپس آؤ۔ تمہارے علاوہ اور کس کس کو اس واقعہ کی خبر ہے!

بلقیس۔ کسی کو نہیں۔

انجم۔ داکو!

بلقیس۔ نہیں اُسے تو کچھ بھی معلوم نہیں۔

انجم۔ الحمد للہ! پانی سر سے نہیں گذرا۔ اس ناگوار واقعہ کو چھپایا جا سکتا ہے۔ بھلایا جا سکتا ہے۔ کتاب زندگی کا نیا ورق ابھی اُلٹا جا سکتا ہے۔

بلقیس۔ یہی کہانی پھر نہیں دُہرائی جائیگی۔ وہی بھیانک تنہائی، وہی خوفناک بے توجہی وہی دل سوز سرد مہری، میں برداشت نہ کر سکونگی۔

انجم۔ نہیں ——— میں قسم کھاتا ہوں۔ محبت کی ایک نئی کہانی شروع کی جائیگی اور وہ اس وقت ختم ہو گی جبکہ موت ہمیں جُدا کر دیگی۔

(انجم کی آغوش وا ہوتی ہے اور بلقیس اس میں جذب ہو جاتی ہے۔)

شاھد

(پردہ)

نرگس جمال

بلجیم کے شہرۂ آفاق تمثیل نگار مارس میٹرلنک کی مشہور تمثیل "جانزل" کا شُستہ و رفتہ ترجمہ۔ حسن و عشق کی آویزش، صبر آزما اذیتیں۔ جگر خراش مصیبتیں۔ حوصلہ پست کر دینے والی آزمائشیں۔ رقابت کا دہکتا شعلہ بھی محبت میں کیسی صورت اختیار کرتا ہے! مرد اور عورت کی محبت میں کیا فرق ہے؟ محبت کا کبھی نہ فنا ہونے والا جذبہ، قید و بند کی صعوبتوں کو کس طرح مٹا دیتا ہے! نرگس جمال نے روح فرسا ماحول میں محبت کی نشو و نما کیسے کی۔ سہیل کو موت کے مُنہ سے کیسے بچایا! روحی کی فرو مایگی اور عذاب آفرینی۔ شہاب کی عجیب و غریب شخصیت۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ پر فطرتِ انسانی کے بیشمار پہلو روشن ہو جائیں گے۔ کتابت و طباعت نہایت عمدہ، سرورق نظر فریب ضخامت ۱۰۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ۔ شاہجہاں بک ڈپو۔ دہلی

[illegible] ایک ہے؟

اُچکا

از جنابؔ مرزا عظیم بیگ چغتائی۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔

ایک شخص نے کہا "حضور یہی ہے جو میں سائیکل پہ جا رہا تھا تو اس کمبخت نے سگرٹ مانگ لیا۔ پھر کیل پہ کھڑا ہو گیا اور ٹوپی لیکر چپت مار کے جو بھاگا ہے تو آج دیکھنے میں آیا ہے"

دوسرا بولا "سرکار میں اسٹیشن والی سڑک پر بیٹھا برف تول رہا تھا روکڑ کے پیسوں پہ جھپٹا مار کے بھاگا تو اسکی دھول تک مجھے نہ ملی"

تیسرے نے کہا "بڑا بدمعاش ہے میرے ہاتھ سے ایک روپیہ اور ایک لوکی چھین لے گیا"

ایک لالہ ہاتھ جوڑ کے بولے "سرکار میں جنگل گیا تھا۔ سامنے لوٹا رکھا تھا لیکر چلتا بنا"

ایک اور صاحب بولے "ہماری بٹیروں کا پنجرا لے بھاگا۔ ڈھائی روپے کی بٹیریں تھیں۔ بڑی مشکل سے پنجرا چار آنے پیسے دیکر دو روز بعد واپس لیا ہے"

ایک بڑے میاں بولے "دیکھو تو بدمعاش کو میری بٹیر ہاتھ میں لی کہ دیکھوں اور لے بھاگا۔ حضور پچاس روپے کا "لڑنکا" بٹیر تھا۔ درجنوں پالی دیکھے ہوئے"

ایک اور بولے "میری پسلی پر اس نے حضور وہ گھونسا دیا ہے کہ میرا سانس اندر کا اندر اور باہر کا باہر۔ مجھ سے ہلا جاتا کیا خاک، گٹھری لے کر چلتا بنا"

ایک دوسرے بولے "حضور مجھے چبوترہ سے دھکیل دیا۔ میرا کولہا اتر گیا، لنگڑاتا ہوا اٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ انگرکھا غائب، تھوڑی دور جا کر انگرکھا تو مل گیا مگر اس میں سے چاندی کی پانوں کی ڈبیہ اور روپے کا بٹوا غائب"

"یا الٰہی یہ شکایتوں کا دفتر! برے پھنسے" ادھر میں نے دل میں کہا اور ادھر کوتوال صاحب نے پکارا "جمن خاں!" "جی حضور!" کہہ کر جمن خاں وارد ہوئے، بجنا چیڑلی کے بادشاہ کی سی صورت، داڑھی چڑھائے گلہ پہ گلہ، گٹھا ہوا بدن، سینہ آگے کو ابھرا ہوا "ذرا اول نمبر ......" کوتوال صاحب نے کہا۔

"بہت اچھا" کہہ کر جمن خاں میری طرف لپکے۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ یہ اول نمبر کیا کہ اس زور سے پورے ہاتھ کا "ریپٹ" دیا ہے

جمن خاں نے لپ۔ میرے بائیں گال پر کہ مجھ سری کا ہٹا کٹا انیس سال کا جوان چرخ کھا گیا۔ دن میں تارے دکھائی دے گئے اور سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک اور۔ اور ۔۔۔ اور!

چار چھ نہ پاؤں ہی میں "بنگلہ" ہو گیا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تو پڑی ہی تھیں۔ تھپڑوں کے بعد ہی جمن خاں نے خدا جھوٹ نہ بلائے اپنے پیر سے ڈیڑھ پاؤ کا جوتا اس صفائی سے نکال کر میری چندیا پر دیا ہے کہ نظر نے کام نہ کیا۔ کب پاؤں میں تھا۔ کب نکلا۔ اور کب ہاتھ میں پہونچا اور کب سر پر پڑا!

"بھٹ" سے ایک سر پر آواز تو ہوئی کہ دھچکے کے ساتھ ہی آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی اور پھر تڑا تڑ ..... نہیں بلکہ دھڑا دھڑ ہونا شروع ہوئی ہے تو خدا کی پناہ۔ تھوڑی دیر تک تو مجھے چوٹ کا احساس بھی رہا۔ پھر بیہوش ہو گیا۔

جب ہوش آیا ہے تو نکسیر کا خون بہہ رہا تھا اور کوتوال صاحب نے حکم دیا کہ "ٹکٹکی" پر کس دو۔

دوزخ کی تمام اذیتیں ایک طرف اور جناب ٹکٹکی کی تکلیف ایک طرف! پھر لطف یہ کہ اگر آواز نکلی تو جمن خاں کا جوتہ پڑے، غرض انتہائی اذیتوں کی وجہ سے زندگی دوبھر معلوم ہونے لگی۔ دو رات دو دن وہ مجھے ایذائیں دی گئیں ہیں کہ خدا کی پناہ۔ تیسرے روز کوتوال صاحب نے کہا۔ "کہئے حضرت کیا رائے ہے!؟" میں جواب میں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا رہا تھا۔

کوتوال صاحب نے مجھے ٹکٹکی پر سے اتروا دیا۔ کہنے لگے کہ "دیکھا تم نے کیسا آدمی ہوں! یاد رکھنا کہ کھال کھینچ کر بھس بھروا دوں گا۔ بس خیریت اسی میں ہے کہ اب تم لنگران کی سرحد پار کر جاؤ اور ادھر کبھی رُخ نہ کرنا۔ میں بدمعاشوں کو اپنے علاقہ میں رہنے نہیں دوں گا۔ میں جیل میں بھجوا کر دُنبہ کی طرح تمہیں موٹا تھوڑی کر دونگا۔ بلکہ ایسی سزائیں دونگا کہ یاد کروگے نکلو یہاں سے نکلو ..... بھاگو!"

ادھر میں نے اس آفت سے رہائی پائی اور ادھر میں لنگڑاتا گرتا پڑتا کوتوالی سے بھاگا۔

دُنیا میرے لئے تاریک تھی، وہ تو کہئے زبردستی اپنی خوشدلی اور اُچکے پن سے اپنی زندگی دلچسپ بنا رکھی تھی۔ ذرا غور تو کیجئے کہ میرا دُنیا میں کوئی نہ تھا اور ویسے اگر میں آپ کو شجرہ دکھاؤں تو شاہ لنگران خود

تیسری یا چوتھی پیڑھی میں سلپنے تھے، رئیس کا بیٹا نہیں تو کم از کم پوتا تو ضرور تھا، پڑھنا میں نہیں جانتا۔ لکھنا میں نہیں جانتا۔ بتائیے کیا کروں! کیا مزدوری کروں؟ مزدوری میں چار چھ آنے سے زیادہ نہیں ملیں گے۔ یہ سوچتا ہوا کوتوالی سے دُور پہونچا۔ کہاں تو یہ سوچ رہا تھا کہ چھوٹتے ہی لنگران سے بھاگ جاؤں گا مگر اب یہ سوچا کہ کون دیکھتا ہے، دچار روز چھپا رہونگا۔ فتوخاں کے جوئے خانہ میں پڑا رہونگا کچھ دن، پھر وہاں سے کوئی صورت بہتری کی نکل آئے گی۔

قسمت تو دیکھئے کہ فتوخاں کے یہاں پولیس نے چھاپہ مارا اور تیسرے ہی روز پکڑا گیا اور پھر میری دہی گت کوتوال صاحب نے بنوائی، تین روز کی حوالات ایذا کے بعد چھوٹا اور اب میں سچ مچ لنگران سے بھاگ گیا۔ مگر دس روز کے بعد ہی پھر چپکے سے واپس آ گیا۔ کیوں کہ لنگران کے باہر جی کہیں نہ لگتا تھا، مہینہ بھر مزے سے گذرا پھر اس کے بعد نہایت ہی احتیاط سے میں نے چوریاں شروع کر دیں مگر ادنیٰ قسم کی۔ لیکن اس کے بعد ہی پھر دست درازیاں بھی شروع کر دیں۔ کیونکہ آپ سے صحیح عرض کرتا ہوں کہ بغیر اس قسم کی دلچسپیوں کے زندگی ہیچ ہے، رات کو امرودوں اور نارنگیوں کے باغ کھسوٹنا میرا بہترین مشغلہ تھا علاوہ گاہے گاہے اکیلے دوکیلے کسی کو چپت یا دیتا۔ ہیڈ کانسٹبل ایک مرتبہ ملا۔ اُس سے میں نے کہہ دیا کہ نارنگیاں اور امرود بیچا کرتا ہوں۔ دلالی کرتا ہوں۔ گھونسا دکھا کر وہ کہنے لگا کہ "تمہاری چمڑی اُدھیڑی جائے گی"

میں نے بھی تیز ہو کر کہا: "تمہاری کھال کھینچی جائے گی" یہ سُنکر وہ سُر ہلاتے چلدئے۔ ورنہ ٹھونکتا ان کو پھر دیکھا جاتا۔

پھر آئے دن میری شکایتیں ہونا شروع ہوئیں، بہت دفعہ پکڑ کر کوتوالی گیا اور مارا گیا۔ تھوڑے عرصہ میں دستور سا ہو گیا کہ کوتوالی کی مار کا بھی ڈر نکل گیا۔ اب کوتوال صاحب کی بھی عادت ہو گئی کہ کوئی جھوٹ موٹ بھی میری شکایت کر دے اور میں اُن کے ہاتھ لگ جاؤں تو پچاس جوتے لگوا دیتے اور چھوڑ دیتے۔ بات یہ ہے کہ وہ بھی کچھ تنگ آ کر تھک گئے تھے، میں نے ایک باغ میں دو آنہ روز کے اوپر لوگوں کے دکھانے کے لئے نوکری کر لی تھی، دن بھر سوتا اور رات کو اِدھر اُدھر کے باغوں کو کھسوٹتا۔ راہگیروں کو ٹھونکتا، خوانچے والوں کو لوٹتا، غرض زندگی بڑے مزے سے گذر رہی تھی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میرا دوست قمرالدین آیا اور مجھ سے بولا کہ "چلو یار بادشاہ کے باغیچہ میں چھاپا ماریں" میں نے کہا "یار وہ کیسے؟ جو اگر کہیں پکڑے گئے تو؟" اس پر اس نے تمام تفصیل بتائی۔ تجویز یہ ہوئی کہ مالی تو پڑا سوتا رہتا ہے، دیوار پھاند کر اندر پہونچ جائیں گے اور اندر سے دروازہ یا ئیں باغ کا کھول کے نکل آئیں گے۔ تجویز تو اچھی تھی کیونکہ بادشاہ کے باغ کی رکھوالی کرنے والے بھی پیر پھیلا کر سوتے تھے کہ یہاں کون آ سکتا ہے۔ ہم دونوں نے پُختہ ارادہ کر لیا۔

رات کے ٹھیک بارہ بجے ہم دونوں پہونچے۔ دوکیلیں گاڑ کے بڑی آسانی سے دیوار باغ کی پار کی اور اندر پہونچکر ایک دروازہ تھا اس کی کُنڈی کھولدی مگر دروازہ اسی طرح بند رہنے دیا کہ ضرورت پڑے تو بھاگ جائیں میں نے قمرالدین سے کہا کہ "یار میرے کچھ بادشاہی کے لطف بھی اُٹھانے دیگا یا نہیں؟ آؤ سیر کریں ذرا باغ کی" اُس نے انگلی اُٹھا کر سامنے فاصلہ پر بارہ دری کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ "دیکھتا نہیں وہ روشنی ہو رہی ہے سامنے۔ کوئی پکڑ لیگا تو جان کی خیر نہیں" میں نے کہا "کچھ ہو بندہ خاں تو گھومیں ہی گے" میرے مُنہ سے یہ نکلا ہی تھا کہ ایک دم سے بائیں طرف سامنے کی روش پر کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ تین عورتیں تھیں، میرا دم ہی تو نکل گیا۔ ہم دونوں ایک دم سے سمٹ کر رہ گئے مگر ان عورتوں نے شاید ہمیں دیکھ لیا جو ایک دم سے بجلی کے پاکٹ لیمپ کی طاقتور روشنی ہوئی۔ ایک تو بجلی کی روشنی کی تڑپ اور دوسرے برابر والی عورت کا چہرہ دکھائی دیا۔ بس ایک بجلی سی تھی کہ کوند گئی۔ "کون؟" آہستہ سے کہہ کر پاکٹ لیمپ گُل کر کے وہ عورت میری طرف بڑھی۔ "کون؟" اُس نے چپکے سے کہا۔ میں نے مجبوراً جواب دیا "ہم"

"ہم کون؟" وہ آہستہ سے مگر ذرا لہجہ کو زور دار بنا کر بولی "ارے ہم کون؟..... باغ کے رکھوالے یا مالی؟"

"ہم رکھوالے"

"اچھا دیکھو" اُس نے چپکے سے کہا "کسی سے کہنا نہیں کہ یہاں کسی کو دیکھا تھا۔ یہ لو....." یہ کہہ کر اُس نے ایک روپیہ مجھے دیا اور ایک قمرالدین کو۔ میں نے سلام کیا۔ اُس نے کہا "چپ!"...... اور وہ چلی گئی۔

میں کیا عرض کروں کہ میں کیا سوچ رہا تھا۔ ایک دم سے لپک کر میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ یہ ایک نوجوان لڑکی تھی، اور میں نے کہا "یہ کون ہے؟"

"تو کون؟" اُس نے بگڑ کر کہا۔

میں نے زور سے کہا "باغ کے رکھوالے"

"صاحب، چپ" اُس نے کہا "کمبخت کیوں تیری موت آئی ہے۔ یہ شہزادی صاحبہ ہیں۔ کمبخت بھاگ" یہ کہکر وہ تیزی سے نکل گئی۔

میں گیا گھبرا کا کھڑا رہ گیا کہ قمرالدین نے مجھے بلایا "ارے کیا کر رہا ہے؟"

میں نے کہا "آؤ نا دیکھیں یہ شہزادی صاحبہ کہاں جاتی ہیں یہ قلعہ سے رات کو کیسے کھسک آئیں۔ یار یہ کیا معاملہ ہے؟"

"میاں یہ سب بدمعاش ہیں آوارہ۔ کسی یار سے ملنے جاتی ہونگی" قمرالدین نے کہا "اب جلدی کرو"

"نہیں" میں نے اُس کے بازو کا سرا پکڑا "دیا میرا ذمہ۔ چل یار دیکھیں نا کیا معاملہ ہے، یہ چپکے سے آئی ہیں۔ قلعہ سے نکل کر اس میں کچھ بھید ہے"

"ابے پاگل ہوا ہے" قمرالدین نے کہا "چل۔ کر جلدی۔ ... اپنا کام"

"ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے بندہ خاں تو اب اس شہزادی سے دل لگا چکے۔ دیکھو تو چل کر یہ معاملہ کیا ہے" قمرالدین نے بہت منع کیا مگر میں نہ مانا اور اس کو بھی گھسیٹ کر اسی بارہ دری کی طرف لیچلا۔

علیم بیگ چغتائی

داستانِ عبرت

از جناب صادق الخیری دہلوی

ہندوستان کے اس دور میں بھی کبھی کبھی چند ہستیاں ایسی نظر آجاتی ہیں جنہیں آئے چل کر تمہی یو دیا یاد کرے گی اور روئے گی۔

محمود بیگ اور عبدالرحیم تھے تو دونوں پُرانے زمانے کے مگر اپنی زبان کے پکے اور بات کی پچ رکھنے والے لوگوں میں سے تھے۔ بچپن کے لنگوٹیا یار، جوانی کے ساتھی اور ضعیفی میں ہمدم و ہمدم تھے۔ ان دونوں کی دوستی اور محبت پر اور تو اور آج کل کے حقیقی بھائی بھی رشک کرتے ہوں گے۔ دونوں ہر وقت کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والے اور ہم لقمہ و ہم پیالہ تو تھے ہی لیکن اُن میں آپس میں اس قدر گاڑھی چھنتی تھی کہ اُلفت کی یہی نشانی، دوستی کی حقیقی یادگار اور تعلقات کا بہترین نمونہ اُن دو صورتوں میں دکھائی دیتا تھا۔ شادی ہونے کے بعد مرد اپنی بیوی بچوں میں اس قدر گھر جاتا ہے کہ دُنیا کے دوسرے علائق اُسے فراموش کر دینے پڑتے ہیں۔ اِس اُصول اور اس حقیقت کو زندگی کی مردانہ کسوٹی پر پرکھ کر اُن دونوں نے فیصلہ کیا کہ اگر اُن دونوں میں سے ایک کے ہاں لڑکا اور دوسرے کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو ان بچوں کی آپس میں شادی کر کے اپنے تعلقات اور بھائی چارے کو اور بھی مستحکم کریں گے۔ خدا کا کرنا ایسا ہی ہوا کہ محمود کے ہاں لڑکا اور رحیم کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ دونوں مسرور تھے اور آئندہ کے رنگین خوابوں کی تعبیر کے منتظر تھے۔ وقت گذرتا گیا اور ساتھ ہی ساتھ گوشت کے لوتھڑے انسانیت کی شکل میں جوان ہوتے گئے۔

(۲)

یہ بھی اتفاق کی بات تھی کہ وقت کی ضرورت اور زمانے کی ہوا نے محمود کو مانجھا اور اس کی فطرت پر جلا کر دی۔ جانتا تھا کہ یہ زمانہ "شریفخانہ" کا نہیں بلکہ خود اپنی قابلیت اور ذاتی جوہر کا ہے۔ زمانے کی یہ رفتار کہ سفید کپڑے پہننے مشکل اور دو روٹیاں پیدا کرنی ناممکن۔ آخر کو باپ تھا اور لاکھ دقیانوسی خیالات کا سہی لیکن پھر بھی بیٹے کا باپ تھا اور دُنیا میں اُس کو اس کے لئے کوئی جگہ پیدا کرنی تھی۔ لہذا تعلیم کو فی زمانہ زندگی کا دارومدار دیکھتے ہوئے اس کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست کیا۔ ہوتے ہوتے الطاف نے باپ کی کوششوں کی وجہ سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ اور ایسے کالج میں داخل ہوا جہاں لڑکے اور لڑکیاں ساتھ پڑھتی تھیں "جب تعلیم ہی مقصدِ عینی ٹھہرا تو مرد و عورت کے اختلاط کا مسئلہ کیسا؟" یہ تھا محمود کا نظریہ جس کو سامنے رکھکر اُس نے ایسے کالج میں الطاف کا پڑھنا جائز رکھا۔

رحیم اور محمود میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ محمود روشنی تھا تو رحیم سایہ، ایک حقیقت تھا تو دوسرا سراب، نتیجہ لازمی اور انجام ظاہر تھا کہ رحیم کی فطرت اور طبیعت محمود سے بالکل جداگانہ اور متضاد ثابت ہوئی۔ رحیم نے اس کو بھی گوارا نہ کیا کہ سلمیٰ سوائے کتابِ مقدس اور اُمورِ خانہ داری سے واقف ہونے کے علاوہ اور کچھ بھی سیکھے۔ مغربی تعلیم تو کُجا! آج کل کی روش تو الگ رہی اُس نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ وہ انگریزی پڑھتی یا سیر و تفریح کی غرض سے تنہائی میں بے نقاب ہو سکتی۔ قصہ مختصر الطاف کی ہونے والی رفیقۂ حیات مشرقی آفتاب کی طرح سیاہ دامن میں ہی مُنہ چھپائے ہوئے تھی اور وہ اور اس کے والدین اس سے بے خبر تھے کہ الطاف اپنی بیوی میں کیا کیا دیکھنا چاہتا اور کیا کیا ہونا پسند کرتا ہے۔ رحیم لکیر کا فقیر، پُرانے

خیالات کا آدمی، سمجھتا تھا کہ جس طرح اُس کے زمانے میں جس کی جس کے ساتھ چاہی شادی کر دی گئی اور چاہے شوہر کو پسند ہو یا نہ ہو وہ اپنی دُلہن کو بھرتا تھا، اسی طرح اب بھی اور اب ہی پر کیا منحصر ہے آئندہ بھی یہ ہوگا۔ الطاف چاہے کتنا ہی تعلیم یافتہ ہو مگر جب شادی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تو وہ اپنی بیوی کی طرف مائل ہو جائے گا۔ باپ کی لائی ہوئی بہو کو اپنا ایمان اور ایک شریف گھر کی چشم و چراغ کو اپنی زندگی کی رفیق سمجھ کر اُس کی پرستش کرے گا۔ مرد کو بھلا عورت کی تعلیم سے کیا غرض! عورت مرد کے لئے اچھا کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا مہیا کر دے اور بس! اپنی اور شوہر کی مغفرت کے لئے عبادت کا کچھ طریقہ جاننا ہو یہی عورت کے لئے ضروری ہے۔ اس سے زیادہ بالکل فضول اور غیر ضروری ہے۔ رحیم کی دُنیا صرف ان ہی خیالات پر مبنی تھی اور یہاں سے بعد کے غور و خوض کی حد بند تھی۔

۳

جوانی اور احترام، آگ اور پانی کی طرح ہیں۔ الطاف کا عنفوانِ شباب تھا اور پھر لڑکے لڑکیوں کا ہر وقت ساتھ رہنا، نا ممکن تھا کہ ثریا جیسی طرف اس کا دل ایف۔ اے۔ میں مائل ہو چکا تھا کہ بی۔ اے میں اس کی منظورِ نظر بنتی۔ ثریا اور الطاف کے تعلقات روز بروز بڑھ رہے تھے اور اس نشے میں مخمور ہو کر الطاف بھلا تو خیر کیا، اُسے خیال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ اس کی منگنی سلمیٰ جیسی مشرق پرست اور گھر کی چار دیواری میں رہنے والی دیوی سے ہو چکی ہے۔

اس زمانہ کی تو ہوا ہی بگڑی ہوئی ہے جبکہ مرد چاہتے ہیں کہ شادی عمر ڈھلے پر کرنی چاہیئے۔ مگر اُس زمانے کے لوگ کہتے تھے کہ لڑکی کی شادی چودہ نہیں تو سولہ سال کی عمر تک ضرور کر دینی چاہیئے۔ رحیم ویسے ہی جلد باز تھا، اس خیال سے یوں ہی پریشان ہو رہا تھا اکثر اور رہ رہ کر شادی کے تقاضے کرتا۔ محمود ان پیہم تقاضوں پر مجبور ہو گیا اور وعدہ کیا کہ بی۔ اے کرتے ہی شادی کر دی جائیگی۔

بی۔ اے کرنے کے بعد الطاف کی محبت اور بھی ترقی کر گئی اور ثریا اور وہ اکثر اپنی ازدواجی زندگی کے حسین خواب دیکھتے لیکن ایک روز جو اپنی شادی کے متعلق سُنا کہ عنقریب ہی سلمیٰ سے ہونے والی ہے تو دنگ رہ گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کے جذبات کا احترام نہ کرتے ہوئے اُسکے دل کو کچل دیا ہے۔ اس پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا اور بے ساختہ اُس کے مُنہ سے نکلا۔

"کاش والدین سمجھ سکتے!"

اس میں شک نہیں کہ اُس نے مغرب زدہ صدی میں سانس لیا۔ لیکن پھر بھی وہ شریف والدین کا مطیع و فرمانبردار بیٹا تھا۔ دل پر جبر کیا۔ طبیعت پر ظلم ڈھایا۔ جذبات کو پامال کر دیا۔ احساسات کو کچل دیا۔ مگر وہ سر جو ہمیشہ باپ کے سامنے جھکا رہا کبھی نہ اوپر اُٹھ سکا۔ اور وہ آنکھیں جو والد محترم کے سامنے ہمیشہ قدم بوس رہیں، کبھی نہ سامنے دیکھ سکیں۔ باپ کی ذرا سی اذیت سے وہ خود روحانی تکلیف محسوس کرتا۔ اگر انکار کیا تو یہ صدمہ ضعیف باپ کو جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے، پھر نہ جینے دیگا۔ محمود "پیمان شکن" کہلوانا ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ اُس کی غیرت اُس کو اس قابل نہ رکھے گی کہ وہ رحیم کو اپنی شکل دکھا سکے اور پھر انجام کیا ہوگا! باپ کی حسرتناک موت! جس نے جان چھڑک کر پالا پوسا وہ دُنیا سے اس طرح رخصت ہوگا کہ اس کا سینہ بہت سی تمناؤں اور آرزوؤں کے خون سے رنگا ہوگا۔ وہ اپنے تفکرات سے چونکا اور اُسکے آنسو نکل پڑے۔ محض خیال ہی نے اسکے دل و جگر کو پیس دیا اور وہ والدین کی خوشیوں پر اپنی مسرتیں اور اُمنگیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

شادی ہوئی اور طرفین کے والدین کے لئے بڑی ہی پُر مسرت! لیکن خود الطاف کے لئے شادی نہیں خانہ بربادی! اُس نے شادی کی چوکھٹ پر اپنی آرزوؤں کی بھینٹ چڑھائی۔ وہ خوش بھی معلوم ہوتا تھا اور سلمیٰ سے ہنستا بھی اور بولتا بھی لیکن دل کی کیفیت الطاف کے سوا اور کون جان سکتا ہے؟ اُس نے ایک دن سوچا کہ "بیوی سے محبت ہوتی نہیں بلکہ کی جاتی ہے"۔ ایک شوہر اپنی بیوی سے محبت کرنے پر مجبور ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو زندگی! بہر حال اُس نے مہینوں کوشش کی کہ کسی طرح سلمیٰ اپنی عادات بدلے اور اسکی طبیعت کے موافق ہو جائے۔ لیکن ان تلوں تیل ہی نہیں تھا۔ وہاں تو مشرقی پن تھا اور پرانی باتیں تھیں، دورِ جدید کی یہ مغربی "برکات" وہاں کہاں "

مزاج اور طبیعت کی ضد نے ان دونوں کی نبھنی ناممکن کر دی۔

۴

ایک ڈیڑھ سال کے عرصے میں دونوں کے والدین ایک ایک کر کے اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے اور الطاف ـــ اب آزاد تھا۔

باپ کا انکس الطاف پر اس قدر زبردست تھا کہ اُسے ابھرنے ہی نہ دیا۔ لیکن اب وہ اس شیر کی طرح تھا جس کو پنجرے میں بند کرنے کے تھوڑے عرصے بعد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ عہدِ طفلی کی رنگین باتیں اور ثریا کی موہنی صورت اُس کے دل و دماغ پر مسلط تھی۔ خاک ہٹ جانے پر دبی ہوئی چنگاری شعلے کی طرح رنگ لائی۔ سوئی ہوئی محبت ایک دفعہ پھر انگڑائی لیکر بیدار ہوئی ـــ ثریا اس کی تھی اور وہ ثریا کا! شبِ فرقت ختم ہو چکی تھی اور محب و محبوب ہجر و وصال کی باتیں اور شکوہ شکایت! ثریا آغوشِ الطاف میں اور الطاف آغوشِ محبت میں تھا۔ آسمان کے بکھرے ہوئے موتی تاریک اور خاموش رات میں ہنس رہے تھے اور بہار کی رنگین ہوائیں مبارکباد گاتی پھر رہی تھیں۔ دونوں خوش تھے اور مسرور!

رات کا آخری حصہ ختم ہو رہا تھا اور جبکہ رات کی تاریکی صبح کی سپیدی میں تبدیل ہو رہی تھی، سیاہ کپڑوں میں لپٹی لپٹائی، ناعاقبت اندیش والدین کی لاڈلی بیٹی جو بھونرے کی طرح پالی گئی اور محروم مسرت دلہن اپنی قسمت پر روتی ہوئی آہستہ آہستہ گھر سے نکلی۔

اُس کے دل سے آہ و بکا کے نالے بلند ہو کر دم توڑتے ہوئے تاروں کو تھرا رہے تھے ـــ کیا وہ اپنے والدین کی شکر گذار تھی؟

جمنا اُس کی لرزہ خیز داستان سے تڑپ رہی تھی اور اس کا دل مچل گیا۔ "آ! میری بیٹی! ماں گیتی! تجھے اپنے سینے سے چپٹا لے گی!" دھرتی ماتا نے اپنا پیغام ایک ڈراؤنی موج کے ذریعے بھیجا۔ ایک طرف جمنا کی خوفناک موجیں معصوم و بے گناہ سلمیٰ کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے تھیں اور کہیں دوسری جگہ محبت کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

کہاں ہیں اپنی خوشیوں پر بچوں کو ذبح کر دینے والے والدین! یہ ہے اُن کی مسرتوں کا گورکھ دھندا اور یہ ہے اُن کی کامیابیوں کا بے معنی خاکہ! جس قصر کو وہ اپنی آرزوؤں سے تعمیر کرتے ہیں، اُن کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کے بنیادوں میں وہ اپنی اولاد کا خون قربانی چڑھا رہے ہیں۔

کیا ہی اچھا ہو کہ والدین بیٹا بیٹی کی شادی میں اُن کو کسیقدر آزادی دے دیں۔ کیا اُن کو سلمیٰ کی حسرتناک موت اور قابل رحم حالت پر ترس نہیں آتا؟ کیا وہ جانتے ہیں کہ الطاف کے تغیر اور اس کا ایک معصوم زندگی کو تباہ کرنے کا ذمہ دار کون ہے؟

صادق الخیری دہلوی

ایک ایکٹ کا ڈرامہ

مشاعرہ

از جناب آغا محمد اشرف۔ ایم۔ اے۔

پہلا سین

منظر:۔ کالج کا ایک کمرہ۔ ایک پروفیسر اور چند طلباء بیٹھے ہیں۔ صدر جلسہ پروفیسر ہیں اور طلباء بزم ادب کے ممبر۔

صدر جلسہ۔ حضرات اب آئندہ کا پروگرام بنانے کے لئے مجلس انتظامیہ کا یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہے جو صاحب چاہیں تجویز پیش کریں۔

ایک طالب علم۔ جناب میری تجویز یہ ہے کہ آئندہ ایک مجلس مباحثہ منعقد کی جائے۔

دوسرا طالب علم:۔ مجھے اس پر اعتراض ہے کیونکہ ایسے مباحثوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا۔ اس لئے بے سود ہیں۔

تیسرا طالب علم۔ میں بھی اس سے حرف بحرف متفق ہوں۔ گذشتہ مباحثہ کا حال آپ کو معلوم ہی ہے کہ سوائے مقررین کے سننے والا کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

پہلا طالب علم۔ تو میں تجویز کرتا ہوں کہ ممبر کسی مبحث پر علمی مقالے پڑھیں۔

تیسرا طالب علم۔ جناب آپ کی ہر تجویز ناممکن العمل ہے۔ میں آپ کو قبل از وقت بتائے دیتا ہوں کہ کوئی شخص اول تو مقالہ لکھے گا ہی نہیں اور اگر کسی غریب نے لکھ بھی دیا تو پھر سننے کون آئیگا۔

دوسرا طالب العلم۔ بالکل درست۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ گذشتہ ہفتہ جب انجمن تواریخ کے ہاں مقالہ بازی کا سلسلہ شروع ہوا تھا تو پہلے جلسہ میں سوائے صدر اور مقالہ نویس کے کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔ اور دو گھنٹے کے انتظار کے بعد مجبوراً جناب صدر نے سکرٹری کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا تو انہوں نے بھی آنے سے انکار کر دیا تھا۔

تیسرا طالب علم۔ اور پھر صدر نے بالآخر کالج کے چپراسیوں کو بلا کر انکے سامنے یہ مقالہ بطور احتجاج پڑھوایا تھا۔

صدر۔ آرڈر۔ آرڈر۔ خاموش میں کسی دوسری انجمن پر ناجائز حملہ کرنیکی اجازت نہیں دیتا۔

تیسرا طالب العلم۔ تو میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ ایک مشاعرہ کیا جائے۔

سب ایک آواز ہو کر۔ بہت خوب، بہت خوب، بہت لطف رہیگا۔

صدر۔ میں بھی اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ کوئی مصرع طرح تجویز کیجئے۔

ایک طالب علم۔ ع میری جاں مزا تو جب ہے کہ تجھے بھی کل نہ آئے

دوسرا طالب علم۔ اس کا قافیہ بہت مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں ع
یا الٰہی مٹ نہ جائے دردِ دل۔

صدر۔ خاموش۔ یہ مصرع بہت عامیانہ ہے۔ کوئی اور تجویز۔

تیسرا طالب علم۔ شہید ناز کو نیند آگئی آغوشِ خنجر میں۔

صدر۔ بہت خوب۔ بس یہی ٹھیک ہے۔ اچھا ۲۲ر جون کو ہفتے کے روز رات کے آٹھ بجے مشاعرہ کیا جائے گا۔ آپ لوگ اس کی کامیابی کے لئے ابھی سے کوشش شروع کر دیجئے۔ تمام شہر کے شاعروں کے نام دعوت نامے جاری کیجئے۔ اور اخبارات میں بھی اشتہار دے دیجئے۔

ایک طالب علم۔ جناب اس موقع پر اگر چند اساتذہ کو بھی بلا لیا جائے تو مناسب ہوگا۔

صدر۔ ہاں ہاں کیا مضائقہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے مزاج سے تم واقف نہیں ہو۔ یہ لوگ بہت حیل حجت کے بعد آتے ہیں۔

دوسرا طالب علم۔ جناب یہ مجھ پر چھوڑئے۔ میں سب کو ایسا شیشہ میں اُتاروں کہ آتے ہی بن پڑے۔ بس جناب یہ خدمت میرے سپرد کر دیجئے۔

صدر۔ بہت اچھا۔ آپ لوگ اپنے اپنے کام تقسیم کر لیجئے۔ اور مشاعرے کو ایسا کامیاب بنائیے کہ شہر میں اپنی مثال آپ ہو۔

سب متفقہ طور پر۔ جناب آپ دیکھئے گا۔ ہم نے یہ کام اپنے سر لیا ہے تو بھلا کامیاب نہ ہو۔ ممکن ہے!

صدر جلسہ۔ اچھا جلسہ برخاست ہوتا ہے۔

* * *

دوسرا سین

منظر۔ کالج کا برآمدہ۔ چند طلبا کھڑے باتیں کر رہے ہیں۔

سکریٹری۔ یار تم نے دعوت نامے بھی پہونچا دیے۔

عثمان۔ دعوت نامے تو مدت ہوئی بھیج دیے تھے۔ اور سب نے وعدہ بھی کر لیا تھا۔

حامد۔ بھئی کون کون صاحب آ رہے ہیں۔

عثمان۔ ارے میاں ہم جائیں اور کوئی انکار کر دے۔ سب اساتذہ آئیں گے۔

سکریٹری۔ اور دیکھنا بھئی اساتذہ کے علاوہ اور شعرا کو بھی بلوا لانا۔

عثمان۔ یار تم اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ اس قدر کثرت سے شعرا آئیں گے کہ تم سنتے سنتے پریشان ہو جاؤ گے۔

سکریٹری۔ خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن بھائی کل مشاعرہ ہے اور ابھی تک قالین اور فرش کا انتظام نہیں ہوا۔ دیکھنا بھائی قدوس سے جا کر گاؤ تکیے لے آنا۔ اور احمد سے اُگالدان۔ اور بھائی حامد تم ذرا مشتاق سے میز رنگ لانا۔ پان تو افضل لگا ہی دیں گے۔

عثمان۔ اچھا میں تو چلا۔ میرے سپرد کل اساتذہ کو لانے کا کام ہے۔ بھئی اگر ممکن ہو تو ایک موٹر کا انتظام کر دو۔ یار ببتو تم نے موٹر لانے کا وعدہ کیا تھا۔

ببتو۔ بھئی میری موٹر آج صبح سے بگڑی کھڑی ہے۔ دیکھو اگر کل تک درست ہو گئی تو دے دوں گا۔ ورنہ یار سب کو پیدل لے آنا۔ وہ کون سے لاٹ صاحب کے بچے ہیں۔

عثمان۔ احمق۔ وہ اساتذہ ہیں۔ اُن سے ہماری زبان اور شاعری زندہ ہے تم اُن کے نکتوں کو کیا سمجھو۔

سکریٹری۔ اچھا بھئی وقت ضائع مت کرو۔ اور فوراً اپنے اپنے کام پر چل دو۔

(مجمع منتشر ہو جاتا ہے)

تیسرا سین

منظر۔ کالج کا ہال کمرہ۔ کمرہ میں بنچ بچھے ہیں۔ سامنے پلیٹ فارم پر سفید فرش ہے۔ بنچوں کے آگے چند کرسیوں کی قطاریں ہیں۔ ابھی تھوڑے سے آدمی آئے ہیں۔ کچھ مشاعرہ کمیٹی کے کارکن جلدی جلدی جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ایک نووارد۔ آداب عرض۔

کمیٹی کا ممبر۔ آداب عرض۔ آئیے تشریف لائیے۔

نووارد۔ ابھی آئیں کیا۔ اوّل تو آپ نے ہمیں دعوتی رقعہ ہی غلط نام سے بھیجا۔ ہمارا تخلص واثق ہے آپ نے احمق لکھ دیا۔ اور پھر مشاعرہ کا اعلان آٹھ بجے کا ہے اور اب ساڑھے آٹھ بج چکے ہیں۔ لیکن یہاں تو کوئی آدمی کے نام چاند بھی نظر نہیں آتا۔

ممبر۔ واثق صاحب معاف کیجئے۔ جلدی میں ایسی غلطی اکثر ہو جاتی ہے۔ اور آپ لوگ ہی اگر دیر میں آئیں تو پھر مشاعرہ کیسے شروع ہو۔ اچھا تشریف تو رکھیے۔ ابھی شروع ہوتا ہے۔ پلیٹ فارم پر بیٹھیے۔ وہ جگہ آپ کے لئے مخصوص ہے۔

(واثق صاحب کچھ معذرت کرنے کے بعد پلیٹ فارم پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پان اُگالدان اور سگریٹ کی بیک وقت فرمائش کرتے ہیں۔ جس کی فوراً تعمیل کی جاتی ہے)

سکریٹری۔ ارے بھئی ابھی تک صدر صاحب کا پتہ نہیں کہ کہاں ہیں۔

ممبر۔ میں نے ابھی شام کو انہیں جامع مسجد پر جوتا خریدتے دیکھا تھا۔ آتے ہی ہوں گے۔

سکریٹری۔ اور عثمان کہاں ہیں۔ وہ اساتذہ کو لیکر کیوں نہیں آئے۔

ایک اور ممبر۔ ابھی تو وہ کھڑے ببتو کی موٹر کا انتظار کر رہے تھے۔ شاید ابھی گئے ہوں۔

(عثمان گھبرائے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔)

عثمان۔ حضرات غضب ہو گیا۔ وہ نامعقول ببتو عین موقع پر دغا دے گیا۔ اور موٹر دینے سے انکار کر دیا۔ اب میں اساتذہ کو کیسے لاؤں؟ اچھا بھائی وقت کم ہے۔ حامد تم ذرا جا کر استاد واصف صاحب کو لے آؤ میں حضرتِ مجنوں کو لینے جاتا ہوں۔

(دونوں جاتے ہیں۔)

(جناب صدر آ گئے ہیں۔ اتنے عرصے میں مجمع کافی ہو گیا ہے۔ ہر طرف سے

مشاعرہ شروع ہونے کا تقاضہ ہے۔ اس لئے صدر صاحب مسند پر تشریف لے جاکر مشاعرہ کا افتتاح کرتے ہیں۔)

صدر۔ حضرات خاموش۔ اب مشاعرہ شروع ہوتا ہے۔ آپ حضرات توجہ سے سنیں میں جناب اکبر سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنا کلام سنائیں۔

اکبر۔ جناب میں سب سے پہلے غزل پڑھنے پر تیار نہیں۔

صدر۔ میں آپ کو حکم دیتا ہوں۔

اکبر۔ میں آپ کا حکم ماننے پر مجبور نہیں ہوتا۔

صدر۔ بہت اچھا میں جناب نشتر کو بلاتا ہوں۔

ایک آواز۔ وہ ابھی تک نہیں آئے۔

صدر۔ اچھا شوکت صاحب آپ آئیے۔

شوکت۔ جناب میری غزل استاد کے پاس بننے کے لئے گئی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں آجائے گی تو حاضر خدمت ہونگا۔

صدر۔ سکریٹری ناموں کی فہرست پیش کرو۔

سکریٹری۔ جناب نام تو بہت ہیں۔ لیکن کوئی پہلی غزل پڑھنے پر تیار نہیں۔

صدر۔ تو پھر کیا کروں!

سکریٹری۔ آپ خود پڑھ دیجئے۔

صدر۔ نہیں یہ ناممکن ہے۔ یوں میں ایسا کون سا نومشق ہوں کہ پہلے بسم اللہ میں ہی کردوں۔ اچھا دیکھو میں اپنے کالج کے کسی لڑکے کو بلاتا ہوں (بآواز بلند) نصیر صاحب۔

نصیر۔ بہت اچھا۔

(نصیر غزل پڑھتے ہیں۔ لوگ داد دیتے ہیں)

(دو چار غزلوں کے بعد عثمان گھبراتے ہوئے آکر کہتے ہیں کہ تمام اساتذہ نے آنے سے انکار کر دیا ہے۔ صرف جناب مجنوں تشریف لائے ہیں۔ جناب مجنوں تشریف لاتے ہیں۔ صدر تعظیم کو کھڑے ہوجاتے ہیں۔

صدر۔ آفتاب صاحب شاگرد حضرت مجنوں۔

آفتاب۔ جی حاضر ہوا۔

(پہلا مصرع نہایت کڑک کر پڑھتے ہیں۔ لیکن دوسرا مصرع بھول جاتے ہیں۔ اور استاد سے پوچھتے ہیں) کہ کاغذ پر کیا لکھا ہے۔ استاد بتلاتے ہیں کہ حاضرین ہنستے ہیں۔ صدر خاموش رہنے کی بار بار ہدایت کرتے ہیں۔

صدر۔ ماہتاب صاحب۔

ماہتاب۔ بہت خوب۔ اجازت ہے۔ شعر عرض کیا ہے۔

نہیں تم سا کوئی پایا ہے میں نے سارے عالم میں
۱، میں ۲، میں ۳، میں ۴، میں

حاضرین۔ (بیک وقت) واہ کیا خوب! ماشاءاللہ، کیا کہنا۔ زبان ہے۔ کیا خیال ہے کیا۔ نپے تلے مصرعے ہیں۔

شانتی۔ اجی حضرت بس آپ کا حصہ۔ کیا ریاضی میں شعر کہا ہے۔

مجھے محبوب یاد آتا ہے اس پیری کے عالم میں
۵، میں ۶، میں ۷، میں ۸، میں

حاضرین۔ اے واللہ۔ قلم توڑ دیا۔

شانتی۔ اجی بس آپ کا حصہ ہے۔ واہ وا واہ۔

(یہ کہتے کہتے شانتی ماہتاب صاحب کے قدموں میں سر رکھ دیتا ہے۔ اور بُری طرح داد دیتا ہے۔ اور اُن سے سب کے سامنے شاگردی کی درخواست کرتا ہے۔)

صدر۔ شانتی! خاموش۔ یہ کیا بدتمیزی۔ میں تمہیں جلسہ سے نکال دونگا۔

ماہتاب۔ واہ جناب واہ، آپ میرے قدردانوں کو اس بُری طرح کیوں ڈانٹتے ہیں۔ یہ حرکت بالکل خلافِ مروت ہے۔

صدر۔ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

ماہتاب۔ تو پھر میں بھی غزل نہیں پڑھتا۔ ایسے مشاعرے کو میرا دور سے سلام ہے۔

صدر۔ آپ کی مرضی۔

(ماہتاب غصہ میں کھڑے ہو کر غزل چاک کر دیتے ہیں۔ اور چلے جاتے ہیں۔ مشاعرے میں ایک طوفان برپا ہوجاتا ہے۔ شانتی ماہتاب کے پیچھے پیچھا واویلا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اُس نے اپنی قمیص کا گریبان چاک کر دیا ہے اور زور زور سے چلا رہا ہے۔)

۱، میں ۲، میں ۳، میں ۴، میں

(پردہ گرتا ہے)

آغا محمد اشرف

بُت کی نیند

از جناب ظفر قریشی۔ بی۔ اے۔ دہلی

(۱)

بُت تراش اب بوڑھا ہو چکا تھا۔

یہ کہنا تو درست نہیں کہ وہ ایک عاقل انسان تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اُس کے جس قدر بُت ہوتے تھے بہت قیمت پر فروخت ہوتے تھے اور لوگ اُسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اُس نے ایک بُت بنایا تھا جس کا نام اُس نے "حُسنِ خوابیدہ" رکھا تھا۔

یہ ایک بُت تھا۔ سنگِ مرمر کا۔ ایک چودہ پندرہ برس کی دوشیزہ کی تصویر پتھر میں۔ وہ ایک میز پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں نیم باز تھیں اور اس کے رُخسارے میز کی سطح سے لگے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ بے خیالی میں میز کے ایک جانب جا پڑا تھا۔ دوسرا ہاتھ خوبصورت مرمریں دوشیزہ کے پہلو میں تھا۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ حسن خوابیدہ۔ یہ مرمریں مجسمۂ شباب ایک دم بیدار ہو جائیگی۔

بوڑھا بُت تراش تین سال سے اس مرمریں دوشیزہ پر فریفتہ تھا۔ وہ اپنے آرٹ کے اس مکمل نمونہ کو دیکھ دیکھکر خوش ہوتا تھا۔ اُس نے اس عرصہ میں بہت سے بُت بنائے اور بیچے لیکن اس بُت کو فروخت کرنے کے لئے آمادہ نہ تھا۔ کیونکہ یہ اُس کے تصوّر کا کمال، جذبات کا مرمریں مظاہرہ اور دستکاری کا بے حجاب نمونہ تھا۔ جب کبھی کبھی اس دوشیزۂ مرمریں کی پیشانی کو ایک آرٹسٹ کے جذبات کمال سے مغلوب ہوکر بوسہ دیا کرتا تھا جو حد درجہ خنک اور بے کیف ہوتا تھا۔ لیکن بوڑھے بُت تراش کو اس بوسہ میں ابدیت کی سرمستیاں محسوس ہوتی تھیں۔

زندگی ایک معمہ ہے۔ دُنیا کی ہر چیز میں زندگی ہے، لیکن پتھروں کو بیجان سمجھا جاتا ہے۔ انسان اور حیوان میں گوشت اور خون کی حرکت اور تڑپ سے ایک احساس پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ہمجنس کے ہم آغوش ہونے کے لئے مجبور رہتے ہیں۔ ستارے ایک دوسرے کے ساتھ مدغم ہونے کے لئے بے چین و بے قرار آسمان پر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ جنگلوں میں پھولوں اور بیلوں کے عشق کو چھوڑ دو۔ بڑے بڑے درخت بہار کی آمد اور صبا کے بوسوں کے انتظار میں ساکت کھڑے رہتے ہیں۔ دریا سمندروں میں گر کر اپنی ہستی فنا کرنے کے لئے مچلتے رہتے ہیں۔ برقپارے ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں، ایک مسلسل رقص کی صورت میں فضا میں متحرک رہتے ہیں غرض ساری کائنات عشق اور اتصال حقیقی کی چاشنی سے لذت یاب ہے لیکن پتھر ــــ آہ۔ پتھر۔ پتھر ہی ہے!!

بوڑھے بُت تراش کی خواہش تھی کہ وہ اس مجسمۂ مرمریں میں جان ڈالدے۔ اس کے ہاتھ نے ایک جسم تراش کر میز پر رکھدیا تھا۔ اب اس کی افسردہ روح اس بات کے لئے بیقرار تھی کہ کسی طرح اس "حسن خوابیدہ" میں جان بھی ڈالدوں۔ اپنی روح اس پتھر میں حلول کرکے اُسے بیدار کردوں، اس کے خواب کو بیداری سے تعبیر کردوں۔ اس کے مرمریں جسم کو گوشت پوست کے سفید متحرک مجسمہ میں تبدیل کردوں۔ لیکن اس کی یہ آرزو کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ احساس سرد تھے، دماغ ضعیف تھا، اور ہاتھ پیر بھی جواب دے چکے تھے ــــ لیکن نہیں ایک رات اس مجسمہ میں جان پڑ گئی ــــ یہ مرمریں مجسمہ پیکر نسائیت میں تبدیل ہو گیا۔ کیونکہ اس کا واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۲)

اس رات ایک بڑا زبردست طوفان آیا۔ بارش ہوئی۔ بجلی کڑکی۔ اسقدر تُند ہوا چلی کہ درخت جڑوں سے اُکھڑ گئے۔ بُت تراش کے مکان پر بھی ایک زبردست جھونکا آیا۔ لیکن تباہی کے لئے نہیں، بربادی کے لئے نہیں۔ تعمیر کے لئے۔

آسمانی طوفان نے مرمریں مجسمہ کو بیدار کر دیا۔ یکایک مرمریں مجسمہ کو معلوم و محسوس ہوا کہ وہ ایک جاندار شے ہے۔ اسے ہوا کی خنکی محسوس ہوئی ہوا کے جھونکوں نے اُسے پریشان کرنا شروع کیا۔ لیکن ابھی تک اس میں احساس پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس میں حرکت ہو سکتی۔ اس نے کوشش کی کہ اس احساس کو سمجھ سکے لیکن اسکے دماغ میں ابھی تک سوچنے سمجھنے کی عادت اور احساس پوری طرح پیدا نہیں ہوا تھا۔

صبح تک اس میں احساس کامل ہو گیا اور اسکی آنکھیں کھل گئیں، اسکا دماغ کام کرنے لگا۔ اس نے وقت اور فضا کا احساس شروع کیا۔ لیکن ابھی تک اس میں انسانی تڑپ، انسانی احساس کی پختگی اور حرکات پیدا نہیں ہوئی تھیں اور دوشیزۂ مرمریں میز پر لیٹی ہوئی بہت دیر تک اس نئے احساس کا مزا لیتی رہی۔

بُت تراش بالکل بیخبر تھا وہ اس احساس سے بیخبر تھا لیکن چاہتا تھا کہ کسی طرح اس مجسمہ میں جان پڑ جائے، وہ اس سے لپٹتا تھا اسے بوسہ دیتا تھا

سکے پاس بیٹھکر گھنٹوں سرنگوں رہتا تھا۔ کبھی کبھی اپنا سنگار رُسلگا کر اسکی طرف دیکھتا رہتا تھا اور سوچتا تھا کہ اب اس میں حرکت ہو جائیگی۔ اسکی آنکھیں چمک اٹھیں گی۔ اسکے لب ہلنے لگیں گے۔ اسکے سینہ میں موج اضطراب لہریں لینے لگیں گی۔ غرض یہ مجسمہ ایک پیکرِ انسان میں تبدیل ہو جائے گا۔

ایک دن بُت تراش کو بھی اس احساس کا علم ہو گیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ اسے یکایک ایک انسانی سانس کی آواز سُنائی دی۔ اس نے حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی انسانی پیکر کمرہ میں نہ تھا۔ پھر یہ آواز کہاں سے آئی۔ اس نے حیران ہو کر مجسمہ کی طرف دیکھا۔ اسکی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے یہ دیکھا کہ مجسمہ کی آنکھیں کھل گئی ہیں حسن خوابیدہ بیدار ہو گیا ہے۔ اور اس کے لب متحرک ہیں!!

(۳)

رفتہ رفتہ مجسمہ میں احساس مکمل ہو گیا لیکن ابھی تک اُسکے پیروں پر حرکت شروع نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے ہاتھ حرکت کرنے لگے تھے۔

بُت تراش کچھ خائف، کچھ مسرور آگے بڑھا اور اس نے دوشیزۂ مرمریں کے ہاتھ کو پکڑ کر بوسہ دیا۔ اس حرکت سے مجسمہ میں ایک حرکت ہوئی یعنی احساسِ عشق شروع ہوا۔ مجسمہ کی آنکھوں میں ایک روشنی چمکنے لگی۔ اس نے بُت تراش کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے دبایا۔

وہ روز ایک دوسرے سے قریب ہو جاتے۔ بُت تراش کی اب صرف ایک آرزو تھی کہ کسی طرح بُت بولنے لگے۔ اس کے لبوں کے اعجاز سے اسکی زندگی میں ایک نئی لہر دوڑ جائے۔

لیکن افسوس بُت نہیں بولا۔

بُت تراش روز آتا تھا اور اس بُت کے لبوں پر اپنے لب رکھکر اس میں حرارتِ حیات پیوست کرنے کی کوششیں کرتا تھا۔ بُت اپنی آنکھوں سے بولنے کی کوشش کرتا تھا لیکن جسمانی حرکات اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتیں جبتک گویائی نہ ہو۔ مرمریں مجسمہ خاموش تھا اور بُت تراش کی ایک زبردست آرزو اس نہ بولنے سے چکنا چور ہو گئی تھی۔

یکایک ایک عجیب تبدیلی ہوئی۔ مجسمہ کے احساسات پھر ماؤف ہونے شروع ہو گئے۔ اس کے لبوں کی جنبش بند ہو گئی۔ اس کے ہاتھ کا لمس ختم ہو گیا۔ اس کی آنکھیں جو ہر وقت کھلی رہتی تھیں اور گرد و پیش کے مشاہدے میں مصروف رہتی تھیں یکایک بند ہو گئیں۔ حُسن بیدار پھر حُسن خوابیدہ ہو گیا۔

بُت تراش نے جب اس تبدیلی کو محسوس کیا تو اس کی رُوح تڑپ کر نکلنے کے لئے آمادہ ہو گئی، اس نے ضبط کیا مگر بُت ساکن پڑا تھا۔ وہ دوشیزۂ مرمریں جس طرح پہلے خاموش اور خوابیدہ تھی ویسی ہی اب نظر آتی تھی ——

بُت تراش کو اب معلوم ہوا کہ اس حسینہ کو بیدار دیکھنے کا نظارہ سب واہمۂ عشق کا نتیجہ تھا۔ یہ سب دماغ کی پرواز تھی۔ پتھر، پتھر ہی ہے۔ خون اور گوشت کی طرح کبھی احساسِ عشق سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ ہاں آرٹسٹ اپنے واہمہ سے جو قلعہ چاہے تعمیر کر سکتا ہے۔ اور بُت یا تصویر کی ہر ادا کو ایک انسانی حرکت سے تعبیر کر سکتا ہے۔

لیکن بُت تراش کو یقین نہ تھا کہ مجسمہ کی حرکات اُس کے اپنے واہمہ کی تخلیق تھیں۔ اس کو پورا یقین تھا کہ بُت نے حرکت کی تھی۔ اسکے لبوں نے جنبش کی عادت ڈالی تھی۔ اس کی آنکھوں نے دیکھنا شروع کیا تھا اُس نے خواب سے بیداری حاصل کی تھی وہ رفتہ رفتہ ایک مجسمۂ حُسن اور پیکرِ انسانی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ لیکن —— نہیں وہ بُت ہی تھا!! پتھر! سنگِ مرمر!!

سوگوار بُت تراش نے اپنی زندگی اس بُت کی نیند پر قربان کرنے کے لئے فیصلہ کر لیا۔

ایک رات سخت طوفان آیا۔ آندھی چلی۔ بجلی کڑکی۔ بارش بھی ہوئی۔ تمام کائنات میں اضطراب تھا۔ بُت تراش نے "حُسن خوابیدہ" کے مجسمہ پر لیٹ کر ایک ابدی گہری نیند شروع کر دی بُت ساکت پڑا رہا۔ اُسے مطلق احساس نہ تھا۔

اُس دن سے آج تک حُسن، گرمیٔ عشق سے بیگانہ ہے۔

عشق ہر دم قربانیاں دیتا رہتا ہے۔ لیکن حُسن کے مجسمے مرمریں بُت کی طرح ان قربانیوں سے بے خبر ہیں اور ہر وقت سوتے رہتے ہیں!! آہ!

حُسن کا احساس خوابیدہ!!

* * *

ظفر قریشی۔ بی۔ اے

ایثار

از
جناب میرزا ادیب

فتح نگر کا مشہور سیشن جج نواب حشمت جنگ اپنے مطالعہ کے عالیشان و مزین کمرے میں کھڑکی کے قریب، جہاں سے ہوا کے تیز و تند جھونکے ریشمیں پردوں پر شکنیں ڈالتے ہوئے ایک ملائم خراش سرسراہٹ کے ساتھ اندر آتے اور پھر اسی راستے واپس چلے جاتے، سنہری کرسی پر بیٹھا مقدموں کی فائلیں کو تکتی ہوئی افسردہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، اس کے دماغ کے پردوں پر واقعاتِ ماضیہ آتشیں لہریں بن بن کر پھر رہے تھے، اور اس کی پیشانی پر ایک قسم کا تاسف جو اس کے تاثراتِ قلبی کی چغلیاں کھا رہا تھا، ظاہر تھا ـــــ پندرہ سولہ منٹ اسی حالت میں رہنے کے بعد وہ اوراق کو بغیر ترتیب دئے کشمیری قالین پر پھینکتے ہوئے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اضطراب آگیں خیالات میں غرق ہو گیا۔ انسانی زندگی کو بعض اوقات ایسے حادثات سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے جو دل کو جلانے کے سینے کی خلوتوں میں غیر محسوس طور پر پرورش پاتے رہتے ہیں۔ اور قوتِ حساسیت پر قابض ہو کر ایسے نتائجِ محزنہ کے ارتکاب کے باعث بنتے ہیں، جنہیں سنکر لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں ـــــ ہماری نگاہیں کبھی کبھی اخبارات کے صفحات پر ایسی ناخوشگوار خبروں سے آشنا ہوتی رہتی ہیں، اور قیامت تک ہوتی رہیں گی ـــــ !! یہی حال حشمت جنگ کا بھی تھا۔ اُسے اپنی گذشتہ زندگی کا کوئی واقعہ، لہ دوزا کوئی سانحہ، دلخراش، کوئی حادثۂ رُوح کش ہر وقت ستاتا رہتا تھا۔۔۔ اور کچھ دنوں سے تو اس کا اضطرابِ قلبی بہت بڑھ گیا تھا۔ اس عرصے میں بے شمار آنسوؤں کے قطرے اس کی قالین میں جذب ہو چکے تھے۔ لاتعداد ٹھنڈی آہیں اس کے لبوں سے نکل کر ہوا کی لہروں میں دفن ہو چکی تھیں۔ تاہم جس وقت وہ فرائضِ منصبی کی ادائیگی کے لئے عدالت میں بیٹھتا تو مجرموں کی رحم طلب نگاہیں اُسے سراپا وقار، مجسم رعونت دیکھتیں۔ اس کی ہولناک اور گرجتی ہوئی آواز سے جرائم پیشہ طبقہ کی رُوح لرز لرز جاتی۔ اس کی شعلہ ریز آنکھوں سے ملزموں کے دل کانپ کانپ جاتے۔ اپنا فیصلہ سُنانے میں وہ قیدیوں کی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھوں درد سے لبریز فریادوں، مشقت و غم سے نڈھال جسموں کی ہرگز ہرگز پروا نہ کرتا۔ ہر روز بے شمار ملتجیانہ صدائیں اس کے کانوں کے پردوں سے ٹکراتیں، متعدد فرطِ غم سے کانپتے ہوئے ہاتھ اُس کے پاؤں کو چھوتے، مگر رحم کا معمولی سا تاثر اس کے دماغ میں عفو کا ہلکا سا احساس اس کے دل میں پیدا نہ ہو سکتا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سفاک تھا، ظالم تھا، ہاں خطاکاروں اور گنا ہگاروں کے حق میں اس کے فیصلے سفاکانہ و ظالمانہ ہوتے۔ مگر شریفوں کے لئے وہ آیۂ رحمت ـــــ ! اپنے تقرر سے لیکر آج تک کسی نے اُسے ملکی قوانین کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ گو عدالت کی سطحی نظر سے دیکھنے والے اہلکار اُسے جابر تصور کرتے، تاہم وہ ایک شریف النفس اور خلیق انسان تھا، اول تو وہ تنہا رہتا۔ اور جب کبھی دوستوں کے ساتھ ہوتا تو اُن کے قہقہوں کو خندہ پیشانی سے سُنتا۔ خود ہنستا دوسروں کو ہنساتا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے ہر قہقہے کے پردے میں اشکوں کا ایک سیلاب بہا کرتا، اس کے نغمے کے آغوش میں نالوں کا ایک طوفان بیقرار ہوتا۔ اور اس کے تبسم کی ہر لرزش میں خونِ دل کی موجیں تڑپتی رہتیں تھیں۔ دوست اس کی ظاہری صورت دیکھ کر دھوکا کھا جاتے اور اُسے شادماں انسان تصور کرتے، مگر آہ اس کے اضطراب پیہم سے کوئی بھی واقف نہیں تھی، دُنیا ـــــ یہ ظاہر پرست دُنیا، یہ سطح بیں دُنیا، ہمیشہ ظاہرداریوں کو دیکھتی ہے، باطن کی پروا نہیں کرتی۔ لوگ صبح کی درخشانیوں کی آمد سے شادماں ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتا کہ کتنے لاکھ ستاروں کی موت کے بعد اُن کی تخلیق بروئے کار آئی ہے۔ دُنیا نکہت افشاں پھولوں کی سیج بناتی ہے، اس پر لیٹ کر لطفِ بے پایاں حاصل کرتی ہے۔ مگر کوئی ہے، جو اس پر غمگین ہو کہ بلبلوں کی کتنی آرزوؤں کو خاک میں ملا کر انہیں شاخ سے توڑا گیا ہے۔ ہم شرابِ احمریں کے جام پی کر دُنیاوی تفکرات کا بارِ گراں دل و دماغ سے دور کرتے ہوئے سرور و راحت حاصل کرتے ہیں، لیکن افسوس صد افسوس ہم میں سے ایک بھی اس تلخ حقیقت پر اظہارِ غم کی ادنیٰ سی سعی نہیں کرتا کہ بے شمار انگوروں کی لہلہاتی ہوئی جوانیوں کو مٹا دیا جاتا ہے، پھر جا کر کہیں اس کا ایک ـــــ صرف ایک قطرہ بنتا ہے۔

چودہ سال کی ہی عمر میں باپ کا سایہ اُس کے سر سے اُٹھ گیا۔ اور جائداد جو کئی مکانات اور متعدد باغات پر مشتمل تھی۔ بغیر شرکت احدے اس کے قبضہ میں آ گئی، شہر کے بدمعاش نوجوان جو محض نیکیوں کی شمع کو اپنے انفاسِ خبیثہ کی لہروں سے بجھانے، انسانی دماغوں کو اپنی زہرآلود ترغیبات سے مسموم اور دُنیا کی فضاؤں کو رذالت و ذلت سے بھرنے کے لئے ہم میں آتے ہیں۔ آناً فاناً اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اِن اراذل و ذلیل کی صحبتِ ملعونہ کے خبیث اثرات اس کے سینے کی گہرائیوں میں رنگین تمناؤں نے آنکھ کھولی اب وہ زندگی کا مقصد تعیشات بے پایاں کا اکتساب، اپنے شباب کا فرض خواہشاتِ نفسانی

کی تکمیل، اپنی دولت کا مصرف مسترتوں کی تحصیل سمجھنے لگا۔ اس کی والدہ کے کانوں میں جب اپنے بیٹے کے معصیت کارانہ افعال کی دلخراش خبر پہونچی تو اس نے مادرانہ حقوق کا اظہار کرتے ہوئے، اس کی گناہوں کے تاریک غار میں دھکیلی ہوئی رُوح کو نیکی کی حتی الامکان تلقین کی، اور اس نے اپنی حالت بدل دی۔ مگر تب تک جونہی والدہ نے بھی آنکھیں بند کیں، اس کی عصیاں پرور دہ تمنائیں پھر سینے میں بیدار ہوگئیں۔ وہ دولت جو اس کے آباؤ اجداد نے صدیوں سے خون پسینہ ایک کرکے کمائی تھی، فضول خرچیوں اور اللے تللوں میں اُڑنے لگی۔ ہر روز بے شمار روپے عشوہ فروش اور حسین و جمیل عورتوں کے زرطلب نغموں کی ہر ایک تان کے ساتھ جھنکار پیدا کرتے ہوئے اُس کی جیب سے ہاتھوں میں اور ہاتھوں سے نرم و نازک ہاتھوں میں جانے لگے، تمام مکانات ایک ایک کرکے اس کی گناہ آلود و تاریک شب ہائے عشرت کو روشن کرنے کے واسطے شعلوں کی صورت میں تبدیل ہو ہو کر خاکستر کا انبار بنتے گئے۔ مگر اُس کی بیوی آہ، مہر و وفا کا یہ ہیکل، وفا و صداقت کا یہ پیکر، وفاداری و شرافت کی یہ پُتلی ایک نظر ــــــ ایک نظر غلط انداز کو بھی ترسا کی۔ شادی سے پیشتر اس نے اس معصوم ہستی کے ساتھ اپنی دلفریبانہ زبان سے ہزاروں وعدے کئے، لیکن جونہی وہ اس کے حبالۂ عقد میں آئی، عیش و عشرت میں ڈوب کر اُس نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ بارہ برس تک وہ بیچاری انتہائی صبر و وفا کے ساتھ اپنے بے وفا خاوند کے مکان پر، جو اس کے لئے جہنم کدے سے بھی بدتر تھا، زندگی کے دن گذارتی رہی۔ یہاں تک کہ ظالم عیاش نے اُس کی موجودگی کو بھی ناقابلِ برداشت سمجھا۔ اور ایک دن ــــ ایک منحوس دن اُسے گھر سے باہر نکل جانیکا خوفناک حکم دیدیا۔ رشیدہ نے ملتجیانہ نگاہوں سے اُس کی جانب دیکھا ــــ جس کا جواب ایک ٹھوکر تھا۔ مجبور ہوکر وہ اپنے ہشت سالہ بچے کو چھاتی سے لگائے مکان کی ہر ایک چیز کو حسرت آگیں نظروں سے دیکھتی ہوئی غریب بھائی کے ہاں چلی گئی۔ پانچ چھ سال کے بعد تمام جائداد ختم ہوگئی۔ اور تمام دوست صبح کے وقت ستاروں کی طرح روپوش ہوگئے۔ اُس کی آنکھیں کھلیں اور مگر اب پانی سر سے گذر چکا تھا۔ رشیدہ فوت ہو چکی تھی اور اس کا بیٹا کہیں غائب! وہ اپنی وفادار بیوی کو یاد کر کر کے رویا ــــ آٹھ آٹھ آنسو رویا، اپنے گذشتہ گناہوں پر پشیمانیاں ظاہر کیں۔ اور محنت و مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالنے لگا۔ طبیعت میں جوہر تھا دماغ میں قابلیت تھی اس لئے بہت جلد مراحلِ ترقی طے کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اُس نے ترقی کر کے منصبِ اعلیٰ کا عہدۂ جلیلہ حاصل کر لیا، تاہم بیوی کے غم کا زخم ابھی تک ہرا ہے اور یہی وجہ تھی کہ وہ آئینی معاملات کی مصروفیت میں اپنا غم غلط کرنے کی کوشش کرتا۔ غم کا نتیجہ عموماً سخت گیری و افسردگی ہوتا ہے، اس کلیہ کے زیر اثر اُسے بھی طبیعت کا سخت ہونا پڑا۔ مگر جس وقت رات کی تنہائی میں زمانہ شباب کے واقعات کا نقشہ اس کے آنکھوں کے سامنے پھرتا تو وہ انتہائی پریشانی و انفعالیت کا اظہار کرتا، بالخصوص بیوی کی وفاداری کی یاد اس کے دل کو تڑپا تڑپا دیتی۔ اس طوفانی رات کو بھی جوانی کے ایام کی یاد آتشیں اسکے دل کو جلا رہی تھی۔ تقریباً آدھ گھنٹہ تک وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر کسی فوری جذبے کے ماتحت اُٹھا۔ میز کی دراز میں سے ایک سُنہری ڈبہ نکالا اُسے کھولا، اب اُسکے سامنے چند بوسیدہ خطوط کا انبار تھا۔ یہ وہ خطوط تھے جو رشیدہ نے ازدواجی تعلقات سے پیشتر اپنے جذبات محبت سے مغلوب ہوکر اس کی طرف لکھے تھے۔ ان میں کیا تھا؟ ایک پاکیزہ نسوانی دل کے احساساتِ اُلفت کا اظہار! ایک شریف النفس دوشیزہ کے تاثرات عشق کی بیتابی!! اس نے پہلا خط نکالا، لکھا تھا:۔

پیارے!

کل میں اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی دل کو بہلانے کے لئے ایک کتاب پڑھ رہی تھی کہ میری نظر کھڑکی میں سے تم پر پڑی۔ تم اپنے دوستوں کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے، آہ میرے پیارے ہنسنے والے! تمہیں اتنی خبر تھی کہ تمہارے پاس ہی ایک مکان میں ایک ہستی ہے، جو تمہارے غم میں خون کے آنسو بہا رہی ہے؟!۔ تمہاری رشیدہ!

دوسرے خط میں لکھا تھا:۔

پیارے!

کل سے خدا جھوٹ نہ بلائے تو دس بارہ دفعہ تمہارا مختصر سا خط پڑھ چکی ہوں، اور روح کی تشنگی نہیں بجھی۔ ان چند سطور میں محبت کا دریا موجزن ہے۔ لیکن تم نے یہ کیا لکھا ہے: "رشیدہ! تم میری محبت کی قدر نہیں کرتیں" اچھا میں نہیں کرتی تو تمہیں کر دکھاؤ۔ آہ پیارے! اگر میرے سینے سے دل نکال کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے میرے دل میں تمہاری کس قدر کس درجہ محبت ہے! پیارے جس طرح انسان ایک ہی دفعہ زندہ ہوتا اور ایک ہی دفعہ مرتا ہے، اس طرح عورت بھی ایک ــــ صرف ایک ہی بار محبت کرتی ہے، اس کے بعد اگر تمام دُنیا بھی اُسکے خلاف ہو جائے تو جب بھی وہ اس سے تنگ

نہیں سکتی۔ میں ایک ہی مرد سے محبت کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی، اور وہ تمہیں ہو ۔۔۔!!

تمہاری ۔۔۔ رشیدہ!

یہ الفاظ پڑھ کر جس طرح بارش کے بعد ایک بے برگ و بار درخت کی ٹہنیوں سے پانی کے موٹے موٹے قطرے ہوا کی لہروں سے زمین پر گرتے ہیں۔ اس طرح اس کے آنسو آنکھوں سے نکل نکل کر افسردہ چہرے کی رگوں پر سے گزرتے ہوئے قالین پر جذب ہونے لگے۔ چند منٹ تک وہ خطوط پڑھتا رہا۔ بعد ازیں سب کو اکٹھا کر کے رکھ دیا۔ یکایک اسے دور سے کہیں سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑے کی آہٹ سنائی دی، اور پھر دھم سے کچھ زمین پر گرنے کی آواز ۔۔۔ اس نے شمعدان اٹھایا اور کھڑکی سے باہر دیکھا۔ بارش زور شور سے ہو رہی تھی۔ طوفان پورے زوروں پر تھا۔ ہوا کے تیز و تند جھونکوں کی ہولناک سرسراہٹ، بادلوں کی چہل اور گرج منظر کو ہیبت ناک سے ہیبتناک بنا رہی تھی۔ ابر کے نقابوں کو چیرتی ہوئی بجلی کی خوفناک چمک بدن میں لرزہ پیدا کئے دیتی تھی ۔۔۔ ایسی طوفانی رات ۔۔۔ ایسی ہیبت افزا طوفانی رات، ایسا بھیانک سماں، ایسے خوفناک مناظر اسے تمام عمر میں پہلی مرتبہ دیکھنے پڑے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کائنات ارضی تباہ ہو جانے ۔۔۔ موت کے آغوش میں سو جانے پر تلی ہوئی ہے۔ اس نے روشنی کے مختصر سے حلقے میں اپنی تجسس انگیز نگاہیں ادھر ادھر دوڑائیں مگر وہاں کوئی انسانی صورت نہیں تھی، ایک آدھ منٹ تک وہ دیکھتا رہا۔ پھر کھڑکی بند کر کے خیالات کے ہجوم میں غرق! یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات آنے والے واقعات کے دھندلے سے نقوش ذہنِ انسانی کے پردوں پر منعکس ہو جاتے ہیں، اور جوں جوں انسان اُن پر غور کرتا ہے وہ روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی حال حشمت جنگ کا بھی تھا۔ اس کا دل شہادت دے رہا تھا کہ کوئی اجنبی اس کے ہاں آئے گا۔ ہنوز اسے بیٹھے ہوئے دو منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ دروازہ پر زور کی دستک ہوئی، وہ اٹھا اور دروازہ کھولا۔ اب اس کی نگاہیں ایک خون سے شرابور وجیہ نوجوان اور اس کے آغوش میں بیہوش حسینہ کو دیکھ رہی تھیں۔

"خدا کے لئے محترم بزرگ! ہمیں پناہ دیجئے۔ دشمن تعاقب میں ہیں۔"

نوجوان نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ حشمت جنگ نے اپنی انگلیاں پیشانی پر پھیریں اور نوجوان کے چہرے پر معنی خیز نگاہیں ڈالتے ہوئے اس کی حالت کا جائزہ لینے لگا۔

"محترم! دشمن آ رہے ہیں، جلدی کیجئے ۔۔۔ جلدی۔"

حشمت جنگ کے کانوں میں گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز ہوا کے پردوں کو چیرتی ہوئی پہنچی۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور نوجوان کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور وہ کمرے سے نکل کر غلام گردش سے ہوتے ہوئے کئی کمروں کو عبور کر کے تہہ خانہ میں پہنچ گئے۔

"یہاں تمہارے دشمن کے فرشتے بھی نہیں آ سکتے۔ تسلی رکھو۔ اور ہاں!" اس نے بیہوش حسینہ کی جانب دیکھا۔ "لڑکی کو پلنگ پر لٹا دو۔"

نوجوان نے لڑکی کو پلنگ پر لٹا دیا۔ اور خود خون کے زیادہ بہنے کے باعث وفورِ ضعف سے کرسی پر گر پڑا۔ اس کے سر، بازوؤں، الغرض جسم کے ہر عضو سے خون نکل رہا تھا۔ حشمت جنگ نے بکمال شفقت، غایت محبت، انتہائی ہمدردی کے ساتھ اس کے زخم دھوئے۔ ان کی مرہم پٹی کی۔ بیہوش حسینہ کے چہرے پر گلاب کے چھینٹے دئے، مختصر یہ کہ وہ سب کچھ کیا جو ایک شخص پدرانہ محبت کے جذبات کے ماتحت کر سکتا ہے۔ ہوش و حواس میں آنے کے بعد نوجوان نے سب سے پہلے حسینہ کی طرف دیکھا اور جب اسے آنکھیں کھولے ہوئے پایا تو وہ حشمت جنگ کو تشکر انگیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ "محترم بزرگ! آپ نے جو احسانِ عظیم ہم پر کیا ہے اس کا شکریہ کرنے سے ہم یکسر قاصر ہیں۔ مجھے اب اتنا درد محسوس نہیں ہوتا کہ جا نہ سکوں۔ ہاں ایک اور عرض آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔ اگر وہ بھی آپ پوری کر دیں تو ہم تادمِ واپسیں آپ کے مرہونِ منت رہیں گے۔"

"وہ کیا ہے؟" حشمت جنگ نے پوچھا۔

"میرا گھوڑا مر گیا ہے۔ اور ۔۔۔"

"تو کیا گھوڑا چاہیئے!؟"

نوجوان نے اثبات میں اپنا سر خم کر دیا۔

"میں بیسیوں گھوڑے تمہارے لئے حاضر ہیں۔ لیکن یہ بتاؤ تمہارے زخمی ہونے اور لڑکی کے بیہوش ہونے کا موجب کیا ہے!؟"

نوجوان نے آہ بھرتے ہوئے حسینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا۔

"یہ لڑکی ـــــ!!"

"ہاں محترم بزرگ! آج سے دس سال پیشتر میں عظیم آباد کی فوج میں داخل ہوا۔ اس وقت میری عمر صرف تیرہ سال کی تھی۔ چھ سال کے بہادرانہ کارناموں کے باعث کافی عزت اپنے افسروں کے دلوں میں حاصل کرلی۔ دوسرے میری طبیعت کو بھی فوجی امور سے مناسبت تھی۔ اس لئے ترقی کرتا ہوا فوج کے ایک دستے کا افسر بن گیا۔ اسی اثناء میں "قلعہ بلند شاہ" کی فوجوں نے بسرکردگی اسد خاں قلعہ دار کے ہمارے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ مجھے چند دستے لیکر وہاں جانے کا حکم ملا۔ عظیم آباد اور قلعہ بلند شاہ کے درمیان کم و بیش ڈیڑھ سو میل کی مسافت ہے۔ اور نہایت دشوار گذار ـــــ ہم نے یہ راہ صرف ایک ہی دن میں طے کرکے شام کے وقت شہر میں داخل ہوگئے۔ یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جس طرف نگاہ دوڑاتے کوئی آدم زاد نہ تھا۔ ہم نے اسی متہورانہ جوش کے ماتحت جس کا اظہار کئی موقعوں پر کر چکے تھے، قلعہ کا محاصرہ کرکے گولہ باری شروع کر دی۔ تقریباً نصف شب تک وہاں سے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ ان کی خاموشی و سکوت کو ہم نے ہزیمت کی علامت سمجھ کر گولہ باری بند کر دی۔ ہمارے بہت سے سپاہی سو گئے اور جو جاگ رہے تھے اُن کے اعضاء پر بھی نیند کے اثرات مستولی ہوتے گئے۔ یک بیک قلعہ کے بُرجوں سے بم برسنے لگے۔ اس سے پیشتر کہ ہم مدافعانہ اقدام کرتے ہماری آدھی سے زیادہ فوج موت کے مہیب غار میں دھکیلی جا چکی تھی۔ اور جو بچی تھی وہ نہایت سراسیمگی کی حالت میں اِدھر اُدھر جان بچانے کے لئے ماری ماری پھر رہی تھی۔ چار بجے کے قریب ہم دو سو سپاہی اور افسر قلعہ والوں کے اسیر تھے۔ تین دن تک ہم اسیر رہے چوتھے دن بہت سی فوج عظیم آباد سے ہماری مدد کو آگئی۔ اور ایک ہفتے کے اندر اندر اسد خاں نے مجبور ہو کر ہماری تمام شرائط مانتے ہوئے صلح کر لی۔ اس کی شرارت انگیزیوں کو دیکھ کر مجھے اور چند افسروں کو وہیں رہنے کا حکم ملا تاکہ وہ بغاوت کی جرأت نہ کر سکیں۔ ایک دن میں قلعہ کے باہر صبح کے وقت سیر کر رہا تھا کہ میری نگاہ پھول توڑتی ہوئی ایک دوشیزہ پر پڑی۔ میرے محترم! باور کیجئے، مجھے چند منٹ تک خبر ہی نہ تھی کہ کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ محبت ـــــ آہ، یہ خوفناک جذبہ میرے دل پر قابض ہو چکا تھا ـــــ اور یہ میری مصیبت کی ابتدا تھی" نوجوان ٹھہرا اور حشمت جنگ کو بغور دیکھا۔ جو اس کی داستان حیات، اس کا فسانۂ عشق مجسم گوش بن کر سن رہا تھا۔ "یہ دوشیزہ اسد خاں کی بیٹی تھی جو باوجودیکہ ہمارا دوست تھا، ہم سے سخت نفرت کرتا۔ ہمیں قلعہ سے نکالنے کے لئے ہر وقت ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتا۔ میں نے جب اسے اپنی فرزندی میں قبول کرنے کے لئے کہا تو وہ خاموش ہوگیا۔ دوبارہ کہنا مناسب نہ سمجھ کر میں خاموش ہوگیا ـــــ چند مہینوں کے بعد مجھے عظیم آباد واپس آنے کا حکم ملا۔ نوشابہ ـــــ یہ قلعہ دار کی بیٹی کا نام ہے، مجھے اپنے باپ اور قلعہ کے متعلق تمام اطلاعات دیتی رہی۔ کل اس کا خط آیا کہ اس کی شادی افضل، ایک نوبی افسر سے ہو رہی ہے۔ یہ پڑھ کر میں گھوڑے پر سوار ہوگیا اور صبح کے آٹھ نو بجے قلعہ میں پہنچ گیا۔ شادی کی رسومات شروع تھیں۔ اور میری نوشابہ ایک کمرے میں آنسو بہا رہی تھی۔ میں نے اُسے جھٹ اپنے بازوؤں پر اٹھایا اور قلعہ سے باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوگیا۔ جیسے قلعہ والوں نے مجھے دیکھا، میرے تعاقب میں آئے، کبھی تو وہ میرے اتنے قریب پہنچ جاتے کہ مجھے اپنی گرفتاری کا پورا یقین ہو جاتا اور کبھی میری نگاہوں سے اس طرح اوجھل ہو جاتے کہ مجھے ان کے پنجے سے نکل جانے کی امید ہو جاتی۔ شام کے وقت میں آپ کے شہر میں پہنچا بدقسمتی سے پہرے دار میری راہ میں مزاحم ہوئے۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر یہاں ٹھہرا رہا تو دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو جاؤں گا۔ اس لئے میں نے تلوار اٹھائی اور چلانی شروع کر دی۔ گو پے در پے ان کی تلواروں کے وار میرے سینے، میری گردن اور میرے بازوؤں پر آرہے تھے مگر نوشابہ کو میں نے نہایت مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ اسی اثناء میں میرے دشمن بھی قریب آپہنچے، میں نے تیزی سے تلوار چلائی اور دو پہرے دار تیغ کے گھاٹ اتار دئے، باقی بھاگ گئے۔ اور میں عجلت سے روانہ ـــــ! آپ کے مکان سے قریباً دو سو قدموں کے فاصلہ پر میرا وفادار گھوڑا مرگیا۔ اور چونکہ دشمن برابر تعاقب میں تھے اسلئے چھپ جانا نہایت لازم ـــــ میں نے بھاگتے ہوئے آپ کے دروازے پر دستک دی ـــ اور" نوجوان ٹھہر گیا۔ پھر سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا "آپ کے احسان عظیم کا میرا رواں رواں شکریہ ادا کرتا ہے"

"عزیز نوجوان شکریہ ادا کرنے کی ضرورت بھی کوئی نہیں ـــــ!"

چند منٹ تک خاموشی طاری و ساری رہی۔ یکایک صبح کی مقدس آواز فضا میں تھرائی، نوجوان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا "اب ہمیں چلنا چاہیئے مبادا ـــــ"

حشمت جنگ۔ (الفاظ کاٹ کر) اچھا میں گھوڑوں کا انتظام کرتا ہوں (کچھ سوچ کر) مجھے تمہارے نام سے ابتک ناآشنائی ہے۔

نوجوان۔ میرا نام ــــــ معزالدین ہے!۔

حشمت جنگ۔ معزالدین ــــــ ؟!اور باپ کا نام ؟!؟۔

معزالدین۔ میرے محترم محسن! مجھ سے میرے ظالم باپ کا نام نہ پوچھئے، اُس کی یاد نے میرے سینہ کی تہ میں سوئے ہوئے غم کو جگا دیا ہے، آہ میری والدہ ــــ میری پیاری والدہ اس کے مظالم سے تنگ آکر فوت ہوئی تھی۔

حشمت جنگ۔ آخر نام بتانے میں کیا ہرج ہے ؟۔

معزالدین۔ اس کا نام! ــــــ افتخارالدین تھا ــــ!!۔

حشمت جنگ۔ افتخار ــــ افتخارالدین ــــــ ؟!الٰہی ــــــ !؟!۔

معزالدین۔ کیا ہوا محترم محسن !۔

حشمت جنگ۔ کچھ ــــ کچھ بھی نہیں، یہی شخص میرا دوست تھا، اُس نے اپنی بیوی پر بہت مظالم توڑے تھے ــــ کیا اب وہ زندہ ہے ؟!؟

معزالدین (لاپرواہی سے) معلوم نہیں!۔

اس کے بعد کامل سکوت چھا گیا، حشمت جنگ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے، اور اُسکے دل میں خدا جانے کیا خیالات موجزن!۔

"محترم! آپ رو رہے ہیں!؟" معزالدین نے گھبرا کر کہا۔

حشمت جنگ۔ نہیں، یونہی اپنے دوست کا خیال آگیا تھا۔ اور ہاں جب تک تمہارے زخم ٹھیک ہوجائیں تم یہیں رہو۔

معزالدین۔ آپ کا اتنا احسان اُٹھانے کے قابل نہیں ہوں!۔

حشمت جنگ۔ خیر تمہیں اُٹھانا ہوگا۔ عزیز نوجوان ممکن ہے تمہارے دُشمن یہیں ہوں اور تمہیں دیکھکر پکڑ لیں، لہٰذا چند دن کا توقف لابدی ہے!

چند منٹ خاموشی رہی، پھر حشمت جنگ اُٹھا اور اپنے مہمانوں کو سونے کے لئے کہکر کمرے سے باہر چلا گیا ــــ!

حشمت جنگ نے معزالدین کی بیماری کے ایام میں جس پدرانہ محبت کا ثبوت، جس ہمدردانہ جذبات کا اظہار اور جس مہرانگیز برتاؤ کا طریقہ روا رکھا اسے دیکھ دیکھ کر وہ بسا اوقات گھنٹوں غور و فکر میں مستغرق رہتا۔ آدھی آدھی رات تک وہ بیٹھا ہر ممکن طریقے سے اس کی دلجوئی کرتا۔ اس کی ذرا سی تکلیف اُسے غم میں غرق، اُس کے چہرے پر ہلکا سا اثر غم اسے مجسم پریشانی، اور اس کا معمولی سا درد اُسے سراپا کرب و اضطراب بنا دیتا۔ اس کی غیر موجودگی میں معزالدین اور نوشابہ اپنے اوپر ناز کرتے اور اپنے محترم میزبان کی از حد تعریف ــــ سوا مہینے کے اختتام پر معزالدین نے غسلِ صحت کیا۔ اب پھر اس کی رگوں میں صحت پرور سُرخ خون دوڑنے لگا۔ اور چہرہ شباب حسن، یا حسن شباب کا مظہرِ اتم ــــ حشمت جنگ اُسے تندرست دیکھ دیکھ کر مسرت بے پایاں کا اظہار کرتا۔ گویا اس کے دل کی سب سے بڑی تمنا پوری ہو رہی ہے۔ وہ اس کی صورت کو گھنٹوں دیکھا کرتا اور کبھی کبھی آنسوؤں کے قطرے بھی اس کی آنکھوں میں مچلنے لگتے۔ مگر وہ اخفائے راز کے خیال سے مُنہ دوسری طرف پھیر لیتا۔ خدا جانے اس وقت اسکے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا، کونسا جذبہ، کونسا واقعہ اسکے سینے میں درد، اسکی آنکھوں میں آنسو پیدا کر دیتا ؟۔ وہ صبح اُٹھکر دارالعدالت میں چلا جاتا اور بارہ بجے کے قریب گھر واپس آکر ان کے پاس ہی رہتا۔ معزالدین مسرتوں سے لبریز فضا میں سانس لے رہا تھا۔ اپنی گرفتاری کی فکر، اسد خاں کا جذبۂ انتقام، مستقبل کے حالاتِ زندگی، الغرض وہ سب کچھ فراموش کر چکا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت جبکہ ٹھنڈی ہوا کی نکہت آگیں موجیں مستانہ وار چل رہی تھیں۔ وہ اپنی عادت کے مطابق باغ میں سیر کر رہا تھا۔ کہ ایک طرف سے چار جوان اُس کی جانب بڑھے اور اُسے بازوؤں سے پکڑ لیا۔

"تمہارا نام کیا ہے ــــ ؟" ایک نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ سمجھتا تھا کہ تمام مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ ہو چکا ہے لیکن یہ حال دیکھکر اس کی یہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"کیا تمہارا ہی نام معزالدین ہے ــــ ؟!" دوسرے نے ترشرو ہو کر کہا۔

"ہاں میرا ہی نام معزالدین ہے، کیوں ؟"

"تو چلو حشمت جنگ تمہیں بلاتے ہیں"

"حشمت جنگ ——!؟"

"ہاں"

"چلو میں چلتا ہوں" معزالدین نے ایسے لہجے میں کہا جس سے طمانیت مترشح تھی۔ تقریباً آدھ میل طے کرنے کے بعد وہ دارالعدالت کی عالیشان عمارت میں داخل ہوئے۔ معزالدین کو ایک وسیع کمرے میں لا کر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا۔ اس کے سامنے حشمت جنگ بیٹھا تھا مگر کس حالت میں! اُس کی آنکھوں سے غصے کے شرارے نکل رہے تھے۔ اور پیشانی پر شکنیں نمودار!۔

"معزالدین، کیا تم نے اس شہر کے دو باشندوں کو جو دروازے پر پہرہ دے رہے تھے قتل کیا ہے!؟" حشمت جنگ نے خوفناک گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ مگر معزالدین حشمت جنگ کے اس انقلاب، اس تغیر، پر حیران اور بُت بنا کھڑا تھا —— !کیا یہ وہی حشمت جنگ تھا جس نے پدرانہ محبت کے ساتھ اس کی خبر گیری کی تھی ——؟!۔

"معزالدین، کیا تم اپنے مجرم ہونے کا اقبال کرتے ہو ——؟!۔

معزالدین اب کے بھی حیران و سراسیمہ کھڑا تھا۔

حشمت جنگ نے مناسب قانونی کارروائی کے بعد مجرم کے حق میں فتویٰ موت صادر کر دیا۔

آہ وہی شخص اُس کی موت کا حکم دے رہا تھا جس نے اُس کی جان بچائی تھی۔

سپاہیوں نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں، اور لے کے کمرے سے باہر لے گئے، عدالت کے بے شمار آدمیوں میں سے ایک نے بھی نہ دیکھا کہ حشمت جنگ کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے چمک رہے تھے!۔

دُنیا پر جرائم پر ور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہر طرف سکوت و جمود طاری تھا۔ البتہ قید خانے کی فضا میں بیقرار قیدیوں کی مضطربانہ صدائیں ارتعاش پیدا کر کے خاموشی میں ڈوب جاتی تھیں۔ زندان کے آخری آہنی کمرے میں بیکس معزالدین سر جھکائے بیٹھا اپنی زندگی کے انقلابات پر غور کر رہا تھا۔ پہلے وہ کیا تھا، کس حالت میں پہونچا اور پھر کیا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی نوشابہ کی یاد اُس کے دل کو بُری طرح بیقرار کر رہی تھی —— "حشمت جنگ" یکایک اُس کے لبوں سے نکلا: "الٰہی یہ کیا معمہ ہے کہ ایک شخص میری جان بچائے، پدرانہ سلوک مجھ سے روا رکھے —— اور پھر میری موت —— آہ موت کا حکم صادر کر دے۔ اس کا دماغ ابھی پریشان کن خیالات کا آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ قید خانے کے دروازے کو حرکت ہوئی اور ایک شخص ہاتھ میں شمع لئے اندر داخل ہوا۔ معزالدین گھبرا کر، خوفزدہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"حشمت جنگ ——؟!"

"خاموش رہو اور جو میں کہتا ہوں کرتے جاؤ۔ اصلی راز تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ پہلے میرا لباس پہن لو، اور اپنا لباس مجھے دیدو" حشمت جنگ نے کہا۔

معزالدین سراپا استفہام بن کر اس کا مُنہ دیکھنے لگا۔

"معزالدین! ابھی تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا —— عجلت کرو"

"لیکن یہ کیوں ——؟!" معزالدین نے کہا۔

"اس احسان کا بدلہ دینے کے لئے جو میں نے تم پر کیا تھا"

معزالدین نے حشمت جنگ کا لباس پہن لیا اور حشمت جنگ نے معزالدین کا۔ ایک منٹ تک دونوں ایک دوسرے کا مُنہ دیکھتے رہے۔ پھر حشمت جنگ معزالدین کا مُنہ چوم کر کہنے لگا "بیٹا معزالدین! تم نے اپنے باپ کا نام افتخارالدین بتایا تھا؟"

معزالدین: "ہاں"

حشمت جنگ: "تو اپنے ظالم باپ افتخارالدین کو، جو اب حشمت جنگ کے نام سے مشہور ہے، معاف کر دو"

معزالدین: "میرے والد آپ —— حشمت جنگ —— اُف میری آنکھیں میری آنکھیں خواب تو نہیں دیکھ رہیں؟؟"

حشمت جنگ: "تمہیں عزیز بیٹا! تم عین بیداری میں ہو"
اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

معزالدین: "یہ کیا معمہ ہے!!؟"

حشمت جنگ: "بیٹا معزالدین! میں نے فرخ نگر آکر جب میری آنکھیں کھل چکی تھیں، اپنی عادتوں کے ساتھ اپنا نام بھی تبدیل کر دیا تھا ——— میں تمہیں مکن تھا اُسی رات روانہ کر دیتا۔ لیکن جونہی تم نے اپنا نام بتایا میں نے اپنی وفادار رشیدہ کی خاطر معمولی سی قربانی کا ارادہ کر لیا۔ اور ساتھ ہی اس کے میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ملکی قانون کی خلاف ورزی کی جائے، اس لئے تمہیں پھانسی کا حکم سُنایا تاکہ تمہاری بجائے خود ——— !"

معزالدین: "اباجان! ——— اباجان!!" وہ آگے ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔

حشمت جنگ: "کیوں بیٹا!؟"

معزالدین: "میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا"

حشمت جنگ: "ایک فرمانبردار بیٹے ہونے کی حیثیت سے تمہیں یہ کرنا ہو گا۔ بیٹا! اس قربانی کے باعث میرے دل کا وہ اضطراب جو مدت سے طاری ہے دور ہو جائے گا۔ اور شاید اس قربانی سے مرحومہ مجھے معاف کر دے ——— ! جاؤ گھر میں نوشابہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اُسے تمہارے قید ہونے کے متعلق کچھ خبر نہیں۔ صحن میں دو گھوڑے ہیں، ان پر چڑھ کر فوراً اس شہر سے نکل جانا ——— جاؤ میرے لختِ جگر، خدا حافظ!!"

معزالدین: "آہ اباجان آپ کا حکم کتنا خوفناک ہے"

حشمت جنگ: "نہیں نورالعین یہ خوفناک حکم نہیں ہے"

معزالدین: "اباجان ———!!"

حشمت جنگ: "اگر تم اپنے اباجان کو خوش کرنا چاہتے ہو تو بعجلت یہاں سے نکل جاؤ"
حشمت جنگ نے دوبارہ معزالدین کی پیشانی کو چوما۔

ایک منٹ سکوت رہا۔

حشمت جنگ: "اچھا بیٹا! اب جاؤ خدا حافظ، لو یہ چابی، جاتی دفعہ کمرے کو مقفل کرتے جانا۔ اور نوشابہ کو اس معاملہ سے آگاہ نہ کرنا ———"
دونوں کی حسرت آلود نگاہیں ملیں، پھر ہٹ گئیں ——— پھر ملیں، پھر ہٹ گئیں۔ معزالدین سر جھکائے کمرے سے باہر نکلا، خدا حافظ کی آواز گونجی، اس کے بعد قفل کے بند ہونے کی آواز کا ہلکا سا ارتعاش فضا میں پیدا ہوا پھر خاموشی ——— قبر کی سی خاموشی۔
حشمت جنگ نے اطمینان کا سانس لیا اور سر جھکا کر کسی فکر میں محو ———!

میرزا ادیب

دیدۂ دل

پھول کا کھلنا اور مرجھانا۔ برف کا جمنا اور پگھلنا۔ شبنم کا رات کو پتہ کی نوک پر بڑی چمک دمک سے گرنا اور دھوپ نکلنے میں غائب ہونا۔ بہار کا آنا اور خزاں کا جانا۔ ہلال و قمر کا بڑھنا اور گھٹنا۔ سورج کا چمکنا اور بادلوں میں چھپنا۔ دھوپ چھاؤں کا مقابلہ۔ لیل و نہار کا تفاوت۔ تندرست اور بیمار کا فرق۔ موت و حیات کے پیچیدہ مسائل۔ محبت و نفرت کا مزہ۔ گرمی اور سردی میں اختلاف۔ جوانی اور بڑھاپا۔ طفلی و شباب کا فرق۔ نرمی اور سختی۔ امیری کی راحت اور غریبی کی کلفت۔ غلامی کی سختیاں اور آزادی کی جولانیاں۔ سعد و نحس ساعتیں۔ نیکی و بدی کی جنگ، چاند گہن اور سورج گہن کے اسرار۔ ماہتاب کی طلعت اور سمندر کا مد و جزر۔ چکور اور چاند کا تعلق۔ خورشید اور کتاں کی نسبت۔ گل و بلبل کا قصہ۔ اور پروانے کا شمع پر جلنا ——— ہے۔

جو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی۔

وزیر بیگم۔ ادیب فاضل

ضمیر کی آواز

از جناب سید محمود دمو ترخ. بی۔ اے

خاموش آسمان پر خاموش ستارے قندیلوں کی طرح چمک رہے اور خواب راحت میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر گاؤں والوں کی جان و مال کی حفاظت کر رہے تھے۔ شراب کے نشہ میں مدہوش انسانوں کی طرح مینڈک اُن کا مُنہ چڑا رہے تھے۔ گاؤں کے باہر ایک تنگ و تاریک کوٹھری تھی۔ جو گاؤں والوں کے قول کے مطابق کسی خدا رسیدہ بزرگ کا مزار تھا۔ اس کوٹھڑی کے ایک کونے میں دو ذی رُوح زیر لب گفتگو کر رہے تھے۔

"آہ! میں اپنی حقیقی مسرت کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ تمہاری موجودگی میں، میں اپنے آپ کو بھی بھول جاتی ہوں۔ میں حیران ہوں کہ اپنے موجودہ خیالات کس طرح بیان کروں۔ اگر ممکن ہو سکتا تو میں اپنا سینہ کھول کر اپنے قلب کی حالت دکھاتی" ایک زنانی آواز نے کہا۔

"تم تو میری آغوش میں بالکل بچی معلوم ہوتی ہو...... تم تو خشک...... پتے کی طرح کانپ رہی ہو......" مردانی آواز نے جواباً کہا۔

"مجھے پیار کرو...... مجھے پیار کرو...... اِدھر بھنووں پر نہیں یہاں ہونٹوں پر۔"

"پیاری کملا! دُنیا امن و سکون کی زندگی بسر کر رہی ہے ہر طرف راحت اور مسرت کا دور دورہ ہے۔ لیکن ان تمام خوشیوں کے درمیان ہم دونوں گوناگوں مصائب اور رنج و غم سے لبریز زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی شکل تک نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ آہ! دُنیا کو معلوم نہیں کہ میں تمہارے ساتھ روز روشن میں چند ساعت بسر کرنے یا کم سے کم چاند کی چاندنی میں تمہاری صحبت سے لُطف اندوز ہونے کے لئے کس قدر قربانی اور کیا قیمت ادا کرنے کو حاضر ہوں۔ لیکن دُنیا میں کون ہے جو ہمارے زخموں پر مرہم کا پھایہ رکھے......"

"جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے مجھے ایسی کوئی خواہش نہیں۔ مجھے تو تمہاری آواز سُنکر اور تمہارے گرم سانس کو محسوس کرکے زندگی کا لُطف حاصل ہو جاتا ہے۔"

"ایک منٹ کے لئے مینڈکوں کی آواز تو سُنو۔"

"کیوں؟ اس سے کیا حاصل؟"

"کیا تمہیں خیال نہیں کہ وہ کسی غیر متعارف ہستی کے انتظار میں ہیں! گو ان کی توقع اُمید موہوم ہی سہی لیکن یہ بات (ان کی) پاک اور سچی محبت کی ترجمان ہے۔ وہ اپنی آرزو اور خواہش کو فاقہ کش ہستیوں کی طرح چیخ پکار کر ہی پورا کر لیتے ہیں۔"

"جب تم مجھ سے دُور ہوتے ہو تو اکثر میری حالت بھی بعینہ ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ میری روح کسی خاص چیز کے حاصل کرنے کے لئے زیادہ اور زیادہ بیتاب رہتی ہے۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ لیکن میں تمہارا نام "مراری! مراری!" پکار کر ایک حد تک مطمئن ہو جاتی ہوں۔"

"پیاری! وقت کس قدر جلد گذر رہا ہے۔ وقت کے بھی پر لگے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ جب ہم یکجا ہوتے ہیں تو اس کی رفتار اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتی۔ کیا تمہارے خیال میں اب واپسی کا وقت ہو گیا ہے؟ ہمیں ہر طرح محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اگر خدا نخواستہ ہمارے دُشمنوں کے کانوں میں اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو پھر ہم دونوں کا جو حسرتناک حشر ہوگا اس کے تصور سے ہی رُوح کانپ جاتی ہے" مراری نے کہا۔

"پیارے مراری! بعض وقت مجھے اپنی جرأت پر حیرت ہوتی ہے۔ کیا میں تمہاری صحبت سے لُطف اندوز ہونے کی خاطر رات کی تاریکی اور گمراہ روحوں کا مقابلہ نہیں کرتی ہوں؟...... آہ! مجھے ایک مرتبہ اپنی آغوش میں لو اور پیار کرو۔ پھر میں جاؤں گی اور دبے پاؤں اپنے گھر پہنچ جاؤں گی۔"

"تم رو کیوں رہی ہو؟"

"میں اس قدر مسرور ہوں۔"

"میرا ضمیر اکثر مجھے ملامت کرتا ہے۔ بہتر تھا کہ میری تم سے ملاقات ہی نہ ہوتی" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟"

"کیا ہم دونوں دُنیا کے سنگین ترین جُرم و گناہ کے مرتکب نہیں ہو رہے ہیں؟"

"کیا تم خاموش نہ بیٹھو گے؟"

"کیا تم ناراض ہو گئیں۔ یہ ایک فوری خیال تھا جو کچھ میں نے کہا ہے بھول جاؤ۔ خدا کے واسطے رونا بند کر دو...... اب تم جا سکتی ہو۔"

اس ویران اور آبادی سے دُور خانقاہ میں یہ دونوں پہلے بھی متعدد بار رات کے اندھیرے میں ملاقات کر چکے تھے۔

گو چاروں طرف دھوپ پھیل چکی تھی۔ دن بھی خوب چڑھ گیا تھا لیکن مراری ابھی خواب راحت کے مزے لے رہا اور دُنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔ اُس کی ممر ماں اس کی خوابگاہ میں آئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔

”اُٹھو بیٹا — آخر تمہاری نیند کبھی ختم بھی ہوگی؟ ذرا دیکھو تو کس قدر دن چڑھ آیا ہے۔ چاروں طرف ہنگامہ سا برپا ہے۔ اُٹھو جلدی کرو۔“

”کیوں کیا بات ہے؟... خیریت تو ہے؟“ مراری نے انگڑائیاں لیتے ہوئے دریافت کیا۔ ”کیا بجا ہوگا؟“

”نو بج چکے ہیں۔“

یہ سُنکر وہ بچوں کی طرح مسکرایا اور اُچھل کر بیٹھ گیا۔

”تم نے تو خوب ہاتھ پیر نکالنے شروع کئے ہیں۔ عجیب ڈھنگ اختیار کر لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رات پھر آوارہ گردی اور اختر شماری میں وقت ضائع کیا۔ سارے دن مٹی کے بُت کی طرح بیٹھے کتابیں پڑھتے رہتے ہو۔ اور رات کی تاریکی میں آوارہ گردی کرتے اور دماغ سوزی کرتے رہتے ہو۔ میں حیران ہوں کہ اس دُنیائے دوں اور عالم ہیولانی کے کس پہلو کا مطالعہ کرتے اور اس پر غور و فکر کیا کرتے ہو؟ یہ ڈھنگ شریفوں کا نہیں ہے۔ تم اپنی بُڑھیا ماں کا، جس کا صرف ایک ہی لال ہے، کہنا کیوں نہیں مانتے ہو؟ تمہیں اس قدر غور و فکر کی کیا ضرورت ہے؟ اگر تم خدانخواستہ بستر پر پڑ گئے تو مجھ غریب کا کون پُرسانِ حال ہوگا؟ —“

”اچھا۔ اچھا۔ آئندہ تمہارا کہنا مانوں گا..... چائے تیار ہے؟“

”تیار؟..... وہ تو ٹھنڈی بھی ہو گئی۔“

عین اُسی وقت سامنے کے مکان میں کملا بیدار ہو کر غسل سے بھی فارغ ہو چکی تھی۔ وہ اُس وقت نئی ریشمین ساڑھی میں ملبوس تھی۔ اسکی مانگ میں سیندور بھرا ہوا تھا۔ اور پیشانی کے وسط میں سُرخ بندی لگی ہوئی تھی۔ وہ دیویوں کی طرح حسین تھی۔ اور پھولوں کی طرح نازک۔ ستاروں کی مانند درخشاں تھی اور پریوں کی طرح دلفریب۔ اس کا کافر حُسن اور محشر طراز شباب سنگ لاستہ بغیر نہ رہتا تھا۔ اس وقت وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین اور سحر طراز معلوم ہوتی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اور نشیلی آنکھوں سے لطف آفریں تیر برس رہے تھے۔ وہ بہت ہی کمسن — شباب کی پہلی منزل پر تھی۔ اس کی عمر اٹھارہ سال سے ہرگز زیادہ نہ تھی۔ لیکن اُس کا شوہر سال خوردہ اور دائم المریض تھا۔ سر اور ڈاڑھی کے بال مُدتوں سے بھی زیادہ سفید تھے۔ وہ کھاٹ پر بیٹھا آہستہ آہستہ چائے پی رہا تھا اور کملا اس کے سامنے پتھر کے ستون سے سہارا لئے کھڑی تھی اور پتھر کو اپنے ناخنوں سے نوچ رہی تھی۔ یہ بھی کملا کے ماں باپ کا اپنی نازوں کی پالی پر صریح ظلم تھا کہ اُنہوں نے اس حُسن کی دیوی کو روپے کے لالچ میں اس پیر تر توت کے پلے باندھ دیا تھا۔ اور یہ کملا غریب پر ہی کیا منحصر ہے۔ ہندوستان میں روزانہ ایسے ظلم ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہماری معاشرت اور ہمارے تمدن کا جزو لاینفک بن گئے ہیں۔ اور غالباً اسی سبب سے ہماری نسل کو گھن لگتا جا رہا ہے اور ان بے زبانوں کی بددعاؤں سے ہماری غلامی کی زنجیریں روز بروز جکڑی جا رہی ہیں۔ اور ان دُکھے ہوئے دل کی آہوں سے ملک کے طول و عرض میں اغوا اور زنا کے جرائم روز افزوں ترقی پر ہیں۔ اور لوگ بیکاری اور فاقہ کشی کے مصائب میں گرفتار زیست سے بیزار ہیں۔

”چائے اور لادوں؟“ کملا نے دریافت کیا۔

”نہیں۔ یہی بہت ہے۔“ اُس کے شوہر راجمار نے جواب دیا۔

چائے کا آخری گھونٹ پی لینے کے بعد اُس نے پیالی کھاٹ پر رکھ دی اور ہتھیلیاں رگڑنے لگا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ اس طرح اپنے اطمینان اور انتہائی مسرت کا اظہار کیا کرتا تھا۔

”رات میرے پیٹ میں سخت درد ہوا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ تمہارے کمرے میں جا کر تمہیں جگا دوں۔“ کملا نے بدحواسی کے عالم میں اپنا سانس روک لیا۔ ”لیکن میرے ضمیر نے تمہیں ایسے بے وقت تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔“

”کیا اب بھی تمہارے پیٹ میں درد ہے؟“ اُس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے دریافت کیا۔ ”کیا میں.....“

”تمہیں کسی قسم کا فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب مجھے بالکل آرام ہے..... یہ نئی ساڑھی کیسی ہے؟“ اس نے کملا کی ساڑی پر نظریں جما کر کہا۔

”مجھے بہت پسند ہے۔ بھابی بھی کہتی تھیں کہ انہیں بھی ایسی ہی ایک ساڑھی منگا دی جائے۔“

”..... کیا سُنار نئی بالیاں دے گیا؟“

”نہیں۔“

”معلوم ہوا کہ وہ بہت بدمعاش ہے۔ میں ابھی جا کر اُس کے کان اینٹھتا ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور دروازے کی طرف گیا۔ کملا نے بھی نگاہوں سے اُس کا تعاقب کیا۔ اور جب راجکمار دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا تو وہ اطمینان کا سانس لیکر باورچی خانہ میں چلی گئی۔

مراری لعل اپنے کمرے میں بیٹھا کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ ناگہاں دروازہ کھلا اور راجکمار اندر آیا۔

"کیا میں تمہارے کام میں حارج ہو رہا ہوں!؟"

مراری لعل اُس کی غیر توقع اور ناگہانی آمد سے قدرے پریشان ہو گیا تھا۔ لیکن اُس نے انتہائی کوشش کر کے اپنے اوسان درست کئے اور جواب دیا۔

"نہیں! بالکل نہیں!"

یہ کہکر وہ کھڑا ہو گیا۔ اور بوڑھے راجکمار کو کرسی پر بٹھا کر خود چوکی پر بیٹھ گیا اور نظریں نیچی کر لیں۔

"مجھے انگریزی میں ایک خط لکھوانا ہے۔ کیا تم ازراہِ عنایت میرا یہ کام کر دوگے!؟" بوڑھے نے دریافت کیا۔

مراری لعل نے اس کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔

"خدا نے تمہیں کافی دولتمند پیدا کیا ہے۔ تمہاری جائداد اور باغات ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ تم ابھی تجردانہ زندگی بسر کر رہے ہو؟"

"ماتا بھی روز یہی کہا کرتی ہیں۔ مگر میرے خیال میں شادی کے بعد انسان کی تمام مسرتیں اور راحتیں خواب و خیال ہو جاتی ہیں" مراری نے جواب دیا۔

"آہ! اب معلوم ہوا کہ جناب بھی مغربی تہذیب کے غلام ہو گئے ہیں" بوڑھے راجکمار نے ہنس کر کہا "اس میں تو کلام نہیں کہ اکثر شادی کرنے کا انجام نہایت حسرت ناک اور اندوہگیں ہوتا ہے۔ لیکن اسی دُنیا میں خوش خرم میاں بیوی بھی موجود ہیں۔ یہ سب کچھ قسمت اور نصیبہ پر منحصر ہے۔ میری ہی طرف دیکھو۔ میں تیسری مرتبہ شادی کر کے بھی خوش و خرم ہوں۔ آج کل کے نوجوان تو یہی کہتے ہیں کہ بوڑھوں کو ہرگز شادی نہ کرنی چاہیئے۔ اس میں سراسر نقصان ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری نوجوان بیوی کملا ہر وقت اور ہر ممکن طریقے سے مجھے خوش و خرم رکھنے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ میں زندوں میں سب سے زیادہ مطمئن اور خوش و خرم انسان ہوں۔ اور میری بیوی بھی آزاد پرندے سے زیادہ مسرور ہے۔"

مراری لعل بڈھے راجکمار کی باتیں سخت حیرت و استعجاب اور اپنے دل پر جبر کر کے سُن رہا تھا۔ راجکمار نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اس میں بھی کلام نہیں کہ کملا سے زیادہ خوش و خرم اور مطمئن عورت ملنی مشکل ہے لیکن وہ اکثر سُست اور اُداس رہتی ہے۔ جس کی میرے خیال میں خاص وجہ یہ ہے کہ اُس نے شہر میں تعلیم و تربیت پائی ہے اور شہر کی فضا میں ہی اب تک زندگی گذاری ہے۔ اس لئے یہ دلچسپیوں سے خالی دیہاتی زندگی اس کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ کیوں تمہارا کیا خیال ہے!؟"

"ممکن ہے یہی وجہ ہو" مراری نے بے توجہی سے جواب دیا۔

"تمہارے پاس کتابوں کی افراط ہے۔ کیا تم مجھے اپنی چند کتابیں اس کے مطالعہ کے لئے مستعار دے سکتے ہو! کیا تم مجھ پر احسان کرنا پسند کروگے!؟"

"مجھے تمہاری فرمائش پوری کرنے سے خوشی حاصل ہوگی"

"ایک بات اور سُن لو۔ میں نے حال ہی میں اس کے لئے ایک ہارمونیم خریدا ہے۔ لیکن جاہلوں کی اس بستی میں کوئی ہارمونیم سکھانے والا نہیں ملتا ہے۔ تم بہت اچھی طرح ہارمونیم بجاتے ہو۔ اس لئے میں درخواست کروں گا کہ فرصت کے وقت اسے بھی سکھا دیا کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھے تمہیں اس قدر تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ لیکن مجبوری......"

"میں تمہیں خوش کرنے کے لئے ہر کام کرنے کو آمادہ ہوں، لیکن........"

"تم ڈرتے ہو کہ لوگ اُنگلیاں اُٹھائیں گے اور بدنام کرینگے، میں تو ایسی لغو اور مہمل باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور تمہیں بھی ان پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم شریف باپ کے بیٹے اور نیک نفس نوجوان ہو۔ تم رذیلوں کی طرح اوباش اور عیاش نہیں ہو۔ تو پھر......"

راجکمار نہایت آزادی اور سادگی سے گفتگو کر رہا تھا لیکن اُس کا غیر محسوس کن طریقہ پر نوجوان مراری کے خیالات پر اثر ہو رہا تھا۔ آخر جب وہ مراری کو دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا تو غیر ارادی طور پر نوجوان کا دل بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ فرش، دیواریں، چھت اور جو چیز بھی کمرے میں تھی وہ مراری پر لعنت ملامت کر رہی تھی۔ وہ اضطراب اور بے چینی کی حالت میں کمرے میں ٹہلنے لگا اور پاگلوں کی طرح زمین کو اپنے پیروں سے کوٹنے اور دیواروں میں ٹکریں مارنے لگا۔

بیٹھا، کمل کس قدر نیک اور پاک طینت انسان ہے۔ اس کی روح پھول کی کلی سے بھی زیادہ معصوم ہے۔ اس نے مجھے خاک سے اٹھا کر اپنے سینے کی طرح چھاتی سے لگایا۔ لیکن میں نے اُس کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے! آہ! اسے ابھی تک معلوم نہیں کہ میں نے اُس کے دل میں خنجر بھونک دیا ہے — اُسے مجھ پر کس قدر اعتماد ہے۔ وہ مجھے پاکباز جانتا ہے۔ وہ اپنی بیوی کو میرا شاگرد بنانے کے لئے تیار ہے۔ آہ! وہ کس قدر پاک اور نیک روح ہے۔ انسان کو سادہ اور نیک نیت ہونے کیلئے کیا کچھ قربانی کرنی پڑتی ہے۔ لیکن میں نے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے! میں نے ناقابل معافی جرم کیا ہے۔ امانت میں خیانت کی ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں خاک ڈال دی ہے۔

لیکن، کملا! پیاری کملا! میں تمہیں کس طرح چھوڑ دوں! میں تمہیں کس طرح بھول جاؤں۔ متعدد بار تمہارے ساتھ چند ساعتیں گذار کر جو انبساط حاصل کیا ہے اس کی یاد کیسے دل سے نکال دوں ......

آہ! تمہارا شوہر اس قدر نیک نیت انسان کیوں ہے؟ اس کی نیکی ہی مجھے ہلاک کر رہی ہے۔ کاش! وہ ایک بدمعاش، کینہ جو، اور بدنیت انسان ہوتا۔ وہ تمہیں کیوں نہیں ستاتا اور تنگ کرتا ہے؟ اور کیوں نہیں خشمگیں نگاہوں سے گھورتا ہے! وہ مجھ سے حسد کرتا اور مجھے اپنا دشمن تصور کرتا تو میں بھی ایک بڑی حد تک انصاف کا دامن پکڑ کر اس سے انتقام لیتا۔ اس کی عدم موجودگی میں تمہارے ساتھ سازش کرتا اور اُسے ذلیل کرتا۔ لیکن وہ نہ رذیل ہے۔ نہ حاسد اور نہ ہی بدنیت اُس کی روح زیور اخلاق سے آراستہ ہے۔ اور یہی بات میرا خون کر دینے کے لئے کافی ہے۔

"لیکن کملا! پیاری کملا! میں کس طرح تمہارا نام بھول جاؤں؟" —

"تم بدباطن اور بدطینت ہو" اُسکے ضمیر نے جھڑک کر کہا۔

"بدباطن! یقیناً مجھ سے زیادہ بدباطن اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ میرا باطن بھی بڈھے مانجکار کی طرح نیک اور پاک و صاف ہو جائے!"

"بھاگ جاؤ یہاں سے۔ خود کو ہلاک کر دو۔ دریا میں کود پڑو" ضمیر کی آواز نے کہا۔

"کیا میں ان میں سے کسی بات پر بھی کاربند ہونے کی قوت رکھتا ہوں!"

"تم بزدل ہو"

مراری کی تیز رفتاری سے کمرے کی پیمائش کرنے اور فرش کو زیادہ اور زیادہ سختی سے کوٹنے لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا مکان کو مسمار کر دینے کا ارادہ ہے؟ میں تو سمجھی کہ بادل گرج رہے ہیں۔ فرش نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے۔ جو اُسے اس بے رحمی سے کوٹ رہے ہو؟" مراری کی ماں نے شکایت کرتے ہوئے کہا۔

"ماما! میرا جی اُچاٹ ہو گیا ہے۔ میں اس گاؤں سے چلا جانا چاہتا ہوں۔ میں بہت پریشان اور متفکر ہوں۔ چلو دہلی چل کر اپنے گھر میں رہیں گے" مراری نے اپنی ماں کے سوالات کو سُنا ان سنا ایک کر کے کہا۔

"تمہاری کوئی بات ڈھنگ کی بھی ہے۔ کل ہی تم کہہ رہے تھے کہ تمہیں اس گاؤں سے انتہائی محبت ہے۔ کیا اس جگہ کی وہ تمام خوبیاں جو کل گنائی جا رہی تھیں آج ناگہاں تاریک ہو گئی ہیں؟"

"ماما! میں بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ میرا مستقل ارادہ ہے کہ یہاں سے فوراً چلا جاؤں"

"تم ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ میں وجہ نہیں بتا سکتا لیکن یہ کام ضرور ہوگا"...... خیر تم مختار ہو جو جی میں آئے کرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مجھے کسی بات کی خواہش نہیں۔ میں تو اب صرف یہ چاہتی ہوں کہ تمہاری موجودگی میں عالم بالا کا سفر اختیار کر دوں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہیئے"

"میری بات سنو۔ ہمیں یہاں سے فوراً چلے جانا چاہیئے۔ کل شام کو ضرور روانہ ہو جائیں گے" کمرے کے فرش کی دوبارہ پیمائش کرتے ہوئے مراری نے کہا۔

"بیٹا! تم کس قدر ضدی بچے ہو۔ اگر کوئی کام کرنا ہوتا ہے۔ تو بغیر سوچے سمجھے کرنے لگ جاتے ہو۔ لیکن اگر میں کہوں کہ بیٹا شادی کر لو۔ تو فوراً رونی صورت بنا کر انکار کر دیتے ہو۔ اگر میں کہوں کہ اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ تو جواب میں تم مجھے نصیحت کرنے لگ جاتے ہو" مراری کی ماں نے باہر جاتے ہوئے بطور شکایت کہا۔

مذکورہ بالا واقعہ سے دوسرے دن دوپہر کے وقت مراری حیران و مضطرب اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔ اس وقت وہ بالکل خالی الذہن تھا۔ اس کا دماغ اس قدر بے خبر اور اس قدر پریشان تھا کہ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ آئندہ کیا کرنا چاہیئے۔ اُسی وقت ناگہاں اُس نے

اکسی سنے باہر سے دروازے کو دھکا دیا اور پھر چند قدم دور جا کر جواب کے
ظار میں کھڑا ہو گیا۔ اُس نے فوراً دروازہ کھولا۔ اور دیکھا کہ کاغذ کا ٹکڑا
ماگے سے پتھر کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ اُس نے کاغذ اُٹھالیا اس میں
ھا تھا۔

"وہ آج دوسرے گاؤں گئے ہوئے ہیں۔ اسی وقت آکر ملو۔
ہت ضروری کام ہے"
"کیا میں جاؤں یا نہ جاؤں؟" اس نے اپنے ضمیر سے دریافت کیا۔
لیکن کسی فیصلہ پر پہونچنے سے قبل ہی وہ سامنے والے مکان پر
شت پر کے دروازے کی راہ سے داخل ہو رہا تھا۔ کملا وسیع دالان میں
ں کی منتظر کھڑی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ لٹک رہے تھے۔ وہ بالکل
اموش اور بے حس و حرکت تھی۔ اگر کوئی نظرِ اوّل میں کملا کو ایک حسین بُت
متور کر لیتا تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ وہ اس وقت مجسم کیوپڈ تھی۔ مراری
بے پاؤں دالان میں آیا اور اس سے ذرا فاصلہ پر کھڑا ہو گیا۔ دونوں
نٹ منٹ خاموش کھڑے نظروں سے ایک دوسرے کے دل کی حالت
اجائزہ لیتے رہے۔
"میں نے سُنا ہے کہ تم یہاں سے جا رہے ہو؟ کیا یہ حقیقت ہے!"
ملا نے غمگین آواز میں دریافت کیا۔
"یقیناً" مراری نے کملا کی طرف نہیں بلکہ دیوار پر لٹکی ہوئی
صویر کو گھورتے ہوئے کہا۔
"تم نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا تھا کہ جیتے جی اس جگہ کو نہ چھوڑو گے
اب اس کا کیا مطلب ہے؟"
"مجھے دہلی میں ایک نہایت ضروری کام انجام دینا ہے۔ بس
ہی وجہ ہے......"
"گویا یہ کام یہاں سے نہیں کیا جا سکتا ہے؟"
"لیکن اس معاملہ میں میرا بذاتِ خود موجود ہونا اشد ضروری ہے"
سکی آواز نے راز فاش کر دیا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔
"لیکن تمہاری صورت اور تمہاری آواز ایک نہایت عجیب اور
بالکل متضاد داستان کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں۔ مجھ سے اصل معاملہ
چھپانا فضول ہے" کملا نے کہا۔
"جو میں نے عرض کیا ہے وہی حقیقت ہے" اس مرتبہ بھی اُسکی
آواز نے اس کے ساتھ دُشمنی کی۔
"نہیں، ہرگز نہیں۔ تم غلط کہہ رہے ہو"
مراری ابھی تک تصویر کو ہی گھور رہا تھا۔

"میری طرف توجہ کرو" کملا نے غصے سے کہا۔ اور مراری نے
بلاارادہ فوراً تعمیل کی۔
"سچ بتاؤ کہ تمہاری اس ناقابلِ فہم حرکت کی اصل وجہ کیا ہے۔
میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ ابتک تم جھوٹ بول رہے تھے"
اُس نے اپنی بھویں سُکیڑ لیں اور اس سے چار آنکھیں کر کے
سختی سے کہا "سُنو اور غور سے سُنو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب میری آنکھیں
کُھل گئی ہیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اس نوع کے تعلقات جو میرے اور
تمہارے درمیان ہیں...... جو قانوناً و اخلاقاً قابلِ گرفت اور قابلِ تعزیر
ہیں۔ اور جو ہماری تہذیب و تمدن اور ہمارے سماجی آئین کی رو سے قابلِ
مذمت و حقارت ہیں ـــــ وہ اب ختم ہو جانے چاہئیں۔ میں اس جگہ کو ہمیشہ
کے لئے چھوڑ رہا ہوں"
یہ سُنکر کملا کی جو حالت ہوئی اُسے الفاظ میں بیان کرنا غیر ممکن
ہے۔ وہ حیرت۔ استعجاب۔ مایوسی اور ناکامی کے بحرِ تلاطم خیز میں ہاتھ پیر مار رہی
تھی لیکن کنارے کا پتہ نہ لگتا تھا۔ اس کی حالت بالکل اسی جانور کی سی
تھی جو موت کو سر پر منڈلاتا دیکھکر خالی الذہن ہو جاتا ہے۔ اور بلا حرکت
کئے اور اپنے بچاؤ میں ہاتھ پیر مارے بغیر تیرِ اجل کا نشانہ بن جاتا ہے۔
کملا کیوپڈ کے بُت کی طرح چند ساعت خاموش اور بے حس و حرکت کھڑی
رہی۔ آخر اُس نے سینے پر جبر کی سل رکھکر اپنے پراگندہ و منتشر خیالات
کو یکجا کیا اور کہا۔
"کیا تمہیں افشائے راز کا خوف ہے؟"
"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ میں اب اس اخلاقی اور آئینی گناہ
سے توبہ کر چکا ہوں۔ میں تمہارے اور تمہارے شوہر کے خاندان کو دیدہ و
دانستہ ذلت اور بدنامی کے عمیق غار میں دھکیلنا نہیں چاہتا"
یہ سُنکر وہ اُچھل پڑی۔ گویا اُس کے بچھو نے کاٹ لیا ہے۔
"کیا محبت کرنا گناہ ہے؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں سر سے
پیر تک گناہوں میں آلودہ ہوں؟ میں پرماتما کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں
کہ میری رُوح بالکل معصوم ہے۔ میں دل و جان سے تم پر فدا ہوں۔ میں
تمہاری خوشنودی کے لئے جان و مال ہر قسم کی قُربانی کرنے پر آمادہ ہوں۔
مجھے تمہارے علاوہ اور کسی سے بھی محبت نہیں ہے۔ مجھے تمہارے مقابلہ
میں اپنی زندگی بھی پیاری نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم مجھ پر اس قدر
ظلم کیوں کر رہے ہو؟"
یہ کہہ کر اس نے قدم اُٹھایا۔ اور مراری سے بغلگیر ہونے کو تھی
تھی کہ مراری نے اُسے آہستہ سے پرے کر دیا۔ اور کہا کہ "ہٹو مہربانی

نہ دستیاب رہو"؟
کملا نے بے اختیار ایک سرد آہ بھری ...... ایک ایسی آہ جس سے بیک وقت خوف، مایوسی، تکلیف، شرم اور غصہ کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کیا میں کوڑھن ہوں؟ تم نے مجھے کس بے دردی سے دھتکار دیا ہے ...... آہ! پرماتما! کیا یہ اس بات کا انتقام ہے کہ میں اس پر جان و مال سے فدا ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے سامنے شہد پیش کیا تھا۔ لیکن وہ مجھے زہر دے رہا ہے۔ اُس نے مجھے بدنام کر دیا ہے۔ اُس نے میری عزت و آبرو دو کوڑی کی کر دی ہے ......" اتنا کہہ کر وہ بیقرار ہو گئی۔ اُس کی سُرخ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لے چکر آ گیا۔ ممکن تھا کہ وہ صدمہ سے بیہوش ہو جاتی۔ لیکن وہ فوراً دیوار سے کمر لگا کر کھاٹ پر بیٹھ گئی۔ مراری بھی رو رہا تھا اور خود اسے اسکی وجہ معلوم نہ تھی۔

"آہ! تم بھی رو رہے ہو۔ کیا تم آنسوؤں کی داستان سمجھ سکتے ہو!"

"کملا رنج کرنا لاحاصل ہے ..... کاش کہ میں تمہیں اپنا دل چیر کر دکھا سکتا"

"معاف کرنا۔ مجھے تمہارا دل دیکھنے کی اب ضرورت نہیں۔ میں تمہیں اپنا دل دکھاؤں یا تم مجھے دکھاؤ۔ مجھے تمہارے دل کا حال خوب معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم انسان نہیں ہو۔ بلکہ پتھر۔ ایک ناپاک پتھر اور گندہ کیڑا ..... "کملا"! .. کیا تم اب بھی میرا نام لینے کا حوصلہ رکھتے ہو۔ تمہیں اب اس بات کا کوئی حق نہیں ہے ...... میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ مجھے تم سے نفرت ہے۔ تمہاری شکل دیکھ کر گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ جذبات محبت کا خاتمہ ہو چکا ہے کیونکہ میرے مراری کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب تو صرف اس کا بھوت باقی ہے۔ آہ! یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے کیوں ستا رہے ہو؟"

"تم اس قدر سخت اور بیرحم الفاظ کس طرح استعمال کر سکتی ہو؟" مراری نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"آہ! تم مجھے کیوں ستائے جا رہے ہو! تمہارے جسم سے نہ نظر آنے والے تیر نکل کر مجھے سر سے پیر تک زخمی کر چکے ہیں ...... آہ! پرماتما! اب تکلیف ناقابل برداشت ہے۔ میرا دل خون ہو کر بہہ رہا ہے۔ لیکن ظالم کو مجھ پر ذرا بھی رحم نہیں ...... چلے جاؤ یہاں سے۔ تمہاری موجودگی میرے لئے اب ناقابل برداشت ہے۔ تمہارے جسم سے دوزخ کی آگ کے شعلے نکل رہے ہیں ...... چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں ابھی اپنا سر دیوار میں مارتی ہوں۔"

مُردہ دل مراری لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے باہر آیا۔ ہاتھ منہ پر رکھکر زار و قطار رونے لگا۔

اُسی دن اندھیرا ہونے سے قبل وہ اپنی ماں کو ساتھ لیکر کسی کو اطلاع کئے بغیر ہی اس گاؤں سے رخصت ہو گیا ...... اگر وہ اس رات اور وہاں ٹھہر جاتا تو دن نکلتے ہی وہ گاؤں کے لوگوں سے کملا کی خودکشی کا حال سُن لیتا۔

سید محمود مورخ۔ بی۔ اے۔

غالبؒ کا ایک شعر

تم ہی کہو کہ گُذارا صنم پرستوں کا
بتوں کی ہو اگر ایسی ہی خُو تو کیونکر ہو

ہم اُن کی ہر ادا پر جان دینے کو تیار! ان کا ہماری ہر بات پر نفرت آمیز اظہار! ہم اُن کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔ عام اس سے کہ وہ ہماری مرضی کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو۔ اور وہ کبھی ہماری بات چلنے تک نہ دیں، قطع نظر اس سے کہ وہ کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہو۔ ہم اُن کے جلوہ گہ ناز پر ناصیہ فرسا۔ وہ ہمارے حال سے دیدہ و دانستہ لاپرواہ۔ ہم اُنہیں اپنا ہی نہیں بلکہ دوست سمجھیں۔ وہ ہمیں غیر ہی نہیں بلکہ دشمن جانیں۔ ہم اُن کی تعریف میں شب و روز غزلخواں وہ ہماری ہجو میں رات دن کوشاں۔ ہم اُن کے تصوّر کی پرستش کریں اور پروانہ وار انکے شیدا۔ وہ ہمارے خیال سے بھی نفرت کریں اور شمع صفت مشکستہ پر آمادہ۔ ہم اُنکی یاد میں راتیں جاگ جاگ کر گذار دیں اور وہ کبھی ہمارا حال تک نہ پوچھیں ......

تو پھر اے عالم تنہائی میں خندہ پیشانی سے پیش آنیوالے تارو! اے حسین چاند! اے ہواؤ! اے وجد کرنیوالے درختو! اے مرغزاروں سے گذرنیوالی ندیو!

تم ہی کہو کہ گذارا صنم پرستوں کا
بتوں کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو

عطا محمد بٹ

ڈرل

(دائیں ——— بائیں ——— آگے ——— پیچھے)

میں ڈرل کی گھنٹی بجتے ہی چونک پڑا۔ قارئین اس سے یہ نتیجہ نکالیں کہ ڈرل میرے لئے محبوب مشغلہ ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یقیناً نہیں۔ دیگر طلبہ کے لئے تو ڈرل کا وقت شروع ہوتا تھا۔ مگر میرے اور میرے ہجولیوں کے لئے "غیر معمولی تفریح" جس وقت کا تذکرہ یہاں ہو رہا ہے اس وقت میں بہت کم عمر تھا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں پانچویں جماعت کا طالب علم! میں یہ معلوم کرنے سے قاصر تھا کہ ہمارے اساتذہ کیوں پاگل ہو گئے کہ لڑکوں کو اُچھلنے کودنے یا دوسرے معنوں میں "احمقانہ حرکات" کرنے پر خواہ مخواہ مجبور کرتے ہیں۔ میں نے اپنے بڑے بھائی سے پوچھا تھا کہ ڈرل آدمی کو تندرست اور توانا بنا دیتی ہے۔ مگر میں یہ کیسے باور کرسکتا' ان حالات میں کہ میں لطیف اور یہ کاشن کو' جو ہمیشہ ڈرل کی گھنٹی پر دلی خوشی سے حاضر ہوتے تھے' پیٹ سکتا تھا۔ میں اپنے گھر کے سامنے سپاہیوں کو بعض اوقات ڈرل کرتے دیکھتا تھا اور یہی نتیجہ نکالتا کہ شاید ڈرل ماسٹر بھی طلبہ کو (بجز میرے) فوجی بنانا چاہتا ہے کیونکہ میرے والد بزرگوار نے ایک دفعہ مجھ سے ذکر کیا تھا کہ تمہیں انجنیئر بنایا جائیگا تو پھر کیسے اور کس لئے میں ڈرل میں روزانہ شرکت کیا کروں۔ کیونکہ میرے پیش نظر تو انجنیئری تھی نہ کہ ملٹری!

اس لئے جب لڑکے اپنے کوٹ' پگڑیاں اُتارتے اور گراؤنڈ میں سیدھی قطاروں میں کھڑے ہو جاتے تو میں آنکھ بچا کر دوسرے دروازے سے باغ کا راستہ لیکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ جاتا۔ اور جیب سے بسکٹ نکال کر خوب سیر ہو کر کھاتا' کبھی گھر بھاگ جاتا۔ راستے میں چلو — بھاگو — دائیں — بائیں کی فلک شگاف اور دہشت ناک آوازیں سنائی دیتیں۔

دو تین ماہ اسی معمول میں بیت گئے۔ یعنی آنکھ بچا کر دیگر شرکاء سے جا ملتا۔ اور پھر ہم اکٹھے ہو کر مرغانِ چمن کے گھونسلے برباد کرنے میں مشغول رہتے اکثر میں گھر جا کر چھوٹے بھائی سے "مٹھائی غضب" —! ڈرل ماسٹر کو اس امر کا احساس تک بھی نہ تھا کہ میں بھی جماعت کے طلبہ میں سے ایک طالب علم ہوں۔ مگر با ایں ہمہ بقول کسے۔ "چور کی ڈاڑھی میں تنکا" جب کبھی وہ مجھے دیکھ پاتا تو میں اپنی آنکھیں بند کرکے فرار ہو جاتا۔ مگر آہ! یہ پُر از مسرت اور خود مختارانہ معمول دیر تک جاری نہ رہا ایک دن ڈرل ماسٹر نے ہمارے کرتوت سے آگہی حاصل کرلی۔ اور دو تین ہٹے کٹے لڑکے ہمیں "گرفتار" کرنے کی خاطر دوڑائے میں سیٹیاں بجاتا اور دل میں طرح طرح کی اُمنگیں لئے جا رہا تھا اور حاشا وکلا ڈرل ماسٹر کے اس سفاکانہ فعل سے بالکل بے خبر —! (ورنہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میرے جیسا تجربہ کار بھگوڑا اُس کے پھندے میں کبھی آسکتا تھا) کہ اچانک۔ کسی نے میرے کالر کو آن دبوچا پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو وہی میرے ہم جماعت — وہی ٹوڈی' جو ڈرل ماسٹر کے خیر خواہ تھے اور میرے بدخواہ — دوسرا لڑکا میرے ساتھی کو کشاں کشاں لئے جا رہا تھا۔ وہ ہمیں ڈرل ماسٹر کے پاس لے گئے۔ جس کی شکل سے آج پہلی بار مجھے اچھی طرح نیاز حاصل ہوا۔ میں مارے خوف کے کانپ رہا تھا۔ مگر ڈرل ماسٹر بڑا رحم دل تھا۔ اُس نے دیکھتے ہی کوٹ اور ٹوپی اُتارنے کو کہا۔ میں جھٹ قطار میں کھڑا ہو گیا — پس اس طرح انھیں میری ہستی کا علم ہوا۔

اب کیا تھا۔ یہ "غیر معمولی تفریح" کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ہمیں بھی "احمقانہ حرکات" کرنا پڑیں پہلے دو تین روز میں نے چار و ناچار جو کچھ ہو سکا کیا۔ بمصداق "ہر در دیش برجان خویش" تیسرے روز سر پر رومال باندھکر' منہ لبورے اور سخت گھبراہٹ ظاہر کئے۔ جیسے کوئی چھ ماہ کا بیمار ہو گراؤنڈ میں آ پہنچا۔ لڑکے قطاروں میں منسلک ہو گئے۔ مگر میں الگ کھڑا رہا۔

"تم کیوں الگ کھڑے ہو؟" ڈرل ماسٹر نے بارعب آواز سے جس کے سنتے ہی مجھ پر نیم غشی کی حالت طاری ہو گئی تھی' کہا۔

"جناب میرا سر بہت کمزور ہے۔ ذرا سی جنبش سے شدید درد شروع ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر نے ڈرل سے منع کیا ہے۔ قبل ازیں جو ایک دو دن ڈرل کی تو اس سے تکلیف بڑھ گئی۔"

ڈرل ماسٹر ہنس پڑا اور مجھے "بیمار" سمجھکر جانے دیا۔ اس طرح میں نے ڈرل سے پھر عارضی نجات حاصل کرلی میں الگ ایک طرف منہ کرکے بیٹھ جاتا تھا۔ اور اُن کی احمقانہ حرکات ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ مگر مینڈک کو دیکھ کر ہم بھی پُر لطف کھیلوں میں شامل ہو جایا کرتا تھا

سال کے بعد ایک دوسرا ڈرل ماسٹر آگیا جس نے بھیجے در دو بھرے اور داد طلب معروضات کو پائے استحقاق سے ٹھکرا دیا۔ اور مجھے ڈرل میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا۔ مگر میری شب و روز کی پیہم دعائیں بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہو گئیں۔ اور ماسٹر جلدی ہی منتقل کر دیا گیا۔

ان ہی جھمیلوں میں چار سال گذر گئے میں نے جماعت دہم میں ترقی پائی۔ ایک دن ایک اخبار میں "تحریکِ سکوٹنگ" کی بابت پڑھا۔ میرا دل بلیوں اُچھلا۔ خوش قسمتی سے ہیڈ ماسٹر نے ایک دن تحریک مذکور کی بابت سکول میں اعلان کر دیا۔ میں مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔ حتیٰ کہ اس میں شرکت کر لی۔

پہلے پہل ہم نے وہ قواعد پڑھے جو تحریک مذکور کے اصول اساسی ہیں۔ میں نے ان سب کو بہت ہی جلدی ازبر کر لیا۔ اور چونکہ میں ان میں دلی اور سچی دلچسپی سے حصہ لیا کرتا تھا۔ اس لئے اپنی مختصر سی جماعت کا قائدِ اعظم بھی بنا دیا گیا۔ ایک —— دو —— تین ماہ بیت گئے۔ ہم نے کوئی ایسا بہادرانہ کام کیا اور نہ "احمقانہ حرکات" کیں۔ جن سے میرا دل اس تحریک سے ڈرل کی طرح اچاٹ ہو جاتا۔ اور جب مجھے معلوم ہوا کہ ڈرل اس تحریک کا لازمی اور لابدی جزو ہے۔ تو حسبِ معمول میں اس سے علیحدہ ہو گیا۔

ایک سال بعد میں کالجیٹ یا بالفاظ دیگر "فسٹ ایئر فول" کے باوقار لقب سے ملقب ہونے لگا۔ یہاں سے میری زندگی کے دوسرے دور کا افتتاح ہوتا ہے کیونکہ یہاں نہ کوئی پابندی تھی نہ قید۔ ہر چیز اور ہر فعل اپنی مرضی کے مطابق۔ فی الحقیقت وہ ایک خوشگوار زندگی تھی۔ مگر آہ! یہ خوشگوار زمانہ بھی گریزپا نکلا۔ ایک دن میری بدقسمتی! نوٹس بورڈ پر مندرجہ ذیل نوٹس دیکھا۔ ہوسٹل میں.... رہنے والوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ روزانہ صبح ڈرل میں شریک ہوا کریں حکم عدولی کرنے والوں کو چار آنہ یومیہ جرمانہ ہوا کرے گا۔ —— بحکم پرنسپل۔

بہت بُرا ہوا۔ بھلا ان پروفیسروں کو کیا حاصل ہے جو روزانہ ہمیں ڈرل کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ نوٹس پڑھکر میرا دل دھڑکنے لگا۔ تکلیف واقعی ناقابل برداشت تھی۔ مگر کیا کرتا۔ مجبور محض تھا۔ میرے دیگر آفیونی ساتھیوں میں بھی اس بات کا چرچا ہو رہا تھا۔ بالآخر ہم نے تہیہ کر لیا کہ اس حکم کے پرخچے اڑا دیئے جائیں۔ چنانچہ ہم ڈرل بائیکاٹ کے اٹل فیصلے پر سختی اور استقلال سے قائم رہے۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں دو تین روز باقی رہ گئے تھے۔ اور ہم اپنے دل میں "جو گزرا بہتر گذرا" کا دل خوش کن خیال نے او دیمی ماہ کا خوشگوار تصور ذہن میں بٹھائے اپنی فتح پر نازاں و فرحاں پھر رہے تھے کہ ایک اچانک نوٹس نظر سے گذرا۔ جس نے ہمارے حواس یکسر معطل کر دیئے۔ نوٹس پر میرے اور میرے ہمنواؤں میں سے ہر ایک کے نام کے سامنے ڈرل سے غیر حاضری کا جرمانہ مبلغ دس روپے درج تھا۔ ہم حیران تھے کہ یا الٰہی یہ کیا بات ہے فیس تو چھ روپے اور جرمانہ دس روپے کہیں کلرک نے غلطی نہ کی ہو؟ مگر نہیں ہم غلطی پر تھے۔ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔ کہ اگر والدین کو پتہ لگ جائے تو خوب گت بنے اور بہت ممکن ہے کہ پڑھائی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ چنانچہ ہم نے عرضداشت صاحب پرنسپل کے پاس بھیجی۔ مگر پرنسپل تو پہلے ہی ہماری ہٹ دھرمی سن چکا تھا۔ اس لئے ہماری فذہ برابر بھی شنوائی نہ ہوئی۔ اور بالآخر ہمیں ڈرل سے مفر نہ ہو سکا۔

طاہر قریشی

آگرہ کے

مینا بازار کا ایک دلچسپ واقعہ

آئی ہے طبیعت میری اُس پردہ نشیں پر
جس کا کہ فرشتوں نے بھی داماں نہیں دیکھا

جلال الدین اکبر اور اُس کی بیگم جیا رانی جو آمیر کے راجہ بہاری مل کی دختر نیک اختر ہے، حضرت سلیم چشتی نے اپنے گاؤں سیکری میں لاکے روک لیا ہے اور بیٹے کے پیدا ہونے کا مژدہ دیا ہے۔ دیکھئے نا اسی وجہ سے اکبر آباد اور سیکری میں بائیس میل کا ٹکڑا ڈیرہ، خیمہ، قنات، تنبو، چھولداریوں سے ایک ہو رہا ہے۔ آدمی پر آدمی پٹا پڑا ہے۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے فوج ہی فوج دکھائی دیتی ہے۔

حضرت سلیم چشتی کی مسجد سے متصل زنانہ کیمپ ہے۔ اور اس میں بادشاہ زادیاں، رانیاں، بیگمیں اور امیر اُمرا کی بہو بیٹیاں اور اکبر کے کنبے رشتہ کی مستورات بڑی بوڑھیاں، توران اور ایران کی رہنے والیاں جیا رانی خیمہ میں شاہنشاہ کے پاس موقع موقع سے بیٹھی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ ہم تو ڈیروں میں پڑے پڑے گھبرا گئے ہیں۔ اپنی ولایت میں تو ہم بے پردہ پھرتے ہیں۔ اور مینا بازار میں عورتوں سے قسم قسم کے سودے لیکر اپنے دل بہلاتے ہیں۔ اکبر نے تورانی بیگموں کو ترکی زبان میں جواب دیا، آپ اکتائیں نہیں میں زنانہ بازار کا بندوبست ہیں کئے دیتا ہوں جنگل میں منگل ہو جائیگا۔

حکم کی دیر تھی کہ سیکری کے دامن میں زنانہ ڈیروں سے ملحق ایک میل تک عرض و طول میں اونچی اونچی قناتیں کھڑی کر کے زنانہ بازار لگا دیا گیا۔ آگرہ کے سارے سوداگر اپنی تجارت کے سامان اور اپنی بہو بیٹیوں کو لیکر سیکری میں آپڑے، بادشاہ کی طرف سے اُن کی حفاظت ہونے لگی۔ زنانہ بازار ادنیٰ اعلیٰ پیشہ وروں کی دوکانوں سے آراستہ تھا۔ کاچھن، کنجڑن، تنبولن، حلوائن، گھوسن، سُناری، کہاری، مچھلی والی، انڈہ مرغی والی، کپڑہ بیچنے والی، سادہ کارن، اپنے اپنے سودے بیچتی تھیں۔ خاص کر للتا دیوی جواہر فروش کی دوکان خوب آراستہ تھی۔ ہیرا، موتی، پنا، پکھراج، چنی، لاکھوں روپے کے رتن جگمگا رہے تھے۔ ساری بیگمیں اور بادشاہزادیاں اس دوکان پر آکر ٹھیکی لیتیں۔ اور ہزاروں کا جواہر روز لے جاتیں۔ ہرچند کہ جیا رانی کا پاؤں بھاری تھا مگر ایک دن وہ بھی ہوادار میں سوار ہو کر للتا جواہر فروش کی دوکان پر تشریف لائیں۔ اور ایک لاکھ کا جواہر مول لیکر اُس کے دام بھی ہاتھوں ہاتھ چکا گئیں۔

جب للتا دوکان بڑھا کر اپنے شوہر کے پاس ڈیرے میں پہونچی۔ تو اس کا مُنہ بادشاہ اکبر اور جیا رانی کی تعریف کرتے کرتے سوکھا جاتا تھا۔ اسکے خاوند نے کہا، کہ پنڈت لوگ کہتے ہیں۔ ایشور و پرماتما نے اکبر کی جون میں جنم لیا ہے۔ رام کنور نے (جوہری کی بیٹی جس کی عمر بیس بائیس برس کی تھی) رانی کے حُسن و جمال کی اس قدر تعریف کی کہ اس کا بھائی جس کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی، بے دیکھے رانی جی پر عاشق ہو گیا۔ اور اپنی ماں سے کہنے لگا کہ مجھے رانی جی کے درشن کرا دو۔ اُس کی ماں نے کہا۔ لے رام رام کندن لال تو باؤلا تو نہیں ہو گیا۔ کہاں راجہ بھوج کہاں گنگا تیلی، تو کیونکر رانی جی کے درشن کر سکتا ہے۔

کندن لال۔ ابھی ڈاڑھی مونچھ تو میری بھی نہیں ہے۔ استری کا روپ دھارن کر کے تمہارے ساتھ مینا بازار چلوں گا، دوکان اوپر بیٹھوں گا۔ چلتے پھرتے رانی جی کے درشن ہو جائیں گے۔

للتا دیوی۔ اور جو تو پہچانا گیا تو اکبر تجھے جیتا گڑوا دے گا۔

کندن لال۔ موت میرے سر پر کھیل رہی ہے۔ اگر تم مجھے زنانہ بازار اپنے ساتھ نہ لے چلو گی تو گھر میں ہیروں کی کمی نہیں ہے ایک کنی کھا لوں گا اور پران دے دوں گا۔ یہ کہکر اٹواٹی کھٹواٹی لیکر پڑ گیا کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ایک مہینے میں سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ اور ناک پکڑے دم لینے لگا۔ اُس کی ماں بہن یہ حالت دیکھ کر گھبرائیں۔ اُنہیں یقین ہو گیا کہ اگر ہم نے اُس کا کہنا نہ کیا تو یہ لونڈا اپنی جان پر کھیل جائے گا۔

للتا دیوی نے اُس کے باپ سے چھپا کر اُسے زنانہ لباس پہنایا، مسّی، کاجل، سیندور، لگا پر پورش عورت بنایا اور مینا بازار میں لیجا کر اپنی دوکان کے ایک کونے میں گھونگھٹ نکال کر بٹھا دیا۔

خدا کی قدرت کہ اُسی وقت اکبر بادشاہ اور رانی جی دونوں جوہری کی دوکان کے قریب پہونچے۔ کندن لال رانی جی کو گھورنے لگا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔

اکبر نے اُس کے دیکھنے کو تاڑ لیا۔ مگر اُف نہ کی۔ رانی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے الوانس میں چلے گئے۔

رانی۔ جہاں پناہ! آج اتنی جلدی سے کیسے چلے آئے اور مجھ کو بھی جلدی چلنے کے واسطے حکم ہوا کیا اس کا سبب حضور سے پوچھ سکتی ہوں۔

اکبر (غصہ سے) تم کو ابھی معلوم ہو جائے گا۔

اکبر۔ کوئی ہے حاضر!۔

خواجہ سرا۔ حضور۔

اکبر (غصہ سے) جاؤ جوہری کی دوکان پر ایک عورت اس صورت اور اس لباس کی بیٹھی ہے۔ اُس سے کہو کہ تجھے جہاں پناہ یاد کرتے ہیں، اُسے ساتھ لے آؤ۔ مگر کسی اور پر یہ بات نہ کھلے۔ خواجہ سرا سر تسلیم خم کرکے چلا گیا۔

رانی۔ حضور پرائی بہو بیٹی کو تخلیہ میں کیوں طلب کرتے ہیں۔

اکبر۔ پرائی بہو بیٹی کا حال ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

خواجہ سرا۔ حضور! وہ حاضر ہے۔

اکبر۔ (رانی کو آڑ میں بٹھاتے ہوئے) اچھا حاضر کرو۔

بادشاہ۔ تم نے عورت کا بھیس کیوں بدلا؟ اور زنانہ بازار میں کیوں قدم رکھا!۔

کندن لال۔ حضور! میری بہن نے کہا کہ بھاجی ہماری تمہاری ماتا جو مر گئی تھیں، وہ مہارانی جیاجی کے جون میں پھر پیدا ہوئی ہیں۔ میں نے اپنی بہن سے کہا کہ ماتا جی کے درشن ہمیں بھی کرا دو، اُس نے اور سوتیلی ماں نے منع کیا۔ لیکن جب میں ہیرے کی کنی کھانے لگا تو استری کے بھیس میں ساتھ لے آئیں۔ اب حضور ماریں یا چھوڑ دیں مجھ کو تو اپنی ماتا جی کے درشن کرنے تھے سو کر لئے۔

شاہنشاہ۔ تم اتنا بڑا مجرم ہو۔ مگر تم نے چال ایسی چلی ہے کہ میں تم کو کوئی سزا نہیں دے سکتا۔ یعنی رانی کو اپنی ماتا قرار دیا۔ ورنہ آج نہ تم زندہ رہتے اور نہ یہ مینا بازار، سب کھیل بکھیڑا ہو جاتا۔

اکبر۔ (رانی سے) اس نے تو تم کو ماں قرار دے دیا۔ اب تم کہو، کہ کیا کہتی ہو۔

رانی۔ کہتی کیا ہوں۔ اس کو دو گاؤں اور ایک لاکھ اشرفی میری طرف سے عطا کر دیجئے۔ چنانچہ اس کو دو گاؤں اور ایک لاکھ اشرفی دے دی گئی۔ اور اس سے کہہ دیا کہ یہ بات کسی اور پر نہ کھلے ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں۔ کندن لال خوشی خوشی اپنے گھر چلا آیا۔

رانی۔ جہاں پناہ! آپ نے کیسے پہچان لیا کہ یہ مرد ہے؟۔

اکبر۔ میں جس وقت تمہارے ساتھ مینا بازار میں جا رہا تھا، تو سب عورتوں کی نظریں میری طرف تھیں۔ لیکن اس شخص کی نظر تمہاری طرف تھی اور تم کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ میں نے فوراً تاڑ لیا کہ ہو نہ ہو، یہ مرد ہے۔ کیونکہ اگر یہ مرد نہ ہوتا۔ تو اس کی نظر فطرتاً میری ہی طرف ہوتی۔

وصی اشرف

العطش العطش

میں ایک لذیذ جنوں میں کھوئی جا رہی ہوں ــــــ نہیں جانتی ...... رُوح کی گہرائیوں میں کونسا دلچسپ راز ہے جو میرے کانوں میں سرگوشیاں بن کر آجانا چاہتا ہے۔ جو میرے لبوں تک پہونچنے کے لئے رُوح کی گہرائیوں میں بے قرار کروٹیں بدل رہا ہے۔ سیماب کی طرح بے قرار ہوں ــــــ نہیں سمجھ سکتی ــــ تسکین کیونکر ہوگی لیٹتی ہوں، اُٹھتی ہوں، بیٹھتی ہوں ...... چہل قدمی شروع کر دیتی ہوں۔ بھاگتی ہوں ــ دیوانہ وار یہاں تک کہ ہانپ جاتی ہوں ــــــ دل کی دھڑکن بلند سے بلند تر ہو جاتی ہے ــــــ مگر وہ راز پھر بھی لبوں پر نہیں آتا۔ پھر بھی میرے کان نہیں سُن پاتے۔ یا خُدا وہ کونسا دلچسپ راز ہے جو تمام کائنات میں دھڑک رہا ہے .... یا خدا وہ کونسا خوش آئند راز ہے جو میرے بیقرار سینے میں پہلو بدل رہا ہے ــــ میرے لبوں پر آجانا چاہتا ہے۔ کہہ ڈال چپکے سے میرے کان میں ....

کسی کام میں جی نہیں لگتا ــــــ بولنے کے خیال سے بھی اُلجھن ہوتی ہے۔ چُپ، موت کی طرح خاموش رہنا چاہتی ہوں .... کہ شاید اس دلچسپ راز کو پالوں .... مگر افسوس ....

ایک تمنا ہے بے قرار .... تلملاتی ہوئی جو میرے روئیں روئیں میں لرز رہی ہے ...... ایک آرزو ہے پیاسی جو میرے خیالات میں العطش العطش پکار رہی ہے۔ ایک شعلہ ہے لرزاں میرے سینے میں جس میں میرا شباب، شباب کے ولولے ایندھن کی طرح جل رہے ہیں۔ دل کی گہرائیوں میں کسی کی پوشیدہ نگاہیں اُتری جا رہی ہیں .... میں نے اپنے خیالات کو اس قدر وسعت دی کہ وہ تمام عالم پر چھا گئے .... اس لمحہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں اس راز کو پالوں گی .... مگر یہ طلسم خیال بھی آناً فاناً درہم برہم ہو گیا ــــ خیالات لفظی جامہ اوڑھ رہے تھے کہ بکھر گئے ...... اور میری جستجو تشنۂ تکمیل رہ گئی۔

آہ ــــ وہ رات ...... وہ اندھی اور سنسناتی ہوئی رات ــــ جب تو نے اپنے بازو میرے گرد حائل کر کے میری دُنیا کو اپنے بازوؤں تک محدود کر دیا تھا ...... آج تک یاد ہے ...... تیرے بازوؤں میں ایک شراب تھی پُر کیف جس میں راحت ابدی سکون کی نیند سو رہی تھی .... مگر جب میں نے اُسے پینے کا ارادہ کیا تو پیالہ چھلک گیا .... اور میں پھر پیاسی کی پیاسی رہ گئی .... اے خدا ...... اے روح الارواح .... العطش .... العطش ....

سروپ رانی نگار

کیفیات

ہم داغوں پر اتنے نازاں ہیں گویا کہ چمن آغوش ہوئے ‖ تاثیرِ محبت کے قرباں! جو نیش تھے وہ بھی نوش ہوئے

خالی نہیں لطف سے کوئی ادا، اندازِ کرم کا کیا کہنا ‖ لیکن یہ جو رمیں وہ لذت ہم آپ اذیت کوش ہوئے

گو مُہر لبوں پر تھی لیکن قسمت میں لکھی تھی رُسوائی ‖ حالِ دل بزبانِ حال سے ہم کہتے رہے کب خاموش ہوئے

کیا کیجیے رنگِ طبیعت کو فطرت ہی کچھ ایسی پائی تھی ‖ ہم آپ خرابِ شوق ہوئے ہم آپ ہلاکِ جوش ہوئے

کچھ وقفۂ فکر بھی ملتا تھا طفلی و جوانی میں کوکب

ہم ہوش میں آنے پائے نہ تھے پہلے سے سوادِ ہوش ہوئے

آپ دولتمند کس طرح بن سکتے ہیں

دنیا میں دولتمند بننے کی تمنا تو ہر شخص رکھتا ہے لیکن دولتمند بننے کے طریقوں سے لوگ ناآشنا ہیں، اگر آپ دولتمند بننے کے وہ سربستہ راز معلوم کرنا چاہتے ہیں جن کے ذریعہ ہر شخص دولتمند بن سکتا ہے تو مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ میں رکھیئے۔ یہ کتابیں یورپ امریکہ کی صدہا کتابوں کا عطر ہیں۔

معلومات تجارت

اس کتاب میں تجارت کے ذریعہ روپیہ کمانے کی مکمل تعلیم ہے، بلا سرمایہ کے تجارت کرنے کے عملی طریقے ہیں، یورپ و امریکہ سے تعلقات پیدا کرنے کے راز ہیں۔ اس کتاب کو خرید کر انسان ایک قلم اور دوات لیکر لاکھوں روپیہ پیدا کر سکتا ہے۔ قیمت دو روپے ۲/

وسائل معاش

جو لوگ گھر بیٹھ کر یا ملازمت کی حالت میں ہزار ہا روپے بچے ہوئے وقت کو کارآمد بنا کر پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اس کو خریدیں، یہ کتاب تین سال کی محنت اور تجربوں کا نتیجہ ہے اس کتاب کی تدابیر مصنف کی آزمودہ ہیں۔ اس میں صدہا معاش کے وسائل ہیں قیمت دو روپے ۲/

فن اشتہار نویسی

یہ کتاب یورپ و امریکہ کی صدہا کتابوں کی روح ہے، اس میں اشتہار لکھنا، اشتہار دینا اور اشتہار کے وہ مؤثر طریقے درج ہیں جن کے ذریعہ سے لاکھوں روپیہ کمایا جا سکتا ہے۔ قیمت عہ/

اسرار صنعت

یہ ہندوستانی ماہر فن کی تصنیف ہے جس نے اپنے پچاس سالہ تجربات اس کتاب میں درج کئے ہیں، اور کاروبار چلانے اور ترقی دینے کے لئے وہ وہ آسان طریقے اور راستے بتائے ہیں کہ غریب سے غریب آدمی بھی تھوڑی محنت اور مختصر سرمایہ سے بہت جلد ایک کامیاب کاروبار کا مالک بن سکتا ہے۔ قیمت عہ/

مجموعۃ الصنائع جدید صنعت و حرفت میں لاجواب کتاب ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ ۸/

(نوٹ) محصول ڈاک ہر کتاب بذمہ خریدار ہوگا۔

فن دوکانداری

اس کتاب میں کامیاب دوکانداروں کے تجارت حاصل کرکے وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن کی مدد سے ایک معمولی دوکاندار چند دن میں بڑا تاجر بن سکتا ہے۔ قیمت ۱۲/

جامع الفنون

ہر قسم کی روشنائی، روغنیات، رنگ، عطر، صابون، ربڑ کی مہریں، مصنوعی جواہرات، دیاسلائی، برف، سوڈا واٹر وغیرہ بنانے اور ملمع کرنے کے طریقے درج ہیں قیمت حصہ اول ۱۲/ حصہ دوئم ۱۲/

مرقع الوان

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں پورے طور پر رنگوں کی پیدائش، ماہیت اور اُن کے بنانے کا پورا پورا حال لکھا گیا ہے، اس میں ڈیڑھ سو سے زیادہ رنگ بنانے کے دیسی انگریزی یونانی اور جاپانی نسخے موجود ہیں، اور شناخت کے ۴۰ رنگوں کے نمونے چسپاں کئے ہیں۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ۸/

مالی پریشانی کا علاج

جب تمام معاش کی راہیں بند ہوں نہ آپ کو ملازمت ملتی ہو اور نہ تجارت ہی کی کوئی صورت نظر آتی ہو تو ایسی حالت میں کتاب کو پڑھیئے جس کے مطالعہ کے بعد اگر آپ ملازمت چاہیں گے تو ملازمت مل جائیگی تجارت کرنا چاہیں گے تو آپ تجارت کر سکیں گے۔ صنعت حرفت کا اگر شوق آپ کو ہوگا تو آپ اس میں بھی کامیاب ہو جائیں گے چند دنوں میں مالی پریشانیاں دور ہو جائیں گی جس شخص کے پاس یہ کتاب ہوگی انشاء اللہ وہ مالی پریشانی کا کبھی شکار نہ ہوگا۔ قیمت ایک روپیہ عہ/

(نوٹ) ایک کارڈ لکھ کر کتب خانہ کی فہرست ذیل کے پتے سے مفت طلب کریئے۔

ایک ہفتہ میں موٹر چلانا سیکھ لیجئے

اگر آپ موٹروں کو درست کرنا اور چلانا سیکھنا چاہیں اور موٹر کے اس معاملہ میں درجہ کمال حاصل کرنا چاہیں کہ آپ ایک مکینیکل انجینیر سے زیادہ موثر ثابت ہوں تو **معلم موٹر** مطالعہ میں رکھیئے، یہ کتاب نہ صرف آپ کو ایک قابل موٹر ڈرائیور بنا دیگی بلکہ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے موٹر انجینیر بن جائیں گے موٹر کے علاوہ پرزوں اور انجنوں کی تصویریں بھی درج ہیں قیمت عہ/

گھر بیٹھے انجینیری کی تعلیم

حاصل کرنے کے بعد اگر فن تعمیر کا ایک ماہر انجینیر بننا چاہتے ہیں تو آپ چند روز میں فن تعمیر کے کام میں اس قدر ماہر ہو سکتے ہیں کہ بڑے بڑے کامیاب انجینیر حیرت میں رہ جائیں۔ آپ ہر قسم کی بڑی بڑی عمارتیں کے اس فن کے جاننے کے بعد ٹھیکہ لیکر بھی لاکھوں روپیہ پیدا کر سکتے ہیں یہ سب کچھ آپ کو کتاب **فن انجینیری** کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے ماہر فن تعمیرات کی رائے ہے کہ آج تک اس سے بہتر کتاب اردو میں اس فن پر شائع نہیں ہوئی، اس میں عمارتوں کے نقشے بنانے کے قاعدے ہیں اور فوٹوگرافی کی تعلیم بھی درج ہے۔ نیز رنگ و روغن بنانے بتائے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ/

اقسام الطعام شاہجہانی

(معروف) **بخوان نعمت کلاں** جس میں تقریباً سات سو ترکیب ہندوستانی، انگریزی، ترکی، ایرانی کھانے، مٹھائیاں، مربے، اچار، چٹنیاں وغیرہ بنانے کی درج ہیں جو خاص مطبخ شاہجہانی و دیگر بادشاہوں کے باورچی خانوں کے کھانوں کی ترکیب ہیں۔ ان کے علاوہ اس کتاب میں بہت سے اطبائے یونان کے تیرہ صد مرکبات اور اصلی نسخہ جات صحیح کر دیئے ہیں جن کی خانہ داری میں ضرورت رہتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ/

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

جوانی اور شادی کی مسرّتیں حاصل کرنی ہوں

تو مندرجۂ ذیل کتابیں پڑھیئے' ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرّتیں بھی ہیں' عورتوں کے دلوں کو مسخر کرنیکی تدابیر بھی ہیں اور اس کے علاوہ صحت اور تندرستی کے قیام کے اصول بھی ہیں جس کے پاس کتابیں ہونگی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل کریگا۔

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جائیں گی شادی کے وقت عموماً دوستوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہو اگر آپ اپنے دوستوں کو ایسے موقعہ پر کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو صرف یہ کتاب دیجئے۔ شب عروسی اصلی کتاب زندگی کا پہلا ورق ہو یا تکمیل انسانیت کے بام عروج کی پہلی سیڑھی ہو اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائیگا تو وہ ایک کامیاب قدم ہوگا' انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہیگی قیمت ۱۲ جو اس کے منافع پر سو مرتبہ صدقہ ہے محصول ۵ر

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفریں لذت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تم اس کے حسن و جمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو۔ اولاد کی کثرت سے نہ صرف ملکہ حسن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہو بلکہ غریب الدین کے لئے ان کی پرورش سوہان روح ہوتی ہو اور انسان ازدواجی ذوق و لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائیگی اور یقین کے ساتھ اولاد کی پیدائش تمہارے لئے اختیاری ہو جائیگی قیمت عمر محصول ۵ر

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا وہ اب عام ہے اس کتاب میں رجوع الشیخ نے لذت شباب کے سرچشمہ عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں گردش کرتی ہیں شاید وہ اس کے پاسنگ بھی نہ ہوں' ارباب مفتش نے عورتوں کے رئیں رئیں سے لذت ہی لذت ثابت کی ہو اور اس طرح مرد کی قوت شہوانی کو مزید طاقتور کرنے کے لئے نسخے لکھے اور ہزاروں گر بتلائے ہیں اس علاج کے سلسلہ میں حکایات وصل بیان ہوئی ہیں وہ صدہا معجونوں لاکھوں مقویات تدبیر تحکیم سے زیادہ مقوی ہیں قیمت عہر

عورت باتصویر

پھولوں کی سیج پر حسن کی رعنائیاں دیکھنے سے پہلے مجسمہ ناز کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہو جائیے' اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو کہ جب آپ کتاب عورت پڑھ لیں اس کتاب میں یورپ امریکہ کی بہترین صنفی کتابوں کا عطر کھینچا گیا ہو عورت میں نسوانی زندگی کا مکمل فوٹو ہے عورت کے پوشیدہ اعضائے جسم' عورت کی فطرت' عورت کی زینت' عورت کے باغ حسن کی خوشہ چینی غرضکہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی بھی پوشیدہ بات ایسی نہیں جو اس کتاب میں نہ ہو دو سو کے قریب عکسی و قلمی تصویریں بھی ہیں قیمت ۱۲ محصول ۸ر

سہاگن کا سہاگ

سات سہیلیوں کا جھرمٹ' سات مست شباب لذیذ راتوں کی لذیذ داستانیں ان میں سب کچھ ہے جو تخیل کی لذت میں ہو سکتا ہے۔ سہیلیوں کی پُر لطف نوک جھونک محلات لکھنؤ کی خاص زبان سے شب عروسی کی داستانیں ازدواجی زندگی کے اہم ترین پوشیدہ راز غرضکہ کتاب سہاگن کا سہاگ دنیائے صنفیات میں اپنے طرز کی انوکھی کتاب ہے جسکو شادی کے جلسہ میں سات دلہنوں نے بیان کیا۔ بڑی لذت یاب اور پُر لطف کتاب ہے۔

قیمت ایک روپیہ محصول ۵ر کل عہر

افشائے راز پنہاں

اُردو زبان میں سب سے پہلی کتاب ور ایسی عجیب و غریب کہ آپنے اس دلچسپ موضوع پر شاید کوئی کتاب سنی نہ ہوگی۔ اس میں دو ہزار دو سو کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کے حالات خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے امریکہ کی ایک من چلی عورت نے یکجا کر کے کتابی صورت میں پیش کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچا دی۔ اب اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ خدا جانے کب تک یہ لوگوں کے مطالعہ میں جا سکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اس لئے جلدی منگا لیجئے۔

قیمت سوا روپیہ محصول ۶ر کل عہر

[illegible]

[illegible]

ملنے کا پتہ: کتبخانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

کیف موصلت

معہ آٹھ پُرشباب فوٹو دنیائے لطف و مسرت اور لذت و کیف میں ایک مرد اور جوان مرد کے لئے عورت سے مواصلت ہے اور یہی وہ کیف افزا سرور ہے جس پر دنیا کی بقا کا مدار ہے یوں تو فطرت کی بسیط دنیا میں ہزاروں ہستیاں ایسی جو ہیں جو صرف قانونی طریق پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے مر کے چل بستے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار لیتے ہیں۔ بات تو یہ ہے کہ اس کیف پرور شعبہ حیات سے اس درجہ تمتع حاصل کیا جائے جو دوسری زندگی حیات عالم سے امتیاز ہو۔ یہ کتاب مواصلت کو اس درجہ پر پہنچا رہی ہے جہاں لذت ہی لذت ہے۔ قیمت صرف عمه محصول ۵ ر

شب نامچہ عروسی

ایک مست شباب دوشیزہ کا روزنامچہ ہے اور سہاگ کی چند راتوں کا وہ سرشار اور کیف انداز الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ پڑھتے پڑھتے سسکیاں بھرتے نکلتے ہیں، یہ صرف چند نشاط افزا الفاظ کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ ازدواجی مسرت کے پوشیدہ راز اسی کتاب سے معلوم ہوتے ہیں۔ اتنی دلچسپ اور صنفی معلومات سے پُر شاید ہی کوئی دوسری کتاب ہو۔ شب نامچہ عروسی میں لٹریچر کے پُرکیف گھونٹوں کے ساتھ ساتھ گیارہ عکسی فوٹو بھی ہیں تاکہ دل و دماغ کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی لطف اندوز ہوں قیمت عه محصول ۵ ر

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ شادی سے پیشتر کیا معلوم کرنا چاہتی ہے شادی کے بعد اس کے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے حسن و شباب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے، اور دوشیزہ کی پُرکیف زندگی سے عیش و مسرت کی بہار کس طرح لوٹی جاتی ہے ان تمام باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری ملیگا۔ ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ فوٹو بلاک کی دو درجن حسین و جمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت دو روپے عه

دلہن کی ڈائری

ایک شوخ و طرار دلہن کی آپ بیتی، شب زفاف کا پُرکیف سماں، کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ دولہا میاں کی ہیبت، بافیان عشرت کی چھیڑ چھاڑ، بے صبری کے جذبات، بیتابی کے مظاہرے، پوشیدہ حالات کا انکشاف غرضکہ دلچسپیوں کا لاجواب مجموعہ ہے۔ قیمت صرف عه

لذت النکاح

زن و شوہر کے تعلقات پر نہایت دلچسپ کتاب ہے جس میں جوانی اور اس کے جذبات کا کس طرح سنبھالنا چاہیے اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دولہن کو کیا کرنا چاہیئے اور اپنے ازدواجی تعلقات کا سلسلہ کیونکر بڑھایا جانے۔ قیمت عه

دلہنوں کی کانفرنس

سات دلہنوں کی شبہائے خلوت کی دلچسپ داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو صحیح صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی ہیں اور تعلیم و حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک دلہن کی انوکھی سرگذشت ہے۔ قیمت عه

قانون موصلت

عیش و نشاط کی زندگی کا رہبر اگر اس کتاب کی ہدایتوں پر عمل کیا گیا تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وقت سے پہلے آپ کی قوت میں کمزوری پیدا نہیں ہوسکتی اور شباب کی پوری کیفیت سے آپ لطف اٹھائیں گے۔ اس میں مواصلت کی بابت تمام ضروری باتیں درج ہیں۔ قیمت عه

عہد شباب

نوجوانوں کی رہبر کامل ناعاقبت اندیشی کے مضر اثرات قوت رفتہ کی روک تھام، از سر نو اس کی واپسی کی تدبیریں صنفی قوتیں اپنی حالت پر نہیں رہیں بلکہ اس میں اضافہ کی صورتیں نکالی گئی ہیں۔ طبی ہدایات اور تیر بہدف نسخوں کا لاجواب مجموعہ ہے۔ قیمت عه

بہار عروس

یہ وہ کتاب ہے جس کو بجیلہ دلہن نے اپنی سہیلی اختر دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی سرگذشت لکھ کر بھیجی تھی جو بجنسہ چھاپ دی ہے اس میں بڑے بڑے پوشیدہ و دلچسپ واقعات ہیں۔ بڑی ہی پُرلطف و مزیدار کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت عه

ثمرۂ وصال

اس میں خلوت صحیحہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اس میں نہایت اچھا مکمل کوک شاستر جو دوسرے کوک شاستروں سے بہت بہتر ہے اولاد پیدا کرنے کے لئے بڑے بڑے عجیب طریقے بتائے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی خلوت کے طریقے بھی سمجھائے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عه

دولہا دولہن

یہ کتاب نئے شادی شدہ نوجوانوں کو اپنی بیوی سے حقیقی لذت حاصل کرنا سکھائیگی، ناتجربہ کاروں کو ناتجربہ کاری سے جو نقصانات پہنچ جاتے ہیں اُن سے بچائیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مواصلت میں غیر معمولی لذت پیدا ہو جائیگی اس کتاب کی مجرب و عملی تدابیر معلوم ہونے کے بعد تمام عمر ممسک اور مقوی اور دوسری فضول دواؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ نرالی اور لاجواب ہے قیمت عه

عیش ونشاط

اس کتاب میں شادی شدہ حضرات کے لئے وہ تجارب ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد عیش و لطف، کیف تندرستی، تندرست اولاد، عورت کی محبت اور شادی کی لذتیں چند دن کے مطالعہ کے بعد حاصل کی جا سکتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے عه

زن وشوہر

یہ طلسمی کتاب شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی کو راحتوں سے لبریز کر دیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مرد عورت کی فطرت سے اس قدر آگاہ ہو جاتے ہیں کہ وہ عورتوں کو بھو کا نہ رکھ کر بھی خوش رکھ سکتے ہیں قیمت ایک روپیہ عه

نوٹ:- ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں ہمارے کتبخانہ سے صرف ایک کارڈ آنے پر کفایت روانہ کی جاتی ہیں

مرد وعورت اس کتاب کے مطالعے کے بعد آخیر عمر تک زوجین تندرست رہیں گے اور انہیں وہ تجربے معلوم ہوں گے جن سے شاید اسی سال کے بوڑھے بھی ناواقف ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عه

میاں بیوی یہ کتاب دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں زن و شوہر کے تمام تعلقات پر بحث کی گئی ہے اور ان تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جسے لوگ بیوقوفی سے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں قیمت عه

ملنے کا پتہ - کتبخانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

آج کل کے مسلمان اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہیں

چونکہ اول تو مسلمانوں کو علوم عربیہ حاصل کرنے کا بہت کم موقع ملتا ہے جس سے مذہبی مسائل اور نکات سے واقفیت ہو سکے، دوم اب تک اردو میں ایسا مذہبی لٹریچر موجود نہ تھا جو اس کمی کو کما حقہ پورا کرے۔ اس غرض سے مندرجۂ ذیل کتابیں تالیف کی گئی ہیں تاکہ مسلمان اپنے مذہب کے نکات اور ارکان اسلام کے تمام مسائل سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر سکیں۔

عقائد الاسلام

مصنفہ علامہ محمد عبد الحق صاحب محدث دہلوی جس میں مسلمانوں کے عقائد کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور اس فن کی معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں اور زمانہ حال کی ضرورتوں کا لحاظ رکھ کر مخالفوں کے شبہات کا محققانہ جواب دیا ہے۔ قیمت علاوہ محصولڈاک عہ

اسلامی تعلیم

فقہ اسلامی کی وہ مستند اور مقبول عام کتاب جو مفتی محمود الوری نے کمال محنت سے مرتب فرمائی فقہ اسلامی کو آسان طرز ادا میں اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ جن لوگوں کے پاس یہ کتاب موجود ہے انہوں نے کسی مولوی سے فتویٰ لینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں اس کا شہرہ ہو گیا، اپنی آسانی کے لئے علماء کرام بھی اسے زیر مطالعہ رکھتے ہیں آپ مسلمان ہیں تو مذہب سے واقفیت بھی ضروری ہے اور مذہب کی معلومات کے لئے یہ کتاب ازبس ضروری ہے۔ قیمت مجلد تین روپے محصول ۸

فلاح دین دنیا

ہمارے اسلامی کتب خانہ کی برابر ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا جو ساٹھ اسلامی ضخیم کتابوں کی روح ہے اور جس میں دس ہزار سے زیادہ دینی اور دنیاوی مسائل ہیں جن میں ایک دنیا اور دین دار کی دنیاوی اور دینی ضروریات کی ایسی کوئی معلومات نہیں ہے جو موجود نہ ہو، یہ کتاب ہندوستان جیسے غریب ملک میں بھی بیس ہزار سے زائد کی فروخت ہو چکی ہے اس میں نہایت مکمل دینی تعلیم ہے جس گھر میں یہ کتاب ہے وہاں ایک زبردست عالم، ایک زبردست دنیادار اور ایک دانشمند فلاسفر موجود ہے۔ قیمت مجلد چار روپے محصول دس آنہ ۱۰/

مذہبی معلومات

نئی روشنی کے ایسے لامذہب درسگاہیں جو اپنے آپ کو مسلمان تو کہتے ہیں، لیکن اسلامی تعلیم سے ناواقف ہیں اور جب ان سے مذہب کی ناواقفیت کا سبب پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اردو میں ایسی کوئی کتاب ہی نہیں جو ہم کو مطمئن کر سکے اور کم سے کم وقت میں ہم زیادہ معلومات حاصل کر سکیں ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ مذہبی معلومات کا مطالعہ کریں جو تمام اسلامی تعلیم کی روح ہے جس میں صدہا مسائل درج ہیں جن کے معلوم کرنے کے لئے علماء کے دروازوں پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اس کتاب کو تجارتی اغراض کے لئے خواہ مخواہ ضخیم نہیں بنایا گیا۔ قیمت صرف بارہ آنہ ۱۲/

تفسیر سورۂ یسین

یہ تفسیر اس زمانہ میں لکھی گئی ہے جو کہ بغاوت و طغیانی کا زمانہ ہے اور قدم قدم پر مذہب کے لئے عقلی دلائل مانگے گئے ہیں یہ تفسیر اس لحاظ سے بہت شاندار ہے کہ ہر بات کو معقول طریقہ پر سمجھایا ہے۔ یہ تفسیر علامہ عبدہ مصری کی تفسیر القرآن سے ماخوذ ہے اور ایسے عجیب و غریب پیرایہ میں مذہب کے احکام کو ذہن نشین کیا گیا ہے کہ بالآخر ملحد بھی ایمان لے آتا ہے صرف تفسیر کے لحاظ سے بھی یہ تفسیر بہت اہم ہے اور ایک ایک واقعہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے گویا بہت سی تفاسیر کا عطر ہے اس کتاب میں نفس سالت پر بھی بہت ہی پر لطف بحث ہے قیمت ۸/

البیان فی علوم القرآن اردو

اس کتاب میں اسلام کے ہر مسئلہ کو مدلل پیرایہ اور فلسفیانہ رنگ میں لکھا ہے اور غیر مذاہب کے مسلمہ تو ہمات اور فرقہ باطلہ کی مکمل تردید آپ کو اسی کتاب میں ملسکتی ہے مصنفہ مولانا عبد الحق صاحب حقانی دہلوی حجم ۶۸۴ صفحات۔ قیمت چار روپے

تسخیر القلوب

کیا کوئی دل ہے جس پر آپ قابو چاہتے ہیں؟ وہ کوئی دل ہو کسی کا ہو مرد کا ہو یا عورت کا ہو، خاوند کا ہو، بیوی کا ہو حاکم کا ہو دوست کا ہو آشنا کا ہو چھوٹے کا ہو بڑے کا ہو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ آپ اس پر قابو حاصل کر لیں گے اگر آپ تسخیر القلوب منگا کر جو اس میں لکھا ہے اس کے عامل بن جائیں احباب کا مسخر کرنا زن و مرد کا مطیع کرنا آقا و افسر پر قابو پانا مقدمات کا اپنے حسب منشاء فیصلہ کرانا اس کتاب کے عامل کے لئے ایک معمولی بات ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ ۸/ محصول ۳/

سیرت باقی

سالار نقشبندیہ حضرت خواجہ غریب نواز حضور خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ بخاری کی مفصل شرح سوانح عمری حضرت خواجہ کے تمام خلفاء کا تذکرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی روحانی تعلیم تزکیۂ نفس کے سہل طریقے مجرب المجرب اوراد و وظائف حضرت خواجہ غریب نواز کی صوفیانہ قرآن حکیم کی تفسیر پڑھنی چاہتے ہو تو سیرت باقی کا مطالعہ کرو جس کے مصنف جناب پیرزادہ سید عزیز حسن بقائی دہلوی ہیں قیمت ۸/ محصول ۳/

تذکرۃ الاولیائے ہند اردو

کفرستان ہند میں سات سو اولیائے ہند تو ایسے ہیں جن کا حال اس کتاب میں ہے جس میں حالات و کرامات کے ساتھ اقوال الاولیاء کا وہ خزانہ بھی شامل ہے جو شاید کہیں اور نہ ملے یہ کتاب اپنی جگہ خود صاحب تصرف ہے کیونکہ ایک ہندو پریس نے اس کو پہلے پہل چھاپا اور اس کتاب کے ذریعہ مالا مال ہو گیا۔ یہ کتاب مسلمانوں کے مطالعہ سے گذریگی تو ان کے دل و دماغ معرفت الٰہی سے منور ہونگے قیمت للعہ

فالنامہ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے احسن طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کر لیا کریں تاکہ اس کا انجام اگر ٹھیک نہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب استخارہ قرآنی کا ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ قرأۃ الانبیاء فالنامہ پیغمبران، فالنامہ اولیائے کرام، فالنامہ غوث الاعظم، فالنامہ دیوان حافظ تا فالنامہ مثنوی شریف شامل کر دیا ہے، یہ فالنامہ بہت ہی عجیب ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ ۸/ محصولڈاک ۳/

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

تفسیر حقانی اُردو کامل آٹھ جلد

(مصنفہ فاضل اجل علامہ مولانا مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی محدث دہلوی)

یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں پوری ہوئی ہے جس میں مذاہب کے حالات اور عالم آخرت کے اسرار، یہ قرآن شریف کی مصطلحات کے متعلق محققانہ بحث کی گئی ہے۔ یہ تفسیر مع اصل متن و مستند اور معرکۃ الآرا مشہور تفسیر ہے، جو پچاس سال سے اسلامی دنیا میں مقبول خلائق ہے۔ اس تفسیر کی مختصر خوبیاں یہ ہیں کہ مخالفین اسلام کے جملہ اعتراضوں کا محققانہ مدلل پیرایہ میں جواب دیا گیا ہے۔ اس تفسیر سے معمولی اُردو داں سے لیکر تبحر عالم تک مستفید ہوتے اور بچے بوڑھے جوان مرد و عورت سب لوگ پڑھ سکتے ہیں، طلبا اور علماء کے لئے اس تفسیر میں علمی مباحث کے وہ دریا بہائے گئے ہیں جن کی شناوری ہر مباحث و مناظر کے لئے ضروری ہے علم تصوف اور مسائل روحانیت کو ایسا کشف فرمایا ہے کہ ذوق سلیم رکھنے والا صوفی منش انسان بیتاب ہو جاتا ہے۔ اصل کا اصلی متن جلی قلم اعراب صحیح تفسیر اُردو عام فہم نہایت سلیس بامحاورہ، روایات صحیح ربط آیات ترتیب شان نزول ساتھ ساتھ قصص و واقعات جملہ مسائل وغیرہ سب باتیں اس تفسیر میں درج ہیں۔ اگر آپ واقعی عالم، واعظ، محقق، مناظر و صوفی بننا چاہتے ہیں تو تفسیر حقانی ملاحظہ فرمائیے جس کی مجموعی قیمت ۲۵ روپے علاوہ محصول ہے، اور ہر جلد کی علیحدہ علیحدہ قیمت یہ ہے پہلی جلد دو روپے باقی دو سے آٹھ جلد تک فی جلد چار روپے علاوہ محصول ڈاک کے۔ اگر ڈاک کے ذریعہ منگاتے ہیں تو قلعۃً محصول ڈاک خرچ ہوتا ہے اس لئے ریل کے ذریعہ منگائیے۔ پانچ روپے پیشگی آنے پر روانہ کی جائیگی۔

معلومات نماز

نئی تشریحات کے ساتھ بالکل نئے انداز میں نماز کو بہترین عبادت ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اگر صحیح معنوں میں نماز پڑھی جائے تو وہ انسان کو بہترین انسان بنا دیتی ہے۔ عنوان چند یہ ہیں۔ مذہب اسلام، عبادت، حکمت احکام عبادت کے منافع، ثمرات عبادت، ثمرات دنیا، ثمرات آخرت، تارک نماز، فضیلت نماز، نماز کے طبی فائدے امتیازی عبادت، مقصد نماز، نفلی عبادت، نماز کے وقتوں کا قرآن سے ثبوت، بے نمازیوں کی کہانیاں، نماز قرآن میں، اس کے بعد تمام نمازوں کا بیان ۶۰ صفحات قیمت صرف آٹھ آنہ ۸/

اسلام کے سُورما سپاہی

یہ مفید اور اہم کتاب مصنف کی تاریخ بینی کا نتیجہ ہے کہ جس وقت وہ اپنے سحر طراز قلم سے اسلام کے بہادر سپاہیوں کے محیر العقول عجیب عاجبانہ کارنامہ کو بیان کرتے ہیں تو بزدلوں کے دلوں میں سچی اسلامی بہادری کا بجرنا پیدا کنار موجیں مارتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مسلمانوں میں اتحاد کی ایک غیر فانی لہر پیدا پیدا ہو جائیگی وہ خانہ جنگی کے طوق لعنت کو گلے سے اُتار کر پھینکدیں گے۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

پیامِ خیام

خمکدۂ تصوف کے چھلکتے ہوئے ساغر آج ہی نہیں صدہا برس سے بادہ کشان تصوف کے لئے کیف اندوز ہیں آج وہ نئے ساقی کے ہاتھ سے تقسیم ہو رہے ہیں۔ یہ خیام کی رباعیاں اور ان کی دلنواز شرح ہے، مشرق کے اس سب سے بڑے فلسفی نے ایک ایک رباعی میں پوری کائنات تصوف بھر دی ہے اور صحیح معنوں میں کوزہ میں دریا بند ہیں۔ خیام کی رباعیاں وہ رباعیاں ہیں جن کی ہر ولایت میں شوق کی نگاہوں نے تاکا اور وہ ہونگیں فیل ہوئیں کہ ہر زبان میں فرکے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ یہ کتاب اُردو کی سب سے بلند پایہ شرح اور سب سے زیادہ قصا ور مستند قیمت ۱۲/

عملیات

اس وقت تک عملیات کو غیر مستند کتابوں نے بدنام کر رکھا تھا، اس کتاب میں پانسو سے زیادہ ایسے مستند اعمال، اشغال اور عملیات ہیں جو اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے زیر عمل رہے ہیں۔ اس میں فن کی حیثیت سے عمل پڑھنا نقش لکھنا اور تمام اعمال کے متعلق ضروری باتیں درج ہیں قیمت تین روپے

حکایات الصالحین اُردو

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی عمدہ عمدہ حکایتیں ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

خوابنامہ صدیقی

آپکے خواب کی تعبیر کیا ہے، یہ بات دریافت کرنے کیلئے آپ کس قدر مشوش رہتے ہیں۔ جب آپکے گرد و پیش کوئی صحیح تعبیر بتانے والا نہیں ملتا اول تو لاکھوں میں کوئی ایک آدھ ایسا کامل ہو جو صحیح تعبیر کر سکے اس لئے اگر آپ خوابکے مضر و مفید اثرات معلوم کرنا چاہیں تو خوابنامہ صدیقی پاس رکھیئے اس میں خواب کی قسمیں قابل ذکر تعبیر خواب دونوں کے اثرات پیٹ کی خرابی، فلسفہ خواب اور خوابکے متعلق صدہا مضامین ہیں۔ قیمت ۱۲/ مع محصول

درس معاشرت

مایہ ناز انشا پرداز کے نوک قلم کا نتیجہ عبرت خیز دلچسپ اور سبق آموز افسانوں کا دلکش مجموعہ ہے ہر ایک افسانہ اسلامی طرز معاشرت کی بولتی تصویر ہے افسانہ کے پیرایہ میں مسلمانوں کی نہایت موثر الفاظ میں اصلاح رسوم کی اصلی تعلیم دی گئی ہے کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت ۱۸۰ صفحہ قیمت باوجود اتنی خوبیوں کے صرف آٹھ آنہ رکھی گئی ہے۔

سیّدہ کا لال

اس شاہ ٹریجڈی علامہ راشد الخیری کا لکھا ہوا شہادت نامہ جس کے فرضی اصلاحی قصے پڑھنے سے دل ہل جاتے ہیں اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کا واقعہ شہادت تو اپنی جگہ خود ہی بجد الم انگیز ہے اب اس تصور کیجئے کہ یہ درد انگیز حالات جب مولانا کے قلم سے لکھے گئے ہوں تو ہے کوئی سخت سے سخت دل انسان جو اس کا دعویٰ کرے اس کتاب کا ایک ہی باب بلا روئے پڑھ لیگا۔ یقین فرمایئے کہ خونریزی کربلا پر یہ کتاب پہلی اور آخری ہے جو شخص بلا روئے کتاب ختم کرے وہ دام واپس لے لے قیمت ڈیڑھ روپیہ محصول ۷/

یُوسفؑ ناہید

اسلامی تاریخ کا ایک دردانگیز واقعہ جس میں مسلمانوں کی سرفروشی کے ساتھ ساتھ حسن و عشق کی بھی داستان ہے اس سے دلچسپ ناول شاید ہی آپ کی نظر سے گذرا ہو قیمت ۱۲/

کلید مراد

دُعائیں مانگنے اور مرادیں حاصل کرنے کے طریقے، کلام اللہ اور احادیث سے اخذ کرکے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

دلچسپ لٹریچر

شعروں کی ڈکشنری

اس کتاب میں یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ عاشقانہ ظریفانہ ناصحانہ دینی و دنیوی غرض ہر کے جائز مضمون ہیں ہر مضمون کے متعلق اس کے تحت میں پندرہ بیس نہایت ہی باموقع، پرمعنی، دلچسپ اور کھٹکتے اشعار ہیں جو خط و کتابت تقریر و تحریر میں لکھ سکتے ہیں۔ وعظ میں روزانہ گفتگو میں بڑی خوبی سے استعمال کر سکتے ہیں قیمت حصہ اول عمر، حصہ دوم عمر، حصہ سوم ۱۲ار

قطعات و رباعیات

یہ کتاب علم مجلسی کا چوتھا حصہ ہے، اس کتاب میں حقیقت و معرفت عبرت و نصیحت، مذاق و ظرافت کے مضمون پہلو بہ پہلو سجائے گئے ہیں۔ قیمت عمر

چٹکیاں گدگدیاں

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے البیلے ظریفانہ مضامین کا مجموعہ ہے اور قابل دید ہے قیمت ۱۲ار

میاں بیوی کے خطوط

اس کتاب میں ایسے مؤثر خطوط لکھنے کی تعلیم دی گئی ہے جن میں میاں بیوی کی سچی محبت کا اظہار ہے قیمت

دولہا دلہن کے خطوط

اس کتاب کو پڑھ کر میاں بیوی ایک دوسرے کو ایسے دلچسپ موثر اور محبت میں ڈوبے ہوئے خطوط لکھ سکتے ہیں جو شاید بڑے بڑے انشاء پرداز بھی نہیں لکھ سکتے۔ قیمت ۸ر

قبروں کے غیبی نوشتے

یہ اردو زبان میں بالکل نئی چیز ہے اس میں خواجہ صاحب نے دنیا کے مشہور اچھے اور بڑے لوگوں کی قبروں کے لئے خیالی کتبے قلمبند کئے ہیں جو نہایت پرتاثیر و عبرت انگیز ہیں قیمت بارہ آنہ ۱۲ار

(ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیں)

میاں بیوی کی لڑائی بند

اب ہندوستان میں میاں بیوی نہیں لڑیں گے کیونکہ ایک نہایت رنگین اور باتصویر کتاب **میاں بیوی کی باتیں** شائع ہو گئی ہے اس میں تین سو سے زیادہ مستانہ چھیڑ چھاڑ کے چٹکلے درج ہیں کہ میاں بیوی دونوں کے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ جائیں گے قیمت آٹھ آنہ ۸ر

تصویر خیال

عدم سے ہستی کی طرف سفر، زندگی کی کشمکش، دنیا کی نظر فریب دلچسپیاں، موت کے بعد کی کیفیت، دوزخ اعراف اور جنت کے موجودہ فلسفہ کے مطابق نظارے دیکھنے ہوں تو تصویر خیال ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت ۸ر

جو چاہو گے ہو جائے گا

مصیبت سے نہ گھبراؤ اور پریشانی کے وقت استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دو اس بزرگ ذات سے ناامید نہ ہو ہمت کرو آگے بڑھو جو چاہو گے ہو جائیگا، پریشانیاں دور ہو جائینگی اطمینان قلب حاصل ہوگا بشرطیکہ تم آیۃ الکرسی کا عمل پڑھنا جانتے ہو کیونکہ آیۃ الکرسی کا عمل وہ زبردست عمل ہے جس میں آسمانی قوتیں پوشیدہ ہیں اگر تم بھی آیۃ الکرسی کا عمل پڑھنا چاہتے ہو تو **عطائے قدسی** پڑھو قیمت ۸ر

جنت کا سفرنامہ

اس میں مشرق کے چند سیاحوں نے نہایت مفصل طور پر جنت کے پوشیدہ رازوں کا انکشاف کیا ہے، اور جنت کی دلکشی اور دلفریبی کے تمام حالات درج کر دیئے ہیں نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز کتاب ہے قیمت ۶ر

دوزخ کا سفرنامہ

اس میں مغرب کے اور مشرق کے متعدد سیاحوں نے جہنم میں پہنچکر وہاں کے رازوں کو طشت از بام کیا اور بتایا ہے کہ جہنم میں رہنے والے کس طرح زندگی گذارتے ہیں، اور جہنم کے سفر کی ابتدا کیونکر ہوتی ہے اس کے علاوہ جہنم کے تمام پوشیدہ رازوں کا انکشاف کر دیا گیا ہے۔ قیمت چھ آنہ ۶ر

مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے

یہ وہ حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے کہ اس کو پڑھ کر آپ کی آنکھوں سے بہت بڑا پردہ اُٹھ جائیگا اور آپ موت کے تمام رازوں سے واقف ہو جائیں گے۔ یہ کتاب تمام روحانی تحقیقاتوں کا بہترین عطر اور صدہا مشرقی و مغربی فلاسفروں کے طویل تجربات کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد پھر آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ قیمت ۱۲ار

مشاطہ

یہ نادر و نایاب کتاب اردو زبان میں پہلی تصنیف ہے۔ یہ عورتوں کے لئے اسم بامسمی مشاطہ کا کام دیتی ہے۔ اس میں ایسی بیش قیمت تدابیر بتائی گئی ہیں جن پر عمل کرنے ایک بدصورت عورت حسینوں میں شمار ہو سکتی ہے۔ آرائش جسمانی کے تمام طریقے سکھائے گئے ہیں۔ جابجا قیمتی مجرب نسخے بھی لکھے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عمر

کیا آپ کو بات کرنی آتی ہے

اگر آپ خدانخواستہ تقریر کی جادو بیانی سے محروم ہیں اگر آپ کی گفتگو شیریں نہیں ہے، اگر آپ کی گفتگو لوگوں کے دلوں کو تسخیر کرنے کی قوت نہیں رکھتی، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں جادو کا اثر ہو تو کتاب فن خطابت کو ملاحظہ فرمائیے اور اس کی ہدایتوں پر عمل کیجئے اور پھر دیکھئے کہ آپکے الفاظ طلسم بن جائیں گے آپ کی گفتگو میں انتہا درجہ کی شیرینی پیدا ہو جائے گی ہر محفل میں لوگ آپ کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ آپ کی جادو بیانی عزیزوں کے حلقہ ہی تک محدود نہیں رہیگی بلکہ آپ ہزاروں کے مجمع میں بھی بیدھڑک تقریر کر سکیں گے قیمت ۸ر

امرار کی مجلس میں

گئے نوبت مہاراج کے دربار میں موجود مگر تمہیں دلربا، دلرس، آفت جان، شاہد رعنا ان کی بزم طرب میں بیٹھے مگر ساکن، کیوں اس لئے بولنا نہیں آتا تھا، سینکڑوں پھبتیاں اڑیں بیسیوں فقرے چست ہوئے مگر منہ میں زبان تھی تو بیکار **آداب مجلس** منگا کر پڑھئے، ایسا انداز تکلم پیدا ہو کہ آپ کا ایک ایک فقرہ قند مکرر ہو جائے، ہر مجلس میں بیٹھنے کا لطف آ جائے اور ہر محفل میں آپ کی آؤ بھگت ہونے لگے۔ قیمت ایک روپیہ عمر

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

آپ کی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

اس لئے کہ آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے اور آداب سے ناواقف ہیں، اگر آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے واقف ہو جائیں تو آپ کی دعا قبول ہوگی اور ضرور ہوگی، اس سے کہ قرآنی دعائیں پڑھیے، اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے کے بعد بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں غریبوں کو افلاس سے نجات مل جاتی ہے، مقروض قرضہ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ ہدیہ آٹھ آنہ ۸ر

آپ سے کون خفا ہے؟

کون منانے سے نہیں منتا؟ آپ کسے اپنا مطیع اپنا فریفتہ اپنا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں، وہ کوئی عورت ہو مرد ہو کوئی بوڑھا ہو کوئی آقا ہو کوئی حاکم ہو آپ کا مطیع و مسخر ہو سکتا ہے، اگر آپ اس عجیب غریب طلسمی کتاب عمل تسخیر کو ملاحظہ کریں، اور اس کی ہدایتوں پر عمل فرمائیں، ہر عمل کی ترکیب نہایت آسان ہے قیمت آٹھ آنہ

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے اس میں صرف تین چھوٹے چھوٹے لفظ تجویز کر دیئے ہیں اُن سے جس بحر کی تقطیع کرو۔ بس اگر آپ شاعر بننا چاہتے ہیں تو کتاب فن شاعری منگائیے۔ قیمت ۸ر

غزلیات علم مجلسی کے پانچویں حصہ میں غزلیات ہیں مگر وہ غزلیں جو ہزاروں لاکھوں غزلوں میں انتخاب کی گئی ہیں۔ قیمت ۸ر

فن تسخیر دلوں کو مسخر کرنے والے اخلاق و آداب سکھانے والی کتاب۔ قیمت آٹھ آنہ ۸ر

فن تقریر۔ تقریر اور گفتگو کرنے کے مفید اصول ۸ر

اولاد کی تربیت بچوں کو بُری عادتوں سے بچانے اور اُن کے اخلاق و عادات درست کرنے کے لئے ایک عمدہ کتاب۔ قیمت ایک روپیہ

بیوی کے فرائض عورت پر بیوی بننے کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا صاف اور مشرح بیان۔ قیمت ۸ر

فیضان قدسی آیۃ الکرسی کے فضائل و اعمال ۸ر

طوفان زندگی نہایت مفید و دلچسپ اخلاقی افسانے قیمت عہ/

صدائے صور مسلمانوں کو خدا ترس، پابند مذہب، جہاد و طاقتور، تعلیم یافتہ، باکار اور متمول بنانے والی اصلاحی کتب۔ قیمت عہ/

تصویر معاشرت نو نہایت مفید عبرت خیز اخلاقی افسانے قیمت ایک روپیہ عہ/

زندگی کی صبح و شام دس دلولہ انگیز اخلاقی افسانے قیمت ایک روپیہ عہ/

پتھر سے ہیرا قصہ کے پیرایہ میں تبلیغ قیمت عہ/

قتل بہرام۔ ایک پُر اسرار قتل کے حیرت انگیز حالات ۹ر

لیلائے نجد۔ ایک نہایت دلچسپ رنگین افسانہ عہ/

دو درویش۔ دو درویشوں کی نہایت دلچسپ سرگذشت ۱۲ر

تصانیف مصور غم علامہ راشد الخیری!

آمنہ کا لال۔ اُردو زبان میں سیرۃ النبی کی مستند کتاب عہ/

سیدہ کا لال۔ شہادت کی مفصل و مکمل تاریخ اور مرثیہ کربلا، اول، دوم

صالحات۔ ایک لڑکی کے حالات بطرز ناول اُردو عہ/

شب زندگی۔ اصلاح نسواں کے سلسلہ میں مشہور و مقبول کتاب قیمت ہر حصہ عہ/

نسوانی زندگی۔ چار سبق آموز و نتیجہ خیز افسانے قیمت ۸ر

جوہر قدامت۔ دو بہنوں کی جگر خراش کہانی قیمت ۸ر

طوفان حیات۔ شرک، قبر پرستی، پیر پرستی، رسوم کی پابندی کے خلاف معرکۃ الآرا تصانیف قیمت ایک روپیہ عہ/

تمغہ شیطانی سات نہایت دلچسپ کیرکٹر، حد درجہ دلآویز نتیجہ خیز افسانے

ستونتی ایک شریف بیوی کا قصہ جو اپنے کارناموں سے حیرت میں ڈال دیگی

موودہ محروم وراثت لڑکی کا درد و غم بھرا سبق آموز قصہ ۸ر

انگوٹھی کا راز۔ تین مختلف الخیال لڑکیوں کی دلچسپ کہانی ۸ر

تفسیر عصمت خلع و ارتداد پر بے مثل افسانہ پُر مذاق نصیحت خیز ۵ر

منازل ترقی۔ ترقی کی دھن، لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں انسان کیا کر بیٹھتا ہے قیمت ۴ر

بیچہ کا کرتہ۔ ایک عاشق زار بد نصیب کی ناکام محبت ۴ر

ویڈیا کی سرگذشت۔ یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو کھینچ دیا ہے قیمت ۴ر

بیلا میں میلہ غدر کی ماری شہزادیوں کے جگر دوز حالات باتصویر ۸ر

جوہر عصمت۔ ۱۳ سبق آموز درد انگیز نتیجہ خیز افسانے عہ/

سیلاب اشک۔ ۸ نہایت دلآویز سبق آموز عبرتناک افسانے ہر افسانہ باتصویر۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲ر

طوفان اشک۔ ۱۲ دل ہلا دینے والے موثر افسانے عہ/

روداد قفس۔ ۱۰ درد انگیز نظمیں جن کا ایک ایک شعر کلیجہ پار ہوگا ۱۲ر

گرفتار قفس۔ اس وقت تک کی نظموں کا مجموعہ ۴ر

نوبت پنج روزہ۔ یادگار ظفر بہادر شاہ ہند کے پانچ دن کے غدر کے حالات۔ قیمت عہ/

دلی کی پھولی۔ نہایت ہی پُر لطف قصہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ قیمت صرف چھ آنہ ۶ر

نانی عشو۔ اس قدر دلچسپ مذاقیہ فسانہ کہ ختم کئے بغیر نہ چھوڑیں

الامین کا دم واپسیں۔ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قیمت ۴ر

قلب حزیں۔ ۲۳ دلآویز مختصر مضامین نظم و نثر ۸ر

وداع خاتون۔ محترمہ خاتون اکرم کی جوان مرگی پر علامہ محترم کے آنسو ۱۵ر

گلدستہ عید سبق آموز افسانوں اور مضامین کا مجموعہ خاص رمضان اور عید کی کتاب قیمت ۸ر

شہید مغرب۔ طرابلس، مراکش اور ہندوستان میں مسلمانوں کی خون کی ندیاں۔ قیمت ۴ر

عروس کربلا میدان کربلا کے دردناک حالات دل کے پار ہو جائیں گے

دُر شہوار۔ ایران سیستان یا ژندران کی لڑائیوں کا ہولناک حال ۶ر

محبوبۂ خداوند تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی عیسائی راہب کی سیاہ کاریاں قیمت دو آنہ ۲ر

منظر طرابلس۔ مذہبی پیشوا کے سیاہ اعمال نامے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمانوں کی فتوحات ۸ر

شہنشاہ کا فیصلہ۔ عہد عباسیہ بغداد کا دلآویز فسانہ ۴ر

سودائے نقد۔ جوان لڑکی کی شادی کرنے کے دردناک نتائج ۵ر

[illegible]

تصانیف آنریبل قاری سرفراز حسین عزمی

طوائفوں کی پراسرار زندگی کے فریب سے خبردار کرنیوالے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول جن کو پڑھ کر نوجوان لڑکے نیک بن جاتے ہیں' بزرگ اپنی بے راہ رو اولادوں کی اصلاح کر سکتے ہیں' بیویاں خاوندوں کی بے توجہی کے اسباب سمجھ جاتی ہیں اور رنڈیاں نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں یہ آٹھ ناول ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے؟

شاہد رعنا۔ ایک ڈیرہ دار طوائف کی خود نوشت سوانح عمری قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/

سعید ایک مسلمان اور پاتر کے حسن و عشق کی داستان ۱۸/

سعادت۔ دہلی کی ایک مشہور تعلیم یافتہ طوائف کے نہایت دلچسپ حالات۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

سہرا عیش۔ طوائف سے نکاح کرنیکے عبرتناک نتائج ۱/

سرائے عیش۔ ایک شریف گھر اور ایک طوائف کے کوٹھے کا موازنہ ۱/

انجام عیش۔ پاکیزہ زندگی اور آوارگی کے مختلف پہلو ۱۱/

بہار عیش۔ ایک ڈیرہ دار طوائف کی توبہ ۸/

خمار عیش۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

تصانیف حضرت ضیاء الملک ملّا رموزی

شفا خانہ۔ ملّا رموزی صاحب کے ان دلکش مضامین کا مجموعہ ہے جس میں بخار' کھانسی' زکام' مراق' آپریشن غنودگی اور درد دل کے عنوانات سے ان امراض پر وہ ہنسانے والے مضامین ہیں جو اردو میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ گلابی اردو کا دیباچہ خاص چیز ہے صفحات ۲۰۰ عمر

عورت ذات۔ یہ کتاب ملا رموزی کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ محققانہ اور علمی ظرافت کا نمونہ ہے اس میں تمام دنیا کی بیویوں کے مقابل ہندوستان کے کل طبقات کے میاں بیوی کے مکمل حالات اس انداز سے لکھے ہیں کہ پڑھئے اور حقیقی ظرافت پر وجد کیجئے صفحات ۲۸۴ قیمت ۱۸/

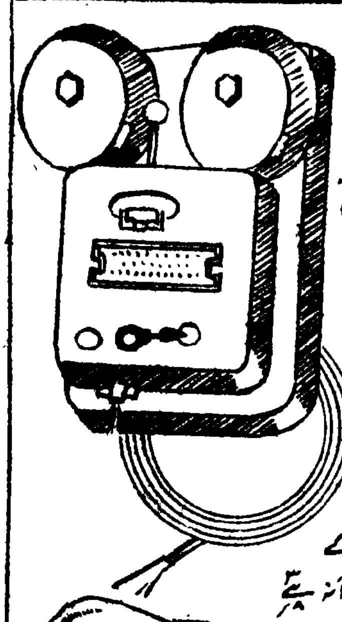
لاٹھی اور بھینس غم افسردگی رنج اور پریشانی کو دور کر کے مسرت خوشی اور لطف سے بھر دینے والی کتاب۔ ملا رموزی نے جو بھینس خریدی ہے اس کا تفصیلی قصہ ہے جس میں عورتوں کی عجیب غریب زندگی کا نقشہ پیش کیا ہے صفحات ۱۴۴۔ قیمت عمر

زندگی رنج و غم دور کرنے' مسرت و شادمانی پیدا کرنیوالی کتاب ہے عمر

ان کے علاوہ

جملہ تصانیف۔ سر سید' مولوی ذکاء اللہ' مولانا حالی' علامہ سر اقبال' سید سلیمان ندوی' مولوی عبدالسلام ندوی' مرزا سجاد بیگ دہلوی' مولوی نذیر احمد' مولوی بشیر الدین احمد' خلیق دہلوی' فراق دہلوی' مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی' ملا رموزی' نیاز فتحپوری' منشی پریمچند' سدرشن' عظیم بیگ چغتائی' خواجہ حسن نظامی' ڈاکٹر سعید احمد بریلوی' سید ظہور احمد صاحب' علامہ مضحک دہلوی' شوکت تھانوی' انصار ناصری ایم بی اے' محمد حسین آزاد' علامہ شبلی نعمانی' مولوی عبدالحلیم شرر اور جملہ مطبوعات انجمن ترقی اردو' دار المصنفین' مکتبہ جامعہ ملیہ' ساقی بک ڈپو' کتبخانہ رشیدیہ' مطبع مجتبائی دہلی' لکھنؤ' کانپور' لاہور' مصر وغیرہ غرضیکہ مشہور مصنفین کی تمام مستند عربی' اردو' فارسی وغیرہ کتابیں ہم سے بکفایت مل سکتی ہیں۔ ہمارے کتبخانہ کی فہرست مفت طلب کیجئے۔

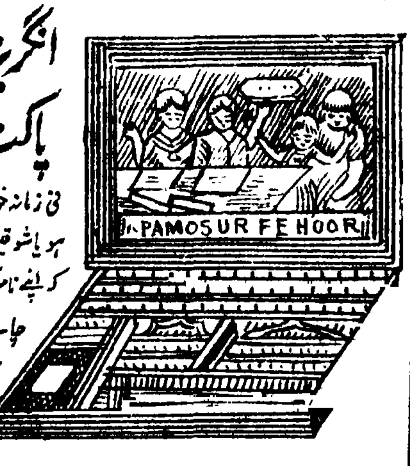
مینجر کتب خانہ علم و ادب دہلی



نو ایجاد گھنٹی

یہ خوشنما' پائیدار گھنٹی حال ہی میں آئی ہے' جس میں تقریباً دس گز لمبا تار اور گھنٹی بجانے کا ربڑ کا آلہ لگا ہوا۔ گھنٹی اپنے کمرے میں لگا دیجئے اور آلہ باہر دروازہ پر آنیوالے کو چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں صرف ربڑ کا آلہ دبانے سے گھنٹی زور سے بجنے لگیگی۔ یہ ہر شخص کے لئے کار آمد چیز ہے اور اس گھنٹی میں نہ بجلی کی ضرورت نہ بیٹری کی باوجود اتنی خوبیوں کے قیمت صرف تین روپیہ آٹھ آنہ ۳/۸

انگریزی حروف کا پاکٹ پریس



فی زمانہ خواہ کوئی کاروباری ہو یا شوقین ہر شخص کا خیال ہوتا کہ اپنے نام کی مہر ضروری ہونی چاہئیے' لفافہ کارڈ بھی چھپا ہوا ہونا چاہیئے مگر یہ سب سامان چھپوانے میں دقت ہوتی ہے اور خرچ زیادہ ہوتا ہے' ان ضرورتوں کو یہ پاکٹ پریس پورا ہو سکتا ہے اس کے حروف خوبصورت اور صاف ربڑ کے بنے ہوئے ہیں جو برسوں کام دیتے ہیں۔ پریس نمبرا جس میں چھوٹے بڑے حروف معہ ہندسے کے ساڑھے تین سو ہوتے ہیں۔ مع ضروری سامان کے ۳/

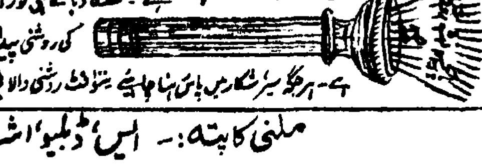


ڈیٹ پرنٹر یعنی تاریخ چھاپنے کی مہر

اس مہر میں تاریخ' مہینہ اور سنہ وغیرہ تراش کر بہت عمدگی سے آویزاں کئے گئے اور اس چکے کو گھما کر جو مہینہ اور تاریخ چھاپنا ہو چھاپئے

بجلی کا جیبی لیمپ

یہ نہایت خوبصورت اور بڑا ہی کار آمد ہے۔ کھٹکا دباتے ہی فوراً بجلی کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر جگہ سیر شکار میں پاس رہنا چاہیئے تیز فوکس روشنی والا ۵/



ملنے کا پتہ:۔ ایس' ڈبلیو' اشرف اینڈ کو چوڑیوالان اسٹریٹ دہلی

(نوٹ محصول ڈاک بذمہ خریدار)

شاہی دربار مرشد آباد و بنگالہ کا ایک نادر تحفہ

طلائے وصال

اطبائے بنگالہ و دربار مرشد آباد کے اسرار باہ کے متعلق ایک نسخہ کی بنیاد پر ایک نادر الوجود طلا تیار کیا گیا ہے جس میں قیمتی اجزاء کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے اور چند روز استعمال سے کھوئی جوانی واپس آجاتی ہے۔ دہلی کے مطبوں میں بارہا استعمال کرنے کے بعد اسے دہلی سے باہر پبلک کیلئے بھی پیش کیا جاتا ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں شباب کی لذتوں کو کھو دیا ہے جو غیر فطری حرکات کے باعث پوشیدہ جذبات کو سرد کر بیٹھے ہوں۔ عضو مخصوص میں کجی۔ دُبلاپن اور سستی ہو بیوی سے شرم معلوم ہوتی ہو۔ شادی کے نام سے کانپتے ہوں۔ عقل و ذہن دے چکے ہوں چہرہ بے رونق ہو اور حیوانی قوت فنا ہو گئی ہو۔ انکے لئے یہ نادر الوجود شاہی طلا پیام حیات ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے۔ (سے) علاوہ محصول ڈاک

وزیر اودھ کا حیرت انگیز طلسم

حب عیش افزا

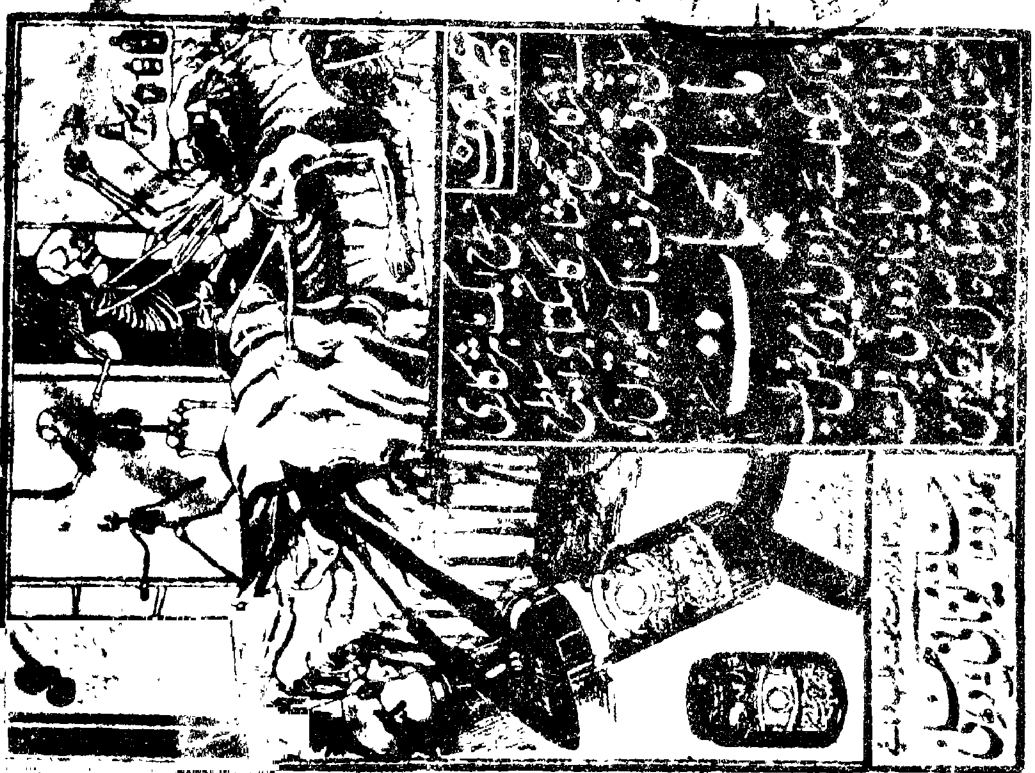
محبوبۂ حیات سے لطف اندوز ہو نہیں اگر عیش کی گھڑیاں طول کھینچ جائیں تو شباب کا صحیح لطف آجاتا ہے معتمد ولہ نواب آغا میر مرحوم وزیر اودھ کے قلمی بیاض سے تیار کیا گیا ہے اور کئی پراسرار چیزیں مزید شامل کر کے ایسی حیرت انگیز اور طلسمی چیز تیار کی گئی ہے کہ قوت باہ کی جملہ خرابیاں دور ہو جاتی ہیں مادہ خون کی پیدائش اور اعضائے رئیسہ میں حرارت غریزی ترقی سے عیش و سرور شباب بڑھ جاتا ہے کہ مدت العمر تک مدت فراموش نہیں ہو سکتی۔ حد ہے کہ خود خوبان جمال کے لب نازک سے تعریفی جملے سننے میں آئے ہیں۔ پوشیدہ قوتوں کی ترقی صحت بخش۔ قدرتی اور دائمی امساک کی دوا ہے وزیر اودھ کو ایک طویل عرصہ کے تجربہ اور تلاش کے بعد یہ نادر چیز دستیاب ہوئی تھی **قیمت** مکمل خوراک تین روپے (سے) علاوہ محصول ڈاک۔

پورا سیٹ۔ اگر "طلائے وصال" کے ہمراہ حب عیش افزا کا استعمال کر لیا جائے تو دس بارہ روز میں وہ حیرت انگیز نتائج پیدا ہونگے۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ مکمل سیٹ دونوں دواؤں کے منگا پر قیمت پانچ روپیہ (صر) علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

شبابی دواخانہ بازار پائیوالاں جامع مسجد دہلی

REGD. No. L. 3248



Printer and Publisher :—
SYED WILLAYAT HUSAIN, JAMA MASJID, DELHI.
Cover Printed at the Calcutta Art Press, Delhi.

شاہجہان

دار الاشاعت
جامع مسجد دہلی

کھرپا بہادر

چغتائی صاحب کے مخصوص طرزِ تحریر کا تازہ ترین شاہکار

نہایت ہی پر مذاق اور مضحک انگیز پلاٹ ہے۔ مصنف اپنے شوخ اور مذاقیہ طرزِ بیان کے ساتھ ساتھ لنگران اعظم کے محلوں کے جگمگاتے کمروں میں عشق و محبت سوز وگداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں کے ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائے گا یہ بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرزِ بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا چڑھا ہے۔ کھرپا بہادر کو پڑھ کر آپ شہنشاہ اکبر کے دربار حرا سیور کو بھول جائیں گے۔ بہترین لکھائی چھپائی فوٹو بلاک کا رنگین سرورق اور قیمت ان تمام خوبیوں کے بمقابل بالکل مفت۔ یعنی صرف ایک روپیہ (عہ) مجلد عہ محصول ڈاک ۵ر

کولتار اس کے بعض حصے ہنسانے والے اور یقینی ہنسانے والے اور بعض پر اسرار ہیں۔ قیمت ...... عار

وہمپائر ایک دوشیزہ کی عصمت ریزی کا عجیب و غریب درد انگیز و مضحکہ خیز قصہ قیمت .. عار

شریر بیوی ایک شوخ لڑکی کی داستان جسکو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ قیمت ..... عہ

فل بوٹ حسن وعشق کا بیحد دلچسپ مختصر ناول جذبات و تاثرات کا دل آویز مرقع قیمت ... عہ

روحِ ظرافت صحیح معنوں میں ظرافت کی روح ہے آٹھ نہایت دلکش افسانوں کا مجموعہ مجلد عہ

مرزا جنگی لکھنؤ کی پرانی تہذیب اس دلآویز ڈرامہ میں دیکھکر ہنستے ہنستے لوٹ جائیں قیمت ۱۲

دیکھا جائیگا شائقین کے بیحد اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ قیمت خوبصورت جلد کی عہ

روحِ لطافت جذبات لطیف کی روح ہے

آٹھ بیحد دلچسپ و عبرت انگیز افسانے عہ

جنت کا پھول یہ افسانہ بھی اس قدر پسند کیا گیا ہے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا ہے۔ قیمت ۱۲

تفویض ایک گریجویٹ خاتون کی شادی ایک سیٹھ کے لڑکے سے ہو جاتی ہے اس کے عجیب و غریب نتائج ۵ر

قرآن اور پردہ آیات قرآنی کے حوالوں سے بتایا گیا ہے صحیح پردہ کیا ہے اور رسمی پردہ کیا ہے۔ قیمت .... عہ

حدیث اور پردہ صحیح احادیث کے حوالوں سے پردہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ نہایت ضروری کتاب .... عہ

نجمہ نوری مصنفہ الضار علی صاحب ناصری۔ ماں کی مامتا سے متعلق ایک دلدوز تمثیل جس کو پڑھکر آپ اپنے آنسو نہ روک سکیں گے قیمت۔ ۱۲

چندرہ موہنی مصنفہ الضار علی صاحب ناصری۔ حسن وعشق کی داستان مگر پاک محبت کے لطیف جذبات

حسرت ناک انجام قیمت . . . عہ

چارچاند مصنفہ ناصر نذیر فراق دہلوی مرحوم کا مجموعہ مضامین دلی کی ستھر ستھری بول چال کا اعلیٰ نمونہ قیمت ۸ر

سلمیٰ مترجمہ الضار علی صاحب شہرۂ آفاق ادیب آسکر وائلڈ کی مشہور تمثیل کا لاجواب و کامیاب ترجمہ قیمت ۵ر

اخوان الشیاطین مصنفہ محترم علامہ مضحک افضل حسین صاحب جشتی۔ سات سائنٹفک افسانوں کا مجموعہ بیحد دلکش مجموعہ۔ آپ کے مطالعہ کے بعد رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ قیمت ..... عہ

تعلیم زدہ بیوی مصنفہ فضل حق صاحب قریشی۔ اس ڈرامہ کو پڑھکر آپ اپنی ہنسی نہ روک سکیں گے۔ عبرت انگیز انجام قیمت... ۸ر

یدِ قدرت مصنفہ علامہ مضحک صاحب دہلوی کا ایک طویل سائنٹفک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشاہدات

شاہجہاں کا تیسرا پرچہ آپ کے پیش نظر ہے اس کی گذشتہ اشاعتیں اس قدر پسند کی گئی ہیں کہ اگر ہم اس کا اظہار یہاں کریں گے تو عوام اسے خودستائی پر محمول کریں گے۔ مختصر یوں سمجھئے کہ شاہجہاں کی قدر ہماری توقعات سے زیادہ ہوگی اس پر ہم جسقدر بھی فخر کریں کم ہے۔ شاہجہاں کی پسندیدگی اس کے عمدہ مضامین کی وجہ سے ہے شاہجہاں کے علمی معاونین کے ہم بیحد شکر گذار ہیں کہ انکی مسلسل جنبشِ قلم سے صحافت اردو میں ایک اچھے پرچے کا اضافہ ہوگیا ہے شاہجہاں وقت سہلاہٹ لٹریچر دلچسپ ہو ب... کے لئے خالص ایسے رسالے بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں جن کے مطالعہ سے دن بھر کے تھکے ہوئے دماغ راحت پائیں جن کے پڑھنے سے دنیا کے مصائب و آلام سے خواہ تھوڑی ہی دیر کے لئے کیوں نہ ہو نجات مل جائے۔ شاہجہاں کے لئے اکثر علمی مضامین بھی موصول ہوتے ہیں۔ مگر ہم معذرت خواہ ہیں کہ دل و دماغ پر بار ڈالنے والے مضامین شاہجہاں میں شائع نہیں کر سکتے ہم شاہجہاں پڑھنے والوں کو غم غلط کرنے والا اور تفریحی لٹریچر زیادہ سے زیادہ دینا چاہتے ہیں۔ یہی شاہجہاں کی وہ خصوصیت ہے جو اسے اردو کے اور رسائل سے ممتاز کرتی ہے۔

زیر نظر اشاعت میں جذبہ کو، عورتوں کا شکاری، نقلی شہزادہ، باپ کی قربانی، پروفیسر منصور اور سوگوار محبت ایسے افسانے ہیں جن کو پڑھکر آپ بڑی افسانہ نگاروں کے افسانوں کا مطالبہ ہم سے کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جناب دیوانہ مصطفےٰ آبادی کا ڈرامہ بیحد دلچسپ ہے آپ بزم شاہجہاں میں پہلی دفعہ شریک ہوئے ہیں اور توقع ہے کہ آئندہ بھی آپ کے بلند پایہ ڈرامہ شاہجہاں میں شائع ہوتے رہیں گے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ شاہجہاں کی ضخامت میں اضافہ کردیں مگر موجودہ تعداد اشاعت اس کی اجازت نہیں دیتی اگر ہمدردانِ شاہجہاں اس کی توسیع اشاعت کی کوشش فرمائیں تو ہم اپنے مربیوں کی توقعات کو بڑی حد تک پورا کر سکیں گے۔

لاہور کے رسالے کارواں میں یوپی کے ادیبوں اور شعراء کے خلاف جو گرم تحریر دکھائی گئی ہے اس کا جواب اس سے زیادہ گرمی کے ساتھ دیا جا سکتا ہے لیکن ہم اردو زبان کی ترقی و خدمت کے جذبے کے خلاف سمجھتے ہیں کہ اسوقت صوبجاتی بحث چھیڑ کر اغیار کو ہنسنے کا موقع دیا جائے اسی سلسلہ میں معاصر "عارف" لاہور کی تحریروں کو بھی ہم ناپسند کرتے ہیں۔ یوپی اور پنجاب کے بہی خواہانِ اردو کا فرض ہے کہ وہ اس تجارتی تو تو میں میں میں نہ پڑیں اور صوبجاتی لڑائیوں کی بجائے دشمنوں کا متحدہ مقابلہ کریں کیونکہ یہی ایک ضروری چیز ہے اور اسی سے ہم غافل ہوتے جا رہے ہیں۔ سید وصی اشرف۔

فہرست مضامین

جلد ۴ — نمبر ۳

جذبۂ کور

خوشنو [illegible] میرا [illegible] ہوتا ہے۔ کاش ! دھواندھار بارش ہونے لگے۔ جب دل غم کے بوجھ سے دبا جا رہا ہو اور آنکھیں آنسوؤں سے بوجھل ہو رہی ہوں تو قدرت کا نکھار [illegible] روح ثابت ہوتا ہے۔ درختوں اور پرندوں نے اپنے سُریلے ساز چھیڑ رکھے ہیں۔ سلیم کو ان کی بولیوں سے عشق تھا۔ مگر آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب کے سب مل کر میری مردہ روح کا نوحہ کر رہے ہیں۔

میں نے اس کو بھلانے کی ہزارہا کوششیں کیں۔ مگر وہ اپنی تمام ناکامیوں کے ساتھ ہر وقت میرے تخیل میں جاگزیں رہتا ہے۔ اس کے بے حد [illegible] ڈنک ہر لمحہ میرے [illegible] میں پیوست ہوتے رہتے ہیں۔ جب میں تنہا ہوتی ہوں تو اُن کا اترا ہوا چہرہ پیش نظر ہو جاتا ہے جس پر زندگی میں اُمنگ اور مرنے کے بعد ایک دردناک مسکراہٹ جم کر رہ گئی تھی۔ مسرت و غم کے واقعات کی یاد میرے دل پر [illegible] ہے۔ وہ سب میری [illegible] میں مجرم ہوں۔ مجھے سزا ملنی چاہیے۔ سنگین [illegible] اور [illegible] سزا کی مستحق ہوں جس کا ایک [illegible] ہو سکتا ہے۔ مگر میں کیسے یقین دلاؤں کہ مجھے سلیم سے محبت تھی۔ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے اسی کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس مقولہ میں کس قدر صداقت ہے۔

کاش مجھ میں [illegible] ہمت ہوتی [illegible] مجھ میں اتنی ہمت نہیں۔ میں یہاں بیٹھی [illegible] کرتی ہوں کہ دنیا میں [illegible] شوہر [illegible] کر رہی ہوں گی۔ میں اپنے واقعات [illegible] ہوں [illegible] میری فطرت کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ [illegible] مجھے [illegible] مزاج [illegible] محض محبت کی کمی نہیں۔ محبوب کو اپنے آپ سے بھی زیادہ [illegible]۔

میری اور سلیم کی شادی ہوئی [illegible] کی مرضی کے مطابق تھا۔ دن عید اور رات شب برات۔ ہر لمحہ مسرت میں ڈوبا ہوا۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی تھی کہ ہماری ازدواجی زندگی [illegible] گذر رہی تھی۔ اکثر سنا گیا تھا کہ دولہا دلہن کی زندگی لائق رشک ہوتی ہے۔ مگر جب میاں بیوی کی شروع ہوتی ہے تو [illegible] کہ ہماری [illegible] محبت و انبساط ہی میں گذرے گی۔

ہر شخص میں کچھ [illegible] وہ بہت [illegible] کرتے تھے۔ یہ نقائص ایسے نہیں تھے کہ [illegible] سکتی۔ وہ عورتوں [illegible] ہر داشت نہیں کر سکتی تھی۔ لڑکیوں سے ہنسنا بولنا [illegible] ناگوار [illegible] اُنھوں نے ہنس کر کسی لڑکی سے بات کی [illegible] مگر مجھے خواہ مخواہ اس میں گہرے معنی نظر آتے تھے۔ وہ میرے ہر وقت کے ٹوکنے سے ایسے پریشان ہوئے [illegible] کرتے تھے مگر جب میں نہیں ہوتی تھی تو پھر وہی رنگ طبیعت میں اُبھر آتا تھا۔ یہ صورت [illegible] خطرناک تھی۔ [illegible] باتوں میں بھی حقائق پیدا کر دیتے۔ جب وہ کہیں جاتے تھے تو طرح طرح کے شبہات سے میرا دل جلایا کرتی تھی اور جب وہ واپس آتے تھے تو ایک ایک بات اُن سے پوچھتی تھی۔ کس کس سے ملے؟ کیا کیا باتیں ہوئیں؟ یہ بات یوں کیوں ہوئی؟ [illegible] گئے تھے تو وہاں [illegible] ان باتوں کا اثر یہ ہوا کہ وہ مجھ سے خائف رہنے لگے۔ گھر میں رہنا کم کر دیا۔ [illegible] اس تغیر کے اصل سبب پر غور کرتی میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ سلیم مجھ سے اس لئے کھنچے رہتے ہیں کہ مجھ میں دلکشی و دلنوازی کم ہو گئی ہے۔ [illegible] عمدہ اور قیمتی سے قیمتی کپڑے بنانے اور حُسن بڑھانے کی جتنی بھی چیزیں بازار میں مل سکتی تھیں خرید لیں۔ [illegible] ہماری ہوئی مگر میں نے دل کو جھوٹی تسلی دی۔ یہ سب کچھ میں اس لئے کر رہی ہوں کہ میرا شوہر مجھ سے اُڑ چھن جائے۔ مجھے اس وقت یہ محسوس کرنا چاہئے تھا کہ محبت کا دار و مدار زیب و زینت پر نہیں ہوتا اور ایسی محبت جو کپڑوں کے ساتھ ساتھ بدلتی ہے محبت ہی نہیں ہوتی۔ جب کبھی سلیم نے میری فضول خرچی کی شکایت کی تو میں نے رو دھو کر اپنی آنکھیں لال کر لیں اور اُنھیں شرمندہ ہو کر میری اس حرکت کو جائز قرار دینا پڑا۔

ہماری شادی کو ایک سال گذر گیا۔ سلیم کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ انہیں کسی پہاڑ پر جانا چاہئے۔ سلیم نے دفتر سے چھٹی لے لی۔ اُن کا خیال تھا کہ تنہائی کے چند روز میں ان کی صحت سنبھل جائے گی۔ جب اکیلے جانے کا ذکر آیا تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے اُس وقت یہ محسوس نہیں کیا کہ سلیم کو سب سے زیادہ سکونِ خاطر کی ضرورت تھی جو میری موجودگی میں انہیں میسر نہ آ سکتا تھا۔ خدا جانے عورتیں کب اس بات کو سمجھیں گی کہ جس قدر پھندا کسا جائے گا مرد اُسی قدر زور کھینچے گا۔ میں رونے لگی۔ بھلا اور میں نے کہا۔ "اگر تم مجھ سے تنگ آ گئے ہو تو بیشک اکیلے چلے جاؤ۔ تمہیں یہاں میری ضرورت نہیں ہے تو دوبارہ واپس آنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بڑے شوق سے اکیلے جاؤ اور جو تمہارے جی میں آئے کرو۔ میرا کیا ہے؟ میری وقعت ہی کیا ہے اس گھر میں۔ کبھی بیوی سمجھا ہوتا تو جانتے بھی۔" غرض جو بھی میرے منہ میں آیا میں نے کہا اور وہ چپکے ہو گئے۔ میرا یہ حال کہ ہچکیوں پہ ہچکیاں نکل رہی تھیں۔ وہ گھبرا گئے اور مجھ سے معذرت کرنے لگے۔ میری چال کامیاب رہی اور ہم دونوں ایک ساتھ ہو کر چھٹیاں گذار آئے۔ میری وجہ سے ان کی بیماری بہت بڑھ گئی۔ وہ پھر ہم نے کوئی لطف بھی نہیں اُٹھایا۔ روزانہ رات کو میں اُن سے لڑتی جھگڑتی تھی کہ اتنی دیر تک کہاں رہے؟ دوپہر کیوں گئے؟ اس لڑکی سے ہنس ہنس کر باتیں کیوں کی؟ مجھ سے دور دور کیوں رہتے ہو؟ چھٹیاں ختم ہو گئیں۔ جب ہم واپس گھر آئے تو سلیم کی صحت اس قدر گر گئی تھی کہ وہ دفتر بھی نہیں جا سکتے تھے۔ گھر کے کام کاج کا مجھے بہت اچھا سلیقہ ہے۔ میں نے ان کے آرام و آسائش کے لئے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا کیا۔ جب اُن کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو میں نے دن رات ان کی تیمارداری کی اور اگر ضرورت ہوتی تو میں اُن کے لئے بڑے سے بڑا ایثار کر سکتی تھی۔ ایسے مواقع شاذ ہوتے ہیں کہ ایثار کرنے کی ضرورت ہو۔ روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں ہی سے زندگی اور محبت کی تشکیل ہوتی ہے۔

کچھ عرصہ تک آنسو میرے بہترین ہتھیار ثابت ہوئے مگر یہ تدبیر بھی بیکار ہی جاتی رہی۔ سلیم نے محسوس کر لیا کہ میں جان بوجھ کر ان کی نمائش کرتی ہوں۔ پہلے آنسوؤں سے ان کا دل پسیجتا تھا۔ عورت کا یہ وہ حملہ ہے جس کی تاب مرد نہیں لا سکتا۔ مگر اب میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر سلیم کہتے تھے "آنسو بہانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔ میں انہیں ظالم، بیدرد اور شقی القلب سمجھنے لگی اور اپنی بیچارگی پر ترس کھانے لگی۔ جب ان سے کام چلتا نہ دیکھا تو میں چیختے چیختے بےحال ہو جاتی تھی گویا مجھ پر دورہ پڑ گیا۔ سلیم گھبرا جاتے تھے۔ مجھے سنبھالتے تھے اور پھر میں رو رو کر اُن سے جو کچھ کہنا ہوتا تھا کہہ دیتی تھی اور جو کچھ منوانا ہوتا تھا منوا لیتی تھی۔ کسی طبیب کا قول ہے کہ لوگوں کو اس قسم کے دورے اس وقت نہیں پڑا کرتے جبکہ وہ تنہا ہوں۔ جب ان کی حالت دیکھنے اور اُن کی باتیں سننے کے لئے لوگ موجود نہ ہوں۔ مجھے اس مقولہ کی صداقت میں مطلق شبہ نہیں۔ کچھ عرصے بعد یہ دورے بھی بے اثر ثابت ہونے لگے۔ انسان ہر چیز کا عادی ہو جاتا ہے۔ سلیم نے فی الحقیقت مجھے نظرانداز کرنا شروع کر دیا۔ بہت رات گئے گھر آنے لگے۔ بھلا اسے کون پسند کرے گا کہ دن بھر دفتر میں دماغ سوزی کے بعد جب شام کو گھر واپس آئے تو رونی بسورتی صورت دیکھے اور بات بات پر رونے دھونے میں مبتلا ہو جانے والی بیوی سے دوچار ہو۔

ایک رات میں اپنے بچھونے میں پڑی جاگتی رہی اور طرح طرح کے خیالات سے اپنی جان جلاتی رہی۔ میں سوچ رہی تھی کہ سلیم کسی خوبصورت سے دل بہلاتے ہونگے۔ دادِ عیش دے رہے ہونگے اور میں بیچاری یہاں پڑی تنہائی کی اجیرن گھڑیاں گذار رہی ہوں۔ آہ! میں کس قدر بے بس اور مظلوم ہوں۔ معاً دل میں خودکشی کا خیال آیا۔ سلیم کو پھر تو مجھ پر رحم آئیگا۔ وہ اپنی حرکتوں پر نادم ہونگے۔ میری نعش ہوگی اور میں انہیں خوب آڑے ہاتھوں لونگی۔ اگر وہ جلدی نہ آئے تو میرا مردہ دیکھ کر حواس باختہ ہو جائیں گے۔ پھر تو انہیں میری محبت و بیچارگی کا یقین آئیگا۔ اور اپنے کئے پر پچھتائیں گے۔ کیسا کیسا روئینگے اور کہیں گے کہ یہ میرے مظالم کا المناک نتیجہ ہے۔ زندگی بھر میری موت کا تصور انہیں ستائیگا۔ اس خیال کے آتے ہی میرے قلب کو بہت طمانیت ہوئی مگر فوراً ہی خیال آیا کہ اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ میں تو اپنی جان سے جاؤں گی۔ اُنکی ندامت و پریشانی دیکھنے کے لئے میں تو زندہ رہونگی نہیں۔ پھر کیا فائدہ؟ اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور سلیم ہنستے دکھائی دیئے۔ میں پلنگ پر سے اُٹھی اور میز کی طرف چلی۔ اس پر سے سنکھیا کی پڑیا اُٹھائی جو چوہوں کے لئے وہ کل خرید کر لائے تھے۔ میں نے پڑیا گلاس میں خالی کی اور اس میں پانی ڈال کر چمچے سے زور زور سے ملانے لگی تاکہ اس کی آواز سنکر وہ متوجہ ہوں مگر وہ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ تھوڑا سا پی لوں اتنا کہ میری طبیعت بگڑ جائے اور سلیم میری حالت دیکھ کر گھبرا جائیں مگر مجھ میں اتنی بھی ہمت نہ تھی۔ میں نے گلاس منہ تک لیجانا چاہا مگر میرے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ سلیم سمجھے کہ میں سنکھیا گھول کر واقعی پی رہی ہوں۔ اُن سے نہ رہا گیا اور انھوں نے دوڑ کر میرے ہاتھ سے گلاس چھین لیا۔ میں چیخی چلائی "نہیں نہیں مجھے مرنے دو" مگر انھوں نے گلاس باہر پھینک دیا اور مجھے سمجھانے لگے۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہی۔ وہ میری خوشامد کر رہے تھے۔

ہم دونوں میں پھر صلح صفائی ہو گئی۔ بڑے سے بڑے جھگڑے کے بعد بھی خدا جانے میاں بیوی میں کیسے صفائی ہو جاتی ہے؟ ایک ہفتہ تک کوئی شوشہ نہ نکلا۔ سلیم مجھ سے اس طرح پیش آتے رہے گویا میں بہت بیمار و نحیف ہوں۔ جب تک وہ میری ہر بات مانتے رہے میں خوش و خرم تھی۔ مگر جب انھوں نے

ذرا بھی میری مرضی کے خلاف کیا میں نے اپنا منہ پھُلا لیا اور بگڑنے لگی۔ خودکشی کا منظر ایسا نہیں تھا کہ سلیم اُسے دوبارہ دیکھنا گوارا کرتے لا چار ہو کر انھیں مجھ کو جھکنا پڑتا۔

اگر میں صرف اپنے اوپر رو کھانے میں ہی اس قدر مصروف نہ ہوتی اگر میں صرف اسی خیال میں منہمک نہ رہتی کہ میں مظلوم ہوں تو شاید دیکھ لیتی کہ سلیم روز بروز گھلتے جا رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے نمودار ہوتے جا رہے ہیں۔ چہرے پر اُداسی سی چھائی رہتی ہے۔ وہ اپنا غم بہلانے کو بُری صحبتوں میں پڑ گئے۔ کبھی تماشوں میں آنے جانے لگے۔ رقص و سرود کی محفلوں میں شریک ہونے لگے۔ اس اصراف پر میں اُن سے لڑتی اور اس سے انہیں بچانے کے لئے میں نے یہ تدبیر سوچی کہ اپنے اخراجات بڑھا دیئے تاکہ وہ روپیہ ادھر نہ لگ جائے۔ انسان اپنے افعال کو جائز قرار دینے کے لئے کتنی آسانی سے عذر تراش لیتا ہے! مجھے اس بے راہروی کا اصل سبب معلوم کرنا چاہئے تھا۔ مجھے یہ جان لینا چاہئے تھا کہ مرد اُس وقت تک نہیں بھٹکتا جب تک کہ واقعات اُسے مجبور نہ کر دیں۔ بجائے اس کے کہ میں سلیم کی حالت پر غور کرتی میں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ میری صحت گرتی جا رہی ہے اور مجھے اپنی خبرگیری کرنی چاہئے۔ جب بھی کوئی مجھے دیکھتا تو یہ ظاہر کرتی کہ گویا مجھ پر ظلم توڑے جا رہے ہیں اور میں خاموشی سے انہیں برداشت کر رہی ہوں۔ جب کبھی سلیم نے پوچھا کیسی ہو؟ تو میں نے مظلومیت ظاہر کرتے ہوئے کہا "اچھی ہوں" وہ مظلومیت جو قصاب کو دیکھ کر گائے کی آنکھوں میں جھلکتی ہے۔ اگر وہ میری مزاج پرسی نہ کرتے تھے تو میں انہیں سنگدل اور جابر قرار دیتی تھی۔ سلیم نے اصرار کیا کہ کسی طبیب سے رجوع کرو۔ لیکن میں نے انکار کر دیا یہ کہہ کر کہ "میں علاج معالجے میں روپیہ برباد کرنا نہیں چاہتی۔ میں جانتی ہوں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے اور طبیب میرے مرض کا مداوا نہیں کر سکتا"۔ درحقیقت مجھے خوف تھا کہ اگر کوئی طبیب دیکھے گا تو بھید کھل جائیگا کہ میں خواہ مخواہ بیمار بنی ہوئی ہوں اور واقعہ یہ تھا کہ میں نے اپنی خودساختہ علالت کو کامیاب حربہ بنا رکھا تھا۔

بالآخر میری دائم المریضی بھی سلیم کیلئے بے اثر ہو گئی۔

"تم ہمیشہ ایک نہ ایک شکایت کرتی رہتی ہو" سلیم نے ایک رات جھنجھلا کر کہا۔ "تمہارے لئے اور کوئی مشغلہ ہی نہیں ہے سوائے اس کے کہ شکایتیں سوچتی رہو"

"تمہیں تو ہمیں زیادہ عرصے تک پریشان نہیں کرونگی" میں نے دردناک لہجے میں کہا۔ وہ چونک پڑے۔ مجھے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ اس کے بعد وہ بولے تو منت سماجت کے لہجے میں اور میری جیت ہو گئی۔ جب کبھی فیصلہ میرے حق میں نہ ہوتا تھا تو میں انہیں باتوں باتوں میں جتا دیتی تھی کہ گویا میں بہت جلد مرنے والی ہوں اور وہ اپنے مظالم پر میرے بعد پچھتائیں گے۔ جب انسان فرضی علالت میں مبتلا رہتا ہے تو اُسے بیمار بنے رہنے میں بھی لطف آنے لگتا ہے۔ اور کچھ نہیں تو دیکھنے والوں کی ہمدردی ہی اُسے حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر سلیم ذرا بھی میری مرضی کے خلاف کرتے تو لوگ انہیں ظالم اور مجھے مظلوم قرار دیتے۔ انہیں بُرا بھلا کہتے اور مجھے طرح طرح سے تسلی دیتے۔ خود مجھے بھی اپنے اوپر بہت ترس آتا۔ اگر وہ مجھے شکایت کا موقع نہ دیتے تو مجھے مایوسی سی ہوتی۔ اپنے ذہن میں میں نے سلیم کو بدترین شوہر قرار دے لیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اُن کی بھی کچھ غلطی ضرور تھی مگر اب میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے ساتھ نباہ کرنا انسانی تاب و تواں سے زیادہ فرشتہ خصلتی تھی۔ میں اب دیکھ سکتی ہوں کہ کس طرح مجبور ہو کر وہ اپنی فطرت کے خلاف اکثر باتیں کرتے تھے۔

جُون کا مہینہ تھا۔ آسمان سے دن بھر آگ برستی رہتی تھی۔ اس سال گرمی بھی کچھ زیادہ پڑی تھی۔ شہر میں جاڑ سا بھی رہا تھا۔ شام ہوتے سلیم دفتر سے آئے۔ تھکے ہارے چہرے پر پژمردگی۔ آتے ہی اُنھوں نے پانی مانگا۔ میں اُس وقت سو کر اُٹھی تھی اور سوچ رہی تھی کہ نہا ڈالوں۔ کاہلی کے مارے بیٹھی انگڑائیاں اور جماہیاں لے رہی تھی۔ سلیم نے جو پانی مانگا تو اُٹھی مگر ایک تو اُس دن نیند کا واقعی کچھ خمار تھا اور کچھ حسب عادت اظہار مظلومیت کرتے ہوئے اُٹھی۔ اس پر وہ بگڑ گئے اور کچھ کہنے لگے۔ میں بھی ترش کر بولی اور جھگڑا شروع ہو گیا۔ پھر وہ خاموش ہو رہے اور میں نے بھی منہ پھُلا لیا۔ کھانے میں بڑی بے لطفی رہی نہ تو اُنھوں نے کچھ کھایا اور نہ میں نے۔ کھانے کے بعد سلیم باہر چلے گئے اور میں نے باورچی خانے میں جا کر خوب سیر ہو کر کھانا کھایا کیونکہ بھوک سے بے حال ہو رہی تھی۔

رات کو وہ سویرے سے آ گئے۔ کوئی دس بجے ہونگے اُن کا جلدی آنا مجھے ناگوار گذرا۔ کیونکہ مجھے دیر سے آنے کا شکوہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ تھکے ہوئے تھے اور بات تک کرنی نہیں چاہتے تھے۔ اُنھوں نے کپڑے اُتارنے شروع کئے۔ میں پلنگ پر پڑی جاگ رہی تھی اور ان تمام اعتراضات کو جمع کر رہی تھی جن کی مشق دن بھر کر چکی تھی۔ انسان جب چاہے لڑائی نکال سکتا ہے۔ بات میں سے بات نکل سکتی ہے۔ سلیم نے کچھ باتیں ایسی کہیں جن سے مجھے صدمہ پہنچا۔ اور میں نے اُنہیں سخت جواب دیئے۔ مگر جھگڑا بہت بڑھ گیا تو میں نے اپنے محفوظات کا آغاز کیا۔

"تمہیں اس طرح کچھ کہ دینے سے کوئی فائدہ نہیں" میں نے باقاعدہ ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ "میرے بعد جیسے تم بیاہ کے لاؤ گے وہ تمہیں اچھی طرح

کوشش رکھتی۔ میں تو کچھ دنوں کی مہمان ہوں۔ تم تو جانتے ہو میں کل کی مرتی آج مر جاؤں اور تم نئی شادی رچاؤ۔ بیویوں کی قدر مردوں کی نظر میں ہوتی ہی کیا ہے۔ جانے بھی دو تم جیسا ہرجائی ہوا کسی کی قدر نہیں۔ اور میں نے تو اس گھر میں سکھ کی ایک گھڑی بھی نہیں دیکھی شوہر کی محبت کا تو ذکر ہی کیا ہے بس اس پر بھی صابر و شاکر رہی مگر اب تو میں دیکھتی ہوں کہ حق ناحق جھگڑے نکالے جاتے ہیں نت نئی لڑائیاں مول لی جاتی ہیں۔ آخر یہ بات کیا ہے؟ تم مجھ سے صاف صاف کیوں نہیں کہتے۔ اگر کوئی اور دل پر چڑھ گئی ہے تو تم شوق سے میرے جیتے جی اسے بھی گھر میں لا بٹھاؤ۔ مگر خدا کے لئے مجھ کو یوں جلی کٹی کیوں سناتے ہو؟ میں تو زندگی سے بیزار ہو گئی ہوں قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہوں۔ زندگی کے آخری سانس پورے کر رہی ہوں۔ اب تو مجھ میں سینکڑوں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ میں تمہاری تو سدا سے ایسی ہی رہوں گی! جلا جلا کے دل میں ناسور ڈال دیئے۔ رات دن کی سوتیا ڈاہ۔ جان کو دق لگا دی۔ ہڈیاں تک گھلا دیں۔ میرا خدا دیکھتا ہے جیسا تم نے کیا ہے اور جو تم کر رہے ہو۔ اس کی لاٹھی بے آواز ہے حشر کے دن میرا ہاتھ اور تمہارا گریبان ہوگا۔ میں کچھ نہیں کہتی ہوں۔"

میں نے اپنا پارٹ نہایت خوبی سے ادا کیا آئینہ کے سامنے اس کی بہت ریہرسل کی جا چکی تھی سلیم نے مجھے منانے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے ڈرامہ کیا جس طرح لکھا رکھی رہتی تھی۔ خیال تھا کہ سلیم دوڑ کر مجھے پکڑ لیں گے اور گڑگڑا کر مجھ سے معافی مانگیں گے مگر وہ جس سے مس نہ ہوئے۔ میز پر میں نے ایک چمچہ الٹ پلٹ کر دی مگر شکیبا کہیں نظر نہ آئی۔ اس کے نہ ملنے سے ڈرامہ کا دردناک انجام ادھورا رہا جاتا تھا۔ میں نے پلٹ کر سلیم کی طرف دیکھا۔ انھوں نے میری طرف سے منہ پھیر لیا تھا میں آخر کب تک اس نقلی ڈرامہ کے سوانگ کو قائم رکھتی! سلیم کیوں نہیں آکر مجھے اپنی آغوش میں لے لیتے! کیا انھیں اب میری زندگی اور موت کی بھی پرواہ نہیں رہی؟ میں سمجھ ہی چکی تھی کہ میرے مرنے کی نوبت تو نہ آئیگی کیونکہ انھوں نے زہر چھپا دیا تھا اس سے مجھے اطمینان سا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ سلیم بھی مطمئن ہونگے کہ میں زہر کھا کر نہیں مر سکونگی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ انکی بڑی کمینی حرکت تھی کہ اس طرح مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں کہ ایک دھماکے کی آواز آئی میں نے پلٹ کر دیکھا تو سلیم فرش پر چت پڑے ہوئے تھے چہرہ زرد تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی۔ ہاتھ پاؤں تشنج رہے تھے اور چہرے پر سخت تکلیف کی لہریں دوڑ رہی تھیں یہ حالت دیکھکر میرے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ دوڑ کر انہیں اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ بھلا مجھ اکیلی سے کیا اٹھتے۔ میں نے گھبرا کر پوچھا سلیم یہ کیا کیا؟ یہ کیا ہو گیا؟ مگر انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے انہیں پریشانی میں جھنجوڑ ڈالا اور بار بار پوچھا مگر جواب ندارد آنکھوں میں سے موت جھانکتی نظر آتی تھی۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے باہر نکل کر ملازم کو آواز دی اور ڈاکٹر کے پاس دوڑایا۔ ملازم کی امداد سے سلیم کو پلنگ پر لٹایا اور انہیں ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگی کبھی ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیتے اور کبھی عطر سنگھایا مگر بے ہوشی تھی کہ موت میں تبدیل ہو رہی تھی۔ قلب کی حرکت معدوم ہوتی جا رہی تھی جب ڈاکٹر نے آکر انہیں دیکھا ہے تو ان میں کچھ بھی نہ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا یہ تو مر چکے ہیں"۔ ایکدم سے میرے پریشان حواس بجا ہو گئے اور میں نے اپنے آپ کو سلیم کی قاتلہ محسوس کیا۔ سلیم کا خون میری گردن پر تھا۔ میں نے ہی انہیں خودکشی کرنے پر مجبور کیا۔

سلیم کا قالب بے روح میرے سامنے بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا میں نے اس کے بیجان رخساروں پر بوسوں کی بوچھاڑ کر دی اُن بوسوں کی جنھیں میں نے ایک عرصہ سے روک رکھا تھا۔ مگر میں اس میں زندگی کی گرمی واپس نہ لا سکی۔ دل بدستور ساکت رہا۔ اس میں دوبارہ دھڑکن پیدا نہ کر سکی۔ کاش وہ صرف چند لمحوں کے لئے میرے پچھتاوے کو دیکھ سکتے۔ میرے ادعائے محبت کو سن سکتے۔ پانی اب سر سے گذر چکا تھا۔ اگر انکی روح دوسری دنیا میں میرے غم و اندوہ کا کچھ بھی اندازہ کر سکے تو وہ میری حالت پر ترس کھائینگے اور میری زبوں حالی پر انہیں رحم آئیگا۔ مگر اس سے میرے قلب کو کیا سکون حاصل ہو سکتا ہے؟ بعض دفعہ مجھے خیال آتا ہے کہ اب جبکہ وہ دیکھنے کے لئے موجود نہیں ہیں خودکشی ہی مجھے اس عذاب زندگی سے نجات دلا سکتی ہے لیکن میں تو اب بھی بزدل ہوں۔ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ میں دیوانی ہو جاؤنگی۔ اور ماضی کی یاد اس طرح مجھ سے چھن جائے گی۔ میں اپنے خیالات کو بھلا دینا چاہتی ہوں مگر ڈاہی شدت سے میرے دل میں نشتر کی طرح کھٹکتی ہے۔

جب سے میں نے اپنی المناک زندگی کو سپرد قلم کیا ہے مجھے ایک سکون سا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے واقعات بے کم و کاست لکھ دیئے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی کے سیاہ حصہ پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جو عورتیں اور مرد اس کو پڑھیں گے وہ اپنے دلوں کا جائزہ لیں گے۔ ہم سب کو شکایتیں ہوا کرتی ہیں۔ مگر ایسے کتنے ہیں جو اس بات پر غور کرتے ہیں۔ کہ قصور کس کا ہے۔ اپنے اوپر ترس کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خود کو مظلوم سمجھنا بے سود ہے۔ حسن معاملہ کے لئے یہ نہ سوچو کہ آئندہ کوئی تدبیر کی جائے گی۔ زندگی میں محبت کا ایک لفظ بھی اُن ہزاروں آنسوؤں سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے جو قبر پر برسائے جاتے ہیں۔

شاہد

عورتوں کا شکاری!

{فرانسیسی افسانہ و انشاء کا ایک نادر نمونہ}

از ظفر قریشی بی۔ اے (دہلوی)

بیگم لنوزاق ایک مالدار دولتمند خاتون تھیں جن کی ساری زندگی گذر رہی تھی۔ دولت اور حسن سے زیادہ علم و ہنر کا خزانہ انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ دنیا کا شاید ہی کوئی علم و ہنر ایسا ہو جس میں انہیں دستگاہ کامل نہ ہو۔ بڑی مغرور اور بڑی بے پروا عورت تھیں۔ پیرس کی آبادی میں اس جیسا مغرور کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ بت تراشی انہوں نے اپنے باپ سے سیکھی تھی۔ مصوری جدید ثقافتی میں اچھی دسترس حاصل کی تھی۔ شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا اور حال ہی میں غزلیات پر مشتمل ایک حسین گلدستہ ادب شائع بھی کیا تھا جسے فرانس کی اکاڈمی نے مقبولیت کی سند عطا کی تھی۔

بیگم لنوزاق کو اداکاری سے بھی دلچسپی تھی اور بہت سے ڈراموں میں حسین عورتوں اور ہیروئن کی تمثیل کر چکی تھیں۔ گانے سے فطری لگاؤ تھا اور اپنی بنائی ہوئی غزلیں خود ہی گاتی تھی۔ بت تراش، مصورہ، مصنفہ، شاعرہ، اداکارہ اور مغنیہ وغیرہ سب کچھ تھی ——— لیکن اسے محبت کرنے اور دلنوازی کرنے کا ہنر نہیں آتا تھا۔

لوگ اس کی دولت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس کی شہرت اور ہر دلعزیزی سے بڑے بڑے کام نکالتے تھے اور سینکڑوں مردوں کو اپنے فانوس شباب کی روشنی سے منور کر چکی تھی لیکن اس کے باوجود اس کی زندگی تلخ تھی وہ محبت و عشق کے صحیح مفہوم اور محبت کے صحیح درس سے ناواقف تھی۔

ایک دن وہ اپنے آراستہ کمرہ میں بیٹھی ہوئی اپنے عزیز ناول نویس کا ایک ناول پڑھ رہی تھی اور یہ جملہ خاص طور پر اس کی توجہ کا باعث بنا ہوا تھا۔

"اگر کوئی کسی خاص ہنر میں ملکہ حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ اس ہنر سے معاش حاصل کرے اور محض شوق کی خاطر اسے نہ کرسکے۔"

اس جملہ کے فوراً ہی بعد یہ فقرہ اس کی نظر سے گذرا جو اور بھی تعجب انگیز تھا۔

"اگر کوئی عورت حسن فروشی پر اتر آئے تو اس کی یہ ادا کس قدر دلپسند ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی جو وہ ہے بلکہ اس طرح دکھا دینا چاہتی ہے جیسی وہ نہیں ہے!!"

بیگم لنوزاق کے ذہن پر یہ دو جملے خاص طور پر مسلط ہوگئے اور انھوں نے کئی روز تک اس پر غور کیا۔ بیگم کو اپنے کسی ہنر سے دولت پیدا کرنے کی آرزو نہ تھی۔ وہ کافی دولتمند تھیں۔ اس لئے انھوں نے سوچا کہ کوئی ایسا لطیف شغل سوچنا چاہیئے جو آرٹ بھی ہو اور معاش کا سبب بھی ہو۔

بت تراشی، شاعری ——————— یا حسن فروشی ——————— !

بیگم لنوزاق نے حسن فروشی اور بدکاری کو ایک آرٹ بنانے اور اس سے معاش حاصل کرنے کے لئے پورا تہیہ کرلیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ تمام پیرس میں وہ حسن فروشی اور بدکاری کے معاملہ میں سب سے آگے بڑھ جائیں اور کوئی حسین عورت ان کے اس مشغلہ میں حائل نہ ہوسکے اور جس طرح دیگر میدانوں میں انھوں نے نام اور عزت حاصل کی ہے اسی طرح اس میدان میں بھی ناموری حاصل کریں لیکن اس میدان میں قدم رکھنے سے قبل انھوں نے اپنے ایک خاص دوست کا مشورہ لینا ضروری سمجھا۔ یہ صاحب شہر کے حسینوں کے رازداں تھے۔ پیرس کی سوسائٹی میں انہیں خاص وقعت حاصل تھی عشق و آرزو کا کوئی معاملہ نہ ہوتا تھا جس پر وہ رائے نہ دے سکتے ہوں۔ تقریباً ہر ستارہ حسن نے جو پیرس کے افق پر نمودار ہوتا تھا ان کی شناسائی ضرور ہوتی تھی اس نادر اور وا حدحیثیت حاصل ہونے کے سبب وہ خضر حسن کہلاتے تھے۔ بیگم لنوزاق ایسے استاد عشق سے درس زندگی لینے کے لئے اپنے پرتکلف موٹر میں بیٹھکر روانہ ہوئیں ——————— !

بیگم لنوزاق نے استاد عشق سے ساری باتیں کہدیں جس پر پیر فرتوت اس طرح گویا ہوا۔

"مادام مجھے آپ کے نیک ارادہ سے دلچسپی ہے۔ ذہین اور ہنرمند عورتیں ویسے ہی کیا کم دلچسپ ہوتی ہیں لیکن اگر وہ حسین ہوں تو سمجھو کہ قیامت ہوتی ہے۔ اور پھر وہ بدکاری کی زندگی گذارنے کا فیصلہ کریں تو نور علیٰ نور والا مضمون ہو جاتا ہے۔ میں نے اس وقت تک جتنی عورتیں دیکھی ہیں۔ ان میں تم سب سے زیادہ دلکش اور دلنوازی کے سیکھنے والی معلوم ہوتی ہو۔ لیکن دلداری اور محبوبیت کی تعلیم بھی اسی طرح لینی پڑتی ہے جس طرح اور فنون سیکھنے پڑتے ہیں۔

بیگم لنوزاتی نے کہا "بہت خوب موسیو لیکن مجھے حسن فروشی کی ابتدا کیونکر کرنی چاہئے۔

ابتدا کے متعلق صرف میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں جولیط کے پاس جانا پڑے گا"

جولیط کون ہے موسیو۔

جولیط ——— جولیط کو آپ نہیں جانتیں بس جب ہی تو میں کہتا ہوں کہ آپ کو پیرس کی ہوا بھی نہیں لگی۔ آخر ہو نہ دیہاتی!۔ جولیط کو جو نہیں جانتا اُسے گنوار کہنا چاہئے جولیط پیرس کا سب سے بڑا عیاش ہے اور اُسے عرف عام میں عورتوں کا شکاری کہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسوقت اسرار عشق اس سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔ اس نے پیرس پر جادو کر رکھا ہے۔ میں جس لطیف عشق کی تصویر ہوں میرا دوست جولیط اس جلبہ ہوس کی تفسیر ہے۔ اس لئے تمہیں سب سے پہلے اس ہی سے رجوع کرنا چاہئے۔ وہ تمہیں بتائے گا کہ اس خارزار میں کس طرح قدم رکھنا چاہئے۔ وہ تمہیں یہ سبق دے گا کہ مردوں سے نفاوت کرنے اور انہیں اپنے قبضہ میں کرنے اور رکھنے کی کیا فلاسفی ہے وہ تمہیں یہ بھی بتائے گا کہ کس طرح مردوں کا شکار کیا جاتا ہے اور کس طرح وہ خود عورتوں کو شکار کرتا ہے تمہیں مرد شکاری کو کس کس طرح سے دکھایا جاتا ہے اور شکاری ادا سے خود شکار کرنا چاہئے ——— یہ سب حربے پیشے سے آتے ہیں اور جولیط تمہیں خوب مشق کرا سکتا ہے۔ تم جاؤ۔"

بس اس کے پاس ابھی جاتی ہوں۔

بیگم لنوزاتی نے کہا۔

اس وقت بیگم لنوزاتی پیرس کے عشرت کدوں اور حماموں اور عیش گاہوں کا مایۂ ناز سرمایہ ہیں اور اس آمد سے شہرت اور دولت دونوں چیزیں حاصل کر رہی ہیں۔ اور شان لگا دونی کی ——— جو دراصل جولیط لکھا ہے وقت عزیز رکھتی ہیں۔ اس جولیط نے ایک غزل عورتوں کا شکاری تحریر کی تھی جو عنقریب ادب کا شاہکار سمجھ کر اکادمی کے ہال میں آویزاں کیا گیا۔ (مدیر شاہکار)

ظفر قریشی بی اے (آنرز)

باپ کی قربانی

از جناب صادق ایجری

ایک باپ جس کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہو اور جس نے خون جگر چھڑک چھڑک کر اپنے اکلوتے لڑکے کو پال پوس کر جوان کیا ہو اس کے زیادہ اور کیا چاہ سکتا ہے کہ وہ جلد از جلد بہو کو گھر میں لانے اور دو ننھے بچے اسکو "دادا ابا" کہکر پکاریں۔ اس کے بعد جب یہ دونو خواہشات پوری ہوجائیں تو اس کا یہ گمان کرنا کہ وہ اب اپنی بیوی کے پاس چلا جائے یقیناً خیال زریں ہوگا۔

(۱)

بہار کی نکہت آمیز ہوائیں گھاس کی نرم و نازک پتیوں کو مرتعش کررہی تھیں اور گلہائے رنگا رنگ اپنے گلابی، دیامی، نیلوفری کاسنی حسن کی اس طرح نمائش کر رہے تھے گویا پھولوں نے پنکھڑیوں کے دست نازک پر اپنے کلیجے نکال کر رکھ دیئے ہیں شام ہوتے ہوتے یہ سہو را گنیں موسم اور بھی کیف پرور ہو گیا۔ جوانی ہو اور افکار و حوادث سے ناآشنا دل! پھر تو کیفیت قلب جسم انسانی کو بر کھا رت کی طلسمی شاموں کے دلکش مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے اس طرح مجبور کرتی ہے جیسے نشیلی آنکھوں والا آزاد ہرن کلیلیں بھرنے کے لئے بے قرار رہتا ہے۔ زرّیں زردی برلنے ہوئے پاؤں آہستہ آہستہ رکھتے ہوئے عالم شباب میں ایک متوالی حسینہ محو گل گشت تھی۔ وہ کبھی غنچوں کو چومتی اور کبھی دلفگار گلوں کو اپنے رخسار سے مس کرکے انہیں سرسبز پتوں میں چھپا دیتی

شمیم دن بھر کے کام سے فارغ ہوکر اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ اس کی نگاہ اس ملکۂ حسن پر نہ جانے کیوں اور کس طرح پڑ گئی اور یہ بھی ایک اتفاق تھا کہ عین اسی لمحہ میں اس دوشیزہ کی غزالی آنکھوں نے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔ نظریں ملیں، نیچی ہوئیں اور پھر اونچی! ان چند ساعتوں میں دل کی گرمی نے چہرے کی سطحوں پر جو سرخی پھیلا دی اسکو فطرت دیکھکر مسکرا دی اور شمیم غیر ارادی طور پر اس طرف بڑھا ——— دوشیزہ ٹھٹکی! ادہر ادہر دیکھا، پھر کچھ ساکت سی رہ گئی۔ لیکن دفعتاً اس نے بھی بہان دل کی طرف بغیر کچھ سوچے سمجھے قدم اٹھائے۔

شیشم کے ایک گھنے درخت کے نیچے وہ ملے۔ سامنے کی ایک ٹہنی پر شاعری کی کسوٹی پر ملکہ صحرا اپنی محبت کو پرکھ رہی تھی اور مغرب کی جانب فضا آسمان پر قوس و قزح کے دلفریب منظر نے الفت کے رخسار پر شوخئ حسن اور گرمی عشق کا غازہ بکھیر دیا۔

آغاز محبت تو ایک چنگاری ہے جسکو اگر سلگنے دیا جائے تو شعلہ بنکر دلوں پر حکومت کرتی ہے۔ شمیم و صاعقہ کی پہلی اور اتفاقی ملاقات نے ایک دوسرے کے دلوں پر جو اثر کیا وہ وہی تھا جو برسات میں جوانی کرتی ہے۔ چنگاری بھڑکی اور سلگی، سلگی اور بھڑکی صاعقہ پر عشق کی بجلی گری اور وہ اپنے خرمن جسم کو اس آتش کے نذر کرنے کے لئے تیار تھی اور شمیم حسن کا پجاری بنکر اس مندر کی حسین دیوی کے قدموں میں اپنا سرمایۂ دل لٹانے پر آمادہ! شمیم آزاد تو تھا نہیں لیکن پھر بھی کام کاج سے فارغ ہوکر اور باپ سے اجازت لیکر سیر و تفریح کے بہانے سے صاعقہ سے ملتا اور وہی راز کی باتیں، پیار کی گھاتیں، الفت کی داستانیں، محبت کی کہانیاں، عہد وفا اور پیمان محبت انکے تھرتھراتے اور کانپتے ہوئے لبوں سے نکلے ہوئے الفاظ ہوتے ہیں۔

(۲)

"باپ" بوڑھا ہو چکا تھا، جوانی میں بیوی ایک لڑکے کو اپنی زندہ نشانی چھوڑ کر مرگئی اور یہ عہد لے گئی کہ شمیم کی بقائے حیات کے لئے اگر ضرورت پڑی تو وہ اپنی زندگی سے بھی گریز نہ کریگا۔ بعض اوقات کنکروں میں موتی بھی مل جاتا ہے۔ اسی طرح مردوں میں بھی کبھی کبھار اتفاقاً آدمی ایسے نظر آجاتے ہیں جو بیوی کی موت کے بعد عہد وفا پورا کرتے ہیں ورنہ ——— مرد اور عہد وفا کی ایفا!!

چڑھی ہوئی جوانی ڈھل گئی مگر "باپ" نے اپنا ہر آرام اور ہر عیش شمیم کی زندگی اور بہتری کیلئے قربان کر دیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ سوتیلی ماں کو شمیم سے کیا ہمدردی ہوگی، وہ تو خود چاہے گی کہ شمیم جس کی حیثیت اس کی نظر میں ایک خار سے زیادہ نہ ہوگی جسقدر ممکن ہو سکے اس کی راہ سے علیحدہ کر دیا جائے

یہ تھے وہ خیالات جنھوں نے "باپ" کو دوسری شادی پر آمادہ نہ ہونے دیا۔ اور اس نے ہر سعی و کوشش سے شمیم کو بہتر اور قابل بیٹا بنایا۔

شمیم ایک دیانتدار تاجر تھا اس وجہ سے شہر کے بڑے بڑے لوگوں میں اس کا اچھا رسوخ تھا باپ کی وجہ سے اس کو لوگ اور بھی قابل احترام سمجھتے اور اس طرح شہر کی معزز ہستیوں میں اس کا شمار ہوتا۔

رات کے کوئی گیارہ بجے ہونگے بڈھا "باپ" بستر پر لیٹا سونے کے قریب تھا کہ شمیم آہستہ سے کمرے میں داخل ہوا اور مجسس نگاہوں سے باپ کو سوتا سمجھ کر اُلٹے پاؤں واپس لوٹ گیا "باپ" اس کے اس طرح خاموشی سے اندر آکر اور پھر باہر چلے جانے سے متحیر تھا۔ اس نے اپنی نیم وا آنکھیں کھول دیں اور چند لمحات توقف کے بعد اُٹھ بیٹھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ شمیم کا اس طرح اندر آنا اور چوروں کی طرح واپس چلا جانا کیا معنی رکھتا ہے وہ دبے پاؤں باہر نکلا اور شمیم کے کمرے میں پہنچا —— وہاں شمیم کا پتہ نہ تھا۔

اس کے چہرے پر اضطراب کے آثار نمایاں ہو گئے اور اس حالت میں باہر نکلا عظیم الشان ایوان شمیم کے پائیں باغ میں سنگ مرمر کے حوض کی منڈیر پر شمیم ایک مہوش کے گلے میں بانہیں ڈالے محو تھا۔ چاند کی تیرھویں یا چودھویں رات تھی اور عروس فلک کی سکر پاش روشنی میں سنگ مرمر کا حوض بالکل نمایاں تھا۔ "باپ" ٹھٹکا اور آڑ میں ہوتے ہوتے حوض پر بیٹھی ہوئی مہوش پر اس نے اپنی نظریں جا دیں "صاعقہ"؟ اس نے دفعتاً دل میں کہا اور کچھ سوچ کر اطمینان کا سانس لیا۔ وہ لڑکی کو پہچان گیا کہ وہ اس کے پرانے دوست حامد بیگ کی اکلوتی لڑکی ہے اور جس کو وہ خود بھی اپنے لڑکے کی شریک حیات کے لئے منتخب کرنے والا تھا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرایا اور مطمئن ہو کر پلنگ پر دراز ہو کر محو خواب ہو گیا۔ یہ بھی ایک اتفاق تھا۔ کہ جوانی میں ایک دفعہ "باپ" بھی اپنی محبوبہ کے ساتھ ایک سنگ مرمر کے حوض پر اپنی باتوں میں محو گفتگو تھا۔ کہ اس کے باپ نے اسے دیکھ لیا تھا اور یہی واقعہ اب اس کے بیٹے کے ساتھ پیش آیا۔

(۳)

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو عورت ہی ہیں ہندوستان میں ہر وہ باپ جس کی ایک لڑکی موجود ہے ہر وقت افکار میں گھرا رہتا ہے اور جب لڑکی سیانی ہو کر خود اس کے شانے تک پہنچے تو اس وقت اس کا یہ ہم اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ صاعقہ ہوشیار کیا پوری جوان ہو چکی تھی اس لئے اس کے والدین اس کی شادی کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے مگر لاکھ فکر و پریشانی ہو کوئی باپ اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے اندھے کنوئیں میں دھکیلنے سے رہا۔ لے دے کے صورت یہی رہ گئی تھی۔ کہ کوئی معقول نسبت آئے اور وہ اللہ آمین سے قبول کرکے خدا کا شکر کریں۔ اب جو شمیم کے والد نے پیغام دیا تو صاعقہ کا باپ خوش کیا، مسرت سے پھولا نہ سماتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر چراغ لیکر بھی ڈھونڈا جائے تو ایمان کی بات ہے کہ شمیم جیسا نیک، شریف، دیانتدار یہ تو ہوئیں اس کی سیرتیں اس کے علاوہ ظاہری حسن اور دولت والا داماد ملنا آسان نہیں۔ ہنس کر سنا، بیوی سے کہا اور بات پکی ہو گئی۔ اور بات کا پکا ہی ہونا کیا تھا جٹ منگنی اور پٹ بیاہ کی ٹھنی۔

شادی ہونے کے بعد دریائے مسرت میں محبت کے موتی ڈھونڈنے کے لئے دو اولوالعزم شمیم و صاعقہ کے دل سے اُتر کر پیچ دریا پہنچے۔

عورت کا خوبصورت ہونا تو مردوں کے لئے ستم ہے حسن پرشور ہونا یہ تو ان کا ازل ہی سے شعار رہا۔ صاعقہ جیسی حسین ہستی نے تو نہ جانے کس کس کے خرمن دل پر بجلی گرائی ہوگی۔ لیکن دنیا میں جہاں شریف بستے ہیں وہاں بدمعاشوں کا بھی وجود ہے باوجود اس کے کہ صاعقہ کی شادی کو چار سال ہو گئے تھے۔ اور اس کے دو بچے جب توتلی زبان سے بڈھے "باپ" کو "دادا" کہکر پکارتے تو وہ نہال نہال ہو کر ہو جاتا پھر بھی کلرخ جیسا مشہور بدمعاش اس کے دام حسن میں اُلجھ کر رہ گیا تھا اور ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتا جب کہ وہ اس پر نفسی حملہ کر بیٹھے۔

چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور پیپل کے سبز پتوں میں سے فضائے مترنم کی موسیقی پیدا ہو رہی تھی۔ نصف شب گذر چکی ہوگی ہر طرف سناٹا چھایا تھا۔ ایک ہو کا عالم اور سنسان وقت تھا۔ کہیں دور ببول کے پیلے اور زرد پھولوں والے درختوں پر سے منحوس پرندوں کی آہیں کبھی کبھی سنائی دے جاتی تھیں۔ فضائے بسیط پر مکمل خاموشی مسلط تھی کہ دفعتاً کچھ شور و غل سے بڈھے "باپ" چونکا اور گھبرا کر اُٹھا چیخوں کی آوازیں چلی آ رہی تھیں۔ وہ اُٹھا اور باہر کی طرف چلا۔ پائیں باغ میں شمیم اور ایک کوئی اور شخص گتھم گتھا تھے اور تھوڑے فاصلے پر صاعقہ سہمی کھڑی

کھڑی تھی اور ایسا معلوم ہوتا کہ مارے خوف اور اختلال کے اس کی آواز بھی نہیں نکلتی۔

جب تک بڈھے باپ نے چاروں سیڑھیاں ختم کیں کلرخ نے شمیم کو ایسا دھکا دیا کہ وہ ٹھنیاں کھاتا ہوا دور جا گرا اور جب تک وہ سنبھلتا کلرخ ... اپنے چھرے سے اس پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا کہ شمیم اٹھا اور پوری طاقت سے اُن پر جھپٹا اور زیر کرکے زمین سینہ پر بیٹھ گیا۔ اس کشمکش میں کلرخ کے ہاتھ سے چھرا چھوٹ کر دور جا پڑا اور کلرخ ایک دفعہ پھر سنبھلنا چاہتا تھا کہ شمیم نے اُس کو پوری طاقت سے دھکا دیا اور خود بھی ایک طرف لڑھک کر نیم جاں سا ہوگیا۔

بچاس قدم کا فاصلہ طے کرکے باپ ہانپتا ہوا اُن دونوں کے قریب پہنچا اور انتہائی حیرت و استعجاب سے اس کے منہ سے نکلا "کیا! کلرخ یہاں بھی!" وہ سمجھتا تھا کہ کلرخ ادھر مرا ہوا ہے اور اُٹھ کر شمیم ان کو بالکل بے جان کردے گا مگر بہت دیر گذر گئی اور کسی میں کوئی حرکت ہوئی۔

شمیم نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا صاعقہ قریب بیٹھی ہوئی تیمارداری کر رہی ہے۔ جب اس کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو باپ کلرخ کی طرف متوجہ ہوا ——— وہ مر چکا تھا۔

کلرخ کی موت خود شمیم کے لئے موت سے کم نہ تھی۔ خون کا بدلہ پھانسی! یہی اس کا انجام معلوم ہوتا تھا۔ باپ نے بیٹے کی اس سراسیمگی کو دیکھا اور زیر لب مسکرایا۔

پیشتر اس کے کہ شمیم یہ سہم کر کوئی خطرناک صورت اختیار کرتا باپ بجلی کی طرح آگے بڑھا اور چھرا اٹھا کر اپنے سینے میں گھونپ لیا خون کا فوارہ نکلا اور وہ چیخ مار کر پیچھے گر پڑا۔

شمیم اپنی حالت کو بھول کر گویا کسی خواب سے بیدار ہوا ہو اس کے پاس پہنچا اور انتہائی رنج و غم سے متاثر ہو کر بولا "ابا! یہ تم نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں میری جان ....." وہ رک رک کر بولا "تم جوان ہو اور تمہاری بیوی کے دل میں ولولے ہیں ——— میری دونوں امیدیں پوری ہو چکی ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ میری تمہاری تمام باتیں پوری ہو جائیں ... باپ کی موجودگی میں تمہیں کسی قسم کے خوف سے کیا کام! لوگ سمجھ لیں گے کہ ہم سے لڑائی ہونے میں اس نے مجھے زخمی کیا اور میں نے اسے دھکا دیا اور اس طرح دونوں کے حملے ایک دوسرے کے لئے مہلک ثابت ہوئے ہیں! ..... تم اب آرام سے رہو اور اس واقعہ کو بھول جاؤ۔" صاعقہ آگے بڑھی۔ اس کی عصمت مآب آنکھوں میں آنسو ٹپک رہے تھے۔

———— (۴) ————

انسان مر جاتا ہے اور اس کے بعد اسے بھول جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مبادا اس کی یاد متعلقین کو تکلیف دے ———

یہ ہے انسان کی فطرت! جو اپنے آپ کو سب سے افضل اور حساس ہونے کا مدعی ہے!

بڈھا باپ "بھلایا" جا چکا تھا مگر پھر بھی جب کبھی دونوں بچے صاعقہ اور شمیم سے بھولپن سے دریافت کرتے کہ اماں دادا کہاں گئے؟ تو دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے اور وہ خاموش ہو جاتے لیکن ان کے دل اس بات کا اعتراف کرتے کہ ان کے قصرِ مسرت کی بنیادوں میں "باپ کی قربانی" کا خون شامل ہے۔

(طبع زاد)

صادق الخیری

نقلی شہزادہ

از جناب مرزا ادیب

ایک جرمن مصنف کی الف لیلوی کہانی

اسکندریہ میں ایک دفعہ ایک شریف النفس درزی لبقان نامی رہتا تھا جس کا مالک نہایت شاطر اور چالاک انسان تھا لبقان صبح سے لیکر شام تک کام میں مشغول رہتا۔ اسے شاہی ملبوسات سینے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ وہ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں دیانتداری میں زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھتا۔ ان کی ادائیگی چند ایک خصوصیات مخصوصہ کے باعث وہ تمام شہر کے درزیوں میں شانِ امتیاز رکھتا تھا! جمعہ کے روز جبکہ دوسرے آدمی ذوق و شوق سے نماز ادا کرکے گھروں کو واپس جاتے لبقان مسجد کے دروازے سے نکل کر شہر کے بازاروں اور گلیوں میں متکبرانہ شان سے چلتا۔ سلام کرنے والوں کا جواب لاپرواہی سے سر ہلا کر دیتا۔ وہ حتی الامکان گفتگو سے بچتا۔ اس حالت میں دیکھکر اس کا مالک مزاحیہ انداز میں کہتا "لبقان! تم تو ایک شہزادہ ہو۔ ۔۔۔۔ تمہاری چال ڈھال وضع قطع شہزادوں کی سی ہے۔۔۔۔ !!"

اس کے جواب میں وہ مسکراتا اور کہتا "کیا یہ درست ہے؟۔۔۔۔ یہ بھی مدت سے میرے دل کا خیال ہے!" وقت گذرتا گیا اور لبقان ہوا میں قلعے بناتا رہا۔ اس کا مالک اس کی مجنونانہ خیال آرائیوں کو بے وقوفی پر محمول کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لیتا۔ ایک دن بادشاہ کے بھائی شہزادہ سلیم نے جوانی کے ایام میں اسکندریہ کی سیاحت کر رہا تھا، اپنا لباس لبقان کے مالک کو درست کرنے کے لئے دیا۔ استاد نے وہ لباس لبقان کے سپرد کر دیا جس نے مہارت تامہ کے باعث لباس کے تمام نقائص دور کر دیئے۔ شام کے وقت جبکہ اس کا مالک اور دیگر کاریگر تمام دن کی محنت کے بعد عضوی اضمحلال محسوس کرکے شہر کے باہر تفریح گاہوں میں ہوا خوری کے لئے گئے ہوئے تھے اور دکان خالی تھی۔ لبقان کے دماغ میں معاً شہزادے کے لباس کا خیال پیدا ہوا۔۔۔۔ اور پھر چند منٹ کے بعد ایک جرم پسند جذبہ اس کے دل پر مستولی ہو گیا۔۔۔۔ آخر کار وہ نہ رہ سکا، اٹھا اور دوکان کی طرف گامزن ہوگیا، دوکان کھولی ۔۔۔۔ اور یک بیک اس کی پیاسی اور حریصانہ نگاہیں شہزادہ سلیم کے زرّین لباس پر مچلنے لگیں۔ وہ اس کے سامنے حیران و ششدر کھڑا ہوگیا۔ کبھی تو وہ اس کی محیر العقول زردوزی کی تعریف کرتا اور کبھی اس کے حسین و جمیل رنگوں کے امتزاج دلفریب کا مداح سرا ہوتا۔ آہ یہ وہی لباس تھا جس کی ہر ایک زرّین تار پر اس کی ہزاروں آرزوؤں کا ہجوم خوابوں میں سجدہ ریز ہو چکا تھا جس کے ہر ایک رنگ پر اس کی بے شمار امیدوں کا طوفان خواب نما بیداری میں بوسہ زن رہ چکا تھا۔ جس کے گرد اس کی لاتعداد تمناؤں کا سیلاب طواف کر چکا تھا۔۔۔۔ اب وہی لباس ۔۔۔۔ جو کہ امیدوں کا مرکز، اس کی آرزوؤں کا مرجع، اس کی آرزوؤں کا سجدہ گاہ، اس کے سامنے تھا۔۔۔۔ اس کے سامنے چند قدموں کے فاصلے پر!!!

یکایک اس کے ہاتھ بے اختیارانہ لباس کی طرف بڑھنے لگے اور چند منٹ میں وہ شاہی لباس میں ملبوس تھا! اس کے دل میں ایک شہزادہ ہونے کا یقین کامل پیدا ہوگیا اور وہ دنیا کے سامنے ایک شہزادہ ۔۔۔۔ ایک حقیقی شہزادہ کی حیثیت میں پیش ہونا چاہتا تھا۔۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک خواب نما خطہ ارضی میں آرزوؤں کی پریاں سحر آفرین اور نغمہ پاش آوازیں اسے بلا رہی ہیں۔ وہ اٹھا اور بغیر کچھ سوچے دکان سے نکل کر ایک تنگ و تاریک راستے سے ہوتا ہوا شہر کے دروازے سے گذر کر چلنے لگا۔ لوگوں کی متحیرانہ نگاہیں اس کے شاہانہ لباس ۔۔۔۔ اس کی متکبرانہ اداؤں ۔۔۔۔ اس کے وفور مسرت سے سرخ چہرے پر پڑتیں۔ وہ مسکراتا ۔۔۔۔ مسکراتا ۔۔۔۔ اور شاہانہ وقار کے ساتھ آگے چل پڑتا۔ بعض لوگوں نے یہ دیکھکر کہ وہ شہزادہ ہو کر بھی پیدل جا رہا ہے، ایک دوسرے کے ساتھ چہ میگوئیاں کیں ۔۔۔۔ اس سے ان کے پرشکوک الفاظ کو سنا، اور گھوڑے کی تلاش کرنے لگا ۔۔۔۔ خوبیٔ قسمت سے ایک ایسا گھوڑا اسے میسر ہوگیا، جو نہایت کم قیمت تھا، اور اس کی قیمت ادا کرنے میں اسے کسی قسم کی دقت پیش نہ آئی ۔۔۔۔ اب وہ شہزادہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شہسوار بھی تھا! ایک دن جبکہ وہ اپنے "ٹٹو نما" گھوڑے "الیاس" پر جا رہا تھا، اسے ایک وجیہ نوجوان ملبوسات فاخرہ میں ملبوس

ایک قیمتی گھوڑے پر سوار ملا۔ جسے اس کے ساتھ قدرتاً ایک قسم کی اُنسیت پیدا ہوگئی چند منٹ کے بعد لبقان کو معلوم ہوگیا کہ اس کا ساتھی شہزادہ عمر قاہرہ کے بادشاہ کا بھتیجا ہے' وہ اپنے چچا کی وصیت کو پورا کرنے جارہا ہے' لبقان کو اس نے چند اور باتیں اپنے متعلق بتائیں جن سے اس نے اندازہ کرلیا کہ وہ ضرور مسرت حاصل کرنے جارہا ہے! دونوں شہزادے' ایک اصلی اور ایک نقلی۔ ایک دوسرے کی معیت میں بہت خوش معلوم ہوتے تھے دوسرے دن لبقان نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ آپ کس حکم کو پورا کرنے جارہے ہیں؟ اس نے جواب میں کہا۔ قاہرہ کے بادشاہ نے مجھے پالا ہے' اور میں اپنے والدین کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا' جب بادشاہ کو تین متصل خونریز جنگوں میں شکست فاش ہوئی' اور وہ زخموں سے چور چور ہوگیا' تو اس نے اپنے مرنے سے چند منٹ پیشتر مجھے اپنے پاس بلایا' اور کہا بیٹا! تم میرے بھتیجے نہیں ہو' بلکہ ایک عظیم الرتبت بادشاہ کے بیٹے ہو جس نے تمہیں اپنے درباری نجومیوں کی پیشگوئیوں سے خائف ہوکر میرے دربار میں یہ عہد کرکے بھیجا تھا کہ جب تک تمہاری عمر بائیس سال کی ہوجائے' تمہارہ چہرہ ہرگز نہیں دیکھے گا۔ کیونکہ نجومیوں کا خیال تھا کہ تمہارا بائیس سال تک اسکندریہ میں اپنے باپ کے سامنے رہنا بہت خطرناک ہے' اس نے میرے والد کا نام بالکل نہیں بتایا' صرف اتنا کہا کہ رمضان کی چوتھی تاریخ کو تمہاری عمر بائیس سال کی ہوجائے گی' اور تمہیں اس دن اسکندریہ سے چل پڑنا ہے۔ چار دن کی مسافت طے کرنے کے بعد تم اس وحید منار کے سائے کے نیچے چند آدمیوں کو منتظر پاؤ گے — یہ خنجر انہیں دیدینا اور ساتھ ہی کہنا جس شخص کی آپ کو تلاش ہے وہ میں ہوں! اس پر وہ کہیں گے خدا کا شکر ہے تم مل گئے' اور وہیں تمہیں اپنا باپ مل جائیگا یہ الفاظ سنکر لبقان کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا' اور حسد آگیں نگاہوں سے اپنے ساتھی' اس کی خوش قسمتی کے باعث دیکھنے لگا' اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ شہزادہ عمر بن جائے' اور جب اس کے ساتھ اپنا موازنہ کرتا تو اسے اپنے سے بدرجہا خوش قسمت' شادمان' اور بہتر پاتا اس کا حسن جاذب دل۔ اس کا طرز تکلم دلکش!!! اس کا لباس اس سے زیادہ خوبصورت!!! غرض وہ ہر لحاظ سے اس سے افضل تھا' اور یہ چیز لبقان نے حسد کی آگ کو اور بھڑکا دی' تمام دن انہی پریشان کن و تفکر پرور خیالات کا ہجوم اس کے دماغ میں بیقرار رہا' اور اس کی ہر ادا سے اضطراب برستا تھا شام کے وقت دونوں پہلو بہ پہلو سوگئے' لبقان کو بھلا نیند کیسے آسکتی تھی' صبح سے کافی عرصہ پہلے جاگ اٹھا' اور عمر کو خواب شیریں میں غرق اور مسرات بے پایاں کے خیال میں مست پایا۔ یہ حال دیکھکر اس کی نیت بدل گئی اور عمر کو دھوکہ دیکر اس کی مسرتوں کا مالک بننا چاہا' اول تو اس نے شہزادے کو تیغ کے گھاٹ اُتارنے کا ارادہ کیا' پھر یہ سوچکر خنجر جس کی بنا پر وہ سطوت شاہانہ حاصل کرسکتا ہے' بخوبی لے سکتا ہے' یہ خوفناک ارادہ دل سے نکال دیا۔ آہستہ آہستہ اس نے عمر کی کمر سے خنجر کھولا اسے اپنی کمر سے باندھا اس کے گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوگیا — اور گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا' تیسرے دن شام کے وقت وہ ایک وسیع میدان میں پہنچا' جس کے قلب میں ایک سربفلک مینار کھڑا تھا' اس کی چوٹی میلوں کے فاصلے سے بھی نظر آسکتی تھی۔ جونہی لبقان کی تجسس انگیز و خوفزدہ نگاہ مینار پر پڑی۔ اس کی باچھیں کھل گئیں' اور اس خیال سے کہ وہ اب مکمل شہزادہ معلوم ہوتا ہے' تمام اضطراب' جو اسے شہزادے عمر کی جانب سے لگا ہوا تھا' اس کے سینے سے کافور ہوگیا۔ اس وقت سورج گوشۂ مغرب میں غائب ہورہا تھا' اور راستے تاریک۔ بادل فضاؤں میں چھارہے تھے' اونچے اونچے ہیبتناک درختوں کی سائیں سائیں منظر کو زیادہ ہولناک بنارہی تھیں۔ کبھی کبھی کسی مغموم پرندے کی سوگوارانہ صدا ہوا میں تھرتھراتی — اور خاموشی میں ڈوب جاتی' لبقان کے دل میں ان پرہول مناظر و مظاہر قدرت سے کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں صرف ایک ہی منظر دیکھنے میں مصروف تھیں' اور وہ منظر تھا اس کی شاہانہ سطوت کا' اس کے دماغ میں صرف ایک ہی خیال تھا' اور وہ خیال تھا اس کی آئندہ مسرتوں کا!! کچھ دیر بعد سونے کی غرض سے وہ ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا' مگر نیند کہاں؟ بیدار قسمت کے تصور نے اسے تمام رات بیدار رکھا' علی الصبح جبکہ آفتاب کی پہلی کرن بھی نہیں پھوٹی تھی' اس نے گھوڑوں اونٹوں کی بے شمار قطاروں کو اسی وحید کی طرف رواں دیکھا' پہاڑ' جس پر مینار کھڑا تھا' کے قریب یہ قافلہ رک گیا' اور تھوڑی دیر کے بعد کمخواب کے خیمے ہر طرف لہرانے لگے' لبقان نے سمجھ لیا یہ انتظامات اسی کے لئے ہورہے ہیں۔ اس کی نگاہیں آنیوالی مسرتوں کے خیال کی درخشندگی سے چمک اُٹھیں' اس کے پاؤں خودبخود مینار کی جانب اُٹھنے لگے' لیکن یہ سوچکر کہ بنا بنایا کھیل کہیں بگڑ نہ جائے' وہ وقت معینہ کا انتظار کرنے لگا' حقیقت یہ تھی کہ وہ بہت جلد وہاں آگیا تھا' چار دن کی

سا تھ اس نے کل تین دن میں یہ ہو کری تھی اور یہاں سے ایک دن ـــ اور ایک رات انتظار کرنا تھا، دوسرے دن کا آفتاب اسکندریہ کے لیے غریب اور معمولی سے دوزی کے لئے بے پایاں خوشیوں کی نوید جانفزا لائے۔ جنگل کی فضاؤں میں شعاعیں بکھیرنے لگا، لبقان کا دل باغ باغ ہو گیا نیم مضطربانہ و نیم انبساطانہ جذبات اس کے سینے میں موجزن ہونے لگے ـــ اچانک اس کے دماغ میں اپنے عجیب ماضی کا ہلکا سا تصور پیدا ہوا اور اس طرح غائب ہو گیا جس طرح گھنی جھاڑیوں میں ڈوبتے ہوئے سورج کی شعاع آفریں! اس نے نہایت سرعت سے گھوڑے کی لگام پکڑی اور بیقرارانہ جذبات سے متہیج سینہ لئے ہوئے گیا اور روانہ ـــ ابھی وہ پہاڑ سے کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ اس کی متجسس نظروں نے چند آدمیوں کو پہاڑ پر چڑھتے دیکھا! اس منٹ میں وہ پہاڑ کے قریب جا پہنچا، گھوڑے کو ایک درخت سے باندھا، کمر سے خنجر نکالا اور اپنی منزل مقصود کی طرف چڑھنے لگا۔ مینار کے قریب چھ آدمی کھڑے تھے، جن میں سے ایک معمر و سفید ریش بھی تھا، اس کے بازوؤں پر نفیس ترین کشمیری دوشالہ پڑا ہوا تھا، لبقان نے اندازہ لگایا کہ یہ ان کا سردار ہے یا ـــ بادشاہ اس کا والد۔ اس کے پاس جا کر اس نے جھٹ مؤدبانہ سلام کیا اور پھر شخص اس کی جانب بڑھا کہنے لگا: جس کی آپ کو تلاش ہے وہ میں ہوں بوڑھے کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو نکل پڑے، اور وہ اس کے ساتھ بے اختیار لپکا۔ اُٹھے! خدا کا شکر ہے تم آ گئے۔ لبقان کے دل میں خوشی کا طوفان لہریں لینے لگا: گو ساتھ ہی اس کی آنکھوں کے سامنے اجنبی شہزادے کی بے کسی کا نقشہ بھی پھر گیا جو اس کی ظالمانہ فریب کاری کے باعث جنگل میں پڑا اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔ تاہم یہ اس کے لیے پہلا موقعہ نہیں تھا۔ ایسے خیالات اس کے دماغ میں بار بار آتے تھے، اور دور ہو جاتے تھے۔ بوڑھے سے بغلگیری کے بعد اس نے پہاڑ سے کچھ فاصلے پر اپنی جانب ایک سوار کو آتے دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑا تھک کر چور ہو گیا ہے۔ لیکن سوار اسے برابر اُڑائے چلا آ رہا ہے۔ چند منٹ گزرنے پر ـــ اس کی آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی۔ کیونکہ سوار شہزادہ عمر کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب انسان کے دل پر جرائم پر درجذبات پوری طرح مستولی و قابض ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے معصیانہ افعال کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے غیر معمولی بہادر و شجاع بن جاتا ہے۔ یہی حال لبقان کا تھا، وہ اصلی شہزادے کو آتا ہوا دیکھ رہا تھا اور اس کے دماغ میں مختلف قسم کی خوفناک تجاویز کی تخلیق بھی بروئے کار آ رہی تھی، اب عمر پہاڑ کے بالکل پاس پہنچ چکا تھا، اس نے گھوڑے کو وہیں چھوڑا، اور تیزی سے دوڑتا ہوا مینار کے قریب آ کر بلند آواز سے کہنے لگا، شہزادہ عمر میں ہوں! ـــ یہ شخص فریب کار ہے۔ تمام پر سناٹا چھا گیا، بوڑھا آدمی بالخصوص ورطۂ استعجاب میں غرق تھا، کبھی لبقان کی جانب دیکھتا، اور کبھی عمر کے چہرہ کا جائزہ لیتا۔ لبقان نے یہ رنگ دیکھ کر بصد مشکل دھیمی سی آواز میں کہا، میرے پیارے والد! یہ شخص اسکندریہ کا لبقان نامی دزد ہے اور ہماری خفگی سے زیادہ ہمارے رحم کا حقدار ہے! یہ الفاظ سنکر عمر کی رگ رگ میں آتش غضب کے شعلے نکلنے لگے اور بہت قریب تھا کہ لبقان پر حملہ کر دے کہ دوسرے آدمی جو ان کی حرکات و سکنات کو حیرت کے عالم میں دیکھ رہے تھے، عمر کو پکڑ لیا، بوڑھے نے چند لمحے غور و فکر کرنے کے بعد لبقان سے کہا، ہاں بیٹا! یہ نوجوان واقعی پاگل معلوم ہوتا ہے۔ ہم اسے باندھ کر اپنے ساتھ لیجائیں گے، لوگوں نے جھٹ اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے شروع کر دیئے اور وہ چلاتا رہا، ابا جان! مجھ پر یہ ظلم نہ کیجئے، میں اپنی والدہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں میری بات سنئے! لبقان نے جھٹ شاطرانہ چال چلی اور کہا یہ پھر غصے میں آ رہا ہے اسے جلد باندھ دیجئے، میں ڈرتا ہوں مبادا یہ مجھ پر حملہ کر دے۔ چند آدمیوں نے اسے باندھ دیا، اور ایک اونٹ کے کجاوے میں اس طرح مقید کر دیا کہ وہ حرکت بھی بمشکل کر سکتا تھا، لبقان خوشی خوشی نہایت اعلیٰ اور زر و جواہر سے لدے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو گیا، جو اس مقصد کے لئے وہ لائے تھے۔ دیگر تمام آدمی بھی گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو گئے اور جلوس قصر شاہی کی جانب تزک و احتشام کے ساتھ روانہ ہو گیا، یہ معمر شخص مسعود نامی ایک جلیل القدر بادشاہ تھا، عرصہ دراز تک اس کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی، آخر کار خدا کے فضل و کرم سے ایک بیٹا تولد ہوا، نجومیوں نے جو زمانہ مستقبل کے واقعات بادشاہ کے گوشگزار کرتے تھے۔ اس کی بابت پیشین گوئی کی کہ اگر بائیس سال تک یہ اپنے باپ اور اپنی سلطنت سے دور رہے تو زندہ رہے گا، ورنہ اس کی زندگی خطرے میں ہے، اگلے زمانے کے لوگ وہمی بہانے و مخاطرے سے بہت جلد خوفزدہ ہو جاتے تھے، یہی حال بادشاہ کا بھی ہوا، اس نے اپنے نور چشم کو اپنے وفادار دوست قاہرہ کے پاس بھیجدیا۔ کیونکہ اس سے بہتر اور کوئی اس کی حفاظت کے قابل نہیں تھا، اب جبکہ خطرے کا زمانہ کٹ گیا تھا۔ اور رعیت کے سامنے عنقریب بننے والا بادشاہ جلوہ گر تھا تو اُس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جس طرف سے جلوس جاتا،

لوگ و فورِ مسرت سے تالیاں بجاتے شہزادے پر پھول برسا رہے تھے۔ لبقان کے دل میں ایک سیلابِ مسرت جوش مار رہا تھا جب وہ صغیر و کبیر کو شہزادہ عمر زندہ باد کے نعرے لگاتے دیکھتا تو خوشی سے پھولا نہ سماتا ۔۔۔ یہ حال تو تھا لبقان کا نقلی شہزادے کا ۔۔۔ اور ادھر عمر اصلی شہزادہ اپنی حالت دیکھ کر اپنی مصیبتوں کا خیال کرتے ہوئے آٹھ آٹھ آنسو بہا رہا تھا کبھی وہ قسمت کا شکوہ کرتا اور کبھی اپنا سر دیواروں سے ٹکراتا لیکن بے سود لوگ اس کے متعلق استفسار کرتے تو بتایا جاتا کہ یہ سکندریہ کا ایک پاگل درزی ہے! تین چار گھنٹے کے بعد یہ مجمع شاہی محل میں پہنچا جہاں شہزادے کی آمد کی خوشی میں بہترین انتظامات کئے گئے تھے۔ ایک شریف النفس و باعظمت عورت اس کے استقبال کے لئے آراستہ و پیراستہ کمرے میں جس کے فرش پر روم و کشمیر کے بیش بہا و زرنگار غالیچے بچھے ہوئے تھے تخت پر مجسم بنی بیٹھی تھی۔ اس کے سر پر چتر سایہ فگن تھا اور ایک خادمہ مور کے پروں کا پنکھا جھل رہی تھی اس کے تصورات طرح طرح کے مناظر تشکیل کر رہے تھے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بیٹے کی تصویر پھر رہی تھی۔ اس کے کانوں میں لوگوں کے نعرے اور توپوں کی صدائیں گونج رہی تھیں اور اس کا چہرہ ملاقات کی خوشی سے تمتما رہا تھا ۔۔۔ کمرے کے دروازے فوراً کھول دیئے گئے اور بادشاہ اپنے بیٹے کو لئے ہوئے اندر داخل ہوا!!

مبارک ہو ملکہ میں تیرے بیٹے کو لے آیا ہوں ۔۔۔ تیرا لخت جگر حاضر ہے بادشاہ نے کہا جونہی ملکہ کی نظر لبقان پر پڑی وہ حسرت آمیز لہجے میں بولی ۔۔۔ نہیں یہ میرا بیٹا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ نشانات مجھے پہلے ہی خواب میں بتلائے گئے تھے ان میں سے یہ ایک بھی نہیں رکھتا بادشاہ کو اس کی غلط فہمی پر اسے لعنت ملامت کرنے ہی لگا تھا کہ شہزادہ عمر جس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور جو رسیوں سے بندھا ہوا تھا محافظوں سے بچتا بچاتا کمرے میں داخل ہوا اور اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا میرے ظالم باپ! مجھے اس قدر ذلت ہرگز برداشت نہیں ہو سکتی! ملکہ تعجب سے اور محافظوں کے جو اسے پکڑنے کے قریب ہی تھے درمیان کھڑی ہو گئی ۔۔۔ یہ میرا بیٹا ہے! آج تک میری آنکھوں نے گو اسے نہیں دیکھا تھا تاہم میرا دل اس سے آشنا ہے نہیں مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ تمہارا بیٹا تمہارے سامنے موجود ہے یہ شخص سکندریہ کا ایک درزی لبقان نامی ہے۔ بادشاہ نے غصے میں کہا اس شخص نے جسے میری ملکہ اپنا بیٹا سمجھتی ہے مجھے دھوکا دیا ہے ورنہ یہی میرا بیٹا ہو سکتا ہے!"

اس نے بہایت فریب کاری سے میری کمر سے خنجر کھول لیا تھا"

لیکن بادشاہ نے اس کی باتوں کی بالکل پرواہ نہ کی کیونکہ اپنی رائے پر عمل کرنا اس کی عادتِ مستمرہ میں سے تھا اس نے خادموں کو عمر کو باہر نکالنے کا حکم دیا اور بیچارے حقیقی شہزادہ کو انتہائی حقارت سے باہر نکال دیا گیا جب یہ کام ہو چکا تو بادشاہ لبقان کو لئے دوسرے کمرے میں چلا گیا اس کے دل کو بھی اتنی ہمت نہ ہوئی جس کی ساتھ اس نے چالیس سال تک ازدواجی مسرتوں کا لطف اٹھایا تھا رنج و غصے کے جذبات پیدا ہو گئے۔ ملکہ نہایت غمگین ہو کر بیٹھ گئی۔ عمر کے اس طرح حقارت کے ساتھ دروازے کے باہر دھکیلے جانے کا فعل اس کے لئے سوہانِ روح تھا لیکن اب کوئی چارہ نہیں تھا وہ عمر کو اپنا بیٹا سمجھتی تھی اور لبقان کو ایک فریب کار انسان جس نے بھولے بھالے عمر کو دامِ تزویر میں گرفتار کر کے اس سے خنجر چھین لیا تھا۔ جب اس کا غم کسی قدر کم ہوا تو وہ اپنے بیٹے کو مصائب سے نجات دلانے اور اپنے خاوند کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے تجاویز سوچنے لگی اس نے بہتیرا سوچا لیکن یہ مسئلہ لاینحل ہی رہا کہ کس طرح عمر سے لبقان نے خنجر چھینا۔ آخر کار اس نے حکم دیا کہ جو شخص بادشاہ کی معیت میں المروجہ کے پاس شہزادے کو لینے گئے تھے۔ اس کی خدمت میں حاضر کئے جائیں تاکہ ان کے بیانات کی روشنی میں وہ کوئی تجویز سوچ سکے لیکن بے فائدہ! معاً اسے اپنی ایک عقلمند بوڑھی سہیلی کا خیال آیا۔ اس سہیلی نے اسے کئی خطرناک مواقع پر مدد دی تھی تمام حال سنکر سہیلی نے کہا تم نے بادشاہ کو کہتے سنا ہے کہ یہ شخص جسے تم اپنا بیٹا سمجھتی ہو" اسکندریہ کا ایک بیوقوف درزی لبقان نامی ہے ۔۔۔ ؟؟

درست" ملکہ نے کہا، مگر اس سے تمہارا مطلب کیا ہے؟؟

مطلب یہی کہ ان میں سے ایک درزی ہے اور ایک شہزادہ اب دیکھنا یہ ہے ان میں سے کون شہزادہ ہے اور کون درزی؟" سہیلی چند منٹ ٹھہری اور پھر کہنے لگی۔ میں ایک تجویز پیش کرتی ہوں تم دونوں کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں بٹھا دو اور ہر ایک کو سوئی دھاگہ

کپڑا وغیرہ دیکر قمیص سینے کے لئے کہو ۔۔۔۔ جو قمیص سی لے گا وہ درزی اور جو اس کام میں ناکام رہے گا وہ یقیناً تمہارا بیٹا ہوگا!

یہ تجویز سنکر ملکہ کی باچھیں کھل گئیں بے اختیارانہ اس نے عقلمند سہیلی کو گلے سے لگا لیا اور اسی وقت وہ بادشاہ کی خدمت میں گئی اور نہایت ادب کے ساتھ کہنے لگی میرے پیارے خاوند! میرے دماغ میں ایک تجویز آئی ہے۔ اور میں چاہتی ہوں اس پر عمل کرکے دیکھ لوں۔

"کیا ہے وہ تجویز ؟؟"

میں چاہتی ہوں کہ ان دونوں کا امتحان لو اور یہ معلوم کرو حقیقی معنوں میں کون شہزادہ ہے ۔۔۔۔! شہسواری اور نیزہ بازی تو معمولی کام ہیں ۔۔۔۔ اور یہ ہر شخص کرسکتا ہے یہ کہکر اس نے سہیلی کی بتائی ہوئی تجویز بادشاہ کو بتائی۔

کیسی نامعقول تجویز ہے" بادشاہ نے ہنستے ہوئے کہا "بھلا میرا نور نظر کپڑے کیسے سی سکتا ہے ۔۔۔۔ شہزادہ اور کپڑے سینا ۔۔۔۔ ؟؟؟"

خیر میں آزمانا چاہتی ہوں آپ کو اس میں کیا اعتراض ہے؟ اگر آپ کا بیٹا قمیص نہ سی سکا تو وہ حقیقتاً شہزادہ ہوگا اور میں اُسے اپنا بیٹا تسلیم کروں گی ۔۔۔۔ اور اگر نتیجہ الٹ ہوا تو بہت ۔۔۔ بادشاہ نے ملکہ کے الفاظ کاٹتے ہوئے کہا

لبقان کو جب بادشاہ نے یہ تجویز بتائی تو اس کا دل باغ باغ ہوگیا کیونکہ وہ بیوقوف سمجھتا تھا کہ ہم میں سے جو بہتر قمیص سیئے گا وہ حقیقی شہزادہ ہوگا! دونوں کو درزی کا سامان دیکر علیحدہ علیحدہ کمروں میں بھیج دیا گیا اور نتیجے کا نہایت بے چینی کے ساتھ انتظار ہونے لگا، تیسرے دن بادشاہ اور ملکہ نے اپنی اپنی قمیص لانے کو کہا۔ لبقان خوشی خوشی اپنی بہترین سلی ہوئی قمیص لایا اور کہنے لگا دیکھئے ابا جان! میں نے کیسی اعلیٰ قمیص سی ہے۔ ملک کے بڑے بڑوں کو بھی ایسی اچھی قمیص سینے کا فن نہیں آتا ہوگا۔ ملکہ کے لبوں پر تبسم کی لہریں رقص کرنے لگیں اور وہ عمر کی طرف مخاطب ہوئی۔ کیوں بیٹا! تم کیسی قمیص سی کر لائے ہو ۔۔۔۔ ؟ عمر نے کپڑا وغیرہ زمین پر پھینک کر کہا۔ "مجھے شہسواری نیزہ بازی اور دیگر فنون جنگ کی تعلیم دی گئی ہے۔ میں ان کاموں کو بھلا کیا جانوں"

ملکہ نے جھٹ عمر کو اپنے سینے سے لگا لیا بادشاہ چند منٹ خیالات میں غرق رہا پھر کہنے لگا اس پر آخری فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے دماغ میں اصلی اور نقلی شہزادے کے تمیز کرنے میں ایک نہایت اعلیٰ مگر آخری تجویز ہے یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے پر سوار ہوکر ایک سنسان جنگل کی طرف روانہ ہوگیا۔ جس کے ایک گوشے میں روایات قدیمہ کے مطابق ایک پری "اولڈی" نامی رہتی تھی، وہاں پہنچکر بادشاہ نے اپنا گھوڑا درخت سے باندھا اور بلند آواز سے کہنے لگا اے پری! اگرچہ یہ سچ ہے کہ آپ نے میرے خاندان پر بہت گرانقدر احسانات کئے ہیں تو میری مدد بھی فرمائیے! ابھی آخری فقرہ اس کی زبان سے نہیں نکلا تھا کہ گھنیری جھاڑیوں میں سے ایک پری نکلی ۔۔۔۔ میں جانتی ہوں جس مقصد کے لئے تم آئے ہو اور چونکہ تمہاری نیت بُری نہیں، اس لئے میں تمہاری مدد کرونگی، یہ لو دو صندوقچے محل میں جاکر دونوں شخصوں کو علیحدہ علیحدہ ان میں سے ایک انتخاب کرنے کے لئے کہنا ۔۔۔۔ پھر انہیں کھولنا، اصلی شہزادہ خود بخود ظاہر ہو جائے گا" بادشاہ نے صندوقچے لئے اور پری غائب ہوگئی۔

ایک صندوقچے پر "عزت اور شہرت" اور دوسرے پر خوشی اور دولت کے الفاظ کندہ تھے، اگر بادشاہ کو بھی ان میں سے ایک کو انتخاب کرنے کے لئے کہا جاتا تو وہ یقیناً گھبرا جاتا، کیونکہ دونوں پر برابر کے پُرکشش الفاظ تھے، راستے میں انہیں کھولنے کی اس نے بہتیری کوشش کی، مگر فضول!!

محل میں پہنچکر اس نے پہلے ملکہ کو تمام واقعہ سنایا اور پھر سلطنت کے تمام عقلاء فضلاء کو بلایا، جب یہ تمام انتظام ہوگیا تو پہلے لبقان کو بلایا گیا، بادشاہ نے متبسم نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا، بیٹا! لوگوں میں چند شکوک پیدا ہوگئے ہیں۔ اب تمہیں ان صندوقوں میں سے ایک پر ہاتھ رکھکر انہیں دور کرنا ہے ۔۔۔۔" لبقان نے دونوں کے حروف کو پڑھا اور

کہا "بابا جان! خوشی اور دولت سے بڑھکر دنیا میں کوئی نعمت نہیں ہے اس لئے میں اس صندوقچے کو پسند کرتا ہوں جس پر خوشی اور دولت کے الفاظ کندہ ہیں"

"بہت اچھا ۔ اب جاؤ اسی پر بیٹھ جاؤ" اس کے بعد شہزادہ عمر کو بلا گیا۔ آہ بیچارے کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی اور آنکھوں کے گوشوں سے رنج و غم کے اثرات جھانک رہے تھے اس نے چند لمحوں کے توقف کے بعد یہ کہتے ہوئے کہ چند دن کے واقعات نے مجھے بتا رہا ہے کہ خوشی دھوپ میں اڑتے ہوئے طائر کے سایہ گریزاں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور دولت فضا میں نغمے کی آخری سے کا ایک ہلکا اور جلد خاموشی میں ڈوب جانیوالا ارتعاش!! انہی واقعات نے مجھے یہ بھی بتلا دیا کہ عزت بہادر آدمی کے لئے خزانہ ہے اور شہرت کا آفتاب مصیبتوں کے تاریک بادلوں کی چادر میں چھپ کر بھی اپنی لمعہ افشانیوں سے محروم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں اس صندوقچہ کو جس پر عزت اور شہرت کے حروف لکھے ہوئے ہیں پسند کرتا ہوں!!

"بہت اچھا تم بھی بیٹھ جاؤ اور نتیجے کا انتظار کرو!"

بعدازیں بادشاہ نے آب زمزم لانے کا حکم دیا۔ اور اس کے ہاتھ دھو کر نہایت تضرع سے دعا مانگی کہ اے خدا تو نے اب تک میرے خاندان کی عزت رکھی ہے اب بھی حقیقی شہزادے کا پتہ دیکر میری شرم رکھنا ۔۔۔ دعا کے بعد اس نے دونوں کو بلایا اور اپنا اپنا صندوقچہ کھولنے کا حکم دیا شہزادہ عمر کے صندوقچہ میں ایک سنہری تاج و عصا تھا اور لبقان کے صندوقچہ میں ایک سوئی اور ایک دھاگہ بادشاہ کی آنکھیں اب کھلیں اس نے شہزادے عمر کو گلے سے لگا لیا اور تاج و عصا ہاتھوں لیکر دیکھنے لگا تاج حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیلنے لگا۔ یہانتک وہ ایک حقیقی تاج کی جسامت کے برابر ہو گیا بادشاہ نے یہی تاج اس کے سر پر رکھکر اور عصا جو کافی لمبا ہو گیا تھا اس کے ہاتھ میں دیکر تخت پر اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور پھر لبقان کی طرف خشمناک نگاہوں سے دیکھکر کہنے لگا "یہ ایک پرانی مثل ہے ایاز! قدرِ خود بشناس" مگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا ہے ۔۔۔ اب بتاؤ تمہاری کیا سزا ہونی چاہئے ۔۔۔ لبقان کی پیشانی پر شرمندگی کے مارے پسینے کے بے شمار قطرات چمک رہے تھے ۔۔۔ وہ شہزادہ عمر کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا "میرے اچھے شہزادے! مجھے معاف کر دو!"

دوست کے ساتھ ملاطفانہ برتاؤ اور دشمن سے نیک سلوک کرنا بہادر شہزادے کا کام ہوتا ہے جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا عمر نے کہا لبقان بغیر بادشاہ کو دیکھے اپنا صندوقچہ بغل میں مار کر دربار سے باہر نکل آیا اور رالیاس پر سوار ہو کر اسکندریہ کی جانب روانہ ہوا!

یہ تمام واقعہ اسے ایک سنہری خواب معلوم ہوتا تھا مگر جب بغل میں سنہری صندوقچہ پر نظر پڑی جس پر "خوشی اور دولت" کے حروف کندہ تھے، تو اسے اس خیال کی تردید کرنی پڑتی۔ اسکندریہ میں پہنچتے ہی اسنے اپنے مالک کی دوکان کی طرف رخ کیا پہلے پہل تو لبقان کو پہچان نہ سکا لیکن جب اصلی حقیقت کھلی تو اس نے اور اس کے دیگر شاگردان رشید نے بیچارے لبقان کی خوب گت بنائی، یہانتک کہ وہ زخمی ہو کر دوکان کے باہر گر پڑا اسے اس عالی شان "استقبال" کی کبھی امید ہی نہیں تھی۔ اگر اس کا ذرا بھی خیال ہوتا تو یقیناً وہاں نہ جاتا! جب اسے ہوش آیا تو صندوقچے میں سے سوئی اور دھاگا نکال کر اسے بیچ دیا اس روپے سے اس نے ایک مکان خریدا اور نیچے درزی کی دوکان کھول لی جب وہ اسی سوئی اور دھاگے کے ساتھ ایک کوٹ سینے لگا تو یہ دیکھکر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سوئی خود بخود استعجاب انگیز طریقہ سے سیتی جا رہی ہے۔ چند منٹ میں کوٹ تیار ہو گیا اور دھاگہ اتنا ہی تھا جتنا سوئی میں ڈالتے وقت!

تین چار اور کپڑے اس نے سیئے اور سیئے بھی ایسے اعلی کہ جو انہیں دیکھتا عش عش کر اٹھتا اب تو اس کا یہ معمول ہو گیا کہ کپڑے لاتا ۔۔۔ دوکان کے دروازے بند کر اور مقفل کر کے اندر بیٹھ جاتا اور چند گھنٹوں میں لباس سلے سلائے باہر لے آتا جب لوگوں نے اسے نہایت اعلی لباس سیتے دیکھا تو بے شمار کپڑے اس کے پاس آنے لگے اور وہ مالدار ہو گیا۔ خلقت حیران تھی کہ وہ کس طرح بغیر شاگردوں کے ذرا سی دیر میں بہترین لباس تیار کر سکتا ہے۔ لیکن اس کا بھید تا دمِ آخریں نہ کھلا اب اس کے پاس دولت بھی تھی اور خوشی بھی! صندوقچہ کے الفاظ کی صداقت پوری ہو گئی تھی! لبقان کے مرتے ہی سوئی اور دھاگا غائب ہو گیا!

(آزاد ترجمہ)

—— مرزا ادیب اسلامیہ کالج لاہور

افسانہ

ناکردہ گناہگارے

(از جناب سید محبوب طرزی)

ہمارا جہاز انگلش چینل سے نکلکر بحر بسکے کی تلاطم بہروں پہ جھولا جھولتا ہوا اچھل رہا تھا۔ جولائی سے ستمبر تک اس سمندر میں غیر معمولی جوش رہتا ہے۔ اور بحری مسافر عرشہ جہاز پر بیٹھکر بحری مناظر سے لطف اندوز ہونے سے یکسر محروم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت میں اور سردار پرتاب سنگھ پروفیسر منصوری کی کیبن میں بیٹھے ہوئے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ سردار صاحب نے اپنے مخصوص پنجابی لہجہ میں کہا "جس طرح فرانس میں جذبات کا سمندر متلاطم رہتا ہے اور اس پر تمناؤں کا جہاز اچھلا کرتا ہے بالکل اسی طرح اس سمندر کی حالت ہے" آپ نے یہ جملہ پروفیسر منصوری کی طرف جھک کر کہا اور داد طلب انداز میں میری طرف دیکھنے لگے۔

منصور صاحب نے ناک اور ابرؤں سے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے منہ بنا کر کہا "سردار جی! تمہارے منہ سے بڑی بدبو آتی ہے ــــ کبھی کوئی خوشبودار منجن استعمال کیا کرو ــــ"

سردار صاحب نے خفت دور کرنے کی غرض سے جواب دیا "میں نے آپ کے منہ سے منہ تو ملانا نہیں ہے جی ــــ!" اور چھت کی طرف منہ اٹھا کر قہقہہ لگاتے ہوئے اپنی کرسی پر دراز ہوگئے۔ ہم لوگوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر اب جواب دیا گیا تو یہ اپنی فصاحت اور بلاغت کو بروئے کار لاکر دماغ چاٹ لیں گے اسلئے منصور صاحب نے "سفیر مشرق" کی "اشاعت خارجہ" کی ایک کاپی اٹھالی اور میں ایڈولیس کی تصنیف میں منہمک ہوگیا۔ ہم لوگوں کی اس بے توجہی پر سردار صاحب پنجابی سروں میں گنگنانے لگے۔

ابھی میں نے مشکل سے دو ورق الٹے ہونگے کہ منصور صاحب کو آواز بلند پڑھتے ہوئے سنا "سرحد کا مشہور ڈاکو بادشاہ گل ــــ جس کے کارنامے اخبارات کے صفحہ اول کی خبروں میں نمایاں اضافہ کر رہے ہیں۔" یہ حقیقت ہے کہ اخبار بینی کی حالت میں جب تک کوئی اہم خبر نہ ہو منصور صاحب کبھی باآواز بلند نہیں پڑھتے ہیں۔ میں بھی کتاب بند کرکے اس طرف متوجہ ہوگیا۔ سردار صاحب اپنی ترنم ریزیوں کا سلسلہ منقطع کر چکے تھے ہمکو اپنی طرف متوجہ دیکھکر مجھے ایک تصویر دکھلاتے ہوئے بولے "یہی بادشاہ گل ہے۔"

"بادشاہ گل ڈاکو۔؟" میں نے متعجبانہ لہجہ میں کہا "یہ تو حد درجہ وجیہہ اور خوبصورت ہے ــــ"

منصور صاحب نے جواب دیا "تو کیا خوبصورت اور نوجوان ڈاکو نہیں ہوتے۔؟" "ہوتے کیوں نہیں ہیں" میں نے تکرار کی "لیکن آج تک میری سمجھ میں یہ نہ آیا کہ آخر وہ کون سے وجوہ ہیں جو انکو ایسی گمراہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتے ہیں" "گمراہ زندگی۔؟" منصور صاحب نے اخبار کو تہ کرکے ہاتھ میں دباتے ہوئے کہا "ہاں تم اسی کو گمراہ زندگی کہہ سکتے ہو۔ لیکن وہ اسکو گمراہ نہیں سمجھتے واقعہ دراصل یہ ہوتا ہے کہ قانون اور ایسے لوگوں کے درمیان کسی خاص وجہ سے کچھ اس قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ پھر انکے قانون کے سایہ عافیت میں امن کی زندگی نصیب نہیں ہوتی ہر شخص سکون کا طالب ہوتا ہے اور پر امن زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی لئے وہ ایسے ذرائع اختیار کرتا ہے جنکو دنیا اچھی نظروں سے نہیں دیکھتی ہے ــــ میں ایک مرتبہ ایک ایسے شخص سے مل چکا ہوں جس نے اپنے واقعات سنا کر مجھے یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ دنیا میں ہر شخص کے مشاہدات میں ایسے واقعات آتے رہتے ہیں کہ وہ انسے اہم نتائج اخذ کر سکتا ہے لیکن عام طور پہ ایسی باتیں نظر انداز کر دی جاتی ہیں اور نہ ہر شخص میں ان مشاہدات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے لیکن پروفیسر منصور انہیں واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انکی صحیح تصویر آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اب اگر عوام اس کو ان کی یاوہ گوئی یا لفاظی پر محمول کریں تو یہ انکی خوش فہمی ہے۔ بہر صورت اسوقت بادشاہ گل کی تصویر میرے سامنے تھی اور اسکے وجود کر زیادہ مجھے پروفیسر صاحب کے بیان کردہ واقعات کی حقیقت پر یقین تھا۔ کیونکہ کسی واقعہ کو اس خوبی و وضاحت کے ساتھ بیان کرنا بھی ایک آرٹ ہے اور اسی لئے میں نے فرمائش کی کہ وہ قصہ سنائیں۔

جہاز لطیف جھٹکوں کے ساتھ رواں تھا۔ منصور صاحب نے سگار نکالا سردار صاحب سے اجازت لیکر سلگایا اور ایک لمبا کش

کھینچ کر کہنے لگے "یہ زمانہ تعلیم میں جب میں لندن میں مقیم تھا ایک شام کو میرے ایک دوست ڈاکٹر رچرڈسن مجھے اپنی سالگرہ کی تقریب پہ اپنے مکان لے گئے وہ ویسٹ اینڈ میں رہتے تھے۔ میرے ہمراہ ارشد فاروق اور رفعت بھی تھے گیارہ بجے کے قریب ارشد جانے کے لئے تیار ہوگئے اور مجھ سے کہا "آپ بھی برتھ ڈے پارٹی سے لوٹنا کیونکہ یہاں بارہ تو ضرور بجیں گے میں ایمبنک منٹ پر ملوں گا۔"

وہ دراصل مس ایپل یارڈ سے ملنے جا رہے تھے۔ مس ایپل یارڈ ایوانات پارلیمنٹ کے قریب ایک ہسپتال میں نرس تھی اور اس کی ڈیوٹی بارہ بجے شب کو ختم ہوتی تھی۔ ارشد صاحب اس مغربی تیتری کی دلاویزوں میں پھنسکر اپنے ہوش و حواس کھو کر ایسے بے بس ہوگئے تھے کہ انگلستان کی سردی بھی انکے اس قسم کے ارادوں میں مانع نہ ہوتی تھی اور روز مقررہ وقت پر پہونچتے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد رفعت بھی چلدیئے کیونکہ انکا قیام کنگسٹن میں تھا۔

بارہ بجے کے قریب میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور سیدھا ویسٹ منسٹر برج پہونچا۔ اسوقت لندن کا یہ حصہ قدرے سنسان ہو جاتا ہے۔ مطلع صاف تھا ہلکی ہلکی چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ پارلیمنٹ کی عفریت پیکر عمارت کہر کی وجہ سے دھندلی نظر آرہی تھی ہر طرف ایک سکوت تھا دور سے بگ بینڈ کے گھنٹوں کی آواز آرہی تھی کبھی کبھی سڑک پر تار والے چپراسی تیزی سے بائیسکلوں پر ادھر ادھر گذرتے ہوئے نظر آجاتے تھے یا دور پر رستوران کے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز اس سکوت میں دریائے ٹیمز کی روانی بھی شامل تھی صرف اس کی تیز لہریں پل کے ستونوں سے ٹکراکر خوفناک آوازیں پیدا کر رہی تھیں۔ ہر طرف چاندنی تھی یا تاریکی۔ دریا میں دیہات سے دودھ لانیوالی کشتیوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔

میں آہستہ آہستہ ایمبنک منٹ کی طرف بڑھا۔ سامنے بنچ پر کوئی شخص براؤن کوٹ پہنے ہوئے اس طرح بیٹھا تھا کہ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہیں یا دو۔ معاً مجھے خیال گذرا کہ ارشد صاحب مس ایپل یارڈ کو لئے تکمیل محبت کے سلسلے میں "من تو شدم تو من شدی" بنے ہوئے بیٹھے ہیں کہ "تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری" میں انکو اس قسم کی حرکات کے متعلق منع کر چکا تھا لیکن وہ ہمیشہ مغربی دارالطرب میں پاک محبت کا راگ الاپتے رہتے۔ میں اسوقت انکو ڈرا دینے کی غرض سے دبے پاؤں اس طرف بڑھا اور قریب پہونچ گیا۔ اس شخص نے میری طرف دیکھا اور کھڑا ہوگیا۔ میں ٹھٹک کر اپنی جگہ پر رہ گیا۔ اسکے سر پر سمور کی استراخانی ٹوپی تھی اور چاندنی میں بشرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مشرقی نژاد ہے۔ میں سردی کی وجہ سے سیاہ برانڈ کوٹ سے جسم کو چھپائے ہوئے تھا اور سر پر باؤلر ہیٹ تھی اسلئے شاید اس نے مجھے پولیس کانسٹبل سمجھکر بھاگنے کا ارادہ کیا۔ میں نے ذرا زوردار لہجہ میں اردو میں کہا "کون ہے ——؟"

اسکو یقین ہوگیا کہ میں ہندوستانی ہوں اسلئے میرے قریب آکر رکتے رکتے کہا "مفلوک الحال اور مصیبت کا مارا آپکا ایک ہموطن ——" چاند کی سفید ٹھنڈی روشنی میں اسکی بے نور آنکھیں۔ پچکے ہوئے رخسار۔ بڑھا ہوا خط۔ لمبی ناک۔ باریک دہن۔ سب صاف نظر آرہے تھے۔ اس کی متوحش نگاہیں مجھکو ہمدردی پر مجبور کر رہی تھیں سردی اور نقاہت کیوجہ سے اس کے منہ سے آواز تک نہ نکل رہی تھی۔

رسمی گفتگو کے بعد میں اسکو رستوران لیجانیوالا ہی تھا کہ ارشد صاحب مس ایپل یارڈ کو لیکر آگئے۔ میں نے اس کا تعارف کرایا اسکا نام شمیم اختر تھا۔ ہم سب ایک رستوران میں آئے اس نے معمولی سپر اور ایک پیالہ کافی پر اکتفا کیا اور میرے ہمراہ فلیٹ پر آکر سو رہا۔

دوسرے دن صبح کو وہ دیر تک سوتا رہا۔ ہمکو لکچر میں شامل ہونا تھا اسلئے اپنی ہاؤس کیپر مسز براؤنس کو ضروری ہدایات دیکر چلے گئے اور جسوقت واپس آئے وہ کہیں جاچکا تھا۔ ارشد نعمان رفعت اور میں سب اس کے حالات معلوم کرنے کے لئے بیچین تھے۔ کچھ دیر بعد وہ بھی آگیا۔ میں نے اس کا سب سے باقاعدہ تعارف کرایا وہ حد درجہ ملنسار۔ زندہ دل اور خلیق معلوم ہوتا تھا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا۔

"شمیم صاحب کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ آپ یہاں کس سلسلہ میں آئے ——؟"

جواب دینے سے قبل اسنے اپنا اطمینان کرنیکے لئے نعمان اور ارشد وغیرہ کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا "یہ سب اپنے ہموطن ہیں جسقدر مجھے آپ سے ہمدردی ہو سکتی ہے اسیقدر انکو بھی ہوگی آپ کسی قسم کا خیال نہ کریں۔"

اس نے سگریٹ کا گل گراتے ہوئے کہا "یہ سب درست ہے لیکن جن واقعات کو میں بتانا چاہتا ہوں انکے متعلق اپنا اطمینان کرلینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ باتیں پردہ راز میں رہیں —— اور یوں تو آپ سب صاحبان میرے محسن ہیں۔ بہر حال بنام خدا نظر کرو"
میں نے کہا "واقعات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن انجام کا ایک غلط خاکہ تیار کر لینا تو دانشمندی کی دلیل نہیں ——"

شمیم نے جواب دیا "بیشک آپ کا فرمانا بجا ہے لیکن میری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو وہ بھی یہی فیصلہ کرسکتا تھا"

ارشد صاحب بولے "یہ خیر ان قصوں کو چھوڑیئے ——————"

ایک بار پھر اس نے اطمینان کی غرض سے چاروں طرف دیکھا اور گویا ہوا۔

"میں صوبجات متحدہ کا باشندہ ہوں میرے والد مرحوم تحصیلدار تھے اور پنشن لیکر آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس وقت میں زیر تعلیم تھا اسی زمانہ میں میرے والد اور چند رشتہ داروں کے درمیان جائداد کے سلسلہ میں مقدمہ بازی شروع ہوگئی جس نے انکی کل کمائی اور خاندانی جائداد تباہ کردی۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح میں نے ایک قومی یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی۔ کی ڈگری حاصل کرلی پہلے تو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکا ارادہ تھا لیکن افلاس نے سب منصوبے خاک میں ملا دیئے اور یونیورسٹی چھوڑنے کے تھوڑے روز بعد والد صاحب کا بھی انتقال ہوگیا میرے دو چھوٹے بھائی اور ایک بہن والد صاحب کی حیات ہی میں فوت ہوچکے تھے اب صرف والدہ کا دم تھا اسوقت ہمارے قبضہ میں دو مکان تھے ایک میں خود ہم رہتے اور دوسرے کے کرایہ پہ گذر اوقات ہوتی تھی۔ اب والدہ کی زندگی کا سہارا صرف میں تھا۔ میں تمام دن ملازمت کی تلاش میں چکر لگاتا لیکن بے سود۔

کچھ عرصہ کی جستجو کے بعد آخر ایک مڈل اسکول میں مدرس کی حیثیت سے تیس روپے ماہوار پر ملازم ہوگیا میرے دور کے رشتے میں ایک خالہ تھیں والد صاحب کے انپر بہت احسانات تھے لیکن انکے شوہر ہمیشہ ہم لوگوں کو زک پہونچانے کی کوشش کرتے رہے۔ انکے دو بچے تھے ایک لڑکا جسکا نام ابوالرشید تھا وہ میرا ہم عمر تھا اور دوسری ایک لڑکی یاسمینہ جو مجھ سے عمر میں چار سال چھوٹی تھی جسوقت میں اسکول میں پڑھتا تھا اسی وقت سے مجھے یاسمینہ سے محبت ہوگئی تھی اور وہ بھی میرے لئے بے چین رہتی تھی۔ اس محبت سے اسکے والدین اور میری والدہ بھی بے خبر نہ تھیں۔ بلکہ والدہ صاحبہ نے کئی بار شادی کا تذکرہ بھی کیا تھا۔ لیکن خالو جان ہم لوگوں کے افلاس اور تنگدستی پہ ہنسکر اس تجویز کا مسخر اڑاتے تھے۔

ہم اور یاسمینہ عہد کرچکے تھے کہ کسی دوسرے کے ساتھ شادی نہ کرینگے۔ آخر یاسمینہ کے والد نے احتیاطاً ملاقات کا سلسلہ منقطع کرادیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف محبت کی آگ اور زیادہ مشتعل ہوگئی اور ہم کسی نہ کسی عزیز کے ہاں جاکر ملاقات کرلیتے تھے۔ ابوالرشید مجھ سے ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ ملتا رہا۔ یاسمینہ کی خوبیاں بیان کرنیکی ضرورت نہیں اسکو ہر جوان اپنے حرم کی زینت بناکر فخر کرسکتا تھا۔

اسی محلہ میں ایک تھانیدار صاحب بھی رہتے تھے انکے چار لڑکے تھے بڑا لڑکا عمر میں مجھ سے بھی بڑا تھا تین لڑکیوں کی شادی ہوچکی تھی۔ تھانیدار صاحب کی عمر کی تو یہ حالت تھی لیکن چار بیویاں قبرستان پہونچا چکے اور پانچویں کی تلاش تھی۔ ایک سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہوئے تھے اور ترقی کرکے اس عہدے پر پہونچے تھے اسلئے دولت کا ذکر فضول ہے۔ انکی ایک بیوہ بہن بھی تھیں جو انکے ٹکڑوں پر پڑی ہوئی روٹی کی خاک جھاڑا کرتی تھیں۔ محلہ میں کسی تقریب میں انہوں نے یاسمینہ کو دیکھا اور بھائی سے مشورہ کرکے پیغام بھجوادیا یاسمینہ کے والد ہمیشہ سے دولت کے پجاری تھے ایسا داماد انکے لئے نعمت غیر مترقبہ تھا۔ بیوی اور بیٹے کی مخالفت کے باوجود رشتہ منظور کرلیا۔ مجھے بھی اس واقعہ کی اطلاع ملی اور دو چار روز بعد یاسمینہ سے ملاقات ہونے پر اس نے جس پیرایہ میں اسکا ذکر کیا اور لینا ارادہ ظاہر کیا وہ میرے لئے حد درجہ تکلیف دہ تھا۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

تھانیدار کو معلوم تھا کہ یاسمینہ کو مجھ سے محبت ہے اسلئے وہ پوری کوشش کرتا کہ ہم لوگ ایک دوسرے سے نہ مل سکیں۔ ایک روز یاسمینہ ایک عزیز کے ہاں گئی ہوئی تھی میں اس سے ملکر واپس آرہا تھا راستہ میں تھانیدار مل گیا اور مجھے علیحدہ لیجاکر کہا "حضرت! ان حرکتوں سے باز آیئے اب وہ آپ کی نہیں ہوسکتی۔ آیندہ سے اگر آپ نے اس سے ملنے کی کوشش کی تو۔ یقین کیجئے کہ سزا دونگا۔"

میں نے کہا "تہذیب سے گفتگو کیجئے —— میں چور یا بدمعاش نہیں ہوں۔" کہنے لگا۔ "اچھا یہ دم خم۔ خیر دیکھونگا۔ میرا نام بھی انسپکٹر وجاہت حسین نہیں جو جیل کی ہوا نہ کھلائی ہو۔"

دوسرے روز میں پھر یاسمینہ سے ملا اور کل واقعہ کہدیا۔ وہ رونے لگی میں نے بہت سمجھایا تسلی دی لیکن وہ برابر اسکو بددعا دیتی اور مجھے ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔ دوسرے روز شہر میں ایک بنئے کے مکان میں ڈاکہ پڑا مجھے بھی تھانہ پہ طلب کیا گیا۔ لیکن

[illegible] سامنے میری طرف سے صفائی پیش کر کے مجھے ضمانت دلائی۔ یہ جملہ کارروائی اسی بد باطن وجاہت کی تھی۔

میری والدہ کو عرصہ سے بخار آ رہا تھا اس واقعہ نے اور بھی متاثر کر دیا۔ میں نے انتہائی علاج کیا لیکن انکی حالت گرتی گئی اور پندرہ روز بعد مجھے اس دنیا میں تنہا مصیبتوں کا مقابلہ کرنیکو چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے آرام کی نیند سو گئیں۔ میری نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی اب میں صرف یاسمین کے لئے جی رہا تھا۔ مجھے اس کی نظری تمنا تھی کہ وہ میری زوجیت میں آ جائے۔ میں تو صرف اسکو خوش و خرم دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ میرے علاوہ کسی غیر کی شکل نہ دیکھنے کا عہد کر چکی تھی اور اسی پر قائم تھی۔ یاسمینہ کی اس وارفتگی کو دیکھکر ایک روز تھانیدار صاحب نے کہا "آپ یہ سنجیدہ طریقہ پر عقد کر کے رخصت کر دیجئے پھر تو میں خود درست کر لونگا"

ہم دونوں اس سازش سے بیخبر تھے۔ میں ایک روز ٹینس کھیلنے جا رہا تھا کہ یاسمینہ کی انا ایک پرچہ دیکر چلی گئی۔ اسمیں لکھا تھا۔ "شمیم مجھے تم سے جبراً چھین کر اس [illegible] کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ میں اپنے عہد پر قائم ہوں۔ یہ آخری ملاقات ہے۔ آؤ آخری بار مجھے دیکھ لو اور اپنی صورت دکھا دو ——"

شمیم احمد کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ رشید نے کہا "خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا ہوگا۔ لیکن اب افسوس اور رنج کرنے سے کیا حاصل —"

اس نے ٹھنڈے سانس لیکر پھر کہنا شروع کیا "میں مغرب کے وقت یاسمینہ کے مکان پر پہونچا۔ خفیہ جملہ تیاریاں ہو رہی تھیں۔ انا میری رہنمائی کے لئے موجود تھی اور کامل دو گھنٹہ صرف کرنیکے بعد میں مکان میں داخل ہوا۔ تھانیدار کے گھر کی عورتیں تیاریوں میں معروف تھیں انا نے زینہ کے پاس لیجاکر چھوڑ دیا اور خود نگہبانی کیلئے وہیں کھڑی ہو گئی۔ میں آہستہ زینہ پر چڑھکر دروازے تک پہونچا اور برقعہ اتار کر ہر طرف نظر دوڑائی —— اور —— آہ —— کونے کے قریب کیا دیکھا —— آہ —— میں اس سے قبل اندھا کیوں نہ ہو گیا ——"

شمیم نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا اور سسکیاں لیکر رونے لگا۔ میں نے اٹھکر اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تسلی دی۔ رشید نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اپنے رومال سے اسکے اشک خشک کئے۔ اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا "آہ۔ میری یاسمینہ میری تمناؤں کا مرکز۔ میرا انتظار کرنے کے بعد اپنے گلے میں ریشمی روپٹے کا پھندا ڈالکر —— میری محبت اور اپنے حریص باپ کی زبردستی پر قربان ہو چکی تھی —— ہا میری یاسمینہ ابھی تک اسی طرح لٹکی ہوئی تھی۔ میں دوڑکر اس سے لپٹ گیا اور دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ میری چیخ پر گھر والے بھی دوڑکر کمرے میں آ گئے اور کہرام مچ گیا۔

یاسمینہ کی ماں پچھاڑیں کھا رہی تھی۔ باپ دیوار سے ٹکریں لگا رہے تھے۔ رشید کی بری حالت تھی۔ دوسروں نے لاش کے گلے سے پھندا نکالکر چارپائی پر لٹا دیا۔ میرے ہوش بجا نہ تھے اور یہی دھن تھی کہ اسی وقت اپنی زندگی کا بھی خاتمہ کر لوں۔ وفا شعار یاسمینہ میری بدولت دنیا سے نامراد گئی۔ شور و غل سنکر تھانیدار صاحب بھی اپنے حواریوں کے ساتھ کوٹھے پر آ گئے اور عورتوں کو علیحدہ کرتے ہوئے گھبراکر بولے "کیا ہے —— ارے خانصاحب! قصہ تو بتلایئے" سامنے لاش پڑی ہوئی تھی جس پر چادر ڈالدی گئی تھی مجھپر خودکشی کا جذبہ غالب آ چکا تھا لیکن اس بدذات کو دیکھتے ہی آنکھوں میں خون اتر آیا کہ اسی بوالہوس کی بدولت میری یاسمینہ مجھ سے چھین لی گئی۔ اس نے مجھکو دیکھتے ہی چلا کر کہا "یہی قاتل ہے —— دیکھتے کیا ہو ——" جملہ ختم ہونے سے قبل میں نے رشید کو درمیان سے ہٹا کر اس کو ایسا گھونسہ مارا کہ وہ اپنے ایک ساتھی پر گرا۔ کسی نے میرے بال پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں جھٹکا دیکر پھر اسی ملعون پر جھک پڑا اور پکڑ کر دیوار سے کئی ٹکریں دیں وہ بیہوش ہو گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ اسکو اسی وقت ختم کر دوں لیکن کسی نے میرے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ آنکھوں کے سامنے چنگاریاں اڑنے لگیں۔ دیوار چھت اور کمرے کی ہر شے گھومتی ہوئی معلوم ہوئی اس کے بعد مجھے کچھ بھی علم نہیں کہ کیا ہوا۔

دوسرے روز جسوقت ہوش آیا میں اسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ سر میں پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور جسم سرخ کمبل سے چھپا دیا گیا تھا۔ مجھے رات کے حادثہ کا علم اسوقت ہوا جب میری نظر پولیس کے دو پیادوں پر پڑی جو میری نگہبانی کر رہے تھے۔ یاسمینہ کی خودکشی کے بعد کے واقعات کا خیال آتے ہی دماغ میں بجلی سی کوندی اور میں پھر بیہوش ہو گیا۔ اکیسویں روز مجھے اسپتال سے جیل خانہ میں منتقل کر دیا گیا۔ میرے چند احباب نے درپردہ ایک وکیل کو پیروی کے لئے آمادہ کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ مجھ پر یاسمینہ کے قتل کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ پولیس نے عینی شاہد بھی پیش کر دیئے تھے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد ڈاکٹر نے لکھدیا تھا کہ موت گلا دبانے سے واقع ہوئی ہے

تھا نیز وہ بھی تندرست ہو کر آگیا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق میں نے یاسمینہ کو قتل کیا تھا لیکن یاسمینہ کے والدین کے بیانات بالکل مختلف تھے اسلئے انکو دوبارہ نہ طلب کیا گیا اور ماتحت عدالت نے مجکو سیشن سپرد کر دیا۔

پولیس نے میرے قاتل ہونیکا کافی ثبوت پہونچا دیا اور مقدمہ کی کارروائی ختم ہو گئی صرف حکم سنانا باقی تھا۔ وکیل کی گفتگو سے مجھکو یقین ہو گیا تھا کہ حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا یقینی ہے آزادی حاصل کرنیکے لئے ہر شخص بڑے سے بڑے خطرے کا مقابلہ کرنیکے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ پھر میں تو بالکل بیگناہ تھا اور بلا وجہ اپنے فطری حقوق سے محروم کیا جا رہا تھا۔ میرے ساتھ جیل خانہ میں چند سرحدی پٹھان بھی تھے جنکو انکے اقرباء نے جائداد کے سلسلہ میں قید کرا دیا تھا۔ آخر ہم لوگ سازش کر کے ایک تاریک شب کو فرار ہو گئے دوسرے دن رات کو ایک دوسرے شہر میں پہونچکر ایک مسجد میں قیام کیا لیکن پولیس نے ہمکو نکال دیا۔ غضب کی سردی تھی ہم آگے کو روانہ ہوتے اور مجبوراً ایک پہاتی قافلہ کو لوٹ کر سردی سے بچنے کا انتظام کیا۔

کوئٹہ پہونچکر پٹھان تو اپنے علاقوں کو چلے گئے اور میں ایک قافلہ کے ہمراہ میر قافلہ کے ملازم کی حیثیت سے ایران پہونچگیا۔ اور تین ماہ کی شبانہ روز کی تگ و دو کے بعد بندر عباس کی ایک موتی نکالنے کی فرم میں ملازم ہو گیا یہاں میری انگریزی تعلیم نے مجھے چمکا دیا اور کمپنی کے جنرل منیجر مسٹر سمتھ گرین مجھ سے ایسے مانوس ہو گئے کہ اپنے ہمراہ انگلستان لے آئے یہاں میں ایرانی مرزا کے نام سے مشہور تھا اور لندن کے ایک دواساز کارخانے میں ملازم تھا مسٹر گرین کے بھائی اس کمپنی کے ڈائرکٹر تھے لندن میں ایک لڑکی فلس پرسی اینڈرسن کو مجھ سے محبت ہو گئی۔ مجھے اس کے اس رویہ سے بہت ہمدردی تھی کیونکہ وہ بہت بھولی اور سیدھی تھی اسکی تمناؤں کا مرکز صرف میں تھا۔

فلس نے مجکو اکثر شادی کیلئے مجبور کیا۔ لیکن یاسمینہ کی محبت اور یاد نے مجھے کبھی ایسا موقع نہ دیا کہ میں ہاں کر لوں۔ فلس ایک بنک میں ملازم تھی اور دو سال سے میری ہی فلیٹ میں رہتی تھی۔ وہ انتہائی پاکباز اور شریف لڑکی تھی۔ میری محبت کے بعد سے اس کو مذہب اسلام سے بھی دلچسپی ہو گئی تھی اکثر وہ اسلامک لٹریچر کا مطالعہ کرتی اور مجھے کہا کرتی کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے پھر تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کر لیتے ہو۔ میں نیم راضی ہو گیا۔ اسی اثناء میں ایک جوان اسکے پیچھے پڑ گیا اور تنہائی میں اسکو پریشان کرتا۔ ایک روز شام کو میں فیکٹری میں تھا کہ فلیٹ سے فلس نے فون پر کہا کہ وہی نوجوان تمام دن اسکے پیچھے رہا ہے اور اسوقت بھی فلیٹ کے نیچے چکر لگا رہا ہے۔

میں ٹیکسی پر سیدھا فلیٹ پہونچا اور زینے پر چڑھنے لگا کہ میرے کمرے سے پستول کے فائر کی آواز ہوئی اور کوئی شخص چیخ کر گرا۔ میں دوڑ کر کمرے میں داخل ہوا ایک شخص دروازے کے قریب فرش پر تڑپ رہا تھا اور ٹیلیفون کے پاس کپ بورڈ کا سہارا لئے فلس غیبرنی کی طرح بپھری ہوئی کھڑی تھی اسکے ہاتھ میں پستول تھا جس کی نال سے دھوئیں کا آخری لچھا کمرے کی فضا میں غائب ہوتا جا رہا تھا۔ فلس کے چہرے اور شانوں پر اسکے دراز گیسو بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ اسوقت وہ ایک چست لباس زیب تن کئے ہوئے تھی۔ میں نے اس کے بالکل قریب پہونچکر اور شانے پر ہاتھ رکھکر جھک کر پوچھا "فلس! تم نے یہ کیا کیا ——؟"

اس کے جواب سے قبل زخمی آدمی نے فرش پر کراہ کر کروٹ لی اور مجھے دیکھتے ہی چشم زدن میں جیب سے پستول نکال لیا فلس نے میرے سامنے آکر دوسرا فائر کیا اور اسی وقت زخمی نے مجھے نشانہ بنانا چاہا لیکن فلس نے سینہ سامنے کر دیا۔ دہکتی ہوئی گولی اسکے قلب میں اتر گئی اور وہ تڑپ کر میری آغوش میں گری۔ یہ سب چند سکنڈ میں ہو گیا۔ فلس سرد پڑ گئی —— "شمیم کی آواز پھر بھرانے لگی ——" محبت کی دیوی کے قدموں پر میرے لئے یہ دوسری قربانی تھی فلس بھی مجھے بچانے کی غرض سے ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئی۔

وہ ابتک میری آغوش میں پڑی ہوئی تھی۔ فیر کی آواز سنتے ہی قرب و جوار کے باشندے اور پولیس آگئی۔ دونوں لاشیں اسی وقت پوسٹ مارٹم کے لئے بھیجدی گئیں۔ فلس نے میرا پستول استعمال کیا تھا اور مقتول کے جسم سے دو گولیاں نکلیں اسکے علاوہ جو وقت پولیس نے مجکو حراست میں لیا فلس کی بے جان لاش میری آغوش میں تھی میں قتل کے الزام میں ماخوذ ہو گیا۔ اور اپنی صفائی پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ اسلئے کہ اب مجھے صرف موت سے ہم آغوش ہونیکی تمنا تھی۔ لیکن مسٹر گرین نے میرے لئے انتہائی کوششیں کیں۔ پولیس نے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور واقعہ کی اصلیت معلوم کر لی میری گرفتاری کے وقت ایرانی سفارتخانہ کو بھی مطلع کیا گیا اور ایران سے میرا گذشتہ ریکارڈ طلب کیا گیا لیکن وہاں سے جواب آیا کہ میں ایرانی نہیں ہوں۔

میں نے چونکہ اپنا وطن بتانے سے انکار کر دیا تھا اسلئے ڈارٹ مور کے قیدخانہ میں بھیج دیا گیا اور میرے متعلق تفتیش ایک بین الاقوامی محکمہ سراغرسانی کے سپرد کر دی گئی۔ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ قتل سے تو بری ہو گیا ہوں لیکن جسوقت ہندوستان میں تحقیقات ہوگی تو سب واقعات معلوم ہو جائیں گے کیونکہ وہاں کے جیلر نے میری انگلیوں کے نشانات لے لئے تھے اور یہاں بھی یہی قصہ ہوا تھا۔ ابھی زمانہ میں ڈارٹ مور کے جیل خانہ میں قیدیوں نے بغاوت کر دی اور محافظوں کو قتل کر ڈالا۔ اس موقعہ پر میں نے حکام جیل کی بہت مدد کی اور بغاوت فرو کرنے میں انکا معاون ثابت ہوا جسکے صلہ میں کل مجھے اس شرط پر آزاد کر دیا گیا ہوں کہ جب تک میرا گذشتہ ریکارڈ نہ آجائے میں روزانہ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں حاضری دیا کروں۔ میں اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ انگلستان کی پولیس واقعی پبلک کی محافظ ہے اور یہاں کی عدالتوں میں انصاف ہوتا ہے۔

دو چار روز میں ہندوستان سے میرا گذشتہ ریکارڈ آجائیگا اور میں پھر وہاں بھیج دیا جاؤنگا اسکے بعد کا انجام ——— اب غالباً آپ بھی میری رائے سے متفق ہونگے۔

میں نے دریافت کیا "تو کیا اسکاٹ لینڈ یارڈ کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم ہندوستانی ہو۔؟"

اس نے جواب دیا "نہیں بلکہ انہوں نے میری انگلیوں کے نشانات تمام ایشیائی ممالک کے محکمہ سراغرسانی کو بھیج دیئے ہیں اور ہندوستان میں میرا ریکارڈ موجود ہے۔"

منصور صاحب کہتے کہتے خاموش ہو گئے میں نے دریافت کیا "پھر کیا ہوا ———" کہنے لگے "یہ ہوا کہ وہ دوسرے روز اسکاٹ لینڈ یارڈ گیا اور پھر واپس نہ ہوا۔ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید گرفتار ہو گیا ہے لیکن ایک ہفتہ بعد ہندوستان سے اسکا ریکارڈ آگیا اور لندن کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ ہم لوگوں نے بھی اسکے متعلق مزید بازپرس نہ کی کہ کہیں خود کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔ میں نے کہا "اور اس واقعہ کو کتنا زمانہ گذرا ———؟"

کہنے لگے "کوئی چھ سال ———"

میں نے پوچھا "جب سے وہ تم کو پھر نظر نہیں آیا۔؟"

منصور صاحب نے جواب دیا "گذشتہ سال جب میں سوئٹزرلینڈ سے ہندوستان پہونچا تو ایک مشہور ہوٹل میں چند روز کے لئے ٹھہر گیا۔ شام کو میں زینے پر چڑھ رہا تھا کہ ایک شخص سیاہ سوٹ اور بالوں کی ٹوپی پہنے میرے قریب سے گذرا اور مجھکو سلام کرتا ہوا نیچے اتر گیا۔ میں نے بار بار غور کیا کہ یہ کون ہے لیکن کچھ نہ معلوم ہو سکا لیکن وہ صورت آشنا ضرور معلوم ہوتا تھا۔ شام کو ٹہلتے کمرے میں وہ پھر نظر آیا۔ مجھے معاً خیال گذرا کہ یہ شاید شمیم ہے لیکن یہ شخص بہت جسیم شمیم اور توانا تھا اسکے بعد وہ نظر آیا۔

دوسرے روز میں غسل خانہ میں تھا ملازم نے آکر کہا کہ ایک صاحب ملاقات کرنے آئے ہیں میں نے جواب دیا کہ انکو کمرے میں بٹھاؤ۔ میں آدھ گھنٹہ بعد آیا تو ہوٹل میں عجیب رنگ نظر آیا۔ پولیس کے پیادے اور انسپکٹر وغیرہ بدحواسی کے عالم میں ہر طرف دوڑ رہے تھے۔ ملازمین ہوٹل سہمے ہوئے ادہر ادہر کھڑے تھے۔ مجھے ایک انسپکٹر سے معلوم ہوا کہ اس ہوٹل میں ایک ہندوستانی اشتراکی مقیم ہے جو حال ہی میں ماسکو سے آیا ہے حکومت کے خیال میں وہ انتہائی خطرناک ہے اور اسوقت اسی کی تلاش ہے۔

ایک گھنٹہ بعد جب حالات اعتدال پر آئے اور پولیس کی جمعیت تھک کر ناکام واپس گئی تو میرے ملازم نے ایک لفافہ دیا میں نے پوچھا "یہ کیا ہے ———؟" تو کہنے لگا "وہی صاحب جو ملنے آئے تھے جاتے وقت یہ دے گئے اسوقت پولیس کی گھبراہٹ میں میں دینا بھول گیا"

میں نے لفافہ چاک کر کے پرچہ نکالا اس میں لکھا ہوا تھا۔

میرے محسن! میں اس ہوٹل میں ایک ہفتہ سے مقیم تھا لیکن افسوس ہے کہ مصروفیتوں کی وجہ سے آپ سے شرف نیاز نہ حاصل کر سکا۔ آج ذرا فرصت تھی تو حاضر ہوا لیکن مخبر کل ہی سے میری تاک میں تھے بہرصورت پولیس کی آمد سے قبل میں جاتا ہوں اگر زندگی ہے تو پھر ملاقات ہوگی لیکن آپ شاہد ہیں کہ میں بالکل بیگناہ ہوں۔ اگر کبھی کہیں میرا ذکر ہو تو کہہ دیجئے گا کہ شمیم بے گناہ تھا۔

آہ! اگر وطن سے محبت کرنا گناہ ہے تو میں گنہگار ہوں۔ ملک اور قوم کو آزاد دیکھنا اگر جرم ہے تو میں مجرم ہوں۔ غریبوں کی امداد کرنا بے گناہوں کی پیروی کرنا اور بے قصور جلا وطنوں کو وطن میں واپس لانے کی کوشش کرنا اگر بغاوت کہا جاتا ہے تو میں باغی ہوں۔ منصور صاحب ہزاروں ہندوستانی وطن سے دور ہیں۔ وطن کی آغوش میں آنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ ان کی مجبوری اور بیکسی سے متاثر ہو کر ہم صرف موجودہ نظام حکومت میں تبدیلی چاہتے ہیں تو اشتراکی کہے جاتے ہیں۔ انصاف کے نام پر بیگناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔ ان کے فطری حقوق سے محروم کیا جاتا ہے اگر ہم ان کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو غداری کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اور میری جماعت اس لئے خطرناک ہیں۔ کہ ہم ملک کو ایسا دیکھنا چاہتے ہیں جو آزاد ہو جس میں سرمایہ دار غریب مزدور کا خون نہ چوس سکے گا۔ بیکسوں اور مظلوموں کی آہ اثر رکھتی ہے۔ [illegible] مہذب لوگو! ہم تم سے بہترین تمہاری جلد [illegible] جان ہمارے اس جذبہ پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ——————"

میں نے کہا بس منصور صاحب۔ خدا کے لئے خاموش ہو جائیے ——— زمانہ نازک ہے۔ یہ آپ کیا بک رہے ہیں"

منصور صاحب نے اہمیت کو سمجھتے ہوئے جواب دیا "لیکن [illegible] سنا ہی کیا ہے ——"

سردار صاحب بولے "پھر کبھی —————— یہ موقع ٹھیک نہیں ہے" منصور صاحب نے میری طرف دیکھا میں بول اٹھا "جی ہاں اب میں سب کچھ سمجھ گیا اللہ خاموش رہئے ورنہ مفت میں مصیبت میں پھنس جائیں گے" ایک لطیف قہقہہ کے ساتھ یہ صحبت ختم ہو گئی۔

(رجب طرزی)

ایک خط

میری ناہید، میری متاع حیات، میری روح کا نغمۂ مجسم، میری شعر مشکل، میری دل کی راگنی معصورا! آہ میں تم سے دور رہ کر کس طرح زندہ ہوں خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہر وقت تمہاری حسین شکل آنکھوں میں بسی ہے۔ کبھی تمہارا ہنستا ہوا گلاب سا مکھڑا میری آنسوؤں سے ڈوبی ہوئی آنکھوں میں رقص کرتا ہے۔ تو کبھی تمہارا اشکوں سے بھیگا ہوا چہرہ یاد کرکے ہنسی سی آجاتی ہے۔ تم بھی کیسی بھولی ہوا دلا اور ہمیشہ مسرت بخش ہے کہ ڈھلکا جارہا ہے۔ اس پر تمہاری والدہ کی تادیب۔ تمہاری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری کردینے کو کافی تھی۔ تمہاری آنکھوں سے قطرات اشک۔ موتی کے بڑے بڑے آبدار دانوں کے طرح رخساروں پہ مچل مچل کر دامن میں جذب ہو جاتے۔ اور میں پاس بیٹھا تمہیں چپ کرنے کی ناکام کوشش کرتا۔ کبھی تمہارے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر جنبش دیتا کبھی تمہارا آنچل سے چھپایا ہوا چہرہ کھول کر چپ ہونے کو کہتا۔ مگر تم کہاں کسی کی کچھ سننے کی۔ تمہارا آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ ایسا معلوم ہوتا جیسے جاڑوں کے کہر آلود رات کا چاند۔ تھوڑی دیر کے بعد تم اٹھتیں اور اپنے کمرے میں جاکر منہ لپیٹ کر سو جاتیں۔ یعنی الواٹی کھٹواٹی لیکر پڑ جاتیں۔ تمہارا غم میرے دل پر کیا کچھ نہ کرتا۔ مگر میں جذبات کو پوشیدہ رکھنے کو مسکراتا ہوا باہر چلا جاتا۔

اس روز تم کھانا نہیں کھاتیں۔ شام کو ناشتہ نہیں کرتیں۔ میں اور تمہاری بہنیں سمجھاتیں۔ کوئی تم پر طعنہ کرتا۔ کوئی کہتا نخرہ کرتی ہیں۔ دیکھو تم کب تک نہیں کھاتی ہو۔ بھوک لگے گی خود ہی کھائیں گی۔ مگر ان سب کا تم پر کچھ اثر نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ شام ہونے کو آتی۔ اسوقت تم نکلتیں۔ چہرہ کمہلایا ہوا اداس اور اترا ہوا ہوتا۔ کسی طرف مخاطب نہیں ہوتیں۔ اپنی چھوٹی سی کنیز کو نہایت آہستہ اور دھیمی آواز میں پانی لانے کو کہتیں۔ وضو کرتیں۔ وضو کرنے سے تمہارا چہرہ پھر شاداب ہو جاتا۔ جیسے ہلکے ہلکے بادلوں میں چھپا ہوا مہتاب چاند نکل آئے پھر اپنے کمرے میں جاتیں۔ نماز پڑھتیں۔ اب جبکہ باہر آتیں۔ تو ہم لوگوں کے درمیان آکر بیٹھتیں۔ مگر کچھ بولتیں نہیں۔ ہم لوگوں میں سے ہر ایک کو گھور گھور کر دیکھتیں یا پھر نیچے نظر کئے بیٹھی ہوتیں۔ ہم لوگ تمہارا مذاق اڑاتے۔ طرح طرح کے ریمارک پاس کرتے مگر تم سنتے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ تمہاری والدہ ادھر آنکلتیں۔ تمہیں دیکھکر بولتیں۔ آج ناہید کو دن بھر نہیں دیکھا۔ کہاں تھیں؟ تم تو منہ بنائے بے حس و حرکت بیٹھی رہتیں۔ میں مسکرا کر جواب دیتا۔ آج کچھ ناراض ہیں۔ کچھ کھایا پیا بھی نہیں۔ "وہ کہتیں اوہ وہ جو میں نے تمہیں آنچل سنبھالکر رکھنے کی تاکید کی اس کا رنج ہے۔ اب وہ مصالحانہ طور سے بولتیں۔ "بیٹی یہ تو میں تمہارے ہی بھلے کو کہتی ہوں۔ بھلا لڑکیوں کو ماں نہ ادب سکھائے تو کون۔۔؟ کیا سسرال جاکر سیکھوگی۔ اس میں رنج کی تو کوئی بات نہیں چلو کھالو بھلا ایسا بھی کوئی کرتا ہے؟ تمہارا ہاتھ پکڑتیں اور لیجاتیں۔ جب تم لوگ چلی جاتیں تو ہم سب ہنس دیتے۔ اور غپ شپ کرتے رہتے۔ تم پھر آتیں مگر ہم لوگوں کی گفتگو میں حصہ نہ لیتیں۔ یہانتک کہ رات زیادہ ہوجاتی۔ سب کوئی کھانا کھاتے اور سونے کو چلے جاتے۔

صبح کو تم پھر شبنم سے دھلا ہوا تازہ شگفتہ گلاب ہوتیں۔ میں اس کی رنگینی میں جذب ہو جاتا۔ آہ! کیا زمانہ تھا؟۔

گذاری ہیں خوشی کی چند گھڑیاں
انہیں کی یاد میری زندگی ہے

تمہیں کبھی نہ بھولنے والا۔ تمہارا۔۔۔
نظیر۔ سینٹ کولمبن

اہل رنگون کو خوشخبری

رنگون میں رسالہ شاہجہاں کے سول ایجنٹ عبدالرزاق خاں نظامی فیض آبادی پوسٹ بکس نمبر ۴۴ مکان نمبر ۱۵۳ باما سٹریٹ ہیں وہاں سے تازہ بتازہ پرچہ دو آنے (۲ر) میں ملے گا۔

منیجر

عربوں کے خیمے!

اردو ترجمانی (...) آئرستان (آئرلینڈ) کا ایک مشہور ڈرامانگار ... ہے۔
ذیل کا ڈرامہ اس کا ایک مشہور ڈراما ہے اس میں آپ کو چند ایسے نام ملیں گے جو ہندوستان یا ... کی ... یا عربی یا انگریزی لغت میں نہیں مل سکتے ان کے متعلق جب مصنف سے استفسار کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ میری اپنی ایجاد ہیں کیونکہ ایک اچھا ڈراما لکھتے وقت مجھے الفاظ کے گورکھ دھندے میں الجھنا نہیں آتا اور اسی لئے کسی قسم یا پیسے کی قیمتیا کو وغیرہ کا نام خود رکھ لینے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہوتا کیونکہ ان چیزوں کے نئے ناموں کی ورق گردانی کر لینے سے زیادہ آسانی ہوتی ہے اور وقت بھی کم صرف ہوتا ہے۔ گو مصنف اس ڈرامہ کی تصنیف کے بعد کبھی ... عربوں کے ملک کا سفر کیا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اسے لکھتے وقت میں وہاں موجود نہ تھا!

افراد ڈراما

(۱) بادشاہ
(۲) یوسف } اونٹ چلانے والے
(۳) رفیق }
(۴) خزانچی
(۵) زمیر (ایک دولتمند شخص)
(۶) آمنہ (صحرا کی خانہ بدوش عورت)

منظر ——— شہر پناہ کے دروازے کا ...
وقت ——— نامعلوم

یوسف! شام تک ہم پھر ریگستان میں ہونگے۔
رفیق! ہاں
یوسف! پھر ہم کئی ہفتوں تک کسی شہر کو نہ دیکھ سکیں گے
رفیق! آہ!
یوسف! ہم روشنیوں کو جلتا دیکھیں گے کارواں کے راستہ سے پیچھے مڑکر یہی آخری چیز ہوگی جو ہم دیکھیں گے۔
رفیق! پھر ہم ریگستان میں ہوں گے۔
یوسف! پرانا ناملائم ریگستان۔
رفیق! صحرا کتنی چالاکی سے اپنے کنوئیں چھپاتا ہے تم کہو گے کہ وہ انسان سے دشمنی رکھتا ہے وہ شہروں کی طرح تمہارا خیر مقدم بھی نہیں کرتا۔
یوسف! وہ انسان کا دشمن ہے میں صحرا سے نفرت کرتا ہوں۔
رفیق! میرا خیال ہے کہ دنیا میں کوئی چیز شہر ... کی طرح خوبصورت نہیں۔
یوسف! شہر خوبصورت چیزیں ہیں۔
رفیق! میرے خیال میں وہ اس وقت بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں جب رات کی سیاہی اپنے کالے بادلوں کے سکون سے دو نہیں ... چھپا رہی ہوتی ہے اور سورج کی سنہری رتھ آہستہ آہستہ آسمان کی مشرق سے ... ہوتا ہے اور اس طرح جیسے کوئی دوشیزہ رعنا اپنے بار ... پوشاک کو اتار کر پھینک دے اپنے لب ... کو ... کی چوٹی ... میں چلنے کے لئے اپنے حسن کو ... کئے کھڑے ہوتے ہیں اور کرنیں آتی ہیں اور انکی پیشانی کو بوسہ دیتی ہیں۔ اس وقت وہ بہت ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کی آوازیں گلی اور کوچوں میں اٹھنا شروع ہوتی ہیں دھیمی دھیمی ... دیگر ... کر یکجا ہوکر لیکن بلند سروں میں تبدیل ہو جاتی ہیں میں اکثر سوچتا ہوں کہ اس وقت شہر مجھ سے بولتا ہے وہ اپنی مخصوص آواز میں مجھ سے یوں کہتا معلوم ہوتا ہے "رفیق رفیق! جو ان دنوں میں سے کسی روز مر جائیگا میں خالی نہیں ہونا میں ہمیشہ سے ہوں، اور مجھے کبھی موت نہ آئے گی"۔
یوسف! میرا یہ خیال نہیں ہے کہ شہر اس وقت اچھے معلوم

جب ... ستارہ صبح نمودار ... پوش ہو چکا ہوتا ہے۔ ہم جب چاہیں
ایسا منظر صحرا میں ہی دیکھ سکتے ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ
اُس وقت بہت پیارا [illegible] سب [illegible] غروب
ہو چکا ہوتا ہے [illegible] ساتھی کو جوں میں چھا جاتا
ہوتا ہے ایسی مخلوط تاریک روشنی جسے رات سے منسوب
کر سکتے ہیں نہ دن سے ایک [illegible] روشنی جسے ہم [illegible]
[illegible] دیکھ سکتے ہیں اور پھر بھی یہ نہیں پہچان
سکتے کہ وہ [illegible] شکلیں [illegible] تاریکی کے مسلط ہو جانے
[illegible] صحرا میں ہوا [illegible] ایک سیاہ افق کے اوپر اس پر
ایک [illegible] بادل کے کچھ دکھائی نہیں دے سکتا اس
[illegible] ہوئی لالٹینوں کو روشن کیا جاتا ہے اور
ان کی روشنی مکانوں کی کھڑکیوں سے باہر نکلتی ہے اور
تمام فضا کا رنگ بدل جاتا ہے اسی وقت شاید ایک
عورت ایک چھوٹے سے دروازہ سے باہر آتی اور تاریکی
[illegible] جاتی ہے اور کوئی شخص خنجر لئے ہوئے کسی پرانے
دشمن سے بدلہ لینے کے لئے نکلتا ہے اسکا [illegible] اپنے
مکان کو تمام رات شراب فروخت کرنے کے لئے روشن کئے
رکھتا ہے اور مرد اس کے دروازہ کے باہر بینچوں پر بیٹھے
[illegible] پیتے ہوئے ایک چھوٹی سی ہری
لالٹین کی روشنی میں اُس کا جیش کھیلتے ہیں — اوہ!
یہ سب کچھ دیکھنے کے قابل ہوتا ہے اور بس تنہا کو
پیتے اور ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے یہ خیال کرنا
پسند کرتا ہوں کہ کسی جگہ بہت دور صحرا نے ایک بڑے
سُرخ بادل کو لشکر کے ایک فوجی حصہ کی مانند محصور
کر رکھا ہے تاکہ تمام عرب یہ جان لیں کہ یہ دوسرے روز
"سی رک" — شیطان کے باپ ابلیس کی متعفن سانس
گرم ریتلی ہوا چلے گی۔

رفیق! ہاں سی رک کا اس وقت خیال کرنا خوشگوار ہوتا ہے
جب کوئی شہر میں محفوظ ہو لیکن اس کی بابت بات چیت کرنا پسند
نہیں کرتا کیونکہ دن نکلنے سے قبل ہم مسافروں کو مکہ لئے جا رہے ہوں گے
اور اس کی پیشگوئی کون کر سکا نہ کوئی اپنی عقلمندی سے یہ معلوم کر سکا
کہ صحرا کے خزانے کن چیزوں پر مشتمل ہیں۔ صحرا میں جانا ایک گئے کو
پکڑ کے ہڈیاں پھینکنا ہے جن میں سے وہ کچھ حاصل کر سکا۔

اور کچھ کھو دے گا سو وہ ہماری ہڈیاں پکڑ سکتا ہے یا ہم چلتے چلتے خستہ
نہ پہونچ سکتے ہیں اوہو میری تمنا تھی کہ میں ایک سوداگر ہوتا اور
کسی آباد گلی میں تمام دن بیٹھا ہوا سایہ تلا دوسری چیزوں سے تبادلہ کیا کرتا
اور مختلف چیزوں کی فروخت میں مشغول رہتا۔

یوسف! خوب! ملک اور جواہر خریدنے والے کسی امیر کو شہر میں
دھوکہ دینا صحرا میں موت کو دھوکہ دینے سے زیادہ آسان ہے،
اوہ — صحرا! صحرا! میں خوبصورت شہروں سے محبت کرتا ہوں۔
اور صحرا سے نفرت!

رفیق! (سایہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ کون ہے؟

یوسف! کہاں؟ ہاں ریگستان کے کنارے پر جہاں اونٹ ہیں؟

رفیق! ہاں وہاں کون ہے؟

یوسف! وہ ریگستان میں اس راستہ کو دیکھ رہا ہے جس پر
اونٹ جاتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ صحرا کے کنارے جایا
کرتا اور اکثر اس کے ریت کو دیکھا کرتا ہے۔ وہ شام کے وقت وہاں
بہت دیر تک مکہ کی جانب نگاہیں کئے کھڑا رہتا ہے۔

رفیق! مکہ کی طرف بادشاہ کا دیکھنا کس کام کا۔ وہ مکہ نہیں
جا سکتا، وہ صحرا میں ایک دن کیلئے بھی نہیں جا سکتا پیامبر اس کے
پیچھے دوڑیں گے، اسے پکاریں گے اور کونسل کے کمرہ یا عدالت میں واپس
لا بٹھائیں گے۔ اگر وہ اس کا پتہ نہ لگا سکیں گے تو ان کے سر گردن سے جدا کر کے
کسی اونچی چھت پر لگا دیئے جائیں گے۔ منصف ان کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہیں گے "وہ یہاں سے اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں"۔

یوسف! نہیں! بادشاہ ریگستان میں نہیں جا سکتا اگر خدا نے
مجھے بادشاہ بنایا ہوتا تو میں صحرا کے کنارے پر جا کر اپنے جھگے اور
داڑھی کا ریت جھاڑ دیتا اور پھر کبھی اس کی طرف رخ بھی نہ کرتا
صحرا! ہزاروں شیطانوں کا لالچی اور خونین باپ! وہ تمام کنوؤں
کو ریت سے بھر دیتا اور سال بہ سال اور ہر صدی سی رک چلا کرتی
لیکن اس طرح وہ میری ایک بددعا بھی حاصل نہ کر سکتا اگر خدا
نے مجھے بادشاہ بنایا ہوتا۔

رفیق! یہ کہا جاتا ہے کہ تم بادشاہ کی طرح ہو۔

یوسف! ہاں میں بادشاہ کی طرح ہوں کیونکہ اس کا باپ ایک
اونٹ چلانے والے کا بھیس بدل کر ہمارے گاؤں میں آیا کرتا تھا میں
میں اکثر دل میں کہا کرتا ہوں۔ خدا منصف ہے اور اگر میں بادشاہ کا
بھیس بدل لوں اور اسے ایک شتربان بنا دوں تو خدا خوش ہوگا کیونکہ

[illegible] منصفت ہے۔

رفیق! اگر تم ایسا کہتے تو خدا کہتا "خدا یوسف کو تو دیکھو میں نے اسے شتربان بنایا تھا لیکن وہ اسے بالکل بھول گیا اور پھر وہ تمہیں بھول جاتا یوسف!

یوسف! کون جانتا ہے خدا کیا کہتا۔

رفیق! کون جانتا ہے اس کے کام عجیب ہوتے ہیں۔

یوسف! میں کبھی ایسا نہیں کرتا' رفیق! میں ایسا نہ کرتا' یہ تو صرف میں تنہا کبھی وقت یا رات کو ریگستان میں اپنے دل سے کہا کرتا ہوں

میں کہتا چلوں یوسف [illegible] کا بادشاہ ہے اور پھر میں

یوں بولتا ہوں خزانچی! اس کارمی کو معہ اس کی شراب' لالٹینوں اور اس کی چوسر کھیلنے والے تختوں کے حاضر کرو اور تمام آبادی کو محل کے سامنے آکر شراب پینے اور میرے نام کو روشن کرنے دو۔

مسافر! (دور سے آواز دیتے ہوئے) یوسف ہو یوسف! دو گھڑی کے بیٹھے آ اور اپنے اونٹ کھول آ اور مکہ کے لئے روانہ ہو!

یوسف! ریگستان پر ایک عذاب!

رفیق! اونٹ کھڑے ہوتے ہیں کارواں مکہ کے لئے روانہ ہوتا ہے خیرباد اے خوبصورت شہر!

(بادشاہ ریگستان کی راہ مکہ کو ایک سال بعد اسی روز پھر کر واپس آنے کا وعدہ کرکے چلا جاتا ہے وہ بھیس بدل کر واپس آتا ہے اس کے ساتھ وہ خانہ بدوش صحرائی عورت بھی ہے جس سے اسے محبت ہوگئی جیسے ہی کہ وہ شہر میں داخل ہو رہا ہے شتربان اس کے سامنے جاتا ہے اور خود کو بادشاہ ظاہر کرتا ہے۔)

بادشاہ! ہماری حکومت کا کوئی نقش باقی نہیں صرف بریا دسائی یادوں کو ٹسے لگاتی ہے لیکن وہ رقص نہیں کرتے (آمنہ خاموش رہتی ہے) ریگستان کے کنارے پر پہنے آخری کلمات کہے تھے' شہر نے ان کو نہ سنا ہوگا۔

(آمنہ اپنا چہرہ چھپالیتی ہے بادشاہ آہستہ سے اٹھتا ہے اور سیڑھیوں کی طرف جاتا ہے خزانچی اور زبیر ایک دوسرے کو داخل ہوتے دیکھتے ہیں۔)

خزانچی! وہ آئے گا' واپس آئے گا۔

زبیر! لیکن اب وہ پہر ہے ہمارے زمانہ عیش و نشاط نے [illegible] ہمارے دشمن پھر آ دانت سکتے ہیں۔ اگر وہ نہیں آیا تو اس کا مطلب ہے کہ خدا ہمیں بھول گیا اور پھر ہمارے دوست ہماری حالت پہ ترس کھائیں گے۔

(یوسف و رفیق داخل ہوتے ہیں)

خزانچی! اگر وہ زندہ ہے تو ضرور آئے گا۔

زبیر! میرا خیال ہے وہ پڑ گذر گئی۔

خزانچی! تب وہ مرگیا یا ڈاکوؤں نے اسے لوٹ لیا۔

(خزانچی اور زبیر اپنے سروں پر خاک ڈال لیتے ہیں)

یوسف! (رفیق سے) خدا منصف ہے (خزانچی اور زبیر سے) میں بادشاہ ہوں۔

(بادشاہ کا ہاتھ دروازہ پر ہے جب یوسف یہ کہتا ہے تو وہ سیڑھیوں سے نیچے اترتا ہے اور آمنہ کے پاس بیٹھ جاتا ہے وہ اپنے ہاتھوں میں ایک ہاتھ اٹھا کر اسے دیکھتی ہے بادشاہ' خزانچی' زبیر اور یوسف پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ وہ پھر اپنے چہرہ کا کچھ حصہ (عرب کے دستور کے مطابق) چھپ لیتا ہے)

خزانچی! کیا آپ حقیقت میں بادشاہ ہیں؟

یوسف! میں بادشاہ ہوں۔

خزانچی! حضور ایک ہی سال میں بہت بدل گئے۔

یوسف! انسان صحرا میں بدل جاتے ہیں اور بہت زیادہ

رفیق! حقیقتاً جہاں پناہ بادشاہ ہیں جب بادشاہ سلامت بھیس بدل کر ریگستان میں گئے تھے تو میں نے انکے اونٹ کو کھلایا تھا حقیقتاً وہ بادشاہ ہیں۔

زبیر! وہ بادشاہ ہیں جب میں بادشاہ کو دیکھتا ہوں پہچان لیتا ہوں

خزانچی! تم نے بادشاہ کو شاذونادر ہی دیکھا ہو۔

زبیر! میں نے بادشاہ کو اکثر دیکھا ہے۔

یوسف! ہاں! ہم اکثر لاتعداد مرتبہ ملے ہیں۔

خزانچی! اس شخص کے علاوہ جو آپ کے ساتھ آیا اگر کوئی حضور والا کو پہچان لے تو ہم سب کو یقین ہو جائے گا۔

یوسف! اس کی کوئی ضرورت نہیں' میں بادشاہ ہوں۔

(بادشاہ کھڑا ہوتا ہے اور اپنے ہاتھ پھیلا دیتا ہے اس طرح کہ ہتھیلیاں زمین کی طرف رہتی ہیں۔)

بادشاہ! مقدس و پاک مکہ میں میری چھت اور کئی دولت والے مکہ میں ہمنے بادشاہ کو پہچانا تھا۔

ہاں' یہ صحیح ہے میں نے اس شخص کو مکہ میں دیکھا'

خزانچی! (تعظیماً جھکتے ہوئے) معاف کیجے حضور ریگستان نے
آپ کو بدل دیا۔
زبیر! میں حضور کو جانتا تھا۔
رفیق! اسی طرح میں بھی جانتا تھا۔
یوسف! (بادشاہ کو اشارہ کرتے ہوئے) اس آدمی کو
خاطر خواہ انعام ملنا چاہیے حضور اسے کوئی جگہ دیجیے۔
خزانچی! بہت اچھا حضور عالی۔
بادشاہ! میں ایک شخص پا لایا ہوں اور مجھے اونٹوں
کے پاس واپس جانا ہے۔
(یوسف، رفیق، خزانچی اور زبیر ... ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں)
آمنہ! تم نے خوب کیا بہت اچھا کیا ... کا انعام ...
بادشاہ! اب ان کو اپنا بادشاہ مل گیا اس لئے ہم عربوں کے
خیمے کی حرمت و پیار ... کریں گے۔
آمنہ! یہ بیوقوف لوگ ہیں۔
بادشاہ! انھوں نے ایک بیوقوف بادشاہ پالیا ہے۔
آمنہ! وہ ایک بیوقوف انسان ہے جیسے جنگل کا کوئی وحشی۔
بادشاہ! کچھ نسلاً بادشاہ ہوتے ہیں لیکن اس آدمی نے یہ اعزاز
پالیا ہے۔
آمنہ! آؤ اب ان کو خیرباد کہہ دو۔
بادشاہ! ہم پھر واپس جائیں گے۔
آمنہ! ہاں میرے لوگوں کے خیموں کو واپس لے چلو۔
بادشاہ! دوسرے خیموں سے ذرا ہم اپنے پیارے بھورے خیمہ
میں علیحدہ رہیں گے۔
آمنہ! ہم نسیم سحری سے ذرات ریت کی سرگوشی کو پھر سنیں گے۔
بادشاہ! ہم فاصلہ کے خیموں میں رہنے والے خانہ بدوشوں
کی آوازیں سنیں گے کیونکہ اس وقت سکون صبح چھایا ہوگا۔
آمنہ! پہاڑیوں کی طرف جانیوالے گیدڑ ہمارے پاس تیزی
سے گزریں گے۔
بادشاہ! اور سورج کے غروب ہو جانے پر ہم اُس دن
کے لئے رو رہیں گے جو گذر گیا۔
آمنہ! میں اپنا سر رات میں کسی وقت آسمان کی طرف اُٹھاؤنگی
اور روشن ستارے جو کسی کی ملکیت نہیں میرے بالوں پر چمکیں گے،
اور پھر ہم دنیا کی کسی تاج و ملکہ سے نہ ملیں گے! (پردہ)

افسانۂ عشق

سجدۂ شکر ہے سر فرشِ مستانۂ عشق
جوشِ وحشت میں بھی ہشیار ہے دیوانۂ عشق

مائلِ عیش نہ تھا ہے دلِ خانہ خراب
المدد المدد اے غیرتِ مردانۂ عشق

شعلۂ آہ نے آگ لگا دی دل میں
خستۂ بادۂ سرجوش ہے پیمانۂ عشق

کون کہتا ہے؟ ہوس کو بھی محبت سمجھو
کافرِ عشق حقیقت میں ہیں بیگانۂ عشق

شوخیِ رنگِ تجلی سے ہیں مست اہلِ نظر
بادۂ حسن سے معمور ہے میخانۂ عشق

پھول بن بن کے ہر اک نقشِ تمنا ابھرا
نہ چھپی خاک میں رعنائی کاشانۂ عشق

کیوں نہ ہو حسرتِ ناکام سے دل ذوق پذیر
کیفِ اندوہ تو ہے حاصلِ میخانۂ عشق

دلِ مجروح میں باقی نہیں اک قطرۂ خوں
اور ابھی تشنۂ تکمیل ہے افسانۂ عشق

ایک اک ذرہ ہے معمورۂ حسرت کوکب
کون کہتا ہے کہ ویران ہے ویرانۂ عشق

کوکب (شاہجہاں پوری)

سوگوار محبت

(سید محمود مورخ بی اے)

مارچوں کی سخت گرمیوں کا موسم تھا۔ آدھی رات کے وقت نیلگوں آسمان پر بادل کا نشان تک نہ تھا۔ روشن ستارے جھلملا رہے تھے۔ چودھویں رات کا چاند اپنے جوبن پر تھا۔ اس کی روپہلی چاندنی میں بجلی کے قمقموں کی روشنی گھٹتے تیل کے چراغ کی طرح بے نور تھی۔ گرمی کی شدت نے اہل شہر کو بے حال کر رکھا تھا۔ ... میں کے درمیانی چمن میں خوب رونق تھی مرد عورت۔ بچے سب ہی گرمی سے بچنے کے لئے کھلے میدان میں آ گئے تھے۔ پیل سینما کا دوسرا شو بھی ختم ہو چکا تھا اور تماشائی موٹروں، تانگوں اور سائیکلوں پر سوار ہو کر یا پیدل ہی اپنے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔

میں اپنے ہر وقت کے ساتھی شنکر کے ساتھ ایک بنچ پر بیٹھا ہوا محو نظارہ تھا۔ ہمارے چاروں طرف بچے گھاس کے سبز فرش پر ہرنوں کی طرح کلیلیں بھرتے پھر رہے تھے ... سے بھی اپنی اپنی معشوقوں کی باہوں میں باہیں ڈالے چہل قدمی کر رہے تھے ہم دونوں کتنی دیر تک خاموش بیٹھے رہے آخر میں نے یہ سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

شنکر تم بھی ایک عجیب ہستی ہو۔ کیا تمہیں ان خوش نصیب جوڑوں پر رشک نہیں آتا؟ چالیس برس کا ہونے کو آئے مگر ہنوز مجرد ہی ہو ... سمجھ میں نہیں آتا شادی نہ کرنے کا آخر سبب کیا ہے؟"

میرے ان الفاظ میں نہیں معلوم کیا جادو تھا کہ انہوں نے شنکر کے قلب پر حیرت انگیز اثر کیا۔ وہ سرد آہیں بھرنے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے پہلے کبھی اس قدر مغموم نہیں دیکھا تھا۔ میں شنکر سے ایک عرصہ سے واقف تھا۔ میرے اس کے ساتھ نہایت بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ لیکن یقین کیجئے میں نے اسے کبھی مغموم نہیں دیکھا۔ اس وقت میں نے غالباً نادانستہ اس کی دکھتی رگ کو چھیڑ دیا تھا۔

ان باتوں میں سوائے رنج کے اور کیا رکھا ہے ...... یہ ایک نہایت طویل اور درد انگیز داستان ہے" آخر شنکر نے جواب دیا اور کہا اس طرح کہ گویا مدت کے بعد میرے الفاظ کا مطلب اس کی سمجھ میں آیا ہے۔ وہ رنج و غم سے بے حال ہوتا جا رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت بیٹھا رہا اور پھر خود ہی بولا۔

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں تمہیں بھی اپنی غم انگیز داستان سے آگاہ کروں؟ میں بھی ایک مدت سے ایک ایسی ہستی کی ضرورت محسوس کر رہا تھا جو میرے رنج و غم میں شریک ہو سکے۔

یہ آج سے آٹھ برس قبل کا واقعہ ہے ..... انہی دنوں میں نے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا تھا۔ اور دہلی میں ملازمت تلاش کرنے کی غرض سے ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک روز شام کے وقت ..... موسم سرما میں ..... میں کشمیری دروازہ کے باہر دریائے جمنا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا ......"

اتنا کہہ کر شنکر خاموش ہو گیا۔ اس نے اپنی واسکٹ کی جیب میں سے ہاتھی دانت کی ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکالی جسے میں نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ میرا کانپنا یقیناً بلا وجہ نہ تھا۔ کیونکہ چمکدار مخمل کی سطح پر دنیا کی سب سے زیادہ حسین آنکھیں موجود تھیں۔

یہ ایک اینگلو انڈین مہ جبیں کی تصویر تھی۔ اور اس قدر حسین کہ حسن یوسف بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ و درپست ہوگا۔ لمبا قد، چھریرا بدن، کشادہ پیشانی، صراحی دار گردن، غنوں سا دآنکھیں۔ دائیں رخسار پر ایک تل جس نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ میں بے اختیار اس تصویر کو گھورنے لگا۔

میں اس حسینہ سے ملاقات کرنے کے لئے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کو حاضر ہوں میں نے اس سحر طراز تصویر کو واپس دیتے ہوئے کہا۔

اور میں بھی ہر مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار تھا ..... ہاں میں نے ہر قسم کی مصیبت برداشت کی۔ شنکر نے کہا "معاف کرنا گو میں اس وقت تک نگاہ اولین محبت کا قائل نہ تھا۔ لیکن اس سحر طراز صورت کو دیکھتے ہی میں اس کا عاشق نہیں بلکہ اس شمع حسن کا پروانہ ہو گیا۔

اس میں معاف کرنے کی کیا بات ہے۔ اگر تمہاری حالت ایسی نہ ہوتی تو میں تمہیں پتھر کا بے حس بت جانتا۔"

اس روز کے بعد میرا یہ کلیہ ہو گیا تھا کہ روزانہ شام کے وقت اپنے بہترین سوٹ میں ملبوث ہو کر کشمیری دروازہ کے باہر دریائے جمنا کے کنارے سیر کرنے جاتا اور کافی اندھیرا ہو جانے تک وہیں ٹہلتا رہتا۔ اس لڑکی سے بھی روزانہ ہی ملاقات ہو جاتی تھی۔ مجھے اس کے قریب بیٹھنے اور اس کے سانس کو اپنے جسم سے مس کرتے ہوئے محسوس کرنے سے بہت زیادہ راحت حاصل ہوتی تھی۔ لیکن میں نے اس دوران میں کبھی اس سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور یہ سلسلہ ایک کافی طویل عرصہ جاری رہا ...... تو مجھے یہ بتانے کی فرصت ہے۔ اور نہ تمہیں معلوم کرنے کی ضرورت کہ میری اس سے کس طرح دوستی ہوئی۔ کوشش کر کے میں نے معلوم کر لیا کہ اس کا نام مس روزی ہے اور وہ اپنے ماموں کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ کبھی کبھی کہا کرتی تھی کہ اسے دہلی پسند نہیں اس میں اس کے لئے نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ زندگی۔

میں نے جو وقت مس روزی کے ساتھ پوری مسرت اور کامل راحت سے گذرا ہے اس کے تصور سے آج بھی طبیعت خوش ہو جاتی ہے روزانہ بلا ناغہ دریا کے کنارے ہوا خوری کے لئے جانا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا مس روزی کی زلفوں کو اڑانا۔ شہر کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کا فاصلہ سے نظر آنا۔ پرندوں کا آسمان میں رقص کرنا اور جامع مسجد میں موذن کی آواز کا گرجنا۔ شوالے میں ناقوس کا غرّانا اور روزی ...... اس وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں نے وہ مختصر زمانہ خواب میں گذارا تھا۔ وہ اس وقت واقعی فردوس بریں میں تھا جہاں راحت مسرت آرام سکون اور کامل اطمینان حاصل تھا۔ اور پھر لطف یہ کہ کسی قسم کا فکر نہ تھا ....

قصہ کوتاہ ایک دن میں نے موقعہ پاکر راز دل عیاں کر ہی دیا۔ اس وقت مجھے اس کا خیال کرتے ہوئے بھی خوف معلوم ہوتا ہے لیکن اس روز . . . . . [illegible] میں اس بات کا آخری فیصلہ کر لینے پر تلا ہوا تھا۔ مجھ میں حیرت انگیز قوت آگئی تھی میں نے دھڑکتے ہوئے دل اور لرزتی ہوئی زبان سے اپنی محبت اور اپنے پیام کی داستان سنا ہی دی۔ لیکن اس لمحہ کے بعد مجھ سے زیادہ خوش نصیب انسان شاید ہی کوئی اور ہوگا۔ روزی نے اقرار محبت کر لیا۔

اس واقعہ کے بعد میری زندگی نے ایک عجیب رُخ بدلا۔ ایک نیا دور شروع ہوا جو گو مصائب و آلام سے تو ضرور خالی تھا لیکن ان کا پیش خیمہ ضرور تھا میں [illegible] زمانہ میں روزی کو تھیٹر دیکھنے۔ موٹر کی سیر کرنے قیمتی سگار پینے اور فضول خرچیاں کرنے کا سودا ہو گیا تم یقین کرو کہ مجھے بھول کر بھی کبھی اس کا خیال تک نہ آیا کہ [illegible] میری محبوبہ کو لہو ولعب سے نسبت ہو جائے گی۔ ان تمام فضول خرچیوں کا بار مجھ ناتوان کی جیب کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔

میں اپنے عشق و محبت کا افسانہ سنانے کی دھن میں یہ بتانا ہی بھول گیا۔ کہ میں اپنی ان جدید مصروفیات کے دوران میں اپنے والدین کو بالکل بھول چکا تھا۔ اول تو میں گھر کو خط ہی نہیں لکھتا تھا۔ اور اگر کبھی لکھا بھی تو طلبی خرچ کے لئے۔ میرے باپ نے بارہا درخواست کی۔ التماس کی اور طول طویل خط لکھے۔ آخر عاق کر دینے کی دھمکی دی تاکہ میں دہلی چھوڑ کر گھر واپس چلا جاؤں لیکن میں نے کبھی اس کی پرواہ نہ کی۔ دہلی۔ یہ تو وہ مند تھا جس کی سرپرست دیوی [illegible] روزی تھی۔ اور مجھے اس سے بہتر جگہ اور کہاں مل سکتی تھی۔

وقت یہاں تیز رفتاری سے گذرتا گیا گھر سے خرچ آنا کم ہوتے ہوتے بالکل بند ہو گیا۔ لیکن روزی کے اخراجات روز افزوں بڑھتے گئے۔ قرض خواہوں نے ناک میں دم کر دیا۔ میں سخت پریشان تھا۔ میں نے اخراجات کم کرنے اور روپیہ کمانے کی سرتوڑ کوشش کی مگر بدقسمتی نے پیچھا نہ چھوڑا روزی کا دل دکھانا مجھے کسی طرح بھی پسند نہ تھا۔ آمدنی کی راہیں مسدود تھیں۔ اور قرض کا بار بڑھتا جا رہا تھا۔

میں نے آخری مرتبہ قسمت آزمائی کرنے کے خیال سے اپنے باپ کو ایک نہایت عاجزانہ اور ملتجیانہ خط لکھا۔ اور خرچ طلب کیا۔ اس کے جواب میں تین دن کے بعد کسی نے دروازہ پر دستک دی میں نے انتہائی اضطراب اور پریشانی کے عالم میں ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ ضرور کوئی قرض خواہ میری قرقی کرانے کے لئے آیا ہے۔ لیکن میں اپنے مہمان کی صورت دیکھتے ہی حیرت و استعجاب سے اچھل پڑا۔ وہ میری ماں تھی لیکن کس قدر تبدیل شدہ۔ مرجھائی ہوئی صورت غلیظ ساڑی باندھے ہوئے اس کا چہرہ زرد اور اُترا ہوا تھا جس پر رنج و غم کے آثار ہویدا تھے۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ اور انتہائی مصیبت کا زندہ ثبوت تھی۔

ادھر جب میری ماں نے میرا گونا گون افکار سے مرجھایا ہوا۔ سگاروں کا خراب کیا ہوا چہرہ دیکھا تو اس نے خوف سے چیخ مار کر مردہ آواز میں کہا۔ میٹا ان باتوں کو چھوڑ دو۔ تمہارا باپ بیمار ہے۔ کیا گھر میں نہیں چلو گے۔

میں نے اپنی ماں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ کمرہ کے ایک گوشہ میں ایک اور چہرہ —— ایک فسوں ساز چہرہ —— تھا جو میری طرف دیکھ رہا اور مسکرا رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا۔ میں نے اسے نکال دیا —— ہاں میں نے اپنی ماں کو نکال دیا۔

شنکر چند منٹ خاموش بیٹھا رہا۔ چاند کی چاندنی میں اس کی آنکھ سے آنسو گرتے دیکھ رہا تھا۔ صرف ایک آنسو۔ چمکدار آنسو۔ پشیمان بیٹے کا آنسو۔

"خیر میں نے اُسی دن آخری فیصلہ کر لیا" شنکر نے کہا۔ "قرض خواہوں نے اس قدر تنگ کر رکھا تھا کہ زندگی وبال جان ہو گئی تھی میرے برخلاف کئی دیوانی مقدمات چل رہے تھے جن کا فیصلہ ہو جانے پر مجھے جیل کی سزا ملنی لابدی امر تھا۔ دہلی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر بقول مرزا غالب۔

دہلی میں رہیں تو کھائیں کیا ؟

آخر میں نے اپنے تنگ و تاریک کمرے میں بیٹھکر اپنے حالات کا بغور مطالعہ کیا۔ دل پر پتھر کی سل رکھکر فیصلہ کیا کہ دہلی چھوڑ کر کسی اور جگہ جانا اور دنیا کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے اپنا مختصر سامان فروخت کر دیا جس سے مجھے کچھ روپیہ مل گیا۔

اسی دن شام کو میں نے روزی کو اپنے آخری فیصلے سے مطلع کیا۔ جس کا اس پر بظاہر بہت گہرا اثر ہوا۔ اس نے مجھ سے استدعا کی کہ چند دن اور دہلی میں قیام کر کے اپنے مصیبت کے دن ختم ہو جانے کا انتظار کروں اس نے مجھے ہر طرح سے ترغیب دی کہ اس کا ساتھ نہ چھوڑوں لیکن میں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا۔ میں تو پہلے ہی گاڑی سے روانہ ہو جانا چاہتا تھا۔ لیکن روزی کے انتہائی مجبور کرنے پر ایک دن اور ٹھہر جانے پر راضی ہو گیا۔

اس روز میں نے رات کا وقت انتہائی عیش و عشرت سے گذارا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ رخصت ہوتے وقت روزی کو نہایت عمدہ تحفہ دیکر جاؤں گا۔ میں نے ایک دوست سے موٹر مانگ لی اور روزی کو ساتھ لیکر سیر کے لئے روانہ ہو گیا۔ شہر کے باہر جا کر ڈرائیور کو معقول انعام دیکر واپس کر دیا۔ ہم وہاں سے اور کھلے گئے جہاں ہم دو گھنٹے تک فطرت کے دلفریب مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے اس کے بعد مجھے یاد نہیں کہ اس رات ہم نے کہاں کہاں کی سیر کی۔ میں مسرت اور راحت سے بدمست تھا میرا ایک ہاتھ تو وہیل (Wheel) پر تھا اور دوسرا روزی کی کمر میں۔ ہم ممنوع رفتار سے دہلی کی سڑکوں کا چکر لگا رہے تھے۔ ایک مرتبہ تو ہم خوش قسمتی سے ہی خواب غفلت میں بدمست چوکیدار کے اوپر سے گذرتے گذرتے بچ گئے اور دوسری مرتبہ لیمپ کے کھمبے سے ٹکر کھائی اور موٹر کا روغن اُتر گیا۔

غرضکہ وہ دونوں دریا کے کنارے مصروف سیر تھے۔ چاندنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ چاروں طرف کامل سکوت اور ہو کا عالم تھا۔ ہم نے رات کی بقیہ گھڑیاں بھی ملاقات کرتے ہوئے گذار دیں ـــــ آخر میرے روانہ ہو جانے کا وقت آ ہی پہنچا۔

"کیا واقعی ننھی روزی کو اس کمبخت شہر میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے؟" روزی نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر استعجاب کرتے ہوئے کہا۔

"تسلی رکھو چند روز" میں نے اس کے بال سنوارتے ہوئے کہا۔ چھ ماہ یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کے بعد میں بہت دولت اور نام حاصل کر کے واپس آ جاؤں گا۔ اور پھر تم مجھ سے شادی کر لو گی۔ روزی! اس وقت کا تصور تو کرو"

نوجوان سگرٹ سلگانے کے لئے خاموش ہو گیا اور چند منٹ کے بعد یوں گویا ہوا:

"میری داستان کچھ زیادہ دلچسپ نہیں ہے۔ اور میں تمہارا وقت بھی خراب کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے نہایت مختصر الفاظ میں بیان کرتا ہوں ـــــ میں دلی سے سیدھا جبلپور آ گیا۔ پھر ناگپور اور وہاں سے احمد آباد لیکن ہر جگہ ملازمت حاصل کرنے سے ناکام رہا۔ بدقسمتی نے ساتھ نہ چھوڑا۔ میری حالت اس قدر نازک ہو گئی کہ مجھے کئی کئی وقت فاقہ کرنا پڑتا تھا اور پیٹ کو تسکین دینا۔ میں بے یار و مددگار پردیس میں فاقہ کشی کر رہا تھا۔ میں نے روپیہ پیدا کرنے کے لئے لاکھ جتن کئے مگر بے سود۔ ہمارے سکولوں اور کالجوں کا طریقہ تعلیم اس قدر ناقص ہے کہ ایک گریجویٹ سوائے منشی گیری کے اور کوئی کام نہیں کر سکتا ہے۔ اور جب نوکری نہ ملے تو اس کیلئے سوائے فاقہ کشی کے اور کوئی چارہ نہیں۔

مختصر یہ کہ میں مصیبت پر مصیبت اٹھاتا۔ خالی پیٹ خالی ہاتھ میں بمبئی پہنچا۔ میں نے ریلوے ویٹنگ روم تھرڈ کلاس میں قیام کیا۔ میرا کام بس یہ تھا کہ تمام دن شہر کی گلیوں کی خاک چھانتا اور کچھ ہاتھ لگتا اس سے پیٹ بھر کر رات کو مسافر خانہ میں آ کر لیٹ جاتا۔ بمبئی پہنچنے کے تیسرے دن میری قسمت نے پلٹا کھایا۔ میں پھرتا پھرتا سمندر کے کنارے چلا گیا۔ میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا اپنی مصیبتوں کو یاد کر کے رو رہا تھا کہ ناگہاں دائیں جانب سے ایک نہایت پر درد و الم انگیز چیخ سنائی دی۔ آواز زنانی تھی جس کا میرے قلب پر بہت گہرا اثر ہوا۔ اور میں بے اختیار اس کی مدد کو دوڑا۔

دو سو گز دوڑنے کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ جھاڑیوں کی اوٹ میں ایک موٹر کھڑی ہے جس کے دائیں جانب چار تنومند بدمعاش کھڑے ہیں موٹر کے اندر نوجوان مہ جبین جس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑے ہوئے ہیں بیٹھی ہوئی شدت اذیت سے بے تاب ہے اور بائیں جانب ایک نوجوان گرانبہا لباس پہنے کھڑا مہ جبین سے گفتگو کرنے کی سعی لاحاصل کر رہا ہے۔ نوجوان کہہ رہا تھا۔

"دیکھا فیروزہ تم نے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اگر تم خوشی کے ساتھ میری شریک حیات بننا پسند نہیں کرتی تو میں طاقت رکھتا ہوں کہ تمہیں اس بات کے لئے مجبور کر دوں۔ شادی ہو جانے کے بعد میں دیکھ لونگا۔ تمہارا بڈھا باپ میرا کیا بگاڑتا ہے۔ تم اپنی اس حالت کی خود ذمہ دار ہو۔ اگر اب بھی رضامند ہو جاؤ تو میں تمہیں آزاد کر دینے کے لئے حاضر ہوں......"

"میں رضامند ہو جاؤں...... دنیا بدلتی ہے تو بدل جائے لیکن یہ کبھی نہ ہوگا تیرے ساتھ شادی کرنا تو درکنار میں تجھ ایسے ناکندہ تراش کی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتی ہوں۔ اس وقت میں مجبور ہوں۔ تجھ سے جو کچھ بھی ہو سکتا ہے کر لے" لڑکی نے غصہ سے جھنجلا کر کہا۔

نوجوان یہ سخت جواب سنکر آپے سے باہر ہو گیا۔ اور لڑکی کے نازک رخساروں پر زور کا تھپڑ رسید کیا۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ چار آدمی ہیں اور میں اکیلا۔ وہ ہٹے کٹے اور میں فاقوں کا مارا ہوا لیکن ایک بیکس لڑکی پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھنا اور اس کی مدد نہ کرنا میرے اختیار کی بات نہ تھی۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً ایک ڈنڈا اٹھا کر اس زور سے نوجوان کی کمر میں رسید کیا۔ کہ وہ دوہرا ہی تو ہو گیا۔ اس کے گرتے ہی تینوں آدمی مجھ پر حملہ آور ہوئے میں نے طالب علمی کے زمانہ میں گتکہ بازی سیکھ لی تھی۔ اس لئے کافی دیر تک ان کے حملہ کو روکتا رہا۔ مگر تو یہ کہئے کہاں تین بدمعاش اور کہاں میں اکیلا وہ آخر مجھ پر فتح پا ہی گئے اور میں ضرب پر ضرب کھا کر بیہوش ہو گیا۔

مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنے عرصہ تک بیہوش رہا لیکن جس وقت ہوش آیا ہے تو میں ایک نہایت شاندار کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ جو طرز جدید کے سامان آرائش و تزئین سے سجا ہوا تھا جس کوچ پر میں لیٹا ہوا تھا پٹیوں میں بندھا پڑا تھا اس کے ایک طرف وہی لڑکی جسے میں نے موٹر میں نشانہ ظلم بنتے دیکھا تھا ایک کرسی پر بیٹھی تھی مجھے آنکھیں کھولتا دیکھ کر بولی۔ فیروزہ۔ مہربان! حرکت کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ تمہارے سخت چوٹیں لگی ہیں...... میں حیران ہوں کن الفاظ میں تمہارا شکریہ ادا کروں۔ کہ تم نے اپنی جان کی بازی لگا کر مجھے ذلت و رسوائی سے بچا لیا"

میرے اصرار پر فیروزہ نے بتایا کہ وہ بمبئی کے مشہور تاجر سیٹھ ہارون کی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ نوجوان جو اس کے ساتھ شادی کرنے کا متمنی ہے وہ اس کا چچا زاد بھائی ہے مگر سخت نالائق۔ بداطوار، ناکندہ تراش اور لہو و لعب کا عاشق سیٹھ اور فیروزہ کو اس سے سخت نفرت ہے اس نے متعدد بار فیروزہ کو اغوا کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا آخر ایک دن جب رات کے بارہ بجے تنہا کلب سے آ رہی تھی تو بدمعاشوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ ممکن تھا کہ وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہو جاتے مگر میری بروقت مداخلت نے فیروزہ کو بچا لیا۔ میرے گرتے ہی اس طرف اتفاق سے چند پولیس مین آ نکلے انھوں نے بدمعاشوں کو گرفتار کر کے کوتوالی بھیجدیا۔ اور ہم دونوں کو سیٹھ کی کوٹھی پر پہنچا دیا

اسی دن شام کو سیٹھ ہاروں سے ملاقات ہوئی جو میرے حالات سن کر بہت متاثر ہوئے۔ ساتھ بڑی محبت اور سلوک سے پیش آیا۔ شہر کے بہترین ڈاکٹروں سے میرا علاج کرایا گیا اور پھر فیروزہ ایسی مہ جبین نے میری تیمارداری کی چنانچہ میں بہت جلد تندرست ہو گیا۔ اور سیٹھ نے مجھے اپنا پرائیوٹ سکرٹری مقرر کر دیا۔

بمبئی میں میں ڈھائی سال تک رہا انہیں میری دیانت، محنت اور صفائی معاملہ سے اس قدر خوش کر رکھا تھا کہ وہ مجھے اپنے بیٹے کی طرح چاہتا تھا میرے فیروزہ سے بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ وہ غالباً اسی سبب سے فیروزہ کو مجھ سے محبت ہو گئی تھی فیروزہ نہایت حسین، مہذب، تعلیم یافتہ اور دولتمند لڑکی تھی نیک سیرت، نیک اطوار اور خوش شکل۔ لیکن مجھے ان باتوں سے کیا مطلب میں تو اپنا دل روزی کو دے چکا تھا۔ ہر وقت اس کی پرستش کرتا تھا۔ اس لئے میں نے فیروزہ کو کبھی اظہار محبت کا موقعہ نہ دیا۔ لیکن عشق و مشک بھی کبھی چھپائے چھپ سکتا ہے گھر کے ہر آدمی کو اس کا حال معلوم ہو گیا سیٹھ کو بھی یہ رشتہ پسند تھا۔ ان لوگوں کی خواہش تھی کہ درخواست میری طرف سے ہو۔ مگر میں نے یہ منظور نہ کیا۔

سیٹھ ایک مدت سے دہلی میں اپنے کارخانہ کی شاخ کھولنا چاہتا تھا مگر معتمد آدمی نہ ملنے یا کسی اور وجہ سے ابھی تک یہ ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا تھا جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے اس کام کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں سیٹھ نے اسے بلا تامل منظور کر لیا اور میں منتظم مقرر ہو کر دہلی آ گیا۔

گو فیروزہ نے مجھے روکنے کی از حد کوشش کی یہانتک کہ ایک دن محبت کا اقرار بھی کر لیا۔ لیکن میں نے اسے جملہ حالات سے مطلع کر کے انکار کر دیا۔ اس سے اس کے دل کو صدمہ تو ضرور پہنچا ہوگا مگر وہ اس قدر ذلیل اور کم ہمت نہ تھی کہ اس بات سے مجھ سے پھر جاتی۔

دہلی پہنچ کر کام سب سے پہلے میں نے کیا وہ روزی کو تلاش کرنا تھا میں نے اس کی جستجو میں شہر کی ہر گلی اور ہر کوچہ کی خاک چھانی میں نے ہر موٹر کار میں جھانکا۔ راستے ڈھونڈا مگر بے سود۔

دہلی پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد مجھے گھر سے تار ملا۔ جس سے معلوم ہوا کہ میرا باپ سخت علیل ہے اور مجھے فوراً گھر پہنچنا چاہئے۔ تار پڑھکر میں خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ مجھے یہ محسوس کر کے سخت تکلیف ہوئی۔ کہ عرصہ سے میں نے اپنے ماں باپ کو بھلا دیا۔ ان کی خدمت کرنی تو درکنار ان کے حالات تک سے خود کو گمراہ رکھا ہے۔ میں نے اپنا فرائض کو بھلا دیا ہے۔ ۔ ۔ یہ میری زندگی کا سب سے زیادہ تاریک دن تھا۔ میرا دماغ چکر کھا رہا تھا مجھے ڈراؤنے خواب نظر آ رہے تھے میں فوراً گھر کو روانہ ہو گیا۔ مجھے اب بھی امید تھی ۔ ۔ ۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ کیوں لیکن مجھے امید ضرور تھی کہ آخر روزی مجھے ملیگی اور شادی سے ان تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

دوسرے دن میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ مجھے اپنے ماں باپ کی خستہ حالی اور مصیبتوں کا حال سنکر سخت صدمہ ہوا میں نے فوراً ڈاکٹر کو بلانے کا انتظام کیا اور باپ کا علاج کرانا شروع کیا میری ماں نے اسی دن ایک لفافہ دیا میں نے اس پر نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ دہلی سے پھر کر آیا ہے میں نے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتی ہوئی انگلیوں سے خط کھولا جس کا مضمون یہ تھا۔

محترمی۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ دولتمند ہو گئے ہونگے۔ آپ یہ سنکر خوش ہونگے کہ میں نے ۔ ۔ ۔ شادی کر لی ہے اور ہم دونوں شملہ کو جا رہے ہیں۔

روزی

یہ خط پڑھکر جو میری حالت ہوئی۔ میرے دل و دماغ کو جو صدمہ پہنچا اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں جب میرے باپ کی حالت درست ہو گئی تو میں اپنے والدین کو ساتھ لیکر دہلی آ گیا میں نے روزی کی بے وفائی سے متاثر ہو کر تمام عمر مجرد رہنے کی قسم کھائی تھی مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ فیروزہ کے ہتھیاروں کے سامنے مجھے پسپا ہونا پڑے گا۔ وہ برابر مجھے مسخر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر پرسوں ہی میں نے مجبوراً ہامی بھر لی۔ اور اگلے ماہ کے شروع میں ہماری شادی ہوگی۔ خدا سے دعا کیجئے یہ رشتہ مبارک کرے۔

سید محمود مورخ سب اڈیٹر منتل کال

سید ولایت حسین پرنٹر و پبلشر نے دلی پرنٹنگ ورکس میں چھپوا کر دلی سے شائع کیا۔

(محصول ڈاک بذمہ خریدار)

آپ دولتمند کس طرح بن سکتے ہیں

دنیا میں دولتمند بننے کی تمنا تو ہر شخص رکھتا ہے لیکن دولتمند بننے کے طریقوں سے لوگ ناآشنا ہیں۔ اگر آپ دولتمند بننے کے وہ سربستہ راز معلوم کرنا چاہتے ہیں جن کے ذریعہ ہر شخص دولتمند بن سکتا ہے تو مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ میں رکھیے۔ یہ کتابیں یورپ و امریکہ کی صدہا کتابوں کا عطر ہیں۔

معلومات تجارت

اس کتاب میں تجارت کے ذریعہ روپیہ کمانے کی مکمل تعلیم ہے، بلا سرمایہ کے تجارت کرنے کے عملی طریقے ہیں، یورپ و امریکہ سے تعلقات پیدا کرنے کے راز ہیں۔ اس کتاب کو خرید کر انسان ایک قلم اور دوات لیکر لاکھوں روپیہ پیدا کر سکتا ہے۔ قیمت دو روپیہ ۸؍

وسائل معاش

جو لوگ گھر بیٹھ کر یا ملازمت کی حالت میں ہزاروں روپیہ بچے ہوئے وقت کو کارآمد بنا کر پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اس کو خریدیں، یہ کتاب تیس سال کی محنت اور تجربوں کا نتیجہ ہے اس کتاب کی تدابیر مصنف کی آزمودہ ہیں۔ اس میں صدہا معاش کے وسائل ہیں قیمت ایک روپیہ ۸؍

فن اشتہار نویسی

یہ کتاب یورپ و امریکہ کی صدہا کتابوں کی روح ہے، اس میں اشتہار لکھنا، اشتہار دینا اور اشتہار کے وہ مؤثر طریقے درج ہیں جن کے ذریعہ سے لاکھوں روپیہ کمایا جا سکتا ہے۔ قیمت عمہ

اسرار صنعت

یہ ہندوستانی ماہر فن کی تصنیف ہے جس نے اپنے پچاس سالہ تجربات اس کتاب میں درج کئے ہیں اور کاروبار چلانے اور ترقی دینے کے لئے وہ وہ آسان طریقے اور راستے بتلائے ہیں کہ غریب سے غریب آدمی بھی تھوڑی محنت اور مختصر سرمایہ سے بہت جلد ایک کامیاب کاروبار کا مالک بن سکتا ہے۔ قیمت عمہ

مجمع الصنائع جدید صنعت و حرفت پر لاجواب کتاب ہے قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍

(نوٹ) محصول ڈاک ہر صورت بذمہ خریدار ہوگا۔

فن دوکانداری

اس کتاب میں کامیاب دوکانداری سے تجارت حاصل کرکے وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن کی مدد سے ایک معمولی دوکاندار چند دن میں بڑا تاجر بن سکتا ہے۔ قیمت

جامع الفنون

ہر قسم کی دستکاری، روغنیات، رنگ، عطر، صابون، ربڑ کی مہریں، مصنوعی جواہرات، دیاسلائی، برف، سوڈا واٹر وغیرہ بنانے اور طبع کرنے کے طریقے درج ہیں قیمت حصہ اول ۱۲؍ حصہ دوئم ۸؍

مرقع الوان

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں پورے طور پر رنگوں کی پیدائش، ماہیت اور اُن کے بنانے کا پورا پورا حال لکھا گیا ہے، اس میں ڈیڑھ سو سے زیادہ رنگ بنانے کے دیسی انگریزی یونانی اور جاپانی نسخے موجود ہیں، اور شناخت کے ۴۷ رنگوں کے نمونے چھاپ دیئے ہیں لکھائی چھپائی عمدہ قیمت عمہ

مالی پریشانی کا علاج

جب تمام معاش کی راہیں بند ہوں نہ آپ کو ملازمت ملتی ہو اور نہ تجارت ہی کی کوئی صورت نظر آتی ہو تو ایسی حالت میں کتاب کو پڑھیے جس کے مطالعہ کے بعد اگر آپ ملازمت چاہیں گے تو ملازمت مل جائیگی تجارت کرنا چاہیں گے تو آپ تجارت کر سکیں گے۔ صنعت حرفت کا اگر شوق آپ کو ہوگا تو آپ اس میں بھی کامیاب ہو جائیں گے چند دنوں میں مالی پریشانیاں دور ہو جائیں گی جس شخص کے پاس یہ کتاب ہوگی انشاء اللہ وہ مالی پریشانی کا کبھی شکار نہ ہوگا۔ قیمت ایک روپیہ عمہ

(نوٹ) ایک کارڈ لکھ کر کتب خانہ کی فہرست ذیل کے پتے سے مفت طلب کریئے۔

ایک ہفتہ میں موٹر چلانا سیکھ لیجیے

اگر آپ موٹروں کو درست کرنا اور چلانا سیکھنا چاہیں اور موٹر کے اس معاملہ میں درجہ کمال حاصل کرنا چاہیں کہ آپ ایک مکینیکل انجینیر سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوں تو **معلم موٹر** مطالعہ میں رکھیے، یہ کتاب صرف آپ کو ایک قابل موٹر ڈرائیور بنا دیگی، بلکہ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے موٹر انجینیر بن جائیں گے، موٹر کے علاوہ پرزوں اور انجنوں کی تصویریں بھی درج ہیں قیمت ۸؍

گھر بیٹھے انجینیری کی تعلیم

حاصل کرنے کے بعد اگر فن تعمیر کا ایک ماہر انجینیر بننا چاہتے ہیں تو آپ چند روز میں فن تعمیر کے کام میں اس قدر ماہر ہو سکتے ہیں کہ بڑے بڑے کامیاب انجینیر حیرت میں رہ جائیں۔ آپ ہر قسم کی بڑی بڑی عمارتیں کے اس فن کے جاننے کے بعد ٹھیکہ لیکر بھی لاکھوں روپیہ پیدا کر سکتے ہیں یہ سب کچھ آپ کو کتاب **فن انجینیری** کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ماہر فن تعمیرات کی رائے یہ ہے کہ آج تک اس سے بہتر کتاب اُردو میں اس فن پر شائع نہیں ہوئی، اس میں عمارتوں کے نقشے بنانے کے قاعدے ہیں اور فوٹوگرافی کی تعلیم بھی درج ہے۔ پیمائش و روغن بنانے بتائے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ

اقسام الطعام شاہجہانی

(معروف) **بخوان نعمت کلاں** جس میں تقریباً سات سو ترکیب ہندوستانی، انگریزی، ترکی، ایرانی کھانے، مٹھائیاں، مربے، اچار، چٹنیاں وغیرہ بنانے کی درج ہیں جو خاص مطبخ شاہجہانی و دیگر بادشاہوں کے باورچی خانوں کے کھانوں کی ترکیب ہیں۔ ان کے علاوہ اس کتاب میں بہت سے اطبائے یونان کے تیار کردہ مرکبات اور اصلی نسخہ جات صحیح کر دیئے ہیں جن کی خانہ داری میں ضرورت رہتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ

ملنے کا پتہ :- کتب خانہ علم و ادب بازار چتلی قبر (؟) الان دہلی

جوانی اور شادی کی مسرتیں حاصل کرنی ہوں

تو مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیئے ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرتیں بھی ہیں، عورتوں کے دلوں کو مسخر کرنیکی تدابیر بھی ہیں اور اس کے علاوہ صحت اور تندرستی کے قیام کے اصول بھی ہیں جس کے پاس کتابیں ہونگی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل کریگا۔

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جائیں گی شادی کے وقت عموماً دوستوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہے اگر آپ اپنے دوستوں کو ایسے موقعہ پر کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو صرف یہ کتاب دیجئے شب عروسی اصلی کتاب زندگی کا پہلا ورق ہے یا تکمیل نسائیت کے بام عروج کی پہلی سیڑھی ہے اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائیگا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہوگا کہ انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہیگی قیمت عہ ہے جو اس کے منافعہ پر سو مرتبہ صدقہ ہے محصول ۵ ر

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا وہ اب عام ہے اس کتاب میں رجوع الشیخ سے لذت شباب تک ہر حیثیت عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں ہوتی ہیں شاید وہ اس کے پاسنگ بھی نہ ہوں ارباب مفتش نے عورتوں کے دل میں روکھے ازت ہی لذت ثابت کی ہے اور اس طرح مرد کی قوت نہانی کو مزید طاقتور کرنے کے لئے نسخے لکھے اور ہزاروں گر بتلائے ہیں اس علاج کے سلسلہ میں حکایات وصل بیان ہوئی ہیں وہ صدہا معجونوں ماالھوم مقویات مدہن وغیرہ سے زیادہ مقوی ہیں قیمت عہ

سہاگن کا سہاگ

سات سہیلیوں کا جھرمٹ سات مست شباب لذیذ راتوں کی لذیذ داستانیں ان میں سب کچھ ہے جو تخیل کی لذت میں ہو سکتا ہے۔ سہیلیوں کی پُرلطف نوک جھونک محلات لکھنؤ کی خاص زبان سے شب عروسی کی داستانیں ازدواجی زندگی کے اہم ترین پوشیدہ راز غرضکہ کتاب سہاگن کا سہاگ دنیا کے تصنیفات میں اپنے طرز کی انوکھی کتاب ہے جسکو شادی کے جلسہ میں سات دلہنوں نے بیان کیا۔ بڑی لذت یاب اور پُرلطف کتاب ہے۔

قیمت ایک روپیہ محصول ۵ ر کل ۱ ۵ ر

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفریں لذت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تم اس کے حسن و جمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو۔ اولاد کی کثرت سے نہ صرف ملاحسن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے بلکہ غریب الدین کے لئے ان کی پرورش سوہان روح ہوتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق و لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائیگی اور یقین کے ساتھ اولاد کی پیدائش تمہارے لئے اختیاری ہو جائیگی قیمت عہ محصول ۵ ر

عورت بالتصویر

پھولوں کی سیج پر حسن کی رعنائیاں دیکھنے سے پہلے مجسمہ ناز کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہو جائے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ کتاب عورت پڑھ لیں اس کتاب میں یورپ امریکہ کی بہترین صنفی کتابوں کا عطر کھینچا گیا ہے عورت میں نسوانی زندگی کا مکمل فوٹو ہے عورت کے پوشیدہ اعضائے جسم، عورت کی فطرت، عورت کی زینت، عورت کے باغ حسن کی خوشہ چینی غرضکہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی بھی پوشیدہ بات ایسی نہیں جو اس کتاب میں نہ ہو دو سو کے قریب عکسی و قلمی تصویریں ہیں قیمت ۲ محصول ۷ ر

افشائے راز پنہاں

اُردو زبان میں سب سے پہلی کتاب ہے ایسی عجیب و غریب آپ نے اس دلچسپ موضوع پر شاید کوئی کتاب نہ سنی ہو گی۔ اس میں دو ہزار دو سو کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کے حالات خود ان کے قلم کے لکھے ہیں امریکہ کی ایک من چلی عورت نے یکجا کر کے کتابی صورت میں پیش کئے اور دنیا میں ایک ہلچل مچا دی۔ اب اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ قبل اس کے کہ یہ لوگوں کے مطالعہ میں جا سکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اس لئے جلدی منگا لیجئے۔

قیمت سوا روپیہ محصول ۱۰ ر کل ۱ ۱۰ ر

[illegible]

[illegible]

کیفِ مواصلت

ایک مست شباب نوجوان کے لئے لطف و مسرت اور لذت کیف ایک مرد اور جوان مرد کے لئے عورت سے مواصلت ہے یہی وہ کیف افزا مسرت ہے جس پر دنیا کی بقا کا مدار ہے قدرت کی اس وسیع دنیا میں ہزاروں ہستیاں ایسی ہیں جو صرف قانونی طریق پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے رہتے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار دیتے ہیں بات تو یہ ہے کہ اس کیف پرور شعبہ حیات سے صحیح لطف حاصل کیا جائے جو دوسرے ذی حیات عالم سے ما بہ الامتیاز ہو۔ یہ کتاب مواصلت کو اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں لذت ہی لذت ہے۔ قیمت صرف ۸ محصول ۵

شب نامچہ عروسی

ایک مست شباب دوشیزہ کا روزنامچہ ہے اور سہاگ کی چند راتوں کا وہ مصرف راز کیف انداز الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ پڑھتے پڑھتے سسکیاں بھرنے لگتے ہیں۔ یہ صرف چند الفاظ اور الفاظ کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ ازدواجی مسرت کے پوشیدہ و راز اسی کتاب سے معلوم ہوتے ہیں۔ اتنی دلچسپ اور صنفی معلومات سے پُر شاید ہی کوئی دوسری کتاب ہو۔ شب نامچہ عروسی میں لٹریچر کے پُر کیف نمونوں کے ساتھ ساتھ گیارہ عکسی فوٹو بھی ہیں تاکہ دل و دماغ کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی لطف اندوز ہوں قیمت عہ محصول ۵

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ شادی سے پیشتر کیا معلوم کرنا چاہتی ہے شادی کے بعد اس کے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے حسن و شباب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے اور دوشیزہ کی پُر کیف زندگی سے عیش و مسرت کی بہار کس طرح لوٹی جاتی ہے ان تمام باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری دیگا۔ ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ فوٹو بلاک کی دو دلچسپ حسین و جمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت دو روپے ۲

دُلہن کی ڈائری

ایک شوخ و طرار دُلہن کی آپ بیتی شب زفاف کا پُر کیف سماں، کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ دولہا میاں کی ہیبت، افشائے عشرت کی بے چینی، بے صبری کی جذبات بیتابی کے ظاہر سے پوشیدہ حالات کا انکشاف غرضکہ دلچسپیوں کا لاجواب تحفہ۔ قیمت صرف ۸

لذت النکاح

زن و شوہر کے تعلقات پر نہایت دلچسپ کتاب ہے جس میں جوانی اور اس کے جذبات کا مکمل کورس لکھا جا چکا ہے اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دولہن کو کیا کرنا چاہیئے اور اپنے ازدواجی تعلقات کا سلسلہ کیونکر بڑھایا جائے۔ قیمت ۸

دُلہنوں کی کانفرنس

سات دُلہنوں کی تنہا خلوت کی دلچسپ داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو صحیح صحیح رنگین شیریں الفاظ میں سنا سنا کے مسرور ہوئیں کا بیڑہ اٹھانی ہیں اور تعلیم و حقوق شوہر ہر ایک دلہن کی انوکھی سرگزشت ہے قیمت عہ

قانونِ مواصلت

عیش و نشاط کی زندگی کا رہبر اگر اس کتاب کی ہدایتوں پر عمل کیا گیا تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وقت سے پہلے آپ کی قوت میں کمزوری پیدا نہیں ہو سکتی اور شباب کی پوری کیفیت سے آپ لطف اٹھائیں گے اس میں مواصلت کی بابت تمام ضروری باتیں درج ہیں۔ قیمت ۸

عہدِ شباب

نوجوانوں کی رہبر کامل ناعاقبت اندیشی کے لئے مشیر آب حیات قوت رفتہ کی روک تھام از سرِ نو اس کی واپسی کی تدبیریں صنفی قوتیں اپنی حالت پر نہیں رہیں بلکہ اس میں اضافہ کی صورتیں نکالی گئی ہیں۔ طبی ہدایات اور تیر بہدف نسخوں کا لاجواب مجموعہ ہے۔ قیمت عہ

بہارِ عروس

یہ وہ کتاب ہے جس کو کنواری دُلہن نے اپنی سہیلی خیر دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی سرگذشت لکھ کر بھیجی ہے جو کتب چھاپ دی گئی اس میں بڑے پُر لطف، دلچسپ آیات ہیں۔ شادی پر پُر لطف مزید کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت ۸

ثمرۂ وصال

اس میں خلوت صحیحہ کی رسم ادا کرنے کے نہایت اچھے طریقے کوک شاستر وغیرہ سے اولاد کے حصول سے بہت لذت سے اولاد پیدا کرنے کے لئے بہت سے مجرب طریقے بتائے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی خلوت کے طریقے بھی سمجھائے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ

دولہا دولہن

یہ کتاب نئے شادی شدہ نوجوانوں کو نئی بیوی سے حقیقی لذت حاصل کرنا سکھائیگی اور ناتجربہ کاروں کو ناتجربہ کاری سے جو نقصانات پہنچ جاتے ہیں ان سے بچائیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مواصلت میں غیر معمولی لذت پیدا ہو جائیگی اس کتاب کی مجرب و عملی تدابیر معلوم ہونے کے بعد تمام عمر ممسک اور لذت افزا دوسری فضول دواؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ زدہ جواکیا ہے ذخیرہ ہے

عیش و نشاط

اس کتاب میں شادی شدہ حضرات کے لئے وہ تجارب ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد عیش و لطف کیف تن درستی، تندرست اولاد، عورت کی محبت اور شادی کی لذتیں چند دن کے مطالعہ کے بعد حاصل کی جا سکتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے ۱۴

زن و شوہر

یہ طلسمی کتاب شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی کو راحتوں سے لبریز کر دیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مرد عورت کی فطرت سے اس قدر آگاہ ہو جاتے ہیں کہ وہ عورتوں کو ہمیشہ گرویدہ رکھ کر بھی خوش رکھ سکتے ہیں قیمت ایک روپیہ عہ

نوٹ:۔ ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں ہمارے کتبخانہ سے صرف ایک کارڈ آنے پر کتبفہرست روانہ کی جاتی ہیں

مرد و عورت اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آخیر عمر تک زوجین تندرست رہیں گے اور انہیں وہ تجربے معلوم ہونگے جن سے شاید اسّی سال کے بوڑھے بھی ناواقف ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ

میاں بیوی یہ کتاب دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں زن و شوہر کے تمام تعلقات پر بحث کی گئی ہے اور ان تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جسے لوگ بیوقوفی سے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں قیمت عہ

ملنے کا پتہ۔ کتبخانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

(محصول ڈاک بذمہ خریدار)

آج کل کے مسلمان اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہیں

چونکہ اول تو مسلمانوں کو علوم عربیہ حاصل کرنے کا بہت کم موقعہ ملتا ہے جس سے مذہبی مسائل و نکات سے واقفیت ہو سکے [illegible] اردو میں ایسا مذہبی لٹریچر موجود نہ تھا جو اس کمی کو کما حقہ پورا کرے اس غرض سے مندرجہ ذیل کتابیں تالیف کی گئی ہیں تاکہ مسلمان اپنے مذہب کے نکات اور ارکان اسلام کے تمام مسائل سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر سکیں۔

عقائد الاسلام

مصنفہ علامہ محمد عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے عقائد کی کتاب جو قرآن و سنت اور [illegible] اور اس فن کی معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں اور زمانہ حال کی ضرورتوں کا لحاظ رکھ کر مخالفوں کے شبہات کا محققانہ جواب دیا ہے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک عہ

اسلامی تعلیم

فقہ اسلامی کی وہ مستند اور مقبول عام کتاب جو مفتی سید محمود الوری نے کمال محنت سے مرتب فرمائی۔ فقہ اسلامی کو آسان طرز ادا میں اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ جن لوگوں کے پاس یہ کتاب موجود ہے انہوں نے کسی مولوی سے فتویٰ لینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں اس کا شہرہ ہو گیا، اپنی آسانی کے لئے علمائے کرام بھی اسے زیر مطالعہ رکھتے ہیں آپ مسلمان ہیں تو مذہب سے واقفیت بھی ضروری ہے اور مذہب کی معلومات کے لئے یہ کتاب ازبس ضروری ہے۔ قیمت مجلد تین روپے محصول ۸؍

فلاح دین و دنیا

ہمارے اسلامی کتب خانہ کی برابر ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا جو ساٹھ اسلامی ضخیم کتابوں کی روح ہے اور جس میں دس ہزار سے زیادہ دینی اور دنیاوی مسائل ہیں جن میں ایک دنیا دار و دین دار کی دنیاوی اور دینی ضروریات کی ایسی کوئی معلومات نہیں ہے جو موجود نہ ہو۔ یہ کتاب ہندوستان جیسے غریب ملک میں بھی بیس ہزار روپے سے زائد کی فروخت ہو چکی ہے اس میں نہایت مکمل دینی تعلیم ہے جس گھر میں یہ کتاب ہے وہاں ایک زبردست عالم، ایک زبردست دنیادار اور ایک دانشمند فلاسفر موجود ہے قیمت مجلد چار روپے محصول دس آنہ ۱۰؍

مذہبی معلومات

نئی روشنی کے ایسے نامذہب و رسگا ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان تو کہتے ہیں، لیکن اسلامی تعلیم سے ناواقف ہیں اور جب ان سے مذہب کی ناواقفیت کا سبب پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اُردو میں ایسی کوئی کتاب ہی نہیں جو ہم کو مطمئن کر سکے اور کم سے کم وقت میں ہم زیادہ معلومات حاصل کر سکیں ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ مذہبی معلومات کا مطالعہ کریں جو تمام اسلامی تعلیم کی روح ہے جس میں صدہا مسائل درج ہیں جن کے معلوم کرنے کے لئے علماء کے دروازوں پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اس کتاب کو تجارتی اغراض کے لئے خواہ مخواہ ضخیم نہیں بنایا گیا۔ قیمت صرف بارہ آنہ ۱۲؍

تفسیر سورۂ یٰسین

یہ تفسیر اس زمانہ میں لکھی گئی ہے جو کہ بغاوت و طغیانی کا زمانہ ہے اور قدم قدم پر مذہب کے لئے عقلی دلائل مانگے گئے ہیں یہ تفسیر اس لحاظ سے بہت شاندار ہے کہ ہر بات کو معقول طریقہ پر سمجھایا ہے۔ یہ تفسیر علامہ عبدہ مصری کی تفسیر القرآن سے ماخوذ ہے اور ایسے عجیب و غریب پیرایہ میں مذہب کے اعمال کو ذہن نشین کیا گیا ہے کہ بالآخر ملحد بھی ایمان لے آتا ہے صرف تفسیر کے لحاظ سے بھی یہ تفسیر بہت اہم ہے اور ایک ایک واقعہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے گویا بہت سی تفاسیر کا عطر ہے اس کتاب میں نفس رسالت پر بھی بہت ہی پر لطف بحث ہے قیمت

البیان فی علوم القرآن اُردو

اس کتاب میں اسلام کے ہر مسئلہ کو مدلل پیرایہ اور فلسفیانہ رنگ میں سمجھایا ہے اور غیر مذاہب کے مسلمہ توہمات اور فرقہ باطلہ کی مکمل تردید آپ کو اسی کتاب میں مل سکتی ہے مصنفہ مولانا عبد الحق صاحب حقانی دہلوی حجم ۸۶۴ صفحات۔ قیمت چار روپے

تسخیر القلوب

کیا کوئی دل ہے جس پر آپ قابو چاہتے ہیں؟ خواہ وہ دل کسی کا ہو مرد کا ہو یا عورت کا ہو، خاوند کا ہو، بیوی کا ہو، حاکم کا ہو دوست کا ہو آشنا کا ہو چھوٹے کا ہو بڑے کا ہو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ آپ اس پر قابو حاصل کر لیں گے اگر آپ تسخیر القلوب منگا کر جو اس میں عمل لکھے ہیں اس کے عامل بن جائیں احباب کا مسخر کرنا، حاکم کو مطیع کرنا، آقا و افسر پر قابو پانا، مقدمات کا حسب منشا فیصلہ کرانا اس کتاب کے عامل کے لئے ایک معمولی بات ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍ محصول ۴؍

سیرت باقی

سالار نقشبندیہ حضرت خواجہ غریب نواز حضور خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ بخاری کی مفصل شرح سوانح عمری حضرت خواجہ کے تمام خلفاء کا تذکرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی روحانی تعلیم تزکیہ نفس کے سہل طریقے مجرب اوراد و وظائف حضرت خواجہ غریب نواز کی صوفیانہ قرآن حکیم کی تفسیر پڑھنی چاہتے ہو تو سیرت باقی کا مطالعہ کرو جس کے مصنف جناب پیرزادہ سید عزیز حسن بقائی دہلوی ہیں قیمت ۸؍ محصول ۴؍

تذکرۃ الاولیائے ہند اُردو

کفرستان ہند میں سات سو اولیائے ہند تو ایسے ہیں جن کا حال اس کتاب میں ہے جس میں حالات و کرامات کے ساتھ اقوال اولیا کا وہ خزانہ بھی شامل ہے جو شاید ہی مل سکے۔ یہ کتاب اپنی جگہ خود صاحب تصرف ہے کیونکہ ایک ہندو پریس نے اس کو پہلے نہیں چھاپا اور اس کتاب کے ذریعہ مالا مال ہو گیا۔ یہ کتاب مسلمانوں کے مطالعہ کے لئے ہے تو ان کے دل و دماغ معرفت الٰہی سے منور ہوں گے قیمت للعہ

فالنامہ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے احسن طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کر لیا کریں تاکہ اس کا انجام اگر ٹھیک نہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جا سکے اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب استخارہ کلاں کا ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ قرأۃ الانبیا، فالنامہ پیغمبران، فالنامہ اولیائے کرام، فالنامہ غوث الاعظم، فالنامہ دیوان حافظ، مثنوی شریف شامل کر دیا ہے، یہ فالنامہ بہت قابل قدر ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍ محصول ڈاک ۴؍

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

تفسیر حقانی اردو کامل آٹھ جلد

(مصنفہ فاضل اجل علامہ مولانا مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی محدث دہلوی)

یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں چھپی ہوئی ہے جس میں مذاہب کے حالات اور عالم آخرت کے اسرار اور شریعت کی مصطلحات کے متعلق محققانہ بحث کی گئی ہے۔ یہ تفسیر مع اصل متن مستند اور معرکۃ الآرا مشہور تفسیر ہے اور ستر سال سے اسلامی دنیا میں مقبول خلائق ہے۔ اس تفسیر کی مختصر خوبیاں یہ ہیں کہ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کا محققانہ مدلل پیرایہ میں جواب دیا گیا ہے۔ اس تفسیر سے معمولی اردو داں سے لیکر علماء تک مستفید ہوتے اور بچے بوڑھے جوان مرد و عورت سب لوگ پڑھ سکتے ہیں۔ طلبا اور علماء کے لئے اس تفسیر میں علمی مباحث کے وہ دریا بہائے گئے ہیں جن کی شناوری ہر مباحث و مناظر کے لئے ضروری ہے علم تصوف اور مسائل روحانیت کو ایسا کشف فرمایا ہے کہ ذوق سلیم رکھنے والا صوفی منش انسان بیتاب ہو جاتا ہے۔ اصل کا اصلی متن جلی قلم سے لکھا گیا ہے تفسیر اردو عام فہم نہایت سلیس بامحاورہ روایات صحیح ربط آیات ترتیب شان نزول ساتھ ساتھ قصص و واقعات جملہ مسائل وغیرہ سب باتیں اس تفسیر میں درج ہیں۔ اگر آپ عالم، واعظ، محقق، مناظر و صوفی بننا چاہتے ہیں تو تفسیر حقانی ملاحظہ فرمائیے جس کی مجموعی قیمت پچیس روپے علاوہ محصول ہے اور ہر جلد کی علیحدہ علیحدہ قیمت یہ ہے پہلی جلد دو روپے پانچ آنہ سے آٹھ جلد تک فی جلد چار روپے علاوہ محصول ڈاک کے۔ اگر ڈاک کے ذریعہ منگاتے ہیں تو قریباً محصول ڈاک خرچ ہوتا ہے اس لئے ریل کے ذریعہ منگائیے۔ پانچ روپے پیشگی آنے پر روانہ کی جائیگی۔

خواب نامہ صدیقی

آپکے خواب کی تعبیر کیا ہے، یہ بات دریافت کرنے کیلئے آپ کس قدر مشوش رہتے ہیں۔ جب آپ کے گرد و پیش کوئی صحیح تعبیر بتانے والا نہیں ملتا اور تو لاکھوں میں کوئی ایک آدھ ایسا کامل ہو جو صحیح تعبیر کرسکے اس لئے اگر آپ خواب کے مضر و مفید اثرات معلوم کرنا چاہیں تو خوابنامہ صدیقی پاس رکھئے اس میں خواب کی قسمیں تابل و طرفان تعبیر خواب دونوں کے اثرات پیٹ کی خرابی فلسفہ خواب اور خواب کے متعلق صدہا مضامین ہیں قیمت ۱۲ علاوہ محصول

درس معاشرت

مایہ ناز افسانہ پرداز کے نیرنگیت عبرت خیز دلچسپ اور سبق آموز افسانوں کا دلکش مجموعہ ہے ہر ایک افسانہ اسلامی طرز معاشرت کی بولتی تصویر ہے افسانہ کے پیرایہ میں مسلمانوں کی نہایت مؤثر الفاظ میں اصلاح رسوم کی اصلی تعلیم دی گئی ہے کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت ۱۶۰ صفحے قیمت باوجود اتنی خوبیوں کے صرف آٹھ آنہ رکھی گئی ہے۔

سیّدہ کا لال

اس شاہ ٹریجڈی علامہ راشد الخیری کا لکھا ہوا شہادت نامہ جس کے فرضی اصلاحی قصے پڑھنے سے دل ہل جاتے ہیں اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کا واقعہ شہادت تو اپنی جگہ خود ہی بجد الم انگیز ہے اب اس تصور کیجئے کہ یہ درد انگیز حالات جب علامہ کے قلم سے لکھے گئے ہوں تو ہے کوئی سخت سے سخت دل انسان جو اس کا دعویٰ کرے اس کتاب کا ایک ہی باب بلا روئے پڑھ لیگا۔ یقین فرمائیے کہ خونریزی کربلا پر یہ کتاب پہلی اور آخری ہے جو شخص بلا روئے کتاب ختم کرے وہ دام واپس لے لے قیمت ڈیڑھ روپیہ محصول ۷؍

یوسف و ناہید

اسلامی تاریخ کا ایک دردانگیز واقعہ جس میں مسلمانوں کی سرفروشی کے ساتھ ساتھ حسن و عشق کی بھی داستان ہے اس سے دلچسپ ناول شاید ہی آپ کی نظر سے گذرا ہو قیمت ۱۲

کلید مراد

دُعائیں مانگنے اور مرادیں حاصل کرنے کے طریقے کلام اللہ اور احادیث سے اخذ کرکے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸؍

پیام خیام

خمکدۂ تصوف کے چھلکتے ہوئے ساغر آج ہی نہیں بلکہ برسوں سے بادہ کشان تصوف کے لئے کیف انداز ہیں آج وہ نئے ساقی کے ہاتھ سے تقسیم ہو رہے ہیں۔ یہ خیام کی رباعیاں اور ان کی دلنواز شرح ہے، مشرق کے اس سب سے بڑے فلسفی نے ایک ایک رباعی میں پوری کائنات تصوف بھر دی ہے اور صحیح معنوں میں کوزہ میں دریا بند ہیں۔ خیام کی رباعیاں وہ رباعیاں ہیں جن کو ہر ولایت میں شوق کی نگاہوں سے دیکھا اور وہ مشہور ہوئیں کہ ہر زبان میں فخر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ یہ کتاب اردو کی سب سے بلند پایہ شرح اور سب سے زیادہ مقبول ہے قیمت ۱۲

عملیات

اس وقت تک عملیات کو غیر مستند کتابوں نے بدنام کر رکھا تھا، اس کتاب میں پانچسو سے زیادہ ایسے مستند اعمال، اشغال اور عملیات ہیں جو اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے زیر عمل رہے ہیں۔ اس میں فن کی حیثیت سے عمل پڑھنا نقش لکھنا اور تمام اعمال کے متعلق ضروری باتیں درج ہیں قیمت تین روپے

حکایات الصالحین اردو

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی عمدہ عمدہ حکایتیں ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸؍

معلومات نماز

نئی تشریحات کے ساتھ بالکل نئے انداز میں نماز کو بہترین عبادت ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اگر صحیح معنوں میں نماز پڑھی جائے تو وہ انسان کو بہترین انسان بنا دیتی ہے۔ عنوان چند یہ ہیں۔ مذہب اسلام، عبادت، حکمت احکام عبادت کے منافع، ثمرات عبادت، ثمرات دنیا، ثمرات آخرت، تارک نماز، فضیلت نماز، نماز کے طبی فائدے امتیازی عبادت، مقصد نماز، نفلی عبادت، نماز کے وقتوں کا قرآن سے ثبوت، بے نمازیوں کی کہانیاں، نماز قرآن میں اس کے بعد تمام نمازوں کا بیان ۱۶۰ صفحات قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍

اسلام کے شیر سپاہی

یہ مفید اور اہم کتاب مصنف کی تاریخ بینی کا نتیجہ ہے کہ جس قوت وہ اپنے سحر طراز قلم سے اسلام کے بہادر سپاہیوں کے محیر العقول مجاہدانہ کارنامہ کو بیان کرتے ہیں تو بزدلوں کے دل میں بھی اسلامی بہادری کا جذبہ پیدا کرکے موجیں مارتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مسلمانوں میں اتحاد کی ایک غیر فانی لہر پیدا ہو جائیگی وہ خانہ جنگی کے طوق لعنت کو گلے سے اتار کر پھینکدیں گے۔ قیمت آٹھ آنہ ۸؍

ملنے کا پتہ: کتب خانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

دلچسپ لٹریچر

شعروں کی ڈکشنری

اس کتاب میں یہ خوبی رکھی گئی ہے کہ عاشقانہ، عارفانہ، ناصحانہ، دینی و دنیوی غرض ہر قسم کے اشعار بہ حساب مضمون درج ہیں متعلق اس کے تحت میں پندرہ مضامین بیت ہی باموقع، پرمعنی، دلچسپ اور کام کے اشعار ہیں جو خط و کتابت اور تحریر میں، لیکچر، وعظ میں روزانہ گفتگو میں بڑی خوبی سے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ قیمت حصہ اول ۱۰ر حصہ دوم عہ حصہ سوم ۱۲ر

قطعات و رباعیات

یہ کتاب علم مجلس کا چوتھا حصہ ہے۔ اس کتاب میں حقیقت و معرفت، عبرت و نصیحت، مذاق و ظرافت کے مضمون پسند پہلو سجائے گئے ہیں۔ قیمت عہ

چٹکیاں گدگدیاں

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے لطیف ظریفانہ مضامین کا مجموعہ ہے اور قابل دید ہے۔ قیمت ۱۲ر

میاں بیوی کے خطوط

اس کتاب میں ایسے مؤثر خطوط لکھنے کی تعلیم دی گئی ہے جن میں میاں بیوی کی سچی محبت کا اظہار ہو۔ قیمت

دولہا دلہن کے خطوط

اس کتاب کو پڑھ کر میاں بیوی ایک دوسرے کو ایسے دلچسپ مؤثر اور محبت میں ڈوبے ہوئے خطوط لکھ سکتے ہیں جو شاید بڑے بڑے انشاء پرداز بھی نہیں لکھ سکتے۔ قیمت ۸ر

قبروں کے غیبی نوشتے

یہ اردو زبان میں بالکل نئی چیز ہے اس میں خواجہ صاحب نے دنیا کے مشہور اچھے اور برے لوگوں کی قبروں کے نئے خیالی کتبے قلمبند کئے ہیں جو نہایت پراثر اور عبرت انگیز ہیں۔ قیمت دو آنہ ۱۲ر

(ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیں)

میاں بیوی کی لڑائی بند

اب ہندوستان میں میاں بیوی نہیں لڑیں گے کیونکہ ایک نہایت رنگین اور باتصویر کتاب میاں بیوی کی باتیں شائع ہوگئی ہے اس میں تین سے زیادہ دستانہ چھیڑ چھاڑ کے چٹکلے درج ہیں کہ میاں بیوی دونوں کے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ جائیں گے۔ قیمت آٹھ آنہ ۸ر

تصویر خیال

عدم سے ہستی کی طرف سفر، زندگی کی کشمکش، دنیا کی نظر فریب دلچسپیاں، موت کے بعد کی کیفیت، دوزخ، اعراف اور جنت کے موجودہ فلسفہ کے مطابق نظارے دیکھنے ہوں تو تصویر خیال ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت ۸ر

جو چاہو گے ہو جائے گا

مصیبت سے نہ گھبراؤ اور پریشانی کے وقت استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دو اس بزرگ ذات سے ناامید نہ ہو ہمت کرو آگے بڑھو جو چاہو گے ہو جائیگا، پریشانیاں دور ہونگی اطمینان قلب حاصل ہوگا بشرطیکہ تم آیۃ الکرسی کا عمل پڑھنا جانتے ہو کیونکہ آیۃ الکرسی کا عمل وہ زبردست عمل ہے جس میں آسمانی قوتیں پوشیدہ ہیں اگر تم بھی آیۃ الکرسی کا عمل پڑھنا چاہتے ہو تو عطائے قدسی پڑھو۔ قیمت ۸ر

جنت کا سفرنامہ

اس میں مشرق کے چند سیاحوں نے نہایت مفصل طور پر جنت کے پوشیدہ رازوں کا انکشاف کیا ہے اور جنت کی دلکشی اور دلفریبی کے تمام حالات درج کر دیئے ہیں نہایت دلچسپ و نتیجہ خیز کتاب ہے۔ قیمت ۱۰ر

دوزخ کا سفرنامہ

اس میں مغرب کے اور مشرق کے متعدد سیاحوں نے جہنم میں پہنچکر وہاں کے رازوں کو طشت از بام کیا ہے اور بتایا ہے کہ جہنم میں رہنے والے کس طرح زندگی گذارتے ہیں، اور جہنم کے سفر کی ابتدا کیونکر ہوتی ہے اس کے علاوہ جہنم کے تمام پوشیدہ رازوں کا انکشاف کر دیا گیا ہے۔ قیمت چھ آنہ ۶ر

مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے

یہ وہ حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے کہ اس کو پڑھ کر آپ کی آنکھوں سے بہت بڑا پردہ اٹھ جائیگا اور آپ موت کے تمام رازوں سے واقف ہو جائیں گے۔ یہ کتاب تمام روحانی تحقیقاتوں کا بہترین عطر اور صدہا مشرقی و مغربی فلاسفروں کے طویل تجربات کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد پھر آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب نہایت عمدہ۔ قیمت ۱۲ر

مشاطہ

یہ نادر و نایاب کتاب اردو زبان میں پہلی تصنیف ہے۔ یہ عورتوں کے لئے اسم بامسمیٰ مشاطہ کا کام دیتی ہے۔ اس میں ایسی بیش قیمت تدابیر بتائی گئی ہیں جن پر عمل کرکے ایک بدصورت عورت حسینوں میں شمار ہو سکتی ہے۔ آرائش جسمانی کے تمام طریقے سکھائے گئے ہیں۔ جا بجا قیمتی مجرب نسخے بھی لکھے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ

کیا آپ کو بات کرنی آتی ہے

اگر آپ خدانخواستہ تقریر کی جادو بیانی سے محروم ہیں اگر آپ کی گفتگو شیریں نہیں ہے اگر آپ کی گفتگو لوگوں کے دلوں کو تسخیر کرنے کی قوت نہیں رکھتی، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں جادو کا اثر ہو تو کتاب فن خطابت کو ملاحظہ فرمایئے اور اس کی ہدایتوں پر عمل کیجئے اور پھر دیکھئے کہ آپکے الفاظ طلسم بن جائیں گے آپ کی گفتگو میں انتہا درجہ کی شیرینی پیدا ہو جائے گی ہر محفل میں لوگ آپ کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ آپ کی جادو بیانی عزیزوں کے حلقہ ہی تک محدود نہیں رہیگی بلکہ آپ ہزاروں کے مجمع میں بھی بیدھڑک تقریر کر سکیں گے۔ قیمت ۸ر

امراء کی مجلس میں

گئے تو بہت مہاراج کے دربار میں موجود مگر تحیر در باؤ دلربا، آفت جاں، شاہد جاناں کی بزم طرب میں بیٹھے مگر ساکت کیوں اس لئے بولنا نہیں آتا تھا، سینکڑوں پھبتیاں اڑیں بیسیوں فقرے چست ہوئے مگر منہ میں زبان تھی نہ بولا کیا آداب مجلس منگا کر پڑھئے، ایسا انداز تکلم پیدا ہو کہ آپ کا ایک ایک فقرہ قند مکرر ہو جائے، ہر مجلس میں بیٹھنے کا لطف آ جائے اور ہر محفل میں آپ کی آؤ بھگت ہونے لگے۔ قیمت ایک روپیہ عہ

ملنے کا پتہ: کتبخانہ علم و ادب بازار چوڑی والان دہلی

آپ کی دعائیں قبول نہیں ہوتی

اس لئے کہ آپ دعا مانگنے کے طریقوں اور آداب سے ناواقف ہیں اگر آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے واقف ہو جائیں تو آپ کی دعا قبول ہو گی اور ضرور ہو گی اس لئے کہ قرآنی دعائیں پڑھئے اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے کے بعد بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں غریبوں کو افلاس سے نجات مل جاتی ہے مقروض قرضہ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ ہدیہ آٹھ آنہ ۸/

آپ سے کون خفا ہے؟

کیوں منانے سے نہیں منتا! آپ کسے اپنا مطیع اپنا فریفتہ اپنا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں، خواہ کوئی عورت ہو مرد ہو کوئی بوڑھا ہو کوئی آقا ہو کوئی حاکم ہو آپ کا مطیع و مسخر ہو سکتا ہے اگر آپ اس محبت خوب طلسمی کتاب عمل تسخیر کو ملاحظہ کریں اور اس کی ہدایتوں پر عمل فرمائیں ہر عمل کی ترکیب نہایت آسان ہے قیمت آٹھ آنہ

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے اس میں صرف تین چھوٹے چھوٹے لفظ تجویز کر دیئے ہیں اُن سے جس بحر کی تقطیع کر لو۔ پس اگر آپ شاعر بننا چاہتے ہیں تو کتاب فن شاعری منگائیے۔ قیمت ۸/

غزلیات علم مجلسی کے پانچویں حصہ میں غزلیات ہیں مگر وہ غزلیں جو ہزاروں لاکھوں غزلوں میں انتخاب کی گئی ہیں۔ قیمت ۸/

فن تسخیر دلوں کو مسخر کرنے والے اخلاق و آداب سکھانے والی کتاب۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

فن تقریر۔ تقریر اور گفتگو کرنے کے مفید اصول ۸/

اولاد کی تربیت بچوں کو بری عادتوں سے بچانے اور اُن کے اخلاق و عادات درست کرنے کے لئے ایک عمدہ کتاب۔ قیمت ایک روپیہ

بیوی کے فرائض عورت پر بیوی بننے کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا صاف اور مشرح بیان۔ قیمت ۸/

فیضان قدسی آیۃ الکرسی کے فضائل و اعمال ۸/

طوفان زندگی نہایت مفید دلچسپ اخلاقی افسانے قیمت ۱۲/

صدائے صور

مسلمانوں کو خدا ترس پابند مذہب بہادر طاقتور تعلیم یافتہ باکار اور متمول بنانے والی اصلاحی کتب۔ قیمت ۱۲/

تصویر معاشرت نہایت مفید عبرت خیز اصلاحی افسانے قیمت ایک روپیہ ۱/

زندگی کی صبح و شام دلآویز اصلاحی افسانے قیمت ایک روپیہ ۱/

بکھرے ہیرا قصہ کے پیرایہ میں تبلیغ قیمت ۱۲/

قتل بہرام ایک پُر اسرار قتل کی حیرت انگیز حالات ۹/

نیلا بے گنجد ایک نہایت دلچسپ رنگین افسانہ ۱۲/

دہ درویش۔ دس درویشوں کی نہایت دلچسپ سرگذشت ۱۲/

تصانیف مصورِ غم علامہ راشد الخیری!

آمنہ کا لال۔ اردو زبان میں واقعات کی مستند کتاب ۱۲/

سیدہ کا لال۔ سادات کی مصیبت کی داستان ۵/

صالحات۔ ایک لڑکی کی سوانح عمری ۱/

شب زندگی۔ مسلمان عورتوں کی مشہور کتاب قیمت ۱۲/

نسوانی زندگی۔ چار سبق آموز نتیجہ خیز افسانے قیمت ۸/

جواہر قدامت دو بہنوں کی جگر خراش کہانی قیمت ۱۲/

طوفان حیات قبر پرستی پیر پرستی رسوم کی پابندی کے خلاف معرکۃ الآرا تصانیف قیمت ایک روپیہ ۱۲/

تمغہ شیطانی نہایت دلچسپ نتیجہ خیز ۸/

ستونتی ایک شریف بیوی کا قصہ جو اپنے کارناموں سے حیرت میں ڈال دیگی ۸/

مودۃ محروم وراثت لڑکی کا درد و غم بھرا سبق آموز قصہ ۸/

انگوٹھی کا راز تین مختلف الخیال لڑکیوں کی دلچسپ کہانی ۸/

تفسیر عصمت خلع و ارتداد پر مشتمل فسانہ نہایت نصیحت خیز ۵/

منازل ترقی۔ ترقی کی دھن لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں انسان کیا کر بیٹھتا ہے قیمت ۴/

بیچہ کا کرتہ ایک عاشق زار بدنصیبوں کی ناکام محبت ۴/

ڈیڈیا کی سرگذشت یورپین میاں بیوی کے تعلقات ہو بہو فوٹو کھینچ دیا ہے قیمت ۴/

بیلہ میں میلہ قدرت کی ماری شہزادیوں کی جگر دوز داستان ۸/

جوہر عصمت سبق آموز درد انگیز نتیجہ خیز افسانہ ۸/

سیلاب اشک۔ نہایت رلانے والا سبق آموز عبرتناک افسانہ پیرا فسانہ با تصویر۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲/

طوفان اشک۔ دل ہلا دینے والے مختصر افسانے ۱۲/

سدرہ و قفس۔ درد انگیز غم بھری کہانیاں ۱۲/

گرفتار قفس۔ اس کی نظر کی مجموعہ ۴/

نوبت پنج روزہ۔ یاد دلانے والا مرثیہ ۱۲/
اور غدر کے حالات۔ قیمت

الا ثق خفی۔ نہایت پُر لطف قصہ سننے سے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ قیمت صرف چھ آنہ ۶/

نانی عشو۔ اس قدر دلچسپ افسانہ کہ ختم کئے بغیر نہ چھوڑیں

امین کا دم واپسیں۔ بیدہ خاتون کے عنت بیگم شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قیمت ۴/

قلب حزیں۔ ۲۳ دل آویز مختصر مضامین نظم و نثر

وداع خاتون۔ محترمہ خاتون آرم کی جوان مرگی پر

گلدستہ عید سبق آموز افسانوں اور مضامین کا مجموعہ خاص رمضان اور عید کی کتاب قیمت ۸/

شہید مغرب۔ طرابلس مراکش اور ہندوستان میں مسلمانوں کی خون کی ندیاں۔ قیمت ۱۲/

عروس کربلا میدان کربلا کے دردناک حالات دل کے پرزے اڑا دینگے

دُر شہوار۔ ایران سیستان کی شہزادی کی سرگذشت

محبوبۂ خداوند تسخیر طرابلس کے مسلمانوں کا جوش ایمانی عیسائی راہب کی سیاہ کاریاں قیمت دو آنہ ۲/

منظر طرابلس۔ مذہبی پیشوا کے ناپاک کارنامے حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمانوں کی فتوحات ۸/

شہنشاہ کا فیصلہ۔ عہد عباسی بغداد کا دلدوز افسانہ ۴/

سودائے نقد۔ جوان لڑکی کی شادی کرنے کے دردناک نتائج ۵/

[illegible]

ملنے کا پتہ کتب خانہ علم و ادب محلہ چوڑی والان دہلی

تصانیفِ قاری سرفراز حسین عزمی

طوائفوں کی پراسرار زندگی کے زبردست خبردار کرنے والے نہایت دلچسپ خلاف ناول جن کو پڑھ کر نوجوان لڑکے چوکنے ہو جاتے ہیں، بزرگ اپنی اولادوں کی اصلاح کر سکتے ہیں، بیویاں خاوندوں کی بے توجہی کے اسباب سمجھ جاتی ہیں اور رنڈیاں نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں یہ دس ناول ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

شاہد رعنا - ایک دیرینہ طوائف کی خود نوشت سوانح عمری قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ　عہ/

سعید - ایک مسلمان اور ایک ہندو کے حسن و عشق کی داستان　۸/

سعادت - دہلی کی ایک مشہور تعلیم یافتہ طوائف کے نہایت دلچسپ حالات - قیمت آٹھ آنہ　۸/

سرابِ عیش - طوائف سے نکاح کرنے کے عبرتناک نتائج　۸/

سراب عیش - ایک شریف گھر اور ایک طوائف کو نکالنے کا راز　۸/

انجامِ عیش - پاکیزہ زندگی اور آوارگی کے مختلف پہلو　۸/

بہارِ عیش - ایک ڈیرہ دار طوائف کی توبہ　۸/

خمارِ عیش - قیمت آٹھ آنہ　۸/

تصانیفِ ضیاء الملک ملا محمد رموزی

شفاخانہ - ملا رموزی صاحب کے ان دلکش مضامین کا مجموعہ ہے جس میں بخار کھانسی، زکام، مراق، آپریشن، غنودگی اور درد دل کے عنوانات سے ان امراض پر وہ ہنسانے والے مضامین ہیں جو اردو میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ گلابی اردو کا دیباچہ خاص چیز ہے صفحات ۲۰۰ عہ/

عورت ذات - یہ کتاب ملا رموزی کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ محققانہ اور علمی ظرافت کا نمونہ ہے۔ اس میں تمام دنیا کی بیویوں کے مقابل ہندوستان کے کل طبقات کے میاں بیوی کے مکمل حالات اس انداز سے لکھے ہیں کہ پڑھئے اور حقیقی ظرافت پر وجد کیجئے صفحات ۴۴۴ قیمت عہ/

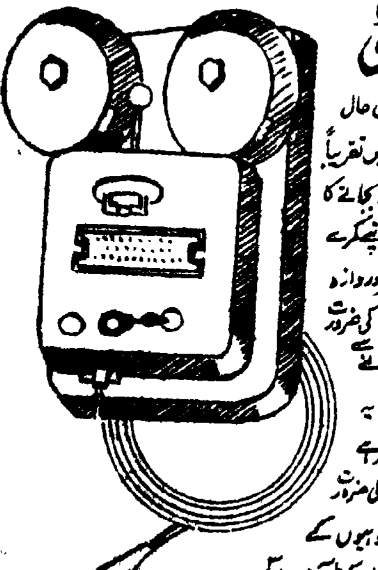
لاٹھی اور بھینس - غم افسردگی رنج اور پریشانی کو معدوم کر کے مسرت خوشی اور لطف سے بھر دینے والی کتاب۔ ملا رموزی نے جو بھینس خریدی ہے اس کا تفصیلی قصہ ہے جس میں عورتوں کی عجیب غریب زندگی کا نقشہ پیش کیا ہے صفحات ۱۴۴ - قیمت عہ/

زندگی سے رنج و غم دور کرنے، مسرت و شادمانی پیدا کرنے والی کتاب ہے

ان کے علاوہ

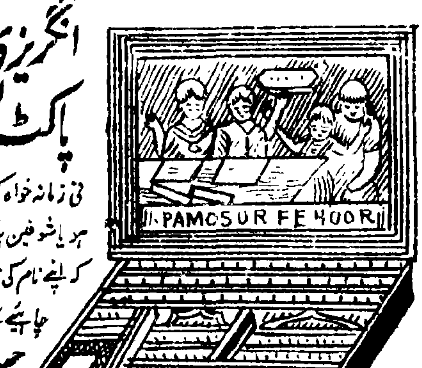
جملہ تصانیف - سر سید، مولوی ذکاء اللہ، مولانا حالی، علامہ سر اقبال، سید سلیمان ندوی، عبد السلام ندوی، مرزا سجاد بیگ دہلوی، مولوی نذیر احمد، مولوی بشیر الدین احمد، خلیقی دہلوی، فراق دہلوی، مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی، ملا رموزی، نیاز فتحپوری، منشی پریم چند، سید حسن، عظیم بیگ چغتائی، خواجہ حسن نظامی، ڈاکٹر سعید احمد بریلوی، سید ظہیر احمد دہلوی، علامہ مضحک دہلوی، شوکت تھانوی، انصار ناصری، بی اے، محمد حسین آزاد، علامہ شبلی نعمانی، مولوی عبد الحلیم شرر اور **جملہ مطبوعات انجمن ترقی اردو**، دار المصنفین، مکتبہ جامعہ ملیہ، ساقی بک ڈپو، کتب خانہ مطبع مجتبائی دہلی، لکھنؤ، کانپور، لاہور، مصر وغیرہ غرضیکہ مشہور مصنفین کی تمام مستند عربی، اردو، فارسی وغیرہ کتابیں ہم سے بکفایت مل سکتی ہیں۔ ہمارے کتب خانہ کی فہرست مفت طلب کیجئے۔

منیجر کتب خانہ علم و ادب دہلی



نو ایجاد گھنٹی

یہ خوشنما، پائیدار گھنٹی حال ہی میں آئی ہے، جس میں تقریباً دس گز لمبا تار اور گھنٹی بجانے کا ربڑ کا آلہ لگا ہوا۔ گھنٹی اپنے کمرے میں لگا دیجئے اور آپ باہر دروازہ پر آنے والے کو چیخنے پیٹنے کی ضرورت نہیں صرف ربڑ کا آلہ دبانے سے گھنٹی زور سے بجنے لگی۔ یہ ہر شخص کے لئے کارآمد چیز ہے اور اس گھنٹی میں نہ بجلی کی ضرورت نہ بیٹری کی باوجود اتنی خوبیوں کے قیمت صرف تین روپے آٹھ آنہ ۸/ع



انگریزی حروف کا پاکٹ پریس

فی زمانہ خواہ کوئی کاروباری ہو یا شوقین ہر شخص کا خیال ہوتا ہے کہ اپنے نام کی مہر ضروری ہونی چاہیئے، لفافہ کارڈ بھی چھپا ہوا ہونا چاہیئے مگر یہ سب سامان چھپوانے میں دقت ہوتی ہے دوسرے خرچ زیادہ ہوتا ہے، ان ضرورتوں کو یہ پاکٹ پریس پورا ہو سکتا ہے اس کے حروف خوبصورت اور صاف ربڑ کے بنے ہوئے ہیں جو برسوں کام دیتے ہیں۔ پریس نمبر ۱ جس میں چھوٹے بڑے حروف معہ ہندسہ کے ساڑھے تین سو ہوتے ہیں۔ مع ضروری سامان کے ۲/



ڈیٹ پرنٹر یعنی تاریخ چھاپنے کی مہر

اس مہر میں تاریخ، مہینہ اور سنہ وغیرہ تراش کر بہت عمدگی سے آویزاں کئے گئے اور اس پہیے کو گھما کر جو سنہ اور تاریخ چاہیں چھاپ سکتے ہیں



بجلی کا جیبی لیمپ

بہ نہایت خوبصورت اور بڑا کارآمد ہے - کھٹکا دباتے ہی فوراً بجلی کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے - ہر جگہ سیر شکار میں پاس رہنا چاہیئے بہت اچھی روشنی دینے والا ۲/

ملنے کا پتہ: - ایس، ڈبلیو، اشرف اینڈ کو چوڑیوالان اسٹریٹ دہلی

شاہی دربار مرشد آباد و بنگالہ کا ایک نادر تحفہ

طلائے وصال

اطبائے بنگالہ و دربار مرشد آباد کے ہمراہ باہ کے متعلق ایک نسخہ کی بنیاد پر ایک نادر الوجود طلا تیار کیا گیا ہے جس میں قیمتی جزار کا ایک بیش بہا جزو ہے۔ اور چند روز استعمال سے کھوئی جوانی واپس آ جاتی ہے۔ دہلی کے مطبوں میں بارہا استعمال کرنے کے بعد اب دہلی سے باہر پبلک کیلئے بھی پیش کیا جاتا ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں شباب کی لذتوں کو کھو دیا ہو غیر فطری حرکات کے باعث پوشیدہ جذبات کو سرد کر بیٹھے ہوں عضو مخصوص میں کجی۔ ڈھیلا پن اور سستی ہو بیوی سے شرم معلوم ہوتی ہو۔ شادی کے نام سے کانپتے ہوں۔ عقل و ذہن دے چکے ہوں چہرہ بے رونق ہو اور حیوانی قوت فنا ہو گئی ہو۔ انکے لئے یہ نادر الوجود شاہی طلا پیام حیات ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے (عہ) علاوہ محصول ڈاک

وزیر اودھ کا حیرت انگیز طلسم

حب عیش افزا

محبوبۂ حیات سے لطف اندوز ہونیمیں اگر عیش کی گھڑیاں طول کھینچ جائیں تو شباب کا صحیح لطف آ جاتا ہے معتمد ولہ نواب آغا میر مرحوم وزیر اودھ کے قلمی بیاض سے تیار کیا گیا ہے اور کئی پراسرار چیزیں مزید شامل کر کے ایسی حیرت انگیز اور طلسمی چیز تیار کی گئی ہے کہ قوت باہ کی جملہ خرابیاں دور ہو جاتی ہیں مادہ خون کی پیدائش اور اعضائے رئیسہ میں حرارت غریزی ترقی سے عیش و سرور شباب بڑھ جاتا ہے کہ مدت العمر تک لطف فراموش نہیں ہو سکتی۔ حد ہے کہ خود خوبان جمال کے لب نازک سے تعریفی جملے سننے میں آئے ہیں۔ پوشیدہ قوتوں کی ترقی صحت بخش۔ قدرتی اور دائمی امساک کی دوا ہے وزیر اودھ کو ایک طویل عرصہ کے تجربہ اور تلاش کے بعد یہ نادر چیز دستیاب ہوئی تھی قیمت مکمل خوراک تین روپے (عہ) علاوہ محصول ڈاک۔

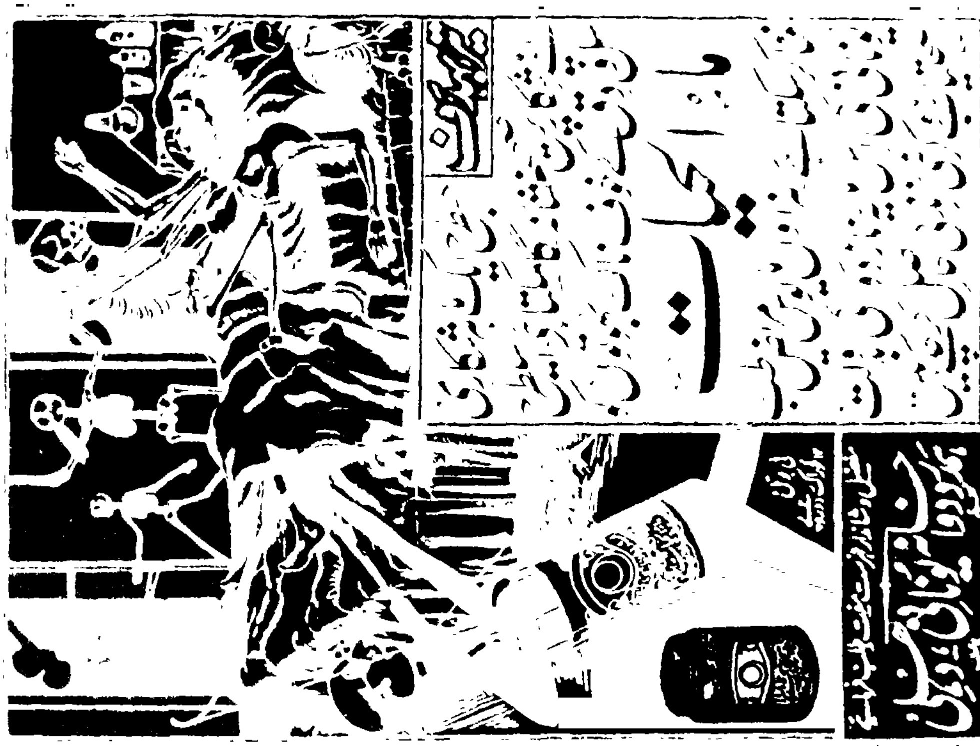
پورا سیٹ۔ اگر "طلائے وصال" کے ہمراہ حب عیش افزا کا استعمال کر لیا جائے تو دس بارہ روز میں وہ حیرت انگیز نتائج پیدا ہونگے۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ مکمل سیٹ دونوں دواؤں کے منگا پر قیمت پانچ روپیہ (صہ) علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

شباب دواخانہ | بازار پائیوالاں جامع مسجد دہلی

REGD. No. L. 3248





Printer and Publisher :—

SYED WILLAYAT HUSAIN, JAMA MASJID, DLEHI.

Cover Printed at the Calcutta Art Press, Delhi.

فنون اور ڈراموں کا واحد مصور ماہنامہ

شاہجہان

دہلی

مدیر مسئول
رشید وصی اشرف
دہلوی

مدیر اعزازی
شاہد احمد بی اے آنرز
دہلوی

دارالاشاعت
جامع مسجد دہلی

کھرپا بہادر

چغتائی صاحب کے مخصوص طرزِ تحریر کا تازہ ترین شاہکار

نہایت ہی پر مذاق اور مضحک انگیز پلاٹ ہے۔ مصنف اپنے شوخ اور مذاقیہ طرزِ بیان کے ساتھ ساتھ لنکران اعظم کے محلوں کے جگمگاتے کمروں میں عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں کے ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھاتے گا۔ بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرزِ بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا چڑھا ہے۔ کھرپا بہادر کو پڑھکر آپ شتہ کے دربار حرامپور کو بھول جائیں گے۔ بہترین لکھائی چھپائی فوٹو بلاک کا رنگین سرورق اور قیمت ان تمام خوبیوں کے بمقابل بالکل مفت۔ یعنی صرف ایک روپیہ (عہ) مجلد عہ محصول ڈاک ۵ر

کولتار اس کے بعض حقے ہنسانے والے اور یقینی ہنسانے والے اور بعض پر اسرار ہیں۔ قیمت ۶ار

وہمپائر ایک دوشیزہ کی عصمت ریزی کا عجیب و غریب درد انگیز و مضحکہ خیز قصہ قیمت .. ۶ار

شریر بیوی ایک شوخ لڑکی کی داستان جسکو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ قیمت ..... عہ

فل بوٹ حسن و عشق کا بیحد دلچسپ مختصر ناول جذبات و تاثرات کا دل آویز مرقع قیمت ... عہ

روح ظرافت صحیح معنوں میں ظرافت کی روح ہے آٹھ نہایت دلکش افسانوں کا مجموعہ مجلد عہ

مرزا جنگی لکھنو کی پرانی تہذیب اس دلآویز ڈرامہ میں دیکھکر ہنستے ہنستے لوٹ جائیں قیمت ۱۲ر

دیکھا جائیگا شائقین کے بیحد اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ قیمت خوبصورت جلد کی عہ

روح لطافت جذبات لطیف کی روح ہے

آٹھ بیحد دلچسپ و عبرت انگیز افسانے عہ

جنت کا پھول یہ افسانہ بھی اس قدر پسند کیا گیا ہے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا ہے۔ قیمت ۶ار

تفویض ایک گریجویٹ خاتون کی شادی ایک مسجد کے ملا سے ہو جاتی ہے اس کے عجیب و غریب نتائج ۵ر

قرآن اور پردہ آیات قرآنی کے حوالوں سے بتایا گیا ہے صحیح پردہ کیا ہے اور رسمی پردہ کیا ہے۔ قیمت .... عہ

حدیث اور پردہ صحیح احادیث کے حوالوں سے پردہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ نہایت ضروری کتاب .... عہ

نجمہ نوری مصنفہ انصار علی صاحب ناصری۔ ماں کی ماستا سے متعلق ایک دلدوز تمثیل جس کو پڑھکر آپ اپنے آنسو نہ روک سکیں گے قیمت۔ ۱۲ر

چندرہ موہنی مصنفہ انصار علی صاحب ناصری۔ حسن و عشق کی داستان مگر پاک محبت کے لطیف جذبات عہ

حسرت ناک انجام قیمت ..... عہ

چار چاند مصنفہ ناصر نذیر فراق دہلوی مرحوم کا مجموعہ مضامین دلی کی ستھری ستھری بول چال کا اعلیٰ نمونہ قیمت ۱۲ر

سلمیٰ مترجمہ انصار علی صاحب شہرہ آفاق ادیب آسکر وائلڈ کی مشہور تمثیل کا لاجواب و کامیاب ترجمہ قیمت ۵ر

اخوان الشیاطین مصنفہ مرحوم علامہ مضحک افضل حسین صاحب چشتی۔ سات سائنٹفک افسانوں کا مجموعہ بیحد دلکش مجموعہ۔ آپ کے مطالعہ کے بعد رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ قیمت ...... عہ

تعلیم زدہ بیوی مصنفہ فضل حق صاحب قریشی۔ اس ڈرامہ کو پڑھکر آپ اپنی ہنسی نہ روک سکیں گے۔ عبرت انگیز انجام قیمت ۱۲ر

ید قدرت مصنفہ علامہ [illegible] صاحب دہلوی کی ایک [illegible]

ملنے کا پتہ۔ کتب خانہ علم و ادب نیا جامع مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشاہدات

شاہجہاں کی روز افزوں ترقی و پبلک کی قدر دانی ۔ ۔ ۔ نی الحال ہم نظریں شاہجہاں سے مستورہ لینا چاہتے ہیں کہ زیادہ

ہم جس قدر بھی مسرور ہوں کم ہے ۔ یہ ترقی اور قدر ۔ ۔ ۔ اس کو پسند کریں گے کہ شاہجہاں موجودہ ضخامت

اسکے ایسے مضامین کی وجہ سے ہے ۔ ۔ ۔ اور موجودہ چندہ کافی ہے یا چالیس

دیکھیں گے کہ ہندوستان ۔ ۔ ۔ صفحے ہموار کا ڈھلے

کے بہترین اہل قلم ۔ ۔ ۔ اور اس کے چندہ

شاہجہاں کی قلمی اعانت ۔ ۔ ۔ میں صرف ۔ ۔ ۔ کا اور

کرتے ہیں ۔ ہماری طرف ۔ ۔ ۔ اضافہ کر دیا جائے!

کہ یہ وعدہ ہے کہ ۔ ۔ ۔ یہی جائے گی

شاہجہاں کی جس قدر ۔ ۔ ۔ سالانہ کے اس کا

قدردانی کی جائیگی ۔ ۔ ۔ چندہ ۔ ۔ ۔

اسیقدر اسکی خوبیوں ۔ ۔ ۔ کر دیا جائے ناظرین

میں اضافہ ہوتا جائیگا ۔ ۔ ۔ شاہجہاں کی ۔ ۔ ۔

زیر نظر اشاعت ۔ ۔ ۔ ہے کہ اپنی رائے

ہم نے شاہجہاں کی ۔ ۔ ۔ سے مطلع فرمائیں ۔

کتابت اور دیدہ زیبی ۔ ۔ ۔ کیونکہ کثرت رائے

کا خاص اہتمام کیا ہے ۔ ۔ ۔ سے اس کا فیصلہ

آئندہ کیلئے ہمارا ارادہ ۔ ۔ ۔ کیا جائے گا۔

ہے کہ شاہجہاں کی ۔ ۔ ۔ **شاہجہاں کا**

ضخامت میں بھی آٹھ ۔ ۔ ۔ **خاص نمبر**

فہرست مضامین

صفحے کا اضافہ کر دیں کیونکہ اکثر حضرات کا تقاضہ ہے کہ ایک مہینہ میں کم از کم چالیس صفحے کے افسانے اور ڈرامے دئے جائیں خواہ اس کے لئے چندہ میں اضافہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے ۔ یہ تجویز ابھی زیر غور ہے اور شاہجہاں کے خاص نمبر سے (جو جنوری ۳۵ء میں شائع ہوگا) اگر مناسب سمجھا گیا تو اس پر عمل کیا جائے گا

جنوری میں شاہجہاں کا "خاص نمبر" شائع ہوگا جس کی ضخامت معمولی پرچے سے کم از کم دوگنی ہوگی ۔ اسکے لئے نہایت پاکیزہ افسانے اور ڈرامے فراہم کئے جا رہے ہیں ۔ رنگین اور سادہ تصاویر سے اسکی زیب و زینت میں اضافہ کیا جائیگا ۔ یہ لائق قدر خاص نمبر مستقل خریداروں کی خدمت میں مفت پیش کیا جائیگا ۔ اسلئے اپنے احباب کو بھی شاہجہاں کی ...

پروانہ

رات کا وقت تھا بارش ہو رہی تھی میں پلنگ پر لیٹا "بانگِ درا" دیکھ رہا تھا۔ کمرے کے دروازے تو سب بند تھے لیکن ایک کھڑکی کھلی تھی۔ اس وقت پانی سے بھیگی ہوئی ہوا بہت پُرلطف معلوم ہوتی تھی پتوں پر پانی کی بوندیں گرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ کہیں باجا بج رہا ہے۔ اور پھر بادل کی گرج اور بجلی کی چمک جو ہر دو چار منٹ بعد اس کھڑکیوں میں سے عیاں ہوتی تھی۔ بار بار توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیتی تھی۔ پھر کالی کالی رات خاموشی اور تنہائی نہ جانے کس قسم کے خیالات دل میں پیدا ہوتے ہونگے۔

کھڑکی کی راہ سے دو پتنگے کمرے میں گھس آئے اور آتے ہی لیمپ کا طواف کرنے لگے اور اتفاق سے میں بھی اس وقت حضرت علامہ اقبال کی وہ نظم جس کا عنوان "شمع و پروانہ" ہے پڑھ رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ مشرق کے اس فلاسفر اور شاعرِ اعظم نے غالباً کسی اسی قسم کے منظر کو دیکھ کر یہ دلآفریں اشعار لکھے ہوں گے۔

میں کتاب چھوڑ کر ان پروانوں کا تماشہ دیکھنے لگا۔ کمرے میں اور بھی کئی چیزیں رکھی تھیں میز پر لیمپ تھا ایک گلاس میں دودھ بھی رکھا تھا ایک رکابی میں دو چار گریں گری بھی پڑے تھے۔ اور ایک مکھی کمبخت ان گریں گریوں پر بیٹھی تھی۔ اس حرص و ہوس کی بندی کو رات بسر کرنے کیلئے بھی میٹھی چیز ہی پسند آئی تھی۔ لیکن یہ پروانے کسی دیوانے کی طرح شمع کے گرد گھوم رہے تھے۔ اور میں دل میں سوچ رہا تھا کہ

پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع پیار کیوں
یہ جانِ بے قرار ہے تجھ پر نثار کیوں

لیکن میں سوز و گداز کا یہ لطیف فلسفہ سمجھنے سے بالکل قاصر تھا کہ آگ تو انکے لئے پیامِ موت ہے۔ اور انہی جیسی ایک ننھی سی مکھی اس سے دور بیٹھی ہے۔ لیکن جانے ان کے دل میں کیا سمائی ہے جو اس طرح اس پر تصدق ہو رہے ہیں۔

میرے دیکھتے دیکھتے یہ دونوں پروانے گرمی کی شدت سے کچھ بیتاب ہو کر روشنی کے سامنے بیٹھ گئے کبھی کبھی اپنے تار سنبل سے لطیف تر پروں کو اُٹھاتے لیکن پھر خود بخود نیچے گر جاتے۔ جانے کسی دیوانے کی طرح جان بھی محبوب کے رُخِ رخشاں پر ہی قربان ہو کر دینا چاہتے تھے۔

میں بیٹھے غور سے دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا میرے جی میں جو آئی تو صراحی سے ٹھنڈا پانی لیکر قلم کو اس میں ڈبو دیا اور ان تفتہ جانوں کے سر پر ایک ایک قطرہ ٹپکا دیا۔ دونوں نے اپنے ننھے ننھے سے سر ہلائے اور پانی کا قطرہ انکے سروں پر سے لڑھک کر نیچے گر گیا۔ اب پھر ان دونوں نے پروں کو حرکت دی۔ ہر اوپر کو اُڑ کر نیچے بیٹھ جاتے تھے۔ یہ مشق تھوڑی دیر جاری رہی۔ یکبارگی دونوں پر تول کر میز پر سے اُٹھے اور پھر شمع کا طواف کرنے لگے۔ گلوب گرم تھا لیکن دونوں اس سے اس طرح چمٹ جاتے جیسے مدت کے بچھڑے ایک دوسرے کو بھینچ بھینچ کر ملتے ہیں۔ پھر تپش کی تاب نہ لا کر اُٹھتے اور پھر چکر کاٹنے لگتے۔

جانے مجھے کیا سوجی کہ میں نے لیمپ بجھا کر ایک موم بتی روشن کر دی۔ دونوں گلوب سے لگے بیٹھے تھے۔ شمع کو دیکھتے ہی تڑپ کر آئے اور اسکے رُخِ آتشیں پر تصدق ہونے لگے۔ دونوں مستوں کی طرح رقص کر رہے تھے اور لذتِ بوس و کنار کے لئے جان سے بھی بیپروا نظر آتے تھے آخر ایک نے عاشقِ صادق کی طرح محبوب کے رُخِ آتشیں کا بوسہ لیکر زندگیِ جاوداں حاصل کر لی۔ ادھر یہ محبت کا متوالا جلکر گرا اور ادھر دوسرا اپنے محبوب سے جا لپٹا اور راکھ ہو کر وہیں رہ گیا۔

میں پلنگ پر گھٹنوں کی ٹیک لگائے بیٹھا جانفشانی اور سرفروشی کا یہ جگر سوز منظر دیکھ رہا تھا۔ شمع جل رہی تھی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور دونوں طرف سے پروانے شمعدان کے پاس اس طرح پڑے تھے جیسے کبھی زندگی سے آشنا ہی نہ ہوئے تھے۔ شمع کی اس طرح تمام ہو کر پھیل پڑی تھی۔ اور میں دل میں حیران ہو رہا تھا کہ کیا محبوب کی شدت جل مرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے یہ دونوں تو بیان پر جھک کر جل مرے لیکن شمع کو بھی کچھ احساس ہے یا نہیں۔ یا اس کی نگاہیں دونوں لذت خواب سے آشنا ہو چکے ہیں۔

میں نے ایک آہ بھر کر پھر ایک بار پلنگ پر نگاہ ڈالی تو سب سے پہلے یہ شعر میری نظر پڑی:۔

تا شعلۂ عشق در دل غیرت چیدہ است ۔۔۔ ہر شمع کشتہ در چشم لمحہ دیدہ است

ایم اسلم

عشق کی کرشمہ سازیاں

ایک بلبل نوگرفتہ، سرد و گرم زمانہ ناچشیدہ، نا دیدہ محبت نا آزمودہ۔ ریعان شباب کی مدہوش کن شراب سے بدمست عشق کی ناز اداؤں سے بے خبر ایک غنچۂ نورس و نوشگفتہ کے سامنے میں آ کر اپنے بیقرار دل کو تسکین دینے اور عاشقی میں طلب اور تمنا بیتاب کے جنون حسرت کی سے مغلوب ہو کر اضطرارانہ داستان عشق و محبت اپنے درد ناک و دلسوز لہجے میں بیان کرنے لگا۔۔۔ غنچے نے دیکھا اور سنا۔۔۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنی رسوائی کا خیال کر کے بلبل کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔۔۔ تھوڑی دیر دم بخود زمین کو تکتا رہا اتنے میں نسیم بہار اسکے پاس سے گذری اور غنچے نے اپنی ناز آفریں اور معصومانہ اداؤں کے ساتھ اس سے کچھ کہا۔ بلبل کو یہ ادا پسند نہ آئی اور اس نے اس ناز کو غنچے کے عجب و تکبر پر محمول کیا۔ غرور سمجھا۔ جل کر بولا۔۔۔۔ ع : ناز کم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت۔

غنچہ کسن یہ سنکر بے تحاشہ ہنس پڑا اور بولا ہاں بلبل! تو نے بالکل درست کہا۔ تیرا حکیمانہ کلام ذرا بھی غلط نہیں لیکن خدارا ذرا تو سوچ لیا ہوتا کہ دربار حسن میں اتنی جرأت آزمائی اور بارگاہ ناز میں یہ سخت کلامی کہاں تک زیبا ہے۔ ع : ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نہ گفت۔

کیا اتنے تیرا عشق خام ہے؟ کیا ابھی تک تیرا درس محبت نامکمل ہے؟ بیشک تیری طرح معشوق صفت عشق کا بار اٹھانے کی سزاوار نہیں۔۔۔ آج تو نے عشق کو رسوا کر دیا اور محبت کی پاکدامنی پر بدنامی کا دھبہ لگا دیا۔۔۔ جا اب محبت کو بھول جا۔۔۔ عاشقی کا نام اس منہ سے نہ لے اور کچھ دنوں اس فن کو پروانے کے پاس جا کر سیکھ، اس عاشق بے پروا سے درس محبت لے جو رات بھر صرف شمع کی خاطر آتش زیر پا رہتا ہے اور اپنا تن، من، دھن ایک نمائشی مگر ایک دلفریب شعلے پر خاموشی کے ساتھ بھینٹ چڑھا دیتا ہے، حالانکہ وہ بھی تیری طرح اس ناخواہ آتش کی لابقائیت پر تیقن رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ آفتاب درخشاں کی نورانی کرنیں اقطاع عالم پر منتشر ہونے سے پہلے اس کو بھی جام فنا پلا دیا جائے گا۔ وہ بھی اپنی نوری زندگی کھو بیٹھے گا۔۔۔۔۔۔" یہ کہتے کہتے غنچہ پژمردہ ہو کر گر پڑا اور نسیم اس کی نازک و نرم پنکھڑیوں کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر اڑ گئی ـــــ بلبل نے ایک آہ کی اس کے سینے میں ایک آگ بھڑک اٹھی۔ ایک دھواں آسمان کی طرف بلند ہوا اور چند منٹ کے بعد دیکھا گیا کہ بلبل کی بجائے وہاں پر صرف تھوڑی سی راکھ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ جس کو باد تند کے جھونکے اڑانے کے لئے جا رہے ہیں۔۔۔۔

سروپ رانی نگار

ایک ایکٹ کا ڈرامہ

رتن جمالی

افرادِ تمثیل

رتن ... ایک ہونہار ادیبہ جمالی کی نئی نویلی دلہن

جمالی ... رتن کا مہذب شوہر

منظر: ڈرائنگ روم ... زمانہ: حال

جمالی۔ (ترکیا ممنونی ہو) کہ ہم دونوں مل کر ایک کتاب لکھ سکتے ہیں — یقینی [illegible] ... تو یہ کہتا ہوں کہ اس [illegible] کے لیے تجویز کیا ہوں۔

رتن۔ کیوں۔ یقیناً ہم دونوں مل کر کتاب لکھ سکتے ہیں۔ تو پھر اس کام کو فوراً ہی شروع کر دینا چاہیئے۔ میں نے ایک بہت عمدہ چھوٹا سا پلاٹ سوچ رکھا ہے۔ اگر تمہیں کوئی عذر نہ ہو تو میں ہیروئن کی خصوصیات بیان کرنی شروع کر دوں۔ وہ —

جمالی۔ (سر تسلیم خم کرتے ہوئے) واہ واہ! کیسا اچھا خیال ہے۔ ہیرو میرے ذمہ رہے گا۔ ٹھہرو ذرا میں بھی غور کر لوں — وہ خوش اطوار، خوش گفتار ... خیال ہوگا ... [illegible] ہوگی۔ [illegible] سکتے ہیں۔

رتن۔ (طنزیانہ انداز میں) ہاں مگر زیادہ عمر بھی نہ ہونی چاہیئے۔ بس ایک نوجوان شریف زادہ جس پر زندگی بہت ہو کیونکہ میری ہیروئن ایک نہایت خوبصورت لڑکی ہے، اور لڑکی بھی ومنیں کی — بس یہ سمجھو کہ آج کل کی جولیٹ —

جمالی۔ مگر —

رتن۔ (جوش سے) اور اسے کسی محفل رقص میں دیکھتے ہی تمہارے ہیرو کو اس سے محبت ہو جانی چاہیئے۔

جمالی۔ مگر میں نے سوچا تھا —

رتن۔ (ناراض ہوتے ہوئے) بس دیکھا جمالی تم ایک خوشگوار داستان شروع ہونے ہی کھٹر رہے ہو۔ میں نے یہ سمجھنے میں غلطی کی کہ ہم دونوں مشترک طور پر اس کام کو کر سکیں گے۔

جمالی۔ (رحمت سے) میں تو صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ جولیٹ ومنیں کی رہنے والی نہیں تھی بلکہ ورونا کی۔

رتن۔ (بے پروائی سے) ٹھیک تھی۔ یہ کس نے کہا کہ نہیں تھی؟ لیکن اس سے ہمیں مطلب کیا۔ میری ہیروئن کا نام تو سینا ہوگا۔ جولیٹ نہیں۔ تمہیں یاد ہے وہ گیت ڈولی زیٹی کا جس کا عنوان "سنا تا سیتا ہے"؟ بس وہ گیت تمہارا ہیرو گاتا ہوگا۔

جمالی۔ مگر وہ گیت تو ڈولی زیٹی کا نہیں ہے۔

رتن۔ (پہلو بدل کر) پھر وہی! دیکھو تم میری کہانی کو برباد کیے جاتے ہو۔ اس سے ہمیں کیا مطلب کہ وہ گیت کس کا ہے؟ شاید ضوسا کا ہوگا۔

جمالی۔ (ہنسی روکتے ہوئے) میری پیاری رتن! اس قدر غلطی باتیں مت کرو۔

رتن۔ (غمناک لہجہ میں) تم نے خواہ مخواہ دخل در معقولات دیکر میرے ذہن سے ساری باتیں اتار دیں۔ ایک بات بھی تو ٹھیک یاد نہیں رہی۔ اچھا اب تم بتاؤ اپنے ہیرو کی خصوصیات، وہ کیا کرتا ہوگا؟

جمالی۔ ہاں! اب تم نے اصل کام کی بات چھیڑی ہے۔ میرا

ہیرو، میں پہلے ہی بتا چکا ہوں، خوش ملزاج، خوش گفتار اور آزاد خیال ہے، وہ شکار کھیلنے اپنے دوست کے ساتھ پہاڑیوں میں جاتا ہے، دوست اُس کا پُرانا ہم جماعت ہے اور اُس نے آپ کی زندگی بھی ایک موقع پر بچائی ہے ——

رتن۔ (خائف ہوکر) بابا! ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہمارے ہیرو کا نام بابا! اس قدر سڑیل نام ہمارے ہیرو کا ہرگز نہیں ہو سکتا میرا یہ خیال تھا کہ ہم اُس کا نام الکسس رکھیں گے۔

جمالی۔ (استقلال سے) سُنو تو سہی رتن! بابا کے نام ہی سے ایک ایسے شخص کی تصویر ذہن نشین ہو جاتی ہے جو بڑا ہی خوش مزاج ہو، ہر دلعزیز ہو، پھرتیلا ہو، غرض وہ سب کچھ ہو جو کہ میرا ہیرو ہے۔

رتن۔ (سرد مہری سے) ہاں اگر تم کو اس قسم کی گھٹیا باتیں ہی پسند ہیں تو شوق سے یہ نام رکھو مگر مجھے یہ کہنے کی اجازت دو کہ میری ہیروئن ایسے بیہودہ انسان کے ساتھ ایک لمحہ بھی نہیں گذار سکتی۔ اس کے علاوہ میں تم کو یہ بھی جتا دوں کہ پہاڑی شکار گاہیں وطن میں نہیں ہیں۔

جمالی۔ (خوش ہوکر) اس سے تم پریشان نہ ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے وطن لوٹتے ہوئے وہاں پہاڑیوں میں بھی چلا جائے۔ کوئی یہی ہوتا بھی ہے کہ باپ ایک دم سے بستر مرگ پر پڑ جاتا ہے، لڑکے کو تار دے کر بلاتا ہے تاکہ اپنے اکلوتے بچے سے مرنے سے پہلے مل لے۔

رتن۔ (مشکوک لہجے میں) ہاں ہو سکتا ہے —— مگر کیا تم یہ مناسب سمجھتے ہو کہ ایک شریف زادہ جو خیالات کے لحاظ سے بھی شریف ہو، ایسی حالت میں کہ اُس کا باپ دم توڑ رہا ہو، رقص و سرود کی محفلوں میں ایک حسینہ کے ساتھ خوش فعلیاں کرتا پھریگا؟

جمالی۔ (جلدی سے) بیشک ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن خیر، باپ کی بجائے میں اس کے ایک کھوسٹ ماموں کو بیمار ڈالدونگا۔

پھر میرے ہیرو کے طرزِ عمل پر کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔

رتن۔ (مصر ہوتے ہوئے) غرض کچھ بھی ہو، اس کا نام کچھ اور ہونا چاہیے۔

جمالی۔ (ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے) مجھے افسوس ہے کہ تمہیں اس کا نام پسند نہیں ہے۔ لیکن میں بھی اسے ترجیح دوں گا کہ ہماری ہیروئن کا نام ——

رتن۔ (جوش سے) اس کا نام بدلنا! نہیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً عقل و ہوش والے انسان کو بھی اس کے نام پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لوسیا! کس قدر شیریں اور پیارا نام ہے! مگر جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں، تمہارے ہیرو کا نام ضرور بدلا جانا چاہیے۔ اگر تمہیں الکسس پسند نہیں ہے تو "گشن" کیسا رہیگا؟

جمالی۔ (تیز ہوکر) اگر دنیا میں کوئی ایسا نام ہے جس سے مجھے نفرت ہے تو وہ "گشن" ہے۔

رتن۔ (نرم پڑتے ہوئے) برائے مہربانی ناراض نہ ہو۔ میں نے تو صرف ایک تجویز پیش کی تھی۔

جمالی۔ (مزاج پر قابو پاکر) خیر تو اس کا نام "الکسس" ہی رہنے دو —— مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہاں تو آگے چلئے —— بابا —— میں بھولا، الکسس —— لوسیا کو دیکھتے ہی اُس پر ہزار جان سے عاشق ہو جاتا ہے۔ اور اس سیاہ زلفوں والی خوبصورت لڑکی کو بھول جاتا ہے جو اُسکے وطن میں اُس کی منتظر ہے اور قسم کھاتا ہے کہ ——

رتن۔ (مایوسی سے) مگر مجھے تو اس کا علم نہیں تھا کہ اُس کی بات کہیں اور ٹھیری ہوئی ہے۔ اور میری ہیروئن تو ایسے ہرگز نہیں پسند کرتی کہ کسی لڑکی کے عاشق کو اُس سے چھین لے۔

جمالی۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ بابا —— میں بھولا، الکسس —— نے اپنے لڑکپن میں ہی کسی عزیزہ سے دل لگا لیا ہوگا اور اب اپنی بیوقوفی پر پچھتاتا ہے۔

رتن۔ (حقارت سے) اگر تمہارے ذہن میں ہیرو کا یہی معیار ہے تو میرا ہیرو تو ویسا ہو نہیں سکتا۔ لکسس اپنی صنف کے لئے کلنک کا ٹیکا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر نہایت ہی تعجب ہوتا ہے کہ تم ایسے کیسی طبیعت کے انسان کی طرفداری کرتے ہو۔

جمالی۔ (معذرت کرتے ہوئے) لیکن جب وہ لوسیا کے خوشنما سنہرے بال چمکتے ہوئے دیکھتا ہے تو اپنے دل پر قابو نہیں رکھ سکتا۔

رتن۔ (خفگی سے) خوشنما سنہرے بال! تمہارا مقصد سُرخ بالوں سے ہے — وینس والوں کے بال سُرخ ہوتے ہیں۔

جمالی۔ (مسکرا کر) سب کے بال تو سُرخ نہیں ہوتے رتن۔

رتن۔ (تن کر) ان سب سے تم سے کیا تعلق ہے خیر تم آگے چلو۔

جمالی۔ معاف کرنا اب تو تمہاری باری ہے۔

رتن۔ (مسرت سے) بہت اچھا۔ نہایت خوشی کے ساتھ۔ ہاں تو ایک حسین شب کو ——

جمالی۔ جون میں۔

رتن۔ (تیزی سے) اگست میں —— ایک حسین شب کو جبکہ مُحیّر العقول سناٹا سطح آب پر چھایا ہوا تھا لوسیا نے اپنے بالا خانہ پر سے جھک کر ایک سُرخ گلاب اپنے منتظر عاشق کے قدموں میں پھینکا۔ خوبصورت جوان گیدو ویئی نے اُسے جھپٹ کر اُٹھایا اور ایک پُر جذبات بوسہ اُس پر ثبت کیا۔ اُس کی ہر پنکھڑی پر ثبت کیا ——

جمالی۔ (تعجب سے) مگر تم تو اصل قصہ سے ہٹ کر خدا جانے کہاں پہونچ گئیں۔

رتن۔ (طنز انداز میں) گیدو ویئی تو لوسیا کا قریبی رشتہ دار ہے — کیا مضائقہ ہے اگر لوسیا کا ایک چچا زاد بھائی بھی ہو، علاوہ آگسٹس کے — میرا مطلب الکسس سے ہے۔

(ترجمہ)

جمالی۔ (یقین کیساتھ) یہ کتاب قطعی ناکامیاب رہیگی۔

رتن۔ برخلاف اسکے میں اسے کامیاب بنانا چاہتی ہوں۔ خیر تم آگے تو سنو۔ گیدو ویئی لوسیا سے التجا کرتا ہے کہ اسکے ساتھ فرار ہو جائے اور لوسیا کو ترغیب دلا کر اپنے مقصد میں کامیاب ہونے ہی والا ہوتا ہے کہ ایک کشتی قریب آتی ہے اور الکسس جو لوسیا سے دیوانہ وار محبت کرتا ہے اور اپنی منسوبہ کو قطعاً فراموش کر چکا ہے —— کشتی میں سے اترتا ہے اور اس محبت کرنے والے جوڑے کو چونکا دیتا ہے۔ الکسس نسبتاً زیادہ عمر کا ہے اور کچھ اتنا زیادہ خوبصورت بھی نہیں اور پھر اس میں وہ پُر اسرار شے مفقود ہے جسے استقلالِ حواس موسوم کیا جاتا ہے —— محب و محبوب کو دیکھکر پلٹتا ہے اور واپس جانا چاہتا ہے مگر گیدو ویئی اُسے پیچھے سے پکڑ لیتا ہے اور ——

جمالی۔ (پُر جوش ہو کر) یہ ناقابل برداشت ہے۔ میرے بدنصیب ہیرو کو اس قدر ذلیل کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، تمہیں اسکا ہرگز اختیار نہیں ہے۔

رتن۔ (ایک دم سے تیز ہو کر) یہ سب تمہاری غلطی کا نتیجہ ہے۔ میری ہیروئن کا نام بدل کر تم نے قصہ کو اس نہج پر ڈالدیا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ تم نے نام کیوں بدلا۔ تم اس کو اپنی سیاہ زلفوں والی عزیزہ کے نام سے موسوم کرنا چاہتے تھے۔ اقرار کرو کہ اس کا یہی بات ہے۔

جمالی۔ (بیتابی سے) نہیں تو، تمہیں شدید مغالطہ ہوا ہے۔ میری تو ایسی کوئی عزیزہ نہیں ہے۔

رتن۔ (محبوبانہ انداز سے) میرے اچھے جمالی! اچھا کیا نام تھا اُس کا؟

جمالی۔ (محبت سے) تمہارا ہی نام —— دنیا میں اگر کوئی نام ہو سکتا ہے تو وہ تمہارا ہی نام ہے —— "رتن، میری رتن"

رتن۔ جمالی! (ہم آغوش ہو جاتے ہیں)

شاہد

شاعر و شمع و پروانہ

رات خاموش تھی اور تاریک۔ ہر طرف موت کا سا بھیانک سناٹا چھایا ہوا تھا جنگل بیابان تھا اور ہُو کا عالم۔ وحشتناک خاموشی کے ساتھ مکمل تاریکی حکمراں تھی۔ شاہ بلوط اور زیتون کے درخت دیوتا سا کھڑے تھے۔ جھاڑیاں خود اپنا سایہ معلوم ہو رہی تھیں۔ تیز رو ندی بھی جامد و ساکن تھی۔ ہوا کی مسلسل سائیں سائیں خود ایک سناٹا پیدا کر رہی تھی۔ کبھی کبھی خاماں ویراں اُلو کی ہیبتناک آواز پہاڑیوں میں گونج جاتی لیکن پھر سے چہار طرف قبرستان کی سی خاموشی پھیل جاتی۔

ندی کے کنارے ایک شکستہ جھونپڑے میں ایک شاعر مطرب سرنگوں بیٹھا ہے۔ اُس کے اداس چہرے پر ایک غمناک ہراسانی برس رہی ہے۔ ہاتھ میں بربط ہے۔ کئی بار کوشش کی کہ کوئی جانفزا ترانہ بجا کر کائنات کو مسحور کرے لیکن ہوش و حواس نے یاری نہ دی۔ نشیلے سُروں سے معمور تاروں پر کئی مرتبہ کپکپاتی ہوئی انگلیاں پڑیں لیکن نغمہ کی بجائے شیون کے سے بخراش نالے فضا میں گونج گئے۔ بالآخر تاروں سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور بربط اُسکے ہاتھ سے گر گیا !!

پاس ہی ایک رنگین جھلملاتی شمع اپنی مدہم شعاعوں کو سمیٹ رہی ہے۔ شاعر کی بے نور اداس نگاہیں بلند ہوئیں اور شمع کے کانپتے ہوئے شعلے پر گڑ گئیں ـــــ دور، بہت دُور سے مترنم بھنبھناہٹ کی آواز آئی۔ جیسے کوئی نامراد، غم نصیب حسینہ اپنے محبّ کو یاد کر کے دھیمے سُروں میں زیرِ لب کچھ گنگنا رہی ہو۔ آواز قریب تر ہوتی گئی یہاں تک کہ ایک مخملی پروں والا ننھا مُنا پروانہ ہوا میں تیرتا ہوا شاعر کی جھونپڑی میں داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں دلچسپی سے چمک اٹھیں اور اُس نے دیکھا کہ شمع کے لرزاں شعلے نے اپنی تمام مدھم اور منتشر شعاعوں کو یکجا کیا اور پھر ایک غیر معمولی لپک کیساتھ بلند ہوا۔ اور شاعر کی جھونپڑی کا تاریک سے تاریک کونا تیز رنگ گلابی روشنی سے جگمگا اُٹھا۔

چمکیلے پروں والا سوختہ ساماں پروانہ من موہنی شمع کی اس محبت بھری پذیرائی سے خاطر خواہ متاثر ہوا اور والہانہ انداز میں رقص کرنے لگا۔ صاعقہ بار شُعلہ اپنے جانِثار ساجن کی اِس فتنہ روش پر مُسکرایا اور منور تر ہو کر اپنی تمام دلکش صباحتیں اُس پر نثار کر دیں۔ ازلی سرمست پروانہ جھوم جھوم گیا اور بے خود ہو کر اپنے مخصوص لحن میں محبت کا زندۂ جاوید راگ الاپنے لگا اور شمع نے اپنا سر دُھنا۔

دیر تک ان پریمیوں کے ناز و نیاز جاری رہے۔ پروانہ وفورِ شوق میں رقص کرتا ہوا چمکیلے شُعلے کے قریب تر ہوتا گیا۔ تاآنکہ اُسکے ریشمیں پروں کی مسلسل پھڑپھڑاہٹ نے سرخ شُعلے میں زندگی کی لہر پیدا کر دی۔ شاعر مجسمۂ حیرت بنا بیٹھا تھا ـــــ ایکدم سے پروانے نے چکر کھایا۔ نرم اور میٹھی روشنی والا شعلہ کسی قاتل کی آنکھوں کی طرح سُرخ ہو گیا ـــــ ایک ہلکی سی بھنبھناہٹ پیدا ہوئی اور شاعر کی متحیر آنکھوں نے دیکھا کہ ـــــ جاں باز پروانہ نیم سوختگی کی حالت میں فرش پر پڑا اپنے آخری سانس لے رہا ہے۔ شاعر نے ایک کرب آفریں احساسِ درد کیساتھ اس پریمی کے خاکستر کو آہستگی سے چُھوا۔ پروانہ کسمسایا۔ ابھی سانس باقی تھا۔ شاعر نے غضب آلود نگاہوں سے خونی شمع کی طرف دیکھا اور اُسکے مُنہ سے ایک درد بھری آہ نکلی ـــــ شمع کی آنکھ ڈبڈبا رہی تھی !!۔

زندگی کی آخری کشمکش میں یا نہ معلوم کس طرح نیم مُردہ پروانہ شاعر کے دیکھتے دیکھتے رینگتا ہوا شمع کے کافوری قدموں تک پہونچا اور پھر آخری مرتبہ شعلے کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھکر مر گیا۔ عین اسی وقت شاعر کی ترس بھری آنکھوں نے دیکھا کہ رنگین شعلہ تیزی سے تھرتھرایا اور سوگوار شمع کی آنکھوں سے ایک موٹا سا نرم و گرم آنسو ڈھلکا اور اُسکے زرد رخسار پر بہنے لگا!!۔

شاعر کے سینہ میں ایک ہوک سی اُٹھی۔ ایک کرب آلود چیخ کے ساتھ وہ بربط کی طرف جھپٹا اور دیوانہ وار بجانا شروع کیا۔ اس کی انگلیوں میں قیامت کی تیزی تھی۔ جلدی جلدی تاروں کے چھیڑنے کے بعد اُس نے عشق کا آنسوؤں سے پُر ترانہ شروع کیا۔ دلوں میں کھب جانے والے سُروں میں۔ سوز و ساز کی اُداس لے میں۔ روح میں گونجنے والی المناک دُھن میں۔ محبت کا حیات افروز نشیلا نغمہ فضا میں پھیل گیا۔ اُس کی بلند بانگ تانوں میں پاپی تمنا کی کلپ تھی۔ دلکش الاپ میں بچھڑے ہوئے عاشق کا دلدوز نالہ تھا مضراب کے زخم میں اس پریمی دل کی دھڑکن تھی جسے محبوب نے ٹھکرا دیا ہو ـــــ وہ گاتا رہا اپنی پوری قوت سے۔ اور اُس کا دلفگار گیت سارے جنگل میں گونج گیا۔ حتیٰ کہ ہوا کی سائیں سائیں، پتوں کی سرسراہٹ اور جھینگروں کی مسلسل تانیں سب اُسکی شیریں راگنی دُہرانے لگے۔

موثرات قلب نے اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ بہا دیا۔ اُسکے گلے کی رگیں پھول گئیں۔ سانس رُکنے لگا۔ تا آنکہ۔ بربط ایک آخری جھنکار کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ اور وہ تھک کر بیہوش ہو گیا۔

انصار ناصری۔ بی۔ اے

حسین لڑکی

کنول جیسی لڑکی ـــــ وہ دُنیا کی تکلیفوں کیلئے نہیں بنی تھی!
بکھرے، ملائم بال، کانوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے!
پُر آرزو، لبریز آنکھیں، خوابیدہ آنسوؤں کا نقاب ڈالے!
ـــ جیسے بارش کے دُھندلکے سے نیلا آسمان نظر آ رہا ہو ـــ
زرد گال، محبت کی نشانیوں سے پاک!
سُرخ زریں لب! محبت کے خوف سے دانتوں کے نیچے
دبا ہوا!
اور مرمریں سفید ـــ قمری سے زیادہ سفید ـــ گردن!
نیلی رگوں کی دھاریوں سے خوشنما!
گرچہ میرے ہونٹ ـــ
اُس کی تعریف میں ہلتے رہیں گے۔
لیکن اُس کے پیر چومنے کی بھی ـــ
مجھ میں ہمت نہیں!
مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔
"دانتے" کی طرح۔
جب وہ "بیٹرس" کے ساتھ۔
"شعلہ زن شیر" کے سینہ کے نیچے کھڑا تھا!
اور ساتواں بلور،
اور سونے کی سیڑھیاں۔
دیکھ رہا تھا!........

(آسکر وائلڈ)

تمنائی

سُورَج مکھی

"کیا تم نے سورج مکھی پھول دیکھا ہے؟ اس کی داستان الم سنی ہے؟"۔ سورج مکھی! ایک سنہری چہرے والا خوبصورت پھول جو دن بھر اپنے حبیب کے رخ روشن سے دل خوش کرتا ہے اور شام کو حرارتِ عشق سے نڈھال ہو کر سر جھکا لیتا ہے ———

ہاں، وہی پھول جسے سورج مکھی کہتے ہیں!!

میں اس کی کہانی سناتا ہوں۔

اپالو ایک حسین و شکیل دیوتا تھا۔ سورج کا دیوتا تابناک اور ذی حیات!

اپالو۔ جس کے حسن کو کوئی شاعر بیان نہیں کر سکتا تھا۔ جس کے اعضا کے تناسب کو کوئی مصور نقش میں تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ جس کی آواز کی شیرینی اور موسیقی و نغمۂ زندگی کے سامنے کائنات کے سارے گیت بے حقیقت تھے۔ جس کے ایک سانس سے زمین پر ہزاروں لاکھوں پھول پیدا ہو جاتے تھے۔ جس کے ایک معمولی تبسم سے زمین پر شباب آ جاتا تھا جس کے ذرا سے لمس سے آسمان کی رونق بڑھ جاتی تھی ——— اور اب بھی اپالو دیوتا اپنی صفت جمیل کے ساتھ درخشاں و فرحاں نظر آتا ہے۔

اپالو جیسے حسین و جمیل دیوتا پر "فلائط" یوں اگر فریفتہ ہو گئی تو کیا تعجب ہے۔

فلائط، ایک نہایت حسین دلنواز لڑکی تھی۔ ایک دریائی دیوتا کی، جو یونان کے ایک مشہور دریا میں رہتا تھا۔

ایک دن یہ لڑکی سیر کرتی ہوئی سطح آب پر آ گئی۔ اور اس نے شہزادۂ حسن اپالو کو دیکھا جو اپنی شعلہ بار رتھ میں بیٹھا ہوا آسمان کے اس سرے کو اس سرے کی طرف تیزی کے ساتھ دوڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ شہزادی "فلائط" کا خیال تھا کہ سورج دیوتا۔ اپالو۔ اس کی طرف ایک "نظرِ التفات" ضرور ڈالے گا۔ کیونکہ وہ اس قدر حسین ہے۔ لیکن اپالو نے اس کی طرف کچھ بھی توجہ نہ کی — اور اپنا سفر ختم کر دیا۔ اُسکے رتھ کے پہیے مغربی آسمان میں جا کر غائب ہو گئے! اور دوسرے روز مشرق سے اُس کا سنہری رتھ پھر نکلا۔

حسین دوشیزہ اب پھر دریا کی سطح پر آ گئی تھی۔ اور اس کو یقین تھا کہ آج شہزادہ ضرور اُسے ضرور دیکھے گا۔ کل تو اُسے جلدی تھی۔ اس لئے نہیں دیکھا تھا۔ شہزادی کو یقین تھا کہ اگر شہزادہ آفتاب نے ایک دفعہ بھی اسے دیکھ لیا تو ہمیشہ کے لئے مجھ پر فریفتہ ہو جائے گا۔ کیونکہ میں ایسی ہی حسین ہوں ——— مگر آہ افسوس، اپالو نے اس روز بھی شہزادی کو نہیں دیکھا ——— پانی کی دیوی الم عشق سے مضمحل ہو کر پانی میں بیٹھ گئی۔

کئی روز تک فلائط دریا کے کنارے پر اُگے ہوئے سرکنڈوں میں گھومتی رہی، پانی پر تڑپتی رہی۔ غرض عجب بے قراری ظاہر کی لیکن کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آئی کہ نوجوان اپالو کو اپنے عشق کی خبر دے سکے اور اس کو صرف ایک مرتبہ اپنی طرف مائل کر سکے۔

آسمانوں کا بادشاہ، شہریار کائنات، آگ کے شعلوں سے زیادہ گرم۔ رتھ میں بیٹھ کر روز آسمان کی سیر کو نکلتا اور صبح سے شام تک آسمانوں کا سفر کرتا رہتا۔ دوسرے روز پھر وہی سفر از سر نو شروع کر دیتا۔ اُسے اس مشغلہ کے سوا اور کسی کام سے سروکار نہ تھا۔ نہ اُسے کائنات کے کسی حسین چیز کے دیکھنے کی فرصت تھی۔ اور نہ خیال تھا۔ وہ تو تمام کائنات کا خالق سارے

جہانوں کا رب سارے حُسن کا پیدا کرنے والا ــــ حتیٰ کہ خود قلائطہ اور اس جیسی ساری حسین صورتوں کا خالق تھا۔ اسی کے طفیل سے حسینانِ جہاں نے حُسن، رنگ، بو، نرمی، صباحت، ملاحت، لوچ، دلنوازی ــــ غرض جملہ اوصافِ جمال نصیب ہوئے تھے۔ پھر ایسے حسینوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی کیا حاجت تھی؟ کیا وہ خود کم حسین تھا جو کسی جمیل شکل کی طرف دیکھتا۔ وہ ایسا ندیدہ شہزادہ نہ تھا وہ تو شہریارِ حُسن و عشق تھا۔ ان احساسات کا خالق جن سے تعمیرِ حُسن و عشق ہوئی ہے ــــ اس لئے وہ قلائطہ کی طرف دیکھنے کیلئے مجبور نہ تھا۔ آہ بیچاری قلائطہ۔

ایک دن قلائطہ نے دریا کے سرکنڈوں اور نیستاں کی آبادی سے پوچھا کہ اپالو اُس کی طرف کیوں نہیں دیکھتا؟ اُس سے محبت کیوں نہیں کرتا ــــ لیکن خس، بید اور نیستاں کے دیگر رہنے والوں نے آپس میں سرگوشیاں کیں۔ اُن کی سرسراہٹ سے موہیں ہچکولے لیتی ہوئی قلائطہ کے قدموں میں آ کر گر پڑیں اور کچھ جواب نہیں دیا۔ ایک گہرا سانس لیا، غمگین اور پُر اضطراب اُن کی اس سرسراہٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ قلائطہ کی انجام پر متاسف و ملول ہیں

اس کے بعد اُس نے اپنے باپ دریا کے بادشاہ سے سارا قصّہ کہا اور اُس کی مدد چاہی۔ لیکن وہ بھی آگاہ نہ تھا کہ کس طرح مدد کرے۔

باپ نے کہا "میرے پیچھے پیچھے آؤ" اور یہ کہہ کر دریا روانہ ہو گیا۔ قلائطہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ دونوں ایک سمندر میں پہونچ گئے۔

ایک ساحل پر قلائطہ پہونچ گئی اور ایک کشتی میں بیٹھی جو سیپی کی بنائی گئی تھی۔ اور ایک قرمزی جزیرہ نظر آ رہا تھا۔ قلائطہ اس کشتی میں سوار ہو کر اس پُر تکلف دو نگے میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی اور اس جزیرہ میں پہونچ گئی۔

وہ اس جزیرے میں جا کر بیٹھ گئی اور یہ سوچنے لگی کہ اب اپالو مجھے ضرور دیکھے گا۔ میرے پُر نور وجود اور لطیف جسم کی آرائشیں و کشش سے ضرور اپنی طرف مائل کریں گی۔ اپالو ــــ سورج دیو ــــ مجھے اپنے قوی بازوؤں میں اوپر اُٹھا لیگا اور اپنی آتشیں رتھ میں بٹھائے گا اور مجھے دلہن بنا لیگا۔

مگر افسوس کہ قلائطہ کی یہ آرزو کبھی پوری نہ ہوئی۔ اپالو کی سنہری اور شعلہ فشاں رتھ آسمان کے اس سرے سے اُس سرے تک سفر کرتی ہوئی گذر گئی اور سنسان جزیرے پر لیٹی ہوئی قلائطہ کی طرف شہزادۂ حُسن نے نہیں دیکھا۔ قلائطہ کا ننھا سا دل خون ہو گیا۔

قلائطہ نو دن تک اسی طرح اپنے حبیب کی جانب دیکھتی رہی لیکن اپالو دیوتا نے اُس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اُس کے سُنہری بال منتشر و ملول ہو کر نیچے گر پڑے اور وہ رنگ چلے گئے اُس کا جسم سوکھ کر بید کی مانند ہو گیا۔ لیکن اس کی حرارتِ عشق ابھی تک باقی تھی۔ اُس کا سُنہری چہرہ ابھی تک صبح سے شام تک اپالو دیوتا کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا تھا اور تمتماتا جاتا تھا۔

قلائطہ نے کچھ نہیں کھایا صرف نمکین قطراتِ اشک پیتی رہی۔

اس حالت کو کچھ ہی روز گذرے تھے کہ تلا ئنط پر دیوتاؤں کو ترس آیا اور آخر کار دیوتاؤں کی دعا سے تلا ئنط کا چہرہ ایک پھول میں تبدیل کر دیا گیا۔ سنہری زلفیں جو اُس کے چہرے کے گرد تھیں زرد زرد پتیاں بن گئیں۔ اور اُس کے نازک عضا جو ایک مدّت تک رہنے کے باعث بید کے مانند ہو گئے تھے زمین میں پیوست کردیے گئے۔ اور وہ اس پھول کی جڑ قرار پائے ——— ہاں اس طرح سورج مکھی پھول کی پیدائش ظہور میں آئی ——— اس عشق کی یادگار آج تک زندہ ہے حُسن کی بے نیازی اور عشق کی حرارت اور نازبرداری اب تک قائم ہے۔ سورج مکھی آپالو دیوتا کو صبح سے دیکھنا شروع کرتی ہے اور شام کو جب مغربی افق میں اس کی رتھ کے پہیّے غرق ہو جاتے ہیں تو وہ بھی مرجھا کر سر جھکا لیتی ہے۔ روز کا یہی مشغلہ ہے۔ حُسن کی بے نیازی اور بے پروائی ہمیشہ باقی رہے گی۔ مگر وفائے عشق اور حرارتِ الفت کبھی روز اپنا تماشہ دکھاتی رہتی ہے!

ظفر قریشی۔ بی۔ اے

ماں کی پکار

"سرکار! آپ کے دوست ملنا چاہتے ہیں۔"

"دیکھتے نہیں میں محبوب کی پرستش کر رہا ہوں! کہدو اس وقت نہیں مل سکتا۔"

"آپ کی بڑی بھاوج دعا کہتی ہیں۔"

"دیور کا ان کو آداب کہنا، فرصت ملتے ہی حاضر ہونگا۔"

"آپ کی چھوٹی بھاوج آداب کرنا چاہتی ہیں۔"

"میٹھی دلی دعائیں کہدو۔"

"آپ کی ہمشیرہ محترمہ آپ کو یاد کرتی ہیں۔"

"بہن! ——— کہو جلد میں حاضر خدمت ہوتا ہوں۔"

"آپ کی والدۂ محترمہ ......"

"کون اماں! لاؤ پیاری ذرا مجھے خنجر اُٹھا دو تاکہ میں اپنا سینہ چیر کر اپنا دل تمہاری پرستش کے لئے چھوڑ دوں اور خود دُنیا کی اُس مقدس ترین ہستی کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں جو مجھ پر دعاؤں کے بیش بہا موتی قربان کرنے کے لئے میرا انتظار کر رہی ہوگی۔

(طبعزاد) صادق الخیری دہلوی

رباب شکستہ

کسی نے میرے دل کے دروازے پر دستک دی ـــ آہ یہ کون ہے؟ ـــ آخر کون ہے ـــ خاموشی ـــ یکسر خاموشی ـــ سوائے ایک خیالی آواز کے ـــ ایک تصوری تصور کے ایک ٹمٹماتی ہوئی ـــ روشن سی شے مجھے شب کی تاریکیوں میں گھورتی ہے.
ہاں کھٹکی ہوا سے تنکے کی گرتی ہے ـــ آہ وہ کیا ہے؟

ایک درخشاں ستارہ ـــ جو آسمان کی سیاہ نیلی فضا میں ٹھہر ٹھہر کر چمک رہا ہے!!

گنبد نیلوفری کے مانند آخر یہ کس کی ہنسی ہے؟ کس کا تبسم ہو رہا ہے جو میرے غریب دل کے کمزور و لرزاں پردوں میں چمک رہا ہے؟ جس طرح بادل کے سیاہ و سرمئی پردوں میں بجلی کوندتی ہے؟ ہاں ـــ اب مجھے معلوم ہوا ـــ اب میری سمجھ میں آیا ـــ یہ ـــ اسے یہ تو میرا مالک ہے، میرا خدا ہے ـــ میرا معبود ہے!!

۲

مجھے معلوم ہے کیوں یہ چڑیاں چہچہاتی ہیں ـــ آفتاب کی پہلی کرن انہیں نیند سے بیدار کر دیتی ہے۔ انکے نغموں کا الاپنا ـــ اُن کا بعض وقت خاموش ہو جانا ـــ جیسے فلسفی کسی گتھی کے سلجھانے میں ـــ پھر یکایک سب کا مل کر ایک شور برپا کر دینا ـــ یہ سب آخر مجھے معلوم تو ہو کیوں ہوتا ہے ـــ مجھے کچھ خبر تو ہے اور پھر بے خبری بھی۔ پھول اپنی خوشبو کس فیاضی سے ہوا میں منتشر کر دیتا ہے، اپنے اس بہترین جوہر کو برباد کر دیتا ہے ـــ آہ یہ آخر اپنا عزیز ترین تحفہ کس کے قدموں کے بھینٹ چڑھاتا ہے؟ ـــ !! ـــ !! ـــ

ارے اللہ ـــ یہ آبشار کیوں دیوانہ وار اپنا سر پٹکتے ہیں؟ کیوں چٹانوں سے ٹکراتے ہیں؟ پھر آخر کیوں سمندر کی تہہ میں غائب ہو جاتے ہیں؟ کیا وہاں وہ اس راز کو پا لیتے ہیں جس کے لئے کہ وہ سرگرداں تھے؟ کیا انہیں وہاں اپنی محنتوں کا صلہ مل جاتا ہے؟۔

آہ نہیں ـــ مجھے معلوم ہو گیا۔ یہ صرف تیری محبت ہے۔ انکا یہ جوش و خروش ـــ انکے لئے یہ پیہم سرگرمیاں زبانِ حال سے گویا ہیں کہ تلاش گوہر مقصود انہیں سرگرداں رکھتا ہے۔

۳

یہ کس کی نامعلوم محبت ہے جو میرے دل میں سلگ رہی ہے؟ ایک آگ ہے کہ لگی ہوئی ہے ـــ دل ہے کہ اسکو کسی پہلو قرار نہیں ـــ یہ کس کا خیال ہے جو مجھے دیوانہ کر دیا؟ ـــ زندگی کے اس گلشن میں جہاں سے ابھی میرا گذر ہوا ایک بھینی بھینی خوشبو آ رہی ہے ـــ آخر یہ کس کے شعلۂ محبت سے دوچار ہوا؟ اسکو کس نے داغ لگایا؟ جسکی جلن سے ـــ یہ آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا۔

آہ میرا قلب حزیں ایک شمع سوزاں کی طرح جل رہا ہے جب خلیل آتش نمرود میں گر گئے تھے کس نے اس آگ کو ٹھنڈا کیا تھا؟ آہ تو کیا وہی طاقت، وہی قوت، وہی نامعلوم غیبی امداد مجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔ ـــ بلکہ یہ جنون کی دنیا میں ہے۔

ت ج نقوی

ریشم دیوی

اکنورہ ضلع ہردوئی میں ایک صاحب چھوٹے لال جی رہا کرتے تھے۔ ان کی ایک لڑکی ریشم دیوی تھی قبول صورت تھی یہی نہیں کہ جسمانی ساخت اور جملہ اعضا کے اپنی اپنی جگہ موزوں ہونے کی وجہ سے اس پر اچھی صورت کا اطلاق ہوتا تھا بلکہ معلوم نہیں کون سی قدرتی چیز اس میں ایسی تھی جس سے اس کی معمولی آنکھ ناک میں چار چاند لگ گئے تھے اور وہ نہایت خوبصورت نظر آنے لگی تھی۔ سیرت اس کی صورت سے بھی زیادہ قابل تعریف تھی۔ چھوٹوں کا لحاظ کرتی بڑوں کا ادب کرتی۔ بڑی ذہین اور طباع تھی۔ سات برس کی عمر میں اس نے بڑے شوق سے لکھنا پڑھنا سینا پرونا اور خانہ داری کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ دو تین سال میں وہ ایک ایسی باسلیقہ اور سگھڑ لڑکی بن گئی جس کی نظیر آس پاس کے گاؤں میں نہ ملتی تھی۔ اس کی لیاقت کا چرچہ گھر گھر میں ہونے لگا اگرچہ اس کی زندگی دیہاتی زندگی تھی لیکن اس نے وہ کام سیکھے جو شہر کی لڑکیاں سیکھتی ہیں کشیدے اور زرد چوب، موزے بنیان اور گلوبند بننے میں اس نے وہ وہ نئی نئی باتیں پیدا کیں کہ بڑے بڑے مشاق اور کہنہ مشق مات کھا گئے۔ جب وہ بارہ چودہ برس کی ہوئی تو اس نے رامائن اور دیگر مذہبی کتابوں کو خوب دل لگا کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھا وہ ہر ہفتے اپنے پڑوسیوں کے ہاں جاتی اور کچھ نہ کچھ پند و نصائح مذہبی اور معاشرتی رنگ میں کرتی۔ ایک عرصے تک وہ ان ہی مشاغل میں اپنی زندگی گذارتی رہی۔ جب وہ سولہ سترہ برس کی ہوئی تو اس کے والد چھوٹے لال کو اس کا گھر بسانے کی فکر ہوئی۔ انہوں نے اپنے اعزا و احباب سے اس خیال کا اعادہ کیا کچھ عرصے کے بعد کسرانواں ضلع ہردوئی میں (جو اکنورہ سے جہاں چھوٹے لال رہتے تھے، دس میل کے فاصلہ پر تھا) لڑکی کا پیغام بھیجدیا۔ چند روز تک گفتگو اور پیغام و سلام سے آخر لڑکی کی شادی دین دیال مصر کے بیٹے منی دھر سے طے پا گئی۔ دونوں گھروں میں خوشیاں منائی جانے لگیں۔ تھوڑے دن کے بعد شادی کا زمانہ آ گیا اور برات کسرانواں سے چل کر اکنورہ تاریخ مقررہ پر آ گئی۔ لڑکی اور لڑکے والوں نے دل کھول کر جہیز اور چڑھاوا دیا اور بہت دھوم دھام کے ساتھ شادی کر دی۔

تھوڑے عرصے کے بعد مقلاوے کی تاریخ سر پر آ گئی۔ سمدھیوں کو فکر ہے کہ آخری کاج بھی بخیر و خوبی انجام پا جائے۔ اندر ہی اندر تیاریاں ہو رہی ہیں تاکہ وقت پر برادری میں سبکی اور تھڑی تھڑی نہ ہو۔ مقلاوے کے صرف آٹھ دس دن باقی رہ گئے تھے کہ ۱۰ جون ۳۴ء کو دفعتاً کسرانواں سے اکنورہ خبر پہنچی کہ لڑکا سخت بیمار ہے لڑکی کو پہنچا دو ہم لوگ ایسی حالت میں مقلاوے کی مقررہ تاریخ پر نہ آ سکیں گے۔ اس خبر سے عموماً ساری بستی میں اور خصوصاً اس گھر میں سخت تشویش اور فکر پیدا ہو گئی۔ ریشم دیوی کا تو یہ حال ہوا کہ اس نے کھانا پینا ترک کر کے رونا شروع کر دیا۔ جب روتے روتے تھک جاتی تو خدا کے آگے دعا مانگتی۔ بعض اوقات روتے روتے بیہوش ہو جاتی تھی۔ اور پھر جب ہوش آتا تو خدا سے کہتی کہ تو میرے شوہر کو اچھا کر دے۔ تمام گھر والے ریشم دیوی کو سمجھاتے سمجھاتے عاجز آ گئے۔ لیکن اس کا دل ایسا بھر آیا تھا کہ آنسو امنڈ امنڈ کر چلے آتے تھے۔ اور کسی طرح نہ تھمتے تھے۔ بعض قریبی اعزا نے سختی سے بھی اس کے اس رونے کو بدشگونی پر محمول کیا اور منع کیا مگر اس کی آنکھوں سے جو دریا رواں تھا نہ رکنا تھا نہ رکا۔۔۔ آخر لڑکی کے ماموں سری رام جی نے پریشان ہو کر کہا کہ تم رونا دھونا بند کرو میں تمہیں صبح ہی کسرانواں لیکر چلونگا چنانچہ دوسرے

دن علی الصباح لہڑو تیار ہوا۔ ریشم دیوی کو اُس کے ماموں نے لہڑو میں سوار کرایا خود بیٹھے اور لہڑو لڑکی کی سسرال کی طرف روانہ کر دیا۔ جب لہڑو آدھی دور پہونچ گیا لڑکی کی حالت میں ایک عجیب انقلابی شکل پیدا ہو گئی۔ رونا دھونا اُس کا یک لخت بند ہو گیا۔ اُس کے چہرے سے صبر و سکون کا اظہار ہو رہا ہے اُداسی اور حسرت و حرمان رخصت ہو کر مسرت و شادمانی کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ لڑکی کے ماموں نہایت متحیرانہ طریقہ پر اُس کی اس تبدیلی کو دیکھ رہے تھے کہ ریشم دیوی نے نہایت متانت سے ماموں سے کہا کہ آپ مجھے سسرال کیوں لئے جا رہے ہیں وہ تو اب زندہ مجھ سے نہیں مل سکتے۔ وہ ختم ہو چکے۔ چند منٹ تامل کے بعد کہنے لگی مناسب یہ ہے کہ سسرال کا راستہ چھوڑ کر سانڈھی کی راہ اختیار کیجئے۔ ماموں نے جواب دیا بیٹی تو بے قدر پریشان نہو سانڈھی کی طرف بھلا کیوں چلنا چاہتی ہو۔ لڑکی نے شرما کر دبی نگاہ سے کہا کہ مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ سانڈھی کی طرف کوئی لاش آ رہی ہے۔ یہ بات سنتے ہی ماموں بہت برافروختہ ہوئے اور نہایت غصے سے کہنے لگے کہ تجھے کچھ خوف نہیں آتا کہ ایسی بُری فال زبان سے نکالتی ہے۔ لڑکی نے کہا اب کیسا خوف کاہے کا خوف۔ جو ہونا تھا ہو چکا، آپ کو تو اب یہی چاہیئے کہ سانڈھی کی طرف لہڑو موڑ دیجئے۔ ماموں اُس کی صورت حیرت سے دیکھتے رہے اور سوچتے رہے۔ پھر کچھ سوچ کر لہڑو سانڈھی کی طرف موڑ دیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد دیکھا کہ ارتھی لا رہے تھے انہوں نے لڑکی کا لہڑو پہچانتے ہوئے لاش کو وہیں رکھ دیا اور دور چلے گئے۔ کیونکہ ان کو یہ یقین تھا کہ ہماری موجودگی میں لڑکی لاش کے پاس بوجہ شرم کے نہ آئے گی۔ ادھر لہڑو رکا گیا لڑکی اُتری اور سیدھی ارتھی کے پاس پہونچی اور نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے شوہر کی لاش کے پاس بیٹھ گئی۔ چند منٹ تک بالکل خاموش بیٹھی رہی۔ پھر مرحوم کے سینے پر ہاتھ رکھکر کہنے لگی۔ یہ آپ نے کیا کیا، اتنی دیر سے بیٹھی ہوں مجھ سے بولتے کیوں نہیں، بولئے بولئے، کیا مجھ سے ناخوش ہو گئے۔ بولو سوامی۔ کچھ تو بولو۔ اس آخری لفظ کے ساتھ اُس کا دامنِ صبر چھوٹ گیا۔ اور وہ چیخی بلکی اور زار و قطار رونے لگی۔ لاش قریب شام کے آئی تھی لیکن اب لڑکی کو لاش کے پاس روتے روتے رات کا بڑا حصہ گذر گیا۔ لیکن کسی طرح اُس کا دل نہیں ٹھہرتا اور رونے میں کمی نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ لاش کے پاس سے اُٹھتی ہے۔ اُس کے ماموں نے کئی بار کوشش کی کہ اسکو وہاں سے ہٹا لیا جائے اور لاش کریا کرم کے واسطے بھیجدی جائے لیکن اُن کی ہر قسم کی کوشش بے سود اور ناکام رہی۔ رات قریب الختم ہے۔ ریشم دیوی بیتابانہ زار و قطار روئے جا رہی ہے۔ سب لوگ اس کی افتاد سے سخت متردد اور پریشان ہو رہے ہیں۔ پھر ریشم دیوی کے ماموں نے اس سے جا کر کہا کہ تم لکھی پڑھی اور سمجھدار ہو کر ایسی باتیں کرتی ہو کہ جاہل سے جاہل عورت نہیں کر سکتی۔ جو ہونا تھا ہو چکا گھر چلو اور لاش کو لیجانے دو۔ ریشم دیوی نے پھر سنجیدگی اختیار کی اور کہا میں ستی ہونا چاہتی ہوں آپ میرے ستی ہونے کا مہربانی کر کے انتظام کر دیجئے۔ ماموں کی پریشانیوں اور فکروں میں اب بے حد اضافہ ہو گیا وہ متوحش ہو کر کہنے لگے۔ بیٹی ریشم دیوی تم کیا کہہ رہی ہو۔ داماد مر گیا اس کی ابھی تک چتا نہیں بنی ہے، اُسکے رونے کی بھی فرصت نہیں۔ تم ستی ہو کر ہم کو کیوں جیتے جی مارنا چاہتی ہو۔ ہم سے تم ایسی اُمید نہ رکھو کہ ہم تمہیں ستی ہونے میں مدد دیں گے۔ اور کیا تم کو نہیں معلوم کہ ستی ہونا خلافِ قانون قرار دیدیا گیا ہے۔ پولیس ہم سب کو گرفتار کر لے گی۔ ماموں کے اس جواب پر اُس نے کچھ توجہ نہ کی اور لاش کی طرف مُنہ کر کے پھر رونا شروع کر دیا۔ —— اب صبح ہو رہی ہے، ساری رات لوگوں کی آنکھوں میں کٹ گئی۔ ریشم دیوی کو روتے روتے یہ وقت آ گیا۔ ہر ایک آدمی انتہا سے زیادہ فکر مند اور پریشان نظر آ رہا ہے۔ سری رام لڑکی کے ماموں کی صورت پر حزن و ملال پایا جاتا ہے وہ بیچارے تصویرِ غم بنے ہوئے ایک طرف زمین پر بیٹھے ہیں۔ انہوں نے خیال کیا کہ اب کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی

لاش اس طرح کب تک پڑی رہے گی۔ اور لڑکی کب تک یوں ہی تماشا کرتی رہے گی؟ آخر ایک نہ ایک وقت لاش جلے گی اور لڑکی یہاں سے اُٹھیگی۔ دیر لگانے سے کیا فائدہ۔ وہ اُٹھے اور ریشم دیوی کے پاس گئے۔ زبردستی اس کو وہاں سے اٹھایا۔ لاش کو گنگا کی طرف لیجانے کو لوگوں سے کہا۔ ریشم دیوی ماموں کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتی رہی لیکن وہ دل میں اب ٹھان چکے تھے کہ اس کو گھر لے جائیں گے۔ اس لئے گرفت مضبوط کرتے جاتے تھے۔ لہٰذا بدقت تمام ریشم دیوی کو بہلی پر لائے اور زبردستی اس کو سوار کیا۔ وہ بیہوش ہو گئی۔ اُسکے ماموں سوار ہوئے اور گھر کی طرف بہلی روانہ ہوا۔ قریب دس بجے دن کے گھر پہنچے۔ ریشم دیوی کو ہوش آ گیا لیکن رونا پیٹنا پھر شروع کر دیا۔ اور ستی ہونے کی رٹ لگی ہوئی ہے۔ تمام گھر والے تنگ آ گئے۔ سب نے مشورہ کر کے ریشم دیوی کو کوٹھری میں بند کر دیا۔ بند ہوے ریشم دیوی کو عرصہ ہو گیا۔ اُس نے اپنی چھوٹی بہن کو کوٹھری میں سے آواز دی۔ "بہن جب سے تلسا جی کی پوجا نہیں کی ہے مجھے کھولدے میں پوجا کروں گی۔" گھر میں والد اور اُسکے ماموں وغیرہ موجود نہ تھے۔ چھوٹی بہن نے دروازہ کھولکر نکال دیا۔ ریشم دیوی نے باقاعدہ پوجا پاٹ میں حصہ لیا۔ اُسکے بعد رامائن پڑھنے لگی۔ رامائن میں سلوچنا ستی کی حکایت پڑھتی ہے کہ اتنے میں لڑکی کے چچا رگھبیر دیال اندر آئے اور اُس کو رامائن پڑھتے ہوئے دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے فضل سے اُسکے دل سے وہ خیالات دور کر دئے۔ اُسی لمحہ ریشم دیوی نے اپنے چچا سے کہا "چچا اگر میگھ ناتھ کا سر بنا ہوا نہیں ملتا تو کیا وہ ستی نہ ہوتیں؟ میرے خیال میں ضرور ہوتیں۔ لیکن نہیں اُن کو سر ملا اور وہ ستی ہوئیں۔ مگر افسوس مجھے تو میری سسرال والوں نے میرے شوہر کے جسم کا کوئی کپڑا تک نہ دیا۔ افسوس صد افسوس کہ لوگوں کو خدا کا خوف بھی نہ آیا اور لاش لے گئے۔ اب آپ غور سے سن لیجئے کہ میرے ستی ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ میں ضرور ستی ہو کر رہوں گی۔" رگھبیر دیال بولے "تمہاری عقل کام نہیں کرتی اور کوئی بات خیال میں نہیں آتی۔ ہمیں خوف ہے کہ پولیس ہمیں مجبور کرے گی اور ہم پر ہر طرح غارت آئے گی۔ بیٹی ستی کا خیال چھوڑ دے، خود جی اور ہم لوگوں کو بھی زندہ رہنے دے۔ دیکھ تو سہی تیرے شوہر کی لاش اب جل کر خاک ہو گئی ہوگی۔" ریشم دیوی اس تقریر پر ہنسی اور کہا "غلط ہے، مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ اُن کی لاش نہلائی جا رہی ہے اور چتا تیار ہو رہی ہے۔ اے چچا سوچئے سمجھئے آپ خود عقلمند آدمی ہیں، میرا شوہر گنگا پر جلے اور میں یہاں جلوں، اور کچھ نہیں تو کم از کم ایک ہی وقت میں دونوں کو اپنی اپنی جگہ پر جل جانا چاہیئے۔"

رگھبیر دیال خاموش تھے، جواب دینا چاہتے تھے مگر کچھ سوچکر خاموش ہو گئے۔ اس عرصے میں سارے موضع میں یہ شہرت ہو گئی کہ ریشم دیوی کا کچھ عجب حال ہو گیا ہے اس پر ستی ہونے کا بھوت سوار ہے۔ وہ ضرور کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ قرب و جوار کے قصبوں کے گاؤں کے لوگ آنے لگے کہ ریشم دیوی ستی ہو گی چل کر دیکھنا چاہیئے۔ جو سنتا ہے چلا آتا ہے۔ اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ تمام مکان اندر باہر چھوٹے لال کا بھر گیا۔ اور اکنورہ میں اتنا ہجوم لوگوں کا ہو گیا کہ اہل موضع گھبرا گئے۔ ریشم دیوی کے تمام بزرگ اور وارث سخت اضطراب اور بےچینی کی حالت میں ہیں اُن کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ آخرکار رگھبیر دیال جی نے ریشم دیوی سے کہا "بیٹی سنو، تم ستی ہو گی کیونکر ہو گی، کس طرح ہو گی یہ علیحدہ بات ہے، پہلے تم ایسی کوئی بات مجھے بتاؤ کہ تم ستی ہونے کی قابلیت بھی رکھتی ہو یا نہیں۔ جبتک میں ایسے آثار اور اس قسم کی علامتیں تم میں نہ دیکھ لونگا جس سے مجھے تمہارے ستی ہونے کا اطمینان نہ ہو جائے میں کوئی جواب نہیں دیسکتا۔"
یہ سنتے ہی ریشم دیوی پھر ہنسی اور اپنے دل میں کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس تھالی کو اشارے سے اپنے پاس لانے کے واسطے کسی سے کہا، جس میں کافور اب تک جل رہا تھا اور جس سے تلسا جی کی پوجا کی گئی تھی۔ جب تھالی آئی اور ریشم دیوی نے اس کو اپنے قریب رکھا اُسکو بغور دیکھا

پھر کافور کے جلنے سے جو لو نکل رہی تھی اُس میں اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلی لگا دی۔ انگلی مثل کافور کے جلنے لگی۔ یہ حالت دیکھکر کچھ لوگ مذاق اُڑانے لگے اور کچھ لوگ رونے لگے۔ ریشم دیوی نے زور سے ڈانٹ کر کہا کہ اب کیوں دیر لگا رکھی ہے۔ جب سارا گاؤں جلکر خاکستر ہو جائے گا اُس وقت مانو گے کیا تم کو مخلوق خدا کی پرواہ نہیں۔ میرے شوہر کو اب چتا پر لٹانے کے لئے لوگ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ میرا شوہر اشارہ سے مجھے بلا رہا ہے۔ اُس کے جلنے تک تم یہاں مجھے باتیں بنا کر روکے رکھو گے اور وہ وہاں جل گیا تو یاد رکھو پھر کہے دیتی ہوں کہ سارا گاؤں اور سب لوگ جل کر بھسم ہو جائیں گے۔ مجھے تو اب جلدی سے تم اُس پیپل کے درخت کے نیچے لے چلو جہاں میری برات ٹھہری تھی۔ وہیں تھوڑی سی ڈاب بکش ڈلوا دو اور لپوا دو۔ کیونکہ گنگا تک اب میرا جانا مشکل ہے وقت نہیں ہے یہ اتنا کہکر ریشم دیوی کھڑی ہوئی اور سب لوگوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگی "سامنے سے ہٹ جاؤ، مجھے راستہ دو، میں ابھی جاتی ہوں، میرے پتی کا اُڑن کھٹولا میرے لینے کو آگیا ہے تاکہ مجھے بہشت میں پہونچائے۔ ماں باپ، بہن بھائی اور دیگر اعزا کو سلام دعا کرکے ریشم دیوی دروازے سے نکل کر پیپل کی طرف روانہ ہوگئی۔ وہاں پہونچی تو اپنی ہدایت کے موافق اس جگہ کو لپا پتا پایا اور اُس پر ڈاب بچھی ہوئی دیکھی۔ بہت خوش ہوئی۔ چاروں طرف نظر ڈال کر کہنے لگی "اب زیادہ بات چیت کرنے کا وقت نہیں ہے لیکن پھر بھی ایک مختصر بات کہنا چاہتی ہوں آپ سب لوگ ست کی حفاظت کیا کیجئے۔ دیکھو ست ہی کی طاقت سے میں بہشت میں جانے والی ہوں۔ میری چھوٹی بہن کا میرے دیور سے بیاہ کر دینا اور جو کچھ چڑھاوا میری ستی کی جگہ پر چڑھے وہ میری بہن کو دیدینا۔"

اتنا کہکر ریشم دیوی نے سورج کی طرف جاتی ہوئی انگلی سے ہاتھ اُٹھاکر پوجا کی پھر اُس زمین کو پیشانی سے لگایا جو صاف کی گئی تھی۔ پھر گنگا کی طرف منہ کیا۔ یعنی دکن رو ہوکر ہاتھ جوڑ کر اُس جگہ بیٹھ گئی۔ بیٹھتے ہی ریشم دیوی کا چہرہ مثل آگ کے سُرخ ہوگیا۔ پھر اپنے شوہر کا خیال دل میں لاکر تین مرتبہ لوگوں کو خاموش ہو جانے کے واسطے بلند آواز سے کہا۔ اور خود بھی خاموش ہوگئی، اُس کے بعد اُس کے سارے جسم میں آگ لگتی ہوئی معلوم ہونے لگی۔ اب جو بغور دیکھا گیا تو نیچے سے جسم جلتا ہوا اوپر کی طرف چلا آرہا ہے جس کی لپٹ تقریباً ۲ گز اونچی جا رہی تھی۔ ریشم دیوی اُن شعلوں میں سے ہاتھ جوڑے ہوئے اور اوپر کئے ہوئے اللہ کی عبادت کرتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اسی طرح رفتہ رفتہ آگ نیچے کے حصۂ جسم کو جلاکر اوپر تک آگئی۔ اب صرف گردن باقی تھی۔ ریشم دیوی نے جھٹکا دے کر اپنے سر کو بھی آگ میں گرا دیا۔ صدہا آدمی گھروں سے گھی کے کنستر لائے اور جلتی ہوئی آگ میں ڈال گئے۔ روپیہ پیسہ بھی بہت کچھ چڑھایا۔ اس طرح ریشم دیوی نے اپنے شوہر کی محبت میں بغیر کسی لکڑی یا دیگر جلنے والی شے کے اپنی قربانی کر دی۔ یہ صرف خداوند تعالیٰ کی شان تھی جو دیکھی گئی۔ ہر شخص یہ کہتا تھا کہ ہم یادگار بنوائیں گے، کھدی پور کے راجہ صاحب سری رس منگل سنگھ کی رانی صاحبہ مقبرہ بنوانے اور میلہ لگوانے کا اقرار کرچکی ہیں۔

یہ واقعہ ۱۸ جولائی ۱۹۳۴ء بروز دوشنبہ وقوع میں آیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(نواب) سید ابوالقاسم

تارا سُندری

ایک مخلص کے قلم سے

ہندوستانی بولتے فلم کی دُنیا میں جن اصحاب قلم کی طبیعتیں بچی تلی اور جن کے خیال کے سایہ سایہ اس صنعت کی قابل لحاظ پرورش ہوتی نظر آتی ہے اُن میں مسٹر چندولال شاہ کا نام بھی لائق ذکر ہے۔ ویسے تو ان کے اور ڈرامے بھی مستحق ستائش ہیں۔ مگر کچھ دن ہوئے "مس ۱۹۳۳ء" نظر سے گذرا جس میں مسٹر شاہ نے ہندوستان کی نئی پُرانی تہذیب کو کچھ ایسے گنگا جمنی انداز میں سمویا ہے کہ ڈرامہ بجائے خود ہماری سماجی زندگی کا ایک شیریں خواب بن گیا ہے۔ جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ہیروئن ایک دیوی ہے جو ہندوستان کی نئی روشنی میں عصمت کی اجلی پوشاک پہنے اپنے کھیلے پھر رہی ہے۔ وفا و محبت اُس کے گلے بانہیں ڈالے ہیں۔ حیا و عفت اُس کی بلائیں لیتی ہیں۔ مگر دیکھو تو ایسی خوبیوں والی کو بھی دورنگیٔ زمانہ سے پناہ نہیں۔ اُس کی پھول سی زندگی میں بھی خار کی کھٹک ہے۔ یعنی دُکھ بھی ہے۔ سُکھ بھی ہے۔ آس بھی ہے، یاس بھی ہے۔ یہ خواب میں نے جب دیکھا حسنِ اتفاق سے کئی سنانے والوں کا ساتھ تھا اور کھیل پر حسن کارانہ نظریں پڑ رہی تھیں کہ وقت نے کروٹ لی اور ایک "شاہ جی" نے (جنہیں آپ مسٹر شاہ کہیئے!) یہ صدا لگائی کہ مہربان! یہ خواب "مس ۱۹۳۳ء" ہے۔ عقل حیران رہ گئی۔ پوچھا کہ جناب! اس کی تعبیر؟ دل بولا۔ گوہر!

"اتنے میں کھو رہیو.....!"

خیر تو یہ کھیل ہو یا ڈرامی فن و کمال کا وہ گیت جسے عرفِ عام میں "وشوا موہنی" کہا گیا۔ دونوں اپنے مصنف کی اُپجی طبیعت کے شاہد ہیں۔ بعد میں "تارا سُندری" کا نام سُنا اور یہ بھی سُنا کہ اسے مسٹر شاہ نے ہی "رنجیت موی ٹون" والے عروس خانہ میں دُلہن بنایا ہے تو یقین مانیئے کہ پردۂ تخیئل نت نئی اداؤں سے رنگین ہو گیا تھا لیکن کل "تارا" کو پردۂ سینما پر دیکھا جو نہ از قبیل "وشوا موہنی" تھی۔ نہ "مس ۱۹۳۳ء" بلکہ زیادہ سے زیادہ "کشمیرا" کی بڑی بہن نظر آئی! اور گو زبان اُردو جاتی ہے جو ہندوستان کی آبادی کے بڑے حصہ کے تبادلۂ خیال کا واحد ذریعہ ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہندی زبان کی زائد از ضرورت اور عامیانہ تبلیغ میں اتنی سرگرداں ہے کہ اور تو اور اُردو کی ایک غزل میں "قسم" کو "کسم" کہے بنا لُطف نہیں پڑتا۔ لیکن اس وقت جو چیز خصوصیت سے میرا بارِ طبیعت ہے وہ یہ کہ آیا اس ڈرامے میں مسٹر شاہ کا ادبی رکھ رکھاؤ باقی نہیں رہا۔ یا مس گوہر کی خداداد اداکارانہ قابلیتیں سلب ہو گئیں؟ نہیں! میرا خیال ہے ڈرامے میں جتنی لچک ہے ان معنوں دونوں اپنی اپنی جگہ خوب ہیں۔ زبان پر بھی یہاں زور دینا مقصود نہیں۔ کیونکہ مسٹر شاہ کی دانشمندی پر گو غائبانہ سہی! بھروسہ ہے کہ اس کے متعلق جو اشارہ اوپر کر دیا گیا وہ اُن کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ ہاں البتہ یہاں مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ کُسر فی الجملہ ڈرامے کے قصے میں ہے۔ ڈرامے میں قصہ مثل جھولے کے ہوتا ہے جس میں ڈرامسٹ کا زورِ قلم تخئیل کی من مانی پینگیں بڑھاتا رہتا ہے۔ اب جھولے میں جتنا سکت اور گنجائش ہو گی اور جیسا طرحدار اُسکا جھولنے والا ہو گا ظاہر ہے کہ اسی انداز سے پینگ بڑھ سکے گی۔ اس لئے میری دانست میں تو "تارا سُندری" کا قصہ ہی مسٹر شاہ کی رنگین اُپج کے شایاں نہیں۔ کیا معنی کہ ایک من موجی جس کی ہمت میں خدائے اقدام، رائے میں اصابت اور طبیعت میں جودت و

اختراعی ہو اور جو فنکاروں سے کام لیکر ایک حد تک کامیاب بھی ہو چکا ہو، خواہ مخواہ اُلٹے پیروں چلنے لگے۔ یعنی عام حیثیت کے ہمسادوں کی سطح پر بلا تامل اتر آئے جس سے اُپج کوسوں دُور بھاگتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ مسٹر شاہ دانستہ یا نادانستہ ادھر جھکے تو تیتے کی دماغ ہی رہے، بہت شاعرانہ تخیل کی اپجی شگوفہ کاریاں گنوا بیٹھے۔ جس کے افسوس میں اس گوہر کی نایاب داکاری بھی شاید کچھ چُھپ گئی رہی۔ اس ڈرامے کو دیکھو تو لامحالہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں کے بہت سے لکھنے والوں کی طرح مسٹر شاہ بھی نرے نقلچی ہیں۔ یعنی سوچنے والا دماغ اور دیکھنے والی آنکھ کے ہوتے ساتے بھی کفرانِ نعمت کرکے کچی پکائی ہنڈیا چاہتے ہیں! جس کی انہوں نے کوئی اچھوتی چیز پیش کرکے جدت طرازی نہ کی تو خوف ہے کہ اُن کے اس پیدا کردہ خیال کی ہمیت انہیں کی جاندار تخیل اور اپنی مخلوق کے لئے بھی مُضر ہو جائے گی۔

میری سمجھ میں اب تک یہ بات نہیں آئی کہ جدت طرازی کی جس ڈگر پہ چل نکلے تھے اُس سے اتنا کیوں گھبرا گئے کہ قدم قدم پر پیچھے مُڑ کر دیکھنے کی نوبت آئی۔ حالانکہ زمانے کا ہر قدم تو آگے کو ہے اور تاریخ کی دہائی وہ دے جو کچھ نہ کر سکے! ان کو تو نظر اونچی، ہمت بلند رکھو۔ بلنے ہی میدانِ اختراعی میں قدم جمائے اور نت نئے کرشمے دکھائے ہیں۔ لیکن بفرض کسی بھول کی وجہ سے یہ نہ ہوا تو پھر یہ ہوگا کہ دیکھتے دیکھتے وہ عام زمرہ میں ایسے گم ہوں گے کہ خود اپنے تئیں بھی ڈھونڈتے رہ جائیں گے! قارئین کرام فرمائینگے تو سہی کہ یہ شخص بہت بے تکلف ہوا جاتا ہے۔ مگر میں عرض کروں گا مجھ سے قسم لیجئے جس وقت میں نے "تارا سندری" کو دیکھا تو یہ منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ مگر پھر سوچا کہ شاید "شاہ جی" کے پیش نظر کوئی نئی نویلی چیز نہ ہوگی۔ کمپنی کا ہوا اصرار، تو محض مؤلفانہ گریز کے طور پر لئے یہ "نقشِ بد ھو" لکھ دیا گیا! بہت ممکن ہے میرا یہ اندازہ صحیح ہو۔ کیونکہ ہندوستان کی اکثر فلم کمپنیوں کو آرٹ سے کوئی علاقہ نہیں۔ وہ اچھے بُرے کسی نہ کسی طریقے صرف ٹکے سیدھے کرنا جانتی ہیں۔ ایسی صورت میں ایک ڈرامسٹ خواہ وہ آرٹ کا دیوتا ہی کیوں نہ ہو، بشر ہونے کے اعتبار سے بھول بھٹک سکتا ہے۔ گو وہ یہ بھی جانتا ہو کہ علمی دُنیا میں انسان کی رواداری ہی سچی دولت اور بقائے دوام کی ضامن ہوا کرتی ہے۔ بہرحال کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی ورنہ کیا معنی کہ جس رنگین قلم نے پیاری "کُسم" اور "موہنی" کے فسانہائے حُسن و محبت لکھے ہوں وہ "تارا" کی یہ بداعتدالی بھی لکھتا کہ عورت فعلِ مذکر کے لئے بھی پیدا ہوئی ہے! معاف کیجئے گا میں نے بڑی مجبوری سے یہ پیرایہ خیال اختیار کیا کیونکہ "تارا" کے "سرتگیر" اور اسکے "تلوار کے ہنتروں" کو اُن کی اصلی روشنی میں اُجاگر کرنے کے لئے کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ چہ جائیکہ یہ بداعتدالیاں صاحب ڈرامہ کے تخیلِ نسائیت کے لئے ایسی ہی غیر طبعی ہیں جیسے ذوقِ سلیم کے نزدیک ایک معشوقِ سبزہ آغاز! کیونکہ جہاں تک میں نے شاہ صاحب کی ذہنیت کا مطالعہ کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ فلسفۂ حیات کا یہ نکتہ جانتے ہیں کہ عورت اور مرد کا مقابلہ فطرتاً منفی و مثبت قوتوں کی دلربا کشش یعنی "وصال" سے زیادہ نہیں! جس سے جزئی انحراف کے بھی یہ معنی ہیں کہ فطرت سے لڑائی ٹھانیئے جو نری بدتوفیقی کی دلیل ہے۔ عورت تو بقول کسے فطرت کی لاڈلی اور باعتبار جذبات و حسیات ایک ایسا پیارا گلدستہ ہے جو نازک نازک پھولوں سے بنا ہو۔ اسی لئے اس نازنین کے دل و دماغ میں پھول کی سُندر رنگوں، نسوں کی سی بے گنتی لطافتیں سمائی ہوتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی اس فسانۂ زندگی کو مُہرہ پر لائے۔ اور ستم ظریفی سے اسکے ہاتھوں تلوار دیدے! مگر میں سمجھتا ہوں اس کا صرف پس پردہ رہنا ہی کافی اور امن کی چیز ہے بشرطیکہ ہم یہ نکتہ سمجھیں۔ اس سے کم سے کم مسٹر شاہ کے رنگِ طبیعت کو دیکھتے تو دل چاہتا ہے "تارا" جنگجو راجکماری نہ ہوتی بلکہ غریب

"کُسم" یا "موہنی" بن کر آرٹ کے رسیاؤں میں اس طرح رونما ہوتی تو بدرجہا بہتر تھا کہ:-

"کبھی مُنہ پہ نقاب کاکل سے — کبھی مُنہ پھیر کر تغافل سے
آئینے سے نگاہیں لڑتی ہیں — خود بخود چتونیں بگڑتی ہیں
بھولے پن میں ہزار گھاتیں ہیں — اک خموشی میں لاکھ باتیں ہیں"

مختصر یہ کہ کوئی کچھ کہے میں مسٹر شاہ کی جدید مشّاقی کو دیکھ کر یہ کہنے سے کبھی باز نہیں رہ سکتا کہ جس ڈگر پر شروع شروع وہ پڑے ہیں، وہ اُن کے شایانِ شان ہے۔ اسی پر قدم بڑھاتے چلے چلیں۔ دوسری چیزوں سے بچیں کہ یہ کیسے راہبر کا بے ساختہ اِحیرت کی حیرت ہوتی ہے کہ وہ تاریخ کی ورق گردانی میں پڑنا چاہتے ہیں میں کہتا ہوں بڑے سے بڑا فلسفۂ زندگی یہ ہے کہ موجودہ وقت کی جہاں تک ہو سکے استفادہ کا کوئی پہلو باقی نہ رہ جائے۔ یہ میں اُن سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان میں گردوپیش کے واقعات کی سے انتخاب کی خاص صلاحیت ہے۔ جسے رائیگاں نہ کیا گیا تو بہتر سے بہتر کام لیا جا سکتا ہے۔ دُور کیوں جائیے، مثلاً "مس ۱۹۳۳ء" میں گرج کا ہونا، بجلی کا چمکنا ہی دیکھ لیجئے۔ یہ ہر ملک و زمانے کی چیز ہے۔ مگر ڈائرکٹر نے اسے ایسے سلیقہ سے پیش کیا ہے کہ زندگی کے عام تار چھڑ جاتے ہیں۔ اور دیکھنے والے کی رُوح میں باجا سا بجنے لگتا ہے۔ میں اپنی تو یہ کہتا ہوں کہ اس موقع پر "کُسم" کا ڈرنا، گھبرانا، رونا، منانا۔ مجھے سچ مچ کی زندگی معلوم ہوا۔ جس سے اپنی زندگی کی بھی اگلی پچھلی باتیں یاد آ گئیں۔ گویا:-

چوٹ مدت کی پھر اُبھر آئی!

یہاں لگے ہاتھ مجھے اتنا اور کہنا ہے کہ مسٹر شاہ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ انہیں اپنی ہیروئن کو ہندوستان کی ایک ممتاز و ماہر اداکارہ مس گوہر کے برن جیتا جاگتا، بولتا چالتا دیکھنے کا زریں موقع ملا۔ میں غلط نہیں کہہ رہا تو غالباً ایکٹنگ کا کمال یہ ہے کہ ایکٹر یا ایکٹرس کا کام قصے کہانی کی بجائے سچ مچ کی زندگی معلوم ہو اور دیکھنے والے اس کے غم و مسرت کو اپنا غم و مسرت سمجھیں۔ یہ بات بچوں کا کھیل نہیں۔ ہندوستان تو کیا یورپ اور امریکہ میں بھی خاص خاص کو نصیب ہے۔ مگر مس گوہر کی ایکٹنگ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ چیز ان کی باندی کنیز ہے! اس لئے ان جیسی ایکٹرس کو آئندہ اپنے پارٹ کے انتخاب میں زیادہ محتاط ہونا لازم ہے۔ ورنہ ہر ایسے ویسے پارٹ کو انگیز کر لینے کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ اپنی اداکاری کا مرتبہ نہیں پہچانتیں۔ اور اس طرح وہ ایک اچھے موقعِ حُسن کاری کا گویا اتلاف کر رہی ہیں۔ مشکل یہ ہے ہم اپنے تئیں اس طرح نہیں دیکھ سکتے جس طرح دوسرے ہمیں دیکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا صاف مسئلہ ہے کہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لئے مس صاحبہ خود کو میری آنکھوں دیکھیں تو کہوں کہ آپ "مس ۱۹۳۴ء" سے جلد ملا دیجئے تو بڑا احسان ہو!۔

عیّارہ

ماہ اکتوبر کے آخری ایام تھے۔ میں ایک دن شام کے وقت بغیر کسی خاص مقصد اور کام کے چاندنی چوک سے گذر رہا تھا کہ ناگہاں گھنٹہ گھر کے قریب ایک ہجوم نے کہ گرد مختصر ہجوم نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اس ہجوم کی وجہ معلوم کرنے کے خیال سے میں بھی لوگوں کو دھکیلتا ہوا صف اول میں پہونچ گیا۔ ایک نوجوان اور خوبصورت انگلو انڈین عورت انتہائی غصہ کی حالت میں ایک بوڑھے اور فاقہ کش تانگے والے کو انگریزی زبان میں بڑی تیز رفتار سے گالیاں دے رہی تھی۔

وہ عورت چار یا پانچ فیٹ کے قریب بلند تھی شکل و صورت سے بیس سال کی معلوم ہوتی تھی۔ جسم حسین، جسم پتلا دبلا، آنکھیں نیلی اور فسوں ساز جو اس وقت انتہائی غصہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔ الغرض وہ بحیثیت مجموعی خوبصورت لڑکی تھی۔ چونکہ وہ بہت تیز رفتار سے زبان چلا رہی تھی، اس لئے میں اصل معاملہ کو نہ سمجھ سکا۔ آخر میں نے ہمت کر کے دریافت کیا "میم صاحب! معاف کرنا، کیا معاملہ ہے؟ میں سب باتوں کا ابھی فیصلہ کرا دوں گا"۔

وہ لفظ "سکاؤنڈرل" (بدمعاش) کہنے والی ہی تھی کہ میری مردانہ آواز سنکر معاً خاموش ہو گئی اور تیز نگاہوں سے مجھے سر سے پیر تک گھورا۔ وہ غالباً میرا اگرانڈیل اور ورزشی جسم دیکھکر مطمئن ہو گئی تھی کہ میں اس کی مدد کر سکتا ہوں۔ آخر اس نے حیرت انگیز تیزی اور غصہ سے کہا "میں اس دھوکے باز کے تانگے میں قلعہ کے پاس سوار ہوئی تھی اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ دو آنے میں مجھے گھنٹہ گھر تک پہونچا دے گا۔ راستہ میں فوارے کے پاس میں نے تانگہ رکوایا اور ———— ایک دوکان پر لیمونیڈ کی ایک بوتل پی اور اس بدمعاش کو اٹھنی دی کہ بوتل کی قیمت ادا کر دے۔ اس نے مجھے صرف پانچ آنے واپس دئے اور کہا کہ دو آنے اپنا کرایہ لے لیا ہے۔ لیکن اب یہ بدمعاش ——— جنگلی ——— گدھا ——— دھوکے باز" یہ اتنا کہہ کر اس نے بجلی کی سی تیز رفتاری سے غریب تانگہ والے پر نگاہ قہر ڈالی اور پھر کہا "اب یہ بدمعاش کہتا ہے کہ میں اس کے تانگے میں دہلی دروازے سے سوار ہوئی تھی۔ اور یہ کہ میں نے اسے کچھ بھی نہیں دیا ہے اور مجھے چار آنے دینے پڑیں گے۔ دیکھی آپ نے اس کی بدمعاشی، چور، اچکا کہیں کا"۔

"ذرا صبر سے کام لو" میں نے اس لڑکی سے کہا اور وہ فوراً خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد میں فرضی مجرم کی طرف متوجہ ہوا۔ مجھے یقین تھا کہ اس معاملہ میں تانگہ والے کی سراسر زیادتی اور دھوکے بازی ہے۔

"اب بتاؤ کہ تم نے یہ شور کیوں مچا رکھا ہے، کیا جوتے کھانے کا ارادہ ہے؟"

تانگہ والا عمر رسیدہ تھا اور شکل سے بہت ہی معصوم اور بے گناہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر ادب سے جواب دیا "میاں! یہ میم صاحبہ دہلی دروازے کے باہر میرے تانگہ میں سوار ہوئی تھی اور چار آنے کرایہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے فوارے کے پاس تانگہ رکوایا تھا جہاں میم صاحبہ نے لیمونیڈ پی تھی۔ میں نے ان کی اٹھنی بھنا کر ایک آنہ بوتل والے کو اور سات آنے میم صاحبہ کو واپس دیدئے تھے۔ خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میم صاحبہ کیوں جھوٹ بول رہی ہیں ...."

"کیا کہا؟" میم صاحبہ نے غصہ سے آگ بگولا ہو کر کہا: "کیا کہا۔ میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ حرامزادہ، بدمعاش کہیں کا..." (میری طرف متوجہ ہو کر) "تم اس بدمعاش کی باتوں پر اعتبار نہ کرو۔ اس کی تلاشی لو۔ تمہیں اسکی جیب میں وہ آنے ملیں گے جو میں نے دئے ہیں کیونکہ یہ کہہ رہا تھا کہ آج اس نے مجھے ہی سب سے پہلے اپنے تانگہ میں بٹھایا ہے۔"

"اچھا اب مجھے دکھاؤ کہ تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں" میں نے برانگیختہ ہو کر کہا۔ اسکی تلاشی لینے پر معلوم ہوا کہ اس کے پاس صرف ایک دوانی ہے۔ اب مجھے تانگے والے کے مجرم ہونے کا یقین ہو گیا۔ میں نے تیز آلود نگاہوں سے گھور کر مصیبت میں گرفتار عورت کی طرف متوجہ ہوا جسکے چہرے پر اس وقت فتحیابی کے آثار ہویدا تھے۔ اور جو زہریلی نگاہوں سے تانگے والے کو گھور رہی تھی۔

"کیا میں تانگے والے کو تھانے لیجاؤں؟" میں نے دریافت کیا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے" میم صاحبہ نے جواب دیا۔ "بات بڑھانے سے حاصل؟ آؤ اب اپنے اپنے کام پر چلیں۔"

میں ایک مرتبہ پھر تانگے والے کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمہیں یہ دوانی کہاں سے ملی؟" میں نے نہایت سخت لہجہ میں دریافت کیا۔

"یہ میں نے کمائی ہے۔"

"کہاں سے؟"

"اس سواری نے دی تھی جسے میں کناٹ پیلیس سے دہلی دروازے تک لایا تھا۔ اسکے بعد میں نے میم صاحبہ کو اپنے تانگے میں سوار کیا تھا۔"

"تو پھر تم نے میم صاحبہ سے جھوٹ کیوں بولا کہ اس سے پہلے کسی کو سوار نہیں کیا ہے؟"

"میں نے ہرگز نہیں کہا۔"

"جھوٹا کہیں کا! تو پھر میم صاحبہ کو کیسے معلوم ہوا کہ تمہارے پاس دو آنے ہی ہیں؟"

"تانگے میں سوار ہونے سے پہلے میم صاحبہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میرے پاس اٹھنی کی ریزگاری ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میرے پاس صرف دوانی ہے۔ آہ! خدایا یہ میم کسقدر عیار ہے۔"

"جھوٹا۔ بدمعاش" میم صاحبہ نے کہا: "میں اس کا جوتیوں سے سر گنجا کر دوں گی" یہ کہکر وہ تانگے والے کی طرف جھپٹی۔ مجھے تانگے والے کی بات سچ معلوم ہوئی۔ لیکن میم صاحبہ کے غصہ نے یہ اثر فوراً زائل کر دیا۔ لیکن میں نے اس وقت یہی مناسب خیال کیا کہ اس جھگڑے کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ اس لئے میں نے میم صاحبہ کو روکا۔ اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور اُس کے کان میں کہا "اگر تم نے غصہ کو ضبط نہ کیا تو یہ جھگڑا خطرناک صورت اختیار کرے گا۔ چار آنے کی بات ہی کیا ہے دے بھی دو۔"

"لیکن اگر میں دینا بھی چاہوں تو بھی نہیں دے سکتی ہوں کیونکہ......"

"اچھا تو میں دے دیتا ہوں" میں نے قطع کلام کر کے کہا۔ اور پیشتر اسکے کہ میم صاحبہ گالیاں دینے اور اُلٹی سیدھی بکواس کرنے کے لئے پھر زبان چلائیں میں نے تانگے والے کے ہاتھ میں چونی دیدی۔ اور میم صاحبہ کا بازو نرمی لیکن مضبوطی سے پکڑ کر اُسے

ہجوم سے باہر لے گیا۔

"میں حیران ہوں کہ کن الفاظ میں تمہارا شکریہ ادا کروں" میم صاحبہ نے اسی قدر نرمی سے کہا جس قدر سختی سے وہ چند منٹ پہلے غصہ میں بیہودہ بک رہی تھی۔ اور اس نے سحر آفریں نگاہیں مجھ پر ڈالیں اور مصافحہ کے لئے ہاتھ پھیلایا۔ وہ شرم وحیا سے بے حال تھی۔ نگاہیں زمین کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے ایک مرتبہ پھر میری طرف فسوں ساز نگاہوں سے گھورا اور مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں سے کھینچ لیا۔

اس عمل کا میرے دل پر جو کچھ اثر ہوا اس کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس وقت تو وہ بہت ہی دلفریب اور دلنواز بنی ہوئی تھی۔

"لیکن مس..... کیا مجھے اپنا نام بتاؤ گی" میں نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا۔

"چندراوتی" اس نے نہایت دھیمی آواز سے کہا۔ اسکی نظریں ابھی تک نیچی تھیں۔

"اور مکان کا پتہ" میں نے حوصلہ کرکے دریافت کیا۔

"مکان نمبر ۲ محلہ پنج شاہی۔ سبزی منڈی" اس نے جواب دیا۔ ابھی تک وہ اپنی جوتیوں کو ہی گھور رہی تھی۔

"اور کیا میں یہ بھی دریافت کرسکتا ہوں کہ تم کیا کام کرتی ہو؟"

"آہ! میں اکیلی رہتی ہوں" اس نے نہایت اداس آواز میں جواب دیا۔ اور ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد کہا "میں زنانہ اسکول میں پڑھاتی ہوں"

"معاف کرنا" میں نے حوصلہ کرکے کہا۔ اور میں اس کی دوستی سے لطف اندوز ہونے کے خواب دیکھنے لگا "کیا میں درخواست کرنے کی جرأت کرسکتا ہوں۔ اگر پسند خاطر ہو تو آج میرے ساتھ سنیما دیکھنے چلیئے"

اس کے چہرے پر شرم وحیا کے آثار نمایاں ہوگئے۔ اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اگر میری استدعا قابل قبول ہو تو قبول کرکے مجھے مفتخر کرو" میں نے پھر کہا۔

"لیکن...... اس وقت کیا بجا ہے؟"

میں نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور کسی قدر مایوس ہوگیا۔ کیونکہ ساڑھے چھ بج چکے تھے۔

"رنج کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں خوش ہوں کہ وقت گذر چکا ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے بلی ماروں میں سات اور آٹھ بجے کے درمیان کسی صاحب سے ملنا ہے اور بہت ضروری کام ہے۔ اگر تم کرشنا تھیٹر کے سامنے میرا انتظار کرنا پسند کرو تو میں وہاں ساڑھے نو بجے پہونچنے کی کوشش کروں گی میں تماشہ ختم ہوجانے کے بعد وہاں سے سیدھی گھر چلی جاؤں گی۔ کیوں یہ بات تمہیں پسند ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے" میں نے بغیر جوش کے کہا "لیکن تم نے کہا تھا کہ آنے کی کوشش کروں گی۔ یوں نہیں بلکہ ایک وعدہ کرو ــــــ باقی سب انتظام میں کرلوں گا"

"لیکن میں کیسے وعدہ کرسکتی ہوں، مسٹر...... ر..... آہ میں کس قدر بیوقوف ہوں۔ تمہارا نام دریافت کرنا ہی بھول گئی"

"میں اپنا نام ابھی بتائے دیتا ہوں" میں نے یقین دلاتے ہوئے کہا "لیکن مصیبت یہ ہے کہ میرا نام بہت طویل طویل اور زیادہ وحشیانہ ہے اس لئے تم مجھے "کنول" کہکر پکار سکتی ہو ..... میں کشمیری دروازہ میں رہتا ہوں۔ میرا باپ بنک میں اس قدر جمع کر گیا ہے کہ اس کے سود سے مزے سے زندگی گذرتی ہے۔ جو روپیہ بچ جاتا ہے وہ کتابیں خریدنے اور سینما دیکھنے کے کام آتا ہے۔ وقت گذارنے کے لئے افسانہ نویسی کا کام شروع کر دیا جس میں آمدنی تو خیر صفر ہی ہے لیکن وقت ذرا دلچسپی سے گذر جاتا ہے۔ اڈیٹر لوگ میری تحریر کی تعریف تو ضرور کرتے ہیں لیکن روپے کا نام اُن کی موجودگی میں لینا گناہ ہے"

وہ میری اس طویل تقریر پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اچھا مسٹر کنول ....."

"صرف کنول" میں نے اُس کی اصلاح کی۔

"اچھا مسٹر ..... معاف کرنا میں پھر بھول گئی۔ خیر کنول میں وہاں پہونچنے کا کس طرح وعدہ کر سکتی ہوں۔ ممکن ہے کہ مجھے بلی ماروں میں دیر ہو جائے اور میں وقت پر واپس نہ آسکوں۔ اس لئے میں کوئی پختہ وعدہ نہیں کر سکتی ہوں" یہ کہکر وہ مسکرانے لگی۔

مجھے اس روز اپنے لطف میں کسی کا مخل ہونا قطعی پسند نہ تھا۔ میں نے دریافت کیا "مجھے معاف کر دینا اگر میں یہ دریافت کروں کہ بلی ماروں میں جانا کس قدر ضروری ہے؟"

"آہ! بہت ضروری۔ کل مجھے دس روپے کی سخت ضرورت ہوگی۔ اور جس آدمی سے میں ملنے جا رہی ہوں وہ میرا عزیز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں اُسے دس روپے دینے پر رضامند کر لوں گی۔ میں اُس کا قرض تنخواہ ملتے ہی ادا کر دوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میری مدد کر کے خوش ہوگا۔ ممکن ہے کہ مجھے وہاں دیر ہو جائے کیونکہ اگر تم افسانہ نویس ہو تو وہ شاعر ہے۔ اور یہ تو تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ شعراء ہر وقت ایسے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ اپنے اشعار خواہ وہ بہترین ہوں یا گندے دوسروں کو سُنا کر داد حاصل کریں۔ سمجھے کچھ؟"

یہ کہکر وہ پھر مسکرانے لگی کہ کچھ اس طرح کہ اُس کا میرے قلب پر گہرا اثر ہوا۔ اسکے سفید دانت چھوٹے چھوٹے اور چمکدار ایسے بھلے معلوم ہوتے تھے کہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ مجھے یہ خیال کر کے کہ وہ شاعر اسکے ساتھ چند گھڑیاں گذار کر خوش ہوگا حسد ستانے لگا۔ ممکن ہے کہ وہ اسکے سامنے چند عاشقانہ اشعار پڑھے ..... اسی وقت مجھے ایک خیال آیا۔

"لیکن مس چندراوتی اس کا ایک علاج ممکن ہے۔ کیا میں ..... ہاں میں کہہ رہا تھا کہ اس کا ایک علاج ممکن ہے تمہیں ایسے نیم دیوانہ شاعروں کے پاس جانے اور اُنکے نامعقول اشعار سننے کی کیا ضرورت ہے۔ میں خود تمہاری ضرورت پوری کر دونگا۔ تم روپیہ لے لو اور جب تمہارے پاس ہو واپس دیدینا۔ آؤ اب ہم تماشہ دیکھنے چلیں"

وہ میری طرف حیرت و استعجاب سے دیکھنے لگی۔ اسکی نگاہوں سے مسرت ٹپک رہی تھی۔

"لیکن میں تمہارا یہ احسان کیوں اُٹھاؤں؟" اُس نے قدرے مایوسی سے کہا۔

"تم روپے لے سکتی ہو، یہ لو" میں اُسکے ہاتھ میں دس روپے کا نوٹ دیتے ہوئے کہا۔

وہاں سے ہم دونوں کورونیشن ہوٹل گئے جہاں ہم نے کچھ ناشتہ کیا اور وہیں ایک لکھنوی مسافر سے ایک گھنٹے تک گپیں ہانکتے رہے۔ آٹھ بجے ہم نے کھانا کھایا۔ اسکے بعد موٹر میں سوار ہو کر ریگل سینما نئی دہلی گئے۔ ہم عین وقت پر سینما ہال میں پہونچے۔ میں نے

دو فرسٹ کلاس ٹکٹ خریدے۔ کوئی تین گھنٹے تک ہم دونوں اندھیرے میں پہلو بہ پہلو بیٹھے تماشہ دیکھتے رہے۔ جب شو ختم ہو گیا اور تماشائی اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور لوگوں کو دھکیلتے ہوئے کھلے میدان میں آ گئے۔

" اچھا اب یہ بتاؤ! " میں نے انتہائی جوش و مسرت سے کہا " کیا فوراً گھر واپس جانا بہت ہی ضروری ہے ؟ "

یہ سنتے ہی اس نے مجھے عجیب نگاہوں سے گھورا لیکن فوراً ہی اُسکے رُخسار سُرخ ہو گئے۔ اور اُس کی آنکھوں پر شرم و حیا اور معصومیت کے پردے پڑ گئے۔ اُس نے اپنا سر جھکا لیا اور نہایت دھیمی آواز میں کہا: میں تو بخدا یہی چاہتی ہوں کہ تمہارے ساتھ کچھ عرصہ اور رہوں۔ لیکن اس وقت نہیں۔ مجھے جلد واپس جانا ہے۔ میں کل شام کو چھ بجے تمہیں ہارڈنگ لائبریری کے عقب میں بنچ پر بیٹھی ہوئی ملونگی کیوں منظور ہے ؟ " اس نے دریافت کیا۔

میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

اُس نے نگاہیں اوپر کو کیں اور میرا ہاتھ آہستہ سے دباتے ہوئے مسکرا کر کہا " مہربان! مجھ سے ناراض نہ ہو جانا۔ میں جانا تو نہیں چاہتی لیکن مصیبت یہ ہے کہ آج صبح ہی میرا بھائی گھر سے ملنے آیا ہے۔ اور اگر میں زیادہ دیر کر کے گھر گئی تو وہ جھگڑا کھڑا کر دیگا۔ وہ کل ہی واپس چلا جائے گا "

" اچھا تو کل ضرور ملنا "

وہ کرایہ کی موٹر میں سوار ہو کر سبزی منڈی کو چلی گئی۔ اور میں بھی گھر کو روانہ ہوا۔ چونکہ میں اُس وقت عالم تخیل و مسرت کا مکین بنا ہوا تھا اس لئے میں نے موٹر یا تانگہ میں سوار ہونے کی بجائے پیدل ہی گھر جانا پسند کیا۔ لیکن ابھی بمشکل دس قدم ہی چلا تھا کہ کسی صاحب نے دبے پاؤں پُشت سے آکر مجھے پکڑ لیا۔ میں نہایت اضطراب اور حیرت کے عالم میں مُڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرا لنگوٹیا یار راما نند کھڑا مسکرا رہا تھا۔

" یہ شیطان کہاں سے آ گیا...... "

لیکن اُس نے مجھے بات پوری نہ کرنے دی۔ اور کہا " میں نے تمہیں دُور سے دیکھا تھا، تم مس زہرہ کو موٹر میں سوار کرا رہے تھے۔ یہ تو بتاؤ کہ اس حسینہ سے تمہاری کہاں ملاقات ہوئی ؟ "

" معاف کرنا تم کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اس عورت کا نام مس زہرہ نہیں بلکہ مس چندراوتی ہے "

" کیا کہا ؟ " اس نے مجسم حیرت ہو کر دریافت کیا " میں دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ تو وہی عورت ہے... ہاں یہ وہی عورت ہے جس نے اپنا نام مس زہرہ بتا کر مجھے لوٹ لیا تھا "

" مجھے سخت افسوس ہے کہ تم غلط فہمی میں مبتلا ہو " میں نے قدرے ترشروئی سے جواب دیا۔

" مجھے غلط فہمی ہو گئی ہے...... یہ بھی آپ نے خوب فرمایا۔ اس کی شکل تو میرے ذہن سے کبھی مٹ نہیں سکتی ہے۔ چند ہفتے ہوتے میں چاندنی چوک میں سے گذر رہا تھا فوارے کے قریب وہ ایک تانگے والے سے کرایہ میں معمولی اختلاف کی بنا پر تو تو میں میں کر رہی تھی۔ میں بدقسمتی سے یہ تماشہ دیکھنے چلا گیا۔ مجھے اس کی حالت پر ترس آیا اور اسے تانگے والے سے چھڑایا۔ پھر وہ میرے ساتھ اس قدر دلفریبانہ طرز سے ہمکلام ہوئی کہ میں اس شمع حُسن کا پروانہ بن گیا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ سینما لے جانے کی

کوشش کی لیکن اُس نے عذر کیا کہ وہ ایک رشتہ دار سے جو شاہدرہ میں ہے قرض لینے جارہی ہے۔ میں نے اُسے اپنے پاس سے روپیہ دیدیا ہم دونوں میجسٹک سینما گئے۔ جب وہ میرے پاس سے چلی گئی تو ساتھ ہی میرا بٹوہ بھی لیتی گئی۔ میں ابھی ہنوز اس وقت ایک دوست سے مل کر آرہا ہوں۔ جب تم نے موٹر والے کو آواز دے کر بلایا اور پھر اُسے موٹر میں سوار کرایا تو مجھے اس کی شکل نظر آئی میں نے اُسے پکڑنے کی جدوجہد کی مگر میرے پہونچنے سے قبل ہی موٹر روانہ ہوگئی۔ اب بتاؤ کہ تم کتنے روپیہ دے چکے ہو؟"

میں نے جلدی سے جیبوں میں بٹوہ ٹٹولا۔ اور یہ معلوم کر کے سخت رنجیدہ ہوا کہ میرا بٹوہ غائب تھا۔ اب مجھے مجبوراً اپنے دوست کی بات پر ایمان لانا پڑا۔

"آہ! تم بھی اس عیارہ کے دام تزویر میں پھنس گئے۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا یقین تھا۔ ادھر دیکھو وہ موٹر جارہی ہے۔ آؤ اس عیارہ کا تعاقب کریں۔"

ہم نے اُس عیارہ کا تعاقب کیا مگر اس سے حاصل تو کیا ہونا تھا میرے دوست کے دو روپے اور ضائع ہوگئے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ ہم نے اس موٹر کو جس میں وہ عیارہ سوار ہوئی تھی پکڑ لیا لیکن شکار غائب ہو چکا تھا۔ دوسرے دن ہمیں معلوم ہوا کہ سبزی منڈی میں کسی محلہ یا سڑک کا نام اینج تنا ہی نہیں ہے۔

سید محمود مورخ۔ بی اے

ادب پارے

شاعر کے دو گیت

اے دنیا! میں نے تیرا پھول توڑا۔
اسے سینے سے لگایا۔ اس سے ایک کانٹا چبھ گیا۔
دن ختم ہو گیا۔ اور اندھیرا چھا گیا تب میں نے دیکھا کہ پھول مرجھا گیا ہے لیکن درد باقی تھا۔
اے دنیا! تیرے پاس اس کے بعد بھی کتنے ہی خوشبودار اور حسین پھول آئیں گے۔ لیکن میرا پھول چننے کا زمانہ ختم ہو گیا۔
اندھیری راتوں میں میرے پاس پھول نہیں ہوتے لیکن درد باقی رہتا ہے۔

۲

اے محبوب! اپنی محبت کو میری گویائی اور خاموشی پر مسلط ہو جانے دے۔
اسے میرے دل کے ذریعے میرے سارے کاموں میں سرایت کر جانے دے۔
اسے تاریکی میں روشن ستارے کی طرح اور بیداری میں صبح صادق کی طرح اُسے میری آنکھوں کے سامنے چمکنے دے۔
میری تمناؤں کے شعلے کے ساتھ اسے جلنے دے۔
اسے اجازت دے دے کہ میری محبت کے سیلاب میں بہہ نکلے۔
اے محبوب! میں تیری محبت کو زندگی بھر اس طرح رکھوں گا جس طرح مضراب نغمہ کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔ اور پھر اپنی زندگی کے ساتھ تجھے واپس کر دوں گا۔

(ٹیگور)

زین الدین شمسی

شریر ڈاکیہ

اماں بتائیے آپ فرش پر اس قدر خاموش اور افسردہ کیوں بیٹھی ہیں۔
کھڑکی سے بارش آرہی ہے اور آپ تمام بھیگ رہی ہیں۔ آپ کو اس کا احساس نہیں۔
آپ نہیں دیکھتیں گھڑی میں چار بجے ہیں۔ میرے بھائی کا اسکول سے آنے کا وقت ہو گیا۔
یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ آپ اس قدر عجیب معلوم ہوتی ہیں۔
کیا ابا کے پاس سے آج کوئی خط نہیں آیا۔
میں روزانہ ڈاکیہ کو قصبہ کے قریب قریب ہر آدمی کا خط لاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

صرف ابا کے خطوط وہ اپنے پڑھنے کے لئے رکھ لیتا ہے۔

یہ ڈاکیہ یقیناً شریر آدمی ہے۔

لیکن اماں! رنجیدہ نہ ہوجیئے۔

کل دوسرے گاؤں میں بازار کا دن ہے۔ آپ نوکرانی سے کہئے کہ وہ چند قلم اور کاغذ خرید لائے

میں ابا کے تمام خطوط خود لکھدوں گا۔ آپ ایک غلطی بھی نہ پائیں گی۔

میں الف سے ی تک لکھدونگا۔

لیکن اماں آپ مسکراتی کیوں ہیں۔

کیا آپ کو اس کا یقین نہیں کہ میں ابا کے برابر اچھا لکھ سکتا ہوں۔

میں کاغذ پر اچھی طرح سطریں کرونگا اور تمام حروف خوب بڑے بڑے اور صاف صاف لکھوں گا۔

جب میں لکھ چکوں گا تو کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں یہ بیوقوفی کرونگا کہ ابا کی طرح خطوں کو ڈاکیہ کے خوفناک تھیلے میں ڈالدونگا؟

میں انہیں بغیر انتظار کے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ اور حرف بحرف آپ کو اپنی تحریر کے پڑھنے میں مدد دونگا۔

میں جانتا ہوں ڈاکیہ آپ کو حقیقتاً اچھے خط نہیں دیتا۔

(ٹیگور) خواجہ احمد فاروقی

زندگی سے

اے زندگی! میں نہیں جانتی کہ تو کیا ہے....

لیکن یہ معلوم ہے کہ "میں" اور "تو" ایک دوسرے کو الوداع کہینگے۔

اور کب کیسے اور کہاں ہماری ملاقات ہوگی....

میں معترف ہوں کہ یہ میرے لئے اب تک راز ہے۔

اے زندگی! ہم دونوں عرصے تک باہم ساتھ رہے ——

—— خوشگوار اور مکدر موسموں میں ——

آہ پیارے دوستوں کی جدائی کتنی جانکاہ ہے! ——

—— شاید اس کی قیمت اشک واہ ہے ——

اچھا تو خموشی سے گذر جا... کوئی اطلاع نہ دے ——

—— اپنے جانے کا وقت خود مقرر کر ——

اور "شب بخیر" نہ کر، بلکہ کسی روشن تر عالم میں "صباح الخیر" سے استقبال کرنا۔

(اے۔ ایل۔ باربولڈ) ع نظیر سینٹ کولمبن

بندی دیوی کے مندر جاتے ہوئے، اُسے رجھانے کیلئے، اس سے مرادیں مانگنے کے لئے، سندرتا کی دیویاں تجھے سر چڑھاتی ہیں۔ براہمن کے ہاتھوں جب تو کسی کے ماتھے پر لگائی جاتی ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر عریاں ہوکر دنیا کا نظارہ کر رہی ہے۔ تیری بلندی اور عروج پر بڑے بڑے فلسفی انگشت بدنداں ہیں، وہ حسینان پری چہرہ وچشم آفتاب سے بھی پوشیدہ رہتی ہیں۔ وہ مہ وشان پری وجمال جن کے حسن وجمال کو آج تک چاند کی چاندنی بھی نہ چھو سکی، تجھے ہر وقت نوشتۂ تقدیر کی طرح ساتھ لئے پھرتی ہیں —— خلوت کدہ جہاں ہوا بھی گذرتے ہوئے اپنا سانس روک لیتی ہے، وہاں بھی تو ان مہ وشان زہرہ تمثال کی انیس خلوت ہوتی ہے —— بتا بتا، یہ مرتبہ تو نے کہاں سے پایا!

سروپ رانی نگار

جل پری

نینی تال جاتے ہوئے شاہ ڈنشا سے ملا۔ ڈنشا ایک بڑے قد و قامت کا آدمی تھا اور ایک خاص بات یہ تھی کہ ہر وقت اُس کے مُنہ میں سگار لگا رہتا تھا اور جب بات کرتا تو "سمجھے جناب" ضرور کہتا تھا۔

تو سمجھے جناب نینی تال جانے سے کوئی فائدہ نہیں یہ ایک بہت پُرانی جگہ ہے اور نئے آدمی کا کاروبار چلنا مشکل ہے۔ بہتر ہے کہ تم رام گڈھ آؤ۔ وہاں ہم لوگ سیب کے باغ لگاتے ہیں اور وہ بہت فائدہ کی تجارت ہے۔ تو سمجھے جناب میرے پاس زمین ہے خواہ تم اُس کو کرایہ پر لے لینا یا خرید کر لینا اور سیب کی تجارت کرنا۔ شاہ نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر نینی تال مجھکو پسند نہ آیا تو انشاء اللہ آپ کی بات پر غور کروں گا۔

اور نتیجہ یہی ہوا کہ نینی تال میں اُس کو کوئی کامیابی کی صورت نظر نہ آئی کیونکہ جس شخص سے اُسے امید تھی اُس نے بہت روکھا جواب دیا۔ تب اُس نے سوچا کہ رام گڈھ چلا جاوے اور ڈنشا سے ملکر کچھ کاروبار کرے۔ اُس نے فوراً چلنے کا سامان کیا اور رام گڈھ پہنچ گیا۔

تو سمجھے جناب ڈنشا نے کہا جب وہ دونوں ملے۔ تم میرے ساتھ رہوگے اور میں تم کو ہر جگہ کی سیر کراؤنگا اور جو باغ تم کو پسند آوے وہ تم لے لینا۔

شاہ تین دن تک وہاں رہا۔ اُس نے زمین لے لی۔ ڈنشا نے ایک بنگلہ بھی قریب ہی بنوا دیا۔ ڈنشا اور شاہ کے بنگلہ میں ایک میل کا فاصلہ تھا۔

ڈنشا نے کہا۔ تو اس طرح ہم ایک دوسرے کے پڑوسی بھی رہیں گے اور وہ تھے بھی۔ شاہ نے ایک چھوٹی سی کشتی بھی اپنی دلچسپی کے لئے بنوا لی تھی۔ ڈنشا نے کچھ پہاڑی لڑکے اُس کو نوکر رکھ دیتے تھے جن کی بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کسی دوسری دنیا کے لوگ ہیں۔ اکثر شام کے وقت شاہ ڈنشا کے مکان پر جاتا کچھ دیر بیٹھکر باتیں کرتا اور کبھی کبھی تاش بھی کھیلا کرتا مگر ہمیشہ ڈنشا سے ہارتا۔

ایک دن وہ نینی تال آیا یہاں ایک پہاڑی سے ملا جس سے گفتگو کے درمیان میں ڈنشا کا ذکر آیا۔ اُس نے بہت بُری طرح سے منہ بنا کر کہا۔

دیکھو تم ڈنشا سے ہوشیار رہنا۔ وہ بہت پاجی آدمی ہے اُس کو دنیا میں صرف روپیہ اور عورتوں سے دلچسپی ہے۔ تم نے زمین لے لی خیر اب تم چپکے سے اتنا نقصان برداشت کرو اور چلے جاؤ کیونکہ اس میں درخت سیب کے ضرور نکلیں گے۔ مگر اُن میں پھل کبھی نہیں آئینگے تم عدالت میں نالش کر سکتے ہو۔ مگر ایسا کبھی نہ کرنا اس میں تمہاری جان کا خطرہ ہے۔ وہ تم کو مروا ڈالے گا۔ زہر کھلوا دیگا۔

شاہ کو اس کی بات کا یقین نہ آیا۔ پہاڑی نے کہا خیر اس وقت تم میری بات کا یقین نہ کرو۔ مگر وقت آوے گا۔ جب تم میرے ایک ایک لفظ کو صحیح مانوگے۔ وہ تم کو چوس ڈالے گا اور جب تمہارے پاس کچھ نہیں رہے گا اور تم پریشانی ظاہر کروگے تو وہ تم کو دریا میں ڈبو دیگا۔ جو کچھ بھی تم کرو اُس پر اپنا شک ظاہر نہ ہونے دینا ہوشیار رہنا اور جب تم دیکھو کہ میری بات صحیح ہے تو چپکے سے وہاں سے چل دینا۔

شاہ نے یہ سب سُن لیا۔ مگر اُس کو یقین نہ ہوا کہ ڈنشا اتنا ذلیل ہوگا کہ اُس کو مروا ڈالے گا تاہم وہ اپنے دل میں ایک قسم کا خطرہ محسوس کرتا تھا۔ اصلیت یہ ہے کہ موٹر پر ڈنشا ظاہرا اُس کو بہت نیک معلوم ہوتا تھا۔ مگر شاہ کا دل اُس پر اعتبار نہیں کرتا تھا۔ اب بھی اتنے عرصہ سے ساتھ رہتے تھے مگر شاہ اپنے میں اُس کی طرف سے کچھ کشیدگی پاتا تھا۔ گویا کوئی ایسی چیز ان دونوں کے درمیان حاصل تھی جو ان کو ملا نہیں سکتی تھی۔

(۲)

اب شاہ کو معلوم ہوگیا تھا کہ پہاڑی ٹھیک کہتا تھا۔ ڈنشا سخت مکار آدمی تھا۔ جو زمین شاہ نے لی تھی وہ بالکل بیکار تھی۔ یہ ضرور تھا کہ پیڑ اُس پر اچھی طرح اوگے تھے مگر پھل کسی میں نہیں تھا۔ ڈنشا نے اُس کو برباد کردیا تھا وہ اس سے بدلہ لینا چاہتا تھا مگر ابھی نہیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ پہاڑی جگہ پر بغیر دوسرے دیسی کے زندگی بالکل ویران ہوجاوے گی حالانکہ وہ اس دیسی کے پاس کبھی کبھی جاتا تھا مگر اس کو اطمینان تھا کہ جب چاہتے گا اُس کے پاس جا سکتا تھا

میں ضرور بدلہ لونگا۔ وہ خیال کرتا تھا لیکن ابھی نہیں۔ موقعہ پر ۔۔۔ یہ بھی نہیں ۔۔۔ یہاں ٹھہرونگا اور موقع کی تلاش کروں۔ موقعہ اور ۔۔۔ اپنا کام کرونگا ۔۔۔ وہ اپنی ۔۔۔ میں کامیاب ہوگیا لیکن ۔۔۔ جس طرح کہ وہ چاہتا تھا۔

(۳)

شاہ نے اپنی دلچسپی کیلئے ایک کشتی بنوائی تھی جس میں وہ اکثر شام ۔۔۔ وقت دریا کی سیر کو جایا کرتا تھا کبھی وہ بہت دور دریا کے کنارے کنارے بہت دور تک نکل جایا کرتا تھا جو کہ وادی میں بہت دور تک چلا گیا تھا۔ ۔۔۔ اور پہاڑی زمین نے اُس کو بالکل سانپ کی طرح بنا دیا تھا۔ ایک دن شام کو جب وہ جا رہا تھا اُس نے ایک عجیب دوسری کشتی کو دیکھا وہ اُس کے قریب گیا وہ خالی تھی قریب ہی پانی میں اُس نے کسی کو دیکھا یہ ایک لڑکی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ جب کی طرف دوڑی اپنے اُلٹے ہاتھ سے کشتی کو پکڑا اور سیدھے ہاتھ سے اپنی پیشانی کے بال اوپر ہٹائے جب کہ اُس کے بال اوپر کو ہٹے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شاہ کو دیکھ رہی ہے۔ وہ سانس لینے کے لئے اوپر آئی تھی۔ وہ ایک مجسمہ حسن تھی۔ اور شاہ نے خیال کیا کہ وہ ایک پہاڑی لڑکی ہے چونکہ یہاں رہتے رہتے وہ کچھ پہاڑی بولنے لگا تھا آگے بڑھ لڑکی نے اُس کو دیکھ لیا اور نیچی نظر سے سلام کرکے فوراً ہی غوطہ لگا گئی شاہ اس کا انتظار کرنے لگا جب وہ پھر اوپر آئی شاہ نے اُس سے بات کی۔ لڑکی نے بتایا کہ اس کا نام موہنی تھا۔ وہ گیلوں کی رہنے والی تھی جب وہ پانی سے باہر نکلی تو وہ بالکل برہنہ تھی صرف ایک معمولی کپڑا اُس کی کمر میں لپٹا ہوا تھا۔ جب اُس نے اپنی کشتی کھینچی اور چلی تو شاہ اُس کے ساتھ ہولیا۔ اور ایک میل تک چلا گیا۔ یہاں پر دریا کے کنارے کچھ ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے تھے اور ان میں سے ایک اُس کا مکان تھا۔ اُس نے کشتی کو کنارے باندھ دیا اور اپنے مکان کی طرف چلدی۔ چلتے وقت اُس نے ایکمرتبہ پھر شاہ کی طرف دیکھا۔

اب یہ دونوں روزانہ ایک دوسرے سے ملتے تھے گھنٹوں باتیں کرتے تھے۔ دریا کی سیر چاندنی راتوں میں کرتے ایک دوسرے پر پانی اچھالتے اور خوش ہوتے تھے۔ شاہ اپنی پریشانی بھول گیا تھا۔ وہ اب خوش تھا اور بہت خوش تھا۔

شاہ بڑے خاندان کا لڑکا تھا اس کی رگوں میں شریف خون موجزن تھا اُس کو اس بات کا احساس تھا کہ عورت اور آدمی کے کس قسم کے تعلقات ہونے چاہئیں اُس نے موہنی کے ساتھ شادی کرلی۔ اُس کو موہنی سے بہت محبت تھی۔ وہ خیال کرتا تھا کہ وہ صرف موہنی کی محبت کے لئے ہی پیدا ہوا ہے جو اُس کو ایسی ویران جگہ میں کھینچ لائی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ ہمیشہ موہنی سے محبت کرے گا اور اس کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ شادی کے بعد اُس کو بڑا اطمینان ہوگیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ ایسا کرنے سے اُس کے دل کو سکون ہوگیا تھا۔

جب ڈنشا نے اس شادی کی نسبت سُنا تو وہ بہت ہنسا اور دوسرے دن موہنی کو دیکھنے آیا۔ اور بہت تعجب سے پوچھا کہ وہ تمام عورتوں کو وہاں جانتا تھا۔ پھر اُس نے آج تک موہنی کو کیوں نہیں دیکھا۔ موہنی نے جواب دیا کہ وہ گڑھوال کی رہنے والی ہے اور ابھی حال ہی میں اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ وہاں آئی ہے۔ ڈنشا نے مکان جاکر ایک سگار کا ڈبہ تحفتاً موہنی کے پاس روانہ کیا جس کو دونوں نے خوب پیا۔

اب شاہ کی سکیم بالکل ختم ہوگئی۔ موہنی کے ملنے سے ایک دن پیشتر وہ وہاں سے کچھ روز کے واسطے جانیوالا تھا۔ مگر موہنی نے اُس کے تمام ارادوں کو بدل دیا۔ وہ موہنی کو وہاں سے کہیں نے جا سکتا تھا۔ صرف یہی نہیں وہ ایک پہاڑی لڑکی تھی وہ تہذیب سے بالکل بے بہرہ تھی لیکن وہ بہت خوبصورت تھی۔ اور دریا کی رانی تھی۔ اگر میں تم کو بتاؤں کہ شاہ نے ایک جل پری کے ساتھ شادی کی تو تم ہنسو گے اور یقین نہیں کروگے لیکن واقعی شاہ نے ایسا ہی کیا۔ موہنی بالکل وحشی لڑکی تھی۔ اور تہذیب سے ہزاروں میل دور اور فطرتاً ایک جل پری تھی۔

دریا [illegible] کا [illegible] تھا وہ اس سے جدا نہیں ہوسکتی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اُس کے ساتھ جہاں شاہ لیجاتا چلی جاتی مگر ایسا کرنے سے [illegible] وہ اس کو خوشی سے [illegible] کہ وہ [illegible] جاتی۔

اکثر شام کو وہ [illegible] غوطہ مار جاتی اور [illegible] اُس [illegible] دیکھا کرتا۔ وہ سر بھی غائب ہوجاتا اور پھر ایک بطخ کے سر کی طرح پانی میں نمودار ہوتا۔ [illegible] کچھ دنوں کے بعد اپنے رشتہ داروں کو لانا شروع کیا۔ اُس کا بھائی کشتی کو کنارے [illegible] وہ [illegible] سے بات کیا کرتی تھی وہ بھی اُن سے بات کیا کرتا۔ کچھ دنوں تک تو کھنچا رہا۔ مگر بعد میں سب مل گئے [illegible] شاہ [illegible] ہوا جاتا تھا اور تم بالکل صحیح کہتے۔ غرضکہ اب شاہ بالکل اکیلا نہ تھا اُس کو اُن لوگوں کی یاد نہ آتی تھی [illegible] ڈنشا کی صحبت [illegible] کرنے پر مجبور کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ پہاڑی لوگ گو بالکل وحشی اور غیر مہذب سے [illegible] بہترین تعلیم یافتہ ڈنشا سے بہت بہتر تھے شاہ خوش تھا۔ اُس کے پاس [illegible] وہ ضرورت [illegible] نئے رشتہ دار [illegible] وہ اپنے باغیچہ میں کام کرتا تھا دریا سے اُس کو مچھلیاں مل جاتی تھیں۔ اُس نے ڈنشا کے [illegible] جانا چھوڑ دیا۔ اُن وحشی آدمیوں کے ساتھ رہنے کا اس کی ضرورت بہت کم ہوتی تھیں [illegible] بہت خوش تھا مگر ڈنشا بالکل خوش نہ تھا۔

(۴)

موہنی کے حسن نے ڈنشا پر بہت بڑا اثر کیا تھا۔ اُس نے بہت سی ایسی شادیاں دیکھی تھیں لیکن نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ دیس کا آدمی آخر [illegible] کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا وہ سمجھتا تھا کہ کچھ عرصہ میں شاہ وہاں سے بھاگ جاوے گا اُس کی زمین اُس کو مل جاوے گی۔ اور موہنی اکیلی رہ جاوے گی۔

ایک دن شام کو جب شاہ جنگل میں جا رہا تھا کوئی چیز سن سے اُس کے کان کے پاس سے نکل گئی۔ اُس نے دیکھا کہ ایک چاقو تھا جو کہ اُس کے کان کے پاس سے نکل کر ایک قریب کے پیڑ میں لگا اور آدھا انچ گھس گیا۔ اُس نے اِدھر اُدھر نہیں دیکھا بلکہ چاقو لے لیا گھر پہونچ کر موہنی کو دکھایا۔ موہنی نے کوئی خوشی اپنے شوہر کے بچنے کی نہیں کی اُس نے چاقو کو دیکھا اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی اور وہ پھر کبھی [illegible] بات کا [illegible] شاہ [illegible] چاقو پھینکا گیا تھا جو اُس کے نہیں لگ سکتا تھا کیونکہ اُس [illegible] نہیں لگا۔ جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو ہونا ہوگا وہ ہوکر رہے گا۔

شاہ نے خیال کیا کہ شاید اُس کو اُس سے محبت نہیں [illegible] مرتبہ بھی جب اُس کو ایسا خیال پیدا ہوا تھا کہ جس کو اُس نے اپنا شریک زندگی بنایا تھا اُس کے اور خود اپنے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

کسی شخص نے اُس پر حملہ کیا تھا [illegible] اور کوئی ہو [illegible] شاہ نے خیال کیا کہ اُس میں ڈنشا ضرور ہے۔ ڈنشا کے برتاؤ میں بھی کچھ عرصہ سے تبدیلی ہوگئی تھی۔ وہ اس بات کو اپنے دل سے دور کرنا چاہتا تھا۔ وہ گھنٹوں اس بات پر غور کرتا تھا۔ یہ خیال کرکے کہ انسان کی زندگی اُس وقت وبال ہوجاتی ہے جب موت اُس کے سر پر ہو موت کا احساس اُس وقت زیادہ شدید ہوتا ہے جب کسی انسان کی مکاری سے لائی جاوے اور سب سے بڑی تکلیف یہ ہوتی ہے کہ انسان مجبور ہو کر اس کا انتظار کرے۔

موہنی کی اس عجیب بے تعلقی نے شاہ کو پریشان کردیا تھا۔ [illegible] واسطے وہ اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتا آج اُس سے کھنچی رہتی۔ وہ سمجھتا تھا کہ موہنی میں تبدیلی ہوگئی ہے۔ ایک دن اُس نے دیکھا [illegible] چٹائی پر بیٹھی ہوئی تھی اُس کے ہاتھ اُس کے گھٹنوں پر رکھے تھے اور وہ دریا کی طرف دیکھنے میں محو تھی [illegible] سے غصہ ٹپک رہا تھا۔ اس نے ایسی حالت میں اس کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

دوسرے دن شام کے وقت اس نے دیکھا کہ وہ دریا کے کنارے کھڑی ہوئی کسی سے باتیں کر رہی تھی وہ مرد سے باتیں کر رہی تھی۔ یہ ڈنشا کا آدمی تھا۔ اُس نے بہت دیر تک اس سے بات چیت کی اور وہ گھر کی طرف بھی دیکھتی جاتی تھی کہ کوئی اس کو دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ شاہ نے [illegible] اس کا ذکر موہنی سے نہیں کیا۔

موہنی اور شاہ ایک ساتھ رہتے تھے دونوں ایک دوسرے کی حالت سے واقف تھے۔ اسی وجہ سے موہنی کا یہ خیال تھا کہ شاہ پر کوئی تکلیف ہے اور شاہ خیال کرتا تھا کہ موہنی اپنے کسی خیال میں محو رہتی ہے۔

ایک دن شام کو جب وہ واپس آئے تو شاہ نے دیکھا کہ اُس کے کمرہ کے دروازہ پر ایک ٹوکری میں ایک سیب رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں دو تھے مگر ایک کسی نے لے لیا۔ موہنی پکانے کے سیب نہیں بھیجتی تھی اس لئے کہ یہ صرف شاہ ہی کے واسطے تھے۔ ابھی وہ دیکھ ہی رہے تھے کہ نوکرانی روتی ہوئی آئی کہ لکشمی دت جنگل میں مرا ہوا پڑا ہے۔ شاہ فوراً وہاں گیا۔ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں وہ دوسرا سیب تھا۔ مرنے سے پہلے اُس نے نوکرانی سے کہا تھا کہ اُس نے یہ کھایا ہے بالکل صاف تھی پھل نہ تو دو تھے اور شاہ کے واسطے لائے گئے تھے۔ کون لایا تھا یہ نہیں کہا جا سکتا۔ رڈکے کی لاش ایک جھونپڑے میں رکھ دی اور گُمہ تال میں پولیس کو اطلاع دی۔

طاق میں وہ چاقو رکھا تھا جس سے شاہ پر حملہ کیا گیا تھا۔ جنگل میں وہ سیب پڑا تھا جو کہ اُس کی جان لینے کے لئے زہر آلود کیا گیا تھا۔ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے جب رات میں وہ کھانا کھانے بیٹھے اُس نے اپنے دل سے سوال کیا کہ اس کا کچھ اثر موہنی پر بھی ہے یا نہیں۔ آج اس تبدیلی میں جو عرصہ سے شاہ اُس میں دیکھتا تھا۔ ایک غیر معمولی تغیر تھا۔ اس کا چہرہ بہت غمگین معلوم ہوتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی روح پر بڑی چوٹ پہنچی ہو۔ قدرتاً لڑکے کی موت کا اثر پڑتا ہی تھی وہ حقیقت میں اُس کی نسبت کیا جانتا تھا۔ سوائے قومی فرق کے ان میں وہ کوئی فرق نہیں سمجھتا تھا۔ کیا دو ہستیاں جن میں قومی اختلاف ہو ایک دوسرے سے محبت کر سکتی ہیں۔

اُس رات کو جب بارہ بجے اُس کی آنکھ کھلی اُس نے دیکھا کہ اس کی بیوی اُس کے پاس نہیں ہے۔

(۵)

چاندنی رات تھی اُس کے کمرہ میں روشن دان سے کرنیں آ رہی تھیں۔

موہنی نے مجھے کیوں چھوڑ دیا . . . . . . ڈرتا . . . . اُس کو پھر پہاڑی کی بات یاد آئی۔ اُس نے پھر اُس چاقو کی نسبت سُنی جو جنگل میں اُس پر پھینکا گیا تھا۔ اس نے پھر لڑکے کی لاش دیکھی اور دیکھا کہ موہنی ہردت سے باتیں کر رہی ہے۔ کیا وہ اُس کو چھوڑ کر دُشنا کے پاس چلی گئی، اور وہ پھر آج کوئی نیا حملہ اُس پر کرے گا۔ اُس کو خیال آیا کہ یہ بالکل ٹھیک تھا۔ سیب نے اُس پر کوئی اثر نہیں کیا اور وہ دُشنا سے اس کی اطلاع کرنے گئی ہے۔

جب شام کو وہ سونے آئی تھی اُس نے اُس کی گردن میں ہاتھ نہیں ڈالے تھے اُس نے اُس کو چھوا نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے لیٹ گئی تھی اور اپنے خیال میں غرق ہو گئی تھی۔

وہ لیٹا ہوا تھا اور اُس کے پاس کوئی ہتھیار حفاظت کے واسطے نہیں تھا۔ گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے وہ اپنے آپ کو بچاتا۔ یکایک اُس کو چاقو کا خیال آیا وہ اُٹھا اور نیچے کھڑا ہو گیا۔

رات بڑی خوفناک تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ کبھی کبھی کسی جنگلی جانور کی آواز اُس کے کان میں آ جاتی تھی۔ وہ طاق کے پاس آیا۔ یہاں چاقو نہ تھا۔ اُس نے طاق دیکھے۔ وہ وہاں نہ تھا۔ کیا اُس کو بھی اپنے ساتھ لے گئی۔ ایک ذرا سی چیز سے بھی جس سے وہ اپنی کچھ نہ کچھ حفاظت کر سکتا تھا اس کو محروم کر دیا گیا تھا۔ وہ کھڑا رہا اور سوچتا رہا تب اُس کو خیال آیا کہ تجس میں بھوجالی رکھی ہے اُس کو لیکر وہ پلنگ پر واپس آیا اور لیٹ گیا۔ اب ذرا اُس کو اطمینان تھا۔

وقت گذرتا گیا اُس کی آنکھ لگتی تھی اور کھلتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ سو گیا۔ یکایک وہ چونک پڑا اُس نے محسوس کیا کہ کوئی چیز اُس کے برابر آ رہی تھی۔ حواس ٹھیک ہونے سے پیشتر ہاتھ محبت کے ساتھ اُس کی گردن میں حمائل ہو گئے اور ایک نرم آہ کی آواز اُس کے کان میں آئی۔

یہ موہنی تھی اُس کے ہاتھ کے کڑے نے اُس کو بتا دیا تھا۔ وہ خیال کرتی تھی کہ شاہ سو رہا تھا۔ تب اُس نے حرکت محسوس کی موہنی نے اُس کے رخساروں کو بوسہ دیا اور لیٹ گئی۔ وہ خاموش لیٹا رہا گویا وہ سو رہا تھا۔ یہ خیال اُس کو بہت تکلیف دے رہا تھا کہ اُس نے موہنی پر شک کیا جو کہ اُس سے بات کرتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اُٹھا گویا سو رہا تھا۔ بھوجالی کو توشک کے نیچے رکھ دیا۔ تب اُس نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خوب سینے سے لگایا۔ موہنی نے اپنے ہونٹ اُس کے ہونٹ پر رکھ دیئے۔

(۶)

تیسرے موہنی پنڈت سوکر [illegible] کیا۔ وہ گیا شاہ نے جھوجالی کر چیپا کر کھ دیا اس نے موہنی کو باہر گانے ہوئے سنا۔ اُس نے اُس کو بیا [illegible] ہوتا تھا کہ [illegible] وہ بہت خوش معلوم ہوتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بوجھ اُس کے دل پر سے ہٹ گیا۔

[illegible] لاش دیکھنے آیا۔ اُس نے [illegible] افسوس ہے کہ دیر ہوگئی کیونکہ ڈونشا کی لاش اُس کے دروازہ پر پائی گئی۔ کسی نے [illegible] انسپکٹر نے بتایا ہے۔ وہ بہت مکار آدمی تھا۔ یہ کسی عورت ہی کا کام تھا۔ وہ ہر وقت عورتوں کا خدا [illegible]

[illegible] طاق کے پاس گیا چاقو وہاں موجود تھا۔ اُس نے اُس کو غور سے دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس [illegible] طرح [illegible]

[illegible] ہو رہا تھا نوکرنی بھی نہیں رہی تھی اور کبھی کبھی موہنی کے گانے کی پیاری آواز اُس کے کان میں آجاتی تھی۔

سعید قریشی

دہلی کی آسان اور شیریں زبان میں مترجم

تقطیع فی صد لمبائی ۸ انچ چوڑائی ۵½ انچ۔ یہ قرآن شریف ۴۰ سال سے مقبول عام ہے اور علامہ حافظ نذیر احمد صاحب کا ترجمہ اور محشی ہے۔ ہدیہ مجلد للعہ علاوہ محصول ڈاک ۱۲ ارسل للعہ۔ یہ رعایت نہ تو آجتک ہوئی ہے نہ ہوگی۔

بڑا قرآن شریف

مترجم مولوی نذیر احمد صاحب، تقطیع ۲۲×۲۹ در صد ضخامت ۸۰۰ صفحات ترجمہ بین السطور کاغذ سفید چکنا ولایتی۔ سطور پر حنائی رنگ مع فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ اردو ہدیہ مجلد بارہ روپیہ للعہ محصول ڈاک ۱۲ [illegible]۔ فرمائش کی تعمیل چوتھائی رقم پیشگی بھیجنی لازمی ہے۔

جامع المصاحف

مترجم مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم ترجمہ بین السطور کاغذ سفید چکنا ولایتی سطور پر حنائی رنگ مع فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ ۸۰ تقطیع ۲۲×۲۵ - ۸ ہدیہ مجلد پارچہ چھ روپیہ چار آنہ (؎) مجلد چرمی سات روپیہ للعہ محصول ڈاک ؏

غرائب القرآن

اس میں ایک صفحہ پر متن کلام مجید ہے مقابل کے صفحہ پر ترجمہ حاشیہ پر حل لغات عربی کاغذ ولایتی صفحات ۱۱۲۸ تقطیع ۲۲×۲۹ - ۸ ہدیہ مجلد پارچہ للعہ مجلد چرمی للعہ محصول ڈاک ؏

قرآن شریف

معجز نما متوسط قرآن شریف بدو ترجمہ زیر متن

اول ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ ترجمہ دوم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حاشیہ پر کامل تفسیر اردو اور شروع میں تمام پیغمبروں کی سوانح عمری و عملیات وغیرہ درج ہیں کاغذ اول نمبر ولایتی گلیز چکنا سفید دو رنگی عمدہ پالش ہدیہ مجلد چھ روپے (؎) قسم دوم معمولی کاغذ تین روپے آٹھ آنہ (؎) محصول ڈاک ایک روپیہ تین آنہ (؏)

کلام مجید مترجم مرزا حیرت

بہت بڑا سائز ہدیہ بارہ روپے (للعہ) محصول ڈاک سمیت کل سترہ روپیہ (للعہ)

قرآن شریف کلاں معہ تفسیر حسینی اردو

قدیم طرز پاکیزہ لکھائی چھپائی ہدیہ مجلد آٹھ روپیہ (؎) محصول ڈاک ایک روپیہ چھ آنہ (؏)

قرآن شریف بدو ترجمہ کلاں

منشی ممتاز علی صاحب مہاجر مکی مرحوم کی دلی تمنا کے مطابق منشی محمد عبدالغنی صاحب کی جگر کاری اور دیدہ ریزی کی آخری یادگار مطبع مصطفائی کا مطبوعہ ہے۔ اسمیں دو ترجمہ نہایت مستند عالم باعمل کے لکھے گئے ہیں بین السطور میں ترجمہ اردو تحت اللفظ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ۔ دوسرا ترجمہ فارسی برحاشیہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نیز حاشیہ پر مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے فوائد موضح القرآن درج ہیں تقطیع ۲۲×۲۹ - ۴ حنا شدہ ہدیہ مجلد پارچہ (؎)

معجز نما حمائل مترجم

زیر متن ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب حاشیہ پر کامل تفسیر شروع میں سوانح عمری وغیرہ کاغذ اول نمبر ولایتی حنا شدہ ہدیہ مجلد چار روپے (؏) دوم معمولی کاغذ قیمت [illegible] محصول ڈاک [illegible]

حمائل شریف

مترجم مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی سطور پر حنائی رنگ مع فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ اردو سفر و حضر میں ساتھ رکھنے کے قابل۔ ہدیہ مجلد چار روپیہ آٹھ آنہ (؎) علاوہ تین روپے آٹھ آنہ (؎) محصول ڈاک ؏ یہ حمائل شریف سنہری چھپائی کی [illegible]

بلا ترجمہ نورانی قرآن مجید

بچوں کے لئے تلاوت کی غرض سے بہتر قرآن شریف قریب قریب نایاب ہو رہا ہے نہیں کہ بآسانی پڑھا جا سکتا ہے [illegible] زیادہ صاف چھپا ہوا اور کوئی قرآن شریف نہیں ہے۔ نہایت صحیح کر کے پڑھا جا سکتا ہے۔ تاکہ مساجد میں جلدیں نذر کر دیں۔ ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ چھ آنہ (؎) بلا جلد ایک روپیہ [illegible] محصول ۱۳

بارہ مہری قرآن شریف مصری

یہ تمام ہندوستان میں مقبولیت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے اور ہندوستان کے ہر مکتب میں پڑھایا جانے لگا ہے لکھائی چھپائی نہایت خوشنما ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ چار آنہ (؎) محصول ڈاک بارہ آنہ ۱۲

سترہ مہری قرآن مجید مصری

یہ قرآن مجید بہت صحت کے ساتھ آٹھویں بار طبع ہوا ہے ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ چار آنہ (؎) محصول ڈاک بارہ آنہ ۱۲

خوشنما جیبی حمائل کارڈ سائز

غیر مترجم بہترین لکھائی چھپائی ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ چار آنہ (؎) ایضاً مجلد پارچہ حنا شدہ ایک روپیہ سات آنہ مجلد چرمی ایک روپیہ گیارہ آنہ (؏) بغیر جلد ایک روپیہ تین آنہ (؎) محصول ۶

معجز نما پنجسورہ

بلکہ دہ سورہ و مجموعہ وظائف مع مکمل اور دو جنتی مترجم بالتفسیر ہدیہ دس آنہ (۱۰) مجلد ۱۲ محصول ڈاک ۵

مجموعہ دلائل الخیرات

حزب البحر و قصیدہ بردہ مترجم حنا شدہ معہ کامل تفسیر و حالات مصنفین جلی قلم ہدیہ ایک روپیہ چار آنہ (؎) مجلد ایک روپیہ آٹھ آنہ (؎) محصول ۶

رکن دین

اس کتاب کے اندر تمام مسائل دینی و دنیاوی جمع کر دیئے ہیں ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے یہ کتاب عورتوں کے مطالعہ میں بھی رہنی چاہیے۔ ضخامت ۲۲۴ صفحات قیمت صرف دس آنہ (۱۰) محصول پانچ آنہ ۵

قصص الانبیاء

دنیائے اسلام کی نہایت ضروری کتاب از ابتدائے پیدائش حضرت آدمؑ تا رسول کریم تمام پیغمبروں کی سوانح عمری تقطیع ۲۰×۲۶ ½ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) محصول ۸

ملنے کا پتہ: [illegible]

دلچسپ ادبی کتابیں

بزم خیال

یہ کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے نایاب ہے
اور بے مثل کتاب ہے جس میں مسلم الثبوت
اور ماہرین فن اساتذہ کی وہ اصلاحیں
جمع کی گئی ہیں جو انہوں نے اپنے ہونہار
شاگردوں کو دی ہیں جن کی بدولت وہ
ملک شاعری کی دنیا میں آفتاب و ماہتاب
بنکر چمکے قیمت صرف ایک روپیہ محصول ۵/

شمیم

اردو جلد مکمل، زمانہ حال
کی اردو فسانہ نگاری میں
ایک معرکۃ الآرا تصنیف فن ناول
نویسی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنیوالا
مصلح اخلاق، سبق آموز، عبرت خیز،
بے انتہا دلچسپ ناول جس میں جذبات
فطری کی عکاسی، معاشرت حاضرہ کی
مصوری نفسیات و حیات انسانی
کی نقاشی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے زبان کی
حلاوت انداز بیان کی لطافت، پلاٹ
کی خوبصورتی کیرکٹر کی آراستگی تحریر کی
شوخی آمیز سنجیدگی اور خیالات کی
دلآویز ندرت کے لحاظ سے یہ ناول
اپنی نظیر آپ ہی، انگریزی، اردو، ہندی
کے اخبارات اور رسائل نے بہت
شاندار ریویو لکھے ہیں ضخامت تقریباً
۵۰۰ صفحات یہ ناول سہ رنگی تصاویر سے
مزین ہے۔ قیمت مجلد صرف چار روپے
علاوہ محصول گیارہ آنہ ۱۱/

مکمل شرح

دیوان غالب

ہندوستان میں اس سے بہتر شرح
آجتک شائع نہیں ہوئی از عبد الباری
آسی قیمت تین روپے محصول ۸/

مکمل شرح

کلام غالب

غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی بہترین شرح

از عبد الباری آسی قیمت تین روپے
محصول آٹھ آنہ۔

شرح رباعیات عمر خیام

منظوم قیمت دو روپے چار آنہ
محصول چھ آنہ ۶/

شرح رباعیات عمر خیام منثور

قیمت دو روپیہ محصول ساڑھے آٹھ آنہ

شرح رباعیات سرمد شہید

قیمت دو روپیہ ۸/ محصول ۷/

قصائد عزیز

از مولنا مرزا محمد ہادی عزیز
لکھنوی بہترین لکھائی چھپائی بہترین سنہری
جلد قیمت تین روپے آٹھ آنہ محصول

تلاش حق

مہاتما گاندھی کی
آپ بیتی، گاندھی
جی نے اس میں اپنے اخلاقی، طبی اور
سیاسی تجربات اپنے آپ تحریر فرمائے ہیں

متر جمہ ڈاکٹر عابد حسین ایم اے پی۔ ایچ۔
ڈی برلن قیمت ہر دو حصہ دو روپے
۱۲/ محصول ڈاک آٹھ آنہ ۸/

سیرت محمد علی

رئیس الاحرار
شہید ملت مولنا
محمد علی مرحوم کے مفصل حالات جس میں
مولنا کے فوٹو بھی شامل ہیں از رئیس
جعفری ندوی ضخامت ۵۵۰ صفحات
قیمت صرف تین روپے محصول ۱۲/

موتی

دنیا بھر کے حکما، علما،
اور ادبا کے گرانقدر زرین
اقوال کا مجموعہ بصیرت افروز ملفوظات
کا خزانہ، حکمت و فلسفہ، پند و موعظت
شعریت و رومان، ادب و انشاء، ادبیات
نثر میں اپنی قسم کی پہلی تصنیف، علامہ
راشد الخیری اور خواجہ حسن نظامی کے
تبصرے نے اور چار چاند لگا دیئے ہیں

کاغذ، کتابت، طباعت بہترین صفحات
تقریباً ۵۰۰ قیمت صرف ۱۲/ محصول ۵/

شہاب کی سرگذشت

دنیائے ادب کا پہلا افسانہ جسکی نفسیاتی
سیرت نگاری، رنگین خیال اور بلندی
انشاء کے لحاظ سے طلسمانہ حیثیت رکھتی
ہے جو ازدواجی زندگی کی حقیقت پر
جالیاتی کے نازک مسائل پر ایک
محیر العقول کارنامہ ہے از مولانا نیاز فتحپوری
قیمت ایک روپیہ ۱۲/ محصول ۵/

فغان آرزو

حضرت آرزو
لکھنوی کا پہلا
دیوان لکھائی چھپائی کاغذ بہترین صفحات
تقریباً ۳۰۰ قیمت ۱۲/ محصول ۷/

دلگداز افسانے

نہایت دلآویز
اور دلگداز افسانوں کا مجموعہ از کوثر
چاندپوری قیمت ۱۲/ محصول ۵/

عالم خیال

ایک بے انصاف
اور بے بدل نظم
دہر چہار رخ، مع چار سہ رنگی تصاویر
از شوکت قدوائی لکھنوی مرحوم ضخامت
۱۰۰ صفحات قیمت ۱۲/ محصول ۵/

تذکرہ خندہ گل

اردو فارسی
کے ظریف
شاعروں کے حالات مع انتخاب کلام
از عبد الباری آسی ضخامت ۴۸۰ صفحات
قیمت ۱۲/ محصول ۸/

عیار فقیر

ہندوستان کی گدا
گری پر ایک دلچسپ
قصہ کے پیرایہ میں بحث عبد الباری
آسی قیمت ۸/ صفحات ۱۵۰ محصول ۵/

اجتماع ضدین

فسانہ کی
صورت میں

اصلاح معاشرت پر ایک معرکۃ الآرا
تصنیف از راشد الخیری قیمت ۱۲/ محصول

مرقع ادب

ہندوستان کے
انشا پردازوں
اور محققین اساتذہ سخن کے نہایت دلچسپ
اور پر از معلومات خطوط کا نایاب مجموعہ
قیمت ہر دو حصہ ۱۲/ محصول ۸/

جاسوسی فسانے

مشہور
و معروف
جاسوس خطرناک ہونہار عجیب و غریب
محیر العقول جاسوسی افسانے قیمت
۱۲/ محصول ۔

گہوارۂ تمدن

اردو زبان
میں اپنی قسم
کی پہلی تصنیف جس میں ثابت کیا گیا
ہے کہ عورت نے ازمنہ قدیمہ میں تہذیب
و ارتقائے عالم کا کس قدر ساتھ دیا اور
دنیا کی شائستگی اور مدنیت عورت کی
کس درجہ ممنون ہے۔ از مولانا نیاز
فتحپوری قیمت ۱۲/ محصول ۔

نگارستان

مولنا نیاز
فتحپوری کے چند
مخصوص ادبی مضامین اور افسانوں
کا مجموعہ جنہوں نے انشاء بدیع کی دنیا
میں ہلچل ڈالدی ہے اور ختراعات نادرہ
جدت اسلوب اور لوازمہ ترکیب کے
لحاظ سے دنیائے ادب کیلئے ایک نئی
چیز ہیں قیمت ۱۲/ محصول ،

پیام جاوید

از مرزا عسکری علی
خاں مجازی
لکھنوی قیمت ۱۲/ محصول ۵/

حکومت اورنگ زیب کی اصلی تاریخ

نوشتہ مرزا یار جنگ بہادر چیف جسٹس
حیدرآباد دکن قیمت ۱۲/ علاوہ محصول

سی پارۂ دل

خواجہ حسن نظامی
کے مضامین کا دلکش مجموعہ جو اعلیٰ
جماعتوں کے سرکاری نصاب میں
داخل ہے قیمت ۱۲/ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ: کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

ونئی مال کے لئے ریلوے اسٹیشن کا پتہ صاف تحریر کیجئے

کولتار اس کے بعض حصے ہنسانے والے اور یقینی ہنسانے والے اور بعض پراسرار ہیں قیمت ۶

ومپائر ایک دوشیزہ کی عصمت ریزی کا عجیب غریب دردانگیز فلسفیانہ قصہ قیمت ۶

شریر بیوی ایک شوخ لڑکی کی داستان جس کو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے قیمت ۸

فل بوٹ حسن عشق کا بیحد دلچسپ مختصر ناول جذبات وتاثرات کا دل آویز مرقع قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

روح ظرافت صحیح معنوں میں ظرافت کی روح ہے آٹھ نہایت دلکش افسانوں کا مجموعہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عمر

مرزا جنگی لکھنؤ کی پرانی تہذیب اس دلنا ویز ڈرامہ میں دیکھ کر ہنستے ہنستے لوٹ جائیں۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲ر

دیکھا جائیگا شائقین کے بیحد اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے قیمت خوبصورت جلد کی ایک روپیہ عہ

روح لطافت جذبات لطیف کی شرح ہے۔ آٹھ بیحد دلچسپ و عبرت انگیز افسانے قیمت ۱۲ر

جنت کا بھوت یہ افسانہ بھی اس قدر پسند کیا گیا ہے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا ہے قیمت ۱۲ر

تفویض ایک گریجویٹ خاتون کی شادی ایک مسجد کے ملا سے ہو جاتی ہے اس سے عجیب وغریب نتائج قیمت پانچ آنہ ۵

قرآن اور پردہ آیات قرآنی کے حوالوں سے

چندر موہنی مصنفہ انصاری صاحب ناصری حسن و عشق کی داستان مگر پاک محبت کے لطیف جذبات حسرتناک انجام قیمت ایک روپیہ عہر

بتایا گیا ہے صحیح پردہ کیا ہے اور رسمی پردہ کیا ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہر

اخوان الشیاطین مصنفہ مترجم

دلّی کا آخری دیدار

مصنفہ سید وزیر حسن دہلوی کتاب کا مضمون کتاب کے نام سے ظاہر ہے قیمت بارہ آنہ ۱۲ر محصول ۵ر

کر دینے پر کیسے مجبور ہو جاتی ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ محصول ۵ر

نرگس جمال مترجمہ شاہد احمد بی اے قیمت عہر

سیلاب تبسم حضرت شوکت تھانوی کا تازہ مزاحیہ مضامین کا مجموعہ اس کتاب کو پڑھکر خود ہنسئے اور احباب کو ہنسانے کے لئے اس کتاب کو اپنے پاس رکھئے قیمت مجلد دو روپیہ ۱۲ر محصول ۶ر

تحر تبسم ۱۸ بہترین مزاحیہ افسانوں کا مجموعہ از شوکت تھانوی قیمت ۶ر محصول ۶ر

طوفان تبسم ۱۷ مزاحیہ افسانوں کا لاجواب مجموعہ از شوکت تھانوی قیمت دو روپیہ ۶ر محصول ۶ر

لاٹھی اور بھینس از ملا رموزی قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ محصول ۵ر

شفاخانہ از ملا رموزی قیمت ۸ر محصول ۵ر

دیوان ملا رموزی

قیمت چار آنہ ۴ر

شادی از ملا رموزی قیمت ۱۲ر محصول ۶ر

صبح لطافت از ملا رموزی قیمت دو روپیہ ۱۲ر محصول ۶ر

مضامین فرحت

(حصہ سوم) مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی کے بہترین ۱۵ مضامین کا مجموعہ قیمت ۱۲ر معہ محصول۔

لطائف عجیبہ ہر سہ حصہ از مولوی بشیر الدین احمد دہلوی قیمت دو روپیہ دس آنہ ۱۲ر محصول ۸ر

حکایات لطیفہ ہر سہ حصہ از مولوی بشیر الدین احمد دہلوی قیمت ۱۲ر محصول ڈاک ۸ر

کھرپا بہادر

چغتائی صاحب کے مخصوص طرز تحریر کا

تازہ ترین شاہکار

نہایت ہی پرمذاق اور ظرافت آمیز پلاٹ ہے مصنف اپنے شوخ اور مزاقیہ طرز بیان کے ساتھ ساتھ نگاران عظام کے محلوں کے جگمگاتے کمروں میں عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں کے ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائے کا یہ بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرز بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا چڑھا ہے۔ کھرپا بہادر کو پڑھکر آپ شرر کے دربار حرام پور کو بھول جائینگے بہترین لکھائی چھپائی فوٹو بلاک کا رنگین سرورق اور قیمت ان تمام خوبیوں کے مقابل بالکل مفت یعنی صرف ایک روپیہ (عہ) محصول ۵ر

ملنے کا پتہ:۔ **کتبخانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی**

نرگس حضرت ایم اسلم کا تازہ ترین شاہکار قیمت دو روپیہ (۱۲ر) محصول ۵ر

کمزوری مرزا عظیم بیگ صاحب نے ایک ایسا دلچسپ ناول لکھا ہے جو ان کی تمام موجودہ تصانیف سے بڑھ چڑھکر ہے قیمت دو روپیہ (۱۲ر) محصول پانچ آنہ ۵ر

علامہ مضحک فضل حسین صاحب چشتی سات مضحک افسانوں کا مجموعہ بیحد دلکش جو بعد آپ کے مطالعہ کے بعد رنگ تقریبا ہو جائیں گے قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہر

گناہ کی راتیں سات دل ہلا دینے والے افسانے ہر افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ عورت اپنے گوہر عصمت ضائع

آتالیق نسواں

بعد ترمیم

ـ بارہ دسیں حصوں میں چھپ گئی ہے اس پر عمل کرنے سے بیٹیوں کو ہنر یا ہنر مند و سلیقہ شعاری آتی ہے اس کتاب میں عملی کاموں کے مشق کیلئے پورے ۱۳۰۰ صفحوں میں بارہ سو شکلیں دی ہیں ہندوستانی اور یورپین طرز معاشرت کا مرقع بموقعہ مقابلہ کر کے دکھایا ہے دسوں جلدوں مکمل کی قیمت چار روپے آٹھ آنہ للعہ محصول بارہ آنہ ۱۲/

بیوی کے فرائض

اگر گھر کو جنت کا نمونہ بنانا ہے تو یہ کتاب بیوی کو منگا کر دیجئے اس کتاب سے آپ کو روحانی کیف بھی حاصل ہوگا۔ قیمت ۸/ محصول ۴/

موتیوں کا کام

اس دستکاری کی مفید کتاب کو ۲۰ ماہر عورتوں نے تیار کیا ہے اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ کہ ایسی مفید کتاب ہندوستان میں کہیں نہیں چھپی قیمت ۱۲/ محصول ۶/

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

آپکا گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے اگر آپ اس کتاب کے عامل بن جائیں قیمت آٹھ آنہ ۸/ محصول ۵/

گلدستہ کشیدہ

کشیدہ کاری کی اسقدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں شائع ہوئی جس کی تیاری میں ۸۲ دستکار بہنوں نے حصہ لیا اس فن کی مشہور ماہر محترمہ عزیز فاطمہ صاحبہ نے نہایت محنت اور قابلیت سے کتاب کو مرتب کیا ہے ترکیبیں اسقدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/ محصول ۸/

عصمتی کشیدہ

اس کتاب کو ہندوستان کی نامور خواتین کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جس میں کشیدہ کاری کیلئے تقریباً ڈیڑھ سو خوبصورت نمونے ہیں جو لڑکیوں کے لئے کشیدہ کاری کی مکمل تعلیم ہے قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول چھ آنہ ۶/

خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے۔ ان کے لئے کارآمد بیش بہا مشورے اور بہت سے کام جن سے وہ بغیر کسی کا احسان اٹھائے مالی پریشانیوں کو دور کر سکتی ہیں قیمت ۸/ محصول ۵/

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے نہایت کارآمد تحفہ جس کی تیاری میں ہندوستان کی ۲۵ نامور خواتین نے (جو کروشیا میں ماہر مانی جاتی ہیں) حصہ لیا ہے۔ قیمت ۱۲/ محصول ۸/

بیوی کی تعلیم

حضرت خواجہ حسن نظامی اور خواجہ بانو کی لکھی ہوئی کتاب جس میں ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کا بیویوں کو جاننا ضروری ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/ محصول ۶/

بیوی کی تربیت

بیوی کی تعلیم کا دوسرا حصہ نامور خواتین کے مضامین قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول ۶/

اولاد کی شادی

بیوہ کی تعلیم ۲

تیسرا حصہ اولاد کی شادی سے متعلق ضروری نصیحت نامہ قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول پانچ آنہ ۵/

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ اس کتاب میں تقریباً یکصد چودہ بیگمات کے حالات درج ہیں از مولوی عبدالحلیم شرر قیمت ۴/ محصول آٹھ آنہ ۸/

ازواج النبی

جناب سرور کائنات کی ازواج مطہرات کے پورے حالات و سوانح عمریاں قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول ۶/

توبۃ النصوح

لڑکیوں کو اخلاق نیک کرداری کی تعلیم از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت ۱۲/ ایضاً قسم دوم بڑھیا کاغذ ۸/ محصول ۶/

مراۃ العروس

لڑکیوں کو امور خانہ داری کی تعلیم دینے والی کتاب از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت ایک روپیہ ۱/ ایضاً قسم دوم ۱۰/ محصول ۴/

اقبال دلہن

شرفائے دہلی کی روزمرہ کی زندگی کے دلچسپ حالات از مولوی بشیر الدین احمد دہلوی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/ محصول ۸/

حسن معاشرت

پھوہڑ اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات کا اخلاقی ناول قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/ محصول ۶/

اصلاح معیشت

اس کتاب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عورتیں ہی مرد کو بگاڑتی ہیں قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/ محصول ۶/

بچیوں سے دو دو باتیں

لڑکیوں کے لئے مفید معلومات اور ہدایات کا مجموعہ قیمت ۱۰/ محصول ۵/

انشائے بشیر

عورتوں کے لئے سو کارآمد خطوط کا مجموعہ قیمت ۱۲/ محصول ۸/

ناشتہ

مشرقی اور مغربی ناشتہ تیار کرنے کی بہترین کتاب جو نئی روشنی کی بہنوں کے لئے کارآمد چیز ہے اس میں ہندوستان کے ہر حصہ کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں قیمت ۱۰/ محصول ۵/

شریف بیگمات کے مطالعہ کی کتابیں

مخدرات مشاہیر عالم

۳ حصہ جلد کامل، اس کتاب میں قریب قریب تمام دنیا کی مشہور عورتوں کے حالات درج ہیں از مولوی عبدالحلیم شرر قیمت تین روپے (۳/) محصول دس آنے (۱۰/)

دہلی کا باورچی خانہ

اس کتاب میں قدیم امرا اور شرفائے دہلی کے تمام لذیذ اور نت نئے کھانے اور انکے پکانے کے نہایت سہل طریقے درج ہیں قیمت ۸/ محصول ۵/

بنات النعش

لڑکیوں کے تمدن و معاشرت کی اصلاح از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت ۱۲/ محصول ۶/

اگر کوئی کتاب آرڈر کے وقت موجود نہ ہوگی تو چھپا چھپنے پر مطلع کر دیا جائیگا۔

ملنے کا پتہ [illegible] دہلی

جوانی اور شادی کی مسرتیں حاصل کرنی ہوں

تو مندرجہ ذیل کتابیں پڑھئے ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرتیں بھی ہیں عورتوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی تدابیر بھی ہیں اور اس کے علاوہ صحت اور تندرستی کے قیام کے اصول بھی ہیں جس کی پابندی سے آپ سدا بہار رہیں گی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل ہوگا

دلہن کی ڈائری

ایک شریف اور خاندار دلہن کی آپ بیتی، شب زفاف کا پرکیف سماں، کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ، دولہا میاں کی ہمیت بھاؤ عشرت کی چل بیچنی بے صبری کے جذبات، بیتابی کے مظاہرے، پوشیدہ حالات کا انکشاف غرضیکہ دلچسپیوں کا لاجواب مرقع ہے قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/

لذت النکاح

زن و شوہر کے تعلقات پر نہایت دلچسپ کتاب ہے جس کو جوانی اور اس کے جذبات کا مکمل کورس کہنا چاہئے اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دلہن کو کیا کرنا چاہئے اور اپنے ازدواجی تعلقات کا سلسلہ کیونکر برقرار رکھا جائے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/

دلہنوں کی کانفرنس

سات دلہنوں کی شبہائے خلوت کی دلچسپ داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو صحیح صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی ہیں اور تعلیم و حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک دلہن کی انوکھی سرگذشت ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ (۱۴/)

بہار عروس

یہ وہ کتاب ہے جس کو سہیلہ دلہن نے اپنی سہیلی اختر دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی سرگذشت لکھ کر بے پردگی کی جو کچھ بھی چھاپ دی ہے۔ اس میں بڑے بڑے پوشیدہ دلچسپ قصے ہیں

یہ کتاب بے لطف و مزیدار کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/

دولہا دلہن

یہ کتاب شادی شدہ نوجوانوں کو اپنی بیوی سے حقیقی لذت حاصل کرنا سکھائیگی، اور ناتجربہ کاروں کو ناتجربہ کاری سے جو نقصانات پہنچ جاتے ہیں ان سے بچائیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہر حالت میں غیر معمولی لذت پیدا ہو جائیگی اس کتاب کی مجربات اور عملی تدابیر معلوم ہونے کے بعد تمام عمر ممسک اور مقوی ادویات اور دوسری فضول دواؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ اردو میں لاجواب کتاب ہے، قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/

عیش و نشاط

اس کتاب میں شادی شدہ حضرات کے لئے وہ تجارب ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد عیش و لطف، کیف و مستی، تندرست اولاد، عورت کی محبت اور شادی کی لذتیں چند دن کے مطالعہ کے بعد حاصل کی جا سکتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/ علاوہ محصول

زن و شوہر

پر طلسمی کتاب شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی کو راحتوں سے لبریز کر دیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مرد عورت کی فطرت سے اس قدر آگاہ ہو جاتے ہیں کہ وہ عورتوں کو ہمیشہ کانگار رکھ کر بھی خوش رکھ سکتے ہیں قیمت ایک روپیہ ۱۲/

مرد و عورت

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آخر عمر تک زندگی

تندرست رہیں گے، اور انہیں وہ تجربے معلوم ہوں گے جن سے شاید اسی سال کے بوڑھے بھی ناواقف ہیں۔ قیمت ۱۲/

میاں بیوی

یہ کتاب دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں زن و شوہر کے تمام تعلقات پر بحث کی گئی ہے اور ان تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جسے لوگ بیوقوفی سے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں قیمت ۱۲/

لطف شباب

عربی کی ایک مشہور کتاب کا ترجمہ جو سلطان سلیم خاں کے لئے لکھی گئی تھی صدیوں سے ناپید تھی اس کا مطالعہ کمزور مردوں کیلئے اکسیر اور بے اولادوں کیلئے مژدہ اولاد ہے اور مقوی باہ مجرب نسخوں اور طلسوں کا نادر و نایاب مجموعہ ہے قیمت ۱۲/

مرقع حسن و شباب

یہ لطف شباب کا دوسرا حصہ ہے جس میں عورتوں کے اقسام و حالات اور ان کے حسن و شباب کو دوبالا کرنیوالی دوائیں اور طریقے درج ہیں قیمت ایک روپیہ ۱۲/

زندگی کی بہار

مصنفہ جناب حکیم ممنو خاں صاحب دہلوی جس میں کل کیفیت عیش و عشرت مرد و عورت کے جملہ امراض کے حالات معہ علامات درج ہیں۔ شوقین مزاجوں کے لئے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے، قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/ علاوہ محصول ڈاک۔

صلاح کار

عورت مرد کے تعلقات پر نہایت مفید علمی کتاب جس میں عشق و محبت کی حقیقت اور جوانی کے خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے قیمت ۱۲/ علاوہ محصول۔

نفسیات شباب

مترجمہ حکیم ... صاحب ندیم اسرائیلی

ایک ڈی برنٹ ایڈورڈ اشپرنگر پروفیسر برلن یونیورسٹی کی بے مثل تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے اردو ترجمہ نوجوانوں کی نفسی سیرت ان کی تخیلی زندگی، عشق، تصور کائنات اور اخلاقی نشو و نما پر اس کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں اپنی نوعیت کی پہلی اور مقبول عام کتاب ہو قیمت معہ محصول ڈاک آٹھ آنہ ۸/

ایرانی کوک شاستر

اگر آپ کو شباب جاودانی کی خواہش ہو تو ایرانی کوک شاستر کو مطالعہ میں رکھئے جس سے آپکو معلوم ہوگا کہ جوانی کو آپ کس طرح ہمیشہ قایم رکھ سکتے ہیں بیوی سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہئے اور اسکے جذبات و تاثرات کیا ہیں محمود شباب کس طرح وقف خزاں ہوتا ... ... روٹھی ہوئی جوانی کی دیوی کس طرح منتی ہو۔ حاذق حکما کے سہل الحصول صدری مجرب نسخے قیمت ۱۲/ محصول ۲/

تصویر حسن

اس کتاب میں قابل مصنف نے حسن و خوبصورتی پیدا کرنے اور اس کو قائم رکھنے کے اصول پر بحث کی ہے۔ اور وہ تمام نسخے اور طریقے درج کر دیئے ہیں جن سے ایک بد صورت و بدشکل بھی نہ صرف حسین بن سکتا ہے بلکہ حسن و خوبصورتی کو آخر عمر تک قایم رکھکر روز افزوں ترقی کر سکتا ہے قیمت ایک روپیہ ۱۲/ محصول ۲/

قانون ازدواج

دنیائے کیف و نشاط کا خاموش رہنما کتاب کے نام سے کتاب کے کام کا اندازہ لگا لیجئے۔ جوانی اور شادی کی مسرتیں۔ عورتوں کو مسخر کرنیکی تدبیریں، تندرستی قایم رکھنے کے اصول، ضعیفی کو جوانی سے بدلنے والے قوانین اور تقریباً دو درجن تصاویر قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/ محصول ۲/

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

[illegible]ت بالتصویر

[illegible] حسن کی رعنائی و نخوت [illegible] کے تمام پوشیدہ [illegible] اور [illegible] ہر صورت میں ممکن ہو جب آپ [illegible] انسانی زندگی کا مکمل نمونہ ہو عورت کے پوشیدہ [illegible] جسم عورت کی فطرت عورت کی تربیت عورت کے باغ حسن کی خوشبو نخرہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی پوشیدہ بات ایسی نہیں جو اس کتاب میں نہ ہو اس کتاب میں دو [illegible] فوٹو بلاک ورنگین تصویریں ہیں بہت مقبول کتاب ہے اور ہاتھوں ہاتھ بکتی ہے قیمت [illegible] محصول ۸ر

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد شب عروسی کی صحیح تعلیم معلوم ہو جاتی ہے شادی کے وقت عزیز و دوستوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے دوستوں کو زوجہ کے لئے کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو یہ کتاب دیجئے، شب عروسی اصلی کتاب زندگی کا پہلا ورق ہے یا تکمیل انسانیت کے بام عروج کی پہلی سیڑھی ہے، اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائے گا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہو گا کہ انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہیگی قیمت عہ رہے جو اس کے منافع [illegible] مرتبہ صدقہ ہے محصول ۵ر

کیف مواصلت

دنیا کے لطف صحبت اور لذت و کیف میں انتہائی چیز ایک مرد اور جوان مرد کیلئے عورت سے مواصلت ہے اور یہی وہ کیف افزا شے ہے جس پر دنیا کی بقا کا مدار ہے یوں تو فطرت کی بسیط دنیا میں ہر ذی روح ہستیاں ایسی ہیں جو حسب قانون قدرت طرح طرح پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار لیتے ہیں تو یہ [illegible] اس کیف پرور شعبہ حیات میں اس درجہ تمتع حاصل کیا جائے جو دوسرے ذی حیات عالم سے ممتاز ہو . . . کتاب مواصلت کے اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں لذت ہی لذت ہے قیمت ۸ر محصول ۱ر

بہار شباب

صنفی کتابوں میں جس اسلوب بیان کو اختیار کیا گیا ہے وہ جذبات کی ہیجانی ہے یہ چیز مطالعہ کیلئے خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو لیکن اصل فلسفہ اس امر کے ماتحت ہے جس کے ماتحت ہر انسان جوانی و جوانی کو قائم رکھ سکتا ہے کہ یہ قائم ہو سکے بہار شباب میں ایسی ہی بہتلانہ حالت کیف انگیزی اور اس کو دوام کرنے کیلئے بڑے بڑے عجیب طریقے قاعدے ہیں [illegible] کی ہزار ہا باتیں اور عورتوں کی اندرونی کیفیات کو مردوں پر آئینہ کر دیا متعدد دعاؤں فوٹو بھی ہیں قیمت ایک روپیہ چھ ر محصول ۸ر

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے خاص ہے عالم ہے اس کتاب میں [illegible] نے لذت کے ہر حصہ صورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذت ایک جوان آدمی کے ذہن میں عورت کبھی نہیں شاید اس کے پلنگ بھی نہ ہو [illegible] مفتش نے عورت کے [illegible] سے لذت ہی لذت ثابت کی ہے اور اسی طرح مرد کی قوت کہ مزید طاقتور کرنیکے نسخے لکھے اور ہزاروں کرتا ہیں اور یہی علاج کے سلسلہ میں حکایات ہیں جو بیان ہوتی ہیں وہ ہزاروں مجربوں سے مجرب ہیں قیمت ڈیڑھ روپیہ محصول ۸ر

برتھ کنٹرول

عورت کی بے انتہا خوبی لذت ہی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تم اسکے حسن و جمال کے قائم رکھنے کا [illegible] اولاد کی کثرت سے نصف ملکہ حسن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے بلکہ غریب والدین کیلئے انکی پرورش سوہان روح ہوتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق ولذت سے محروم ہو جاتا ہے، برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے جسکو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائیگی اور یقین کے ساتھ اولاد کو پیدائش تمہارے لئے اختیاری ہو جائیگی قیمت عہ محصول ۵ر

لذت شباب

شباب ہا والی کی جو چیز ہے تو لذت شباب بھی ایک [illegible] کا مطالعہ کیجئے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ شباب کے حسن کو کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں محبت کے تاثرات کیا ہیں حسن کی حفاظت کس طرح لطف اندوز ہونا چاہئے گلزار شباب کس طرح دفعتاً خزاں ہوتا ہے شباب کی رونق ہوتی ویری کس طرح ممکن ہے عورت اگر عورت سے اور مرد اگر مرد سے اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لذت شباب میں سہ مستانہ شباب کو لذت تازہ رکھنے کیلئے مصالحہ مجرب نسخے ہیں فوٹو بلاک قیمت عہ محصول ۸ر

شب عروسی کے افسانے

وہ لذیذ کتاب ہے جو شب عروسی کے تمام لذائذ کو یکجا جمع کرتی ہے کامیابی کی ہی پہلی دو سرے [illegible] کتاب [illegible] بڑی کتاب دلاویز ہوگی اور واقعہ یہ ہے کہ دلہن نوبیاہی کی طرح ہے یہ کتاب جو لذت اور جذبات کی آئینہ دار ہے شب عروسی کے متعدد افسانے [illegible] دلہن بلکہ ملتے آج ہی سے جتنے افسانے ہیں انکی ہی طریق پر اس زندگی کی سب سے بہتر [illegible] میں مزے لوٹے گئے ہیں۔ کامیاب زندگی کا مکمل نامہ عمل ہیں قیمت ایک روپیہ عہ محصول ۶ر

قانون مواصلت

عیش ونشاط کی زندگی کا رہبر اگر اس کتاب کی ہدایتوں پر عمل کیا گیا تو ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ وقت سے پہلے آپکی قوت میں کمزوری پیدا نہیں ہو سکتی اور شباب کی پوری کیفیت آپ لطف اٹھائیں گے۔ اس میں مواصلت کی بابت تمام ضروری باتیں لکھی ہیں قیمت عہ

عہد شباب نوجوانوں کا رہبر کامل نا عاقبت اندیشی کیلئے مشیر و آب حیات قوت رفتہ کی بحالی تمام الامر تو اس کی واپسی کی تدبیریں صنفی قوت کی حالت پر نہیں ہیں بلکہ اس میں اضافہ کی صورتیں نکالی گئی ہیں علمی ہدایات نیز مجرب نسخوں کا مجموعہ [illegible]

تاج العروس

یہ کتاب صدہا قیمتی کتابوں کے مطالع کے بعد لکھی گئی ہے اس میں صنف نازک کے ہر پہلو اور امور خانہ داری کے ہر نکات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھا گیا ہے درحقیقت یہ کتاب صدہا عربی فارسی اور ہندی معلومات کا بہترین نچوڑ ہے قیمت ۱ر علاوہ محصول

ثمرۂ وصال عیش و سرور کے منازل کے ساتھ اولاد پرورش اطفال پر بہترین کتاب قیمت ۱۲ر علاوہ محصول۔

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوتے ہیں شادی سے پیشتر کیا کرنا چاہئے ہے شادی کے بعد اسکے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے حسن و شباب کی حفاظت کس طرح کیجاتی ہے اور دوشیزہ کی پرکیف زندگی سے عیش و عشرت کی بہار کس طرح لوٹی جاتی ہے ان تمام باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا ایک مست شباب دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا، ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی۔ فوٹو بلاک کی دو درجن حسین وجمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کر دیا ہے قیمت عہ

افشائے راز نہاں

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب اور ایسی عجیب غریب کہ آپنے اس عجیب موضوع پر شاید کوئی کتاب سنی نہ ہوگی اسپین و ہزار دو سو کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کیلئے خود ان کے قلم سے لکھے ہوئے امریکہ کی ایک من چلی عورت نے یکجا کرکے کتابی صورت میں پیش کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچا دی ہے اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ خدا جانے کب تک یہ لوگوں کے مطالعہ میں جا سکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اسلئے جلدی منگائیے قیمت ۱۲ر محصول ۶ر

یاد رکھئے ڈاکخانہ کے قانون بہت سخت ہو گئے ہیں اسلئے وی پی وصول کرنے میں تامل نہ کیجئے

ملنے کا پتہ [illegible]

[illegible]

کلید مراد

دعائیں مانگنے اور مرادیں حاصل کرنے کے طریقے کلام اللہ اور احادیث سے اخذ کرکے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت ۸/

فن تسخیر

دلوں کو مسخر کرنے والے اخلاق آداب سکھانے والی کتاب قیمت آٹھ آنہ ۸/

فن تقریر

تقریر اور گفتگو کرنے کے مفید اصول ۸/

آپکی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

اس لئے کہ آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے اور آداب سے ناواقف ہیں، اگر آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے واقف ہوجائیں تو آپ کی دعا قبول ہوگی اور ضرور ہوگی اسکے لئے کہ قرآنی دعائیں پڑھئے، اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے کے بعد بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں، سحر بوروں کو افلاس سے نجات مل جاتی ہے، مقروض قرضہ سے سبکدوش ہوجاتے ہیں اور پریشانیاں دور ہوجاتی ہیں، ہدیہ آٹھ آنہ ۸/

آپ سے کون خفا ہے؟

کون منانے سے نہیں منتا، آپ کسے اپنا مطیع اپنا فریفتہ اپنا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں؟ وہ کوئی عورت ہو یا مرد ہو کوئی بوڑھا ہو کوئی آقا ہو کوئی حاکم ہو، آپ کا مطیع و مسخر ہوسکتا ہے۔ اگر آپ اس عجیب و غریب طلسمی کتاب عمل تسخیر کو ملاحظہ کریں، اور اس کی ہدایتوں پر عمل فرمائیں، ہر عمل کی ترکیب نہایت آسان ہے قیمت آٹھ آنہ ۸/

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے اس میں صرف تین چھوٹے چھوٹے لفظ تجویز کر دیئے ہیں آپ جس بحر کی چاہیں تقطیع کر لیں اگر آپ شاعر بننا چاہیں تو فن شاعری منگائیے قیمت ۸/

تصانیف مولنا شبلی نعمانی

الفاروق

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نہایت معتبر و مستند اور بسیط مکمل سوانحعمری قیمت اعلیٰ ایڈیشن ۴/ معمولی ایڈیشن ۳/

الغزالی

حجۃ الاسلام امام غزالی کی سوانحعمری اور ان کا فلسفہ علم کلام، اخلاق اور تصوف میں ان کے مجددانہ کارنامے قیمت ۱/

سیرۃ النعمان

سراج الامہ حضرت امام ابوحنیفہ رح کی سوانحعمری اور انکے اجتہادات اور مسائل فقہ حنفی کی تاریخ اور اسلامی قانون پر تبصرہ قیمت اعلیٰ ایڈیشن دو روپیہ ۲/ معمولی ایڈیشن ۱/

سوانح مولانا روم

اسلام کے مشہور صوفی شاعر حضرت مولانا روم کی مفصل سوانحعمری انکا مسائل تصوف، علم کلام اور مثنوی پر تبصرہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱/۸

المامون

مامون رشید عباسی کے عہد سلطنت کے حالات اور دولت عباسیہ کے عروج و زوال کا دلکش مرقع قیمت اعلیٰ ایڈیشن دو روپیہ ۲/ معمولی ۱/

رسائل شبلی

اسلامی علوم و فنون اور اسلامی تمدن وغیرہ کے متعلق مولانا کے قابل دید اردو مضامین کا مجموعہ قیمت ۱/

مقالات شبلی

علامہ ابن تیمیہ ابن حزم قاضی ابن رشد اور دیگر علمائے اسلام اور مغلیہ تمدن کے متعلق متفرق مضامین کا مجموعہ قیمت جلد اول ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱/۸ دوم ۱۲/

مکاتیب شبلی

مولانا کے ان پرائیویٹ خطوط کا مجموعہ جن میں مولانا کے قومی خیالات اور علمی تعلیمی اور ادبی نکات ہیں قیمت جلد اول ۱/ دوم ۸/

اسکول ماسٹر

پرائیویٹ طلبا اور عربی مدارس کے طالب علم انگریزی بغیر استاد کی مدد کے سیکھنا چاہیں ان دونوں کے لئے اسکول ماسٹر کا مطالعہ از بس مفید ہوگا، نیز جو تجارت پیشہ حضرات انگریزی میں خط و کتابت نہیں کرسکتے ان کو بھی اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے اس کتاب میں اسکا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ اخبارات کے ترجمہ میں بھی آسانی ہو ضخامت ڈیڑھ سو صفحات بہترین لکھائی چھپائی قیمت بارہ آنہ ۱۲/ علاوہ محصول۔

اتالیق فارسی

مولفہ جناب رشید طلعت صاحب منشی فاضل ہیڈ اورنٹیل ٹیچر سنسکرت ہائی اسکول دہلی۔

یہ کتاب ہائی اسکول اور کالج کے طلبا کو خاص طور پر ترجمہ سکھانے کے لئے لکھی گئی ہے قیمت صرف ۱۲/ علاوہ محصول

بغیر استاد کے فارسی سکھانیوالی کتاب

فارسی بول چال

جس کی مدد سے آپ چند ہی دن میں فارسی زبان کی پوری مہارت اور لیاقت پیدا کرسکیں گے ہر قسم کی بول چال کے فقرے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور کاروباری رقعہ جات کے نمونے گفتگو کے طریقے ہزاروں اور لاکھوں ایسے الفاظ جو پرانی فارسی میں غیر زبانوں سے شامل ہوگئے ہیں اور سب کی تشریح اور ساتھ ہی ایک فرہنگ غرضکہ فارسی خواں طلبا کے لئے بہتر اور عمدہ کتاب ہے قیمت صرف ۱۰/ محصول ڈاک ۲/ کل ۱۲/

اتالیق عربی

مصر، حجاز، شام اور ہندوستان کے روشن خیال علما کے مشورہ سے یہ کتاب لکھی گئی ہے اس کتاب کا یہ کمال ہے کہ اسکے مطالعہ کے بعد ایک مہینہ میں عربی لکھنا اور عربی بولنا آجاتا ہے قیمت ۱۲/

ترجمہ قرآن شریف انگریزی (مرزا حیرت)

یہ وہ قرآن شریف ہے جسے بہت عرصہ ہوا کہ مرزا حیرت دہلوی نے بڑی آب و تاب کیساتھ شائع کیا تھا اور دنیا کے ہر گوشہ میں مقبولیت کی نظروں سے دیکھا گیا تھا۔ لیکن یکایک کچھ ایسا ناپید ہوا کہ لوگ ڈھونڈتے رہ گئے لیکن اسوقت اتفاقاً ہمیں چند ہی جلدیں ایک جگہ سے دستیاب ہوگئی ہیں چنانچہ فائدہ عوام کی غرض سے پہلی قیمت ۱۲/ سے گھٹا کر صرف آٹھ روپے میں مجلد نہایت خوبصورت چرمی جلد کا ہدیہ کر رہے ہیں بہت تھوڑی جلدیں ہیں جلد توجہ کیجئے۔

مولنا شبلی کے تاریخی مضامین

یہ مولانا موصوف کے بعض ان علمی اور تاریخی مضامین کا مجموعہ ہے جو اردو زبان کا مایہ ناز سرمایہ کہلانے کے مستحق ہیں ان سے آپکی معلومات میں اضافہ ہوگا اور خیالات میں وسعت پیدا ہوگی۔ قیمت مجلد صرف ۸/

مولوی نذیر احمد کے علمی مضامین

اسمیں مولانا موصوف کے بعض علمی اور مذہبی مضامین جو دہلی کی ٹکسالی زبان میں ہیں ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہیں مذہب اور زبان کی رہبری کے لئے یہ کتاب ضرور طلب کیجئے قیمت مجلد صرف آٹھ آنہ ۸/

مضامین حالی

مولانا موصوف کے چیدہ مضامین قیمت مجلد ۶/

آپ کے فائدے کی بات [illegible]

شاہی دربار مرشد آباد و بنگالہ کا ایک نادر تحفہ

طلائے وصال

[illegible] اطلائے بنگالہ و مہاراجہ مرشد آباد کے ہمراہ یا مسکے متعلق ایک نسخہ کی بنیاد پر ایک نادر الوجود طلا تیار کیا گیا ہے جس میں قیمتی اجزاء کا ایک بیش بہا [illegible] سے استعمال سے کھوئی ہوئی جوانی واپس آجاتی ہے۔ دہلی کے مطبوں میں بارہا استعمال کرنے کے [illegible] دہلی سے باہر پبلک کیلئے بھی پیش کیا جاتا ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں شباب کی لذتوں کو کھو دیا [illegible] حرکات کے باعث پوشیدہ جذبات کو سرد کر بیٹھے ہوں۔ عضو مخصوص میں کجی۔ دُبلاپن اور سستی [illegible] معلوم ہوتی ہو۔ شادی کے نام سے کانپتے ہوں۔ عقل و ذہن دے چکے ہوں چہرہ [illegible] جوانی قوت فنا ہو گئی ہو۔ انکے لئے یہ نادر الوجود شاہی طلا پیام حیات ہے۔ قیمت [illegible] تین روپے (سے) علاوہ محصول ڈاک

وزیر اودھ کا حیرت انگیز طلسم

حب عیش افزا

مجموعۂ حیات سے لطف اندوز ہو نہیں اگر عیش کی گھڑیاں طول کھینچ جائیں تو شباب کا صحیح لطف آجاتا ہے معتمد دولہ نواب آغا میر مرحوم وزیر اودھ کے قلمی بیاض سے تیار کیا [illegible] پر اسرار جڑی بوٹیاں شامل کر کے ایسی حیرت انگیز اور طلسمی چیز تیار کی گئی ہے کہ قوت باہ کی جملہ خرابیاں دور ہو جاتی ہیں [illegible] اور اعصاب رئیسہ میں حرارت غریزی تحریک سے عیش و سرور شباب بڑھ جاتا ہے کہ مدت العمر تک [illegible] نہیں ہو سکتی۔ یہ ہے کہ خود خوبان جمال کے لب نازک سے تعریفی جملے سننے میں آتے ہیں پوشیدہ قوتوں [illegible] اور سرعت انزال کی دوا ہے وزیر اودھ کو ایک طویل عرصہ کے تجربہ اور تلاش کے بعد یہ نادر [illegible] قیمت مکمل خوراک تین روپے (سے) علاوہ محصول ڈاک۔

[illegible] اگر طلائے وصال کے ہمراہ حب عیش افزا کا استعمال کر لیا جائے تو دس بارہ روز میں وہ حیرت انگیز نتائج [illegible] بیان سے باہر ہے۔ مکمل سیٹ دونوں دواؤں کے منگا پر قیمت پانچ روپیہ (صہ) علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

شاہی دواخانہ بازار پائیوالان جامع مسجد دہلی

Printer and Publisher :—
SYED WILLAYAT HUSAIN, JAMA MASJID, DELHI.
Cover Printed at the Calcutta Art Press, Delhi.


شاہجہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشاہدات

مبالغہ نہیں واقعہ ہے کہ ہمارا ہر پرچہ مضامین کی دلآویزی کے باعث دوسرے رسائل کے خاص نمبروں سے بھی ممتاز ہوتا ہے اس لئے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہجہاں کا خاص نمبر کن خوبیوں کا مجموعہ ہوگا۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جنوری ۱۹۳۷ء کے پہلے ہفتہ میں ایک ضخیم دلچسپ مجموعہ ادب قارئین کے سامنے سال نو کے تحفہ کے طور پر پیش کیا جائے خاص نمبر کی ترتیب و تدوین شروع ہو چکی ہے۔ اور اس کے لئے مشاہیر ادب کے جیسے بے پناہ مضامین اور دلکش تحریریں موصول ہو چکی ہیں اور آئندہ چند روز میں پہنچ جائیں گی ان پر نظر ڈالنے سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شاہجہاں تقریباً سو سوا سو صفحات پر مشتمل خاص نمبر پیش کریگا وہ بڑے بڑے سالنامے گراں فروشی کے باوجود پیش کرنے سے قاصر ہوں گے سہ رنگی اور ایک رنگی تصاویر سے بھی خاص نمبر مزین ہوگا مشرق و مغرب کے چیدہ فسانہ نگاروں کے لاجواب و دلپسند افسانے دلکش غزلیں اور نظمیں دلآویز ڈرامے آپ کو سال بھر تک محظوظ کرینگے

شاہجہاں کی خوبیوں اور قیمت میں اضافہ نئے سال سے شاہجہاں کی ضخامت اور مضامین کی ندرت و جدت میں اضافہ کیا جا رہا ہے ہم نے وسیع پیمانے پر انتظام کئے جا رہے ہیں چونکہ ہمارے مصارف بہت بڑھ جائینگے اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال سے شاہجہاں کی سالانہ قیمت دو روپے ہوگی جس میں مستقل خریدار کو ایک ضخیم سالنامہ بلاقیمت پیش کیا جائیگا لیکن یہ اضافہ قیمت اس کی خوبیوں ضخامت و تصاویر و تزئین کی گنجائش و اضافہ کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ امید ہے کہ ناظرین اضافہ صفحات کو پسند کرینگے خاص نمبر اس ندرت کا پہلا نقش ہوگا اور اس کے لئے آپ ابھی منتظر رہئے امید ہے کہ جدید خریدار فراہم کرکے آپ اپنے رسالہ کی مدد کرینگے اور ہم متوقع ہیں کہ نئے سال میں پرانے معاونین اپنے ساتھ جدید احباب کو بھی بزم شاہجہاں میں رونق بخشیں گے

سید وصی اشرف

فہرست مضامین

سبز آنکھیں

"تمہارا چہرہ زرد پڑ گیا ہے، تم خاموش اور مغموم رہتے ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اُس دن کا بُرا ہو جس دن تم اُس زخمی بارہ سنگھے کے تعاقب میں شمشاد کے جنگل میں فوارے کے نزدیک جا پہونچے تھے۔ کوئی تمہیں دیکھے تو یہ سمجھے کہ کسی بوڑھی جادوگرنی نے تم پر اپنا ناپاک جادو کر دیا ہے۔ اب تم شکار کو بھی نہیں جاتے، نہ تو اب تمہارے جلو میں شکاری کتے دوڑتے نظر آتے ہیں اور نہ اب تمہارا شکاری نرسنگا خوابیدہ گونجوں کو جگاتا ہے۔ روزانہ صبح کو تم اپنا تیر کمان اُٹھاتے ہو اور تن تنہا گھر سے نکل جاتے ہو، اُن خیالات میں مستغرق جو تمہیں آگ کی طرح جلائے ڈالتے ہیں، گھنے جنگل میں چلے جاتے ہو اور شام تک وہیں رہتے ہو، جب شب کی تاریکی پھیل جاتی ہے تو تم محل واپس آتے ہو، تھکے ہارے، اور میں اُس شکار کی بے سود تلاش کرتا ہوں جسکی تم سے توقع رکھتا ہوں۔ تم ان پریشان کُن ساعتوں کو اُن لوگوں سے دور رہکر کیوں گذارتے ہو جو تم سے بیحد محبت کرتے ہیں؟"

اینگو جب یہ کہتا تو فرنینڈو اپنے خیالات میں محو اپنے پہاڑی چھرے سے اُس آبنوسی چوکی پر لکیریں کھینچتا رہتا جس پر وہ بیٹھا ہوتا۔ بہت دیر تک خاموشی رہتی۔ آبنوس کی چمکدار سطح پر صرف چھرے کے پھسلنے کی آواز سنائی دیتی۔ پھر وہ نوجوان اپنے بوڑھے ملازم سے اس طرح خطاب کرتا گویا اُس نے اُسکی کوئی بات ہی نہیں سُنی۔

"اینگو، تم بوڑھے ہو، مونکایو کے مرغزار سے تم واقف ہو، تم نے اپنی ساری عمر اُسکے جنگلوں میں جانوروں کا پیچھا کرنے میں گزاری ہے، تم کئی دفعہ کرتے کرتے اُن مقامات پر بھی پہونچ گئے ہو جہاں کوئی اور نہیں پہونچ سکتا، تم مجھے بتاؤ، آیا تم نے کبھی اتفاقاً کسی ایسی لڑکی کو بھی دیکھا ہے جو پہاڑوں میں رہتی ہے؟"

"لڑکی!" بوڑھے شکاری نے تعجب اور غور سے اپنے آقا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں،" نوجوان نے کہا "مجھ میں ایک عجیب و غریب تبدیلی ہو گئی ہے، بہت ہی عجیب و غریب۔ میں نے چاہا تھا کہ اس بات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راز بنا کر اپنے دل میں رکھوں گا مگر میرے لئے یہ ناممکن العمل معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات میرے دل میں آگ کی طرح دہکتی ہے اور میرے چہرے میں جھلکتی ہے۔ اس لئے میں تم سے سب کچھ کہدوں گا۔ شاید تم مجھے اُس راز کے سمجھنے میں مدد دے سکو جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس ہستی سے وابستہ ہے جو صرف میری ہی ذات سے متعلق ہے، کیونکہ اور کسی کو اسکی بابت کچھ بھی معلوم نہیں، کسی نے اُسے نہیں دیکھا۔ اسکے متعلق مجھے کوئی بھی کچھ نہ بتا سکا۔"

بوڑھے شکاری نے لب کشائی کئے بغیر اپنے آقا کی چوکی کے قریب اپنی کرسی کھینچی اور اُسکے چہرے پر سے اپنی نظریں ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں ہٹائیں۔ شکاری کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ نوجوان آقا نے پھر کہنا شروع کیا:۔

"اُس دن سے جس دن کہ تم نے مجھے زخمی بارہ سنگھے کا تعاقب کرنے سے باز رکھنا چاہا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ شمشاد کے جنگل میں داخل ہونے والے کو صدمہ پہونچتا ہے اور میں نہ مانا تھا اور اسکے قطعہ آب تک جا پہونچا تھا، میرا جی صرف تنہائی میں لگتا ہے۔ یہی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں اکیلا رہوں۔ تم اُس مقام سے ناواقف ہو۔ اچھا تو یوں سمجھو کہ فوارہ ایک پہاڑی کے نشیب میں واقع

ہے۔ اسکے چاروں طرف آبی پودوں کے چوڑے چوڑے پتّے پانی میں تیر رہے ہیں اور فوّارے کا پانی قطرہ قطرہ ہو کر اُن پر گر رہا ہے اور ڈھلک رہا ہے۔ جب قطرے گرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سونے کی گیندیں برس رہی ہیں اور جب وہ ہواؤں میں سے گزرتے ہیں تو اُن کے ساتھ ساتھ مست کر دینے والے سُروں کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ یہ قطرے جمع ہوتے ہیں اور پھر سبزے پر بہتے ہیں اور اُن کے بہنے میں سُہانی سرگوشیوں کی سی آواز پیدا ہوتی ہے جو اُس بھنبھناہٹ سے مشابہ ہوتی ہے جو شہد کی مکھی کے پھول پر اُترتے وقت سُنائی دیتی ہے۔ یہ ایک رنگیلی آبجو کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور پھر ایک چھوٹی سی ندی بہتی نظر آتی ہے جسکی موجیں رکاوٹوں سے ٹکراتی ہیں، پسپا ہوتی ہیں، دبتی ہیں، بہکتی ہیں اور اُچھل کر آگے بڑھ جاتی ہیں۔ موجیں اس طرح رواں رہتی ہیں گویا ہنس رہی ہیں، سانس لے رہی ہیں، یہاں تک کہ بہتے بہتے تالاب تک پہونچ جاتی ہیں اور اس میں جذب ہو جاتی ہیں، ایک ناقابلِ بیان سرگوشی کے ساتھ ـــــ آہیں، الفاظ، نالہ، گیت۔ جب ندی تالاب میں شامل ہوتی ہے تو میں نہیں جانتا کہ اس سرگوشی میں میں کیا نہیں سُنتا۔ میں اس پہاڑی پر غمگین و خاموش بیٹھا سُنتا رہتا ہوں جسکے قدموں سے پُراسرار تالاب کا پانی ملا ہوا ہے۔ وہاں بہت گہرا پانی ہے اور شام کی ہوا سے بھی اُسکی سطح میں جنبش پیدا نہیں ہوتی۔

وہاں ہر چیز سے خوف ٹپکتا ہے۔ تنہائی اپنی ہزاروں ناقابلِ فہم آوازوں کے ساتھ چاروں طرف حکمرانی کرتی ہے اور ذہنِ انسانی کو نامعلوم غم سے بھر دیتی ہے۔ شمشاد کے چمکدار پتوں کے سایوں میں سے، پہاڑیوں کے غاروں میں سے، تالاب کے پانی میں سے فطرت کی غیر مرئی روحیں انسان سے ہم کلام ہوتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان کی غیر فانی روح کو پہچان سی رہی ہیں۔

علی الصباح جب تم دیکھتے ہو کہ میں تیر کمان اُٹھا کر گھر سے نکلتا ہوں تو یہ نہ سمجھو کہ میں شکار کی تلاش میں روانہ ہو گیا ہوں۔ نہیں۔ میں اس لئے جاتا ہوں کہ تالاب کے کنارے جا بیٹھوں، اُسکے پانی پر اپنی نظریں جما دوں ـــــ کیوں؟ میں نہیں جانتا۔ یہ دیوانگی ہے جس دن میں وہاں پہونچا تھا تو میرا خیال ہے کہ میں نے جنگل کے وسط میں ایک عجیب چیز دیکھی تھی ـــــ بہت ہی عجیب ـــــ ایک عورت کی آنکھیں۔

شاید وہ سُورج کی کوئی بھٹکی ہوئی کرن تھی جو پانی کا سینہ چیر کر اس میں اُتر گئی تھی۔ شاید وہ اُن پھولوں میں سے ایک تھا جو گہرے پانی کے بیچ میں تیرتے رہتے ہیں، جن کی پنکھڑیاں زُمرد کی معلوم ہوتی ہیں۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ وہ ہے کیا۔ بہرحال وہ کچھ بھی ہو، مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی ہیں۔ ایسی نظریں جنہوں نے میرے دل میں ایک بے معنی جذبہ یہ پیدا کر دیا کہ میرا احساس فنا ہو جائے۔ یہ آرزو دل میں کروٹیں لینے لگی کہ کسی ایسی ہستی سے ملوں جس کی آنکھیں ایسی ہی ہوں جیسی کہ میں نے ابھی ابھی دیکھی تھیں۔

یہی آرزو اپنے دل میں لئے ہوئے میں اُس مقام پر روزانہ جاتا رہا۔

آخرکار ایک شام کو ـــــ مجھے یہ گمان تھا کہ یہ خواب ہوگا، لیکن نہیں، یہ حقیقت تھی کیونکہ میں نے کئی دفعہ اُس سے باتیں کیں جس طرح تم سے میں اب باتیں کر رہا ہوں ـــــ ایک شام کو میں نے دیکھا کہ جہاں میں بیٹھا کرتا تھا اُسی جگہ ایک بیحد حسین لڑکی بیٹھی ہوئی [illegible] حسن کہ ہمارے خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ اُس کا لباس پانی تک پھیلا ہوا تھا اور تالاب کی سطح پر بھی چھایا ہوا تھا۔ اُسکے بال سنہری

تھے۔ اُسکی پلکیں اس طرح جھک رہی تھیں جیسے روشنی کی شعاعیں اور اُنکے نیچے وہ حسین آنکھیں چمک رہی تھیں جنہیں میں نے دیکھا۔ ہاں! اُس لڑکی کی آنکھیں ہی فی الحقیقت وہ آنکھیں تھیں جو اتنے عرصہ تک میرے ذہن میں جاگزین رہیں۔ آنکھیں جن کا رنگ حدودِ قیاس سے باہر تھا آنکھیں جن کا رنگ ــــ "

"سبز تھا!" اجنبی نے اپنی آواز میں کہا جس میں انتہائی خوف شامل تھا اور گھبرا کر اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

فرنینڈو اپنی جگہ پر متعجب تھا کہ اُس نے وہ بات کیسے بتا دی جو اُسکے دل میں تھی۔ خوشی اور پریشانی کے مخلوط جذبات کے زیر اثر اُس نے پوچھا "کیا تم اُسے جانتے ہو؟"

"نہیں نہیں" بوڑھے شکاری نے خائف ہو کر کہا "خدا مجھے اُس سے محفوظ رکھے! مگر ہاں میرے والد نے جب مجھے تالاب پر جانے سے منع کیا تھا تو اکثر کہا کرتے تھے کہ اُسکے پانی میں جو روح، بھوت، چڑیل یا عورت رہتی ہے اُسکی آنکھوں کا رنگ سبز ہے۔ تمہیں میں ہر اُس چیز کی قسم دیتا ہوں جو اِس دُنیا میں تمہیں عزیز ہے اور تم سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ شمشاد کے جنگل والے فوارے پر آئندہ کبھی نہ جانا۔ ایک نہ ایک دن تم اسکی بدطینتی کا شکار ہو جاؤ گے اور فوارے کے پانی کو متحرک کرنے کی سزا میں موت کے گھاٹ اُتار دئے جاؤ گے"

"جو مجھے اِس دُنیا میں عزیز ہے!" نوجوان نے ایک غمناک مُسکراہٹ سے بوڑھے شکاری کے الفاظ دُہرائے۔

"ہاں" بوڑھے شکاری نے کہا "تمہارے بزرگوں کا واسطہ، تمہارے والدین کا واسطہ، اُن آنسوؤں کا واسطہ جو تمہاری ہونے والی دُلہن کی آنکھوں میں آسودہ ہیں، اِس بوڑھے ملازم کا واسطہ جسکے سامنے تم پیدا ہوئے ــــ"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں دُنیا بھر میں سب سے زیادہ کس چیز سے محبت کرتا ہوں؟ کیا تم اُس چیز کو جانتے ہو جس کے لئے میں باپ کی محبت کو ترک کر دوں گا، اُس ہستی کے بوسوں کو نظر انداز کر دوں گا جس نے مجھے جنم دیا، اُن تمام عورتوں کے محبت آفریں مظاہرے قربان کر دوں گا جو اِس دُنیا میں رہتی ہیں؟ میں سب کچھ تج دونگا صرف ایک نظر کیلئے، اُن آنکھوں کی صرف ایک نظر کیلئے۔ پھر بھلا بتاؤ میں کیسے وعدہ کر لوں کہ اُن کی تلاش نہ کرونگا!"

فرنینڈو نے یہ الفاظ کچھ ایسے رقت آمیز لہجے میں کہے کہ وہ آنسو جو بوڑھے شکاری کی آنکھوں میں جمع ہو گئے تھے خاموشی سے اُسکے رُخساروں پر ڈھلکنے لگے اور اُس نے مضمحل و غمزدہ آواز میں صرف اتنا کہا "مشیت اللہ کا کرنا ہوا!"

"تم کون ہو؟ تم کہاں سے آتی ہو؟ میں تم سے ملنے یہاں روزانہ آتا ہوں لیکن مجھے وہ ملازم نظر نہیں آتے جو اُس دن تمہارے جلو میں تھے۔ اُس پُراسرار نقاب کو تھوڑی دیر کیلئے ہٹا دو جو تمہیں اس طرح چھپائے ہوئے ہے جسطرح کہ تاریکیٔ شب میں کوئی مستور ہوتا ہے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں، تم شریف و نجیب ہو یا نہ ہو میں تمہارا ہوں، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تمہارا ہوں"

پہاڑوں کی چوٹیوں کے عقب میں سُورج چھپ چُکا تھا اور سائے تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ فوارے کے نزدیک شمشاد کے درختوں کے پتوں میں ہوا سرسرا رہی تھی۔ تالاب کی سطح پر سے کہر اوپر کو اُٹھ رہی تھی اور کنارے پر پہاڑوں کو ڈھکتی جا رہی تھی انہیں میں سے ایک چٹان پر جو ایسی معلوم ہوتی تھی کہ تالاب میں اب گری اور اب گری۔ المینار کا ولی عہد نظر آ رہا تھا۔ وہ کانپ رہا تھا۔

تالاب کی سطح پر اس کا عکس نظر آ رہا تھا، اپنی پُر اسرار محبوبہ کے قدموں میں جُھکا ہوا اُس کی تخلیق کا راز اُس سے معلوم کرنے کی سعیِ لاحاصل میں مصروف۔

وہ حسین تھی ——— حسین اور زرد ایک مرمریں مجسمہ کی طرح۔ بالوں کی ایک لٹ اُس کے شانے پر پڑی ہوئی تھی اور اُسکے نقاب کی شکنوں میں سے اس طرح گذر رہی تھی جس طرح شعاعِ آفتاب دُھندلے بادلوں میں سے ہوتی ہوئی نکل جایا کرتی ہے۔ چمکدار پلکوں کے نیچے سے اسکی آنکھیں اس طرح منور تھیں گویا سونے کے گردے میں زمرد جڑ دئے گئے ہیں۔

جب نوجوان خاموش ہو گیا تو اُس نے اپنے لب اس طرح وا کئے جیسے کچھ کہنا چاہتی ہے مگر ان میں سے صرف ایک آہِ سرد برآمد ہوئی۔ ایک آہ، مضمحل، درد آمیز، ایک چھوٹی سی موج کی طرح جسے ہوا کے ہلکے سے جھونکے نے کچل ڈالا ہو اور وہ نرسلوں میں جا کر فنا ہو جائے۔

"تم جواب نہیں دیتیں" فرنینڈو نے کہا یہ دیکھکر کہ اس کی اُمیدیں بے سُود ثابت ہو رہی ہیں "کیا تم یہ چاہتی ہو کہ جو کچھ تمہارے متعلق میں نے اوروں کو کہتے سُنا ہے اُس پر میں بھی یقین کر لوں؟ آہ! نہیں۔ سُنو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو یا نہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں تم سے محبت کر سکتا ہوں یا نہیں۔ آیا تم عورت ہو یا ——روح ——"

"اور اگر میں ایسی ہی ہوں تو؟"

نوجوان نے ایک لمحہ توقف کیا۔ پیشانی پر ٹھنڈا پسینہ نمودار ہو گیا۔ اُس کی پتلیاں پھیل گئیں اور نظریں لڑکی کی آنکھوں پر اور بھی شدت سے جم گئیں۔ آنکھوں کی اُس سبز چمک سے بے خود ہو کر جو اس کی نظروں میں سمائے جا رہی تھی وہ جوشِ محبت کو دیوانہ وار چلایا "اگر تم ایسی بھی ہو، میں تو میں تم سے پھر بھی محبت کروں گا ——— میں تم سے ایسی ہی محبت کروں گا جیسی کہ اس وقت محسوس کر رہا ہوں۔ میرے لئے مقسوم ہو چکا ہے کہ تم سے محبت کروں یہاں تک کہ اس زندگی کی حدود کے بعد بھی، اگر اسکے بعد بھی کوئی زندگی ہے"

"فرنینڈو!" لڑکی نے کہا، ایسی آواز میں جو موسیقی سے لبریز تھی "میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ اُس سے بھی زیادہ جتنی کہ تم مجھ سے کرتے ہو، جس کا ثبوت یہ ہے کہ میں، ایک رُوحِ خالص، اس کو گوارا کرتی ہوں کہ ایک فانی ہستی سے محبت کروں۔ میں عورت نہیں ہوں اُن جیسی جو دُنیا میں رہتی ہیں بلکہ ایک ایسی عورت ہوں جو تمہارے لئے عین موزوں ہو۔ تم جو کہ اور مردوں سے اس قدر اعلیٰ و ارفع ہو۔ میں تالاب کی گہرائیوں میں بستی ہوں، اسکے پانی کی طرح مُقید، غیر مرئی، شفاف۔ میں پانی کی سرگوشیوں سے باتیں کرتی ہوں اور اُسکی ننھی ننھی موجیں میرا مسکن ہیں۔

فوارے کے پانی کو جہاں میں رہتی ہوں، اگر کوئی مُضطرب کرنے کی جُرات کرے تو میں اُسے سزا نہیں دیتی۔ بجائے اس کے میری محبت اسکی اس کمی کی تلافی کر دیتی ہے جو فانی انسان ہونے کی وجہ سے اس میں ہوتی ہے اور وہ عوام کی کم اعتقادی سے برگشتہ ہو کر اس لائق ہو جاتا ہے کہ میری عجیب و پُر اسرار نرم دلی کو سمجھ سکے"

وہ یہ کہتی رہی اور نوجوان اسکے حُسنِ بے پناہ کی ساحرانہ قوتوں سے بے بس ہو کر مسلوب الحواس کی طرح چٹان کے کنارے کی جانب اس طرح بڑھتا رہا جیسے اُسے کوئی کھینچ رہا ہو۔

سبز آنکھیں اس بار بھی دہ کہتی رہی ”کیا تالاب کی تہ تک ان گہرائیوں کو تم دیکھ رہے ہو؟ تمہیں وہ پودے نظر آرہے ہیں جن کے بڑے بڑے سبز پتے پانی میں ادھر ادھر لہرا رہے ہیں؟ اس گھر میں تمہیں وہ مسرت حاصل ہوگی جس کا خواب بھی تم نے اپنی بڑی سے بڑی خوشی میں نہ دیکھا ہوگا۔ ایسی مسرت جو تمہیں کوئی اور نہیں دے سکتا۔ آؤ! تالاب میں سے اُٹھنے والی گہرائیاں چاروں طرف افسردگی سے پھیلا رہی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریشم کے تاروں کا ایک شامیانہ ہے جو ہمیں ملفوف کر رہا ہے۔ موجیں اپنی ناقابلِ فہم صداؤں میں ہمیں آواز دے رہی ہیں اور درختوں میں ہوا محبت کے گیت گا رہی ہے۔ آؤ — آؤ“

رات نے اپنے سائے چاروں طرف بکھیر دئے تھے۔ تالاب کی سطح پر چاند کا عکس پڑ رہا تھا۔ ہوا کے سبب جھونکے کہر کو منتشر کر رہے تھے اور چمکدار سبز آنکھیں تاریکی میں اس طرح روشن تھیں جس طرح دلدل پر فریب دینے والے شعلے بھڑک کے نظر آتے ہیں۔

”آؤ! آؤ! آؤ!“ یہ الفاظ فرنینڈو کے کانوں میں اس طرح گونج رہے تھے جیسے جادو کے منتر ”آؤ!“ اور پُر اسرار روح نے لبِ چٹان کے کنارے پر بلا لیا جہاں سے وہ خود ہوا میں معلق نظر آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہوا کہ اس نے نوجوان کو بوسہ دینے کے لئے اپنے لب پیش کئے — بوسہ! فرنینڈو نے اس کی طرح ایک قدم اور اُٹھایا — پھر ایک اور۔ اس کی نازک باہوں کو اپنے گلے میں حمائل ہوتے محسوس کیا اور اپنے ہونٹوں پر ایک سرد دباؤ — ایک بوسہ یخ . . وہ ٹھٹکا، بڑھا اور تالاب کے پانی میں ایک غمناک دھماکے کے ساتھ گرا۔

منوّر قطرات کی صورت میں پانی اچھلا اور پھر اس پر ہموار ہوگیا۔ اس کے نُقرئی دائرے بڑھتے گئے، بڑھتے گئے یہانتک کہ کناروں پر پہونچ کر فنا ہوگئے۔

(ہسپانوی تخیّل) ”شاھد“

شاہجہاں کا خاص نمبر

دہلی یونیورسٹی اور اُردو

دگر از سر گرفتم قصۂ زلفِ پریشاں را

میں دیکھتا ہوں کہ جب کبھی ہندوستان کی اور یونیورسٹیوں کے ساتھ دلی یونیورسٹی کا ذکر آجاتا ہے تو سمجھدار لوگوں کے لئے ہنسنے ہنسانے کا اچھا سامان مہیا ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ہماری امپیریل یونیورسٹی کی حیثیت ابھی تک اس روایتی پانچویں سوار سے آگے نہیں بڑھی جو اپنے مریل چوپایہ پر سوار ہونے کے باوجود اپنے آپ کو شہسواروں میں شمار کرانا چاہتا تھا۔ ہماری شاندار یونیورسٹی وہ گہوارۂ علمی ہے جس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اس کا معیار تعلیم خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اور آئندہ کتنا ہی بلند کیوں نہ کردیا جائے، اسے اس وقت تک درجۂ امتیاز حاصل نہ ہوگا جب تک اسے اوروں سے ممتاز کرنے کیلئے وسائل تلاش نہ کئے جائیں گے۔ اور تو اور یہاں نصاب تعلیم میں اُردو کو وہ درجہ بھی نہیں دیا گیا جو الہ آباد یا علیگڈھ میں ہندوستان کی اس لنگوا فرینکا کو حاصل ہے۔ اردو کی جنم بھومی اپنے سپوتوں کی اس سعادتمندی پر اگر خون کے آنسو بھی بہائے تو کم ہے۔ پروفیسر محمد اشرف۔ ایم۔ اے۔ اور سید انصار ناصری۔ بی۔ اے۔ نے بیک وقت جو آواز اٹھائی ہے ایسی نہیں ہے جو فضا میں خفیف سا ارتعاش پیدا کرنے کے بعد فنا ہوجائے۔ بلکہ اب یہ وہ صدا بن گئی ہے جو اردو کے ہر بہی خواہ کے دل کی گہرائیوں میں گونج رہی ہے۔ دلی یونیورسٹی سے جو مطالبہ کیا جارہا ہے یہ صرف دہلی کے دو نوجوانوں کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ ملک کے ہر با حمیت فرد کا مطالبہ ہے۔ استاذِ محترم شمس العلماء مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ چیرمین شعبۂ السنۂ مشرقیہ کو اس جائز مطالبہ پر میں توجہ خاص دلانے کی جسارت کرتا ہوں اور قوی امید رکھتا ہوں کہ ہمارے محترم "بڑے مولوی صاحب" ہماری ضروریات دلی یونیورسٹی کے اُن با اختیار اراکین کے نہ صرف گوش گزار کردیں گے، جنہوں نے ہر مفید صدا کیلئے اپنا ایک کان بہرا اور ایک گونگا کرلیا ہے؛ بلکہ اُن سے ان ضروریات کو جلد از جلد پورا کرانے کی کوشش بھی فرمائیں گے اور اس طرح اُس کلنک کے ٹیکے کو دور کرینگے جو دلی یونیورسٹی کی پیشانی پر داغِ برص کی طرح اَمٹ ہوکر رہ گیا ہے۔

"شاہد"

محترمی جناب ایڈیٹر صاحب شاہجہاں دہلی تسلیم

جناب کے مؤقر جریدہ میں اس سے قبل اسی عنوان کے تحت جتنے مقالے شائع ہوچکے ہیں وہ دہلی یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد کو بیدار کرنے کے لئے کافی تھے۔ لیکن جن لوگوں کے دماغوں پر "حلوے مانڈے" کی ہوس مسلط ہو وہ ملی فلاح کا احساس تو کجا اپنی ذمہ داریاں تک فراموش کردیتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں پر جو خود اپنی ہی جلبِ منفعت میں گرفتار ہوں اس قسم کے "پیامِ ہوش" اور "دعوتِ عمل" کیا اثر رکھ سکتے ہیں۔ اس لئے ضروری سا ہے کہ ان نیند کے ماتوں کو بیدار کرنے کیلئے اُن کے کان تک دستِ شوق نہ سہی

بار بار آواز پہونچائی جائے۔ شاید بخت یاوری کرے اور وہ خواب غفلت سے چونکیں۔

"شاہجہاں" کے صفحات پر اردو کی طرف سے بڑے نام والی دہلی یونیورسٹی کی بے اعتنائی کا رونا متعدد بار رویا جا چکا ہے۔ گذشتہ ماہ ہمارے جریدۂ ملاقی کے "دلی نمبر" میں (جو اس خطۂ پاک کی مایۂ نازخصوصیتوں کو تازہ رکھنے والا اور یہاں کے مخصوص تمدن و روایات کا واحد علمبردار ہے) مشفقی آغا محمد اشرف صاحب نے یونیورسٹی کے ذمہ دار حضرات کو ان کی اس عدم توجہی و گذاشت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ لیکن افسوس ہے ان یونیورسٹی والوں کی ہمتوں کو یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہمارے مطالبات قطعی جائز ہیں وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ہمارے لئے سوائے اس کے اور کیا چارہ باقی ہے کہ بار بار اپنے مطالبات پیش کرتے رہیں۔ کبھی نہ کبھی تو یہ مسلسل و مستقل جمود ٹوٹے گا۔ اس لئے بمصداق ؎

طفلِ کم سواد و سبق قصہ ہائے دوست — صد بار گفتہ و دگر از سر گرفتہ ایم

تمام بہی خواہانِ اردو کی دلی تمناؤں کی ترجمانی کرتے ہوئے میں از سرِ نو اس قصۂ پارینہ کا اعادہ کرتا ہوں۔ پہلا سوال جس سے ہم دوچار ہوتے ہیں یہ ہے کہ دہلی یونیورسٹی پر اردو کی ترقی و ترویج کیوں فرض ہے؟ اس کا جواب نہایت سہل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دہلی کو ہندوستان میں وہی درجہ حاصل ہے جو کسی زمانے میں ایتھنز کو تھا۔ یہ سلطنت کا پایۂ تخت ہونے کے لحاظ سے یہ شہر ہندوستان بھر کے تمدن، معاشرت و تہذیب کا مرکز رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ بالخصوص زبان کا۔ اس حیثیت سے نہیں کہ اردو یہیں سے پیدا ہوئی اور یہاں کا روزمرہ مستند سمجھا جاتا ہے بلکہ اس لئے کہ یہاں علم و ادب کی جتنی خدمت ہوئی ملک بھر میں اس کی نصف بھی نہ ہوئی۔ اور اس لئے بھی کہ اردو کے صفِ اول کے تمام اساتذہ یعنی "اجداد" اکثر و بیشتر اسی خطۂ پاک سے تعلق رکھتے ہیں۔ نذیر احمد۔ آزاد۔ سرسید۔ ذکاء اللہ۔ ناصر علی۔ میر امن۔ درد۔ مومن۔ غالب۔ ذوق۔ داغ وغیرہ وغیرہ سب اسی خاکِ پاک کی پیداوار ہیں۔ لہٰذا از روئے انصاف یہاں کے ہر علمی ادارے کا اولین فرض یہ ہونا چاہیئے کہ یہاں کی ان لائق ستائش روایات کو برقرار رکھے جن کی بنا پر اس صوبہ کو مرکزی درجہ حاصل ہے۔ مگر کیا یہ حیرت انگیز اور لائقِ ماتم نہیں ہے کہ دہلی یونیورسٹی نے (جو یہاں کا سب سے بڑا ادارہ ہونے کی مدعی ہے) یہاں کی ہر ایک روایت کو ملیامیٹ کر دیا اور اب اس سدابہار پودے کی بیخ کنی کے درپے ہے جسے ہمارے لائقِ تعظیم اساتذہ نے اپنے خون سے سینچا اور جسے ہمارے اجداد نے قدم قدم پر ہاتھوں چھاؤں کرکے پروان چڑھایا؟

کہنے کو دہلی یونیورسٹی امپیریل یونیورسٹی ہے لیکن اس کے علاوہ اور کیا خصوصیت رکھتی ہے کہ ہر سال چند ڈھلے ڈھلائے گریجویٹ بنا کر ملک کے "تعلیم یافتہ" بھک منگوں میں اضافہ کرتی ہے؟ دہلی کو از روئے علم و فضل دوسرے صوبجات پر جو تفوق حاصل ہے اس پر نظر رکھتے ہوئے یہاں کی یونیورسٹی میں کچھ تو ایسی خصوصیات ہونی چاہئیں جو اور یونیورسٹیوں میں نہ پائی جاتی ہوں۔ مختصر یہ کہ دہلی یونیورسٹی کے گریجوایٹس سے ہماری جائز اور واجبی توقع یہ ہوتی ہے کہ وہ دیگر علوم میں دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبانِ اردو سے بھی کافی واقفیت رکھتے ہوں۔ لیکن مقامِ افسوس ہے کہ دہلی یونیورسٹی نے اس طرف ذرا بھی توجہ نہ کی۔ فی الحقیقت دہلی اور اردو کی یہ بدترین حق تلفی اور توہین تھی جو بڑے نام والی دہلی یونیورسٹی کے ہاتھوں ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ دہلی یونیورسٹی کو ترقیِ اردو کی طرف مائل کرنے کا جتنا بھی شور و شغب ہو رہا ہے یہ چند منچلے نوجوانوں کی

کرتی۔ یوں تو یہ امر بجائے خود اُن جوانوں کے لئے ستائش و آفرین کا
[illegible] کوئی ذمہ دار جماعت اس تحریک کی تائید نہیں کرتی۔ یوں تو یہ امر بجائے خود اُن جوانوں کے لئے ستائش و آفرین کا
سبب ہے لیکن یونیورسٹی والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ شور و شغب مچانے والے نوجوان اپنے ارادوں اور خیالات میں منفرد نہیں
[illegible] اہلِ اُردو کی ایک عظیم الشان اور مقتدر جماعت اُن کے ساتھ ہے۔ اور نہ ہی یہ تحریک اُن کی اُپج کا نتیجہ ہے۔ یہ سلسلہ
تو اس وقت سے جاری ہے جبکہ دہلی یونیورسٹی کی بنا رکھی گئی تھی۔ جو شکایات آج پیش کی جا رہی ہیں وہ نئی نہیں ہیں بلکہ روزِ اوّل
سے پیش ہوتی چلی آتی ہیں۔ اس سے پہلے ایسی ایسی رفیع الذات ہستیوں نے اس باب میں اپنی توقعات ظاہر کیں جنہیں مختصراً
مسیحِ زماں کہا جا سکتا ہے۔ میں ذیل میں اُردو کے خدائے نثر اور مفکرِ اعظم میر ناصر علی خان بہادر کی ایک ایسی تحریر پیش
کرتا ہوں جو آج سے دس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ دیکھیئے جو جو مطالبات ہم آج پیش کر رہے ہیں قریب قریب وہی برسوں
پہلے ہمارے اجداد پیش کر چکے ہیں۔ لیکن یونیورسٹی والوں کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ بہر حال ملاحظہ ہو ع
ایں نسخہ از بیاضِ مسیحا نوشتہ ایم۔

دہلی یونیورسٹی

دہلی کے اخبار اور رسالوں میں ہماری یونیورسٹی کا ذکر بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ اس شہر کے علم و فضل کے مشغلہ
سے شہر والوں کا اس قدر ناواقف رہنا تعجب ہے۔ ہندوستان کے پایۂ تخت کی یونیورسٹی (جامعہ) اور دلی والے
اس سے بے خبر۔ یہ بے خبری میں نے اپنے اوپر قیاس کر لی ہے کہ صلائے عام کو یونیورسٹی کے معاملاتِ علمی سے واقف
ہونے کا ذریعہ اب تک میسر نہیں۔ حالانکہ یہ رسالہ خاص اسی ٹوہ میں رہتا ہے کہ علم و فضل کی ترقی کے اسباب
کہاں کہاں اور کیا کیا ہیں۔ دہلی قدیم سے علم و فضل کی اشاعت کا مرکز رہی ہے۔ یہاں کی یونیورسٹی میں ہندوستان
کے علوم و فنون کی طرف جس قدر توجہ ہو تھوڑی ہے۔ دہلی یونیورسٹی کی کارروائیاں اگر اردو میں شائع ہو سکیں تو
سب سے بہتر ہے کہ دلی زبانِ اُردو کا گہوارہ ہے۔
اپنی غفلت کی وجہ سے راقم الحروف کو ایسے بڑے قومی مشغلہ یعنی دہلی یونیورسٹی کے معاملات علمی سے اب تک
بے خبری ہے۔ اس کے کفارہ میں میں یونیورسٹی کی معلومات علمی کی اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا
چاہتا۔ اُمید ہے کہ جناب رجسٹرار صاحب دہلی یونیورسٹی اس معروضہ کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ چونکہ دہلی زمانۂ قدیم
سے علم و فضل کا مرکز رہا ہے اس لئے تاریخ و تحقیق کا آغاز یہیں سے ہے۔ عماراتِ قدیمہ اور فنونِ لطیفہ کی بنیاد یہیں کی
پڑی۔ کیونکہ شروع سے ہندو مسلمانوں کی راج دھانی اور دار السلطنت یہی مقام رہا ہے۔ اور جہاں بادشاہوں
کا رہنا زیادہ ہو وہ مقام تہذیب کا مرجع ہوتا ہے۔ دہلی میں فنونِ لطیفہ، عماراتِ قدیمہ، تاریخ و تحقیق زمانے کے
انقلابات کا نقشہ ہندو مسلمانوں کے لٹریچر کا مفصل حال دریافت کرنے کا موقع سب سے زیادہ یہیں میسر ہو سکتا ہے۔
اور یونیورسٹیوں میں آپ زبانِ اُردو، فارسی، عربی، سنسکرت وغیرہ کی اُمید نہ رکھیں۔ دلی میں ان زبانوں کی تحقیق
میں بہت گنجائش ہے۔ خاص کر زبانِ اُردو کی ترقی میں دہلی یونیورسٹی کو اور تمام یونیورسٹیوں سے زیادہ توجہ کرنی مناسب ہے۔

"...... میری غرض اس مضمون سے یہ ہے کہ دلی یونیورسٹی سے دلی والوں کو زیادہ فائدہ پہونچنا چاہیے اور چونکہ یہ سمجھ زبانِ اُردو کا گہوارہ ہے۔ اُردو کی ترقی کے لئے دلی یونیورسٹی اگر کچھ کرسکے تو اس زبان کا حق ہے"

منقول از صلائے عام بابت ستمبر ۳۴ سنہ ء

پھر جو مطالبات ہم پیش کر رہے ہیں وہ ہرگز "ضرورت سے زیادہ" نہیں کہلائے جاسکتے۔ اور نہ ان میں کوئی ایسی انوکھی بات ہے جس پر عملدرآمد دشوار ہو۔ الہ آباد، لکھنؤ، آگرہ، علیگڈھ کی یونیورسٹیاں اس سے زیادہ کر چکی ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ دلی کی یونیورسٹی اُردو کے تحفظ و تقدم میں دیگر شعبہ جات سے زیادہ کوشش کرے لیکن اگر اتنا بھی نہ کرسکے جتنا کہ دیگر یونیورسٹیاں اب سے بہت پہلے کر چکی ہیں تو ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ مختصر الفاظ میں فی الوقت ہماری ضروریات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اُردو کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا جائے۔

(۲) اُردو میں ایم۔ اے۔ تک کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(۳) اُردو کو کلاسیکل زبان یعنی فارسی، عربی و سنسکرت کا مرتبہ دیا جائے۔

(۴) اورینٹیل امتحانات یعنی منشی، منشی عالم، منشی فاضل، پروفیشنسی اور اُردو آنرز کا فوری انتظام کیا جائے۔

(۵) بی۔ اے۔ تک کے امتحانات میں اُن طالب علموں کے لئے جنہوں نے اُردو کو بحیثیت ایک اختیاری مضمون نہیں پڑھا ہو کم از کم ۵۰ نمبر کا ایک پرچہ رکھا جائے جس میں پاس ہونا قطعی ضروری ہو۔ سائینس کے طلبا بھی اس سے مستثنیٰ نہ کئے جائیں۔

(۶) اُردو کے موجودہ نصاب کو بلند تر کیا جائے جس میں کلاسیکس کے ساتھ جدید لٹریچر بھی شامل ہو۔

یقین ہے کہ آپ دلی یونیورسٹی کے فاضل ارکان کی توجہ ان اُمور کی طرف مبذول کرانے میں اپنے اثر کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ اس سلسلہ میں خفیف سی کامیابی بھی "شاہجہاں" کے لئے طغرائے امتیاز بنے گی۔ اس لئے کہ یہ جناب ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ غریب اُردو کی حمایت میں گاہے گاہے کوئی آواز بلند ہوتی نظر آتی ہے۔ خدا نہ کرے جو یہ آواز "صدا بصحرا" ثابت ہو۔ اس طرف سے تو مجھے ایک طرح کا اطمینان ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ مجھے علم ہے کہ چند مقتدر ذمہ دار ہستیاں ہمارے مطالبات کو جائز متصور کرنے کے بعد عنقریب باضابطہ کارروائی شروع کرنے والی ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کے ارادوں میں استقامت دے!

مستدعی ہوں کہ یہ معروضہ "شاہجہاں" کی قریبی اشاعت میں شائع فرما کر مجھے ممنونیت کا موقع دیں۔ آئندہ بھی اس سلسلہ میں جناب کے احکام پر "لبیک" کہنے والا پہلا شخص جو ہوگا وہ میں ہوں۔

ہمیشہ آپ کا

انصار ناصری

دیکھئے توسیع اشاعت آپ کا فرض ہے اس فرض سے غفلت نہ کیجئے

مینیجر

ڈاکٹر کی کہانی

کہنے سے پہلے تو گاڑی بھری ہوئی تھی گپ چل رہی تھی ہر شخص ایک دوسرے سے واقف تھا تارسکن کے پاس سے جب گذرے تو کسی نے کہا یہی وہ جگہ ہے جہاں لوگ قتل کئے جاتے ہیں! اور ہم لوگ اس نامعلوم پر اسرار قاتل کے بارے میں بولنے لگے جو گذشتہ دو سالوں سے وقتاً فوقتاً مسافروں کی جان لیتا رہا ہے ۔۔ ہر شخص نے اپنی اپنی رائے دی۔ عورتیں کانپتی ہوئی کھڑکیوں سے باہر تاریک رات کو دیکھنے لگیں اور ڈر رہی تھیں کہ کہیں یکایک کوئی دروازہ کھول کر گاڑی میں گھس نہ آئے اسبھوں نے خوفناک قصے کہنا شروع کئے ـــــ ایکسپرس میں دیوانوں سے ملاقات کے یا فراری مجرم کے ساتھ گذری ہوئی چند ساعتوں کے! ہر شخص کے ساتھ کچھ نہ کچھ واقعہ پیش آیا تھا... کسی بدمعاش سے ملاقات! چالاکی! اور حاضر دماغی سے بچنا وغیرہ وغیرہ۔

ایک ڈاکٹر نے بھی جس کا ہر جاڑا جنوبی ممالک میں بسر ہوتا اپنی باری میں ایک قصہ کہنے کی خواہش ظاہر کی۔ اُس نے شروع کیا۔

مجھے تو اس قسم کے واقعات سے اپنی ہمت اور دلیری کا امتحان لینے کا اتفاق ہوا ہی نہیں لیکن میں اپنی ایک مریضہ کا، جو اب مر چکی ہے، قصہ جانتا ہوں یہ واقعہ عجیب و غریب تھا! پر اسرار اور المناک بھی! ....

کاؤنٹیس بیریو ایک عالی مرتبہ اور نہایت حسین روسی عورت تھی آپ جانتے روسی عورتیں کس قدر حسین ہوتی ہیں.... یا کم از کم ہمیں معلوم ہوتی ہیں! اُن کی بلند ستوان ناک!... ان کا نازک دہانہ!.. اُن کی آنکھیں نیلی کچھ بھوری!... اُن کی سرد مہرانہ ادا!... آہ ان میں.. ان روسی عورتوں میں ایک خاص دلکشی ہوتی ہے!... یا شاید محض قومیت کا فرق ہے، جو انہیں میری نظروں میں اتنا دلفریب بنا دیتا ہے!....

اس کا ڈاکٹر کئی سال سے دیکھ رہا تھا کہ اس کے پھیپھڑے کمزور ہو رہے ہیں اور اس نے اسے جنوبی فرانس جانے کی ترغیب دی لیکن اس نے سینٹ پیٹرس برگ چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ گذشتہ خزاں میں۔ ڈاکٹر نے خطرہ کا احساس کرتے ہوئے۔ اس کے شوہر کو مطلع کر دیا۔ اور اُس نے اپنی بیوی کو فوراً مینٹوں کی طرف روانہ کر دیا!...

وہ بالکل اکیلے ڈبہ میں بیٹھی اس کا نوکر دوسرے ڈبہ میں۔ وہ دروازہ کے پاس غمگین بیٹھی تھی اور کھیتوں اور گاؤں کو گذرتے ہوئے دیکھ رہی تھی!.... اس کی زندگی کس قدر اداس تھی! وہ بالکل تنہا تھی! کوئی بچے نہیں! کوئی رشتہ نہیں۔ ایک شوہر تھا، اُسے بھی اُس سے کچھ محبت نہ تھی! اُس نے تو اور گھر سے نکال پھینکا تھا تنہا۔ جیسے کوئی نوکر کو ہسپتال میں بھیجوا دیتا ہے!....

ہر اسٹیشن پر اُس کا نوکر ایوان پوچھنے کو آتا کہ کوئی ضرورت تو نہیں؟ وہ ایک پرانا وفادار نوکر تھا۔ اپنی مالکہ کا حکم بغیر چون و چرا کے بجا لانے کو طیار!....

رات ہو گئی۔ گاڑی پورے تیزی سے جا رہی تھی۔ اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ تکان اور پریشانی کے مارے!

یکایک اُسے روپے گننے کا خیال آیا۔ اُس نے بیگ کھولا اور سونے کے فرانسیسی چمکیلے سکوں کو اپنی گود میں انڈیل دیا۔ لیکن یکایک ہوا کا ایک سرد جھونکا اُس کے گالوں پر لگا متعجب ہو کر اُس نے سر اُٹھایا۔ دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا

تھا کاؤنٹیس میری نے گھبرا کر اپنی گود میں پھیلے ہوئے سکوں پر شال ڈال دیا — اور انتظار کرنے لگی!

چند لمحے گذرے ... ایک مرد شام کا لباس پہنے ننگے سر ہانپتے ہوئے اندر داخل ہوا اس کا ہاتھ زخمی تھا۔ اس نے دروازہ بند کیا، بیٹھ گیا، چمکتی ہوئی آنکھوں سے اپنی ہمسفر کو دیکھا اور پھر اپنی کلائی پر جس سے خون بہ رہا تھا رومال باندھنے لگا

بیچاری نوجوان عورت خوف سے حواس باختہ ہو رہی تھی۔ اس آدمی نے یقینی اسے روپیہ گنتے دیکھ لیا تھا اور اسے مار کر روپے چھیننے آیا تھا!

اس کی سانس رک رک کر آ رہی تھی وہ ہانپ رہا تھا اور کاؤنٹیس کو گھور رہا تھا! اس کا چہرہ جذبات کی گوناگونیوں کا مظہر — یقیناً وہ حملہ کرنے والا ہی تھا! ....

یکایک وہ بول اٹھا — "خاتون۔ کوئی حرکت نہ کیجیے"

اس نے کچھ جواب نہ دیا اس کی زبان ہل نہ سکی اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ کان میں سن سن کی آواز آ رہی تھی

اس نے پھر کہا — "میں لٹیرا نہیں ہوں خاتون!"

وہ خاموش رہی لیکن ذرا سا اپنی جگہ پر کھسکی۔ اس کے گھٹنے ہل گئے اور جیسے جھرنے سے پانی بہتا ہے ویسے ہی تمام سکے اس کی گود سے نکل کر فرش پر آ رہے!

اجنبی مرد نے متعجب ہو کر سکوں کی بارش کو دیکھا اور پھر جھک کر اٹھانے لگا۔

وہ خوفزدہ ہو کر اٹھی اپنی دولت گدے پر پھینک دروازے کی طرف باہر کو جانے کو دوڑی۔

لیکن وہ سمجھ گیا کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور تیزی سے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا زبردستی اسے گدے پر بٹھلایا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر کہنے لگا

سنئے خاتون میں لٹیرا نہیں ہوں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں آپ کے تمام بکھرے ہوئے سکوں کو جمع کر کے آپ کو دیدوں گا لیکن اگر آپ مجھے سرحد پار کر جانے میں مدد نہ دیں گی تو میں ایک مردہ ہوں۔ اس سے زیادہ اور نہیں کہہ سکتا۔ ایک گھنٹہ میں ہم آخری روسی اسٹیشن پر ہوں گے۔ ایک گھنٹہ بیس منٹ میں اس حکومت سے باہر نکل جائیں گے اگر آپ میری مدد نہ کریں گی تو میں بچ نہ سکونگا اور پھر بھی میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے نہ لوٹا ہے نہ قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ میں آپ سے قسم کھا کے کہتا ہوں اور اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا

اور جھک کر تمام سکوں کو جمع کیا اور چمڑے کے بیگ میں بھر کر بغیر ایک لفظ بولے دیدیا۔ اور خود ڈبہ کے بعید ترین گوشہ جا کر بیٹھ رہا۔

ڈبہ میں بالکل سکوت طاری تھا۔ وہ ڈر کے مارے ابھی تک کانپ رہی تھی لیکن کچھ ہمت بندھ رہی تھی وہ ہے — اس انجان کے زبان سے ایک لفظ بھی نکلا۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھا تھا اس کی آنکھیں سامنے دیکھ رہی تھیں۔ شاید لا انتہا ہیبت میں اس کا چہرہ زرد تھا۔ مردوں جیسا۔

کبھی کبھی وہ اس کی طرف نظر کرتی۔ لیکن بڑی تیزی سے نگاہیں ہٹا بھی لیتی۔ اس کی عمر قریب ۳۰ سال کے ہوگی۔ خوبصورت تھا۔ چہرہ پہ شرافت کے علامات تھے۔

گاڑی اندھیرے میں چلی جا رہی تھی۔ کبھی سیٹی بجاتی آہستہ ہوتی لیکن فوراً ہی آہستہ ہوتے ہوتے تیز سیٹیوں کے ساتھ رک گئی

ایوان دروازہ پر آیا۔

کاؤنٹیس نے اس کی طرف الوداعی نگاہ کی اور تیزی سے کہا۔ اس کی آواز اب تک کانپ رہی تھی! — ایوان تم کاؤنٹ کے پاس واپس جاؤ۔ مجھے اب تمہاری ضرورت نہیں۔

بیچارہ بھونچکا رہ گیا۔ گول گول دیدہ گھماتے ہوئے بولنے لگا۔ لیکن — لیکن — کاؤنٹیس نے کہا۔ نہیں تم میرے

ساتھ نہیں جاؤ گے۔ میں نے ارادہ بدل دیا ہے تم یہیں ہوٹل میں ٹھہرو۔ لو واپسی کے خرچ کے لئے روپے لو ـــــ اس اور اپنی ٹوپی۔ اور اپنا کوٹ تو دیدو!

نوکر ہتھیر تھا بغیر کچھ پوچھے ٹوپی اور کوٹ دیدیا۔۔۔ اور چلا گیا! ـــــ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں!۔۔ گاڑی روانہ ہوگئی کاونٹیس میری نے اپنے اجنبی ہمسفر سے کہا۔

یہ سب آپ کے لئے ہیں موسیو! ـــــ آپ میرے نوکر ہوان ہیں۔ لیکن میں یہ سب صرف ایک شرط پر کر رہی ہوں! کہ آپ مجھے ایک لفظ بھی نہ بولیں! یہ شکریہ نہ ادا کیجیے۔

اجنبی نے بغیر کچھ کہے سرجھکا دیا۔ فوراً گاڑی پھر رکی سافیسر مسافروں کا پاسپورٹ دیکھنے آئے۔

کاونٹیس نے اپنے ٹکٹ دیتے ہوئے ڈبے کے اس کونے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ بہرا نوکر ایوان ہے اس کا پاسپورٹ بھی اس میں ہے۔"

گاڑی پھر چل پڑی۔ رات بھر دونوں آمنے سامنے بیٹھے رہے چپ چاپ!.... صبح کو گاڑی ایک جرمن اسٹیشن پر ٹھہری اجنبی اترتے ہوئے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور کہا معاف کیجئے خاتون! میں وعدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہوں۔ لیکن چونکہ میری وجہ سے آپ کو اپنے نوکر سے دستبردار ہونا پڑا اس لئے ضروری ہے کہ میں اس کا کام کرتا جاؤں آپ کو کچھ ضرورت ہو؟

کاونٹیس نے بالکل سرد مہری سے جواب دیا۔ جائیے میری دائی کو بھیجئے۔ اس نے دائی کو جا کر کہدیا اور غائب ہو گیا۔

دوسرے اسٹیشن پر جب وہ کھانے کے لئے اُتری تو اس نے دیکھا کہ وہ دور سے کھڑا اسے دیکھ رہا ہے۔

آخر کار وہ میتیون پہنچ گئی۔

(۳)

ڈاکٹر نے کچھ دیر چپ رہ کر پھر کہنا شروع کیا۔

ایک روز میں آفس میں بیٹھا مریضوں کو دیکھ رہا تھا ایک لمبا سا نوجوان آیا اور کہا "ڈاکٹر صاحب، میں کاونٹیس میری ہیر یو کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں۔ میں اس کے شوہر کا دوست ہوں گرچہ وہ مجھے نہیں جانتیں!"

میں نے جواب دیا۔ کاونٹیس گم ہو گئیں۔ وہ ابھی تک نہیں آ رہی تھی۔ یہ سنکر وہ رو پڑا۔ پھر اٹھا اور چلا گیا۔ اس کی چال میں لغزش تھی ـــــ جیسے وہ نشہ میں ہو۔

اسی شام کو میں نے کاونٹیس سے اس واقعہ کا ذکر کیا کاونٹیس نے مجھ سے یہی قصہ کہا جو ابھی ابھی میں آپ کے سامنے دہرا چکا ہوں اور پھر کہنے لگی۔

"یہ اجنبی جسے میں ذرا بھی نہیں جانتی ہر جگہ سایہ کی طرح میرے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ جب باہر نکلتی ہوں۔ تو اس سے مڈ بھیڑ ہو جاتی ہے وہ عجیب طرح سے مجھے دیکھتا ہے لیکن ایک بار بھی اس نے بولنے کی کوشش نہیں کی ہے!"

"کچھ دیر خاموش رہ کر پھر بولی!" اس وقت بھی وہ کھڑکی کے نیچے ہوگا!"

سچ مچ وہ سامنے دیوار سے لگے ہوئے بنچ پر بیٹھا اسی مکان کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے ہمیں کھڑکی سے دیکھتے دیکھ لیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

اور اب میری سمجھ میں ایک غمگین اور حیرت خیز بات آگئی ان دونوں کی خاموش محبت۔ جو ایک دوسرے سے اجنبی تھے وہ محبت کرتا تھا۔ پرستش کرتا تھا اس وفادار جانور کی طرح جسے کسی نے موت کے پنجے سے چھڑا لیا ہو! وہ ہر روز میرے پاس آتا اور پوچھتا۔ کاونٹیس کیسی ہیں؟ وہ جان گیا کہ میں اس کے جذبات کو سمجھتا ہوں۔ جب وہ اس کو گذرتے ہوئے دیکھتا کہ دن بدن کمزور اور نڈھال ہوتی جا رہی ہے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا۔

کاؤنٹیس نے مجھ سے کہا "میں نے اس عجیب شخص سے صرف ایک مرتبہ گفتگو کی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں اُسے بچپن سے جانتی ہوں۔"

اور جب دونوں ملتے تو وہ اُس کے سلام کا جواب صرف ایک دلکش تبسم سے دیتی!

میں محسوس کرتا ہوں اگرچہ وہ گھلی جا رہی تھی ---- وہ اس طرح محبت کئے جانے سے خوش تھی۔ اس محبت میں احترام تھا، وفاداری تھی، شاعری تھی!

پھر بھی اُس نے اس کا نام جاننے یا اُس سے بولنے سے ایک دم انکار کیا۔ وہ کہتی نہیں نہیں، اس سے تو اس عجیب تعلق کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ہمیں اجنبی رہنا چاہئے۔

اور وہ؟ وہ بھی ایک قسم کا ڈان کوئکزوٹ تھا۔ اس نے بھی اس سے نزدیک ہونے کی کوشش نہیں کی۔ آخر آخر تک وہ ایک لفظ نہ بولنے والا وعدہ جو اس نے کاؤنٹیس سے کیا تھا پورا کرنا چاہتا تھا۔

اکثر کمزوری کی طویل ساعتوں میں وہ اٹھتی اور کھڑکی کا پردہ کھینچکر اسے بنچ پر چپ چاپ بیٹھے ہوئے دیکھتی اور اکثر لیٹ جاتی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دلکش تبسم ہوتا!

ایک صبح دس بجے اس کا انتقال ہوگیا۔

جب میں اُس مکان سے باہر نکل رہا تھا۔ وہ مجھے ملا۔ اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ اُسے خبر ہوگئی ہے۔

"میں آپ کے سامنے صرف چند لمحے کے لئے انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اندر لے گیا۔

بستر کے قریب پہنچکر اُس نے کاؤنٹیس کے بیجان مردہ ہاتھ کا ایک طویل بوسہ لیا۔ اور پھر پاگل کی طرح کمرہ سے باہر نکل گیا! ----

ڈاکٹر پھر چپ ہوگیا۔ پھر اس نے کہا!

یہی وہ عجیب وغریب ازلی کا واقعہ ہے جو مجھے معلوم ہے انسان بھی ایک طرح کا دیوانہ ہے۔

ایک عورت آہستہ سے کہنے لگی: یہ دونوں اتنا پاگل نہ تھے جتنا آپ سمجھتے ہیں۔ وہ --- وہ ..."

اس سے آگے اور کچھ نہ کہہ سکی۔ کیونکہ وہ رونے لگی۔

کیونکہ اس کا خیال بتانے کے لئے دوسری دوسری باتیں کہی جانے لگیں، کوئی بھی نہ جان سکا کہ وہ کیا کہنے جا رہی تھی۔

مسیحا سال تمنائی!

شعبدے باز

رالفو۔ مصری بازی گر ــــــ کا نام ہر شخص کی زبان پہ تھا۔ تمام شہر میں اس کے کمالات کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ ضعیف الاعتقاد لوگ تو اس کے بعض کرتبوں کو معجزات سے تعبیر کرنے لگے تھے۔ عقل میں نہ آنے والی باتیں ہمیشہ تحیّر خیز ثابت ہوتی ہیں۔ اور یقیناً کمالِ فن اسی چیز کا نام ہے کہ ایک مرتبہ اصحابِ عقل و دانش بھی اپنے دل سے یہ سوال کرنے کے لئے مجبور ہو جائیں کہ کیا ایسا ہو جانا ممکن ہے؟ بعض نقاد کی رائے تھی کہ وہ علمِ تنویم کا ماہر ہے۔ اور محض اپنی قوت انجذاب سے کام لے کر ناظرین کے احساسات عارضی طور پہ معدوم کر دیتا ہے۔ اس طرح کہ ہر شخص کو وہی چیز نظر آتی ہے۔ اور وہی آواز سُنائی دیتی ہے جس کا تصوّر وہ خود اپنے ذہن میں کرے۔ بہرحال حقیقت کچھ ہی ہو۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ ہفتہ کی رات میں اور کرفن بھی عش عش کرتے رہ گئے۔

ہم دونوں دوست جب منڈھوے میں داخل ہوئے تو اسٹیج کے سامنے رنگین پردہ آویزاں تھا۔ کیونکہ وقتِ معیّنہ میں ابھی چند منٹ باقی تھے۔ تمام نشستیں بھر چکی تھیں۔ اور کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، پھر بھی شائقین کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا، ٹھیک ساڑھے نو بجے موسیقی کی ایک دلنواز نَے کے ساتھ پردہ اُٹھا۔ بوڑھا رالفو اپنے اصلی لباس میں نقرئی اور طلائی تمغے آویزاں کئے ہماری نظر کے سامنے تھا۔ مختصر الفاظ میں اس نے تمام ناظرین کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس رات کا لائحۂ عمل بنا کر پسِ پردہ چلا گیا۔

دوسرا پردہ اُٹھا۔ اور اُس کے کمالات کی نمائش شروع ہوگئی، تمام کام وہ خود کرتا تھا۔ صرف دو خواتین معمولی معاونین کی حیثیت سے شریکِ عمل تھیں۔ ہر کھیل کے بعد ایک منٹ کے لئے پردہ گرتا اور پھر اُٹھ جاتا۔ پہلا شعبدہ ختم ہونے کے بعد ہم نے رائے قائم کی کہ شاید یہی اس بازی گر کا شاہکار ہے، مگر ہمیشہ دوسرے شعبدے نے ہماری توقع کو پامال کر دیا۔ تمام فضا خاموش تھی اور ہر شخص پر ایک سکوت طاری تھا۔

تفصیل اگرچہ خالی از دلچسپی نہیں مگر وقت طلب ضرور ہے۔ تاہم آخری شعبدہ کو جو بلاشُبہ شاہکار کا درجہ رکھتا ہے۔ نظر انداز کر دینا ناگزیر ہے اس کو "نقاب پوش نشانہ باز" کے نام سے یاد کیا جائے تو بہتر ہے۔ اس قسم کے کھیل سینکڑوں مرتبہ مشاہدے میں آئے تھے۔ مگر اس قدر کمالِ فن کے ساتھ کبھی دیکھنے نصیب نہیں ہوئے۔ کرشن تو اس قدر متاثر ہوا کہ انتہائے استعجاب کے باعث کافی دیر تک اس کی زبان تکلم سے محروم رہی۔

پردہ اُٹھنے پر ہم نے دیکھا۔ کہ لکڑی کا ایک قدِ آدم تختہ سیدھا کھڑا ہے۔ اور اُس کے بالکل قریب ایک خاتون دونوں ہاتھوں کو شانوں کے متوازی اُفقی حالت میں پھیلائے کھڑی مُسکرا رہی ہے۔ خود رالفو کی استدعا پر حاضرین میں سے ایک شخص نے اسٹیج پر جا کے رالفو کی آنکھوں پر پٹیاں اس کثرت سے لپیٹ دیں کہ دکھائی دینے کا مطلق امکان نہ رہا۔ پھر اس معجز نگار بازی گر نے کمر پر کسی ہوئی پیٹی میں سے چھُریاں نکالیں اور تختہ کی طرف رُخ کئے بغیر نشانے

مارنے شروع کئے۔ ہر بار چھری ایک مخصوص جگہ لگتی اور نرم تختے میں پیوست ہوجاتی۔ حتیٰ کہ اس خاتون کا سراُن کے درمیان محصور ہوگیا۔ اس تمام دوران میں اُس نے ایک دفعہ بھی تختہ کی طرف اپنے چہرے کا رُخ نہیں کیا اور نہ ایک جگہ ساکن رہا۔ بلکہ اِدھراُدھر ٹہل کر چھریاں پھینکتا رہا۔ اس کے بعد ایک دوسری عورت نے آکر اُن موم بتیوں کو روشن کردیا جو ایستادہ خاتون کے جسم سے بالکل قریب تختہ میں چاروں طرف ترتیب سے لگی ہوئی تھیں، بازی گر نے پستول نکالا اور بدستور اپنی شانِ استغنا کے ساتھ کلائی کو نصف دائرے کی شکل میں گھماتے ہوئے فائر کرنے شروع کردئے، پستول کی ہر آواز کے ساتھ ایک بتی گُل ہوجاتی۔ یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہی۔

پردہ گر گیا اور اختتام سے قبل رآلفو نے دوبارہ منظرِ عام پر آکر محض سر کی خفیف جنبش سے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور چلا گیا۔

دوسرے دن کرشن نے کہا کہ تماشا ایک بار پھر دیکھا جائے اور ساتھ ہی مُصر ہوا کہ وقت معیّنہ سے ایک گھنٹہ قبل چل کر اُس بوڑھے بازی گر سے شخصی طور پر ملاقات کی جائے۔ اور یہ کہ ان تمام کمالاتِ فن کی خوب اچھی طرح داد دیکر اُس کی ہمت افزائی کی جائے۔ میرا بھی دل للچایا کہ ایسے شخص سے ضرور گفتگو کرنی چاہیئے۔ لہٰذا ہم دونوں اپنے موٹر میں بیٹھکر اصل وقت سے کافی عرصے پیشتر تھیٹر پہنچ گئے۔ کیونکہ رآلفو اسی جگہ ایک مختصر کمرے میں مقیم تھا۔

ملازم کے ہاتھ قرطاسِ تعارفی اندر بھیجے گئے۔ جس کے جواب میں ہم کو اندر طلب کرلیا گیا۔ ہمارے داخل ہونے پر رآلفو نے کرسی سے اٹھ کر استقبال کیا اور کرسیاں پیش کیں۔ کرشن نے بیٹھتے ہوئے کہا:۔

"میں آپ کے کمالات کو شرمندۂ الفاظ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ گذشتہ رات ہم دونوں موجود تھے اور آپ نے محسوس کرلیا ہوگا کہ ہال کی فضا کا عارضی سکوت۔ حاضرین کا تحیّر آمیز استعجاب اور چہروں پر جذباتِ قلب کا مظاہرہ ایک تکلمِ بلیغ کی شکل اختیار کرکے آپ کو خاموش داد دے رہا تھا۔ فن کی صحیح تعریف کرنا صرف اربابِ فن کا حصّہ ہے۔ عام لوگ محض اظہارِ پسندیدگی کرسکتے ہیں۔ آپ کی شریکِ کار خاتون بھی ہر لحاظ سے تعریف کی مستحق ہے، ایک خطرناک ماحول میں کھڑے ہوکر مسکرانا بڑے دل وجگر کا کام ہے۔ ایسے موقعہ پر کم ازکم میرے حواس درست رہنے ہی غیر ممکن ہیں، چہرے پر تبسم کا نمودار ہونا بہت بڑی بات ہے۔ کیونکہ بازی گر کو کتنی ہی مہارت ہوجائے مگر یہ قرینِ قیاس ہے کہ اُس کے ہاتھ کی ایک خفیف لغزش معمولی کی زندگی کے پیمانہ کو چھلکا دے گی۔"

رآلفو خاموش تھا۔ اور اُس کے چہرے سے حُزن وملال کے آثار ہویدا تھے۔ کرشن کی بات ختم ہونے پر اُس نے کہنا شروع کیا:۔

"آپ نے جس قدر تعریف وتوصیف کی وہ جناب کا حُسنِ ظن ہے۔ میں اِس کا مستحق نہیں ہوں۔ بہرحال اِس عزت افزائی کا شکریہ، اب جبکہ آپ اظہارِ ہمدردی کررہے ہیں تو میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے دل کی دردبھری داستان آپ کے گوش گذار کردوں۔ تاکہ اُن آلامِ حیات کا بوجھ کسی حد تک کم ہوجائے۔ جو عرصہ دراز سے میری روح پر مسلط ہیں، زندگی میں پہلی بار میرا یہ راز آپ پر منکشف ہوگا۔ لیکن بالکل محرمانہ طریقہ پر۔ آپ سے استدعا ہے

کا ہیں کو اپنے ہی تک محدود رکھیں۔ آپ کو اور شاید کسی کو بھی یہ علم نہیں کہ وہ خاتون جو تختے کے قریب کھڑی ہوتی ہے۔ خود میری شریک حیات ہے۔ اور میں یہ کھیل صرف اُس کی جان لینے کی غرض سے کرتا ہوں۔ لیکن آج تک کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ قصّہ بہت طویل ہے۔ میں مختصراً عرض کر دونگا۔ آج سے پانچ سال قبل میں ایک عظیم الشان سرکس کا مالک تھا۔ سینکڑوں کھلاڑی میرے ملازم تھے۔ ہم شہر در شہر، ملک بہ ملک اپنے کمالات دکھا کر دولت جمع کرتے پھرتے تھے۔ پانچ سال ہوئے ملک فرانس میں ہمارا قیام تھا۔ ایک روز حسب معمول کھیل سے فارغ ہو کر میں لباس تبدیل کرنے کے کمرے میں داخل ہونے لگا۔ تو میں نے دیکھا ــــ اُف اُس زبان سے کن الفاظ میں کہوں ــــ میں نے دیکھا کہ میری بیوی ایک غیر شخص کے ساتھ ہم آغوش ہے، میں اُس جذبات کو پراگندہ کر دینے والے سانحہ کو نظر تعمق دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔ اور نہ یہ چاہتا تھا کہ ان بے وفاؤں کو اس کی خبر ہو کہ میں ان کی پوشیدہ سیاہ کاری سے واقف ہو گیا ہوں۔ اس لئے میں فوراً اُلٹے پاؤں باہر آ گیا۔ مگر معلوم نہیں کس طرح میری بیوی کو اس کا علم ہو گیا۔ تاہم وہ خائف نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ سے دیدہ دلیر ہے۔ اور کسی بات کو مطلق اہمیت نہیں دیتی۔ میں نے اُس روز سے آج تک اُس کے سامنے اس موضوع پر گفتگو نہیں کی۔ اور نہ اپنے رویّہ میں کسی قسم کی تبدیلی کی۔ البتہ ایک بردست مگر خاموش انتقام کی تیاری شروع کر دی۔ میں نے اپنی بڑھی ہوئی شہرت کو اپنے ہاتھوں خاک میں ملا دیا۔ تمام کھلاڑیوں کو برطرف کر کے سرکس کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اب ہم صرف تین نفر ــــ میں میری بیوی اور ایک قابل اعتماد ملازمہ ــ تمام کھیل پیش کرتے ہیں۔ اس سانحہ سے قبل ایک جاپانی خاتون تختہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس خدمت کو انجام دیتی تھی جواب میری بیوی کے ذمّہ ہے۔ میں اُسی روز سے کوشش کر رہا ہوں۔ کہ بے وفا رفیقہ کو کھیل کے دوران میں تماش بین حضرات کی نگاہ کے سامنے منظر عوام پر ہلاک کر کے جذبہ انتقام کو سرد کروں۔ میں صدہا ذرائع سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر سکتا ہوں۔ مگر مجھے منظور نہیں۔ صرف یہی طریقہ پسند ہے۔ تعجب ہے کہ مصمم ارادہ کر لینے کے باوجود آج تک مجھ سے یہ غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ میں دانستہ طور پر اپنے ہاتھ کو خلاف اصول گھما کے چھری پھینکنے اور غیر متعینہ اوقات میں پستول کی لبلبی دبانے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر بے سود۔ کہنہ مشقی کے باعث میرے تمام اعضا لوہے کی مشین کی طرح بے خطا کام کرتے ہیں۔ میری دیرینہ مہارت اُس درجۂ کمال سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ جہاں پہنچ کے عامل سے لغزش ہونے کا امکان نہیں رہتا۔ شاید آپ یقین نہ کریں۔ ایک دن جان بوجھ کر میں نے اپنے ہاتھ جلا لئے، محض اس خیال سے کہ شاید اس کی سوزش و تکلیف سے غلطی کرنے کا موقعہ مل جائے۔ ایک دن سخت بخار کی حالت میں اپنا کھیل جاری رکھا۔ مگر افسوس ہے کہ میں اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا، غلطی کرنا اب میرے لئے قطعی ناممکن ہو گیا ہے۔ میری اس کمزوری کو میری بیوی خوب سمجھتی ہے۔ اور دل ہی دل میں خوش ہوتی ہے۔ کہ مجھے اپنے اعضا پر بھی قدرت حاصل نہیں۔ آپ نے بجا ارشاد فرمایا کہ ایک خطرناک ماحول میں کھڑے ہو کر مسکرانا بڑے دل و جگر کا کام ہے لیکن وہ صرف آپ کے نزدیک خطرناک ہے۔ میری بیوی اس کو بچوں کا کھیل تصور کرتی ہے اُس کا تبسم بھی مصنوعی ہوتا ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ کوئی شخص

ایک ہی کیفیت کے ماتحت ایک لمحہ سے زیادہ نہیں مسکرا سکتا۔ اس کے تبسم میں ایک طنز پنہاں ہے جو میرے لئے سوہانِ روح ہے۔ میں غم و الم کی زندگی بسر کرکے خود اپنی ہستی کو تباہ و برباد کر رہا ہوں۔ درانحالیکہ اس بے وفا کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ کیا آپ دونوں میں سے کوئی صاحب ایسی تدبیر بتا سکتے ہیں جس پر عمل کرنے سے میری مہارت کو ترقی معکوس حاصل ہوسکے۔ اور میرا فن انحطاط کے تمام مدارج کو طے کرکے ایسے نقطہ پر آجائے جہاں سوائے لغزش کے اور کچھ نہیں ہوتا۔"

"خدا تم پر رحم کرے" میں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہے کہ آپ اس ارادے ہی کو اپنے دل سے ترک کر دیں۔ اتنی طویل مدت میں تو آتشِ انتقام ویسے بھی سرد پڑ جانی چاہیئے۔"

"بے شک!" اس نے اعتراضاً کہا۔ "یہ ایک نظریہ ہے۔ کہ اسے سرد پڑ جانا چاہیئے۔ لیکن عملی دنیا میں اگر ایسا نہ ہو تب؟"

میرے پاس اسکا کوئی جواب نہیں تھا۔

کرشن نے کچھ دیر سکوت کے بعد کہا:۔

"آپ اپنی شریکِ حیات سے چند لمحے ملاقات کرنے کا موقع دیدیجئے۔ ممکن ہے اس کو دیکھ کر ہم کوئی مفید مطلب مشورہ دے سکیں۔"

رالفو نے کچھ ایسے انداز سے آمادگی ظاہر کی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود اس چیز کا آرزومند ہے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ہمیں ایک دروازے کے قریب بلا کر کہا۔

"دیکھو! اسٹیج کے عقبی حصے میں اس وقت بھی وہ اسی انداز سے کھڑی ہے۔ اس کا معمول ہے کہ کھیل شروع ہونے سے قبل وہ اپنے مخصوص طرزِ عمل کی مشق دُہرا لیتی ہے۔ تاکہ کھڑے ہونے میں خود اس سے غلطی نہ ہو جائے۔"

پھر اُس نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"ڈُلو! یہ دو شریف آدمی تم سے نیاز حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔ چند لمحے کے لئے یہاں آجاؤ!"

مگر وہ اُسی بے پناہ شانِ استغنا کے ساتھ اپنے نقرئی بازوؤں کو شانوں کے متوازی افقی حالت میں پھیلائے کھڑی مسکراتی رہی۔ اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔

یکایک میرا دوست ایک قدم آگے بڑھا اور پھر فوراً ہی پیچھے ہٹ کر پُرغضب نگاہوں سے بازی گر کو گھورتے ہوئے کہنے لگا:۔

"فریب کار! تو ایک گھنٹے تک اپنے فرضی افسانے سے ہمیں دھوکا دیتا رہا۔ دیکھ! تیری بیوی کے دائیں پاؤں پر ایک چھوٹا سا سانپ چڑھ رہا ہے۔ اور اُسے خبر نہیں۔ نیز کھڑکیوں میں سے آنے والی ہوا کے باعث دروازوں کے پردے، چھت گیری کا کاغذ، گلدستہ کی پتیاں وغیرہ جنبش میں ہیں۔ مگر تیری بیوی کا ملبوس حرکت پذیر نہیں ہوتا۔ صرف انہی دو چیزوں سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کوئی پیکرِ متنفس نہیں ہے۔ بلکہ ایک مجسمہ

ایک ڈاکٹر کی ڈائری

اس عجائب نزار ہستی کی سطح پر بسنے والے ہر ایک انسان کا دامن چند ایسے ہوشربا حادثات، ایسے دردناک سانحات، ایسے رومانیت آگیں واقعات لئے ہوئے ہیں۔ جنھیں سنکر سامع کبھی ورطۂ استعجاب میں گم، کبھی غم میں غرق اور کبھی مسرت میں ڈوب کر خود کو چند لمحوں کے لئے ایک ایسی بہشت نژاد دنیا کی فضا میں پاتا ہے جس کے ذرے ذرے سے مسرتوں کے چشمے ابلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ میرے حالات ماضیہ بھی اس نوع کی خصوصیت سے لبریز ہیں۔ گر جہاں یہ اہل ذوق حضرات کے واسطے اپنے اندر دلچسپی کے ذخائر رکھتے ہیں وہاں ارباب بصیرت کے لئے پند و موعظت سے بھی مملو ہیں یقیناً آپ انہیں ناقابل اعتبار سمجھیں گے اور یہی چیز ان کے لئے مایہ امتیاز ہے۔ کہ دنیا کی نگاہوں میں ناقابل اعتبار ہونے کے باوجود صداقت سے لبریز! باور کیجئے جب کبھی عالم تنہائی میں میں انہیں پڑھتا ہوں تو عدم اعتبار کے ہلکے سے اثرات میرے دماغ پر چھا جاتے ہیں۔ مگر جب ذرا غور کرتا ہوں تو یہ اس طرح غائب ہو جاتے ہیں جس طرح آفتاب عالمتاب کی شعاعوں کے سامنے شبنم کے بے مایہ قطرات' یہ تمہیدی سطور قلمبند کرنے کے بعد میں اپنی ڈائری کے چند اوراق جو ایک مکمل واقعہ کے حامل ہیں۔ ناظرین باتمکین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگر کسی نے ان میں دلچسپی محسوس کی تو میں سمجھونگا میرا مقصد پورا ہوگیا اس بات کا اظہار بھی کر دینا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے قریباً قریباً ان تمام شخصوں کے نام تبدیل کر دیئے ہیں۔ جن سے ان واقعات کے دوران میں مجھے سابقہ پڑا۔ آج سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے، سردی ابتدائی مراحل طے کر رہی تھی۔ میں اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا کسی کتاب کے صفحات پر پھیلتی ہوئی نگاہیں ڈال رہا تھا کبھی کبھی کھڑکی کی راہ سے باہر رنگین مناظر کو بھی دیکھ لیتا جنھیں قدرت نے فیاضانہ فضاؤں میں بکھیر رکھا تھا۔ آپ متعجب ہونگے کہ ایک ڈاکٹر' جس کی دنیا خشک' افسردہ اور بالکل غیر شاعرانہ ہوتی ہے فطرت کی رنگینیوں کا کیوں اس طرح ذکر کرتا ہے مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ مجھے فطرت حسین کی ہر ایک چیز پسند ہے ایام شباب میں تو میرا یہ حال تھا کہ اپنی تعلیمی کتابوں کو لاپرواہانہ زانو پر رکھکر بسا اوقات پھولوں کی' امواج باد سے لرزتی ہوئی نازک شاخوں کو دیکھنے میں اس درجہ مستغرق ہو جاتا۔ کہ خود کو بھی بھول جاتا' ڈاکٹری میں نے شوق سے حاصل نہیں کی' بلکہ مجبوراً اس دشت خارزار میں مجھے رانوردی کرنا پڑی اور اس کا مجھے سخت افسوس ہے۔ کیونکہ جس علم یا فن کا دلی شوق سے نہ اکتساب کیا جائے اس میں عبور حاصل کرنا اگر غیر ممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا' اب میں اپنے اصل موضوع کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں میں ذکر کر چکا ہوں کہ اس وقت میں اکیلا کمرے میں بیٹھا کتاب دیکھ رہا تھا۔ معاً میری نظر کتاب کے ایک صفحے پر چمٹے ہوئے کاغذ کے چھوٹے سے ٹکڑے پر پڑی میں نے اسے بے تابانہ اُٹھایا۔ یہ میرے ایک بہترین دوست کا رقعہ تھا' جس میں اس نے مجھے ایک ضروری کام کے لئے بلایا تھا۔ یہ رقعہ مجھے چار دن پیشتر ملا تھا۔ اور میں نے کسی ناگزیر کام میں مصروف رہنے کی وجہ سے اسے کتاب میں رکھ دیا تھا۔ رقعے کا دوبارہ مضمون پڑھکر میرے دل میں اپنے دوست کو ملنے کے لئے جذبۂ بے اختیار پیدا ہوگیا۔ میں نے کتاب کو بند کر کے " کپڑے پہنے' اور پھر اپنے

خادم کا انتظار کئے جو میرے کسی مریض کی حالت دیکھنے گیا ہوا تھا روانہ ہو گیا۔ ڈاکٹر اوگل' یہ میرے دوست کا نام ہے سے ملے ہوئے مجھے مدت مدید گذر چکی تھی۔ اور مجھے اس کے بنگلہ کا پتہ بھی اچھی طرح معلوم نہیں تھا۔ مگر جذبہ بے اختیار "شوق" کو کون روک سکتا ہے آخر وہی ہوا جس کا مجھے کھٹکا تھا' یعنی میں راستہ بھول کر اس بنجر ویران میدان میں بھٹکنے لگا جہاں ہر طرف ریگ کے بڑے بڑے تودے پھیلے ہوئے تھے۔ جہاں ہر جانب بت شکن عظیم الہیبت چٹانیں ایک لمبے سلسلے کی صورت میں نظر آ رہی تھیں رات کی تاریکی کے کثیف بادل فضاؤں میں منڈرہے تھے میری دائیں جانب گھنیری جھاڑیوں کے پیچھے آہستہ آہستہ بہنے والی چھوٹی سی ندی کی درد انگیز صدا ایک مغموم عورت کی غمگین آواز سے بالکل مشابہ تھی جو کسی رنج کے باعث رات کے وقت ایک کونے میں بیٹھکر تنہا آنسو بہا رہی ہو۔ ایک سمت آگ کے بڑے سے الاؤ کے گرد چند دہقان دن بھر کی جسم فرسا مشقت کے بعد بیٹھے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ میری عقل کہتی تھی کہ یہ راستہ غلط ہے لیکن دل اس کی تردید کر دیتا تھا۔ قوت واہمہ کی یہ شعبدہ طرازی عقول و اذہان دسترس سے بہت بالا ہے۔ کہ انسان بعض اوقات جو وہم کرتا ہے (اور وہم عموماً جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے) اور اسے یقین کی حدود تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ بالآخر درست نکلتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نہایت توانا' صحت مند ہے اچانک بیٹھے بٹھائے اسے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ دن بدن وہ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اگر یہ وہم کسب اہمیت کرتا جاتا ہے۔ تو یقین جانئے وہ کمزور ہو جائیگا علمائے نفسیات کی ——— موشگافیاں اس بار ——— میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں' میری حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی یعنی مجھے اس غلط راستے ہی سے منزل مقصود تک پہنچ جانے کا وہم تھا اور یہی سودا سر میں لئے ہوئے جا رہا تھا' چلتے چلتے' باوجودیکہ طویل سے طویل سفر میں کبھی مجھے تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی تھی' میں تھک گیا اور اضمحلال اعضاء کو دور کرنے کے لئے ایک سیاہ چٹان پہ بیٹھ گیا۔ وہاں کے حسین مناظر' خواب پرور وادیاں نزہت آگین فضا' مجھے ——— میرے دل کو عجب مقناطیسی قوت سے کھینچ رہی تھی' جی چاہتا تھا کہ وہاں بیٹھا رہوں ——— ہمیشہ کے لئے بیٹھا رہوں یہاں تک کہ موت کی نیند مجھ پر قابض ہو جائے۔ میرے سامنے ایک آسمان فرسا سیاہ پہاڑ تھا۔ جس کی چوٹی برف سے لدی ہوئی اور جس کے سینے اور پہلوؤں میں بے شمار چشمے ہلکی سی آواز پیدا کرکے بہہ رہے تھے۔ اس کے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ تھا جس پر مصفا پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ یہ سماں دیکھکر مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا ایک غموں سے نڈھال بیوہ' خدا کی درگاہ میں دامن پھیلائے سسکیاں بھرتی ہوئی فریاد کر رہی ہے یکایک میرے دل میں اپنے دوست سے ملنے کا خیال موج آتشیں کی طرح پیدا ہوا۔ اور میں کمربستہ ہو کر پھر روانہ ہو گیا۔ آدھ میل طے کرنے کے بعد' میرے سامنے' چند قدموں کے فاصلے پر ڈاکٹر اوگل' کا بنگلہ تھا۔ وہاں پہنچکر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ جب میرے ایک ہمسائے نے' جو مجھ سے پہلے وہاں پہنچا ہوا تھا' پوچھا تم اس طرف سے آ رہے ہو' یہ راستہ تو بہت، طویل اور دشوار گذار ہے!" اس سے پیشتر کہ میں جواب دیتا وہ نہایت رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا۔ ڈاکٹر اوگل یہاں نہیں ہے اور اس کی بیوی جاں بلب ———"

"میں سمجھا نہیں" میں نے متعجبانہ کہا

"میں یوں ہی ڈاکٹر اوگل سے ملنے کے لئے آیا تھا، مگر یہاں آ کر جب میری آنکھوں نے اسے غیر موجود اور اس کی بیوی کو سخت بیماری کی حالت میں دیکھا' تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی" وہ تین لمحوں خاموش رہا۔ اور پھر اپنے منہ کو میرے کانوں کے پاس لا کر کہا۔ "اسے زہر دیا گیا ہے"

"زہر؟"

"یقیناً" آپ میرے ساتھ مریضہ کے کمرے میں چلو' اگر ہم اسے

...گھنٹہ تک نہ بچا سکے تو اس کا صریحاً مطلب اس کی موت ہے!"
...حیران و ششدر ڈاکٹر سارے کے ساتھ مریضہ کے کمرے میں گیا۔
...بیچاری پلنگ پر بیہوشی کی حالت میں پڑی تھی۔ اس کا چہرہ زرد
تھا اور نبض نہایت آہستہ چل رہی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر میرا دل
...رنج سے بھرپور ہو گیا۔ اوگل کی شادی کو ابھی تین ماہ کا عرصہ
...تھا اور اب اس کی بیوی۔ یہ حسین و جمیل عورت! جس کے چہرے
سے شرافت کے اثرات بدرجہ اتم ہویدا تھے۔ بستر مرگ پر پڑی آخری
سانس لے رہی تھی۔ خادمائیں پلنگ کے گرد تفکر میں غرق اپنی
...کے متغیر چہرے پر نگاہیں گاڑے شمع بنی کھڑی تھیں۔ اب کیا کیا جا
سکتے ؟؟"

"میں خود حیران ہوں اور ڈرتا ہوں مبادا اوگل کی عدم
موجودگی میں کوئی دلدوز واقعہ پیش آجائے!"

"کوئی دوا وغیرہ دی ہے ؟"

ڈاکٹر اوگل کا دوا خانہ مقفل ہے۔ اس لئے میں نے نوکر
کو اپنے ہاں دوا لینے کے لئے بھیجا ہے۔ ابھی اتنا میں نوکر مطلوبہ
دوا لے آیا۔ ہم نے اس کے جسم پر کئی جگہ زخم لگائے اور زہر کے اثرات
دور کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ ہماری پیہم اور
انتہائی کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ مریضہ کے چہرے پر سرخی دوڑنے
لگی۔ اور زہر کے اثرات دور ہونے لگے۔ اس وقت مجھے اتنی مسرت
ہوئی جس کے اظہار کے لئے زبان و الفاظ کی تمام وسعتیں قطعی طور
پر قاصر ہیں۔ آدھ گھنٹہ گذر جانے کے بعد مریضہ نے آنکھیں کھولدیں
اور اپنے ارد گرد نظر ڈال کر کسی خادمہ کا نام لیا۔ ایک بوڑھی خادمہ
اس کے چہرے پر جھک گئی۔

"یہ کون ہیں ؟؟"

"آپ بیمار ہیں۔ اور یہ ڈاکٹر ہیں جو آپ کے علاج کے لئے
آئے ہیں۔"

میں نے سارے کو وہیں بیٹھنے کے لئے کہا اور خود دالان
میں ایک خادم سے ڈاکٹر اوگل کی عدم موجودگی کے متعلق استفسار
کرنے کے لئے آگیا۔ میرے جانے کے دو تین منٹ بعد بوڑھا ملازم
ہانپتا ہوا آیا۔

"تمہیں اپنے مالک کی عدم موجودگی کے متعلق کیا علم ہے؟"

حضور مجھے کچھ پتہ نہیں۔ آپ کے آنے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے
وہ گھوڑے پر چڑھ کر کہیں چلے گئے تھے!

"اور ان کے پیچھے ان کی بیوی بیمار ہو گئیں؟"

خادم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کوئی انہیں لینے آیا تھا؟"

نہیں حضور! میں پھر مریضہ کے کمرے میں چلا گیا۔ اب اس کی
حالت بہت حد تک تبدیل ہو چکی تھی اور وہ اپنی خادماؤں
سے باتیں کر رہی تھی۔

"کیوں سارے! اب ان کی حالت کیسی ہے؟"

میں نے سلسلہ گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا۔ بہت
تبدیل ہو چکی ہے ـــــ اور بار بار اوگل کے متعلق پوچھتی
ہیں!

ڈاکٹر اوگل ـــــ معلوم نہیں وہ کہاں ہیں!

مریضہ نے استفسار انگیز نگاہیں مجھ پر ڈالیں اور
پھر ہٹالیں۔

میں پھر دالان میں آگیا اور کرسی پر بیٹھ کر صورت
حالات پر غور کرنے لگا۔ ڈاکٹر اوگل کی عدم موجودگی
اپنی بیوی کی اس خطرناک حالت میں کچھ سمجھ میں نہیں
آتا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ جوں جوں میں غور کرتا خوفناک شکوک
و توہمات میرے دل پر قابض ہوتے جاتے۔ اسی دوران
میں سارے بھی میرے پاس آگیا۔ "مریضہ کو کیوں
چھوڑ آئے۔"

"اب وہ بالکل ہوش میں ہے!" وہ ذرا ٹھہرا پھر کہنے لگا۔

مجھے اس بات پر بیحد مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ ہم بطرز احسن اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو سکے۔ لیکن ڈاکٹر اڈگل کی عدم موجودگی کے متعلق میرے دل کو بہت تشویش ہو رہی ہے۔"

"میں خود اس پر بہت متعجب ہوں!"

"ہیلی!" ڈاکٹر سارنے نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اڈگل کی عدم موجودگی اور اس کی بیوی کو زہر دیا جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ ضرور اس میں کوئی پر اسرار ہاتھ کام کر رہا ہے"

"یہ تو ظاہر ہے اور ——" ابھی فقرہ مکمل کرنے نہ پایا تھا کہ ایک خادم بھاگتا ہوا آیا۔"

"حضور سرکار کا گھوڑا آ گیا ہے!"

"گھوڑا اور وہ خود؟"

"معلوم نہیں وہ کہاں ہیں —— وہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر گئے تھے۔"

ہم بعجلت دالان سے باہر نکلے۔ ایک سیاہ خوبصورت گھوڑا دروازے پر ہانپ رہا تھا۔ "کوئی خطرناک واقعہ نہ پیش آ گیا ہو۔ گھوڑے کا اس طرح آنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے" میں نے کہا۔ "اب بہتر ہے کہ تم دو خادموں کو ساتھ لیکر اڈگل کی تلاش کرو میں بھی ٹھہرتا ہوں" ڈاکٹر سارنے نے میری تجویز سے اتفاق کیا اور دو خادموں کو ساتھ لیکر روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد میں دالان میں ٹہلنے لگا، کائنات کا ذرہ ذرہ چاندنی کی سیمین کرنوں کے سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا! دور سے کسی گڈریا کی شیریں تانیں ہوا کے پردوں کو چیرتی ہوئی، میرے کانوں میں داخل ہو ہو کر دل و دماغ پر نشہ آلود کیفیت طاری کر رہی تھیں۔ اچانک ایک سفید پوش بوڑھی عورت میرے سامنے آئی۔

"ڈاکٹر اڈگل کہاں ہیں؟" ان سے پوچھا

"ڈاکٹر اڈگل —— ان سے آپ کو کیا کام ہے؟"

"بہت —— ضروری کام ہے، براہ کرم جلدی بتایئے" اور یہ کہکر وہ اندر جانے لگی"

"وہ گھر پر نہیں ہیں!"

"گھر پر نہیں —— اس نے حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا "تو پھر کہاں ہیں؟"

"میں بالکل نہیں جانتا!"

"آپ جانتے ہیں —— آپ ضرور جانتے ہیں۔ مجھے بتایئے وہ کہاں ہیں اگر وہ اس وقت نہ ملے تو —— تو!"

"تو کیا ہوگا؟"

"آہ آپ نہیں جانتے —— مجھے ان سے بہت ضروری کام ہے"

"مجھے افسوس ہے"

"آپ جانتے تو ہونگے؟"

"آپ عجیب باتیں کرتی ہیں، جانتا ہوتا تو کیوں نہ بتاتا، ہم خود ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے سخت تشویش میں ہیں، ان کی بیوی بیمار ہیں"

"تو آپ حقیقتاً ان کا پتہ نہیں جانتے!"

"میں نے اثبات میں جواب دیا۔"

"اچھا میں دوسرے کمرے جا کر ان کا انتظام کرتی ہوں" یہ کہکر وہ دالان سے ہوتی ہوئی ڈاکٹر اڈگل کے دارالکتب میں چلی گئی! حقیقتاً اس بڑھیا نے مجھے عجیب مخمصے میں ڈالدیا تھا آخر یہ ڈاکٹر اڈگل کے متعلق بار بار کیوں پوچھتی ہے میں اسی پس و پیش میں تھا کہ اندر سے ایک خادمہ آئی۔

"کیا کوئی بوڑھیا پہلے بھی کبھی آئی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں حضور! ہاں کل ایک بوڑھیا، جو سفید کپڑے پہنے ہوئی تھی اسی وقت آئی تھی۔ اور دو تین گھنٹے سرکار سے باتیں کرتی رہی، جب وہ چلی گئی تو سرکار کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی"

"وہ اب اس کمرے میں ہے" خادمہ دارالکتب میں چلی گئی اور واپس آکر کہنے لگی، "جی ہاں یہی وہ بوڑھیا ہے"!

تم مسز ... کے متعلق کچھ جانتی ہو؟"

"بالکل نہیں!"

"تو وہ چلی گئی اور میں پھر شش و پنج میں مبتلا —— !

... منٹ بعد جو دردناک منظر میری آنکھوں نے دیکھا اس کی یاد کے ... نقوش تادم واپسیں میری لوح دل سے مٹ نہیں سکتے اس میں ... شک نہیں کہ سارتے اوگل کی تلاش میں کامیاب ہو گئے! ... مگر اوگل کی بجائے کیا لائے؟ — ایک جسد بے روح چارپائی پر ... پڑا ہوا —— اف میرے اللہ! ایک منٹ تک میں حیرت و استعجاب ... میں دوبارہ!"

"ہیلی!" سارتے نے قفل خاموشی توڑتے ہوئے کہا "ہم گھوڑے ... کے پاؤں کے نشانات کو اپنا راہبر بناتے ہوئے ایک وادی میں ... پہونچے —— دفعتہً وہاں میں نے ایک بڑے سے پتھر پر اوگل کے ... تن مردہ کو دیکھا' جب اس کے قریب پہنچے' تو یہ لفافہ' جو تمہارے ... نام ہے' یہ زہر کی شیشی اس کے پہلو میں پڑی ہوئی ملی" یہ ... یہ کہکر سارتے نے' ایک سیاہ لفافہ میرے ہاتھ میں دیدیا میں نے ... اسے بسرعت کھولا' اس میں یہ دلگداز حروف تھے۔

"میرے پیارے ہیلی"

"یہ لفافہ تمہیں اس وقت ملے گا' جب زہر کے اثرات مجھ پر ... مکمل طور پر مستولی ہو چکے ہونگے' اور میں ان دلچسپیوں سے بھری ... ہوئی دنیا سے ہمیشہ کے لئے چل بسا ہونگا —— !" میں نے خودکشی ... کرلی —— اس کا ثبوت میرے پاس پڑی ہوئی زہر کی شیشی ... دیدے گی' لیکن پیارے دوست! اس زہر نے میری جان کے ... علاوہ ایک اور ہستی کی جان بھی لی ہے۔ اور وہ جان ہے۔ میری ... پیاری بیوی کی! فرق یہ ہے کہ میں نے جان بوجھکر پی اور اسے میرے ... ہاتھوں سے پلائی گئی —— آہ —— ! اور یہ کیوں ہوا یہ ایک راز ... ہے۔ اور وہ راز' مرنے سے پیشتر میں اس مختصر سے کاغذ کے ... سینے کے سپرد کئے جاتا ہوں ڈاکٹر سارتے کو بھی یہ بتا دینا۔ آج

سے چار سال قبل مجھے پیرس جانا پڑا وہاں بدقسمتی سے' ایک لڑکی کو مجھ سے محبت ہوگئی' اور اس کا نتیجہ یہ نکلا' شادی! آہ شادی!! یہ لڑکی جس کا نام روزا' تھا بجید تنگ مزاج' ضدی اور فضول خرچ تھی اور اس کی ماں سے تو میں بہت جلد تنگ آگیا۔ یہ بڑھی لومڑی طرح طرح کے بہانوں سے مجھے ستایا کرتی۔ اور دولت طلب کرتی۔ اچانک کسی ضروری امر کی بنا پر میں چند دنوں کے لئے پیرس سے باہر گیا۔ جب واپس آیا تو سنا کہ روزا' مرگئی ہے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ خلاصی ہوئی۔ اور پیرس سے آکر اپنے مخصوص شغل میں مصروف ہوگیا۔ ایک سال بعد مجھے نینا (میری بیوی کا نام ہے) سے محبت ہوگئی۔ اور آج سے تین ماہ پیشتر ہماری شادی ہوگئی' چونکہ مجھے نینا سے بہت محبت تھی اور مجھ سے بے پایاں الفت' اس سے ہماری زندگی نہایت خوشگوار طریقے پر بسر ہونے لگی' روزا اور اس کی بدبخت ماں کی یاد میرے دل سے بالکل نکل گئی۔ کل رات کے گیارہ بجے میری خادمہ نے آکر بتایا کہ ایک مریضہ مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ میں اپنے کمرے سے باہر آیا —— اور وہاں آکر جس ہستی سے میری آنکھیں چار ہوئیں وہ روزا کی ماں کے سوا اور کوئی نہیں تھی۔

"کیوں اوگل! تم نے مجھے پہچانا ہے؟"

"اپنا مطلب کہو!"

"اس کے جواب میں اس نے بتایا کہ روزا زندہ ہے۔ اور اس وقت اس کی موت کی خبر جو مشہور ہوئی تھی وہ غلط تھی"

"یہ سنکر میں کانپ اٹھا' روزا' ابھی تک زندہ ہے؟؟؟"

"ہاں ——" وہ ذرا ٹھہری اور پھر کہنے لگی "میں نے سنا ہے تم نے اور شادی کرلی۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ تم نے ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا جس کی سزا ذلت بدنامی اور بےعزتی ہے!"

"میں تصویر حیرت بنا سنتا رہا"

"اب تم کیا چاہتے ہو؟"

میں نے سمجھا تھا کہ روپیہ لینے کے لئے اس نے یہ ڈھونگ رچایا ہے۔ مگر اس نے مجھے یقین دلایا کہ روزا زندہ ہے۔"

"کیا سوبیہ بیگم تم مجھے اس ذلت سے بچا سکتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"روزا سے پوچھوں گی۔ — تو یقین نہیں وہ اس بات کو مانے! — اچھا کل میں اسی وقت آؤں گی اور تمہیں روزا کا فیصلہ سنادونگی — یہ کہکر وہ چلی گئی۔"

ذلت، بیعزتی، یہ دو لفظ پتھر بن بن کر میرے سینے کو زخمی کر رہے تھے۔ مجھے یقین کامل ہوگیا کہ ذلت و رسوائی سے کسی صورت بچ نہیں سکتا، بالآخر ایک تجویز میرے دماغ میں آئی یعنی خودکشی — لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ موت کے بعد میری موت کا شرمناک باعث میری بیوی کو معلوم ہو اور اس کے دل میں میری طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہو جائے اس لئے میں نے اسے بھی اس خوفناک تجویز میں شامل کر لیا۔ اور آخر یہی ہوا۔ میں نے زہر دودھ میں ملا کر بیوی کو پلا دیا .... کچھ ہوا تم پر ظاہر ہے۔ پیارے دوست یہ ہے میری زندگی کا راز آخر میں تمہیں اس محبت کا واسطہ دیکر کہتا ہوں یہ راز سوائے سارے کے اور کسی کو معلوم نہ ہو — اچھے پیارے دوست

تمہارا بدنصیب دوست

ڈاکٹر اوگل

یہ پڑھکر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ سارے بھی یہ خوفناک تحریر پڑھکر رونے لگا۔ اسی اثنا میں وہ خبیث بڑھیا، جو اس دکراز واقعہ کا باعث تھی وہاں آگئی، اسے دیکھکر میری آنکھوں میں خون اتر آیا:

"ڈاکٹر اوگل نے تمہارے کہنے میں آکر خودکشی کرلی ہے۔"

"خودکشی —"

"ہاں، تم اس کی قاتلہ ہو اور قتل کی سزا تم جانتی ہو۔"

"میں نے تو انہیں کچھ بھی نہیں کہا تھا —؟ "کیوں کچھ کہنا تھا"

"مکار —!" سارے نے خوف خفگی سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "اب بھی سچ سچ بات بتادو ممکن ہے ——"

"میں سب کچھ سچ سچ بتانے کے لئے تیار ہوں!"

"تمہاری لڑکی مرگئی ہے یا نہیں؟" میں نے پوچھا،

"ہاں"

"تو پھر تم نے یہ ڈھونگ کیوں رچایا؟"

"روپے کے لئے"

"فریب کار عورت! جاؤ اسے کمرے میں بند کردو" خادموں نے اسے گھسیٹکر کمرے میں بند کر دیا اور ہم اپنے بدنصیب دوست کی حالت کا جائزہ لینے لگے۔

یہ دیکھ کر میں خوشی سے اچھل پڑا کہ اوگل پر زہر نے ابھی پورا اثر نہیں کیا تھا۔ آدھ گھنٹہ کے بعد اس نے آنکھیں کھولدیں — جب زہر کے تمام اثرات زائل ہوگئے تو میں نے تمام حقیقت اس کے گوشگزار کردی مسرت سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اسکے بعد ہم نہایت محبت سے بغلگیر ہوئے —!

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۶)

غیر ذی حیات ہے — شاید مرمریں — محض بُت گر و نقاش کا اعجاز صنعت ہے"

رالفو کے چہرے کا مصنوعی حزن و ملال فوراً مسرت و انبساط میں تبدیل ہوگیا وہ کہنے لگا۔

"آخر کار آپ حقیقت کی تہ کو پہونچ گئے۔ اچھا! آج رات آپ دونوں دوست اسٹیج کے ایک پوشیدہ مقام پر بیٹھ کے ہمارے کمالات دیکھیں۔ آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ہر چیز میں حقیقت کا شائبہ کس قدر کم ہے۔ اور جس چیز کو آپ کمال فن سمجھتے ہیں۔ وہ فریب نظر کے سوا کچھ نہیں ہے"

طاہرہ دہلوی شیرازی،

ایک خاکہ

مشرقی مغربی تہذیب

پنڈت تیلورام ایک قدیم اور شریف چھتر ویدی گھرانے کا نونہال تھا۔ اعلیٰ تعلیم اور مغربی فضا میں بود و باش پانے کے سبب سے اسے قدیم رسم و رواج سے نفرت ہو گئی تھی۔ وہ معاشرتی معاملات میں بہت آزاد رائے کا مالک تھا۔ اور اس کی نگاہوں میں اخلاقی معیار بھی قدیم اور تسلیم شدہ معیار سے بہت مختلف تھا۔ گو پرانے زمانے کے لوگ چھوت چھات۔ رسم پردہ اور دیگر معاشرتی رسومات کو سوسائٹی کا توازن قائم رکھنے کے لئے ضروری اور لابدی مانتے تھے لیکن پنڈت تیلورام اِن "دقیانوسی" باتوں کا بدترین دشمن تھا۔ اور بعض باتوں میں وہ یورپین لوگوں کے بھی کان کاٹتا تھا۔ مغربی تہذیب و طرز معاشرت کی تقلید کرنا اس کی نگاہوں میں مستحسن فعل تھا۔ اور جو لوگ ابھی تک مشرقی لباس اور مشرقی طرز بود و باش کے دلدادہ تھے وہ بڑے فخر سے ان کی تحقیر کیا کرتا تھا۔ ایسے "جاہل" لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا تو درکنار وہ ان سے بات تک کرنے کا روادار نہ تھا۔ اس نے اپنا اچھا خاصا نام "تیلورام" ٹی۔ آر (T. R) میں بدل لیا تھا۔ چونکہ "چیستر ویدی" لفظ بہت طویل اور مشرقی تہذیب و روایات کا حامل تھا۔ اس لئے اس نے اسے بدل کر اپنے لئے "چوبے" کا لفظ پسند کیا تھا۔ یا بالفاظ دیگر وہ اپنا نام ٹی۔ آر۔ چوبے بتایا کرتا تھا وہ ہر وقت یورپین لباس پہنا کرتا تھا۔ اور اسے مسلمانوں۔ پارسیوں اور دیگر غیر ہندو اقوام کے ساتھ ایک ہی میز پر کھانا کھا لینے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس کا نانا جو ایک مشہور سیٹھ تھا اس کے لئے کافی دولت چھوڑ گیا تھا۔ اور دولت کی فراوانی نے ہی پنڈت تیلورام کو عیش و عشرت اور کاہلانہ زندگی بسر کرنے کا عادی بنا دیا تھا۔ ہندوستان کے بے فکر، نوابوں کی طرح اس کا وقت بھی زیادہ تر سیر و شکار، صاحب بہادروں کو پارٹیاں دینے اور ان کی خوشامدیں کرنے یا کلب میں ٹینس لو بیڈمنٹن کھیلنے اور انگریزی ناول پڑھنے میں گذرتا تھا۔

لیکن اسکے باوجود وہ ہر وقت مغموم رہتا تھا جس کی خاص وجہ اس کی بیوی گلاب تھی۔ جو مشرقی تہذیب کا نمونہ ہونے کے سبب سے اسکی نگاہوں میں خار کی طرح کھٹکتی تھی۔ گلاب ایک محبت کرنے والی اپنے شوہر کی سچی پرستار، خدا ترس اور قدیم رسومات کی عاشق تھی اسی وجہ سے تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت کے متعلق اس کے اور اسکے شوہر کے خیالات میں قطبین کا فرق تھا پنڈت جلد غصہ ہو جانے والا تھا لیکن گلاب فطرتاً نیک نفس اور نیک سیرت واقع ہوئی تھی پنڈت عیاش اور فضول خرچ تھا لیکن گلاب گھر بنانے والی عورت تھی۔

اپنے شوہر کے اصرار اور غم و غصہ کی وجہ سے گلاب نے کوشش کی تھی کہ آزادی کی فضا میں زندگی بسر کرنے کی عادت ڈال لے لیکن کبھی کسی انسان کی فطرت بھی بدلی ہے جو گلاب اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتی اسی وجہ سے اس کی زندگی ایک فلم ایکٹرس کی سی نقلی زندگی ہو گئی تھی۔ وہ خود مختار بھی نہ تھی بلکہ اپنے شوہر اور اپنی ساس دو متضاد الطبیعت ڈائرکٹروں کے زیر نگرانی تھی۔ ان دونوں میں رسہ کشی ہو رہی تھی۔ اسکی بڑھیا ساس اسے "دقیانوسی" زندگی بسر کرنے اور قدیم رسم و رواج کی پابندی کرنے کی طرف کھینچ رہی تھی۔ اس کی ساس چاہتی تھی کہ وہ اس کی طرح گھر کی چار دیواری میں مقید رہکر زندگی کے دن پورے کر دے اور اسکے برخلاف اس کا شوہر وقت اسی فکر میں رہتا تھا کہ اسے موجودہ تہذیب و تمدن سے روشناس کر کے ایک "اپ ٹو ڈیٹ" لیڈی بنا لے۔ پنڈت تیلورام اپنے اس مقصد میں کامیاب ہونے

کے لئے پوری جدوجہد سے کام کر رہا تھا مگر اسکی بڑھیا ماں اسکی راہ میں سد سکندر بنکر حائل تھی۔ پنڈت تیلو رام ایسے آزاد خیال اور آوازہ منزل سے یہ ممکن تھا کہ وہ اپنی ماں کو گھر سے نکال باہر کرتا مگر مشکل یہ تھی کہ کل جائداد اور روپیہ پیسہ ماں کے نام رجسٹرڈ تھا۔ اور وہ ڈرتا تھا کہ اگر اس نے اپنی ماں کے ساتھ زیادتی کی تو وہ اسے عاق کر دے گی اور اس صورت میں اسے بھوکوں مرنا پڑے گا۔ غالباً اسی خیال سے وہ ظاہراً اپنی ماں کی ہاں میں ہاں ملایا کرتا تھا اور اسکے سامنے بھیگی بلی کی طرح دبکا بیٹھا رہتا تھا۔

گو گلاب نے اپنے شوہر کے مجبور کرنے پر ایک حد تک پردہ کرنا ترک کر دیا تھا لیکن وہ دورحاضر کی مغرب زدہ اور سکولوں اور کالجوں میں تربیت یافتہ لڑکیوں کی طرح بے شرمی و بے حیائی کی عادی نہ تھی اسکی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے ایک ایسے شریف گھرانے میں جنم لیا اور پرورش پائی تھی جہاں دل پھینک اور نظارہ باز نوجوانوں کو اپنے حسن سے شاد کرنا نہایت معیوب مانا جاتا تھا۔ اور کنواری لڑکیوں کے لئے ریشمین اور بھڑکیلا لباس پہننا گناہ کرنے کے برابر تھا۔ وہ بہ آسانی ہندی ر لکھ سکتی تھی۔ لیکن اسکی معلومات اور مطالعہ محدود تھا۔

پنڈت تیلو رام نے اپنے ماں باپ کے مجبور کرنے پر گلاب ے شادی کرلی تھی۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ اپنی شریک حیات کو یلم دیکر اور موجودہ تہذیب سے روشناس کراکر بہت جلد ایک پ ٹوڈیٹ "لیڈی" بنالیگا لیکن اسکی بڑھیا ماں کی مخالفت ے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ اسکے علاوہ جو عورت صبح سے م تک خانہ داری اور باورچی خانہ کے کاموں میں الجھی رہی س طرح موجودہ تہذیب و تمدن کی تعلیم پا سکتی ہے۔ ان باتوں علاوہ خاندان کے بڑے بوڑھے سب ہی خواتین کی جدید ش کے مخالف تھے۔ وہ ہر موقع پر مسٹر "ٹی۔ آر" کو لعنت ملامت کرتے رہتے تھے۔ "مسٹر ٹی آر" بھلا کب ایسی باتوں کو گوارا کر سکتا تھا۔ بیچارہ ماں کی ناراضگی کے خوف سے خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جاتا تھا۔ اور اسی مخالفت کی وجہ سے گلاب بھی آزادی سے ملتے جلتے ہوئے ڈرتی تھی چنانچہ گو اس نے اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے ایک حد تک موجودہ طرز بود و باش اختیار کر لیا تھا۔ لیکن وہ قدیم رسم و رواج کو بھی بالکل ترک نہ کرتی تھی۔ گو وہ اب پردہ سے باہر آگئی تھی لیکن پھر بھی اپنی ساڑی کے کونے سے اپنے چہرہ کا آدھا حصہ چھپائے رکھتی تھی۔ مگر مسٹر "ٹی۔ آر" کو گلاب کی یہ حرکت بالکل ناپسند تھی جب وہ اسکولی لڑکیوں کو بھڑکیلی ساڑھیاں پہنے آزادی سے ادھر ادھر گھومتے دیکھتا تھا تو دل پکڑ کر رہ جاتا تھا کیونکہ اسکی شریک حیات ایسی نہ تھی کہ جسکی باتوں میں باہیں ڈالکر فخر سے سر کو اٹھاتا۔ گلاب کو ان خیالات اور خواہشات سے فطرتاً کوئی خاص دلچسپی نہ تھی جسکی وجہ یہ نہ تھی کہ اسے ان باتوں سے نفرت تھی بلکہ اسلئے کہ وہ ان کو سمجھنے سے معذور تھی۔ گو گلاب کی اس روش کی وجہ سے میاں بیوی میں جھگڑا تو نہ ہوتا تھا لیکن باہمی اتحاد اور پریم مفقود تھا اور مسٹر "ٹی۔ آر" اپنی اس "بدقسمتی" کو بھلا دینے کی غرض سے گلاب کے اعتراض کے باوجود دختِ رز کا عاشق ہو گیا تھا جب کبھی مسٹر "ٹی آر" بہت فراخدلی سے پی جاتا تھا تو گھر کی عورتیں اسقدر صلواتیں سناتی تھیں کہ اللہ توبہ لیکن اسکا مسٹر "ٹی۔ آر" پر الٹا اثر پڑتا تھا وہ شراب نوشی سے توبہ کرنے کی بجائے اور زیادہ رغبت سے پینے لگا جس کی وجہ اب میاں بیوی میں بھی جھگڑے اور ناچاقیاں ہونے لگیں۔ دونوں کئی کئی دن تک بات نہ کرتے تھے لیکن آخر خود بخود ہی صلح صفائی کر لیتے تھے۔

ایک دن مسٹر "ٹی آر" نے گلاب کو سینما دکھانے کا ارادہ کیا اس دن ریگل ٹاکیز میں ایک امریکن فلم چلنے والا تھا گو گلاب جانا نہ چاہتی تھی۔ مگر اسکے شوہر نے اسقدر مجبور کیا کہ اسے رضامندی

ہونا پڑا۔ دونوں گھر سے پیدل روانہ ہوئے۔ "ٹی۔آر" گو تیز رفتار جا رہا تھا لیکن نسوانی شرم کے باعث گلاب کا قدم نہ اٹھتا تھا۔ جب اہل محلہ نے اس عجیب جوڑے کو مغربی فیشن کے مطابق جاتے دیکھا تو انھوں نے اس کا تماشہ بنا لیا اور اس قدر تالیاں بجائیں کہ اگر کوئی شریف انسان ہوتا تو شرم کے مارے وہیں زمین پر گر جاتا مگر ٹی۔آر۔ بھلا کب ان باتوں کی پرواہ کرنے والا تھا۔ وہ ان جاہلوں پر نظرِ حقارت ڈالتا ہوا منزلِ مقصود کی طرف چلا گیا۔

جب وہ دونوں رینگل تھیئٹر کے سامنے پہنچ گئے تو گلاب لوگوں کا ہجوم دیکھ کر گھبرا گئی اور حسبِ عادت ساڑھی کے اس پلو سے جو سر کو ڈھکے ہوئے تھا اس نے اپنے چہرہ کا ایک حصہ چھپا لیا فیشن پرست لوگوں کی موجودگی میں اور ایسے مقام پر جس کا ہر حصہ مغربی تہذیب و تمدن کا حامل تھا "ٹی۔آر" اپنی شریکِ حیات کی اس "نامعقول" حرکت سے بہت شرمندہ ہوا اور قدرے غصہ کی حالت میں اس نے ساڑھی کو پیچھے سے پکڑ کر آہستہ سے جھٹکا دیا لیکن بدقسمتی سے ساڑھی گلاب کے سر پر سے سرک گئی اور اسے بالکل ننگا ایک [illegible] چند فیشن پرست نوجوانوں نے [illegible] تعجب سے دیکھ لیا تھا۔ اور اب جو گلاب کو شرم و حیا سے پانی پانی ہوتے دیکھا تو انھوں نے اس غریب کی حالتِ زار پر رحم کرنے کی بجائے منہ پھیر کر یا دانتوں میں رومال دبا کر ہنسنا شروع کیا۔ اس بات سے مسٹر اور مسز "ٹی۔آر" جس قدر پریشان ہوئے ہونگے اس کا اندازہ آپ خود لگا لیں۔

جب وہ دونوں رینگل سینما کے خوبصورت اور وسیع ہال میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ تو گلاب نے اپنے شوہر سے استدعا کی کہ پان اور تمباکو لا دے۔ "ٹی۔آر" نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خاموش رہنے کی تاکید مگر وہ اس کا مطلب نہ سمجھ سکی اور کتنی دیر تک پان تمباکو کے لیے استدعا کرتی رہی۔ "ٹی۔آر" نے جھک کر گلاب کے کان میں کہا کہ اس فیشن ایبل اور مغربی تہذیب و تمدن کے مقام پر پان تمباکو کا ملنا غیر ممکن ہے اور اگر دستیاب بھی ہو جائے تو بھی اس سوسائٹی میں "جگالی" کرنے کی اجازت نہیں مل سکتی ہے گلاب نے پان چھالیہ پر دانت چلانے کی خواہش کو بمشکل تھام دبایا۔

تماشہ "ڈانسنگ لیڈی" تھا جس میں جان کرافورڈ کلارک گیبل اور فرانکوٹ ٹون نے کام کیا تھا بسیار بوسہ بازی تیرنا و دیگر ایسی ہی سبیل کی باتیں دیکھ کر گلاب تو حیرت و استعجاب کے [illegible] رہ گئی۔ "ٹی۔آر" انگریزی فلموں کا عاشق زار تھا وہ تو تماشہ کا پورا لطف اٹھا رہا تھا لیکن گلاب کی ہندی میں گفتگو اسے ستا رہی تھی۔ ایک ایسے مقام پر جہاں مرد و عورت دونوں صاحب لوگوں کی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ اپنی مادری زبان میں گفتگو کرنا خود کو ذلیل کرنے کے مساوی تھا۔ اس کے علاوہ اس نے سوچا کہ چونکہ اس کی شریکِ حیات ہندی میں باتیں کر رہی ہے اس سے دوسروں کو معلوم ہو جائیگا کہ اس کی بیوی انگریزی زبان سے ناواقف ہے یہ بات "ٹی۔آر" کے لئے بالکل ناقابلِ برداشت تھی لیکن اسے اپنے غصہ کو دبانا پڑا کیونکہ اس وقت جبکہ لوگ تماشہ سے مسرور ہو رہے تھے جھگڑا کرنا انتہائی نادانی تھا۔

انٹرول کے دوران میں "ٹی۔آر" نے چاکولیٹ اور آئس کریم منگائی گلاب نے تھوڑا سا چاکولیٹ منہ میں رکھا اور فوراً زمین پر تھوک دیا۔ ایسی بدمزہ چیز اس نے پہلے کبھی نہیں چکھی تھی اس کے لئے نوملائی کی برف آئس کریم سے زیادہ مزیدار تھی۔ لیکن اس کی اس بدتہذیبی سے "ٹی۔آر" کو جس قدر شرمندگی اٹھانی پڑی اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھیں ایسے حالات سے سابقہ پڑ چکا ہے۔

جب تماشہ ختم ہو گیا گلاب باہر جانے کے لئے روانہ ہوئی اس خیال سے کہ اس کا شوہر اس کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوگا اس نے ٹھہرنا مناسب نہ جانا لیکن قبل اس کے کہ وہ دروازہ سے باہر جائے۔ "ٹی۔آر" نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "ٹی۔آر" کو بہت رنج تھا کہ اس کی بیوی اپنی جہالت کے سبب سے متواتر بدتہذیبیاں کر رہی ہے۔

تماشا گاہ کا بینڈ تو "یارب سلامت رہے بادشاہ ہمارا" بجا رہا ہے اور اور اس کے ختم ہونے انتظار کئے بغیر ہی باہر جا رہی ہے۔

گلاب کے سخت اعتراض کے باوجود "ٹی۔ آر" نے پیدل ہی گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ رات کے ایک بجے کا عمل تھا۔ تیسری تاریخ کا چاند کبھی کا چھپ چکا تھا۔ تاریکی اور ہر طرف خاموشی نے فضا کو بھیانک اور ڈراؤنا بنا دیا تھا لیکن "ٹی آر" نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی عشقیہ اور پھر مغربی ڈرامے کے جوش دلانے والے مناظر نے اس پر ایک عجیب روحانی اثر کیا تھا۔ وہ عشق محبت کے خواب دیکھتا ہوا دنیا و مافیہا سے بے خبر چلا جا رہا تھا۔ گلاب بھی اپنے پریشان کن خیالات میں گم تھی۔ اسے معلوم تھا کہ آج ضرور گھر پہنچکر ساس کی صلواتیں سننی پڑیں گی۔ اسی حالت میں وہ دونوں راستہ سے بھٹک کر آبادی سے بہت دور باہر چلے گئے۔ اور اس کا احساس بھی ان کو اس وقت ہوا جبکہ سڑک کے داہنے ہاتھ کی جھاڑیوں میں نکل کر دو نقاب پوش برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے انکا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ نقاب پوشوں نے کوئی بات کہے بغیر ہی ان پر حملہ کر دیا۔ ان دونوں نے اپنی حفاظت کے لئے ہاتھ پیر تو ضرور ہلائے۔ مگر فیشن پرست نوجوان کی وہ ڈاکو کب پرواہ کرتے تھے انھوں نے چند منٹ میں ان دونوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا۔ اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ لیکر رفو چکر ہو گئے۔

سید محمود مورخ بی اے
سب ایڈیٹر "نیشنل کال"

لمعات

ہر ادائے جاں ستاں کو حرزِ جاں کرتے رہے
برق سے روشن ہم اپنا آشیاں کرتے رہے

عمر بھر پاسِ فریبِ دوستاں کرتے رہے
ہم محبت میں خود اپنا امتحاں کرتے رہے

ہیں عجب عالم میں پابندانِ آئینِ وفا
ہر نفس پر اعتبارِ آشیاں کرتے رہے

موردِ جور و ستم غم آشنا حسرت نصیب
ذرہ ذرہ پر گمانِ آسماں کرتے رہے

خاطرِ صیاد سے فطرت بدلتی ہے کہیں،
نغمہ سنجی ہم باندازِ فغاں کرتے رہے

جوشِ ہمدردی کھویا خوئے دشمن دوستی
ہم تمنائے نصیبِ دشمناں کرتے رہے

چشم تر لب خشک چہرہ زرد حالت مضمحل
بے زباں بھی وارداتِ دل بیاں کرتے رہے

دشمنوں کی دشمنی وجہِ شکستِ دل نہیں،
غم تو یہ ہے سرد مہری مہرباں کرتے رہے

منزلِ مقصود سے کوکب رہی پیش نظر
ہم مکاں میں رہ کے سیر لامکاں کرتے رہے

کوکب شاہجہانپوری

ملکۂ صحرا

میں نے کبھی قمری نہیں دیکھی تھی ......

کندھے پر بندوق رکھے سارے جنگل کی خاک چھانتے چھانتے تمام دن ڈھل گیا اور شام ہونے کو آئی ——

ادھر بھوک، اُدھر نشانے بازی کا شوق اور پھر دن بھر کچھ نہ ملنے پر غصہ نے دل میں عجب حالت اضطراب پیدا کر دی تھی۔ بالآخر ——

جس طرف آسمانی سنہرا رخسار اپنے حُسن شرر افشاں کو اونچے اونچے شیشم کے درختوں کے پیچھے چھپا رہا تھا میں چل پڑا ——

شام کا غروب ہونیوالا آفتاب اسوقت حسرت سے درخت پر ایک معصوم پرند کو دیکھ رہا تھا!

بیقرار نظریں چاروں طرف دوڑ رہی تھیں —— یہاں تک کہ میں نے ایک ہری ٹہنی پر ایک خوبصورت سا پرند —— فاختہ سے ملتا جلتا۔ دیکھا جس کی دُم بار بار نہ معلوم کیوں متحرک تھی ....

دل نے کہا "اُس ننھے سے جانور سے کیا حاصل؟" پھر دفعتہً خیال آیا "کیا بھوکا ہی مرنا ہے اور کیا بغیر نشانہ لگائے ہی واپس جانا ہوگا —— ہرن نہ سہی فاختہ سہی —— شکاری اور بھلا خالی ہاتھ جائے!"

اس خیال کے ساتھ ہی میں نے بندوق کی نالی اُس پرند کی طرف کر دی اور چند لمحات بعد ——

وہ پرند سر کے بل نیچے آ رہا!

نہ جانے اس دفعہ مجھے ایک دھکا سا محسوس ہوا ...... ساتھی دوڑا ہوا گیا اور اُسکو اُٹھاتے ہوئے بولا "تم نے قمری کبھی نہیں دیکھی، لو آج دیکھ لو!"

قمری!؟" میں تعجب سے بولا اور فوراً اپنے ہاتھ میں لیکر اس کے معصوم حُسن کو دیکھنے لگا ——

کس قدر حسین پرند تھا!! اس کے چھوٹے سے سر پر سیاہ دھاریاں اور فاختائی رنگ میں تند چمکدار گلابی آنکھیں!

ساتھی تیز دھار والا شکاری چاقو نکالکر بولا "لاؤ مجھے دیدو!"

غضب کی دھار تھی، میرا دل کانپ گیا اور میں نے کہا:۔

"نہیں دوست! خدارا اسے بچانے کی تدبیر کرو، میں اسے پالوں گا ——" اس نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا اور کہا "اوہو! اسے پالوگے؟ اسے فوراً مجھے دیدو، زخم کاری ہے، بہتر ہے کہ ہم اسے ذبح کر دیں ورنہ ...... ورنہ ......"

اس نے ملکۂ صحرا۔ پیاری قمری ۔ کو مجھ سے چھین لیا اور تیز دھار والے شکاری چاقو سے ......

اس کے خون کی سُرخ تلی نے میرے دل کی گہرائی سے ایک چیخ نکلوا دی —— "پروردگار! کیا یہ پیدا ہی اس لئے ہوئی تھی ...... ملکۂ صحرا اور شکاری کے ظالم ہاتھ!"

وہ بڑا ہی خون آشام اور درد انگیز وقت تھا اور اب —— میں شکاری نہیں ہوں!

صادق الخیری

عورت کا خواب

عناصر کی ترتیب بیکار تھی اگر انسان کے پہلو میں [illegible] دل نہ ہوتا یہ ساغر فضول تھا اگر جذبہ محبت سے بھرپور نہ ہوتا اور یہ لبریز جام تہی بے کیف تھا اگر اس میں آتش سیال سوز و گداز کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے [illegible] نہ ہوتی۔

لیکن

اے عورت! یہ سب کچھ ہونے پر بھی کچھ نہ تھا اگر اس عالم کو گردش میں لانے کے لئے تیرا وجود نہ ہوتا۔ یہ دنیا اور تیرہ و تار دنیا خدا جانے کیونکر آباد ہوتی اگر تو نے اپنے حسن سے اسے جگمگا نہ دیا ہوتا۔ اے نقاش ازل کی بہترین شاہکار! پھر تو ہی اس آباد ویرانہ کی ملکہ ہے اور یہ سب کچھ تیرے ہی لئے ہے۔ کمزور ہاتھ تیری طرف بڑھتے ہیں۔ حاکمانہ انداز سے لیکن دراصل تیرے محکوم ہیں۔ کیونکہ تیرے وجود نے ان کا بھرم رکھ لیا ورنہ کیسی حکومت اور کس پر حکومت ———— ان کا دل تو تیرا [illegible] ہے۔ جہاں جذبات محبت نقش و نگار بن گئے اور [illegible] کی صورت میں جھلکنے لگے۔

مجھے یقین ہے۔ کہ سمندر کی گہرائی کا پتہ مل سکتا ہے۔ لیکن عورت کے جذبات کی انتہا نہیں۔ وہ ارادتاً بے حس چیزوں کو اس خاص [illegible] کے ساتھ حرکت میں لاتی ہے کہ فطرت میں تغیرات کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور خواب و خیال کی باتیں عملی جامہ میں نظر آجاتی ہیں۔۔۔ [illegible]۔۔۔

———— (۱) ————

لیلاوتی اسی طبقہ سے تعلق رکھتی تھی جس نے آتے ہی [illegible] کی غیر متحرک دنیا میں ایک جان ڈال دی اور جسم وادی کی خاموش فضا میں خوشی کی وہ لہر دوڑا دی جس نے مردہ روح کو زندہ اور افسردہ دل کو یکبارگی ابھار دیا۔

[illegible] اس غیر مانوس تبدیلی کو قدرت کا ایک فیاض عطیہ سمجھتا تھا۔ اس کی قدر اس کی آنکھوں میں اس وقت اور بڑھ جاتی جب یہ تھکا ہوا دن بھر کے بعد دفتر سے واپس ہوتا اور مضمحل آرام کرسی پر لیٹ جاتا اور لیلاوتی پاس ہی دوسری کرسی پر اس کیلئے ہارمونیم پر کوئی چیز گاتی۔

[illegible] وہ تو دریا کے کنارے نیلوفر کے پھولوں میں مست ہو کر ناچنے لگتا لیکن [illegible] ان راگوں میں اس طرح کھو جاتا کہ پھر اسے دنیا کی کچھ بھی خبر نہ ہوتی کیونکہ فضا بسیط انہیں راگوں سے معمور ہوتی۔

دراصل اس کی خوبصورت دنیا اسی لیلاوتی کی بدولت تمام کلفتوں سے آزاد تھی جہاں خوشی اور انبساط کی فراوانی ہی فراوانی تھی۔

اکثر اسے خود ہی اس زندگی پر رشک آتا اور وہ جوش مسرت سے لیلاوتی کو گلے لگا کر کہتا۔ ۔ ۔ ۔ میری دنیا [illegible] لیلاوتی! اور تو تو خوشی کا سرچشمہ ہے۔

[illegible] قدرت کے فیاض ہاتھ جہاں لیلاوتی کی طرف اس [illegible] سے بڑھے کہ اسے ہر خوبی سے مزین کیا ———— بہترین حسن۔ قبول صورت عمدہ خصائل غرضکہ تمامی صفات کا ایک ہی ذات میں اجتماع کر دیا وہاں اس نعمت سے اسے ضرور محروم رکھا جس کے بغیر دو دل آئندہ زندگی میں ہمیشہ تڑپتے ہی رہے۔

———— کیونکہ ————

اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔

جوں جوں دن گذر رہے تھے۔ لیلاوتی کا بحال چہرہ کملا رہا تھا۔ وہ متفکر اور نڈھال اکثر گھنٹوں ایک ہی جگہ پر سوچا کرتی اور پھر پریشان ہو کر آنسوؤں میں اک آہ کے ساتھ کہتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"پر مہا تما جو تیری خوشی"

لیلا وتی اگرچہ اوداس اور پریشان رہتی لیکن اس کا اچھا اس نے کبھی سندر پر نہ ہونے دیا۔ جب وہ گھر میں قدم رکھتا تو یہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم کرتی اور آزاد ہرن کی طرح خوش خوش نظر آتی۔

—————(۲)—————

دن اسی طرح گذرتے گئے یہاں تک کہ لیلا وتی کی شادی کو پورے ۱۸ سال ہو گئے لیکن اب بھی غریب کے یہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

وہ اب اولاد کی طرف سے قطعی مایوس ہو چکی تھی بلکہ اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اس نعمت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہے۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اُس کی سہیلیاں جن کی شادیاں اُس کے بعد ہوئیں وہ اپنی جوان لڑکیوں کو لیکر اُس سے ملنے آ رہی ہیں ——— لیکن اُس کی گود خالی ہے۔

عمر کے لحاظ سے ۳۴ سالہ عورت اور پھر لیلا وتی سی توانا و تندرست کچھ ایسی مسن نہیں کہی جا سکتی پھر بھی اولاد کے ہونے سے اور اس طرف بے اطمینان زندگی نے اُسے بہت کچھ گرا دیا تھا۔ بے اطمینانی اس وجہ سے ——— کہ اب لیلا وتی کو ہر وقت یہی خیال رہنے لگا۔ کہ کہیں سندر اولاد کی خواہش میں دوسری شادی نہ کرے۔

یہ ایک جذبہ فطری تھا جس نے اُسے چونکا دیا نہ صرف بلکہ ایک بیماری کی شکل میں اُس پر مسلط ہو گیا جس نے اندر ہی اندر غریب لیلا وتی کو گھلانا شروع کر دیا۔

لیلا وتی نے الٰہ آباد نمائش سے ایک خوبصورت پالنا خریدا تھا جس کو اُس نے کسی امید پر ایک کمرے میں رنگین سوت کی دوڑیوں سے چھت میں آویزاں کر دیا تھا۔

اسی پالنے کے لئے اُس نے مخملی گدے اور ریشمی تکیے بنوائے تھے اور اکثر اپنے خیالات سے پریشان ہو کر وہ اسی کمرے میں چلی آتی اور گھنٹوں اُس پالنے کو جنبش دیا کرتی۔

یہ اُس کا ایک خواب شیریں تھا جس سے اُس کا غم بہت کچھ غلط ہو جاتا لیکن قدرت کی طرف سے اب تک اس خواب کو عملی جامہ پہنانے کا کوئی انتظام نہ ہوا تھا۔

اب غریب لیلا وتی کو سندر کے خیالات اور اُس کے مزاج کی بھی نگہداشت کی ضرورت نہیں۔

اگرچہ وہ سندر کی محبت میں کسی قسم کی کمی نہ دیکھتی تھی پھر بھی اُسے خوف تھا کہ کہیں اُس کی نظریں نہ بدل جائیں۔

وہی لیلا وتی جو کسی وقت سندر کو اپنا گرویدہ بنائے رکھتی اب پریم کی پجاری بنکر اُس کی پرستش کر رہی ہے۔

سندر نے بھی آج تک بھولے سے اولاد کا تذکرہ لیلا وتی کے سامنے نہ چھیڑا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ باوجود انتہائے آرام و آسائش کے اُس کے چہرہ پر افسردگی کے آثار رونما ہیں بلکہ اُس کو قلق تھا کہ لیلا وتی سا سندر پھول اُس کی آغوش میں کملا رہا ہے وہ اس خیال سے بے چین ہو جاتا اور پھر اُس کے غم غلط کرنے کی ہر ایک کوشش کرتا۔

لیکن دل کا کنول اندرونی تازگی سے نہال ہو سکتا ہے اور لیلا وتی اُس تازگی کو اپنے سے جدا پا رہی تھی۔

اگر ایک وقت سندر کی دلجوئی نے اُس کا غم غلط بھی کر دیا تو دوسرے وقت اڑوس پڑوس کی عورتوں نے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے پھر اُس زخم کو ہرا کر دیا۔

یقیناً یہ زخم ناسور بنکر رسنے لگتا۔ لیکن خدا جانے لیلا وتی کو کس قدر سکون ملتا جب وہ تنہا کمرے میں آ جاتی اور ایک بے چینی کے ساتھ اُس پالنے کو جنبش دینے لگتی جس میں ایک خیالی تصویر اُس کی طرف جھک جھک کر ہاتھ بڑھاتی اور وہ اپنی دھن میں میٹھی میٹھی لوریاں اُسے سنایا کرتی۔

(۳)

سندرلیلاوتی کی طرف سے غافل نہ تھا وہ دیکھ رہا تھا کہ غریب کو روگ لگ گیا اور اسی سے پریشان ہوکر اُس کو منع کر دیا تھا کہ نہ وہ چولھے کے پاس جائے نہ گھر کے کاموں میں حصہ لے۔

سندر نے ایک عورت کو بلا لیا تھا جو گھر کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔

لیلاوتی اس سے خوش ضرور تھی کہ سندر کی محبت میں کمی کی بجائے دن بدن ترقی ہے لیکن ایک جوان جہان عورت کو اور پھر قبول صورت کو وہ ہرگز اپنے گھر میں رکھنے پر راضی نہ تھی۔

اس درمیان میں سندر نے کئی مرتبہ چھپ چھپ کر دیکھا کہ لیلاوتی پالنے کے پاس بیٹھی ہوئی اُسے برابر جنبش دے رہی ہے اور اپنی دھن میں میٹھی میٹھی لوریاں کسی کو سنا رہی ہے۔

اُس نے کبھی اس راز کو لیلاوتی سے دریافت نہ کیا لیکن اُسے اندیشہ ضرور ہو گیا کہ کہیں لیلاوتی کے دماغ پر اس کا بُرا اثر نہ پڑے۔

لیلاوتی نے کئی مرتبہ محض اپنے خیال ہی خیال پر اس عورت کے نکالنے کی کوشش کی لیکن سندر نے اسے گوارا نہ کیا بلکہ اُسے اجازت دیدی کہ وہ اس عورت کے ہوتے ہوئے وہ ملازمہ کا اضافہ کر سکتی ہے۔

اس اجنبی عورت کو رہتے رہتے کئی ماہ گذر گئے۔ کبھی لیلاوتی نے اپنے سندر کو اُس کی طرف متوجہ ہوتے نہ دیکھا اور اس سے وہ خاموش تھی۔

ایک دن یہ اجنبی عورت یکایک بیمار ہو گئی۔

سندر نے صفائی آب و ہوا کے لحاظ سے اس بیمار کو بالاخانہ پر بھجوا دیا۔

ہفتے ہوگئے مرض نے طول کھینچا ستّرسے

ہدایت کر دی تھی کہ مرض متعدی ہونے کی وجہ سے لیلاوتی اُس کے پاس کبھی نہ جائے لیکن خود یومیہ دو وقتہ لیڈی ڈاکٹر کو لیکر مریضہ کے پاس جاتا اور دوا پلا کر اُسی کے ساتھ واپس آ جاتا۔

لیلاوتی نے سندر کا آنا جانا اُس کی شرافت پر محمول کیا کیونکہ وہ اکثر محلہ میں بیماروں کی عیادت کو خود جاتا اور لیلاوتی کو بھی مجبور کر کے بھیجتا۔

ایک دن سندر دفتر گیا ہوا تھا اور اُس اجنبی عورت کو زیادہ تکلیف بڑھی اس قدر کہ اُس کے کراہنے کی آواز نیچے آنے لگی تو لیلاوتی پریشان ہوکر اوپر بالاخانہ پر اُس کے پاس پہنچ ہی گئی۔

لیکن اُس کے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ اُس نے دیکھا کہ یہ اجنبی عورت اسوقت اُس تکلیف میں ہے جس کو زچگی کی تکلیف کہتے ہیں۔

لیلاوتی ایک مرتبہ جھلی اور گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا—"کیا لیڈی ڈاکٹر بلاؤں؟" اجنبی عورت جس کا نظام تنفس بگڑ چکا تھا اور آنکھوں کی پتلیاں پھرا چاہتی ہیں ایک گرفتہ آواز سے—"نہیں"— قدرے سکون کے بعد— ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے—"یہ ہے"— سر تکیہ پہ پھرا کر— آپ کے حوالے"—

ابھی یہ جملہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایک ہچکی آئی اور غریب کی روح پرواز کر گئی

لیلاوتی اُس کا چہرہ چادر سے ڈھک دیا۔

غضب کا سناٹا تھا لیلاوتی ایک بچہ کو سنبھالتی ہوتی اُس مردہ عورت کے پہلو سے جدا کر رہی تھی۔

یہ تو ہو بہو سندر کی تصویر ہے

لیلاوتی کو اوپر آتے ہوئے ایک ملازمہ نے دیکھ لیا تھا جو اُس کے پیچھے چلی آئی۔ م

۱ لیلاوتی نے اُسی ملازمہ کی مدد سے اُس نوزائدہ بچہ کو پاک کیا اور گود میں لیتے ہوئے نیچے آکر کمرے میں پالنے کے نرم نرم گدوں پہ لٹا دیا اور چادر سے ڈھک کر اوپر آ

قرآن شریف

دہلی کی آسان اور شیریں زبان میں مترجم

تقطیع خورد لمبائی ۸ انچ چوڑائی ۵½ انچ - یہ قرآن شریف ۴۰ سال سے مقبول عام ہو لا سعلامہ حافظ نذیر احمد صاحب کا مترجمہ او رمحشی ہے - ہدیہ مجلد عہ رعایتی ہے محصول ڈاک ۱۲ر کل للعہ - یہ رعایت نہ تو آجتک ہوئی ہے نہ ہوگی -

بڑا قرآن شریف

مترجم مولوی نذیر احمد صاحب، تقطیع ۲۲×۲۹ جو صفحہ ضخامت ۰۰۰ صفحات ترجمہ بین السطور کاغذ سفید چکنا ولایتی، سطور پر حنائی رنگ معہ فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ اردو ہدیہ مجلد بارہ روپیہ عگـہ محصول ڈاک ۱۲ر کل للعہ - فرمائش کیوقت چوتہائی رقم پیشگی بھیجنی لازمی ہے -

جامع المصاحف

مترجم مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم ترجمہ بین السطور کاغذ سفید چکنا ولایتی، سطور پر حنائی رنگ معہ فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ اردو تقطیع ۲۲×۲۹ - ۸ ہدیہ مجلد پارچہ چھ روپے چار آنہ ۶۴؎، مجلد چرمی سات روپے ۷عہ محصول ڈاک ۱۲؎

غرائب القرآن

اسمیں ایک صفحہ پر متن کلام مجید ہے مقابل کے صفحہ پر ترجمہ حاشیہ پر حل لغات عربی کا عدد لاتی صفحات ۱۱۲۸ تقطیع ۲۲×۲۹ - ۸ ہدیہ مجلد پارچہ للعہ، مجلد چرمی للعہ محصول ڈاک ۱۲؎

معجز نما متوسط قرآن شریف بدو ترجمہ زیر متن

اول ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی ترجمہ دوم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حاشیہ پر کامل تفسیر اردو اور شروع میں تمام پیغمبروں کی سوانح عمری و عملیات وغیرہ درج ہیں کاغذ اول نمبر ولائتی گلیز چکنا سفید و زنی عمدہ پالش ہدیہ مجلد چھ روپے ۶ر قسم دوم معمولی کاغذ تین روپے آٹھ آنہ ۳؎ محصول ڈاک ایک روپیہ تین آنہ ۱۳ر

کلام مجید مترجم

مرزا حیرت، بہت بڑا سائز ہدیہ بارہ روپے ۱۲ر، محصولڈاک ۵ر کل سترہ روپیہ ۱۷ر

قرآن شریف کلاں معہ تفسیر حسینی اردو

قدیم طرز - پاکیزہ لکھائی چھپائی ہدیہ مجلد آٹھ روپیہ ۸ر محصولڈاک ایک روپیہ چھ آنہ ۱۶؎

قرآن شریف بدو ترجمہ کلاں

منشی ممتاز علی صاحب مہاجر مکی مرحوم کی دلی تمنا کے مطابق منشی محمد عبدالغنی صاحب کی جگر کاری اور دیدہ ریزی کی آخری یادگار مطبع مصطفائی کا مطبوعہ ہے - اسمیں دو ترجمہ نہایت مستند عالم باعمل کے لکھے گئے ہیں بین السطور میں ترجمہ اردو تحت اللفظ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ - دوسرا ترجمہ فارسی برحاشیہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نیز حاشیہ پر مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے فوائد موضح القرآن درج ہیں تقطیع ۲۲×۲۹ - ۴ حنا شدہ ہدیہ مجلد پارچہ ۱۶ر

معجز نما حمائل مترجم

زیر متن ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب حاشیہ پر کامل تفسیر شروع میں سوانحعمری وغیرہ کاغذ اول نمبر ولائتی حنا شدہ ہدیہ مجلد چار روپے للعہ قسم دوم معمولی کاغذ، تین روپے ۳ر، محصولڈاک گیارہ آنہ ۱۱ر

حمائل شریف

مترجم مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی، سطور پر حنائی رنگ معہ فہرست مضامین و فرہنگ الفاظ اردو سفر و حضر میں ساتھ رکھنے کے قابل - ہدیہ مجلد چار روپیہ آٹھ آنہ للعہ، رعایتی تین روپے آٹھ آنہ ۳؎، محصولڈاک ۲ر یہ حمایل شریف ۴ مرتبہ چھپ چکی ہے -

بلا ترجمہ نورانی قرآن مجید

بچوں کے لیے کتابت کے لحاظ سے اس سے بہتر قرآن شریف قریب قریب دنیا بھر میں نہیں ہے - نہ آئندہ لکھا جا سکتا ہے اس حجم اور تقطیع پر اس سے زیادہ صاف چھپا ہوا اور کوئی قرآن شریف نہیں ہے - نہایت صحیح ہے - ہر پارہ علیٰحدہ ہو سکتا ہے - تاکہ مساجد میں جلدیں بنوا کر دیدیں - ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ چھ آنہ ۱۶؎، مجلد چرمی ایک روپیہ دس آنہ ۱۰؎ محصول ۱۳ر

بارہ مہری قرآن شریف مصری

یہ تمام ہندوستان میں مقبولیت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے اور ہندوستان کے ہر مکتب میں پڑھایا جانے لگا ہے لکھائی چھپائی نہایت خوشنما ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؎، محصولڈاک بارہ آنہ ۱۲ر

سترہ مہری قرآن مجید مصری

یہ قرآن مجید بہت صحت کے ساتھ آٹھویں بار شائع ہوا ہے ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؎، محصولڈاک بارہ آنہ ۱۲ر

خوشنما جیبی حمائل کارڈ سائز

غیر مترجم بہترین لکھائی چھپائی ہدیہ مجلد پارچہ ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؎، ایضاً مجلد پارچہ حنا شدہ ایک روپیہ سات آنہ مجلد چرمی ایک روپیہ گیارہ آنہ ۱۱؎، بغیر جلد ایک روپیہ تین آنہ ۱۳؎، محصول ۶ر

معجز نما پنجسورہ

بلکہ دہ سورہ و مجموعہ وظائف مع شکل اوراد چشت مترجم باتفسیر ہدیہ دس آنہ ۱۰ر، مجلد ۱۱ر محصولڈاک ۵ر

مجموعہ دلائل الخیرات

وحزب البحر و قصیدہ بردہ مترجم حنا شدہ معہ کامل تفسیر و حالات مصنفین جلی قلم - ہدیہ ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؎ مجلد ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸؎ محصول ۶ر

رکن دین

اس کتاب کے اندر تمام مسائل دینی و دنیاوی جمع کر دیئے ہیں ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے یہ کتاب عورتوں کے مطالعہ میں بھی رہنی چاہئے - ضخامت ۴۴۰ صفحات قیمت صرف دس آنہ ۱۰ر، محصول پانچ آنہ ۵ر

قصص الانبیاء

دنیائے اسلام کی نہایت ضروری کتاب از ابتدائے پیدائش حضرت آدم تا رسول کریم تمام پیغمبروں کی سوانحعمریاں تقطیع ۲۰×۲۶ ⅛ قیمت صرف ایک روپیہ ۱عہ محصول ۸ر

عقائد الاسلام

مصنفہ علامہ محمد عبدالحق صاحب محدث دہلوی جس میں مسلمانوں کے عقائد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں اور زمانہ حال کی ضرورتوں کا لحاظ رکھکر مخالفوں کے شبہات کا محققانہ جواب دیا ہے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ

فالنامہ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے احسن طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کرلیا کریں۔ تاکہ اس کا انجام اگر ٹھیک نہ ہو تو اس کو ترک کردیا جائے۔ اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب استخارہ قرآنیہ کا ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ قرعۃ الانبیا فالنامہ پیغمبران، فالنامہ اولیائے کرام، فالنامہ غوث الاعظم، فالنامہ دیوان حافظ، فالنامہ مثنوی شریف شامل کردیا ہے یہ فالنامہ بہت ہی مقبول ہے قیمت صرف آٹھ آنہ محصول ڈاک ۳؍

تذکرۃ الاولیا اردو

حضرت شیخ عطار کی بہترین فارسی تصنیف کا ترجمہ تمام اولیائے کرام کی زندگی کے حالات صفحات تقریباً ۵۰۰ قیمت صرف دو روپے (عہ) محصول ڈاک گیارہ آنہ (۱۱؍)

تاریخ الامت کامل

لکھائی چھپائی بہترین مصنفہ مولانا اسلم جیراجپوری ایڈیٹر "جامعہ" (۱) سیرت رسول عہ (۲) خلافت راشدہ ۸ (۳) خلافت بنی امیہ عہ (۴) خلافت عباسیہ ۸ (۵) خلافت عباسیہ بغدادیہ ۸ (۶) خلافت عباسیہ مصری ۸ (۷) خلافت عثمانیہ عہ کل سیٹ ۱۰ روپیہ محصول ڈاک عہ

آجکل کے مسلمان اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہیں

چونکہ اول تو مسلمانوں کو علوم عربیہ حاصل کرنے کا بہت کم موقعہ ملتا ہے جس سے مذہبی مسائل اور نکات سے واقف ہوسکے، دوم اب تک اردو میں ایسا مذہبی لٹریچر موجود نہ تھا جو اس کمی کو کما حقہ پورا کرے اس غرض سے مندرجہ ذیل کتابیں تالیف کی گئی ہیں تاکہ مسلمان اپنے مذہب کے نکات اور ارکان اسلام کے تمام مسائل سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرسکیں۔

تفسیر حقانی اردو کامل آٹھ جلد

مصنفہ فاضل اجل علامہ مولانا مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی محدث دہلوی۔

یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں پوری ہوئی ہے جس میں مذاہب کے حالات اور عالم آخرت کے اسرار اور قرآن شریف کی مصطلحات کے متعلق محققانہ بحث کی گئی ہے یہ تفسیر مع اصل متن و مستند ومعرکۃ الآرا مشہور تفسیر ہے جو پچاس سال سے اسلامی دنیا میں مقبول خلائق ہے۔ اس تفسیر کی مختصر خوبیاں یہ ہیں کہ مخالفین اسلام کے جملہ اعتراضوں کا محققانہ و مدلل پیرایہ میں جواب دیا گیا ہے۔ اس تفسیر سے معمولی اردو داں سے لیکر متبحر عالم تک مستفید ہوتے اور بچے بوڑھے جوان مرد و عورت سب لوگ پڑھ سکتے ہیں طلبا اور علما کے لئے اس تفسیر میں علمی مباحث کے وہ دریا بہائے گئے ہیں جن کی شناوری ہر مباحث و مناظر کے لئے ضروری ہے علم تصوف اور مسائل روحانیت کو ایسا کشف فرمایا ہے کہ ذوق سلیم رکھنے والا صوفی منش انسان بیتاب ہوجاتا ہے اصل کا اصلی متن جلی قلم اعراب صحیح تفسیر اردو عام فہم نہایت سلیس بامحاورہ روایات صحیح ربط آیات ترتیب شان نزول مع قصص و واقعات جملہ مسائل وغیرہ سب باتیں اس تفسیر میں درج ہیں اگر آپ واقعی عالم و اعظم محقق، مناظر و صوفی بننا چاہتے ہیں تو تفسیر حقانی ملاحظہ فرمائیے جس کی مجموعی قیمت پچیس روپے علاوہ محصول ہے اور ہر جلد کی علیحدہ علیحدہ قیمت یہ ہے۔ پہلی جلد دو روپے باقی دوسرے آٹھ جلد تک فی جلد چار روپے علاوہ محصولڈاک کے اگر ڈاک کے ذریعہ منگاتے ہیں تو بلحاظ محصول ڈاک خرچ ہوتا ہے اس لئے ریل کے ذریعہ منگائیے پانچ روپیہ پیشگی آنے پر روانہ کیجائے گی۔

معلومات نماز

نئی تشریحات کے ساتھ بالکل نئے انداز میں نماز کو بہترین عبادت ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اگر صحیح معنوں میں نماز پڑھی جائے تو وہ انسان کو بہترین انسان بنادیتی ہے عنوان چند یہ ہیں۔ مذہب اسلام، علم و حکمت احکام عبادت کے منافع، ثمرات عبادت، ثمرات دنیا، ثمرات آخرت، تارک نماز فضیلت نماز، نماز کے طبی فائدے امتیازی عبادت، مقصد نماز، نفلی عبادت، نماز کے وقتوں کا قرآن سے ثبوت، بے نمازیوں کی کہانیاں نماز قرآن میں اس کے بعد تمام نمازوں کا بیان ۱۶۰ صفحات قیمت صرف ۸؍ علاوہ محصول

تجلیات ربانی و جمال عمانی

در طریق اوراد و وظائف و طریق فاتحہ و ایصال ثواب از شیخ محمد الحق قیمت ۵؍ محصول ڈاک ۳؍

نوید جاوید

بزبان اردو اس کتاب میں شروع سے لیکر آجتک اور آج سے قیامت تک قرآن شریف پر باطل پرستوں نے جسقدر اعتراض کئے ہیں یا کریں گے ان سب کا اس میں جواب ہے اور تمام مذاہب کی دلائل سے تردید ہے آج سے ۳۵ برس قبل کی تصنیف ناپید تھی اب نہایت صحت کے ساتھ طبع ہوئی ہے ضخامت ۶۰۰ صفحات قیمت تین روپے آٹھ آنہ (سعہ) محصول ۱۲؍

الحقوق والفرائض

از مولوی نذیر احمد دہلوی۔ مذہب اسلام کے سارے مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ہر مسلمان کے گھر میں جو مذہب سے واقفیت رکھنا چاہتا ہو تو اس کتاب کا ہونا لازمات میں سے ہے صفحات ۱۰۲۶ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ (سعہ) محصول ڈاک ۱۲؍

اجتہاد

اسلام کی حقانیت کے دلائل و براہین قاطعہ سے اثبات جو مسلمان اپنے عقیدے میں پکا ہونا چاہیئے وہ اس کتاب کو ضرور دیکھے از مولوی نذیر احمد ضخامت ۲۶۶ صفحات قیمت ایک روپیہ چار آنہ محصول ۶؍

عملیات

اس کتاب میں پانچسو سے زیادہ ایسے مستند اعمال، اشغال و عملیات ہیں جو اولیا اور بزرگان دین کے زیر عمل رہے ہیں اس میں فن کی حیثیت سے عمل پڑھنا نقش لکھنا اور تمام اعمال کے متعلق ضروری

دس روپیہ سے زائد کی فرمایش کے لئے کچھ روپیہ پیشگی ارسال کیجئے

ملنے کا پتہ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی ۔ ۶

دلچسپ ادبی کتابیں

بزم خیال — یہ کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے دنیائے ادب میں پہلی کتاب ہے جس میں سلم الثبوت ماہرین فن اساتذہ کی وہ اصلاحیں جمع کی گئی ہیں جو انہوں نے اپنے ہونہار شاگرد رشید دوتی عمر حسین جگنی کو دی تھیں جو اب شاعری کی دنیا میں آفتاب بے مثال بن کر چمکے قیمت صرف ایک روپیہ محصول ۵/

شمیم — دو جلد مکمل، زمانہ حال کی اردو فسانہ نگاری میں ایک معرکۃ الآرا تصنیف فن ناول نویسی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنیوالا مصلح اخلاق سبق آموز، عبرت خیز، بے انتہا دلچسپ ناول جس میں جذبات فطری کی عکاسی، معاشرت حاضرہ کی مصوری نفسیات و حیات انسانی کی نقاشی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے زبان کی حلاوت انداز بیان کی لطافت، پلاٹ کی خوبصورتی کیرکٹر کی آراستگی تحریر کی شوخی آمیز سنجیدگی اور خیالات کی دلاویز ندرت کے لحاظ سے یہ ناول اپنی نظیر آپ ہی، انگریزی اردو و ہندی کے اخبارات اور رسائل نے بہت شاندار ریویو لکھے ہیں ضخامت تقریباً ۸۰۰ صفحات یہ ناول سہ رنگی تصاویر سے مزین ہے۔ قیمت مجلد صرف چار روپے للعہ محصول گیارہ آنہ ۱۱/

مکمل شرح دیوان غالب — ہندوستان میں اس سے بہتر شرح آجتک شائع نہیں ہوئی از عبدالباری آسی قیمت تین روپے محصول ۸/

مکمل شرح کلام غالب — غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی بہترین شرح از عبدالباری آسی قیمت تین روپے محصول آٹھ آنہ

شرح رباعیات عمر خیام منظوم قیمت دو روپے چار آنہ محصول چھ آنہ ۶/

شرح رباعیات عمر خیام منثور قیمت دو روپیہ محصول سات آنہ

شرح رباعیات سرمد شہید قیمت دو روپیہ ۸/ محصول ۶/

قصائد عزیز — از مولانا مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی بہترین لکھائی چھپائی بہترین مجلد قیمت تین روپے آٹھ آنہ ۸/ محصول

تلاش حق — مہاتما گاندھی کی آپ بیتی، گاندھی جی نے اس میں اپنے اخلاقی، مذہبی اور سیاسی تجربات اپنے آپ تحریر فرمائے ہیں

مترجمہ ڈاکٹر عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی برلن قیمت ہر دو حصہ دو روپے ۸/ محصول ڈاک آٹھ آنہ ۸/

سیرت محمد علی — رئیس الاحرار شہید ملت مولانا محمد علی مرحوم کے مفصل حالات جس میں مولانا کے فوٹو بھی شامل ہیں از رئیس جعفری ندوی ضخامت ۵۰۰ صفحات قیمت صرف تین روپے محصول ۱۲/

موتی — دنیا بھر کے حکما، علما، اور ادبا کے گرانقدر زرین اقوال کا مجموعہ بصیرت افروز ملفوظات کا خزانہ، حکمت و فلسفہ، پند و موعظت شعریت و رومان، ادب و انشا، ادبیات نثر میں اپنی قسم کی پہلی تصنیف، علامہ راشد الخیری اور خواجہ حسن نظامی کے تبصرے سے اور چار چاند لگا دیئے ہیں

کاغذ، کتابت، طباعت بہترین صفحات تقریباً ۱۵۰ قیمت صرف ۱۲/ محصول ۵/

شہاب کی سرگذشت — فلسفۂ ادب کا پہلا افسانہ جو کہ نفسیاتی سیرت نگاری، رنگینی خیال اور بلندی انشا کے لحاظ سے طلسمانہ حیثیت رکھتی ہے جو ازدواجی زندگی کی حقیقت پر جمالیت کے نازک مسائل پر ایک محیر العقول کارنامہ ہے از مولانا نیاز فتحپوری قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول ۵/

فغان آرزو — حضرت آرزو لکھنوی کا پہلا دیوان لکھائی چھپائی کاغذ بہترین صفحات تقریباً ۳۰۰ قیمت ۸/ محصول ۶/

دلگداز افسانے — نہایت دلآویز اور دلگداز افسانوں کا مجموعہ از کوثر چاندپوری قیمت ۱۲/ محصول ۵/

عالم خیال — ایک بے اضافت اور بے بدل نظم مہر چہار رخ ہمعہ چار سہ رنگی تصاویر از شوکت قدوائی لکھنوی مرحوم ضخامت ۱۰۸ صفحات قیمت ۱۲/ محصول ۵/

تذکرہ خندۂ گل — اردو فارسی کے ظریف شاعروں کے حالات مع انتخاب کلام از عبدالباری آسی ضخامت ۴۰۰ صفحے قیمت ۸/ محصول ۸/

عیار فقیر — ہندوستان کی گداگری پر ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں بحث عبدالباری آسی قیمت ۸/ صفحات ۱۵۰ محصول ۵/

اجتماع ضدین — فسانہ کی صورت میں

اصلاح و معاشرت پر ایک معرکۃ الآرا تصنیف از راشد تہانوی قیمت ۸/ محصول ۶/

مرقع ادب — ہندوستان کے انشاپردازوں اور محققین اساتذہ سخن کے نہایت دلچسپ اور پُر از معلومات خطوط کا نایاب مجموعہ قیمت ہر دو حصہ ۱۲/ محصول ۹/

جاسوسی فسانے — مشہور و معروف جاسوس شرلک ہومز کا عجیب غریب محیر العقول جاسوسی افسانہ قیمت ۸/ محصول ۶/

گہوارۂ تمدن — اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی تصنیف جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ عورت نے ازمنہ قدیمہ میں تہذیب دارتقائے عالم کا کس قدر ساتھ دیا اور دنیا کی شائستگی اور مدنیت عورت کی کس درجہ ممنون ہے، از مولانا نیاز فتحپوری قیمت ۸/ محصول ۶/

نگارستان — مولانا نیاز فتحپوری کے چند مخصوص ادبی مضامین اور افسانوں کا مجموعہ جنہوں نے انشاء بدیع کی دنیا میں ہلچل ڈالدی ہے اور اختراعات نازک جدت اسلوب اور ندرت تراکیب کے لحاظ سے دنیائے ادب کیلئے ایک نئی چیز ہیں۔ قیمت ۸/ محصول ۶/

پیام جاوید — از مرزا عسکری علی خاں مجازی لکھنوی قیمت ۱۲/ محصول ۵/

حکومت اورنگ زیب کی اصلی تاریخ — نوشتہ مرزا یار جنگ بہادر رحیف بخش حیدر آباد دکن قیمت ۱۲/ علاوہ محصول

سی پارۂ دل — خواجہ حسن نظامی کے مضامین کا دلکش مجموعہ جو اعلیٰ جماعتوں کے سرکاری نصاب میں داخل ہے قیمت ۸/ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ: منیجر ساقی بکڈپو اردو بازار دہلی

ضلعی مال کے لئے ریلوے اسٹیشن کا پتہ صاف تحریر کیجئے

محصول ڈاک بذمہ خریدار

کولتار اس کے بعض حصے ہنسانے والے اور یقینی ہنسانے والے اور بعض پر سوز ہیں قیمت ۱۲ر

ومپائر ایک دوشیزہ کی عصمت ریزی کا عجیب و غریب و انگیز و مضحک نیز قصہ قیمت (۱۲ر)

شریر بیوی ایک شوخ لڑکی کی داستان جس کو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے قیمت ۸ر

فل لوٹ حسن و عشق کا بیحد دلچسپ مختصر ناول جذبات و تاثرات کا دل آویز مرقع قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

روح ظرافت صحیح معنوں میں ظرافت کی روح ہے۔ آٹھ نہایت دلکش افسانوں کا مجموعہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ

مرزا جنگی لکھنؤ کی پرانی تہذیب اس دلاویز ڈرامہ میں دیکھکر ہنستے ہنستے لوٹ جائیں۔ قیمت بارہ آنہ (۱۲ر)

دیکھا جائیگا شائقین کے بیحد اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے قیمت خوبصورت جلد کی ایک روپیہ عہ

روح لطافت جذبات لطیف کی روح ہے۔ آٹھ بیحد دلچسپ و عبرت انگیز افسانے قیمت ۱۲ر

جنت کا بھوت یہ افسانہ بھی اس قدر پسند کیا گیا ہے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا ہے قیمت ۱۲ر

تفویض ایک گریجویٹ خاتون کا شادی ایک مسجد کے ملا سے ہو جاتی ہے اس کے عجیب و غریب نتائج قیمت پانچ آنہ ۵ر

قرآن اور پردہ آیات قرآنی کے حوالوں سے

بتایا گیا ہے صحیح پردہ کیا ہے اور رسمی پردہ کیا ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ

چندر مکھی مصنفہ النصار الحق صاحب ناصری حسن و عشق کی داستان مگر ایک نہایت لطیف جذبات حسرتناک انجام قیمت ایک روپیہ عہ

اخوان الشیاطین مصنفہ محترم

کر دینے پر کیسے مجبور ہو جاتی ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ محصول ۵ر

دلی کا آخری دیدار

مصنفہ سید وزیر حسن دہلوی کتاب کا مضمون کتاب کے نام سے ظاہر ہے قیمت بارہ آنہ ۱۲ر محصول ۵ر

نرگس جمال مترجمہ شاہد احمد بی اے قیمت عہ

سیلاب تبسم حضرت شوکت تھانوی کی بہترین تازہ مزاحیہ مضامین کا مجموعہ اس کتاب کو پڑھکر خود ہنسئے اور احباب کو ہنسانے کے لئے اس کتاب کو اپنے پاس رکھیئے قیمت مجلد دو روپیہ (۲ر) محصول ۶ر

بحر تبسم ۱۸ بہترین مزاحیہ افسانوں کا مجموعہ از شوکت تھانوی قیمت ۲ر محصول ۶ر

طوفان تبسم ۱۷ مزاحیہ افسانوں کا لاجواب مجموعہ از شوکت تھانوی قیمت دو روپیہ ۲ر محصول ۶ر

لاٹھی اور بھینس از ملا رموزی قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ محصول ۵ر

شفاخانہ از ملا رموزی قیمت عہ محصول ۵ر

دیوان ملا رموزی

قیمت چار آنہ ۴ر

شادی از ملا رموزی قیمت ۲ر محصول ۶ر

صبح لطافت از ملا رموزی قیمت دو روپیہ ۲ر محصول ۶ر

مضامین فرحت

(حصہ سوم) مرزا فرحت اللہ بیگ دہلوی کے بہترین ۱۵ مضامین کا مجموعہ قیمت ۲ر معہ محصول۔

لطائف عجیبہ ہر سہ حصہ از مولوی بشیر الدین احمد دہلوی قیمت دو روپیہ دس آنہ ۲ر محصول ۸ر

حکایات لطیفہ ہر سہ حصہ از مولوی بشیر الدین احمد دہلوی قیمت ۲ر محصول ڈاک ۸ر

کھرپا بہادر

چغتائی صاحب کے مخصوص طرز تحریر کا

تازہ ترین شاہکار

نہایت ہی پرمذاق و ظرافت آمیز پلاٹ ہے مصنف اپنے شوخ اور مزاحیہ طرز بیان کے ساتھ ساتھ لنکا ن اعظم کے خلوص کے جگمگاتے ٹکڑوں میں عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں کے ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائے گا یہ بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرز بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا چڑھا ہے۔ کھرپا بہادر کو پڑھکر آپ شرر کے دربار حرامپور کو بھول جائینگے بہترین لکھائی چھپائی فوٹو بلاک کا رنگین سرورق اور قیمت ان تمام خوبیوں کے بمقابل بالکل مفت یعنی صرف ایک روپیہ (عہ) محصول ۵ر

ملنے کا پتہ:- **کتبخانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی**

نرگس حضرت ایم اسلم کا تازہ ترین شاہکار قیمت دو روپیہ (۲ر) محصول ۵ر

کمزوری مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی ایم اے نے ایسا دلچسپ ناول لکھا ہے جو ان کی تمام موجودہ تصانیف سے بڑھ چڑھکر ہے قیمت دو روپیہ (۲ر) محصول پانچ آنہ ۵ر

علامہ مضحک فضل حسین صاحب چشتی سات سائنٹفک افسانوں کا مجموعہ بیحد دلکش مجموعہ۔ آپ کے مطالعہ کے بعد رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ

گناہ کی راتیں سات دل ہلا دینے والے افسانے ہر افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ عورت اپنے گوہر عصمت ضائع

شریف بیگمات کے مطالعہ کی کتابیں

اتالیق نسواں
بعد ترمیم

سہ بارہ دس حصوں میں چھپ گئی ہے اس پر عمل کرنے سے بیٹیوں کا گھر آباد اور بہوؤں کو سلیقہ شعاری آتی ہے اس کتاب میں عملی کاموں کے مشق کیلئے ۔۔۔ صفحوں میں ہاتھ سے شکلیں دی ہیں ہندوستانی اور یورپین طرز معاشرت موقعہ بموقعہ مقابلہ کر کے دکھایا ہے دسوں جلدوں مکمل کی قیمت چار روپے آٹھ آنہ للعہ محصول بارہ آنہ ۱۲ر

بیوی کے فرائض

اگر گھر کو جنت کا نمونہ بنانا ہے تو یہ کتاب بیوی کو منگا کر دیجئے اس کتاب سے آپ کو روحانی کیف بھی حاصل ہوگا۔ قیمت ۸ر محصول سہ ر

موتیوں کا کام
اس دستکاری کی مفید

کتاب کو ۲۷ ماہر عورتوں نے تیار کیا ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ کہ ایسی مفید کتاب ہندوستان میں کہیں نہیں چھپی قیمت ۶ محصول ۶ر

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

آپکا گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے اگر آپ اس کتاب کے عامل بن جائیں قیمت آٹھ آنہ ۸ر محصول ۵ر

گلدستہ کشیدہ
کشیدہ کاری کی اسقدر

خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں شائع ہوئی جس کی تیاری میں ۸۲ دستکار بہنوں نے حصہ لیا اس فن کی مشہور ماہر محترمہ عزیزہ فاطمہ صاحبہ نے نہایت محنت اور قابلیت سے کتاب کو مرتب کیا ہے ترکیبیں اسقدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ محصول ۸ر

عصمتی کشیدہ
اس کتاب کو ہندوستان

کی نامور خواتین کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جس میں کشیدہ کاری کیلئے تقریباً ڈیڑھ سو خوبصورت نمونے ہیں جو لڑکیوں کے لئے کشیدہ کاری کی مکمل تعلیم ہے قیمت ایک روپیہ عہ محصول چھ آنہ ۶ر

خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے۔ ان کے لئے کارآمد بیش بہا مشورے اور بہت سے کام جن سے وہ بغیر کسی کا احسان اٹھائے مالی پریشانیوں کو دور کر سکتی ہیں قیمت ۸ر محصول ۵ر

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے نہایت کارآمد تحفہ جس کی تیاری میں ہندوستان کی ۲۵ نامور خواتین نے (جو کروشیا میں ماہر مانی جاتی ہیں) حصہ لیا ہے۔ قیمت عہ محصول ۸ر

بیوی کی تعلیم
حضرت خواجہ حسن نظامی

اور خواجہ بانو کی لکھی ہوئی کتاب جس میں ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کا بیویوں کو جاننا ضروری ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ للعہ محصول ۶ر

بیوی کی تربیت
بیوی کی

تعلیم کا دوسرا حصہ نامور خواتین کے مضامین قیمت ایک روپیہ عہ محصول ۵ر

اولاد کی شادی
بیوی کی تعلیم کا

تیسرا حصہ اور اولاد کی شادی کے متعلق ضروری نصیحت نامہ قیمت ایک روپیہ عہ محصول پانچ آنہ ۵ر

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ اس کتاب میں تقریباً ایک سو چودہ بیگمات کے حالات درج ہیں از مولوی عبد الحلیم شرر قیمت عہ محصول آٹھ آنہ ۸ر

ازواج النبی
جناب سرور کائنات کی ازواج مطہرات

کے پورے حالات و سوانح عمریاں قیمت ایک روپیہ عہ محصول ۶ر

مخدرات مشاہیر عالم

ہر سہ جلد کامل اس کتاب میں قریب قریب تمام دنیا کی مشہور عورتوں کے حالات درج ہیں از مولوی عبد الحلیم شرر قیمت تین روپے ۳ر محصول دس آنے (۱۰ر)

دہلی کا باورچی خانہ

اس کتاب میں قدیم امراء اور شرفائے دہلی کے تمام لذیذ اور نت نئے کھانے اور انکے پکانے کے نہایت سہل طریقے درج ہیں قیمت ۸ر محصول ۵ر

بنات النعش
لڑکیوں کے تمدن و

معاشرت کی اصلاح از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت ۱۲ر محصول ۶ر

توبۃ النصوح
لڑکیوں کو اخلاق و نیک

کرداری کی تعلیم از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت عہ ایضاً قسم دوم بودا کاغذ ۸ر محصول ۶ر

مراۃ العروس
لڑکیوں کو امور خانہ داری

کی تعلیم دینے والی کتاب از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت ایک روپیہ عہ ایضاً قسم دوم ۱۰ر محصول ۶ر

اقبال دلہن
شرفائے دہلی کی روزمرہ کی

زندگی کے دلچسپ حالات از مولوی بشیر الدین احمد دہلوی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ للعہ محصول ۷ر

حسن معاشرت

پھوہڑ اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات کا اخلاقی ناول قیمت ایک روپیہ چار آنہ للعہ محصول ۶ر

اصلاح معیشت

اس کتاب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عورتیں ہی مردوں کو بگاڑتی ہیں قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ للعہ محصول ۶ر

بچیوں سے دو دو باتیں

لڑکیوں کے لئے مفید معلومات اور ہدایات کا مجموعہ قیمت عہ محصول ۵ر

انشائے بشیر
عورتوں کے لئے سو کارآمد

خطوط کا مجموعہ قیمت ۱۲ر محصول ۸ر

ناشتہ
مشرقی اور مغربی ناشتہ تیار کرنیکی بہترین کتاب

جو نئی روشنی کی بہنوں کے لئے کارآمد چیز ہے اس میں ہندوستان کے ہر حصہ کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں قیمت ۱۰ر محصول ۵ر

اگر کوئی کتاب آرڈر کے وقت موجود نہ ہوگی تو مہیا ہونے پر مطلع کر دیا جائیگا۔

جوانی اور شادی کی مسرتیں حاصل کرنی ہوں

تو مندرجہ ذیل کتابیں پڑھئے ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرتیں بھی ہیں عورتوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی تدابیر بھی ہیں اور اس کے علاوہ صحت اور تندرستی کے قائم رکھنے کے اصول بھی ہیں جس کے باعث یہ کتابیں ہوں گی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل کریگا

دلہن کی ڈائری
ایک شوخ و طرار دلہن کی آپ بیتی۔ عجب زفاف کا پُرکیف سماں، کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ دولہا میاں کی بیتابی، عشرت کی گل چینی اور بے صبری کے جذبات، بیتابی کے مظاہرے، پوشیدہ حالات کا انکشاف غرضکہ دلچسپیوں کا لاجواب تحفہ ہے قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ ؏

لذت النکاح
زن و شوہر کے تعلقات پر نہایت دلچسپ کتاب ہے جس کو جوانی اور اس کے جذبات کا مکمل کورس کہنا چاہئے اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دلہن کو کیا کرنا چاہیے اور اپنے ازدواجی تعلقات کا سلسلہ کیونکر بڑھایا جائے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ؏

دلہنوں کی کانفرنس
سات دلہنوں کی تنہا سے خلوت کی دلچسپ داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہوکر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو صحیح صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی ہیں اور تعلیم و حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک دلہن کی انوکھی سرگذشت ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ (؏)

بہار عروس
یہ وہ کتاب ہے جس کو بجیلہ دلہن نے اپنی سہیلی اختر دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی سرگذشت لکھ کر بیہمدی پر جو بجنسہ چھاپ دی گئی ہے اس میں بڑے بڑے پوشیدہ دلچسپ واقعات ہیں

بڑی ہی پرلطف و مزیدار کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت ایک روپیہ چار آنہ ؏

دولہا دلہن
یہ کتاب ہے شادی شدہ نوجوانوں کو اپنی بیوی سے حقیقی لذت حاصل کرنا سکھائیگی، اور ناتجربہ کاروں کو ناتجربہ کاری سے جو نقصانات پہنچ جاتے ہیں اس سے بچائیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مواصلت میں غیر معمولی لذت پیدا ہو جائیگی اس کتاب کی مجربات اور علمی تدابیر معلوم ہونے کے بعد تمام عمر ٹمک، اور ملذذ دوا اور دوسری فضول دواؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ اردو میں لاجواب کتاب ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ ؏

عیش و نشاط
اس کتاب میں شادی شدہ حضرات کے لئے وہ تجارب ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد عیش و لطف، کیف، تنا سکتی، تندرست اولاد، عورت کی محبت اور شادی کی لذتیں چند دن کے مطالعہ کے بعد حاصل کی جا سکتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ؏ علاوہ محصول

زن و شوہر
یہ طلسمی کتاب شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی کو راحتوں سے لبریز کر دیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مرد عورت کی فطرت سے اس قدر آگاہ ہو جاتے ہیں کہ وہ عورتوں کو بھوکا ننگا رکھکر بھی خوش رکھ سکتے ہیں قیمت ایک روپیہ ؏

مرد و عورت
اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آخر عمر تک زوجین

تندرست رہیں گے، اور انہیں وہ تجربے معلوم ہوں گے جن سے شاید اسی سال کے بوڑھے بھی ناواقف ہیں۔ قیمت ؏

میاں بیوی
یہ کتاب دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں زن و شوہر کے تمام تعلقات پر بحث کی گئی ہے اور ان تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جنے لوگ بیوقوفی سے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں قیمت ؏

لطف شباب
عربی کی ایک مشہور کتاب کا ترجمہ جو سلطان سلیم خاں کے لئے لکھی گئی تھی صدیوں سے ناپید تھی اس کا مطالعہ کمزور مردوں کیلئے اکسیر اور بے اولادوں کیلئے مژدہ اولاد ہے اور مقوی باہ مجرب نسخوں اور طلسموں کا نادر و نایاب مجموعہ ہے قیمت ؏

مرقع حسن و شباب
یہ لطف شباب کا دوسرا حصہ ہے جس میں عورتوں کے اقسام و حالات اور ان کے حسن و شباب کو دوبالا کرنے والی دوائیں اور طریقے درج ہیں قیمت ایک روپیہ ؏

زندگی کی بہار
مصنفہ جناب حکیم محمود خاں صاحب بلوی جس میں کل کیفیت عیش و عشرت مرد و عورت کے جملہ امراض کے حالات معہ علامات درج ہیں۔ شوقین مزاجوں کے لئے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے، قیمت ایک روپیہ چار آنہ ؏ علاوہ محصول ڈاک۔

مصلح کار
عورت مرد کے تعلقات پر نہایت مفید علمی کتاب جس میں عشق و محبت کی حقیقت اور جوانی کے خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے قیمت ؏ علاوہ محصول۔

نفسیات شباب
مترجمہ ڈاکٹر عابد حسین صاحب ایم اے برلن

ایچ ڈی برلن ایڈورڈ اشپرنگر پروفیسر برلن یونیورسٹی کی بے مثل تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے اردو ترجمہ۔ نوجوانوں کی نفسی سیرت ان کی تخیلی زندگی، عشق تصور کائنات اور اخلاقی نشو و نما پر اس کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں اپنی نوعیت کی پہلی اور مقبول عام کتاب ہے قیمت ؏ محصول ڈاک آٹھ آنہ ؏

ایرانی کوک شاستر
اگر آپ کو شباب جاودانی کی تلاش ہو تو ایرانی کوک شاستر کو مطالعہ میں رکھئے جس سے آپکو معلوم ہوگا کہ جوانی کو آپ کس طرح ہمیشہ قائم رکھ سکتے ہیں بیوی سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہئے اور اسکے جذبات و تاثرات کیا ہیں نمود شباب کس طرح و قفہ خزاں ہوتا ...... روٹھی ہوئی جوانی کی واپسی کس طرح ممکن ہو۔ حاذق حکماء کے سہل الحصول صدری مجرب نسخے قیمت ؏ محصول ۶ر

تصویر حسن
اس کتاب میں قابل مصنف نے حسن و خوبصورتی پیدا کرنے اور اس کو قائم رکھنے کے اصول پر بحث کی ہے۔ اور وہ تمام نسخے اور طریقے درج کر دیئے ہیں جن سے ایک بدصورت و بدشکل بھی نہ صرف حسین بن سکتا ہے بلکہ حسن و خوبصورتی کو آخر عمر تک قائم رکھکر روز افزوں ترقی کر سکتا ہے قیمت ایک روپیہ ؏ محصول ۶ر

قانون ازدواج
دنیائے کیف و نشاط کا خاموش رہنما ہے نام سے کتاب کے کام کا اندازہ لگائیے جوانی اور شادی کی مسرتیں، عورتوں کو خوش کرنیکی تدبیریں تندرستی قائم رکھنے کے اصول ضعیفی کو جوانی سے بدلنے والے اور تقریباً دو درجن تصاویر قیمت ایک آٹھ آنہ ؏ محصول ۶ر

ملنے کا پتہ: کتب خانہ [illegible] جامع مسجد دہلی

ہمارا ہندوستان اور بیرون جات کے تمام کتب خانوں سے مستقل معاملہ ہے

عورت بالتصویر

جو لوگ بیویوں پر حسن کی رعنائی دیکھ کر سو جان سے چاہتے ہیں اور عورت کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہونا چاہتے ہیں ان کو یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کتاب عورت جو انسانی زندگی کا مکمل فوٹو ہو، عورت کے پوشیدہ بھیدوں اور عورت کی فطرت عورت کی تربیت عورت کے بلوغ حسن کی خوشبو، خوشنما عورت کی زندگی کے متعلق کوئی پوشیدہ بات ایسی نہیں ہے جو اس کتاب میں نہ ہو اس کتاب میں دو سو سے زیادہ رنگین فوٹو بلاک و قلمی تصویریں ہیں بہت مقبول کتاب ہے اور ہاتھوں ہاتھ بکتی ہے قیمت دو روپے چار، محصول ۱۰

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد شب عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جائیں گی، شادی کے وقت عموماً دوستوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے دوستوں کو کسی موقع پر کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو یہ کتاب دیجئے شب عروسی پہلی کتاب زندگی کا پہلا ورق ہے یا یوں کہئے انسانیت کے بام عروج کی پہلی سیڑھی ہے، اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائے گا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہوگا کہ انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہے گی قیمت ۱۲ روپے جو اس کے منافع پر سو مرتبہ صدقہ ہے محصول ۵

کیف مواصلت

دنیا کے لطف و مسرت اور لذت و کیف میں انتہائی چیز ایک مرد اور جوان مرد کیلئے عورت کی مواصلت ہے اور یہی وہ کیف افزا مسرت ہے جس پر دنیا کی بقا کا مدار ہے یوں تو فطرت کی بسیط دنیا میں ہزاروں ہستیاں ایسی ہیں جو محض قدرتی طریق پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے کرتے چل بستے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار دیتے ہیں، غور یہ ہو کہ اس کیف پرور شعبہ حیات میں اس درجہ منافع حاصل کیا جائے جو دوسرے ذی حیات عالم سے ممتاز ہو۔ . . کتاب مواصلت کے اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں لذت ہی لذت ہو قیمت ۱۲ محصول ۵

بہار شباب

صنفی کتابوں میں جس سلوب بیان کو امتیاز رائج وہ جذبات کی سچائی ہے یہ بہتر مطالعہ کیلئے خواہ کتنی لذیذ کیوں نہ ہو لیکن اصل فائدہ اسی پر ہوگا کہ مالحت ہو جس کے ماتحت رہکر انسان جاتی دیوانی کو کتابوں میں رکھکر جاسکتا ہو کہ یہ لذت قائم ہو جائے بہار شباب تمام لیاس کی حفاظت ہو اور کیف انگیزی اور اس کو دوام کرنے کیلئے بڑے بڑے طریقے قاعدے نسخے ہدایات خفیہ کی ہزار ہا باتیں اور عورتوں کی مذہبی کیفیات کو مردوں پر آئینہ کر دیا متعدد رنگدار فوٹو بھی ہیں قیمت ایک روپیہ ۸، محصول ۵

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے لکھا گیا وہ عالم ہے اس کتاب میں رجوع الشیخ نے لذت کے سرچشمہ عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہو کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں تصور میں رہتی ہیں شاید وہ اس سے پانگ بھی نہ ہو رہا ہے مفتش نے عورت کے ذریعہ روشنی سے لذت کی لذت ثابت کی ہے اور اسی طرح مرد کی قوت کو مزید طاقتور کرنے کیلئے نسخے اور ہزاروں کے تجربات ہیں اور ہر علاج کے سلسلہ میں حکایات جو بیان ہوتی ہیں وہ ہزاروں معجزوں سے معنوی ہیں قیمت ڈیڑھ روپیہ ۸، محصول ۱۰

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفرین لذت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہو جبکہ تم اسکے حسن و جمال کے زمانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو۔ اولاد کی کثرت سے نقصان ملک حسن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہو بلکہ بیچاری دلہن کیلئے انکی پرورش سوہان روح ہو جاتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق و لذت سے محروم ہو جاتا ہے برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز علمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد آپ کے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائیگی اور یقین کیساتھ اولاد کو پیدائش تمہارے بااختیاری ہو جائیگی قیمت ۱۲ محصول ۵

لذت شباب

شباب جاودانی کی جستجو ہو تو لذت شباب یعنی ایرانی کوک شاستر کا مطالعہ کیجئے جس سے آپکو معلوم ہوگا کہ شباب کو عمدہ زندگی کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں شباب کے تاثرات کیا ہیں ان کی ملاقات کس طرح لطف اندوز ہونا چاہئے کیا شباب کس طرح وقت خزاں ہوتا ہے شباب کی رونق ہوتی دیری کس طرح ملتی ہے عورت اگر عورت سے اور مرد اگر مرد سے اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لذت شباب میں سرمستان شباب کو لذت تازہ بخشنے کیلئے صدہا تجربے ہیں ۱۲ فوٹو بلاک قیمت ۱۲ محصول ۶

شب عروسی کے افسانے

وہ لذیذ کتاب ہے جو شب عروسی کے تمام لذیذ ذکر یکجا جمع کرنے میں کامیاب ہوئی ہے اس سے دوسرا نام عروس نو کتاب کے نام سے ظاہر ہو کہ کتاب کس قدر دلچسپ ہوگی اور اس کا ہر ورق عروس نو کی طرح سے یہ کتاب جو لذات اور جذبات کی آئینہ دار ہے شب عروسی کے متعدد افسانے جمع کئے ہیں دلہن بنکر سامنے آجاتے ہیں جتنے افسانے ہیں اتنی ہی دلہنیں ہیں اس زندگی کی سب سے بہتر رات میں مزے لوٹے گئے ہیں۔ کامیاب زندگی کا مکمل لائحہ عمل ہے قیمت ایک روپیہ ۸، محصول ۶

قانون مواصلت

عیش و نشاط کی زندگی کا رہبر اگر اس کتاب کی ہدایتوں پر عمل کیا گیا تو ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ وقت سے پہلے آپکی قوت میں کمزوری پیدا نہ ہو سکیگی اور شباب کی پوری کیفیت سے آپ لطف اٹھائیں گے۔ اس میں مواصلت کی بابت تمام ضروری باتیں درج ہیں قیمت ۱۲

عہد شباب نوجوانوں کی رہبر کامل نا عاقبت اندیش کیلئے مژدہ آب حیات قوت رفتہ کی بحالی تمام از سر نو اس کی واپسی کی تدبیریں صنفی قوت اپنی حالت پر نہیں رہی بلکہ اس میں اضافہ کی صورتیں نکالی گئی ہیں طبی ہدایات بیشمار نسخوں کا مجموعہ ۱۲

تاج العروس

یہ کتاب صدہا قیمتی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی گئی ہے اس میں صنف نازک کے ہر پہلو اور امور خانہ داری کے ہر نکات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھا گیا ہے درحقیقت یہ کتاب صدہا عربی فارسی اور ہندی معلومات کا بہترین نچوڑ ہے قیمت ۱۲ علاوہ محصول

ثمرۂ وصال عیش و سرور کے منازل کے ساتھ اولاد پرورش اطفال پر بہترین کتاب قیمت ۱۲ علاوہ محصول۔

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوتے ہیں شادی سے پیشتر کیا کرنا چاہئے شادی کے بعد کیسے لڑکی باتوں کا علم ضروری ہے حسن و شباب کی حفاظت کس طرح کیجاتی ہے اور دوشیزہ کی پرکیف زندگی سے عیش و عشرت کی بہار کس طرح لوٹی جاتی ہے ان تمام باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا ایک مست شباب دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا، ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی۔ فوٹو بلاک کی درجن حسین و جمیل تصویریں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کر دیا ہو قیمت ۱۲

افشائے راز پنہاں

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب اور ایسی عجیب غریب کہ آپنے اس دلچسپ موضوع پر شاید کوئی کتاب سنی نہ ہوگی اسمیں دو ہزار دو سو کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کیحالات خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے امریکہ کی ایک من چلی عورت نے یکجا کرکے کتابی صورت میں پیش کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچا دی اب اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ خدا جانے کبتک یہ لوگوں کے مطالعہ میں جاسکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اسلئے جلدی منگائیے قیمت ۱۲ محصول ۱۰

یاد رکھیئے ڈاکخانہ کے قوانین بہت سخت ہوگئے ہیں اسلئے وی پی وصول کرنے میں تعجیل کیجئے

ملنے کا پتہ: [illegible]

کلید مراد

دعائیں مانگنے اور مرادیں حاصل کرنے کے طریقے (کلام اللہ اور احادیث سے اخذ کرکے دیئے گئے ہیں) قیمت ۸ر

فن تسخیر

دلوں کو مسخر کرنے والے اخلاق آداب سکھانے والی کتاب قیمت آٹھ آنہ ۸ر

فن تقریر

تقریر اور گفتگو کرنے کے مفید اصول ۸ر

آپکی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

اس لئے کہ آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے اور آداب سے ناواقف ہیں اگر آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے واقف ہو جائیں تو آپ کی دعا قبول ہوگی اور ضرور ہوگی اسکے لئے کہ قرآنی دعائیں پڑھئے اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے کے بعد بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں بیروزگاروں کو ملازمت مل جاتی ہے امراض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں ہدیہ آٹھ آنہ ۸ر

آپ سے کون خفا ہے؟

کون سنتا ہے نہیں سنتا آپکے اپنا مطیع اپنا فریفتہ اپنا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں وہ کوئی عورت ہو یا مرد کوئی بوڑھا ہو کوئی آقا ہو یا کوئی حاکم ہو آپ کا مطیع و مسخر ہو سکتا ہے۔ اگر آپ اس عجیب و غریب طلسمی کتاب عمل تسخیر کو ملاحظہ کریں اور اس کی ہدایتوں پر عمل فرمائیں ہر عمل کی ترکیب نہایت آسان ہے قیمت آٹھ آنہ ۸ر

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے اس میں صرف تین چھوٹے چھوٹے لفظ تجویز کر دیئے ہیں جس بحر کی چاہو تقطیع کر لو بس اگر آپ شاعر بننا چاہیں تو فن شاعری منگائیے قیمت ۸ر

تصانیف مولانا شبلی نعمانی

الفاروق

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رض کی نہایت معتبر و مستند اور مبسوط و مکمل سوانح عمری قیمت اعلیٰ ایڈیشن عمہ معمولی ایڈیشن عمر

الغزالی

حجۃ الاسلام امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ علم کلام اخلاق اور تصوف میں ان کے کارنامے قیمت عاہ

سیرۃ النعمان

سراج الامہ حضرت امام ابو حنیفہ رح کی سوانح عمری اور انکے اجتہادات اور مسائل فقہ حنفی کی تاریخ اور اسلامی قانون پر تبصرہ قیمت اعلیٰ ایڈیشن دو روپیہ عاہ معمولی ایڈیشن عمر

سوانح مولانا روم

اسلام کے مشہور صوفی یہ کلم حضرت مولانا روم کی مفصل سوانح عمری انکے اسرار تصوف، علم کلام اور مثنوی پر تبصرہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ

المامون

امام مامون رشید عباسی کے عہد سلطنت کے حالات، دولت عباسیہ کے عروج و زوال کا دلکش مرقع قیمت اعلیٰ ایڈیشن دو روپیہ عاہ معمولی عمر

رسائل شبلی

اسلامی علوم و فنون اور اسلامی تمدن وغیرہ کے متعلق مولانا کے قابل دید رسائل و مضامین کا مجموعہ قیمت عہ

مقالات شبلی

علامہ ابن تیمیہ ابن حزم قاضی ابن رشد اور دیگر علما اسلام اور مغلیہ تمدن کے متعلق متفرق مضامین کا مجموعہ قیمت جلد اول ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ دوم ۱۲ر

مکاتیب شبلی

مولانا کے ان پرائیویٹ خطوط کا مجموعہ جن میں مولانا کے قومی خیالات اور علمی تعلیمی اور ادبی نکات ہیں قیمت جلد اول للعہ دوم عہ

اسکول ماسٹر

پرائیویٹ طلبا اور عربی مدارس کے جو طالب علم انگریزی بغیر استاد کی مدد کے سیکھنا چاہتے ہیں، دونوں کے لئے اسکول ماسٹر کا مطالعہ ازبس مفید ہوگا نیز جو تجارت پیشہ حضرات انگریزی میں خط و کتابت نہیں کر سکتے ان کو بھی اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے اس کتاب میں اسکا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ انکی عبارات کے ترجمہ میں بھی آسانی ہو ضخامت ڈیڑھ سو صفحات بہترین لکھائی چھپائی قیمت بارہ آنہ ۱۲ر علاوہ محصول۔

اتالیق فارسی

مولفہ جناب رشید طلعت صاحب منشی فاضل اسسٹنٹ ٹیچر سنسکرت ہائی اسکول دہلی۔

یہ کتاب ہائی اسکول اور کالج کے طلبا کو خاص طور پر ترجمہ سکھانے کے لئے لکھی گئی ہے قیمت صرف ۱۲ر علاوہ محصول بغیر استاد کے فارسی سکھانیوالی کتاب۔

فارسی بول چال

جس کی مدد سے آپ چند ہی دن میں فارسی زبان کی پوری مہارت اور لیاقت پیدا کر سکیں گے ہر قسم کی بول چال کے فقرے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور کاروباری رقعہ جات کے نمونے گفتگو کے طریقے ہزاروں اور لاکھوں ایسے الفاظ جو ایرانی فارسی میں غیر زبانوں سے شامل ہو گئے ہیں اور سب کی تشریح اور ساتھ ہی ایک فرہنگ غرضکہ فارسی خواں طلبا کے لئے بہتر اور عمدہ کتاب ہے قیمت صرف عہ محصول ڈاک ۶ر کل عہ

اتالیق عربی

مصر، حجاز، شام اور ہندوستان کے روشن خیال علما کے مشورہ سے یہ کتاب لکھی گئی ہے اس کتاب کا یہ کمال ہے کہ اسکے مطالعہ کے بعد ایک مہینہ میں عربی لکھنا اور عربی بولنا آجاتا ہے قیمت عہ

ترجمہ قرآن شریف انگریزی (مرزا حیرت)

یہ وہ قرآن شریف ہے جسے بہت عرصہ ہوا کہ مرزا حیرت دہلوی نے بڑی آب و تاب کیساتھ شائع کیا تھا اور دنیا کے ہر گوشہ میں مقبولیت کی نظروں سے دیکھا گیا تھا۔ لیکن یکایک پھر ایسا ناپید ہوا کہ لوگ ڈھونڈتے رہ گئے لیکن اسوقت اتفاقاً ہمیں چند ہی جلدیں ایک جگہ سے دستیاب ہو گئی ہیں چنانچہ فائدہ عوام کی غرض سے پہلی قیمت سے بہت گھٹا کر صرف آٹھ روپے میں مجلد نہایت خوبصورت چرمی جلد کا ہدیہ کر رہے ہیں بہت تھوڑی جلدیں ہیں جلد توجہ کیجئے۔

مولانا شبلی کے تاریخی مضامین

یہ مولانا موصوف کے بعض ان علمی اور تاریخی مضامین کا مجموعہ ہے جو اردو زبان کا مایۂ ناز سرمایہ کہلانے کے مستحق ہیں ان سے آپکی معلومات میں اضافہ ہوگا اور خیالات میں وسعت پیدا ہوگی۔ قیمت مجلد صرف ۸ر

مولوی نذیر احمد کے علمی مضامین

اسمیں مولانا موصوف کے بعض علمی اور مذہبی مضامین جو دہلی کی ٹکسالی زبان میں ہیں ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہیں مذہب اور زبان کی رہبری کے لئے یہ کتاب ضرور طلب کیجئے۔ قیمت مجلد صرف آٹھ آنہ ۸ر

مضامین حالی۔ مولانا موصوف کے چیدہ مضامین قیمت مجلد ۶ر

شاہی دربار مرشد آباد (بنگالہ) کا ایک نادر تحفہ

طلائے وصال

الطبائے بنگالہ و دربار مرشد آباد کے اسرار بادہ سے متعلق ایک نسخہ کی بنیاد پر ایک نادر الوجود طلاء تیار کیا گیا ہے جس میں قیمتی اجزا کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے اور چند روز کے استعمال سے کھوئی ہوئی جوانی واپس آجاتی ہے دہلی کے مطبوں میں بار ہا استعمال کرنے کے بعد اسے دہلی سے باہر کی پبلک کے لئے بھی پیش کیا جاتا ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں شباب کی لذتوں کو کھو دیا ہو اور جو غیر فطری حرکات کے باعث پوشیدہ جذبات کو سرد کر بیٹھے ہوں عضو مخصوص میں کجی، ڈھیلا پن، سستی ہو بیوی سے شرم معلوم ہوتی ہو۔ شادی کے نام سے کانپتے ہوں عقل و ذہن جواب دے چکے ہوں۔ چہرہ بے رونق ہو اور حیوانی قوت فنا ہو گئی ہو ان کے لئے یہ نادر الوجود شاہی طلاء پیام حیات ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

وزیر اودھ کا حیرت انگیز طلسم

حب عیش افزا

محبوبۂ حیات سے لطف اندوز ہونے میں اگر عیش کی گھڑیاں طول کھینچ جائیں تو شباب کا صحیح لطف آجاتا ہے۔ معتمد الدولہ نواب آغا میر مرحوم وزیر اودھ کے قلمی بیاض سے تیار کیا گیا اور کئی پراسرار چیزیں مزید شامل کر کے اس حیرت انگیز اور طلسمی چیز تیار کی گئی ہے۔ کہ جس سے قوت باہ کی جملہ خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔ تازہ خون کی پیدائش اور اعضائے رئیسہ میں حرارت غریزی کی ترقی سے عیش و سرور شباب بڑھ جاتا ہے۔ مدت العمر تک لذت فراموش نہیں ہو سکتی حد ہے کہ خود خوبان جمال کے لب نازک سے تعریفی جملے سننے میں آتے ہیں۔ پوشیدہ قوتوں کی ترقی صحت بخش، قدرتی اور دائمی امساک کی دوا ہے۔ وزیر اودھ کو ایک طویل عرصہ کے تجربہ اور تلاش کے بعد یہ نادر چیز دستیاب ہوئی تھی۔ (قیمت مکمل خوراک تین روپے (سعہ) علاوہ محصول ڈاک)

پورا سیٹ۔ جو "طلائے وصال" کے ہمراہ "حب عیش افزا" کا استعمال کیا جائے تو دس بارہ روز میں وہ حیرت انگیز نتائج پیدا ہونگے کہ بیان سے باہر۔ مکمل سیٹ دونوں دواؤں کے منگانے پر قیمت صہ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

شامی دواخانہ، بازار پائیوالان جامع مسجد دھلی

REGD. No. L. 3248

Printer and Publisher :—
SYED WILLAYAT HUSAIN, JAMA MASJID, DLEHI.
Cover Printed at the Calcutta Art Press, Delhi.

SHAH-JAHAN, Delhi.

شاہجہان

ادبِ اردو کا ماہوار مصور صحیفہ



ایڈیٹر:- سید وصی اشرف دہلوی

Per Copy As 8. ...CED PRICE AS 6. Annual Rs. 2.

شاہجہاں ہندوستان کے تمام بڑے مصنفین کی ...

چندہ ششماہی — ایک روپیہ چار آنہ
خاص نمبر

شاہجہاں دہلی

جنوری ۱۹۳۵ء

جلد ۵ — نمبر ۱

فہرست مضامین

سید ولایت حسین پرنٹر پبلشر نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

دہلی بننے سے پہلے

شاہجہاں کہاں رہتا تھا

از معتود فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ

شہاب الدین محمد شاہجہاں بادشاہ نے لال قلعہ اور جامع مسجد بنوانے اور دہلی یعنی شاہجہاں آباد تیار کرانے سے پہلے جہاں سکونت اختیار کی تھی اور جہاں اُس کی بیگمات اور لونڈی غلام اور خدمت گار اور ذاتی مصاحب وغیرہ رہتے تھے۔ اور جہاں نہایت مقرب امرا اور وزرا آباد تھے وہ جگہ عام طور سے لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ اس لئے رسالہ شاہجہاں میں لکھنا موزوں معلوم ہوتا ہے۔

لال قلعہ اور جامع مسجد کی تعمیر سے پہلے شاہجہاں بادشاہ دریا گنج فیض بازار کی طرف رہتے تھے جس جگہ وکٹوریہ زنانہ اسپتال ہے اور پاٹودی ہاؤس اور پرانا گرجا ہے یہاں شاہی محلات تھے۔ اور ان کا سلسلہ ٹیا محل تک چلا گیا تھا۔ یعنی ٹیا محل بھی شاہی محلات میں شامل تھا اور کوچہ چیلاں میں بادشاہ کے مقرب خدام جو چیلے کہلاتے تھے آباد تھے اور بادشاہ کی سکونت کے قریب اس لئے رہتے تھے تاکہ بادشاہ کی خدمت کے لئے جلدی حاضر ہو سکیں۔

پاٹودی ہاؤس کے سامنے جو مزارات برآمد ہوئے ہیں یہ اُن بزرگوں کے ہیں جن سے شاہجہاں کو عقیدت تھی اور وہ محل کے قریب رکھے جاتے تھے۔ تاکہ بادشاہ فرصت کے اوقات میں اُن کی خدمت میں حاضر ہو سکیں۔

دہلی میں شمس العلماء مولانا سیّد احمد صاحب امام جامع مسجد اور نواب مُصلح الدین صاحب اس مسئلہ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں میں نے تو مختصر سا ذکر کیا ہے۔

پا ۔ انتا جبر

(۱)

[illegible] بچے ہوتے ہیں۔ شیخ نور الہدیٰ کا خاندان علم و عمل [illegible] لکھنؤ کے شیخ زادے علم دین سے واقف، عربی کے [illegible] گھر کا ہر ایک بچہ، جوان، بوڑھے سب نماز روزے کے [illegible] گذار، جھوٹ سے نفرت، کبھی کوئی بچہ بھی جھوٹ بات نہیں [illegible] نماز کی سخت تاکید تھی جو نوکر نماز نہیں پڑھتا تھا فوراً نوکری سے [illegible] جاتا تھا۔ گھر میں [illegible] کی ماما تک نماز کی پابند تھی۔ بچے [illegible] ہو رہا ہو۔ زکوٰۃ برابر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے [illegible] صاحب [illegible] نوکر لے کر بھاگ گیا جس میں چار سو [illegible] گھر والوں نے کہا "پولیس میں رپورٹ لکھوا دیجئے شاید [illegible] صاحب نے کہا "میں اپنے روپے کی زکوٰۃ ہر سال نکالتا [illegible] روپیہ خدا کی حفاظت میں ہے۔ بغیر رپورٹ کے ملنا چاہیے اور [illegible] تو میں اس کی زکوٰۃ سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔" آخر رپورٹ لکھوائی۔

[illegible] ہوا کہ تیسرے دن اسی نوکر کو گرفتار کئے ہوئے [illegible] مولوی صاحب کے گھر پر آئے اور کہا "یہ آدمی [illegible] کے گرفتار ہوا۔ اس نے آپ کا نام بتایا۔ آپ [illegible] آپ ہی کا ہے اور جو کچھ اس میں مال ہے وہ ملاحظہ [illegible] ہو گیا۔" مولوی صاحب نے کہا "ہاں میرا [illegible] اور کھول کر دیکھا تو چار قطعہ نوٹ سو سو [illegible] کہا "ہاں روپیہ بھی سب ہے کیونکہ نوٹ کے نمبر بھی ہیں" [illegible] صندوق بند کر کے پولیس کے حوالہ کیا۔ دوسرے دن [illegible] مولوی صاحب [illegible]

(۲)

مولوی ضیاء الرشید مولوی نور الہدیٰ کے اکلوتے فرزند ہیں۔ مولوی نور الہدیٰ کے انتقال کو دو برس گذر گئے۔ لیکن ان کے گھر کی صورت علی حالہٖ برقرار ہے پانچوں وقت کی نماز، ماہ رمضان میں روزے، تہجد، اشراق، چاشت کے سب چھوٹے بڑے پابند ہیں۔ باپ کی طرح بیٹے بھی عربی فارسی بھی جانتے ہیں۔ مگر انگریزی سے محروم ہیں۔ شیخ نور الہدیٰ کی شخصیت ایسی متبرک تھی جس کے سبب سے ضیاء اللہ کو پٹواری کی ملازمت مل گئی اور یہ بھی اسی پر قناعت کئے ہوئے بیٹھے رہے۔ رشوت کے نام سے ان کو نفرت تھی۔ کسی اہل مقدمہ کا تحفہ بھی کبھی قبول نہیں کیا۔ وہی پچاس روپیہ ماہوار تنخواہ کا، اس کو حلال تھا۔ باقی کو حرام مطلق سمجھتے تھے۔ اور نیک چلنی سے بسر کرتے تھے اس لیے خدا نے اسی میں برکت عطا فرمائی تھی۔

لکھنؤ کی تحصیل میں مسٹر شیو دت بی اے تحصیلدار ہیں۔ اور ان کے سررشتہ دار شیخ ضیاء اللہ ہیں۔ تحصیلدار صاحب ان سے بہت خوش ہیں۔ آدمی کارگذار اور دیانتدار ہیں اور دوسری صفت یہ ہے کہ رشوت کو حرام جانتے ہیں اور یہی بات آج کل کے سرکاری ملازموں میں نایاب ہے کچھ دنوں کے بعد ان کے پاس لالہ روپ نرائن مہا بیر سبھا کے سکریٹری آتے ہیں اور تحصیلدار صاحب سے مل کر تنہائی میں کہتے ہیں "بڑے افسوس کی بات ہے کہ کانگریس کمیٹی کو روز بروز نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور آپ کانگریسی آدمی ہو کر اس کی ناؤ کو ڈوبتے دیکھتے ہیں اور کچھ مدد نہیں کرتے"

تحصیلدار صاحب نے کہا "چندہ دیتا ہوں۔ کچہری کے سوا گھر سے باہر کھدر پہنتا ہوں۔ مہاتما گاندھی، جواہر لال نہرو، پٹیل صاحب سب کے درشن میں تین چار مرتبہ کر چکا ہوں اور سول نافرمانی کی تحریک میں برابر بحث مباحثہ ہو چکا ہے۔ تم اور کس قسم کی مدد چاہتے ہو۔"

سکریٹری صاحب نے کہا "میری غرض اور ہے یعنی لکھنؤ کی

پر آپ براج رہے ہیں اور سیکڑوں ہندو دھرم کے پوشیدہ روزگار ہیں آپ یہ کس طرح دیکھ سکتے ہیں کہ آپ کی بستی میں ایک مسلمان عیش کار بیٹھے اور ہندو دھرم کا ستیا ناس ہو۔ جس طرح ممکن ہو اس کانٹے کو نکالیے۔ تحصیلدار صاحب "وہ تو کام بھی اچھا کرتا ہے۔ رشوت نہیں لیتا۔ پرانا کارگذار ہے۔ سکریٹری صاحب" تو آپ کی کچہری میں سب ہندو ہیں ان سے مدد لیکر رپورٹ مرتب کرکے نکال سکتے ہیں۔ تحصیلدار صاحب خاموش ہو رہے۔

(۳)

جمعہ کا دن ہے بارہ بجتے ہی مولوی شیخ ضیاء اللہ صاحب نماز جمعہ ادا کرنے تشریف لے گئے ہیں۔ بعد فراغ نماز جمعہ دو بجے تشریف لائے حسب معمول۔

تحصیلدار صاحب۔ "مولوی صاحب! آپ نماز میں بہت دیر لگاتے ہیں مقدمات کا بہت حرج ہوتا ہے"۔

مولوی صاحب "میں تو ہمیشہ سے فریضۂ جمعہ ادا کرنے کیلئے مسجد جاتا ہوں اور نماز کا ترک کرنا ناممکن ہے"۔

تحصیلدار صاحب "چاہے مقدمات کا حرج ہو۔ نماز ترک نہیں ہو سکتی"

مولوی صاحب "نماز جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے اسے کوئی مسلمان ترک نہیں کر سکتا"۔

تحصیلدار صاحب "تو آپ کسی مسجد میں جاکر بیٹھئے۔ میرے پاس کئی رپورٹیں ایسی آئی ہیں۔ جو آپ کے کام خراب کرنے کی موید ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ استعفا داخل کر دیجئے۔ ورنہ تحقیقات میں آپ کی بدنامی ہے"

مولوی ضیاء اللہ صاحب۔ "بہت خوب میں آج ہی استعفا داخل کرتا ہوں"۔ مولوی صاحب نے استعفا لکھ کر دیدیا اور اس میں وجہ بھی لکھ دی۔ کہ تحصیلدار صاحب نماز جمعہ کی اجازت نہیں دیتے اس لیے میں نوکری سے مستعفی ہوتا ہوں۔ تحصیلدار صاحب نے فوراً استعفا منظور کر لیا۔

یہ کچھ مایوس مایوس گھر آئے۔ بی بی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئی اور کہا نوکری کیونکر ملے گی؟

مولوی صاحب نے کہا "نوکری ملے یا نہ ملے مجھے نماز ترک کرنا منظور نہیں۔ تحصیلدار صاحب نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی کہ میرے پاس آپ کے کام کی بہت سی رپورٹیں آئی ہوئی ہیں۔ میں نے خیال کیا کچہری میں سب ہندو ہیں مسلمان ایک بھی نہیں جو میری طرفداری کرے۔ ان کو مقدمہ بنا لینا کیا دشوار ہے آخر مجھے نوکری چھوڑنا پڑے گی۔ اگرچہ ڈپٹی کمشنر بہت خوش ہیں مگر وہ اکیلے تمام محکمہ کو کیونکر چھوڑ سکتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ ملازمت ترک کر دوں"۔

بی بی نے کہا۔ "خیر! جو خدا کو منظور تھا وہ ہوا لیکن تم ڈپٹی کمشنر صاحب سے ملنا۔ شاید کوئی صورت نکل آئے کیونکہ گورنمنٹ کا حکم ہے کہ کچہریوں میں کم سے کم پچیس فیصدی مسلمان ضرور رکھے جائیں گے۔ یقین ہے کہ اس کی خانہ پوری کی جائے تو مسلمانوں کو نوکریاں بہت ملیں گی"

مولوی ضیاء اللہ۔ "میرا تو خیال ہے کہ اب ملازمت کے واسطے کوشش نہ کروں گا۔ میں کچھ تجارت شروع کرنا چاہتا ہوں۔ اگر خدا نے سن لی تو برس دو برس میں دکان اچھی چلنے لگے گی اور میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ تجارت جائز کروں گا۔ نفع کم کھاؤں گا۔ اور قیمت ایک ہی کہوں گا۔ امید ہے کہ خدا برکت دے"۔

(۴)

مولوی ضیاء اللہ نے بساطخانے کی دکان رکھی ہے۔ عابد اور پرہیزگار ہیں قیمت ایک ہی کہتے ہیں۔ خریداروں کو ان پر اطمینان ہو چلا ہے بازار بھر سے یہاں سودا بکفایت ملتا ہے۔ دن دونی رات چوگنی دکان کو ترقی ہو رہی ہے۔ دو یتیم بچے جن کی عمر گیارہ بارہ برس کی ہے اپنے یہاں نوکر رکھ لیے ہیں جو مال اٹھاتے سنبھالتے ہیں صاف کرتے ہیں احتیاط سے رکھتے ہیں دس دس روپے ماہوار ان کو دینا پڑتا ہے۔ ہر سال مال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں۔

شہر کے متعدد مسلمانوں کو یقین ہو گیا ہے کہ مولوی ضیاء اللہ کی دکان پر اچھا اور سب جگہ سے سستا مال ملتا ہے۔ دکان میں ترقی ہو اور خدا نے ایک ہی سال میں اتنی برکت دی کہ مولوی صاحب کو [illegible]

[illegible] دونوں میں ایسی ساکھ قائم ہو گئی کہ تھوک فروش اُن سے
اُدھار دینے لگے اور اُن کو اطمینان ہو گیا کہ اُن سے کوئی جو کم
نہ ہو گا۔ ہندو کیا مسلمان سب انہیں کی طرف رجوع
ہونے لگے۔ سب مہاجنوں کے کارخانے ان کی دوکان کے سامنے
پست ہو گئے مسلمان سوداگر مولوی ضیاء اللہ کی مثال دیتے تھے کہ
اگر ایمانداری سے تجارت کیجائے تو ترقی ضروری ہے۔ دیکھو مولوی ضیاء اللہ
کو کیا سے کیا ہو گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں ایمانداری نہیں ہے
ورنہ تجارت میں روپیہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ساکھ کی ہے۔ ساکھ
اچھی ہو تو دو چار لاکھ کا مال قرض لے لیجئے۔

اب مولوی ضیاء اللہ کی دکان کی شاخیں لکھنؤ میں کھلنے لگیں
اور یہی یتیم بچے کچھ ایسے ایماندار نماز، روزے کے پابند نکلے کر
ضیاء اللہ نے اُن کو جابجا اپنی دوکان کی شاخیں کھلوا دیں اور
حکم دیا کہ کبھی خریدار سے زیادہ قیمت نہ لینا جو ہمارے کارخانہ سے
نرخ ملے اسی نرخ پر فروخت کرنا۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔
سال میں دو مرتبہ جانچ کیجاتی تھی اور وہی یتیم ایک دوسرے کی
دکان کی جانچ کرتے تھے۔ اسی طرح صوبہ اودھ میں جابجا اُن کے
کارخانہ کی دکانیں قائم ہو گئیں اور بہت سے یتیم بچوں کی پرورش ہونے

لگی۔ دس برس کے بعد دونوں میاں بیوی حج کو گئے اور مدینہ شریف کی
زیارت کے بعد مع الخیر اپنے گھر تشریف لائے کارخانہ کو بدستور پایا تعلی
کے آثار نظر آئے۔ اب مولوی صاحب نے اس کارخانے کی نگرانی ایک شریف
یتیم بچے کے حوالے کی جو ایام حج میں نگراں رہا تھا سب ملازموں کی تنخواہیں زیادہ
کر دیں۔ خدا کی شان وہی مولوی ضیاء اللہ جو پچاس روپے کی نوکری کیواسطے
مہاسبھا اور کانگریس کے رحم پر دن رات ڈنڈوت کرتے تھے اُن سے آج
وہی ڈپٹی تحصیلدار صلاح لے رہے ہیں کہ اب ہماری پنشن کا زمانہ قریب
آ گیا ہے کوئی ملازمت معقول ملجائے تو خیال رکھئے گا۔ مولوی صاحب نے کہا
پچاس ساٹھ کی ملازمت تو میرے کارخانہ میں بھی ہے مگر میرا قول ہے "آنچہ
بر خود نہ پسندی بہ دیگراں مپسند"۔ میں نوکری سے تجارت کو ہزار درجہ
اچھا سمجھتا ہوں اگر ایمانداری سے کیجائے۔ اور تجارتیں اگر بسا طخانہ کی تجارت
آپ کریں گے تو میں آپکو صحیح مشورہ دے سکتا ہوں اور ہر طرح کی اعانت کو
بھی حاضر ہوں تحصیلدار صاحب نے اس مشورہ کو پسند کیا اور بہت شکر گذار ہوئے
مولوی ضیاء اللہ نے ضیاء منزل بنوائی شہر میں ایک عالیشان مسجد بنوائی کچھ کاپی
مول لیئے ایک یتیم کو اپنے کارخانہ کا محاسب مقرر کیا ایک یتیم کے سپرد تمام ہر چیز کی
جانچ کر دی آپ یاد خدا میں مشغول ہوئے کچھ دنوں کے بعد ہر بات اسی کو دیدی
جو اس پر ملازم تھا۔ اپنے واسطے صرف سابق کی دوکان رکھ لی اور زندگی
بھر عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔

خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی

ملعون فرشتے کی سرگذشت

ملعون فرشتہ طیمائیل پہلے جنوب کی طرف اڑا اور پھر مشرق کی طرف۔ تھوڑی دیر بعد وہ طیسفون میں پہنچ گیا جب وہ شہر میں پہنچا تو رات ہو چکی تھی۔ طیمائیل ہوا میں تادیر کامشتا رہا اور وہاں کی شاندار عمارتوں کی دل ہی دل میں تعریف کرتا رہا۔ ایک مینارہ خاص طور سے اس کے لیے جاذب توجہ بن گیا۔ خوشنما چمن کے وسط میں شہر کی سب سے بڑی عمارت تھی اور یہ مینارہ اسی عمارت کے قریب تھا۔ طیسفون میں کئی مینارے تھے۔ طیمائیل جدھر نظر ڈالتا تھا بڑے بڑے ہی مینارے آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے تھے۔ مگر صرف یہی ایک مینارہ ایسا تھا جو اس کی تمام تر توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اور جب وہ اس کے قریب پہنچا تو اُسے اس کشش کا سبب معلوم ہو گیا۔ مینارے کے اوپر ایک کمرہ تھا جس کی دیواریں رنگی ہوئی تھیں اور اس میں ایک طویل سیاہ لباس پہنے ایک دوشیزہ بیٹھی تھی۔ اس کے سر پر ایک بڑی سی ٹوپی تھی جس پر عجیب غریب شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ یہ لڑکی بیٹھی شیاطین بلانے کے منتر پڑھ رہی تھی۔

طیمائیل پُر پیچ زینہ کی سیڑھیوں پر کھڑا ہو گیا اور اُسے دیکھتا رہا۔ اُس نے دیکھا کہ لڑکی کا رنگ سیاہی مائل ہے۔ وہ حسین تھی حالانکہ اُس کے لب بہت پتلے تھے اور آنکھوں میں ناخوشگوار اور سرد چمک تھی۔ وہ غیر معمولی طور پر دراز قامت تھی اور بہت دبلی پتلی تھی۔ سیاہ لباس میں وہ ایک شریف گھرانے کی خاتون معلوم نہ ہوتی تھی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی مرد نے زنانہ بھیس بدل لیا ہے۔ اُس کے سامنے ایک پیتل کا آتش دان بھڑک رہا تھا اور چاروں طرف جادو کے لوازمات پھیلے ہوئے تھے۔ آدم خور بلی کا سر، خون میں ڈوب کر مرنے والی چمگادڑ، بیہودہ کرے کے سینگ، ہلاک شدہ انسان کی کھوپڑی، انسان کی چربی کی بنی ہوئی شمعیں غرض جادو کے لیے جتنی چیزیں درکار ہوتی ہیں سب کی سب وہاں موجود تھیں۔ جب طیمائیل نے ان چیزوں کو ذرا غور سے دیکھا تو تھوڑی دیر تک کچھ پریشانی محسوس کرتا رہا کیونکہ یہ چیزیں غلط ترتیب سے آتشدان کے گرد رکھی گئی تھیں۔ اس نے کمرہ میں جھانک کر دیکھا تو [illegible] بخور کا بھبکا چڑھا مگر اس کی قوتِ شامہ متاثر نہ ہوئی۔ "[illegible] بھول گئی" اس نے کہا۔ پھر اس نے وہ الفاظ سنے جو وہ ادا کر رہی تھی تو اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی غلط تھے کیونکہ جب اُس لڑکی نے اپنے منتر تین دفعہ دُہرائے تو فی الحقیقت طیمائیل نے نہ تو گرج کی کوئی آواز سنی نہ کوئی آندھی اٹھی اور نہ اُس کے دل میں کسی بے پناہ خوف کا احساس پیدا ہوا۔ صرف ایک ہلکا سا دھماکا سنائی دیا جیسے دور کوئی دروازہ بند ہوا ہو اور پھر ہوا کا ایک خفیف سا جھونکا آیا جو اُس کے بالوں کو حرکت کرتا ہوا نکل گیا۔ طیمائیل اس پر مجبور نہیں تھا کہ اپنے آپ کو آتشدان کے دھوئیں میں ظاہر کر دے لیکن اس کے جی میں یہی آئی کہ وہ خود ہی دھوئیں میں نمایاں ہو جاؤں۔

وہ دھوئیں میں مُعلق ہو گیا اور نفرت و حقارت سے مسکراتا رہا۔ "میں آ گیا ہوں۔" اُس نے کہا "تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" [illegible] اُس بدکردار لڑکی کو نفرت سے دیکھ رہا تھا مگر اسی کے ساتھ ساتھ اُس کا مُعترف بھی ہو رہا تھا۔ لڑکی کا چہرہ زرد تھا اور اُس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں مگر بیم و ہراس کے آثار مطلق نہ پائے جاتے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ایک نوع کی آرزو مندی جھلک رہی تھی۔ "وہ باعصمت ہے" طیمائیل نے خیال کیا "اور برف کی طرح سرد۔ اگر وہ [illegible] محض شرارتِ نفس کی وجہ سے۔"

"کیا تم ابلیس ہو؟" لڑکی نے طیمائیل کو دیکھ کر [illegible] آواز خشک اور بھاری تھی جیسی اُن لڑکوں کی ہوتی ہے جو [illegible] کی سرحد میں داخل ہوتے ہیں اور اس کی سرمگیں آنکھیں [illegible] شفاف تھیں۔ "ہاں۔" طیمائیل نے کہا اور اس کے [illegible] گئے بغیر اپنے نام اور حقیقی صفات سے اس کو [illegible]

[illegible] یہ چیز
[illegible] ہوں [illegible] تم [illegible] جیسے [illegible] ہو [illegible] مجھ
[illegible] سکتی ہو [illegible] بھی بہت لگاؤ پیدا کر دو تو خوب" طیمائیل نے
[illegible] کیا [illegible] آتش دان اور وہ چیزیں کے شعلے
[illegible] ہوا بالکل نہیں تھی اور ان [illegible]
[illegible] کمرے میں پھیل رہا تھا جیسے کسی کی زلف لہرا رہی ہو۔

"تم مجھ سے کس قسم کا کام لینا چاہتی ہو؟" طیمائیل نے پوچھا۔ "وہ شہزادی غضب ہو گیا [illegible] کا کام [illegible] تمہارے غلام ہو اور میرے ہر حکم کو تمہیں ماننا پڑے گا!"

"نہیں میں تمہارا غلام نہیں ہوں۔" طیمائیل نے کہا "تمہارے منتروں میں غلطی تھی شہزادی۔ چیزوں کی یہ ترتیب" اس نے انگلی سے اشارہ کر کے کہا "غلط ہے میں تمہارے پاس ٹھہرا ہوا ہوں تو اس لیے کہ میری یہی خواہش اس لیے نہیں کہ میں یہاں ٹھہرنے پر مجبور رہوں۔" اس پر شہزادی کی آنکھوں سے خفگی ظاہر ہونے لگی اور اس نے غصے سے ایک اشارہ کیا۔ "ارے شیطان جو کچھ میں کہوں گی وہ تجھے کرنا پڑے گا۔ ابھی ... اسی وقت!" طیمائیل نے کہا۔ "اچھا تو پھر اس کی بھی کوشش کر دیکھو۔" شہزادی نے ایک منتر پڑھا اور طیمائیل کو حکم دیا کہ آتش دان کے شعلے سے نکل کر اس کے پاس حصار میں آ کھڑا ہو۔ لیکن طیمائیل اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ملوانگا ر اپنا سر ہلاتا رہا۔ "نہیں" اس نے کہا "نہیں نادان لڑکی میں ایسا نہیں کروں گا ورنہ فی الحقیقت تو خطرے میں پڑ جائے گی اور مجھے وہاں پہنچ کر وہ قوت حاصل ہو جائے گی جس سے تیری ساری بہادری اور ہمت اس کے آگے غائب ہو جائے گی۔" یہ کہہ کر طیمائیل نے ایک لفظ کہا جو اس نے جہنم میں سیکھا تھا مگر اپنے منہ سے کبھی ادا نہیں کیا تھا اور فوراً ہی وہ تمام خوفناک چیزیں جو آتش دان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں سرکنے اور اچھلنے شروع ہو گئیں اور اس طرح کہ ایک دم سے شہزادی چیخ اٹھی۔ "ٹھہرو! ٹھہرو! مجھے معاف کر دو! میں تم پر یقین کرتی ہوں!"

اس کے بعد وہ دونوں مصالحانہ طور پر باتیں کرنے لگے اور شہزادی نے طیمائیل سے درخواست کی کہ "کیا تم از راہ دوستی میرے ساتھ رہ کر میری عاقبت [illegible] اور ساحری میں میرے دستگیر بن سکتے ہو؟" طیمائیل نے اس درخواست کو منظور کر لیا کیونکہ وہ جانتا ہی تھا کہ یہ پابندی خود اختیاری ہے اور اس سے [illegible] کو بھی احکام کرنے نہ ماننے میں دخل ہو گا۔ اس لیے وہ ٹھہر گیا اور شہزادی سے اس کا معاہدہ ہو گیا۔ یہ طے ہو جانے کے بعد جو چیزیں چھپانے کی تھیں ان چھپا دیا اور جنہیں ہٹانا تھا ہٹا دیا۔ پھر اپنے خون آلود حصار سے نکلی اور [illegible] کے [illegible] دیواروں میں [illegible] سے نکل نیچے محل میں آ گئی۔ طیمائیل نگاہوں سے پوشیدہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور اس طرح دونوں شہزادی کے [illegible] داخل ہوئے جس میں بڑے بڑے آراستہ کمرے تھے۔ فرش میں خوش رنگ ٹائل لگے ہوئے تھے۔ دیواروں پر قیمتی ریشم کے پردے اور قالین آویزاں تھے۔ دروازوں پر سونے چاندی کا کام بنا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر تیرہ نے اپنے وہ کپڑے اتار دیے جو سیاہ ملبوس کے نیچے پہنے ہوئی تھی اور مردانہ بھیس بدل لیا وہ آئینہ کے سامنے مختلف اداؤں سے اپنے آپ کو دیکھتی رہی۔ کبھی آگے بڑھتی اور کبھی پیچھے ہٹتی۔ اس اثنا میں طیمائیل کو بھی اسے غور سے دیکھنے کا موقع مل گیا اور اس نے دیکھا کہ مردانہ لباس اس پر خوب پھبتا تھا کیونکہ اس کا بدن نسوانی حسن سے عاری تھا۔ برخلاف اس کے تیرہ کی وضع قطع اور چال ڈھال بالکل مردانہ تھی۔

رات خاصی آ چکی تھی اور محل میں خاموشی طاری تھی۔ شہزادی کی خدمت گزار عورتیں سو چکی تھیں اور محل کے اور ملازمین بھی محو خواب تھے جب محل کے صدر دروازہ پر تیرہ اور طیمائیل پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ دو محافظ پہرہ دے رہے ہیں لیکن طیمائیل نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ انھیں نہ دیکھ سکے۔ اس طرح تیرہ اپنے باپ کے محل میں سے باہر نکل گئی اور ان کے عقب میں دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ جب وہ بازار میں پہنچ گئے تو تیرہ نے کہا۔ "اگر میرے باپ کو یہ معلوم ہو جائے تو وہ مجھے مار ہی ڈالے۔ تمہارے بلانے سے پیشتر محل سے باہر نکلنے پر مجھے شدید سے شدید سرزنش کی گئی۔ ایک دفعہ تو میرے باپ نے مجھے آتے دیکھ لیا اور اتنا مارا اتنا مارا کہ لہولہان ہو گئی۔ لیکن اب تو میں اس سے بالکل محفوظ ہوں۔" چاند کی روشنی میں طیمائیل نے دیکھا کہ شہزادی مسکرا رہی ہے اور اس کے پتلے پتلے ہونٹوں سے نفرت، حقارت اور بے رحمی ٹپک رہی ہے۔

بازار حسن بسان پڑے تھے۔ شہزادی چاندنی رات میں تھوڑی دیر تک چلتی رہی اور جب ایک خاص اونچی سی دیوار کے قریب پہنچی تو رک گئی۔ دیوار کے اوپر صنوبر کے درخت کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں اس نے اپنے کپڑوں میں سے ایک رسی کی سیڑھی نکالی اور صنوبر کی شاخوں پر اس کا ایک سرا پھینکا۔ پھر طیمائیل سے بولی "مجھے اٹھا کر اوپر لے چلو۔ یہ سیڑھی تو صرف دکھاوے کی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ گھر والوں کو اس کا علم ہو جائے کہ میں ساحرہ ہوں" طیمائیل نے شہزادی کو اٹھایا اور دیوار کے دوسری طرف باغ میں پہنچا دیا اور تمیرہ نے سیڑھی اس طرف کھینچ لی تاکہ واپسی پر دوبارہ اچھالنی نہ پڑے۔ باغ کے وسط میں ایک چھوٹا سا حجرہ تھا اس کی چھت نازک ستونوں پر ٹکی ہوئی تھی۔ منبت کار فرش پر قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے اور تکیے لگے ہوئے تھے چھت میں سے ایک کانسی کا چراغ آویزاں تھا جس کی روشنی سارے کمرہ کو منور کر رہی تھی۔ تھالیوں میں تازہ میوے اور شراب رکھی ہوئی تھی۔ دو لڑکیاں تکیوں سے لگی بیٹھی تھیں چھوٹی لڑکی نازک اور دھان پان سی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں شرم جھلکتی تھی اور بہت بااخلاق نظر آتی تھی۔ بڑی لڑکی میں دیدہ دلیری اور قدرے بے باکی تھی جسم کی بھی بھاری تھی اور اس کے بال سرخی مائل سنہرے تھے۔

درختوں کے سایہ میں سے نکل کر شہزادی حجرے میں جلدی سے داخل ہوئی۔ "مزاج بخیر شیریں" اس نے بڑی لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر چھوٹی سے مخاطب ہو کر پوچھا "مزاج بخیر قلاآطہ" دونوں لڑکیاں شہزادی کو دیکھ کر تعظیماً کھڑی ہو گئیں اور بغیر کسی جھجک یا خوف کے جھک کر آداب بجا لائیں۔ "خوش آمدید شہزادے" شیریں نے کہا۔ اس کی بہن نے بھی کچھ شرما کر کچھ لجا کر کہا۔ "خوش آمدید پیارے شہزادے" اس سے طیمائیل کو معلوم ہو گیا کہ تمیرہ نے جو مردانہ بھیس بدلا ہے تو یوں ہی نہیں بدلا بلکہ کوئی خاص شرارت اس کے مد نظر ہے۔

اب شہزادی بھی قالین پر جا بیٹھی اور دونوں لڑکیاں اس کی خاطر تواضع کرنے لگیں۔ بڑی نے شراب پیش کی اور چھوٹی نے پھل چھیلنے شروع کیے۔ تمیرہ تکیے سے لگی بیٹھی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ وہاں دونوں میں سے کسی کی طرف بھی نہیں دیکھ رہی تھی [illegible] نے ایک سرخ شفتالو چھیل کر پیش کیا اور کھلانے کے بعد ایک سفید رومال سے اس کے ہاتھ پونچھے۔ شہزادی نے کہا۔ "آج شب کو [illegible] یہودی کے ہاں جاؤں گا۔ وہاں کھانا اور موسیقی اور رقص ہو گا کیا تم میرے ساتھ چلو گی؟"۔ اور شیریں نے فوراً جواب دیا "بدل و جان شہزادے، اگر آپ مجھے میرے باپ اور میرے باپ کے جاننے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھ سکیں"۔ اور تمیرہ نے کہا "میں تمہیں پوشیدہ رکھوں گا میں خود بھی یہی پسند کرتا ہوں کہ ایسی چیزوں کا لطف اوروں کی نظروں سے چھپ کر اٹھاؤں"۔ پھر قلاآطہ کی طرف دیکھ کر کہا "لیکن شاید یہ بہتر ہوگا کہ چھوٹی قمری کو یہیں چھوڑ جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی دلچسپیوں کے لیے وہ ابھی کم عمر ہے"۔ اس پر چھوٹی لڑکی کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں اور غم سے اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ اس کی بہن ہنسی "چھوٹی قمری ذرا شرمیلی ہے" اس نے کہا۔ "لیکن شہزادے وہ آپ سے محبت کرتی ہے آپ جہاں بھی جائیں وہ آپ کے ساتھ جائے گی"۔ اور قلاآطہ بولی "آپا! آپا! خدا کے لیے مجھے اس طرح شرمندہ نہ کرو"۔ اور رونے میں بھی اس کا چہرہ شرم سے تمتما رہا۔ طیمائیل اس کی پریشانی کو دیکھ کر اس پر ترس کھانے لگا۔ وہ اس کا آرزومند ہو چلا تھا کہ تمیرہ اس سے بھی مہربانی سے پیش آئے۔ اگرچہ حقیقت میں اس کی مہربانی بھی اتنی ہی رنجدہ ہوتی جتنی کہ اس کی بے رحمی۔ لیکن شہزادی کچھ نہ بولی۔ وہ ساکت رہی اور مسکراتی رہی۔ اور اس کی نظریں جو اشک بار قلاآطہ پر جمی ہوئی تھیں عجیب و غریب طور پر مطمئن نظر آ رہی تھیں۔ جب تک شیریں نے جھک کر اس کے کان میں یہ نہیں کہہ دیا کہ "کیا ہم دونوں اکیلے نہیں چل سکتے شہزادے"۔ وہ اس دردناک نظارے سے لطف اندوز ہونے سے باز نہ آئی۔ پھر بولی "ایک عورت سے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ہم چھوٹی قمری کو بھی ساتھ لے چلیں گے"۔ اس پر قلاآطہ نے اپنے آنسو خشک کیے اور شہزادے کو دیکھ کر مسکرائی۔ تمیرہ اٹھ کھڑی ہوئی اور تینوں نے باغ سے نکلنے کی تیاری کی۔ وہ آہستہ آہستہ چلے۔ چھوٹی قلاآطہ ذوق و شوق سے [illegible]

... ہوئی ... بہت قدموں سے چل رہی تھی جب وہ دیوان ... شہزادی نے لڑکیوں کو باری باری سے اپنے بازوؤں ... ظاہر کیا کہ وہ خود اُن کو اُٹھائے لیے جا رہی ہے۔ حالانکہ طیائیل سب کی نظروں سے پوشیدہ اُنھیں سہارا دیئے ہوئے تھا۔ یہ دُہرا بوجھ طیائیل کو بھی بھاری معلوم ہوتا تھا خصوصاً جب شیرہ بڑی بہن کو اُٹھائے ہوئے تھی کیونکہ قلانطہ تو یہ کوشش کرتی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو شہزادے پر اُسکا بوجھ نہ پڑے اور شیرین چاہتی تھی کہ اپنے پورے گداز بدن کا بوجھ شہزادے کے سینے سے لپٹ کر اُس پر ڈالے دیتی تھی۔

بازاروں میں سے شیرہ اور اس کے ساتھی تیزی سے گذرتے گئے۔ راستے بھر کسی نے بات نہیں کی۔ دونوں لڑکیوں نے اپنے چہرے نقاب میں چھپا لیے تھے اور طیائیل کو سوائے قلانطہ کی اُن بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا جو شہزادی پر جمی ہوئی تھیں۔ قلانطہ خائف نظر آ رہی تھی۔ جب ایک پوشیدہ دروازے کے سامنے جا کر یہ سب ٹھہرے تو طیائیل نے دیکھا کہ قلانطہ دروازہ کھلنے پر محض اس لیے اس میں داخل ہو گئی کہ شہزادی کے قرب کی وجہ سے اُس کی ہمت بندھی ہوئی تھی۔ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ شہزادی کو قلانطہ کے خوفزدہ ہونے کا پورا پورا احساس تھا اور اس کے باوجود اُس نے سہمی ہوئی لڑکی کا خوف دور کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی اُنھوں نے تاریک ڈیوڑھی میں سے ایک شخص کو سینہ پر ہاتھ رکھے اُفتاں و خیزاں بھاگتے دیکھا۔ شیرہ نے کہا۔ "جہاں شراب کا دور ہو وہاں خون کا بہنا ضروری ہے۔" قلانطہ اس قدر ڈری کہ اس کا سانس رک گیا۔ جیسے کوئی گہرے پانی میں ایک دم سے ڈوب جائے۔ ڈیوڑھی کی فضا کھانے اور شراب، تیل جلنے کی بُو اور بخور سے کثیف ... ہو رہی تھی۔ یہاں بھی چیخ پکار کا مدھم شور سنائی دے رہا تھا اور جیسے جیسے یہ آگے بڑھتے گئے اُس میں زیادتی ہوتی گئی یہاں تک کہ جب وہ ایوانِ رقص کے دروازے تک پہنچے تو آلاتِ موسیقی اور گانے کا شور اُن کے کانوں پر پھٹ پڑا۔ کمرہ مردوں اور عورتوں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ سب کھا رہے تھے، شراب پی رہے تھے، ہنس رہے تھے اور ایک دوسرے کو پیار کر رہے تھے۔ موٹے موٹے نرم بچھونوں پر وہ دراز تھے۔ اُن کے سروں پر پھولوں کے تاج تھے۔ اور اُن کے بیچوں بیچ برہنہ عورتوں کا ایک پرا گروہ رقص دکھا رہا تھا۔ دیوار کے قریب سنگِ مرمر کے چبوترے اور ستون تھے اور ستونوں کے درمیان پردے آویزاں تھے اس طرح کہ چھوٹی چھوٹی آرام گاہیں سی بنتی چلی گئی تھیں اور مستور ہونے کی وجہ سے خلوت کدوں کا کام دیتی تھیں۔ انھیں میں سے ایک میں شیرہ اُن دونوں لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گئی۔ نقل، شراب وہاں موجود تھی اور ایک تھالی میں عنبریں مٹھائی رکھی تھی جو اس سے پہلے طیائیل نے نہیں دیکھی تھی۔ سامنے ایک ریشمی گدیلا بچھا ہوا تھا۔ شہزادی لڑکیوں کو لے کر اس پر جا بیٹھی۔ یہاں سے ایوان نظر آ رہا تھا۔ بیٹھنے کے بعد شہزادی نے اپنا ایک ہاتھ شیرین کی کمر میں ڈالا اور دوسرا قلانطہ کی کمر میں اور دونوں کو اپنے پہلو میں کھینچ لیا۔ پردوں کے سائے میں شہزادی اور دونوں لڑکیاں اس طرح کچھ بیٹھی اور کچھ لیٹی رہیں اور ایوانِ رقص کے ہنگامے دیکھتی رہیں۔ مشعلوں کے دھوئیں اور مُشک و بخور کی وجہ سے کمرہ دھندلا ہو رہا تھا۔ یہ سب بیٹھے خوشبوئیں سونگھتے رہے۔ غلام شراب پیش کرتے رہے اور یہ پیتے رہے اور رقص دیکھتے رہے۔ جب شیرین خوب شراب پی چکی تو اُس نے اپنا سر شہزادی کے کندھے پر ڈال دیا اور قلانطہ کانپتی رہی کیونکہ شیرہ کا ہاتھ اُس کی کمر میں پڑا تھا۔ طیائیل بھی اُن کی طرح دراز تھا۔ سب کی نگاہوں سے پوشیدہ۔ وہ لوگوں کو غور سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ شراب نے اِن سب کو کس قدر گھلا ملا دیا کہ اُن کے دل اور جسم ایک ہی سے آرام میں متحد ہو گئے۔ اُس کے دل میں تھوڑا سا غرور پیدا ہوا۔ جیسا کہ ہر اُس سنجیدہ انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو شرابیوں میں بیٹھا ہوا ہو۔ اور اُسے شرابیوں پر رشک آنے لگا کیونکہ غرور و ناز تو خشک تسلی ہے اور بس۔ اس سے بچنے کے لیے وہ بڑی خوشی سے شراب پینے کو تیار تھا اور اپنی ناقابلِ برداشت تنہائی سے

نجات حاصل کرنے کیلئے وہ شراب خوری پر کوشش آمادہ تھا۔ ناچنے والیوں نے زور زور سے اپنے پاؤں چلانے شروع کئے۔ اُن کی جھلکیوں میں چھوٹے چھوٹے گھنگرو تھے۔ انھیں بجانا شروع کیا۔ ان کی نظریں سامنے جمی ہوئی تھیں اور اُن کے لبوں پر ایک تبسم مسلسل تھا۔ تال پر ایڑیاں فرش سے ٹکرا رہی تھیں۔ اُن کے پیٹ اور سر ساکن تھے۔ موسیقی کی آواز بڑھتی جا رہی تھی مگر سر تھے کہ اُن میں جنبش تک نہ ہوتی تھی اور اُن کا بدن تھا کہ موسیقی کی تیزی کے ساتھ ساتھ متحرک تھا، جھٹکے کھا رہا تھا اور لرز رہا تھا گویا بادِ تند انھیں مرتعش کر رہی تھی۔ اُن کے ہاتھ سروں پر اس طرح بل کھاتے ہوئے جا رہے تھے جس طرح شعلے بھڑک رہے ہوں۔ جسم پر سے اس طرح اُڑتے نظر آتے تھے جیسے چشمہ پہاڑوں پر سے بہہ رہا ہو۔ سینہ تھا کہ موجوں کی طرح اچھل رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسیقی کی لے اور بھی بڑھی اور انھوں نے اپنے سر چلانے شروع کئے۔ گردن کی لچک میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ ابتدا میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی تکلف سے ذکر کر رہی ہیں لیکن جلدی ہی اُن کی جنبش اس قدر تیز ہو گئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ شدت تکلیف یا انتہائے عیش نے انھیں دیوانہ کر دیا ہے۔ وہ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئیں اور پھر پیچھے کو اتنی جھکیں اتنی جھکیں کہ اُن کے کندھے زمین سے لگ گئے اور اب بھی اُن کے سروں کی اضطراری جنبش قائم تھی۔ اُن کے جسم اب بھی بل کھا رہے تھے اور جھٹکے کھا رہے تھے اور لرز رہے تھے۔

ایوانِ رقص میں ہلکا سا شور برپا ہوا۔ بے معنی مدھم شور جو مشتمل تھا سرد آہوں اور گرم نالوں پر۔ کچھ دیر تک تو لوگ ان ناچنے والیوں کو بے توجہی سے دیکھتے رہے۔ بجیروں کی جھنکار اور نغموں کے باوجود وہ ہنستے رہے اور باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے پر بیہودہ آوازے کستے رہے مگر جیسے لے کی رفتار بڑھی تو اُن کی جنبش نبض بھی بڑھی اور گردشِ خون میں بھی سرعت پیدا ہو گئی۔ اس لیے وہ ذرا خاموش ہو گئے تھے۔ رفتہ رفتہ اُن کی آوازیں کم ہوتی گئیں۔ مردوں کی گرفت شراب کے پیالوں پر اور پہلو نشین عورتوں پر سخت تر ہوتی گئی۔ اُن کی آنکھیں جمی کی جمی رہ گئیں۔ اس اثنا میں غلاموں نے آہستہ آہستہ جا کر بہت سی مشعلیں بجھا دیں جس سے ایوانِ رقص میں [illegible] اندھیرا ہو گیا۔ صرف اس حلقے میں روشنی باقی تھی جس میں [illegible] ناچ رہی تھیں۔ ثمیرہ اور لڑکیوں نے اپنی جگہ سے جو اُس طرف [illegible] لوگ ایسے نظر آئے جیسے مدھم بھوری پرچھائیاں۔ لیکن اُن کے آہستہ آہستہ [illegible] آواز بڑھ رہی تھی اور جب بالآخر ناچنے والیوں نے اپنی لرزش ختم کر دی [illegible] ساکت ہو گئیں تو انھوں نے دیکھا کہ سائے متحرک ہوئے اور تاریکی میں [illegible]

شیریں نے شہزادی کے شانے پر سر ٹکا کر پاؤں پھیلا دئے۔ اس کے ایک ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ دوسرا شہزادی کی ران پر متحرک تھا۔ "یہ عورتیں بدصورت ہیں۔" اُس نے کہا۔ "ان کے جسم بھدے اور نرم ہیں اور ان کے چہرے بری طرح رنگے ہوئے ہیں۔ شہزادے! اگر میں تمہارے لیے ناچوں تو اُن سے ہزار گنی حسین نظر آؤں۔" اس نے اپنا پیالہ اٹھایا اور منہ سے لگایا مگر اُس کے ہاتھ پوری طرح قابو میں نہیں تھے۔ شراب چھلکی اور اپنے کپڑے بچانے کیلئے اُس نے اپنا گریبان کھول دیا۔ شراب بہہ کر اُس کے سینہ میں ڈھلکنے لگی۔ شہزادی نے اپنی انگلی سے ایک قطرہ ہٹایا۔ طمائیل نے شیریں کی طرف دیکھ کر دل میں کہا "بدکردار!" لیکن فی الحقیقت اسے شہزادی پر زیادہ غصہ آ رہا تھا بنسبت اُس لڑکی کے جسے وہ بیوقوف بنا رہی تھی کیونکہ ثمیرہ نے یہ حرکت کچھ اس بے پروائی سے کی تھی گویا وہ کسی پیالے کو چھو رہی تھی یا کسی اور بےجان شے کو۔ اُس نے شیریں کے ہلکے سے قہقہے کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ یہ دیکھا کہ اُس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور کھولیں۔ قلانطہ شہزادی کے دوسری طرف بے حس و حرکت بیٹھی تھی اور اپنی بہن اور ثمیرہ کو خائف نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

غلام ایک بار پھر متحرک نظر آ رہے تھے۔ شراب کے پیالے بھر رہے تھے اور مشعلیں روشن کر رہے تھے۔ ایک دم سے روشنی پھیلنے پر لوگوں کے چہرے مضحکہ خیز بنے ہوئے تھے۔ اُن کی چڑھی ہوئی آنکھیں چندھیا رہی تھیں اور انھیں جمائیوں پر جمائیاں آ رہی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں غلام [illegible] مٹھائی کے تھال لئے ہوئے آئے۔ جو طمائیل نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جب لوگوں نے یہ مٹھائی کھائی تو اُن کے نشے تازہ ہو گئے اور انھوں نے

[illegible] ... کر نکلی اور [illegible]
[illegible] ... بیہوشی تھی وہ ان کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ ایک
[illegible] ... بیلی عورت اس کے ہاتھوں کو لے کر اپنے سر پر رکھ
[illegible] ... کسی رقص میں مصروف ہو گیا۔ ایک نے زور زور سے
[illegible] گیت کا آغاز کیا اور جو اس کے آس پاس بیٹھے تھے وہ بھی اس کے
[illegible] ... دستی میں انھیں کو دیتے رہے۔ دو عورتیں خاص طور
[illegible] گیت میں دلچسپی لے رہی تھیں۔ وہ کچھ آگے کو جھکی ہوئی کرسی
[illegible] ... کے بال بکھرے ہوئے تھے اُن کے کپڑے کندھوں پر سے ڈھلک آئے
[illegible] ... تھے۔ گیت کا مصرعہ وہ اس قدر زور سے اٹھاتی تھیں اور
[illegible] ... کو اس قدر بھینچتی تھیں کہ لیا ئیل انھیں دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا
[illegible] ... کا چہرہ شرم سے سُرخ ہو رہا تھا کیونکہ یہ عورتیں اُس کے قریب
ہی تھیں اور گیت انتہائی فحش تھا۔ "تم نادان ہو بہن" شیریں
نے ... سے ہنستے ہوئے کہا۔ شہزادی نے عنبر میں مٹھائی کی ایک لوزات
[illegible] ... اور قلانطر کے ہونٹوں سے لگا دی۔ "اسے کھاؤ ننھی قمری" اُس نے
کہا۔ اور لڑکی نے اُس کے کہنے کے بموجب کیا۔

اور اب جب کہ شور ناقابل برداشت ہو چلا تھا مُغنیوں
کی ایک ٹولی کمرہ میں داخل ہوئی۔ آگے آگے ایک خوبصورت و وجیہہ
نوجوان تھا جس کا لباس یونانیوں کا سا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک رباب تھا
مہمانوں کے درمیان ایک قالین بچھا ہوا تھا۔ اُس پر یہ سب مُغنی بیٹھ گئے
نوجوان نے اپنا رباب چھیڑا اور کچھ گنگنانا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے
[illegible] تالیاں بجانا شروع کر دیا۔ "آ! یوسف ثانی!" ایک عورت نے کہا۔ "حسن لاثانی"
ایک اور عورت بولی۔ سب عورتوں اور مردوں نے اپنے اپنے پیالے
سر کو جُھکائے اور گردنیں لمبی کر کے نوجوان کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک ہی
لمحے میں کمرے میں سکوت چھا گیا۔ لیا ئیل نے تعجب سے کمرے پر نظر ڈالی
[illegible] ... خاموش لٹکے ہوئے چہروں اور کھلے ہوئے منہوں کے لئے
[illegible] ... در حقیقت گیت کچھ اس درجہ رقت انگیز تھا کہ تھوڑی ہی
[illegible] ... کی لڑکیاں ... بے اختیار بہک گئیں وہ جوان سے محبت اور اس کی

میں شیریں کا ذکر کیا جس کا بھائی اور حسین جوانی کا ذکر کیا اور شراب جس نے
رونا شروع کر دیا۔ وہ جو شراب خوری میں زیادہ مشہور تھے وہی اور بھی
زیادہ رو رہے تھے۔ وہ دو عورتیں جنہیں لیا ئیل نے گیت کا مصرعہ اٹھاتے
سُنا تھا اور جنہیں وفور سرخوشی سے گھٹنے پیٹتے دیکھا تھا اب ایک دوسرے
کی آغوش میں پڑی رو رہی تھیں۔ "افسوس! افسوس!" انھوں نے رو کر
کہا: "زندگی کس قدر ظالم ہے! مردوں کی محبت کس قدر کڑوی ہوتی ہے!
کاش میں پھر بچہ ہو جاؤں! کاش مجھے پھر میرا بچپن مل جائے۔"
لیکن گیت کے ختم ہوتے ہی محفل کے مجیرے پھر زور سے کھڑکے اور
نغمہ نے پھر گونجنے لگا۔ ناچنے والیاں دوڑ کر پھر آگے آئیں اور ادھر اُدھر
گلاب کی پتیاں اُچھالتی آگے بڑھیں اور لوگوں نے اپنے آنسو خشک کئے
پھر شراب پینی شروع کی۔ اور قہقہے پھر اٹھنے لگے۔ مُغنی کو سب بھول گئے
اور وہ کمرے کے وسط میں سے ہٹ گیا۔ بعض نے اُس کا دامن کھینچ کر اپنے
ساتھ اُسے بھی شراب خوری کی دعوت دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ منعو
تھا کیونکہ اُس نے اپنا دامن جھٹکا دے کر چھڑا لیا اور بات کرنا تو کجا یہ بھی
نہیں دیکھا کہ ہے کون۔ وہ دروازے تک پہنچ گیا تھا کہ نبرہ نے ایک
غلام کو اشارہ کیا کہ اُسے روک لے۔ "اس سے کہو" شہزادی نے کہا "کہ
شہزادہ عدوکین کی خواہش ہے کہ وہ ہمارے ساتھ شریک طعام ہو" اس پیغام
کے پہنچنے پر نوجوان نے پلٹ کر ایک اُچٹتی ہوئی نظر نبرہ اور اس کی ساتھ
والیوں پر ڈالی اور آمادگی ظاہر کی مگر اُس کی سرد مہری اب بھی ظاہر
ہو رہی تھی۔ شہزادی کے آگے وہ تعظیم سے جھکا اور خلوتکدے میں داخل
ہو گیا۔ لیا ئیل نے دیکھا کہ وہ حسین تھا۔ اُس کے رنگے ہوئے رخسار ذرا پچکے
ہوئے تھے مگر چکنے اور بھلے لگتے تھے۔ اس کے لبوں کا خم خوشنما اور نازک تھا
بال بنے سنورے تھے۔ اُسے دیکھ کر شیریں کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔
قلانطر بھی اس سے ناخوش نہیں تھی کہ وہ مُعطر نوجوان اُس کے قریب آ بیٹھا۔
نبرہ نے اپنے مہمان اور دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ غلاموں
نے گوشت اور پھل اور پھول اور شراب لا کر پیش کی اور اب سب نے ان کو
پردوں کی آڑ میں کھانا پینا شروع کیا۔ ملکہ نے شیریں اور قلانطر

درمیان دراز ہوتے ہوئے اُن شہروں کا ذکر کرنا شروع کیا جن کی اُس نے سیاحت کی تھی اور اُس تعریف و توصیف کا تذکرہ بھی کیا جو ملک بلک اُس کی ہوئی تھی۔ مگر سوائے طمائیل کے کسی اور نے اس کی باتیں نہیں سنیں۔ شیریں اُس کے کندھے پر جھکی ہوئی اُس کے لبوں کی جنبش دیکھنے میں اس قدر محو تھی کہ جو کچھ وہ اُن سے ادا کر رہا تھا اسے نہ سن سکی۔ قلائطہ اپنے پیارے شہزادے کے خیال میں منہمک تھی۔ عنبرین مٹھائی کھا لینے کی وجہ سے اُس کے جذبات میں ہیجان ہو رہا تھا۔ اُس نے ایک تھالی اٹھائی جس میں تربوز کی قاشیں شہد میں بھیگی ہوئی تھیں اور اپنے ہاتھ سے شہزادے کو کھلانے کی کوشش کرنے لگی۔ شیریں نے اُسے ہٹا کر کہا "جاؤ ہمارے مہمان کو کھلاؤ وہ مجھ سے زیادہ لڑکیوں اور مٹھاس کو پسند کرتا ہے۔" اس پر قلائطہ پژمردہ سی ہوگئی مگر تعمیل حکم میں مغنی کی طرف رجوع ہوئی۔ وہ کہہ رہا تھا "اسکندریہ میں دو ہزار لوگوں نے میرا جلوس نکالا۔ روما میں شہنشاہ نے بنفس نفیس مجھے ایک طلائی بازو بند دیا اور اپنے سر کے پھولوں میں سے ایک گچھا عنایت کیا۔" قلائطہ نے کہا "اے مغنی! میرے شہزادہ کا حکم یہ ہے کہ تم یہ کھاؤ۔" لیکن شیریں نے اس کے ہاتھ سے چھین کر ہنستے ہوئے اُس کے منہ میں ایک ٹکڑا زبردستی دے دیا۔ نوجوان نے اسے کھا لیا اور شیریں نے اُس کے لبوں پر جو شہد لگا رہ گیا تھا اُسے اپنے لبوں سے صاف کر دیا۔

ایوان رقص میں دھوئیں اور بخور کا دھندلکا بڑھتا گیا۔ شور میں اضافہ ہوتا گیا۔ لوگوں کی بدمستی ہر لمحہ بڑھ رہی تھی۔ چند عورتوں کی ٹولی بھاری بھاری پشوازیں زیب تن کیے اور پیروں میں سونے کے ہوئے موٹے چھڑے پہنے بہت گندہ گیت گا رہی تھیں۔ اُن کے ہاتھ اور پاؤں سیاہ تھے مگر اُن کے چہروں پر زرد چمکدار رنگ کی ایک تہ چڑھی ہوئی تھی جسے دیکھ کر طمائیل کو ایسا معلوم ہوا جیسے سر اُن کے اپنے نہیں ہیں بلکہ نقلی سر لگے ہوئے ہیں۔ وہ گاتی رہیں اور اپنے ملک کا ناچ دکھاتی رہیں۔ اُن کے جسم ساکت تھے۔ کبھی کبھی اُن میں کی خاص گانے والی زور سے اوپر کو اچھلتی تھی اور فرش سے اُس کے پاؤں ٹکراتے تھے تو چھڑوں کی جھنکار گونج جاتی تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کی ساتھ والیاں زور زور سے چکر کھاتی تھیں جس سے اُن کی پشوازیں ایک سخت دائرے کی صورت اختیار کر لیتی تھیں یا صرف پنجوں کی حرکت سے اس طرح سرکتی جاتی تھیں کہ قالین کے ایک سرے سے دوسرے سرے پر بغیر قدم اٹھائے پہنچ جاتی تھیں یا اُن کے دونوں پیر جڑے رہتے تھے اور اس طرح اٹھتے تھے کہ کوئی ایک قدم اُٹھائے۔ مغنی نے شیریں کے سینہ پر سے اپنا سر اٹھایا اور ان عورتوں کی طرف دیکھ کر حقارت سے کہا "کیسی عجیب و غریب بدہیئت ہیں! یہ مخلوق تو ناچنے والی مچھلیوں کی طرح بدصورت ہے۔ شہزادے میری رائے یہ ہے کہ ایرانیوں نے جو اپنی اعلیٰ خصوصیات کو ترک کر دیا ہے تو یہ اُن کی بیوقوفی کی دلیل ہے۔"

اس پر شیریں پہلی مرتبہ اُس سے مخاطب ہوئی۔ طمائیل نے دیکھا کہ واقعات جو صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں وہ شہزادی کے لیے زیادہ خوشگوار ثابت نہیں ہو رہے۔ جب یہ سب کھانے میں مصروف تھے تو وہ اِن سے علیحدہ بیٹھی سخت سخت نظروں سے ایک ایک کو دیکھ رہی تھی اور اُس کے لب سکڑ رہے تھے۔ شیریں کی جسارت جو بیحیائی کی حد کو پہنچ گئی تھی، قلائطہ کی اضطرابی کیفیت اور مغنی کی بڑھتی ہوئی سرخوشی ہر چیز کا مشاہدہ بغور کر رہی تھی۔ اُس کی بے چینی ظاہر تھی جب قلائطہ نے اُس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا تو اُس نے جھٹک دیا اور جب وہ سرک کر اُس کے پہلو میں جا بیٹھی تو اُس نے نہایت سرد مہری سے اُسے ہٹا دیا پھر مغنی سے بولی "میں نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا تھا کہ تم میرے شہر کی تعریف کرو یا برائی۔ اتفاق ہے کہ جو لڑکیاں اس وقت میں نے پیش کی ہیں وہ یونانی ہیں لیکن میرا مال و دولت ایرانی ہے اور اگر تم اسے حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی شائستگی کے غرور کو ذرا کم کرو اور میری عورتوں کے ساتھ بہتر اخلاق سے پیش آؤ۔" ایسا معلوم ہوا جیسے ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا سب پر سے گزر گیا۔ قلائطہ شہزادی کے گلے میں اپنا ہار پہنانے والی تھی۔ وہ ٹھٹھک کر رہ گئی اور اُس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اور بھی زیادہ کشادہ ہو گئیں۔ طمائیل نے دیکھا کہ جیسے جیسے قلائطہ کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا اُس کی آنکھوں کی ترحم طلبی میں اضافہ ہوتا

[illegible] کیا اور جب [illegible] پر [illegible] شکست [illegible] کے [illegible]
[illegible] مُغنّی اُس کے مُنہ پر جھکنے لگی۔ طیائیل کو شہزادی کی شدّت
[illegible] دیوانگی میں کہتا ہے جو اُس نے ہمارے میں کیا تھا [illegible] شیریں
[illegible] لڑکی ابھی نہیں ہوا۔ اُس کا گریبان چاک تھا، بال بکھرے ہوئے تھے
اور وہ اب بھی بے باکی اور بے حیائی سے مُغنّی سے چمٹی ہوئی تھی۔ حقیقت
تو یہ ہے کہ وہ ملتاری عورتوں کی طرف بطورِ خاص خوش اخلاقی سے متوجہ
ہوئی۔ شیریں نے کہا "ہم بے حد مسرور ہیں۔ کیوں ہے نا قلائطہ؟" "وہ میری
خواہش کے مطابق عمل نہیں کر رہا" شہزادی نے کہا۔

طیائیل کو شہزادی کی زہرناکی کا اب صحیح اندازہ ہو گیا۔ مُغنّی نے آگے بڑھ کر اپنا چہرہ اُس کے چہرے کے قریب پہنچا دیا تھا۔ "تمہارا کیا مطلب ہے، شہزادی؟" اُس نے کہا۔ "اپنی عورتوں اور ایرانی مال و دولت کا تذکرہ کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" اور شمیرہ نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اُسے اپنی جلد بازی اور غلط طرزِ عمل پر افسوس و ندامت ہے، مسکرا کر قلائطہ کی کمر میں اپنا ہاتھ ڈالا اور اُسے گھسیٹ کر مُغنّی کی گود میں ڈال دیا۔ قلائطہ پہلے تو اپنے پیارے شہزادے کی توجہ سے اس قدر مسرور ہوئی کہ اُس کا ہاتھ چومنے لگی مگر ایک ہی لمحہ بعد جب وہ مُغنّی کی گود میں گری تو وہ فوراً اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کی آنکھوں میں دیوانگی کی چمک نظر آنے لگی اور وہ دیوانہ وار اپنے بالوں میں سے ایک طلائی پن کو نوچ کر نکالنے لگی کیونکہ شمیرہ نے ایک ہیرے کا بروچ نکال کر مُغنّی کی طرف بڑھایا اور کچھ اُس کے کان میں کہا جسے قلائطہ نے بھی سُن لیا۔ جب قلائطہ اُچھل کر مُغنّی کی گود سے علیحدہ ہوئی تو اُس نے حقارت سے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ "مجھے دیا نہیں جاتا بلکہ میں لیتا ہوں۔ مجھے تمہارے جواہرات اور عورتوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

اِس کے بعد طیائیل نے نہ تو مُغنّی کے اُس غرور و نخوت کو دیکھا جو شراب خوری کا نتیجہ تھا اور نہ شہزادی کے بے پناہ غصّہ کو۔ اُس نے قلائطہ کو پکڑ لیا تھا اور گو بظاہر تاریکی اور کشمکش میں یہی نظر آ رہا تھا کہ شمیرہ ہی قلائطہ کو پکڑے ہوئے ہے اور اسے روکے ہوئے ہے کہ کہیں طلائی پن سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر لے لیکن درحقیقت طیائیل نے اُسے بے بس کر رکھا تھا۔ شیریں مسکرا رہی تھی اور مُغنّی حیرت و خوف سے کشمکش کرنے والی لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شہزادی کے چہرے سے کسی قسم کی پریشانی ظاہر نہ ہوتی تھی۔ وہ سیدھی کھڑی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ دیوانہ وار جدوجہد کرنے والی قلائطہ کو تھپکے ہوئے ہے۔ قلائطہ کچھ تو تڑپتے تڑپتے بے دم ہو گئی اور کچھ عنبرین شمائی کا اثر، تھوڑی ہی دیر میں وہ بیہوش ہو گئی اور شمیرہ نے اُس کے ہاتھ میں سے طلائی پن چھین کر دُور ایک کونے میں پھینک دیا۔ اُس کی سیاہ آنکھوں میں ایک چمک سی دکھائی دی۔ سوائے اِس کے شہزادی کا غصّہ اور کسی بات سے ظاہر نہیں ہوا۔ شہزادی کا چہرہ برف کی طرح جامد و ساکن تھا مگر اس کے پیچھے اس کے بے پناہ غیظ و غضب کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اُس نے شیریں کی طرف اشارہ کر کے کہا "اس بیوقوف لڑکی کو گھر واپس لے جانا چاہئے" اور پھر مُغنّی کی طرف دیکھ کر بولی "اور تم۔ تم آج کی شب آرام سے نہ سو سکو گے" یہ کہتے ہی بیہوش لڑکی کو لے کر ایوانِ رقص میں سے باہر نکل آئی۔ شیریں پیچھے پیچھے ہو لی۔ باہر نکل کر رات کی تازگی میں طیائیل نے لڑکی کے چہرے کی طرف دیکھا اور دل میں کہا "تو کیا عورت اس درجہ خوفناک حد تک تکلیف اٹھا سکتی ہے؟" وہ یہی سوچتا رہا اور تعجب کرتا رہا۔

طیائیل اور شہزادی دونوں نے مل کر قلائطہ کو اٹھایا اور اُسے گھر تک پہنچایا۔ بہن کی حالت دیکھ کر اور کچھ اِس خوف سے کہ کسی کو اُن کے جانے کا راز معلوم نہ ہو جائے شیریں کا نشہ ہرن ہو گیا۔ گھر پہنچتے ہی قلائطہ کو پلنگ پر لٹا کر وہیں لیٹ رہی۔ شمیرہ دیوار پر سے ہو کر حبیب یہودی کے ایوانِ رقص میں پھر جا پہنچی۔ طیائیل اُس کے ساتھ ساتھ تھا۔ راستہ میں طیائیل نے پوچھا۔ "اگر میں قلائطہ کو نہ پکڑ لیتا تو تم کیا کرتیں؟" شمیرہ نے کہا۔ "کرتی کیا اسے مرنے دیتی۔ مگر میں خوش ہوں کہ تم نے اُسے خودکشی نہیں کرنے دی۔ اگر وہ مورکھ مر جاتی تو بڑی بدنامی ہوتی۔ اُس کا باپ اُمراء میں خاص حیثیت رکھتا ہے۔" طیائیل نے کہا "وہ اب بھی اپنے آپ کو ہلاک کر سکتی ہے۔" شمیرہ بولی "نہیں۔ میں صبح کو اُس سے اظہارِ مہربانی کروں گی تو وہ سب کچھ بھول جائے گی۔"

جب یہودی کی سُہانی حافظہ کو کُند کر دیتی ہے۔ اسے کچھ بھی یاد نہ رہیگا فقط اتنا کاذکر کافی کہ اُس نے یونانی مُغنّی کا ذکر چھیڑا۔ اور اُس انتقام کا تذکرہ کیا جو اُس کے غرور اور گستاخی کی وجہ سے اُس سے لیا جانے والا تھا

ایوان رقص کی گرم اور معطّر فضا میں مُغنّی انھیں نظر آیا۔ یوسف لیٹ رہی تھی مگر وہ اب بھی بیٹھا شراب پی رہا تھا اور شرابیوں کے ایک مجمع کے سامنے ڈینگیں مار رہا تھا اور اُن سے بیان کر رہا تھا کہ کس طرح شہزادہ عدنین کی عورتوں کے ساتھ اس نے عیش کیا۔ کس طرح ایک کو اُس کے آقا ہی سامنے اپنی آغوش میں لے لیا اور دوسری کو اپنی محبت میں دیوانہ بنا دیا۔" وہ تو اپنے آپ کو ہلاک کئے دیتی تھی کیونکہ میں نے اُس کی محبت کو ٹھکرا دیا تھا" مُغنّی نے گستاخ شرابیوں سے کہا۔

"دیکھو یہ رہا وہ ہیرے کا پن جو میں نے اُس کے ہاتھ میں سے چھین لیا تھا"۔ اتنا کہہ کر اسے خاموش ہونا پڑا کیونکہ نیرہ اُس کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی۔" میرے ساتھ آ غلام بچے" اس نے کہا اور مغنی نے محسوس کیا کہ ایک نامعلوم ہاتھ اُسے دروازہ کی طرف گھسیٹ رہا ہے۔ خوف سے اُس کی حالت خراب ہو گئی۔ شرابیوں نے جو اُس کی یہ کیفیت دیکھی تو ٹھٹھے لگانے شروع کیے کیونکہ بظاہر تو یہ نظر آ رہا تھا کہ دُبلا پتلا شہزادہ مُغنّی کا کان پکڑے ہوئے ہے اور اُسے اس طرح لیئے جا رہا ہے جس طرح کوئی.. بچے .. کو لیجاتا ہے۔ مگر مُغنّی جانتا تھا کہ جو ہاتھ اسے گھسیٹے لیئے جا رہا ہے وہ کسی انسان کا نہیں ہے۔ اُس کی بے بسی اور زبوں حالی پر شرابی قہقہے لگاتے رہے اور جب وہ گھر سے باہر نکل آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ کسی نے جھپٹ کر اُسے ہوا میں مُعلّق کر دیا ہے۔" اس کو مینارے کے کمرہ میں لیجاؤ" نیرہ نے کہا۔ کچھ تو خمار اور کچھ خوف، مُغنّی نے نہ تو ہاتھ پاؤں چلائے اور نہ چیخنے کی کوشش کی۔ طیمائیل اسے اُٹھائے مینارے میں لے آیا۔ نیرہ حسب معمول پہلے تو محل میں داخل ہوئی تھوڑی دیر تک آرام کیا۔ سارا دن محل میں گذرا اور شام ہوتے مینارے میں آئی۔ مُغنّی کی حالت قابل رحم تھی کیونکہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں سویا اور بے آب و دانہ پڑا خوف سے اس طرح

لرز رہا تھا گویا اسے جاڑے سے بخار چڑھ رہا ہے۔ اُس کے [illegible] بندھے ہوئے نہ تھے لیکن اگر وہ ہلنا چاہتا تھا تو ہل بھی [illegible] اُس کی آنکھیں کہتی تھیں وہ تن تنہا ہے لیکن جب وہ [illegible] اور شہزادی کی خوفناک چیزوں کی طرف دیکھتا تھا تو اُسے معلوم ہوتا تھا کہ خون آلود کھوپڑیوں اور ہڈیوں کے علاوہ کوئی اور قوت بھی کمرے میں موجود ہے۔ جب شہزادی اپنا جادو کا لباس پہنے [illegible] میں داخل ہوئی تو وہ اُسے دیکھ کر مارے خوشی کے رونے لگا۔ [illegible] ارے مجھے بچاؤ" اُس نے رو کر کہا اور رینگتا ہوا اُس کے قریب [illegible] لیکن نیرہ نے اُس کی اُمید کو زیادہ دیر تک قائم نہ رہنے دیا [illegible] دیکھا کہ یہ کیفیت شہزادی کے لیئے اُس قدر کیف انگیز تھی جس قدر کسی عاشق کے لیئے اپنے محبوب کا مُنہ چومنا۔ مجھے غور سے دیکھو [illegible] مُسکرائی اور جیسے جیسے مُغنّی کی آنکھوں میں اُسے پہچاننے پر تحیّر [illegible] گیا ویسے ویسے نیرہ کی مُسکراہٹ پھیلتی گئی۔ اُس کی آنکھیں [illegible] چیخا پچھاڑیں کھانے لگا اور پھر خوف سے چیخا۔" عورت! اُس کے مُنہ سے نکلا۔" ساحرہ!" اور پھر لجاجت سے بولا" تم میرا کیا کرو گی؟"۔

"میں نہیں جانتی" نیرہ نے کہا" میں نے ابھی اس پر غور نہیں کیا ہے" چونکہ انتظار موت سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے اس لیئے شہزادی ہٹ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر اس طرح کہنا شروع کیا گویا اپنے شکار سے زیادہ خود اپنے آپ ہی سے کہہ رہی ہے" اسے مارنے کے سینکڑوں طریقے ہیں۔ کس طرح اسے ہلاک کیا جائے"۔

مُغنّی زمین پر لوٹتا رہا۔ وہ پیچ و تاب کھا رہا تھا" دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا اور خوف سے کانپ رہا تھا۔ مگر طیمائیل نے دیکھا کہ باوجود تمام خوف و پریشانی کے اُس کی آنکھوں میں [illegible] نظر آ رہی تھی۔ وہ بہت احتیاط سے اپنے آنسو پونچھ رہا تھا [illegible] اُس کا چہرہ بدنما نہ ہو جائے وہ اس بات کا بھی لحاظ رکھ رہا تھا کہ اُس زبوں حالی میں تڑپے بھی تو اس طرح تڑپے کہ اُس [illegible] کی جنبش مضحکہ خیز نہ ہو۔ طیمائیل نے خیال کیا کہ [illegible]

[illegible] ہی مرتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ حسن کی مغرور [illegible] کی وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ اپنے حسن مردانہ [illegible] سے شیرہ کے جذبۂ رحم و محبت کو اکسانے میں کامیاب [illegible] شیرہ نے کہا "اہلِ یورپ کی بھی زبردست مرنے کی سزا تھی [illegible] مجھے ہو آہستہ آہستہ دیر تک تکلیف پہنچانے کا۔ اور موت [illegible] آہستہ آہستہ دیر تک راحت پہنچانے کا۔ کمغنّی اور جو موں سے [illegible] کا بھی ایک طریقہ ہے۔ لیکن اگر میرا حافظہ خطا نہیں کرتا تو [illegible] کہ تمہیں تو مشرق کی جہالتوں سے نفرت ہے۔ تمہارا مذاق تو بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ مجھے تو کوئی ایسا طریقہ موت وضع کرنا چاہیے [illegible] ترقی یافتہ معیارِ تہذیب کے مطابق ہو"۔ مغنی نے رو کر کہا "حسین [illegible] خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ اگر مجھے اس کا علم ہو جاتا کہ تم عورت ہو اور اس قدر حسین تو میں ہرگز ہرگز تمہاری سہیلیوں کی طرف [illegible] دیکھتا"۔ شیرہ کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ "یہ گدھا کیا بک رہا ہے؟" اس نے [illegible] پھر اس کا مطلب سمجھ کر ہنسی۔ "یہ تو میری ہی خواہش تھی کہ تم میری سہیلیوں کی طرف دیکھو" اس نے کہا اور پھر ایذا رسانی کے وسائل بیان کرنے شروع کئے۔ سرخ سلاخوں سے تلووں کو داغنا [illegible] قطرہ کرکے سر پر پانی ڈالنا جس کا نتیجہ دیوانگی ہوتی ہے۔

بالآخر اُس نے کہا "مجھے یاد آ گئی" ایک بہت ہی شاندار [illegible] کی بہت" اور طیا ئیل کو حکم دیا کہ اسے اٹھا کر اس کے ساتھ ساتھ ہو لے۔ ایک دفعہ پھر طیا ئیل نے اُسے مردانہ بھیس بدلتے دیکھا۔ ایک دفعہ پھر وہ اس کے ساتھ بڑے بڑے عالیشان کمروں میں سے گذرا۔ ایک جگہ پھر اُس نے پہرہ داروں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور [illegible] آئے۔ "میرے والد کی ایک تفریح گاہ ہے" شیرہ نے کہا "جہاں [illegible] ترکاریاں اگائی جاتی ہیں۔ اسی میں مچھلیوں کا ایک بہت [illegible] ہے۔ تجھے شاید یاد ہو کہ کسی زمانہ میں ایک شہنشاہ اپنی [illegible] کو کھانا کس طرح دیتا تھا۔ میرے والد کی مچھلیوں کو [illegible] کی مچھلیوں سے بھی شریف تر کھانا آج کی شب ملے گا۔"

چلتے چلتے وہ ایک کمرہ کے قریب پہنچے جو دریا کے کنارے بنا ہوا تھا اور جس کے چاروں طرف سرسبز و شاداب باغات تھے، چراگاہوں میں بھیڑیں چر رہی تھیں اور درختوں پر قمریاں بول رہی تھیں۔ تاکستانوں میں انگوروں کے خوشے لٹک رہے تھے۔ سامنے مچھلیوں سے بھرا تالاب کٹورا سا پڑا چھلک رہا تھا۔ طیا ئیل کی امداد سے اُس نے مغنی کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھے اور اُسے پانی میں اس طرح اتار دیا کہ ٹھوڑی تک سارا جسم زیرِ آب تھا۔ صرف لب اور ناک سطحِ آب سے اوپر تھے۔ اس سے فارغ ہو کر وہ تالاب کے کنارے بیٹھ گئی اور مغنی کے کرب و صعوبت کو اطمینان سے دیکھنے لگی۔ ہاتھ پاؤں کی بے سود جنبش اور جسم کے تشنج کو دیکھتی رہی جو مچھلیوں کے گوشت نوچنے سے پیدا ہو رہا تھا۔ وہ چیخ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ جب کبھی وہ منہ کھولتا تھا تو اس میں پانی گھس جاتا تھا۔ وہ بچ کر تالاب میں سے نکل نہ سکتا تھا اور نہ ڈوب کر مر سکتا تھا۔ اسی حالت میں اُسے رہنا تھا یہاں تک کہ مچھلیاں اس کا خاتمہ کر دیں۔ شیرہ نے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکالی اور اُس میں سے مٹھائی کی لوزاتیں نکال نکال کر کھانی شروع کیں۔ "ہاں! مغنی اب مجھے کوئی گیت سنا؟" اس نے کہا "تم نے کہا تھا نا کہ میں تیرے حسن کو دیکھ کر تجھ پر عاشق ہو گئی تھی اور چونکہ میری موجودگی میں تو نے اوروں کی طرف توجہ کی اس لئے میں نے رشک و حسد سے مغلوب ہو کر تجھ سے انتقام لیا۔ کاش شاید میں اس سے بہتر طریقہ پر تجھ سے محبت کرنے لگوں" یہ کہہ کر اس نے مٹھائی کی ایک لوزات مغنی کے منہ پر ماری اور اس پر ایک دم مچھلیاں ٹوٹ پڑیں۔

اس طرح شیرہ لطف اندوز ہوتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد مغنی کا تڑپنا اور تڑپنا کم ہو گیا اور جلد ہی وہ ساکت ہو گیا۔ شہزادی نے یہ دیکھ کر کہ اُس پر مردنی چھا گئی ایک جمائی لی اور پھر انگڑائی لے کر کھڑی ہو گئی۔ "ہر چیز وقت کے ساتھ ساتھ بے مزہ ہو جاتی ہے" اُس نے کہا "اب اس مردک میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ چلو گھر چلیں طیا ئیل"۔ اور وہ مغنی کو مچھلیوں کے تالاب میں چھوڑ کر اپنے محل واپس آ گئی۔

(ہیلن بوکلارک)

شعر کی ماہیت

شعروشاعری کی جس قدر تعریفیں آج فضلائے اُردو پر چھائی ہوئی ہیں اُن کا مقابلہ اُردو کیا کسی زبان کا کوئی شاعر نہیں کرسکتا۔ افلاطون سے لے کر آج تک جس قدر نظریئے شاعری کی نسبت قائم کئے گئے۔ خواہ اُن کا تعلق ایران سے ہو یا توران سے انگلستان سے ہو یا فرانس سے چین سے ہو یا جاپان سے سب یکے بعد دیگرے اور اکثر کُل کے کُل اُردو شاعری کے لیے کسوٹی بن چکے۔ کسی نے ارسطو کے نظریۂ نقالی سے، کسی نے مکالے کے قول پر کسی نے ورڈس ورتھ تو کسی نے کولرج کسی نے ڈرائیڈن اور کسی نے پوپ کے عائد کئے ہوئے اصول پر اُردو شاعری کو پرکھا۔ جہاں تک مطابقت پائی داد دی اور جہاں ایک قدم بھی اُردو شاعری کو ان میں سے کسی کے بھی خلاف پایا تو تیغ قلم سے صفحۂ کاغذ پر وہ میدان کارزار بنا دیا کہ پرانے سے پرانے شاعر ابتدا سے اُستاد سخنوروں کے کلیات، نقوش فریادی ہوکر رہ گئے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ شعروشاعری کا نکہ اُس کی اصل روح ایک ہی ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق انسانی جذبات اور احساسات سے ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ فطرت انسانی خواہ وہ انگریزی زبان میں بیان کی گئی ہو، خواہ یونانی میں، جدا نہیں کرتی۔ ایک درد بھرے دل کی آہ۔ غم سے لبریز صدا کسی زبان میں بھی ترجمانی طلب کرے شاعر کے لئے مواد اور نقاد کے لئے اصول فن حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ لیکن جس طرح ایک ملک کی وضع قطع، اُس کی طرز معاشرت دوسرے ملک سے جدا ہوتی ہے۔ بعینہٖ اُس کی شاعری دوسری جگہ کی شاعری سے الگ ہوا کرتی ہے۔ ایک انگریزی ادب کا ماہر مغربی فضلاء سے متاثر ہوکر اپنے خیالات کو شعر کا جامہ پہناتا ہے۔ ایک مشرقی شاعر اپنے ماحول کا پابند ہے۔ اسی لیے ایک ملک وزبان کی شاعری کو دوسرے ملک اور دوسری زبان کی شاعری کا جامہ پہنانا۔ ایک ادب کو دوسرے ادب کے نقطۂ نظر سے جانچنا تنقید کی مہلک ترین غلطی ہے۔

اُردو شاعری کی پہلی ٹھوکر وہ تھی جب اُس نے عربی شاعری اور خصوصًا اُس کی سادگی اور جوش کا چربہ اتارنے کی کوشش کی۔ دوسری مصیبت اُس کو انگریزی ادب کی کورانہ تقلید کے وقت بھگتنا پڑی۔

جس وقت اُردو زبان کے بہی خواہوں نے "عربوں کے جوش" کی کمی اس ادب میں محسوس کی تو شعراء کو اس طرف متوجہ کیا۔ لیکن اس میں ایک اصولی غلطی تھی یعنی ایک کیلئے وہ جذبہ فطری تھا اور دوسرے کے یہاں تقلیدی۔ یہ صحیح ہے کہ عربوں نے اپنی شاعری میں جس جوش کی مثال پیش کردی اس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ مانا کہ عرب کی رجز خوانی اُن کے پوشیدہ پرجوش جذبات کو برانگیختہ کردیتی تھی۔ مانا کہ عرب کے شعراء میں یہ قوت تھی کہ وہ اپنے کلام سے ہمدردی یا تشدد کے اثرات دلوں میں پیدا کردیں لیکن سوال یہ ہے کہ شاعری کے ذریعہ یہ جذبات پیدا کئے گئے یا یہ جذبات خود عرب قوم، عرب نسل اور ایک عربی بچے سے لے کر عربی بڈھے میں موجود تھے، شاعری معزز ہستی اُن جذبات کی تخلیق کی موجد تھی یا ان پوشیدہ احساس کی تحریک کی۔ عرب پہلے عرب تھے اور پھر شاعر۔ عربوں میں پہلے وہ خصوصیات موجود تھیں جن کو سلاحیّت کا جامہ پہنا کر اسلام بروئے کار لایا۔ جو خوبیاں شاعری میں وضاحت کے ساتھ بیان کی گئیں۔ شاعر یقینًا اُن جذبات کی تخلیق کا ذمہ دار نہیں بےشک اُن کی تحریک کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ عرب شعراء کے زورِ کلام نے اگر کسی قبیلہ میں تحریکِ جنگ پیدا کردی تو دراصل اُن کی شاعری ایک ہتھیار تھا جس نے سوئی ہوئی قوتوں کو بیدار کردیا۔ ایک جھونکا تھا جس نے

[illegible] زمانوں کی امتیازی خصوصیات سے [illegible] شاعری ہے؟

عربوں کے خصائل میں سے شاید وہ خصوصیت سب سے [illegible] ہوئے اور جہاں نوازی کے جوش سے مل کر [illegible] ہے۔ غارتگری کا اشتیاق اور دشمن کے ساتھ فیاضی شدید [illegible] کشادہ دلی وہ خصوصیتیں ہیں جو ان کے اوصاف [illegible] کو ہمارے سامنے لاتی ہیں اور ایک ہی تقریر میں ایک ہی شخص کی نسبت بیسیوں مرتبہ بہت آفرین اور نفرین کہلواتی ہیں۔

اسی عربی تمدن کے متعلق سید علی بلگرامی فرماتے ہیں:۔

"بدوؤں کے دو مشاغل ہیں آپس میں لڑنا اور مویشی اور اونٹوں کو پالنا، وہ لڑائیاں جو خفیف سبب سے دو قبیلوں میں ہو جایا کرتی تھیں ختم نہیں ہوتیں کیونکہ بدوؤں کا ہمیشہ قانون تورات پر عمل کرنا ہے یعنی العین بالعین والسن بالسن۔ آج بھی عرب بدو میں خواہ وہ عربستان کے ہوں خواہ شام کے خواہ افریقہ کے ایک آزادی کا ولولہ باقی ہے جسے اہل یورپ بمشکل سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی خاص مقام کو مسکن ٹھہرانا گویا آزادی کو [illegible] کرنا ہے۔

یہ وہ جذبات تھے جو ایک حد تک نیم وحشی خیال کئے جا سکتے تھے لیکن یہی جب عربی شاعری میں چھلکے تو صلاحیت کے ساتھ ایک جوش و ولولے دست و گریباں ہو کر طفولیت کی سادگی لئے ہوئے۔

غرض عرب اور شاعری دو چیزیں نہ تھیں ہر عرب جو شاعر تھا اپنے خیالات کا مخزن اپنے جذبات جوش اور ولولہ کا ترجمان اپنی [illegible] کا آئینہ تھا لیکن خدا تقلید کا بھلا کرے کہ جو شاعری عربوں کیلئے ان کی ذات کا مظہر تھی اردو زبان میں چند بے جوش خیالات چند [illegible] مضامین و چند [illegible] تقلید کا آئینہ ہونے لگی۔ شاعر سے یہ آرزو ظاہر کی گئی کہ وہ سیاسیات کے میدان میں قوم کے اپنے موضوع سے سوتی ہوئی قوموں کو بیدار کرے۔ ان میں حب وطن اور آزادی کی روح پھونکے۔ لیکن یہ اس وقت ہو سکتا تھا جب قوم میں خود جوش آزادی اور ولولہ خودی کی لطیف قوتیں مردہ ہو گئی ہوتیں۔ ان کی شجاعت غلامی کی زنجیروں کے ساتھ مٹ مٹ کر فنا ہو چکی ہوتی۔ یہ خود شاعر میں یہ ولولے بدرجہ اتم موجود ہوتے۔ زبان کو آزادی ہوتی کہ شاعر جس طرح چاہے اپنے صحیح خیالات کی ترجمانی کرے۔ کوئی خارجی اثرات کوئی شاہی دباؤ اس کے لئے مانع نہ ہوتا۔ لیکن ہندوستان کی آب و ہوا میں نہ تو عربوں کے سے جوش کی نشو و نما ہو سکتی تھی نہ یہاں کا تمدن سیاسیات کے کوچہ میں قدم رکھنے کی اجازت دیتا تھا۔

غرض شاعری کو تقلیدی جامہ پہنا کر پیش کرنا غلطی ہے۔ شاعری کو محض وعظ بنا دینا شاعری نہیں نصیحت گوئی ہے۔ شاعری سے ہر وقت کسی نہ کسی مفید اور کارآمد دنیاوی بحثوں پر اظہار خیال کی آرزو کرنا شاعری کو سیاسیات کے مترادف قرار دینا ہے۔ شاعری کا اصل مقصد شعریت ہے۔ خواہ یہ شعریت لطف کے ذریعہ پیدا کی گئی ہو۔ خواہ ذاتی احساس سے۔ شاعری، شاعر کے رجحانات اور قلبی واردات کا آئینہ ہے۔ اگر شاعر کے دل میں حب قومی موجزن ہے تو اس کے اشعار میں ضرور یہ موجیں لہراتی نظر آئیں گی۔ اگر طبیعت میں رندانہ جوش ہے تو شاعری اس سے سرشار نظر آئے گی۔ دراصل شاعری شاعر کے خیالات کا آئینہ ہے۔ اس کے ذاتی جذبات اور احساسات کی ترجمانی ہے۔ ان جذبات کا ایک لطیف انداز بیان ہے جو خیالات کا پورا پورا ساتھ دے سکے۔ شاعری اس [illegible] میں ہے جو بہتر سے بہتر خیال کو لطیف سے لطیف لباس پہنا کر ظاہر کر سکے۔ شاعری فن لطیف ہے جہاں مادیت کی رسائی نہیں۔ خیالات اور احساسات زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر اپنی پرواز دکھلاتے ہیں۔ [illegible] فلسفہ در حدیث دیگراں بیان کیا جاتا ہے۔ گویا شاعر خارجی دنیا کو تمثیل سے زیادہ کارآمد شکل سے سمجھتا ہے۔ دنیا اس کے لیے [illegible] اور خود شاعری فلسفہائے [illegible] کی ترجمانی۔ کیا شاعری کا یہ نصب العین

چاہئے۔ ایک مذاق لطیف پیدا کرنے کیلئے کافی نہیں اگر شاعری صرف ذوقِ وجدان کے لطیف احساسات پیدا کرسکتی ہے تو اس کا تقاضائے نمو حاصل ہوگیا۔ اگر وقت اس کے آگے مادیت کی بھیک مانگنا اس کی رفعت اور بلندیوں کا خون کرنا ہو اس کے اس مذاق کی توہین ہے جس سے کسی قوم کی ذہنیت دیکھ کر یا تمدن کا صحیح اندازہ کیا جاتا ہے۔ دورِ نشاۃ نے شاعری کو عظمتوں کی طرف مائل کرنا چاہا۔ مجموعی لحاظ سے آج کل ملک کی بیشتر ہستیاں وہی ہیں جنہوں نے اسلاف کی میراث کو ترقی دی۔ بعض بزرگوں کی وفات پر مرثیے کہے شعرائے سلف کے دیوانوں کا مطالعہ کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے ترکہ کو کام میں لائے، بیشک اضیں بزرگوں کے ہاتھوں شاعری نے صحیح مذاق از سرِ نو حاصل کیا۔

حامد حسن بلگرامی ایم اے

مُطربہ

اے حسین مُطربہ
جانِ سازِ مُطربہ
کیفِ زندگی ہے تو
رازِ عیشِ جاوداں
سوز و سازِ زندگی
پیکرِ شباب ہے
اے نگاہِ آتشیں
سُرخ ساری زیبِ تن
ہرا ہے سُرخ پوش
ہلکی ہلکی سُرخیاں
تیرا نغمۂ بہار
نغمۂ حسیں شراب
لب کی جنبشوں میں ہے
جھوم کر جو گا گئی
نغمہ ریز۔ کیف زا
رقص ہر طرف ہوا

مہ جبین مُطربہ
روحِ نازِ مُطربہ
لطفِ بزمِ رنگ و بُو
سب پہ یکساں مہرباں
نے نوازِ زندگی
حُسنِ انتخاب ہے
اے جمالِ دل نشیں
قلب روحِ انجمن
رہزنِ حواس و ہوش
ہیں لبوں پر جاوداں
گفتگوئے لطفِ یار
اس میں تر بتر شباب
اک ادائے شانِ نَے
کیفیت سی چھا گئی
کائنات کی فضا
مست کن سرود رز

کس کو اب قرار ہے
شباب پر بہار ہے

مشرقی نگینوی

قومیت

افرادِ تمثیل

شیخ کرم .... ریٹائرڈ تحصیلدار
خلیلہ .... شیخ کرم کی اکلوتی لڑکی
قدیر .... ڈپٹی کلکٹری کا اُمیدوار اور خلیلہ کا خواہاں
سعید .... ایک نوجوان تعلیم یافتہ درزی
صفیہ .... خلیلہ کی سہیلی۔
مقام .... شیخ صاحب کا مکان

پہلا ایکٹ

صفیہ و خلیلہ سرگرمِ گفتگو ہیں۔

صفیہ۔ "خلیلہ! ڈپٹی کلکٹر کی بیوی بنجانے کے بعد تم کیوں ہمیں کبھی یاد کروگی"

خلیلہ (ایک آہ بھر کر) "صفیہ! میں آپکے انتخاب پر ماتم کناں ہوں۔ قدیر کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ پہلے درجہ کا شرابی اور بدکار ہے"۔

صفیہ۔ "بیوی بُرا نہ مانو تو کہوں۔ یہ تو کوئی ایسا عیب نہیں۔ آج کل کے نوجوانوں میں شاید ہی کوئی اِن باتوں سے بچا ہوا ہو"

خلیلہ۔ "شاباش صفیہ میں تمہارے خیالات کی داد دیتی ہوں۔ تمہارے کہنے کا گویا یہ مطلب ہوا کہ بُری باتوں کو اگر اخلاقیات میں شامل کر لیا جائے تو وہ اپنی جگہ پر بُری نہیں رہتیں"۔

صفیہ۔ "تم نے اخلاقیات کا لفظ استعمال کر کے مجھے ایک طویل فقرہ بولنے کی زحمت سے بچا لیا۔ بہن! اچھے اور بُرے فعل کا دنیا میں وجود ہی نہیں ہے یہ تو انسان کے اپنے کردار کی کمزوری کا نتیجہ ہے کہ اُس نے خیو شر حسن و قبح معائب و محاسن خوب و زشت جیسے الفاظ ایجاد کر لیے ہیں"۔

خلیلہ۔ "بس کرو بُوا بس۔۔۔ باز آئی تمہارے انوکھے خیالات سننے سے۔ آج تم شراب و بدکاری کو بُرا نہیں سمجھتی ہو کل چوری، قتل و غارتگری، دل آزاری اور الحاد کی بھی تعریف کرنے لگو گی۔ میں نے بلایا تھا تمکو اپنا دُکھ سُکھ سنانے کو، تم نے جنھیں یہ قصہ"۔ آزاردہ ہو جاتی ہو۔

صفیہ۔ "خلیلہ! ارے تم تو اتنے جلد روٹھ گئیں۔ اچھا لو میں اب اس سلسلہ میں کچھ نہ بولوں گی۔ دیوانی قدیر کی شراب نوشی کی عادت اس قدر قابلِ توجہ نہیں ہے جس قدر اُس کے دوسرے عیوب ہیں"۔

خلیلہ۔ "ایں! تو کیا اُن کے اندر اس کے علاوہ اور بھی بُری باتیں ہیں"؟

صفیہ۔ "ہاں۔ وہ بیحد مغرور و خود غرض واقعہ ہوا ہے۔ نعیم (صفیہ کا بھائی) نے اُس کی اس حرکت سے بیزار ہو کر آخر اُس سے اپنے دیرینہ تعلقات منقطع کر لیے۔ خلیلہ! اگر میں تم سے ابھی کچھ کہوں گی تو تم پھر بُرا مان جاؤگی"

خلیلہ۔ "تم جیسے انوکھے خیال کی لڑکیاں کسی کے بُرا بھلا ماننے کی پرواہ کب کرتی ہیں۔ اچھا کہو! کیا کہتی ہو"۔

صفیہ مسکراتی ہے پھر کہتی ہے۔ "تم نے سعید کا نام سنا ہے؟ وہ شخص جس نے

قائم کی ہے محلہ میں درزی کی دکان قائم کی ہے۔ گذشتہ سال اُس نے انٹرکا امتحان پاس کیا "اور نتیجہ امتحان معلوم کرنے سے پہلے ہی اُس نے خیاطی شروع کردی تھی۔ خیر تو میں کہنا یہ چاہتی تھی کہ...... وہ بھی...... (چپ ہو جاتی ہے)

خلیلہ "بولو بولو۔ وہ بھی کیا؟"

صفیہ (مسکرا کر) "وہ بھی تمہارے ہاتھ کا طالب ہے" انگریزی کے فقرہ کو اردو میں بصد ادا کرکے کہتی ہے۔

خلیلہ "کیا؟ میں ذرا تفصیل سے سننا چاہتی ہوں" صفیہ کو ہنستے دیکھ کر اُس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ جاتی ہے۔

صفیہ "اب تفصیل کیا رہ گئی۔ ہنرمند ہے۔ پڑھا لکھا ہے۔ تندرست ہے اور شاید شکیل بھی"۔

خلیلہ (مسکرا کر) "شکل و صورت کی تو تم جیسی رومان پرست لڑکیوں کو ضرورت ہے۔ اور قوم کیا ہے؟"

صفیہ "مسلمان"۔

خلیلہ "کتنا اچھا جواب ہے صفیہ تمہارا۔ میں لیکن سوسائٹی کی پیدا کردہ تقسیم قومیت پوچھتی ہوں"۔

صفیہ "درزی"۔

خلیلہ "خدا کے واسطے زیادہ نہ ستاؤ۔ درزی تو وہ اب بنا ہے اور درزی پیشہ ہے نہ کہ قوم"۔

صفیہ "مگر ہماری سوسائٹی تو باعتبار پیشہ ہی قومیت مقرر کیا کرتی ہے اچھا تو تم اُس کی نسل پوچھتی ہو؟"

خلیلہ "ہاں نسل نسل"۔

صفیہ "اسکا معلوم کرنا چنداں ضروری نہیں۔ یہ زمانہ نسلی امتیازات کے ماننے کا نہیں ہے۔ یہ کیا کم ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ پھر پڑھا لکھا اور کماؤ"۔

خلیلہ (ہنس کر) "اچھا میری شاطرہ بتیں میرے سر کی قسم بتاؤ کس نسل سے ہے وہ؟"

صفیہ "پٹھان ہے۔ اچھا اب تو راضی ہو اُسکے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو"۔

خلیلہ (مایوسی سے) "تو میں کون! وہ جانیں جن کے ہاتھ میں میری قسمت ہے صفیہ تم کو یہ سب باتیں کیسے معلوم ہو گئیں؟!"

صفیہ "اُس نے تمہارے والد کے پاس اپنا پیغام بھیجا تھا اور یہ سب کچھ ظاہر کر دیا تھا"۔

خلیلہ "پھر"

صفیہ "پھر کیا تمہاری اماں نے......" ابھی وہ اتنا ہی کہنے پائی تھی کہ خلیلہ کی والدہ جو اس تمام گفتگو کو سن رہی تھی۔ جھنجھلاتی ہوئی داخل ہوئی۔ "بے حیا بے شرم لڑکیو! خدا تمہیں غارت کرے۔ اے کیسا تمہارے دیدوں کا پانی ڈھل گیا۔ مردار کہیں کی کیا بیبیاں کی سی صاف صاف باتیں کر رہی ہیں"۔

خلیلہ مارے شرم کے اٹھ کر بھاگ جاتی ہے اور صفیہ بھی اُس کی تقلید کرتی ہے۔

دوسرا ایکٹ

مکان

شیخ صاحب کا مردانہ مکان۔ شیخ صاحب اور قدیر بیٹھے نظر آتے ہیں۔ شیخ صاحب داخل ہوتے ہیں۔ دونوں امیدوار شادی تعظیماً اٹھ کر آداب بجا لاتے ہیں۔

شیخ صاحب "قدیر صاحب مزاج اچھا ہے؟"

قدیر "الحمد للہ"۔

شیخ صاحب "کہئے آپکے مقابلہ کے امتحان کا کیا نتیجہ ہوا؟"

قدیر "کامیاب"

شیخ صاحب "اللہ کا شکر ہے۔ آپکے والد کہاں ہیں آج کل؟"

قدیر "یہیں ہیں"۔

[illegible] صاحب نظر اٹھا کر اپنی [illegible] بلا قصد اپنی [illegible] مجھے برداشت کر رہا تھا۔ آخر اس نے شریکِ کلام [illegible] گفتگو کی۔ قدیر صاحب! آپ اپنی موجودہ [illegible] دور اختیار کرنے والے ہیں۔ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ اس شاندار زندگی میں آپ اپنے ابنائے جنس کے [illegible] کہیں گے جس قدر موجودہ دور میں......"

قدیر "مجھے افسوس ہے سعید صاحب آپ نے مجھ سے کوئی ایسا سوال نہیں کیا [illegible] اس استفسار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صرف شریکِ گفتگو ہو کر [illegible] اس میں آپ کا قصور نہیں بلکہ شیخ صاحب کا ہے۔ موصوف کو لازم تھا کہ [illegible] احترام و توجہ میری تجویزات پر صرف کر دینے کے بجائے اس کا کچھ حصہ آپ کے لئے بھی رکھتے۔ خیر اس کے جواب دہ قبلہ شیخ صاحب ہیں آپ نے معاف کیجئے گا اپنے مہمل استفسار میں بلا ارادہ جو میری خفیف سی ہتک کی ہے اس کو میں معاف کر دینا چاہتا ہوں۔ ارتقارِ حیات اعزازِ دنیوی پر موقوف نہیں ہے۔ آپ کو یہ کیوں مغالطہ ہوا کہ میرا موجودہ دورِ زندگی کافی بلند نہیں ہے۔"

سعید "مجھے بیحد رنج ہے کہ میرے اس تکلیف دہ سوال سے جو میں نے محض ایک [illegible] کی حیثیت سے کیا تھا۔ آپ کو تکلیف پہنچی۔ لیکن مجھے یہ [illegible] میں باک نہیں کہ میری زبان سے (بلا ارادہ) آپ کی اس ہتک [illegible] کے ذمہ دار بھی قبلہ شیخ صاحب ہی ہیں۔ موصوف نے ہی مجھے یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کیا ہے کہ انسان کا ذاتی اعزاز بجائے خود کوئی شے نہیں ہے بلکہ حقیقی وقار اس کا وہ ہے جو دنیا اس کو عطا کرتی ہے۔ چونکہ دنیا آپ کو ایک نئی عزت (جس کو قبلہ شیخ صاحب کی [illegible] کے لوگ عزت سمجھتے ہیں) بخش رہی ہے اور میں نے اس باب میں [illegible] ذہین مت ہونا پسند نہیں کیا چنانچہ ہمارے محترم شیخ صاحب [illegible] اور مجھے ذلیل سمجھنے لگے۔"

شیخ صاحب "سعید میں اس گفتگو کو پسند نہیں کرتا۔ یاد رکھو تم پھر

سعید "درزی! بیشک میں درزی ہوں لیکن آپ اس لفظ کو اس قدر حقارت سے کیوں ادا کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں کسی کا نوکر نہیں ہوں اپنی نیند سوتا ہوں اور اپنی نیند جاگتا ہوں۔ بخیالِ میرا دین نہیں ہے ہرچند فوقیت مگر پیشہ ہے۔ اور پیشہ حبیب اللہ۔ اگر پیشوں سے فوقیت کا مبنا تسلیم کر لیا جائے تو حضرت میں آپ سے دریافت کرنے کی جرأت کرتا ہوں آپ کی کیا فوقیت ہے؟ تمام عمر آپ کی گذری نوکری کرتے، تو گویا آپ قوم سے معاف کیجئے گا باوجود شیخ ہونے کے...... تو...... مجھے معاف فرمائیے نوکر ہوئے۔ اب ایک "درزی" "نوکر" کے مقابلے میں افضل ہے یا اسفل اس کا فیصلہ آپ ہی کیجئے۔"

شیخ صاحب "لیکن تم پھر درزی ہو۔"

سعید (مسکرا کر) اس سے کس رُو سیاہ کو انکار ہے کہ میں درزی نہیں ہوں۔ کیوں حضرت اگر خیالی میرا آبائی پیشہ ہوتا یا میں پیشے سے سقہ ہوتا اور پڑھ لکھ کر آئی۔ سی۔ ایس۔ ہو گیا ہوتا تو اس وقت آپ اپنی قرۃ العین کو مجھ سے منسوب کرنا مناسب سمجھتے یا نہ؟

شیخ صاحب "لیکن تم پھر بھی درزی ہو۔"

قدیر "شیخ صاحب!"

شیخ صاحب "تم چپ رہو عزیز۔ سعید پھر درزی ہے......"

سعید "درزی ہوں لیکن جاہل نہیں ہوں۔ خدا کے فضل سے ایک گریجوئیٹ سے زیادہ کما لیتا ہوں۔ کسی کا دست نگر نہیں۔ حضرت! انسان پیشہ اور دنیاوی جاہ و جلال کے اعتبار سے شریف و رذیل نہیں ہے بلکہ اپنے اخلاق، اعمال و کردار کی بنا پر اس کو شریف اور غیر شریف کا خطاب دینا چاہیئے۔ اگر ایک کنجڑہ تعلیم سے بہرہ ور ہے، اعمالِ صالح کا مالک ہے، اور وسیع الاخلاق ہے تو وہ اس سید سے لاکھ درجہ بہتر ہے جس کا اخلاق بہائم کا سا ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ ایک ملازمت پیشہ انسان میں نوکری سے کیا خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک تعلیم یافتہ صاحبِ پیشہ انسان کو آپ کیوں اور کس وجہ سے پست تصور فرماتے ہیں۔

شیخ صاحب "لیکن تم پھر درزی ہو!"

قدیر "(جھلا کر) معاذ اللہ۔ شیخ صاحب۔ یہ آپ کا کیا جواب ہے؟ سعید میاں کو اعتراف ہے کہ وہ درزی ہیں۔ اُن کے اعتراضات کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟"

شیخ صاحب "عزیزم! وہ تو ہے درزی۔ تم کیوں اس کی حمایت کرتے ہو؟"

قدیر "کیوں کہ آپنے اس قابل اور شریف درزی کے ایک اعتراض کا بھی اتنک جواب نہیں دیا ہے۔ اُس نے جو کچھ کہا ہے صحیح کہا ہے۔"

شیخ صاحب (برافروختہ ہوکر) "صحیح کہا ہے۔ قدیر تم میری اس کے سامنے توہین کر رہے ہو۔ میں نے تم کو پسند کر دیں۔ تمہاری قدر کر دوں اور تم اُس کا یہ عوض دو۔"

قدیر "آپ مجھے کیوں پسند کرتے ہیں؟ کیا اس وجہ سے کہ میں درزی نہیں ہوں۔ اگر درزی نہیں ہوں تو درزی کا محتاج ضرور ہوں یعنی اس کا دست نگر.......۔"

شیخ صاحب (اور برافروختہ ہوکر) "قدیر تم مجھے اپنے متعلق رائے تبدیل کر دینے پر مجبور کر رہے ہو۔ تم جیسے گستاخ داماد کے عوض ایک چمار......"

سعید "چمار سے درزی کیا بُرا ہے شیخ صاحب!"

قدیر "درزی اور چمار شیخ صاحب اپنے فرائض ادا کرنے کے باب میں آپ سے زیادہ افضل ہیں......"

شیخ صاحب "چُپ بدتمیز! دیکھ تیرے باپ کیسی لغایت کرتا ہوا دور ہو میرے سامنے سے۔ سعید! آؤ فرزند میں تم کو اپنا گوہرِ بے بہا قدر کا فرزند طلب کیا جاتا ہے اور سعید کا اسی وقت نکاح سے ہمکنار کیا جاتا ہے۔ قدیر مسکراتا ہوا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ سعید کو مبارکباد دیتا ہے اور شیخ صاحب سے مخاطب ہوتا ہے۔"

"شیخ صاحب! یہ آپ کو قومیت کا طلسم توڑنے کا سبق دیا گیا ہے۔ سعید میرا دوست قدیم ہے۔ میں چاہتا تھا کہ کسی طرح آپ کے نخوت اور غرور دماغ سے یہ بات نکال دوں کہ پیشہ کوئی بُرا نہیں ہے اور ایک تعلیم یافتہ پیشہ ور انسان ہر طرح مستحق ہے کہ اُس کو شیخ سید مغل پٹھان اپنی اپنی بیٹیاں دیں۔ آپ اپنی گذشتہ حکومت اور عزت کے زعم باطل میں مبتلا نہ رہیے۔ سعید نے کسب میں کمال حاصل کرکے آپ سے زیادہ عزت و وقعت پیدا کر سکتا ہے۔ اسکے علاوہ شغل کے گھر میں اُسکی سچائی اُسکا ایفائے وعدہ آپکی خوئے رشوت ستانی، آپکی درشتی اخلاق اور بد دماغی سے کہیں زیادہ وقیع ہے۔ اب یہ بھی سُن لیجئے کہ یہ آپ کا قدیر فضول یا بدقماش نہیں ہے۔ یہ آپ کو محض جل دیا گیا تھا تاکہ آپ مجھ سے متنفر ہو جائیں۔ یہ فضا میں نے قصداً پیدا کر لی تھی تاکہ آپ مشتعل اور متنفر ہوکر مجھے رد کر دیں اور بدرجہ مجبوری یا ازراہِ انتقام سعید کو قبول کرلیں۔ اچھا خدا حافظ" قدیر دروازہ سے نکل جاتا ہے۔

شیخ صاحب "نوکری پیشہ پھر نوکری پیشہ ہوتا ہے"

(پردہ)

قیسی رامپوری

غزل

مجنوں کا جسم خار مغیلاں کے سامنے
ایسا ہے جیسے تار گریباں کے سامنے

پریاں خجل ہیں یوسف کنعاں کے سامنے
سب کے چراغ گل ہوئے انساں کے سامنے

کیسی بہار زیب گلستاں کے سامنے
کلیاں کھلیں نہ اس گلِ خنداں کے سامنے

جل جائے کیوں نہ دونوں گریباں کے سامنے
کمبخت آگئے دلِ سوزاں کے سامنے

دیوانگی میں چاک جگر کا ہوں پردہ دار
رہتے ہیں میرے ہاتھ گریباں کے سامنے

ذروں میں دیکھتا ہوں ضیا آفتاب کی
کیسا حجاب صاحبِ عرفاں کے سامنے

اللہ رے حوصلہ کہ دھواں میری آہ کا
لیتا ہے بل گیسوئے پیچاں کے سامنے

تصویر شیشہ دار کا سب کو گماں ہے
وہ آگئے ہیں دیدۂ حیراں کے سامنے

دربار کیجئے آپ دوالی منائیے
جلنے کو ہم ہیں سرو چراغاں کے سامنے

زردی کھنڈی ہوئی ہے رخِ آفتاب پر
آیا تھا میرے کلبۂ احزاں کے سامنے

دیکھو نہ تم مجھے کہ پریشانیاں میری
آئینہ ہوں گی زلف پریشاں کے سامنے

تو بعدِ مرگ نخلِ تمنا ہرے ہوئے
کوئی کھڑا ہے گورِ غریباں کے سامنے

منہ کرکے سمتِ کعبہ پڑھی ہے اگر نماز
رخ پھر گیا ہے کوچۂ جاناں کے سامنے

ایک ایک اشکِ سرخ سے سو سو کھلے ہیں گل
لاؤ چمن کو میرے گریباں کے سامنے

دیکھیں یہ تونے عشق کی مہماں نوازیاں
بجھ بجھ گیا ہے دل تیرے پیکاں کے سامنے

مجھ کو پناہ ساری بلاؤں سے مل گئی
کوئی نہ آسکی شبِ ہجراں کے سامنے

اے سوزِ دل اک آہ شرر بار کھینچ کر
برسا دے پھول ابرِ بہاراں کے سامنے

بیخود کا پیش محل ہم سے پوچھیے
وہ ہے شرابخانۂ عرفاں کے سامنے

بیخود دہلوی

"جب اور اب"

کھو چکا ہوں زندگی میں زندگانی کے مزے
ڈھونڈتا ہوں نوجوانی میں جوانی کے مزے

چاندنی راتوں میں شغلِ مے باآہنگِ رباب
چشمۂ آبِ رواں میں وہ روانی کے مزے

وصل میں لطفِ حبیب اور ہجر میں خوفِ رقیب
وہ محبت کے مزوں میں بدگمانی کے مزے

تھی زباں خاموش آنکھوں میں ہجومِ آرزو
ہیں زباں پر آجتک اس بے زبانی کے مزے

وہ کسی سے دل کی باتیں اور بعنوانِ دگر
آہ وہ شعروں میں دل کی ترجمانی کے مزے

چپکے چپکے اٹھ کے آدھی رات کو نازِ و نیاز
عشق کی آزادیوں میں پاسبانی کے مزے

آہ وہ مایوسیاں ان میں جھلک امید کی
ظاہری ناکامیوں میں کامرانی کے مزے

یاد ہے اب تک مجھے وہ روئے گلگوں یاد ہے
ہیں تصور میں شرابِ ارغوانی کے مزے

کون پہنچائے عدم میں اب اُسے میرا پیام
یاد ہیں نامہرباں اُس مہربانی کے مزے

ہو گئے رخصت اگرچہ شادمانی کے مزے
کم نہیں ہیں ان مزوں سے نوحہ خوانی کے مزے

کروٹیں لیتا ہوں بستر پر اندھیری رات میں
ہیں ستاروں سے میسر میزبانی کے مزے

رات آخر ہو چکی محفل پریشاں ہو گئی
ہاں مگر باقی ہیں سر میں سرگرانی کے مزے

تجھکو گر پینا ہے ان کو پی لے اے تشنہ لبی!
پھر کہاں ان آنسوؤں کے تلخ پانی کے مزے

ہے جدائی کا ہر ایک لمحہ حیاتِ جاوداں
عمرِ فانی دے رہی ہے جاودانی کے مزے

چل رہا ہے سینے میں تھم تھم کے واں رک رک کے سانس
ہر گھڑی دیتی ہے مرگِ ناگہانی کے مزے

جلنے دے ماضی کو اے دل! رکھ نظر موجود پر
بھول جا! ہاں بھول جا! بھولی کہانی کے مزے

شادمانی جا چکی غم کو غنیمت جانیئے
پھر کہاں جاذبؔ بلائے آسمانی کے مزے

جاذب دہلوی

میری زندگی کا اہم ترین لمحہ

آہ! وہ پیارا دن کے ۹ بجے تک اطمینان سے سوتے پڑا رہنا اور ایک تھالہ کہ منہ دھونے اور ناشتہ کرنے کی زحمت سے مطلقاً بچا رہنا کیسے مزے کا زمانہ تھا اور اب جب سے خرابی معدہ میں مبتلا ہوں طبیب ڈاکٹر صاحب کا حکم ہے کہ پانچ بجے صبح اٹھو، پانچ میل کا چکر لگاؤ، پانچ آدمیوں میں بیٹھ کر ہنسی مذاق میں دل بہلاؤ۔ اس پانچ کے عدد کی تخصیص کو دیکھئے اور میری بے اصولی طبیعت کو ملاحظہ کیجئے سردی کی صبح کے پانچ کی عمر دراز سے آپ بھی خوب واقف ہوں گے۔ پھر پانچ میل کا سفر بے منزل جیسا کچھ ہوتا ہے اس سے بھی آپ لاعلم نہیں ہونگے بلکہ اس مشکل نے چلنے پھرنے کی عادت ویسے ہی خراب کر دی ہے۔ دوسرے جب تک ذہن میں کسی منزل کا دھیان نہ ہو راہ رو کے قدم کیا خاک اٹھ سکتے ہیں۔ پھر پانچ آدمیوں میں بیٹھ کر ہنسی مذاق کی بھی ایک ہی رہی۔ جو شخص ابتدا سے مردم بیزار رہا ہو، جو خاموشی کا سپوت ہر دم "صُمٌّ بُکمٌ" کا عادی رہا ہو اور جو انسان شروع سے سوسائٹی کی خرابی آفریں فضا سے دو قدم بھاگتے رہا ہو اس کو اگر پانچ آدمیوں میں مقید کر کے بٹھا دیا جائے تو اس وقت اپنے دل میں وہ آرزوئے مرگ زیادہ محسوس کر سکتا ہے یا موجِ مسرت؟ ڈاکٹر صاحبان مریض کی اپنی نفسیات کے مطابق علاج کب کرتے ہیں؟ جو ان کا عام طریق علاج ہے اسی کو سب پر آزماتے ہیں۔ ان کا شاید عقیدہ ہوتا ہے کہ ہر انسان فطرتاً و طبعاً یکساں پیدا ہوتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

اٹھنے لگے صاحب پانچ بجے بلکہ ساڑھے چار بجے ہی۔ جلدی سے منہ ہاتھ دھویا کپڑے لادے اور چھڑی ہاتھ میں لے کر گھر سے نکل ہو گئے۔ نکلتے ہی سڑک کی تنہائیوں سے کرنے لگے خاک پھانکنے۔ بھنگی صاحبان کی تفریح کا وقت بھی یہی تھا۔ اگرچہ ان کا طریقہ تفریح بالکل علیحدہ تھا۔ مثلاً یہ کہ سڑک پر دور دور سے جھاڑو دے کر گرد کا طوفان بلند کر دینا، معدہ کے نتائجِ شبینہ کو گاڑیوں میں بھر بھر کر گاتے ہوئے چلے جانا وغیرہ۔

شروع کے دو دن تک تو اٹھنے میں اور اس سفرِ بے ہنگام کے لئے روانہ ہونے میں بڑی کوفت ہوئی اور کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ کوفت بدستور آئندہ دنوں تک بھی قائم رہتی۔ لیکن ہوا یہ کہ تیسرے روز مجھے سرابِ منزل نظر آ گیا تھا۔ بس پھر تو میں پابندی کے ساتھ اٹھنے لگا۔

میں نے اگلے فقرے میں سرابِ منزل لکھ کر آپ کو بھی مغالطہ دیا اور اپنے ضمیر و روح کو بھی صدمہ پہنچایا۔ سرابِ منزل نہیں بلکہ میری زندگی کا مقصد، میری حیات کی کل آرزوؤں کا ماحصل، میری تمناؤں کی متشکل جان مجھے نظر آ گئی تھی۔ پھر اگر میں شب بھر اس کی آرزوئے دید میں شمال سے جنوب، مشرق سے مغرب کا چکر لگاتا تو کم تھا۔ تمام دن اس مبارک سڑک پر چلتا رہتا تو تھوڑا تھا جس پر مجھ بے سرو سامان رہرو کے کارواں سالار کے نقشِ کفِ پا میری جبینِ شوق کو دعوتِ سجدہ دے رہے تھے!

جب میں چلتا ہوں تو گرد و پیش سے قطعاً بے خبر ہو کر چلتا ہوں۔ اس باب میں دوستوں کی شکایت اور تانگے والوں کی گالیاں کھانے کا اکثر فخر حاصل ہوتا رہا ہے۔ ایک تانگہ والے نے تو انتقاماً میرے سینے پر گھوڑا ہی چڑھا دیا تھا۔ اس وقت سے سبق مل گیا ہے اب ذرا باہوش ہو کر چلتا ہوں۔ لیکن اس طرح، دیکھتا سب کچھ ہوں مگر دماغ نامعلوم کہاں ہوتا ہے۔ بڑے مجاہدہ کے بعد اتنی بات ضرور پیدا کر لی ہے کہ ذرا کوئی چیخا اور میرا نشۂ محویت ہرن ہوا۔ کسی سامنے سے آنے والے انسان نے مجھے گھور کر دیکھا اور میں نے گھبرا کر آنکھیں نیچی کر لیں۔ کیا آپ اس کو کم وحشی حالت کہیں گے؟

خیر تو میں اپنی تفریح کے ساتویں روز پانچ بجے صبح شہر سے باہر ایک مختصر سی سنسان سڑک پر چلا جا رہا تھا۔ سردی کی صبح تھی۔ صبح کیا تھی خاصی

ت تھی۔ پچھلی رات کا چاند جھکے کہیں سے اب بھی اپنا پھیکا نور زمین پر پھیلا رہا
شبنم سے بھیگی ہوئی ہوا، صبح صادق کا وقت، شہری ہنگاموں سے دور سناٹے
لم اور افق تاریک کی جبین پر شفق کا ہلکا سا قشقہ، یہ ایسے مناظر تھے جن کو فطرت
نیتی ؟ عمر کہنا چاہیے۔ میں نے بے صد سچا ندکی بے یارگی پر نظر کی، شفق کے ابھریں
ے پر نگاہ ڈالی، فضا نے بسیط میں ہلکے تاروں کو جھلملاتے ہوئے
بھا۔ میرا منہ کھلا ہوا تھا، آنکھیں آسمان پر تھیں۔ ٹھنڈی ہوا میں معلق تھی اور
م بے ترتیبی سے پڑے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "پاگل معلوم ہوتا ہے" ایک بھدی
ی آواز آئی۔ ہوں کی نے شیریں آواز میں گستاخانہ ریمارک
دستہ کرتے ہوئے کہا۔ میں جو نک گیا ۔ ۔ ۔

دو عورتیں تھیں۔ ایک موٹی بھدی اور ذلیل۔ دوسری سانولی، قد
زرا لمبا، کی طرف کھلا ہوا، کم عمر تا بیتی بھی اس وجہ سے خد وخال کے متعلق
ابھی نہیں عرض کر سکتا۔ "خوب پاگل ہے"، میں نے دل میں ہنس کر کہا۔ موٹی
عورت نے کہا تھا مجھے پاگل اور دوسری شریف خاتون نے اس کو اس گستاخی
سے باز رکھا تھا۔ دونوں کے کیریکٹر کا نمایاں تفاوت معلوم ہو گیا۔ خیر وہ اپنی
راہ چلی گئیں اور میں اپنی راہ

دوسرے روز اتفاق سے آنکھ دیر تک کھلی، پونے چھ بجے تھے، پورا ۴۵
منٹ لیٹ تھا۔ اگرچہ سردی کی وجہ سے چھ بجے تک بھی خاصہ اندھیرا رہتا ہے لیکن
۴۵ منٹ کا فرق بھی آخر کوئی چیز ہے۔ جلدی سے کپڑے پہنے اور بھاگا۔ کل والے
مقام تک پہنچتے پہنچتے سوا چھ بج گئے۔ آج نہ تو آسمان پر جھلملاتے تارے نظر آ رہے
تھے نہ چاند کی افسردہ ضو فشانی کا کوئی پتہ تھا۔ وہاں شفق کا خونیں رنگ
اس وقت آسمان پر بہت صاف جھلک رہا تھا۔ دو انسانی کھوپڑیاں
اس کے بعد دھندلے سے قد سفید ساڑیوں میں ملبوس سڑک کے نشیب میں سے
بلند ہوئے۔ آہ وہی کل والی عورتیں تھیں۔ لیکن یہ آج میری طرح ۴۵ منٹ
کیسے لیٹ ہو گئیں؟ حسن اتفاق۔
اس بار میں نے بغیر دیکھے ان کو اپنے پاس سے نہیں گزر جانے دیا۔
آنکھ اٹھائی اور جس ہستی میں اس نے جاذبیت محسوس کی اس کی جانب
متوجہ ہو گئی۔ حسین، نازنین، شرمیلی شرمیلی ادائیں اور باحیا بڑی بڑی

آنکھیں۔ میں نے اپنی پہلی نگاہ میں اپنے جاذب نظر فتنہ نگاہ کیا۔ میری بیباک
مگر شریف نظروں کو اپنی جانب متوجہ پا کر باحیا خاتون اور زیادہ لجا گئی۔ اس نے
اپنی حالت سنبھالنے کی آخری کوشش کرتے ہوئے خد وخال کو اپنے قابو میں
کرنا چاہا اور ایک عامیانہ طرز پر نظریں اٹھا کر میری جانب دیکھنے کی سعی پر جلد بازی
کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُف! میں بلا مبالغہ کہتا ہوں مجھے ایسا معلوم ہوا گویا ان
صاعقہ پرور آنکھوں میں سے کوئی مادی مگر غیر مرئی شے سرعت سے نکل کر
میری آنکھوں کی راہ سے روح میں اترتی چلی گئی ہے اور اس کے بعد روح کی
میں اس کا اثر نفوذ کر گیا ہے۔ میرا خون شن سے سینے سے اچھلا اور چہرے پر بہتا
ہوا دماغ کی بلند سطح سے جا ٹکرایا۔ میرے جسم کے تمام مسامو پر پسینہ کی نمی
آ گئی، قدم لڑکھڑا گئے اور ہاتھ سے چھڑی چھوٹ کر زمین پر گر گئی۔
میں اس کے حسن کی ستائش میں مبالغہ صرف نہیں کرنا چاہتا۔ وہ
اس قدر غیر معمولی حسین نہیں تھی جس قدر ناول اور افسانوں کی ہیروئین ہوا
کرتی ہیں۔ ہاں اس کے چہرے میں بلا کی جاذبیت تھی، جسم میں قیامت کی
کشش تھی اور اداؤں میں بے حد دلکشی و سنجیدگی تھی۔ دلکشی کے ساتھ سنجیدگی
کا پیوند کچھ اچھا نہیں لگتا۔ یوں سمجھیے کہ اس کی ادائیں دیکھ کر دل ان پر پرستش
کو اور طبیعت ان کا احترام کرنے کو چاہنے لگتی تھی۔
"شیروانی اور ساڑی میں تھوڑا ہی فرق ہے" "ہیں آج شیروانی
میں تھا" موٹی عورت کی بھدی آواز نکلی۔ اس براہ راست فقرہ پر میں
ذرا شرما سا گیا۔ حسین خاتون بھی ایک قسم کی اذیت سی محسوس کرنے لگی
کچھ اور گوہر افشانی کرنے والی تھی کہ شریف طبع حسینہ نے بات ٹالنے کے طور پر
کہا "آج تو ہم باغ میں نہیں جائیں گے"۔ ہم ایک دوسرے کے پاس سے گزر
چکے تھے۔ چنانچہ خاتون کو دوبارہ نہ دیکھ سکا۔
میں اپنی طویل سیر کے بعد واپسی میں ذرا دم لینے کو باغ میں آ رک
جایا کرتا تھا۔ حسین خاتون کے یہ الفاظ سن کر چونکا۔ یہ لوگ بھی باغ میں جایا
کرتی تھیں لیکن میں نے ان کو ایک بار بھی وہاں نہیں دیکھا تھا۔ ممکن ہے
اس میں میری "بے خیالی" کو دخل ہو۔ اب میں ضرور ان کو دیکھنے کی کوشش
کیا کروں گا۔

[illegible] مصری کی وجہ سے مجھے ساتھ میں نہیں ملی۔ میں مقررہ وقت پر اس کے [illegible] گیا۔ میں نے حسین خاتون کو چند بار اس بنگلہ میں سے نکلتے دیکھا تھا لیکن اس وقت شاید وہ محو خواب ناز ہوگی۔ پانچ میل کی خاک پھانک کر میں آیا تھا، مدری پل والی تالاب پر نظر آئیں۔ وہی تھیں۔ موٹی عورت بہت ہی باتونی خوش طبع اور پُر مذاق تھی اور یہ حسینہ خاموش، سنجیدہ اور شرمیلی تھی۔ دیکھا تو موٹی عورت کی تقریر کا فوارہ جاری تھا اور وہ خاموش خاتون اس کی مسلسل گفتگو کا جواب ایک تبسم غیر مسلسل میں دے رہی تھی۔ پہلے حسینہ نے مجھے دیکھا۔ وفعتہً اس پر سنجیدگی و خود آگاہی سی پیدا ہو گئی اس کے اس تغیر سے موٹی خاتون نے بھی اپنی موٹی گردن موڑی اور مجھے دیکھ کر بھینس کی آواز میں ایک نیم سنجیدہ قہقہہ لگایا پھر ہم یہاں سے کھسک گئے۔ میں کترا کر نکل گیا اور تالاب کے دوسرے سرے پر ایک پتھر پر جا بیٹھا۔

سر تھامے ننھی ننھی مچھلیوں کا پانی میں تماشا دیکھ رہا تھا آفتاب نکلنے میں اب بھی آدھ گھنٹہ ہوگا۔ چاند اپنی پھیکی روشنی کی کرنیں پانی کی ہلکی ہلکی لہروں پر ڈال رہا تھا جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آبی کوہ پر کسی حسینہ کے گوٹے دار دوپٹے یہاں سے وہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ میرے پیچھے پر کچھ چاپ ہوئی لیکن میں نے اپنی محویت کو بدستور برقرار رکھا "مچھلیاں پکڑنے کا بھی شوق ہے؟" وہی سمع خراش آواز پھر آئی جس کی کراہت کو ان الفاظ پر مشتمل شیریں آواز نے معدوم کر دیا: "بڑی شریر ہو۔ کیے جاتی ہو کچھ نہ کچھ، اگر تم کو شوق ہے تو بیٹھ جاؤ پاس جا کر" یہ پہلا طویل فقرہ تھا جس کو میں نے اس مترنم آواز میں سنا تھا۔ لہجہ میں پنجابیت غالب تھی لیکن زبان صاف تھی۔

خدایا کہاں پناہ لوں۔ میرے پاس بیٹھنے کی ترغیب بھی کس کو دی جا رہی ہے جس کی آواز و صورت سے میں اسی قدر ڈرتا تھا جس قدر ایک بزدل سپاہی میدانِ جنگ میں جانے سے ڈرتا ہے۔ یہ مسرت ہم نشینی اگر مجھے بخشی مقصود ہی تھی تو بجائے حضرت کے اپنی ذات کو پیش کرنے کی زحمت گوارا [illegible] میں مر جاؤں گا اگر اس موٹی خاتون نے مجھ سے گفتگو

کرنے کی ذرا بھی جھلک دی فوراً اپنے کو پانی میں گرا دوں گا۔ جب تک وہ کالا فرشتہ صورت میری پشت پر کھڑی رہی میں لرزتا رہا۔ شکر ہے چند منٹ کے بعد وہ میرے آگے سے گزر گئی۔ واپسی پر خاتون نے میری بے زبانی پر رحم کھاتے ہوئے ایک اچٹتی ہوئی نظر مجھ پر ڈالی لیکن میں بالکل مستغنی بیٹھا رہا۔

میں اکیلا تھا اور یہ دو حسین خاتون لا کہ شرمیلی و سنجیدہ تھی لیکن اپنی پہلوان سہیلی کے مذاق میں کبھی تبسم سے اور کبھی کھیال خوش طبعی شر ضرور کر لیتی۔ اب مجھے فوری ضرورت تھی کہ جلد از جلد ایک ساتھی پیدا کروں۔ مگر مجھے ایسے ساتھی کی ضرورت تھی جو سادہ لوح، بیوقوف اور حقیقت ناشناس ہو۔ آئی۔ سی۔ ایس ہو۔ بھلا ان صفات کا انسان کہاں سے ہاتھ لگ سکتا تھا۔ میں نے غور کرنا شروع کیا تو ایک نوکر یاد آیا جس کو میں نے چھ ماہ تک اردو پڑھانے کی بیہودہ کوشش کی تھی ذہن میں آیا۔ مگر اس کو کچھ خرابیٔ معدہ کی تو شکایت تھی نہیں کہ صبح پانچ بجے وہ گرم لحاف سے نکل کر میری وحشت سیری کا شریک ہوتا۔ بہر نوع میں شام کو اس کے پاس گیا اور الٹی سیدھی پٹی پڑھا کر اور چلنے پھرنے کی عادت نہ رکھنے سے خرابیٔ معدہ میں مبتلا ہو جانے کے خطرے سے ڈرا کر اس کو صبح اپنے ساتھ سیر کے لئے نکلنے کو آمادہ کر لیا۔

یہ لڑکا بڑا اگاؤدی تھا اور موٹا بھی۔ بے حد موٹا۔ خوب رنگی۔ میں نے سوچا۔ دوسرے روز صبح اس کو لے کر چل دیا آج بھی دہ لوگ ہم کو راستہ میں نہیں ملیں۔ باغ میں موجود تھیں۔ دونوں آج خلافِ معمول تالاب کی سیڑھیوں سے لگی ہوئی اس قدر محو گفتگو تھیں کہ ہمارے پیروں کی آواز پر بھی نہیں چونکیں۔ میں نے یہ شرارت کی کہ ان کے قریب سے نکلا۔ اگرچہ کلیجہ حلق میں آیا جا رہا تھا لیکن میں نے ہمت کر کے یہ بے محل سا فقرہ انگریزی ان کے پاس جا کر منہ سے نکالا: "مسٹر ہیرا لال" لڑکے سے مخاطب ہوا "میں تمہارا [illegible] ڈیبیٹ بنگالی اولیں" کا تا تھا لیکن تین چار روز سے اس کا شدید قائل ہو گیا ہوں"۔ مسٹر ہیرا اب تک بھی اس فقرے کی شانِ نزول کو نہ سمجھ سکے [illegible]

کرتا رہا میں آگے بڑھ گیا۔ میرے ان الفاظ سے دونوں چونک اٹھیں۔ حسین خاتون پر تو گویا بجلی (خدا نخواستہ) گر گئی۔ پہلے وہ بھونچکی سی ہو کر میری طرف دیکھتی رہی اس کے بعد اس پر اپنی فطری کا ایسا حملہ ہوا کہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا معلوم ہوتا تھا گویا اس کی نسوانی حسیات پر شدید اثر پڑا ہے۔ اسی حالت میں چند سیکنڈ رہنے کے بعد اس نے اپنی ساڑی کے ڈھلے ہوئے آنچل کو سنبھالا ——— اور پھر آنکھیں زمین میں گڑ گئیں۔ موٹی خاتون لیکن اس وقت بھی رستم زماں نظر آ رہی تھی۔ اس کو پروا بھی نہ ہوئی۔ انہی تمسخر آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کی نگاہوں کو اپنے موٹے ساتھی کی طرف متوجہ کر کے نظروں میں سمجھا دیا کہ آج مجھ سے نہ اکڑنا میرے ساتھ بھی ایک موٹا آدمی ہے۔

اس واقعہ کے نو دن تک وہ لوگ بالکل غائب رہیں۔ میرا حیا خاتون کی بازدید سے مایوس سا ہو چلا تھا۔ اب مسٹر مہرا کی خدمات کی چنداں ضرورت نہیں رہی تھی چنانچہ اس سے اس خدمت سے مستعفی ہو جانے کو کہا تو اس پاگل چھوکرے نے حیلے پیش کرنے شروع کئے لیکن میں اس کو سختی سے رد کر دیا۔ غریب دل مار کر رہ گیا

میری طویل سیر میں روز خاتون کا بنگلہ راہ میں پڑتا تھا جس کے سامنے سے میں گذرا کرتا تھا لیکن اب وہاں ہر وقت سناٹا نظر آتا تھا کبھی کبھی بنگلے کے باغیچہ میں پانی پانی دیتا نظر آیا کرتا تھا جس سے خاتون کے متعلق دریافت کرنا خطرہ سے خالی نہیں تھا! اس مہذب و باحیا خاتون نے میری تخیل و حسیات کس قسم کا اثر ڈالا تھا! اس کا جواب نہ تو میں ایک فقرہ میں دے سکتا ہوں نہ ایک طویل بیان میں۔ بارش ہوتی ہے تو آہستہ آہستہ پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے حتی کہ پیہم نزول باراں سے زمین خوب تر ہو جاتی ہے اور اس کے [illegible] سینے پر روئیدگی و سبزہ پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر چند روز [illegible] بارش تھم جاتی ہے تو لہلہاتا ہوا سبزہ پھر پانی کی بیحد ضرورت [illegible] کرنے لگتا ہے۔ بجنسہ میری حالت تھی۔ خاتون کی ملاقات اولیں پر ہی میں نے اس کے متعلق یہ ہلکا سا خیال قائم کر لیا تھا کہ وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔ آئندہ ملاقاتوں پر میں اس کو قابل تعریف خاتون سمجھنے لگا، اس کے بعد وہ لائق ستائش و واجب الاحترام [illegible] دلچسپ، نہایت دلفریب، کمال درجہ کی جاذب نظر و [illegible] سے گذرتی ہوئی ایسے مقام پر آ پہنچی جہاں جذبات [illegible] کی دسترس سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جہاں جذبہ پسندیدگی الفاظ کی قوت تشریح سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ میں نے کسی عورت کو آج تک اس حد تک اپنی وسعت خیال میں بلند نہیں ہونے دیا تھا۔ ایک میں نے اس ارفع مقام کی سیر نہیں کی تھی۔ اگر الفاظ کی اس تمام ہیر پھیر کا نام ہی "محبت" ہے تو دنیا جامع و ہمہ گیر الفاظ وضع کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ ہاں اگر محبت کے معنی کسی صاحب قاموس نے یہ لکھے ہیں کہ وہ بعید از قیاس و فہم شے جس کی پہنائیوں میں در آنا بشر کے امکان میں نہ ہو جو ادراک و تخیل کی حدود سے ماوراء ہو، تو ایک حد تک اس نے اپنی نااہلیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں کامیابی حاصل کر لی ہے!

اب میں آپ کو کیا بتاؤں کہ اس لڑکی سے میری روح کے روابط کس قسم کے تھے۔ سمجھنے کو اتنا جان لیجئے کہ اس کی ہر مسرت میری مسرت تھی، اس کا ذرا سا غم میرے لئے وجہ الم تھا۔ وہ اپنی تمام آرزوؤں کی آزادانہ مالک تھی، اگر وہ جذبات کو روئیدگی کا جامہ دینے کو آمادہ نہ تھی تو میں اس پر کسی قسم کا جذباتی دباؤ ڈالنا کفر سمجھتا تھا، اگر وہ میری آنکھوں کے سامنے کسی دوسرے انسان سے محبت کرنے لگتی تو میں اس کے اس طرز عمل کو بنگاہ رقابت ہرگز نہ دیکھتا کیونکہ اس کی مسرت میں میری مسرت تھی! الغرض وہ اپنی مرضی کی کلیتہً مالک تھی۔ میری روح، میری قوت ارادی، میری شرافت اور میرا وقار نفس سب کچھ اس کے تابع تھا۔ وہ خواہ اس کی تذلیل کرتی خواہ احترام!

مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے جذبات دلی کا عشر عشیر بھی ظاہر نہ کر سکا ہوں۔ آپ میری اس تمام سرگذشت سے [illegible]

[illegible] کی شکل [illegible] میں کھڑے [illegible] میں [illegible] وقدرشت بیزدی [illegible] کے [illegible] اور رعنایت کی تمام سرشتیں [illegible] ابی فانہ خاتون کی شان محبوبیت پر سب [illegible]

[illegible] میں سویرے اٹھنا اور ساڑھے سات بجے دفتر میں [illegible] ہوجاتا تھا چنانچہ ایک دن اٹھنے میں دیر ہوگئی۔ بمشکل [illegible] جب کاشانۂ حبیب کے سامنے سے گذرا تو آج [illegible] ذرا دیر سے نکل رہی تھی۔ دن بعد الحمدللہ! حسین خاتون [illegible] کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے چھوٹے بہن بھائی آج اس کے [illegible] رہے تھے۔ وہ موٹی عورت حسین خاتون سے چالیس قدم [illegible] آگئی جب میری ہونیلی تمنا یاد ہوگئی تو آج پہلا موقع تھا کہ [illegible] چند منٹ کے لئے تنہا دیکھا میری جانب اس نے اس طرح نظر اٹھا کر [illegible] میری آمد کی منتظر ہی تھی۔ وہ حسن کی برق پاش نگاہیں جن پر پلکیں [illegible] اس طرح کھلی ہوئی تھیں گویا معصوم جوانی کے جھانکنے کیلئے دو روزن [illegible] ایک کپکپی پیدا کردینے والی شرارت آمیز شوخی چلی گئی۔ میں ان خاموش آنکھوں کی تاب نہ لاسکا میری نظریں مغلوبانہ زمین کی طرف جھک گئیں [illegible] کی جرات نہیں کرسکتی تھیں لیکن ایک شیریں تہدید کو [illegible] میں نے پھر اس طرف دیکھنے کی ہمت کی۔ ایک بچہ اس کی ساڑی [illegible] لپٹ رہا تھا جس کو بہلانے کی وہ ہر ممکن کوشش کرچکی تھی۔ [illegible] لطف پھر سے مرعوب ہیولے کی جانب متوجہ ہوگئی [illegible] آنکھیں میری جانب مسکرا رہی تھیں ایسی مسکراہٹ سے جس میں [illegible] کی جان شوخی و نوش شامل تھیں یکبارہ روز ہم کوئی واقعہ پیش [illegible] اس سے آگے نازنین بالکل چھوٹی ہوئی کا نازک پودا بن گئی۔ جہاں [illegible] وہ آنچل پر سے درست ہوکر لجاتی ہوئی نکل جاتی۔ اس کے [illegible] بالکل ایک خاموش چاہتی بنی ہوئی تھی جو میری ذرا [illegible] اس کی جھیلیں اٹھا ڈالتی۔

اس مشتعیہ سیر میں میری سیر کی اصل غرض فوت ہوچکی تھی۔ کہاں تو پانچ پانچ میل نکل جاتا تھا اب صرف ایک دو میل کا چکر لگا کر باغ میں جا کودتا تاکہ اپنے ارمانوں کی حسین دیوی کے درشن کرسکوں۔ آج تنگ میں نے دل پر جبر کیا اور ذرا سویرے ہی نکل جانا چاہا لیکن پھر بھی دیر ہوگئی۔ ابھی نصف دور ہی گیا ہونگا کہ راہ میں ان سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ حسین خاتون آج ایک قیمتی سفید ساڑھی باندھے ہوئی تھی اور موٹی عورت نے دوہری شال اوڑھ رکھی تھی۔

جس مقام پر سے اس وقت میں گذر رہا تھا یہاں چند روز سے میں دو بد معاش صورت آدمیوں کو ٹہلتے دیکھا کرتا تھا ان کی وہ غلیظ دھوتیاں میلے کورٹ اور مکروہ صورتیں کئی روز سے میرے جذبات نفرت کو برانگیختہ کررہی تھیں۔ آج کے نظارے نے تو مجھے بالکل ہی بے قابو کردیا کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں سے ایک شخص جس کا قد لمبا تھا حسین خاتون کی جانب بڑھا اور یکبارگی اس کو اپنے گندے آغوش میں گھسیٹ لیا۔ قبل اس کے کہ وہ چیخ بلند کرسکے مردود نے اپنا قوی ہاتھ زور سے اس کے ننھے سے منہ پر رکھدیا دوسرا شخص جو قصیر القامت تھا موٹی عورت سے گتھ گیا۔

میں غصہ سے دیوانہ ہوگیا جھپٹا اور ایک دم طویل القامت بدمعاش پر پل پڑا۔ پشت پر ایک پوری قوت سے گھونسہ پڑنے سے وہ کراہ اٹھا اور حسینہ کو چھوڑ کر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ ادھر وہ قصیر القامت شخص بھی اپنے ساتھی کی مدد کو دوڑا۔ سب سے زیادہ مصیبت یہ ہوئی کہ خاتون کا بیوقوف کتا جس کو وہ آج اپنے ساتھ لے آئی تھی مجھ ہی کو حریف سمجھ کر کاٹنے کو دوڑا۔ غرض تین شدید حملے اور میں اکیلا۔ موٹی خاتون نے لیکن بکمال چستی باوجود فربہی رکنے کا کالر پکڑ لیا۔ اب میرے مقابل دو انسان تھے۔ لمبے قد والا آدمی اب تک میرے گھونسے کی ضرب سے بیدم تھا۔ چنانچہ اس کا حملہ کمزور تھا۔ لیکن دوسرا بونا بڑا خطرناک نکلا۔ میں نے "بوکسنگ" سے فائدہ اٹھانا چاہا لیکن معلوم ہوا کہ بونا اس میں میرا بھی استاد تھا۔ اس پاجی نے مشت خالی دے کر جو اچک کر میری ناک پر ایک مکا رسید کیا ہے تو میں چکرا گیا۔ میری ناک سے خون بہنے لگا معلوم نہیں خواتین پر

میری اس ہزیمت کا کیا اثر ہوا۔

ایک تو خرابیِ معدہ کی وجہ سے پہلے ہی کمزور ہو رہا تھا دوسرے اس ضرب نے اور نڈھال کر دیا۔ اگر یہ جنگ محض ان بدمعاشوں کے اور میرے درمیان ہوتی یعنی بالکل ایک جنگ عام ہوتی تو میں مغلوب ہو کر اس وقت پتھریلی زمین پر بیہوش پڑا ہوا ہوتا۔ لیکن اس محاربہ میں دو خواتین (بالخصوص میری فاتح خاتون) کی تحفظ عصمت کا خیال مجھے کمزور کر رہا تھا۔ میرے فردوسی خوابوں کی حور میرے سامنے موجود تھی جس نے اس وقت مجھے غیر معمولی جری اور بے انتہا قوی انسان بنا دیا تھا۔ بونا ایک مختتم ضرب کے ارادہ سے پھر بڑھا لیکن اس بار میں نے اپنے قد کی لمبائی سے فائدہ اٹھا کر اسکے گھونسہ کو روکا اور قبل اس کے کہ وہ سنبھل سکے پوری قوت سے اس کے سینے پر ایک لات رسید کی۔ یہ لات اس قدر زور کی تھی کہ وہ فٹ بال کی طرح دور جا گرا اور درد کی سسکی کے ساتھ بیہوش ہو گیا۔

اب ہماری برابر کی جوڑ رہ گئی تھی۔ یہ شخص بھی خاصی بوکسنگ جانتا تھا۔ خوب مقابلہ رہا۔ جب میں نے دیکھا کہ اس فن میں اس سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے تو آٹھویں جماعت میں سیکھے ہوئے فن کشتی (جس کو سات سال بعد آج پہلی بار آزمایا تھا) سے کام لیا۔ اس شخص سے گتھ گیا اور دو منٹ میں اس کو زیر کر لیا۔ اس کے بعد اس کے منہ کو اچھی طرح مضروب کر کے اس کو ادھ موا کر دیا۔

جب میں اپنی رستمانہ شہ زوری سے فارغ ہو کر اٹھا تو میرے گھٹنے کپکپا رہے تھے۔ داہنے بازو میں سخت درد تھا اور آستین پر خون کا بڑا سا دھبہ تھا۔ معلوم ہوا کہ مغلوب حریف نے پورے زور سے کاٹ کھایا تھا بلکہ بوٹی اتار لی تھی۔ میں اپنے منتشر بالوں کو ٹوپی کے نیچے چھپاتا ہوا کوٹھی کی طرف بڑھا اور باغ کے چوکیدار کو بلانے کے ارادے سے جانے لگا کہ وہ موٹی بھدی آواز کان میں آئی "ایک منٹ ٹھیریے مسٹر ذرا ...."

اس وقت اس کریہ آواز میں رقت بھی موجود تھی۔ میں رک گیا۔ دونوں میری جانب بڑھیں۔ میری آنکھیں جن میں اس وقت بھی وحشت و درندگی بھری ہوئی تھی حسین خاتون کی جانب متوجہ ہو گئیں جس کا تن نازنین اب تک اس ہیجان کی کشاکش کے باعث کانپ رہا تھا۔

"ہم آپ کا کس زبان سے شکریہ ادا کریں۔ آپ سچے مرد ہیں [illegible] کب تھا! سچا مرد حقیقی مرد کے معنی میں استعمال کیا گیا تھا۔

"اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں۔ میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات عرض کروں؟" میں نے کہا۔ "ضرور فرمائیے" موٹی عورت بولی۔

"آپ براہ کرم سیر کو تنہا نہ نکلا کریں۔ اپنے ہمراہ کسی مرد کو لے لیا کریں خواہ اپنے محترم و خوش قسمت شوہر کو (خوش قسمت شوہر کا اشارہ حسین خاتون کی جانب تھا) خواہ ملازم کو۔"

"لیکن میری سہیلی شوہر سے اب تک محروم ہیں اور ہمارے صاحب کے ساتھ نکلنا پسند نہیں کرتی" موٹی عورت نے خوش طبعی سے کہا۔ حسین خاتون شرما گئی۔ میں نے پھر کہنے کی جرأت کی "تو بہتر ہے کہ آپ سیر کو نکلا ہی نہ کریں۔" یہ میں اپنی محرومی کا باب آپ کھول رہا تھا۔ میں نے چلنے کے لئے قدم بڑھایا ہی تھا کہ حسین خاتون کے لب میگوں سے فقط یہ آواز نکل سکی "یہ ....؟"

یہ کہہ دینے کے بعد اس کا کنول کے پھول سے بھی زیادہ خوش رنگ ہاتھ کچھ چیز لئے آگے بڑھا۔ میں فوراً پلٹا اور اس دست سیمیں کی پذیرائی کے لئے وہاں پہنچا۔ اوہو! میری عینک! میں نے ان کافوری انگلیوں میں سے اپنی عینک لے لی اور تشکراً و احتراماً سر نیاز خم کر دیا۔

اب حسین خاتون نے نکلنا بالکل بند کر دیا تھا۔ کئی روز تک وہ بنگلہ پر بھی نظر نہ آئی۔ مجھے زندگی وبال معلوم ہونے لگی۔ بارے شکر ہے ایک روز جب میں اس روح پرور بنگلہ کے سامنے سے گذرا تو صحن باغ میں میں نے اس غزال رعنا کو مصروف خرام دیکھ لیا۔ اس نے مجھے بھی دیکھا اور ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ ادھر ادھر دیکھ کر میں نے جلدی سے سلام کے لئے ہاتھ اٹھا دیا جس کا جواب ایک شیریں تبسم سے دیا گیا۔ میں آگے بڑھ گیا اور آخری بار گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ وہ حسین چہرہ اب بھی میری جانب متوجہ تھا اور متبسم لبوں پر سے جاں بخش تبسم اس طرح آہستہ آہستہ مٹ رہا تھا جس طرح تاریکی شب سے رنگ شفق!

[illegible] کے سامنے سے ہو کے گذرنے کا وقت معلوم ہو چکا تھا [illegible] میں میری آمد کی منتظر رہا کرتی تھی۔ میں دیکھ بھال کر [illegible] سے آداب بجا لاتا اور وہ کبھی شرما کر آنکھیں جھکا لیتی کبھی مسکرا کر منہ [illegible] جس راستے میں گذرا کرتا تھا بالکل ویران بھی نہ تھی کبھی کبھی [illegible] سے بھی کوئی آ نکلتا تھا لیکن بالعموم یہاں سناٹا ہی رہتا تھا۔ بابا [illegible] ہو کر [illegible] تو وہ ٹہلتے ٹہلتے پھاٹک کے پاس ہی آ جاتی اور مجھے دیکھتے ہی [illegible] سے بھاگ جانے کی کوشش کرتی لیکن دفعتہ رک جاتی اور اپنی اس حرکت پر نادم سی ہو کر کھڑی رہ جاتی کبھی میں پھاٹک کے قریب اس کو کھڑا ہوا پاکر بڑے احترام نظروں سے (جن میں شاید جذبہ اشتیاق بھی شامل رہتا تھا) دیکھتا ہوا گذرنے لگتا تو وہ گملوں کے پیچھے اس طرح چھپنے کی کوشش کرنے لگتی جس طرح خاردار جھاڑی میں گلاب کا پھول چھپ جاتا ہے۔

بڑے آدمی بالعموم علی الصباح اٹھنے کی کم زحمت کیا کرتے ہیں۔ خاتون کے والد ایک نہایت معزز عہدہ پر مامور تھے۔ اور تقریباً مہینے بھر تک دورے میں رہتے تھے۔ اس کی والدہ محترمہ بھی دیر سے اٹھنے کی عادی تھیں۔ نوکر چاکر سردی میں اپنے کوارٹروں میں بند رہا کرتے تھے۔ مجھے خوف رہتا تھا تو صرف موٹی عورت کا رہتا تھا جو اکثر خاتون کے پاس آکر صحن باغ میں اس کے ساتھ ٹہلا کرتی تھی۔ اور جو مجھے دیکھ کر اب ہمیشہ سلام میں تقدیم کرنے لگی تھی۔ آج صبح بڑی سرد ہوا چل رہی تھی۔ ابر بھی گھرا ہوا تھا جس سے ہر طرف تاریکی سی چھا رہی تھی۔ میں حسب معمول بنگلے کے سامنے سے گذرا تو نازنین شال اوڑھے ہوئے ٹہل رہی تھی۔ اس دفعہ وہ مجھے دور سے دیکھتے ہی پھاٹک کے قریب آگئی۔ نزدیک پہنچکر میری رفتار بھی خود بخود دھیمی پڑ گئی۔ اس نے جونہی سر اٹھا کر مجھے دیکھا میں مودبانہ آداب بجا لایا۔ آج وہ نہ تو مسکرائی نہ لجائی بلکہ سنجیدگی سے جواب سلام کے لئے ہاتھ اٹھا دیا اور پھر وہیں کھڑی رہی۔ میں بھی بلا ارادہ رک گیا۔ آج اس کی ملکوتی آنکھوں میں اندوہ خفی جھلک رہا تھا۔ اندوہ نہیں بلکہ ایک بے چینی سی۔ میرا کلیجہ فرط محبت سے شق ہونے لگا [illegible] مگر ہونٹ چپک کر رہ گئے۔ قدم اٹھانے چاہے مگر بالکل مفلوج تھے۔ آخر میں بمشکل اپنے حواس پر قابو پا کر اس کی طرف بڑھا اور دھیمے لہجہ میں بولا "معاف کیجئے۔ کیا آپ ازراہ کرم مجھے کچھ عرض کرنے کی صرف دس سکنڈ کے لئے اجازت دیں گی؟" وہ دلفریب چہرہ جس میں سے اس وقت محبوبانہ انوار نکل رہے تھے دفعتہ سرخ ہو گیا اور پھر فوراً اپنے اصل رنگ پر آ گیا "میں دس سکنڈ کے بجائے آپ کو ایک منٹ دیتی ہوں" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ میرے ہاتھ پیر کپکپانے لگے۔ گھگیا سا گیا۔ زبان منہ میں خشک ہو گئی اور تالو سوکھ گیا۔ اپنے حواس مجتمع کرنے میں میں نے [illegible] ایک منٹ کے بجائے دو منٹ صرف کر دیئے۔ نازنین نے بے چینی سے استفسارانہ میری جانب دیکھا۔ میں نے آخر بمشکل ہکلا ہکلا کر صرف اس قدر کہا "کل عرض کروں گا۔"

دوسرا دن میری زندگی کا اہم ترین دن تھا۔ صبح اٹھا ہوں تو دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ ڈگمگاتے پیروں سے سیر کو نکلا۔ جب بنگلہ کے قریب پہنچا تو وہ قامت محشر آفریں پھاٹک کے قریب نظر آیا۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ یا اللہ! کیا کہوں گا؟ کس طرح کہوں گا؟ زبان تو یاری کرتی ہی نہیں ہے۔ اس نے میرا مشتاقانہ خیر مقدم کیا اور شیریں لہجہ میں دھیمے سے بولی "آج بغیر کچھ کہے نہ بھاگ جانا!" اُف ان جان پرور الفاظ نے میری رہی سہی قوت گویائی سلب کر لی۔ میں مجرم کی طرح اپنی لکی رانی کے آگے کھڑا ہو گیا۔ "آج میں آپ کو دو منٹ دیتی ہوں" حیات بخش لبوں سے یہ جرأت افزا فقرہ ادا کیا گیا۔

یہ تھا میری زندگی کا اہم ترین لمحہ! اگر آپ دریائے گنگ کو مشکیزے میں بند کر سکتے ہیں، اگر آپ کوہ ہمالیہ کے بے پایاں وزن کو کسی طریقے سے پرکاہ کی مانند سبک کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اگر آپ جذبات کو زبان گویا بخش دینے پر قادر ہیں تو میں بھی اپنی روح کی ملکہ پر اپنے جذبات باطنی کا اظہار کر سکتا تھا۔ ڈیڑھ منٹ تک میں تذبذب کی نزعی کیفیت میں کھڑا رہا۔ خاتون نے پریشان ہو کر

بجھے دیکھا۔ آخر بڑی کوشش سے میں نے زبان کھولی "مقدس نازنیں! میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔" یہ کہہ کر میں جانے لگا: "ایک سیکنڈ ...... " خاتون نے مجھے روکتے ہوئے فرمایا "یہ آپ کی جیب میں لفافہ کیسا ہے؟" لفافہ؟ ہاں میری جیب میں لفافہ تھا جس کا کچھ حصہ رومال نکالنے میں باہر نکل آیا تھا۔ مجھے علم تھا کہ میں خاتون کے آگے کچھ نہ کہہ سکونگا چنانچہ جو کچھ عرض کرنا تھا لکھ کر جیب میں رکھ لایا تھا۔ اس وقت باطنی کشاکش سے ایسا پریشان ہوا کہ لفافہ کا خیال ہی مطلق نہ آیا۔ اس یاد دہانی پر بے اختیار بولا "ہاں اچھی خاتون۔ یہ آپ کے لئے ہی ہے۔ مجھے جو کچھ عرض کرنا ہے اس میں بالصراحت موجود ہے۔" یہ کہکر مؤدبانہ لفافہ پیش کر کے چلدیا۔ لفافہ کا مضمون بہت طویل تھا۔ اس میں میں نے لگاوٹ تصنع یا ادبیت بگھارنے کی مطلق کوشش نہیں کی تھی محبت کے باب میں جو میں صاف سادہ اور ایماندارانہ رائے رکھتا ہوں اسی کے ماتحت مضمون لکھا گیا تھا۔ مختصراً آپ بھی دیکھ لیجئے:۔

"میں تم کو پوجتا ہوں۔ تم خواہ میرے جذبات کا خیال کرو یا نہ کرو میں ابدالآباد تک اسی طرح تمہارا پرستار رہوں گا۔

ہے یہی شرط وفاداری کہ بے چون و چرا
وہ مجھے چاہے نہ چاہے میں اسے چاہا کروں

مجھے تمہاری محبت واپسیں کی پرواہ نہیں۔ میں تم کو اس لئے نہیں چاہتا ہوں کہ تم اس چاہت کے بالعوض مجھے چاہو۔ اگر غلطی سے تمہارے نازک دل میں میرا خیال قائم ہو جائے تو میں تم سے منت کرتا ہوں کہ میرے لئے تم ہرگز نہ جلنا کڑھنا۔ اپنی زندگی کو تم مسرور رکھو۔ تمام افکار سے آزاد۔ اگر سماجی قانون کے ماتحت یا والدین کے ارشاد کی تعمیل میں تم انتخاب شوہر کے لئے آمادہ کیجاؤ تو اس باب میں میرا مطلق خیال نہ کرنا اور مجھے اپنی مسرتوں میں سنگ راہ نہ سمجھنا۔ میں خودغرض و بندۂ نفس نہیں ہوں۔

خاتون! میں محض تمہاری ذات سے محبت نہیں [illegible] تم ہی سے "کل تم" سے۔ گو ذات اس سے منفک نہیں [illegible] نگاہ مادیت سے علیحدہ ہے۔ یہ اعلان محبت میں محبت [illegible] کر رہا ہوں کہ تمہارے دل کو اپنے لئے ملائم کر لوں تمہارا [illegible] حاصل کر لوں۔ تم مجھے ایک سنگریزے سے بھی زیادہ بے حقیقت [illegible] مور پا مالیدہ سے بھی زیادہ مجھے نہ سمجھو۔ اس غبار راہ سے بھی زیادہ مجھے وقعت نہ دو جو روز تمہارے پائے نازنیں کے نیچے آتا ہے اور جس کی جانب تم کبھی توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتی ہو۔ سنگریزہ پیروں میں کچلے جانے کی شکایت نہیں کرتا ہے۔ اور نہ اس امر کو شائع [illegible] کہ وہ تم پر یہ ظاہر کردے کہ تم روز اس کو روندتی ہوئی گذر جاتی ہو بس اسی طرح مجھے سمجھو۔

میرے اس اعلان محبت سے غضبناک ہو کر خواہ تم قہر مجسم بن جاؤ خواہ میری ہستی کو فنا کردو لیکن میں تم سے محبت کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ اور اگر تم بھی مجھے اپنی آرزوں کا مرکز اپنی تمناؤں کا سرچشمہ بنالو تو اس وقت بھی تمہارے اس رحم و کرم سے میری محبت میں کوئی اضافہ نہ ہو جائیگا۔ میں تمہاری محبت کو اسی لامحدود پیمانہ میں رہنے دونگا جو خدائے محبت نے اس کے لئے قائم کر دیا ہے۔ محبت جب قلوب پر قبضہ جماتی ہے تو پہلی ہی بار اپنے پورے حجم و عرض کے ساتھ چھا جاتی ہے۔ وہ دور وحدت سے بالاتر ہے۔"

اس خط کے بعد تین روز تک خاتون کا پتہ نہ تھا۔ چوتھے روز مجھے دیکھ کر وہ تیزی سے پھاٹک پر آئی اور جلدی سے ایک لفافہ پھینک کر چلی گئی۔ حالانکہ میں کامیابی و ناکامی محبت کی امید و خوف سے بے نیاز تھا لیکن پھر بھی میرا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ مکان پہنچنا دشوار ہو گیا۔ جھٹ سے کمرہ بند کیا اور نامۂ محبوب پر ہمہ تن جسم [illegible] جھک گیا۔ جواب کا خلاصہ آپ بھی ملاحظہ کر لیجئے:۔

جب ... بہت نفرت کے انسان سمجھا تو مجھ کو ... کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یاد رکھئے اگر آپ ... جان بچانے کی طرح مجھ سے محبت کی تو میری زندگی تباہ کرنے کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔ دیہ بالکل خاتون کے خط کے الفاظ ہیں) میں مانتی ہوں کہ آپ کا نظریۂ محبت صحیح ہے لیکن اس میں تھوڑی سی اصلاح کی ضرورت میں سمجھتی ہوں۔ آپ نے یہ مایوسانہ خط معلوم ہوتا ہے بہت ہی افسردگی کی حالت میں لکھا ہے میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ آپ کو کیا حق ہے کہ تمام قدوقی نیاز اور ایثار ایک اپنی ہی ذات کے لئے مخصوص کرلیں۔ ابھی تو آپ کا یہ دعویٰ ہی ثبوت طلب ہے کہ محبت صرف ایک آپ ہی کے دل میں اپنا گھر کئے ہوئے ہے جب اس کا ثبوت بہم پہنچ چکیگا تو آپ اپنے نظریہ کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیئے جائیں گے۔ آپ خود تو خدا تک بن جانا چاہتے ہیں اور دوسروں کی بندگی تک کے بھی متحمل نہیں ہوسکتے! اس پر بھی بے نفسی و فنادگی کا دعویٰ !!!"

میں اس خط کو پڑھ کر سر تھام کر بیٹھ گیا۔ یہ جواب ایک بندۂ نفس عاشق کے لئے تو پیام شادمانی تھا لیکن مجھے اس نے سخت خلفشار میں مبتلا کردیا تھا۔ آہ! میں نے یہ کیا کیا کہ اظہار محبت کرکے خاتون کی مسرور زندگی کو مکدر کردیا۔ میں مرد ہوں، سوسائٹی میرے تو افعال ذمیمہ پر پردہ ڈال سکتی ہے لیکن اس کی نگاہ میں عورت اپنے فطری حقوق تک کیلئے آزاد نہیں۔ اس کے علاوہ اختلاف مذہب کی ایک ایسی سنگین دیوار قائم کردی گئی ہے جس کو محبت کے مقدس فرشتے بھی نہیں توڑ سکتے ... جذبات بھی فرقہ وارانہ رنگ اختیار کرکے ناجائز بنجاتی ہے ... مقدس مذہب کے پاک مشن پر خیال کیجئے اور اس کے نام پر جو ... فرقہ پرستی، مظالم، ناروا حرکات، غیر انسانی افعال اور

جانوروں کی سی لڑائیاں کیجاتی ہیں اس پر نگاہ کیجئے۔ اگر آپ کے سینے میں غیر فرقہ پرست دل موجود ہے یا ذرا بھی مذہب کی حقیقی غایت سے آشنا قلب ہے آپ مالک ہیں تو اس ہولناک جہالت پامال فرقہ پرستی قوم پر خون کے آنسو بہایئے۔ آج افریقہ کے حبشی آسٹریلیا کی برہنہ اقوام اور ان تمام وحشی قبائل کے افراد جن کو ہم انسان سمجھتے ہوئے بھی شک کرتے ہیں اپنی بربریت وظلم کو ترک کرکے مہذب ہوتے جاتے ہیں لیکن بدقسمت ہندوستان میں اب بھی مذہب کی آڑ لے کر یہاں کی اقوام ایک دوسرے کی دشمن بنی ہوئی ہیں۔ رواداری، وسیع القلبی، رعایت، گنجائش حقوق اور باہمی چشم پوشی یہاں سے ایسی رخصت ہوئی ہے گویا ان باتوں کی یہاں کسی نبی یا رشی نے کبھی تعلیم ہی نہیں دی تھی!

میری مقدس خاتون کے اور میرے مابین بھی اختلاف مذہب کی آتشیں خلیج حائل تھی جس کو میں اور وہ گلزار خلیل سمجھتے تھے۔ لیکن والدین اگر ان کو ہماری محبت کا علم ہوجاتا تو اس آتشیں خلیج اختلاف میں اور وسعت پیدا کرسکتے تھے۔ خاتون کے پیارے خط کا جواب میں دوسرے روز ہی دے آیا۔ اس کو میں نے لکھ دیا کہ وہ طالب و مطلوب کے فرق کو نہیں سمجھ سکتی۔ اس نے اپنی محبت پذیر حسیات کو حسیات عاشقانہ سمجھا۔ اسی بناء پر وہ اپنے کو میری پرستار سمجھ بیٹھی۔ حالانکہ میں اس جزو کی "ایمان محبت" سے بہت بلند تھا۔

وہ تین چار یوم تک نظر نہ آئی۔ ممکن ہے اس کی وجہ بارش ہو۔ سردی کا زمانہ پھر اس میں بارش۔ قیامت پر قیامت ہے۔ لیکن میرا پائے استقامت ذرا نہ ڈگمگایا۔ روز اس طرف سے نکلتا۔ پانچ دن ہوگئے لیکن ابر نہ کھلا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی برآمدے میں سے رومال ہلا رہا ہے میری حسین خاتون تھی۔ میں نے جواباً اپنی ٹوپی ہلادی اور منکی سرد بوندیں اپنے سر میں جذب کرلیں۔ ساتویں روز ذرا مطلع صاف تھا۔ آج میری حسین قمری صحن گلشن میں مصروف خرام تھی۔ مجھے دیکھ کر پھاٹک کے پاس آکھڑی ہوئی اور قاتلانہ تبسم کے ساتھ یوں گوہر فشاں ہوئی "آپ اس بحث کو الجھاتے جارہے ہیں۔ میں آپ سے تفصیلی گفتگو کرنا

چاہتی ہوں۔ کیا آج شب کو آپ گیارہ بجے یہاں آسکتے ہیں؟"

"سر کے بل" میں نے جواب دیا۔ اس نے ایک بار اور اپنے محبوبانہ تبسم سے مجھے شاد کیا اور پر محبت نظر ڈال کر چلدی۔

اس کے بنگلے کے قرب وجوار میں زیادہ آبادی نہ تھی۔ صرف چند گھوسیوں کی جھونپڑیاں تھیں۔ اس حسین بنگلے سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ایک بہت پرانا گھنا اور عظیم الشان برگد کا درخت تھا۔ جس کی سایہ میں موسم گرما کے اندر مویشی پڑے سوتے رہتے تھے۔ یہاں سے ایک راستہ جھیل کی طرف چلا گیا تھا۔ رات کو نو بجے کے قریب پھر ابر گھر آیا اور بارش شروع ہوگئی۔ خیال ہوا کہ شاید گیارہ بجے تک کھل جائے۔ مگر توبہ۔ کیسا گھنا مینہ اور تیز ہوگیا۔ ہوا بھی بلا کی چل رہی تھی چند منٹ بعد موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ساڑھے دس بجے میں نے برساتی سنبھالی اوور کوٹ لادا اور چلدیا۔ ہوا کی تیزی بارش کی شدت مینہ کے چھینٹے لبس کلیجہ کے پار ہوئے جارہے تھے۔ قیامت کی سردی تھی۔ بہر نوع میں نالوں کو عبور کرتا ہوا دو میل طے کرکے بنگلہ پر پہنچا امید نہ تھی کہ اس بھیانک رات میں میری نازوں کی پلی حسینہ نکلیگی۔ جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ چوطرف طوفان کا رعشہ خیز شور تھا۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا صرف بجلی کوندتی تھی تو سڑک ذرا روشن ہوجاتی تھی۔ جب میں بنگلے پر پہنچا تو مینہ ذرا ہلکا ہوگیا۔ مگر ہوا کا وہی عالم تھا۔ برساتی اپنی بساط کے موافق بارش سے میری مدافعت کررہی تھی۔

میں پانچ منٹ تک پھاٹک کے پاس کھڑا رہا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ لوہے کے اس سرد دروازہ کو جو اس وقت پانی سے تر ہو رہا تھا چند بار چوما۔ اسکے بعد ہاتھ کی اوٹ دیکر ایک سکنڈ کیلئے ٹورچ چمکائی دفعتہً برآمدے میں آہٹ ہوئی کوئی پنجوں کے بل گذرا چند لمحوں میں میری حسینہ پھاٹک کے پاس آکھڑی ہوئی

"ایس۔ ڈی!" میں نے آہستہ سے اس کا پیارا نام لیا

"آپ آگئے والے ایسے مینہ میں؟" میری ایس ڈی نے حیرت سے دریافت کیا

"کیوں نہ آتا۔ تمہارا حکم تھا" میں نے عرض کیا۔

"اچھا تو کہاں چل کر بیٹھیں؟" اس نے دریافت کیا [illegible] بجلی چمکی جس سے حسین خاتون سہم گئی۔

"اگر تم اس طوفانی رات میں ایک فرلانگ [illegible] چلنے کی زحمت کرسکتی ہو تو آؤ چل کر اس برگد کے درخت کے نیچے [illegible] قریب میں تو اور کوئی جائے پناہ ہے نہیں" میں نے کہا۔ اس کے جواب میں نازک اندام حسینہ آہستہ سے پھاٹک کھول کر باہر نکل آئی۔ میں نے جلدی سے برساتی اس کے جسم کے گرد لپیٹ دی۔

راستہ خراب تھا جابجا گڑھوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔ [illegible] کا سناٹا اور گھٹا ٹوپ اندھیرا خطرہ تھا کہ نازک بدن ایس۔ ڈی گر نہ پڑے میں اس کا ہاتھ سہارا دینے کے لئے تھامنے کی جرأت اپنے میں نہیں پا رہا تھا۔ آخر اس سے بولا "ایس۔ ڈی میرے شانہ پر ہاتھ رکھ لو۔ دیکھو ابھی تم کیسی بری طرح گرتیں۔" میرے کہنے سے اس نے میرے شانہ کا سہارا لے لیا۔

"اوہو! آپ تو تمام بھیگے ہوئے ہیں!" اس نے میرے تر کپڑوں پر ہاتھ پھسلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ ایسا زیادہ نہیں" میں نے جواب دیا۔

چند منٹ بعد وہ عظیم الشان برگد کا درخت آگیا جس کے گھنے پتوں میں سے بھی پانی پانی چھن چھن کر گر رہا تھا۔ یہاں اور بھی زیادہ تاریکی تھی اور سخت کیچڑ۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ اپنی مقدس حسین خاتون کو کہاں بٹھاؤں! ٹورچ جلانے کو اس نے منع کردیا تھا۔ اتنے میں بجلی چمکی جس کی خیرہ چشم روشنی میں میں نے ایک بڑا سا پتھر دیکھا۔ پتھر سخت بھی تھا گیلا بھی تھا اور ٹھنڈا بھی۔ میں نے جلدی سے اپنا اوور کوٹ اس پر بچھا دیا، اس کا باقی حصہ اس کی حسین ٹانگوں پر [illegible] دیا اور برساتی سے اس کا اوپر کا جسم اچھی طرح ڈھانک دیا۔ [illegible] طرح میری ایس ڈی آرام سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اب صرف [illegible] جوتے کیچڑ میں تھے جس سے ڈر تھا کہ پانی [illegible] پیروں میں جنگی نہ دوڑ جائے۔ اس کی تدبیر میں نے [illegible]

...ے بجلی پڑا ہو کیا اور پیچھے سے اس کے جوتوں
... کی ہتھیلیاں پھیلا دیں۔
... سنسنی ہوئی ... لپیٹ ایس ڈی کی برساتی پر
... کر یہ علم تھا کہ مجھ سوختہ سامان عاشق پر
... کر ان کو اپنے احسان نزول کی ضرورت نہیں چنانچہ بغیر
... بہ جا رہی تھیں اور میرے ٹکڑوں میں سے گذر کر
... ہوئی اور ادھر ادھر بہ جاتی تھیں۔ خاتون نے ایک دفعہ میری
حالت کے متعلق سوال کیا "آپ اپنا کوٹ اور برساتی سب کچھ
میرے حوالے کر چکے ہیں۔ اپنے پاس بھی کچھ رہنے دیا یا بھیگ رہے ہیں
آپ؟"

"جس قدر بھیگ چکا ہوں اب اس سے زیادہ تو کیا بھیگ سکتا ہوں۔ چنانچہ تم میری فکر نہ کرو۔ بہت آرام سے ہوں میں؟" اور یہ آپ کھڑے کس چیز پر ہیں؟" اس نے اندھیرے میں میری پوزیشن معلوم نہ ہو سکنے کی وجہ سے دریافت کیا "ایک پتھر مجھے بھی مل گیا ہے اس پر بیٹھا ہوا ہوں" میں نے دروغ بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا اتنے میں زور کی بجلی چمکی اور سخت کڑکا ہوا جس سے نازک دل خاتون ڈر گئی اور بلا ارادہ کھڑی ہو گئی۔ میری ہتھیلیوں پر آہستہ سے کہا " بیٹھ جاؤ۔ تم فوراً ہی بجلی سے ڈر گئیں۔ ایس. ڈی تم کو بجلی کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی ہے تم خود بھی تو بجلی ہو" میرے الفاظ سے اس نے ایک افسردہ سا قہقہہ لگایا اور بیٹھ گئیں۔ ہتھیلیوں کو بھی آرام ملا۔
"ارے یہ میرے پیروں کے نیچے گدگدا گدگدا سا کیا آگیا؟" اس ... نے میری حقیر ہتھیلیوں کو اپنے پائے نازک کے نیچے محسوس کر لیا ... مٹی ہو گی۔ لاحول ولا قوۃ۔ ڈری کیوں جاتی ہو۔ خدانخواستہ سانپ نہیں ہے" میں نے اس کو کھڑے ہونے کی کوشش کرنے سے روکتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہ ......" ابرا ہو بجلی کا پھر چمکی اور اتنی دور تک گمشتی ... تمام عالم روشن ہو گیا۔ اسی روشنی سے حقیقت پسند ایس ڈی نے بھی فائدہ اٹھایا۔ جھک کر جلدی سے اپنے جوتوں کے نیچے دیکھا۔ میں نے ذرا ہاتھ کھینچ لینے چاہے لیکن چوری پکڑی گئی۔ اس کے بعد اس نے کیچڑ میں گھٹنوں کے بل کھڑے رہنے کی میری پوزیشن کو دیکھا۔ پھر پانی سے شرابور میرے سر چہرے اور چشم پر نگاہ کی۔ یہ سب جائزہ بجلی کی روشنی گم ہونے سے پہلے ختم کر لیا گیا میری اس ابتر حالت کا احساس کرتے ہی ایس. ڈی نے اپنے کو میرے اوپر دھکیل دیا اور بکمال رقت بولی "ارے! یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ ہائیں! میرے جوتوں کے نیچے اپنے ہاتھ رکھے بیٹھے ہو! اور پانی اور کیچڑ میں اس طرح بیٹھے ہوئے ہو جیسے یہ کوئی گزند پہنچانے والی شے ہی نہیں۔ آہ کے. ایس تم نے جو کچھ اپنی اگلی چٹھی میں لکھا تھا وہ حرف بحرف صحیح ہے!" یہ کہکر وہ اپنے قیمتی شال سے میرے سر اور چہرے پر سے پانی صاف کرنے لگی۔ لیکن میں نے اس خدمت سے اس کو باز رکھتے ہوئے کہا "نہیں ایس. ڈی رہنے دو۔ ابھی ہم کو ایک دوسرے کے جسم پر قانوناً و شرعاً اس قدر استحقاق حاصل نہیں ہے کہ ہم اس قدر متصل ہو جائیں۔ تم آرام سے بیٹھ جاؤ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔"

"کیا خاک بیٹھ جاؤں" رحمدل خاتون نے خفگی سے کہا "میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔ آہ دیوتا! تم پوجا کے قابل ہو۔ دھن ہے میرے بھاگ (قسمت) کہ تم جیسا پاکباز و شریف انسان میری ویران زندگی کو آباد کرنے کو مل گیا۔ آہ کے. ایس تم مجھے اپنے چرنوں سے جدا نہ کرنا میں داسی ......" لیکن میں نے جلدی سے خاتون کا قطع کلام کر دیا اور بولا "مقدس خاتون! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ خود پہلے محبت کے تقدس کا اعتراف کر چکی ہو اب یہ الفاظ تمہاری زبان کے شایاں نہیں ہیں۔ جان آرزو ہم صرف اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ تمام عمر ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں اور ایک دوسرے کی پرستش میں عمر صرف کر دیں۔"

"یہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا۔ میں ایک منٹ کیلئے بھی تم سے جدا نہیں رہ سکوں گی آہ کے. ایس مجھے اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ تم ضرور کوئی نہایت شریف انسان ہو جس روز تم نے ان بدمعاشوں سے میری آبرو بچائی تھی۔"

"معزز خاتون! یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ محبت کا انجام طالب و مطلوب کے اتصال کا نام ہے۔ دنیا یہی سمجھتی ہے۔ ہمارے ناول اور افسانے وغیرہ بھی محبت کا رخ شادی کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ غرض ہر شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ محبت کا انجام شادی ہونا چاہیئے۔ لیکن میری پاکدامن حسینہ میں اس باب میں بالکل علیحدہ خیال رکھتا ہوں۔ میں یہ جائز نہیں سمجھتا کہ جس کعبہ میں خود تعمیر کروں اس کو ملوث بھی کردوں!"

"کے۔ ایس۔ تم بہت روکھے اور خشک آدمی ہو۔ بہر نوع تم لاکھ سنگدل بنے رہو میں تم کو اپنا دیوتا بنائے رہونگی۔ میرے پران، میری آتما سب کچھ میں تم پر بلیدان کردوں گی"۔

بڑی ضدی خاتون تھی۔ خدا خدا کر کے میں نے اس کو سمجھایا کہ مجھ سے زندگی وابستہ کرنے کے خیال کی پرورش کر کے اپنی قوم و معزز والدین کو صدمہ نہ پہنچائے۔ اس کی خوشامد کی۔ منتیں کیں بہت کچھ سمجھایا جب وہ کہیں اس قدر جا کر راضی ہوئی کہ جس شخص کے ساتھ اس کی شادی کی بات چیت ہو چکی ہے اس کے خلاف وہ علانیہ کوئی آواز بلند نہیں کریگی ہاں لیکن حتی الوسع یہ کوشش ضرور کرے گی کہ شادی میں التوا برقرار رہے۔ "کیوں ایس ڈی اگر میں کسی اور عورت سے محبت کرنے لگوں؟" میں نے اس کو ستانے کو پوچھا۔ "تو وہ خوش قسمت عورت میری بھی محبوب ہوگی" اس نے کہا۔ اس کے جواب میں سوائے اس کے کہ میں اس کے قدم چوم لیتا اور کیا کر سکتا تھا۔ اس لڑکی میں کس قدر جلد تغیر پیدا ہو گیا تھا!

ہم کو یہاں آئے کافی دیر ہو گئی تھی چنانچہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے میں اپنی ایس ڈی کو بحفاظت اس کے بنگلے پر پہنچا آیا۔ رخصت ہوتے وقت اس نے اپنا پیارا سر میرے ترشانہ سے چھوا دیا جس کو میں نے فوراً احتراماً علیحدہ کر دیا اور سلام کر کے اپنے مکان کا راستہ لیا۔

اب ہماری ملاقاتیں پھر وہی سابقہ ملاقاتوں کی طرح رہ گئی تھیں۔ اس کو دور سے دیکھ لیا۔ سلام اور چل دیا۔ لیکن ایس ڈی کی حالت اب کچھ اور تھی۔ وہ مجنونانہ میری جانب دیکھے جاتی تھی اور جب تک میں اس کی نگا[illegible] سے اوجھل نہ ہو جاتا اپنی جگہ سے نہ ہٹتی۔ اس کی اس [illegible] نے بھی دیکھ لیا۔ بلکہ ایک روز تو اس ممتی نے مجھے سلام [illegible]

اب ایس ڈی تین روز سے بالکل غائب تھی۔ اس [illegible] ایک روز میں نے ایک جنٹلمین کو برآمدہ میں ٹہلتا ہوا دیکھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا [illegible] کچھ دال میں کالا تھا۔ اس طرف کا آنا جانا چھوڑ دیا۔ دور سے دیکھ لیتا۔ [illegible] اب تک ایس ڈی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ گیارہ دن بیت گئے لیکن اس کی پیاری صورت نظر نہ آئی۔ آہ ایس ڈی! بارہویں روز مجھے ایک لفافہ ملا [illegible] ایس ڈی کا محبت نامہ! لاہور سے بھیجا گیا تھا۔ یا الٰہی یہ کیا اسرار ہے [illegible] جلدی سے کھول کر پڑھتا ہوں تو یہ عبارت تھی۔

پریے۔ نمسکار!

ماں نے ہماری باہمی سلام و دعا دیکھ لی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پتا جی نے مجھے زبردستی لاہور بھیج دیا اب میں راہ دن تمہیں دیکھنے کیلئے یہاں بےچین رہتی ہوں۔ مجھ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ شادی کر دی جائے لیکن میں نے مزید تعلیم کا سلسلہ جاری کر لیا ہے تاکہ اس وبال سے جب تک چھٹکارا ممکن ہو بچی رہوں۔ انٹر میں داخل ہو گئی ہوں۔ پڑھنا لکھنا کیا ہے وقت کو گزارنا ہے۔ ابھی میں اپنا کوئی پتہ مقرر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ میرے خطوط کی نگرانی کی جاتی ہے چنانچہ تم مجھے جواب لکھنے کی تکلیف نہ دو اور میرے کام ہو، میرے کے۔ ایس۔ میں تم سے دور چلی گئی ہوں مگر تم کو اپنے قریب پاتی ہوں دیکھنا تم مجھے بھول نہ جانا۔ نہیں تم مجھے نہیں بھول سکتے مجھے یقین!

تمہاری اور ہمیشہ تمہاری ایس۔ ڈی

اس روح فرسا چٹھی کے بعد سے اب تک اس کے تین حیات بخش خط اور آچکے ہیں اب تک وہ پتہ مقرر کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ اس کے خطوط ہی آجکل میرے لئے باعث حیات ہیں ورنہ میں تو صحت کی تاریک حدود میں داخل ہو چکا ہوں۔ نامعلوم کب موت آ جائے۔ ولیکن یہ آرزو ہے کہ مرنے سے پہلے ایکبار اور اپنی اور اپنی ایس۔ ڈی کو دیکھ لوں۔ دیکھ لوں یا خدا اسکو ایکبار اور دیکھ لوں!

بسیق

شہرت

یونیورسٹی سے سائنس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکا تھا۔ اسے قدرت کی طرف سے ایسا دماغ عطا ہوا تھا جو سائنس کی باریکیوں اور علمی تحقیق کو بخوبی حل کر سکتا تھا۔ اس کے ذہنی گوشوں میں علم کی روشنیاں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہی تھیں۔

یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد تمام پروفیسران اور احباب کی یہ رائے ہوئی کہ اسے اپنی علمی کاوشوں کو اس طرح ضائع نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس میں کمال حاصل کرنے اور علمی تجارب سے اپنی معلومات کو چار چاند لگانے کی غرض سے یورپ کی کسی عظیم الشان درسگاہ میں عملی زندگی گذارنی چاہیئے۔

اس کے بعد ہی راشد فہمی نے برلن کی سب سے بڑی کیمیاوی درسگاہ میں تحصیل علوم کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ دن اور رات کی ایک لافانی سی گردش کے بعد وہ سائنس کی لیبوریٹریوں اور علمی تجارب گاہوں میں بے شمار تجربوں کے ذریعے اپنی علمی تابناکیوں میں اضافہ کر رہا تھا۔ تمام اساتذہ اور جرمنی ماہرین فن اس کی وسعت معلومات، تبحر علمی، باریک بینی اور دقیقہ سنجی سے ششدر تھے اور انہیں یقین تھا کہ علم و عمل کی گود میں پلا ہوا یہ فرزند ضرور کسی دن اپنی تحقیقات اور انکشافات سے فنی نکتہ سنجوں کو تعجب و حیرت میں مبتلا کر دے گا۔

چند سال بعد راشد عملی منازل کو بھی بخوبی طے کر کے اپنے وطن واپس چلا آیا۔ اب اس میں زمین و آسمان کا فرق تھا —— بالکل اسی طرح جیسے کہ لعل کے کسی بے ڈھنگے ٹکڑے کو کاٹ چھانٹ کر کسی انگوٹھی میں جڑ دیا جائے۔ پہلے وہ جن علمی نظریوں پر فخر کیا کرتا تھا اب انہیں عملی سانچوں میں ڈھال سکتا تھا۔ پہلے وہ جن موضوعوں [illegible] ذہنی کرتا تھا۔ اب ان کا تجربہ کر سکتا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ لوگ اب اسے ڈاکٹر راشد یا پروفیسر راشد کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

(۲)

جرمنی سے واپس آتے ہی ڈاکٹر راشد کی خدمات یونیورسٹی کے شعبۂ سائنس کے لئے حاصل کر لی گئیں اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہی سائنس کے لکچروں اور علمی تقریروں سے سبکدوش کر کے عظیم الشان کیمیاوی لیبوریٹری اس کے سپرد کر دی گئی —— اب ڈاکٹر راشد تمام الجھنوں اور پریشانیوں سے آزاد ہو کر اطمینان کے ساتھ کیمیاوی تجربوں اور علمی جد و جہد میں مصروف تھے انہیں اب کچھ فکر نہ تھی۔ ان کے مصارف کے علمی وظائف اور ریسرچ کے تمام اخراجات کی یونیورسٹی کفیل تھی —— اور وہ علائق دنیوی سے الگ ہو کر اپنے کیمیاوی معمل میں علم و فن کی داد دے رہے تھے،

ایک عرصے تک وطنی صحائف میں ڈاکٹر راشد کی فنی کاوشوں کا تذکرہ ہوتا رہا اور بڑے بڑے ماہرین فن طویل طویل شذروں میں اس کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے رہے۔

اس کے بعد چند سال اس طرح گذرے کہ لوگ ڈاکٹر راشد کو اس عرصے میں اپنے ذہنی پردوں سے محو کر چکے تھے۔ اخباروں کے کالم جن میں نہایت شاندار الفاظ میں اس کی علمی ریسرچوں کا تذکرہ ہوا کرتا تھا بالکل خاموش تھے —— اور وہ خود اپنے کیمیاوی معمل میں اپنے علمی خواب کی تعبیر میں مصروف تھا،

وہ خواب کیا تھا؟ —— واقعہ یہ تھا کہ ڈاکٹر راشد نے اپنے علمی تجربوں کے بل بوتے پر مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ چند کیمیاوی اجزا سے کسی اصولی طریقے پر "ریڈیم" جیسا گراں قیمت اور مفید ترین عنصر بنایا جائے —— اس کا خیال تھا کہ اگر وہ اس تجربے میں مقصد میں کامیاب ہو گیا تو ریڈیم کا عنصر زیادہ سے زیادہ مقدار میں مہیا ہو سکیگا —— اور اس کے بعد عالم انسان کی بہت سی پریشانیوں کا حل

—— اور مریضوں کی سینکڑوں کلفتوں کا علاج ہو سکیگا۔

(۳)

اخبار اور اخباروں کے پڑھنے والے ابھی تک ڈاکٹر راشد کو بھولے ہوئے تھے —— جو رات دن اپنی کامیابی —— اور مخلوق کی غیر معمولی خدمت کے لئے ہر وقت بے چین تھا —— وہ اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے معمل میں آتشی مادوں اور خطرناک عناصر میں سانس لے رہا تھا

اب رفتہ رفتہ ڈاکٹر راشد کے دل میں ایک اور جذبہ پیدا ہو رہا تھا —— شدہ شدہ اُسے ایک اور چیز بے چین کر رہی تھی —— اور وہ "شہرت" تھی —— وہ جب اخبارات میں کسی نئے ہیرو کا نام پڑھا کرتا تھا جس نے کسی فن میں غیر معمولی شہرت حاصل کی ہو —— یا کسی ایسے عالم یا سائنسداں کا تذکرہ سنتا تھا جس نے کوئی علمی یا عملی اکتشاف کیا ہو —— تو رشک اور شوق کی آگ میں جلا کرتا تھا —— اس وقت اس کی انتہائی آرزو یہی ہوتی تھی کہ کسی طرح شہرت اور عزت کا معیاری درجہ حاصل کرے اگرچہ اسے اس سلسلے میں اپنی جان کی بازی لگانی پڑے۔

کچھ دنوں یہ پُرشوق جذبہ غم و غصے میں بدل گیا —— اب وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اپنی غیر معمولی شہرت کے ذریعہ ملک کے ان سربرآوردہ اصحاب کو متحیر کر دے جو اس کے جرمنی سے آنے کے بعد سے بالکل خاموش —— اور اس کی قابل احترام شخصیت کو یکسر بھولے ہوئے ہیں۔ وہ ایسی شہرت کا شائق تھا جو ہنڈنبرگ مولینی اور ہیکن جیسے ناموروں کی شہرت پر نسیان کا پردہ ڈال دے —— غرضکہ ہر طرف سے اس کے کانوں میں "شہرت" "شہرت" کی آوازیں آتی تھیں —— اور وہ خود حیران و ششدر تھا۔!

(۴)

راشد حسب معمول اپنے کام میں مصروف تھا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے انتہائی کوشش صرف کر رہا تھا وہ تمام عناصر کو یکے بعد دیگرے اپنے تجربے کی کسوٹی پر ... کبھی کسی عنصر کو کیمیاوی طریقے پر تیار کرتا تھا —— ... کو منجمد کر دیتا تھا —— کبھی کسی عنصر کے "درجۂ حرارت" کی پیمائش کرتا تھا —— اور کبھی کسی چیز کے "درجۂ انجماد" سے واقفیت حاصل کرتا تھا غرضکہ اپنی معلومات اور تجربات کے ذریعے مخصوص علمی اکتشاف کا ہر طرح منتظر تھا۔

اس میں شک نہیں کہ اب تک ڈاکٹر راشد کو اپنے مقاصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو رہی تھی —— لیکن اس کی شخصیت غیر معمولی شہرت سے کوسوں دور تھی —— حالانکہ یہی اس کا انتہائی مقصد —— اور محبوب ترین تصور تھا۔!

ایک دن ڈاکٹر راشد کا معاون کار دفعتاً اس کے معمل میں داخل ہوا اس نے راشد کو کھڑکی کے پاس کسی غیر معمولی سوچ میں مستغرق بیٹھا ہوا دیکھا۔

وہ کمرے میں آگیا اور قریب پڑا ہوا تازہ اخبار اٹھا کر دیکھ رہا تھا کہ اسے مندرجہ ذیل عبارت نمایاں صورت میں نظر آئی:

عنقریب ملک کے مشہور ہواباز مسٹر سالم اپنے جدید اور مشہور ترین طیارہ پر سوار ہو کر کم سے کم مدت میں دنیا کے گرد چکر لگانا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ اپنی اس نئی کوشش سے دنیا کا سابقہ ریکارڈ مات کر دیں گے —— ہماری دعا ہے کہ موصوف کو اپنے مقاصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو۔

اس عرصے میں راشد اپنے فکر و تردد کے جال سے نکل چکا تھا اس نے کمرے میں پھیلی ہوئی خاموشی کو اس طرح دور کیا۔

—— تم نے بھی کچھ سنا مسٹر سالم کس قدر خطرناک جرأت پر آمادہ ہوئے ہیں۔

—— یقیناً!

—— اس وقت کا تصور کرو جبکہ سالم اپنے مقصد ...

[illegible] واپس آجاؤ تو لوگ اس کی
[illegible] انہماک اور محنت کے ساتھ کریں گے
[illegible] یقیناً جتنی شہرت [illegible] ہم آغوش ہوگا

بیشک!

کیا ہمارے ساتھ اس معرکے میں کوئی اور بھی شریک ہو؟

[illegible] لیکن اسے بہت کافی رقم ادا کرنی ہوگی۔

اگر مجھے اس کے برابر والی سیٹ مل جائے دوست تو میں منہ مانگی رقم ادا کرنے کو تیار ہوں۔

لیکن! جناب یہ ایک خوفناک مرحلہ ہے۔

کوئی حرج نہیں! کیا شہرت سے بھی زیادہ؟

اس گفتگو کے بعد ڈاکٹر راشد نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کا مصمم ارادہ کر لیا — چنانچہ دوسرے ہی روز وہ سالم کے پاس بیٹھا ہوا اس موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔

(۵)

آخر ڈاکٹر راشد نے بہت کافی ردوکد کے بعد سالم کو اپنا ہمنوا بنا لیا — اور چند روز بعد دونوں تالیوں اور مبارکبادیوں کے غل و شور میں فضائے آسمانی کی طرف متوجہ ہوئے۔

طیارہ آسمان کی بلندیوں میں تلاطم خیز سمندر کو قطع کرتا ہوا چلا جا رہا تھا — وہ دور سے سیاہ ابر کا ایک ٹکڑا معلوم دے رہا تھا — اور ہوا موافق تھی —!

وہ دونوں خوش تھے — ان کا تخیل ان کے سامنے وہ مناظر پیش کر رہا تھا جبکہ وہ کامیابی کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹیں گے — اور عوام اور ماہرین فن ان کا عظیم الشان استقبال کریں گے۔

آدھی رات کا وقت تھا — طیارہ اپنی پوری روانی کے ساتھ بحر کے سمندر میں تیرتا ہوا چلا جا رہا تھا — دفعتہً سالم نے محسوس کیا کہ جہاز اپنا توازن کھو چکا ہے اس کے بعد دیکھتے دیکھتے وہ شعلوں میں تھا — اور چند ہی منٹ بعد سمندر کی گہرائیوں کی طرف مائل ہونے لگا۔

سالم نے مرتعش آواز میں کہا۔

ڈاکٹر! پٹرول کے شعلوں نے تمام مشین کو بھسم کر دیا ہے — جہاز عنقریب سمندر میں گر پڑیگا — اور ہم دونوں ہلاک ......!

اس کے بعد سالم کی آواز مارے خوف کے گلے میں اٹک گئی اور وہ آگے کچھ نہ بول سکا۔

اتنے میں طیارہ سمندر کی سطح پر آ چکا تھا اور وہ دونوں موت کے سمندر میں غوطے کھا رہے تھے اگرچہ طیارہ ابھی پورے طور پر غرق نہیں ہوا تھا۔

ڈاکٹر راشد کی پیشانی پر پسینے کے سرد قطرے جھلک رہے تھے۔ اور بدن میں مسلسل ارتعاش تھا — اسی پریشانی کے عالم میں اس نے اپنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈالا — تاکہ رومال سے پسینے خشک کر سکے کہ اس کی انگلیاں ایک لفافے سے ٹکرائیں۔ اس وقت راشد کو یاد آیا — کہ وہ ایک تار ہے جو اسے پرواز سے قبل موصول ہوا تھا — اور عجلت کی بنا پر انتہائی لاپرواہی کے ساتھ کوٹ کی جیب میں ڈال لیا تھا — ڈاکٹر کو وہ تار ایسے خطرناک وقت میں یاد آیا — اور اس نے کانپتی ہوئی انگلیوں سے لفافے کو اضطرابی حالت میں چاک کیا۔ تار کو پڑھتے پڑھتے ڈاکٹر راشد کی حالت تبدیل ہو چکی تھی — وہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگا رہا تھا — اور ایک خوفناک ہنسی ہنس رہا تھا۔

سالم نے عجلت میں اس تار کے مضمون کو پڑھا لکھا تھا۔

"آپ کی تمنائیں پوری ہو گئیں — ریڈیم کا تجربہ اور آپ کے اصول انتہائی کامیابیوں کے ساتھ صحیح ثابت ہو چکے ہیں — اور شہرت آپ کا انتظار کر رہی ہے"

اس کے بعد ہی سمندر کی ایک مہیب لہر نے طیارہ کو الٹ دیا — اور وہ ایک خوفناک آواز کے ساتھ بسرعت تمام سمندر کی گہرائیوں کی طرف متوجہ ہو گیا ......

صلاح الدین قریشی دہلوی

گزشتہ سے پیوستہ

ایک ڈاکٹر کی ڈائری

تمام دن کی مشقت اندوز مصروفیتوں کے بعد میں تفریحِ طبع کی غرض سے اپنے باغیچے میں مالی کو پودوں کے متعلق چند ضروری ہدایات دے رہا تھا کہ دفعتاً ڈاکٹر پائنیر پاگل خانے کا منتظمِ اعلیٰ میرے سامنے آموجود ہوا۔ سمی گفتگو کے بعد میں نے اس سے آنے کا مقصد پوچھا، جس کے جواب میں اس نے کہا "میں ایک مہینے کے لئے باہر جا رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میری عدمِ موجودگی میں میرے فرائض سرانجام دیں۔!"

یہ غیر متوقعانہ بات سن کر میں حیرت و استعجاب میں ڈوب گیا کیونکہ باوجود ڈاکٹر ہونے کے پاگلوں سے مجھے بہت کم سابقہ پڑا تھا میں اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ پائنیر کہنے لگا "آپ کا متحیر ہونا فطری امر ہے تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے فرائض سرانجام دینے کے لئے سالوں کے تجربات کی ضرورت نہیں۔ آپ کو صرف پاگل خانے کے محافظوں پر نگاہ رکھنا ہوگی۔ ہر ایک پاگل کے لئے میں علاج تجویز کر چلا ہوں، اس کے متعلق آپ کو کسی قسم کی تشویش نہیں کرنا چاہیئے۔

"مگر — ان فرائض سے عہدہ برآ ہونا میرے لئے امرِ دشوار ہے!"

"کوئی دشوار نہیں" ڈاکٹر پائنیر نے میری تردید کرتے ہوئے کہا "نیز آپ کو نفسیاتِ انسانی کے گوناں گوں اور محیر العقول پہلوؤں سے واقفیت پیدا کرنے کا بہترین موقعہ ملتا رہے گا — کہیئے یہ آپ کے واسطے دلچسپ مشغلہ نہیں ہوگا؟!" — "یقیناً!"

"تو پھر کل صبح میرے غریب خانے پر تشریف لے آئیں، میں آپ کے ساتھ پاگل خانے میں چل کر چند امورِ ضروریہ سے آپ کو کما حقہ آگاہ کر دوں گا"

میں نے وعدہ کر لیا، اور ڈاکٹر پائنیر گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کر کے چلا گیا۔

دوسرے دن حسبِ وعدہ میں ڈاکٹر پائنیر کے ہاں گیا، اور وہاں سے ہم دونوں پاگل خانے میں پہنچے یہ ایک کافی وسیع عمارت تھی جس کے گرداگرد باغ پھیلا ہوا تھا۔ دس بارہ کمرے تھے جن میں عقل باختہ اپنی عجیب و غریب حرکات سے سامانِ خندہ پیدا کر رہے تھے۔ چند پاگل تو پاگل پن کی انتہائی سند حاصل کر چکے تھے، لیکن دو تین ایسے بھی موجود تھے جنہیں پاگل کہنا حقیقت کا خون کرنا تھا وہ ہماری طرح عقلمندانہ باتیں کرتے، حرکات و سکنات سے بظاہر ذی عقل معلوم ہوتے مگر جب ان پر جنون کا دورہ پڑتا تو ان میں اور دوسرے پاگلوں میں کوئی فرق نہ رہتا۔ آدھ گھنٹہ تک میں ڈاکٹر پائنیر کی معیت میں کمروں اور دیگر چیزوں کو دیکھتا رہا۔ آخر میں مجھے ایک ایسے کمرے میں جانا پڑا جہاں ایک حسین دوشیزہ کرسی پر بیٹھی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی۔ وہ ہمیں دیکھ کر تعظیماً اٹھ بیٹھی اور پھر بیٹھ گئی —:

"میں نے اس لڑکی کی ذہنیت و طبیعت کا بہت مطالعہ کیا ہے، مگر یہ امر کہ یہ واقعی پاگل ہے، میرے لئے اب تک پراسرار معمہ ہے!" ڈاکٹر نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

لڑکی نے اپنی آنکھیں جن سے تحسّر و یاس کے اثرات عیاں ہو رہے تھے، ہماری طرف اٹھائیں اور نہایت موسیقیت آگیں آواز میں کہا "ڈاکٹر میں پاگل ہوں!"

"نہیں !" پائنیر نے مسکرا کر کہا "یہ کون سی کتاب تم پڑھ رہی ہو—؟"

"تین نبد و قچی!"

[illegible] وہ اس کو شاہکار تھی سمجھتی ہے؟ میں نے سمجھانہ [illegible]

"ہاں جناب! میں تقریباً اس کی تمام تصانیف ختم کر چکی ہوں"۔ [illegible] بعد نینی میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی "ڈاکٹر صاحب! راسل بہت شکر گزار ہے، نیز پڑھنے نہیں دیا"۔

"میں اپنے ایک دوست کا مہمان ہوں — اور میں چند دنوں کیلئے باہر جا رہا ہوں میری بجائے یہ" اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا "تمہاری خبرگیری کریں گے!"

"آپ جا رہے ہیں؟!" نینی نے حسرت آلود لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ میرے دوست جن کا نام ڈاکٹر ایلی ہے، بہت شریف اور نیک انسان ہیں!"

"تو انہیں کہہ دیجئے کہ راسل کو میرے پاس نہ آنے دیں!"

"اچھا" بعد ازیں ہم اس کے کمرے سے باہر نکل آئے۔

"ڈاکٹر صاحب!" ڈاکٹر پامیز نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "پاگل معلوم ہوتی ہے؟!"

"بظاہر تو ہرگز معلوم نہیں ہوتی — اور میں حیران ہوں اس میں اتنی استعداد کہاں سے پیدا ہو گئی کہ اتنی بڑی بڑی کتابیں پڑھ سکے!"

اس کے متعلق ایک اور بات سن کر آپ بہت زیادہ تعجب کریں گے!"

"وہ کیا؟"

"یہ قتل کے جرم میں یہاں آئی ہے!"

"قتل کے جرم میں" میں نے حیرت سے کہا۔

"ایک شخص پر اس نے گولی چلا دی گرفتار کرنے پر معلوم ہوا یہ پاگل ہے!"

"یہاں یہ کب سے ہے؟"

"تقریباً تین سال سے اور ان تین سالوں میں میں نے اسے ایک [illegible] ہوئے نہیں پایا، کبھی کبھی جب میں رات کے وقت کمرے میں گیا تو اسے سسکیاں بھرتے ہوئے بھی دیکھا ہے"

"عجیب داستان ہے!"

"بہت عجیب" چند گھنٹے میرے ساتھ رہنے کے بعد ڈاکٹر پامیز روانہ ہو گیا۔

دوسرے دن میں اپنے فرائض ادا کرنے لگا، اول اول تو بیحد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن بعد میں تمام تکلیفیں رفع ہو گئیں، دیگر پاگلوں سے برتاؤ کرتے ہوئے تو مجھے کسی قسم کی حیرت نہ ہوتی مگر استعجاب امر کے سلسلے میں "نینی" کے کمرے میں جاتا تو اس کی ہر حرکت، اس کا ہر فعل مجھے سراپا استعجاب، مجسم حیرت بنا دیتا، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ غمگین دوشیزہ — یہ مضمحل جوانی — یہ افسردہ شباب اپنے سینے میں ضرور کوئی نہ کوئی ایسا بھید پوشیدہ رکھتا ہے جس نے اسے ہر وقت سراپا اضطراب و اضطرار بنا رکھا ہے۔ اور میں پہروں اس پر غور کرتا رہتا، ایک دن میں نینی کے پاس کے کمرے میں ایک بیمار کی نبض دیکھ رہا تھا کہ چیخوں کی دردانگیز آواز کانوں میں آئی۔ میں فوراً نینی کے کمرے میں پہنچا۔ وہاں کا دردناک منظر مجھے کبھی نہیں بھول سکتا۔ بیچاری نینی، آتشیں شعلوں میں گھری ہوئی تھی، بروقت امداد سے اس کی جان تو بچ گئی مگر اس کا تمام جسم قریباً قریباً زخموں سے بھر گیا، مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں نے اس کے واسطے کیا، تاہم اس کی حالت بگڑتی گئی یہ عجیب بات ہے کہ بیہوشی کی حالت میں اس کے لبوں سے بعض اوقات "اینڈرسن، اینڈرسن" کے الفاظ نکلتے، جب میں ہوش آنے پر اس سے اس نام کے متعلق استفسار کرتا تو وہ بالکل خاموش رہتی۔ ایک دن جب بارش نہایت زور شور سے ہو رہی تھی، میں اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ یکایک اس نے میری جانب ممنونانہ و مسترحانہ نگاہیں اٹھائیں اور کہا "میں آپ کی بیحد احسان مند ہوں۔ کہ آپ مجھ سے ایسا ہمدردانہ برتاؤ کرتے ہیں"!

بحیثیت ایک انسان کے یہ تو میرا فرض منصبی ہے۔

"اس رات آگ نے جلا کر مجھے راکھ ہی کر دیا ہوتا اگر آپ

میری مدد نہ کرتے،

میں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے پوچھا"

"واقعی تم میری ممنون ہو؟"

"ہاں"

"تو میری ایک بات کا جواب دو!"

"کیا ——؟" اس نے خدا جانے کیوں لرزتی آواز میں جواب دیا،

"مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم کسی نہ کسی بھید کو ضرور اپنے سینے میں چھپا رہی ہو اور کوئی نہ کوئی واقعہ تمہیں ہر وقت مضطرب رکھتا ہے. کیا تم مجھے اپنا ہمدرد سمجھتے ہوئے اپنی ماضی کے حالات بتاؤ گی؟"

"ڈاکٹر صاحب!" اس نے ایک ایسے لہجے میں کہنا شروع کیا جو اسکے سینے میں چھپے ہوئے جذبات حزینہ کے ساتھ تشویش کا پہلو بھی ظاہر کر رہا تھا "میں ایک دیوانی ہوں اور ایک دیوانی سے اس کے حالات سننا محض بےسود ہی. آپ مجھے معذور سمجھیں، میں کچھ نہیں جانتی —— کچھ نہیں جانتی"

کوئی اور ہوتا تو اس کا معصومانہ چہرہ دیکھ کر دردانگیز لہجہ محسوس کر کے خاموش ہو جاتا، مگر میرے دل میں خلش دوگنی ہو گئی اور مجھے یقین واثق ہو گیا کہ وہ حقیقت کو چھپا رہی ہے.

"نینی! تم جھوٹ بول رہی ہو سچ سچ بتاؤ یہ اندرسن کون ہے؟"

"اندرسن ——؟ میں نہیں جانتی میری معذرت کو قبول فرمایئے" اس نے ملتجیانہ پیرائے میں کہا.

"میں سمجھتا تھا تم مجھے اپنا ہمدرد سمجھتی ہو مگر اب معلوم ہوا یہ خیال خام تھا"

"نہیں آپ میرے حقیقی معنی میں ہمدرد ہیں"

"تو پھر ——؟"

"پھر —— پھر بتاتی ہوں، اندرسن میرا —— میرا —— محبوب ہے"

"تمہارا محبوب؟؟"

"ہاں"

"اور اب وہ کہاں ہے تم اس سے ملنا چاہتی ہو؟"

"پیارے ڈاکٹر! اپنے محبوب سے کون ملنا نہیں چاہتا؟ —— مگر نہیں میں اس سے نہیں ملوں گی، —— ہرگز نہیں ملوں گی"

یہ الفاظ کہتے ہوئے گھنیری جھاڑیوں کی پتیوں پہ لرزتے ہوئے قطرات شبنم کی طرح اس کے مژگاں پہ آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے مچلنے لگے ——!

"تم رونے کیوں لگیں؟"

یونہی —— آپ اندرسن کو یہاں لا سکتے ہیں؟"

"ضرور —— صرف اس کے پتے کی ضرورت ہے!"

"پیارے ڈاکٹر! یہ تکلیف تو میں آپ کو ہرگز نہ دیتی میری زندگی قریب الاختتام ہے"

نینی نے ایک چھوٹی سی کتاب میں سے کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑہ نکالا اور میرے ہاتھوں میں دیدیا اس پر اندرسن کا پتہ لکھا تھا، تھوڑی دیر تک میں وہاں بیٹھا اور پھر اپنے کمرے میں چلا آیا.

ابھی آفتاب عالمتاب کی پہلی کرن ہی روشندان سے داخل ہو کر میرے کمرے کی ننھی سی فضا میں گری تھی کہ میں اٹھ بیٹھا اور اندرسن کی تلاش میں روانہ ہو گیا. راستے میں عجیب شکوک وظنیات میرے دماغ پر طاری رہے کبھی سوچتا کہ نینی نے جنوں کے دورہ میں اندرسن کو بندوق کا نشانہ بنا دیا ہوگا اور اب مجھے یونہی اس کا پتہ بتا کر بھیجا ہے. اور کبھی کہتا اندرسن نینی کا محبوب نہیں، اس نے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مجھے یہ بتایا ہے اسی کشمکش میں شام کے قریب جبکہ سورج اپنی زرد زرد کرنیں اونچے اونچے مکانوں پر ڈال کر کائنات کو الوداع کہہ رہا تھا، تاریکی فضا میں کہیں کہیں چھا رہی تھی. اور طائران خوشنوا کے موہوم نغمے ہوا کی لہروں کے آغوش میں مچل رہے تھے. میں ایک سفید مکان جس کے دروازے پر اندرسن مصور لکھا تھا

...نا میرا مطلوبہ مکان۔
دروازے پر ہلکی سی دستک دینے پر ایک دراز قد آدمی
...

"آپ کا اسم گرامی اندرسن ہے؟"
"جی ہاں میں اسی نام سے مشہور ہوں"
"مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے"
"فرمائیے میں حاضر ہوں"
"لیکن وہ یہاں کہنے کا نہیں"
"تو اندر چلئے' وہاں میری بیوی کے سوا اور کوئی نہیں!"
"غالباً آپ ابھی تک میرا مطلب نہیں سمجھے؟"
"ممکن ہے"
"مجھے صرف آپ —— صرف آپ ہی سے کچھ کہنا ہے"
"کوئی مضائقہ نہیں' میں اپنی بیوی کو اوپر بھیجدوں گا"
میں اس کے ساتھ ایک کشادہ سے کمرے میں پہنچا' اس کی بیوی ہمیں دیکھتے ہی اوپر چلی گئی۔ جب ہم دونوں کے سوا اور کوئی وہاں نہ رہا تو میں نے پوچھا" آپ نینی کو جانتے ہیں؟"
"نینی —— کون نینی"
"جو پاگل خانے میں ہے!"
"ہاں —— بہت اچھی طرح"
"وہ اس وقت سخت بیمار ہے اور شاید —— اس لئے آپ سے آخری ملاقات کرنے کے لئے بہت آرزومند ہے!"
"—— آہ آپ نے میری زندگی کے ایک ایسے حزینہ واقعہ کی یاد کو پیدا کر دیا ہے جو میرے سینے کی گہرائیوں میں سو چکی تھی لیکن اب —— افسوس"
"مجھے خود اس کا افسوس ہے۔ مگر مجبور ہوں —— نینی کی حالت بہت خطرناک ہے۔ اور آپ جانتے ہیں ایک قریب مرگ انسان کی آرزو کو رد کر دینا ایک ایسا گناہ ہے جسے انسانیت کبھی معاف نہیں کر سکتی!"
"آپ افسوس کیوں کرتے ہیں' میں کل آپ کے ساتھ چلونگا"

دوسرے دن ہم علی الصبح چل پڑے' جو باتیں راستے میں اندرسن سے ہوئیں وہ اس کے کاروبار اور غیر ضروری امور سے متعلق تھیں جس وقت ہم نینی کے کمرے میں پہنچے وہ سو رہی تھی۔ آہ عجب قسم کا دلشکن دلدوز غم اس کے معصوم چہرے پر چھایا ہوا تھا۔ جونہی اندرسن کی نگاہیں اس پر گریں وہ بے اختیارانہ بازو پھیلا کر آگے بڑھا اور خوابیدہ نینی پر گرنے ہی لگا تھا کہ میں نے اسے سنبھال لیا' اور اس خیال سے مبادا وہ بے آرام ہو جائے اندرسن کو ساتھ لے کر ملحقہ باغ میں پہنچا۔ اس کے آنسو ہوا کے تند جھونکوں کے باعث درختوں کے پتوں سے پے در پے گرنے والے قطرات شبنم کی مانند رخساروں سے بہتے ہوئے زمین پر گر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دل سینے میں پھٹا جا رہا ہے۔ "پیارے دوست" یکایک اس نے درد انگیز لہجے میں کہنا شروع کیا" گو تم ایک اجنبی ہو تاہم تمہارے مخلصانہ اطوار کی بنا پر مجھے ایک گونہ محبت و انسیت پیدا ہو گئی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی کا حسرتناک ترین واقعہ تمہارے گوش گذار کر دوں" وہ ذرا ٹھیرا اور سلسلۂ گفتگو کو جاری کرتے ہوئے کہنے لگا" مجھے نینی سے از حد محبت تھی۔ اور اسے سخت الفت' ہم سمجھتے تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ہم سے یہ راحت مسعود' یہ مسرت مقدس نہیں چھین سکتی۔ لیکن زمانے نے بتا دیا کہ یہ زعم —— زعم باطل تھا۔ اور وہ اس طرح کہ ہوپر' ایک تاجر نینی سے محبت کرنے لگا۔ اور بد قسمتی سے نینی کے والدین بھی اس کی شادی اس کمبخت سے کرنے پر رضامند ہو گئے۔ اس چیز نے مجھے سراپا التہاب بنا دیا' جب میں اس کی صورت دیکھتا تو میرے عضو عضو رگ رگ اور دل کے ذرے ذرے میں غصے کے عقل سوز شعلے بھڑکنے لگتے میری آنکھوں میں خون اتر آتا۔ دن گذرنے چلے گئے اور میرا مجنونانہ جوش انتقام ترقی کرتا جاتا تھا۔ وہ بے فکرانہ نینی کے گھر جاتا لیکن میرا وہاں جانا' ذلت کے ساتھ باہر نکالے جانے کا مترادف تھا۔ آخر کب تک رقابت کا خار میری

روح میں کھلتا رہتا! میری نفرت اس حد تک جا پہنچی جس حد تک پہنچکر انسان منتقمانہ جوش کے ماتحت قتل پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ جب اس بات کا ذکر میں نے نینی سے کیا تو وہ بیچاری تھر تھر کانپنے لگی "نہیں پیارے تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے" لیکن میں نے عزم راسخ کر لیا تھا۔
اسی رات کو جب جرائم پیور سیاہی ہر طرف پھیل گئی میں نے پستول جیب میں ڈالی اور ہوپر کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب اس کے دروازے پر پہنچا تو میری نگاہوں نے نینی کو دیکھا جو ہوپر کا انتظار کر رہی تھی یہ دیکھ کر میرے دل میں غصے کی آگ اور بھی بھڑکی میں تیزی سے اس کے پاس سے گذر کر ہوپر کے پاس جا پہنچا اور پستول داغ دی چیخ کی آواز پیدا ہوئی —— اور اس کے بعد چیخ! میں نے پستول وہیں پھینکا اور کھڑکی سے کود کر باہر نکل گیا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کیا ہوا! صبح جب میں نے یہ سنا کہ نینی پر قتل کا الزام لگایا گیا ہے، اور چونکہ وہ پاگلوں کی سی حرکتیں اور باتیں کرتی ہے۔ اس لئے اسے پاگل خانے میں پہنچا یا جائے گا' میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔
اف میرے اللہ! یہ کیا راز ہے۔ نینی پر قتل کا الزام' اور پھر وہ پاگل —— میں خواب میں تو یہ باتیں نہیں سن رہا۔ مگر آہ یہ حقیقت تھی۔ نینی نے 'میرے پیچھے بھاگ کر' پستول اپنے ہاتھ میں اٹھالی تھی۔ اور جب سپاہی وغیرہ آئے تو پاگلوں کی سی باتیں کرنے لگی۔ چونکہ اس کے دماغ پر غم چھایا ہوا تھا اس لئے ڈاکٹر بھی اس کی حالت کا صحیح اندازہ لگانے میں کامیاب نہ ہو سکے —— دوسرے دن وہ پاگل خانے پہنچا دی گئی —— آہ بیچاری نے میری خاطر اپنی زندگی برباد کر دی ——"

اینڈرسن کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آنسو لگاتار اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے میں اس سے ملنے گیا۔ مگر اس نے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد میں نے وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور جوں جوں دن گذرتے گئے یہ اندوہناک حادثہ میرے دماغ سے محو ہوتا گیا۔ ایک سال ہوا میری شادی بھی ہو گئی' یہ ہے میری زندگی کا حزینہ واقعہ!"

اس کے بعد پورے دو منٹ تک [illegible]
یکایک ایک خادم بھاگا بھاگا ہمارے پاس آکر [illegible]
نینی کی حالت بہت خطرناک ہو گئی ہے"
ہم بعجلت وہاں گئے' نینی بستر پر پڑی آخری سانس لے رہی تھی۔ جونہی اس نے اینڈرسن کو دیکھا اس نے بازو پھیلا دیئے —— اینڈرسن پیاری نینی' پیاری نینی کہتا ہوا اس سے لپٹ گیا —— جب اسے اٹھایا گیا تو نینی اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی مگر اینڈرسن کا جسم بھی سرد ——
آہ تین چار منٹ میں میرے سامنے دو روحیں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر وادی عدم کو روانہ ہو گئیں ——!
"اب بھی جب یہ واقعہ یاد آتا ہے تو میرے لبوں سے نکل جاتا ہے۔ میرے اللہ عورت میں کتنی محبت —— کتنا ایثار ہے!!"

مرزا ادیب

جرم الفت

(۱)

دن ختم ہو چکا۔ چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ چھوٹے بازار میں چاروں طرف سے ہنسی مذاق اور گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سڑک پر اخبار فروش لڑکوں کی آواز سارے شور و غل کو چیرتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔

میرا چھوٹا اور بدنما کمرہ و ایا بالبی میں ایک مکان کی دوسری منزل پر واقع تھا۔ کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے تازہ ہوا کا جھونکا کبھی کبھی اندر داخل ہو جاتا تھا مگر اس کے ساتھ ہی بازار کا نہ تھمنے والا شور اور سستے سگار دہلی کی سڑکوں کا جو مولا سیفک بھی گئی ہے میرے پُرسکون دماغ میں بے چینی پیدا کر دیتی تھی۔

جلتی ہوئی شمع کی روشنی میں کارنس پر رکھا ہوا بہت صاف اور خوبصورت نظر آتا تھا۔ یہ ایک عورت کا مجسمہ تھا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کیا تھا۔ میری نظریں بے اختیار اس کی طرف اٹھ گئیں اور خیالات کا سلسلہ قائم ہوا ہی چاہتا تھا کہ ایک دراز قد نوکر کمرے میں داخل ہوا۔

"سینیور۔ کاؤنٹس کی طرف سے"

یہ کہکر نوکر نے ایک خط میرے حوالے کیا اور تعظیماً جھکنے کے بعد رخصت ہو گیا۔ سفید کاغذ پر لکھے ہوئے دو چار لفظ جو عام حالت میں کوئی اہمیت نہ رکھتے میری حالت میں غیر معمولی تبدیلی کر دینے کو کافی تھے۔

خدا کی راقمہ وہ عورت تھی جس کا مجسمہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ مضمون بہت مختصر تھا جس سے معلوم ہوا کہ وہ آج ہمیشہ کے لئے مجھ سے رخصت ہونے والی ہے۔ اس لئے پھر کبھی مجھ سے نہ مل سکیگی۔ لفافے میں دو ہزار لائر کے نوٹ بھی لفافے سے برآمد ہوئے جو ظاہر ہے کہ مجسمہ پر میری محنت کے بدلے میں بھیجے گئے تھے۔ افسوس کیا وہ یہ سمجھتی تھی کہ میں صرف روپیہ کے لئے اتنی محنت کرتا ہوں۔ افسوس وہ یہ نہ سمجھ سکی کہ اس محنت پر مجبور کرنی والی چیز محبت صرف محبت تھی خط کے طرز سے ظاہر تھا کہ ہماری محبت اب ختم ہو چکی۔

وہ ہمیشہ میری دکان میں آیا کرتی تھی۔ میرے ساتھ اس کا سلوک ہمیشہ اچھا رہا تھا۔ میں اُس سے محبت کرتا تھا اور وہ میری محبت بھری نظروں کے جواب میں مسکرا دیا کرتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے مگر افسوس میں ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا

بہت دیر تک میں اپنی حالت پر غور کرتا رہا اور اپنے خیالات میں اس قدر منہمک ہو گیا کہ مجھے آنے والے کی موجودگی کا اُس وقت تک علم نہ ہوا جب تک کہ کسی نے میرے شانے پر ہاتھ نہ رکھ دیا۔ یہ میرا پرانا دوست ڈک تھا

"ولفورڈ" میرے دوست نے کہا "آج تم کچھ پریشان نظر آتے ہو"

"اسے پڑھو!" میں نے خط اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "اور مجھے بتلاؤ کہ کیا کیا جائے؟" اُس نے خط کو شروع سے آخر تک پڑھا اور ایک سرد آہ کھینچ کر خاموش ہو گیا۔

ڈک اور میں بچپن کے دوست تھے۔ ہم ایک دوسرے کو اُس وقت سے جانتے ہیں جب کہ ہم اپنے ریورل لنکینی والے مکان میں اکٹھے کھیلا کرتے تھے۔ اب بھی ہم ایک ہی شہر میں؛ وہ کافی پاس پاس رہتے تھے مگر زندگی میں ہمارے رستے جدا تھے، ڈک گانے بجانے میں مشاق تھے اور میں بت تراشی کیا کرتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور میں تو ڈک کے بغیر دنیا میں رہنا بیکار سمجھتا تھا۔

"یہ تمہاری بدقسمتی ہے" آخر کار ڈک نے جواب دیا "مگر وہ ہم سے بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے اور شاید تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ وہ تم سے جدا ہو جائے۔"

"ڈک میرے دوست" میں نے کہا "کاش تم میری محبت کا اندازہ کر سکتے۔ میں اُسے بھول جاؤں۔ افسوس یہ ناممکن ہے۔ نہیں میں ضرور اُس کے پاس جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اُسی کے منہ سے سن لوں کہ وہ میری نہیں ہے۔"

"اچھا خدا حافظ" ڈک نے بہت سنجیدگی سے کہا "ضرور جاؤ۔ اور وہ نوٹ جو اُس نے بھیجے تھے اُسے واپس کر دو۔ مجھے امید ہے کہ تم جلد اُسے بھول جاؤ گے۔"

(۲)

بلبے اور بارونق بازاروں میں سے گذرتی ہوئی میری موٹر کاؤنٹس کیتھرائن کے عالیشان مکان کے سامنے رکی۔ موٹر والے کو ٹھہرنے کا حکم دے کر میں نے اندر کا رخ کیا مگر بدقسمتی ہمرکاب تھی۔

"سلینور۔ کاؤنٹس مکان پر تشریف نہیں رکھتیں" دربان نے مجھے تبلایا۔

میں حالت یاس میں دروازے کے سامنے رک گیا۔ شاید یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے کہ اتنے میں دربان کے غیر متوقع سوال نے مجھے چونکا دیا ——

"کیا آپ کا نام ولفورڈ برڈوس ہے؟"

"ہاں میرا ہی نام ہے" میں نے دربان کو تعجب سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہزہائی نس کا حکم تھا کہ اگر آپ تشریف لائیں تو آپ کو تبلا دیا جائے کہ وہ اپنے پارک سٹریٹ والے مکان پر تشریف رکھتی ہیں۔"

میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ افسوس میں اُسے بے وفا سمجھ کر کتنی بڑی غلطی کا ارتکاب کرنے والا تھا۔ دل ہی میں اپنے دوست کا بہت ہی شکر گذار تھا۔ کیونکہ اسی نے مجھے یہاں آنے کی ترغیب دی تھی۔ کیا اُسے واقعی مجھ سے محبت تھی۔ اس کی اس قسم کی عنایتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بھی میری محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

اس کے باوجود بھی دو باتیں مجھے رہ رہ کر پریشان کر رہی تھیں۔ اول یہ کہ اگر وہ واقعی مجھ سے محبت کرتی تھی تو پھر وہ نوٹ جو میرے یہاں آنے کا باعث ہوئے کس لئے بھیجے گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ اُسے یہ خیال کس طرح پیدا ہوا کہ میں اس مکان پر ضرور آؤں گا۔ کچھ بھی ہو میں اُس سے مل کر اپنی پریشانیاں دور کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔

"اکاؤنٹس کے پارک اسٹریٹ والے مکان پر چلو" میں نے موٹر میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور کو حکم دیا۔

بازاروں کی تروتازگی رفتہ رفتہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ میری موٹر شہر کی سنسان اور غیر آباد گلیوں میں سے بڑی تیز رفتاری سے گذرتی ہوئی پارک سٹریٹ میں داخل ہو گئی۔ یہ سڑک شہر کے باہر واقع ہے اور یہاں کے مکانات جو بہت کشادہ ہیں زیادہ تر غیر آباد رہتے ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر امیروں کی تفریح کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اور وہ لوگ شہر کی پرشور زندگی سے گھبرا کر کبھی کبھی یہاں آ جاتے ہیں۔ کاؤنٹس کی کوٹھی اپنے پائیں باغ کے چاندنی میں بہت خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ ڈرائیور کو رخصت کر کے میں ٹہلتا ہوا کوٹھی کی طرف چلا۔ میری نظریں سامنے کمرے کی روشنی پر جمی ہوئی تھیں۔

دروازہ کھلتے ہی کاؤنٹس کا دلفریب چہرہ میرے سامنے ہو گا

گھنٹی کے جواب میں ایک سن رسیدہ نے دروازہ کھولا اور آپ میری ناامیدی کا اندازہ کر سکتے ہیں جبکہ مجھے تبلایا گیا کہ کاؤنٹس گھر پر موجود نہیں ہیں۔ مزید استفسار کا موقع نہ دیتے ہوئے اُس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پاؤں کی چاپ نے اطلاع دی کہ وہ رخصت ہو گئی۔ معاملے کے بڑھتے ہوئے اسرار میرے لئے ناقابل برداشت ہوتے جا رہے تھے۔

مجبوراً میں واپس سڑک کی طرف چلا یا حسرت و یاس کی زندہ تصویر میں گردن جھکائے ہوئے پھاٹک کی طرف جا رہا تھا کہ ناگاہ میری نظر ایک کالی سی چیز پر پڑی۔ جھک کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ

[illegible] ایک آدمی شام کا پورا لباس پہنے ہوئے لیٹا ہے جس کا ایک ہاتھ باہر سڑک پر نکلا ہوا تھا۔ چاند کی روشنی میں تازہ خون کے سیاہ دھبے اس کی سفید قمیص پر صاف نظر آ رہے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ میں اس کے دل کی حرکت دیکھوں کہ میرا ہاتھ ایک چاقو کے دستے پر پڑا جو شاید اس کے دل میں اتر چکا تھا۔ مگر آپ میرے تعجب کا اندازہ کر سکتے ہیں جبکہ میں نے دیکھا کہ چاقو میرا اپنا تھا۔

میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ کوٹھی سے شور و غل کی آوازیں بلند ہونی شروع ہوئیں سامنے والے پھاٹک پر ایک سرخ موٹر آ کر رکی [illegible] پیشتر اس کے کہ میں اپنی بدحواسی پر غالب آتا میرے ہاتھ لوہے کی زنجیروں میں بندھ چکے تھے۔ پولیس سارجنٹ کی بلند آواز میری قسمت کا فیصلہ کرنے کو کافی تھی۔

"مسٹر ولفورڈ بروس میں آپ کو کاؤنٹ میکولین کے قتل کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں" — میں اپنی بیگناہی کا عذر پیش کرنے ہی کو تھا کہ کاؤنٹس کیتھرائن کی دلفریب آواز سنائی دی۔

"آہ پیارے شوہر" وہ لاش کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی "تم نے میرا کہنا نہ مانا اور باغ میں اس بدمعاش کا انتظار کرتے رہے۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کا ارادہ فاسد ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے پولیس کو خطرے کی اطلاع دی تھی۔ مگر افسوس" اس نے پولیس سارجنٹ کی طرف ایک پُرحسرت نظر ڈال کر کہا "آپ لوگ بعد از وقت پہنچے!"

"اگر میں موجود نہ ہوتا تو شاید یہ بدمعاش ہز ہائی نس پر بھی حملہ کرتا؟"

میری تمام امیدوں پر پانی پھیرنے والی یہ آواز میرے دوست ڈک کی تھی جو میرے سامنے کوٹھی سے نکل کر آپ کیتھرائن کی برابر آ چکا تھا — افسوس یہ تھا میری سچی محبت کا انجام اور میری بے ریا دوستی کا صلہ — پھر ایک بار کاؤنٹس کی آواز خاموش فضا کو مرتعش کرتی ہوئی سنائی دی "آؤ پیارے اندر چلیں" وہ ڈک سے کہہ رہی تھی "ولفورڈ اپنے کئے کی سزا پائے گا"

(سید اعجاز حسین زیدی)

بقیہ صفحہ ۸۸

جہانگیر (نظام نمبر)
لاہور کے مشہور ادبی رسالہ "جہانگیر" نے سال گذشتہ کے موافق امسال بھی "نظام نمبر" شائع کیا ہے۔ تمثیل وہی دیا گیا ہے جو پہلے نظام نمبر میں تھا لیکن رسالہ کی تقطیع چھوٹی رہ گئی بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولینا تاجور کی اچکن مسٹر منصور احمد نے پہن لی ہے۔ بہرحال "نظام نمبر" میں اعلیحضرت حضور نظام اور سلطنت آصفیہ سے متعلق ایسے اچھے نظم و نثر مضامین جمع کئے گئے ہیں کہ مرتب کی داد نہ دینا گناہ ہے۔ "نظام نمبر" میں بعض غیر متعلق بلکہ قابل اعتراض مضامین بھی نظر آتے ہیں اشارہ کرنا مفت کی لڑائی مول لینا ہے اس لئے محض کنایۃً عرض کیا گیا۔ تعداد سیر اور کاغذ، کتابت، و طباعت کے لحاظ سے رسالہ بہت اچھا ہے جن لوگوں کو سلطنت آصفیہ کے اچھے محققانہ مضامین پڑھنے ہوں تو وہ رسالہ جہانگیر کا "نظام نمبر" ضرور خریدیں۔ قیمت فی پرچہ دو روپے۔ ملنے کا پتہ۔ منیجر جہانگیر لاہور۔

"عارف" کانپور
اردو کا جدید علمی، ادبی اور مذہبی رسالہ جو ملک کے مشہور اہل قلم مولانا ذبیح کانپوری کی ادارت میں چھ ماہ سے نکل رہا ہے مضامین کے اعتبار سے یہ "معارف" کا چھوٹا بھائی معلوم ہوتا ہے اکثر مضامین پرانے رسالوں اور اخباروں سے بھی چھاپ لئے جاتے ہیں۔ چونکہ کانپور جیسے شہر میں بیٹھ کر مولانا ذبیح مجاہدانہ ادب کر رہے ہیں۔ اس لئے یہ کوشش ہر ہمت افزائی کی مستحق ہے رسالہ کی قیمت اعلیٰ ایڈیشن ۳ معمولی ایڈیشن ۲ ملنے کا پتہ۔ منیجر صاحب رسالہ "عارف" ہمایوں باغ کانپور۔

مستورات
اردو صحافت میں زنانہ رسائل کی کمی ہے۔ اگرچہ وقتاً فوقتاً بعض اچھے رسائل نکلتے رہے ہیں۔ لیکن زمانے کے ہاتھوں کچھ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے اسی صنف کا ایک رسالہ "مستورات" ملتان پور سے نکلنا شروع ہوا اس کے کئی نمبر ہمیں موصول ہو چکے ہیں بعض مضامین [illegible] شائع ہوتے ہیں۔ مضمون نگاروں میں عورتوں کی کمی ہے۔ زنانہ رسائل میں تعلیم یافتہ خواتین کے مضامین پر زیادہ کوشش صرف کرنی چاہیے مضامین بھی ایسے شائع ہونے چاہئیں جن کا تعلق خواتین کی زندگی سے ہو۔ بہرحال امید ہے کہ یہ رسالہ آئندہ ضرور ترقی کرے گا اس صنف کے رسائل کی کمی کو دیکھتے ہوئے ہی خواہاں [illegible]

سنہری ناگن

افرادِ خصوصی

سروَن . . . . ایم اے کا طالبعلم مشہور مضمون نگار

شمینہ . . . . ایک حسین طوائف

ایکٹ اول

پہلا منظر :-

وقت صبح —— مقام باغ کا ایک خاموش گوشہ —— سروَن مطالعہ میں مصروف ہے، تھوڑے فاصلے پر شمینہ بھی مطالعہ کر رہی ہے اور کبھی کبھی کنکھیوں سے سروَن کی طرف دیکھ لیتی ہے)

سروَن (اچانک سر اٹھا کر) اوہو! بعض وقت جلدی میں بجائے فائدے کے نقصان ہو جاتا ہے۔ آج اپنی لغت ہی لانی بھول گیا، مکان جاتا ہوں تو ممکن ہے تسلسل قائم نہ رہے اس کے علاوہ وقت بھی ضائع ہوگا۔ یہاں کوئی اور تو شاید ہی ڈکشنری لایا ہو۔ (ایک طرف دیکھ کر) شاید . . . . . . وہاں کتابیں تو کئی ہیں شاید اُن میں لغت بھی ہو مگر . . . . . ایک عورت . . . . ! . . . . . اب تک میں نے ان گنت مضامین نوجوانوں کی اصلاح کے لئے لکھے کہ وہ طوائفوں سے بچیں، نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی کہ وہ کسی غیر عورت سے ملاقی ہونے کی کوشش نہ کیا کریں . . . لیکن یہ تمام خیالات یہاں فضول ہیں، میں صرف اُس سے لغت ہی طلب کروں گا۔

سروَن (شمینہ کے پاس پہنچکر) خاتون! معاف کیجئےگا میں آپ کے مطالعہ میں مخل ہوا . . . . میرا مطلب یہ ہے کہ اگر حرج نہ ہو تو ذرا اپنی ڈکشنری دیدیجئے۔

شمینہ (اُس کی طرف دیکھ کر) یقیناً۔ یہ لیجئے۔

سروَن (فارغ ہو کر ڈکشنری واپس دیتے ہوئے) عنایت کا شکریہ!

شمینہ۔ شکریہ کی کیا ضرورت ہے، انسان انسان کے کام آتا ہی ہے۔ میں آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں . . . . . میرا نام شمینہ ہے۔

سروَن۔ (کچھ سوچتے ہوئے) مجھے سروَن کہتے ہیں۔

شمینہ۔ (جاتے ہوئے سروَن کو روک کر) کیوں جناب! میں آپ سے کچھ دریافت کر سکتی ہوں؟ . . . . . . آپ کو اس قدر جلد کہاں جانا ہے۔

سروَن (جو کسی غیر عورت سے مصروفِ گفتگو ہوتے ہوئے گھبراتا ہے) جی ہاں . . . . جی نہیں . . . . . مجھے امتحان کی تیاری کرنی ہے۔ آپ کو مجھ سے کچھ کام ہے؟

شمینہ:- کام تو کیا ہوتا، میرا مطلب یہ ہے کہ . . . . . میں بھی یہاں روز آتی ہوں اور آپ بھی . . . . . کئی ماہ سے . . . . اس لئے کیا ہی اچھا ہو اگر ہم دونو ایک دوسرے . . . . .

سروَن (بات کاٹ کر) جی ہاں، بہت اچھا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی . . . . . اب کل ملاقات ہوگی۔

منظر دوم

(شمینہ کا گھر)

شمینہ:- میں طوائف سہی لیکن مجھ میں غیرت کا مادہ ہے اس لئے اپنے تحفظ کے لئے دشمنوں کی گردنیں رگڑ دینے میں مجھے بالکل گریز نہ کرنا چاہیئے۔ شکر ہے جس جال کو عرصے سے بچھا رہی تھی میرا شکار آج اس میں

سروں نے بہت متنق خوبصورت باتیں بنائیں اور پھر بھی میرے دل ہی بند ہوگا میں نے بہت سے مہینے راتیں رو رو کر اور لمبے لمبے وقت ضائع کر دیا اور آخرکار میں انتقام پر آمادہ ہوگئی سروں جیسے آدمی ہماری ہستی بیکار ہے میں مکڑی کی طرح ایک جال بچھا کر اس کی ہلاکت کا سامان کروں گی۔ میں مانتی ہوں کہ طوائف ہوں — عام بازاری عورتوں سے مختلف — لیکن اس کی تحریر میرے مذہب کی رو سے چھلنی کرتی ہے اس لئے ناگن بن کر اس کو ڈسنے کے لئے میں ملکہ "شریف" "خوبصورت اور بھولی بھالی" "لڑکی" بن جاتی ہوں تاکہ کوئی مجھے نہ پہچانے۔ میری روح ناپاک سہی لیکن مجھے عزیز ہے اس لئے اس کی قسم کھاتی ہوں کہ جب تک سروں سے اپنی سوسائٹی کی اہانت کا بدلہ نہ لے لوں گی اور اس کے زہد و پارسائی کے طلسم کو درہم برہم کرکے اُسے خاک چٹنے نہ چھوڑوں گی آرام سے نہ بیٹھوں گی۔ سروں! خوبصورت بلا کا سایہ منحوس ہوتا ہے۔

تیسرا منظر

(کئی ماہ بعد . . . . . . باغ کے ایک تنہا گوشے میں)

سروں۔ آہ! شمینہ! میں چاہتا ہوں کہ تیرے حسین قدموں پر اپنی جان قربان کردوں، وہ شخص جو محبت کے نام پر ہنستا اور عاشقوں کا مذاق اڑاتا تھا کیوپڈ نے اپنے اندر سے جذبات اس میں بھی بیدار کر دیئے مجھے یہاں انتظار کرتے کرتے کئی گھنٹے گذر گئے مگر میرے دل و جان کی ملکہ ابھی تک جلوہ فگن نہیں ہوئی۔ روز بروز وہ دیر کرکے آتی ہے الٰہی میرے عشق کا انجام بخیر ہو۔

(شمینہ آتی دکھائی دیتی ہے)

سروں۔ شمینہ! . . . شمینہ پیاری . . . .

شمینہ۔ سروں! کیا تم انتظار کر رہے ہو۔

سروں . . . .

شمینہ۔ کہو کہو . . . خاموش کیوں ہو تم کامیاب ہوگئے مبارکباد قبول کرو!

سروں۔ . . . . ہاں شمینہ! کامیابی پر بہت سے لوگوں نے مبارکباد پیش کی مگر جس مبارکباد نے مجھے اپنی طرف زیادہ مائل کیا وہ تمہاری تھی سچ کہتا ہوں کہ میں صرف تمہاری دعاؤں کی وجہ سے کامیاب ہوا ہوں . . . .

شمینہ۔ اچھا!! (مسکراتی ہے)

سروں۔ شمینہ! . . . . میں بالکل تنہا رہتا ہوں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم چند لمحات کے لئے میرے مکان پر آجایا کرو

شمینہ۔ تنہا تو میں بھی رہتی ہوں . . . نہ ماں ہے نہ باپ . . . . تم ہی کیوں نہ آجاؤ!

سروں۔ ایک بات کہنے کی اجازت دو . . . میں تمہیں چاہتا ہوں . . . . تمہاری پرستش کرنا چاہتا ہوں —

شمینہ۔ آہ! سروں!! میں بھی . . . . (اس کی آنکھوں میں آنسو جھلکنے لگتے ہیں)

سروں! شمینہ! پیاری!!

شمینہ! (آنسو پونچھ کر) سروں! آج شام کو تم میرے گھر پر چلے آنا — پہاڑی کے مغربی حصے پر — کوٹھی نمبر

سروں۔ بہ دل و جان پیاری۔

(شمینہ اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے)

چوتھا منظر

(شمینہ کا گھر —)

شمینہ! (دل میں) مغرور سروں! کہاں گیا وہ تیرا زہد اور مشن جس کو پورا کرنے کا تو نے بیڑا اٹھایا تھا! آج سے کئی ماہ پیشتر تو وہی سروں تھا جس نے ہم "خوبصورت بلاؤں" کو اپنے تحریری زہر سے یکلخت نیلا کرنا چاہا لیکن آج تو حسن کی چوکھٹ پر سربسجود ہو کر مقبولیت کا خواہشمند! کہاں گئے وہ تیرے زہر آلود مضامین جس میں طوائف کے جان لیوا حسن کو تو چھیڑا کرتا تھا! اب وہ تحریریں کمزور کیوں ہوگئیں آہا!! میری پرستش کرنی چاہتا ہے — میں بھی تو وہی سیاہ

کی دھنکاری ہوئی ناکارہ ہستی ہوں۔ میں نے اپنے دوستوں کے ذریعے تجھے اپنی اصلیت سے روشناس کرا دیا مگر تو اندھا ہو چکا ہے اس لئے اب نہیں سنبھلیگا۔ پرستش اور چاہت بے معنی الفاظ ہیں مدعا سارا شادی کی خواہش ہے وہ مجھ سے عنقریب شادی کی درخواست کریگا اور میں جب اپنے شکار کو داؤں میں پوری طرح جکڑا ہوا دیکھ لوں گی ـــــ تو یہی سہی ... شادی جو اس کی زندگی اور عزت کے لئے بربادی کا پیام ہوگی۔

پانچواں منظر

(سرون کے گھر میں)

سرون :- ...... بہت کچھ سن چکا رامن! جیسا تم نے سنا ہے اگر یہ صحیح بھی ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ بہتا ہوا دریا رک سکتا ہے چڑھی ہوئی آندھی اتر سکتی ہے لیکن میرا ارادہ ملتوی ہونا ناممکن۔

رامن :- مجھے تمہارے معاملے میں دخل دینے کا قطعی کوئی حق نہیں لیکن ایک دوست ہونے کی حیثیت سے میں فرض سمجھتا ہوں کہ تم کو مشورہ دوں اور اپنے ہاتھوں زندگی برباد کرنے سے باز رکھوں۔ سرون! پیارے دوست!! میں پھر کہتا ہوں کہ شمینہ طوائف سے کم نہیں۔

سرون۔ آہ رامن! تم نے یہ کہکر مجھے تکلیف دی۔ مجھے معلوم ہے رامن! کہ تم میرے مخلص دوست ہو مگر اب تم سے کہتا ہوں کہ اسکو برا کہنا مجھے زخمی کرنا ہے۔ خدارا...... رامن! تم ناصح نہ بنو بلکہ میرے لئے ہمدرد ثابت ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ محبت کی زود اثر چنگاری اپنی شعلہ بار خصلت سے خرمن ہستی کو اس طرح تہ و بالا کر دیتی ہے جیسے بادل کی بجلی کسان کی جھونپڑی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اور وہ حسرت و ارمان سے ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ ممکن ہے تم سچ کہتے ہو میں نے دوسروں سے بھی یہی سنا ہے لیکن شمینہ اب وہ نہیں رہی ...... اس کے علاوہ وہ تعلیم یافتہ اور بلند خیالات کی عورت ہے جس کو نہ دولت کی پروا ہے اور نہ ہی کوئی اور لالچ ہے بلکہ ...... اس کو مجھ سے محبت ہے اور بس! دوست! اگر یہ اس کی زندگی کی خود غرضی ہوتی تو وہ ظاہر ہو جاتی انہیں معلوم ہے کہ درخواست میں نے کی ہے اس نے نہیں اس لئے شادی کا ذمہ دار میں ہوں ...

رامن :- میری کوشش بیکار اور میری باتیں تمہارے لئے بے معنی ثابت ہوئیں۔ سرون! تم پہلے ہر طرح سوچ لو اور پھر کچھ کرو ...... کیا لوگ تمہارے خلاف نہ کہیں گے کہ ناصح ہو کر خود طوائف سے شادی کی کیا تم ان کا منہ بند کر دو گے؟ ان کے ہونٹ سینے مشکل ہیں ...

سرون :- خوب سمجھتا ہوں رامن! یہ سب لغو خیالات ہیں جن لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی ہے وہ مضمون سے حاصل کریں گے انہیں مجھ سے کیا کام؟

رامن :- سرون ـــــ مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ تم ایک طوائف سے شادی کر بھی سکتے ہو!!

سرون :- بس رامن میں اب یہ باتیں نہیں سن سکتا۔ تم میرے کلیجہ کو تیروں سے چھلنی کر دو اور نشتروں سے گود دو مگر ...... یہ باتیں! اُف!! سننے کی تاب نہیں۔

ایکٹ دوئم

پہلا منظر

(شمینہ کے گھر میں ...... شادی کے بعد)

سرون :- (دل میں) دوست سب پاگل ہوتے ہیں دوستی زمانے میں کوئی مخلص اور ہمدرد نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ جو دوستی کا دم بھرتے تھے میری شادی میں شریک ہونے کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ مجھے ان کی قطعاً پروا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ مجھے شادی سے صرف اس لئے باز رکھنے کی کوشش کرتے تھے کہ میرے بدلے وہ پینگ بڑھا سکیں۔ میرا خیال کچھ ہے۔ شمینہ پیاری شمینہ، حسین شمینہ، میرے جگر کی رانی، دل کی ملکہ، نیک نیت شریف طبیعت اور عمدہ خصائل کی عورت ہے۔ اس کی نیک سیرت نے میرے جسم کے روئیں روئیں کو غلام بنا رکھا ہے۔

[illegible] ہے کہ [illegible] اب بھی گئے
[illegible] ہی ہو رہے ہیں کہ میری دل کی
[illegible] کرتا ہوں کہ وہ دوسری عورتوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔
[illegible] اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ میرے
[illegible] کر پڑھا تو وہ وقت مجھے تاریک اور گناہوں سے
[illegible] ہے۔ اگر حسین شمینہ کی نظر سے وہ مضامین گذریں تو اس کی
[illegible] ہو جائے گی۔ اچھا ہوا کہ چھ سات ماہ سے میں نے اس
قسم کے مضامین نہیں لکھے اور اب ...... قسم ہے پروردگار کی کہ
ایسے مضامین میرے قلم سے ہرگز بھی نہ نکلیں گے اگرچہ بعض طوائفیں
[illegible] تو بیشک ایسی ہی ہیں مگر بعض نہیں۔

دوسرا منظر

(سرون بستر علالت پر)

سرون۔ ڈاکٹر دیوانے ہیں مجھے ان پر شروع ہی سے اعتبار نہیں۔ کہتے ہیں کہ میری صحت بری غذاؤں سے خراب ہو گئی۔ ان کا خیال ہے کہ مجھے تیل اور چربی کا کھانا کھلایا جاتا ہے کس قدر مضحکہ خیز تشخیص ہے ہوٹلوں میں میں کھاتا نہیں اس کے علاوہ کھانا شمینہ کے ہمراہ کھاتا ہوں اور وہ بیچاری میرے لئے خاص طور پر اپنے ہاتھ سے علیحدہ تیار کرتی ہے تو پھر بھلا یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب ہی تو میں کہتا ہوں کہ ڈاکٹر تو خود غرض ہوتے ہیں انہیں دولت چاہیئے چاہے تشخیص الٹی سیدھی ہی کریں۔

(آواز دیکر) شمینہ پیاری!

میں ایک ماہ سے علیل ہوں اور اپنے آپ کو روبہ انحطاط دیکھتا ہوں مجھے کمزوری معلوم ہوتی ہے اور سر چکرانے لگتا ہے، نہ جانے کب اچھا ہونگا۔ خادمہ کہتی ہے کہ شمینہ رات بھر میرے سرہانے [illegible] میرے پاس بیٹھی رہتی ہے اور اس لئے کہ مبادا مجھے کسی چیز کی ضرورت ہو بیچاری رات جاگتی ہے لیکن نہ جانے وہ دن کو میرے پاس بہت کم کیوں آتی ہے۔

(پھر آواز دیتا ہے) شمینہ!

خدا معلوم کہاں جاتی رہتی ہیں، میرے بیمار ہونے کے بعد آئینہ تو گیا خاک آئیں دن کو میرے پاس بیٹھنے کی فرصت ہے۔ پندرہ بیس روز سے ان کا یہی حال ہے دن بھر گھر سے باہر رہتی ہیں۔

(چیختا ہے) شمینہ!!

(خادمہ آتی ہے) جی حضور! آپ نے آواز دی۔

سرون۔ (غصے میں) تمہاری بیگم کہاں ہیں؟

خادمہ۔ صبح سے باہر گئی ہیں.....

سرون۔ کس کے ہاں؟

خادمہ۔ یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ کسی کے ہمراہ..... (گھبرا جاتی ہے) ..... وہ ایک کام کو گئی ہیں۔

سرون (طیش میں آکر)..... خاموش رہ یاد رکھیو جھوٹ کا انجام اچھا نہ ہوگا، کسی کے ہمراہ؟ تو کہتے کہتے رکی ہے۔

خادمہ۔ مجھے تو معلوم نہیں، ایک شخص ان کے پاس آیا کرتا ہے۔

سرون (انتہائے استعجاب میں) ہائیں!!!؟.....

تیسرا منظر

(دوسری صبح..... شمینہ کہیں جانے کی تیاری کر رہی ہے)

شمینہ۔ (دل میں) شیر بلی بنکر گھر میں نہیں رہ سکتا، اگر مجھے کھیلنا محفوظ جان نہیں ہے۔ سرون سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی وفادار بیوی ہوں، آہاہا (طنز سے) طوائف اور گھر ستن!!!؟ جس کام کو سرانجام دینے کی میں نے قسم کھائی تھی، شکر ہے وہ پورا ہو رہا ہے اور کوئی دم میں وہ اپنے آپ کو بلائے بیدرماں سے گھرا ہوا پائے گا، جس کو اس نے محبت کی وادی سمجھا، وہ سراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔

خادمہ کے ذریعے، اس کو اطلاع پہنچا چکی ہوں۔ وہ اب اکھڑنے والا ہے اور وہ وقت آنیوالا ہے کہ ٹکا سا جواب دیکر اس کا

ہستی کو نیست و نابود کر دوں گی۔ مردوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ عورت کا انتقام اور وہ بھی حسن و عصمت فروش کا بے حد جان گسل ہوتا ہے۔ غذاؤں کے ذریعے جن کو وہ من و سلویٰ سمجھ کر سیر ہو کر کھانے میں خوش قسمتی جانتا ہے، میں اس کی صحت خراب کر چکی اور اب . . . . .

(آواز آتی ہے) شمینہ!

شمینہ (دل میں) اس کو سوائے پکارنے کے اور کچھ کام نہیں . . . آج آواز میں کچھ ارتعاش معلوم ہوتا ہے . . . . چلو دیکھ آؤں . . . . . چند لمحات کے لئے ——!

چوتھا منظر

سرون (پہلے سے کمزور اور علیل۔ اخبار پڑھ کر اس کا چہرا اتر گیا)

شمینہ! تم کہاں جا رہی ہو! مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری وجہ سے میری کیا حالت ہو گئی اور . . . .

شمینہ (غصے میں) کیا کہا! میری وجہ سے! . . . . . ذرا میں بھی تو سنوں . . . . !

سرون (بیچارگی سے) آہ! میرا دل پک رہا ہے لیکن جب میں تم کو دیکھتا ہوں تو سب کچھ بھول جاتا ہوں۔ اچھی شمینہ! تم پہلی سی ہو جاؤ! تم تو بدل گئیں۔

شمینہ:۔ میں کچھ اور سننا نہیں چاہتی! بات نہ کاٹیئے، میری وجہ کیا مطلب! اور بدلنا کیا معنی! جیسی پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہوں۔

سرون (سنبھلکر) اچھا —— تم اپنے اطوار بدل ڈالو . . . . دیکھو میں محض تمہاری وجہ سے بدنام ہو رہا ہوں لیکن اگر تم سیدھے منہ بات ہی کر لو تو میں اس کو بھی برداشت کر لوں گا۔

شمینہ:۔ پھر وہی فضول باتیں، میں کہتی ہوں "میری وجہ" آپ میری توہین کر رہے ہیں۔

سرون:۔ (غصے میں آ کر) تو لو —— اسے پڑھو (اخبار [illegible]تے ہوئے)

شمینہ (اخبار دیکھ کر پڑھتی ہے) [illegible] جنہوں نے عرصے تک اصلاحی مضامین لکھ کر [illegible] دیا اور جو طوائفوں کے خلاف احتجاج کرتے رہے [illegible] سے شادی پر مجبور ہو گئے . . . . . نہ جانے کیوں؟ . . . . [illegible] اُس طوائف کے ساتھ شادی رچا کر عیش سے زندگی گذار رہے ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جو شخص ایک فعل سے دوسروں کو منع کرتا ہے وہ اُسی فعل کو خود کیسے کر سکتا ہے؟ کیا موصوف تحریر کریں گے کہ اس میں ان کو نوجوانوں کی کیا بہبودی نظر آئی . . . . ؟

شمینہ (طنز سے ایک قہقہہ نکلتی ہے اور اخبار ایک طرف پھینک کر) میں تنگ کیا پڑھوں۔ یہی لغو باتیں لکھی ہیں . . . . نہیں، لغو نہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ مصلح بھی تھے! جو کچھ لکھا ہے، صحیح لکھا ہے اور اگر آپ معاف فرمائیں تو میرے خیال میں آپ اسی کے مستحق تھے۔

سرون (طیش سے مغلوب ہو کر) خبردار شمینہ! . . . . .

شمینہ:۔ ذرا لہجہ نرم کیجئے، میں آپ کی لونڈی نہیں۔

سرون:۔ کیا! تو اب میرا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئی! تیری وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی اور تو . . . .

شمینہ (نسوانی ہمت کے ساتھ) یہ کیا کہتے ہیں آپ! آپکو زبان سنبھال کر گفتگو کرنی چاہیئے۔ آپ میرے ٹکڑوں پر پڑے ہیں اس لئے کہ میری اہانت کریں! خود تو کچھ پلے نہیں اور نوکری کیسے ہیں، دماغ تو نواب صاحب کا بڑا ہے، چھوٹتے ہی کمشنر بننا چاہتے ہیں اور معمولی تنخواہ قبول نہیں۔ اب میرا کھا کر مجھ ہی پر غراتے ہیں۔

سرون:۔ کیا! . . . . . آہ!! . . . . . . یہ طعنے! مجھے ہرگز امید نہ تھی۔

شمینہ۔ امید و مید میں کیا جانوں! حقیقت کا اظہار ضروری ہے۔ از راہ کرم آپ مجھے اپنی لونڈی مت تصور کیجئے۔

(... سے ... منظر ... رہا ہے)

سروں ... ملا! ... شمینہ! ملی بھی!! میری ... [illegible]

شمینہ ... خوبصورت بلا! ... سنہری ناگن ... واقعہ!!

... یہ کیا!!

ایکٹ سوئم

پہلا منظر

سروں (عالم اضطراب و پریشانی میں) بر بطا ہستی کا شکست خوردہ ہے ... لطف اندوز ہونے کے لئے شمینہ نے بھول پن اور پارسائی سے چھیڑا تھی۔ تو اس وقت میں نے سمجھا کہ اس کا ظالم نغمہ میری ناکام زندگی کے زخموں میں ناسور ڈال دیگا ... یہ ہے انجام زندگی!

آخر کار اس کی اصلیت رنگ لائی اور فطرت زیادہ نہ چھپ سکی اس نے سنہری ناگن بن کر میرے دل و دماغ پر افسوں کر دیا اور ... کو چھوڑ کر محض ہستی نباکا اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہو گئی۔ شمینہ جس کے لئے میں نے سب کچھ قربان کیا، رسوائی بھی، دوستوں کو برا سمجھا اور ذلت کو ... اب ... مجھے چھوڑ کر ... مگر نہیں قانوناً وہ میری بیوی ہے

(اس کا دوست رامن اندر آتا ہے)

سروں (گردن شرم سے نیچے جھکا لیتا ہے) آہ! میں اس وقت ... تھا۔

رامن۔ کہو پیارے دوست! یہ تم نے کیا حال بنایا؟ کس کا علاج ہے؟

سروں۔ علاج؟ آہ!! موت کا

رامن۔ کیا کہتے ہو پریشان ہونے کی کیا بات، اچھے ہو جاؤ گے۔

سروں۔ میں اچھا ہو جاؤں گا؟ شاید کبھی نہیں (دفعتاً اس سے لپٹ جاتا ہے) رامن! رامن! مجھے معاف کر دو، میں نے تمہیں اس روز برا بھلا کہا ... کیسے کہوں، میں برباد ہو گیا۔

رامن۔ کیا بات ہے؟ آپے سے باہر کیوں ہو؟ تمہاری بیگم کہاں ہیں؟

سروں۔ بیگم؟ ہونہہ!! وہ طوائف ہے ... سنہری ناگن! مجھے ... معلوم وہ کہاں ہے

رامن۔ تو میرا خیال درست ہے جب میں آ رہا تھا تو میں نے تمہاری بیگم کو رگھبیر کی کوٹھی میں اس کے پاس بیٹھا دیکھا تھا ......

سروں۔ کیا! شمینہ اور رگھبیر کے پاس! سچ کہتے ہو!

رامن۔ چل کر دیکھ ہی کیوں نہیں لیتے۔

سروں۔ ٹھہر جاؤ، ابھی آتا ہوں۔

(وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھتا ہے اور ریوالور نکال کر جیب میں رکھتا ہے)

سروں۔ چلو

دوسرا منظر

(رگھبیر کی کوٹھی ...... شمینہ، رگھبیر کی آغوش میں ہے۔ سروں دفعتاً اور بے دھڑک اندر داخل ہوتا ہے۔)

سروں (غصے میں کانپ رہا ہے) شمینہ! تجھے معلوم ہے تو کون ہے؟

شمینہ (اس کو مجنوں بنا ہوا دیکھ کر قہقہہ لگاتی ہے) ہاں ہاں کیوں نہیں۔ میں ایک طوائف ہوں۔

سروں۔ کیا طوائف! ہیں! تو پہلے تھی اب نہیں۔ اب تو میری بیوی ہے۔

شمینہ (قہقہہ لگا کر اور طنز سے) بیوی؟! واہ! سروں یاد رکھو، طوائف کبھی کسی کی بیوی بن کر نہیں رہ سکتی اور شادی اس کے لئے ایک بیہودہ رسم ہے ...

سروں۔ خبردار، زبان سنبھال کر گفتگو کر، میں تیرا شوہر ہوں

(رگھبیر اور رامن ایک طرف روانہ ہو جاتے ہیں)

شمینہ (لا پروائی سے) شوہر! دوھر میں کچھ نہیں جانتی، تم میرے کان نہ کھاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ

(سروں پستول چلاتا ہے)

سروں: یہ ہے تیرا انجام!

(شمینہ فرش پر تڑپتی ہے ...... دوسرا نشانہ خود سروں کی اپنی چھاتی ہوتی ہے) (ڈراپ)

صادق الخیری دہلوی۔

وجدانیات

وفورِ بیخودی میں بڑھ گیا ہوں سرِ دل سے
خیالِ دوست بھی آتا ہے اس منزل میں مشکل سے

نکلتی ہے تمنّا اس طرح ٹوٹے ہوئے دل سے
کہ جیسے شمع ہنگامِ سحر اُٹھتی ہے محفل سے

وہ راحت ہے محیطِ عشق و طوفانِ حوادث میں
کہ دل ڈوبا سا جاتا ہے خیالِ قُربِ ساحل سے

خوشا وہ دور جب دل تھا رہینِ رنجِ ناکامی
کہ اب تو زندگی ہے تلخ فکرِ برق و حاصل سے

غمِ الفت کو دورِ زیست کا حاصل سمجھتے ہیں
یہاں تک اہلِ دل مسرور ہیں کیفیتِ دل سے

نہ پوچھو لذّتِ ذوقِ طلب راہِ محبت میں
دلِ دیوانہ مجھ کو دور ہی رکھتا ہے منزل سے

اُٹھائیں گے کہاں تک زحمتِ دستِ جنوں وحشی
کہیں مضبوط ہے تارِ نفس طوق و سلاسل سے

دمِ نظارگیِ حسن، کس عالم میں پہونچے گا
وہ دیوانہ جو مجنوں ہو گیا ہو رنگِ محمل سے

تڑپنے بھی نہیں دیتی مری خوئے وفا مجھ کو
بہت جی گھٹ رہا ہے زحمتِ بازوئے قاتل سے

نشاطِ زیست کیسی ہر نفس پر اب یہ عالم ہے
کوئی سر پھوڑتا ہو جس طرح دیوارِ حائل سے

جوابِ گرمجوشی سرد مہری ہی سہی کوکب
چراغِ کشتہ ہوں اب کیا کہوں یارانِ محفل سے

کوکب شاہجہانپوری

خانِ دانشمند خاں

مُراد حسن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک اوسط درجہ کا بینکر
رقیہ مراد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُس کی تعلیم یافتہ بیوی
خانِ دانشمند خاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نوکر

منظر:۔ مُراد کی کوٹھی "فردوس" میں کھانے کا کمرہ۔ میز پر ناشتہ چُنا ہوا ہے۔ کرسیاں سائیڈ بورڈ وغیرہ۔ وقت صبح۔ خانِ دانشمند خاں میز پر برتن وغیرہ رکھتا نظر آتا ہے۔

دانشمند:۔ توبہ! اس کا کیا نام میں بھول گیا بیگم نے ناشتے کے لئے کس خاص چیز کی بابت کہا تھا۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ میں تو یہ چیزیں لایا ہوں۔ اس کا کیا نام کیک اور انڈے۔ جن کا کھانا دشوار سے لیتا ہے، مکھن اور توس۔ اور ۔۔۔ اس کا کیا نام ۔۔۔ اسکا کیا نام ۔۔۔ پھر یہاں گرما گرم۔ خیر خدا کرے بیگم کو پسند آجائے ورنہ اس سفید چنڈیا کی خیر نہیں۔ میری بیگم بھی۔ اس کا کیا نام۔ خاصی اچھی ہے مگر آقا سے ہر وقت لڑتی جھگڑتی رہتی ہے اور آقا بھی اس کا کیا نام ۔۔۔ یوں تو اچھا آدمی ہے مگر ہر وقت اس کا کیا نام۔ بنک کے جھمیلوں میں پھنسا رہتا ہے۔ دن رات سود اور۔ اس کا کیا نام۔ ہاں، سود ہی تو۔ سود کے بڑھنے گھٹنے کا فکر کرتا رہتا ہے۔

مُراد: (داخل ہوتے ہوئے) کیوں دانشمند؟

دانشمند: (چونک کر) آداب۔ حضور۔

مُراد:۔ ڈاک آگئی؟

دانشمند:۔ جاکر دیکھتا ہوں حضور۔

مُراد:۔ کیا بیگم ابھی تک سو رہی ہیں!

دانشمند:۔ جا کر دیکھتا ہوں حضور۔

مُراد:۔ کیا؟

دانشمند:۔ ار۔۔۔ ار۔۔۔ اس کا کیا نام، جا کر پوچھتا ہوں، حضور۔

مُراد:۔ جاؤ۔ ڈاک لاؤ۔

دانشمند:۔ بہت اچھا حضور۔ (علیحدہ) آج پھر مزاج گرم ہے، خدا خیر کرے۔ (جاتا ہے)

مُراد:۔ (تنہا) لعنت ہے اِس مردود بنک پر ۔۔۔ میں نے بغیر سوچے سمجھے انڈسٹریل کمپنی کے حصے خرید لئے۔ اب کیا ہو سکتا ہے؟ شاطر کے نام تار روانہ کر چکا۔ میری آنکھیں پھوٹ گئیں تھیں۔ عقل پر پتھر پڑ گئے تھے۔ ظاہرا بھاؤ گرتا ہوا نظر آ رہا تھا اور میں نے ایکدم سے سو حصے خرید ڈالے۔ کاش شاطر کے نام تار نہ گیا ہوتا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ بربادی اور تباہی یقینی ہے ۔۔۔۔۔

(دانشمند ایک تھالی میں ڈاک لئے آتا ہے)

دانشمند:۔ لیجئے حضور!

مُراد:۔ (تیزی سے یکے بعد دیگرے لفافے پھاڑ پھاڑ کر پڑھتا ہے۔) شاطر کا کوئی خط نہیں آیا، تعجب ہے۔ (دانشمند سے) تم یہ خط پہلے سے کیوں نہیں لاتے۔ ہوں؟ میں نے تم سے کتنی مرتبہ کہا کہ روزانہ ناشتہ کی میز پر ڈاک مجھے تیار ملے۔ پھر ۔؟؟

دانشمند:۔ اس کا۔ اس کا کیا نام۔ میں بھول گیا حضور۔

مُراد:۔ تم ہر چیز بھول جاتے ہو۔ کیوں؟

دانشمند:۔ ہاں حضور، کمبخت عادت ہی تو ہے۔ کیا بتاؤں حضور۔ اس کا کیا نام عقل خراب ہو گئی ہے۔ کوئی بات یاد نہیں رہتی۔

مُراد:۔ (کرسی کو جھٹکے کے ساتھ سیدھا کرتے ہوئے) اچھا، تو بتاؤ،

تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنے دن ہوئے؟

دانشمند:- مجھے حضور؟

مُراد:- جی ہاں، آپ کو حضور!!

دانشمند:- (انگلیوں پر سوچ سوچ کر گنتے ہوئے) میں پیر کو، نہیں اتوار کو۔ ہاں پیر کو حاضر ہوا تھا جس کو آج اس کا کیا نام۔ دس دن ہو گئے حضور۔

مُراد:- تمہارا نام کیا ہے۔ مجھے کبھی یاد نہیں رہا۔

دانشمند:- میرا نام حضور ـــ اس کا کیا نام، خان، دانشمند، خاں حضور!

مُراد:- اچھا میں نے کہا تھا مجھے اپنے پہلے آقا کا کوئی سارٹیفکٹ دکھانا۔ تم نے دکھایا؟

دانشمند:- نہیں حضور۔

مُراد:- بیگم کو دکھایا؟

دانشمند:- نہیں حضور

مُراد:- مجھے پہلے ہی سے یقین تھا۔ دیکھو۔ تمہارے پاس سارٹیفکٹ ہے یا نہیں؟

دانشمند:- ہے حضور! لیکن اس کا کیا نام اگر حضور اُسے نہ دیکھیں تو اچھا ہے۔

مُراد:- تب تو میں اُسے ضرور دیکھوں گا۔ لاؤ ـ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے، رقی بیگم کی عنایت سے ـ خیر۔ لاؤ سارٹیفکٹ دکھاؤ ـــ فوراً۔

دانشمند (اندر کی جیب میں سے ٹٹول کر کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے ایک لفافہ نکال کر) یہ رہا حضور۔ لیکن اگر آپ نہ دیکھیں تو ـــ اس کا کیا نام.....

مُراد (لفافہ چھینتے ہوئے) غنیمت ہے تم بھولے نہیں۔ (پڑھتا ہے) "خان دانشمند خاں بہت ہی بُھلکڑ آدمی ہے۔ اتنا بیوقوف انسان شاید پھر پیدا نہ ہو۔ ایک دن یہ اپنے آپ کو بھول بیٹھا اور میں نے بخوشی اسے برخاست کیا" ـــ ہوں!!

دانشمند:- میرے پاس اور بہت سے سارٹیفکٹ ہیں حضور لیکن یہ اس کا کیا نام سارٹیفکٹ سب میں عمدہ ہے۔ گویا چوٹی کا پھول ہے حضور۔ ہزاروں میں ایک۔ کنکروں میں ہیرا حضور....

مُراد:- ہوں، لیکن تم تو اسے دکھانا نہیں چاہتے تھے۔

دانشمند:- حضور، اس کا کیا نام، میں بھول گیا تھا کہ یہ سارٹیفکٹ کتنا اچھا ہے۔

مُراد:- ہاں، یہ سارٹیفکٹ تو اتنا اچھا ہے کہ تم اس کی مدد سے سرکاری نوکری حاصل کر سکتے ہو۔

دانشمند:- سرکاری نوکری حضور؟

مُراد:- جی ہاں۔ محکمہ سزا بامشقت میں۔ جناب خان دانشمند خاں صاحب!

دانشمند (ہنستا ہے) کیا حضور اور سارٹیفکٹوں کو بھی دیکھینگے؟

مُراد:- نہیں، یہ بہت کافی ہے ـــ آپ باہر تشریف لے جایئے اور جلدی یہاں سے رُخصت ہونے کے لئے اپنا بوریا بستر تیار رکھیئے۔ سمجھے آپ۔

دانشمند:- جی ہاں، حضور، لیکن اس کا کیا نام مم!!

مُراد:- جاؤ۔

دانشمند:- جو حکم حضور۔ (جاتا ہے)

مُراد:- (کرسی سے اُٹھکر بے چینی سے ٹہلتے ہوئے) گھر کا گھر ویرانہ بنا ہوا ہے۔ ہشت۔ کوئی انتظام ہی نہیں۔ خاک دُھول نظر آتی ہے اور یہ سب ہماری بیگم صاحبہ بلند اقبالہا کی برکت ہے۔ دانشمند خاں جیسے نوکر رکھے جانے لگیں گے تو یہی حالت ہوگی۔ کیا معلوم حضرت کوئی مفرور قیدی ہوں ـــ (جیب سے گھڑی نکال کر دیکھتا ہے) نو بج گئے اور رقی بیگم ابھی تک خواب ناز میں ہیں۔ میں تو شروع کرتا ہوں۔ (ناشتہ کی میز پر بیٹھکر کھانا شروع کرتا ہے ـ ـ رقیہ ... داخل ہوتی ہیں) ... رقی تم نے بہت دیر لگائی!

رقیہ: مراد۔ وہ، وہ شاک آگئی!

مراد: میں نے کہا، تم نے بہت دیر لگا دی۔

رقیہ: مراد، واقعی؟ ــ افسوس ہے (مقابل کی کرسی پر بیٹھکر چائے بناتے ہوئے) میرا کوئی خط ہے؟

مراد: نہیں۔ یہ سب میرے ہیں۔

رقیہ: مراد۔ سب میں تمہاری منحوس بینکنگ اور ستیاناس اسٹاک ایکسچینج کا ذکر ہوگا۔ مجھے تو اب کوئی بھی خط نہیں لکھتا ــــ تم چائے پیو گے یا ــــ؟

مراد: نہیں، میں کافی پیونگا۔

رقیہ: کافی تو وہ بوڑھا فگو رالایا ہی نہیں۔ (گھنٹی بجاتی ہے۔ مراد ایک خط پڑھتا ہے۔ دانشمند داخل ہوتا ہے)

مراد: کافی!!

دانشمند: بہت بہتر حضور، میں بھول گیا۔ (جاتا ہے)

مراد: مجھے اس بھرڈوس خاں کے متعلق تم سے کچھ کہنا ہے، رقی!!

رقیہ: کسی اور دلچسپ موضوع پر گفتگو نہیں کر سکتے کیا؟

مراد: (خط کو میز پر زور سے پٹخ کر) دیکھو رقی بیگم.....

(دانشمند ایک کشتی میں کافی دان، دودھ دان وغیرہ لئے داخل ہوتا ہے۔)

دانشمند: حضور کے لئے۔ اس کا کیا نام، کافی!

(کشتی میز پر رکھکر جانا چاہتا ہے)

مراد: (کشتی پر نظر جماتے ہوئے) اور شکر؟؟

دانشمند: میں بھول گیا حضور (سائیڈ بورڈ میں سے شکر دانی نکال کر میز پر رکھتا ہے۔)

مراد: (زور سے) بالائی؟؟

دانشمند: اوہ۔ ار۔ ار۔ اس کا کیا نام میں بھول گیا۔

(تیزی سے جاتا ہے اور فوراً ہی واپس آتا ہے)

رقیہ: (غصہ تو ڑتے ہوئے) اور نمکدانی!!

دانشمند: افسوس، بیگم صاحبہ، مہربانی کر کے اُن چیزوں کی ایک اس کا کیا نام فہرست بنا دیجئے جن کا بھولنا میں بھول گیا.....

مراد: (تُند لہجے میں) رقی۔ یہ آدمی جو تم نے رکھا ہے، شرابی ہے یا دیوانہ یا کیا؟۔

رقیہ: میں نے اسے نہیں رکھا۔

مراد: نہیں تو، تم نے رکھا تھا۔ اور نام نشان پوچھے بغیر سارے گھر کا مالک بنا دیا۔ ہوں.....

دانشمند: میرا نام حضور، خاں۔ دانشمند خاں حضور۔

رقیہ: تم نے آقا کو سارٹیفکٹ دکھایا یا نہیں؟

دانشمند: جی ہاں بیگم۔ اپنا بہترین سارٹیفکٹ۔ اعلیٰ درجہ کا سارٹیفکٹ.....

مراد: ہوں.....

رقیہ: ٹھیرو حسن۔ مجھے اس سے کچھ باتیں پوچھنی ہیں۔ تم اکیلے ہو؟

دانشمند: کیوں؟

دانشمند: جی ہاں بیگم۔

رقیہ: کبھی قیدخانے میں رہے ہو؟

دانشمند: (سوچتے ہوئے) ٹھیریئے، مجھے یاد کرنے دیجئے۔ اگرچہ میری یادداشت خراب ہے۔ لیکن نہیں کبھی نہیں۔

رقیہ: کبھی پاگل خانے رہے ہو؟

دانشمند: ٹھیک یاد نہیں۔

مراد: کیا تم کوئی اور سارٹیفکٹ لا سکتے ہو؟

دانشمند: یاد نہیں رہا میں نے اس کا کیا نام کس کس کے ہاں نوکری کی ہے۔

مراد: اچھا جناب دانشمند خاں صاحب اس مہینے کے ختم ہونے پر آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔

دانشمند: جو حکم حضور۔ لیکن حضور آپ مجھے اس کا کیا نام یاد دلاتے رہیے گا ورنہ میں بھول جاؤنگا۔

مراد: جاؤ دیکھو اخبار آیا یا نہیں۔

دانشمند: بہت اچھا حضور۔ (جاتا ہے)

رقیہ: حسن، کیا اب بھی اس بڈھے کو نوکر رکھنے کا الزام تم مجھ پر رکھتے ہو؟

مراد: قطعی!

رقیہ: تو اس کو برخاست کرنے کا حق بھی تم مجھی کو دیدیتے تو اچھا تھا۔

مراد: لیکن میں ہمیشہ تمہاری غلطیوں کو درست کیا کرتا ہوں۔ سمجھیں۔

رقیہ: ہاں، مگر میری ایک غلطی کو تم کبھی درست نہیں کر سکتے...

مراد: وہ کیا؟

رقیہ: وہ غلطی جو تمہارے ساتھ شادی کرنے میں مجھ سے سرزد ہوئی ــــ مجھے خالہ کے گھر میں کس قدر آرام تھا۔ ہر وقت خوش رہتی تھی۔ اور یہاں تمہارے اس جھونپڑے میں چوبیس گھنٹے کی کوفت کے سوا نام کو سکون نہیں۔ تمہیں میری ذرہ برابر پرواہ نہیں۔ دن رات اپنے ستیاناسی بینک کے جھمیلوں میں پڑے رہتے ہو۔ تمہاری جوتی کی نوک سے اگر میں دن دن بھر روتی رہوں تمہیں کیا خبر میں مرتی ہوں یا جیتی.....

مراد: سچ کہتی ہو بیگم، مگر تم بھی تو میرا بہت خیال رکھتی ہو، ہے نا!

رقیہ: اگر میں تمہارا خیال رکھتی تو اور کون رکھتا ہے، مگر ذرا ایمانداری سے کہنا تم نے میری آسودگی اور آسائش کا کبھی بھی کوئی سامان فراہم کیا.....

مراد: جب تم خود ہی اپنی آسائش کا خیال کر لیتی ہو تو پھر مجھے کیا ضرورت ہے ــــ سچ بتاؤ روزانہ میلوں میں اکیلی ٹہلنے نکل جاتی ہو کبھی مجھ سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ گھنٹوں کلب میں گلچھرے اُڑاتی ہو۔ کبھی بھی پوچھا؟

رقیہ: جی درست ہے۔ مگر یہ تو مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ بیٹھتے اٹھتے حضور کی اجازت حاصل کروں جب خود تم [illegible] نہیں تو ایسی تو میں بھی نہیں کہ گھٹ گھٹ کر مر جاؤں اپنی جان کو روگ لگاؤں۔ ایسے نخرے مجھ سے نہیں اُٹھائے جاتے.....

مراد: تو پھر شکایت کرتے کیوں بیٹھی تمہیں! میرے گھر کو کھو دیا۔ اپنے آرام کو نوکروں کے ہاتھ میں دیدیا اور نوکر بھی ایسے خوبی بھرے کہ.....

رقیہ: خیر بابا۔ باز آئی۔ سنبھالو اپنا گھر۔ اگر میں نے کھو دیا تو تم سدھار لو۔ میں بھی تو دیکھوں دونوں وقت کی کی ہائی کیسے مٹتی ہے ــــ خیر۔ مجھ سے یہ طعنے نہیں سہے جاتے۔ میں چلی جاؤں گی آج ہی۔ (اسی تیزی سے کرسی کو سرکا کر کھڑی ہوتی ہے اور تندی کیساتھ دروازے کو بھیڑتی ہوئی نکل جاتی ہے)

مراد: توبہ، جان غضب میں ہے۔ ان عورتوں کے مزاج کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ گھڑی میں تولہ، گھڑی میں ماشہ۔ ابھی ہنسی خوشی باتیں کر رہی ہیں اور ابھی فوں فوں ہونے لگی۔ بھلا کوئی بات بھی تھی۔ اتنا خیال نہیں کہ میں خود اپنے تفکرات میں مبتلا ہوں بجائے اس کے کہ میری دلجوئی، تسلی تشفی کرے مجھے جھاڑ کے پیچھے پڑگئی۔ اور دھمکیاں تو دیکھو ــــ لیکن اگر واقعی وہ چلی گئی تو ــــ خیر دیکھا جائیگا۔ محض ڈراوا ہے۔ وہ جاتے گی نہیں ــــ خدا معلوم یہ کمبخت دانشمند کہاں غارت ہو گیا۔ اخبار لینے گیا تھا وہیں کا ہو رہا۔

(بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہلتا ہے پھر زور سے گھنٹی بجاتا ہے۔ دانشمند اخبار لئے داخل ہوتا ہے)

دانشمند: اس کا کیا نام۔ اخبار حضور۔ آج وہ پہلا چھپے ہوئے میں نہیں بھولا۔

(مراد دانشمند کے ہاتھ سے اخبار جھپٹ کر جلدی جلدی ورقوں کو اُلٹ پلٹ کرتا ہے کچھ دیر بعد ایک صفحہ کو گھور کر دیکھتا ہے وقفے کے بعد سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ اخبار [illegible]

[illegible] محبت ہی کی [illegible] ہے تم [illegible] جا رہی ہو [illegible] گئی تھیں!!

(رقیہ مراد واپس آتی ہے بیگ سنبھالے ہوتی ہے)

رقیہ:۔ خدا حافظ حسن! میں جا رہی ہوں۔

مراد:۔ (آبدیدہ ہو کر) جا رہی ہو؟ خدا حافظ! یہ اچھا ہوا کہ تم ایک ڈوبتے ہوئے جہاز سے سلامت کنارے پر جا رہی ہو، بہت اچھا ہوا جو مجھے تنہا چھوڑ رہی ہو۔ میں اپنی بدنصیبی اور پریشانی میں تمہیں کیوں شریک کروں! جاؤ۔

رقیہ:۔ بدنصیبی، پریشانی، حسن! کیا ہوا! خیر تو ہے؟؟

مراد:۔ آہ! رقی! میں تباہ ہو گیا۔ تم نے سچ کہا تھا یہ بیٹنگ واقعی منحوس ہے۔ آہ! میری عقلمندی، وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ میں نے اپنی حماقت سے انڈسٹریل کمپنی کے سنو حصے خریدنے کا تار شاطر کو دیدیا۔ آہ! کیوں نہ مجھے اس سے پہلے موت آ گئی ۔۔۔ میری بدنصیبی میں شک نہیں۔ شروع ہی سے اس ستیاناسی کھیل میں گھاٹا چلا آ رہا تھا اور میں ہر نقصان کو برداشت کر رہا تھا لیکن یہ نقصان واقعی ناقابل برداشت ہے ۔۔۔ شاطر نے حصے ضرور خرید لئے ہوں گے، مگر یہ حصے اب کوڑی کام کے نہیں رہے۔ انڈسٹریل کمپنی کا دیوالہ نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی میرا بھی۔ میں ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہو جاؤں گا۔ عزت آبرو سب خاک میں مل گئی ۔۔۔ جاؤ رقیہ تم میرے حالِ تباہ میں شریک ہو کر کیوں پریشانی مول لیتی ہو ۔۔۔ جاؤ اور مجھے تنہا اس روسیاہی کا شکار ہونے دو۔ جاؤ۔ خدا حافظ!......

رقیہ:۔ (اپنا بیگ فرش پر پھینکتے ہوئے) تمہیں تنہا چھوڑ جاؤں؟ نہیں نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری عشرت و عافیت کو ٹھکرا کر جا رہی تھی۔ اس لئے کہ تمہیں میری محبت نہیں تھی مگر اب ۔۔۔ اب جبکہ مصیبت کی گھٹا تمہارے سر پر چھا گئی ہے میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔ اس لئے۔ اس لئے حسن کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ میں کبھی بھی تمہیں اس پریشانی اور غربت کے عالم میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔ میں کبھی نہیں جاؤں گی، چاہے تم مجھے دھکے دیکر نکالو ۔۔۔ ہم دونوں مل کر مردانہ وار اس بلائے ناگہانی کا مقابلہ کریں گے۔ اور حسن ۔۔۔ پیارے حسن ۔۔۔ خدا جلد ہی پھر اچھے دن دکھائے گا......

(مراد کسی نامعلوم جذبے کے تحت کرسی پر سے کھڑا ہوتا ہے۔ رقیہ دوڑ کر اس کے گلے سے لگ جاتی ہے۔ دونوں کے اداس چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔)

مراد:۔ (کپکپاتے لہجے میں) اب مجھے اپنی غریبی میں وہ دولت ملی جو زندگی بھر نہ مل سکی۔ رقی تمہاری سچی محبت نے مجھے دونوں جہاں کی نعمتوں سے بے نیاز کر دیا۔

(دانشمند خاں سہما ہوا داخل ہوتا ہے)

دانشمند:۔ سرکار، میں ایک بہت بڑی بھول کی معافی مانگنے آیا ہوں۔ آج صبح سے اس کا کیا نام، میرا ستارہ گردش میں ہے۔ آپ خفا تو ضرور ہوں گے لیکن حضور، اس کا کیا نام، میں اپنی عقل کو کیا کروں......

مراد:۔ (تندی سے) اب کہہ چکو۔

رقیہ:۔ کہو، کہو۔

دانشمند:۔ اس کا کیا نام حضور۔ ارے ۔۔۔ ارے ۔۔۔ کئی دن ہوئے حضور نے اس کا کیا نام، مجھے ایک تار دیا تھا ۔۔۔ تار، حضور۔ وہ میں رکھ کر بھول گیا حضور۔ میں ابھی روانہ کرتا ہوں، زیادہ دیر تو نہیں ہوئی حضور....

مراد:۔ کہاں ہے وہ تار؟

دانشمند:۔ (کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے اندر کی جیب میں سے ایک کاغذ نکال کر مراد کو دیتے ہوئے) یہ رہا حضور۔

(مراد جھپٹ کر تار لیتا ہے۔ تیزی سے پڑھتا ہے اور پھر بے انتہا خوشی کے سبب اُچھل پڑتا ہے۔ دانشمند چونک پڑتا ہے۔ مراد دوڑ کر دانشمند سے قریب قریب لپٹ جاتا ہے۔ دانشمند اور بھی متوحش ہوتا ہے)

مُراد:۔ (زور زور سے دانشمند کا ہاتھ دباتے ہوئے بے انتہا خوشی کے لہجے میں) دانشمند، خدا تمہاری عمر میں برکت دے.....

دانشمند:۔ قطعی حضور۔

مراد:۔ خان دانشمند خاں ۔۔۔ خُدا تمہیں ہمیشہ زندہ رکھے...

دانشمند:۔ ضرور، ضرور، سرکار۔

رقیہ:۔ آخر کیا بات ہے حسن؟

مراد:۔ اس بڈھے کی بھول نے ہمیں تباہی سے بچا لیا۔ رقی کھی کے چراغ جلاؤ فوراً۔ یہ خبیث لنگور شاطر کے نام تار روانہ کرنا بھول گیا۔ اہاہاہا ۔۔۔ خان ۔۔۔ دانشمند ۔۔۔ خان۔ خدا تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے اور تم ہمیشہ ایسی باتیں بھولتے رہو۔ اہاہاہا ۔۔۔

رقیہ:۔ خان دانشمند خاں، حسن نے تمہیں برخاست کر دیا تھا؟

دانشمند:۔ جی ہاں، اس کا کیا نام، بیگم صاحبہ۔

رقیہ:۔ تم بھول جاؤ کہ تم برخاست کر دئیے گئے ہو۔

دانشمند:۔ جو حکم بیگم صاحبہ۔

مراد:۔ میں تمہیں دگنی تنخواہ دونگا۔ خان، دانشمند خان۔

(دانشمند چونک کر دو قدم پیچھے ہٹتا ہے)

رقیہ:۔ ہم تمہیں عمر بھر اپنے ساتھ رکھیں گے۔ خان، دانشمند خاں۔

(دانشمند مبہوت ہو کر کرسی کی پشت سے لپٹ جاتا ہے)

مراد:۔ میں تمہیں دس روپے ماہوار اور دیا کرونگا۔ سمجھے، خان۔ دانشمند، خان۔

دانشمند:۔ خدا حضور کو، اس کا کیا نام، سلامت رکھے۔

(سلام کرتا ہوا جاتا ہے۔)

مراد:۔ اور آج سے میں اس کمبخت، منحوس، ستیاناسی بینکنگ پر ہزار لعنتیں بھیجتا ہوں۔ خُدا مجھے اِس بڈھے کی اتنی بھول عطا کرے کہ میں اسٹیج کے سارے ڈراؤنے خواب بھول جاؤں۔ لیکن تمہیں میری جان، میری رُوح رقی، تمہیں کبھی نہ بھولوں۔

رقیہ:۔ آمین۔

(دونوں گرمجوشی سے بغلگیر ہوتے ہیں۔ اسٹیج کی روشنی مدھم ہو جاتی ہے۔ گلابی دھندلکے میں دونوں کے مرتعش لب ایک دوسرے کیساتھ پیوست نظر آتے ہیں۔)

(پلاٹ ماخوذ)

(پردہ)

انصار ناصری۔ بی۔ اے

مصنف کی موت

باب ۱

راوی اپنے کمرہ میں میز کے ایک سرے پر سرنگوں بیٹھا تھا سامنے کاغذات کا ایک بے ترتیب انبار پڑا ہوا تھا۔ قریب ہی اس کی بیوی آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک اونی بنیان بن رہی تھی۔ راوی مشہور مصنف و افسانہ نویس کے سامنے ایک بڑی کھڑکی کھلی ہوئی تھی، اور سامنے بازار کا دلکش نظارہ تھا۔ لوگوں کی آمد و رفت۔ ٹرام کی گڑگڑاہٹ۔ ٹریفک کا شور اور دیگر آوازیں اس کی توجہ سے باہر تھیں وہ بے خیالی کے عالم میں بیٹھا تھا۔ کبھی کبھی سر اٹھا کر باہر دیکھنے لگتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہا۔ خیالات میں غرق اور اپنے مستقبل کے تصورات میں اس درجہ کھویا ہوا تھا کہ کوئی چیز اس کی توجہ اپنی طرف مبذول نہ کرا سکتی تھی۔

راوی نے یکایک سر اٹھایا اور اس طرح گویا دنیا کے دوسرے سرے سے بول رہا ہے۔

"میرے لئے اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ مر جاؤں"

راوی نے کہا اور مسکرا کر بیوی کی طرف دیکھا لیکن اس کی بیوی سنتے ہی ٹھٹک کر چونک پڑی۔ اس کے ہاتھ سے بنیان چھوٹ پڑا اور "نوج" کی آواز فضا میں گونجی۔ راوی نے مسکرا کر کہا "آپ پریشان نہ ہوں میں مروں گا لیکن محض نام کے طور پر"

"میں سمجھی نہیں"

"میں آپ کو ابھی بتاتا ہوں۔ آدھ گھنٹہ سے میں اپنے مستقبل کے متعلق غور کر رہا ہوں اور یکایک میرے دماغ میں ایک نیا خیال آیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ خیالات کی آمد اور نتائج اخذ کرنے کے معاملہ میں کس درجہ ذکی واقع ہوا ہوں۔"

"لیکن آپ کا کیا خیال ہے بیان تو کیجئے"

"تمہیں معلوم ہے میں ایک بہت اچھا مصنف اور نہایت مقبول افسانہ نگار ہوں"

"بیشک ــــ لیکن پھر ــــ؟"

"محض اس وجہ سے نہیں کہ تم میری بیوی ہو اور میری تعریف کرتی ہو بلکہ اس وجہ سے کہ سارا ہندوستان متفقہ طور پر میری افسانہ نگاری کا قائل اور ادبی لیاقت کا مداح ہے اس لئے یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ میں ایک اچھا مصنف ہوں۔ یہ سب کچھ صحیح ہے کہ ملک میں میری بڑی وقعت ہے اور میری افسانہ نگاری کو قبولیتِ عام کا فخر حاصل ہے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس طرح غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ روزمرہ کے ضروری اخراجات کے لئے بھی بعض اوقات روپیہ نہیں ملتا۔ نالائق ایڈیٹر اور بے تکے ناول نگار سینکڑوں روپیہ کما رہے ہیں لیکن میری قسمت خراب ہے ــــ بہت ہی بدنصیب ہوں۔ بیگم!"

"کیا آپ بھی قسمت کے قائل ہیں؟"

"اگرچہ میں نے اپنی تحریروں میں قسمت اور تقدیر کے خلاف ہمیشہ رائے زنی کی ہے اور واقعات پیش کر کر کے اس کو باطل ٹھہرایا ہے لیکن اصل واقعہ یہ ہے کہ قسمت قسمت ہی ہے۔ تدبیر خواہ کتنی ہی اچھی چیز کیوں نہ ہو۔ نصیب اور تقدیر کا بھی انسانی زندگی پر بڑا اثر ہے۔ اس حقیقت سے انکار کرنا اپنے آپ کو جان بوجھ کر دھوکا دینا ہے۔ ہم اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے، بیگم! ہم سب مجبور...

[illegible] مجھے نہیں یاد ہاں پچھلے سال میں نے ایک ناول "ہر ہند و غیرہ" تحریر کیا تھا۔ یہ کتاب اس قدر فروخت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے لیکن شومئی تقدیر سے وہ پبلشر جس نے مسودہ لیا تھا ایک دیوالیہ ہو گیا اور ہم ویسے کے ویسے ہی مفلس ہیں۔ دوسری کتاب "آسمانی شکار" ایک بے پناہ قصہ لکھا تھا اس کے چھپتے ہی ہزاروں کا ڈھیر اس میز پر ہو جاتا لیکن تمہیں معلوم ہے کہ کتاب پبلشر کے ہاں سے واپس آگئی کیونکہ ایک اور مصنف کی کتاب اسی موضوع پر اس پبلشر نے خرید لی تھی۔ غرض اس قسم کے سینکڑوں واقعات میری زندگی میں پیش آتے رہے ہیں اور اس سے مجھے پختہ یقین ہو گیا ہے کہ انسان کی تدبیر کے ساتھ تقدیر کا بھیانک سایہ ایک ناقابل انکار حقیقت کی مانند ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔ ابدی اور یقینی!

"میں جب کبھی کسی عظیم الشان مالی کامیابی کے نزدیک ہوتا ہوں تقدیر بیچ میں کود پڑتی ہے اور سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اصل میں واقعہ یہ ہے کہ میرے خاندان کے سارے لوگ روپیہ کے معاملہ میں بدقسمت گذرے ہیں۔ اگرچہ ان کا علمی و ادبی اعزاز اور کارنامے لوگوں کو خوب معلوم ہیں لیکن وہ بذات خود نہایت ادبار اور مفلسی کے عالم میں اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ راوی نسل کے جس قدر لوگ بھی ہوئے روپیہ کے باب میں بدنصیب ہوئے۔ میں جبتک اس نام کو نہیں بدلوں گا کچھ نہیں ہو سکتا۔ تمام عمر یونہی پاپڑ بیلتے گذر جائے گی اور کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ کیا سبب ہے کہ میں اس نام کو ہی نہ بدل دوں؟"

بیگم راوی نے تھوڑی دیر کے لئے جب غور کیا تو اسے بھی یہ معلوم ہوا کہ واقعی راوی خاندان کے سارے ہی افراد مفلس گذرے ہیں اور اس مصنف کے گھر آ کر اس نے ایک دن کے لئے بھی فراغت نہیں دیکھی۔ اس شخص نے شادی کرنے سے قبل، اس کے ایک رشتہ دار نے جو بہت کافی مالدار تھا اس سے شادی کرنے کی درخواست کی تھی لیکن اس نے مصنف کی تحریروں سے متاثر ہو کر آخر کار اسی کو اپنا بڑا شوہر منتخب کیا تھا لیکن اس وقت جب وہ اس رشتہ دار کا اور اس کی دولت کا

[illegible] اور اس کی محبت کرنا اور [illegible] کاش وہ ایک محبت کرنے والے دولتمند سے شادی کر [illegible] بیوی بن کر عمر بھر کی تنگی مول نہ لیتی۔

راوی نے سگرٹ سلگا کر کھڑکی کے باہر کی طرف [illegible] کر دیا۔

بیوی نے پوچھا "لیکن آپ نام کو کس طرح بدلیں گے [illegible] سوچا ہے؟" "میں مرجاؤں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فی الواقعی نہیں۔ محض نام کے طور پر۔ یعنی تمام اخباروں اور رسالوں میں یہ اعلان شائع [illegible] کہ راوی مشہور ناول نویس کا انتقال ہو گیا ہے [illegible] یہ [illegible] جائے گا اور اس کے بعد میں روپوش ہو جاؤں گا۔ اور ایک نئے نام سے قصہ نویسی کا کام شروع کروں گا مجھے قطعی یقین ہے کہ منحوس نام بدل دینے سے میری قسمت کا پانسہ پلٹ جائے گا اور کامیابی و خوشحالی میرے قدم چومے گی۔"

راوی اور بیگم راوی بہت رات گئے تک بیٹھے رہے اور [illegible] کی جزئیات پر غور کرتے رہے۔ نام بدلنے اور مصنف کی موت [illegible] میں کوئی دھوکہ بازی نہیں ہوگی۔ ایک ایک قرضدار کو قرض ادا کیا [illegible] سرکاری مطالبات سب ادا کئے جائیں گے تاکہ کوئی گڑبڑی نہ ہو [illegible] قرضے نہ چکائے جائیں تو قرضخواہ معاملہ کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش میں کامیاب ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی غرض انکی چھپی ہوتی ہے [illegible]

بہرحال دوسرے دن تمام سامان فروخت کیا گیا اور اخبارات و رسائل کے نام یہ اعلان روانہ کر دیا گیا کہ مسٹر اور بیگم راوی صحت کے خیال سے کشمیر جا رہے ہیں۔

دوسرے روز وہ فرنٹیئر میل سے لاہور روانہ ہو گئے اور کشمیر جانے کی تیاری شروع کر دی۔

باب ۔ ۲

راوی مشہور فسانہ نگار کی روانگی کی اطلاع چھپنے کے بعد [illegible] مختلف خبریں آتی رہیں۔ بعض بعض اخباروں میں [illegible]

[illegible] بہت سے لوگ [illegible] اور اسلامت فطری [illegible] ہے لیکن ایک دن یہ [illegible] حاصل ہو جاتا [illegible]

[illegible] آج شام کو مشہور اردو ناول نویس مسٹر [illegible] حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال ہو گیا۔ [illegible] نے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع کی۔ [illegible] مشہور راوی کا نام ہو بہو مشہور ہو گیا۔ اخبارات و رسائل نے [illegible] سرشار و نذیر احمد کے بعد اردو کا سب سے بڑا ناول نویس [illegible] شوقین [illegible] کی طرف دوڑنے اور اس کی [illegible] کے لئے جمع کرنے لگے۔ ایک پبلشر نے "عریاں دوشیزہ" کے [illegible] بھی کسی طرح حاصل کر لئے اور چند ہی روز میں پے در پے [illegible] چھاپ ڈالیں۔ اس کے کئی ناول جنہیں کوئی پوچھتا بھی [illegible] متعدد بار چھپے اور مانگ قائم رہی۔

[illegible] کے ایک باغ میں راوی بیٹھا ہوا کافی پی رہا تھا اس کے سامنے [illegible] اور خطوط کا انبار تھا۔ تھوڑی دیر میں اس کی بیوی بھی [illegible] کر ڈاک دیکھنی شروع کی۔

اخبارات نے راوی کی وفات کو "قوم و ملک کے لئے حادثۂ عظیم" سے تعبیر کیا تھا۔ "اردو ادب کے لئے ناقابل برداشت نقصان" کا فقرہ [illegible] نے استعمال کیا تھا۔

[illegible] راوی کے وکیل و مختار عام کی جانب سے آیا تھا اور [illegible] کے نام تھا جس میں تحریر تھا کہ آپ کے خاوند کے انتقال کی خبر [illegible] ہوا۔ بعض پبلشروں نے چیک آپ کے خاوند کے حساب [illegible] بھیجے ہیں اور مختار نامہ بھی بدلوانا ہے اس لئے یہاں [illegible] آ جائیے تاکہ یہ چیک آپ کے حساب اور دیگر قانونی امور [illegible]

[illegible] راوی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم فوراً [illegible] کے نام جمع کراؤ اور [illegible]

رنج سے کہ جلد واپس آ جاؤ۔ بہر حال بیت جائیں گے

"لیکن میں اکیلی کیسے جاؤں گی؟"

"تو کیا میں تمہارے ساتھ چلنے کی حماقت کروں؟"

"نہیں نہیں، تم کیسے چل سکتے ہو!"

"میں نے تو سفر آخرت کر لیا اور تم چند ہفتوں تک اکیلی نہیں جا سکتیں!"

"توبہ! بس جانے دیجئے ایسی باتوں کو ایسی منحوس باتیں نہ کیجئے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔"

باب ۳۰

چنانچہ دوسرے دن اس کی بیوی ایک سیاہ ملبوس میں روانہ ہو گئی جاتے وقت وہ بہت روئی لیکن راوی نے اسے سمجھایا کہ میں اصلی موت تھوڑی مرا ہوں جو تم اس قدر رو رہی ہو۔ بہت تسلی اور دلاسا دے کر اسے رخصت کیا۔

سخت بارشیں اور طوفان آئے جموں کی سڑک خراب ہو گئی اور سرینگر کا سلسلہ آمد و رفت خراب ہو گیا نہ ڈاک آ سکتی تھی نہ مسافر لیکن راوی کو یقین تھا کہ میری بیوی شہر ضرور پہنچ گئی ہو گی اور جملہ ضروری امور طے پا گئے ہوں گے اور کافی دولت آنے والی ہو گی۔ تقریباً دو ہفتہ تک ڈاک کی حالت خراب رہی کبھی کبھار کوئی اخبار آ جاتا تھا جس سے زیریں ہند کی کوئی خاص حالت معلوم نہیں ہوتی تھی۔

ایک دن وہ بیٹھا ہوا تھا کہ لاہور کے ایک مشہور اخبار کا سنڈے ایڈیشن ڈاکیہ نے اسے لا کر دیا۔

اس نے اخبار کھول کر دیکھا تو "آسمانی شکار" اور "عریاں دوشیزہ" کے بڑے بڑے اعلانات و اشتہارات نظر پڑے جس سے یقین آتا تھا کہ ان کتابوں کی فروخت سے جو رائیلٹی واجب الادا ہو گی اس کے حساب میں جمع ہو رہی ہو گی اس کا عدد ہزاروں سے بھی تجاوز ہو گیا ہو گا اس نے مسرت سے اگلا صفحہ کھولا جس پر ابھی ایک معمولی نظر بھی نہ ڈالی تھی کہ تار والا آیا اور اس نے تار لا کر دیا۔

"نسیم وطن" صاحب کے نام ملا(یہ اس کا نیا نام تھا) یہ تار اس کی بیوی کی طرف سے آیا تھا جس میں درج تھا کہ میں دہلی خیریت سے پہنچ گئی ہوں تار دیتے وقت ہمارے نام ہیں ۸۰ ہزار روپیہ وکیل صاحب کی معرفت بنک میں جمع ہو چکا ہے اور میں عنقریب جملہ انتظامات کر کے سرینگر روانہ ہوں گی۔

تین چار روز بعد ایک اخبار آیا جس میں یہ تنقید درج تھی کہ

"نسیم وطن" صاحب ایک جدید فسانہ نگار کا نیا ناول "آسمانی تیر" فیل ہو گیا۔

اس ہی اخبار کے کسی دوسرے صفحہ پر ایک خبر درج تھی کہ مشہور ناول نویس مسٹر بہار راوی مرحوم کی بیوی "گوہر" نے اپنے ایک قریبی عزیز سے دوسری شادی کر لی ہے اور دونوں عنقریب دنیا کے سفر کے لئے روانہ ہونے والے ہیں۔

ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس جگر خراش خبر کے پڑھنے سے غریب راوی کا کیا حال ہوا ہوگا۔ اس نے اخبار کو اٹھا کر پھینک دیا اپنے کپڑے نوچنے لگا اور دیوانہ سا ہو گیا [illegible] باؤلے کتے کی طرح کف بار پھرتا رہا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"آہ، میرا نصیب میں نے دنیا میں اپنی ہر چیز کھو دی اپنا نام —— اپنی دولت، —— اپنی بیوی بھی ——!!"

دغاباز بیوی۔ منحوس دولت اور نئے نام کی بکواس اور ناول پڑھنے والی بیہودہ پبلک پر وہ بہت عرصہ تک غصہ کرتا رہا لیکن یکایک اس کے دماغ میں ایک روشنی پیدا ہوئی اور اس نے دل میں کہا:-

"اگرچہ میرا سب کچھ ضائع ہو چکا ہے لیکن اس نقصان نے میرے لئے ایک عجیب و غریب پلاٹ پیدا کر دیا ہے میں اپنا فسانۂ حیات ضرور قلمبند کروں گا"

چنانچہ اس نے یہ فسانہ لکھا!!

ظفر قریشی بی اے (دہلوی)

مسرور شاہزادہ

شہر کے تمام مکانات سے اونچے منارے پر مسرور شاہزادہ کا مجسمہ کھڑا تھا۔ اس پر سونا کا ملمع کیا گیا تھا۔ آنکھیں دو چمکیلے نیلم کی تھیں اور اس کی تلوار کے دستہ میں ایک سرخ لعل چمک رہا تھا۔

سب لوگ اس کی تعریف کرتے تھے۔ اپنی خوش مذاقی کا ثبوت دینے کے لئے ایک ٹاؤن کاونسلر نے کہا "مسرور شاہزادہ بالکل مرغ باد نما جیسا خوبصورت ہے!" پھر اس خیال سے کہ شاید لوگ اسے غیر عملی آدمی نہ کہدیں اتنا اور اضافہ کیا "لیکن اتنا مفید نہیں!"

"تم مسرور شہزادہ جیسے کیوں نہیں ہوتے؟" ایک سمجھدار ماں نے اپنے ننھے سے کہا جو چاند کے لئے رو رہا تھا "مسرور شاہزادہ کبھی کسی چیز کے لئے نہیں روتا!"

"مجھے تسلی ہے کہ کم از کم ایک ہستی دنیا میں خوش ہے!" ایک بیچارے ناکام شخص نے اس عجیب مجسمہ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

یتیم خانہ کے لڑکوں نے اسے دیکھکر کہا "یہ بالکل فرشتہ جیسا ہے!" "تم کیسے جانتے ہو!" ریاضی کے استاد نے پوچھا۔ "تم نے تو کبھی فرشتہ نہیں دیکھا!" "ہم نے خواب میں تو دیکھا ہے!" لڑکوں نے جواب دیا۔ ریاضی کے استاد نے بھنویں سکیڑ لیں کیونکہ لڑکوں کا خواب دیکھنا اس کے نزدیک بالکل روا نہ تھا!

ایک رات ایک ابابیل شہر میں اڑتا اڑتا آگیا۔ چھ ہفتہ قبل اس کے دوست احباب مصر جا چکے تھے۔ لیکن وہ ٹھہر گیا تھا کیونکہ اسے حسین ... نے ... سے محبت تھی۔ بہار کے اوائل میں ان کی اس سے ملاقات ہوگئی تھی جبکہ وہ دریا کے پاس ایک زرد کیڑے کے تعاقب میں جا رہا تھا۔ ... نے ... کی پتلی لچکدار کمر نے اسے اس قدر فریفتہ کرلیا کہ وہ فوراً اسے دو دو باتیں کرنے کو رک گیا۔ ابابیل کو لمبی چوڑی شاعرانہ گفتگوؤں سے سخت نفرت تھی۔ اس نے سیدھے سیدھے پوچھا "میں تم سے محبت کروں؟"

... نے جھک گئی۔ ابابیل اس کے چاروں طرف اڑنے اور اپنے پروں سے چھو چھو کر پانی پر سیمیں ہلکی ہلکی موجیں بنانے لگا۔ یہی اس کی کورٹ شپ ... اور تمام گرمی اسی طرح رہا۔

"یہ عجیب محبت ہے" دوسرے ابابیلوں نے آپس میں چہ میگوئیاں کی۔ "اس کے پاس دولت نہیں۔ پھر اس کے رشتہ دار بھی کتنے ہیں!" — اور سچ مچ دریا نے سے بھرا پڑا تھا جب خزاں آئی تمام ابابیل اڑ کر چلے گئے۔

ان کے چلے جانیکے بعد اس ابابیل کی طبیعت نہ لگی۔ اسکی محبت بھی تھکی جا رہی تھی۔ "وہ کبھی بات تک نہیں کرتی! اور وفادار بھی نہیں کیونکہ ہوا کے ساتھ برابر اٹکھیلیاں کرتی ہے!" (اور سچ مچ جب ہوا کا جھونکا آتا تو بڑے انداز سے جھک جاتی!) "میں مانتا ہوں کہ اسے اپنے وطن سے محبت ہے" اس نے سلسلہ خیال جاری رکھتے ہوئے سوچا "لیکن سیر و سیاحت مجھے پسند ہے اور میری بیوی کو بھی میرے ساتھ سفر میں چلنا ہی پڑے گا؟"

"میرے ساتھ چلتی ہو؟" اس نے آخر کار پوچھا۔ لیکن ... نے نے سر ہلا دیا۔ اسے وطن سے اتنی محبت تھی!

"تم نے میرے ساتھ بیوفائی کی!" اس نے غصہ سے کہا۔ "میں
[illegible]رام کی سیاحت کو جا رہا ہوں۔ خدا حافظ!" اور وہ اڑ گیا۔

دن بھر وہ اڑتا رہا اور شام کو اس شہر میں پہونچا۔ "میں کہاں
[illegible]یام کروں گا" اس نے سوچا۔ "شہر میں ضرور کچھ انتظام کیا گیا ہوگا!"
یکا یک اونچے منارے پر مجسمہ پر اس کی نظر پڑ گئی۔
"میں وہیں ٹھہرونگا۔ بڑی مزے کی جگہ ہے تازی تازی ہوا ملیگی"
[illegible]س نے پر سمیٹ لئے اور مسرور شاہزادہ کے پیروں کے بیچ میں
[illegible]ر ہا:

"مجھے زریں خوابگاہ ملی ہے!" اس نے آہستہ سے اپنے دل میں
کہا۔ اور سونے کی طیاری کرنے لگا۔ لیکن اپنے سر کو پروں میں چھپا ہی
[illegible]رہا تھا کہ پانی کا ایک [illegible] قطرہ [illegible] پر گرا۔
[illegible]ہوں۔ یہ کیا! آسمان پر بادل کا نام و نشان بھی نہیں! ستارے
چمک رہے ہیں! اور پانی پڑ رہا ہے! اس طرف کا موسم عجیب طرح کا
ہے۔ [illegible] بارش بہت پسند کرتی تھی لیکن یہ اس کی خودغرضی
تھی!"

پھر ایک قطرہ گرا۔
"مجسمہ کا کیا فائدہ اگر یہ پانی کو بھی نہ روک سکے؟" اس نے
کہا۔ "مجھے کوئی دوسری جگہ ڈھونڈھنی چاہیئے!" یہ سوچ کر اس نے
اڑنا چاہا۔

لیکن ابھی پر تول ہی رہا تھا کہ تیسرا قطرہ گرا۔ اس نے اوپر
نظر کی اور دیکھا ـــــ آہ! اس نے کیا دیکھا!
مسرور شاہزادہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں
اور آنسو اس کے سنہرے گالوں پر سے بہہ رہے تھے۔ چاندنی میں
اس کا چہرہ اتنا خوبصورت معلوم ہو رہا تھا کہ ننھے ابابیل کو
اس پر افسوس آ گیا۔

اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"
"میں مسرور شاہزادہ ہوں!"
"تب رو کیوں رہے ہو" ابابیل نے پوچھا۔ "تم نے تو مجھے
نہلا ہی دیا!"
"جب میں زندہ تھا تو میرے پہلو میں انسانی دل تھا!"
مجسمہ نے جواب دیا۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ آنسو کیا ہیں! کیونکہ میں
عیش محل میں رہتا تھا۔ جہاں غم کا گذر ہی نہیں! دن کو دوستوں
کے ساتھ باغ میں کھیلتا اور شام کو بڑے ہال میں رقص کرتا۔
باغ کے گرد ایک اونچی دیوار تھی لیکن میں نے کبھی یہ جاننے کی
پروا بھی نہ کی کہ اس احاطہ کے پار کیا ہے! میں حسن و عیش کی
[illegible] مجھے مسرور شاہزادہ کہتے اور
سچ مچ میں مسرور تھا ـــــ اگر عیش کو مسرت کہا جا سکتا ہے!
. . . اس طرح میری زندگی ختم ہوئی۔ اور اب مرنے کے بعد لوگوں نے
مجھے اتنی اونچی جگہ پر لا رکھا ہے کہ میں شہر کے تمام کراہیت انگیز
منظروں اور مصیبتوں کا نظارہ کر دوں! . . . . . . اور اگرچہ
میرا دل جستہ کا ہے تاہم میں روئے بغیر نہیں رہ سکتا!"
"اچھا! تو یہ خالص سونے کا بنا ہوا نہیں ہے!" ابابیل
نے دل میں آہستہ سے کہا۔ وہ کسی پر ذاتی تنقید کر کے تکلیف
پہنچانا نہیں چاہتا تھا!
"بہت دور" مجسمہ نے دھیمی پُر موسیقی آواز میں سلسلۂ
کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "بہت دور" ایک چھوٹی گلی میں ایک
خستہ حال مکان ہے۔ اس کی ایک کھڑکی کھلی ہے اور اس میں
مجھے ایک عورت میز کے پاس بیٹھی نظر آ رہی ہے! اس کا
چہرہ زرد اور لاغر ہے اس کے ہاتھ سخت، کھردرے ہیں، سوئی
سے تمام چھدے ہوئے ہیں! وہ ایک درزن ہے اور [illegible]

خوش نیل کے آس پاس ... تنہ ... پیس ہیں چیننے کے سامنے گے ہوں گے ... کمرہ کے ایک کونہ میں اس کا چھوٹا بچہ ... بستر پر بیتاب لیٹے بخار ہے۔ وہ نارنگیاں مانگ رہا ہے۔ بیچاری ماں سوا دریا کے پانی کے اسے اور کچھ نہیں دے سکتی۔ اس لئے رو رہا ہے۔ ابابیل! ابابیل! چھوٹے ابابیل! کیا تم میری تلوار کا لعل اسے نہ دے آؤ گے؟ میرے پیر اس منارے میں نصب کر دیئے گئے ہیں۔ میں کھسک نہیں سکتا!"

"مصر میں میرا انتظار ہو رہا ہوگا" ابابیل نے کہا "میرے احباب نیل پر ادھر ادھر اڑ رہے ہوں گے اور بڑے بڑے کنول سے خوش گپیاں کر رہے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ شاہ اعظم کی قبر میں سونے کو جائیں گے۔ بادشاہ وہاں اپنے رنگین کفن میں موجود ہے۔ زرد ریشم اور عجیب و غریب مسالوں میں لپٹا ہوا! اسکی گردن میں ہلکے سبز رنگ کے پتھروں کا ایک ہار ہے اور اس کے ہاتھ سوکھی ہوئی پتیوں جیسے ہیں!"

ابابیل! ابابیل! چھوٹے ابابیل!" شہزادے نے کہا "کیا تم ایک رات کے لئے ٹھہرو گے؟ میرے پیغامبر نہ بنو گے؟ لڑکا کتنا پیاسا ہے اور غریب ماں کتنی غمگین!"

"میرا خیال ہے کہ میں لڑکوں کو پسند نہیں کرتا!" ابابیل نے کہا۔ "گذشتہ بہار میں میں دریا کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ وہاں دو لڑکے تھے۔ دونوں مجھ پر ڈھیلے چلاتے۔ بے شک کوئی ڈھیلا مجھے لگا نہیں ۔۔۔ ہم ابابیل بہت تیز اڑتے ہیں اور خاصکر میرا خاندان تو پھرتی کے لئے مشہور ہے۔ تاہم اس سے میری ہتک تو ہوتی ہی تھی!"

لیکن مسرور شاہزادہ اتنا اداس ہو گیا کہ چھوٹے ابابیل کو افسوس آ گیا۔ "یہاں سردی زیادہ ہے!" اس نے کہا "لیکن میں ایک رات کے لئے ٹھہر جاؤں گا اور تمہارا قاصد بنونگا!"

"شکریہ! چھوٹے ابابیل!" مسرور شاہزادہ نے خوش ہو کر کہا۔

ابابیل نے شاہزادہ کی تلوار کے دستہ سے لعل لے لیا اور اسے چونچ میں لے کر اڑ گیا۔

چھتوں کے اوپر سے اڑتا اڑتا وہ گرجا کے کلس کے پاس سے گذرا جس پر سنگ مرمر کے فرشتے بنے ہوئے تھے۔ محل کے پاس سے گذرتے ہوئے اس نے رقص و سرور کی آوازیں سنیں۔ ایک حسین لڑکی اپنے عاشق کے ساتھ بالکونی پر آئی۔

"ستارے کتنے خوبصورت ہیں!" مرد نے کہا "اور محبت کی طاقت کتنی حیرت زا!"

"میرا خیال ہے کہ میرا لباس رقص کے اس عالیشان دن تک ضرور طیار ہو جائیگا" وہ بولی "میں نے اس پر پھول کاڑھنے کو دیا ہے۔ یہ کمبخت درزنیں بڑی سست ہوتی ہیں!" ....

وہ دریا کے پاس سے گذرا اور جہازوں کے مستولوں سے لالٹینیں لٹکی ہوئی دیکھیں! اس نے یہودیوں کو ایک دوسرے سے بین دین کرتے دیکھا ....

آخرکار وہ افلاس زدہ مکان کے پاس پہنچ گیا۔ جھانک کر دیکھا کہ لڑکا بستر پر کروٹیں بدل رہا ہے اور ماں تھک کر سو گئی۔ وہ آہستہ سے اندر پھدک گیا اور عورت کے انگشتانہ کے نزدیک میز پر لعل رکھدیا۔ پھر آہستہ آہستہ بستر کے گرد اڑا اور اپنے پروں سے لڑکے کو ہوا دی۔

"آہ! کیسی خوشگوار ہوا ہے!" لڑکے نے کہا "اب میں اچھا ہوا جا رہا ہوں!" اور وہ پرسکون نیند سو گیا۔

ابابیل شاہزادے کے پاس آیا اور سب واقعہ کہا۔ "یہ عجیب بات ہے" اس نے آخر میں کہا "کہ اگرچہ سردی اتنی زیادہ ہے لیکن میں گرمی محسوس کر رہا ہوں!"

"یہ اس لئے کہ تم نے نیک کام کیا ہے!" شاہزادے نے کہا اور چھوٹے ابابیل نے سوچنا شروع کیا... اور سو گیا۔ سوچنے سے اسے ہمیشہ نیند آجاتی تھی!

صبح ہوئی تو وہ دریا پر نہانے گیا۔

"کیسی عجیب بات ہے!" علم طیور کے پروفیسر نے کہا "جاڑے میں ابابیل!" اور اس نے اس کے بارے میں ایک مقامی اخبار کے پاس ایک طویل خط لکھا۔ تمام اخباروں نے اس کی نقل کی۔ اس سے اقتباسات گئے۔ اس میں ایسے ایسے الفاظ تھے کہ لوگ اسے سمجھ نہ سکے!

"آج رات کو میں مصر جا رہا ہوں!" ابابیل نے سوچا ... اور وہ اس خیال سے بہت خوش تھا۔ اس نے تمام مشہور عمارتوں کو دیکھا اور دیر تک گرجا کی کلس پر بیٹھا رہا۔ جب وہ اڑا تو گورییے (ایک قسم کی چڑیا!) آپس میں کہتے:۔ "کیسا ممتاز اجنبی!"

غرضیکہ ابابیل خوب محظوظ ہوا۔

جب چاند نکل آیا تو وہ سرور شاہزادہ کے پاس گیا اور پوچھا "تمہیں مصر میں کوئی پیغام دینا ہے؟ میں جا رہا ہوں!"

"ابابیل! ابابیل! چھوٹے ابابیل!" شاہزادہ نے کہا "ایک رات اور نہ ٹھیرو گے؟" "مصر میں میرا انتظار ہو رہا ہوگا" ابابیل نے کہا "میرے احباب کل آبشار دوم کے پاس پہنچ جائیں گے۔ وہاں دریائی گھوڑے ناگرموتھا کی نئوں میں لیٹے رہتے ہیں اور سنگ لاخ کے تخت پر دیوتا ممنون بیٹھا ہے۔ تمام رات وہ ستاروں کو دیکھتا ہے اور جب صبح کا ستارہ نکلتا ہے تو خوشی کا ایک نعرہ مارتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے!... دوپہر کو زرد شیر پانی کے کنارے پیاس بجھانے آتے ہیں ان کی آنکھیں فیروزہ سے زیادہ سبز ہیں اور ان کی گرج آبشار کی آواز سے زیادہ بلند!"

"ابابیل! ابابیل! چھوٹے ابابیل!" شاہزادے نے کہا "بہت دور شہر سے پرے ایک کمرہ میں میں ایک نوجوان کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ میز پر جھکا ہوا ہے۔ اس کے سامنے کاغذ پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے نزدیک ایک ایک انجورہ میں کملائے ہوئے بنفشہ کے پھولوں کا ایک گچھا ہے۔ اس کے بال بھورے اور گھونگریالے ہیں۔ اس کے ہونٹ انار کی طرح سرخ ہیں۔ اور اس کی آنکھیں بڑی خواب آلود! وہ تھیٹر کے ڈائرکٹر کے لئے ایک تمثیل لکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن اس کے جذبات سرد ہو رہے ہیں!... آتشدان خالی پڑا ہے اور بھوک نے اسے کمزور کر دیا ہے!"

"میں تمہارے ساتھ ایک رات اور ٹھیروں گا" ابابیل نے کہا۔ وہ دل کا بڑا اچھا تھا!۔۔۔ "کیا میں اس کے پاس دوسرا لعل لے جاؤں؟"

"افسوس اب میرے پاس لعل نہیں!" شاہزادے نے کہا "صرف آنکھیں بچ رہی ہیں۔ یہ قیمتی نیلم کی ہیں۔ ہزاروں برس ہوئے انہیں ہندوستان سے لایا گیا تھا۔ میری ایک آنکھ نکال لو اور اس کے پاس لے جاؤ۔ وہ جوہری کے ہاتھ بیچے گا۔ اس کا آتشدان گرم ہو جائیگا۔ اس کا پیٹ بھر جائیگا اور وہ تمثیل مکمل کر لیگا!"

"پیارے شاہزادے!" ابابیل نے کہا: "مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا" اور وہ رونے لگا!۔

"ابابیل! ابابیل! چھوٹے ابابیل!" شاہزادے نے کہا۔ "میری بات مان لو!"

آخرکار ابابیل نے شاہزادہ کی آنکھ نکال لی اور نوجوان کے کمرہ کے پاس پہنچا۔ چھت میں ایک سوراخ تھا۔ اس نے بڑی آسانی سے اندر گھس گیا۔ نوجوان ہاتھوں پر سر ٹیکے تھا۔ اس نے ابابیل کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ نہیں سنی! . . . اور جب اپنی محویت سے چونکا تو سامنے مرجھائے ہوئے بنفشہ کے پھولوں پر رکھے ہوئے خوبصورت نیلم پر نظر پڑی

"اب میری قدر کی جانے لگی" وہ خوشی سے بول اٹھا! "یہ میرے کسی مداح کی طرف تحفہ ہے! اب میں تمثیل مکمل کر سکوں گا۔"

اور اس کا دل خوشی میں ناچ رہا تھا! . . .

دوسرے دن ابابیل بندرگاہ پر گیا۔ ایک بڑے جہاز کے مستول پر بیٹھ گیا اور جہازیوں کو بڑے بڑے بورے جہاز کے اندر سے اوپر نکالتے دیکھنے لگا۔ ہر بورا کے اوپر نکلنے پر وہ "ہائی! ہو . . . و" کا نعرہ لگاتے! . . .

"میں مصر جا رہا ہوں!" ابابیل نے چیخ کر کہا لیکن کسی نے خیال نہیں کیا!

جب چاند نکل آیا تو وہ مسرور شاہزادہ کے پاس گیا اور کہا: "میں خدا حافظ کہنے آیا ہوں!"

"ابابیل! ابابیل! چھوٹے ابابیل! کیا تم ایک رات اور نہ ٹھہرو گے؟"

"جاڑا شروع ہو گیا" ابابیل نے کہا "اب برف بھی گرے گی مصر میں گرم آفتاب ہرے کھجوروں پر چمکتا ہے اور گھڑیال کیچڑ میں پڑے کاہلی سے ادھر ادھر دیکھتے ہیں۔ میرے احباب بالبک کے مندر میں گھونسلے بنا رہے ہیں اور پیازی اور سفید فاختائیں انہیں دیکھ رہی ہیں اور کوکو کر رہی ہیں۔ . . . . .
پیارے شاہزادے! اب مجھے تم سے رخصت ہونا چاہیئے۔ لیکن میں تمہیں بھولوں گا نہیں! آئندہ بہار میں تمہارے لئے دو خوبصورت جواہرات لاؤں گا — لعل گلاب سے زیادہ سرخ ہوگا اور نیلم سمندر کی طرح نیلا!"

"نیچے چوراہے پر" شاہزادے نے کہنا شروع کیا — "ایک ننھی دیاسلائی والی لڑکی کھڑی ہے اس کی سب دیاسلائیاں نالی میں گر پڑی ہیں اور بھیگ کر خراب ہو گئی ہیں! اگر وہ پیسے گھر نہیں لے جائے گی تو اس کا باپ اسے مارے گا۔ اس لئے وہ رو رہی ہے۔ اس کے پیر میں نہ جوتا ہے نہ پائتابہ اس کا سر بھی کھلا ہے۔ میری دوسری آنکھ بھی نکال لو اور لیجا کر اسے دیدو تب اس کا باپ اسے نہیں مارے گا!"

"میں تمہارے ساتھ ایک رات اور ٹھہروں گا" ابابیل نے کہا۔ "لیکن میں تمہاری آنکھ نہیں نکال سکتا۔ تم تو ایک دم اندھے ہو جاؤ گے"

"ابابیل! ابابیل! چھوٹے ابابیل!" شاہزادے نے کہا "میری بات مان لو!"

آخرکار اس نے شاہزادے کی دوسری آنکھ بھی نکال لی اور تیر کی طرح نیچے اترا۔ اس نے تیزی سے بچی کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے ہاتھ میں نیلم رکھ دیا! . . .

"ارے ارے! کیسا اچھا شیشہ!" لڑکی چلا اٹھی۔ اور ہنستی ہوئی گھر دوڑ گئی۔

ابابیل نے شاہزادہ کے پاس واپس آکر کہا: "اب تم اندھے ہو گئے اس لئے میں تمہارے ساتھ ٹھہروں گا!"

"نہیں چھوٹے ابابیل!" شاہزادے نے کہا "تمہیں مصر جانا چاہیئے!"

"میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا" ابابیل نے کہا۔ اور وہ شاہزادے کے پیروں کے بیچ میں سو رہا۔

دوسرے روز اُس نے شاہزادے کے کاندھے پر بیٹھ کر اجنبی ملکوں کے عجیب عجیب قصّے کہے۔ اُس نے سرخ چڑیوں کے بارے میں کہا جو قطار در قطار نیل کے کنارے کھڑی رہتی ہیں اور اپنی لانبی چونچوں میں سنہری مچھلیاں پکڑتی ہیں! ... اس نے ابوالہول کے بارے میں کہا جو اتنا ہی پرانا ہے جتنی دنیا اور ریگستان میں رہتا ہے اور تمام باتیں جانتا ہے! ... سوداگروں کے بارے میں جو آہستہ آہستہ اونٹوں کے ساتھ ہاتھ میں عنبر کی تسبیح لئے چلتے ہیں! ... چاند کے پہاڑوں کے بادشاہ کے بارے میں جو آبنوس جیسا سیاہ ہے اور ایک بڑے بلور کو پوجتا ہے! ... بڑے سبز سانپ کے بارے میں جو کھجور کے درخت میں سوتا ہے اور بیس راہب اسے شہد اور دودھ پلاتے ہیں! ... اور باونوں کے بارے میں جو ایک جھیل میں بڑے بڑے پتوں پر سفر کرتے ہیں اور جن کی ہمیشہ تتلیوں سے جنگ رہتی ہے! ...

"پیارے ابابیل" شاہزادہ نے کہا "تم نے عجیب غریب قصّے سنائے لیکن دنیا میں سب سے عجیب چیز مصیبت ہے افلاس و مصیبت سے بڑھ کے کوئی راز نہیں! .. جاؤ، میرے شہر کے اوپر اڑو اور جو کچھ دیکھو مجھ سے آ کر کہو!"

ابابیل بڑے شہر کے اوپر اڑا۔ اس نے امیروں کو خوبصورت مکانوں میں جشن کرتے اور فقیروں کو دروازوں پر بیٹھے دیکھا! ... وہ اندھیری گلیوں میں گیا۔ اُس نے بھوکے بچوں کے سفید چہرے دیکھے! ... ایک پل کے محراب کے نیچے دو بچے ایک دوسرے سے لپٹے پڑے تھے: "کتنی بھوک لگی ہے!" وہ کہہ رہے تھے!

"یہاں مت لیٹو!" پہرہ دار نے گرج کر کہا ... اور بیچارے بارش میں باہر نکل گئے! اُس نے شاہزادہ کے پاس جا کر جو کچھ دیکھا تھا کہا۔

"مجھ پر سونے کے ورق لپٹے ہوئے ہیں!" شاہزادے نے کہا "تم انہیں نوچ نوچ کر لے جاؤ اور میرے غریبوں کو دو۔ انسان یہی سمجھتا ہے کہ سونا اسے مسرت دے سکتا ہے!"

ابابیل نے ایک ایک کر کے شاہزادہ پر سے سونے کے ورق اتار دیئے۔ یہاں تک کہ مسرور شاہزادہ بالکل میلا اور بھورا نظر آنے لگا۔ ورق ورق کر کے ابابیل نے سونا غریبوں کے پاس پہنچایا۔ بچوں کے چہرے گلابی ہو گئے اور وہ ہنسنے اور کھیلنے لگے۔ "اب ہمیں روٹی مل رہی ہے!" لوگوں کو تسکین ہو گئی! ...

برف گرنے لگی اور برف کے بعد کہر آیا۔ سڑکیں چاندی کی بنی ہوئی معلوم ہونے لگیں۔ سفید! چمکیلی! ... برف کے ٹکڑے بلور کے خنجروں کی طرح مکانوں کی اولتیوں سے ٹنگے تھے۔ ہر شخص پشمینہ و بانات پہنے تھا۔ چھوٹے لڑکے سرخ گلنار ٹوپیاں پہنے برف پر پھسل رہے تھے! ...

بیچارے چھوٹے ابابیل کے لئے سردی ناقابلِ برداشت تھی۔ لیکن اُس نے شاہزادہ کو نہیں چھوڑا۔ وہ دکان پر سے نانبائی کی نظر بچا کر روٹی کے ٹکڑے لے آتا۔ اس نے پروں کو پھڑپھڑا کر اپنے کو گرم رکھنے کی کوشش کی! لیکن آخرکار اسے معلوم ہو گیا کہ موت آ گئی وہ بڑی

[illegible] شاہزادے کے کاندھے تک جاسکا۔

"[illegible] شاہزادے!" اس نے کمزور تھرتھراتی آواز میں کہا "اپنا ہاتھ کا بوسہ لینے دوگے!"

"مجھے خوشی ہوئی کہ آخر تم مصر جا رہے ہو" شاہزادے نے کہا "تم یہاں بہت دنوں تک ٹھہر گئے —— لیکن تمہیں میرے ہونٹوں کا بوسہ لینا چاہیئے اس لئے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں!"

"میں مصر نہیں جا رہا ہوں!" ابابیل نے کہا "میں قصر اجل جا رہا ہوں۔ موت نیند کی بہن ہے، ہے نا؟" —— اور اس نے شاہزادے کے ہونٹوں کو چوما اور مردہ ہو کر اس کے پیروں پر گر پڑا!...

اس وقت مجسمہ کے اندر سے عجیب طرح کی آواز آئی جیسے کچھ ٹوٹ گیا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جستہ کا دل دو ٹکڑے ہو گیا تھا!..... یقیناً بہت سخت سردی تھی!

دوسری صبح کو سویرے میئر نیچے چوراہے پر ٹاؤن کاؤنسلر کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ ستون کے پاس پہنچکر اس کی نظر منارے پر پڑی،

"ہائیں! مسرور شاہزادہ کیسا میلا معلوم ہو رہا ہے!"

"واقعی کیسا میلا معلوم ہو رہا ہے!" ٹاؤن کاؤنسلر ایک زبان ہو کر بول اٹھے — میئر کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملانا ان کا کام تھا —— انہوں نے نزدیک جاکر مجسمہ کو دیکھنا شروع کیا۔

"تلوار میں لعل نہیں رہا ہے، آنکھیں غائب ہیں اور سنہری ملمع بھی نہیں رہا ہے!" میئر نے کہا "اب تو یہ بالکل فقیر ہو گیا!"

"بالکل فقیر!" ٹاؤن کاؤنسلر بھی بول اٹھے!

"اور اس کے پیروں کے پاس ایک مردہ چڑیا ہے" میئر نے کہا "اب ہمیں اعلان کرنا پڑیگا کہ چڑیوں کو یہاں مرنے کی اجازت نہیں!" —— اور ٹاؤن کلرک نے اس رائے کو نوٹ کر لیا۔

اب مسرور شاہزادہ کا مجسمہ اتار دیا گیا۔

"جب وہ خوبصورت نہیں رہا تو اس کی کوئی ضرورت نہیں!" یونیورسٹی کے آرٹ کے پروفیسر نے کہا۔

مجسمہ بھٹی میں ڈال کر پگھلایا گیا اور میئر نے کارپوریشن کی مجلس طلب کی کہ مجسمہ کے پگھلے ہوئے دھات کے مصرف کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔

"ہم لوگوں کو دوسرا مجسمہ بنوانا چاہیئے!" میئر نے کہا "اور یہ مجسمہ میرا ہوگا!"

"نہیں میرا!" ہر ایک ٹاؤن کاؤنسلر نے کہا... اور سب جھگڑنے لگے... آخری بار جب میں نے ان کے بارے میں سنا تو وہ جھگڑ ہی رہے تھے

"کیسی عجیب بات" دھات پگھلانے کے کارخانہ کے اوورسیر نے کہا "جستہ کا یہ ٹوٹا ہوا دل پگھلتا ہی نہیں! اسے پھینک دینا چاہیئے!" اور دل کو کوڑوں کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا جہاں مردہ ابابیل بھی پڑا تھا۔

"شہر سے دو بیش بہا چیزیں لاؤ!" خدا نے اپنے ایک فرشتے سے کہا۔ فرشتہ جستہ کا دل اور مردہ ابابیل لے آیا!...

"تم یقیناً انمول چیزیں لائے" خدا نے کہا "باغ جناں میں یہ ننھی چڑیا ہر دم گاتی رہیگی اور زرین شہر میں مسرور شاہزادہ میری حمد کریگا"

(آسکر وائلڈ)

سچی کہانی

بد قسمت

اگر انسان اپنے ارد گرد کے واقعات پر نظر تعمق ڈالے تو معلوم ہوگا کہ نئے دن ایسے واقعات ظہور میں آتے رہتے ہیں جو طلسم ہوش ربا یا دیگر ذہنی قصے کہانیوں سے بھی زیادہ حیرت خیز ہوتے ہیں وہ بادی النظر میں ان کی اصلیت کی تہ تک پہنچنا غیر ممکن ہوتا ہے۔ اور بعض واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو باوجود کوشش کے معمہ لاینحل بنے رہتے ہیں۔ اور ایسے ہی واقعات میں کلکتہ کے نوجوان اسسٹنٹ ڈائرکٹر پولیس مسٹر راغب حسین ان کی اہلیہ اور ان کے مولود بیٹے کا ناگہاں اور عبرت انگیز انجام ہے۔ اس ہوش ربا واقعہ نے دنیا کو محو حیرت کر دیا تھا۔ اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں سنسنی پھیلا دی تھی۔ پولیس اور حکومت وقت نے اس معمہ کو حل کرنے کے لئے کہ آیا مسٹر راغب حسین اور اس کے خاندان نے خودکشی کی تھی یا ان کو کسی نے قتل کیا تھا ہر ممکن کوشش سے کام لیا تھا لیکن اس دنیا میں سوائے میرے اور کوئی اس راز سے واقف نہیں۔

راغب اور میں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے ہمارا وقت زیادہ تر ایک ساتھ گذرتا تھا۔ یہاں تک اہل محلہ اور ہمارے ہم جماعت ہم دونوں کا نام بھی ایک ساتھ لیتے تھے۔

راغب ہمارے شہر کے نامور پروفیسر محمد علی کی ہمشیرہ کا لڑکا تھا۔ ماں باپ کا سایہ طفولیت میں ہی سر سے اُٹھ گیا تھا پروفیسر صاحب لاولد تھے اس لئے انہوں نے راغب کو بطور اپنے حقیقی بیٹے کے پرورش کیا تھا۔ کو اپنی اولاد سے ہرگز اس قدر محبت نہ ہوگی جتنی کہ پروفیسر صاحب کو تھی۔ وہ ہر بات اور ہر کام میں راغب کی خوشی کو مقدم جانتے سی نہایت نیک سیرت، حلیم الطبع، مطیع اور فرمانبردار تھا۔ یت ذکی و ذہین پیدا کیا تھا۔ فہم و فراست اور عقل و دانش میں وہ بڑے بڑوں کے کان کاٹتا تھا۔ اس کی رائے نہایت صائب ہوتی تھی۔

راغب فطرتاً تنہائی پسند واقع ہوا تھا۔ اس کی سوائے میرے اور کسی سے دوستی نہ تھی۔ اور ہم دونوں میں اس قدر اتحاد تھا کہ اہل شہر کی نظروں میں ہم قابل رشک ہستیاں تھے۔ ہم دونوں ایک ہی جگہ رہ کر ایک ہی جگہ کھیل کود کر اور ایک ہی مدرسہ میں پڑھ کر بڑے ہوئے تھے۔ راغب ابھی دسویں جماعت میں ہی تھا کہ ناگہاں چرخ ستم شعار نے اسے اپنے ظلم کا نشانہ بنا لیا۔ شہر میں طاعون پھیلا اور اس روز سے کہ روزانہ دس بیس موتیں ہونے لگیں۔ گو ہم لوگوں نے ہر ممکن احتیاط سے کام لیا۔ مگر توبہ کیجئے جس کی آئی ہو وہ بھلا بچ سکتا ہے طاعون نے پہلے پروفیسر صاحب اور پھر ان کی اہلیہ پر حملہ کیا اور دونوں یکے بعد دیگرے دو دن کے فرق سے ہم لوگوں کو آہ و زاری کرتے چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوئے۔

اس سانحہ ارتحال کا راغب پر جو کچھ بھی اثر ہوتا کم تھا۔ پھر ایسے نازک مزاج اور حساس پر۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے خود کو مجسم رنج و غم بنا دیا۔ ہر بات اور ہر کام سے منہ موڑ کر گوشہ نشین ہوگیا یہاں تک کہ ایک ماہ تک میں بھی کوشش کے باوجود اس سے نہ مل سکا۔ اس نے تو ارادہ کر لیا تھا کہ سلسلہ تعلیم بالکل ترک کر دے گا۔ اور اگر اسے میں انتہائی مجبور نہ کرتا تو وہ یقیناً تارک الدنیا ہو جاتا۔ لیکن میرے بیحد اصرار اور عزیزوں کے سمجھانے سے اس نے یونہی سی تیاری کرکے انٹرنس کا امتحان دے دیا جس میں وہ اپنی ذہانت اور ذکاوت کی مدد سے نہایت افتخار کے ساتھ کامیاب ہوا۔ اس کے بعد گو میں نے اور دیگر عزیزان و پرسان حال نے اسے بہت زیادہ مجبور کیا مگر اس بندہ خدا نے کالج میں داخل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔

راغب نے اپنے ماموں کے انتقال کے بعد چار سال تک بالکل کاہلانہ اور عزلت نشینی کی زندگی بسر کی اس عرصہ میں کئی شریف خاندانوں

... نے شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا میرے دریافت
کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے تعلیمات مجرد رہنے کا عہد ختم کر دیا ہے

میں تو راغب کی طرف سے بالکل مایوس ہو چکا تھا کہ ناگہاں اس کی زندگی میں ایک حیرت انگیز اور فوری انقلاب رونما ہوا۔ اس نے صرف ایک [illegible] سے متاثر ہو کر [illegible] زندگی کو ترک کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اور ملازمت کی جستجو کرنے لگا۔ راغب ایسے ہونہار، اور ذکی و ذہین نوجوان اور پھر پروفیسر [illegible] جیسے ماموں [illegible] با رسوخ و اقتدار کے بھانجے کو اگر ملازمت نہ ملے تو پھر کسے ملیگی۔ وہ اپنے ماموں کے ایک عزیز دوست کی مدد سے پولیس ٹریننگ سکول میں داخل ہو گیا۔ اور وہاں سے میعاد مقررہ پر کامیاب ہونیکے بعد سب انسپکٹر پولیس ہو گیا۔

اس وقت راغب جوان تھا اور حیات کے اس نقطہ پر جہاں سارے وجود پر ایک بیخودی سی چھائی رہتی ہے۔ وہ احساسات کی اس منزل پر پہنچ گیا تھا جہاں ہر خاموشی سے نغمہ نکلنے کی آرزو کی جاتی ہے اور ہر زیر نقاب چہرہ کو عریاں دیکھنے کی تمنا پیدا ہوتی ہے۔ ذہنیت کی یہ عجیب و غریب تبدیلی جس قدر زیادہ قوی ہوگی اسی قدر سختی کے ساتھ زندگی کی منازل طے ہوں گی۔ شراب میں جس قدر زیادہ تلخی ہوگی خمار اسی قدر زیادہ کیف و اضطراب پیدا کرے گا۔ متین اور سنجیدہ انسان بھی شباب کے ان گہرائی جھٹکوں کی تاب نہیں لا سکتے۔ جس میں ہر جمیل شے اپنی طرف کھینچتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور ہر حسین جلوہ دعوت نظر دیتا ہے۔

الغرض راغب اب جوان تھا اور شباب اپنی تمام ہیجانی کیفیتوں کے ساتھ اس پر مسلط [illegible] ہمیں توقع ہو گئی تھی کہ راغب ضرور کسی کافرہ کے حسن و جمال کے ساتھ اپنا دامن وابستہ کر کے گھر استی بن جائے گا مگر توبہ [illegible] کی کیف آور گھڑیوں کی آمد نے بھی اس کے فیصلہ پر کوئی [illegible] عورت کا کوئی وصف اور کوئی خوبی اپنی طرف متوجہ [illegible] حسن و جمال اس کی نگاہوں میں ایک بے وقعت چیز تھی۔ [illegible] اور [illegible] تھا لیکن اتنے نہیں کہ کسی کو اپنا شریک حیات بنا لے۔ ایک دو نہیں بلکہ دس بیس ظاہری و باطنی حسن و جمال سے آراستہ لڑکیوں نے اس سے درخواست کی کہ اسے اپنی زندگی کا راز دار بنا لے لیکن راغب نے صاف صاف انکار کر دیا اسی وجہ سے وہ اپنے شہر اور حلقۂ احباب میں "منگلا راغب" کے نام سے مشہور تھا۔

راغب نے پولیس میں ملازم ہونے کے بعد اپنے جملہ فرائض کو نہایت محنت، جانفشانی اور تدبر سے انجام دیا۔ اس نے جان تک کی پروا نہ کرتے ہوئے کئی نامی ڈاکوؤں کا مقابلہ کر کے انہیں گرفتار کیا اور بعض ایسے پر اسرار مقدمات کو جو اس وقت تک تقریباً بھلائے جا چکے تھے حل کیا۔ چور اور ڈاکو اس کے نام سے کانپنے لگے تھے۔ اس کی موجودگی میں کوئی راز بھی حل ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ اس کی متواتر کامیابیوں نے تجربہ کار اور آزمودہ افسران کو بھی نیچا دکھا دیا تھا۔ حکومت وقت نے بھی اس کی قدر کی۔ اسے اس کی شجاعت اور جانبازی کے صلہ میں ایک ہی سال میں چار مرتبہ انڈین پولیس میڈل ملے۔ اور وہ ملازم ہونے کے چار سال بعد انسپکٹر پولیس ہو گیا اور اس کے بعد جلد ہی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوا۔

انہیں ایام میں بنگالی دہشت پسندوں کی سرگرمیوں میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا۔ روزانہ بم پھٹنے اور مسلح ڈکیتیوں نے حکومت کا دم ناک میں کر دیا اور اسے مجبوراً پولیس اور فوج کی تعداد میں معتد بہ اضافہ کرنا پڑا۔ اسی سلسلہ میں راغب حسین کو بھی کلکتہ تبدیل کر دیا گیا۔ وہاں اس نے وہ وہ کارہائے نمایاں کئے کہ حکومت نے اسے سر کے معزز خطاب سے سرفراز کر کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر پولیس کا عہدہ دیدیا۔ دہشت پسند نوجوان اس کے نام سے ڈرتے تھے۔ اس نے بیسیوں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

میرا قاعدہ تھا کہ سال میں دو مرتبہ کلکتہ جا کر راغب [illegible] آتا تھا، اور وہ بھی دو ایک مرتبہ میرے پاس آیا کرتا تھا کہ [illegible] کی سوانح

اس کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوا۔ یہ تو میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اُسے عورتوں سے ایک ناقابلِ فہم حد تک نفرت تھی۔ اور اس لئے ہم اسے سنگدل راغب کہا کرتے تھے۔ لیکن نہیں معلوم کہ کلکتہ کی فضا میں کیسا سحر آفریں اثر ہے کہ وہاں پہنچنے کے تیسرے ہی سال راغب جیسے کافر اور سنگدل کو شیشے میں اتار لیا گیا اور اس نے تاحیات مجرد رہنے کے عزم مصمم کے باوجود ایک دوشیزہ کو اپنا شریکِ حیات بنا لیا۔ اور پھر اس قدر جلد اور رازسے کہ اس کے دوستوں میں سے کسی کو بھی ایک کافی طویل عرصہ تک اس کی اطلاع نہ ہوئی۔

راغب کی شادی خانہ آبادی کے بعد ڈیڑھ سال تک کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ نہ تو میں ہی کلکتہ جا سکا اور نہ راغب ہی مجھ سے ملنے آسکا۔ لیکن اس کا خط ہر ہفتہ بلا ناغہ آجاتا تھا۔ جن سے ظاہر تھا کہ وہ اپنی رفیقۂ حیات سے بہت خوش ہے۔ خطوں سے ہی مجھے معلوم ہوا کہ راغب کی اس دوشیزہ سے ملاقات اولین علی پور زوئیں ہوئی تھی۔ راغب نے اپنی چستی و چابکدستی کی بدولت اسے شیر کا شکار بن جانے سے بچایا تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے ایک عرصہ تک ملتے رہے۔ وہ دوشیزہ آسام کی رہنے والی تھی۔ اس کے والدین اور خویش و اقارب کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور وہ ان دنوں کلکتہ کے ایک مدرسہ میں ہیڈ مسٹرس تھی۔ نئے دن کی بے تکلفانہ ملاقات سے الفت و محبت کی بنیاد پڑی راغب نے اس دوشیزہ کو اور اس دوشیزہ نے راغب کو اپنے لئے موزوں پایا۔ دونوں عہد و پیمان کرکے ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہو گئے

راغب کی شادی کے دوسرے سال ایک دن میں اپنی رفیقۂ حیات سے منصوری کی سیر کرنے کے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ ناگہاں تار گھر کے چپراسی نے ایک تار لا کر دیا جس میں لکھا تھا کہ "جلد آؤ۔ کل صبح ڈاک گاڑی سے پہنچ جاؤ" راغب۔

یہ تار پڑھ کر میرا پریشان ہونا فطری امر تھا۔ بہت دیر تک غور کرنے کے بعد بھی سمجھ میں نہ آیا کہ اس ناگہانی طلبی کا کیا سبب ہے۔ میں نے اس کے تازہ خط کو متعدد بار بغور پڑھا لیکن پھر بھی میں اس عقدہ کو حل نہ کر سکا۔ اپنی بیوی سے ملنے کے بعد میں نے فوراً چلے جانے کا ہی فیصلہ کیا اور اسی وقت روانگی کی "صبح ڈاک گاڑی سے پہنچوں گا"

جب میں کلکتہ پہنچا تو راغب خود ہوڑہ اسٹیشن پر میرے استقبال کے لئے موجود تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ یہ وہ راغب نہ تھا جس سے میں سال گذشتہ ملا تھا۔ خوش و خرم [illegible] راغب کی بجائے فکروں کا مارا ہوا رنجیدہ و غمگین صورت کا راغب میرے سامنے موجود تھا۔ میں مجسم حیرت بن کر اسے گھور رہا تھا اور حیران تھا کہ یہ ناگہانی انقلاب آخر یہ کیسا ہے۔

میں: بھائی راغب! تمہاری شکل سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم سے زیادہ نامراد، ناکام دنیا میں اور کوئی نہ ہوگا۔ اس ناگہانی رنج و غم کی آخر وجہ؟ ...."

راغب: ہاں ... میری طبیعت خراب ہے ... ایک مدت سے طبیعت خراب ہے اسی کا اثر ہے ....."

میں: لیکن تم نے اپنی علالت کا اپنے خطوں میں کبھی اشارۃً تک بھی نہیں کیا

راغب: تمہیں پریشان کرنے سے کیا حاصل ہوتا ..."

میں نے اس مرتبہ کلکتہ میں دو ماہ قیام کیا۔ وہاں پہلی مرتبہ میری اس کی بھوبھی سے ملاقات ہوئی۔ راغب اور اس کے خاندان کے ہر شخص پر مستقل رنج و غم چھایا ہوا تھا۔ ہنسی، خوشی اور راحت و مسرت کو اس گھر سے دشمنی معلوم ہوتی تھی۔ ان لوگوں کے چہروں پر نظر غائر ڈالنے سے واضح ہوتا تھا کہ کوئی ایسی خاص اور اہم بات واقعہ ہوئی ہے جس نے ان کی زندگی کو برباد کر دیا ہے۔

راغب ان دنوں رخصت پر تھا۔ وہ بہت ہی مضطرب اور متفکر معلوم ہوتا تھا اس کا وقت زیادہ تر گوشہ نشینی میں گذرتا تھا۔ میں نے اس راز کو معلوم کرنے کی ہر ممکن جد و جہد سے کام لیا مگر بے سود۔ میں نے راغب سے بھی متعدد بار اس معاملہ پر گفتگو کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہر مرتبہ ٹال گیا۔ راغب کے قول و فعل سے واضح ہوتا تھا کہ اس نے مجھے کسی خاص کام کے لئے بلایا ہے لیکن نہیں معلوم کیوں مجھے اپنا رازداں بنانے سے ہچکچاتا ہے۔

میرے کلکتہ کے قیام کے زمانہ میں ہی راغب کے یہاں [illegible] بجائے خوشی ہونے کے اس کی پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔ [illegible] بہت ہی نیک سیرت اور ظاہری و باطنی حسن سے آراستہ تھی۔ [illegible] اپنے شوہر کی طرح ہر وقت متفکر اور پریشان رہتی تھی۔

[illegible] کے آخر میں بستر کے وقت میں [illegible] بیوی [illegible] راغب کی ہی پریشانیوں کے متعلق گفتگو کر رہا اور [illegible] کو دم اخبار دے کر آیا۔ میں نے جیسے اخبار کے پہلے صفحہ پر [illegible] پڑھا گیا۔ زمین پیر دن تلے سے نکل گئی اور میں ہائے راغب" [illegible] بیہوش ہو گیا اور اگر میری بیوی فوراً ہی مجھے نہ سنبھال لیتی تو میں یقیناً [illegible] فرش پر گرتا۔

پندرہ منٹ کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو دیکھا کہ میں پلنگ پر پڑا ہوں۔ بیوی سرہانے بیٹھی ہوئی سر دبا رہی ہے۔ اس نے مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر سخت حیرت اور پریشانی کے عالم میں دریافت کیا کہ

بیوی: خدا خیر کرے! کیا بھائی راغب کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟

راغب کا نام سنتے ہی رنج و غم پھر تازہ ہو گیا میری آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ سر چکرانے لگا۔ میں نے بڑی کوشش سے خود کو سنبھالا۔

میں: بیگم! راغب کو یا تو کسی نے قتل کر دیا ہے یا اس نے خودکشی کی ہے ...."

بیوی: کیوں! کیا وجہ! ....."

میں: یہی بات تو کسی کو معلوم نہیں ہے"

اتنا کہہ کر میں نے اخبار اٹھایا اس میں یہ حروف جلی لکھا تھا

اسسٹنٹ ڈائرکٹر سر راغب حسین اور ان کے خاندان کا حسرتناک انجام۔

مرحوم اپنے کمرہ میں بے جان پائے گئے۔ ملازمین نے دو مرتبہ پستول چلنے کی آواز سنی۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈائرکٹر پولیس و دیگر سرکاری افسران و سارا شہر کثیر تعداد میں وہاں جمع ہو گئے۔ ان سب کی موجودگی میں ملازمین کے بیان [illegible] جو معمولی اختلاف کے ساتھ ایک ہی تھے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

[illegible] ماہ کے عرصے سے سر راغب حسین و ان کے خاندان کے تمام [illegible] مغموم و متفکر رہتے تھے۔ اس رنج و غم کی ابتدا سر راغب کی بوڑھی پھوپھی کی آمد کے چار روز بعد ہوئی لیکن باوجود کوشش کے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس کی وجہ کیا تھی۔ اس زمانہ سے سر راغب ہر وقت علیل اور پریشان نظر آتے تھے۔ انہوں نے چار ماہ کی رخصت لے لی تھی اس زمانہ میں وہ ہر وقت گھر پر رہتے تھے۔ نہ کسی سے ملاقات کرتے تھے اور نہ کسی سے ملنے جاتے تھے۔ اس کے چند روز بعد انہوں نے تار دے کر اپنے دوست کو بلایا۔ وہ دو ماہ تک یہاں رہے اور ان کو گئے ہوئے آٹھ ہی دن ہوئے ہیں اس واقعہ فاجعہ سے دو روز پہلے سر راغب کی پھوپھی نے حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کیا۔ اس وقت سے سر راغب بیحد بے چین اور پریشان رہنے لگے۔ آج دوپہر کو آپ کچھ دیر تھوڑی دیر کے لئے باہر گئے تھے شام کو آتے ہی اپنے کمرہ میں چلے گئے۔ ہم لوگ (ملازمین) اس نیچے اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لئے گئے۔ ساڑھے دس بجنے کے قریب ہم نے سر راغب کے کمرہ میں سے کئی مرتبہ پستول چلنے کی آواز سنی۔ ہم سب اٹھ کر اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے گئے لیکن سر راغب کے کمرہ کا دروازہ اندر سے مقفل تھا۔ ہم نے کتنی ہی دیر تک آوازیں دیں لیکن صدائے برنخاست والا معاملہ ہوا۔ اس پر ہم نے بذریعہ فون پولیس کو اطلاع دیدی"

"ملازمین کے بیان کے بعد پولیس نے سر راغب کی نجی کاغذات کا بغور مطالعہ کیا لیکن اس سے اس واقعہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکی یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ کسی نے سر راغب اور ان کی بیوی و بچہ کو قتل کیا ہے۔ یا یہ کہ کیا انہوں نے خودکشی کی ہے۔ مگر بیرونی شہادت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن کیوں؟ یہ ایک معمہ ہے جس کے حل ہونے کی بہت کم توقع ہے۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر ان کو قتل کیا گیا ہے تو بھی کسی نے چوری کی نیت سے انہیں قتل نہیں کیا ہے کیونکہ کوئی چیز گم نہیں پائی گئی ہے۔

اس واقعہ سے تمام شہر میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ [illegible] ایک ہونہار اور قابل، خوش خو، نیک سیرت اور ملنسار [illegible] اس حسرتناک واقعہ کے وقت ان کی عمر صرف ۳۵ سال تھی [illegible]

ان کی ذات سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں جو ان کی بے وقت موت نے سپرد خاک کردیں

اخبارات میں اس واقعہ کی تفصیلات شائع ہونے کے دوسرے دن مجھے راغب مرحوم کا آخری تحریر خط ملا جس نے اس راز کو بالکل حل کر دیا۔ اس میں لکھا تھا۔

"بھائی! تم یقیناً حیران ہو گے کہ میں نے تمہیں کیوں اس قدر ناگہاں طلب کیا تھا، اور میرے رنج و غم اور اضطراب و پریشانی کی کیا وجہ ہے۔ میں نے تمہیں یہی بات بتانے کے لئے بلایا تھا۔ میں نے بارہا کوشش کی اپنے دل کا زخم تمہیں بھی دکھاؤں۔ تم میری ہر بات اور میرے ہر عمل سے خوب واقف ہو میرا کوئی راز تم سے پوشیدہ نہیں ہے مجھے دنیا میں تم سے زیادہ اور کوئی عزیز نہیں ہے اس لئے میری خواہش تھی کہ تم بھی میری بدقسمتی و بدنصیبی کے راز سے واقف ہو جاؤ میں نے دل پر بہت جبر کیا لیکن میری غیرت، میری شرافت اور میرے معیار تہذیب نے گوارا نہ کیا کہ جیتے جی اس راز سے کسی کو آگاہ ہونے دوں۔

"یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ کن حالات میں میری اس دوشیزہ سے جو اس وقت میری شریک حیات ہے ملاقات ہوئی، جس طرح ہم دونوں میں رشتہ الفت قائم ہوا، اور کس طرح ہم نے شادی کی۔ میری بیوی بہت ہی نیک سیرت، مطیع فرمانبردار اور شوہر پرست خاتون ہے۔ مجھے فخر تھا کہ میں ایسی ہونہار خاتون کا شوہر ہوں لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ اس رشتہ کا کیا انجام ہوگا۔ دنیا مان لیگی کہ اس میں میرا یا میری بیوی کا کوئی قصور نہیں ہے یہ صرف ہماری بدقسمتی ہے کوتاہ بین انسان اپنے مستقبل سے آگاہ نہیں۔ اور یہی وجہ میری مصیبتوں کی ہے۔ تم یہ سنکر ضرور حیران ہو گے کہ وہ خاتون جو میری اور تمام دنیا کی نگاہوں میں بھی میری منکوحہ ہے، وہ در اصل میری حقیقی بہن ہے۔

"افسوس یہ راز مجھے میری پھوپھی کے آنے کے بعد معلوم ہوا۔ وہ ہم دونوں کی شکلیں مشابہت دیکھ کر پہلے ہی کھٹک گئی تھیں۔ اس کے بعد جب اس نے تحقیق ...... نہیں میری بہن سے اس کے خاندانی حالات دریافت کئے تو پتہ ہو گیا۔

"میری پھوپھی نے مجھے بتایا کہ میرے ایک چھوٹی بہن تھی جس کی عمر میرے والدین کے انتقال کے وقت صرف دو سال کی تھی اور جسے میرے والد کی خواہش کے مطابق ان کا دوست لے گیا تھا اور جسے میرے ماموں سید محمد علی صاحب لے آئے۔ لیکن میں اس راز سے قطعی واقف نہ تھا۔ مجھے خیال تک بھی نہ تھا کہ میری ایک بہن بھی اس دنیا میں موجود ہے۔

"جب سے مجھے اس راز سے واقفیت ہوئی ہے ہر وقت موت کا خواہاں ہوں۔ زندگی عذاب جان ہے۔ گو میں اس معاملہ میں بالکل بے گناہ ہوں لیکن میری غیرت اور شرافت اس بات کی اجازت نہیں دیتی ہے کہ ان واقعات کے بعد زندہ رہوں۔ میں نے بہت غور و فکر اور بیوی سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ضرور اپنی، اپنی بیوی کی اور اپنے بچے کی زندگیوں کا خاتمہ کر دوں گا۔ اور آج رات کو ہی اور میں یہی کوشش کروں گا کہ میری موت بھی ایسے حالات میں واقع ہو کہ کسی کو میری خودکشی کا شک تک نہ ہو۔ تاکہ یہ راز ہمیشہ کے لئے راز ہی رہے۔

"تم سے ملنے کو میرا دل تڑپتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ حالات مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں اپنی اس خواہش کو بھی دل ہی میں دبا دوں ...... میری آخری اور دوستانہ درخواست ہے کہ میری اس بے وقت موت سے زیادہ اثر نہ لینا۔ اور اس رنج و غم سے بے حال ہو کر اپنی و اپنے خاندان کی زندگی خراب نہ کرنا۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں مجھ سے کس قدر محبت ہے، اور تم میرے بعد میرے لئے کس قدر بیقرار اور رنجور رہو گے لیکن میری وصیت یہی ہے کہ اپنے دل پر صبر اور جبر کا سنگ گراں رکھ کر اس صدمہ کو برداشت کرنا ...... بھائی گو میں اب ہمیشہ کے لئے تمہارے جسمانی وجود سے رخصت ہو رہا ہوں ... لیکن اگر موت کے بعد روح مل سکتی ہے تو اس وقت بھی اس کی امیدوں کا مرکز تم ہی ہو گے ......

"بھائی، ایک بات اور ہے وہ یہ کہ میرے بعد کم از کم پانچ برس تک کوئی ذی روح اس راز سے واقف نہ ہونے پائے۔ اس عرصہ کے بعد جیسا مناسب ہو کرنا ......

بدنصیب راغب

سید محمود مور... بی۔ اے سب اوورسیئر ...

شادی

حملہ شروع ہوتے ہی لفٹننٹ لار نے جرمن سپاہیوں سے دو بندوقیں چھین لیں۔ جرنیل نے زوردار لہجے میں لفٹننٹ کا شکریہ ادا کیا اور اسے ایک اعزازی فوجی تمغہ بخشا۔ لفٹننٹ موصوف جس قدر بہادر، دلیر، تند خو اور مدبر تھا اتنا ہی وہ ذی عقل بھی تھا۔ اس کی تحویل میں سو آدمی تھے۔ وہ خود مخبری کے فرائض کچھ اتنی ہوشیاری اور تدبر سے انجام دیتا تھا کہ کئی موقعوں پر فوج پسپا ہوتی ہوتی بچ جاتی تھی۔

حملہ آور تمام سرحد پر سیلاب کی طرح پھیل گئے۔ بے شمار فوجیں لوٹ مار کے سامان کو پیچھے چھوڑتی ملک میں داخل ہو گئیں۔ جرنیل آر کا توپ خانہ اپنے دستے سے علیحدہ ہو گیا اور اسے متواتر، روزانہ لڑتے اپنا پہلو بچاتے پسپا ہونا پڑا۔ مگر حسبِ لفٹننٹ لار کی محافظت اور عجلت کے کہ اس نے دشمن پر نکتہ بیں عملی سے غالب آ کر اس کی تمام تدابیر کو خاک میں ملاتے، آہنیز کو منتشر کر کے ان کے محافظ دستے کو تباہ و برباد کر دیا۔

ایک روز جرنیل نے اسے بلا بھیجا۔

"لفٹننٹ! جرنیل بیک نے تار بھیجا ہے کہ اگر ہم کل صبح تک اس کی مدد کو نہ پہنچ سکے تو وہ خطرے میں ہے۔ تم آج شام ہی تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤ اور انہیں سڑک کے کنارے کنارے لے کر دو۔ میں دو گھنٹے بعد وہاں پہنچ جاؤں گا۔ راستے کی اچھی طرح دیکھ بھال کر لینا تاکہ میں تمہارے بعد آتے آتے کہیں غنیم کے نرغے میں نہ آ جاؤں۔"

ایک ہفتے سے غضب کی سردی پڑ رہی تھی۔ دو بجے ہی برفباری شروع ہو گئی اور شام تک تمام زمین برف سے ڈھک گئی۔ برف کے بڑے بڑے گالوں سے قریب قریب کی چیزیں بھی نظر سے اوجھل ہو گئیں۔ چھ بجے یہ دستہ روانہ ہوا۔ دو آدمی آگے آگے مخبری کے لئے بھیجے گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے دس آدمی لفٹننٹ کی تحویل میں اور باقی دو طویل صفوں میں چل پڑے۔ صفوں کے دو سو گز کے فاصلے پر دائیں اور بائیں طرف کچھ سپاہی دو دو ہو کر چل رہے تھے۔ برف ابھی پڑ رہی تھی، اور گرد و پیش کی ایک فضا میں وہ سفید سفید دکھائی دے رہے تھے۔

وہ وقتاً فوقتاً ٹھہر جاتے تھے۔ اور پھر سوائے برف کے گرنے کی خفیف سی تشویش انگیز آواز کے جس کو وہ صاف سننے کے بجائے صرف محسوس ہی کر سکتے تھے اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ آرڈر پست آواز میں دیا جاتا تھا۔ اور جب وہ چلنے لگ جاتے تھے تو مبہم سے سایہ، مجسمے پیچھے چھوڑتے چلے جاتے تھے جو کم ہوتے ہوتے بالآخر آنکھ سے بالکل غائب ہو جاتے تھے۔ یہی وہ نشانات تھے جو آنے والی فوج کو راستے بتا رہے تھے۔

مخبروں کی رفتار سست پڑ گئی۔ ان کے سامنے کوئی چیز نمودار ہو رہی تھی۔

"دائیں طرف مڑ جاؤ" لفٹننٹ نے حکم دیا۔ "یہ رالف کے جنگل ہیں۔ بائیں طرف سے جنگل کا فاصلہ زیادہ ہو جائے گا۔"

تھوڑے عرصے کے بعد ٹھہر جانے کا حکم ملا۔ دستہ کھڑا ہو گیا اور لفٹننٹ کا انتظار کرنے لگا، جو جنگل کو معلوم کرنے کی خاطر دس آدمیوں کی معیت میں گیا ہوا تھا۔ وہ درختوں کے نیچے سے سرکتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ مگر اچانک ہی وہ رک گئے۔ اور ایک خوفناک سکوت نے ان کو محیط کر لیا۔ ان کی دائیں طرف ایک صاف [illegible] آواز نے یہ کہتے ہوئے جنگل کے سکوت کو توڑا: "با جانی [illegible] میں اپنا راستہ بھول جائیں گے۔ اب ہم بلین ول تک [illegible] نہ پہنچ سکتے۔"

ایک بھاری آواز نے جواب دیا۔ "دوڑوست، میری بچی! میں اس علاقے سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

لیفٹ یہ آواز سنکر خود خاموش کھڑا رہا اور چار آدمی چپ چاپ سایوں کی طرح اس جانب چل پڑے جہاں سے آواز آرہی تھی۔

فوراً ہی ایک نسوانی درد ناک چیخ بلند ہوئی۔ دو قیدی لیفٹ کے سامنے لاحاضر کیے گئے —— ایک بوڑھا آدمی اور ایک نوخیز لڑکی لیفٹ نے آہستہ آہستہ ان پر تحقیق کے لئے چند سوال کئے۔

"تمہارا نام؟"

"پیری جینر"

"اور لڑکی کا؟"

"فانسا"

"کیا یہ تمہاری لڑکی ہے؟"

"ہاں"

"یہ کیا کیا کرتی ہے؟"

"یہ بنگلے میں کپڑے سیتی ہے"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ہم بھاگے پھرتے ہیں"

"کیوں؟"

"بارہ اپاچیز کل شام یہاں سے گذرے۔ انہوں نے تین نگہبانوں کو گولی کا نشانہ بنایا اور باغبان کو پھانسی دیدی۔ مجھے اس بچی کی جان کا خطرہ تھا۔"

"جا کہاں رہے ہو؟"

فو "بلین دل"

ماکو "کس واسطے؟"

"کیونکہ وہاں فرانسیسی سپاہ موجود ہے"

"کیا راستہ جانتے ہو؟"

"

"اچھا تو آؤ ہمارے ساتھ ہی چلو"

وہ صف میں شامل ہوگئے۔ اور دستہ کھیتوں میں سے گذرتا چلا گیا۔ بوڑھا آدمی چپ چاپ لفٹنٹ کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ اس کی لڑکی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ اچانک وہ کھڑی ہوگئی۔ اس نے کہا۔

"ابا جان! میں تھک کر چور ہوگئی ہوں۔ اب میں آگے نہیں چل سکتی۔"

وہ سردی سے کانپتی ہوئی بیٹھ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ ابھی مرا چاہتی ہے۔ اس کے باپ نے اٹھا کر لے چلنے کی کوشش کی۔ مگر وہ بہت ضعیف تھا۔ اس نے آہ بھر کا کہا۔

"لفٹنٹ ہمیں یہیں چھوڑ دیجئے!"

لفٹنٹ نے حکم دیا اور بہت سے آدمی ٹہنیاں اور گھاس پھوس اکٹھا کر کے لے آئے اور ایک منٹ میں ایک ڈولی طیار ہوگئی۔ دستہ چل پڑا۔ لیفٹ نے سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا "یہ عورت سردی سے مر رہی ہے۔ اسے پہننے کو کوٹ کون پیش کر سکتا ہے؟"

اسی وقت دو صد کوٹ جمع ہو گئے۔

"اور اب ڈولی کو اٹھائیگا کون کون؟"

ہر ایک ہاتھ اٹھانے کے لئے مستعد نظر آیا۔ لڑکی گرم فوجی کوٹوں میں لپیٹ دی گئی۔ اور اسے ڈولی پر آہستگی سے لٹا دیا گیا۔ اور چار تنومند کندھے ڈولی کو اٹھا لے چلے۔ وہ مشرقی ملکہ کی طرح دستے کے درمیان لئے جا رہی تھی۔ دستہ عورت کو موجود پا کر جنون انگیز جذبات کے ماتحت جو فرانسیسی خون میں ہمیشہ موجزن نظر آتا ہے پہلے سے زیادہ جوش، حوصلے اور مسرت کے ساتھ چلنے لگا۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ پھر ٹھہر گئے اور تمام کے تمام برف پر لیٹ گئے دور فاصلے پر میدان کے درمیان ایک دہشتناک، دیو پیکر، سیاہ سایہ اژدھے کی طرح اپنی پوری لمبان کے ساتھ زمین پر پھیلا، سرعت سے چلا آتا تھا۔ یک لخت ہی وہ گولے کی طرح اکٹھا ہو کر وحشیانہ انداز سے آگے کو بڑھا۔ اور ایک تیز آواز بلند ہوئی۔ یہ عجیب و غریب چیز ایک تنگ سے نزدیک تر آ پہنچی۔ اور بارہ اہلنیز پوری رفتار کے ساتھ بھاگ گئے

... بند ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ موت کے انتظار میں ... ہمیں ... بجلی کی طرح کن چمک میں دو سو آدمی ... گئے ...... جھنڈی نشانے بلند ہو کر بنگالی خاموش فضا ... ہو گئے۔ اور وہ بارہ گھوڑوں سمیت مردہ ہو کر زمین پر گر پڑے۔

... انتظار کے بعد دستہ پھر چل پڑا۔ بوڑھا آدمی تک آگے ... کی معیت سے جا رہا تھا۔ وہاں سے ایک آواز سنائی دی: "کون جا رہا ہے؟" ... کھڑے ہو گئے۔ لفٹنٹ اور آواز کے مابین سوال و جواب کا سلسلہ ... رہا۔ برفباری اب بند ہو چکی تھی۔ یخ بستہ ہوا نے آسمان کو صاف کر دیا تھا۔ اور لاتعداد تاباں ستارے نظر آ رہے تھے۔ افق مشرق پر ارغوانی رنگ ایک دلکش منظر پیدا کر رہا تھا۔

ایک افسر اس دستے کے استقبال کے لئے پہنچ گیا۔ وہ سوال کر رہا تھا کہ ڈولی میں کون ہے کہ لڑکی جنبش کرنے لگی اور دو ننھے سفید ہاتھوں نے کونوں کو آگے سے ہٹا دیا۔ اور ایک دلفریب ننھا سا معصوم چہرہ نمودار ہوا۔ اس کی آنکھیں ستاروں سے زیادہ چمکدار معلوم ہوتی تھیں۔ اس نے کہا: "جی ہاں میں ہوں!"

سپاہی اسے خوشی خوشی شامیانے کے اندر لے گئے۔ جہاں بہت سا سامان حرب پڑا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جرنیل کا رتھ بھی وہاں پہنچ گیا...... نو بجے جرمنوں نے حملہ کیا اور دوپہر کو وہ پسپا ہو گئے۔

اس شام جبکہ لفٹنٹ لارنس کا ماندہ گھاس پر ابھی سو ہی رہا تھا کہ جرنیل نے اسے بلا بھیجا۔ اس نے جرنیل کو بوڑھے آدمی کے ساتھ باتیں کرتے دیکھا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوا جرنیل اس کا ہاتھ پکڑ کر بڈھے سے مخاطب ہوا "بابا یہی وہ آدمی ہے تم جس کے متعلق ابھی ابھی باتیں کر رہے تھے۔ یہ میرے قابل ترین افسروں میں سے ہے۔" بڈھا مسکرا دیا اور دھیمی آواز میں بار بار دہرانے لگا۔ "قابل ترین!"

"قابل ترین!!" اور لفٹنٹ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر بولا "میرے مہرباں! تم نے میری لڑکی کی جان بچائی ہے اور صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے سے میں تمہارا شکریہ ادا کر سکتا ہوں...... مجھے امید ہے کہ تم چند ماہ کے عرصہ میں میرے پاس آؤ گے اور مجھے بتاؤ گے کہ تم اس لڑکی کو پسند کرتے ہو...... "ٹھیک ایک سال بعد سینٹ لتھامس کے گرجے میں ڈونیل سے لفٹنٹ لارنس کی شادی ہو گئی۔ وہ چھ لاکھ فرانک کا جہیز اپنے ساتھ لائی۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس سال کی تمام دلہنوں سے خوبصورت ترین دلہن تھی۔"

طاہر قریشی

لیلا

لیلا اپنے خاندان کی حسین ترین دوشیزہ تھی۔ نجوم اور صفات کے علم نجوم میں اُسے کمال حاصل تھا۔ ابھی اس کی عمر مشکل سے چودہ برس کی ہوگی کہ اس کے سر سے ماں باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ گھر میں سب کچھ ہوتے ہوئے نہ معلوم کیوں وہ بازاروں میں آوارہ گرد فقیرنیوں کی طرح پھرنے لگی۔

روزانہ تمام شہر میں خاک اڑاتے پھرنا لیلا کے محبوب مشاغل میں سے تھا۔ سارے دن ننگے پاؤں، ننگے سر، بال کھلے ایک لمبی سی لکڑی ہاتھ میں لیئے شہر کا گشت لگاتی۔

جب آوارہ منش لوگوں نے ایک حسین اور نوجوان لڑکی کو اس حیثیت سے بازاروں میں پھرتے دیکھا تو اُن کے دلوں میں خبیث جذبات گردش کرنے لگے اور وہ اُس کے پیچھے پیچھے پھرنے لگے۔ لیکن اُن کو اس بات کا بہت جلد احساس ہو گیا کہ لیلا کوئی عصمت فروش فقیرنی نہیں بلکہ معصوم دیوی ہے۔ یا اس حسین لڑکی کے بھیس میں کوئی اوتار ہے۔

جب لیلا نے دیکھا کہ لوگوں کے دلوں سے وہ بدگمانی دور ہو گئی جو اُس کے چال چلن کی طرف سے پیدا ہو گئی تھی تو اُس نے اس علم نجوم کی اشاعت شروع کی جس کی اُس کے باپ نے اپنی زندگی میں اُسے تعلیم دی تھی۔ اس کو اس علم میں اتنا کمال حاصل تھا کہ وہ ہر شخص کی صرف صورت دیکھ کر حال معلوم کر سکتی تھی اور اُس کی تمام زندگی کا نقشہ اپنے ذہن میں بنا لیتی۔ اور آئندہ پیش آنے والے واقعات سے اُن کو مطلع کر دیتی اور کسی حالت میں بھی اُس کی بتائی ہوئی باتیں غلط ثابت نہ تھیں۔ اب وہ ہردلعزیز ہو گئی تھی۔ وہ ہر شخص سے مسکرا کے بات عادی تھی۔ اس پہ اکثر عجیب عجیب حالتیں طاری ہوتی رہتی اوقات خواہ مخواہ ہنسنا شروع کر دیتی اور اتنا ہنستی کہ تصور کر کے چھوڑ کر چلے جاتے۔ جب لوگ چلے جاتے تو وہ اس قدر درد کے ساتھ روتی کہ جو اُس کے پاس موجود ہوتے وہ بھی اُس کے ساتھ رونے لگتے۔ بغیر یہ جانے ہوئے کہ وہ کیوں رو رہے ہیں۔ اُس کی یہ حالت روز بروز ترقی کرتی رہی۔

عام لوگوں کے نزدیک گو وہ ایک دیوانی کی حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن پھر بھی جب وہ باہر نکلتی تو ایک مجمع اس کے ساتھ ہوتا۔ ہر شخص اپنی آئندہ زندگی کے متعلق اس سے سوال کرتا۔ اور وہ اُس کے سوال کا جواب دیتی۔ رفتہ رفتہ اس کی اس قدر شہرت ہوئی کہ دور دور سے لوگ اُس کے علم کا امتحان کرنے آنے لگے۔ بڑے بڑے رمال اور نجومی اس کے علم کی وسعت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اور جنہوں نے اُس سے بحث کی وہ منہ کی کھا کے گئے۔ ان باتوں کا اثر یہ ہوا کہ جاہل طبقہ نے اُسے اوتار مان کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ اس کی عزت کرتے۔ اور اُس کے ہر حکم کو بسر و چشم بجا لاتے۔ یہاں تک کہ کوئی جلسہ یا تقریب ایسی نہ ہوتی جہاں وہ خاص طور پر مدعو نہ کی جاتی ہو۔ لیکن کبھی کسی شخص نے اس پر غور نہیں کیا اور وہ اس قدر حسین اور باکمال ہوتے ہوئے کہ شہر کے امراء اور اکابر اُس کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھے رہتے ہیں۔ ایسی ذلیل زندگی کیوں بسر کر رہی ہے۔ وہ بالکل وحشی انسانوں کی سی زندگی بسر کر رہی تھی۔ تمام دن سڑکوں پر ماری ماری پھرتی۔ جو ملجاتا کھا لیتی۔ اسقدر آوارہ زندگی کے باوجود وہ شب ہمیشہ اپنے گھر ہی میں بسر کرتی تھی۔

اکثر اوقات لیلا شارع عام پر کھڑی ہو کر چیخ چیخ کر لوگوں کو اکٹھا کر لیتی اور پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتی "ان بتوں کی پرستش چھوڑ دو۔ خود اپنی پوجا کرو۔ تم خود بت ہو۔ ایشور ہو۔ خدا ہو۔ سب کچھ تمہیں ہو۔ تم ہی میں سب کچھ ملے گا۔ لوگ اُس کی اس حالت کو جذبۂ دیوانگی پر محمول کرتے اور خاموش ہو جاتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ لوگوں نے علی الصبح لیلا کو مندر میں

[illegible]

[illegible] ہوتی ہیں۔

[illegible] کی بڑی طرح تذلیل کرتی تھی اور اُن کو [illegible] سے شادی کرنے کی خواہش اکثر لوگوں [illegible] لیکن انہیں انکار کر دیا۔ وہ کہتی تھی کہ میں شادی [illegible] کی لیکن انسانوں کے ساتھ جو انسان کہلانے [illegible] کیا ہم انسان نہیں؟ وہ اس پر بے تحاشہ ہنستی ہوئی [illegible] ہاں تم بھی اپنا شمار انسانوں میں کرنے لگے۔ میں نے [illegible] شہر میں بھی انسان نہیں دیکھا۔ وہ یہ کہہ کر کچھ [illegible] ہو جاتی۔ خود بخود اس کی آنکھیں بند ہو جاتیں اور گردن [illegible] کسی گہرے سوچ میں پڑ جاتی۔ وہ اس بحرِ فکر سے [illegible] ہو جاتی اور بلند آواز میں کہنا شروع کرتی: میں شادی [illegible] ہوں ایسے شخص سے جو کامل باوجود بادشاہ ہونے کے [illegible] وشجاع ہو لیکن رحیم۔ وہ سروں کی آگ میں کود [illegible] دوسروں کی خاطر اپنی ہستی مٹا دینے والا۔ مجھے! ایسے [illegible] نفس کی خاطر نہیں میری خاطر مجھ سے شادی کرے [illegible] لیے فنا کر دے۔ اپنے آپ کو انسان کہنے والے [illegible] سامنے۔ نفس کے کتنے غلام اپنے [illegible]

[illegible] میں بھی کمال حاصل تھا۔ جب کبھی وہ [illegible] کسی پُر فضا مقام پر بیٹھ کر بانسری بجاتی [illegible] ہو جاتے۔ ندی کا پانی [illegible] ہو جاتے [illegible]

[illegible] ندی کا پانی اُچھلنے لگتا۔ پہاں تک کہ [illegible] بھی اُس کے ساتھ جھوم جھوم [illegible] گئے۔

ایک رات جبکہ ماہتاب تختِ فلکی پر جلوہ فرما تھا اور دامنِ فلک پر حکومت کر رہا تھا۔ بلقیس کی دل گرفتہ کلی بیٹا اپنی بھرپور جوانی کی مست رعنائیاں برساتی، شراب بیخودی کے لبریز دو جاموں سے مستی و کیف چھڑکتی اپنے گھر سے نکلی اور اپنی بانسری بجاتی شہر سے باہر دور جنگل میں اس ندی کے کنارے پہنچی جہاں وہ اکثر دن میں جایا کرتی تھی۔ وہ اپنی نیلم جیسی ٹانگیں پانی میں ڈال کر بیٹھ گئی اور اپنے گداز پاؤں کی ہلکی سی ایک جنبش سے سکوں زا موجوں کو مرتعش کر دیا۔ موجیں جاگ اٹھیں جبیں سائی کی اور آگے بڑھ گئیں اس کے قدم اور دراز بال بار بار ہولے اٹھتے اور عارض گلگوں کا طواف کرکے رہ جاتے اس کی متوالی آنکھیں مہتاب کی یاسمینی شعاعوں سے جو کیف و رنگینی سے مست تھیں مقابلہ کر رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُن کو جذب کر لینا چاہتی ہیں۔

اُس کے بھرے بھرے گداز مرمریں بازو، سیاہ آستینوں سے باہر نکلے، اُس کے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھے اور وہ اس طرح دعا مانگنے لگی "میرے آقا! کاش میں اُس ہستی کو ایک مرتبہ، صرف ایک نظر دیکھ سکتی جس نے عالمِ خواب میں میرے لاہوتی لبوں پر پہلی مرتبہ مہرِ محبت ثبت کی تھی۔ میں اُسی دن سے فقیری لباس میں اس کی تلاش کرتی رہی ہوں لیکن آہ! آج تک میں اس کو دوبارہ نہ دیکھ سکی۔ میرے آقا کیا میری عمر یوں ہی جستجو میں گزر جائے گی۔ کیا اب میں صبر کر کے بیٹھ رہوں گی۔ میں اب بھی اس کو نہ دیکھ سکوں گی؟ کیا تو میری دعا قبول نہیں کرے گا؟ نہیں میں خاموش نہیں بیٹھوں گی۔ میں اس وقت تک [illegible] کروں گی جب تک کہ موت کا دیوتا آکر میری روح قبض نہ کر لے [illegible] میں صرف اُس کو دیکھنا چاہتی ہوں میں قسم کھاتی ہوں [illegible]

[illegible] وہ خود مجھ کو نہ چھوڑ دے۔"

[illegible] سے لیلا کو اب نفرت سی ہو گئی تھی۔ اب وہ اکثر جنگلوں میں پھرتی نظر آتی تھی۔ رفتہ رفتہ اُس نے سنسان جنگل میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں ایک غار آباد کر لیا۔ یہیں اُس کا بیشتر وقت گذرتا تھا۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا تالاب کنول سے پُر جھلکتا تھا۔ لیلا اکثر اُس کے کنارے بیٹھ کر بانسری بجاتی تو جنگل کے پکھیرو درختوں پر خاموش ہو جاتے اور وحشی جانور بھی اُس کے قریب آ بیٹھتے جب تک بانسری کی آواز جنگل کے سناٹے میں گونجتی رہتی وحش و طیور پر ایک وجدانی کیفیت طاری رہتی۔ اِدھر نغمہ خاموش ہوا اور اُدھر وہ سب کے سب ایک ایک کرکے غائب۔

لیلا کی پیش بینیوں و پیشین گوئیوں کی صداقت نے اسقدر شہرت حاصل کی تھی کہ لوگ اُس کی تلاش میں دُور دُور سے آنے لگے تھے شہر میں تو ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہی رہتے تھے اب جنگل میں بھی منگل ہو رہا تھا۔ بعض لوگوں نے اُس سے شہر واپس چلنے پر اصرار کیا۔ تو لیلا نے کہا "جنھوں نے مجھے خواب میں درشن دئے تھے وہ یہیں ملیں گے ہا۔"

چند ماہ گذر گئے اور اس جنگل ہی میں معتقدین کا میلا سا لگا رہتا۔ ایک دن علی الصبح لیلا نے اپنی بانسری لی اور تالاب کے کنارے بیٹھ کر بجانے لگی نغمہ اسقدر موثر تھا کہ سننے والے جھومنے لگے۔ یکایک وہ اُٹھی اور یہ کہتی ہوئی "وہ دیکھو میرے ہردے کی آس میرے من کی شکتی!" تالاب کے پانی میں چھلانگ مار کر کود پڑی۔ ایک دھما کا سُنائی دیا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جس جگہ لیلا کودی تھی۔ ایک رنگین بھنور سا پڑا جس پر ایک ایسی روشنی چمک رہی تھی جو آج تک دنیا میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ چند لمحہ بعد پانی کی سطح ہموار ہو گئی اور روشنی بھی غائب ہو گئی جب حیرانی کا طلسم ٹوٹا تو چند لوگ پانی میں کودے اور لیلا کو بہت تلاش کیا مگر اُس کے وجود کا کوئی پتہ نہ چلا۔

جنگل کی فضا میں اب بھی بانسری کے سُریلے نغمے سُنائی دیتے ہیں۔ مگر بجانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

سید والایت حسین (سونائی دہلوی)

ناکام محبت

یہی زندگی ... وہ میرا افسانۂ حیات۔ ایسی حسرت آگیں اور [illegible] ہے جیسے [illegible] عارف نے اپنی آنکھوں سے [illegible] کرتے ہوئے کہا

میں نے اُس کی طرف غور سے دیکھا۔ اس وقت اُس کی آنکھیں پُرنم ہو رہی تھیں۔ وہ کسی اہم راز کے انکشاف پر آمادہ نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ محبت کا ستایا ہوا ہے اور اُس کا دل کسی دوشیزہ کی زلف مسلسل کا اسیر ہے جس کی یاد اُسے اس وقت بے چین کر رہی تھی۔

"ہاں! اکثر حوادث انسانی زندگی کو تلخ بنا دیا کرتے ہیں" میں نے کہا

"حقیقت تو یہی ہے" اُس نے اپنے سر کو ایک خاص انداز میں جنبش دیتے ہوئے کہا "لیکن میرا افسانۂ غم کچھ اس طرح ہوش رُبا بن گیا ہے کہ میں خود ہی اُس سے خوب واقف ہوں۔ یا پھر وہ لوگ اس سے متاثر ہو سکتے ہیں جن کے دلوں میں احساس محبت ہو" —— اُس نے میری طرف ایسی نگاہوں سے دیکھا کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"محبت" عارف نے اپنی گفتگو کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے کہا "پیارے دوست! محبت انسان کی زندگی میں ایک لازمی چیز ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہی کوئی انسان اس لطیف جذبہ سے ناآشنا ہو۔ [illegible] لطیف جذبہ جو انسانی قلوب [illegible] قدرت کا بہترین عطیہ ہے۔ بغیر محبت کے انسانوں کی زندگی بالکل بے کیف رہتی ہے جس انسان میں محبت نہیں وہ انسان نہیں۔ بلکہ اُس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت [illegible] ..... میں بھی اُسی محبت کا ستایا ہوا انسان ہوں۔ نہیں!

[illegible] محبت!

"ہاں! محبت ایسی ہی چیز ہے" میں نے کہا۔

"نہیں! [illegible]" اُس نے الفاظ پر زور دے کر کہا۔ "[illegible] مجھے [illegible] اس حد تک پہنچا دیا کہ میں اب اپنے آپ کو دنیا کا بدترین انسان تصور کرتا ہوں۔ اور دنیا مجھے نفرت آگیں نظروں سے دیکھتی ہے۔ بے وفا کہتی ہے۔ آہ ..... پیارے دوست میں نے محبت کی قدر نہ کی اور نسیمہ میرے سازِ حیات کو مضطرب محبت چھیڑ کر اسی محبت کی بنا پر اس جہانِ فانی سے عالم قدس کو روانہ ہو گئی —— یہ ہے میری زندگی کی ابتدا و انتہا —— اگر تم میری داستانِ رنج و الم سننے کے شائق ہو اور تمہارے دل میں ضبط کی طاقت ہے تو سنو۔"

میں ہمہ تن متوجہ ہوا تو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سخت مضطرب تھا اور قصہ دہرانا

اُس نے ایک آہ بھر کر کہنا شروع کیا "نسیمہ میری پھوپی کی لڑکی تھی۔ وہ بچپن ہی سے اس قدر دلفریب تھی کہ ہر شخص اُسے پیار کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ خصوصاً میری نظروں میں وہ اس قدر جاذب توجہ تھی کہ مجھے کھیل میں اُس کے بغیر کبھی لطف ہی نہ آتا تھا۔ جب تک وہ کھیل میں موجود نہ ہوتی میری نگاہیں اُس کو ڈھونڈتی پھرتی تھیں۔ اس کے خوشنما معصوم چہرے میں بلا کی دل آویزیاں پنہاں تھیں۔ عرصہ تک نسیمہ اور میں اپنے مستقبل سے بے خبر اُسی پُر فضا دور میں زندگی بسر کرتے رہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ میری بیوی بنا کرتی اور میں اس کا شوہر —— وہ ناز کرتی اور میں نازبرداری —— وہ روٹھ جاتی اور میں منانے کی کوشش کرتا تھا۔

نسیمہ اور میں بچپن کے خوشگوار دور میں دونوں ساتھ کھیلتے تھے

آہ ..... یہ ہماری طفلانہ حرکت شاید ہمارے مستقبل کا پیش خیمہ تھی۔ جو میرے لئے اب سوہانِ روح ہے۔ مجھے اُس سے ایک اُنس تھا۔ اور آخر یہ اُنس بڑھتے بڑھتے محبت کے درجہ تک جا پہنچا۔ اُس وقت ہماری محبت کا معیار صرف اس قدر بلند تھا کہ وہ [illegible] سے خوش [illegible] میری موجودگی سے بحال رہتی۔ اور محض [illegible] خوشگوار زندگی بسر کرتے رہے۔

(۲)

نسیمہ کے والد یا میرے پھوپا جمال صاحب، محکمہ پولیس میں ایک ممتاز عہدہ پر سرفراز تھے۔ عرصہ تک وہ دہلی میں قیام پذیر رہے یکایک میری بدقسمتی یا جو کچھ بھی سمجھئے پھوپا جمال دہلی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے کیونکہ اُن کا تبادلہ لاہور کو ہو گیا تھا ـــ اور یہ تبادلہ میرے لئے سخت گراں گذرا کیونکہ میرے ساتھ ہر وقت کھیلنے والی اور میرے دل کو فرحت بخشنے والی نسیمہ اب یہاں نہیں رہ سکتی، چنانچہ ایک ہی ہفتہ بعد پھوپا جمال پھوپی صاحبہ اور مجھ سے محبت کرنے والی نسیمہ کو ساتھ لے کر لاہور روانہ ہو گئے۔

عرصہ تک نسیمہ کا خیال میرے دل میں جاگزیں رہا۔ اکثر اُس کی یاد ستاتی رہی ـــ لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ خیال کم ہو کر ایک حد تک میرے دل سے محو ہو گیا۔ اُدھر میں اس بچپن کے نوابی دور سے نکل کر مدرسہ کی فضا سے دوچار ہوا جہاں مجھے ایسے خیالات کا بہت کم موقع ملا اور میں تعلیم میں منہمک ہو گیا کبھی کبھی پھوپا جمال کے خطوط والد صاحب کے پاس آتے تھے۔ جن سے پھوپی صاحبہ کی خیریت اور نسیمہ کے مزاج کی کیفیت معلوم ہو جایا کرتی تھی لیکن اُس کی صورت کچھ ایسی نظروں سے علیحدہ ہوئی کہ بارہ سال تک دیکھنے کو نہ ملی۔ اُدھر میں اپنی تعلیم میں اس قدر محنت اور شوق سے مشغول ہوا کہ لاہور جا کر نسیمہ کو دیکھ آنے کا خیال بھی دل میں نہ آیا۔ مجھے تعلیم سے بہت شوق تھا اور محض اس شوق کی بنا پر والدین کی بہت سی امیدیں میری آئندہ زندگی سے وابستہ تھیں اُن کا خیال تھا کہ مجھے زیادہ سے زیادہ تعلیم دلا دیں۔ اور یہاں کی تعلیم ختم ہو جانے پر مجھے علیگڑھ کالج میں تکمیل علم کے لئے داخل کرا دیں چنانچہ وہی ہوا کہ میں نے نہایت کامیابی کے ساتھ اس سکولی تعلیم کو ختم کیا اور اب میں علیگڑھ کالج میں تکمیل علم کرنے کے لئے داخل کیا گیا درمیان میں والد صاحب کے اکثر خطوط پھوپا کے پاس جاتے تھے۔ پھوپا صاحب اکثر میرے دیکھنے کے لئے مجھے لاہور طلب کرتے والد صاحب ان کو انہماکِ تعلیم کی طرف توجہ دلا کر میرا لاہور جانا ملتوی کر دیتے تھے۔

اکثر والدہ نے مجھے لکھا تھا کہ اگر ممکن ہو تو چھٹیوں میں [illegible] لاہور چلا جاؤں کیونکہ پھوپی میرے دیکھنے کی بہت مشتاق تھیں [illegible] تعلیمی مشاغل نے عرصہ تک اتنی مہلت نہ دی کہ میں دو روز کے لئے بھی جا کر پھوپی صاحبہ سے مل آؤں ـــ میں سخت منتظر تھا کب [illegible] مستقبل کا وقت ملے اور میں لاہور پہنچوں۔

(۳)

کالج کی چھٹیاں ہوئیں اور میں بالکل اسی طرح جیسے ایک قیدی زنداں خانہ سے چھوٹ کر اپنے گھر جاتا ہے سیدھا لاہور پہنچا۔ پھوپی نے واقعی بڑی محبت اور خندہ پیشانی سے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ مدت کے بعد دیکھا تھا جتنی شفقتیں کرتیں کم تھیں۔ دیر تک میرے پاس بیٹھی ہوئی میرے سر پر ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعائیں دیتی رہیں۔

نسیمہ! فردوس نظر نسیمہ! جس کی زندگی اب عنفوانِ شباب کی تو بہ شکن رعنائیوں سے مملو تھی۔ اور جو اب جوانی سے ہم آغوش ہو چکی تھی، میری نظر میں پیکر جمال ثابت ہوئی۔ اُس کا حسن اب ہمدوش شباب ہو کر ملائک فریب بن گیا تھا۔ اُس کی بچپن کی دلکش ادائیں اب بہت زیادہ دلفریب اور جاذب نظر ہو چکی تھیں۔ میں نے اُسے دیکھا ـــ دیکھا اور ایک نئی قسم کی آرزو میرے دل میں مرتسم ہوتی چلی گئی ـــ بچپن کی اُس پاک اور پرخلوص محبت کے احساسات جو ایک خواب کی طرح موہوم ہو چکے تھے، یک بیک بیدار ہو گئے۔ وہ ماضی کے پُرلطف واقعات مستقبل کی فضا میں ناچتے ہوئے میرے سامنے آ گئے

جس طرح ایک بہن اپنے بھائی سے محبت کر سکتی ہے بالکل اسی طرح نسیمہ نے میری خاطر و مدارت کی۔ وہ دیر تک میرے پاس بیٹھی رہتی اور میں اُس کے حسن عالمتاب کی زیارت کرتا رہتا ـــ پھوپی نے کبھی اس نشست و برخاست کو بُری نظر سے نہیں دیکھا ـــ نسیمہ گو اپنے وقت کا بیشتر حصہ میرے ہی پاس گذارتی تھی اور میں اُسے دیکھ دیکھ کر خط زندگی اٹھاتا رہتا مگر زبان ـــ ـــ زبان اظہار محبت کا یارا نہ دیتی تھی۔ یہ میں [illegible]

[illegible] ان کی محبت [illegible]
[illegible]
[illegible] نہیں کہہ [illegible] تمہاری تھی۔
[illegible] نسیمہ سے اظہارِ محبت کروں، لیکن میں اس خیال سے
[illegible] خود میری
[illegible] عقل اس خیال سے روک دیتی تھی۔ آخر
[illegible] میں نے تہیہ کر لیا کہ اب ضرور اظہار کروں
[illegible] میں نسیمہ کے مکان سے ملحقہ باغیچہ میں ایک
[illegible] خیال میں گم تھا کہ کسی نے پیچھے سے آ کر
[illegible] آنکھیں بند کر لیں۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ سوائے نسیمہ کے اور
[illegible] ہے۔

"نسیمہ" میں نے کہا۔ اور وہ کھلکھلاتی ہوئی میرے سامنے [illegible] بیٹھ گئی۔ دیر تک ہم دونوں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اظہار [illegible] کے لئے یہ اچھا موقعہ تھا۔ میں نے خیال کیا۔

"نسیمہ! بچپن کی باتیں یاد ہیں" میں نے سلسلۂ جنبانی کی...

[illegible] زور سے دھڑک رہا تھا۔

اُس کی آنکھیں یکایک مسرت سے چمک اٹھیں۔ اس نے میری [illegible] پرفسوں نگاہوں سے دیکھا کہ میں بے چین ہو گیا۔

"ہاں لیکن اب وہ زمانہ تو خواب و خیال ہو گیا" اُس نے عجیب [illegible] میں جواب دیا۔

"لیکن میں [illegible] سے ویسی ہی محبت کرتا ہوں" میں نے جسارت [illegible]

[illegible] اپنی نظریں زمین پر جما دیں۔ نسوانی [illegible] دیتی تھی۔

"نسیمہ" میں نے کہا "تمہارے بغیر میری زندگی بیکار ہے۔ کیا [illegible] محبت کرتا ہوں اور [illegible] اگر تم نے میری محبت [illegible] میری زندگی دشوار ہے"

اُس نے اپنی نظریں [illegible] میں نے دیکھا کہ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔

"محبت" اُس نے کہا "اور کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے! ہے! اور ضرور ہے۔ میں نے جب تم کو پہلی نظر دیکھا تھا اُسی وقت سے میں صرف تمہاری آرزو اپنے دل میں لئے ہوئے ہوں۔ لیکن ...... لیکن" وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔ اُس نے معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا "لیکن ——— مرد عموماً بے وفا ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کہیں ہماری یہ محبت میری آئندہ زندگی کے لئے تباہ کن نہ ثابت ہو" اُس نے فقرہ کو پورا کیا۔

"نسیمہ! تمہاری محبت کا نقش میرے دل پر کالحجر ہو چکا ہے" میں نے کہا "اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری محبت قیامت تک اسی طرح میرے دل میں جاگزیں رہے گی۔ میں اگر اس دنیا میں رہوں گا تو تمہارا ہو کر"

"یہ تمہارا قول ہے" نسیمہ نے کہا

"ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے قول پر پابند رہوں گا"

دیر بہت ہو چکی تھی چنانچہ ہم دونوں باغیچہ سے اٹھ کر چلے آئے —— ایک ہفتہ بعد میں علیگڑھ پہنچ چکا تھا۔

(۴)

اب میری دنیا بالکل بدل چکی تھی۔ ہر وقت میں تھا اور نسیمہ کی یاد جو میرے دل سے کسی وقت نہ بھولتی تھی۔ تعلیمی مشغلے سے اب مجھے بالکل دلچسپی نہ رہی تھی۔ میری احساسات کو نسیمہ کی پیاری صورت نے اپنے میں جذب کر لیا تھا۔

دن ہفتوں اور ہفتے مہینوں میں تبدیل ہوتے چلے گئے ساتھ ہی ساتھ نسیمہ کی محبت بھی استواری کے ساتھ میرے دل میں [illegible] ہوتی گئی۔ شعبۂ زندگی کے ہر پہلو پر میں نے غور کر کے دیکھا۔ نسیمہ نے [illegible] بہترین بیوی ثابت ہونے کے قابل تھی جیسے [illegible] ایک ہیرو کی سوانح

پسندیدگی کی نظروں سے منتخب کیا تھا۔ میں نے اس راز محبت کو والد صاحب تک پہنچانے کی جان توڑ کوشش کی لیکن آہ میں اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ لاہور سے واپس آنے کے دو ماہ بعد مجھے والد صاحب کا ایک خط ملا جس میں میری مسرت و ارمان اور نسیمہ نے ساتھ وعدہ وعید پر یکسر پانی پھیر دیا گیا تھا۔ لکھا تھا کہ

"تمہاری شادی کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔ اور تم فوراً گھر پہنچو"

تڑپتی ہوئی ایک بجلی الفاظ کی صورت میں میرے دل پر گر پڑی۔ یہ خط نہ تھا بلکہ والد صاحب کا نادری فرمان تھا جس کا انحراف مجھے ذلت کے اسفل ترین گڑھے میں پھینک دینے کے لئے کافی تھا۔ والد صاحب کے حکم سے انکار کر دینا میری امکانی قوتوں سے بالا تھا۔ اور نسیمہ کی محبت والد کے تعمیل حکم سے روک رہی تھی

جس لڑکی سے میری شادی ہو رہی تھی میں جانتا تھا کہ تعلیم یافتہ سلیقہ مند اور بڑے گھرانے کی لڑکی ہے اور ساتھ ہی مجھے اس کا بھی اعتراف تھا کہ وہ حسین و جمیل تھی لیکن میرے دل میں اس کے لئے ذرہ بھر بھی محبت نہ تھی ــــ کیوں محض اس لئے کہ میرا دل اب "میرا دل" نہ تھا بلکہ وہ نسیمہ کا ہو چکا تھا۔ اور میری دنیائے دل پر صرف نسیمہ ہی حکمران ہو سکتی تھی۔ اس خیال کے ساتھ ہی نسیمہ کی شبیہ عالم تخیل میں میری آنکھوں کے سامنے آگئی، گویا وہ کہہ رہی ہے "لیکن . . . . عموماً مرد بے وفا ہوتے ہیں میرا خیال ہے کہ کہیں یہ ہماری محبت میری آئندہ زندگی کے لئے تباہ کن نہ ثابت ہو" میں سخت بے چینی سی محسوس کر رہا تھا۔ اور والد کا حکم میرے لئے سوہان روح ہو رہا تھا۔ آہ . . . یہ عشق اور فرض کی جنگ تھی جو میرے دل کی گہرائیوں میں تیزی سے ہو رہی تھی۔ دو متضاد کیفیتوں کے زیر اثر میں دیر تک خاموش بیٹھا رہا خیالات کی الجھنیں اس قدر دشوار ہو گئی تھیں کہ میں کسی اختتامی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔ کبھی عشق نسیمہ کی بھولی بھالی شکل کو میرے سامنے لا کھڑا کرتا تھا۔ اور کبھی فرض والد صاحب کے اٹل فرمان کو۔ بہرحال والد کے احکام کی تعمیل میرا اولین فرض تھا۔ چار و ناچار کالج سے رخصت لے کر سیدھا گھر پہنچا یہاں ہر طرف مسرت رقص کرتی پھر رہی تھی لیکن میرا دل بجھا ہوا تھا۔ شادی کی ہنگامہ آرائیوں سے مجھے سخت کوفت ہو رہی تھی

میں سمجھ رہا تھا کہ یہ میری شادی نہیں بلکہ خانہ بربادی [illegible] میرے قلب کی بے چینیوں کا حال کیا معلوم کہ وہ جس دل [illegible] کی محبت پیدا کرانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ میرا دل نہیں [illegible] بلا شرکت غیری قابض ہے۔ وہ میرے لئے سامان [illegible] اور میں اسے بربادی زیست کا مترادف سمجھ رہا تھا۔

اعزا و اقارب کو شادی میں شرکت کے لئے [illegible] سب اس جشن شادی میں شریک تھے لیکن اگر شادی [illegible] میری آنکھیں نسے ڈھونڈتی ہوئی پھر رہی تھیں [illegible] اور میں اس سے اس "گناہ محبت" کی معافی مانگ لیتا [illegible] نہ وہ آئی۔

تیسرے روز مجھے ایک لفافہ ملا ـــ آہ ـــ جس نے میرے [illegible] باطن میں ایک ہیجان بپا کر دیا یہ نسیمہ کا خط تھا ـــ خط نکال کر میں نے [illegible] لکھا تھا۔

عارف! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کن الفاظ سے یاد [illegible] میں سخت متعجب ہوں کہ تم نے ابتک مجھے "فریب" میں کیوں مبتلا رکھا۔ اگر در اصل تمہیں مجھ سے محبت نہ تھی تو پھر ان وعدوں کی [illegible] ہی کیا تھی۔

میرا وہ خیال کہ "مرد جھوٹے بے وفا ہوتے ہیں اور میرا خیال ہے [illegible] ہماری یہ محبت میری آئندہ زندگی کے لئے تباہ کن نہ ثابت ہو" [illegible] تھا۔ تم نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ میں تم کو سچے دل سے معاف کرتی ہوں [illegible] اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں یہ سب میری قسمت کی خوبی ہے [illegible] دلہن سے گوشۂ خلوت میں ہم آغوش رہو۔ اور میں ـــ [illegible] سے ہمکنار ہونے جا رہی ہو۔ جب تمہیں میرا یہ [illegible] سو رہی ہونگی۔ بہرحال اگر تم آؤ تو [illegible] ایک نئی تربت پر لکھا ہوا ہوگا: "ناکام محبت [illegible]"

"پیارے دوست [illegible]

اس وقت [illegible] بیہوش ہو گیا تھا

[illegible]

عقائد الاسلام

مصنفہ علامہ محمد عبدالحق صاحب محدث دہلوی جس میں مسلمانوں کے عقائد اسلام و سنت رسول اللہ اور ائمہ و فقہ کی معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں اور زمانہ حال کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھ کر نفوس کے شبہات کا محققانہ جواب دیا ہے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ

فالنامہ ناصری

ہر کام شروع کرنے سے پہلے ان سے طریقہ سے استخارہ کر لیا کریں تاکہ اس کا انجام اگر نیک نہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے۔ اس میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب استخارہ فرائضیہ کا ترجمہ ہے اور اس کے علاوہ قرأۃ الانبیا فالنامہ پیغمبران، فالنامہ اولیائے کرام، فالنامہ غوث الاعظم، فالنامہ دیوان حافظ، فالنامہ مثنوی شریف شامل کر دیا ہے یہ فالنامہ بہت ہی مقبول ہے قیمت صرف آٹھ آنہ ۸ر محصول ڈاک ۳ر

تذکرۃ الاولیا اردو

حضرت شیخ عطار کی بہترین فارسی تصنیف کا ترجمہ تمام اولیائے کرام کی زندگی کے حالات صفحات تقریباً ۵۰۰ قیمت صرف دو روپے (عہ) محصول ڈاک گیارہ آنہ (۱۱ر)

تاریخ الامت کامل

لکھائی چھپائی بہترین مصنفہ مولانا اسلم جیراجپوری ایڈیٹر "جامعہ" (۱) سیرت رسول عہ (۲) خلافت راشدہ عہ (۳) خلافت بنی امیہ عہ (۴) خلافت عباسیہ عہ (۵) خلافت عباسیہ بغدادیہ عہ (۶) خلافت عباسیہ مصری عہ (۷) خلافت عثمانیہ عہ کل سیٹ بارہ روپیہ۔ محصول ڈاک ۱۲ر

آجکل کے مسلمان اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہیں

چونکہ اول تو مسلمانوں کو علوم عربیہ حاصل کرنے کا بہت کم موقعہ ملتا ہے جس سے مذہبی مسائل اور نکات سے واقف ہو سکیں دوم اب تک اردو میں ایسا مذہبی لٹریچر موجود نہ تھا جو اس کمی کو کما حقہ پورا کر سکے اس غرض سے ذیل کی کتابیں تالیف کی گئی ہیں تاکہ مسلمان اپنے مذہب کے نکات اور ارکان اسلام کے تمام مسائل سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر سکیں۔

تفسیر حقانی اردو کامل آٹھ جلد

مصنفہ فاضل اجل علامہ مولانا مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی محدث دہلوی۔ یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں پوری ہوئی ہے جس میں مذاہب کے حالات اور عالم آخرت کے اسرار اور قرآن شریف کی مصطلحات کے متعلق محققانہ بحث کی گئی ہے یہ تفسیر مع اصل متن مستند و معرکۃ الآرا مشہور تفسیر ہے جو پچاس سال سے اسلامی دنیا میں مقبول خلائق ہے۔ اس تفسیر کی مختصر خوبیاں یہ ہیں کہ مخالفین اسلام کے جملہ اعتراضوں کا محققانہ مدلل پیرایہ میں جواب دیا گیا ہے۔ اس تفسیر سے معمولی اردو داں سے لیکر منتہی عالم تک مستفید ہوتے اور بچے بوڑھے جوان مرد و عورت سب لوگ پڑھ سکتے ہیں۔ طلبا اور علما کے لئے اس تفسیر میں علمی مباحث کے وہ دریا بہائے گئے ہیں جن کی شناوری بڑے مباحثہ و مناظر کے لئے ضروری ہے علم تصوف اور مسائل روحانیت کو ایسا کشف فرمایا ہے کہ ذوق سلیم رکھنے والا اصولی منش الانسان بیتاب ہو جاتا ہے اصل کلام حق متن جلی قلم اعراب صحیح تفسیر اردو عام فہم نہایت سلیس بامحاورہ روایات صحیح ربط آیات ترتیب شان نزول مع قصص و واقعات جملہ مسائل وغیرہ سب باتیں اس تفسیر میں درج ہیں اگر آپ واقعی عالم اور اعلیٰ محقق، مناظر و صوفی بننا چاہتے ہیں تو تفسیر حقانی ملاحظہ فرمائیے جس کی مجموعی قیمت چھبیس روپیہ علاوہ محصول ہے اور ہر جلد کی علیحدہ علیحدہ قیمت یہ ہے۔ پہلی جلد دو روپیہ باقی دوسرے آٹھ جلد تک فی جلد چار روپے علاوہ محصول ڈاک کے اگر ڈاک کے ذریعہ منگاتے ہیں تو علاوہ محصول ڈاک خرچ ہوتا ہے اس لئے ریل کے ذریعہ منگائیے۔ پانچ روپے پیشگی آنے پر روانہ کیجائے گی۔

معلومات نماز

مع تشریحات

کے ساتھ بالکل نئے انداز میں نماز کو بہترین عبادت ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اگر صحیح معنوں میں نماز پڑھی جائے تو وہ انسان کو بہترین انسان بنا دیتی ہے عنوان چند یہ ہیں۔ مذہب اسلام، عبادت و حکمت احکام، عبادت کے منافع، ثمرات عبادات، ثمرات دنیا، ثمرات آخرت، تارک نماز، فضیلت نماز، نماز کے دینی فائدے امتیازی عبادت، مقصد نماز، نفلی عبادت، نماز کے وقتوں کا قرآن سے ثبوت۔ بے نمازیوں کی کہانیاں نماز قرآن میں اس کے بعد تمام نمازوں کا بیان ۱۶۰ صفحات قیمت صرف ۸ر علاوہ محصول

تجلیات ربانی و جمال حقانی

در طریق اوراد اور وظائف و طریق فاتحہ و ایصال ثواب از شیخ عبدالحق قیمت ۵ر محصول ڈاک ۳ر

نوید جاوید

زبان اردو اس کتاب میں شروع سے لیکر آجتک اور آج سے قیامت تک قرآن شریف پر باطل پرستوں نے جو اعتراضات کئے ہیں یا کریں گے ان سب کا اس میں جواب ہے اور تمام مذاہب کی دلائل سے تردید ہے آج سے ۲۵ برس قبل کی تصنیف نایاب تھی اب نہایت صحت کے ساتھ طبع ہوئی ہے ضخامت ۸۰۰ صفحات قیمت تین روپے آٹھ آنہ (سیر) محصول ۱۱ر

الحقوق والفرائض

از مولوی نذیر احمد دہلوی۔ مذہب اسلام کے سارے مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ہر مسلمان کے گھر میں جو مذہب سے واقفیت رکھنا چاہتا ہو تو اس کتاب کا ہونا لازمات میں سے ہے صفحات ۷۲۰ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ (ہر) محصول ڈاک ۱۲ر

اجتہاد

اسلام کی حقانیت کا دلائل و براہین قاطعہ سے اثبات جو مسلمان اپنے عقیدے میں پکا ہونا چاہیے وہ اس کتاب کو ضرور دیکھے از مولوی نذیر احمد ضخامت ۲۹۶ صفحات قیمت ایک روپیہ چار آنہ محصول ۴ر

عملیات

اس کتاب میں پانچسو سے زیادہ ایسے مستند اعمال، اشغال و عملیات ہیں جو اولیاء اور بزرگان دین کے زیر عمل رہے ہیں اس میں فن کی حیثیت سے عمل پڑھنا نقش لکھنا اور تمام اعمال کے متعلق ضروری

ملنے کا پتہ: کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی ۔۶

دس روپیہ سے زائد کی فرمائش کے لئے کچھ روپیہ پیشگی ارسال کیجئے

دلچسپ ادبی کتابیں

خیال
یہ کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے نیا ... پہلی کتاب ہے جس میں مسلم الثبوت ... اساتذہ کی وہ اصلاحیں ... گئی ہیں جو انہوں نے اپنے ہونہار ... شاگردوں کے دیوں کو صحیح بدولت وہ ... شاعری کی دنیا میں آفتاب و مہتاب ... بنے قیمت صرف ایک روپیہ محصول ۳/

شمیم
اردو جلد مکمل، زمانۂ حال کی اردو فسانہ نگاری میں ... معرکۃ الآرا تصنیف فن ناول ... میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنیوالا ... مصلح اخلاق، سبق آموز، عبرت خیز، بے انتہا دلچسپ ناول جس میں جذبات فطری کی عکاسی، معاشرت حاضرہ کی مصوری، نفسیات و حیات انسانی کی نقاشی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے زبان کی حلاوت، انداز بیان کی لطافت، پلاٹ ... مصوری کیرکٹر کی آراستگی، تحریک ... آمیز سنجیدگی اور خیالات کی ... ندرت کے لحاظ سے یہ ناول اپنی نظیر آپ ہے، انگریزی، اردو، ہندی کے اخبارات اور رسائل نے بہت شاندار ریویو لکھے ہیں ضخامت تقریباً ... صفحات یہ ناول سہ رنگی تصاویر سے مزین ہے، قیمت مجلد صرف چار روپے ... محصول گیارہ آنہ ۱۱/

مکمل شرح دیوان غالب
ہندوستان میں اس سے بہتر شرح آجتک شائع نہیں ہوئی از عبدالباری آسی قیمت تین روپے محصول ۸/

مکمل شرح کلام غالب
غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی بہترین شرح از عبدالباری آسی قیمت تین روپے محصول آٹھ آنہ

شرح رباعیات عمر خیام منظوم
قیمت دو روپے چار آنے محصول چھ آنے ۶/

شرح رباعیات عمر خیام منثور
قیمت دو روپے محصول سات آنے

شرح رباعیات سرمد شہید
قیمت ایک روپیہ ۸ محصول ۳/

قصائد عزیز
از مولانا مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی بہترین لکھائی چھپائی بہترین مجلد قیمت تین روپے آٹھ آنہ محصول ...

تلاش حق
مہاتما گاندھی کی آپ بیتی، گاندھی جی نے اس میں اپنے اخلاقی، مذہبی اور سیاسی تجربات اپنے آپ تحریر فرمائے ہیں

سیرت محمد علی
رئیس الاحرار شہید ملت مولانا محمد علی مرحوم کے مفصل حالات جس میں مولانا کے فوٹو بھی شامل ہیں از رئیس جعفری ندوی ضخامت ۵۵۰ صفحات قیمت صرف تین روپے محصول ۱۲/

موتی
دنیا بھر کے حکما، علما، اور ادبا کے گرانقدر زرین اقوال کا مجموعہ بصیرت افروز ملفوظات کا خزانہ، حکمت و فلسفہ، پند و موعظت، شعریت و رومان، ادب و انشاء، ادبیات نثر میں اپنی قسم کی پہلی تصنیف، علامہ راشد الخیری اور خواجہ حسن نظامی کے تبصرے نے اور چار چاند لگا دیئے ہیں

مترجمہ ڈاکٹر عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی برلن قیمت ہر دو حصہ دو روپے ۸ محصول ڈاک آٹھ آنہ ۸/

کاغذ، کتابت، طباعت بہترین ضخامت تقریباً ۵۰۰ قیمت صرف ۱۲ محصول ۵/

شہاب کی سرگذشت
دنیائے ادب کا پہلا افسانہ جس کی نفسیاتی سیرت نگاری، رنگینی خیال اور بلندی انشا کے لحاظ سے لطیف حقیقت کہتی ہے جو دوامی زندگی کی حقیقت پر ... جمالیات کے نازک مسائل پر ایک مجید العقول کارنامہ ہے، از مولانا نیاز فتحپوری قیمت ایک روپیہ ۸ محصول ۵/

فغان آرزو
حضرت آرزو لکھنوی کا پہلا دیوان لکھائی چھپائی کاغذ بہترین ضخامت تقریباً ... قیمت ۸ محصول ۵/

دلگداز افسانے
نہایت دلآویز اور دلگداز افسانوں کا مجموعہ از کوثر چاند پوری قیمت ۸ محصول ۵/

عالم خیال
ایک بے نظیر افسانہ اور بے بدل نظم رہر چیار رنگ مع چار سہ رنگی تصاویر از شوکت قدوائی لکھنوی مرحوم ضخامت ۱۰۰ صفحات قیمت ۸ محصول ۵/

تذکرہ خندۂ گل
اردو فارسی کے ظریف شاعروں کے حالات مع انتخاب کلام از عبدالباری آسی ضخامت ۴۰۰ صفحے قیمت ۸ محصول ۸/

عیار فقیر
ہندوستان کی گداگری پر ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں بحث عبدالباری آسی قیمت ۸ صفحات ۱۵۰ محصول ۵/

اجتماع ضدین
فسانہ کی صورت میں

اصلاح و معاشرت پر ایک معرکۃ الآرا تصنیف از شمشاد نوری قیمت ...

مرقع ادب
ہندوستان کے انشا پردازوں اور محققین اساتذہ سخن کے نہایت عجیب اور پر از معلومات مضامین کا نایاب مجموعہ قیمت ہر دو حصہ ... محصول ۸/

جاسوسی فسانے
مشہور ... جاسوس خطرناک مجرم عجیب و غریب محیر العقول جاسوسی افسانے قیمت ۸ محصول ...

گہوارۂ تمدن
... دوران ... میں ... کی پہلی تصنیف جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ عورت نے اسی تدبیر تمدن و ارتقائے عالم کا کس قدر ساتھ دیا اور دنیا کی شائستگی اور مدنیت عورت کی کس درجہ ممنون ہے، از مولانا نیاز فتحپوری قیمت ۸ محصول ۵/

نگارستان
مولانا نیاز فتحپوری کے چند مخصوص ادبی مضامین اور افسانوں کا مجموعہ جنہوں نے انشاء بدیع کی دنیا میں ہلچل ڈالدی ہے اور خزعبلات ... جدت اسلوب اور ندرت ترکیب کے لحاظ سے دنیائے ادب کیلئے ایک نئی چیز ہیں قیمت ۸ محصول ۵/

پیام جاوید
از مرزا عسکری ... لکھنوی قیمت ۸ محصول ۵/

حکومت اورنگ زیب کی صحیح تاریخ
نوشتہ مرزا یار جنگ بہادر چیف جسٹس حیدرآباد دکن قیمت ۱۲ علاوہ محصول

سی پارۂ دل
خواجہ حسن نظامی کے مضامین کا دلکش مجموعہ جو اعلیٰ جماعتوں کے سرکاری نصاب میں داخل ہے قیمت ۸ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ: ... علم و ادب ... جامع مسجد دہلی

اتالیق نسواں

ترمیم بعد

ہے بارہ دسمبر حصوں میں چھپ گئی ہے اس پر عمل کرنے سے بیٹیوں کو عقلمند اور بہوؤں کو سلیقہ شعار بنا سکتی ہیں اس کتاب میں عملی کاموں سے شوق کیلئے پورے ۱۰۰ سے زیادہ صفحوں میں بارہ سو شکلیں دی ہیں ہندوستانی یورپین طرز معاشرت کا موقع بموقع مقابلہ کرکے دکھایا ہے دسوں جلد ولی مکمل کی قیمت چار روپے آٹھ آنہ علیہ محصول بارہ آنہ ۱۲/

بیوی کے فرائض

اگر گھر کو جنت کا نمونہ بنانا ہے تو یہ کتاب بیوی کو منگا کر دیجئے اس کتاب سے آپ کو روحانی کیف بھی حاصل ہوگا۔ قیمت ۸/ محصول ۳/

موتیونکا کام

اس دستکاری کی مفید کتاب کو ۲۷ ماہر عورتوں نے تیار کیا ہے اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ایسی مفید کتاب ہندوستان میں کہیں نہیں چھپی قیمت ۱۲/ محصول ۲/

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

آپکا گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے اگر آپ اس کتابکے عامل بن جائیں قیمت آٹھ آنہ ۸/ محصول ۵/

گلدستہ کشیدہ

کشیدہ کاری کی اسقدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں شائع ہوئی جس کی تیاری میں ۲۸ دستکار بہنوں نے حصہ لیا اس فن کی مشہور ماہر محترمہ عزیزہ فاطمہ صاحبہ نے نہایت محنت اور قابلیت سے کتاب کو مرتب کیا ہے ترکیبیں اسقدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/ محصول ۹/

عصمتی کشیدہ

اس کتاب کو ہندوستان کی نامور خواتین کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جس میں کشیدہ کاری کیلئے تقریباً ڈیڑھ سو خوبصورت نمونے ہیں جو لڑکیوں کے لئے کشیدہ کاری کی مکمل تعلیم ہے قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول چھ آنہ ۶/

خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہے۔ ان کے لئے کارآمد بیش بہا مشورے اور بہت سے کام ہیں جن سے وہ بغیر کسی کا احسان اٹھائے مالی پریشانیوں کو دور کر سکتی ہیں قیمت ۸/ محصول ۵/

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے نہایت کارآمد تحفہ جس کی تیاری میں ہندوستان کی ۲۵ نامور خواتین نے جو کروشیا میں ماہر مانی جاتی ہیں حصہ لیا ہے۔ قیمت ۱۲/ محصول ۸/

بیوی کی تعلیم

حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب اور خواجہ بانو کی لکھی ہوئی کتاب جس میں ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کا بیویوں کو جاننا ضروری ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/ محصول ۶/

بیوی کی تربیت

بیوی کی تعلیم کا دوسرا حصہ نامور خواتین کے مضامین قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول ۶/

اولاد کی شادی

بیوی کی تعلیم کا تیسرا حصہ اولاد کی شادی سے متعلق ضروری نصیحت نامہ قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول پانچ آنہ ۵/

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان تیموریہ کی مستورات کا عالیشان سلسلہ اس کتاب میں تقریباً پچاس بیگمات کے حالات درج ہیں از مولوی عبد الحلیم شرر قیمت ۸/ محصول آٹھ آنہ ۸/

ازواج النبی

جناب سید ناصر کا ماں کی ازواج مطہرات کے پورے حالات و سوانح عمریاں قیمت ایک روپیہ ۱/ محصول ۳/

توبۃ النصوح

لڑکیوں کو اخلاق و عمل کردار کی تعلیم از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت ۱/ ایضاً قسم دوم بورا کاغذ ۸/ محصول ۳/

مرآۃ العروس

الڑکیوں کو سلیقہ مند خانہ داری کی تعلیم دینے والی کتاب از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت ایک روپیہ ۱/ ایضاً قسم دوم ۸/ محصول ۳/

اقبال دلہن

عمدہ اسے دلہن کی زندگی کے دلچسپ حالات از مولوی شیر الدین احمد دہلوی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/ محصول ۶/

حسن معاشرت

پھوہڑ اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات کا اخلاقی ناول قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴/ محصول ۶/

شریف بیگمات کے مطالعہ کی کتابیں

اصلاح معیشت

اس کتاب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عورتیں بھی مرد کی طرح کما سکتی ہیں قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/ محصول ۶/

بچیوں سے دو دو باتیں

لڑکیوں کے لئے مفید معلومات اور ہدایات کا مجموعہ قیمت ۱۲/ محصول ۵/

انشائے بشیر

عورتوں کے لئے سو کارآمد خطوط کا مجموعہ قیمت ۱۲/ محصول ۸/

ناشتہ

مشرقی اور مغربی ناشتہ تیار کرنیکی بہترین کتاب جو نئی روشنی کی بہنوں کے لئے کارآمد چیز ہے اس میں ہندوستان کے ہر حصہ کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں قیمت ۱۰/ محصول ۵/

مخدرات مشاہیر عالم

دو حصے جلد کامل اس کتاب میں قریب قریب تمام دنیا کی مشہور عورتوں کے حالات درج ہیں از مولوی عبد الحلیم شرر قیمت تین روپے ۳/ محصول دس آنے ۱۰/

دہلی کا باورچی خانہ

اس کتاب میں قدیم امرا اور رئیسان دہلی کے تمام لذیذ اور نت نئے کھانے اور انکے پکانے کے نہایت سہل طریقے درج ہیں قیمت ۸/ محصول ۵/

بنات النعش

لڑکیوں کے تمدن و معاشرت کی اصلاح از مولوی نذیر احمد دہلوی قیمت ۱۲/ محصول ۶/

اگر کوئی کتاب آرڈر کے وقت موجود نہ ہوگی تو مہیا ہونے پر مطلع کر دیا جائیگا۔

جوانی اور شادی کی مسرتیں حاصل کرنی ہوں

تو مندرجہ ذیل کتابیں پڑھئے ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرتیں بھی ہیں عورتوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی تدابیر بھی ہیں اور صحت کے علاوہ صحت اور تندرستی کے تمام اصول بھی ہیں جس کے پاس یہ کتابیں ہوں گی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل کریگا

دلہن کی ڈائری

ایک شرمیلی دلہن کی آپ بیتی اور شب زفاف کا پرکیف سماں، کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ دولہا میاں کی ہیبت، بیتابی عشرت کی گل چینی، بے صبری کے جذبات، بیتابی کے مظاہرے، پوشیدہ حالات کا انکشاف غرضکہ دلچسپی کا لاجواب مرقع ہے قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؍

لذت النکاح

زن و شوہر کے تعلقات پر نہایت دلچسپ کتاب ہے جس کو جوانی اور اس کے جذبات کا مکمل کورس کہنا چاہئے اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دلہن کو کیا کرنا چاہئے اور اپنے ازدواجی تعلقات کا سلسلہ کیونکر برقرار رکھا جائے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؍

دلہنوں کی کانفرنس

سات دلہنوں کی تنہائے خلوت کی دلچسپ داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہوکر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو صحیح صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی ہیں اور تعلیم و حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک دلہن کی انوکھی سرگذشت ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ (۱۴؍)

بہار عروس

یہ وہ کتاب ہے جس کو نجیلہ دلہن نے اپنی سہیلی اختر دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی سرگذشت لکھ کر بھیجدی ہے جو بجنسہ چھاپدی ہے اس میں بڑے بڑے پوشیدہ دلچسپ واقعات ہیں بڑی تیار لطف و مزیدار کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؍

دولہا و دلہن

یہ کتاب نئے شادی شدہ نوجوانوں کو نئی بیوی سے حقیقی لذت حاصل کرنا سکھائیگی، اور ناتجربہ کار دولہا کو ناتجربہ کاری سے جو نقصانات پہنچ جاتے ہیں ان سے بچائیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مواصلت میں غیر معمولی لذت پیدا ہو جائیگی اس کتاب کی بیرونی اور عملی تدابیر معلوم ہونے کے بعد تمام عمر ممسک اور مانع دوا اور دوسری فضول دواؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ دوسری لاجواب کتاب ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؍

عیش و نشاط

اس کتاب میں شادی شدہ حضرات کے لئے وہ تجارب ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد عیش و لطف، کیف تندرستی، تندرست اولاد، عورت کی محبت اور شادی کی لذتیں چند دن کے مطالعہ کے بعد حاصل کی جا سکتی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؍ علاوہ محصول

زن و شوہر

یہ طلسمی کتاب شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی کو راحتوں سے لبریز کر دیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مرد عورت کی فطرت سے اس قدر آگاہ ہو جاتے ہیں کہ وہ عورتوں کو بھوکا ننگا رکھ کر بھی خوش رکھ سکتے ہیں قیمت ایک روپیہ ۱؍

مرد و عورت

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آخر عمر تک زوجین تندرست رہیں گے، اور انہیں وہ تجربے معلوم ہوں گے جن سے شاید اسی سال کے بوڑھے بھی ناواقف ہیں قیمت ۱؍

میاں بیوی

یہ کتاب دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں زن و شوہر کے تمام تعلقات پر بحث کی گئی ہے اور ان تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جسے اگر بیوقوفی سے خلاف مذہب سمجھتے ہیں قیمت ۱؍

لطف شباب

عربی کی ایک مشہور کتاب کا ترجمہ جو سلطان سلیم خاں کے لئے لکھی گئی تھی صدیوں سے ناپید تھی اس کا مطالعہ کمزور دلوں کیلئے اکسیر اور بے اولادوں کیلئے مژدہ اولاد ہے اور مقوی باہ مجرب نسخوں اور طلسموں کا نادر و نایاب مجموعہ ہے قیمت ۱؍

مرقع حسن و شباب

یہ لطف شباب کا دوسرا حصہ ہے جس میں عورتوں کے اقسام و حالات اور ان کے حسن و شباب کو دوبالا کرنیوالی دوائیں اور طریقے درج ہیں قیمت ایک روپیہ ۱؍

زندگی کی بہار

مصنفہ جناب حکیم محمد خاں صاحب دہلوی جس میں کل کیفیت عیش و عشرت مرد و عورت کے جملہ امراض کے حالات معہ علامات درج ہیں۔ شوقین مزاجوں کے لئے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے، قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱۴؍ علاوہ محصول ڈاک۔

صلح کار

عورت مرد کے تعلقات پر نہایت مفید علمی کتاب جس میں عشق و محبت کی حقیقت اور جوانی کے خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے قیمت ۱۴؍ علاوہ محصول۔

نفسیات شباب

مترجمہ ڈاکٹر محمد عابد حسین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی برلن ایڈورڈ اشپرنگر پروفیسر برلن یونیورسٹی کی بے مثل تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے اردو ترجمہ۔ نوجوانوں کی نفسی سیرت ان کی عملی زندگی، عشق تصور کائنات اور اخلاقی نشو و نما پر اس کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں اپنی نوعیت کی پہلی اور مقبول عام کتاب ہے قیمت ۱؍ محصول ڈاک آٹھ آنہ ۸؍

ایرانی کوک شاستر

اگر آپ کو شباب جاودانی کی خواہش ہے تو ایرانی کوک شاستر کو مطالعہ میں رکھئے جس سے آپکو معلوم ہوگا کہ جوانی کو آپ کس طرح ہمیشہ قایم رکھ سکتے ہیں بیوی سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہئے اور اسکے جذبات و تاثرات کیا ہیں گھوڑ شباب کس طرح دستِ خزاں ہوتا ... ... رخصت ہوئی جوانی کی دیوی کس طرح منتی ہے۔ حاذق حکماء کے سہل الحصول صدری مجرب نسخے قیمت ۱؍ محصول ۶؍

تصویر حسن

اس کتاب میں قابل مصنف نے حسن و خوبصورتی پیدا کرنے اور اس کو قائم رکھنے کے اصول پر بحث کی ہے۔ اور وہ تمام نسخے اور طریقے درج کر دیئے ہیں جن سے ایک بدصورت بدشکل بھی نہ صرف حسین بن سکتا ہے بلکہ حسن و خوبصورتی کو آخر عمر تک قایم رکھکر روز افزوں ترقی کر سکتا ہے قیمت ایک روپیہ ۱؍ محصول ۶؍

قانون ازدواج

دنیائے کیف و نشاط کا خاموش رہنما کتاب کے نام سے کتاب کے کام کا اندازہ لگالیجئے جوانی اور شادی کی مسرتیں۔ عورتوں کو مسخر کرنیکی تدبیریں تندرستی قایم رکھنے کے اصول ضعیفی کو جوانی سے بدلنے والے قوانین اور تقریباً دو درجن تصاویر قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸؍ محصول ۶؍

ہمارا ہندوستان اور بیرون جات کے تمام کتب خانوں سے مستقل معاملہ ہے

کلید مراد

دعائیں مانگنے اور مرادیں حاصل کرنے کے طریقے کلام اللہ اور احادیث سے اخذ کرکے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت ۸

فن تسخیر

دلوں کو مسخر کرنے کا ... اخلاقی آداب ... مفید کتاب۔ قیمت آٹھ آنہ ۸

فن تقریر

تقریر اور گفتگو ... نہایت مفید رسالہ ہے

آپکی دعائیں قبول نہیں ہوتیں

اس لئے کہ آپ دعا مانگنے کے طریقے سے اور آداب سے ناواقف ہیں۔ اگر آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے واقف ہوجائیں تو آپ کی دعا قبول ہوگی اور مقصد پورا ہو سکتا ہے کہ قرآنی دعائیں ... اس کتاب کو پڑھئے اور عمل کیجئے۔ ... صاحب ... ہر ... سے بچ ... جاتی ہیں ... ہو جاتا ہے ... قیمت آٹھ آنہ ۸

آپ کون بننا چاہتے ہیں؟

کون ہے جو نہیں چاہتا کہ اپنا مطیع بنائے۔ اپنا دلدادہ بنانا چاہتے ہیں۔ خواہ کوئی عورت ہو یا مرد، دوست ہو یا ... آقا ہو یا کوئی حاکم ہو۔ آپ کا مطیع و منقاد ہو سکتا ہے۔ اگر آپ اس عجیب و غریب علمی کتاب عمل تسخیر کو ملاحظہ کریں اور اس کی ہدایتوں پر عمل فرمائیں۔ ہر عمل کی ترکیب نہایت آسان ہے۔ قیمت ایک آنہ ۸

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آ جاتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے۔ اس میں صرف تین چھوٹے چھوٹے لفظ تحریر کر دیئے ہیں جن کو آپ حفظ کر لیں۔ اگر آپ شاعر بننا چاہیں تو فن شاعری منگا لیجئے۔ قیمت

تصانیف مولانا شبلی نعمانی

الفاروق

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی نہایت مفصل و مستند سوانحعمری و تاریخ۔ قیمت اعلیٰ ایڈیشن ... معمولی ایڈیشن ۳؎

الغزالی

حجۃ الاسلام امام غزالی کی سوانحعمری و ان کا فلسفہ علم کلام اخلاق و تصوف پر ان کے نادر خیالات۔ قیمت ۱؎

سیرۃ النعمان

امام ابوحنیفہ کی سوانحعمری اور انکے اجتہادات اور مسائل فقہ حنفی کی تاریخ اور اسلامی قانون پر بحث۔ قیمت اعلیٰ ایڈیشن ... معمولی ایڈیشن ۲؎

سوانح مولانا روم

اسلام کے مشہور صوفی متکلم حضرت مولانا روم کی مفصل سوانحعمری، ان کا تصوف، علم کلام، مثنوی پر تبصرہ۔ قیمت ایک روپیہ پندرہ آنہ ۸

المامون

خلیفہ مامون الرشید عباسی کی ... سلطنت کی ... عروج و زوال کا مکمل مرقع۔ قیمت اعلیٰ ایڈیشن ... روپیہ ... معمولی ۱؎

رسائل شبلی

اسلامی علوم و فنون اور اسلامی تمدن وغیرہ کے متعلق مولانا کے قابل قدر مضامین کا مجموعہ۔ قیمت ۱؎

مقالات شبلی

علامہ ابن تیمیہ، ابن حزم، قاضی ابن رشد اور دیگر علماء اسلام اور مقلیہ تمدن کے متعلق متفرق مضامین کا مجموعہ۔ قیمت جلد اول ایک روپیہ آٹھ آنہ، جلد دوم ۱۲؎

مکاتیب شبلی

مولانا کے ان پرائیویٹ خطوط کا مجموعہ جن میں مولانا کے قومی خیالات اور علمی، تعلیمی اور ادبی نکات ہیں۔ قیمت جلد اول ... دوم ...

اسکول ماسٹر

پرائیویٹ طلبا اور عربی مدارس کے طالب علم انگریزی بغیر استاد کی مدد کے سیکھنا چاہیں ... یہ اسکول ماسٹر کا مطالعہ ... جو تجارت پیشہ حضرات انگریزی میں خط و کتابت کرنا چاہیں ان کو بھی اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس کتاب میں اس کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ اخبارات کے پڑھنے میں ... آسانی ہو۔ ... صفحات بہترین لکھائی چھپائی۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲؎ علاوہ محصول

اتالیق فارسی

مولفہ ... صاحب ... کتاب آئی اسکول اور کالج کے طلبا کے لئے ... قیمت صرف ۱۲؎ علاوہ محصول ...

فارسی بول چال

جس کی مدد سے آپ تھوڑے ہی دنوں میں فارسی زبان کی اچھی مہارت اور لیاقت پیدا کر سکتے ہیں ... اور ... روزمرہ کے محاورات و گفتگو کے طریقے ہزاروں اور لاکھوں ایسے الفاظ ... جو ... زبان میں شامل ہو گئے ہیں اور سب کی تشریح اور ساتھ ہی ایک فرہنگ ... نہایت عمدہ کتاب ہے۔ قیمت صرف ۸؎ محصول ڈاک ...

اتالیق عربی

مصر، حجاز، شام اور ہندوستان کے ... خیال علما کے مشورہ سے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کے ... عربی بولنا آ جاتا ہے۔ قیمت ۸؎

ترجمہ قرآن شریف انگریزی

(مرزا حیرت)

یہ وہ قرآن شریف ہے جسے بہت عرصہ ہوا کہ مرزا حیرت دہلوی نے بڑی آب و تاب سے شائع کیا تھا اور دنیا کے ہر گوشہ میں قبولیت کی نظروں سے دیکھا گیا تھا۔ لیکن یکایک یہ ایسا نایاب ہوا کہ لوگ ڈھونڈتے رہ گئے لیکن اتفاقاً ہمیں چند ہی جلدیں یک جگہ سے دستیاب ہو گئی ہیں۔ اپنا فائدہ عام کے لئے ہم نے اصلی قیمت سے کم کر کے صرف ... روپے میں مجلد نہایت خوبصورت چرمی جلد کا ہدیہ کر رہے ہیں۔ بہت تھوڑی جلدیں ہیں جلد طلب کیجئے۔

مولانا شبلی کے تاریخی مضامین

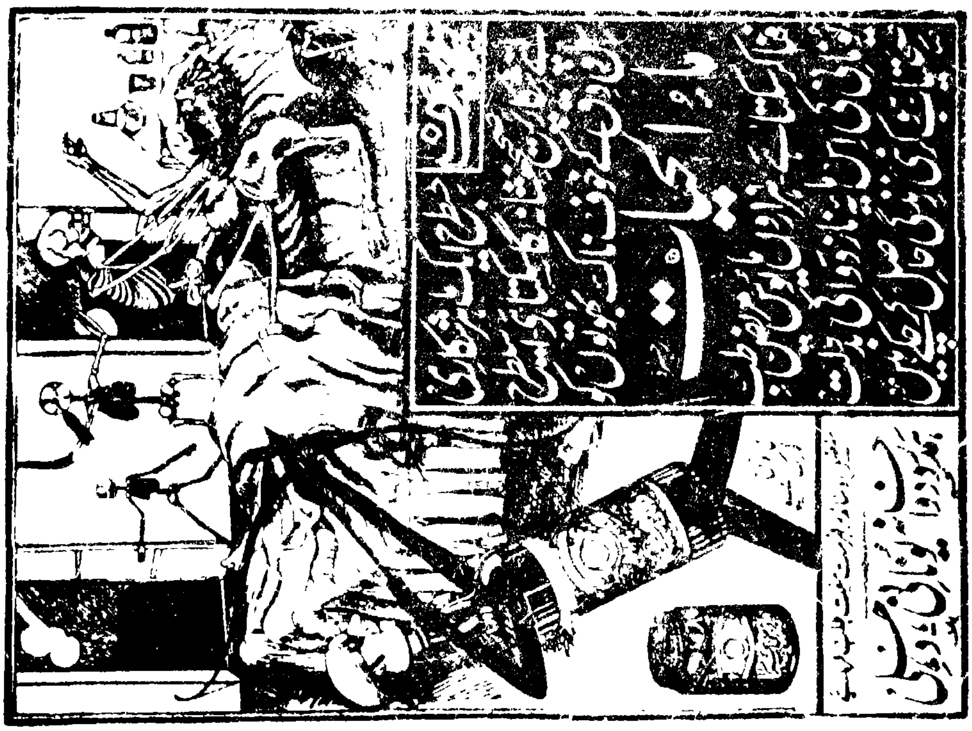
یہ مولانا موصوف کے بعض ان علمی اور تاریخی مضامین کا مجموعہ ہے جو اردو زبان کا مایہ ناز سرمایہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ اس سے آپکی معلومات میں اضافہ ہوگا اور خیالات میں وسعت پیدا ہوگی۔ قیمت مجلد صرف ۸

مولوی نذیر احمد کے علمی مضامین

جس میں مولانا موصوف کے بعض علمی اور مذہبی مضامین جو دہلی کی ٹکسالی زبان میں ہیں ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ مذہب اور زبان کی بہتری کے لئے یہ کتاب ضرور طلب کیجئے۔ قیمت مجلد صرف آٹھ آنہ ۸

مضامین حالی۔ مولانا موصوف کے چیدہ مضامین قیمت مجلد ۶

REG: No L 3248



Printer & Publisher:— SYED WILAYAT HUSAIN Katra Baryan, DELHI.

Cover Printed at the Calcutta Art Press, Katra Baryan Delhi.

عورت کی تربیت عورت کے ہاتھ حسن کی خوشنمائی غرض کہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی پوشیدہ بات ایسی نہیں ہے جو اس کتاب میں نہ ہو اس کتاب میں دو سو کے قریب رنگین فوٹو بلاک اور قلمی تصویریں ہیں بہت مقبول کتاب ہے اور ہاتھوں ہاتھ بکتی ہے۔ قیمت دو روپیہ عا/ محصول ۸

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا اب وہ عام ہے اس کتاب میں ربوع الشیخ نے لذت کے سرچشمہ عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں عورتیں رکھتی ہیں شاید وہ اس کے پاسنگ بھی نہ ہوں ارباب مفتش نے عورت کے روئیں روئیں سے لذت ہی لذت ثابت کی ہے اور اسی طرح مرد کی قوت نہانی کو مزید طاقتور کرنے کے نسخے لکھے اور ہزارہا گر بتلائے ہیں اور اسی علاج کے سلسلہ میں حکایات وصل جو بیان ہوئی ہیں وہ ہزارہا معجونوں سے مقوی ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ عہ/ محصول ۷/

قانون مباشرت

اردو کے صنفی لٹریچر میں غیر معمولی اضافہ ایک ماہر حکیم نے اپنے تمام عمر کے تجربات کو بغیر کسی قسم کے بخل کے کتاب پر بکھیر دیا ہے طرز بیان نہایت دلچسپ ایسا کہ جہاں وہ اطباء و ڈاکٹروں کے لئے مفید ہیں عام لوگوں کے لئے بھی رہبر اعظم ہے شروع میں تمام نظام جسمی کی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسکے علاوہ علی الترتیب تمام امراض مخصوصہ ان کے اسباب احتیاطیں اور بہتر معالجات ویدک۔ طب یونانی ڈاکٹری وغیرہ نسخوں کے ذریعہ بتائے گئے ہیں غرض کتاب کیا ہے بیش بہا جواہرات کا مجموعہ ہے لکھائی چھپائی نہایت نفیس دیدہ زیب قیمت صرف چار روپے (للعہ) محصول ۸/

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد شب عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جائیں گی شادی کے وقت عموماً دوستوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے دوستوں کو ایسے مواقع پر کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو صرف یہ کتاب دیجئے۔ شب عروسی اصل کتاب زندگی کا پہلا ورق ہے یا تفصیل فسانیت کے بام عروج کی پہلی سیڑھی ہے۔ اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائے گا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہو گا کہ انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہے گی۔ قیمت عہ/ ہے جا سکے منافع پر سوم تہ صدقہ ہے محصول ۸/

برتھ کنٹرول

عمت کی شباب آفرین لذت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تم نے حسن و جمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز بھلوا دیا ہو سے نصرف ملکہ حسن کے باغ جمال کو خزاں کے ہاتھ سے بچانے کیلئے ان کی پرورش سوہان روح ہوتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق ولذت سے محروم ہو جاتا ہے برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز علمی کتاب ہے جسکو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائے گی اور یقین کے ساتھ اولاد کو پیدا کرنا تمہارے لئے اختیاری ہو جائیگی۔ قیمت ایک روپیہ محصول ۸/

جنسی امراض اور انکا علاج

یہ معرکۃ الآرا تالیف اپنے موضوع کے لحاظ سے اس قدر اہم ہے کہ بیسویں صدی کی عظیم الشان تصانیف میں شمار کی جاتی ہے کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں امراض مخصوصہ کا تفصیلی بیان اور ڈاکٹری علاج ہے دوسرے میں یونانی اور ویدک نسخہ جات ہیں تیسرا حصہ برتھ کنٹرول سے متعلق ہے اس میں مشہور حکیموں کے کئی ضمیمے ہیں جو بجائے خود گنج قارون سے کم نہیں ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف تین روپے (سے)

کیف مواصلت

دنیا کے لطف، مسرت اور لذت و کیف میں انتہائی چیز ایک مرد اور جوان مرد کے لئے عورت سے مواصلت ہے اور یہی وہ کیف افزا سرور ہے جس پر دنیا کی بقا کا مدار ہے یوں تو فطرت کی اس بسیط دنیا میں ہزاروں ہستیاں ایسی ہیں جو صرف قانونی طریق پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار دیتے ہیں بات تو یہ ہے کہ اس کیف پرور شعبہ حیات میں اس درجہ تمتع حاصل کیا جائے جو دوسرے ذی حیات عام سے ممتاز ہو۔ کتاب مواصلت کے اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں لذت ہی لذت ہے۔ قیمت عہ/ محصول ۸/

لذت شباب

شباب جاودانی کی جستجو ہو تو لذت شباب یعنی ایرانی کوک شاستر کا مطالعہ کیجئے جس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ شباب کو عرصہ دراز تک کس طرح قایم رکھ سکتے ہیں۔ عورت کے تاثرات کیا ہیں حسن کی ملکہ سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہیئے۔ گلزار شباب کس طرح وقف خزاں ہوتا ہے شباب کی روٹھی ہوئی دیوی کس طرح منتی ہے عورت اگر عورت سے اور مرد اگر مرد سے اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لذت شباب میں سرستان شباب کو لذت تازہ بخشنے کیلئے صدہا مجرب نسخے۔ ۱۴۰ فوٹو بلاک قیمت ایک روپیہ (عہ) محصول ۶/

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ شادی سے پہلے کیا کرنا چاہتی ہے شادی کے بعد اسکے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے حسن و شباب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے اور دوشیزہ کی پر کیف زندگی سے عیش و مسرت کی بہار کس طرح لوٹی جاتی ہے ان تمام باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی۔ فوٹو بلاک کی دو رنگین حسین و جمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت دو (عہ) محصول ۸/

بہار شباب

صنفی کتابوں میں جس اسلوب بیان کو امتیاز رہا ہے وہ جذبات کی ہیجانی ہے یہ چیز مطالعہ کے لئے خواہ کتنی لذیذ کیوں نہ ہو لیکن اصل فائدہ اس پروگرام کے ماتحت ہے جس کے ماتحت رہکر انسان جوانی دیوانی کو قابو میں رکھنا چاہتا ہے کہ یہ لذات قایم ہو جائے بہار شباب میں ایسا ہی انتظام ہے۔ جوانی کی کیف گیری اور اس کو دوام کرنے کے لئے بڑے بڑے عجیب طریقے ہیں عمدہ نسخے ہدایات حفظ ماتقدم کی تدابیر اور عورتوں کی اندرونی کیفیات کو مردوں پر آئینہ کر دیا متعدد عریاں فوٹو بھی ہیں قیمت ایک روپیہ چار آنہ (ہے) محصول

شب عروسی کے افسانے

وہ لذیذ کتاب ہے جو شب عروسی کے تمام لذائذ کو یکجا جمع کرنے میں کامیاب ہے اس کا دوسرا نام عروس نو ہے کہ نام سے ظاہر ہے کہ کتاب دلچسپ ہوگی اور واقعہ یہ ہے کہ عروس نو کی طرح ہے۔ قیمت عہ/ محصول ۸/

ملنے کا پتہ۔ شاہجہان بک ایجنسی جامع مسجد دہلی۔

(…)کی آپ بیتی نہایت دلکش ناول ہے جس

(…)کے مطالعہ صرف پڑھنے ہی سے
(…)ق سکتے ہیں کتابت طباعت دیدہ
زیب ٹائیٹل سہ رنگ قیمت مجلد
(ایک) روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول۔

گناہ کی راتیں رات کے تاریک پردہ میں عصمت

وعفت کا خون، موت کی بے بسی یہ
کمزور مخلوق کس طرح اپنے گوہر عصمت کو
ضائع کر دینے پر مجبور ہو جاتی ہے گناہ
ومصیبت کی ساعتیں لرزہ خیز کہانیاں
ٹائیٹل سہ رنگ قیمت مجلد ایک روپیہ
چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

نغمۂ حیات جناب ایم اسلم کے چھوٹے چھوٹے

ادب لطیف کے مضمون جن کو پڑھنے
میں نظم ونثر دونوں کا لطف آتا ہے
سرورق رنگین قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے
علاوہ محصول ڈاک۔

نرگس یہ کتاب ایک طوائف کی نہایت دلچسپ زندگی سے متعلق ہے

مصنف نے ہر واقعہ کو اس خوبی سے
قلمبند کیا ہے کہ کم عمر لڑکیاں بھی اگر
اسے پڑھیں تو مضائقہ نہیں اس بازاری
حسینہ کے پہلو میں ایک ایسا دل دھڑکتا
ہے جس کی ہر جنبش سے محبت، ایثار،
غم وکرب، مصیبت، روحانی اذیت
جسمانی، سوز وگداز غرض ہر جذبۂ انسانی
کی لہریں اٹھتی ہیں جو حساس طبیعتوں
کو بار بار عبرت کے آنسو رلاتی ہیں۔
سرورق رنگین قیمت مجلد دو روپے
علاوہ محصول ڈاک۔

دلّی کا آخری دیدار غدر سے پہلے دلّی

کی کیا حالت تھی۔ بادشاہ سلامت،
شہزادوں اور شہزادیوں کے رسم و
رواج اور روزانہ کا پروگرام، پھول
والوں کی سیر، اہل وطن کی طرز معاشرت

نئی ہوئی بہاریں نئی ہوئی تہذیب
کا دلآویز مرقع، دہلی کی بیگماتی زبان
میں سرورق رنگین قیمت بارہ آنے
(۱۲) علاوہ محصول ڈاک۔

دامن باغبان علامہ راشد الخیری صاحب کے

نہایت دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ضخامت
۲۰۰ صفحات، عمدہ لکھائی چھپائی کا نمونہ
قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول

اسلامی میاں بیوی ازدواجی تعلقات

کے سلسلے میں یہ سب سے بہتر کتاب ہے
اور بہت مؤثر پیرائے میں لکھی گئی ہے
یہ کتاب میاں بیوی دونوں کے پڑھنے
کے لائق ہے اور اگر دونوں اس کو اور
اس کے پروگرام کو تعلق سے ذہن نشین
کر لیں تو ان کا گھر جنت کا نمونہ بن
سکتا ہے۔ ضخامت ۲۱۲ صفحات
قیمت صرف ۱۲ محصول ڈاک ۶ کل ۱۸

شاہان مغلیہ کی بیویاں اور رانیاں شاہان ہند کی وہ نامور خواتین

جن کا اعزاز اب تک تاریخ ہند میں ثبت
ہے اسی کتاب میں ان شاہی بیگمات اور
رانیوں کے حالات ہیں جو اپنی اپنی جگہ
کسی مخصوص شہرت کی مالک تھیں۔
اس میں حسین مہ جبین بھی ہیں اور شاعرہ
ادیبہ بھی، جری صف شکن بھی عصمت
وعفت کی پیکر بھی اور ماہ پارے بھی
ہیں جن کی چاندسی صورت پر سلطنتیں
اور راجدھانیاں قربان ہو گئیں بڑی
دلچسپ اور سرشار لٹریچر کی کتاب ہے
ضخامت تقریباً ۲۰۰ صفحات قیمت صرف
بارہ آنے محصول ۵

عصمتی کشیدہ اس کتاب کو ہندوستان کی نامور خواتین کی

مدد سے تیار کیا گیا ہے جس میں کشیدہ
کاری کے لئے تقریباً ڈیڑھ سو خوبصورت
نمونے ہیں جو لڑکیوں کے لئے کشیدہ
کاری کی مکمل تعلیم ہے قیمت ایک روپیہ
محصول ڈاک ۵

موتیوں کا کام اس دستکاری کی مفید کتاب

کو ۲۰ ماہر عورتوں نے تیار کیا ہے اور حق
ہے کہ ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر
میں کہیں نہیں چھپی۔ قیمت ۱ روپیہ
محصول ۵

عصمتی کرو شیا کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے

نہایت کارآمد تحفہ جس کی تیاری میں
ہندوستان کی ۲۵ مشہور خواتین نے
جو کروشیا میں ماہر مانی جاتی ہیں،
حصہ لیا ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ
آنے محصول ۵

ناشتہ مشرقی اور مغربی ناشتہ تیار کرنے کی بہترین کتاب

جو نئی روشنی کی بہنوں کے لئے کارآمد
چیز ہے اس میں ہندوستان کے ہر حصہ
کے مختلف قسم کے ناشتوں کی نئی نئی
ترکیبیں ہیں قیمت دس آنے محصول ۴

موتی لال دنیا بھر کے حکما، علما، اولیا، ادبا کے گرانقدر زریں اقوال مجموعہ یعنی

افروز ملفوظات کا خزانہ، حکمت، فلسفہ
پند وموعظت، شعریت ورومان،
ادب لطیف، اشارات، ادبیات شریں
اپنی قسم کی پہلی تصنیف کاغذ کتابت
طباعت بہترین قیمت بارہ آنے۔
محصول ۵

عصمتی دسترخوان اردو زبان میں بہترین

کتاب جس کی ایک نمایاں خصوصیت
یہ ہے جو اس موضوع کی اور کسی کتاب
میں نہ نکلے گی، اس میں تمام ترکیبیں تجربہ
کرنے کے بعد لکھی گئی اس لئے ترکیبیں
بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست
اس کتاب کی تیاری میں ہندوستان
کے ہر حصہ کی تقریباً ۵۰ بہنوں نے یہ کتاب
بڑی محنت سے مرتب کی ہے باورچی

خانے کے انتظامات اور کھانوں کے
متعلق بھی نہایت قیمتی ہدایات درج کی
گئی ہیں یہ کتاب پانچ دفعہ چھپ چکی ہے
قیمت دو روپے محصول ۵

پندرہ منٹ میں شعر کہنا سیکھئے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی
سمجھ والا ہدایات کو مان کر پندرہ
منٹ میں شاعر بن سکتا ہے۔ اس میں
صرف تین چھوٹے چھوٹے خوبصورت
سبق ہیں جن کو سمجھ کر آپ عمل کریں اگر
آپ شاعر بننا چاہتے ہیں تو کتاب فن
شاعری منگا لیجئے۔ قیمت ۸

جادو بیانی موجودہ زمانے میں ہر انسان کی ترقی کے

لئے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے
وہاں گفتگو میں شائستگی اور تقاریر میں
روانی بھی ہونی چاہیئے۔ سب سے بڑھ
کر فی الحقیقت ایسا جادو بیان مقرر بننا
کہ سامعین آپ کی جادو بیانی کا دم بھرنے
لگیں گے موجودہ زمانے کے تمام جدید
اصول کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے
اسے پڑھنے کے بعد آپ تقریر کرنے
کے تمام اصول کو سمجھ کر ایک بہترین
مقرر بن سکتے ہیں قیمت صرف ۶

آسان مضمون نویسی جیسا کہ نام سے

ظاہر ہے فی الواقع یہ کتاب مبتدیوں کے
لئے آسان مضمون نویسی کو مدنظر رکھ کر
لکھی گئی ہے اور تمام چیزیں اس طرح
سمجھا دی گئی ہیں کہ کسی مزید تشریح کی
ضرورت باقی نہیں رہتی قیمت صرف ۴

پیغام فطرت دنیا کے موجودہ مصائب اور معاشرتی مشکلات سے

متاثر ہو کر ایک باکمال شاعر نے اپنے جذبات
کی ترجمانی ایک لطیف نظم کی صورت میں کی ہے
موجودہ دور میں بڑے بڑے سیاست دان
عملی اقتصادیات مصائب عالم کا حل تو پیش کر چکے
تھے لیکن اس کشمکش کو دور کرنے کے لئے ایک
کی آواز میں سنئے کتاب نہایت خوبصورت

ملنے کا پتہ۔ شاہجہان بک ایجنسی جامع مسجد دہلی۔

کی آئینہ وار ہے۔ شب عروسی کے متعلق زمانے میں ہیچ کی نئی دلہن ہنگامے آجاتے ہیں جتنے افسانے ... دلہن پر اس زندگی کے ... تیر افرے لوٹے گئے ہیں۔ ... زندگی کا مکمل لائحہ عمل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) محصول ۶ر

افشائے راز نہاں

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب ... ایسی عجیب غریب کہ آپ نے اس عجیب موضوع پر شاید کوئی کتاب نہ دیکھی ہوگی۔ اس میں دو ہزار دو سو کنواری اور بیوہ عورتوں کی نفسانی خواہشات کے حالات خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے امریکہ کی ایک سن علی عورت نے یکجا کرکے کتابی صورت میں پیش کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچا دی۔ اب اس کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے۔ خدا جانے کب تک ... کا مطالعہ کر سکے ہر وقت اس کے بند ہونے کا خطرہ ہے اسلئے جلدی منگا لے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۶ر

دلہن کی ڈائری

ایک شوخ و طرار دلہن کی آپ بیتی، شب زفاف کا پرکیف سماں، کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ وہ لہامیاں کی ہیبت۔ باغباں عشرت کی گل چینی، بے صبری کے جذبات، بیتابی کے مظاہرے۔ پوشیدہ حالات کا انکشاف، ضبک کچھ ... کالاجواب مرقع ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

دلہنوں کی کانفرنس

سات دلہنوں کی شبہائے خلوت کی دلچسپ داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہوکر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی ہیں اور تعلیم و حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں یہ ایک دلہن کی انوکھی سرگذشت ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

بہار عروس

یہ وہ کتاب ہے جس کو سعیدہ دلہن نے اپنی سہیلی اختر دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی سرگذشت لکھ کر بھیجدی ہے جو بجنسہ چھاپ دی ہے۔ اس میں بڑے بڑے پوشیدہ دلچسپ واقعات ہیں بڑی ہی پرلطف و مزیدار کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

سہاگ کی آٹھ راتیں

سہاگ کی راتیں جن کیفیتوں و ولولوں کو اپنے اندر رکھتی ہیں ان پر مسرت راتوں میں جذبات جو جو کروٹیں بدلتے ہیں ان کی عکاسی اس کتاب میں بدرجہ اتم کی گئی ہے کتاب پڑھنے کے بعد تمام نقشہ آپ کے نگاہوں کے سامنے پھر جائیگا قیمت صرف ۱ر علاوہ محصول

ہمدرد خاوند

ایک بےنظیر کتاب جو فی الحقیقت خاوندوں کے لئے ہمدرد ہے اس میں ازدواجی زندگی کے متعلق تمام پوشیدہ رازوں کو ظاہر کرکے ایسی ایسی پتے کی باتیں بتائی گئی ہیں کہ آپ کبھی ناکامیاب نہیں ہوسکتے ساتھ ہی قوت باہ اور ہیضہ کے امراض مردانہ کے بیحد مفید نسخے بھی درج ہیں قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ علاوہ محصول۔

دیگر صنفی کتابیں

لذت النکاح ... قانون مواصلت ...
عہد شباب عہ ... ثمرہ وصال عہ ... رموز ازدواج ...
تصویر حسن عہ ... ایرانی کوک شاستر ۱۲ر ... لطف شباب عہ
مرقع حسن عہ ... باب نفسیات شباب عہ
سلاح کار عہ ... میاں بیوی عہ ... مرد و عورت
زن و شوہر عہ ... دولہا دلہن عہ ... عیش و نشاط عہ
عورت کی نظرت عہ ... مرد کی خصلت عہ

انگریزی سکھانے والی بےنظیر اور سستی کتابیں

مخزن الفوائد اس میں اردو نام و عبارت کو انگریزی میں لکھنے اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے انگریزی چٹھی لکھنے، ہجے کرنے اور تلفظ کے قاعدے انگریزی بول چال کے کئی سو فقرے ایک ہزار کے قریب اردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور تیس حکایتیں انگریزی میں با ترجمہ کرنے کے لئے درج ہیں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ایسا مبتدی جو انگریزی سے واقف نہیں ہے قلیل مدت میں خاصی استعداد حاصل کرسکتا ہے قیمت چھ آنہ ۶ر علاوہ محصول

انگریزی اردو خط و کتابت

ہر قسم کی چھٹیاں، عرضیاں نوٹس اور ہر قسم کی تحریروں کے قاعدے اور نمونے مع ترجمہ اردو قیمت ۴ر

اردو انگریزی ڈکشنری

سات ہزار پانسو ایسے اردو لغت جو اکثر تحریر و تقریر میں آتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی اردو خط میں ہیں ان کے آگے ان کی انگریزی انگریزی خط میں ہے قیمت سات آنہ علاوہ محصول

انگریزی بولنا تین ہزار بول چال کے فقرے مع ترجمہ اور مخزن الفوائد کے تمام اردو جملوں کا ترجمہ قیمت چھ آنہ ۶ر علاوہ محصول

انگلش ٹیچر ولیٹر رائیٹنگ آوٹ ... کتاب ہے جس کے مطالعہ سے بغیر استاد کی مدد کے بہت جلد انگریزی لکھنا، پڑھنا اور بولنا آجاتا ہے۔ کتاب کے ساتھ ساتھ انگریزی خط و کتابت کی مکمل تعلیم بھی ہے قیمت بارہ آنے (۱۲ر) علاوہ محصول۔

شرطیہ ڈھائی ماہ میں انگریزی سیکھ لیجئے

اگر آپ مومن صاحب کی انگلش ٹیچر کا ایک سبق روزانہ سمجھ کر پڑھ لیں گے صرف ایک گھنٹہ روزانہ محنت کی ضرورت ہے اور کسی استاد کی حاجت نہیں یہی وہ کتاب ہے جو دو سال میں تیس ہزار فروخت ہوگئی اس سے بہتر انگریزی سکھانے والی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی ضخامت تقریباً ۲۳۲ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ۶ر کل عہ

مخزن الحکایات یعنی ۶۲ انگریزی کہانیاں مع اردو معنی و تلفظ درج ہیں قیمت ۵ر

خلاصۃ القواعد ابتدی کو پارسنگ کرنا اور اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا سمجھایا گیا ہے قیمت ۵ر علاوہ محصول۔

مخزن المحاورات اس میں ایک ہزار دو سو انگریزی محاورے اور چھ سو مثالیں مع ترجمہ اردو جو انگریزی ترتیب حروف تہجی اور تین چار ہزار کے قریب ایسے نامعلوم چیزوں کی انگریزی جن سے کام پڑتا ہے قیمت ۶ر

کامل القواعد

اس میں صرف نحو کے تمام و کمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشا پردازی سے متعلق ہیں نہایت وضاحت سے درج ہیں۔ ۱۶۷ اعلیٰ درجے کی مستند انگریزی گرامروں کا لب لباب ہے قیمت صرف دس آنہ (۱۰ر) علاوہ محصول

ملنے کا پتہ۔ شاہجہان بک ایجنسی جامع مسجد دہلی۔

شاہجہاں ہندوستان کے تمام ریلوے اسٹیشنوں پر بھی ملتا ہے

چندہ ششماہی		چندہ سالانہ
ایک روپیہ چار آنہ عہ	مارچ ۱۹۳۵ء	بذریعہ منی آرڈر ۲
قیمت فی پرچہ	# شاہجہاں دہلی	بذریعہ وی پی معہ خرچ
۰۲ ر		وی پی ...... ۲ عہ

جلد ۶ — نمبر ۳

فہرست مضامین

(سید ولایت حسین پرنٹر پبلشر نے محبوب المطابع پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر جامع مسجد دہلی سے شائع کیا)

مشاہدات

پچھلے مہینے جو "شاہجہاں" میں متعدد صوری و معنوی تبدیلیاں کی گئیں اسے قارئین نے نہایت وقعت کی نگاہوں سے دیکھا۔ جس کا اظہار مختلف خطوط کی صورت میں کیا گیا۔ ہم اس سلسلہ میں تمام احباب کے بیحد ممنون ہیں جن کی بجا اور عملی ہمت افزائیاں ہماری اقدامانہ جرأت کا باعث ہوئیں، اور ہوتی رہیں گی اور ساتھ ہی یہ بھی یقین دلاتے ہیں کہ مستقبل میں "شاہجہاں" ہر حیثیت سے رو بہ ترقی ہوگا۔

"شاہجہاں" کے مضامین کی نوعیت اپنے تمام معاصرین میں بالکل جداگانہ ہے جسے ماہرینِ ادب بھی تسلیم کرتے ہیں اور قارئین کا طبقہ بھی خوب سمجھتا ہے۔ اس کے بلند پایہ افسانے پُرلطف ڈرامے وجد آور ادبی مضامین اور نظمیں دلچسپی اور لطافت کا ایک بیش بہا مخزن ہیں کہ علم ادب سے شغف رکھنے والے کم سے کم چندہ ادا کرکے اس سے محظوظ ہو سکتے ہیں یہ کوئی خود ستائی نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت ہے سالانہ چندہ کی کمی تو مسلمہ ہے لیکن مضامین کی انتہائی مقبولیت کا یہ ثبوت اپنی جگہ کچھ کم نہیں ہر مہینے متعدد معاصرین "شاہجہاں" کے مضامین بحوالہ اور بے حوالہ اپنے صفحات پر نقل کرتے ہیں اور ابتک تقریباً تمام چوٹی کے رسائل کسی نہ کسی صورت سے "شاہجہاں" کی ادبی خدمات کا اعتراف کر چکے ہیں، اس ذیل میں ہمیں ان تمام معاصرین کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے اپنے رسائل میں ریویو فرماکر ہماری ناچیز خدمات کو سراہا اور خدمت ادب کے جوش کو دوآتشہ بلکہ سہ آتشہ کر دیا۔

گزشتہ چند سالوں میں رسالہ "ارمغاں" بند کرنیکے بعد میں کافی مدت تک عربستان اور دیگر ممالک اسلامیہ کی سیر و سیاحت میں معروف رہا۔ اور اسی سلسلہ میں دو مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف بھی حاصل ہوا۔ امسال میرے والد ماجد جناب حاجی حافظ مولوی سید علی اشرف صاحب قادری چشتی اور اخی المکرم سید ولی اشرف صاحب چشتی تشریف لے جا رہے ہیں ان حضرات کی سرگرمیاں دیکھ کر بے اختیار یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

تسیر الی ربع الحبیب الزواملُ ** فیالک شوقاً ھیجتہ المنازل

(آرام گاہ یار کی طرف لوگ سوار ہو کر جا رہے ہیں! اس شوق کا کیا ٹھکانا ہو جسے خود منزلیں برانگیختہ کر رہی ہوں) خداوندا! وہ دن کب آئیگا کہ میں پھر حجاز مقدس کی زمین کو طے کرتا ہوا آستانے تک پہنچوں گا اور اسکی گلیوں کی خاک آنکھوں سے لگاؤنگا آہ! کیسی حسرت ہے کہ ایکدفعہ پھر سنگ اسود کو بوسہ دوں اور غلاف کعبہ سے آنکھوں کو ملوں۔ مکہ معظمہ کی زیارت اور مناسک سے بہرہ اندوز ہوکر طیبہ و بطحٰی کے بادشاہ کی طرف سر کے بل چلوں اور روحی فداہ سید مکی مدنی العربی کی بارگاہ عالی کے نورانی مشاہدات کا شرف حاصل کروں ان مقدس زمینوں پہ سرِ نیاز جھکاؤں جن کو شہنشاہ کونین کی پابوسی کی عزت حاصل ہے۔ بخوابگاہ اطہر پہ حاضر ہوکر میرا سینہ انوار الٰہی کا گنجینہ بن جائے اور تمام مادی کثافتوں سے نجات پاکر سراپا نور بن جاؤں اور روضۂ اقدس کو دیکھ کر کہوں ؎ تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں + قفس جسوقت ٹوٹے طائر روحِ مقید کا

قارئین کرام دعا فرمائیں کہ دونوں اصحاب اس مقدس فریضہ اور نعمت غیر مترقبہ سے سعادت حاصل کرنے کے بعد بخیر و عافیت عازم وطن ہوں۔ اس سلسلہ میں بہت ممکن ہے کہ برادر محترم سید ولی اشرف صاحب اپنا دلچسپ سفرنامہ لکھکر "شاہجہاں" کو عنایت فرمائیں۔ تاکہ قارئین کے لئے تفنن طبع اور برکات عظمٰی کا باعث ہو۔

سید وصی اشرف

- خانم ہما ایک باب

میری شادی

اپنی صورت شکل کے بارہ میں دنیا ایک مغالطہ میں گرفتار ہے۔ ہمارے آپ کے سب کے کانوں میں شیطان یہی پھونک گیا ہے کہ "بھیا تجھ سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں!" قصہ مختصر اپنی صورت شکل! پھر اپنی عقل اور پرائی دولت ہمیشہ زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ سہی مگر میں آپ سے صحیح عرض کرتا ہوں کہ مجھے ان معاملات کا مطلق علم نہ تہا۔ لیکن تجربہ نے سب کچھ بتا اور سکھا دیا۔

(۱)

اگر کہیں یہ اصول قائم ہوجاتا کہ شادی سے پہلے کسی طرح لازمی طور پر لڑکی لڑکے کو دیکھے اور لڑکا لڑکی کو۔ تو جناب یقین کریں کہ اس خاکسار کی تو کم از کم شادی ہی ناممکن ہوجاتی! اس اصول کا میں شادی سے پہلے بے طرح حامی تہا۔ بڑے شد و مد سے اس بارہ میں تمام احکام نبوی کو پیش کرتا تھا اور اُن کے خلاف کرنیوالوں کو جہنمی قرار دیتا تہا چنانچہ جس لڑکی سے میری شادی کی نسبت اول مرتبہ قرار پائی میں نے اس کو بہ تمام خلوص نیت دروازہ کے ایک سوراخ میں سے جھانک کر دیکھ لیا اور بعد دیکھنے کے درود پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ قصہ مختصر اپنی منسوبہ کو بیحد پسند کیا۔ بے انتہا پسند کیا کیونکہ بخدا وہ لڑکی ہی ایسی تہی۔ یہاںتک تو غنیمت تہا لیکن اس کے بعد ہی یہ شوق چرایا کہ اُن عزیزہ مجھے بھی کسی طرح دیکھ لیں۔ یہ بھی ممکن ہوگیا۔ مگر جناب اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس شوخ و خوبصورت لڑکی نے میرے بارہ میں اپنی ایک سہیلی کو جو کچھ لکھ مارا اس کا اقتباس بجنسہ درج ذیل ہے۔ پڑھیئے اور آجکل کی لڑکیوں کی ذہنیت پر ماتم کیجئے ۔

"...... آنکھوں میں حلقے کمر میں خم عینک ہیں رہنے میں دم بہ دم ...... بیشک مجھے تسلیم ہے کہ پڑھنے لکھنے میں تیز ہیں۔ فکرمند اور حوصلہ مند ہیں۔ مطلع و ذہین ہیں۔ مگر میری دانست میں تو ساتھ ہی ان خوبیوں کے افیونی بھی ہیں۔ خدا تم ہی بتاؤ کہ یہ بھی کوئی غضب ہے! چھوٹا سا قد۔ اُس پر سبز کمر عینک لگائے ... بھنویں چڑہائے ...... چلے جا رہے ہیں گردن جھکائے ٹٹولتے ہوئے! چہرہ کو دیکھو تو وہی معنی چپٹی سی ناک! بدرنگ مٹیالہ چہرہ مُردنی چہایا ہوا۔ معلوم ہوے جیسے ہڈیوں پہ کہال منڈہ دی ہے۔ پھر موٹے موٹے ہونٹھ اور جگہ جگہ چہرہ پر دانے۔ قائمے گوشے اور کنگورے نکلے ہوئے ورخدا جھوٹ نہ بلائے تو رخساروں میں اس عمر میں گڑہے دونوں طرف ایسے کہ آدھ پاؤ چنے آجائیں ...... یہ ہندوستان ہے۔ میری شادی جبراً اور قہراً کردی گئی تو یہ سب سر آنکھوں پر مگر دل کی پوچھتی ہو تو بتا چکی۔ نہ مجھے رنج ہوگا اور نہ خوشی ہوگی کیونکہ یہی دستور ہے .... وغیرہ وغیرہ"

میں نے یہ تکلیف دہ خط پڑھا اور کچل کر رہ گیا۔ ذرا غور کیجئے کہ ہم نے تو اس نالائق کو کتنے غور سے دیکھا۔ اسے پسند کیا دیکھتے ہی بانچھیں کھل گئیں۔ ہماری وجہ میں آپکی کوشش کی اور پھر ان تمام باتوں سے اس کو مطلع بھی کردیا ور اُس کا یہ صلہ امکارہ کہیں کی! ذرا غور تو فرمائیے کہ افیونی کہتی ہے ہمیں۔ وہ ہماری صورت شکل کو کہہ لیتی سب کچھ مگر افیونی تو نہ کہتی۔ کوئی اس سے پوچھے کہ او نیک بخت تو نے ہمیں کسی روز افیون گھولتے یا پیتے دیکھا تھا! پھر ذرا خط کے انداز کو دیکھئے۔ مانا کہ سب کچھ اُس نے صحیح لکھا مگر ہم نے تو کہیں سنا نہیں کہ لڑکیاں اپنے منگیتروں کے بارہ میں یہ ریمارک پاس کرتی ہیں۔ اگر وہ ذرا جھک کر چلے

تو اس کو لہرا کہہ دیں۔ مختصر یہ کہ یہ خط پڑھا اور مجھے ہی صاد کرنا پڑا
سیلف رسپکٹ بھی کوئی چیز ہے۔ لڑکی کو میں نے خوب اچھی طرح
دیکھا تھا اور پسند تھی۔ چنانچہ اس مناسبت سے میں بھی ہماری
پہنچا۔ تیوریاں چڑھ گئیں۔ آئینہ اٹھا کر دیکھا۔ بس جی میں آیا ایک دھوت
کر داڑھی رکھ لوں۔ کیونکہ اس رنگ اور جلد کا اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ کچھ سمجھ میں
نہ آیا۔ بار بار چہرہ کو دیکھا اور بیتاب ہو کر آتش رکھ دیا۔ عجیب کشمکش
و پیچ میں تھا۔ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ ایسی اچھی صورت شکل
کی لڑکی ہاتھ سے جانے کا ایک طرف افسوس تھا اور دوسری طرف
غیرت تقاضا کرتی تھی۔ بہت سوچ بچار کے بعد طے کر لیا کہ ہم ایسی
نالائق لڑکی سے تو شادی نہیں کریں گے۔ صورت شکل کو لے کر
کیا چولہے میں ڈالیں گے، وہ پری کیوں نہ ہو۔ اگر ہمیں وہ پسند
نہیں کرتی تو ہم بھی اس کو پسند نہیں کرتے

یہ طے کر کے بیٹھے تھے کہ آپا نے جو خط دکھایا ہے تو وہ خط پڑھتے ہی
آگ بگولا ہوگئیں۔ انہوں نے میری رائے سے اتفاق کیا اور مجھے یقین
دلایا کہ لڑکی دراصل تمام نسوانی عیوب کا مجموعہ اور بلند دماغ ہے۔
سخت بد زبان اور بدتمیز ہے۔ خود اُن سے اگر وہ بیاہ کر آتی وہ
دن نہ بنیگی۔ کسی کرم کی نہیں۔ پھوہڑ بھی ہے۔ اگر آگئی کہیں ہمارے
گھر میں تو خانگی جھگڑے پیدا کرے گی اور فساد کرے گی۔ لہٰذا ہم
دونوں بھائی بہنوں نے اس فسادن پر لاحول بھیجی اور آپا نے دو تین
اور لڑکیوں کا تذکرہ کیا جو صورت شکل کے علاوہ بڑی تمیزدار
اور باسلیقہ تھیں۔

(۲)

اس کے بعد آپا نے دو لڑکیاں بڑی ترکیب سے مجھے
اور دکھائیں۔ یہ دونوں بہت اچھی تھیں لیکن میں نے دونوں کو ناپسند
کر دیا کیونکہ خوبصورتی میں پہلی کی سی نہ تھیں۔ اس کے بعد تیسری
لڑکی دیکھنے میں آئی اور اس کو میں نے پسند کیا مگر اس نے خود
مجھے ناپسند کر دیا۔ گو بدتمیزی کوئی نہ کی۔ چوتھی نے بھی یہی کیا۔

اس کے بعد آپا نے مجھ سے کہا کہ ایک لڑکی بڑی بھولی بھالی خوبصورت
اور نیک ہے اُسے تمہیں دکھائیں گے۔ بڑی کوشش کی گئی جب
وہ نہ معلوم کس طرح اور کس کی معرفت ہمارے گھر آئی اور
گھر گھار کر میرے کمرہ کے شیشہ کے سامنے لائی گئی تب میں نے اُس کو
دیکھا کہ وہ بہت خوبصورت نہ تھی لیکن آپا نے اُس کے سلیقہ، تمیز
اور علم کی وہ وہ تعریفیں کیں کہ بیان سے باہر۔ قصہ مختصر بعد
سفارش کی اور ہم دونوں میں طے ہوگیا کہ اس کے لئے آپا والدہ
صاحبہ سے کہہ کر سلسلہ جنبانی کرائیں۔ لیکن اس دوران میں اس
نیک و باتمیز لڑکی کا عندیہ اس کی سہیلیوں اور ملنے والیوں کے
ذریعہ لیا گیا تو اُس نے اپنی ایک سہیلی سے مجھے دیکھنے کا خیال
ظاہر کیا۔ اندھا کیا چاہے؟ دو آنکھیں۔ بغیر خود کو دکھلائے تو میں
شادی ویسے بھی نہ کرتا کیونکہ لازمی اور فرض خیال کرتا تھا کہ شادی
سے پہلے لڑکی لڑکے کو ضرور دیکھ لے۔ چنانچہ اس لڑکی نے مجھے
دیکھا اچھی طرح دیکھا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس انتہا سے زیادہ
بدتمیز لڑکی نے اور بھی ستم کیا۔ حالانکہ انٹرنس پاس تھی اور
آج کل کی اصطلاح میں تعلیم یافتہ۔ لیکن اس شریر کی جدت
تو ملاحظہ ہو کہ اس نے شرارتاً "میرا نام" روزی نینٹ" رکھدیا!
ظاہر ہے کہ مجھے کتنا غصہ آیا ہوگا۔ کیسی میری جان جلی ہے کہ
بیان نہیں کرسکتا۔ ذرا غور تو کیجئے کہ اس شریر نے میری کیسی
توہین کی! جی میں یہی آیا کہ شادی کے خیال ہی کو خیرباد کہہ دیں اور
بقیہ زندگی لڑکیوں کے اخلاق کی اصلاح میں صرف کر دیں۔ مگر
یہ بھلا کیسے ممکن تھا۔

اس کے بعد نہایت ہی تیزی سے دس پندرہ جگہ نظر انتخاب
پڑی۔ مگر نتیجہ یہ کہ جس کسی کو بھی میں نے دیکھا اور پسند کیا اُس نے
مجھے دیکھ کر ضرور ناپسند کر دیا۔ مجھے کسی نے پسند نہ کیا جنہوں نے
مجھے ناپسند نہیں کیا اُنہیں میں نے منظور نہ کیا۔ نتیجہ اس دوڑ دھوپ

سنہ ۱۹۳۰ء ان کوئی کھوئی ہوئی لالہائی مشہور رم افسانہ کا گھوڑا جو اس قدر دبلا تھا کہ ہر طرف اس کے کنگورے اور زاویئے نکلتے تھے۔

دیکھا بھالی کا یہ نکلا کہ میں خود تنگ آگیا اور آپا صاحبہ علیحدہ [illegible] ہوگئیں۔ کیونکہ چپکے سے لڑکی کو مجھے دکھانے کا انتظام انہی سے ہوتا تھا۔ اب تک جتنی لڑکیاں بھی میں نے [illegible] کی تھیں وہ سب کی سب مجھ سے کہیں زیادہ خوبصورت تھیں مگر جناب میں تو خوبصورت ترین چاہتا تھا۔ آپا نے مجھ سے کہا کہ اب دو طرفہ دیکھا بھالی اگر اسی طرح میں نے جاری رکھی تو میری شادی ہرگز نہ ہوگی جو خوبصورت لڑکی مجھے دیکھے گی بہت سے نا پسند کر دے گی مختصر یہ اصول ہی سرے سے غلط ہے کہ لڑکے کو لڑکی بھی دیکھے صرف لڑکے کا لڑکی کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ یہ اصول غلط ہے۔ کم از کم میرے لئے کیسی کیسی لڑکیاں میں نے اس اصول پر سے قربان کر دیں میں لڑکی کو دیکھ لوں اور بس یہی کافی ہے اور یہی کامیابی کا راز ہے اور اسی زرین اصول کے ماتحت میری شادی ممکن تھی۔

(۳)

ایک روز کا ذکر ہے کہ شام کا وقت تھا اور میں کپڑے پہن کر باہر جانیوالا ہو رہا تھا کہ آپا جان آئیں لپک کر میرے پاس اور رازدارانہ لہجہ میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ ایک دوسرے شہر کی رہنے والی لیکن سخت خوبصورت اور نیک لڑکی کا انہوں نے میرے لئے انتخاب کیا ہے اور وہ اس وقت اپنی خالہ کے ساتھ بڑی مشکل اور تدبیروں سے تھوڑی دیر کے لئے ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہے! مگر مصیبت یہ کہ اب اُسے میں دیکھوں کیسے! میرے کمرہ کے سامنے شیشہ کی زد میں اُس کو گھیر کر لانا اس وقت قطعی ناممکن تھا۔ کوشش کی چکی تھیں اور کوئی پہلو ہی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ وقت بہت تھوڑا تھا اور کوئی تدبیر کرنا ہی۔ بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے ہوا کہ گھوم کر میں پچھلے برآمدہ میں پہنچوں۔ وہاں سے وہ دروازے بند کر کے مجھے اندر والے غسل خانہ میں بند کر دیں۔ میں اندر سے دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤں اور اس وقت تک بیٹھا رہوں جبتک کہ وہ رخصت نہ ہو۔ چنانچہ یہی تدبیر کی گئی اور گھر میں کسی دوسرے کو

[illegible] کا رروائی کا [illegible] بھی نہ [illegible]۔

[illegible] ایک جھوٹے سے [illegible] دیکھا [illegible] میں منظر میری [illegible] میں نے لڑکی کو اچھی طرح دیکھا اور [illegible] پسند کیا بہت [illegible] لڑکی تھی اور ایک [illegible] دیکھنے میں [illegible] نہ پایا۔ میں نے اسے پسند کیا اور [illegible] تو آپا جان آئیں اور انہوں نے بہت [illegible] کر کہو کیا رائے ہے میں نے [illegible] آپ کی داد دی شکریہ ادا کیا اور تجویز یہ ہوئی کہ اب بسم اللہ کر کے [illegible] جنبانی کرائی جائے۔

آپا جان نے کہا کہ اب تم ایک کام کرو۔ وہ یہ کہ اپنی صورت شکل تو بڑی چیز ہے ایسا انتظام کرو کہ یہ لڑکی تمہارا سایہ تک نہ دیکھ پائے۔ کیونکہ یہ قطعی یقین تھا کہ اگر کہیں یہ مجھے دیکھ پائیگی تو مشکل ہو جائے گی۔ ورکیا عجب میرے بارے میں یہ بھی طرح طرح کے ریمارک پاس کر کے مجھے اس امر پر مجبور کر دے کہ میں خود غیرت میں آکر اس سے بھی برگشتہ اور برداشتہ خاطر ہو کر دست بردار ہو جاؤں۔

چنانچہ سب سے پہلا کام تو میں نے یہ کیا کہ اپنی تمام تصویریں کمرہ سے اتار کر احتیاط سے چھپا دیں تاکہ ہر آنے جانے والی کی نگاہ سے اول تو محفوظ رہیں اور پھر دستبرد اور چوری کا بھی امکان جاتا رہے۔ کیونکہ میں خوب جانتا تھا کہ کس طرح آجکل کی لڑکیاں اپنی سہیلیوں کے ذریعے سے اپنے منگیتروں کی تصویریں معائنہ فرمانے کے لئے اُڑا لیتی ہیں اور پھر اُس پر رد و قدح کر کے غلط سلط ریمارک پاس کر کے طے کرے کرائے معاملوں کو بگاڑ دیتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بہ نظر احتیاط میں فوٹو گرافر سے تاکید کر کے کہہ آیا کہ اگر کوئی بھی تم سے میری تصویر مانگے تو خدا کیواسطے مجھے بتا دینا اور ہرگز ہرگز کسی قیمت پر مت دینا۔ آپا جان نے بھی مجھ سے کہہ دیا تھا کہ اب کی مرتبہ جو اگر تم نے اپنی دیکھا بھالی

کرائی تو پھر آئندہ کوئی ... نہ ہوگی۔
چنانچہ ... احتیاطیں برتی گئیں تب جا کر بڑی مشکلات سے کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا اور حسب خواہ شادی ممکن ہوئی۔ ... ناصحوں طرفین کے ... بہالنے ... کم ... میرے ... تو بالکل ہی بیکار نکلا۔ بالکل ہی ناقابل عمل نکلا۔
اب اس ... کے بعد کے دلچسپ حالات اور حکایات آپ کو سناتا ہوں۔ کوئی کہتا ہے کہ تمہاری گھر والی بہت اچھی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ تم مخمصے میں پھنس گئے۔ کوئی کہتا ہے وہ احمق ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ نہیں بلکہ تم احمق ہو۔ کوئی کہتا ہے کہ تمہیں اس نے الو کھلا دیا ہے اور پھر دوسرے ہی دن کوئی اور صاحب خود مجھ ہی کو کہتے ہیں کہ تم الو ہو۔ کوئی مشورہ دیتا ہے کہ میرے لئے ڈوب مرنا اچھا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ تم زن مرید ہوگئے ہو۔ قصہ مختصر جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ اب آپ خود دیکھئے اور کوئی رائے قائم کیجئے۔

مرزا عظیم بیگ چغتائی

مطربہ

جب وہ دھیمے سُروں میں گاتی ہے — جسم میں روح تھرتھراتی ہے
چھیڑتی ہے وہ سازِ ہستی کو — اور تمناؤں کو جگاتی ہے
اس کے نغموں سے میری رگ رگ میں — ایک بجلی سی دوڑ جاتی ہے
جب وہ جلتی ہے اپنے شعلوں میں — ان کو اشکوں سے وہ بجھاتی ہے
ختم کر دیتی ہے مگر جب راگ — دیکھ کر مجھکو مسکراتی ہے
خود تو آجاتی ہے، مگر مجھکو — ان فضاؤں میں چھوڑ آتی ہے

جن میں بہتے ہیں آتشیں چشمے
پرورش پاتے ہیں جہاں نغمے

جاذب دہلوی

ہسپانیہ کی خوفناک کہانی

حُسنِ جنوں نواز

وہ حسین تھی ——— اُس حُسن سے متصف جو دیکھنے والوں کو دیوانہ بنا دیتا ہے۔ جو دیکھنے والوں کو مافوق الفطرت نظر آتا ہے۔ لیکن باوصف اس کے وہ حُسن تھا جسے کوئی اپنے خوابوں میں بھی فرشتوں سے متعلق نہیں کر سکتا۔ وہ ابلیسی حُسن تھا جسے وہ راندۂ درگاہ ملعون فرشتہ اپنے متبعین کو عطا کرتا ہے۔

وہ اُس سے محبت کرتا تھا۔ وہ اُس محبت کا مُدعی تھا جس کا نہ تو کوئی مداوا ہوتا ہے اور نہ جس کی کوئی انتہا۔ اُس محبت کا مُدعی تھا جو دراصل تلاش تو کرتی ہے مسرت کو لیکن سوائے تکلیف وغم کے اُسے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اُس محبت کا مُدعی تھا جو وابستہ تو کی جاتی ہے نیکوکاری سے مگر اس کے باوجود ہوتی اُس نوع کی ہے جو انسان کو ارتکاب جرم پر آمادہ کر دیتی ہے۔

وہ مُتلون تھی۔ مُتلون اور مُسرف ——— اور بہت سی عورتوں کی طرح

وہ تھا شُجاع مگر ضعیف الاعتقاد۔ اُس زمانہ کے سب مردوں کی طرح۔

حسینہ کا نام "میریا انطونیز" اور نوجوان کا نام "پڈرو الفانسو" تھا۔

دونوں طالیدو کے باشندے تھے اور بچپن سے یہیں رہتے بھی تھے۔

الفانسو نے ایک دن میریا کو دیکھا کہ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھکر اُس نے پوچھا "تم کیوں رو رہی ہو"
اُس نے اپنی آنکھیں خشک کیں اور اس کی طرف نظر جما کر دیکھا ایک آہِ سرد بھری اور پھر رونا شروع کر دیا۔

الفانسو اس پر متعجب ہو کر میریا کے قریب آیا۔ اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور خود بھی اُس کٹہرے پر جھک گیا جس پر وہ جھکی ہوئی دریا کی روانی کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اُس نے پھر اُس سے پوچھا "تم کیوں رو رہی ہو؟"

گھر کے نیچے ہی دریا بہہ رہا تھا۔ قریب کے پہاڑوں کے پیچھے سورج چُھپ رہا تھا اور شام کی ہلکے نیلے نقاب کی طرح فضا میں تیر رہی تھی۔ صرف پانی کا دھیرے دھیم شور ہی شکستِ سکوت کا ذمہ دار تھا۔

"یہ مجھ سے مت پوچھو کہ میں کیوں رو رہی ہوں۔ مت پوچھو میں نہیں جانتی کہ مجھے کیا جواب دینا چاہیئے۔ یا اگر میں نے جواب دیا بھی تو وہ تمہاری سمجھ میں نہ آئیگا۔ عورتوں کے دلوں میں ایسی آرزوئیں بھی پوشیدہ ہوتی ہیں جن کا اظہار ٹھنڈے سانسوں سے نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ بیہودہ خواب ہیں جو ہمارے تخیل میں محوِ پرواز ہوتے ہیں۔ ان کا اظہار الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ ہماری پُراسرار فطرت کے یہ وہ ناقابلِ تفہیم مظاہر ہیں جنہیں سمجھنے کی مردوں میں اہلیت ہی نہیں ہوتی۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ میرے غم کا سبب مجھ سے مت پوچھو۔ اگر میں تم سے کہدوں گی تو مجھے ڈر ہے کہ تم سُن کر ہنسنے لگوگے اور پھر میری ہنسی اُڑاؤ گے؟"

یہ کہکر اُس نے اپنا سر جھکا لیا اور نوجوان نے اپنا سوال پھر دُہرایا۔

حسینہ تھوڑی دیر تک تو ضد سے خاموش رہی لیکن بالآخر اُس نے آہستہ آہستہ رو رو کر کہنا شروع کیا۔

"کیا تمہاری یہی خواہش ہے کہ میں بتا ہی دوں؟ اچھا تو لو سُنو۔ میں تم سے ایک بہت ہی حماقت آمیز بات کہنے والی

ہوں۔ مگر جیرن کا کوئی مناسبہ نہیں۔ تم چونکہ مُصر ہو کہ بتاؤں اس لئے بتائے دیتی ہوں۔

کل میں گرجہ میں گئی تھی۔ مریم کا تہوار تھا۔ بیچ میں ایک چھوٹے سے سنہرے چبوترے پر مریم کا بت رکھا ایسا نظر آتا تھا جیسے دہکتا انگارہ۔ بلبلے کے شہر سنائی دے رہے تھے اور گرجہ میں گونج رہے تھے اور پادری ان کے ہم آہنگی میں مریم کا گیت گا رہے تھے۔ میں دعا خوانی میں مصروف رہی، مذہبی خیالات میں محو رہی کہ ایک دم سے جو میری نظر اٹھی تو چبوترے پر پڑی۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کیسے ہوا کہ میری نظریں مجسمہ پر جم کر رہ گئیں۔ — ہیں مجسمہ پر نہیں بلکہ ایک اور چیز پر جس کو میں نے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ ایسی چیز پر جس نے ناقابلِ بیان طور پر میری تمامتر توجہ کو اپنے میں جذب کر لیا۔ سنو نہیں! یہ چیز وہ سونے کا کنگن تھا جو مقدس ماں کے اُس ہاتھ میں تھا جس پر اُس کا مقدس بیٹا آسودہ تھا۔ میں نے زبردستی اپنی آنکھوں کو اس کی طرف سے پھیر لیا اور انہیں جھکا کر پھر دعا خوانی میں مصروف ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ یہ قطعی ناممکن ثابت ہوا۔ غیر ارادی طور پر میری نظریں پھر اس کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ روشنی جو ہیروں کے ہزاروں پہلوؤں پر پڑ رہی تھی تعجب خیز حد تک خیرہ کُن ثابت ہو رہی تھی۔ بے شمار ذرّاتِ نور — سرخ، نیلے، سبز، زرد — ان ہیروں کے چاروں طرف اس طرح رقص کر رہے تھے جس طرح آندھی میں چنگاریاں اُڑ رہی ہوں۔ جیسے شعلوں کی روحیں اپنا آتشیں رقص دکھا رہی ہوں اور ان کی بھیانک چمک اور دہشتناک بیچینی ہی مرکزِ انجذاب بن گئی ہو۔

میں گرجہ میں سے نکلی، اپنے گھر میں آ گئی مگر جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ کہ میرے دماغ میں بسا ہوا تھا۔ میں نے چاہا کہ لیٹ کر سو جاؤں مگر نیند کا کوسوں بھی پتہ نہ تھا۔ رات یونہی بیت گئی مگر جڑاؤ کنگن کا خیال دل سے نہ نکلا۔ صبح ہوتے ذرا کی ذرا آنکھ لگ گئی اور — کیا تم اس کا یقین کرو گے؟ حالتِ خواب میں بھی میرے سامنے سے ایک عورت گذری — گندمی رنگ کی حسین عورت۔ اس کے ہاتھ میں سونے کا جڑاؤ کنگن تھا۔ ایک عورت تو تھی مگر یہ وہ مقدس ماں نہیں تھی جس کی میں پرستش کرتی ہوں اور جس کے آگے میں اپنا سر جھکاتی ہوں۔ وہ کوئی عورت تھی مجسمہ سے ملتی جلتی عورت — مجھے دیکھ کر ہنس رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے چڑا رہی تھی: "دیکھتی ہو تم اسے؟" اُس نے کنگن کی طرف اشارہ کرکے مجھ سے کہا "اس کی چمک دمک کیسی ہے! یہ تو اُن ستاروں کا ایک گروہ معلوم ہوتا ہے جو موسمِ بہار کی کسی رات کو آسمان میں سے چرائے گئے ہوں! دیکھا تم نے اسے! یہ تمہاری قسمت میں نہیں ہے اور آئندہ تمہیں کبھی نصیب ہوگا، کبھی نہیں، کبھی نہیں! تمہیں اور بہت مل سکتے ہیں، اس سے بھی زیادہ خوبصورت، اس سے بھی زیادہ بیش قیمت اگر یہ ممکن ہے تو، مگر یہ جس کی چمک دمک اس درجہ دلکش ہے، اس قدر دل لبھانے والی ہے — کبھی نہیں، کبھی نہیں!" میری آنکھ کھل گئی مگر اس کا خیال میرے ذہن میں جم کر رہ گیا، جیسے ایک دہکتی ہوئی سُرخ کیل دماغ میں پیوست کر دی گئی ہو، جہنمی کیل جسے نکال کر پھینکا نہیں جا سکتا۔ یہ کارنامہ یقیناً ابلیس ہی کا ہے۔ خیر تو۔ مگر تم خاموش کیوں ہو؟ تم نے اپنا سر کیوں جھکا رکھا ہے؟ کیا میری بیوقوفی نے تمہیں گونگا بنا دیا؟"

بہادر نوجوان نے لرز کر اپنی تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا۔ اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا اور نحیف آواز میں بولا —

"وہ مجسمہ کون سا تھا جس کے ہاتھ میں کنگن دیکھا تھا؟"

"سانگرا ریوکا" میریلا نے جواب دیا۔

"سانگرا ریوکا"! نوجوان نے خوفزدہ آواز میں کہا "بڑے گرجہ میں سانگرا ریوکا!"

اُس کے دل میں جذبات کی جو کشمکش جاری تھی اس کا اظہار چہرے کے خدوخال سے ہو رہا تھا۔ وہ خیالات میں غرق تھا۔

"آہ! کسی اور کے ہاتھ میں وہ کنگن کیوں نہ تھا!" اس نے

مطلوب الیغذ بات آواز میں کہا: وہ کنگن بڑے پادری کے عصا پر کیوں نہوا! کسی بادشاہ کے تاج کا جز و کیوں نہوا! خود ابیس ہی کے ہاتھوں میں وہ کیوں نہوا! تمہارے لئے میں اُن سب سے چھین لاتا خواہ مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ گنوادینی پڑتی یا اپنی روح ہی سے کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑتے۔ لیکن سگراریو کی مقدس کنوار ی کے ہاتھ میں سے' اپنے سرپرست بزرگ سگراریو کے گرجہ میں سے' یہ ناممکن ہے۔ قطعی ناممکن!

"نہیں نہیں" امیریا نے آہستہ سے کہا۔ اس قدر آہستہ کہ سنائی بھی مشکل ہی سے دے: "کبھی نہیں"۔ اور اس نے پھر رونا شروع کر دیا۔

دریا کی روانی پر پیڈرو نے بے معنی نظریں جما رکھی تھیں' دریا آہستہ آہستہ مسلسل بہے چلا جا رہا تھا' چٹانوں سے ٹکراتا اور گنگناتا اور پیڈرو تھا کہ اس کی ٹکٹکی بندھ گئی تھی۔

مقدس ماں کے تہوار کی وجہ سے گرجہ میں بہت بھیڑ تھی مگر اب رات بہت آچکی تھی اور تمام رسوم ادا کی جا چکی تھیں اس لئے لوگ کم ہونے شروع ہو گئے تھے۔ روشنیاں گل ہونی شروع ہو گئیں تھیں اور جب گرجہ بالکل خالی ہو گیا تو گرجہ کا بڑا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس کے بند ہوتے ہی ایک تاریک کونہ میں سے ایک شخص برآمد ہوا۔ اُس کا چہرہ سفید پڑا ہوا تھا اور چہرے پر خوف و ہراس کے آثار تھے۔ اُس نے لڑکھڑا کر ایک قبر کا سہارا لیا تاکہ اپنے جذبات پر قابو پالے۔ اُس نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر آگے بڑھ کر اُس نے پردے کی طرف قدم اٹھائے جو مجسمۂ متبرک پر آویزاں تھا۔ یہاں صرف ایک چراغ روشن تھا جس کی روشنی اُس شخص پر پڑی۔

یہ شخص پیڈرو تھا۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ارادہ پر کیسے آمادہ ہو گیا جس کے خیال ہی سے اُس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

یہ بھی نہیں معلوم کہ محب و محبوب میں کیا کیا عہد و پیمان ہوئے، بہرحال کچھ بھی ہوا ہو پیڈرو اس وقت گرجہ میں [illegible] کے ساتھ موجود تھا کہ جو کچھ اُس نے اپنے دل میں ٹھان [illegible] سے پورا کر کے چھوڑے۔ اُس کی بےچین نظروں سے اُس کے ہاتھ پاؤں [illegible] تشنج سے اور اس کی پیشانی پر جو پسینے کے موٹے [illegible] قطرے نمایاں تھے' ان سب سے اس کے احساسات کا [illegible]۔

گرجہ میں کوئی اور متنفس نہیں تھا اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ صرف کبھی کبھی ہوا کے سنسنانے یا پرانی لکڑیوں کے چرچرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ کسے معلوم ہے! جب تخیل پر شدت کا بار ہو تو بعض ایسی چیزیں بھی دکھائی دیتی ہیں اور بعض ایسی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں جن کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ خیر۔۔ کچھ بھی ہو' کبھی تو قریب سے اور کبھی دور سے کبھی اس کے پیچھے سے اور کبھی آگے سے سرد آہوں کی آوازیں' زمین پر کسی کے کپڑے گھسٹنے کی صدائیں یا قدموں کی مسلسل چاپ سنائی دے رہی تھی۔

پیڈرو ہمت کر کے آگے ہی بڑھتا گیا۔ اب وہ اُس حصے میں پہنچ گیا جس میں بادشاہوں کی قبریں ہیں اور ان قبروں پر اُن کے مجسمے اس طرح کھڑے ہیں کہ ان کا ایک ہاتھ تلوار کے قبضے پر ہے اور وہ دن رات کھڑے گویا قیامت تک اپنی قبروں کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

"اور آگے چل"! اُس نے اپنے دل میں کہا اور وہ بڑھنا بھی چاہتا تھا مگر وہ ہل بھی نہ سکا۔ معلوم ہوا جیسے اُس کے پاؤں زمین سے چپک کر رہ گئے ہیں۔ اُس نے اپنی نظریں نیچے کو جھکائیں اور مارے خوف کے اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ گرجہ کا فرش سیاہی مائل خاکی پتھر کا تھا جو عام طور سے قبروں میں لگایا جاتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے تو پیڈرو کو ایسا محسوس ہوا کہ ایک سرد اور بے گوشت و پوست کے ہاتھ نے اُسے اس قدر زور سے پکڑ رکھا ہے کہ چھڑائے نہ چھوٹے گا۔ دور کے کچھ چراغ

لٹکا رہے تھے ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے کسی سیاہ بادل میں ستارے پوشیدہ ہو رہے ہوں۔ قبروں پر جو مجسمے نصب تھے متحرک نظر آنے لگے اور گرجہ کے بڑے بڑے ستون، اور سب محرابیں گھومتی ہوئی معلوم ہونے لگیں۔

وہ اور آگے بڑھا! پیڈرو نے باوجود اس کیفیت کے کہا اور وہ چبوترے کی طرف چلا۔ وہ اس کے قریب پہنچ گیا اور اسے مریم کا بت نظر آیا۔ پیڈرو محسوس کر رہا تھا کہ بھوتوں اور چڑیلوں کا ایک ہیبتناک خواب اسے گھیرے ہوئے ہے۔ چاروں طرف تاریکی تھی یا اگر کہیں کچھ مدھم سی روشنی بھی تھی تو تاریکی سے بھی بدتر۔ صرف ملکۂ فردوس کے سر پر جو سونے کا چراغ آویزاں تھا اس کی روشنی پڑ رہی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ کھڑی مسکرا رہی ہے۔ اس قدر بھیانک سمے میں وہ تسکین و محبت سے مسکراتی نظر آ رہی تھی۔

لیکن پھر وہی مسکراہٹ جس نے پیڈرو کے دل کو ذرا سی دیر کے لیے تقویت پہنچائی تھی اسی سے اس پر خوف طاری ہو گیا —— نامعلوم خوف! ایسا خوف جو اس نے پہلے کبھی محسوس ہی نہیں کیا تھا۔

اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اپنی آنکھیں پھیر لیں تاکہ وہ مجسمہ اسے نظر نہ آئے پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک تشنجی جنبش کے ساتھ اس سنہرے کنگن کو نوچ لیا جو کسی استقف اعظم نے بطور نذر پیش کیا تھا اور جس کی قیمت کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وہ چیز اب اس کے قبضہ میں تھی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے مگر وہ مافوق الفطرت قوت سے اسے اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا۔ اب اسے صرف وہاں سے بھاگنا تھا —— اس کنگن کو لیکر فرار ہونا تھا۔ فرار ہونے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ اپنی نظریں اونچی کرے مگر پیڈرو میں اس کی ہمت ہی نہ تھی۔ وہ ان شکلوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا جو پتھروں پر بنی ہوئی تھیں۔ ان مجسموں سے نظر نہیں ملا سکتا تھا جو قبروں پر کھڑے ہوئے تھے۔ ان شیاطین سے آنکھیں چار نہ کر سکتا تھا جو کارنسوں پر موجود تھے! ان عجیب الہیئت ہستیوں کی تاب نہ لا سکتا تھا جو ستونوں پر بیٹھی تھیں! تاریکی اور روشنی کی شعاعوں سے بھی آنکھیں نہیں ملا سکتا تھا کیونکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دیو قامت بھیانک صورتیں ان میں حرکت کر رہی ہیں اور پراسرار ہستیاں چاروں طرف پھر رہی ہیں۔

آخر کار اس نے اپنی آنکھیں کھول کر چاروں طرف ایک نظر ڈالی اور اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔

سارا گرجہ عجیب الخلقت ہستیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان کے لباس کچھ اور ہی وضع کے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ کونوں کھدروں میں سے نکل کر سب جمع ہو گئی ہیں۔ یہ سب کی سب آنکھوں کے خالی حلقوں میں سے اسے گھور رہی تھیں۔

اولیا، راہبات، فرشتے، شیاطین، سورما، بیگمات، ملازم، پادری اور مسخرے سب کے سب ایک ہی جگہ جمع ہو گئے تھے۔ وہ مجسمے جو بادشاہوں اور بڑے بڑے پادریوں کی قبروں پر نصب تھے سب زندہ ہو کر چبوترے کے گرد آ کھڑے ہوئے تھے۔

دہشت خیز اور نفرت انگیز حشرات الارض فرش پر، ستونوں پر، محرابوں پر اور ہر چیز پر رینگ رہے تھے۔ چھتوں میں سے ہیبتناک اژدہے اور بڑی بڑی گندی چھپکلیاں لٹک رہی تھیں۔

پیڈرو ان کی موجودگی کو برداشت نہ کر سکا۔ اس کی کنپٹیاں پھڑکنے لگیں۔ خون کی ایک لہر اس کی آنکھوں کے آگے چھا گئی اس نے ایک اور چیخ ماری، تیز چیخ جو انسانی چیخ سے بہت کم مشابہ تھی اور بیہوش ہو کر چبوترے پر گر پڑا۔

اگلے دن صبح کو جو پادری سب سے پہلے گرجہ میں داخل ہوئے انہوں نے پیڈرو کو وہیں پڑے ہوئے دیکھا! اس کے ہاتھ میں اب بھی وہ سنہرا کنگن تھا اور انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر اس نے ایک خوفناک قہقہہ لگا کر کہا "اسکے لئے! اسکے لئے!" وہ پاگل ہو گیا تھا

(ہسپانوی تخیل) شاہد

بجھائے نہ بنے

بیرن کے دماغ پر، اس کی روح پر ایک خیال چھایا تھا۔ بھابی کتنی اچھی ہیں!"

ہوش سنبھالنے کے قبل ہی اس کی ماں خدا کی پیاری ہو چکی تھیں۔ بچپن کا جب کبھی اسے خیال آتا تو صرف ایک شکل نظر آتی۔ بھابی کی! بڑی بڑی آنکھ، تندرست جسم، میٹھی میٹھی پیار بھری آواز!...

رتن اسے بے حد چاہتی تھی۔ شادی کے وقت رتن بچہ تھی — بارہ برس میں آدمی بچہ نہیں تو اور کیا ہے؟ — میکہ سے رخصت ہوتے وقت وہ خوب روئی تھی لیکن یہاں آکر اس نے بیرن کو دیکھا۔ بیرن اس وقت آٹھ برس کا تھا، بڑا بھولا بھالا پیارا بچہ! ماں مر چکی تھیں۔ دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ رتن کا دل خود بخود اس کی طرف کھنچ گیا......

اور بیرن؟ — ایک ننھا سا بچہ! کیا وہ رتن کی محبت سے اثر پذیر ہوئے بغیر رہ سکتا! کیا لوہے میں طاقت ہے کہ مقناطیس کی کشش کا مقابلہ کرے؟......

بیرن بڑھتا گیا۔ رتن کی محبت کی آغوش اُسے پال رہی تھی۔ اور اس کا پیار اس کے حساس دل پر کافی سے زیادہ اثر ڈال رہا تھا!......

. . . .

آٹھ برس کی مدت گذر گئی۔ کتنے انقلاب آئے۔ کتنی تبدیلیاں ہوئیں! بیرن بھی اب بچہ نہ رہا۔ لیکن اس کی روح ... ابھی وہی تھی...... دنیا کے ظاہری اثرات سے پاک! دل پر کے نقوش وہی تھے... صرف رنگ اور گہرا ہو گیا تھا! رتن اب پہلے کی طرح اس سے پیش نہ آتی تھی۔ اس کی محبت میں کمی نہیں ہوئی تھی۔ نہیں۔ اس کی محبت ویسی ہی تھی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ! لیکن سن کا تقاضہ تھا!... یہ تبدیلی رفتہ رفتہ۔ بتدریج! آہستہ آہستہ ہوئی۔ لیکن بیرن سے محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن اس کی زبان خاموش رہی۔ اس کا دل جلتا گیا! آنکھیں روتی گئیں... پھول سا چہرہ زرد ہو گیا کنول سی آنکھیں مرجھا گئیں۔

رتن نے دیکھا، پوچھا۔ وہ کیا کہتا! کیا بتاتا! کہ کون سا روگ اس کے دل کو کھائے جا رہا ہے! اس نے خاموشی سے دیکھا آنکھیں ڈبڈبا گئیں... اور بس!

شام کا وقت تھا۔ رتن اپنے کمرہ میں تھی۔ بیرن بکایک داخل ہوا اور کہا "بھابی، ایک بات مانو گی؟"

رتن نے گھبرا کر اس کے چہرہ کو دیکھا! اس کے ہونٹ لرز رہے تھے، چہرہ تمتایا ہوا تھا۔ آنکھیں نیچی تھیں جیسے اُس نے کوئی قصور کیا ہو!

رتن کا دل تڑپ گیا۔ "بیرن تمہاری طبیعت اچھی نہیں! آؤ چارپائی پر لیٹ جاؤ — نہیں، نہیں میں کچھ نہ سنوں گی پہلے تم لیٹ جاؤ۔"

بیرن کو ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ رتن نے کہا "کہو، بیرن!"

"خفا تو نہ ہو گی؟"

رتن نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"تم سے بیرن؟"

بیرن نے ہاتھ جوڑ کر کہا "بھابی! پاگل ہو گیا ہوں

نہ جانے کیا ہوگیا ہے! دیکھو امتحان کا نتیجہ کبھی خراب ہوا۔ بھیا کتنے بگڑ رہے تھے۔ بھابی اُنہوں نے ویسے کہا میں ننگ خاندان ہوں! . . . لیکن بھابی میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ آہ! یہ کمبخت دل مجھے رسوا کئے ہوئے ہے! . . . بھابی . . . . اگر کوئی قصور ہوا ہو تو تمہارے التجا کرتا ہوں۔ معاف کر دو! . . . .

اس نے منہ کو ہاتھوں سے ڈھانک لیا . . . رونے لگا۔

رتن نے بڑے پیار سے بیرن کی پیشانی کو چھوا۔ بخار بہت چڑھا ہوا تھا۔ اس کا دل بھر آیا۔ اس نے سوچا یہ سب میرا قصور ہے! پیار کا رشتہ قائم کر کے اس میں ذرا بھی لاپروائی کرنا کتنا بڑا گناہ ہے! . . .

اس نے بیرن کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گردن سے لپٹا لیا . . . . جھک گئی . . . . اس کے منہ پر منہ رکھ دیا!

بیرن کو ایسا معلوم ہوا جیسے بجلی کی رو اس کی رگوں میں بھر دی گئی! اس کی روح اس کے جسم کو چھوڑ کر نکلی جا رہی تھی اور وہ بے اختیارانہ اسے روکنے کے لئے رتن سے چمٹا جا رہا تھا! . . . . . .

صبح کو رتن بیرن کو دیکھنے گئی۔ کمرہ اندر سے کھلا تھا۔ بیرن کی آنکھیں دروازہ کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی تھیں ہاتھ میں ایک پرزی لٹک رہی تھی۔ لکھا تھا! —

نالہ کرتے ہیں تو احباب خفا ہوتے ہیں
لے لے نسیم سحری! ہم بھی ہوا ہوتے ہیں

ملبغراد تمنائی

ملکہ کرسٹنا

سٹاک ہام کی شاہی عدالت میں حکومت کے معاملات پر بحث ہو رہی تھی۔ نوجوان ملکہ کرسٹنا جو آج صبح سے غیر معمولی طور پر مصروف تھی تھکن اور پریشانی محسوس کر رہی تھی۔ اس کے نرم و نازک چہرہ پر افسردگی کی ایک لہر دوڑ گئی وہ عدالتی کرسی کا سہارا لے کر جھکی۔ ایک لمحہ کے لئے اس کی دوربین نظر کھڑکی کے باہر پڑی جہاں سفید برف کے گالے آسمان سے گر رہے تھے۔ ملکہ نے ایک سرد آہ بھری۔ آہ کتنا دلفریب اور سہانا سماں ہے! اس روح نواز خاموشی پر محلات کی بے پناہ گھما گھمی قربان کی جا سکتی ہے۔ جی چاہتا ہے برف کی روپہلی چادر میں گم ہو جاؤں۔ اور ان تمام پریشانیوں کو بھول جاؤں۔ حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی...... پھر اپنی طبیعت کو سنبھال کر اور ایک مجبوری کی حالت میں ملکہ ان کاغذات کا معائنہ کرنے لگی۔ جو وزیر اعظم۔ آکسن سٹرنا نے اس کے سامنے رکھے تھے۔ لیکن مایوسی اور حیرت کا ایک اتھاہ سمندر تھا کہ اس کے دل و دماغ میں موجیں مار رہا تھا۔ اس کی کنول جیسی حسین آنکھیں زیادہ عرصہ تک کاغذات پر نہ جم سکیں وہ اس وقت غور و خوض کرنے سے قاصر تھی۔ یہ ایک بوجھ تھا جس کا برداشت کرنا اس کے لئے دوبھر ہو رہا تھا۔ آج کی مجلس کو قائم ہوئے بہت دیر ہو گئی۔ صبح سے آرام کا ایک سانس بھی نصیب نہیں ہوا۔ ہر فرد و بشر کچھ نہ کچھ چاہتا ہے۔ اگر ایک طرف امن اور سکون کی خواہش کا اظہار ہو رہا ہے تو دوسری جانب جنگ کے لئے بیقراری نظر آتی ہے۔ ان متضاد کیفیات کے زیر اثر لوگوں کی طبیعتیں بے قابو ہو رہی تھیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ملکہ کی شادی۔ سپہ سالار افواج۔ شہزادہ چارلس آگسٹس کے ساتھ ہو۔ ان کا شور و غل ہیجان کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ ملکہ نے سوچا اور اس کے چہرہ پر ایک معصوم تبسم کھیلنے لگا۔ جلدی سے اس نے کاغذات کو دیکھ بھال کر الگ کر دیا۔ آخر کار تمام لوگ رخصت ہوئے اور کمرے میں ملکہ کے پاس صرف اس کا وزیر رہ گیا اس نے سلسلۂ گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا: محترم ملکہ۔ میں آپ کو شہنشاہ سپین کے خاص پیامبر کی آمد کے متعلق آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک دو روز میں دربار میں پہنچ جائیگا۔ آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ اس کے آنیکا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ سویڈن پروٹسٹنٹ ملک ہے۔ رعایا کبھی برداشت نہیں کر سکے گی کہ ان کی ملکہ کی شادی غیر مذہب کے شہزادہ سے ہو۔ آپ کی دلچسپی آئندہ آنے والے زبردست خطرات کا پیش خیمہ ہوگی۔ حکومت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کی شادی شہزادہ چارلس کے ساتھ ہو۔ پیاری ملکہ یہ آپ کا فرض ہے اور موجودہ حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے قطعی ضروری!

ملکہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھڑکی تک گئی اور سفید برف کے انبار پر خاموش اور معنی خیز نظریں ڈالتے ہوئے کہنے لگی: "یہ کیونکر میرا فرض ہو سکتا ہے! میرے دن اور میری راتیں تو ملک کے لئے وقف ہو چکی ہیں۔ سارا سارا دن رعایا کے مخمصوں اور بکھیڑوں میں گذر جاتا ہے۔ ایک کتاب پڑھنے کیلئے مجھے آدھی رات کو اٹھنا پڑتا ہے۔ میری ساری قوتیں لوگوں کی خدمت میں صرف ہو رہی ہیں۔ رعایا کے لئے میں نے کیا کچھ نہیں کیا! میرا ہر ہر لمحہ۔ سوتے اور جاگتے۔ اٹھتے اور بیٹھتے۔ ملک کی بہتری اور خوشحالی کے خواب دیکھنے میں گذر جاتا ہے۔ کیسا انصاف کا یہی تقاضا ہے! میں شادی کرنا نہیں چاہتی۔ میری

رعایا مجھے مجبور نہیں کر سکتی" چانسلر نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "تم سویڈن کی ملکہ ہو اپنے مرحوم باپ شہنشاہ سویڈن کی بیٹی۔ تمہارا اولین فرض ہے کہ تخت کے لئے جائز وراثت کا سامان کرو" ملکہ کا چہرہ فرط جوش سے تمتما اٹھا "کیا ہم انہیں کے نقش قدم پر چلیں جن کی ہستی عرصہ ہوا فنا ہو چکی ہے۔ کیا ہم مردوں کے لئے زندہ رہیں؟" "ہاں ان کے لئے جن کو دنیا نے بڑا جانا اور جن کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔ قابل احترام ملکہ! آپ کنواری تادم آخر زندگی بسر نہیں کر سکتیں" - چانسلر نے کہا۔

ملکہ اس کی طرف جھکی اور ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی "میں کنواری ہی رہوں گی"۔ یہ کہہ کر اس نے چانسلر کو رخصت کر دیا اور آپ اپنے کمرۂ خاص کی طرف چل دی۔

(۲)

جونہی ملکہ ایک برآمدہ کو طے کرتی ہوئی اپنے کمرہ کی جانب مڑی۔ وہ رک گئی اس کے قدم اٹھ نہ سکے۔ سامنے کی دیوار کے ایک طرف ایک جوان لڑکی کھڑی تھی اور ایک شخص کے بازو اس کی کمر کو حلقہ کئے ہوئے تھے۔ ایبا۔ ملکہ کی محبوب سہیلی اور اس کی رازدار جس کے ساتھ ملکہ نے دربار کی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے سیر کو جانے کا ارادہ کیا تھا —— اور کاؤنٹ گارڈی۔ اس کی پشت ملکہ کی جانب تھی اور وہ محبت کے رنگین جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کے لب ایبا کے نازک لبوں سے پیوست ہو گئے اور ایک لمحہ کے لئے وہ اپنے گردوپیش سے قطعی بے خبر ہو گئے۔ "ملکہ خود غرض ہے۔ وہ محبت کی قدر و قیمت کو نہیں سمجھتی۔ اسے صرف اپنی ذات سے مطلب ہے وہ حاکم ہے اور تم محکوم۔ کیا اسی کا نام دوستی ہے! تم نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا ہے کہ تم ملکہ سے یہ صاف صاف کہہ دوں گی کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے لیکن تم نے آج تک اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ تمہارا دل اس کے جبر و بیجا تحکم کے خلاف آواز اٹھانا چاہتا ہے لیکن تم نے کچھ نہیں کیا"

ایبا کے ہاتھ اس کے ہونٹوں تک اٹھے اور اس نے اسکے بے پناہ الفاظ کی بوچھاڑ کو روکنا چاہا۔ یکایک اس کی نظر کاؤنٹ کے کندھے پر سے اس کی ملکہ پر پڑی۔ وہ چونکی اور اس کے چہرے کی سرخی زردی میں تبدیل ہو گئی۔ پریشانی سے اسکی زبان تک نہ ہل سکی۔ کاؤنٹ اس کی یہ حالت دیکھ کر مڑا اور ملکہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ "محترم ملکہ . . . . ." اسکی آواز تھرا گئی۔ لیکن اپنے آپ پر قابو پا کر اتنا کہہ سکا: "یہ سچ ہے"

"یہاں سے چلے جاؤ" ملکہ نے حکم دیا اور پھر خوف زدہ لڑکی کے قریب آئی۔

"مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو" اور اسے بھی لڑکی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور ملکہ کے قدموں پر گر پڑی۔

نوجوان ملکہ ایک سخت تکلیف محسوس کر رہی تھی۔ انتشار قلب اس کے چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔ ماضی کا سحر آفریں افسانہ ریت پر لکھے ہوئے نقوش کی طرح نظر آنے لگا۔ اس کی پرنم آنکھیں جذبات باطنی کی آئینہ دار تھیں۔ اس واقعہ کا اثر اس کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ گیا تھا۔

اس نے آہستہ سے کہا "تم میری رازدار تھیں۔ میری رفیق۔ مجھے زندگی کے پیہم مشکلات سے نجات دلانے والی۔ لیکن افسوس تمہاری رفاقت ایک خیال موہوم بن کر رہ گئی۔ تمہاری دلچسپی — جھوٹ، تمہاری محبت ایک بے بنیاد فسانہ اور تمہارا تعلق، نقش برآب ثابت ہوا۔ تم میری آرزوؤں کا مرکز تھیں۔ میری خوابوں کی تعبیر۔ لیکن میرا خیال غلط نکلا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم مجھے دھوکا دے رہی ہو اور تمہاری محبت کسی اور کے لئے وقف ہے"

"لیکن میری پیاری ملکہ! تم نہیں سمجھیں" ایبا نے شرمندہ گلو آواز میں کہا۔ ملکہ چلی گئی اور ایبا پشیمان اور کبیدہ خاطر

پتھر کے بت کی طرح خاموش کھڑی رہی کرسٹنا اور آئیگی۔ ماحول خاموش۔ برف سے اٹی ہوئی سڑکوں پر سرپٹ گھوڑے دوڑ رہے ہیں اور گھوڑوں کے ٹاپوں سے جنگل کی میلا بستی میں ایک خاموش ہنگامہ بپا ہے۔ ملکہ کی روح فرط مسرت سے شگفتہ ہو رہی ہے۔ وہ ایک آزاد خوشی کے جذبے سے بیحد مسرور نظر آتی ہے۔ دربار کی پابندیوں کا تکلیف دہ اثر اس کی مسرت انگیز بہار میں حائل نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ چلے جا رہے تھے ایک خواب کی نگری میں خاموش اور ویران سنسنے میں۔ آبادی سے دور لیکن قدرت کی نیرنگیوں کے قریب۔ ایک عجیب فرحت اور شادمانی کی کیفیت ملکہ کے چہرے سے نمایاں تھی۔

گاڑیوں کی ایک قطار برف کے تودوں میں سے گذر رہی تھی۔ سب سے پہلی گاڑی بہت خوبصورت اور سجی ہوئی تھی۔ پچھلی گاڑیوں میں بڑے بڑے صندوق اور پیٹیاں اور دیگر سامان لدا ہوا تھا دفعتہً سب سے زیادہ خوبصورت گاڑی سڑک پر سے اتر گئی۔ پہیے برف میں دھنس کر رہ گئے۔ بہت زور لگانے پر بھی گھوڑے اُسے نہ کھینچ سکے۔ گاڑیبان حیران تھے۔ ایک غیر مانوس زبان میں جرأت آمیز کلموں کی آواز گاڑی میں سے آ رہی تھی۔

"غیر ملکی لوگ"۔ آئیگی نے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"سپین کے رہنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ ملکہ نے آہستہ سے کہا اور ایک بجلی کی لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ شہنشاہ سپین کا پیامبر آ پہنچا ہے۔

ملکہ دلیری سے آگے بڑھی اور بلند اور بارعب لہجہ میں حکم دیا: "آگے بڑھو"۔ دوسری گاڑیوں کے گھوڑے اس گاڑی کے ساتھ لگائے گئے۔ اور سب نے مل کر زور لگایا۔ گاڑی ایک دم برف میں سے نکل آئی۔

غیر متوقع حرکت کی وجہ سے نوجوان جلدی گاڑی میں سے کود کر باہر آگیا۔ ملکہ ہنسی۔ پھر اس کی روح کپکپائی اور وہ ایک پرسکون مسکراہٹ سے خوش نظر آنے لگی۔

کتنا وجیہہ اور قد آور ہے! کتنا خوبصورت۔ اس کی سیاہ شعلہ بار آنکھیں، اور سانچے میں ڈھلے ہوئے ہونٹ اف وہ کتنا جاذب نظر ہے" ملکہ ایک کشش محسوس کر رہی ہے بے اختیار۔ "آپ کی ہمدردی اور امداد کا بیحد شکریہ" نوجوان نے جھکتے ہوئے کہا۔ "پیڈرو" اس لڑکے کو ایک کراؤن دے دو۔ اس نے اپنے نوکر سے کہا اور خود گاڑی میں واپس چلا گیا۔

کرسٹنا نے سکہ لے لیا اور ایک معصوم مسکراہٹ کے ساتھ اسے ہاتھ میں اچھالنے لگی۔ پھر اس نے اس کو اپنی جیب میں ڈال لیا اور جس جانب گاڑیاں گئی تھیں اس طرف دیکھنے لگی حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئیں۔ آئیگی ملکہ کا گھوڑا قریب لایا۔ وہ اس پر سوار ہو گئی اور چلنا شروع کر دیا۔

دفعتہً اس نے گھوڑے کی باگ کھینچی اور اس طرف کو مڑی جدھر گاڑیاں گئی تھیں۔ فوراً ہی وہ ان تک پہنچ گئی اور شاندار گاڑی پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے ان کے پاس سے گذر گئی۔

(۴)

برف کی گہری ماں ہوا میں سے ایک پرانی اور خستہ عمارت کی دیواریں دھیمی دھیمی نظر آ رہی تھیں۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور رات کی سیاہی درجہ بدرجہ بڑھ رہی تھی۔

ملکہ نے دروازہ پر گھوڑے کو روکا۔

"سرائے کا مالک کہاں ہے؟" اس نے مرعوب کن لہجہ میں دریافت کیا۔

وہ باہر آیا۔ ایک پست قد۔ مضبوط اور بشاش انسان

"میں آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں" اس نے آتے ہی کہا "آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کھانا۔ ایک کمرہ اور ایک چارپائی" ملکہ نے کرخت آواز میں جواب دیا۔

سرائے کے مالک نے اس عجیب وغریب نوجوان کو غور سے دیکھا۔ "اس وقت صرف ایک ہی کمرہ خالی ہے" اس نے کہا۔

کمرہ کافی بڑا تھا اور اس کے ایک کونے میں ایک چارپائی بچھی تھی۔

ملکہ اس شخص کے پیچھے پیچھے سیڑھیوں پر چڑھنے لگی جب وہ منتخب کمرہ میں پہونچے تو سرائے کا مالک اُسے چھوڑ کر نیچے اتر آیا۔ ملکہ تنہا رہ گئی۔ اس نے دروازہ میں سے باہر گلی کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اس کی نگاہ ایک ہجوم پر پڑی جو سرائے کے پاس جمع ہوگیا تھا۔ بڑا شور مچ رہا تھا۔ لیکن سپین کے پیامبر کی بلند آواز ملکہ صاف صاف سُن رہی تھی۔ وہ سرائے کے مالک سے ایک کمرہ کی درخواست کر رہا تھا لیکن سرائے میں کوئی کمرہ خالی نہ تھا۔ مالک نے افسوس کرتے ہوئے انکار کیا۔ اچانک سفیر کی نظر ملکہ پر پڑی۔ وہ پہچان گیا اور اس کی طرف بڑھا۔

"جناب میں آپ سے معافی چاہتا ہوں" اس نے کہا اور جھک کر عجیب انداز سے سلام کیا "میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور افسوس" یہ کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ ایک معتبر ہستی۔ اجنبی سفیر پر گہرا اثر ہو رہا تھا۔

"آپ کو افسوس کرنے کی ضرورت نہیں" ملکہ نے جواب دیا۔ "آپ سے انعام حاصل کرنے میں مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی"

"میں امید کرتا ہوں" سفیر نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا "بشرطیکہ شرف میزبانی آپ مجھے بخشیں"

اسی اثنا میں سرائے کا مالک اپنی بیوی سے گفتگو رہا تھا وہ کچھ سوچ کر ان کے قریب آیا۔ "میرا خیال ہے" اس نے کہنا شروع کیا "آپ ایک دوسرے سے بہت مانوس نظر آتے ہیں۔ اگر اسے بیجا جرأت تصور نہ کیا جائے تو میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں جس سے ان کی — سفیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے — رہائش کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اگر آپ — (ملکہ سے خطاب کرتے ہوئے) یہ گوارہ کر سکتے ہیں تو آپ ہی کے کمرے میں ایک اور چارپائی بچھادی جائے۔"

ملکہ نے اس تجویز کو ایک خفیف ناپسندیدگی سے سُنا۔ اور اس کے ابرو پر شکن دیکھ کر سفیر نے کہا: "میں اسے ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ میری وجہ سے آپ تکلیف اٹھائیں۔ لیکن ......" وہ مسکرایا اور اس مسکراہٹ سے ملکہ کے دل میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔

"میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمیں ایک دوسرے سے بہت کچھ کہنا ہے" یہ کہکر وہ توجہ سے ملکہ کو دیکھنے لگا۔

"میں آپ کو اپنا سارا کمرہ دے دیتا ہوں۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے۔ میں آگ کے پاس بیٹھ کر اپنی رات گذار سکتا ہوں" کرسٹنا نے جواب دیا۔

سیاہ اور چمکدار آنکھوں میں ملامت کے گہرے احساس کے آثار ظاہر ہوئے۔

"کیا میرے طریقے ناپسندیدہ ہیں؟ کیا میری گفتگو آپ کے لئے باعث خاطر ثابت ہو رہی ہے؟ مجھے معاف کر دو۔ میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ میں تمام رات آگ کے پاس بیٹھ کر گذار سکتا ہوں"

"نہیں نہیں" ملکہ نے کہا "اب نہیں مجھے اس تجویز پر کوئی عذر نہیں آپ میرے ساتھ رہیں"

سرائے کا مالک اطمینان محسوس کرنے لگا وہ دونوں نوجوان کمرے میں چھوڑ آیا وہ تنہا رہ گئے۔ ان کی نظریں ملیں اور "ننگا ہوں ننگا ہوں میں جو —

عجیب و غریب اور عمیق جذبات کا اظہار ہوگیا۔

بالآخر سینڈرو نے خاموشی کو توڑا۔ "میرا نام ڈان انٹونیو ہے اور میں شہنشاہ سپین کی طرف سے ایک خاص پیغام لے کر آیا ہوں"۔ یہ کہکر اس نے ملکہ کی جانب دیکھا اور انتظار کرنے لگا کہ اس کا ساتھی اپنا تعارف کرائے۔

"میرا نام کاؤنٹ ڈونا ہے" ملکہ نے کچھ وقفہ کے بعد جواب دیا۔

(۵)

نوجوان آدمی، قد آدم شیشے کے سامنے کھڑا ہوا لباس تبدیل کر رہا تھا۔ وہ رکا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا وہ کسی گہری سوچ میں ہے۔ گہرا احساس اس کی آنکھوں سے ٹپک رہا تھا۔ اور پر اسرار جذبات اس کی طبیعت پر قابو پا رہے تھے۔ اس نے غور سے ملکہ کو دیکھا۔ پھر اس نے سپین کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ لیکن جاری نہ رکھ سکا۔ فوراً ہی ملکہ کے قریب آیا۔ اس کو اپنے بازوؤں میں دبا لیا۔

"ہاں" اس نے بھرائی ہوائی آواز میں کہا۔ "میں اسے محسوس کر رہا تھا"

وہ اس کے سامنے جھک گیا اور ملکہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"مجھے معاف کر دو" ملکہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک پیدا ہوگئی۔

"تمہیں معاف کر دوں؟" انٹونیو نے حیرت سے کہا۔ "اس سرائے میں۔ ایسی غیر متوقع جگہ میں۔ تم۔ میرے قریب اوہ! زندگی کتنی عجیب ہے!"

وہ اٹھا اور بے اختیارانہ ملکہ سے بغلگیر ہوگیا

تمام شب برف باری ہوتی رہی۔ سرائے کے چاروں طرف برف ہی برف دکھائی دیتی تھی۔ دروازہ میں سے گذرنا قریب قریب ناممکن ہوگیا تھا۔ تمام جگہ ایک خاموش ویرانہ کا منظر پیش کر رہی تھی۔ برف لگاتار پڑ رہی تھی۔

بڑے کمرے کے دروازہ پر ایک ہلکی سی کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔

"میرے آقا" پیڈرو نے کہا۔ "برف ابھی تک برابر پڑ رہی ہے۔ اغلب ہے کہ ہم تین دن تک اس جگہ سے نہ ہل سکیں"

"خوب" انٹونیو نے آہستہ سے نیند بھری آواز میں کہا

تین دن — شیریں اور مسرور لمحے۔ خواب کی طرح گذر گئے برف بند ہوگئی تھی۔ سڑک صاف کر دی گئی۔ آفتاب پوری شان کے ساتھ جلوہ فگن تھا۔

"مجھے گھر سے نکلے طویل عرصہ ہوگیا" ملکہ نے پریشان ہوکر کہا۔ "اب مجھے بہت جلد واپس جانا چاہیئے"۔

"لیکن میں اس جدائی کو کیسے برداشت کروں گا؟" انٹونیو کی سیاہ آنکھوں سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔

"میں جب دربار سے فارغ ہوجاؤں گا تو کیا تم مجھے ملنے کا وعدہ کرتی ہو؟" وہ ملکہ کے چہرہ کو غور سے تکنے لگا۔

"ہاں میں تم سے ملنے کا وعدہ کرتی ہوں"۔ ملکہ نے پرزور لہجہ میں کہا۔

دونوں تپاک سے ملے اور ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔

(۶)

محل کے بڑے کمرہ میں خادمائیں ملکہ کو شاہانہ لباس پہنا رہی تھیں۔ آج وہ غیر معمولی طور پر خوش نظر آتی تھی۔ اس کے چہرہ سے شادمانی اور ایک دلکش انتظار کی کیفیت نمایاں تھی۔

"ایبا کہاں ہے؟ اسے یہاں بلاؤ" اس نے حکم دیا۔ اور جب وہ لڑکی شرماتی ہوئی ملکہ کے قریب آئی تو ملکہ کی نگاہیں مسرت سے اس پر پڑیں۔

"ایبا۔ تمہارا کیا حال ہے" اس نے نرم لہجہ میں پوچھا۔

"تمہارا چہرہ زرد معلوم ہوتا ہے!"

"حضور" اینیا نے تھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "جب سے آپکی ہمدردی اور لطف و کرم سے محروم ہوئی۔ آج تک خواب بھی نصیب نہیں ہوا۔

"مہربانی!" ملکہ نے کہا۔ "مجھ سے ایسی گفتگو نہ کرو جیسی ملکہ سے کی جاتی ہے۔ میں تمہاری دوست ہوں۔ مجھے تم سے کچھ تکلیف پہنچی تو میری طبیعت بے قابو ہو گئی۔ اینیا! مجھے معاف کردو!"

خادم خاص کمرے میں داخل ہوا۔

"وزیر اعظم آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے!" اس نے کہا۔ اور ملکہ کے چہرہ پر ایک نگاہ ڈالی۔ وہ غیر معمولی طور پر حسین نظر آرہی تھی۔ وہ جھکا اور ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

دربار سجایا گیا۔ وزراء اور امراء اور دیگر معتمدین سپین کے پیامبر کے استقبال کے لیے جمع ہوئے۔

جب ملکہ تخت پر جلوہ افروز ہوئی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ تھوڑے عرصہ میں وہ اس کے سامنے ہوگا۔ چانسلر سفیر کی آمد کا اعلان کر رہا تھا۔ اور تمام لوگ اپنی اپنی جگہ خاموشی سے سن رہے تھے۔

"ہم سب آپ کا دربار میں پر جوش خیر مقدم کرتے ہیں!" ملکہ نے پیامبر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اینڈ نیو نے جب سر اٹھایا تو وہ فوراً ہی ملکہ کو پہچان گیا۔ وہ حیران ہو گیا۔ اور سب کچھ بھول کر تعجب نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ دربار میں سنسنی پھیل گئی۔

"میں شہنشاہ سپین کی طرف سے ایک خاص پیام لیکر حاضر ہوا ہوں" اس نے طبیعت سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور ایسی طرز میں جیسے کوئی بچہ اپنا سبق دہرا رہا ہو۔ "کیا آپ اسے سننا چاہتی ہیں؟"

کرسٹنا نے چھٹی چانسلر کو دے دی۔

"ہم اسے کمرۂ خاص میں سنیں گے۔" سفیر کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "یقین رکھو کہ ہم اس کی بڑی قدر کرتے ہیں"

"آپ کا شکریہ" اینڈ نیو نے جواب دیا۔

ملکہ نے تمام درباریوں کو رخصت کر دیا۔ اور خود اٹھکر جانے کے لیے تیار ہوئی۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اینڈ نیو جھکا اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

جب ملکہ اپنے کمرہ میں چلی گئی تو اس نے اینیا کو بھیجا کہ اینڈ نیو کو ملاقات کے لیے بلا لائے۔ وہ گئی اور اسے اپنے ساتھ لے آئی کمرے میں صرف ملکہ اور اینڈ نیو رہ گئے۔

ملکہ سمجھ گئی کہ تمام باتیں جو سرائے میں اس سے ہوئی تھیں۔ دانستہ طور پر فراموش کر دینا چاہتا ہے۔ اس کے ہر ایک سوال پر وہ اپنا پیغام دہراتا اور بس۔ اس نے آہستہ سے کہنا شروع کیا۔

"شہنشاہ نے آپ کی اعلیٰ قابلیت اور دل و دماغ کی بلند پایہ صفات کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ آپ شادی میں انہیں قبول فرمائیں!"

اس کے الفاظ بے اثر معلوم ہوتے تھے۔

"تم مجھے اتنی تکلیف کیوں دینا چاہتے ہو!" ملکہ نے جھلا کر کہا۔

"میں آپ کے لئے باعث تکلیف کیونکر ہو سکتا ہوں میرے لئے کسی قسم کا احساس مناسب نہیں۔ میں اپنے بادشاہ کا پیغامبر ہوں اور مجھے اپنی ذمہ داری کا بہت خیال ہے!" اینڈ نیو نے جواب دیا۔

"تو پھر ہمیں یہ خیال کر لینا چاہیئے" کرسٹنا نے جواباً "کہ ہمیں ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں" اُس کی

آنکھیں اینٹونیو پر جم گئیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ رحم کی ملتجی ہے۔ اینٹونیو نے ملکہ کو گہری نظر سے دیکھا: "تو تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتلایا کہ تم کون ہو؟"

ملکہ کا چہرہ سرخ ہوگیا: "میں شکر کرتی ہوں کہ کم از کم ایک بار مجھے موقع ملا کہ میں عورت کی حیثیت سے تمہارے ساتھ مل سکی۔ میں زندگی کی بندشوں سے آزاد تھی۔ میری مسرت اسی میں تھی۔ اس وقت جو تم مجھے اس حالت میں دیکھتے ہو جس میں میری قسمت نے مجھے پیدا کیا تو وہ تمام احساس ایک پریشان خواب کی طرح اڑتا جا رہا ہے۔ کیا اب مجھ سے تم یہ توقع کرتے ہو کہ میں افسوس کروں کہ کیوں نہ میں نے اس لطف کو پہلے ہی کھو دیا؟"

"یہ اسی ایک پردہ پوشی کے باعث تھا کہ میں نے اپنے بادشاہ سے دغا کی" اینٹونیو نے کہا اور سنجیدہ اور شعلہ بار نظروں سے ملکہ کو دیکھنے لگا۔

"دھوکہ اور فریب! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہاں۔ اگر ایک شخص اپنے دوست کو محبت کا پیغام دے کر بھیجے . . . . . ."

"لیکن اس کا محبت سے کیا تعلق ہے؟ ایک سیاسی چال۔ ایک حکومت کا معاملہ . . . . . جو باتیں اس برف زدہ سرائے میں ہوئیں اور جو احساس . . . . . "

"ہمارے لئے وہ بات ایک گذشتہ واقعہ ہو جانا چاہیے جس کی اس وقت کوئی قدر نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں اس وقت کو بھول جانا چاہیئے۔" اینٹونیو نے مدبرانہ طور پر جواب دیا۔

"صرف یہ" . . . . اینٹونیو!" ملکہ نے اپنا چہرہ اس کے چہرے کے ساتھ لگا دیا۔

"لیکن وہ پہچیے شاہ" "میں چاہتا ہوں کہ مجھے جتنی جلدی ہو سکے واپس بھیج دیا جائے۔"

"اینٹونیو . . . . . " کرسٹنا کی آواز ایک گہرے جذبے کی حامل تھی۔ "اگر دنیا میں کسی چیز کا یقین ہو سکتا ہے۔ تو صرف ہماری محبت کا۔ میں اسے اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ کیا تم ان الفاظ کو بھول سکتے ہو۔ جن کو سرائے کی دیواروں نے سنا؟ کیا وہ احساس زائل ہو سکتا ہے۔ جو ہمارے دلوں کے ریشے ریشے میں سما گیا؟"

اینٹونیو سب کچھ بھول گیا۔ وہ زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا۔ اس کے جذبات خود بخود اس کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہے تھے۔ وہ ملکہ کے قدموں پر جھک گیا۔

"کرسٹنا! میری پیاری کرسٹنا!"

میگنس جو کہ حسد کی آگ سے جل رہا تھا۔ اپنی تدبیریں سوچنے میں منہمک تھا۔

شہزادہ چارلس کو وہ آلۂ کار بنا سکتا تھا۔ رعایا کے خیالات اور خواہشات کی تائید میں انہیں سے بہت کام لے سکتا تھا۔ پولش بادشاہ کے سفیر کے خلاف اس نے لوگوں کو بہت بھڑکایا۔ فوراً ہی ملکہ تک تمام خبر پہنچ گئی۔ اسے معلوم ہوگیا کہ رعایا میں بغاوت کس طرح اور کن کن کے ہاتھوں پھیلائی جا رہی ہے۔

جب ملکہ اور اینٹونیو سٹاک ہام کی گلیوں میں سے گذر کر محل کی طرف جا رہے تھے تو بجائے خوشی کے جس کا اظہار ملکہ کے گذرنے پر کیا جاتا تھا۔ بے ترتیب شور سنائی دے رہا تھا کوئی کچھ کہتا تھا۔ کوئی کچھ کہیں سپینڈ پیامبر کو گالیاں دی جا رہی تھیں تو کہیں ملکہ کے رویہ پر نکتہ چینی ہو رہی تھی۔

یہاں تک ہی نہیں۔ میگنس نے بدمعاشوں سے ساز باز کرکے اینٹونیو پر حملہ کروایا اور بعد میں اسے بچانے کے لئے خود موقع پر پہنچ گیا۔ جب یہ افسوسناک خبر ملکہ کے کانوں تک پہنچی تو اس نے اس کو بلایا۔

"یہ تمہارے لئے بہت خطرناک ہے۔ میگنس! تم جانتے ہو کتنا خطرناک" ملکہ نے کہا۔

"ہاں میں جانتا ہوں، اور خوب جانتا ہوں، مجھے مروا ڈالو، لیکن یہ یاد رہے کہ میرے مرنے سے پہلے اس کا خاتمہ ہو چکا ہوگا۔ اور اس خبر سے دم آخر مجھے مسرت ہوگی"

ملکہ خاموش ہو گئی اس نے اپنے سیکرٹری کو بلایا اور اس سے کہا۔

"سپین کے پیغامبر کے لئے روانہ ہونے کی تیاری کر دو"

اینٹو نیو کی رخصت کے وقت دو واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ ایک یہ کہ ملکہ نے آپا کے ہاتھ اسے ایک خفیہ خط بھیجا، جس سے اس کی آنکھوں میں ایک نئی روشنی ظاہر ہوئی۔ اور ایک رنگین امید سے وہ بہت خوش ہوا۔ دوسرے میگنس جس نے کہ خط دیکھ لیا تھا کی غیر متوقع ملاقات۔

"کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟" اس نے آتے ہی مسرت بھرے طور پر کہا۔

اینٹو نیو پُر جوش انداز سے اس کی طرف متوجہ ہو۔

"میں یہاں آپ کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں ایک مسافر کی حیثیت سے ہوں اور ایک غیر ملک میں۔ لیکن اگر آپ مجھے ایک مشترکہ جگہ میں ملیں تو . . . ."

"اس کا انتظام ہو سکتا ہے" میگنس نے جواب دیا "سرحد تک میرا آدمی آپ کے ساتھ ہوگا۔ اور سرحد کے پار میں آپ کی خدمت کو موجود ہوں گا"

"آپ کا شکریہ۔ تو گویا میں امید رکھوں کہ ہم پھر ملیں گے"

اینٹو نیو یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گیا

— ۶ —

رات کی سیاہی میں ملکہ کی بیقراری لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ پلنگ پر سے اٹھی اور ایک بڑی بتی لے کر اس کمرے میں گئی جہاں تخت رکھا تھا۔ جھلملاتی روشنی میں اس نے تخت کو حسرت سے دیکھا اس نے عہد کر لیا تھا کہ وہ اس سے دست بردار ہو جائے گی۔

کمرے کی کھڑکی میں سے دھیمی روشنی ہتھیاروں اور پرانے اسلحہ جات پڑ رہی تھی۔ بتی کو اونچا کر کے کرسٹنا نے اپنے باپ کی تصویر کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ بہادر بادشاہ جو ملک کے لئے میالو جس نے لوزن کے میدان جنگ میں ملک پر جان قربان کر دی۔ اس کی خاموش آنکھیں بالکل کرسٹنا ہی — ملکہ کو دیکھ رہی تھیں۔

وہ بہت دیر ایک پراسرار کشمکش کے زیر اثر وہاں کھڑی رہی۔ گویا کہ وہ سوال کر رہی ہے۔ لیکن جو جواب وہ سن سکتی تھی وہی تھا جو اس کا دل دے رہا تھا۔

اس لمحہ وہ ملکہ نہیں تھی بلکہ ایک عورت جو محبت کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ اس نے اینٹو نیو سے وعدہ کر لیا تھا، وہ اپنے قول کو پورا کر کے رہے گی۔

سنسان خاموشی میں سے ایک آواز آئی۔ ملکہ چونک گئی۔ آکسن سٹرنا بھی تمام رات نہ سو سکا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا اس نے ملکہ کے خیالات کا جائزہ لے لیا ہے۔

اس نے آتے ہی وہی قصہ شروع کر دیا۔ اور کرسٹنا کو اس کے اہم فرائض کی یاد دلائی "پیاری ملکہ یہ آپ کا فرض ہے۔ ملک کے لئے۔ سویڈن کے لئے۔ اپنے باپ کے تخت کے لئے . . . .

شہزادہ چارلس سے شادی کرنا آپ کے لئے نہایت ضروری اور مناسب ہے"

"فرض!" کرسٹنا نے تنگ ہو کر کہا۔

"ہاں۔ آپ کا خاندان۔ آپ کی حکومت اور وراثت کا مسئلہ اسی بات کا متقاضی ہے" یہ کہہ کر چانسلر ملکہ کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

دوسری صبح بھرے دربار میں ملکہ تخت پر جلوہ افروز تھی

اس کے وزراء اپنی اپنی جگہ پر ششکن تھے۔ وہ تقریر کرنے کیلئے اٹھی اور جس وقت وہ بول رہی تھی لوگوں کی نظریں حیرت اور بے چینی سے اُس کو دیکھ رہی تھیں۔ ہر ایک کے چہرہ سے پریشانی ٹپکتی تھی۔

ملکہ شہزادہ چارلس کے حق میں تخت سے دست بردار ہو رہی تھی۔

پُر زور صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ افسوسناک آوازوں سے ہال گونج اٹھا۔ دربار میں بے ترتیبی پھیل گئی لیکن اس نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

پھر اپنے وزیر اعظم سے مخاطب ہو کر بولی "میں چاہتی ہوں آپ میرا تاج میرے سر پر سے اتار لیں"

"میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ چانسلر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا" میں نے مرحوم بادشاہ کے سامنے قسم کھائی تھی کہ یہ تاج ہمیشہ آپ کے سر پر رکھوں گا۔ میں اس قول سے منحرف نہیں ہو سکتا" وہ مشکل سے بول سکتا تھا۔" مجھ سے یہ نہ ہوگا اور میرا خیال ہے کہ اس بھری مجلس میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا۔ جو اسے برداشت کر سکے۔"

"تو پھر میں خود ہی اسے اتار دیتی ہوں" کرسٹنا نے آہستہ سے کہا۔

خوفناک خاموشی کے عالم میں ملکہ نے شاہی عصا کو اپنے ہاتھ سے تخت پر رکھ دیا اور پھر تاج اتار کر اس کے قریب ہی رکھا۔ شاہی لباس کو ڈھیلا کر کے اپنے بدن پر سے اتار دیا اور اپنے سادہ لباس میں کھڑی ہو گئی۔ مختصر مگر دل چھلنی کر دینے والے الفاظ میں ملکہ نے رخصتی تقریر کی۔" میرے لئے قطعی کسی قسم کا اندیشہ نہ کرنا۔ میں حفاظت میں ہو گی۔ دولت میرے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔ یہ عظمت اور یہ جاہ و جلال میری امداد کرنے سے قاصر ہیں۔ میں خوش ہوں۔ جو کچھ بھی مجھے پیش آئے۔ خدا تم سب کو خوش رکھے۔ الوداع ....."

مجلس میں سے آہستہ آہستہ رونے کی آوازیں آ رہی تھیں ہر شخص کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ غم اور افسوس کی شدت کے باعث مجلس میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ملکہ اپنی درد بھری تقریر کو ختم کر کے تخت سے نیچے اتر آئی اور لوگوں کی بھیڑ کو چیرتی ہوئی باہر نکل گئی۔

(۸)

ڈین زگ کی بندرگاہ پر ایک جہاز سفر کے لئے تیار نظر آ رہا ہے۔ کرسٹنا ایک دو خادموں کے ساتھ طویل مسافت طے کر کے جہاز پر پہنچی۔ کپتان اس کے استقبال کو آگے بڑھا۔" گو آپ تخت سے دست بردار ہو گئی ہیں۔ لیکن ہمارے لئے پھر بھی آپ ملکہ ہی ہیں۔ میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں"

"ڈان اینٹونینو کہاں ہے" کرسٹنا نے دریافت کیا۔

اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔" عرشہ " جہاز پر محترم ملکہ" کپتان نے جواب دیا۔

اس کی آنکھوں کی سنجیدگی اور اس مختصر جواب کے بعد اچانک خاموشی نے کرسٹنا کے دل کو خوفناک خیالات کی آماجگاہ بنا دیا۔

جلدی سے وہ بھاگ کر اس طرف گئی۔ اس کی آنکھوں سے اضطراب اور پریشانی ٹپک رہی تھی۔

پہلے ہی اسے سیگنس ملا۔ ان کی آنکھیں چار ہوئیں۔ ملکہ کے حوصلے پست ہو گئے۔

" اینٹونینو کہاں ہے" کرسٹنا نے پوچھا۔ اس کی آواز میں گہری تکلیف کی کیفیت نمایاں ہو گئی تھی۔ اسی وقت

اس کی آنکھیں کفن کی طرح سفید پڑی ہوئی چیز پر پڑیں وہ سمجھ گئی۔

"وہ ... سامنے ..." میگنس نے جواب دیا۔

"وہاں ... سامنے ..." کرسٹنا نے گھبراتے ہوئے کہا گویا وہ خواب دیکھ رہی تھی۔ میگنس اس کے قریب آیا "یہ ایک انصاف کی جنگ تھی۔ وہ مجھ سے لڑنا چاہتا تھا۔ فتح ایک ہی کی ہو سکتی تھی۔ جنگ میں جیت گیا۔ گو یہ جیت باعث افسوس ہے۔ اگر آپ مجھے معاف نہیں کریں گی"

"جہاز پر سے چلے جاؤ" کرسٹنا نے ہلکی آواز میں کہا۔

"میں نادم ہوں" میگنس نے کہا "کہ میں نے ایسا کیا۔ اس دنیا میں ہم دونوں کے لئے جگہ نہیں ہو سکتی تھی"

"جہاز پر سے چلے جاؤ" کرسٹنا نے پھر کہا۔

جب وہ چلا گیا۔ وہ لاش کے قریب جھک گئی۔

"اینٹونیو" اس نے آہستہ سے پکارا۔ کپڑا اس کے سینہ پر سے ہٹا دیا۔ وہ بت کی طرح خاموش اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے قریب چہرہ جھکا دیا۔ وہ بے چین تھی۔

"اینٹونیو" پھر روتے ہوئے کرسٹنا کے منہ سے نکلا "میرے پیارے اینٹونیو۔ جس سے میں اب بات نہیں کر سکتی۔ جو میری محبت کا راز دار تھا۔ میں پھر کہتی ہوں۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں ہمیشہ ......"

وہ اٹھی۔ آئیگی کو اپنے قریب بلایا "کپتان سے کہدو کہ جہاز کو چلا دے" "کیا آپ انتقام نہیں لیں گی" آئیگی نے کہا آنسو اس کے نحیف چہرے پر بہ رہے تھے۔

"نہیں۔ اسے کہہ دو کہ بادبان کھول دے" کرسٹنا نے زور سے کہا۔

وہ کفن کے قریب کھڑی ہوگئی اور ٹکٹکی باندھے سمندر کو دیکھنے لگی۔ کپتان نے اس کے احکام کو سنا۔ رسے کھینچنے شروع ہوئے۔ جہاز بادبانوں کا سہارا لے کر پھر گیا۔

وہ تو ... سب سے بے خبر تھی۔ قطعی بے خبر۔ ہر ایک چیز سے بے خبر۔ صرف یہی خیال اس کے دل و دماغ میں سما چکا تھا کہ اس کی زندگی کی دولت لٹ گئی۔

وہ سویڈن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہی تھی۔ اور ایک غیر ملک میں تنہائی کی زندگی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اینٹونیو کی ملاقات سے پہلے وہ سپین کے خواب دیکھا کرتی تھی۔ لیکن اب وہاں جانا اس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

اس کا ارادہ اب غیر ممالک میں سفر کرنے کا تھا۔ ان آرٹ اور ادبیات کا مطالعہ کرنے کا جو اس کی دیرینہ آرزو تھی۔ لیکن اب کرسٹنا کی زندگی کی رنگینیاں کھو چکی تھیں۔ اب اس کے لئے زیست کے باقی دن ناقابل برداشت ہو رہے تھے ... ہو گئے اور بے معنی

گو ... جہاز پر سے مسافروں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ جہازرانوں کی چیخ و پکار۔ اور سمندر پر اڑنے والے پرندوں کی دھیمی دھیمی صدائیں دنیائے جہاز کی خاموشی کو توڑ رہی تھیں لیکن کرسٹنا ان کو نہ سن سکتی تھی۔

وہ اب بھی دیوانہ وار کھڑی تھی۔ خاموش۔ بے حس و حرکت۔ جہاز لہروں پر اچھلتا ہوا مغرب کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں آفتاب دن بھر کی گردش کے بعد رات کے لئے بسیرا ڈھونڈنے کی فکر کر رہا تھا ......

رشید احمد بی اے بی ٹی

جُوارن

عزیزا جس مقام پر اپنی تیرہ بختی سے مصروف پیکار نظر آتی ہے اسے قمار خانہ کہتے ہیں۔ دنیا کا اعلیٰ ترین مقام مگر امراء جس جگہ علی الاعلان قسمتوں کی بازی لگاتے ہیں اسے "کلب" کے معزز نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور ان بلند و بالا کلبوں میں شمولیت ہوئے شیر لانے سے کم نہیں کبھی ہوا۔ کبھی تین ممبروں کی سفارش لازمی ہوتی ہے۔ صرف اس لئے کہ کہیں اس خاصہ کی ذمہ دار پولیس ان مقدر و سرمایہ داروں کے راز طشت از بام نہ کر دے۔ فیس ممبری ادا کر دینے کے بعد ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق قمار بازی کا مختار رہتا ہے۔ اسے اجازت ہے خواہ وہ پتوں سے کھیلے یا پانسوں سے قسمت کے چکر پر داؤ لگاتے یا برق رفتار گولے پر۔

لارا ڈی سونا ایک سال سے اس قمار خانے کی ممبر تھی۔ کلب والے اسے ایک پر اسرار ہستی سمجھتے تھے وہ کبھی کسی سے گفتگو نہ کرتی ہفتہ میں تین بار ضرور کلب میں آتی اور بڑی بڑی رقمیں جیت کر لے جاتی۔ اس کے متعلق سب سے زیادہ بات یہ تھی کہ وہ ہارنا جانتی ہی نہ تھی۔ ہر شام وہ میز پر ایک خاص رقم جیتنے کا تہیہ کرتی اور جب وہ اپنی مقرر کردہ رقم جیت لیتی تو خاموشی سے اٹھ کر چلی جاتی وہ بہت سنجیدہ تھی اور خشک مزاج۔ لوگ اسے جوئے کی نتین کہا کرتے تھے۔

اگر کبھی بد قسمتی سے وہ کچھ ہار بھی جاتی تو خاموشی سے ادا کر دیتی مگر دوسرے ہی لمحے اسے مع نفع لوٹا لیتی۔ اکثر لوگوں نے قمار بازی میں اس کے نقش پا پر چلنے کی کوشش کی مگر اس سے پہلے کہ وہ جیتنے کے مراحل پر پہنچیں ان کا سرمایہ ختم ہو گیا

آج خدا جانے کیا بات تھی کہ لارا ڈی سونا بہت مکدر نظر آتی تھی۔ اس نے میز پر بیٹھتے ہی یوں سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ وہ بولی کہ قمار بازی کا مرض، سب پر بری طرح مسلط ہو گیا ہے اس سے پیچھا چھڑانا۔ ایک امر محال ہے۔ اس کا خاوند جو ایک نامی قمار باز تھا مرتے وقت اسے جیتنے کا ایک گر بتا گیا تھا۔ اور یقین دلایا تھا کہ اس طرح اسے زندگی بھر فراغت بسر کرنے کے لئے معقول مدد رہے گی۔ اگر وہ یہ راز کسی کے ہاتھ بیچ دیتی تو یقیناً اسے اتنی قیمت مل جاتی کہ وہ اپنی بقیہ زندگی آرام اور راحت سے بسر کر لیتی۔ مگر قمار بازی کی لت نے ہمیشہ اسے ایسا کرنے سے باز رکھا دوسرے اسے یہ بھی خیال تھا کہ اگر یہ راز کسی نااہل کے ہاتھ آگیا تو کئی ہستیاں یقیناً برباد ہو جائیں گی۔

آج پانسہ اس سے روگرداں تھا مگر وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ پانسے کی یہ لاپرواہی زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی پانسے نے اکثر اس سے منہ موڑا تھا مگر طویل ترین انحراف بھی کبھی ایک گھنٹے سے زیادہ قائم نہ رہا تھا۔ آخر ابھی اسے اعتماد کلی تھا کہ پانسہ ضرور پلٹے گا اور آخر جیت اسی کی ہوگی . . . . . .

ایک گھنٹہ گذر گیا . . . . اور پھر ڈیڑھ گھنٹہ۔ مگر وہ ابتک ہار رہی تھی . . . . . . برابر ہار رہی تھی۔ ارد گرد کے تمام لوگوں نے اپنے کھیل موقوف کر دیئے اور اس کبھی نہ ہارنے والی عورت کی ہار دیکھنے کے لئے اس کے گرد جمع ہو گئے . . . . . وہ اب تک سکون اور استقلال کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اسے اپنے جذبات پر پوری طرح قابو تھا۔ اور اپنے انداز قمار بازی پر بھروسہ۔ اسے یقین واثق تھا کہ جیت آخر اسی کی ہوگی۔

اب اس کے پاس صرف ایک پاؤنڈ کا آخری نوٹ رہ گیا تھا۔ اس نے اسے چار حصوں میں منقسم کیا اور پانچ پانچ شلنگ کی

بازی لگانی شروع کی . . . . نہایت اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ اس نے پانچ شلنگ میز پر رکھ دئے —— ہار گئی —— پھر دوسرے پانچ شلنگ وہ بھی ہار گئی . اور پھر تیسرے غرض وہ ہار رہی تھی اور اب اس کا تمام سرمایہ صرف نصف کراؤن رہ گیا تھا . لارا ڈی لونا ہزاروں پاؤنڈ کی ہار جیت کرنیوالی کا آخری سرمایہ صرف نصف کراؤن تھا .

وہ اس آخری دولت کو بھی جو اس کی حیات کا سرمایہ تھا داؤ پر لگا دینا چاہتی تھی اس نے لاپرواہی سے نصف کراؤن میز پر پھینک دیا اور نتیجہ کا انتظار کئے بغیر اٹھی اور حسب دستور وقار اور تمکنت سے اٹھلاتی ہوئی دروازے سے نکل گئی .

نصف کراؤن میز پر پڑا تھا اور سامنے پلٹا ہوا پانسہ . چند منٹ کے بعد کلب کے ممبر اور ملازمین لا راڈی لوناکو چاروں طرف تلاش کر رہے تھے وہ سب کے سب چلا رہے تھے . وہ کہاں ہے . وہ کہاں ہے . . . پانسے کی ملکہ اس کی جیت شروع ہوگئی . اس کا نصف کراؤن چاروں طرف سے پاؤنڈ بٹور رہا ہے .

ایک شخص بولا اب اسے اس کی ضرورت نہیں ——

آہ . وہ کلب کے باغیچے میں بے جان پڑی تھی . اس نے کھڑکی سے کود کر جان دے دی تھی .

سروپ رانی نگار

کیف غم

نہ بہار جاودانی نہ خزاں ہے جاودانی — یہ ہے صبح زندگانی وہ ہی شام زندگانی
کس امید پر اٹھاؤں یہ عذاب سخت جانی — وہ سنیں گے اور مجھ سے میرے درد کی کہانی
یہ فسردہ زندگانی بھی ہے کوئی زندگانی — نہ وہ جوش رنج و غم ہے نہ وہ کیف شادمانی
کوئی . بات کیا بنائے کوئی . حال کیا چھپائے — کہ عیاں ہے رنگ رخ سے تپش غم نہانی
مرے دل کا پوچھنا کیا ! کہ خیال و خواب ہے اب — وہ سرور کامیابی وہ نشاط کامرانی
یہ زمانہ جوانی ! یہ فسردگی ! یہ حسرت — نہ مذاق عیش کوشی نہ دماغ شادمانی
وہ ہمیشہ دوسروں سے مرا حال پوچھتے ہیں — یہ کہاں کی دوستی ہے یہ کہاں کی مہربانی
دل غم نصیب پر ہے غم بے سبب کی یورش — یہ نہایت محبت ! یہ کمال بدگمانی
مری بے خودی بھی کوکب ہے گذارش تمنا
بنگاہ بے نگاہی بزبان بے زبانی

کوکب شاہجہانپوری

کیا دہلی کے سلاطین تیموریہ برلاس یعنی فارسی الاصل تھے

معزز رسالہ "ہمایوں" لاہور کی اشاعت بابت ماہ مارچ [illegible]ء کے صفحہ [illegible] پر جناب مولانا مولوی جوہر نعمت اللہ خاں صاحب گوہر بی۔ اے۔ مصنف "تحفۂ ہند و یورپ" کا ایک مختصر مگر دلچسپ مقالہ بعنوان "دہلی کے سلاطین تیموریہ برلاس یعنی فارسی الاصل تھے" جناب ملک نذیر احمد صاحب ریاض کے مقالہ کے جواب میں (جو ہمایوں نومبر [illegible]ء میں شامل تھا) شائع ہوا ہے۔

دراصل اس مضمون پر سب سے پہلے خیالات کا اظہار اگر کسی کو کرنا چاہیئے وہ جناب ملک نذیر احمد صاحب ریاض ہی ہیں مگر چونکہ مغلوں یا برلاسوں کے علاوہ فارسیوں سے اس خاکسار کو بھی مدت دراز تک ملی تعلق کے علاوہ روحانی [illegible] رہی ہے۔ اس لئے مقالہ محولہ بالا کے پیش کردہ دلائل پر مختصراً کچھ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کسی قسم کا فیصلہ میرا کام نہیں جو جس کے جی میں آئے فیصلہ کرے۔ ہاں جو کچھ مجھے عرض کرنا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

میری حقیر رائے میں حضرت گوہر نے برلاسوں کو "فارسی الاصل" ثابت کرنے کے لئے اپنے مضمون کے پہلے صفحہ کی آخری تین سطروں میں جو طریق استدلال اختیار فرمایا ہے وہ خیالی اور قیاسی مضامین کے لئے مفید ہو تو ہو مگر تاریخی مسائل میں اسے روا رکھ کر تاریخ کی حیثیت کو قائم رکھنا مشکل ہوگا۔ کیونکہ اگر یہی طریق استدلال ہو کہ "یہی رائے ذرا سے تغیر کے ساتھ ..... قائم کی جا سکتی ہے اور کہنے والا کہہ سکتا ہے" وغیرہ جائز ہے تو پھر تاریخ واقعات کا مرقع اور حقائق کا خزانہ ہونے کی بجائے قیاسی بلند پروازیوں کا جولانگاہ بن کر رہ جائیگی اور یہ وہ بات ہے جسے ہمارے مخدوم حضرت گوہر بھی اُمید ہے کہ پسند نہ فرمائیں گے۔

حضرت گوہر نے "ایرودم جی" ملقب بہ "برلاس" کے نام کو "فارسی نام" اس قیاس پر بنایا ہے کہ "سب فارسیوں کے نام" بہرام جی۔ سہراب جی، کاؤس جی وغیرہ وغیرہ ہیں، اور ہوا کرتے ہیں۔ لاریب اس قیاسی استدلال کا یہ حصہ تو درست ہے کہ بہرام، سہراب کاؤس ہندوستانی پارسیوں یا فارسیوں ہی کے نہیں ایرانی پارسیوں یا زردشتیوں کے نام بھی یہ اور ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مگر ہندوستان میں ان ناموں کے ساتھ جو لفظ "جی" کا لگا ہوا ہے اس جزو کو ایران یا فارسی لفظ قیاس کر لینا درست نہیں۔ اس لئے "ایرودم جی" کو "بہرام جی" پر قیاس کرکے فارسی بتانا سوائے اس کے اور کیا عرض کیا جائے کہ یہ کچھ تو قوت تخیل کا زور ہوگا۔ اور کچھ مناظرانہ طریق استدلال کی مشق کے علاوہ "بہرام جی" "سہراب جی" اور "کاؤس جی" کی حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ۔

واقعہ یہ ہے کہ ہندوستانی پارسیوں یا فارسیوں کے نام کے ساتھ "جی" کا لفظ ضرور لگا رہتا ہے۔ لیکن ایران یا فارس [illegible] کے تمام بہراموں، سہرابوں، کاؤسوں کے ناموں کے ساتھ جو مسلمان بھی نہیں بلکہ ابھی تک ہندوستانی پارسیوں کی طرح زردشتی ہی ہیں "جی" کا لفظ مطلق نہیں ہوتا۔ میں یہ بات ہندوستانی پارسیوں اور ایرانی فارسیوں کے بیسیوں افراد سے ذاتی ملاقات کی

[illegible] باتوں کی ہر وہ شخص تصدیق کرے گا جسے ہندوستان اور ایران کے "پارسیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔

ہمارے محترم حضرت گوہر نے تو "ایرومی جی" کے نام میں "جی" کا لفظ پاکر ہندوستانی پارسیوں کے نام کے ساتھ "جی" پر قیاس کر کے لغت فارسی بنا ڈالا۔ مگر ہمیں ایک لطیفہ یاد آیا جس سے ظاہر ہوگا کہ لفظ "جی" نہ ترکی ہے نہ مغلی نہ پارسی بلکہ خالص ہندوستانی ہے۔ وہ یہ کہ ہم نے ایک انگریزی کتاب میں جس کا افسوس ہے کہ نام یاد نہیں رہا پڑھا تھا کہ سیواجی مہاراج کے اولاد نہ تھی۔ وہ ایک مسلمان درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے مسلمان "شاہ" صاحب نے دعا دی۔ اس کے بعد سیواجی کے پتاجی پیدا ہوئے۔ سیواجی کے داوا نے شکر گزاری کے طور پر اپنے بچہ کا نام مسلمان "شاہ" صاحب کے نام پر "شاہ" رکھدیا مگر یہ نام رکھکر ڈر پیدا ہوا کہیں اس "اسلامی" نام کی وجہ سے "ہندو بچہ" "مسلمان" نہ سمجھ لیا جائے۔ اس لئے اس غلط فہمی سے بچانے کے لئے "اسلامی" لفظ "شاہ" کے ساتھ ہندی لفظ "جی" بھی لگا دیا گیا۔

گو یہ اس کتاب کو تاریخ کہکر پیش کیا گیا تھا۔ مگر تھی افسانوں کا مجموعہ۔ وہ کچھ بھی ہو۔ ہمیں یہ کہنا ہے کہ یہ لفظ فارسی نہیں ہے۔ اور ہندی بھی ہو یا نہ ہو مگر ہندوستانی ٹکسال کا ڈھلا ہوا ضرور ہے۔

"ایرومی" میں "جی" کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ اس پر تو ہمارے محترم جناب ملک نذیر احمد صاحب ریاض کو روشنی ڈالنی چاہیئے اور لغوی حیثیت کیا ہے۔ اس پر میں آئندہ کچھ عرض کروں گا۔ مگر اتنا تو اب بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ سہراب جی، بہرام جی وغیرہ ہندوستانی پارسیوں کے ناموں کے ساتھ کا لفظ "جی" جو بمبئی صاحب لگایا جاتا ہے۔ یہ ہندوستانی لفظ ہے فارسی لفظ نہیں ہے۔ اور ہندوستان میں ہی استعمال ہوتا ہے ایران میں نہیں۔

دلیل دوم میں ارشاد ہوا ہے کہ "ایرومی جی فارسی نام ہے اور فارسی قوم سامی الاصل ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہے جیسا کہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے۔ اھل فارس ھم بنو اسحٰق (اہل فارس اسحٰق کی اولاد ہیں۔ دیکھو کنز العمال)"۔

یہ دعویٰ و دلیل بیان فرما کر حضرت گوہر نے نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ "سامی الاصل ہونے کی وجہ سے فارسی یقیناً از روئے نسل مغلوں سے افضل ہیں"۔ ہمارے نزدیک افضلیت کی بحث چونکہ محض فریب نظر ہے، اس لئے اس سے قطع نظر افضل ہے۔ ہاں آپ نے اوپر ملاحظہ فرمالیا کہ جناب گوہر نے اپنے دوسرے دعویٰ یا دلیل میں یہ بیان فرمایا ہے کہ فارسی سامی الاصل ہیں۔ مگر تماشہ ملاحظہ ہو کہ خود آپ ہی نے اپنے اس دعوے اور دلیل کو اپنی چوتھی دلیل سے کچھ سے کچھ کر ڈالا۔ دلیل دوم میں تو فارسیوں کو "سامی الاصل" کہا اور دلیل چہارم میں فارسیوں کو آریائی نسل کی یادگار ثابت کر دیا۔ فرماتے ہیں:-

"چوتھا ثبوت برلاسوں اور تیموریوں کے فارسی الاصل ہونے کا یہ ہے کہ فارسی قوم آریہ نسل سے ہونے کی وجہ سے ایک نہایت ذہین و فہیم قوم تھی"۔

اگر "آریوں" اور "سامیوں" کو "آدم و حوا" کی ہی اولاد ہونے کی بنا پر ایک سمجھ لیا جائے تو بحث ہی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر "آریہ" اور "سامی النسل" کے امتیازات کوئی اہمیت رکھتے ہیں تو سامیوں کو آریہ اور آریوں کو سامی کہنا۔ نہیں معلوم کیسی تاریخی دریافت ہے۔

شوخی اور بے ادبی تصور نہ کی جائے تو عرض کرنا ہوں کہ کہیں ہمارے مخدوم حضرت چودھری نعمت اللہ خاں صاحب گوہر نے بنی فارس کو سامی بنانے کی حدیث حضرت زبدۃ الحکما مولانا مولوی حکیم مرزا خدا بخش صاحب کی کتاب عسل مصفیٰ [illegible] نقل کر دی۔ اگر ایسا ہو تو یہ بات تاریخی بحث سے زیادہ مذہبیات کے دائرہ میں داخل ہو جائے گی۔ اور یہ دائرہ [illegible] موجودہ بحث میں داخل ہونا منظور نہیں۔ یوں بھی کسی کتاب کا حوالہ کسی دوسری کتاب سے بالبعد [illegible] کوئی عیب نہیں۔ [illegible] سے اس حدیث ہی کی صحت پر شک ہے۔ اس لئے کنز العمال میں بھی یہ ایسی حدیثوں کا پایا جانا ان کی صحت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ جناب گوہر صاحب کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے لے کر کیا کیا جھوٹ بولا گیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ شاید یہ روایت بھی انہی اکاذیب میں سے ایک ہے۔

کچھ بھی ہو چاہے ساری دنیا ایرانیوں کو سامی کہے مگر خود ایرانی اپنے آپ کو سامی الاصل نہیں مانتے۔ بلکہ آریہ تسلیم کرتے ہیں۔ اگر دلائل و اقوال کی ضرورت ہو تو قدما سے لیکر حال تک کے فارسی ادب و تاریخ سے اس کے شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن ہم دور کیوں جائیں۔ خود حضرت گوہر ہی نے اپنی پیش کردہ دلیل کو اپنی ہی دلیل رابع سے غلط ثابت کر دیا۔

جناب مولانا چودھری نعمت اللہ خاں صاحب گوہر نے اپنے دعوے کی دلیل سوم میں لفظ "مرزا" کو "خاص فارسی لفظ" بتایا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ "خاص فارسی" نہیں۔ ہاں اس کے "نا خاص فارسی" ہونے میں شک کی گنجائش نہیں۔ یہاں "خاص فارسی" سے مراد ایسی فارسی ہے جو عربی زبان کے عناصر سے بری ہو اور آپ جانتے ہیں کہ لفظ "میرزا" یا "مرزا" مروجہ اور موجودہ فارسی کے ان بیشمار الفاظ میں سے ایک ہے جو فارسی اور عربی الفاظ کی ترکیب سے بنے ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ مفرد نہیں مرکب ہے۔ اور اہل لغت کو تسلیم ہے کہ یہ لفظ "امیر" کے مخفف "میر" اور "زا" سے ملکر بنا ہے۔

ہمارے نزدیک جناب گوہر نے لفظ "مرزا" کو خالص فارسی بتا کر خواہ مخواہ اہمیت دی اور ترکوں اور مغلوں کو اس لفظ کے استعمال سے محروم فرمایا ہے۔ ہاں اگر یہ لفظ عربوں کے ایران پر تسلط سے پہلے کے ایرانی و فارسی امیروں شرفا اور منشیوں اور شہزادوں کے ناموں کے ساتھ لگا ہوا دکھا دیا جائے تو غالب خیال ہے کہ مغل اور ترک اس لفظ کو ترک کرنے کی فکر کریں گے۔ ورنہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر زمانہ میں مختلف اثرات کے ماتحت مختلف زبانوں کے مختلف الفاظ مختلف قوموں میں مختلف قسم کی اہمیت حاصل کر لیا کرتے ہیں۔ مثلاً ہمارے ہندوستان ہی میں دیکھئے کہ آج کل "خان بہادر" اور "خاں صاحب" غریب افغان یا ترک تو اپنے نام کے ساتھ لگائیگا یا نہیں۔ مگر ہماری سرکار کی جود و کرم کے طفیل وہ لوگ جن میں خانیت کا عنصر نہ تھا، خان بہادر کہلا رہے ہیں۔ مثلاً یہی لفظ "میرزا" جس کا ایران میں عام استعمال ہے۔ جب نام کے پہلے لگایا جائے تو محض احترام کے معنی دیتا ہے اور جب نام کے آخر میں لگایا جاتا ہے تو شہزادے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ یہ لفظ منشیوں تصدیرونکے علاوہ "سیدوں" کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی سیدوں کو میرزا کی بجائے "میرزادہ" بھی کہا جاتا ہے۔ لفظ "آغا" یا "آقا" خالص ترکی الفاظ ہیں۔ "آغا" دراصل "آقا" ہی کی دوسری صورت ہے۔ کیونکہ ایرانی "قاف" کا تلفظ غین کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ "آقا" کو "آغا" بولتے اور لکھتے ہیں۔ اور کثرت استعمال سے یہی لفظ آقا یا آغا "دآ" بولا اور لکھا جاتا ہے۔ مگر اس کی صورت بھی یہی ہے کہ آغا یا آقا اگر نام سے پہلے آئے تو محض احتراماً استعمال ہوتا ہے اور نام کے آخر میں لگایا جائے تو اس کے تحقیر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ آج کل ایران میں مرزا کی بجائے آقا یا آغا کا لفظ احتراماً سب ناموں کے

پہلے گفتگو وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

یہی لفظ "خاں" جس کو ہمارے مولانا چودہری نعمت اللہ خاں صاحب گوہر بھی "ترکی" لفظ ہی تسلیم کرتے ہیں۔ ایرانیوں میں اتنا عام ہے کہ وہاں کے ہر فرد بشر حال ایرانی کے ساتھ "مرزا" کے ساتھ لفظ "خاں" بھی ہوتا ہے۔ مرزا کا لفظ تو ناموں کے پہلے عوام بھی لگا لیں گے مگر ترکی "خان" کو ترکوں سے "افضل" ایرانی لوگوں میں بھی وہ اہمیت حاصل ہے کہ ایران کا بادشاہ بننے سے پہلے رضا شاہ بھی میرزا نہیں "رضا خاں" ہی کہلاتا تھا۔ حتیٰ کہ وہاں نہ صرف لفظ "خاں" ہی کی عزت و توقیر ہے۔ بلکہ خاں کی تانیث "خانم" کا بھی دور دورہ ہے کہ وہاں کی عورتیں عام ہی احتراماً کہلاتی ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے ہاں عموماً "خاں" کا لفظ جس قدر مستعمل ہے لفظ خانم نہیں۔ البتہ یہاں لفظ "بیگ" ہندوستان میں مغلوں کے لئے خاص ہے مگر لفظ بیگم جو اسی بیگ کی تانیث ہے، عام ہے۔ نہ صرف عام بلکہ اس لفظ کا رواج ہندوستان کے مسلمانوں میں یہاں تک بڑھا کہ ان کے وہ قبائل جن کے مرد "خاں" یا "بیگ" کا لفظ اپنے ناموں کے ساتھ استعمال نہیں کرتے اُن کی خواتین ضرور "بیگم" ہی کہلاتی ہیں۔ اسی طرح لفظ "خاں" کی دلکشی کچھ ایسی بڑھی کہ ایران سے علاوہ ہندوستان میں بھی ترکوں، افغانوں وغیرہ ہندوستان سے باہر سے آئی ہوئی جماعتوں کے علاوہ ان جماعتوں نے بھی اس لفظ کو اپنا لیا جو خالص ہندوستانی ہیں۔ مثلاً مسلمان راجپوتوں میں اس کا رواج عام ہے۔

لفظ "خاں صاحب" کی ہندوستان میں جو حالت ہے وہ یہ ہے کہ ملک کے خاص خاص حصوں میں وہ شخص جو ابا عن جد غلط یا صحیح طور پر "خاں" یا "خاں صاحب" کہلاتا چلا آیا تھا "خاں صاحب" کہلانے سے پرہیز کریگا کہ مبادا اسے بھی بلا استحقاق تانیین کی نسل سے نہ سمجھ لیا جائے۔ مگر سرکاری خطاب ہونے کی وجہ سے اس لقب کا یہ اثر ہے کہ سرکار کا بنایا ہوا "خاں صاحب" اپنے بوڑھے باپ سے بھی توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے خطاب یافتہ فرزند کو محبت میں بیٹا تو بیشک نہ کہے مگر ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جا و بیجا "خانصاحب" ضرور کہتا ہی رہے۔

جناب مولوی چودہری نعمت اللہ خاں صاحب گوہر نے "تیموریوں اور عام برلاسوں کے خط و خال کو بالکل آریوں، پارسیوں اور ہندوؤں سے مشابہ" بتایا ہے۔ اور اس کو ان کے فارسی الاصل ہونے پر ایک زبردست دلیل قرار دیا ہے۔ اور لگے ہاتھوں غریب مغلوں کو بھیڑیوں کا ہم شکل بھی بنا ڈالا ہے۔ اور پھر ارشاد کیا ہے کہ "نتیجہ صاف" ہے کہ برلاس ایرانی یا فارسی ہیں مغل نہیں ہیں۔

حضرت گوہر کی یہ ایسی دلیل ہے کہ فنی اعتبار سے تو اس پر کوئی فن تشریح اعضاء بدن کا کوئی ماہر ہی کچھ کہہ سکتا ہے۔ یا بوجہ نقاش و مصور ہونے کے ہمارے پنجاب کے نامور مصور اور نقاش جناب خان بہادر مرزا عبدالرحمٰن صاحب چغتائی بھی کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن اتنا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تیمور سے لیکر ابوظفر بہادر شاہ تک کی تصاویر کا مرقع دیکھکر جو ہر جگہ مل سکتا ہے، ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تیموری مغل ہوں یا نہوں مگر فارسیوں سے ان کے حُلیہ بالکل جداگانہ ہیں۔

آخری دلیل، دلی کے مغل بادشاہوں یا ترک بادشاہوں یا برلاس مُغلوں یا ترکوں کو "فارسی الاصل" ثابت کرنے کے لئے ہمارے محترم جناب چودہری نعمت اللہ صاحب گوہر نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "تیموری خاندان کا بانی محمد ظہیرالدین بابر بادشاہ مغلوں کو بہت حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا"

اگر یہ بات صحیح ہے تو ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بابر کو (جو بادشاہ تھا اور بادشاہوں کو ایسی بلا وجہ کی نفرت سے پاک ہونا چاہیئے)

اس بلاسبب کی نفرت کی معصیت کی پرسش سے معاف فرمائے۔ تاہم یہ اگر درست ہے تو کہا جائے گا کہ یہ اس کی غلطی تھی۔ اور غلطیاں ویل نہیں ہوتیں۔ اور ایسی غلطیاں آج بھی لوگوں میں عام ہیں۔ کہ بعض لوگوں کو جب اقتدار حاصل ہو جاتا ہے۔ اور حکومت کی باگ انکے ہاتھ میں آجاتی اور دولت وحشمت اُن کی غلام ہو جاتی ہے تو نادانی سے وہ اپنے محکوم بھڑوں اور مفلس رشتہ داروں کی طرف خود کو نسبت دینا بھی ناپسند کیا کرتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ بعض لوگ پڑھ لکھکر بجائے انسانیت سیکھنے کے یہ بری عادت اختیار کر لیتے ہیں کہ اپنے خاندانوں کو کچھ سے کچھ بتانا شروع کر دیتے ہیں اور اپنے ان پڑھ عزیزوں سے بیگانگی اختیار کرنے کو اپنا کمال علم خیال کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں ایسے بہت سے قصے معلوم ہیں کہ ماشاء اللہ تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ اور بڑے عہدے پر پہونچے ہوئے۔ یا بڑائی حاصل ہونے کے اُمیدوار فرزند رشید نے اپنے تعلیم یافتہ ہم چشموں کے سامنے خیالی سُبکی سے بچنے کے لئے اپنے سیدھے سادے دیہاتی باپ کو اپنا باپ کہہ کر متعارف کرانے کی بجائے اپنا نوکر کہہ دینے میں ذرا بھی تکلف سے کام نہ لیا۔ اگر مناسب موقع ہوتا تو ہم بتاتے کہ کتنے "خاندانی" ایسے ہیں جو دنیاوی لحاظ کر اپنے سے کم رتبہ، اپنے اہل خاندان کا "غرور" توڑ دینے کے لئے۔ ان سے چلمیں بھرواتے اور اپنے بوٹ صاف کراتے ہیں۔ اور اپنی ہم جلیسی اور دیگر امتیازات سے ان لوگوں کو نوازتے ہیں جو اُن کے معیوب اہلِ خاندان سے کسی بہتر میں بھی آنکھ ملا سکنے کے قابل نہیں ہوتے۔

میری ناقص رائے میں مشرقی یا مغربی مورخوں کے لئے عام طور پر یہ کہہ دینا کہ "مشرقی مورخین اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے" ظلم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عموماً لوگ اپنا اپنا مفاد پیش نظر رکھکر تاریخوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر بعض یا اکثر غریب مورخ عام لوگوں کی طرح اپنے وقت کے ماحول سے متاثر ہو کر وہ لکھ گئے یا لکھ دیتے ہیں کہ جو ان کو اقتضائے وقت یا اپنے مصالح کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوا تو اس عامیانہ مرض سے نہ کلی طور پر مشرق بچا ہوا ہے نہ مغرب۔ جس طرح تاریخ کے طالب علموں میں کوئی ہی ایسا ہوتا ہے جو جماعتی یا مذہبی یا ملکی تعصبات سے الگ ہو کر تاریخی واقعات اور اُن کے متعلقات پر غور کر کے کبھی مسلمات تاریخی کے موافق اور کبھی مخالف حقائق کا اظہار کرتا ہے۔ اسی طرح مورخین میں بھی خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی ایسے باکمال محقق موجود ہوتے ہیں۔ جو تمام میلانات شخصی یا جماعتی و مذہبی سے بلند ہو کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھاتے ہیں۔ کیا مشرقی مورخین ہی میں علامہ ابن خلدون عربوں میں اور ہندوستان کے مورخوں میں عہد اکبری کا مورخ ملا عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ اور تاریخ فیروز شاہی کا مصنف ضیاء الدین برنی موجود نہیں ہیں۔ یہ تو مشرقی ہیں۔ رہے "جھوٹوں کے بادشاہ" مغربی مورخ کیا گبن اور لین پول جیسے مصنف اور با اصول لوگ اسی جماعت کے افراد نہیں۔ ان لوگوں کی آراء سے اختلاف ہو سکتا ہے مگر ان کو خوشامدی یا غیر ذمہ دار کہنا مشکل ہے۔

پس ضرورت اس کی نہیں کہ گفتگو کی بسم اللہ دوسرے کی تجہیل سے کی جائے۔ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ کسی ایسے قاعدہ کے مطابق جو سب یا اکثر فروع پر حاوی ہو کسی واقعہ کو پرکھ لیا جائے۔ نہ یہ کہ قاعدہ بنایا نہ جائے اور اپنے مزعومات کو کہیں اعتقادات سے کہیں حسن ظن سے کہیں خوابوں سے کہیں غیب کی آواز سے کہیں دین و بے دینی کے جذبات لطیف سے متاثر ہو کر حقیقت کے نام سے دنیا میں ظاہر کیا جائے۔ اور انہی اثرات کے ماتحت ایک دعوےٰ کر کے مشرق یا مغرب کے تمام مورخوں کو غیر ذمہ دار فرما دیا جائے۔

میں نے اوپر لکھتے ہوئے عرض کیا تھا کہ لفظ "جی" کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ فی الحال مختصراً یہاں اتنا ملاحظہ فرما لیجئے، مفصل پھر کبھی سہی۔ واضح ہو کہ جی کا لفظ جب کہ ناموں کے ساتھ ہندوستان میں استعمال ہوتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ ایران قدیم میں استعمال ہوتا تھا نہ ایران جدید میں مروج ہے۔ میں نے سطور بالا میں یہ عرض کرنے کی بھی جسارت کی ہے کہ لفظ "جی" کی موجودہ صورت ہندی ٹکسال کی ڈھالی ہوئی ہے۔

امید ہے کہ سنسکرت زبان کے فاضل لوگ اس لفظ کی تحقیق فرما کر طلبا لسان کو ممنون فرمائیں گے۔ تاہم ابھی تک مجھے اتنا ہی معلوم ہے کہ لفظ "جی" ہمارے ہندی یا ہندوستانی یا اردو زبان میں جن معنوں اور تلفظ کے ساتھ متداول ہے۔ سنسکرت میں نہ موجود ہے نہ مستعمل البتہ سنسکرت میں لفظ "جے" موجود ہے جس کے معنی فتح اور جیت کے ہیں یہی تغیر تلفظ ہندوستانی ناموں کے ساتھ آخر میں اسی طرح بطور تفاؤل نیک کے لگایا جاتا ہے۔ جیسے ہماری اردو میں ناموں کے آخر میں "صاحب" کا لفظ جس کے معنی مالک اور ساتھی کے ہیں لگایا جاتا ہے۔

رہی فارسی زبان سو اس میں یہ لفظ ترکیبی صورت میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور مفرد صورت میں بھی۔ جب ترکیبی صورت میں ہو تو اس کا تلفظ وہی ہے جو ہمارے ہاں "جی" کا ہے۔ اور اس مرکب استعمال کی ایک ہی مثال مجھے معلوم ہے۔ لیکن معنی یہ نہیں جو ہمارے ہاں پائے جاتے ہیں۔ اور جب یہ لفظ تنہا پایا گیا ہے تو اس کا تلفظ "جی" نہیں "جے" ہوتا ہے۔ مگر فارسی "جے" کے معنی سنسکرت کے "جے" سے بالکل الگ اور مختلف ہیں۔ ہاں ہماری "جی" کے وزن پر ترکی زبان کا لفظ "چی" فارسی زبان میں مستعمل ہے۔

اس وقت میرے سامنے فارسی فرہنگ کی دو کتابیں موجود ہیں۔ غیاث اللغات اور دوسری مرحوم منشی ٹیک چند بہار کی قابل قدر کتاب بہار عجم۔ اب آپ ان الفاظ پر ان اہل لغت کی معنی آفرینی کی داد دیجئے۔

پہلے لفظ "جی" کی ترکیبی صورت ملاحظہ ہو۔ صاحب غیاث فرماتے ہیں کہ:۔

"میانجی"۔ قاصد و نیز بمعنی ایلچی گری۔ ظاہراً مرکب است از "میاں" و لفظ "گی" کہ بکاف فارسی حکم نسبت است۔ پس کاف را بجیم بدل کردہ چنیں (میانجی) خواندہ انداز بہار عجم و مصطلحات۔ مولف (حضرت مولانا غیاث الدین مرحوم صاحب کتاب) گوید کہ چوں لفظ "میاں" را متصل کردند۔ ہائے مختفی بکاف فارسی بدل شدہ بجیم عربی مبدل گشت"۔

اگر یہیں تک ہوتا تو خیر مگر فاضل مؤلف غیاث اللغات اس لفظ "جی" کو "چی" کہکر ترکی زبان کا لفظ بتا کر اس کے معنی "صاحب و خداوند" بھی بتاتے ہیں۔ چنانچہ منقولہ بالا عبارت کے آگے کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"یا آنکہ مرکب باشد از "میان" و لفظ "چی" کہ حکم ترکی است برائے معنی صاحب و خداوند و دارندہ است پس بجہت تخفیف جیم فارسی بجیم عربی مبدل گشت"۔

چنانچہ اسی غیاث اللغات میں لفظ "چی" کو بجیم فارسی لفظ ترکی لکھ کر اس کے معنی "دارندہ" بتائے گئے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو ابیروم جی کے نام کا کوئی جزو فارسی نہ ہوگا۔ بلکہ یہ نام اپنے مسمی کی طرح ترکی الاصل ہی ثابت ہوگا نہ کہ کچھ اور۔ (اگر یہ ثابت ہو جائے کہ برلاس ترک ہی مغل نہیں) اور لفظ "چی" جو ترکی زبان کا لفظ ہے فارسی میں عام اور کثیر الاستعمال ہے۔ ہاں مفرد لفظ "جے" بھی فارسی میں موجود ہے

مگر اس کے معنی نہ سنسکرت کے "جے" کے ہیں نہ ترکی کے "چی" یا "جی" کے۔ صاحب غیاث فرماتے ہیں کہ "جی" بالفتح نام پرگنہ از ملک صفاہان"۔

شاید اب بزور تاویل "ایروم جی" کو فارسی بتایا جا سکے۔ اس بنا پر کہ ایروم جی کو اصفہان سے نسبت حاصل تھی جیسے آج بھی لوگ اپنے وطنوں کی نسبت سے مشہور ہوتے ہیں۔ مگر وہ بھی تب، جب یہ ثابت کر دیا جائے کہ "ایروم جی" پرگنہ صفاہان کے گورنر یا حاکم اور باشندے ہی نہیں تھے۔ بلکہ ابا عن جد باہر سے آکر بسے ہوئے فارسی نسل سے بھی تھے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو یہ بات لطیفہ سے زیادہ نہ ہوگی۔

حضرت گوہر کے مضمون میں بعض چھوٹی چھوٹی اور باتیں بھی ایسی ہیں کہ جو دعوت گفتگو دے رہی ہیں لیکن ان سب سے قطع نظر کر کے گذارش یہ ہے کہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ جناب چودہری صاحب کے ارشادات پر ایک طالب عالمانہ تبصرہ تھا۔ آخر میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ نام و نسب کی یہ تحقیق و تفتیش اگر محض دلچسپی اور تفنن یا اضافہ معلومات یا اظہار حقیقت کے لئے ہے تو بڑی مفید چیز ہو سکتی ہے۔ مگر قیامت یہ ہے کہ ابتداء سے لیکر اب تک یہ ساری جد و جہد طلب علم سے زیادہ دینی و سیاسی سلطنتوں کا استحقاق ثابت کرنے کے لئے کی جاتی رہی ہے۔ اور یہی دو چیزیں ہیں جو عموماً "مورخوں" اور "مقدسوں" سے جھوٹ بلواتی اور حقائق کا خون کراتی رہی ہیں۔ اگر آپ دنیا کی شاہی اور عموماً اسلامی یا سامی مذہبی تحریکات کی تاریخوں کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انہی دونوں اسباب کے ماتحت حسب و نسب کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اگر بادشاہ ہو کر یا حصول شاہی کے لئے ایک شخص نے کسی مقدس شاہی خاندان سے پیوند لگانے کے لئے مورخوں کی خدمات حاصل کی ہیں تو روحانی سیادت کے لئے بھی نام نہاد محدثوں اور واعظوں کی توجہ باطنی کے ساتھ علمی فیوض سے مستفیض ہونے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور انہی دونوں ضرورتوں نے بیچارے مورخوں اور خدا سے ڈرنے والے "مقدسوں" سے وہ جھوٹ بلوایا کہ ؎ بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

جن صاحبوں کو اس موضوع سے دلچسپی ہو وہ روحانی خانوادوں، روحانی سلسلوں اور شاہی خاندانوں کی تاریخیں ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ فرمائیں کہ دن کو کیسے رات اور رات کو کیسے دن بنا کر دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ جناب چودھری صاحب کے مضمون میں کہیں کوئی مذہبی جذبہ تو کار فرما نہیں؟۔

بہر حال ضرورت اس بات کی تھی کہ استحقاق شاہی یا روحانی سیادت کی اہلیت یا حق ثابت کرنے کے لئے دفاتر تاریخ یا صحائف مذہبی کو یوں داغدار کیا جاتا۔ کیونکہ چشم حقیقت شناس نے خلیفۃ اللہ آدم کے ایک فرزند کو نامقبول دوسرے کو مقبول، آذر بت تراش کیلئے ابراہیم کو خلیل اللہ کا لقب پاتے، نوح کے بیٹے کو سیلاب بلا میں ڈوبتے، موسیٰ عمران کو موجہ ہلاکت سے قوم کی قوم کو پار لے جاتے دیکھا ہے۔ اپنے نسب پر افتخار کرنے والوں کو مغضوب اور خلق کے دھتکارے ہوؤں کو جہانداری اور جہانبانی کرتے ملاحظہ کیا ہے۔ گوش شنوا نے وحی کی زبان سے سنا ہے کہ ابراہیم کا ورثہ محض ابراہیم کی نسل میں ہونے سے نہ ملے گا بلکہ برکات ابراہیمی کے دئے جانے کے میثاق میں "ظالموں" کا کوئی حصہ نہیں رکھا گیا۔ جس طرح روحانیات میں حسب و نسب بیکار چیز ہے اسی طرح چشم بینا نے کتنے امویوں، کتنے عباسیوں کتنے ہاشمیوں، کتنے ساسانیوں اور سامانیوں، محمودیوں اور غوریوں، تغلقوں، سلجوقیوں، تیموریوں، لودھیوں کو گھاس کاٹتے، پتھر ڈھوتے بھاڑ جھونکتے، گداگری کرتے دیکھا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں گڈریوں کو شاہوں کی بیٹیاں بیاہ کرتے جاتے اور سائیسوں کو اورنگ بہائے شہریاری پر جلوہ فرما دیکھا ہے۔ ان بصائر سے ثابت ہے کہ مشاہدہ جمال الٰہی کے لئے طور پر جانا ہی ضروری نہیں یہ تجلی فاران پر بھی ہو سکتی

ہر خطاب الٰہی سے مخاطب ہونے کے لئے "مریم اور ابن مریم" ہونا ہی ضروری نہیں اگر فیض روح القدس شامل حال ہو تو دوسرے بھی مسیحائی کر سکتے ہیں۔ خدائی برکات سامیوں پر ہی ختم نہیں ہو گئیں آریوں نے بھی ان سے حصہ پایا ہے۔ انعامات الٰہی کے لئے نارسی ہونے کی خصوصیت نہیں ترک اور مغل بھی خدا ہی کی مخلوق ہیں اور اگر حبشیوں میں لقمان ہو سکتا ہے تو مغلوں میں لقمان کیوں نہ ہوا ہوگا۔

"عروس شاہی" سے "ہمکنار" ہونے کے لئے کاغذی نسب پیش کرنے اور مرے گڑے شاہوں اور جہاں کشاؤں سے خیالی رشتہ جوڑنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ دولت گوہر ذاتی رکھنے سے مل سکتی ہے ؎

تاج شاہی طلبی گوہر ذاتی بنما ۔۔۔۔ ور خود از گوہر جمشید و فریدوں باشی

کسی ملک یا شہر کی روحانی فضیلت و برتری ثابت کرنے کے لئے مجہول و مہمل راویوں اور خواب بینوں کی روایات اور خواب دکھانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آفتاب جہاں سے بھی طلوع ہوگا وہی مشرق ہوگا۔ اگرچہ وہ مقام حبشیوں ہی کی بستی کیوں نہ ہو۔ کاملوں کی فضیلت کسی خاندان یا نسل میں پیدا ہونے میں نہیں ہوتی۔ بلکہ خاندانوں اور نسلوں کی فضیلت کامل افراد کی نسبت سے قائم ہوا کرتی ہے۔ دیکھ لو قریشیوں نے محمدؐ ایک ہی پیدا کیا۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ ایک ہی پیدا کیا۔ کشتریوں میں رام ایک ہی نکلا۔ ان بزرگوں سے سلسلہ ملا دینے سے بھلا کہیں کوئی محمدؐ۔ یا موسیٰ۔ یا رام بن سکتا ہے ؎

قیس سا پھر نہ اُٹھا کوئی بنی عامر میں ۔۔۔۔ فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

تیموریوں میں تیمور ایک ہی نکلا۔ یوں کہنے کو بابر سے اورنگ زیب تک سبھی مملکت کشا تھے۔ ظاہر ہے کہ ان باکمالوں کی تاریخ ان کی خاندانی نسبتوں نے نہیں بنائی بلکہ ان کی تاریخ اُن کے کارناموں نے بنائی اور اُن کے وجود سے خاندان مشہور ہوئے۔

ذرا دیکھنا کہ تاریخ بنانے والے تو وہ لوگ ہیں جن کے نام اوپر گنوائے گئے۔ ان میں سے کوئی بھی اپنا نسب نامہ دکھا کر اپنی سرداری کا استحقاق ثابت کرنے والا نہ تھا۔ لیکن اگر ایسے لوگ دیکھنا ہوں جو نسب ناموں کے بل پر شاہی کی بھیک مانگا کرتے ہیں تو ان میں تم کو اورنگ زیب نہیں محمد شاہ ایسے لوگ نظر آئیں گے۔ نادر شاہ افشار نہیں احمد شاہ قاچار جیسے افراد ملیں گے۔ محمد ثانی فاتح جیسے نہیں محمد خامس جیسے افراد دکھائی دیں گے۔ ان میں محمد علی خدیو مصر ایسے مردان کار آگاہ نہیں بلکہ اس کی ذریت کہلانے والے ہوں گے۔

پس بادشاہوں سے نسبت نامہ ملانے سے یہ تو ممکن ہے کہ کہیں وظیفہ مقرر ہو جائے یا بھیک مانگنے میں آسانی ہو جائے مگر تخت حکومت نہیں مل سکتا۔ انبیاء اور اولیاء سے نسب نامہ ملانے سے اندھے مریدوں کی فوج تو مل سکتی ہے مگر روحانیت کا وہ اوج وہ کمال وہ پاکیزگی وہ جلال و کمال میسر نہیں آسکتا۔ جو ادیان کے بانیوں کا حصہ تھا اور ارض موعود میں سکونت سے ہر شخص عیسیٰ نہیں بن سکتا، کیونکہ ہر جگہ یہی پکار رہے ؎

تاج شاہی طلبی گوہر ذاتی بنما
در خود از گوہر جمشید و فریدوں باشی

مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

میری تربت

میں بستر علالت پر پڑی انتظار کر رہی ہوں . . . . . تمہارا اور اپنی موت دونوں کا . . . . . . ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ اب میں ان رنگین فضاؤں کو خیرباد کہہ دوں گی ۔ اور خود میرا بھی یہی خیال ہے . . . . . . میں افسردہ ہوں ۔ اس لئے نہیں کہ انسانوں سے میرے تعلقات ختم ہو جائیں گے . . . . بلکہ اس لئے کہ میں تمہاری حسین صورت کو ترستی ہی رخصت ہو جاؤں گی . . . . . . اکثر مجھے شمالی دریچے سے تمہارے فوجی بوٹ کے چلنے کی سی آواز آتی ہے ۔ اکثر صنوبر کے قریب تمہارا سایہ بھی معلوم ہوتا ہے . . . . مگر آہ یہ سب میرا خیال ہے تم مجھ سے دور رہتے ہو بہت دور ہمیشہ الگ رہتے ہو کبھی ، میری بیتاب روح کو تسکین دینے کے لئے خط تک نہیں لکھتے ہو . . . . . . میں تمہارا انتظار کرتے کرتے مر جاؤں گی . . . . . . مجھے زمین کے نیچے دفن کر دیا جائیگا . . . . . . سورج کی تیز کرنیں میری تربت کو دن بھر جھلساتی رہیں گیں . . . . . . چاندنی بھی اکثر رات کو تم سے بے وفا سے محبت کرنے پر میرے اوپر تبسم ریز رہے گی . . . . . . کتنے مسافر میری تربت سے گذریں گے . . . . .

لیکن میری تربت پر پھول چڑھانے والا کوئی نہ ہوگا . . . . . نہ کوئی اندھیری رات میں ٹمٹمانے والا دیا میری تربت پر روشن کرنے والا ہوگا . . . . . . میری روح ہمیشہ فاتحہ سے بھی محروم رہے گی . . . . . . کیونکہ کوئی دنیا میں میرا دوست نہیں ہے . . . . . . مجھ پر کوئی آنسو بہانے والا بھی نہ ہوگا . . . . . . اس لئے کہ کسی کو میرے مرنے کا غم نہ ہوگا کسی نے مجھ سے کبھی محبت نہیں کی . . . . . گو میں نے ہمیشہ تم سے الفت کی اور یہی الفت میری بربادی کا باعث ہوئی . . . . . . لوگ مجھے بھول جائیں گے . . . . . . بہت جلدی . . . . . . اس لئے کہ میں شاعر نہیں ہوں کہ میرے نغمے فضائے علم و ادب میں بازگشت پیدا کریں . . . . . . میں فسانہ نگار بھی نہیں ہوں کہ شاید کبھی میرے فسانے میری تحسین کا باعث ہوں . . . . . . اگر میں کبھی بیمار بھی ہوتی تو شاید کوئی مجھے دعا سے یاد کر لیتا . . . . لیکن آہ لوگ مجھے بھول جائیں گے . . . . . . ہاں بہت جلدی . . . . .

تم اکثر اپنے فوجی شاندار لباس میں عربی گھوڑے پر سوار ادھر سے گذرو گے . . . . . . لیکن کوئی مرجھایا ہوا پھول بھی میری تربت پر نہ چڑھاؤ گے . . . . . . بہت ممکن ہے باد سموم خزاں کے سوکھے پتوں سے میری تربت کو چھپا کر میری پردہ پوشی کر دے . . . . یا شاید کوئی طوفانی ہوا ان پتوں کو بکھیر دے . . . . اور تم میری تربت کو دیکھ لو . . . . . . لیکن سچ کہو تمہیں دم بھر کے لئے بھی یہ خیال ہوگا کہ یہ اس کی تربت ہے جس کی زندگی تمہاری بے اتفاقی سے تباہ ہو گئی اور مرنے کے بعد بھی اس کی روح خزاں رسیدہ پھول کی پژمردہ پنکھڑیوں کی طرح بھٹکتی رہے گی . . . . . صرف تمہارے لئے . . . . . . مگر آہ وہ محروم رہی تمہارے التفات سے آخر دم تک . . . . اپنا سب کچھ کھو دینے پر بھی تمہیں نہ پا سکی . . . . ہائے میری الفت . . . . حسرت . . . . . . غربت . . . . . . اور تربت !۔

حجاب بنارسی

اعتراف گناہ

دنیا کی ہر مسرت کو میں نے حریصانہ نگاہوں سے دیکھا
—— اور میرے مالک! میں ہر چمکتی ہوئی چیز کی طرف جھپٹا——
یں حسن کی تابش سے مسحور ہوتا رہا اور بارہا میں نے اُس تک
پہنچنے کے لئے اے معبود تیرے آسمانی احکاموں کی نافرمانی کی
...... اُف اور میں کرتا ہی کیا۔ اے خدا ... تو نے یہ
ل کیا دے دیا اور پھر اُس میں خواہش ٹیس اور چبھن ہو۔
اے مالک میں یقینی طور پر تیرے رحم کا سزاوار ہوں۔
...... لیکن میری طبیعت دنیا سے بیزار ہو گئی۔
س لئے نہیں کہ اس میں لطافت نہ رہی یا وہ شعریت سے
اری ہو گئی۔ نہیں۔ نہیں —— بلکہ میرے اعمالوں کی سزا
اُس کی بیوفائی کا پیکر بن کر آئی۔ آہ اور یہ میرے لئے ناقابل
رداشت —— میں نے پھر اے معبود! اے بلند آسمان کے
لیں۔ تجھے تلاش کرنا چاہا —— میں بڑے بڑے گنبدوں
الی مسجدوں میں گیا۔ لیکن اُن جُبّہ پوش نمازیوں نے مجھے
وہاں سے نکال دیا —— آہ میں رسوا ہو چکا تھا....
یں نے مندروں میں پجاریوں کو اخلاص سے مورتیوں کے
سامنے جھکتے ہوئے دیکھا...... تو اے ارفع اعلیٰ ہستی!
یں نے اونچے اونچے سنہری کلس والے مندروں کا رخ کیا
شاید وہاں تجھے پا سکوں........ لیکن خدا! تو
معلوم کہاں تھا....... میں وہاں سے بھی بھاگ
نکلا —— اور پھر میں نے کتنی ہی راتیں برف و
اراں میں دور اور غیر آباد جگہوں میں گذار دیں —— آہ
اریک اور بھیانک راتیں —— لیکن میرے گناہوں کی
سیاہی ان راتوں کے اندھیروں سے زیادہ گہری تھی——

—— اے عالم الغیب ہستی پھر میں کہاں کہاں
نہ بھٹکا پھرا —— وسیع و بسیط صحراؤں میں —— ہمالیہ
کی رفیع ترین چوٹیوں میں اور بندھیاچل کی عمیق ترین غاروں
میں —— شاید اے فوق الادراک ہستی۔ تو وہاں پوشیدہ
ہو۔ لیکن سب لاحاصل!
...... لوگ پانی کو پوتر کہتے تھے —— میں بھی اس میں
ہزار بار کودا لیکن ویسا ہی گناہ آلود رہا...... لوگ آگ کو
دیوتا جانتے تھے۔ لیکن مقدس آگ بھی میرے اندر کے سوز کا
مقابلہ نہ کر سکی......!!
—— تیری جستجو میں اے مالک!! میں جی نہ ہارا ——
اور مہینوں ایک کنج عزلت میں گذار دیئے —— ایک آرزو
میں!! —— ایک قوس و قزح کی سی عارضی خوشی و تمنا
میں —— شاید میں بھی کلیم ہو جاؤں........ لیکن
یہ سب دھوکا تھا۔ سراب تھا —— میں تنگ آ گیا اے خدا
تجھ سے —— اور تیری تلاش سے ——!
—— میں نے تجھے حقیقی طور پر فلاسفروں اور حکیموں کے
مسئلہ کا "لا" جز سمجھا........ اور میں دنیا کا باخندہ پھر
دنیا میں واپس آ گیا۔
شہر میں غیر معمولی چہل پہل تھی .... آہ دنیا تاریک
نہ تھی یہ محض میری ضمیر کا فریب تھا...... میں ایک تھیٹر میں
چلا گیا —— لوگوں نے میری ہیئت کذائی کا اپنے بلند قہقہوں سے
اعلان کیا مجھے مجنوں جانا..... لیکن میں —— گم گشتہ
اپنے خالق سے پھرا ہوا انسان بے دھڑک اندر چلا گیا ——
لوگ خاموش تھے۔ اور میرے معبود! سامنے نزہت مجبور رقص

تھی۔ آہ نزہت ...... میں اس کی جستجو میں تھا اسی کی تلاش میں تھا ...... دیوانہ وار پینچ کی طرف لپکا۔ ایک ہلکا رستہ میں کرسیوں کو دتا پھاندتا اس تک جا پہنچا — وہ ششدر ہوگئی — لیکن پھر مجھے پہچان گئی — میں نے اُسے اپنی گود میں اُچک لیا — لوگ "وحشی۔ وحشی" کہکر میری طرف بھاگے — لیکن میں باہر آگیا تھا۔ اور وہ مجھ سے چمٹی ہوئی تھی — اے مالک! مجھے "طمانیت" حاصل ہوگئی۔ وہ بے وفا نہ تھی۔ معبود!! اب میں تیرے کامیاب ترین شاہکار کا پجاری ہوں ...... تو اُس میں جلوہ طراز ہے — اُف لوگ نادان ہیں — تجھے ریاضتوں میں ڈھونڈتے اور تیرا پتہ نسیم اور کلیوں میں بتاتے ہیں — کس قدر بھونڈا تخیل ہے کاش وہ بینا ہوجائیں۔ اور تجھے "تیری محبت" میں پاجائیں۔ اے مالک! میں گناہوں کے بوجھ سے ہلکا ہوگیا۔ اور آہ — ہم دونو تیرے حضور سرنگوں ہوگئے۔ اور ہمنے دعا کی — دعا!! اے معبود — جو عبارت تھی میری آہوں سے اور اُس کے آنسوؤں سے!!

نزہت بنت سلہری

"دختر آسیہ"

یہ حسین لڑکی —
جس کا شباب کتنا پیارا اور کس قدر دلکش ہے
کاش کہ میں زیور (گوشوارہ) ہوتا
جو اس کے کانوں میں تھرتھراتا رہتا
ہر وقت کاکل میں پوشیدہ —
میں اُس کے مرمریں سفید گردن سے مس ہوتا
اور کاش کہ میں پٹکا ہوتا
اُس کے لطیف و نازک کمر کے گرد —
اور اُس کا دل میرے اوپر دھڑکتا
غم اور مسرت میں
اور اگر میں جانتا کہ دل کی دھڑکن جذبہ الفت کے ماتحت ہو
مضبوطی اور مستحکم طور سے بغلگیر ہوجاتا
اور کاش کے میں ہار ہوتا
اور تمام دن تدوجزر کی سی کیفیت ہوتی
اُس کے اُبھرے ہوئے سینے پر
ہر قہقہہ اور آہ سرد کے ساتھ
اور میں نہایت ٹھیک لیٹا رہتا
کہ رات میں بھی شاذونادر علیحدہ کیا جاتا

غازی فیض آبادی

دزدیدہ جراثیم

"اور دیکھئے! یہ ہیں ہیضہ کے جراثیم!" بیکٹیریا کے ماہر معالج نے خوردبین کے نیچے شیشہ کی ایک نلکی رکھتے ہوئے کہا۔

زرد رو شخص نے غور سے خوردبین میں سے دیکھا۔ وہ اس قسم کی چیزوں کا عادی نہ تھا۔ ماتھے پر اپنا سفید ہاتھ رکھ کر وہ بولا "مجھے بہت کم دکھائی دے رہا ہے۔"

"اس پیچ کو اٹھا کر دیکھئے!" بیکٹیریا کے ڈاکٹر نے کہا "شاید آپ کی نظر خوردبین پر قائم نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذرا سی آنکھ کے ہل جانے سے جراثیم آپ کو بمشکل دکھائی دیں گے!"

"آہاہ! اب مجھے نظر آنے لگا" نووارد نے کہا ۔ ۔ ۔ ۔ "لیکن ایسا زیادہ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صرف باریک رنگین لکیریں سی نظر آ رہی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن اسی ہی یہ معمولی اور بے حقیقت جراثیم اگر بڑھتے چلے جائیں تو شہر کی ساری آبادی کو تباہ و برباد کر سکتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کس قدر تعجب کی بات ہے!"

اتنا کہکر وہ کھڑا ہوگیا اور شیشہ کی نلکی کو خوردبین سے نکال کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور کھڑکی کی طرف رخ کر کے کہنے لگا "اب یہ بمشکل نظر آتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا یہ زندہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اب بھی خطرناک ہیں؟" "نہیں! یہ ضائع کر دیئے گئے ہیں" بیکٹیریا کے ڈاکٹر نے کہا "میری تو خواہش ہوتی ہے کہ سارے جہاں کے جراثیم اسی طرح ضائع کر دیئے جائیں"!

"میرا خیال ہے" زرد رو شخص نے ایک خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ "آپ بہت ہی کم ان جراثیم کو اپنے پاس زندہ حالت میں رکھتے ہوں گے؟"

"اس کے برعکس ہم ایسا کرنے پر مجبور کئے جاتے ہیں" ڈاکٹر نے کہا "بطور مثال دیکھئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" اتنا کہکر ڈاکٹر کمرے میں گیا اور سربمہر نلکیوں میں سے ایک کو باہر اٹھا لایا۔ "دیکھئے! اس میں یہ کالرا کے جراثیم زندہ حالت میں ہیں"

چند وقفہ کے لئے زرد رو شخص کے چہرے پر ایک اطمینان کی جھلک نمودار ہو گئی۔

"حیرت ہے کہ آپ ایسی چیزوں کو اپنے پاس رکھتے ہیں" نووارد نے نلکی کو اپنی آنکھوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر نووارد کے چہرے کی غیر معمولی بشاشت کو غور سے دیکھ رہا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ شخص جو ڈاکٹر کے ایک قدیمی دوست سے تعارفی رقعہ حاصل کر کے اس سے ملنے کو آیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

اُس کے سیاہ بال، دھنسی ہوئی آنکھیں، سراسیمہ طرز کلام اور گفتگو میں حد سے زیادہ اشتیاق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سبھی چیزیں اُن معمولی سائنسدانوں سے مختلف تھے جن سے ڈاکٹر کو زیادہ تر ملنے کا اتفاق ہوا کرتا تھا۔

ڈاکٹر نے آہستہ سے نلکی کو ہاتھ میں اٹھا کر کہنا شروع کیا "دیکھئے! اس کے اندر وبا مقید ہے۔ اگر صرف اس قسم کی کسی ایک کو توڑ کر پانی کے خزانہ میں ڈال دیا جائے ۔ ۔ ۔ تو کسی کو اس کے پینے یا سونگھنے سے ہرگز اس کا پتا نہ چل سکیگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان جراثیم کا بغیر خوردبین کے نظر آنا بالکل ناممکن ہے۔ ہاں! تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر ان جراثیم کو پانی کے خزانہ میں ڈال دیا جائے تو موت، پُراسرار، ناقابل سراغ، جلد پیش آنے والی، پُرہیبت اور دردناک موت سارے شہر پر اپنا تسلط جمائے گی اور اپنی شکار کی تلاش میں ایک جگہ سے

سری جگہ کا چکر لگائے گی . . . . . شوہر کو بیوی سے، بچے کو
ے، سیاست داں کو اپنے فرض کی ادائیگی سے . . . . اور
ت تکلیف زدہ کو اُس کی تکلیف سے . . . . . یہ جراثیم ہمیشہ
لئے علیحدہ کر دیں گے۔ یہ پانی میں تیرتے پھریں گے . . . .
وں پر رینگتے نظر آئیں گے، کنوئیں کے اندر پھیل جائیں گے،
ت کو بھی یہ اپنے اثر سے خالی نہ چھوڑیں گے . . . . . اور
گھر میں پانی بغیر اُبالے استعمال کیا جاتا ہے . . . . اُس کے
او کو بطور سزا یہ کچھ دیر میں ہمیشہ کی نیند سلا دیں گے۔ جانور
اور ان بچے جو بھی غلط فہمی سے شہر کے حوضوں کے پانی کو
ستعمال کریں گے . . . . ان کے بدن میں یہ جراثیم سرایت
ائیں گے۔ زمین کے اندر بھی یہ داخل ہو جائیں گے اور
وں اور کنوئیں کے اندر ہزار ہا مقامات پر یہ پھیل جائیں گے
ایکبار انہیں پانی کے اندر چھوڑ دیا جائے تو قبل اس کے
ہم لوگ ان کا کچھ تدارک کر سکیں، یہ تمام شہر کو تباہ برباد
چکے ہوں گے !" اتنا کہکر وہ یکایک ٹھیر گیا . . . کیونکہ اس قدر
ے لینے پر وہ حلق کے اندر کچھ درد سا محسوس کر رہا تھا۔ " مگر یہاں
محفوظ ہیں ـــــ بالکل محفوظ . . . . سمجھ گئے !"

زرد رو شخص نے اپنا سر ہلایا۔ ڈاکٹر کی آنکھیں چمکنے لگیں
ر گلو خلاصی کر کے اُس نے پھر کہنا شروع کیا " یہ انارکسٹ
معاش تو ہیں ہی . . . . لیکن ساتھ ساتھ نہایت ہی
ق بھی کیونکہ ـــ وہ فضول بم استعمال کرتے ہیں . . . جبکہ
ن کو اس طرح کی چیزیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ میرے خیال میں !"

اتنے میں دروازہ پر کسی کے ناخنوں کی ہلکی ہلکی کھٹکھٹاہٹ
ائی دی۔ ڈاکٹر نے اُٹھکر دروازہ کھولا تو اس کی بیوی نے
ہستہ سے کہا " ذرا ایک منٹ کے لئے باہر تو نکلئے !"

ڈاکٹر باہر سے جب پھر کمرے کے اندر واپس آیا تو اُس کے
وارد مہمان نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا " خلاف توقع

میں نے آپ کا وقت نصف گھنٹہ سے زیادہ برباد کر دیا . . .
اب چار بجنے میں صرف بارہ منٹ باقی ہیں . . . مجھ کو یہاں سے
ساڑھے تین بجے روانہ ہو جانا چاہیئے تھا . . . . . لیکن
آپ کی چیزیں بڑی دلچسپ تھیں۔ خیر اب میں یہاں ایک
منٹ بھی نہیں ٹھیر سکتا . . . . . مجھے چار بجے ایک شخص سے
ملنا ہے !

اتنا کہکر وہ اپنے میزبان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کمرے
سے باہر نکل گیا اور دروازہ تک ڈاکٹر بھی اُس کے ساتھ گیا
اور پھر ایک متفکر انداز میں کمرے کے اندر واپس آیا۔ وہ
اپنے زرد رو مہمان کی نسل پر غور کر رہا تھا کیونکہ وہ بظاہر کوئی
معمولی ٹیوٹانک یا لاتین خاندان کا آدمی معلوم نہ ہوتا تھا

" اس کی ہی نہایت عجیب و غریب ہستی معلوم
ہوتی ہے " ڈاکٹر نے اپنے دل میں غور کرنا شروع کیا " وہ
جراثیم کے متعلق میری باتیں کتنی دلچسپی سے سُن رہا تھا . . . !"

یکایک کسی نئے خیال نے اس کے ان سلسلۂ خیالات
کو بالکل منتشر کر دیا۔ وہ فوراً اُٹھکر غسل خانہ سے ہوتے ہوئے
میز کے نزدیک گیا . . . . . اور پھر جلدی سے اپنی تحریری
میز کے پاس پہنچا . . . . پھر اپنی جیبیں ٹٹولتے ہوئے لپک کر
دروازہ کے پاس آیا " شاید میں نے اُسے بڑے کمرے میں
میز کے اوپر رکھ دیا ہو " ڈاکٹر نے اپنے دل میں خیال کیا۔

" منّی !" اُس نے زور سے کمرے کے اندر سے آواز دی

" ہاں ڈیر !" دور سے ایک آواز آئی۔

" ڈیر ! کیا میرے ہاتھ میں اس وقت کوئی چیز بھی تھی
جب میں تم سے ابھی ابھی گفتگو کر رہا تھا ؟"

" نہیں ڈیر ! مجھے یاد ہے کہ . . . . . !"

" وبا ! تباہی " ! یہ الفاظ جلدی جلدی ڈاکٹر کے منہ
سے نکلے ! اور وہ بے تحاشا دوڑتا ہوا مکان کی سیڑھیوں پر سے

آتر کر سڑک پر نکل گیا۔

دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز سن کر منی (Minnie) دوڑ کر کھڑکی کی طرف آئی۔ نیچے سڑک پر ایک لاغر اندام شخص ایک گاڑی پر سوار ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر ننگے سر، سلیپر پہنے اس کی طرف بے تحاشا دوڑا چلا جا رہا تھا۔ اس کا ایک سلیپر پیر سے نکل گیا لیکن وہ اس کے لئے نہ ٹھہرا۔ منی نے خیال کیا کہ "شاید وہ پاگل ہوگیا ہے"! ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ وہ لاغر اندام شخص بھی کچھ دیوانہ و سراسیمہ سا معلوم ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر کی طرف اشارہ کر کے اس نے گاڑیبان کو کچھ کہا۔ آخر اس نے زور سے گھوڑے کو چابک لگائی . . . گاڑی پوری سرعت کے ساتھ چلنے لگی لیکن ڈاکٹر نے اپنے تعاقب کو جاری رکھا۔

ایک منٹ تک تو منی کھڑکی سے باہر گردن نکالے انگشت بدندان کھڑی دیکھتی رہی لیکن پھر فوراً ہی کمرے کے اندر داخل ہوگئی۔ اس نے خیال کیا "یقیناً اس شخص کے ہوش و حواس بجا نہیں کیونکہ اس موسم میں لندن کی سڑکوں پر ننگے پیر صرف جرابیں پہنے دوڑنا . . . . . . !"

یکایک کوئی عمدہ سا خیال اس کے دماغ میں آیا۔ وہ اٹھی اور جلدی سے پوشاک زیب تن کر کے اپنے شوہر کے جوتے ہیٹ اور کوٹ کو ہمراہ رکھ کر فوراً ایک گاڑی پر سوار ہوگئی جو حسن اتفاق سے اسی طرف سے گذر رہی تھی۔ "اس سڑک پر مجھے ہیولوک کریسنٹ" (Havelock Crescent) کی طرف لے چلو"! گاڑی پر بیٹھ کر منی نے گاڑیبان سے کہا۔ "اور اگر کوئی شخص راستہ میں ننگے سر اور مخملی کوٹ پہنے نظر آئے تو مجھے کہنا"!

"م . . . م . . . مخملی کوٹ . . . . . اور . . . . ن . . . . ن ننگے سر . . . . ہا . . . . . مادام . . . . . . بہت خوب"!

اتنا کہہ کر اس نے زور سے گھوڑے کو چابک لگائی اور اس قدر تیزی سے چلا گویا کہ اسے اس راستہ کا بخوبی علم تھا۔

گاڑیبان اور بازاری غنڈے ہیو مارکٹ ہل (Haymarket Hill) کے پاس غپ شپ میں مشغول تھے ایک گاڑی کو نہایت تیز رفتاری کے ساتھ جاتے دیکھ کر بہت متعجب ہوئے!

گاڑی کے گذرتے وقت تک تو یہ سب خاموش رہے لیکن جب گاڑی دور نکل چکی تو ان میں سے ایک قوی ہیکل شخص، اولڈ ٹوڈلر (Old Toddler) نامی نے کہا "ارے ذرا دیکھو تو! اس ایرک کو کیا ہوگیا ہے"!

"وہ اپنی چابک کو بہت آزادانہ استعمال کر رہا ہے" سائیس کے لڑکے نے کہا (جو اسی جگہ کھڑا تھا) "ٹامی بائکس (Tommy Bykes) نے کہا "وہ دیکھو! ایک دوسرا دیوانہ آرہا ہے"!

ٹوڈلر نے کہا "ارے یہ تو بوڑھا جارج (Old George) ہے . . . . ضرور کسی سر پھرے کو یہ بھی گاڑی پر لے جا رہا ہے . . . . . . اور عجب نہیں کہ یہ ایرک کے تعاقب میں جا رہا ہو"!

تمام گاڑیبان ذرا جوش میں آگئے اور سبھوں نے مل کر چلانا شروع کیا۔ "واہ جارج! . . . . . . شاباش . . . . ہاں! ہاں! تیز چلاؤ . . . . ارے یہ تو گھوڑ دوڑ ہے . . . ہاں . . . . خوب! دیکھو تم اسے پکڑ لوگے . . . . ذرا تیز"!!

ٹوڈلر نے کہا "میں بھی ضرور ان کا تعاقب کروں گا . . . ہاں! ہاں! میں ابھی فوراً آجاتا ہوں!! . . . .

ارے وہ دیکھو! ایک اور گاڑی دوڑی آرہی ہے . . . ہیمپسٹڈ (Hampstead) کے تمام گاڑیبان آج خدانخواستہ پاگل تو نہیں ہوگئے"!

"ارے اس گاڑی میں تو کوئی عورت معلوم ہوتی ہے" سائیس کے لڑکے نے کہا۔

ٹوڈلر نے کہا "یہ عورت بھی ضرور انہیں کے تعاقب جا رہی ہے" . . . .

"اچھا دیکھو تو! اس کے ہاتھ میں کیا ہے؟"

"یہ تو کوئی بسکٹ معلوم ہوتا ہے"

"اوہو! یہ لڑکی تو چہکتی ہوئی بلبل معلوم ہوتی ہے ..... تمہارا کیا خیال ہے؟" سائیس کے لڑکے نے کہا۔

مستی شور مچاتی ہوئی جماعت کے سامنے سے نکل گئی ..... اُس کو اس جماعت کی بیہودہ باتیں پسند نہ آئیں تاہم وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ ایک فرض کی ادائیگی میں مشغول ہے اور اُس کی آنکھیں اپنے شوہر کی گاڑی پر جمی ہوئی تھیں جس کو بوڑھا جارج تیزی سے لے جا رہا تھا۔

سب سے اگلی گاڑی میں وہی زرد رو شخص اپنے ہاتھ میں سامان تباہی و بربادی ...... یعنی جراثیم کی نلکی لئے ایک کونے میں سمٹا بیٹھا تھا۔ اُس کے چہرے سے خوف و پریشانی کے آثار نمایاں تھے ... کیونکہ زیادہ ڈر اُسے اس کا تھا کہ کہیں اپنے مقصد برآری کے قبل ہی وہ گرفتار نہ کر لیا جائے اور اس سے بھی زیادہ خوف اُسے اپنے جرم کی اہمیت کا تھا۔ اسکے قبل کبھی کسی انارکسٹ کے ذہن میں ایسا باریک خیال نہ آیا تھا۔ اس وقت ریواشل، وایلنٹ وغیرہ جیسے مشہور انارکسٹ اُس کے سامنے ہیچ تھے۔ اُس کی خواہش صرف یہ تھی کہ وہ جلدی سے جا کر پانی کے خزانہ میں نلکی توڑ دے!

کس قدر چالاکی سے وہ جعلی تعارفی خط بنا کر ڈاکٹر کے دارالتجارب سے جراثیم نکال لایا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دنیا اُسے ہمیشہ تک یاد رکھیگی اور تمام وہ اشخاص جو اسکو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ... اس کی صحبت سے پرہیز کرتے ہیں اور دوسرے انارکسٹ کو اس پر فوقیت دیتے ہیں۔ آخرکار اس کی اہم شخصیت کو خیال کریں گے!

سارے لوگ اسے ایک بالکل معمولی سا انسان سمجھے ہوئے تھے۔ سب اس کو اپنی نظر میں حقیر جانے ہوئے تھے لیکن اب یہ زرد رو انسان اپنی قابلیت کے جوہر دکھا کر عوام پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ کسی شخص کو اس طرح اپنی کج نظری سے حقیر سمجھ لینے کا کیا انجام ہے!

سینٹ اینڈرو اسٹریٹ (Saint Andrew street) پر اُس نے گردن گاڑی سے باہر نکال کر دیکھا کہ ڈاکٹر اُس سے اب صرف پچاس گز کے فاصلہ پر ہے۔ اپنی گرفتاری کو سوچکر اُس کو کچھ خوف سا ہو رہا تھا۔

اپنی جیب کو ٹٹول کر اُس نے جلدی سے نصف کراؤن نکالکر گاڑیبان کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا "تجھے اور بھی دوں گا اگر تو اپنی رفتار کو ذرا تیز کر دے"!

اپنی مزدوری سنبھالتے ہوئے گاڑیبان نے کہا بہت خوب حضور اور گھوڑے کو اس زور سے چابک لگایا کہ وہ ہوا میں فرّانے بھرتا نظر آنے لگا۔ تیزی کے سبب گاڑی ہچکولے کھانے لگی اور ڈاکٹر نے اپنے بدن کی جنبش کو روکنے کے لئے اُس ہاتھ سے گاڑی کی کھڑکی کو پکڑ لیا جس میں وہ جراثیم کی نلکی رکھے ہوئے تھا۔ یکایک اُسے نلکی کے ٹوٹنے کی آواز آئی اور نلکی کا شکستہ حصہ گاڑی میں نیچے گر گیا۔ وہ ملامت کرتے ہوئے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور کپڑوں پر نلکی سے گرے ہوئے دو تین قطرات کی طرف ٹکٹکی سے دیکھنے لگا۔

مارے ڈر کے اس وقت انارکسٹ کانپ رہا تھا۔

"بہت خوب! میں سمجھتا ہوں کہ ان جراثیم کا سب سے پہلا شکار میں ہی ہونگا ... خیر! ... کچھ ہی ہو ... میں شہید کہلاؤں گا ... تاہم یہ نہایت ہی ذلیل طریقہ کی موت ہے ... معلوم نہیں یہ جراثیم فوراً اپنا اثر دکھائیں گے یا نہیں جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں۔

یکایک دماغ میں کوئی خیال آتے ہی وہ اُچھل پڑا۔ نلکی کے شکستہ حصہ میں ابھی تک چند قطرات موجود تھے۔ اُس نے جلدی سے اُن کو اپنے منہ میں ڈال لیا تاکہ اس کی زندگی کا بہت جلد خاتمہ ہو جائے! اُس نے خیال کیا کہ اب ڈاکٹر سے بھاگنے کی بھی کوئی ضرورت

باقی نہیں رہی۔ ویلنگٹن اسٹریٹ (wellington streets) میں گاڑیبان کو گاڑی روکنے کے لئے کہکر وہ اتر پڑا۔۔۔ اس کے قدم لڑکھڑ رہے تھے۔۔۔ اس کا سر جھک رہا تھا تاہم دونوں ہاتھ سینہ پر رکھے وہ اطمینان کے ساتھ ڈاکٹر کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے چہرہ سے اس وقت عجیب مایوسی ٹپک رہی تھی لیکن اپنی عنقریب پیش آنے والی موت پر وہ فخر کر رہا تھا۔ ایک طویل قہقہہ لگا کر وہ ڈاکٹر سے یوں مخاطب ہوا!

"اب وقت گذر چکا۔ میرے دوست! میں اسے پی چکا۔۔۔ اب عنقریب ہیضہ عام پھیل جائیگا"

ڈاکٹر نے اپنی عینک سے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا "تم نے اسے پی لیا۔ آخاہ!۔۔۔ مجھے اب معلوم ہوا۔۔۔ تم انارکسٹ ہو" وہ کچھ اور کہنے والا تھا لیکن اپنے آپ کو روک لیا۔ اس کے چہرہ کے ایک گوشہ سے مسکراہٹ نمودار ہوئی اور گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ نیچے اترنے لگا لیکن انارکسٹ ایک خاص انداز کیساتھ واٹرلو برج (waterloo Bridge) کی طرف چل پڑا اور راستہ میں ہیضہ پھیلانے کی غرض سے وہ اپنے جسم کو دوسروں سے رگڑتا چلا جاتا تھا۔

اس وقت ڈاکٹر انارکسٹ کو دیکھنے میں اس قدر محو تھا کہ منی کو اپنے ہیٹ، کوٹ، وغیرہ کے ساتھ دیکھکر بغیر کسی اظہار تعجب کے صرف اتنا کہکر "شکریہ! تم نے اچھا کیا جو میری چیزیں لے آئیں" پھر انارکسٹ کو دیکھنے میں محو ہو گیا۔

"بہتر ہوگا اگر تم گاڑی کے اندر چلی آؤ" ڈاکٹر نے انارکسٹ کی طرف رخ کئے کہا۔

منی کو اب اس کے پاگل ہوجانیکا پورا یقین ہو گیا۔ اس لئے گاڑیبان کو اس نے خود سے اپنے گھر کا راستہ بتایا اور ڈاکٹر کو کہا کہ "جوتے تو پہن لیجئے"!

"بہت خوب! ڈیر!" اس نے جواب دیا۔

گاڑی دوسری طرف مڑی اور زرد رو شخص ڈاکٹر کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یکایک ڈاکٹر کو کچھ خیال آیا اور ایک قہقہہ بلند کر کے منی کی طرف رخ کرتے ہوئے کہنے لگا "یہ بھی نہایت ہی عجیب و غریب واقعہ ہے گرچہ۔۔۔۔۔!

"ہمیں خبر ہے! وہ شخص جو ابھی مکان پر مجھ سے ملنے کو آیا تھا انارکسٹ ہے۔۔۔ آہ! پیاری! دیکھو۔۔۔ گھبراؤ نہیں۔۔۔۔ ورنہ میں ہرگز باقی قصہ تم سے نہ کہوں گا۔۔۔۔۔!

"سنو! میں نے بغیر یہ جانے ہوئے کہ وہ شخص انارکسٹ ہے اس کو اپنے حیرت انگیز تجربات سے مسحور کرنا چاہا اور ان جراثیم کو جس سے کہ بندروں کے جسم پر نیلے نشان پڑجاتے ہیں۔۔۔ دکھا کر کہا کہ "یہ ہیضہ کے زندہ جراثیم ہیں" وہ اس کو چرا کر لندن کے پانی کو زہر آلود کرنے کی غرض سے میرے مکان سے بھاگ گیا۔۔۔ لیکن اگر وہ واقعی ایسا کرتا تو ہر شخص کے بدن پر پانی کے استعمال سے نیلے نشانات پڑجاتے۔۔۔۔!

لیکن اب حسن اتفاق سے اس نے خود ہی ان جراثیم کو کھا لیا ہے۔ اور میں یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا کہ اس کا اثر کیا ہوگا لیکن غالباً ہمیں یاد ہوگا منی (minnie) کہ ان جراثیم کے اثر سے ان بلی اور کتوں کے بدن پر اس روز نیلے نشانات کے داغ پڑگئے تھے۔۔۔۔

لیکن اب صرف وقت اس قدر ہے کہ نئے جراثیم تیار کرنے کے لئے مجھے اخراجات اور تکلیف برداشت کرنے پڑیں گے"

"اچھا لو! یہ اپنا اوورکوٹ تو پہن لو"

"کیوں، میری پیاری؟"!

"شاید راستہ میں مسز جبز سے ملاقات ہوجائے"!

"تو اس کی وجہ سے میں اس قدر گرمی میں اوورکوٹ کیوں پہنوں"!

"اچھا! جیسی تمہاری مرضی"! ترجمہ احمد جمیل کندرابادی نے

تصانیف مصورِ ظرافت مرزا عظیم بیگ چغتائی

کولتار
مضحکہ خیز اور پُر اسرار ناول شوخ و شنگ لڑکیوں کی چھیڑ چھاڑ اور ایک عورت کی دردناک زندگی۔
قیمت دو روپے

شریر بیوی
ایک خاتون کی معصوم شرارتیں اسقدر دلچسپ ہیں کہ کتاب چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ چار تصویریں اور رنگین سرورق۔
قیمت عہ۸ر

رُوحِ ظرافت
"انگوٹھی کی مصیبت" اور دیگر مزاحیہ مضامین کا مجموعہ۔ سر افسانہ ظرافت کی رُوح ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔
قیمت عہ۲ر

رُوحِ لطافت
"مہارانی کا خواب" اور دیگر افسانے جنکو پڑھ کر آپ ہنستے ہنستے لوٹ جائینگے پہلا افسانہ لاجواب قرار دیا گیا ہے۔
قیمت عہ۸ر

ومپائر
ایک شریف خاتون کی آبروریزی کا دردناک واقعہ اور ایک عجیب اتفاق سے اُس کا دلچسپ انجام۔
قیمت دو روپے

کمزوری
عورت کی کمزور فطرت کس طرح دھوکے بہکانے میں آجاتی ہے ابتدائی حصہ ہنسنے والا اور آخری حصہ رُلانے والا۔
قیمت دو روپے

فل بوٹ
حُسن و عشق کی عجیب و غریب داستان پلاٹ کے اعتبار سے مصنف کا بہترین ناول ہے ایک جوتے کی وجہ سے کیا ہوا؟
قیمت عہ۸ر

دیکھا جائیگا
عشق و موت میں تیاری کس طرح ہوا؟ ایک حسین مالدار لڑکی کے تین عاشقوں کی داستان کامیابی کسے اور کیسے ہوئی؟
قیمت عہ/

کھرپا بہادر
ایک بدمعاش کی شادی فرمانروائے سلطنت کی لاڈلی بیٹی سے زبردستی کردی گئی اور اُسکے خندہ خیز و عبرت انگیز واقعات۔
قیمت ایک روپیہ

جنت کا بھوت
ایک بدشکل نوجوان اور اُس کی حسین عزیزہ کی پُر لطف داستان مارے ہنسی کے آپکے پیٹ میں بل پڑجائیں گے۔
قیمت ۱۲ر

ملفوظات ٹامی
ایک کتے کی خود نوشت سوانحعمری۔ اگر کتے کی زبان ہوتی تو وہ اپنے جذبات کس طرح ادا کرتا؟
قیمت ۱۲ر

چیفنی کی انگوٹھی
پہلا حصہ مزاحیہ دوسرا حصہ حزنیہ انجام دیکھکر مصنف کی غیر معمولی قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔
قیمت ۸ر

تفویض
ایک بی۔ اے پاس خاتون کی شادی مسجد کے مُلا سے ہوجاتی ہے کیسی گذرتی ہے؟ انجام کار کیا ہوتا ہے پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔
قیمت ۵ر

مرزا جنگی
لکھنؤ کے بانکے مرزا جنگی اور اُنکے احباب کا ایک نہایت دلکش ڈرامہ۔ واجد علی شاہ کے زمانے کے لکھنؤ کی ایک جھلک۔
قیمت ۸ر

قرآن اور پردہ
قرآن شریف کی آیات سے دکھایا گیا ہے کہ پردہ کسے کہتے ہیں اور اُسکے متعلق کیا کیا احکام ہیں۔
قیمت عہ۸ر

حدیث اور پردہ
حدیث شریف کے مستند حوالوں سے پردہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے عورتوں اور مردوں دونوں کیلئے ضروری کتاب۔
قیمت عہ/

ساقی بک ڈپو کی کتابیں

اخوان الشیاطین
سنسنی خیز افسانوں کا مجموعہ آج تک ایسے جسم کے لرزہ خیز افسانے اردو میں شائع نہیں ہوئے۔ پہلا افسانہ بہت مشہور ہے
قیمت عہ

سرگذشتِ عروس
نا رضامندی کی شادی اور انمل بے جوڑ رشتوں کی وجہ سے کسقدر ناگوار صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دلچسپ و عبرت انگیز آپ بیتی۔
قیمت عہ

چندر موہنی
حسن و عشق کی داستان خونچکاں۔ محبت کا مذہب ہمیں کیا سکھاتا ہے؟ ایک ہیچ عشق کی المناک کہانی۔ موثر اور مفید۔
قیمت عہ

نزہتِ جمال
بلجیم کے مشہور تمثیل نگار موریس میٹرلنک کے ڈرامے جارل کا شستہ و رفتہ ترجمہ۔ جس نے خیالات اور جذبات کی تصویر۔ قیمت عہ

نجمہ نوری
ماں کی مامتا سے متعلق ایک لندن تمثیل نجمہ کی المناک سرگذشت۔ مامتا کی ماری ماں کس طرح تڑپتی پھری اُس کی لرزہ خیز تصویر۔ قیمت ۱۲ر

سلمیٰ
آسکر وائلڈ کی تمثیل سالومی کا ترجمہ۔ حسن آشام کی ہوسناکی اور موت تخیل اور طرز بیان خاص ہے۔
قیمت ۸ر

چار چاند
دلی کی ٹکسالی اور ستھری زبان کا لطف اگر آپ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو طلب کیجئے۔ جو حضرت فراق دہلوی کی تصنیف ہے۔ قیمت ۸ر

یدِ قدرت
ظالم اپنے کیفر کردار کو کس طرح پہنچا اور حق کی فتح اور باطل کی شکست۔ خدا کا ہاتھ مظلوم کی طرف سے کس طرح انتقام لیتا ہے
قیمت ۵ر

تعلیم زدہ بیوی
ایک جدید فیشن کی ہندوستانی عورت غلط راستے پر پڑ جانے کی وجہ سے کسقدر مصیبتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور اس کا دلچسپ انجام۔ قیمت ۸ر

پیریدین و ثریا
موریس میٹرلنک کی تمثیل "پیلیے وین اینڈ میلے سنٹ" کا پاکیزہ ترجمہ۔ حسن و عشق کا ایک جدید نظریہ۔ بہت عمدہ کتاب ہے
قیمت عہ

دلی کا آخری دیدار
۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے دلی کی کیا حالت تھی؟ لال قلعہ جب آباد تھا تو اس چمنستان میں کیسی بہار تھی؟ سو سال پہلے کی ایک جھلک دیکھئے۔ قیمت ۱۲ر

لال قلعہ کی ایک جھلک
(زیر طبع)
لال قلعہ کے عجیب و غریب واقعات جن کو پڑھکر آپ مسرور بھی ہونگے اور حیرت زدہ بھی۔ قیمت عہ

اردو کا پہلا ناول نگار
ڈپٹی نذیر احمد کے ادبی کارنامے۔ ڈپٹی صاحب ہی نے اردو زبان میں سب سے پہلے مکمل ناول لکھے ہیں۔ تحقیقی لٹریچر کی کتاب۔ قیمت عہ

سیرتِ محمد علی
ہندوستان کے مشہور ہیرو مولانا محمد علی کے واقعات زندگی۔ مکمل سوانح حیات اور بہترین بھی۔
قیمت تین روپے

نگارستان
نیاز فتحپوری کے مضامین کا پہلا مجموعہ جس میں انکے قلم کا پورا زور نظر آتا ہے عہد شباب کے لکھے ہوئے مضامین۔ ادب لطیف کا خزانہ۔ قیمت دو روپے۔

شہاب کی سرگذشت
نیاز فتحپوری کا لکھا ہوا ناول جو اسقدر مشہور ہو چکا ہے کہ اسکے مزید تعارف کی ضرورت نہیں۔ اپنے طرز کی خاص چیز۔ قیمت عہ

ملنے کا پتہ:- ساقی بک ڈپو۔ دہلی

اکابرین کی آرا کا خلاصہ

[illegible] ڈاکٹر [illegible]
میو ہسپتال لاہور
[illegible]

خانصاحب فضل حق [illegible]
پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور
[illegible]

خانصاحب ڈاکٹر یار محمد خان [illegible]
پرنسپل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور
[illegible]



مرتبہ

عالیجناب کرنل بھولاناتھ صاحب بہادر آئی ایم ایس سی آئی ای آنریری سرجن شہنشاہ جارج پنجم

مذکورہ تمام علوم کی روشنی میں مردانہ و زنانہ امراض پر بحث کی گئی ہے

معالجات قدیمہ و جدیدہ کا نادر مجموعہ ۵۰ سالہ پریکٹس کے تجربات کا نچوڑ

اردو لٹریچر تو درکنار انگریزی زبان میں بھی [illegible] کتاب شائع نہیں ہوئی۔ حجم [illegible] صفحات۔ قیمت تین روپے محصول [illegible]

ملنے کا پتہ:۔ ساقی بک ڈپو۔ دہلی

شاعری سیکھئے

مولانا خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی کی معرکۃ الآرا تصنیف شاعری کا سٹ جس سے بیشمار شاعر اس وقت تک مستفیض ہو چکے ہیں اور برابر ہو رہے ہیں جس میں تقطیع کرنے کا آسان قاعدہ، علم عروض، علم قافیہ، محاسن و معائب شاعری تاریخ گوئی کے قواعد صنائع و بدائع کا بیان، اصلاح دینے کے اصول اور ابتدائی مشق کے آسان قاعدے بالتفصیل مذکور ہیں۔ اب تک اس سے زائد آسان کتاب جسکو مبتدی پڑھکر بآسانی سمجھ سکتے ہیں شائع نہیں ہوئی۔ اگر آپ کو اردو زباندانی و شاعری کا شوق ہو تو پہلے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے اور مشق کی ترکیب پر عمل کیجئے۔ ایک سال میں آپ شاعر کامل بنجائیں گے۔ حال میں کچھ مفید اضافہ کر کے کتاب کا حجم اور زیادہ کیا گیا ہے مکمل سٹ کی قیمت دو روپے ہے

نیز تمام کتب مولفہ خواجہ عشرت و دیگر مشہور مصنفین کی نادر و نایاب کتابیں عشرت بک ڈپو لکھنؤ سے طلب فرمائیے

ملنے کا پتہ

مینیجر عشرت بک ڈپو کیننگ اسٹریٹ۔ احاطہ خانسامہ۔ لکھنؤ

شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم کی آخری تصنیف

اُمّہات الامّہ

مرحوم نے جسوقت یہ کتاب تحریر فرمائی تو بعض تنگ خیال مسلمانوں نے جس میں زیادہ تر طلباء مساجد شامل تھے اُسکی سخت مخالفت کی۔ یہ کتاب جیساکہ اسکے موضوع سے ظاہر ہے اُن غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب تھا جو رسالت مآب صلعم کے تعددِ ازدواج پر رکیک حملے کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو جو غیر مسلموں کے سامنے پیغمبر اسلام صلعم کی صداقت کا مدعی ہو حسنِ عقائد کو الگ کرکے دعویٰ اس طرح ثابت کرنا چاہیے تھا جو منطق، فلسفہ، معقول اور تاریخ کی کسوٹی پر پارس ثابت ہو۔ یہی تھا مصنف کا سب سے بڑا قصور جسکو بعض مسلمان برداشت نہ کرسکے اور کتاب پردۂ دُنیا سے ناپید کردی گئی۔ ذیل میں اُمہات الامہ پر چند آراء کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جن سے اس کتاب کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہوسکے گا۔

«بڑے اور نامور لوگوں پر کہ اپنے ہمعصروں کے ہاتھوں بڑے بڑے ظلم ہوئے ہیں مولانا بھی آخر عمر میں اس سے نہ بچے۔ اُمہات الامہ کا شائع ہونا تھا کہ دلی میں ایک ہنگامہ بپا ہوگیا۔ مولوی تو پہلے ہی سے ان سے جلے بیٹھے تھے۔ اُن کی بن آئی۔ خوب جلے پھپھولے پھوڑے۔ مخالفت میں رسالے چھپوائے۔ طرح طرح کے بہتان باندھے۔ کفر کے فتوے لکھے اور بدنام کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ طرح طرح سے عوام کو بھڑکایا۔ یہاں تک کہ بعض تو جان کے لاگو ہوگئے اور مرنے مارنے پر مستعد ہو بیٹھے۔ یہ غدر دلی سے اُٹھا اور دوسرے مقامات تک پہونچا۔

لیکن سب سے حیرت انگیز اور عبرتناک واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کے چھپنے کے بعد ندوۃ العلماء کا جو اجلاس دلی میں ہوا اُس میں علمائے کرام تو موجود ہی تھے انہوں نے باہم «سکوت» کرکے اُمہات الامہ کی تمام جلدیں جو ابتدائی طوفان کے بعد شہر کے بعض معززین نے مولانا کی منت سماجت کرکے ایک صاحب کے پاس رکھوا دی تھیں اور بکری موقوف کرادی تھی منگوائیں اور اپنے سامنے ان کتابوں کا ڈھیر لگوایا۔ اور اُن میں سے ایک مولوی نے زیادہ تر ثواب کمانے کیلئے آگے بڑھ کر مٹی کا تیل چھڑکا اور بسم اللہ کرکے آگ لگادی۔ اُسکے شعلوں کی روشنی مولویوں کے مقدس چہروں پر پڑ رہی تھی اور اُن کی آنکھوں کی چمک اور چہروں کی بشاشت سے اُس خوفناک دلی مسرت اور باطنی اطمینان کا اظہار ہو رہا تھا جو ایک خونخوار درندے یا ایک سنگدل انسان کی صورت سے انتقام لیتے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ اگر حکومت کا ڈر نہ ہوتا تو مولانائے مرحوم بھی اسی آگ میں جھونک دئے جاتے۔ یہ منظر قابل دید تھا۔ مولویوں کا یہ حلقہ زمانہ وسطیٰ کے اُن پادریوں کی یاد دلاتا تھا جنہوں نے کتابیں تو کتابیں ہزاروں بے گناہ زندہ جلتی آگ میں پھونک دیے، کڑکڑاتے تیل کے کڑھاؤ میں ڈال دئے، گلوں میں پتھر باندھ کر بہتے دریاؤں میں ڈبو دیے، کتوں سے پھڑوا دئے اور طرح طرح کے عذاب دے دیکر اور عجیب عجیب شکنجوں میں کس کس کر سسکا سسکا کر مار ڈالے اور اُنکے سامنے راکھ کا ڈھیر ایک تودۂ عبرت تھا جو بیسویں صدی عیسوی کے روشن زمانے کی ایک عجیب یادگار تھا۔ یہ راکھ اس قابل تھی کہ اسکی ایک ایک چٹکی بطور یادگار کے شیشیوں میں بند کرکے رکھ لی جاتی تاکہ آئندہ نسلیں اُسے سامنے رکھکر اُن علمائے کرام اور مصلحانِ ملک و ملت کی ارواحِ پاک پر فاتحہ دلائیں اور اُن کے حق میں دعائے خیر کریں۔ اِس رات گویا مولویوں نے شب برات منائی اور اُس آگ سے اپنے نفوسِ مطمئنہ کو ٹھنڈا کیا اور اپنے اعمالناموں میں ایک ایسی بڑی نیکی کا اضافہ کیا جو غالباً اُن کی نجاتِ اُخروی کا باعث ہوگی۔ یہ اُن بزرگوں کا کام ہے جنہوں نے چشم بددور مسلمانوں کی دینی و دُنیوی اصلاح و فلاح کا بیڑا اُٹھایا ہے۔»

(مولوی عبدالحق بی۔ اے۔ اورنگ آباد۔ دکن)

«حق الامر یہ ہے کہ اُمہات الامہ وہ کتاب تھی کہ نہ آج مسلمانوں میں کوئی ایسا نظر آتا ہے نہ آئندہ برسوں نظر آنے کی اُمید ہے کہ غیر مسلموں کے سامنے اس قابلیت سے پیغمبر اسلام صلعم کی رسالت کو ثابت کرجائے۔ اور مسلمانوں کیلئے اتنا لٹریچر مہیا کرے جو اُمہات الامہ میں ہے۔ اُمہات الامہ عمِ مغفور و اُستادِ مرحوم کی آخری تصنیف اور اُردو لٹریچر کا ایک بیش بہا ذخیرہ تھا جو چند خوش اعتقاد طلبا کی عنایت سے پردۂ دُنیا سے ناپید ہوئی اور کتاب کا اصلی مقصد جو یورپ کے سامنے حضورِ اکرم صلعم کی ذات پاک کو تعددِ ازدواج کے متعلق اغراضِ نفسانی سے پاک ثابت کرنا تھا پورا نہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ اُمہات الامہ پردۂ دُنیا سے ناپید ہوچکی اور مولانائے مغفور بھی رحلت فرما گئے مگر مخالف اب دیکھے کہ رسالت مآب کی پاک زندگی کے حالات ایسی حالت میں کہ روئے سخن اُن لوگوں کی ہو جو منطق اور فلسفہ سے باہر قدم تک نہیں رکھتے اس قابلیت سے لکھ دینے والے اب قوم میں کتنے بزرگ ہیں اور علامہ بلگرامی مرحوم کی یہ آرزو کہ «کاش اُمہات الامہ کا ترجمہ میں کرتا!» کہاں تک حق بجانب تھی۔»

(علامہ راشد الخیری دہلوی)

کون کہتا ہے کہ دلی کے علماء نے مرحوم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا؟ سب جھوٹ ہے۔ چند حریص اور خود غرض لوگوں نے شورش برپا کی تھی مگر معقول اہل علم اس شورش سے علیحدہ اور بیزار تھے۔ جو لوگ اس مخالفت کے بانی تھے، میں جب اُنکے ہاں گیا سوائے جوڑ توڑ اور غیبت و بدگوئی کی باتوں کے کبھی ذکر خدا و رسول اُنکے ہاں نہ سنا،

مولانا نذیر احمد مرتے دم تک جب ملتا ہوا ہمیشہ خدا اور خدا والوں کا چرچا رہتا۔ آخر وقت میں تو انکی خدا ترسی و رقیق القلبی کا یہ عالم تھا کہ آیت سنتا اور بے اختیار رو دیتے۔ ایسے سچے خدا پرست کو کافر کہنے والے اپنے عقیدے میں دوزخ کے کندے ہیں۔" (حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی)

"بیان کیا جاتا ہے کہ اُمہات الاُمہ کی تصنیف سے مصنف کا مقصد مسلمانوں کا دل دُکھانا اور اُن کو آزار پہنچانا تھا۔ میں نے تو مولانا مرحوم دہلی کے مسلمانوں کے جو بانی مبانی اس تمام شورش کے تھے اور کسی کو شاکی تک نہ پایا۔ نہ نفس کتاب میں سوائے اسکے کہ بعض جا شوخیٔ طبع سے کوئی فقرہ رو میں نکل گیا اور کوئی ایسی بات پائی جس سے اسلام کی توہین یا مسلمانوں کی دل آزاری مقصود ہو۔ نہ مرحوم جیسے شخص سے اس کی توقع ہو سکتی تھی کیونکہ وہ بڑے پکے مسلمان تھے۔ نماز کے سختی سے پابند تھے۔ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے۔ خود حافظ کلام الٰہی تھے۔ اکثر اوقات کلام مجید پڑھا کرتے تھے۔ مدتوں سے ان کو حالت وجد تھی۔ ہر وقت کلام مجید کی آیتیں، عربی کے اشعار پڑھا کرتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔ خدا کا ڈر تو اُن کے دل میں ایسا تھا کہ شاید کسی کے دل میں ہو۔ ہمدردیٔ انسانی اُن کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کنبا پروری، غربا سے سلوک، پوشیدہ امداد و خیرات، یہ سب باتیں ان میں لاجواب تھیں۔ تکبر و غرور اور نخوت اُن کو چھو نہیں گیا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی غریبی اور طالب العلمی کی حالت کو فخریہ بیان کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص جس نے ساری عمر مذہبی زندگی بسر کی ہو، جس نے کلام مجید کا بے نظیر ترجمہ لکھا ہو، جس نے عمدہ عمدہ کتابیں اخلاق کی لکھی ہوں، جو طلباء کو علم ادب اور کتب احادیث حسبۃً للہ پڑھاتا ہو، جس کے لکچر سر سے پاؤں تک نصائح اور اخلاق کا مجموعہ ہوں، جو بات بات پر قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے استناد کرتا ہو، جو کفر و الحاد سے کوسوں دور ہو، کیسے ممکن ہے کہ وہ شخص اپنی آخری عمر میں ایک ایسی کتاب لکھے جس سے مسلمانوں کے دل کیا دُکھیں گو یا خود اُس کی عاقبت خراب ہو۔ اُمہات الاُمہ کی بھی وہی مثل ہوئی کہ یاروں نے ایک کو نقطہ لگا کر رد کر دیا۔ اپنے دلی غبار اس پہلو سے نکالا۔ ماو شما کو کیا معلوم کہ کتاب میں کیا لکھا ہے؟ عوام نے ثقہ پوشوں سے سُنا، سچ سمجھ گئے۔ دلی کی سرزمین پر مذہبی مباحث کے نشو و نما کی خوب تاثیر ہے۔ شمس العلماء مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی پر کب کفر کا فتویٰ نہیں ہوا جو ان پر نہ ہوتا۔ اگر ان پر کفر کا فتویٰ نہ ہوتا تو میری رائے میں اُن کی نیک نامی، اُن کی عظمت، انکی شہرت میں ایک بڑا نقص رہ جاتا۔ کفر کا فتویٰ بھی ماو شما پر نہیں ہوتا۔ وہ بھی ایسوں ہی پر ہوتا ہے جن سے لوگ جلتے ہیں اور جلے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔ جس زمانہ میں اُمہات الامہ کی شورش برپا تھی میں نے بچشم خود ہر خطے اور ہر ناحیۂ ہندوستان سے معززین اور علما کے صدہا خطوط والد کے نام دیکھے ہیں کہ آپ ہرگز اس کتاب کی اشاعت کو بند نہ کیجیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بیسیوں بیرسٹروں اور صدہا وکلا نے لکھا کہ اگر درعدالت تک یہ مقدمہ پہونچے گا تو ہم آپ کی طرف سے بلا مزد پیروی کرنے کو موجود ہیں۔ حکام نے بھی اس شورش کو جاہلانہ ولولہ خیال کیا اور مرحوم کی بھی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن مرحوم کو شر و فساد بڑھانا منظور نہ تھا۔ انھوں نے چھپی چھپائی کتابیں حکیم اجمل خاں صاحب کے سپرد کر دیں اور انہوں نے جلوا دیں۔

اُمہات الاُمہ دُنیا کے پردے پر سے ناپید ہو گئی لیکن پھر بھی ہزارہا اُسکے خواہشمند موجود ہیں۔ مخالفین کی شورش نے اسکی قدر بڑھائی۔ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

مولوی سید علی بلگرامی اگر زندہ رہتے تو لوگ دیکھتے کہ اُمہات الامہ کا انگلش ایڈیشن کیسے خزانے نکلا۔ مگر ع آن قدح بشکست و آں ساقی نماند.....
اب چونکہ مرحوم ہی دُنیا کے پردے پر نہ رہے مخالفوں کی مخالفتیں بھی سرد ہو گئیں۔ اور اُن کا اصلی مقصد تو اُن کا دل دُکھانا اور اپنا کام اُس کی آڑ میں نکالنا تھا۔"

(مولوی بشیر الدین احمد صاحب مرحوم خلف مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم)

"یہ پادری احمد شاہ صاحب شائق کی کتاب اُمہات المومنین کا جواب تھا۔ اور ایسا دنداں شکن جواب تھا کہ معترضین کے دانت کھٹے کر دیتا مگر افسوس کہ لوگوں کو اس سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملا۔ اس کتاب کی آڑ میں کفر و الحاد کے فتوے مولانا نذیر احمد کے برخلاف لکھوائے گئے مگر ان فتووں سے نہ مولوی صاحب کافر بنے اور نہ کفر کی کوئی شرط بدلائل ثابت ہوئی۔ اصل بات کو نہ سمجھے۔ مولوی صاحب کی طرز تحریر کو نہ پرکھا کہ وہ ہمیشہ نادلانہ رنگ میں لکھتے تھے اور اس رو میں حسب موقع جو نسے الفاظ مناسب معلوم ہوتے اُن کو نہیں چھوڑتے تھے۔" (سید احمد صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ)

اُمہات الامہ ساقی بک ڈپو کے اہتمام سے زیر طبع ہے۔ اُمہات الامہ پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں اور اُن اعتراضات کے دنداں شکن جوابات جو صاحب "احسن التفاسیر" نے دئے ہیں (یہ جوابات اب تک کہیں نہیں چھپے) وہ بھی بطور ضمیمہ اس جلد میں شامل ہونگے۔ کتاب کی قیمت نسبتاً بہت کم تجویز کی گئی ہے۔ یعنی صرف دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔ آج ہی اپنا نام اس کے خریداروں کی فہرست میں شامل کرا لیجیے تاکہ کتاب شائع ہوتے ہی آپکو بھیجدی جاسکے۔

المشتہر، مہتمم ساقی بک ڈپو دہلی

صنفی لٹریچر جوانوں کیلئے

نفسیاتِ شباب
جرمنی کے ایک پروفیسر کی مشہور تصنیف کا ترجمہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے سلیس اردو میں کیا ہے۔ شباب پر بہترین تصنیف۔ قیمت ۳ ؎

عورت
محبوبہ نازک کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقفیت حاصل کیجئے۔ جسم اور فطرت و فنون کے راز طشت از بام کرتے ہیں۔ قیمت دو روپے

شبِ عروسی
یہ کتاب اس لئے ضروری ہے کہ اسکے پڑھ لینے کے بعد آپ تکمیلِ انسانیت کے بامِ عروج پر کامیاب قدم اٹھا سکیں گے۔ قیمت عہ

کیفِ مواصلت
دنیائے لذت و کیف میں تنہائی چیز ایک مرد کیلئے عورت ہے مواصلت ہے اسکے مطالعہ سے آپ اس درجہ پر پہونچ جائینگے جہاں لذت ہی لذت ہے۔ عہ

بہارِ شباب
جوانی کی کیفیت انگیزی اور اسے دوام کرنے کیلئے کیا صورتیں اختیار کرنی چاہئیں۔ مجرب طریقے قاعدے اور نسخے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت عہ

شاہی کوک شاستر
جو بادشاہوں کیلئے تھا اب وہ عام ہے۔ طاقت اور قوتِ مردمی کو قائم و دائم رکھنے کے ٹوٹکے اور نسخے۔ عام فہم تدبیریں اور ہزاروں کے آزمائے ہوئے ہیں۔ قیمت عہ

برتھ کنٹرول
اولاد کی کثرت سے بچنے اور عورت کے حسن کو قائم رکھنے کیلئے کیا کیا صورتیں اختیار کرنی چاہئیں۔ ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب خود اختیاری پیدائشِ اولاد دیکھئے۔ قیمت عہ

شبِ عروسی کے افسانے
یہ وہ لذیذ کتاب ہے جو شبِ عروسی کے جملہ لذائذ کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اسکا دوسرا نام عروسِ نو ہے۔ کامیاب زندگی کا مکمل لائحہ عمل۔ قیمت عہ

ایرانی کوک شاستر
شبابِ جاودانی کی تلاش ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ عورت کے تاثرات اور اسکے جذبات سے پورا پورا لطف کس طرح اٹھایا جائے؟ قیمت عہ

قانونِ مواصلت
عیش و نشاط کا رہبر۔ شباب کی پوری کیفیت سے لطف اندوز ہونے کے طریقے مواصلت کے جملہ قوانین کیا ہیں؟ ضروری ہدایات سے واقف ہو جائیے۔ قیمت عہ

دوشیزہ کی ڈائری
شادی سے پہلے اور شادی کے بعد ایک دوشیزہ کے جذبات و تاثرات کیا ہوتے ہیں؟ پُرکیف زندگی کی بہار کس طرح لوٹی جاتی ہے؟ قیمت عہ

افشائے رازِ نہاں
بیشمار عورتوں کی پرائیویٹ زندگی منظرِ عام پر رکھدی گئی ہے تاکہ ان سے آپ لطف اندوز بھی ہوں اور آپکے علم میں اضافہ بھی ہو۔ قیمت عہ

تاج العروس
عربی فارسی اور ہندی کتب کی امداد سے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے اور اس میں عورت کی فطرت پر مشرقی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ ؎

قانونِ مباشرت
علمِ طب کی رو سے جنسی تعلقات اور اسکے متعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ نہایت مستند اور ضروری کتاب ہے۔ بہترین صنفی لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ قیمت للعہ

بہارِ عروس
شبِ عروسی کی سرگذشت۔ پوشیدہ باتوں کا انکشاف۔ سربستہ رازوں کو کھول دیا گیا ہے۔ ایک دلہن کی آپ بیتی پڑھئے۔ قیمت عہ

دلہنوں کی کانفرنس
سات دلہنوں کی شبہائے خلوت کی عجیب داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے واقعاتِ شبِ عروسی کو صحیح صحیح لیکن شریفانہ الفاظ میں سناتی ہیں۔ قیمت عہ

ملنے کا پتہ: ادبستان۔ کٹرہ بڑیاں۔ دہلی

Printer & Publisher:—SYED WILAYAT HUSAIN DELHI.

Cover Printed at the Calcutta Art Press, Katra Baryan, Delhi.


مصور صحیفہ
Per Copy As. 2/6

ہردلعزیز مصنفین کی کتابیں

مہندی
حُسن کی شوخیوں اور عشق کی گرمیوں کا ایک لگداز اور جاں نواز افسانہ۔ بڑا سائز۔ ۲۷۰ صفحے۔ خوبصورت مضبوط جلد۔ قیمت تین روپے

ناظمہ کی آپ بیتی
ایک خاتون کی عبرت انگیز آپ بیتی عشق کی دلخراش داستان حُسن کی دردناک کہانی۔ مضبوط خوبصورت جلد۔ قیمت عہ

نرگس
ایک طوائف نے عشق و محبت کی خاطر اپنی جان پر بنا لی اور ایسے ایثار سے کام لیا کہ اپنی جان تک گنوا دی۔ قیمت دُو روپے

نغمۂ حیات
رنگین ادبی مضامین کا قابلِ قدر مجموعہ۔ ادبِ لطیف کے دلکش شہ پارے۔ جذبات و تاثرات کی مصوری۔ قیمت عہ

گناہ کی راتیں
سات عورتوں نے اپنے گوہرِ عصمت کو کس طرح کھویا؟ اور کیوں اس پر مجبور ہو گئیں۔ عورت کی بے بسی دیکھئے۔ قیمت عہ

طوفانِ ظرافت
مزاحیہ قصائد کا چھوٹا سا مجموعہ۔ اس طرز کے قصائد آج تک اردو زبان میں نہیں لکھے گئے۔ قیمت ۶ر

ادبِ زرّیں
حجاب امتیاز علی کے مختصر مضامین کا مجموعہ۔ ہر مضمون تیر و نشتر بنکر دل میں اتر جاتا ہے۔ ادبِ لطیف کے بہترین نمونے۔ قیمت ۸ر

نغماتِ موت
حجاب امتیاز علی کے غمناک مضامین کا مجموعہ۔ ہر مضمون بیحد متاثر کرتا ہے اور دُنیا کی بے ثباتی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ قیمت ۶ر

موجِ تبسم
شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا پہلا مجموعہ۔ قیمت دُو روپے (عہ)

بحرِ تبسم
شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا دوسرا مجموعہ۔ قیمت دُو روپے (عہ)

طوفانِ تبسم
شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا تیسرا مجموعہ۔ قیمت دُو روپے

سیلابِ تبسم
شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا چوتھا مجموعہ۔ قیمت دُو روپے

حُسن کار
حُسن کاری پر مختصر مضامین کا مجموعہ۔ کتاب دلچسپ اور مفید ہے۔ قیمت ۶ر

مَن کی آگ
سرمایہ دار اور مزدور۔ حُسن و عشق اور سوسائٹی کا عبرت انگیز ڈرامہ۔ قیمت ۶ر

آئینۂ حُسن
رسا ہمدانی گیاوی۔ ایم۔ اے کی نظموں، غزلوں، قطعات وغیرہ کا مجموعہ۔ قیمت ایک روپیہ

دیوانِ شمس تبریز
مولوی عبد الملک آروی نے یہ کتاب بڑی کاوش و تحقیق سے مرتب کی ہے۔ اس کا دیباچہ نہایت قابلِ قدر ہے۔ قیمت دُو روپے

ملنے کا پتہ:۔ ساقی بُک ڈپو۔ دہلی

شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم کی آخری تصنیف

اُمّہات الامّہ

مرحوم نے جس وقت یہ کتاب تحریر فرمائی تو بعض تنگ خیال مسلمانوں نے جس میں زیادہ تر طلباء مساجد شامل تھے اُس کی سخت مخالفت کی۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے موضوع سے ظاہر ہے اُن غیر مسلموں کے اعتراض کا جواب تھا جو رسالت مآب صلعم کے تعدد ازدواج پر رکیک حملے کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو جو غیر مسلموں کے سامنے پیغمبر اسلام صلعم کی صداقت کا مدعی ہو حسن عقائد کو تنگ کر کے دعویٰ اس طرح ثابت کرنا چاہیئے تھا جو منطق، فلسفہ، معقول اور تاریخ کی کسوٹی پر پارس ثابت ہو۔ یہی تھا مصنف کا سب سے بڑا قصور جس کو بعض مسلمان برداشت نہ کر سکے اور کتاب پردۂ دُنیا سے ناپید کر دی گئی۔ ذیل میں اُمّہات الامّہ پر چند آراء کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جن سے اس کتاب کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

"بڑے بڑے اور نامور لوگوں پر اکثر اپنے ہمعصروں کے ہاتھوں بڑے بڑے ظلم ہوئے ہیں۔ مولانا بھی آخر عمر میں اس سے نہ بچے۔ اُمّہات الامّہ کا شائع ہونا تھا کہ دلّی میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ مولوی تو پہلے ہی سے اُن سے جلے بیٹھے تھے۔ اُن کی بن آئی۔ خوب جلے پھپھولے پھوڑے۔ مخالفت میں رسالے چھپوائے۔ طرح طرح کے بہتان باندھے۔ کفر کے فتوے لکھے اور بدنام کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ طرح طرح سے عوام کو بھڑکایا۔ یہاں تک کہ بعض نوجوان جان کے لاگو ہو گئے اور مرنے مارنے پر مستعد ہو بیٹھے۔ یہ غدر دلّی سے اٹھا اور دوسرے مقامات تک پہونچا۔

لیکن سب سے حیرت انگیز اور عبرتناک واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کے چھپنے کے بعد ندوۃ العلماء کا جو اجلاس دلّی میں ہوا اُس میں علمائے کرام تو موجود ہی تھے انہوں نے باہم مسکوٹ کر کے اُمّہات الامّہ کی تمام جلدیں جو ابتدائی طوفان کے بعد شہر کے بعض معززین نے مولانا کی منت سماجت کر کے ایک صاحب کے پاس رکھوا دی تھیں اور بکری موقوف کرا دی تھی منگوائیں اور اپنے سامنے ان کتابوں کا ڈھیر لگوایا اور اُن میں سے ایک مولوی نے زیادہ تر ثواب کمانے کیلئے آگے بڑھ کر مٹی کا تیل چھڑکا اور بسم اللہ کر کے آگ لگا دی۔ اُسکے شعلوں کی روشنی مولویوں کے مقدس چہروں پر پڑ رہی تھی اور اُن کی آنکھوں کی چمک اور چہروں کی بشاشت سے اُس خوفناک دلی مسرت اور باطنی اطمینان کا اظہار ہو رہا تھا جو ایک خونخوار درندے یا ایک سنگدل انسان کی صورت سے انتقام لیتے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ اگر حکومت کا ڈر نہ ہوتا تو مولانائے مرحوم بھی اسی آگ میں جھونک دئے جاتے۔ یہ منظر قابل دید تھا۔ مولویوں کا یہ حلقہ زمانۂ وسطیٰ کے اُن پادریوں کی یاد دلاتا تھا جنہوں نے کتابیں تو کتابیں ہزاروں بے گناہ زندہ دہکتی آگ میں جھونک دیئے کھولتے تیل کے کڑھاؤں میں ڈال دئے، گلوں میں پتھر باندھ کر بہتے دریاؤں میں ڈبو دئے، کتوں سے پھڑوا دئے اور طرح طرح کے عذاب دے دیکر اور عجیب و غریب شکنجوں میں کس کس کر سسکا سسکا کر مار ڈالے اور اُنکے سامنے راکھ کا ڈھیر ایک تودۂ عبرت تھا جو بیسویں صدی عیسوی کے روشن زمانے کی ایک عجیب یادگار تھا۔ یہ راکھ اس قابل تھی کہ اس کی ایک ایک چٹکی بطور یادگار کے شیشیوں میں بند کر کے رکھ لی جاتی تاکہ آئندہ نسلیں اسے سامنے رکھ کر اُن علمائے کرام اور مصلحانِ ملک و ملت کی ارواحِ پاک پر فاتحہ دلاتیں اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرتیں۔ اس رات گویا مولویوں نے شب برات منائی اور اُس آگ سے اپنے نفوسِ مطمئنہ کو ٹھنڈا کیا اور اپنے اعمالناموں میں ایک ایسی بڑی نیکی کا اضافہ کیا جو غالباً اُن کی نجاتِ اُخروی کا باعث ہوگی۔ یہ اُن بزرگوں کا کام ہے جنہوں نے چشم بددور مسلمانوں کی دینی و دُنیوی اصلاح و فلاح کا بیڑا اٹھایا ہے۔" (مولوی عبدالحق بی۔ اے۔ اورنگ آباد۔ دکن)

"حق الامر یہ ہے کہ اُمّہات الامّہ وہ کتاب تھی کہ نہ آج مسلمانوں میں کوئی ایسا نظر آتا ہے نہ آئندہ برسوں نظر آنے کی اُمید ہے کہ غیر مسلموں کے سامنے اس قابلیت سے پیغمبر اسلام صلعم کی رسالت کو ثابت کر جائے۔ اور مسلمانوں کیلئے اتنا لٹریچر مہیا کرے جو اُمّہات الامّہ میں ہے۔ اُمّہات الامّہ مغفور و اُستاد مرحوم کی آخری تصنیف اور اردو لٹریچر کا ایک بیش بہا ذخیرہ تھا جو چند خوش اعتقاد طلبا کی عنایت سے پردۂ دُنیا سے ناپید ہوئی اور کتاب کا اصلی مقصد جو یورپ کے سامنے حضور اکرم صلعم کی ذات پاک کو تعدد ازدواج کے متعلق اغراضِ نفسانی سے پاک ثابت کرنا تھا پورا نہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ اُمّہات الامّہ پردۂ دُنیا سے ناپید ہو چکی اور مولانائے مغفور بھی رحلت فرما گئے مگر خدا جانے اب دیکھئے کہ رسالت مآب کی پاک زندگی کے حالات ایسی حالت میں کہ رشتۂ سخن اُن لوگوں کے ہاتھ ہے جو منطق اور فلسفہ سے باہر قدم تک نہیں رکھتے اس قابلیت سے لکھنے والے اب قوم میں کتنے بزرگ ہیں اور علامہ بلگرامی مرحوم کی یہ آرزو کہ کاش اُمّہات الامّہ کا ترجمہ میں کرتا! کہاں تک حق بجانب تھی۔" (علامہ راشد الخیری دہلوی)

کون کہتا ہے کہ دلی کے علماء نے مرحوم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا؟ سب جھوٹ ہے۔ چند حریص اور خود غرض لوگوں نے شورش بپا کی تھی مگر معقول اہل علم حسن شورش سے علیحدہ اور بیزار تھے۔ جو لوگ اس مخالفت کے بانی تھے انہیں جب اُنکے ہاں گیا سوائے جوڑ توڑ اور غیبت و بدگوئی کی باتوں کے کبھی کوئی کام [illegible]

مولوی صاحب مرحوم ... جب ... ہمیشہ ... تو ... کی ... کا یہ عالم تھا کہ آیت سنتے اور بے اختیار روتے۔ ... کو کافر کہنے والے ... دوزخ ... ہیں۔

(حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی)

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امہات الامہ کی تصنیف سے مصنف کا مقصد مسلمانوں کا دل دکھانا دین کو آزار پہونچانا تھا میں نے تو سوائے چند دہلی کے مسلمانوں کے جو باقی جہاں میں تمام شورش کے تھے اور کسی کو شاکی کم نہ پایا۔ نفس کتاب میں سوائے اسکے کہ بعض جگہ شوخی طبع سے کوئی فقرہ زبان سے نکل گیا اور کوئی ایسی بات پائی جس سے اسلام کی توہین یا مسلمانوں کی دل آزاری مقصود ہو۔ وہ مرحوم جیسے شخص سے اس کی توقع ہوسکتی تھی کیونکہ وہ بڑے پکے مسلمان تھے۔ نماز کے سختی سے پابند تھے۔ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے۔ خود حافظ کلام الٰہی تھے۔ اکثر اوقات کلام مجید پڑھا کرتے تھے۔ مدتوں سے ان کو حالت وجد تھی۔ ہر وقت کلام مجید کی آیتیں یا عربی کے اشعار پڑھا کرتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔ خدا کا ڈر تو ان کے دل میں ایسا تھا کہ شاید کسی کے دل میں ہو ہمدردی انسانی ان کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کنبہ پروری، غربا سے سلوک، پوشیدہ امداد و خیرات، یہ سب باتیں ان میں لاجواب تھیں۔ تکبر اور غرور اور نخوت ان کو چھو نہیں گیا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی غریبی اور طالب العلمی کی حالت کو فخریہ بیان کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص جس نے ساری عمر مذہبی زندگی بسر کی ہو جس نے کلام مجید کا بے نظیر ترجمہ لکھا ہو جس نے عمدہ عمدہ کتابیں اخلاق کی لکھی ہوں، جو طلبا کو علم ادب اور کتب احادیث حسبۃً للہ پڑھاتا ہو جس کے لکچر سر سے پاؤں تک نصائح اور اخلاق کا مجموعہ ہوں، جو بات بات پر قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے استناد کرتا ہو، جو کفر و الحاد سے کوسوں دور ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ شخص اپنی آخری عمر میں ایک ایسی کتاب لکھے جس سے مسلمانوں کے دل کو دکھیں گویا خود اس کی عاقبت خراب ہو۔ امہات الامہ کی بھی وہی مثل ہوئی کہ یاروں نے ایک کو نقلہ لگا کر دش کیا۔ بنا دلی غبار اس پہلو سے ملاں۔ مادیتا کو کیا معلوم کہ کتاب میں کیا لکھا ہے، عوام نے تقدپوشوں سے سنا اور بھڑک گئے۔ دلی کی سرزمین میں مذہبی مباحث کے نشو و نما کی خوب تاثیر ہے۔ شمس العلماء مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی پر کب کفر کا فتویٰ نہیں ہوا جو ان پر نہ ہوتا۔ اگر ان پر کفر کا فتویٰ نہ ہوتا تو میری رائے میں ان کی نیک نامی، ان کی عظمت، انکی شہرت میں ایک بڑا نقص رہ جاتا۔ کفر کا فتویٰ بھی ہر ناوشکا پر نہیں ہوتا۔ وہ بھی ایسوں ہی پر ہوتا ہے جن سے لوگ جلتے ہیں اور جلے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔ جس زمانہ میں امہات الامہ کی شورش برپا تھی میں نے بچشم خود ہر خطے اور ہر ناحیہ ہندوستان سے معززین اور علما کے صدہا خطوط والد کے نام دیکھے ہیں کہ آپ ہرگز اس کتاب کی اشاعت کو بند نہ کیجیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بیسیوں بیرسٹروں اور صدہا وکلا نے لکھا کہ اگر دربدالت تک یہ مقدمہ پہونچے گا تو ہم آپ کی طرف سے بلا مزد پیروی کرنے کو موجود ہیں۔ حکام نے بھی اس شورش کو جاہلانہ دلولہ خیال کیا اور مرحوم کی بھی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن مرحوم کو شر و فساد بڑھانا منظور نہ تھا۔ انہوں نے چھپے ہوئے کتابیں حکیم اجمل خاں صاحب کے سپرد کردیں اور انہوں نے جلوا دیں۔

امہات الامہ دنیا کے پردے پر سے نایاب ہوگئی لیکن پھر بھی ہزارہا اُسکے خواہشمند موجود ہیں۔ مخالفین کی شورش نے اسکی قدر بڑھائی۔ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

مولوی سید علی بلگرامی اگر زندہ رہتے تو لوگ دیکھتے کہ امہات الامہ کا انگلش ایڈیشن کھلے خزانے نکلتا مگر ع آن قدح بشکست وآں ساقی نماند......

اب چونکہ مرحوم ہی دنیا کے پردے پر نہ رہے مخالفوں کی مخالفتیں بھی سرد ہوگئیں۔ اور ان کا اصلی مقصود تو ان کا دل دکھانا اور اپنا کام اس کی آڑ میں نکالنا تھا

(مولوی بشیر الدین احمد صاحب مرحوم خلف مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم)

"یہ پادری احمد شاہ صاحب شائق کی کتاب امہات المومنین کا جواب تھا۔ اور ایسا دنداں شکن جواب تھا کہ معترضین کے دانت کھٹے کردیتا مگر افسوس کہ لوگوں کو اس سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملا۔ اس کتاب کی آڑ میں کفر و الحاد کے فتوے مولانا نذیر احمد کے برخلاف لکھوائے گئے مگر ان فتووں سے نہ مولوی صاحب کافر بنے اور نہ کفر کی کوئی شرط بدلائل ثابت ہوئی۔ اصل بات کو نہ سمجھے۔ مولوی صاحب کی طرز تحریر کو نہ پرکھا کہ وہ ہمیشہ نادلانہ رنگ میں لکھتے تھے اور اس رو میں حسب موقع جو شے الفاظ مناسب معلوم ہوتے ان کو نہیں چھوڑتے تھے۔"

(سید احمد صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ)

امہات الامہ ساقی بک ڈپو کے اہتمام سے زیر طبع ہے۔ امہات الامہ پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں اور ان اعتراضات کے دنداں شکن جوابات جو صاحب احسن التفاسیر نے دئے ہیں (یہ جوابات اب تک کہیں نہیں چھپے) وہ بھی بطور ضمیمہ اس جلد میں شامل ہونگے۔ کتاب کی قیمت نسبتاً بہت کم تجویز کی گئی ہے۔ یعنی صرف دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔ آج ہی اپنا نام اس کے خریداروں کی فہرست میں شامل کرالیجیے تاکہ کتاب شائع ہوتے ہی آپکو بھیجدی جائے۔

المشتہر مہتمم ساقی بک ڈپو دہلی

فہرست مضامین

دکھائی کہ وقت ختم ہو کام تمت ہو۔ لڑکوں نے کیا کیا؟ یہ تو خدا جانے یا ممتحن۔ ہم نے بھی اس پر بہت غور کیا مگر کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ چونکہ یہ ادب پارہ رسالہ ساقی اور پھر شاہجہاں میں اب سے دو سال پہلے شائع ہوا تھا اس لئے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ مصور ظرافت مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی کی کتاب "ویمپائر" پر دہلی کے مشہور جرنلسٹ جناب شاہد احمد صاحب نے رسالہ ساقی میں جو رائے لکھی تھی یہ اس کا اقتباس ہے اور لب و زبان اور بیان کے لحاظ سے یہ ریویو بہت پسند کیا گیا تھا اور "ویمپائر" کے اشتہار میں اب تک اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تو ہے اس کی شان نزول۔ اس سوال پر دو اعتراض ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ممتحن نے نہ تو شروع میں کوئی ہدایت دی ہے اور نہ آخر میں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ دوسرا اعتراض وہ ہی عائد ہوتا ہے جو پہلے اور دوسرے سوال پر عائد ہوا یعنی اس پرچے میں ایسا اقتباس کیوں شامل کیا گیا جو کورس میں شامل نہیں ہے اس قسم کے سوالات کے لئے پہلا پرچہ مخصوص ہوتا ہے۔ پہلے اور دوسرے سوال کو تو خیر بُرا یا بھلا لڑکوں نے کر ہی دیا ہوگا مگر اس آخری سوال کو بصورت موجودہ پیش کرنے میں ممتحن کو جو قابل رشک کامیابی ہوئی ہے اس کی خوشی میں ہماری رائے تو یہ ہے کہ ہر اُس لڑکے کو جس نے . . . . . اس پرچہ کا امتحان دیا ہے دس نمبر بطور انعام دیئے جائیں تاکہ اُس ذہنی اذیت کی تلافی ہو جائے جس میں اس بچارے کو کمرۂ امتحان میں مبتلا ہونا پڑا ہوگا۔

آخر میں ہم "بڑے مولوی صاحب" شمس العلماء مولوی عبدالرحمن صاحب اور ڈاکٹر اطہر علی کو ممتحن کی اس ستم ظریفی کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں اور استدعا کرتے ہیں کہ جس وقت پرچے دیکھے جائیں تو ان امور کو نظر انداز نہ کیا جائے ورنہ دلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے حسن انتظام پر حرف آئیگا (خدا نہ کرے)

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جامعہ ملیہ اسلامیہ وہ قابل فخر قومی درسگاہ ہے جسکی ابتدا آج سے تقریباً پندرہ سال پیشتر شیخ الہند مرحوم کے مبارک ہاتھوں ہوئی تھی۔ اس قلیل عرصہ میں جو درسی اور ادبی خدمات اس ادارے سے ظہور میں آئیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں درسگاہ کے منتظمین اور اساتذہ کی قربانیوں کو کچھ وہی لوگ بہتر جانتے ہیں جن کا ان سے سابقہ پڑا ہوتا ہم کون نہیں جانتا کہ ہندوستان بھر میں صرف یہی ایسی مسلمانوں کی درسگاہ ہے جو بغیر حکومت کی امداد کے صرف قوم کے ذاتی عطیات پر چلائی جا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے طلبا میں آزادی حریت اور وطن پرستی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ حال میں جامعہ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد [illegible] کے نام سے رکھ دیا گیا ہے اور قوم سے امداد کی اپیل کی گئی ہے ہم بھی اپنے قارئین کرام سے ملک و قوم کے [illegible] ہیں کہ وہ خود اسی کار خیر میں حصہ لیں اور دوسروں کو بھی اس کی [illegible] چونکہ جامعہ جن مقاصد کا علمبردار ہے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ [illegible] قوم توجہ کرے عدم توجہی نہ صرف جامعہ کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ [illegible] کے لئے مضر ہے۔

جہاز راں کمپنی اور حاجی معاصر دین و دنیا اپنی ایک قریبی اشاعت میں حاجیوں کے مراسلات کا حوالہ دیتے ہوئے ان کی مشکلات پر تبصرہ کرتا ہے ہم کو بھی ان مصائب کا ذاتی تجربہ ہے جو حاجیوں کو عموماً اور [illegible] درجہ کے حاجیوں کو خصوصاً مغل لائن (جہاز راں کمپنی) کا [illegible] رویہ سے پہنچتی ہیں۔ حاجیوں کے آرام کا خیال تو کجا ان کو ناقابل [illegible] تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں۔ کھانا جو ان کو جہاز سے ملتا ہے نہایت خراب [illegible] ہے جس کا اثر ان کی صحت پر لازمی طور سے برابر پڑتا ہے اور ان میں سے اکثر بیمار پڑ جاتے ہیں علاوہ ازیں ایک جہاز پر ایک وقت میں اتنے زیادہ مسافر بھر دیئے جاتے ہیں کہ مہذب ممالک میں جانوروں کو بھی اس طرح نہیں [illegible] جاتا مزید براں جہاز کے ملازموں کا طرز عمل حاجیوں کے ساتھ نہایت ذلت آمیز اور سخت بہیمانہ ہوتا ہے ایک معمولی خلاصی تک ان کو [illegible] دیتا ہے ہم حج کمیٹی کی اور خصوصاً حکومت کی توجہ حاجیوں کی اس قسم کی تمام شکایات پر مبذول کرانا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جلد از جلد [illegible] توجہ کی جائے گی اور خاطر خواہ تدارک کر دیا جائیگا۔ امسال بعض ذمہ دار ارکان حج کمیٹی کراچی کی لاپرواہی سے تقریباً ساڑھے تین سو حاجی جہاز میں جگہ ہوتے ہوئے روک لئے گئے جس کی تحقیقات ایک [illegible] کمیشن کے ذریعہ ہونی چاہئے تاکہ آئندہ کے لئے دیار حبیب کے مسافروں کے مصائب و آلام کچھ کم ہو سکے۔

ہم اپنے تمام معاصرین خصوصاً مقامی معاصر [illegible] اور مولوی [illegible] درخواست کرتے ہیں کہ وہ مغل لائن کے مسافروں کی جائز شکایات [illegible] حکومت کو توجہ دلائیں۔

جون کا شاہجہاں افسانہ نمبر ہوگا۔ جس کی تیاریاں شروع [illegible] ہیں مندرجہ ذیل اہل قلم کے بہترین اور چیدہ افسانے ہونگے

جناب مرزا عظیم بیگ چغتائی، حضرت تحسین سروری، حضرت [illegible] جناب شاہد احمد بی اے (آنرز) دہلوی، جناب [illegible] دہلوی، جناب [illegible] فضل حق قریشی، جناب محمود [illegible] بی اے، جناب [illegible] علامہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب برقی، مولانا [illegible] حضرت [illegible]

کٹکھنا سانپ

کیوں جناب! اگر آپ کے کسی عزیز کے دشمنوں کو کوئی موذی سانپ کاٹ کھائے تب کیا؟ خاصا کیا بلکہ میری دانست میں نہایت ہی واہیات "اور بہت خراب"!!

(۱)

ایک روز کا ذکر ہے کہ صبح تڑکے جو آنکھ کھلی تو کچھ کھٹ پٹ کی آواز کمرہ سے آئی۔ اٹھ کر جو دیکھتا ہوں تو ہاکی اسٹک گھڑاپلی کے ہاتھ میں اور والد عزیزم پیٹنٹ کے جوتہ کا داہنا پیر منہ کے بل غریب ایک طرف پڑا زمین پر اپنی ناک رگڑ رہا ہے۔

پہلے تو میں نے سوچا کہ اللہ میاں نے جب سفید رنگ کو بنایا تو اس کے جواب میں سیاہ رنگ کو بھی بنایا اور اس طرح یہ ابیض (سفید) اور اسود (سیاہ) کی رقابت کی بنیاد پڑی۔ تو شاید یہاں بھی وہی معاملہ ہے اور یہ نالائق جوتا کمبخت رقیب اور سیاہ ہونے کی وجہ سے مارا کوٹا گیا ہے۔ لیکن بہت جلد یہ شبہات رفع ہو گئے جب خانم نے مجھے دیکھ کر کہا۔

"ان سانپوں سے تو ہم تنگ ہیں"

عرض یہ ہے کہ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب ایک نالائق اور کٹکھنے سانپ نے سچ مچ ہمارا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ اول تو یہ بیہودہ حرکت کی کہ سانپ کے کھیت والے کو ایک روز سچ مچ ٹھنڈا کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد جو ہم لوگوں نے سانپوں کے بند کرنے کئے تو وہ اُلٹا ہماری طرف بڑھا۔ یعنی سائیس کے لڑکے کو کاٹ کھایا۔ وہ تو خیر بچ گیا لیکن پھر اُس کے بعد ہی وہ ایک روز غسل خانہ میں پہونچا۔ تو مطلب یہ ہے کہ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب اُس نالائق سانپ نے ہمارا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ جی ہاں یہ اسی وقت کا ذکر ہے جبکہ کمرے اور برآمدہ کے تمام سوراخوں میں

اینٹیں ٹھونک دی گئی تھیں غسل خانہ کی موریوں پر بجائے ایسی جالی لگوائی جا چکی تھی کہ نہ صرف اودہر کا کوڑا کرکٹ اودہر ہی رہ جائے بلکہ چیونٹیوں کو اپنے تمام ضروری کاموں کے لئے گھوم کر کھائے موری کے دوسری طرف سے آنا پڑے۔

چنانچہ جب خانم نے کہا کہ "ان سانپوں سے تو ہم تنگ ہیں" تو میں تو یہی سمجھا کہ آن پہنچا یہ موذی پھر خانم کو بیوگی کے صدمات پہنچانے کی نیت سے! مگر بہت جلد معلوم ہو گیا کہ آفت خود میری ہے جو موتی اور گیتیں کچھ اس طرح لپیٹ کر رکھتا ہوں کہ ہر ذی ہوش اور ہما شما کو کچھ کا کچھ دھوکا ہو جائے۔

میں نے یہ سوچ کر کہ خیر کوئی بات نہیں۔ ایسا ہوتا ہی ہے جوتے سلمہ کو دیکھا تو سچ عرض کرتا ہوں کہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے تڑپ کر میں نے کہا: "غضب خدا کا نوک چھیل دی تم نے!"

اس پر خانم نے کچھ عذر نہ کیا بلکہ اُلٹی جہائیں جہائیں شروع کر دی۔ میں بھی اُلجھ پڑا اور جل کر میں نے کہا کہ "تمہاری بلا سے۔ ہمیں سانپ کاٹ کھائے۔ تمہاری بلا سے۔ مگر خبردار جو تم نے ہمارے جوتے چھوئے۔ یا اور کسی عجیب و غریب طرح ہمیں اس سانپ سے بچانے کی کوشش کی!"

میرا یہ کہنا اُسے اور بھی بُرا معلوم ہوا۔ اور یہ بحث زوروں پر تھی کہ بھائی صاحب۔ مسواک ہاتھ میں لئے پہونچے اور دخل در معقولات کر کے کہنے لگے کہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے اول تو میرے جوتہ کی حالت زار دیکھ کر ماتم پرسی کی اور پھر خانم کے خلاف فیصلہ دیا۔ خانم تیز ہو کر بولی :-

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جوتے کیوں اس قدر جان سے پیارے ہیں۔ جان رہے یا چلی جائے مگر جوتے رہیں۔ کبھو جب

جان ہی شدہ تو دوستے کیا ہوں گے ؟

بھائیصاحب بولے " بہن تمہاری بلا سے . مرجائیں گے تا یہ سانپ کے کاٹنے سے تو ان کے یہ تمام جوتے ہم انکی قبر پر چنوادیں گے لہذا خدا کے واسطے ان کے جوتوں کا ستیاناس نہ کرو؟

بھائیصاحب نے یہ کہا ہی تھا کہ ایک " اوئی اللہ " کیساتھ بھابی جان کی آمد کا قایل ہونا پڑا اور اس فقرہ پر مارے ہنسی کے ان کا برا حال ہوگیا . خانم پر ہر چہار طرف سے فقروں کی بوچھار جو پڑی تو ظاہر ہے کیا حال ہوا ہوگا کہ ایسے موقعہ پر بھابی جان ہنسی کو ضبط کرتی ہوئی آگے بڑھیں اور خانم سے بولیں :-

" بہن وہ روپیہ میرا "

" کون سا " خانم نے پوچھا .

" وہی پیلیوں والا میرا روپیہ . لو اتنی جلدی بھول گئیں "

خانم بولی : " تم ہی نے تو کہا تھا کہ سانپ کی دوا میں شریک ہوگی اور . . . . . . "

بھابی جان انتہا سے زیادہ چہرہ کو بشاش بنا کر ہنسی کو روکتے ہوئے بات کاٹ کر بولیں :-

" بخشو مجھے بہن تم . . . . . باز آئی میں دوا سے . . . . کاٹ کھانے دو جو مجھے سانپ کاٹ کھائیگا . میرے پاس روپیہ فاضل نہیں ہے . جو میں تمہاری دواؤں میں اپنے روپے پھینکتی پھروں "

خانم جو ذرا ششدر سی کھڑی رہ گئی تو بھابی جان نے اب ہنس کر اور تیزی سے انگلیاں ہلا کر کہا . " لائیے میرا روپیہ "

دراصل بھابی جان کی کچھ زیادتی ہی تھی . جو وہ اس طرح روپیہ مانگ رہی تھیں . خانم نے غصے میں آکر بھابی جان کی " روپتی " کو نکال کر دے پھینکا . ادھر بھابی جان نے دو چار تیز فقرے سنائے ادھر خانم نے کچھ کہا . نتیجہ یہ کہ چھٹنے لگی .

خانم نے کہا کہ جب ضرورت پڑتی ہے تو جھک مار کر دوا مانگنے . لوگ " آیا کرتے ہیں اس کا جواب بھابی جان نے یہ دیا کہ انہیں اگر سانپ نے کاٹ کھایا تو وہ موت بخوشی قبول کر لیں گی مگر دوا مانگنے ان کی جوتی بھی نہ آئیگی .

بات تو بہت آگے بڑھ جاتی اگر والدہ صاحبہ نہ آجائیں . قصہ مختصر ہوا کہ بھابی جان ادھر چلی گئیں بڑبڑاتی اور خانم ادھر مجبوراً کبیدہ ہو کر رہ گئی .

(۲)

عرض ہے کہ جب ہندوستان ہمارا آزاد ہوجائیگا اور ہوم رول مل جائیگا تو ہندو مسلم نفاق کی باتیں سچ مچ قصہ ماضی ہو کر رہ جائیں گی . ہمیں خود اس کا تجربہ ہے . کیونکہ والدین گھر بار سارا سارا صرف دو بیٹوں اور ان کی منتظم بیویوں پر چھوڑ کر چلدیں تو واللہ وہی ہوم رول کی شان نظر آتی ہے . یک سا ہے ... کے امور رہے ہیں نلتے دن میں تین چار . سوائے پراٹھوں کے روٹی نظر بھی پڑجائے تو قیامت بلادیں . نتیجہ ان اقتصادی اور معاشرتی سہولتوں " کا یہ ہوتا ہے کہ لڑائی بھڑائی کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور گھر میں خوشی کا دور دورہ رہتا ہے . پھر خاص طور پر جبکہ ہوم رول کے سلسلہ میں ملیٹری سے لے کر فائننس دہایات تک خود اپنے ہاتھ میں ہو !

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں کے دونوں صرف احمد کو کھانا پکانے کے لئے چھوڑ کر سچ مچ پندرہ دن کے لئے چلے گئے . بھابی جان اور خانم کی لڑائی پہلے ... ہوچکی اور وہ محبت جیٹھانی دیورانی میں قائم ہوگئی جو سگی بہنوں میں ... یہ تو سب کچھ تھا ہر طرح ہوم رول کی گنگا میں نہا رہے ... سب ہی خوش تھے مگر خانم کو ایک بڑی فکر تھی . وہ یہ کہ کہیں وہ نالائق سانپ کسی دن سچ مچ اس خاکی پتلے کو ... نہ کردے . کیوں ؟ محض اس لئے کہ ... ہوں . صبح ہوتے ہی آنکھ کھولے ...

[illegible] نہیں بچے اس سے کہ اس میں کہیں سانپ [illegible]
[illegible] بیٹھ کر وہاں بھی [illegible] جاتی ہے وہ میں گھومیا بغیر [illegible]
کے سو جاتا ہوں۔ پھر روز کا معمول تھا کہ جگہ بدلے جگہ اندھیرے
میں اکیلے سے کہیں دور میں ہاتھ ڈال دیا۔ قصہ مختصر یہ نہیں دیکھتا کہ
ایک نہایت ہی پتلی اور لمبا سا سانپ "سانپ کا بچہ کہیں کا" ہم
لوگوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ بقول خانم اگر کہیں وہ نہ ہوتی تو کب
مجھے اس سانپ نے کاٹ کاٹ کر ہلاک کیا ہوتا۔ رہ گئیں بھابی جان
تو ان کے بارے میں تو خانم کہہ ہی چکی کہ ایک نہ ایک دن ان کے
دشمنوں کو ضرور بالضرور سانپ کاٹ کھائیگا اور پھر سو دفعہ خوشامد
کرینگی وہ ان کو ہیں سے جھک مار کر اور خوشامد کرکے لینا پڑے گی۔

دراصل وہ اکبر کی ایجنٹ تھی۔ پہلے تو یہ طے ہو گیا تھا کہ
جب بھابی جان کے "دشمنوں کو" سانپ کاٹ کھائیگا اور وہ دوا
مانگیں گی تو انہیں صاف جواب دیا جائیگا مگر دوا آنے کے دوسرے
ہی روز پھر یہ طے ہوا تھا کہ ایسا ستم تو خیر نہیں کیا جائیگا مگر ہاں
دوا ادوری جائے گی تو کافی طعنہ زنی کے بعد دی جائے گی۔

قصہ مختصر ادھر تو ہوم رول تھا اور اُدھر اُس سانپ نے
خانم کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ تمام احتیاطیں برتی جاتی تھیں۔ مسہری کی
جالی اس طرح دری کے نیچے اور سرہانے اور پائنتی دبادی جاتی تھی
کہ سانپ اگر مجھ پر تنکر ہی جانا چاہے تو اندر نہ جا سکے۔ مگر میری طاقت
تو دیکھیے کہ رات بھر اپنے پلنگ پر اپنے وہ پٹہ بازی کرتا کہ کبھی مسہری کی
جالی سے ہاتھ نکال دیا تو کبھی پیر نیچے لٹک رہا ہے۔ آخر آدمی پھر آدمی
ہے۔ ایک روز خانم نے رات کو میرا ہاتھ جو باہر لٹکتا دیکھا تو بطور
سہو اُس سے لاٹھی لگا دی ایک نعرہ اور تڑپ کے ساتھ میں اُٹھ
بیٹھا اور رونا شروع کیا۔ ہوم رول کے زمانہ میں ہم سب اندر کے
کمرے ہی میں سوتے تھے۔ بھائیصاحب اور بھابی جان کی بھی آنکھ
کھل گئی۔ وہاں سب سے بات کرکے مجھے سخت تعجب ہوا جب
بھائیصاحب اور بھابی جان نے سوائے خانم کی طرفداری کی۔ بلکہ
بھائیصاحب نے تو یہ تجویز کیا ہے کہ۔

"پیٹے تو نہیں گے۔ تم یہ کرو کہ اگر اب جو یہ کبھی ہاتھ باہر
نکالیں بے خبری میں تو لاٹھی کی چینی سے کام نہ چلیگا۔ بھالا یا سوئی
سے کام لو!"

———— ۳۱ ————

ہوم رول میں قاعدہ تھا کہ رات گئے تک تاش ہوتا رہتا تھا۔
بجائے صبح تڑکے اُٹھنے کے خوب دیر کرکے اُٹھتے تھے۔ بلکہ آنکھ کھلنے
کے بعد بھی پڑے اونگھتے اور اینٹھتے رہتے تھے۔ کالج کے کئی کئی
گھنٹے پی جاتے تھے۔ چنانچہ ایک روز جو آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ
خانم اور بھابی جان دونوں جھکی ہوئی آہستہ آہستہ قدم قدم۔
زمین پر کچھ نشانات پر غور کرتی ہوئی ٹہل رہی تھیں۔

بہت جلد معلوم ہوا کہ وہ آگیا کون؟ ابی وہی نالائق سانپ
آج اُس "شیرے" نے یہ کیا کہ سیدھا وہ موری سے نکل کر آیا اور اس
خاکسار کی فکر میں چاروں طرف چارپائی کے گھوما۔ اتفاق ہی سمجھیے
خانم نے مسہری کی جالی کسکر اس طرح دبائی تھی کہ میرا ہاتھ پیر باہر
نکلنا مشکل تھا ورنہ بغیر کاٹے بغیر وہ کاہے کو مانتا۔ کم از کم اس کے
رینگنے کے نشانات تو یہی کہہ رہے تھے۔ کیونکہ پہلے تو وہ خانم کی طرف
آیا مگر وہاں اُس نے دال نہ گلتی دیکھی تو میری طرف پہنچا اور یہاں
بھی کوشش بلیغ فرمائی۔ مگر ناکام رہا۔

میں نے بھی نشانات دیکھے۔ غور سے دیکھنے کے بعد
میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ ہرگز ہرگز سانپ کے چلنے کے نشانات
نہیں بلکہ کسی نے لکڑی سے نشان بنائے ہیں۔ مگر بھائیصاحب
اور بھابی جان اور خود احمد نے دیکھ کر سر ہلایا اور خانم نے بھی یہی کہا
کہ لکڑی کے نشان قطعی نہیں ہیں بلکہ سانپ ہی کے ہیں۔ خوب خوب
بحث ہوئی۔ یہاں تک کہ خانم مجھ سے الجھ پڑنے کو تیار ہو گئی۔ پہلے تو
میں سمجھا تھا کہ بھائیصاحب اور بھابی جان محض مذاق میں خانم
کی تائید کر رہے ہیں مگر نہیں۔ واقعی دونوں کا یہی خیال تھا کہ مذاق [illegible]

پیچ و خم سانپ آیا تھا اور یہ اُسی کے نشان ہیں۔

چار پانچ دن تک ایک آدھ دن کا وقفہ دے کر یہ سانپ اس طرح آیا گیا۔ واپس باہر چلا جاتا اور گھاس میں پہونچکر اُس کے نشان غائب ہوجاتے۔ ایک روز جو میری آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ خانم اور بھابی جان لکڑیاں لے کر باہر بنگلہ کے پچھواڑے سانپ کی فکر میں گئی ہیں۔ یہ اندازہ لگایا گیا تھا کہ اُدھر جو پانی کا گڑھا ہے اور جس میں مینڈک صاحبان بھی ہیں ضرور بالضرور وہیں یہ سانپ جاتا ہوگا۔ چنانچہ میں گھوم کر باہر والے برآمدہ میں جو آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بھابی جان اور خانم اس گڑھے کے کنارہ کھڑی ہیں اس گڑھے میں دور تک ایک پتلی سی خاکنائے چلی گئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ خانم پانی میں لکڑی ٹیکتی ہوئی اس پتلی سی خاکنائے یا تنگنائے پر چلی۔ بھابی جان نے اُس پار ٹیلہ کی طرف اُنگلی اُٹھائی اور گھوم کر ایک لمبا سا بانس لے کر وہ اُدھر پہونچیں۔ بانس کی نوک سے دراصل کوڑہ کے انبار کو بھابی جان کریدنے پہنچی تھیں اور وہ بائیں طرف کو تھیں اور صاف دیکھ نہ سکتی تھیں لہٰذا سامنے سے ہدایت کرنے خانم پہونچی تھی۔ بھابی جان نے اپنے بانس سے کچھ کریدا ہی تھا کہ خانم زور سے چلائی "ارے بہن کچھ ہے۔" یہ سُن کر اِدھر سے میں لپکا ہی تھا کہ بھابی جان کی حرکت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے نہ صرف سانپ کی جائے سکونت صحیح طور پر معلوم کرلی بلکہ اُس کو بانس سے پکڑ کر پیچ و خم بیچاری خانم پر اُچھال ہی دیا۔

بیک وقت اُدھر سے میں چلا اور بھابی جان نے اِدھر یہ حرکت کی۔ آپ خود ہی غور فرمائیں کہ خانم بیچاری کیا کرتی۔ جان سب کو پیاری ہے۔ اُچھلی جو سہی تو گری گڑھے میں ایک چیخ کے ساتھ!! اور دہان سے جو بدحواس ہو کر نکلی ہے۔ سر سے پیر تک شرابور! تو میں بیان نہیں کرسکتا کہ کیا حال۔ اور اُدھر بھابی جان کو دیکھیئے۔ ان پر ہنسی کے ایک سخت ترین دورہ کا حملہ ہوگیا پیٹ پکڑ کر اور بے حال ہو کر بیٹھ گئیں۔ مارے ہنسی کے کہانسی آگئی۔ منہ لال ہوگیا۔ حلق میں پھندا پڑ گیا۔ آنسو نکل آئے حتیٰ کہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔ بات دراصل یہ ہوئی تھی کہ انہوں نے خانم کے اوپر دیدہ و دانستہ ایک سیاہ دہجی اُچھال دی جو کوڑہ میں دبی ہوئی تھی۔ خانم کی حالت زار کا اندازہ لگانیکا موقعہ ہی نہ ملا۔ کیونکہ وہ بھیگی چوہیا کی طرح اپنے بل میں۔ مگر جناب وہاں سے جو وہ نہا دھو کر اور کپڑے بدل کر نکلی ہے تو بھابی جان سے وہ معرکہ خیز "معاملہ ٹھنا" کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ نتیجہ یہ کہ بات چیت بند ہوگئی

اس لڑائی کے بعد رات کو تاش بھی نہ ہوتا تھا۔ کھانے پر بھابی جان مسکراتی تھیں لہٰذا اب کھانا بھی ہم دونوں پہلے کھا چکتے۔ بھائی صاحب اور بھابی جان عموماً رات کو ٹہلنے بنگلہ کی پشت کی طرف کھیتوں میں چلے جاتے تھے اور ہم دونوں بھابی جان کی شرارتوں پر اور ان کی زیادتی پہ تبرا بھیجتے ہوئے اور سانپوں کی باتیں کرتے کرتے جلدی ہی سو جاتے تھے۔

بھابی جان کی خانم سے لڑائی ہوئی آج تیسرا دن تھا۔ شام ہی کھانے سے فراغت ہوجاتی تھی۔ ہم دونوں برسات کی خوشگوار ہوا کے جھونکوں سے بہت جلد غافل ہوگئے۔

سوتے سوتے مجھے ایک دم سے یہ معلوم ہوا کہ گویا مجھے خود کو کسی نے توپ میں بھر کے داغ دیا۔ ایک شور بے ہنگام ..... خانم کی دل ہلا دینے والی چیخ ..... بھائی صاحب کی پکار ..... احمد کی گوہار اور بھابی جان کی آواز ..... ایک قیامت سی آگئی ..... ہڑبڑا کر اٹھا تو ہوش جاتے رہے۔ خانم کی مسہری ٹوٹی پڑی ہے۔ ڈنڈے کہیں ..... جالی کہیں ..... [illegible]

[illegible] ہے انہیں پکڑ نہ [illegible] دشمن [illegible] [illegible] اس کمبخت سانپ نے [illegible] [illegible] پھر [illegible] کہ وہ اوپر [illegible] سامان رہتی تھی کس طرح نہیں ملی۔ سانپ مرا ہوا پڑا تھا جسے بھائی صاحب نے مسہری کا ڈنڈا گھسیٹ کر وہیں کا وہیں قتل کر دیا تھا۔

خدا کی پناہ! خدا دشمن کو ایسا وقت نہ دکھائے۔ دنیا میرے لیے اندھیر ہو گئی۔ میرا دل بیٹھ گیا۔ تن بدن میں ایک موت سی تیرتی معلوم دی۔ مگر بھلا وقت کہاں تھا۔ وہ تو کہیے کہ بھائی صاحب کے ہوش و حواس درست تھے جو انہوں نے کس کر جوتے کا فیتہ انگلی میں خانم کے باندھا اور اب وہ تو مل نہیں رہی تھی لہٰذا دوڑے ہم کالج کے ہسپتال کی طرف۔

رات کا وقت اور یہ مصیبت۔ ایک کمپونڈر کو مارتے مارتے چھوڑا۔ ڈاکٹر صاحب کو جگایا اور انہیں جس طرح بن پڑا ساتھ لائے۔ سانپ دکھایا گیا اور پھر خانم کی انگلی سرلیمپ کی تیز روشنی میں دکھائی گئی۔ خانم کا برا حال تھا مگر بخدا اس سے بدتر میرا حال تھا۔ الغرض خانم کا ہاتھ ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس طرح کہ ہاتھ بیچارہ میرے اور بھائی صاحب اور بھابی جان کے تین جوڑی ہمدرد ہاتھوں میں ہو کر ڈاکٹر صاحب کے ہاتھوں میں پہنچا تھا اور مارگزیدہ انگلی کے اردگرد تمام ہمدرد انگلیوں کی کانفرنس منعقد تھی یعنی پندرہ سولہ انگلیوں کی گرفت میں۔ پھر وہ بھی اس طرح کا صاحبہ ہاتھ۔ یعنی خود خانم کہاں! بالکل ہی پیچھے۔ اس طرح کہ خود اپنی "ذاتی اور مقبوضہ و مملوکہ" انگلی کو اگر دیکھنا چاہے تو ناممکن۔ قصہ مختصر اسی طرح خانم کا ہاتھ ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش ہوا۔

ہم لوگ دراصل جلد تر خانم کی انگلی میں شگاف دلوانا چاہتے تھے کہ خدانخواستہ کہیں زہر تیزی سے سرایت نہ کر جائے مگر ڈاکٹر صاحب ایک عجیب ہی اطمینان کے ساتھ غور سے انگلی کو طرح طرح سے موڑ موڑ کر ایک طاقتور آتشی شیشہ سے دیکھ رہے تھے اور ان کو قطعی جلدی نہ تھی۔ چنانچہ اچھی طرح دیکھ بھال کر انہوں نے کہا: "فکر کی بات نہیں، انگلی میں کہیں پنکچر یا سوراخ نہیں ہوا۔ بال بال بچ گئیں۔ کہیں سوئی برابر نشان تک نہیں۔ بہت خیر ہوئی۔"

"تو گویا سانپ نے ایک سرے سے کاٹا ہی نہیں؟" میں نے خوش ہو کر ڈاکٹر صاحب سے پوچھا۔ وہ بولے: "میری دانست میں تو نہیں کاٹا۔"

خانم بولی: "نہیں کیسے کاٹا ہے۔ خدا کے واسطے جلدی علاج کیجیے۔ مجھے زہر چڑھتا معلوم ہو رہا ہے۔"

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ یہ الفاظ سنکر میرا دل ہل گیا۔ چنانچہ میں نے بھی گھبرا کر ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ علاج کریں۔ مگر ڈاکٹر کی ہٹ دھرمی ملاحظہ ہو کہ جس کے کاٹا وہ خود کہہ رہی ہے کہ میں کاٹنے ہی کی تکلیف سے جاگی ہوں۔ سامنے مارنے والے موجود جنہوں نے اپنی آنکھ سے کاٹتے دیکھا مگر ان کی ضد تشخیص ہے کہ سانپ نے نہیں کاٹا۔ یقین نہ ہو تو آتشی شیشہ موجود ہے خود دیکھ لو۔

میں نے بگڑ کر کہا: "جناب محض رات کو پنکچر دکھائی نہ دینے کی وجہ سے آپ علاج میں تاخیر فرما رہے ہیں۔ ذرا خیال تو کیجیے کہ یہ تو چھوٹی چیزیں بعض اوقات بڑی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ آخر یہ کہاں کی ڈاکٹری ہے کہ رات کے وقت ایک باریک سا رخ دیکھا جا رہا ہے۔ آپ کا کیا ہے۔ کسی کی جان جائے گی اور آپ کہہ دیں گے کہ نظر کی غلطی ہو گئی۔"

بھائی صاحب بولے: "بعض اوقات رات کو پیانس نہیں دکھائی دیتی۔"

عظیم بیگ چغتائی

ایک دیوانے کا روزنامچہ

اُس کا انتقال ہوگیا تھا ــــ میر مُنصف جو بہت ہی متقی اور ایماندار مشہور تھا اور جس کی راست بازی اور دیانتداری کا گھر گھر چرچہ تھا۔ فرانس کی کچہریوں میں ضرب المثل کی طرح اُسکی شخصیت پیش کی جاتی تھی۔ اُس کا کتابی چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں اور زرد رنگت کو دیکھ کر سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

اُس کی ساری زندگی جرائم کا کھوج نکالنے میں گذری تھی۔ مجرموں کو سزا دینے اور مظلوموں کو بچانے میں اُس کا سارا وقت گذرتا تھا۔ بدمعاشوں اور قاتلوں کا اُس سے زیادہ دشمن اور کوئی نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میر مُنصف اِن لوگوں کے گہرے سے گہرے خیالات بھی بیک نظر معلوم کر لیتا تھا۔

اب بیاسی برس کی عمر میں اُس کا انتقال ہوا تھا۔ حکومت نے اس کی بڑی عزت کی تھی اور عوام اس کی موت پر دلگرفتہ تھے اس کے جنازے کے ساتھ بے شمار لوگ تھے۔ اس کے مرنے پر بڑے بڑے آدمیوں نے تقریریں کیں جن میں اُس کے کارنامے گِنائے گئے اور اس کی موت پر اظہارِ تأسف کیا گیا

لیکن یہ ایک عجیب مسودہ اس کے کاغذات میں سے برآمد ہوا ہے۔ اُنہیں کاغذات میں سے جو بڑے بڑے مجرموں سے متعلق تھے۔ اس کا عنوان تھا۔

کیوں!

۲۰ جون ۱۸۵۱ء ــ میں ابھی ابھی کچہری سے واپس آیا ہوں۔ میں نے ارشد کو پھانسی کا حکم دیدیا۔ بھلا اس شخص نے اپنے پانچ بچوں کو ہلاک کیوں کیا! بعض دفعہ ایسے آدمیوں سے بھی ملنا ہوتا ہے جو زندگی کو برباد کرنے میں سرور حاصل کرتے ہیں ہاں، ہاں! اُنہیں سرور ضرور حاصل ہوتا ہوگا اور شاید اس سے بڑھ کر اور کوئی مسرت نہ ہو کیونکہ تخلیقِ حیات تقریباً بہ ہے تخلیقِ حیات کا پیدا کرنا اور فنا کرنا! ان دو لفظوں پر ہی تو کائنات کی تاریخ مشتمل ہے جتنے بھی عالم وجود میں ہیں سب ہی کی تاریخ تو ان دو لفظوں میں آگئی۔ پھر بھلا ہلاک کرنے سے انسان کو سرور حاصل کیوں نہو!

۲۵ جون ۱۸۵۱ء ــ ذرا سوچئے کہ ایک ہستی ایسی ہے جو زندہ ہے، جو چلتی ہے، جو دوڑتی ہے۔ ایک ہستی! ہستی کسے کہتے ہیں! وہ ذی روح چیز جس میں اصولِ حرکت کارفرما ہو اور حرکت کے ساتھ ارادہ بھی شامل ہو۔ یہ چیز کسی کی پابند نہیں ہوتی۔ اُس کے قدم زمین کے پابند نہیں ہوتے۔ یہ شمہ برابر زندگی زمین پر پھرتی رہتی ہے اور اِس زندگی کو جو خدا جانے کہاں سے آئی ہے جب کوئی تلف کرنیکا ارادہ کرے تو تلف کر سکتا ہے۔ پھر کچھ نہیں ــــ کچھ نہیں رہتا۔ وہ ضائع ہو جاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔

۲۶ جون ۱۸۵۱ء ــ تو پھر کسی کو قتل کرنا جرم کیوں ہے! ہاں آخر کیوں! اس کے برعکس یہ تو قدرت کا ایک قانون ہے ہر ہستی کا کام یہ ہے کہ وہ قتل کرے، مار ڈالے۔ وہ اس لئے مارتا ہے کہ زندہ رہے اور اس لئے مارتا ہے کہ اُسے مارنا ہے۔ جانور کو دیکھو کہ وہ دن بھر مسلسل زندگی کو فنا کرتا رہتا ہے۔ اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں وہ یہی کرتا رہتا ہے۔ انسان بھی برابر فنا کرتا رہتا ہے تاکہ خود زندہ رہے اور اُسے فنا کرنے کی ضرورت بھی ہے۔ اس کے علاوہ محض فنا سے مسرت حاصل کرنے کے لئے اُس نے شکار ایجاد کیا۔ بچے کو اگر کوئی کیڑا نظر آجاتا ہے تو وہ اُسے مار ڈالتا ہے یا چڑیوں کو اور اُن سب چھوٹے جانوروں کو جو اُسے مل جاتے ہیں سب کو ہلاک کر دیتا ہے۔ لیکن انسان سے آدمی اس بے پناہ [illegible]

جو کبھی تسکین نہیں پا سکتی۔ ہم کیا سمجھتے ہیں کہ محض بھوک یا لالچ قتل کرانا ہی نہیں ہے۔ ہمیں انسان کو بھی قتل کرنا چاہیئے۔ اگلے زمانے میں بضرورت بتوں کے آگے انسانی قربانیاں کرنے سے پوری ہو جاتی تھی۔ اب مہذب و متمدن سماجی زندگی نے قتل کو ایک جرم قرار دے دیا ہے۔ قاتل کو ہم سزا دیتے ہیں اور قتل کرا دیتے ہیں۔ چونکہ ہم اس خواہش فطری سے منحرف ہو کر زندہ نہیں رہ سکتے ہیں، وقتاً فوقتاً جنگ کرکے اپنی اس خواہش کی تسکین کر لیتے ہیں۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ ایک پوری قوم دوسری پوری قوم کو قتل کرتی ہے۔ یہ ایک دعوتِ خون ہے، ایک ایسی دعوت جو لشکروں کو دیوانہ بنا دیتی ہے اور لوگوں کو مخمور کر دیتی ہے، عورتوں اور بچوں کو بھی اس میں حظ حاصل ہوتا ہے کہ رات کو چراغ کی روشنی میں اس قتل و غارت کی روداد پڑھیں۔

شاید کوئی یہ خیال کرے کہ ایسے لوگ جن کو ہلاک کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ قابلِ نفرت ہوتے ہیں۔ جی نہیں۔ اُن پر تو عزت کی بارش ہوتی ہے۔ وہ تو مالا مال ہو جاتے ہیں۔ اچھے سے اچھا لباس زیب تن کرتے ہیں۔ ان کے سروں پر اونچے اونچے طُرّے ہوتے ہیں اور سینے پر اعزاز کے تمغے ہوتے ہیں۔ اُنہیں انعامات اور خطابات دیئے جاتے ہیں۔ وہ مغرور ہوتے ہیں، اُن کی عزت کی جاتی ہے اور اُن سے عورتیں محبت کرتی ہیں۔ عوام اُنہیں دیکھ کر خوشی کے نعرے لگاتے ہیں اور یہ سب کچھ محض اس لئے کہ اُن کا مطمحِ زندگی ہی انسانی خون بہانا ہے۔ وہ بازاروں میں اپنے آلاتِ موت کی نمائش کرتے ہیں اور دیکھنے والے اُنہیں رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کیونکہ قدرت نے جو اس زندگی کی دنیا میں قانون بنایا ہے وہ یہی ہے کہ ہلاک کرو۔ ہلاک کرنے سے زیادہ حسین اور شاندار کارنامہ اور کوئی ہے ہی نہیں۔

۳۰ جون ۱۸۵۱ء:- ہلاک کرنا تو قانون ہے کیونکہ فطرت نے موت کی محبت ہمیں دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فطرت اپنے غیر ارادی کارناموں میں چلا رہے کہہ رہی ہے "جلدی! جلدی! جلدی!" وہ جتنی زیادہ برباد کرتی ہے اتنی ہی خود نکھرتی جاتی ہے۔

۲ جولائی ۱۸۵۱ء:- ہلاک کرنے میں کیا عجیب ہی شاندار اور پُرجوش لذت ہوتی ہوگی۔ کسی کے سامنے ایک زندہ سوچنے والی ہستی موجود ہو اُس میں ایک سوراخ کر دیا جائے۔ کچھ نہیں صرف ایک چھوٹا سا سوراخ اور پھر اُس میں سے وہ سرخ چیز بہنے لگے جو خون کہلاتی ہے اور جس سے زندگی عبارت ہے۔ اور بعد میں سامنے بے جان گوشت کا ایک ڈھیر پڑا ہو۔ ٹھنڈا۔ جامد اور خیال سے معرا!

۵ اگست ۱۸۵۱ء:- میری ساری زندگی فیصلے کرنے، موت کا حکم سنانے، صرف کہہ کر قتل کرا دینے، جنہوں نے چھری سے قتل کیا ہو اُن کی گردن تلوار سے اُڑوا دینے میں گذری ہے۔ اگر میں بھی وہی کروں جو اُن قاتلوں نے کیا جنہیں میں نے سزائے موت دی ــــ میں ــــ میں ــــ تو کسے اس کا علم ہوگا!

۱۰ اگست ۱۸۵۱ء:- کسی کو کیا خبر ہو سکتی ہے؟ مجھ پہ تو بھول کر بھی کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ مجھ پر! مجھ پہ! بھلا کس کو شبہ ہوگا اور پھر ایسی صورت میں کہ میں کسی ایسی ہستی کا انتخاب کروں جس کو ہلاک کرنے سے میرا کوئی فائدہ ہی نہ ہوتا ہو۔

۱۵ اگست ۱۸۵۱ء:- میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی کو ہلاک کروں۔ یہ خواہش میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔ میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں اس خواہش سے کہ کسی کو قتل کریں۔

۲۲ اگست ۱۸۵۱ء:- مجھ سے اب ضبط نہ ہو سکا۔ میں نے بطور تجربہ آج ایک چھوٹی سی ہستی کو ہلاک کیا۔ ابتدا کرنے کے لئے۔ میرے ملازم شمشاد کی ایک قمری تھی جس کا پنجرہ دفتر کی کھڑکی میں لٹکا رہتا تھا۔ میں نے شمشاد کو تو کسی کام پر بھیج دیا اور اُس قمری کو پنجرے میں سے نکال کر اپنی مٹھی میں لے لیا۔ اُس کا دل میری مٹھی میں دھڑکتا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ گرم تھی۔ میں اپنے

کپڑے میں چھپا لیا۔ میں نے اپنی مٹھی بھینچنی شروع کی۔ اس کے دل کی دھڑکن بڑھتی گئی۔ یہ کام سنگدلانہ تھا مگر بہت لطیف۔ میں نے اس کا دم گھونٹ دیا تھا۔ مگر مجھے خون نظر نہیں آرہا تھا۔

پھر میں نے قینچی اٹھائی۔ چھوٹی ناخن کاٹنے کی قینچی اور نہایت نرمی سے میں نے اس کا گلا تین جگہ سے کاٹا۔ اس نے اپنی چونچ کھول دی وہ میری مٹھی میں نکلنے کے لئے پھڑ پھڑائی مگر میں اسے پکڑا رہا۔ آہ! میں اسے اپنی مٹھی میں بھینچے رہا۔ اگر کوئی دیوانہ کتا بھی ہوتا تو میں اسے دبائے رہتا اور میں نے خون بہتے دیکھا۔

اور پھر میں نے وہی کیا جو قاتل کیا کرتے ہیں۔ اصلی قاتل۔ میں نے قینچی دھوئی۔ اپنے ہاتھ دھوئے۔ میں نے پانی چھڑکا اور اسکی نعش کو چھپانے کے لئے باغ میں گیا۔ ایک انجیر کے پودے کی جڑ میں میں نے اسے دبا دیا۔ اس کا کھوج کوئی نہیں نکال سکتا۔ اس پودے کا ایک انجیر میں روزانہ کھایا کروں گا۔ انسان اپنی زندگی سے کس قدر لطف اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ اسے اس کا سلیقہ ہو۔

میرا ملازم خوب رویا۔ وہ یہ سمجھا کہ قمری اڑ گئی۔ وہ مجھ پر شبہ کیسے کرسکتا تھا! آہ! آہ!

۲۵۔ اگست ۱۸۵۱ء۔ مجھے ایک انسان کو قتل کرنا چاہیئے۔ ضرور قتل کرنا چاہیئے۔

۳۰۔ اگست ۱۸۵۱ء۔ قتل کر دیا۔ ارے کتنی ذرا سی بات ہے! میں جنگل میں یونہی پھرنے نکل گیا۔ میں اس وقت کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا۔ بالکل خالی الذہن تھا۔ ایک بچہ راستہ میں کھیل رہا تھا۔ چھوٹا سا بچہ تھا۔ ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔

وہ مجھے جاتا دیکھ کر ٹھہرتا ہے اور کہتا ہے "سلام سرکار"

اور میرے دل میں خیال آتا ہے کیا میں اسے مار ڈالوں؟

میں جواب دیتا ہوں "تم بالکل اکیلے ہو میرے بچے؟"

"جی ہاں"

"جنگل میں بالکل اکیلے؟"

"جی ہاں"

اسے قتل کرنے کی خواہش نے مجھے اسی طرح مدہوش کر دیا جیسے کہ شراب بدمست کر دیتی ہے۔ میں اس کے نزدیک آہستہ آہستہ گیا اس خیال سے کہ وہ ڈر کر کہیں بھاگ نہ جائے۔ اور ایک دم سے میں نے اس کا گلا دبا دیا۔ اس نے میری طرف خوف زدہ آنکھوں سے دیکھا — کیسے پھٹے ہوئے دیدے تھے! اس نے میری کلائی کو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس کا جسم اس طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا جس طرح آگ پر بال۔ پھر وہ ساکت ہو گیا۔ پاس ہی ایک گڑھا تھا جس میں برسات کا پانی تھا۔ میں نے اس کی نعش گھسیٹ کر اس میں پھینک دی۔ اوپر سے کچھ جھاڑیاں اکھاڑ کر ڈال دیں۔ میں گھر واپس آیا اور خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کتنی ذرا سی بات تھی! شام کو میں بہت خوش تھا۔ طبیعت ہلکی تھی۔ بدن میں نئی زندگی تھی۔ شام کو دوستوں میں چلا گیا۔ انہوں نے میری باتوں کی بہت تعریف کی۔ مگر مجھے خون تو نظر آیا ہی نہیں۔ خیر طبیعت کو سکون ہے۔

۳۱۔ اگست ۱۸۵۱ء! نعش مل گئی۔ قاتل کی تلاش کی جا رہی ہے۔ ہا! ہا!

۱۔ ستمبر ۱۸۵۱ء۔ دو خانہ بدوش پکڑے گئے ہیں ثبوت کوئی نہیں ہے۔

۲۔ ستمبر ۱۸۵۱ء۔ اس کے ماں باپ میرے پاس آئے تھے۔ وہ بری طرح رو رہے تھے۔ ہا! ہا!

۶۔ اکتوبر ۱۸۵۱ء۔ کچھ بھی پتہ نہیں۔ ہو سکتا ہے کسی خانہ بدوش نے یہ حرکت کی ہو گی۔ ہا! ہا! اگر مجھے اس کا خون بہتا نظر آتا تو شاید میں اب تسکین خاطر محسوس کرتا! آرزوئے قتل میرے خون میں جوش کھا رہی ہے۔ جیسے بیس برس کی عمر میں جوانی خون میں تڑپتی ہے۔

۲۰۔ اکتوبر ۱۸۵۱ء۔ [illegible]

[illegible] بیدمجنوں کے سایہ میں ایک
[illegible] کھیت میں ایک پھاوڑا پڑا تھا
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ابھی کسی نے رکھا ہے.
میں نے اُسے اُٹھا لیا. واپس آیا. پھاوڑا سر سے اونچا
اُٹھایا اور ایک ہی وار میں مچھیرے کا سر پھاڑ دیا!!! اب کے
تو اس نے خون دیا! گلابی رنگ کا خون. وہ آہستہ آہستہ بہتے
پانی میں مل گیا اور میں اطمینان سے قدم اُٹھاتا ہوا چلدیا. اگر کوئی
مجھے دیکھ لیتا!!! میں کیسا اچھا قاتل بن سکتا تھا!

۲۵ اکتوبر ۱۸۵۱ء. مچھیرے کے واقعے کا بڑا چرچا
ہو رہا ہے. اُس کا بھتیجا جو اُس کے ساتھ جال ڈالتا تھا سب کا
اُس پر شبہ ہے بلکہ اُس پر قاتل ہونے کا مقدمہ دائر ہو گیا ہے

۲۶ اکتوبر ۱۸۵۱ء. جس منصف کی عدالت میں
اُس کا مقدمہ تھا اُس نے اُسے قاتل قرار دیدیا. شہر کے ہر شخص کو
یقین ہے کہ بھتیجے ہی نے چچا کو قتل کیا ہے. ہا ہا!

۲۷ اکتوبر ۱۸۵۱ء بھتیجا اپنی بریت میں جو کچھ کہتا ہے
اُسے حیلہ قرار دیا جاتا ہے. اُس نے بیان دیا کہ جس دن اُس کا
چچا قتل ہوا ہے اُس دن وہ شہر میں تھا ہی نہیں. اُس نے
حلفیہ بیان دیا کہ چچا کو اُس نے قتل نہیں کیا. بھلا اس کا یقین کون
کرے گا!

۲۸ اکتوبر ۱۸۵۱ء. پولیس والوں نے بھتیجے کو ایسی
پٹی پڑھائی کہ اُس سے اقبالِ جرم کرا کے ہی چھوڑا. ہا ہا! کیسا اچھا
انصاف ہے!

۱۵ نومبر ۱۸۵۱ء. بے شمار شہادتیں بھتیجے کے خلاف
گذر گئیں. سب سے بڑا سبب تو یہی بتایا جاتا ہے کہ وہ مچھیرے کا
وارث ہے. سشن میں تو میں منصف ہونگا.

۲۵ جنوری ۱۸۵۲ء. موت! موت! موت!
میں نے اُسے موت کا حکم سنا دیا! ہا ہا! سرکاری وکیل اُس کے
خلاف فرشتوں کی طرح بولا. ہا ہا! ایک اور شکار! میں اُسے
قتل ہوتے دیکھنے جاؤں گا.

۱۰ مارچ ۱۸۵۲ء. وہ قتل کر دیا گیا. آج صبح
اُس کی گردن اڑا دی گئی. وہ بہت اچھی طرح مرا. بہت اچھی
طرح! اُسے دیکھ کر مجھے مسرت ہوئی. کسی کا سر کٹتے دیکھنا بھی
کس قدر نظر فریب منظر ہوتا ہے!

اب میں ذرا ٹھہروں گا. انتظار کروں گا. ذرا سی بات
سے انسان پکڑا جا سکتا ہے.

* * * * * * *

اس مسودے کے چند صفحے اور بھی تھے مگر اُن میں کسی نئے
جرم کا ذکر نہیں تھا.

جن ماہر طبیبوں کے آگے یہ خوفناک قصہ بیان کیا گیا اُن کی
رائے یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے دیوانے ایسے بھی ہوتے ہیں
جو بظاہر بالکل صحیح الدماغ معلوم ہوتے ہیں مگر در اصل وہ اس
درجہ شقی القلب اور سیاہ کار ہوتے ہیں جتنا کہ یہ میر منصف

شاہد احمد دہلوی بی اے آنرز

(بقیہ صفحہ ۹) جناب طاہر قریشی افسانہ نہر کی قیمت ان تمام خوبیوں کے
باوجود صرف [illegible] ہوگی اور خریداروں کے [illegible]. نیز نگار شاعت
میں ایک مضمون جناب [illegible] کا بعنوان "ایک
[illegible] خدا کی تلاش میں" شائع ہو رہا ہے۔

یہ ترجمہ ہے اس چھوٹی سی کتاب کا جو برنارڈ شا کی کتاب "ایک
زنگی لڑکی خدا کی تلاش میں" کے جواب میں لکھی گئی ہے شا کی کتاب کا
ترجمہ نگار کی کسی گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے ہم اس کے
جواب کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں
سید رفیق اشرف

ایک ایکٹ کا مختصر انقلاب انگیز ڈرامہ

زمانہ کی گاڑی

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور نے یہ بے حد دل آویز و حیرت انگیز ڈرامہ ۱۹۱۸ء میں اپنے "شانتی نکیتن" کے بچوں کے لئے اپنی "جیانتی" (یوم سالگرہ) کے موقع پر پیش کرنے کے لئے لکھا تھا اس ڈرامہ میں اس شاعر مشرق نے جو زبردست پیغام دیا ہے وہ تخیلی ندرت کے لحاظ سے بالکل جدید اور سبق آموز ہے نہ صرف بچوں کے لئے بلکہ ہر سوچنے والے بڑے انسان کے لئے بھی۔ میں اس سے بہت متاثر ہوں (ایڈیٹر)

(فرش پر ایک موٹی رسی دور تک پڑی نظر آتی ہے اور "زمانہ کی گاڑی" چھپی ہوئی ایک جانب کھڑی ہوتی ہے رسی اس گاڑی میں بندھی ہوئی ہے یہ گاڑی ایک سڑک پر کھڑی ہے۔ سڑک کا کچھ حصہ نظر آتا ہے اور دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ یہ شاہراہ زندگی ہے دو شہری اس رسی کے قریب کھڑے ہیں)۔

پہلا شہری۔ "زمانے کی گاڑی" کون گھسیٹ سکتا ہے؟

دوسرا شہری۔ "زمانے کی گاڑی" انسانی تاریخ کی ابتدا سے اس وقت تک مذہبی پیشواؤں نے کھینچی ہے دنیا میں بڑے بڑے اوتار، پیغمبر آئے ان کے پیچھے جانشین مذہبی پیشوا ہوتے ہیں وہ ہی زمانے کی گاڑی کو مل کر کھینچتے ہیں۔ اور گاڑی میں جو خلق خدا سوار ہوتی ہے۔ اسے گھسیٹتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ آج کیا ہے جو اس گاڑی کو کھینچنے کے لئے ان کو توجہ نہ دلائی جائے۔

پہلا شہری۔ واہ کیا بات کہی ہے وہ زمانہ گیا جب زمانے کی گاڑی مذہبی پیشوا مل کر کھینچ لیا کرتے تھے۔ اب اس جماعت کے لوگوں میں دم ہی نہیں رہا۔ جو گاڑی کو کھینچ کر منزل مقصود تک پہنچا ئیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یہ گاڑی سڑک پر اڑ کر کھڑی ہو گئی ہے۔ اور کسی طرح آگے نہیں سرکتی۔

دوسرا شہری۔ اگر ہمارے پیشواؤں میں دم نہیں ہے تو پھر کس میں ہے ان کو ایسے ایسے منتر ایسے اشلوک اور کلمات یاد ہیں کہ چاہے اس گاڑی کو دھکیلنے کے لئے ہاتھ پیر نہ بھی ہلائیں تو بھی وہ فقط منتر سن کر چلنے لگے گی۔

پہلا شہری۔ نہیں عزیز دوست کس قدر سادگی کی باتیں کر رہے ہو۔ بھلا اتنی بھاری گاڑی جس کا رتہ بھی کئی سیر وزنی ہے۔ منتر سنتے ہی چلنے لگے گی۔ ہش۔ ہش۔ ہرگز نہیں وہ زمانہ گیا۔ جب پیشواؤں کی زبان اور ان کے جاپ میں اثر تھا۔ اور بعض وقت حیرت انگیز باتیں جائز ہو جاتی تھیں اب تو وہ بات ہی نہیں رہی۔

دوسرا شہری۔ بھائی برہمن دیوتاؤں میں اب بھی یہ طاقت ہے۔ کہ زمانے کی گاڑی کو کھینچ کر لیجائیں آخر اس جگہ تک گھسیٹ کر ہی لائے۔

پہلا شہری۔ نہیں جب گاڑی چلی تھی اس وقت تک برہمنوں نے کچھ دور تک اسے دھکیلا تھا۔ مگر تھوڑی دور جا کر وہ تھک کر بیٹھ گئے۔ اور یہ گاڑی مختلف لوگوں کے دھکیلنے سے یہاں تک آئی ہے۔ ورنہ وہ تو عرصہ ہوا اس سے الگ ہو چکے ہیں۔

دوسرا شہری۔ (اسی ضد اور عقیدت کے ساتھ) بابا ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ چلو منہ دور کتنا ... سے کچھ برہمن لے آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ...

[illegible] ہیں یا نہیں۔

پہلا شہری۔ اچھا آؤ چلیں۔

(دونوں چلے جاتے ہیں اور تھوڑی دیر بعد برہمنوں کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں جن کے ہاتھوں میں بڑی بڑی کتابیں اور موٹی موٹی مالائیں ہیں) وہ جاپ کرتے ہوئے آتے ہیں۔ ان کے کچھ اشلوک بول رہے ہیں۔ یہ لوگ رسہ کے پاس کھڑے ہو کر منتر جپتے رہتے ہیں۔ مگر رسی کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ گاڑی بھی کھڑی رہتی ہے)

پہلا شہری۔ دیکھو گاڑی میں جنبش ہوئی ہے۔ اور ابھی اب دیکھنا برہمنوں کے منتر کتنے زود اثر ہوتے ہیں "زمانے کی گاڑی" بس یہی چلا سکتے ہیں۔

دوسرا شہری۔ تمہاری آنکھوں میں کچھ نقص آ گیا ہے گاڑی تو جہاں کھڑی تھی وہاں سے ایک انچ بھی نہیں سرکی۔ ارے مہاشیو! تم اس طرح اگر عمر بھر بھی جپتے رہے تو یہ گاڑی نہیں چلے گی۔ ذرا رسہ پکڑ کر گھسیٹو۔ دنیا جائے عمل ہے۔ یہاں ہاتھ پاؤں سے بھی کام لیا کرو۔ (کچھ دیر تک برہمنوں میں سرگوشیاں ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی کتابیں دیکھتے ہیں۔ پھر کچھ گفت و شنید کے بعد یہ تجویز ہوتی ہے کہ سب مل کر رسہ گھسیٹیں۔ "زمانہ کی گاڑی" چل پڑے گی۔ چنانچہ تمام برہمن ملکر رسہ پکڑتے ہیں اور رام رام کہہ کر گھسیٹتے ہیں۔ گاڑی کے کھسکنے کی آواز آتی ہے۔ اور کچھ دیر تک وہ چلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مگر چند منٹ گھسیٹنے کے بعد گاڑی منجمد ہو کر پھر ٹھہر جاتی ہے۔ اور یہ لوگ بے بسی کا احساس کر کے پسینہ پونچھتے ہوئے ایک ایک کر کے ہٹ جاتے ہیں۔ دونوں شہری سرگوشیاں کرتے رہتے ہیں۔ مذہبی پیشوا خفیف ہو کر ہٹ جاتے ہیں)

دوسرا منظر

(پہلا دوسرا شہری پھر رستہ کے قریب کھڑے ہوئے گفتگو میں مشغول نظر آتے ہیں)

پہلا شہری۔ بھائی تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔ یہ برہمن پیشوا تو بالکل بودے ہو گئے ہیں۔ ان کے جسم تو اس قدر بھاری بھرکم تھے۔ مگر کچھ بھی سکت نہیں گاڑی کو کھینچنے کے لئے اگر کوئی موزوں ہو سکتا ہے تو ان کے بعد شہزادے راجہ مہاراجہ ہو سکتے ہیں۔ ان کے پاس بڑی سلطنت ہوتی ہے۔ بڑی طاقت و دبدبہ اقبال ہوتا ہے۔

دوسرا شہری۔ بھائی مجھے یقین ہے کہ راجہ مہاراجہ گاڑی چلا سکیں گے۔ مگر خیر چلو محل یہاں سے دور ہی کتنا ہے مہاراجہ صاحب سے سلام کر کے عرض کرو کہ مہاراج! ان داتا! یہ زمانے کی گاڑی آپ کے "اقبال" ہی سے چل سکتی ہے ذرا آپ اس کے پاس چل کر اپنا حکم دیدیں۔ "زمانے کی گاڑی" فوراً روانہ ہو جائے گی۔

پہلا شہری۔ آؤ چلیں (دونوں چلے جاتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک راجہ اور ان کے مصاحبین کو ساتھ لیکر آتے ہیں۔ راجہ زرق برق پوشاک پہنے ہیں۔ اور سر پر تاج رکھا ہوا ہے۔ رستہ کے پاس شاہانہ انداز میں پہاڑ کی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔ اور دبدبہ کے ساتھ حکم دیتے ہیں۔ کہ ہمارے اقبال سے "زمانہ کی گاڑی" روانہ ہو جائے گی لیکن گاڑی میں مطلق جنبش نہیں ہوتی اور راجہ بہت جھنجلاتے ہیں پھر اپنے حاشیہ نشینوں حکم دیتے ہیں۔ کہ ملکر اس رستہ کو پکڑ کر کھینچیں۔ وہ رسی پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ راجہ بھی ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ مگر راجہ کا اقبال بھی کچھ کام نہیں آتا۔ اور گاڑی نہیں چلتی پہلا اور دوسرا شہری آپس میں سرگوشیاں کرتے اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ راجہ تھوڑی دیر بعد خفیف ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔ اور اپنے وقار کی اس توہین اور شکست خوردہ مصاحبین کی [illegible]

دیکھ کر سخت طیش میں آجاتے ہیں۔ اور تیزی سے چلے جاتے ہیں۔

تیسرا منظر

(پہلا اور دوسرا شہری پھر مصروف گفتگو نظر آتے ہیں)

پہلا شہری۔ آہا بھئی یہ بادشاہ اور مہاراجہ بھی زمانہ کی گاڑی کو نہیں گھسیٹ سکے اب کس کو بلائیں یہ لوگ اپنی ریاست ہی کے مالک ہیں۔ زمانہ کی گاڑی بہت وزنی ہے اسے گھسیٹنا بڑا محال ہے۔

دوسرا شہری۔ پھر کیا کیا جائے۔

پہلا شہری۔ میرے خیال میں قلعہ میں سے سپاہیوں کو بلا کر لایا جائے ان کے پاس ہتھیار بھی ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے عالی دماغ جرنیل بھی ان کے پاس ہوتے ہیں۔ اور وہ طاقتور بھی بہت ہوتے ہیں۔ ان کی طاقت کے آگے یہ گاڑی ضرور ہار مان لے گی۔

دوسرا شہری۔ مان لے گی خیر چلو مجھے یقین تو نہیں کہ وہ بھی کچھ کامیاب ہوسکیں مگر حرج ہی کیا ہے! (دونوں چلے جاتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ بعد ایک پلٹن آتی دکھائی دیتی ہے جس میں لمبے چوڑے اور موٹے تازے جوان ہتھیار سجائے عجیب دھج کے ساتھ موچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آگے آگے ایک بوڑھا جرنیل دکھائی دیتا ہے۔ سپاہی بہت دیر تک لڑتے دکھائی دیتے ہیں اور طاقت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں انہیں کی حکومت ہے مذہبی پیشوا تو روپیہ کے لالچی ہوتے ہیں اور راجے مہاراجے ہماری امداد بغیر کچھ نہیں کرسکتے تھوڑی دیر کی لاف گزاف کے بعد گاڑی کو گھسیٹتے ہیں۔ مگر گاڑی تھوڑی دور چل کر پھر کھڑی ہو جاتی ہے اور وہ بہت ناراض ہوکر ایک دوسرے کو بزدل اور کمزور بتاتا کر وہاں سے غائب ہو جاتے ہیں۔

چوتھا منظر

(دونوں شہری گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔ [illegible] رستہ پھر شاہراہ زندگی پر پڑا ہوا ہے)

پہلا شہری۔ میری عقل چکر میں ہے زمانہ کی گاڑی آخر کس طرح چلے گی اور اس بھاری بھرکم سواری کو کون گھسیٹ لے جائیگا۔ میرے خیال میں اب مہاجن کی دوکان پر چلکر اس مہاجن کو لانا چاہیئے۔ اس کے پاس سینکڑوں روپیہ ہے۔ بڑا خوش نصیب ہے۔ شاید وہ زمانہ کی گاڑی چلا سکے۔

دوسرا شہری۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی بیکار ہی ثابت ہوگا۔ مگر خیر اسے دعوت دینے میں کیا حرج ہے؟

(دونوں جاتے ہیں اور ایک نہایت فربہ مہاجن گھسیٹتا آتے دکھائی دیتے ہیں اس کے پاس بہت سی تھیلیاں ہیں جن سے روپے کی جھنکار سنائی دیتی ہے۔ اور یہ مہاجن رستہ کے پاس آکر کہتا ہے)

مہاجن۔ روپیہ روپیہ روپیہ! دنیا صرف روپے سے چلتی ہے۔ اگر ہم لوگوں کی تجارتیں اور سودی کاروبار نہ ہو تو دنیا میں روپیہ کی ریل پیل نہ ہو ہمارا ہی روپیہ ہے جو بادشاہوں کو بادشاہ بناتا ہے۔ وہ بھی روپے کے طلبگار رہتے ہیں۔ اس کے بغیر بادشاہ نہیں بن سکتے۔ سپاہیوں کی تنخواہ میں کون دیتا ہے۔ مزدوروں اور کارخانوں اور کاشتکاروں کے لئے غرض کسی ذات اور فرقہ کو لیجئے روپیہ کے بغیر کسی کا زندگی اچھی نہیں" زمانہ کی گاڑی "ضرور یہ روپے کی تھیلیاں ہی کھینچ سکتی ہیں! (یہ کہہ کر وہ تھیلیاں بہت زور سے بجاتا ہے) اس میں سب طاقت ہے۔ عورت مرد بادشاہ سپاہی۔ مزدور مذہبی ٹھیکہ دار غرض ہر فرد اس کا پابند ہے اور اس کے بغیر وہ کچھ کام نہیں کرسکتا دوستو! "زمانہ کی گاڑی" میری تھیلیاں کھینچ رہی ہیں!

(یہ کہہ کر وہ اپنی تھیلیاں زمانہ کی گاڑی سے باندھ کر

[illegible] ہے۔ اور نشہ پکڑ کر نعرہ لگاتا ہے۔ کچھ دھکا گاڑی [illegible] سے ہلتی ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ گاڑی اب چل نکلی۔ لیکن تھوڑی دور جا کر اس کی گڑگڑاہٹ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اور گاڑی ٹھہر جاتی ہے۔ اب موٹا مہاجن اپنی توند کی تمام جنبشوں اور بھاری بھرکم جسم کی ساری طاقتوں کو کام میں لاتا ہے۔ مگر گاڑی اپنی جگہ ہی رہتی ہے۔ آخر کار وہ جھنجھلا جاتا ہے۔ اور ہانپتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تھوڑی دیر تک اب گاڑی کو عجیب نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ اور پھر خفیف ہو کر اپنے دامن کو چلدیتا ہے۔

(پہلا شہری اور دوسرا شہری شاہراہ زندگی کے قریب سر نگوں بیٹھے ہیں۔ اور زمانہ کی گاڑی بدستور پوشیدہ اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہے)

پہلا شہری۔ کیوں بھائی اب کسے لایا جائے کوئی ایسا نہیں رہا۔ جس نے "زمانہ کی گاڑی چلانے کے لئے زور آزمائی نہ کر لی ہو۔ کچھ تم ہی بتاؤ"

دوسرا شہری۔ نہیں!! ابھی ایک جماعت اور رہ گئی ہے۔ مزدوروں کو بلا کر لانا چاہیئے۔ ان کی جمعیت اور خوش عمل زبردست جمہوری جذبہ اور بیداری زمانہ کی گاڑی کو یقیناً گھسیٹ کر لے جائے گی۔ چلو اس کارخانہ کے قریب چل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ایک جماعت کو ترغیب دیکر یہاں لاتے ہیں۔

دونوں جاتے ہیں اور پھر ایک جم غفیر کے ساتھ آتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مزدوروں اور انجنیروں کی ایک جماعت ہے۔ جن کے پاس قسم قسم کے اوزار اور آلات اور مختلف قسم کے سامان ہیں یہ بڑے جوش و خروش سے نعرے لگا رہے ہیں۔ ان کی حرکات و سکنات اور خدمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوش عمل اس گاڑی کو جب متحدہ طاقت کے ساتھ کھینچیگا تو یہ فوراً روانہ ہو جائے گی اور پھر نہیں رکیگی۔ کچھ دیر میں یہ لوگ مل کر رستہ پکڑ کر ایک فلک بوس نعرہ لگاتے ہیں اور نہایت سرگرمی اور جوش کے ساتھ پکارتے ہیں۔ کہ دنیا میں مزدور ہی ہیں۔ جو زندگی کے مختلف راستوں میں پہنچکر دولت روپیہ کا دوسروں کو فائدہ کراتے ہیں۔ اور حقیقت میں زمانے کی گاڑی کے یہی کھینچنے والے ہیں۔ گاڑی بے انتہا تیزی سے روانہ ہو جاتی ہے اور بہت دیر تک کھینچی رہتی ہے۔ لیکن ایک جگہ پہنچکر وہ بالکل ٹھہر جاتی ہے۔ مزدور ٹھہر جاتے ہیں اور پہیہ کھینچتے ہیں گاڑی کو پھر کھینچتے ہیں۔ مگر گاڑی نہیں چلتی یہ لوگ بیٹھ کر مختلف تجویزیں سوچتے ہیں کہ اسے کیونکر چلایا جائے مگر سب کچھ بیکار ہوتا ہے اور گاڑی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتی۔)

(دونوں شہری شاہراہ زندگی پر باتیں کرتے ہوئے پھر نظر آتے ہیں۔

پہلا شہری۔ بس یقین ہو گیا کہ اب یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔

دوسرا شہری۔ ہاں اور کیا!!! زمانہ کی گاڑی کو کوئی نہیں کھینچ سکتا!!! اڑ کر رہ گئی ہے۔ اب تو!"

(دونوں اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ کہ ایک طرف سے ایک نوجوان شخص جس کی بڑی بڑی زلفیں ہیں کچھ مانگتا اور گنگناتا اور عجیب لاابالی شکل بنائے ہوئے آتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وہ بھی اپنی دھن میں اس طرف چلا آتا ہے۔ جب وہ قریب آجاتا ہے تو ان شہریوں سے مخاطب ہوتا ہے)

نوجوان۔ آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ چلتے کیوں نہیں یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے دیکھو کتنی لمبی

مٹرک ہے۔ (یہ کہہ کر وہ شاہراہ زندگی کی طوالت کی طرف انگلی سے اشارہ کرتا ہے)

پہلا شہری۔ صاحب بات یہ ہے کہ زمانہ کی گاڑی ٹھہر گئی ہے جب تک یہ نہ چلے گی ہم لوگ اس شاہراہ کو کیونکر طے کر سکیں گے۔

دوسرا شہری۔ ہم سب گو بلا کر ہار گئے اور اس گاڑی کو چلانے کی کوششیں کیں مگر یہ گاڑی ٹس سے مس نہیں ہوتی"

نوجوان۔ تم نے کن کن لوگوں کو بلایا ہا"

دونوں شہری سب جماعتوں کی آمد اور گاڑی کے کھینچنے کی پوری تفصیلات سناتے ہیں نوجوان کچھ خاموش رہتا ہے اور پھر کہتا ہے)

نوجوان۔ دیکھو تم نے بڑی غلطیاں کیں زمانہ کی گاڑی کو کھینچنے کے لئے ان لوگوں کو بلایا یہ سب لوگ یا تو عیش پرست ہوتے ہیں۔ یا زر پرست یا ہاتون یا لڑاکا۔ یا جوشیلے ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی تعمیری کام کرنیوالا نہیں۔ زمانہ کی گاڑی اگر کوئی چلا سکتا ہے۔ تو وہ شاعر ہے۔ جو ملک کی زبان ہوتا ہے وہ قوم کا مصلح۔ میں ایک شاعر ہوں میں اس گاڑی کو تمہارے سامنے کھینچ کر لے جاؤں گا۔ جاؤ تمام شہر کو بلا لاؤ۔ سب لوگ [illegible] گاڑی میں سوار ہو جائیں میں سب کو سا تھ لے چلوں گا ساری کائنات میرے شعروں سے جنبش میں آ [illegible] "زمانہ کی گاڑی" میرے اشعار سحر اور الفاظ کے جوش سے اگر حرکت میں نہ آجائے تو خدا کی قدرت سے [illegible]

یہ سنکر دونوں شہری جاتے ہیں اور تھوڑی دیر بعد تمام شہر شاہراہ زندگی آجاتی ہے تمام راستہ ہر قسم کے آدمیوں اور جماعتوں سے بھر جاتا ہے۔ نوجوان شاعر ایک دلنواز نظم ایک خاص خطیبانہ انداز میں پڑھتا ہے اور رسہ پکڑ کر زمانہ کی گاڑی کو کھینچتا ہے۔ تمام شہر گاڑی میں سوار ہو جاتا ہے۔ اور شاعر اپنا پیغام جوش سناتا ہوا گاڑی کو کھینچتا ہوا دور تک لے جاتا ہے [illegible] گرتا ہے۔ مگر گاڑی چلتی رہتی ہے۔ اور اس کی گڑگڑاہٹ مسلسل سنائی دیتی رہتی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ شاعر زمانہ کی گاڑی کو منزل سے پہلے نہیں چھوڑے گا اور تمام دنیا کو اپنے پیغام کے ساتھ کھینچے لئے جائیگا اور جس جگہ سب ہار مان کر عاجز رہ جائیں گے وہاں شاعر اپنے [illegible] قوتوں کو استعمال کرے گا) (ظفر قریشی بی اے دہلوی)

ایک فرنگی لڑکی کے تجربات خُدا کی تلاش میں

"خدا کہاں ہے؟" فرنگی لڑکی نے تمثیل نگار سے پوچھا جو اکثر اُسے مسخرانہ انداز سے ہدایات کیا کرتا تھا۔

"میں تمہیں دکھاؤں گا اس کو؟" اس نے جواب دیا۔ "اور تم دیکھو گی کہ وہ ابھی تک تو معرضِ وجود ہی میں نہیں آیا!"

تمثیل نگار ایک ——— Paradoxical آئرش مین تھا۔ جب سے اُس نے اس حبشی لڑکی سے شادی کی تھی جس نے جنگلوں میں خدا کو تلاش کیا تھا۔ اس کی سُرخ داڑھی سفید ہو گئی تھی۔ اس تمثیل نگار کو فلسفہ کی احمقانہ موشگافیاں کرنے کا بہت شوق تھا مگر وہ مجمع عام میں سر کے بل چلنے کا اس سے بھی زیادہ شائق تھا۔

اگر اس سے پوچھا جاتا کہ آپ بجائے پاؤں پر کھڑے ہونے کے سر کے بل کیوں کھڑے ہوتے ہیں، تو وہ جواب دیتا کہ فی الاصل یہی طریقہ صحیح و احسن ہے۔ اور تمام دُنیا سخت حماقت میں مُبتلا ہے کہ اس نے اُسکے برعکس طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ کہا کرتا کہ ہزار ہا آدمی صرف اس لئے مجھے روپیہ دینے کے لئے تیار ہیں کہ وہ مجھے سر کے بل کھڑا ہوا دیکھ سکیں۔ اگر میں معمولی سیدھی سادی ہیئت پر قائم رہتا تو میری طرف کون التفات کرتا۔ ایک مرتبہ جب وہ "ایستادہ برسر" تھا اور یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ لوگ جنہوں نے جون نامی ایک نوجوان لڑکی کو اپنے حکم سے زندہ نظرِ آتش کرا دیا تھا، نہایت رحم دل شریف اور منصف مزاج تھے۔ تو لوگوں نے اسکے سامنے ایک کثیر رقم کا انبار لگا دیا۔ اُس نے یہ بات نہایت حُسن و خوبی سے ثابت کی۔ اور جو دلائل اُس نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کئے وہ اس رقم کے مستحق بھی تھے۔

اُس کے بعد تمثیل نگار نے میوہ فروشوں کی سی ایک گاڑی لی۔ اور اس عجیب و غریب پلیٹ فارم پر اپنی مرغوب ہیئت اختیار کر کے وعظ شروع کر دیا۔ اُس نے کہا کہ اگرچہ صرف اشتراکیت ہی صحیح طریقہ حکومت ہے اور شہنشاہیت لغو اور لایعنی۔ مگر ایک بادشاہ ایک مُسلّم اشتراکی سے کہیں بہتر اشتراکی حکمران بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس اعلان نے اُسکے اکثر اشتراکی دوستوں کو اس سے ناراض کر دیا۔ مگر اس ناراضگی سے اسے کچھ خاص نقصان نہیں پہونچا۔ کیونکہ اکثر آدمی اُسے پھر بھی کافی رقوم دیتے رہے۔

بعد ازاں اس نے وہی اپنی مرغوب ہیئت اختیار کر کے ایسی چیزوں اور ایسے لوگوں کے متعلق وعظ شروع کیا۔ اور ان کے متعلق ایسے حقائق بیان کئے جو بادی النظر میں اتنی زبردست حقیقت کے حامل نظر آتے تھے کہ ان کے صحیح ہونے کا یقین ہی نہیں آتا تھا۔ اس صحیح بیانی نے بہت کم لوگوں کو خوش کیا۔ اور رفتہ رفتہ آخر اس کی یہ کوشش "کہر" کے نام سے موسوم ہونے لگی۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہی اُسکے افریقہ جانے کا بھی سبب ہوا ہو۔ چونکہ وہاں کے آفتاب کی شدتِ تمازت "کہر" کے خیال کو فراموش کرا دینے کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اور اغلب ہے کہ یہی وجہ تمثیل نگاری سے کنارہ کشی اور اس کے بجائے قصہ نویسی کی محرک ہوئی ہو۔

گوری لڑکی نے اس سے بے شمار حقیقتوں کا درس لیا تھا۔ اور وہ تمثیل نگار کی اس ذکاوتِ طبع کی بھی معترف تھی۔ [illegible] کے مطابق [illegible] منعکس تھی۔ نیز وہ اس کے اس مضحکہ انگیز تمسخر کی بھی قائل تھی جو تمثیل نگار ان لوگوں کے ساتھ کیا کرتا [illegible] بہت سی اچھی باتوں میں سے جو وہ کہا کرتا بعض اسد رجہ اچھی ہوتیں کہ فرنگی لڑکی کو اُنکے سمجھ

ے میں شک پیدا ہو جاتا۔

"لیکن کیا سر کے بل کھڑا ہونا سخت تکلیف دہ فعل نہیں ہے؟" لڑکی نے اُس سے دریافت کیا۔

"تو میں اور کروں بھی کیا اگر مجھے فاقوں نہ مرنا ہو؟" تمثیل نگار نے جواب دیا۔ "میں اُس کی وجہ سے اس قدر مشہور ہو گیا ہوں کہ میری یہ حرکت پیٹ پالنے کا بہترین ذریعہ بن گئی ہے۔ میں سر کے بل کھڑا ہوتا ہوں۔ اور بعض فن کار اپنے آرٹ کی وساطت عوام کے سامنے میرے خیالات کی تاویلیں کرتے ہیں۔ لوگ مجھے Paradoxical Dramatic تمثیل نگار کہہ کر ی پیش کرتے ہیں۔ مجھے عجیب و غریب انسان کہا جاتا ہے۔ مگر میں مداریوں کی طرح صرف تانبے کے ٹکڑوں پر اکتفا کرنا نہیں چاہتا ہیں اشرفیاں ادا کرنی پڑیں گی، اشرفیاں۔ وہ مجھے رقوم دیتے ہیں اور میری باتوں پر ہنستے ہیں۔ مگر اُن میں سے معدودے چند ہی میرے مول نصائح پر عمل کرتے ہونگے، یا میرے رو داثر حقائق پر غور و فکر کرتے ہونگے۔ وہ بدستور اپنی بد اخلاقیوں، حماقتوں اور مظالم پر قائم تے ہیں۔ اور اُن کی یہ تمام باتیں مجھ میں ایک قومی احساسِ تفوق پیدا کرتی ہیں۔ بہرحال اُن سے رقوم تو حاصل ہوتی ہیں"

فرنگی لڑکی نے گوف کی لکڑی اُٹھائی اور تمثیل نگار کے ہمراہ جنگلوں میں خُدا کو تلاش کرنے کے لئے چل کھڑی ہوئی۔ اُس نے یل بھی اپنے ساتھ لے لی تاکہ اُس کے دقیانوسی نظریوں اور توہمات کا تقابلہ ان حقائق سے کر سکے جن سے تمثیل نگار نے اُسے شنا کرانے کا وعدہ کیا تھا۔

ابھی اُنہیں روانہ ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ وہ اُس مقام پر پہونچے جہاں حبشی لڑکی کو میمبا (Mumba) ملا تھا۔ ثیل نگار کہنے لگا "یہیں کہیں قرب و جوار میں تمہیں ایک نقلی خدا ملے گا جس کے سامنے اگر تم نے فوراً ہی سربسجدہ ہو کر اظہارِ عبودیت کیا، تو تم پر اُس کا سخت قہر نازل ہوگا۔ وہ تمہیں حکم دیگا کہ اپنی عزیز ترین اولاد کو لاکر اُسے میرے حضور میں بحیثیت قربانی کے ذبح کر دو۔ ونکہ اُسے تازہ خون کی بُو بہت مرغوب ہے۔ اگر تم نے یہ عذر پیش کیا کہ میری کوئی اولاد نہیں ہے تو وہ تمہیں حکم دیگا کہ تم اپنے باپ کو بلا لاؤ اور اس کے ہاتھوں خود ذبح ہو جاؤ۔

فرنگی لڑکی یہ سُنکر بہت برہم ہوئی۔ اور اپنی گوف کی لکڑی کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ تاکہ اگر موقع ملے تو اس ظالم خدا پر حملہ کر دے۔

تمثیل نگار نے لڑکی کو اپنے عقب میں آنے کا اشارہ کیا۔ اور اُس کی ایک ایسے مقام کی طرف رہنمائی کی جہاں بہت سی چٹانیں ایک دوسرے کے قریب قریب کھڑی تھیں جن پر وہ خُدا جس کا ذکر ابھی ابھی تمثیل نگار نے کیا تھا، اپنے تختِ خداوندی پر متمکن تھا۔ لڑکی کے تعجب کی انتہا نہ رہی جب اُس نے خدا کے چہرے پر انتہائی افسردگی اور ہمدردانہ ملامت کی ملی جلی کیفیت نمایاں پائی۔ گوری لڑکی جس کا دل گداز اور زبان دراز تھی، چٹان پر چڑھ گئی، اور خُدا سے پوچھا: "تجھے کیا چیز تکلیف دے رہی ہے؟"

خُدا نے جواب دیا: "میری افسردگی کا یہ سبب ہے کہ میرے بندے مجھے سمجھنے میں سخت غلطیاں کرتے ہیں۔ اور میرے متعلق نہایت غلط نظریے قائم کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ ناقابلِ معافی مظالم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اپنے بچوں کو بھی میرے سامنے ذبح کروا لیتے ہیں جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ میرے لئے اُن کے دل میں اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت ہے

[illegible] سیکھتے ہیں اور ایک وقت میں صرف ایک ہی نیا خیال قبول کر سکتے ہیں۔ اب میں تمہیں بتاؤنگا کہ مجھے خدا کو ایسی چیزوں کی قطعی خواہش نہیں۔

کمری لڑکی سفر کر کر دیکھا کہ ایک پیر مرد ایک نوجوان کو لئے جو اُس کا بیٹا معلوم ہوتا تھا۔ ان کی طرف چلا آ رہا ہے۔ نوجوان کے سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھا تھا۔ اور پیر مرد کے ہاتھ میں ایک لانبا اور تیز چھرا۔ چٹان کے نزدیک اگر ضعیف آدمی نے کچھ پتھروں کو جمع کر کے ایک قربانگاہ بنائی۔ اور اس پر لکڑیاں رکھدیں پھر یکایک اپنے بیٹے کو پکڑ کر اس کے ہاتھ پاؤں جکڑ دئے اور اُسے اٹھا کر قربانگاہ پر ڈال دیا۔

"تم کیا کر رہے ہو؟" فرنگی لڑکی نے پوچھا۔

"میں اپنے اکلوتے بیٹے اسحٰق کی قربانی کر رہا ہوں" پیر مرد نے جواب دیا اور اپنے بیٹے کی گردن قطع کرنے کے لئے چھرا اُٹھایا تو خدا چلایا "ابراہیم! ابراہیم!!"

"حاضر ہے بندہ" پیر مرد نے جواب میں عرض کیا۔

"بچے کو ذبح مت کرو، اس کے خون سے ہاتھ مت رنگو۔ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی اولاد سے زیادہ میری خوشنودی کے متمنی ہو۔ مگر میں انسانی قربانی نہیں چاہتا۔ مجھے اس سے سخت نفرت ہے۔ اگر تمہیں قربانی ہی کرنی ہے تو دیکھو سامنے اس بھیڑے کو پکڑ لاؤ، اور ذبح کر دو۔"

ابراہیم اور اسحٰق کے چلے جانے کے بعد خدا نے کہا: "اب انہیں معلوم ہو جائیگا کہ ان کا اپنے بچوں کو لانا اور میرے حضور قربانی ذبح کر ڈالنا مجھے قطعی پسند نہیں۔ ابراہیم کا "خیال" تھا کہ میں اس کے بیٹے کی قربانی چاہتا ہوں۔ مگر اب وہ "جانتا" ہے کہ میں اُسے پسند نہیں کرتا۔ جب وہ اس سبق کو اچھی طرح یاد کر لیں گے تو میں اُنہیں بتاؤنگا کہ حیوانی قربانی بھی میرے لئے کسی مسرت کا باعث نہیں۔ میں مہربانی اور ہمدردی پسند کرتا ہوں۔ میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ اور قابل قبول پیشکش محبت، خوش اعتقادی اور اطاعت کی زندگی ہے۔"

"تم نے اُس کے متعلق غلط خیال قائم کر رکھا تھا" فرنگی لڑکی نے تمثیل نگار سے کہا۔

تمثیل نگار فرنگی لڑکی کو اکثر درس و تلقین کیا کرتا تھا۔ اور لڑکی نے اُس کے ایماء پر اپنی انجیل کے ابتدائی صفحات پھاڑ ڈالے تھے۔ اُس نے صفحے تو جدا کر دئے تھے مگر انہیں ہمیشہ اپنے سینے سے لگائے رہتی تھی۔ اب لڑکی نے کتاب کھولی اور ان صفحوں کو اپنی جگہ چسپاں کر دیا۔ اور اب جو انہیں پڑھا تو اُن کے اصلی معنی پہلے سے کہیں زیادہ وضاحت کے ساتھ اس پر عیاں ہو گئے۔

اب تمثیل نگار نے لڑکی سے کہا کہ میں تمہیں ایک ایسے دقیانوسی خدا سے ملاؤں گا جو تمہیں دیکھتے ہی کج بحثی کرنا چاہے گا۔ اور جیسے یقیناً تم احمق تصور کرو گی۔ ڈرامہ نویس لڑکی کو ایک خوشنما وادی میں لے گیا۔ جہاں وہ خدا رہتا تھا۔ لڑکی کو دیکھکر بڑا تعجب ہوا کہ یہ خدا پہلے خدا سے بہت مشابہ ہے۔ اور جب وہ نزدیک پہونچی تو اس نے دیکھا کہ فی الحقیقت یہ تو وہی خدا ہے۔ اس کے چہرے پر جلال اور ہمدردی کے جذبات کی ملی جلی کیفیت ابھی تک موجود تھی۔ لڑکی نے خدا کی آنکھوں میں مزاح آمیز تبسم کی ایک جھلک دیکھی [illegible] وہ چٹان پر بیٹھا تھا، اُسکی آنکھوں میں موجود تھی۔

"اب تو افسردہ کیوں ہے؟ کیا اب بھی تیرے بندے اپنے بچوں کی قربانیاں کرتے ہیں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں، وہ سبق تو انہیں یاد ہو گیا ہے۔ مگر ابھی تک اپنے غلط نظریوں کی وجہ سے وہ اپنی اور دوسروں کی زندگیاں تباہ و برباد کرتے رہیں۔ اب میں انہیں ایک اور سبق پڑھانے والا ہوں جو ان کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔"

"مگر کس طرح؟" لڑکی نے دریافت کیا۔

"بالکل اسی طرح جیسے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ میں انہیں ایک کہانی سناؤں گا۔ میرے بندے ابھی نا سمجھ ہیں۔ الٰہیات کے مقالوں کی نسبت وہ کہانیاں زیادہ اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ میں بھی بالکل وہی کروں گا جو اکثر تمہارے وہ دوست کیا کرتے ہیں، جنہوں نے حال ہی میں ۸۰۰ صفحے کا ایک قصہ لکھا ہے اور جنہوں نے ۴ صفحوں میں اس کا ماحصل بیان کیا ہے۔ اور جو اگرچہ بعض اوقات تیس صفحے کا ڈرامہ لکھ کر ۷۰ صفحے کا ایک مقالہ بھی بطور دیباچہ کتاب کے شروع میں لگا دیا کرتے ہیں۔"

یہ کہکر خدا تمثیل نگار کی طرف دیکھکر مسکرایا جو کسی قدر احساسِ تفوق لئے قریب ہی کھڑا تھا۔

جب اس نے خدا کو اپنی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا تو اس نے فوراً اپنی مرغوب ہیئت اختیار کرلی۔ اور نہایت مضحکہ خیز انداز میں حد درجہ تیزی اور چالاکی سے فرنگی لڑکی سے گفتگو شروع کردی۔ لڑکی نے ہنسی میں اسکے ایک لکڑی رسید کی اور کہا "خاموش رہو میں خدا کی باتیں سننا چاہتی ہوں۔"

"کیا میں خاموش رہوں؟" اس نے احساسِ تفوق کو فراموش کرتے ہوئے دانت نکوس کر کہا "میں تو خاموش ہو جاؤں اور تم اس باتونی، کج بحثے اور دقیانوسی خدا کی باتیں سنو۔ مجھے بولنے دو۔ میں خاموش رہنا نہیں چاہتا۔ میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ میں حقیقت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جس میں مجھے یدِطولیٰ حاصل ہے۔"

اس دفعہ لڑکی نے قدرے سنجیدگی سے لکڑی رسید کی۔ تمثیل نگار کو یہ دیکھکر کہ لڑکی اس کے مقابلے میں خدا کی باتیں سننا چاہتی ہے، بے حد حیرت ہوئی۔ اور لڑکی اس حیرت پر ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ کچھ دیر تمثیل نگار سر کے بل کھڑا رہا۔ اور لڑکی کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے میں انتہائی کوشش کرتا رہا۔ مگر چونکہ لڑکی خدا کی گفتگو میں از حد دلچسپی کا اظہار کر رہی تھی۔ اس لئے تمثیل نگار کی مضحک اور حقارت آمیز گفتگو کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوئی۔

"وہ کہانی کیا ہے جو تو اپنے بندوں کو سنانا چاہتا ہے؟" لڑکی نے دریافت کیا۔

"اس کہانی میں ایک شخص جعفر نامی کا قصہ بیان کیا جائے گا" خدا نے کہا "میرے بندوں کا خیال ہے کہ جب کسی پر کوئی سخت مصیبت آتی ہے تو وہ اُسکی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتا ہے جس سے وہ یہ استنباط کرتے ہیں کہ خدا اس سے بہت ناراض ہے۔ یہ طریقہ استدلال قطعی لغو ہے۔ اس غلط خیالی کی وجہ سے لوگ مصیبت زدوں پر بڑی بڑی سختیاں کرتے ہیں، اور جب خود مصائب میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں۔ میری کہانی میں جعفر نہایت ہی نیک آدمی ہوگا جس پر دُنیا کی ہر ممکن مصیبت نازل ہوگی اور اس کے جھوٹے دوست اس کے مصائب کی اس طرح تاویلیں کریں گے۔ اول یہ کہ میں بداعمالیوں کی سزا مصائب کی شکل میں دیتا ہوں۔ دوم جن کو سزا دی جاتی ہے وہ بداعمال ہوتے ہیں اس لئے چونکہ جعفر مبتلائے آلام ہے لہٰذا وہ بداعمال ہے۔ اور چونکہ کہانی میں اسکی وضاحت کردی جائے گی کہ جعفر بداعمال نہیں ہے، تو جو لوگ کہانی سنیں گے اُن پر یہ بات اچھی طرح منکشف ہو جائے گی کہ

... جتنا کرتی ہے اتنی ہی مصائب پیش آتی ہیں شخص یہاں نسل نہیں ہے بلکہ تم بدا عمال ہو۔ اگر دنیا اس موٹی سی بات کو ... کر ... سے ... اپنی تکلیفوں کا زیادہ مردانہ وار مقابلہ کریں یہ ... دوست چلے کھڑے کر تب دکھاتے ہیں بخوبی لکھ سکتے ہیں۔"

"مگر اے خدا! تو نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آخر دنیا میں مصائب کا وجود ہی کیوں ہے؟" فرنگی لڑکی نے سوال کیا۔

"ہاں،" خدا نے جواب دیا۔ "آئنسٹائن کا نظریہ اضافیت اولیٰ جماعت کے بچوں کو نہیں سمجھایا جا سکتا البتہ چھٹی جماعت کے طلبہ ہی اسے سمجھ سکتے ہیں۔ ہر جماعت کا نصاب طلبا کی ذہنی نشو و نما کو مدِ نظر رکھ کر بنایا جاتا ہے۔ اگر ہر نسلِ انسانی صرف وہی سبق یاد کر لے جو میں اسے پڑھانا چاہتا ہوں، تو بہت کافی ہے۔ میں تدریجاً پڑھایا کرتا ہوں، تمہاری نسل بہت تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ تم دیکھتی ہو کہ افرادِ انسانی ایک دوسرے سے اس قدر وابستہ ہیں کہ ایک شخص کی غلطی بیشتر اشخاص کی بدقسمتی اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اور تم دیکھتی ہو کہ میرے تخلیق کردہ قوانینِ فطرت کے ماتحت لوگ جو بوتے ہیں یقیناً وہی کاٹتے ہیں جس قدر جلد تم یہ سبق یاد کر لو گی اسی قدر وضاحت سے تمہارا سوال، اپنا جواب خود ہی پیش کر دے گا۔ میں بخوبی واقف ہوں کہ موجودہ حالات میں یہ مسئلہ تمہارے ذہن کی وسعت سے بہت دور ہے، اور نہ صرف تمہارے بلکہ تمہارے دوست مداری کی بھی سرحدِ ادراک سے پرے ہے۔"

جب تمثیل نگار نے یہ سنا کہ کوئی ایسی چیز بھی ہے جو اس کی عقل و دانش سے بھی باہر ہے۔ تو اسے اس قدر تعجب ہوا کہ اپنی برہنہ کر کے سیدھا کھڑا ہو گیا، اور آہستہ آہستہ وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ فرنگی لڑکی گہرے خیال میں مستغرق اس کے پیچھے ہولی۔ راستے میں اس نے انجیل کے تمیں اور صفحے جنہیں لڑکی نے تمثیل نگار کے ایما پر جدا کر دیا تھا، اپنی جگہ پر لگا دیے۔

"میں نہیں خیال کر سکتی کہ یہ وہی احمق خدا ہے جس کا تم ذکر کر رہے تھے۔" فرنگی لڑکی نے کہا۔

"جلدی مت کرو،" تمثیل نگار نے جواب دیا۔ "یہ تمام خیالات دقیانوسی ہیں۔ تم جیسی دورِ حاضرہ کی نوجوان لڑکی کو جدید خیالات پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ تم دیکھو گی کہ نئے خیالات پرانے خیالات سے بہتر ہیں۔ ایک پرانا مقولہ ہے کہ اپنا گدلا پانی اس وقت تک مت پھینکو جب تک تمہیں صاف پانی حاصل نہ ہو جائے اور صاف پانی حاصل ہو جانے پر اگر تمہیں گدلا پانی پھینکنا یاد نہ رہے اور تم دونوں کو گڈمڈ کر دو تو اس وقت یہ مقولہ نہایت خطرناک ثابت ہوتا ہے۔"

"میں نہیں خیال کر سکتی کہ یہ پانی گدلا ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "علاوہ ازیں ایک اور کہاوت ہے کہ غسل کے پانی کے ساتھ بچے کو بھی پھینک دینا سخت غلطی ہے۔ بہرحال یہاں پانی کی بحث نہیں ہے بلکہ حقیقت کے متعلق گفتگو ہے۔ اور حقیقت پرانی ہوتی ہے اور نہ نئی بلکہ سرمدی ہے۔ گو اس کے متعلق ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا رہے۔ دو اور دو چار ہی رہیں گے خواہ نیوٹن انہیں جمع کرے یا سر جیمس جینز۔ کوئی اور ٹھوس جسم پانی میں پڑنے کے بعد اپنے بالائی دباؤ کو اسی قوت کی نسبت سے قائم رکھتا ہے جس قوت سے وہ پانی کو خارج کرتا ہے، خواہ حکیم ارشمیدس اپنے ٹب میں غسل کیلئے داخل ہوں یا جارج برنارڈ شا، وہ بھرا دقیانوس میں تیرتے پھریں۔" (اسکول میں اس نے جو طبیعیات پڑھی تھی۔ اسے یاد رہ جانے پر لڑکی کو بڑا ناز تھا۔)

"اچھا اچھا، آؤ میں تمہیں بعض نئے خیالات کے لوگوں سے ملاؤں۔" تمثیل نگار نے کہا۔

ابھی ایک میل نہ چلے ہوں گے کہ انہیں ایک مصنف ملا۔ جو اپنے کندھوں پر ایک نہایت جسیم کرہ اٹھائے ہوئے تھا۔ اُس کے نزدیک پہونچنے پر انہوں نے دیکھا کہ وہ بالکل ایک ایسا ہی کرہ ہے، جیسے اسکولوں میں استعمال ہوتے ہیں اور جسے کرہ ملکی (Terrestrial globe) کہتے ہیں۔

"آہا! الدوس! یہ کیا لئے ہوئے ہو؟" تمثیل نگار نے پوچھا۔

"یہ نئی بہادر دُنیا ہے" مصنف نے جواب دیا۔

لڑکی مصنف کے نزدیک جاکر کُرّے کو غور سے دیکھنے لگی۔ اُس نے دیکھا کہ کُرّے پر مشین کی طرح کی نہایت پُر ہیبت مگر بے حد غیر دلچسپ کام میں مصروف ہیں۔ وہ مصنف سے اُس کے متعلق دریافت کرنے ہی والی تھی کہ اُس نے ایک اور مصنف کو اپنی جانب آتے دیکھا جو اپنے شانوں پر کئی دُنیائیں لئے ہوئے تھا۔ اور جو بالکل ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ لڑکی نے مصنف کے دماغ میں سے کھٹ کھٹ کی ایک عجیب آواز آتے سُنی۔

"یہ کھٹ کھٹ کی آواز کیسی ہے؟" لڑکی نے دریافت کیا۔

"یہ آواز ہے مسٹر ایچ، جی، ویلس کے نظرئے تبدیل کرنے کی" تمثیل نگار نے بتایا۔

"کیا مسز جمیس بیری نہیں کہا کرتے تھے (جب وہ "ایڈلفی ٹیرس" میں اُنکے ہمسائے میں رہتے تھے) کہ ان کے مکان کی دیواریں اس قدر پتلی تھیں کہ ہر روز شام کے وقت جب مسٹر ویلس اپنا نظریہ بدلتے تھے تو اُن کے دماغ سے اُنہیں صاف آواز آیا کرتی تھی۔ اور جس دن یہ نظریہ تبدیل کرتے ہیں اُسی روز ایک نئی دُنیا تخلیق ہو جاتی ہے"

اب ایک اور مصنف ایک نہایت وسیع مکان اپنی کمر پر اُٹھائے چلا آرہا تھا۔

"یہ مکان کیسا ہے؟" فرنگی لڑکی نے دریافت کیا۔

"اسے اخلاقیاتِ جدید کا مکان کہتے ہیں" مصنف نے جواب دیا" اندر جاکر ملاحظہ فرمائیے"

لڑکی نے مکان کا ایک چکر لگایا۔ کھڑکیوں اور دروازوں میں سے جھانک کر دیکھا۔ مکان میں ایک نہایت وسیع باورچی خانہ تھا۔ ایک طویل و عریض ایوانِ رقص جس کے ساتھ ایک گودام میخانہ ملحق تھا۔ اس مکان میں ایک چھوٹی سی پرورشگاہ اطفال بھی تھی۔ مؤخر الذکر میں ایک چھوٹا سا بدنصیب لڑکا بیٹھا تھا۔ لڑکے نے چند منٹ فرنگی لڑکی کو گھورنے کے بعد اس سے دریافت کیا۔

"کہیئے، محترم خاتون، کیا آپ میری نئی امّی جان ہیں؟"

"نہیں۔ کیا تمہاری امّی جان مر گئیں، تم یہ کیوں پوچھتے ہو؟" لڑکی نے جواب دیا۔

لڑکے نے کہا "نہیں وہ کہیں چلی گئی ہیں۔ آرتھر نے مجھے بتایا تھا کہ آج میری نئی امّی جان آنیوالی ہیں"

"آرتھر کون ہے۔ کیا وہ تمہارا باپ ہے؟"

"نہیں وہ میرا باپ تو نہیں ہے۔ یہ شخص ہمارے ساتھ کچھ عرصے سے رہتا ہے"

"تو کیا پھر تمہارا باپ بھی مر گیا؟"

مجھے نہیں معلوم ہوسکے گا کہ بہت عرصہ گزرا، جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، تو یہی دیکھتی ہوں کہ یہاں لوگ کچھ عجیب سے ہوتے سہتے ہیں کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ میرا باپ کون ہے، اور آیا کوئی میرا باپ ہے بھی یا نہیں۔"

مصنف جو لڑکی کے نزدیک ہی کھڑا تھا کہنے لگا "آپ دیکھتی ہیں "اخلاقیات جدید" ہمیں ایک نئی قسم کی آزادی دیتی ہے۔ گھر بلو زندگی بسر کرنے کے دقیانوسی خیالات اور حیاتِ خانہ داری کی قیود اور بندشیں غلامانہ ذہنیت و اخلاق کے باقیات صالحات تھے۔ جس کی پست سطح سے ہم اب بہت بلند ہو چکے ہیں۔ اخلاقیات کا وہ دفتر پارینہ اصحابِ فہم و ذکا کے لئے باعثِ ننگ و عار تھا۔ زن و شوہر سے یہ توقع رکھنا کہ تمام عمر ایک دوسرے ہی کے ہو کر رہیں گے، سخت ناانصافی ہے۔ ہم نے ان تمام اصولوں کو تبدیل کر دیا ہے"

"اور بدقسمت اولاد کے ساتھ بھی تو یہ سخت ناانصافی ہے کہ شادی جیسی مقدس رسم کو پست و ذلیل کر کے محض گڑیوں کا کھیل بنا دیا جائے۔" لڑکی نے ملیں بجبیں ہو کر کہا۔

کچھ دیر تو لڑکی ایوانِ رقص میں لوگوں کی گفتگو سنتی رہی۔ مگر فوراً ہی گھبرا کر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی وہاں سے چل دی۔ "مجھے تو گویا معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقِ جدید عہدِ عتیق کی معصیت کا مترادف ہے" لڑکی نے کہا۔

اس وقت تک مصنفین کی ایک کافی تعداد "نئی بہادر دنیا" میں بسنے والے یا "اخلاقِ جدید" کے مکانات سر پر اٹھائے ہوئے وہاں آ پہنچی تھی۔ یہ مصنفین آپس میں اس قدر تو تو میں میں کر رہے تھے اور کچھ اس بری طرح کج بحثی میں مصروف تھے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ بالآخر لڑکی اس نتیجہ پر پہنچی کہ کوئی "نئی دنیا" یا ایسی اخلاقیات جدید یا کوئی ایسا خدا ملنا دشوار ہے جو اس انتشار میں اس کی رہنمائی کر سکے۔

"دوستو! میں تو تمہارے "نئے خیال" کی طرف سے مایوس ہو چکی ہوں" لڑکی نے کہا "تمہاری نئی بہادر دنیا" مجھے تو سخت خوفناک دنیا میں معلوم ہوتی ہیں۔ اور تمہارے اخلاقِ جدید کے یہ مکانات ہرگز اس قابل نہیں کہ میں اپنے آپ کو ان سے وابستہ کرنے کا خیال بھی کر سکوں"

"خیر جانے دو" تمثیل نگار نے کہا "آؤ، میں تمہاری ایک شعبدے باز سے ملاقات کراؤں۔ اچھا آدمی ہے اور ہمدرد بھی ہے۔ بدقسمتی سے لوگوں کی بدعمالیوں نے اسے خبطی بنا دیا ہے"

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کنوئیں کے نزدیک آئے جہاں لڑکی پانی پینے کے لئے ٹھیری۔ اس نے وہاں اچانک ایک ایسے شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو اس سے قبل وہاں موجود نہ تھا۔ اس نے ابھی چلو میں پانی لیا ہی تھا کہ وہ شخص لڑکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا "یہ پانی تمہارے جسم کی پیاس تو ضرور بجھا دے گا۔ مگر کچھ دیر کے بعد تم پھر تشنگی محسوس کرو گی۔ میں لوگوں کو آبِ حیواں دیتا ہوں جو روحوں کی تشنگی دور کرتا ہے اور جو لوگ اسے پیتے ہیں ان کی روح تر و تازہ ہو جاتی ہے"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں" لڑکی نے کہا "اور چونکہ میری روح خدا کے لئے بے چین ہے اسی لئے تو میں اس کی تلاش میں ہوں۔ کیا تم وہی شعبدے باز ہو جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا؟"

"میں شعبدے باز نہیں ہوں" اس نے جواب دیا "جب میں لوگوں کو خدا کا راستہ دکھاتا ہوں تو اس مقصد کے لئے [illegible] استعمال کرتا ہوں۔ پتھروں کو روٹیوں میں تبدیل کر کے اور اس رشوت کا لالچ دے کر میں لوگوں سے ہر وہ

کام کر سکتا تھا جو میں چاہتا۔ لیکن اگر میں ایسا کرتا تو رب العالمین تو ہو سکتا تھا۔ مگر اس طرح میں اُن کا مربی یا نجات دہندہ نہیں بن سکتا تھا۔ یا اُن کے گرجا کے مینار سے صحن کلیسا کے ہجوم میں صحیح و سالم اُتر کر لوگوں کو اپنے اس معجزے سے حیران کر سکتا تھا یہاں تک کہ وہ میری مافوق البشر قوتوں سے مرعوب ہو کر میری کورانہ تقلید کرنے لگتے۔ لیکن اگر میں ایسا کرتا تو دُنیا کا سب سے بڑا شعبدہ باز تو کہلایا جا سکتا تھا مگر اُن کا مربی یا نجات دہندہ نہیں بن سکتا تھا۔ یا میں دُنیا کی سلطنتوں پر حکومت کر سکتا تھا اور اپنی سپہ سالارانہ [illegible] اور لشکری قوت سے لوگوں کو اطاعت پر مجبور کر سکتا تھا۔ اگر میں ایسا کرتا تو دُنیا کا سب سے بڑا "امیر جنگ" تو ہو سکتا تھا۔ مگر اُن کا مربی یا نجات دہندہ نہیں بن سکتا تھا۔ بجائے ان تمام باتوں کے میں نے انسانوں میں رہ کر الوہیانہ زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک ایسی ہستی کی زندگی بسر کرنے کا جو مخلوق کی اس لئے خدمت کرتی ہے کہ اُسے اُن سے محبت ہے، اور وہ مخلوق سے اس لئے محبت کرتی ہے کہ اُسے خدا سے عشق ہے۔"

"مجھے خدا کی جستجو ہے، فرنگی لڑکی نے کہا۔ "وہ کہاں مل سکتا ہے؟"

"تمہارے دل میں"۔ اُس نے جواب دیا۔ "تمہارے اُس دوست کے دل میں اور میرے دل میں بھی۔"

لڑکی نے کہا۔ "میرا بھی یہی خیال ہے مگر وہ ہے کیا؟"

"ہمارا باپ"۔ اس نے جواب دیا۔

لڑکی نے کہا۔ "میں نے اپنے باپ کو کبھی پسند نہیں کیا۔ وہ تو صرف اپنے کاروبار اور گاف میں مصروف رہتا تھا اور میری کبھی پروا بھی نہیں کرتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ میں اُس کے شریک کاروبار سے جو اُسی کی طرح خشک و بڈھا آدمی تھا شادی کر لوں۔ نہیں، میں نے کبھی اپنے باپ کو پسند نہیں کیا۔ باپ جیسی اس میں کوئی بات ہی نہ تھی۔"

"اگر اس میں باپ جیسی کوئی بات نہ تھی، تو یقیناً وہ خدا جیسا بھی نہ تھا۔ اگر وہ بہتر باپ ہوتا تو وہ خدا سے زیادہ مشابہ ہوتا۔ اگر وہ مکمل باپ ہوتا تو وہ بالکل خدا جیسا ہوتا۔ خدا ہمارا مکمل باپ ہے۔ انسان کا عبادت کرنا ایسا ہی ہے جیسے بچوں کا اپنے باپ کی کنارِ شفقت میں جانا۔ جب تم عبادت کرو، تو کہو: "اے ہمارے باپ"۔ جب تم پر خوف و ہراس طاری ہو تو یاد رکھو "وہ باپ" تمہارا محافظ ہے۔ جب تم متفکر ہو تو یاد رکھو کہ اس باپ کو اس کا علم ہے۔ جب تم سے کوئی لغزش ہو تو سمجھو کہ تم اس باپ سے بھٹک کر کسی دُور دراز ملک میں پہونچ گئے ہو۔ مگر اس دور کے ملک سے تمہاری واپسی پر تمہارا باپ تمہیں خوش آمدید کہنے کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ خواہ تم اُس کی اولاد کہلائے جانے کے ناقابل ہی کیوں نہ ہو۔ مگر وہ تمہیں ضرور خوش آمدید کہے گا۔ اور تم اُس وقت بھی اُسے اپنا باپ ہی پاؤگے۔ ہماری زندگی رضائے الٰہی پورا کرنے کے لئے صرف ہونی چاہیئے۔ اور جب ہم مرنے لگیں تو اپنی رُوح اُس باپ کے سپرد کر دیں۔ پھر ہم دیکھیں کہ قبر ہمارے لئے ہمارے باپ کے گھر کا دروازہ بن جائیگی، جس میں بہت سے محلات ہیں۔"

"میرے ذہن میں تو خدا کے متعلق کبھی اس قسم کا تخیل نہیں آیا۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "میں تو ہمیشہ اُسے ایک برہم و برافروختہ پولیس مین کی طرح سمجھتی تھی، جو ہر وقت میری نگرانی کرتا ہے تاکہ اگر میں کوئی بُرائی کروں تو مجھے گرفتار کر کے سزا دے۔ کیا خدا ہر وقت میری نگرانی نہیں کرتا؟"

"بیشک، خدا تمہاری ہر وقت نگرانی کرتا ہے۔ وہ بالکل ایسے مشفق باپ کی طرح ہے جو ہم [illegible]

"ہمارا خدا ہمارا کامل باپ ہے اور وہ محبِ مطلق ہے اور چونکہ وہ محبوب کل ہے اور ہم اُس کے بچے ہیں اس لئے ہمیں سب سے محبت سے پیش آنا چاہیئے"

"میں سب سے تو محبت نہیں کرنا چاہتی" فرنگی لڑکی نے کہا۔ "بعض لوگ سخت خوفناک ہوتے ہیں، وہ رہزنی کرتے ہیں، فریب دیتے ہیں، چوری کرتے ہیں، دوسروں کو تکلیفیں پہونچاتے ہیں۔ انہیں تو زہریلے کیڑوں کی طرح دُنیا سے معدوم کر دینا چاہیئے"

"نہیں ہمیں انہیں معدوم نہیں کرنا چاہیئے۔ اُن کی قلب ماہیت کی کوشش کرنی چاہیئے جس کا واحد ذریعہ محبت ہے" اُسنے جواب دیا۔

"کیا تم سب سے محبت کرتے ہو؟" لڑکی نے دریافت کیا۔

"ہاں۔ میں اُن سے اپنے آپ کو مٹا دینے کی حد تک محبت کرتا ہوں"

"اور وہ بھی تم سے محبت کرتے ہیں؟"

"بعض مجھ سے محبت کرتے ہیں اور بعض میرے قتل کے درپے ہیں"

"کیا تم بھی اُنہیں قتل کر دیتے ہو؟"

"میں اُنہیں کیوں قتل کروں۔ اُنہیں نہیں معلوم کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ میں اُن سے محبت کرتا ہوں اور کئے جاتا ہوں"

"اور کیا یہی خدا کا بھی طریقہ ہے؟"

"ہاں، خدا محبِ کل ہے۔ محبت "دیتی" ہے، دیتی ہے اور دئے چلی جاتی ہے"

"نہیں" تمثیل نگار نے گفتگو میں شریک ہوتے ہوئے کہا۔ "محبت "لیتی" ہے۔ لیتی اور لئے چلی جاتی ہے۔ جب ایک عورت مرد سے محبت کرتی ہے تو اُس کی محبت شیرنی کی طرح ہوتی ہے۔ وہ اُسے کھا جاتی ہے اور اُسے اپنا ایک جزو بنا لیتی ہے۔ اس وقت سے مرد دوسری مسرتوں کو بھول کر محض اُس کی خوشنودی کا خیال رکھتا ہے۔ عورت اس کے اور اُس کی ... کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور خدا کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ محبت ایک نگل جانے والی چیز ہے"

"کیا شیرنی اپنے شیر کو نگل جاتی ہے؟" گوری لڑکی نے دریافت کیا۔

"اوہ، اُسے جانے دو، وہ تو صرف استعارہ تھا" تمثیل نگار نے کہا۔ "محبت لیتی ہے پکڑتی ہے اور نگل جاتی ہے۔ یہ ایک خوفناک عذاب ہے۔ کیا جنت میں محبت کے وجود کا تخیل ممکن ہے؟"

"جنت میں محبت کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں" اس ہستی نے جواب دیا جسے تمثیل نگار شعبدے باز کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ "جنت تو عبارت ہے محض محبت سے، اور محبت جنت سے۔ لیکن وہ محبت نہیں جسے تم محبت کہتے ہو۔ جو چیز لیتی ہے وہ نفسانیت ہے۔ محبت کا مفہوم ہے سپردن نہ کہ گرفتن۔ محبت خادم ہے نہ کہ مخدوم۔ محبت دیتی ہے۔ خدا بھی دیتا ہے۔ خدا نے اس طرح محبت کی کہ سب کچھ دیدیا۔ یہی وجہ ہے کہ میری زندگی خدمت الناس کے لئے وقف ہے۔ تاکہ میں اُن پر ظاہر کر سکوں کہ خدا ایک ہے تاکہ میں خدا اور اُس کے بندوں کے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو پھر جوڑ سکوں۔ محبت نہ کہ نفسانیت، دینا نہ کہ لینا، خادم بننا نہ کہ مخدوم"

یہ ہے اصلی مسرت، یہ ہے جنت"

لڑکی تمام وقت اُسکے چہرے کو بغور دیکھتی رہی۔ اُس کے چہرے کے خدوخال اور اُن کی ایک [illegible]
میں اُس خُدا کی یاد تازہ کر دی جسے اُس نے چٹانوں پر دیکھا تھا۔ اور جس نے بعد میں جعفر کی کہانی سُنائی تھی۔ مگر یہ [illegible]
د۔ وہ ہمدردی کی ملی جُلی کیفیت کے ساتھ پُرسکون مسرت کے آثار بھی نمایاں تھے۔ جو لڑکی کو اپنی جانب کھینچ رہے تھے [illegible]
نیچے کی طرف دیکھا تو اُس کی نظر اپنی انجیل پر پڑی۔ جو اُس کے ہاتھ سے گر کر کنوئیں کی دیوار کے نزدیک کھلی پڑی تھی۔ انجیل میں یہ عبارت
لڑکی کے سامنے تھی: "جس نے مجھے دیکھ لیا۔ اُس نے اس باپ کو دیکھ لیا" لڑکی نے پلٹ کر تمثیل نگار سے کہا: [illegible]
بجو بندہ جاناں بودن"۔

"ہم خُدا کی تلاش میں نکلے تھے اور ہم نے اُسے پالیا۔ کاش خُدا مجھے اتنی توفیق دے کہ میں اس کے راستے پر چل سکوں"
افسردہ دلی سے لڑکی نے راستہ طے کرنا شروع کیا۔ اب اُس نے معلوم کر لیا تھا کہ خدا کیسا ہے اور انسان کی زندگی
اور حمیت کیسی ہونی چاہیئے۔ وہ جانتی تھی کہ اُسکی اپنی زندگی اِس "مقدس ہستی" کی زندگی سے قطعی جُداگانہ ہے۔ اُسے یاد تھا کہ ایک دفعہ
پادری نے اُسے بتایا تھا کہ یونانی زبان میں گناہ کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اُس کے معنی نشانہ خطا ہو جانے کے ہیں۔ مقدس ہستی
کرنے کے قبل اس میں خود اطمینان کا احساس نہایت قوی تھا۔ لیکن کنوئیں کے قریب اس آدمی کی ملاقات کے بعد سے وہ محسوس
کر رہی تھی کہ اس کی زندگی ایک طویل اور سرتاسر "خطا" رہی ہے۔ وہ سوچتی تھی کہ "میرے اِس احساس کو پُرانے خیال کے لوگ
اعترافِ گناہ کے نام سے موسوم کریں گے۔ اور کہیں گے کہ رُوحِ مقدس مجھے شمعِ ہدایت دکھا رہی ہے" اس کا میلان بھی اسی خیال کی طرف
تھا کہ ان لوگوں کا خیال صحیح ہوگا۔

کچھ دیر کے بعد وہ جنگل کے اختتام پر آ گئے۔ کسی قدر فاصلے پر ایک پہاڑی تھی اور پہاڑی پر تین صلیبیں۔ وہ اُنہیں دیکھنے
کے لیے ٹھہر گئی۔ اُس کے دل میں ایک عجیب و غریب امید موجزن تھی۔ وہ کیا الفاظ تھے جنہیں وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی
کچھ ایسی ہی عبارت تھی جو بچپن میں اُسے کسی شخص نے نہایت دلچسپ کتاب میں سے سُنائی تھی۔ جو بچپن میں اسے کسی شخص نے نہایت دلچسپ
کتاب میں سے سُنائی تھی۔ ہاں، کچھ دُھندلا سا خیال تو اُسے آ چلا تھا کیا تھی وہ عبارت! اب اُسے اچھی طرح یاد آ گیا۔

"وہ ...... ایک ایسی جگہ آیا جس کی سطح کسی قدر بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ اور جس پر ایک صلیب نصب تھی اور ذرا نیچے اس
میں ایک مدفن تھا۔ میں نے دیکھا کہ ٹھیک اسی وقت کرسچین صلیب کے نزدیک آیا۔ اس کا بوجھ اس کے کندھوں پر ڈھیلا ہو کر کھسک
گیا اور اس کی کمر پر سے پھسل کر گر گیا۔ اور لڑھکنے لگا۔ اور لڑھکتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مدفن کے نزدیک آگیا۔ اور پھر اُس [illegible]
پھر میں نے اسے نہیں دیکھا"

"آؤ" تمثیل نگار نے کہا "اس لغویت کو دیکھنے میں وقت ضائع مت کرو۔ ہزارہا دوسرے آدمی اسی طرح صلیب پر چڑھائے
گئے۔ اہلِ روما اپنے غلام باغیوں کو صلیب ہی کی سزا دیا کرتے تھے" شعبدہ باز بھی ایک تنہا آدمی نہ تھا جسے مصلوب کیا گیا"
لڑکی نے سوچتے ہوئے "ہاں یہی تو ذرا قابلِ غور بات ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ وہاں صرف ایک [illegible]
بلکہ تین ہیں۔ اگر وہ "خُدا جیسا ہے ـــــــ اور اُسے دیکھنے اور اُس سے باتیں کرنے کے [illegible]

[illegible] مستقد ور [illegible] کہیں گر بدلے گناہوں کی پاداش میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ ہاں اگر یہ سچ ہے تو اب وہ گمراہی [illegible] ایک حیاتِ نو کی بنا ڈال سکتی ہوں؟"

[illegible] ہاں ہاں۔ اگر تم چاہو تو از سرِ نو زندگی شروع کر سکتی ہو۔ لیکن اس دفعہ بھی اگر تم گمراہ ہو جاؤ،
[illegible] سے باز رکھ سکتی ہو۔ ہے کوئی چیز ایسی؟"

[illegible] بوڑھی نے جواب دیا۔ "کوئی چیز تو نہیں باز رکھ سکتی۔ مگر کوئی ہستی ضرور روک سکتی ہے۔ دیکھو میلبے [illegible] وہ نمایاں ہے۔ وہ مجھے حیاتِ نو دے رہا ہے اُس زندگی میں میری مدد بھی کرے گا۔ تمہارا شکریہ کہ تم [illegible] میں بھٹک گئے۔ ہماری جستجو بھی ناشکور نہیں ثابت ہوئی جیسا کہ تمہارا خیال تھا۔ آخر کار ہم نے اسے پا ہی لیا۔ اور [illegible] آبِ حیات کا کام کرے گا"

ممتاز حسین۔ بی۔ اے آنرز۔ بی۔ ٹی۔ دہلوی
(ہیروفلیپ پارس میکسوئل)

پیامِ دوست

ہر کام پر نہال ہے احترامِ دوست
اے بے خبر نظامِ جہاں ہے نظامِ دوست

کیوں کٹ نہ جاؤں غیر ہو جب ہمکلامِ دوست
مقتل سے کم نہیں ہے مجھے بزمِ عامِ دوست

خاطر میں شورِ فتنۂ محشر کو لاؤں کیا
اے اہلِ حشر دیکھا ہے میں نے خرامِ دوست

عالم مری نگہ میں مرقع ہے عجز کا
ہر ذرہ سرنگوں ہے پئے احترامِ دوست

جو تیرہ تر ہے شام سے وہ ہے تو میری صبح
قربان جس پہ صبح ہو، وہ ہے تو شامِ دوست

ملتا نہیں ہے خارِ تمنا کو بھی گذر
کاوش خلش سے پاک ہے بیت الحرامِ دوست

یارب اسی طرح سے کہے جائے نامہ بر
یارب نہ اختتام کو پہونچے پیامِ دوست

اس گلستانِ دل کا ہے ویرانہ اب علم
یہ وہ مقام ہے کہ جہاں تھا قیامِ دوست

معجزہ ہے حسن کا، افسوں جمال کا
پُر کیف چشمِ دوست ہے، سرشار جامِ دوست

سرکی نقاب عارضِ گیتی فروز سے
نکلا حجابِ ابر سے ماہِ تمامِ دوست

مٹ کر بھی بوالہوس کی رسائی نہیں ہوئی
پہنچی نہ اُس کی گرد بھی تا اوجِ بامِ دوست

اب تک ہے روح سرخوشِ کیفیتِ ازل
اب تک ہے یاد لذتِ حسنِ کلامِ دوست

اے دل فراغ خوب نہیں ذکرِ دوست سے
جب تک چلے زبان لیے ہے ورد نامِ دوست

اس زلفِ عنبریں کی ہوا کھاؤ اے نہال
پُرزیب جس سے دوش ہے، سرخوش مشامِ دوست

نہال سیوہاروی

روشنی

مسجد نبوی میں ایک نابینا حاجی کی مناجات

خدایا! بہر حال ہے شکر تیرا | میں خوش ہوں کیا جس طرح تونے پیدا
نہ دیکھا کبھی عمر میں اپنی میں نے | ہے مہتاب کیسا، ستارے ہیں کیسے
نہ معلوم سورج نکلتا ہے کیونکر؟ ؟ | نظر میں مری رات دن ہیں برابر
مجھے اس کا یارب نہیں تجھ سے شکوا | کہ مقصد ترا اس میں بھی کوئی ہوگا
میں اس آرزو میں مگر رو رہا ہوں | کہ اک بار میں سبز گنبد کو دیکھوں

مجھے "روشنی" ایک لمحے کو دیدے!

خدایا تجھے کوہ فاراں کا صدقہ! | خدایا تجھے اپنے قرآں کا صدقہ!
خدایا تجھے اپنے کعبے کا صدقہ! | خدایا تجھے کملی والے کا صدقہ!
خدایا تجھے حجر اسود کا صدقہ! | خدایا تجھے سبز گنبد کا صدقہ!

مجھے "روشنی" ایک لمحے کو دیدے!

مجھے دل سے منظور ہے تیری خاطر | جو چاہے سزا دے، ہے یہ جسم حاضر
تو دنیا جو مانگے تو دنیا ہے حاضر | جو عقبیٰ کا طالب ہے عقبیٰ ہے حاضر
ضرورت ہے گر جان کی جاں ہے حاضر | جو ایماں کی خواہش ہے ایماں ہے حاضر

مجھے "روشنی" ایک لمحے کو دیدے!

جاذب دہلوی

شاہو

شاہو میرے دوست تھے۔ استغفر اللہ تھا دشمن کو بھی میں بہت بھاتے تھے، لیکن کیا چاہئے۔ وہ کہتے تھے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ اور اس اعتراض سے کہ خدا کی پناہ۔ کہا کرتے تھے کہ میرے ابا تمہارے ابا کے دوست تھے اور اس طرح تم میرے دوست ہوئے ان دوستی کے رشتے نے میری زندگی اجیرن کر دی۔ اگر دوستی کا مطلب یہی ہوتا کہ میں اُن کے صاحبزادے کو بیٹا کہہ دیا کروں اور پچھے جاتا۔ اور علیک سلیک ہو جایا کرے تو کچھ مضائقہ نہ تھا لیکن وہ تو میری بد قسمتی سے دوستی کو اس سے بہت ارفع چیز سمجھتے تھے۔ آنا اور موٹر کو گراج کا قفل توڑ کر لے جانا۔ آپ دورے پر چلے جانا اور اپنی اہلیہ محترمہ کو بلا مبالغہ مع اپنے جیسی بچوں بلا تکلف ہمارے گھر پر چھوڑ جانا۔ اپنی مرغیوں کا دڑبہ ہمارے گھر کے برآمدے میں رکھوا دینا۔ ہمارے نوکر کو ادھر سے جانا خطوط میری میز پر بیٹھ کر لکھنے اور سیاہی گرا کر دروازے کے پردے سے صاف کر دینا۔ میرے دراز سے ٹکٹ نکال کر استعمال کرنا۔ مکان کے مردانہ کو اپنی جائداد اور زنانہ کو اپنی اہلیہ کا جہیز سمجھنا۔ غرضکہ یہ سب کچھ دوستی کی شقیں تھیں۔ اور اپنے اصولوں سے مس ہونا اُن کے نزدیک کمینگی اور دوستی کی ہتک تھی۔ میں عجیب مصیبت میں تھا۔ بارہا کہا کہ بھئی میں باز آیا ایسی دوستی سے۔ بخشو بی بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔ لیکن وہ سمجھے کہ محبت ہے کہ میرے سر پر سوار ہیں اور صدقے ہوئے جا رہے ہیں۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میاں میں تو محبت کا بندہ ہوں جس کا یہاں آشنا ہو رہتا ہوں۔ میں تھا کہ ان کے تنفس سے ہی گھبراتا [illegible] کچھ اُس کو برداشت نہ کر سکتا جب آتے [illegible] کے حلیہ و شکل کے متعلق بس اتنا عرض ہے کہ وہ فطرت کے پرستار تھے اور اپنے جسم کو پانی چھوانا گناہ سمجھتے تھے۔ کپڑوں کے متعلق ہمیشہ سے فقیرانہ روش پر قائم تھے۔ شکل یہ کہ سب اعضا، مختصر سے پیمانہ پہ تھے لیکن چہرا تھا کہ کل اعضا کا Emaciation تھا۔ اس قدر چوڑا کہ اسے اگر انسانی کہنا سراسر بہتان تھا۔ رنگ کے متعلق کسر نفسی کر کے محض سانولا کہا کرتے تھے۔ قصہ مختصر کہ اس فقیری وضع ہونے رنگ اور جبڑے کے ساتھ مل کر انہیں ایسا بنا دیا تھا کہ بہت کا سینہ چاک ہو۔ چھوٹی رفعت تو انہیں دیکھ کر چیخیں مارتی اندر بھاگ جاتی۔ اور میں اپنی کل مردانہ قوتوں کو مجتمع کر کے سینہ سپر ہو جاتا۔ یہ حالت تھی بسا اوقات کہا کرتا کہ خدایا۔ کون سے یہ اعمال کی سزا پا رہا ہوں۔ اپنے بڑوں کی طرف نظر کرتا ہوں تو بھی کوئی قصور نظر نہیں آتا۔ والد ہمیشہ ٹخنے سے ایک بالشت بھر اونچا پائجامہ پہنتے تھے۔ دادا تھے کہ شاعروں پر پھٹکار بھیجتے تھے پردادا کے زمانہ میں اردو زبان پیدا ہی نہیں ہوئی تھی کہ کچھ غلطی کا احتمال ہوتا۔ پھر میں اتنی عمر میں کیا کر بیٹھا کہ ایک انسان نما شیطان میرا گلہ گھونٹ رہا ہے۔

اندر سے میری نیک بخت، مجھ سے الگ بیزار رہتی تھیں کہ یہ سب کچھ میرے کارن ہے۔ منہ ہی کیوں لگایا۔ میں تو ایسا جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ میں نے کب ان کی محبت کا دم بھرا ہے۔ لیکن دھتکارا بھی نہیں جاتا۔

راتوں کو سجدے میں گر جاتا۔ اور دعا مانگتا اے بن مانگے دینے والے۔ اور بد عملوں کو بخشنے والے۔ مجھ سے یہ بن مانگی بلا ٹال۔ بعض وقت سوچا کرتا کہ ایسا کہنا ٹھیک نہیں۔ آخر کو وہ انسان ہے۔ پنپنے دے جا۔ کیا پتہ ہی فضل تیرا اس بے نیاز کو

سمجھا جائے اور تو ان آنحوث کے مرزوہ ہو جاتے۔ کچھ تسکین ہوتی
اور اس نیک بخت کو اپنے دوست کی شان میں کچھ کہتے سنتے
تو ڈانٹ دیتا۔ لیکن خاموش ہو گئے! ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے۔ یہی حال
سب کی۔ وہ جب آتے ایک نیا شگوفہ لے کر۔ میں جل جاتا لیکن
جاتا۔ لیکن غصہ اتاروں تو کس پر۔ آئینہ کو اس کونے سے اُس
کونے پر پھینکنے پر ہی اکتفا کرتا۔

ایک دن آئے۔ میں غسل خانہ میں تھا آپ دروازے
سے بھڑکے۔ وہ چار نعرے مار اس شان سے کمرے میں داخل
ہوئے کہ میرا سر پونچھتے پونچھتے وہاں پہنچنے تک آرام کرسی کا
ایک بازو شکست مان چکا تھا اور آپ گاؤ تکیہ پر براجمان تھے
کہنے لگے "اے چندر (وہ پیار سے مجھے اسی نام سے پکارا
کرتے تھے۔ اور اپنے باپ سے روایت کرتے تھے کہ وہ بھی میرے
والد محترم کو اس نام سے یاد کیا کرتے تھے)

میں نے کہا۔ ارشاد! بولو بھی آخر ماجرا کیا ہے؟

اے ماجرا! ماجرا یہ کہ ہم شاعری کریں گے"

اس بے ساختگی نے کچھ دیر کے لئے میرے حواس معطل
کر دیئے۔ خدا کی شان۔ شاہو اور شاعری!! اصل بات یوں
تھی کہ حضرت پنجابی تھے۔ اور محض پنجابی ہو کر رہ گئے تھے۔ مطلب
یہ آپ سے زیادہ صحیح النسل پنجابی کم از کم میری نظر سے نہ گذرا
تھا۔ اردو سے دور نزدیک کیا کچھ تعلق ہی نہ تھا۔

"شاعری" میں نے مجسم جملہ سوالیہ بن کر کہا "العظمت للہ"

"ابے۔ ہم تیری طرح جانگلو تھوڑے ہی ہیں ایک
پوری غزل کہہ دی ہے۔ لو پکڑو بھی۔ کل ہی کسی ادبی رسالہ
میں بھیج دینا۔ ٹانگ اٹھاتے، ڈانگ اٹھائے۔ کیا زمین ہے
ارے ظالم۔ اس کی تو داد دیدے۔"

"بھئی شاہو۔ میری بات سنو۔ اس اول جلول پنے کو
تو دو تم چھوڑو۔ یہاں ڈاکٹر گنز آئے ہوئے ہیں۔ اُن سے
مل آؤ۔ تو بہتر ہو۔ عقل والا کا........"

"بس۔ عقل! ابے کیا ہے اگلی سمجھ ہے۔ تجھ کو اور تیرے ڈاکٹر کو
بھی سمجھتا ہوں... بس پھر تو ایک ستم ہو ہی گیا۔ کنگھا
آئینہ پہ۔ برش کو ہارمونیم پر دے مارا اور آپ کا ہی جیسا ہی
دروازے ٹکر مار۔ یہ جا وہ جا........ واپس اندر جانے کی میں جرأت
نہ کر سکا۔ آخر نیک بخت سے بدبخت سننے کا کیا مزہ آتا۔ وہاں چپکے
کپڑے پہن کتنا کمٹ چلی جا رہی ہے۔ گنگناتا ہوا باہر چلا گیا۔
یہ تو ایک رنگ تھا۔ اب دوسرا ملاحظہ ہو۔ ذیل کے واقعہ کا
ہے ہمیشہ یاد رہے گا۔ کیونکہ اس کے بعد میری ہی کمرے میں بے خطر
آجا سکتی تھی۔

الیکشن کے دن تھے۔ ہر طرف اسی کا شور تھا۔ ہمارے حلقہ
سے مسٹر........ امیدوار تھے۔ اُن کی قابلیت مسلم تھی اور
ان کی ذات پر ہر شہری کو فخر تھا۔ میرے دوست شاہو ایک
صبح آئے اور خلاف معمول کچھ خاموش سے۔ میں دفتر جانے کی
تیاری کر رہا تھا۔ اور ٹائی کی گرہ لگا رہا تھا۔ پہلے ادھر اُدھر دیکھا پھر
ٹائی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہنے لگے: "یہ گلے میں پھندہ دینے کا فائدہ
ہے۔ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آیا"

میں نے کہا "آخر آپ کو اس سے بغض کیا ہے"

"ارے وہی بحث۔ میں تو تمہاری بھلائی کے لیے کہتا
ہوں۔ دس بارہ آنے بچ جائیں۔ تو دوستوں کو ہی یاد کر لیا۔
آخر اُن کا بھی تو کچھ حق ہے"

بس کچھ کہنے کو ہی تھا۔ کہ میں نے بند کر دیا "اچھا۔ بس
چھوڑو اس جھگڑے کو۔ میں تو آج کچھ تمہاری رائے پوچھنے آیا"

"کس کے متعلق"

"یہی انتخاب کے"

"انتخاب کے! کیوں خیر تو ہے"

"نہیں کچھ نہیں اچھا [illegible]"

کہاں جاؤں۔ ایسا آدمی بھیجا جائے۔ جو اسمبلی میں ہماری نمائندگی کرے گا

دو کہا مسٹر ——— کو مناسب نہیں۔

" ارے بھئی۔ تم تو ہمارا مغز۔ بات نہیں سنتے۔ یہ مسٹر

ارشاد اور سیٹھ گھسیارام اس جگہ پر زور دے رہے تھے۔ آخر وہ شاہو کو

بھی کچھ کہنا چاہیے یا نہیں!

" ہیں۔ تو یہ بات ہے۔ دیکھو شاہو۔ جان پہنچیں تو آپ نے

جیسا میرا بخو ر دار ہے تو رحم کرو۔ غیرت اسی میں ہے کہ اس

شیطانی خیال کو اپنے دماغ میں سے نکال دو۔"

" دیکھا۔ میں جو کہتا تھا کہ تم کو عقل چھو نہیں گئی۔ اپنے

دوست کو خدا نخواستہ ایسا گرا پڑا سمجھتے ہو۔ تقریر ایسی

ایسی دھاک بٹھاؤں گا کہ لاٹ صاحب بھی ڈر جائیں۔ پہلے تو جاتے

ہی ایک مسئلہ یہ پیش کروں گا۔ کہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے

گھروں کے سامنے کی زمین بس اب سے ہماری اور ہمارے باپ کی

ہے میونسپلٹی کا کچھ دخل نہیں۔ وہاں ہم بکریاں باندھیں گے۔ اور

دوسری بات وہ پیش کروں گا جسے نہ جانیں کیا کہتے ہیں بل وال

یاد آیا۔ بل۔ بس جی یہ کہوں گا کہ آئندہ سے ہر ممبر کو بیس کی بجائے

پچیس روپے ملیں۔ اُن کے دوستوں کو پانچ روپے مٹھائی کے۔

اور جو ہمارے ساتھ مجلس دیکھنے جائے گا کہ از کم بیس روپے

تنخواہ ملے۔ دو مقصد پیش نظر ہیں۔ ایک تو یہ کہ مجلس میں ذرا

چہل پہل رہے دوسرے یہ جو آئے دن بیکاری کا رونا ہوتا ہے

دور ہو جائے۔ اب بھی ووٹ دے گا کہ نہیں۔ تمام ملک کے

بیکار جوان گھیر بیٹھیں تم نے جو دے تو ہے کیا کہنا۔ شاہ صاحب بچہ

کہاں کا مہری اب میرے سامنے کوئی آئے تو ایسا رگید ڈالوں گا

بس خیریت معلوم ہو جائے بچہ کو کیوں چند اب بتاؤ۔ تمہاری

کیا ہے . . . . . .

شاہو بولے اور مجھے جھنجھوڑے جا رہا تھا۔ کہ یکلخت رکا

"اچھا چاربشاہ جی!" ——— پھر رخصت ہوئے۔ دوسرے

دن الیکشن کی تیاری شروع ہوگئی۔ شاہو نے اپنی سلیقہ مندی

سے شہر والوں کو اُلو بنایا۔ اور اپنے کو اُلو تر ——— اور نتیجہ

ستم ظریفی ملاحظہ ہوا۔ میاں شاہو۔ اسمبلی کے نئے منتخب ہوئے

میں خدا کا شکر بجا لایا۔ کہ وہ دفع ہوئے تو میری اور میرے گھر والوں کی

جان بچی۔

؎ تعریف اُس خدا کی جس نے گدھا بنایا"

نزہت۔ ض۔ سلہیری

سچی کہانی

دہشت انگیز کی بیٹی

رام پیاری اپنی خواب گاہ میں دیر سے تنہا بیٹھی تھی لیکن مضطرب و سراسیمہ۔ اس کا چہرہ بہت دلکش اور حسین تھا لیکن اس وقت متفکر اور پریشان۔ وہ تصویر حسن تھی لیکن مرجھائی ہوئی مدرسہ جانے کا وقت آیا اور قریب الختم تھا لیکن آج نہیں معلوم کس سبب رام پیاری اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔ پورے چوبیس گھنٹے ہوئے اس کا باپ ناقابل فہم اور ناقابل تشریح وجوہات کی بنا پر گھر سے غیر حاضر تھا۔ رام پیاری کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس کا باپ بغیر اطلاع دئے تمام رات گھر سے غائب رہا۔ یہ بات اس کی عادت کے خلاف تھی۔ اسی وجہ سے رام پیاری بیحد متفکر اور پریشان تھی۔ اس نے دن نکلتے ہی اپنے ملازم کو باپ کی تلاش میں بھیجا تھا۔ مگر بے سود۔ اس لئے جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا۔ اس کی پریشانی بھی بڑھتی جاتی تھی آخر وہ بالکل بے حال ہوکر باہر برآمدے میں آگئی اور ٹہلنے لگی۔ عین اسیوقت دروازہ کے سامنے ایک تانگہ آکر رکا جس میں اس کا باپ سوار تھا۔

جیسے ہی کہ وہ تانگہ میں سے اترا رام پیاری دوڑ کر اس کے استقبال کو گئی۔ لیکن اس کی شکل دیکھتے ہی بے اختیار جم کر رہ گئی اس کا باپ ہمیشہ بے فکر اور خوش و خرم نظر آتا تھا لیکن آج اس وقت وہ بیحد اداس اور متفکر معلوم ہوتا تھا۔

"آہ! کیا معاملہ ہے؟ کیوں طبیعت تو بالکل درست ہے؟ آؤ۔ اندر آؤ۔ ابھی چائے تیار کرتی ہوں۔۔۔۔۔۔

آہ! پتاجی۔ کیا واقعہ گذرا۔۔۔۔۔۔ پرماتما خیر کرے۔۔۔"

"رام پیاری! متفکر ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے"

دونوں باتیں کرتے ہوئے کمرے میں چلے گئے۔

لالہ رام سرن گہری سانس کھینچکر کرسی پر بیٹھ گئے۔ رام پیاری کوئلے سلگا کر چائے تیار کی۔ اپنے باپ کے قریب میز رکھ کر اس پر چائے کا سامان رکھدیا۔ جب لالہ رام سرن چائے پی چکے تو اس نے کہا۔

"رام پیاری۔۔۔" اتنا کہکر وہ ناگہاں خاموش ہوگئے

"ہاں۔ پتاجی! کہو کیا بات ہے۔۔۔۔۔۔ جو کچھ کہنا ہے۔ کہو۔" رام پیاری نے اپنے باپ کو حوصلہ دلاتے کہا

"رام پیاری!۔۔۔ جب سے تمہاری ماں کا انتقال ہوا ہے میں نے تمہارے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کیا ہے۔۔۔۔

"ہاں پتاجی! آپ نے مجھے کبھی شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ لیکن تم مجھے آج اس قدر اداس اور مغموم نگاہوں سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں خوف ہے کہ میں اس دنیا سے کوچ نہ کر جاؤں"

"رام پیاری! میں ابھی اپنا مطلب بیان کرتا ہوں"

"جلدی بیان کرو۔۔۔ میں بھی بہت پریشان اور متفکر ہوں۔ تمہیں مغموم و رنجیدہ پاکر میں بھلا کیسے خوش رہ سکتی ہوں۔ کھانا کھانے کا وقت بھی آگیا ہے۔ کہو کونسی ترکاری تیار کروں۔۔۔۔"

"تم جوگندر کو تو خوب جانتی ہو" لالہ رام سرن نے پریشانی کی حالت میں پہلو بدلتے ہوئے کہا

"وہی جوگندر جس کے باپ کا نام [illegible]

ہاں میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔ اس سے تمہارا مطلب میں نہیں سمجھی"

"میں نے اس کے ساتھ [illegible]

[illegible] کر رام پیاری کے چہرہ پر حیرت سے استعجاب [illegible] ہوگئے۔ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہنے کے بعد اس نے دریافت کیا۔

"ان! لیکن یہ تو آپ نہیں خوب معلوم ہے کہ مجھے منوہر سے محبت ہے۔

۔۔۔اور یہ بھی کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ دسویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد مجھے منوہر سے شادی کرنے کی اجازت مل جائے گی!"

"لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رام پیاری! اب منوہر کو بھول جاؤ ۔ ۔ ۔ میں مجبور ہوں کہ تمہاری اس کے ساتھ شادی نہیں ہو سکتی ہے"

رام پیاری نے دیکھا کہ اس کے باپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ اس نے فوراً محسوس کر لیا کہ اس کا باپ کسی بڑے رنج دہ اور غمگین بات کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس پر اس نے قریب آ کر کہا۔

"صاف! صاف کہو کہ کیا معاملہ ہے۔ تم نے اس قدر ناگہاں اپنا فیصلہ کیوں بدل دیا؟ ابھی بہت دن نہیں ہوئے کہ تم نے مجھے میرے اس انتخاب پر مبارکباد دی تھی۔ کیا تمہارا یہ ابھی فیصلہ ہے کہ میں منوہر سے شادی نہ کروں"

"بیٹی! میں تو دل و جان سے چاہتا ہوں کہ تم منوہر سے شادی کرو اور خوش و خرم رہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"تو پھر گنگا رکو منوہر کے مقابلہ میں کیوں پسند کرتے ہو؟ پتا جی وہ کس طرح منوہر سے بہتر ہے؟ اور اگر وہ بہتر بھی ہو تو بھی مجھے اس سے محبت نہیں ہے۔ اگر مجبوراً مجھے جو گنگا رکے ساتھ شادی کرنی پڑی تو مجھ سے زیادہ بد نصیب اور کوئی [illegible]

[illegible] رام سرن [illegible] کھڑے ہو گئے اور رومال سے اپنے آنسوؤں [illegible] کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں رنجیدہ دیکھنا تو کجا۔ تمہیں رنجیدہ خیال کر کے ہی بیتاب ہو جاتا ہوں۔ رام پیاری! میں تو یونہی یہ بات کہتا تھا۔ تمہیں میری طرف سے پوری اجازت ہے کہ جس میں اپنی بہتری دیکھو وہی کرو"

یہ سنکر رام پیاری خوشی سے اچھل پڑی۔

"پیارے پتا! مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ تم مجھے رنجیدہ نہ کرو گے۔ تم بہت نیک باپ ہو۔ آؤ اب کھانا کھا لیں"

"نہیں بیٹی! مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے۔ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تم کھانا کھا لو۔ میں اپنے کمرے میں جاتا ہوں مجھے کچھ ضروری کام کرنا ہے۔ تم کھانا کھا کر میرے پاس آ جانا"

"بہت بہتر"

* * * * * * * * * *

رام پیاری باورچی خانہ میں جا کر کھانا تیار کرنے لگی۔ لیکن اسے رہ رہ کر یہ خیال ستا رہا تھا کہ اس نے اپنے باپ سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ وہ کیوں اس قدر مغموم تھا اور آنسو بہا رہا تھا۔ وہ اپنی اس غلطی اور لاپرواہی پر بہت نادم اور پشیمان تھی۔ چنانچہ اس نے جلدی جلدی کھانا تیار کیا لیکن اس کا دل نہ مانا کہ وہ تنہا ہی کھائے اس لئے وہ کھانے کو الماری میں بند کر کے اپنے باپ کے کمرہ کی طرف گئی۔ کمرہ کا دروازہ کھولتے ہی اس نے جو کچھ دیکھا وہ اُسے دیوانہ کر دینے کے لئے کافی تھا۔

"پتا جی" چیخ مار کر وہ اندر کو بھاگی۔ اسی وقت دھماکے کی آواز ہوئی جیسے آہنی چیز زمین پر گری ہو اس کے بعد ہی فوراً پھر دھماکا ہوا گویا کوئی اور وزنی چیز گری۔ رام پیاری نے فوراً دو زانو ہو کر آہنی چیز اٹھالی۔ یہ ایک بھرا ہوا پستول تھا۔

"آہ" رام پیاری بے اختیار چیخ مار کر لالہ رام سرن کے بیہوش جسم پر جھک گئی۔ "پتا جی۔ آہ۔ پیارے پتا جی ۔ ۔ ۔ ۔ یہ آپ نے کیا کر لیا ۔ ۔ ۔ پیارے پتا۔ ادھر میری طرف دیکھو۔ بولو کیا [illegible]

"... پتا جی...... پتا جی" رام پیاری نے لالہ رام سرن کو پکڑ کر اس قدر زور سے جھنجوڑا کہ ان کو ہوش آگیا۔

"رام پیاری"

"ہاں، پتا جی میں ہی ہوں... اٹھ بیٹھیے... آہ پرماتما مجھے معاف کرنا میں نے کس قدر بیوقوفی کی۔ مجھے معلوم تھا کہ کوئی خاص بات میرے پتا جی کو مغموم و رنجیدہ کئے ہوئے ہے تو بھی میں انہیں اکیلا چھوڑ کر کھانے بنانے چلی گئی ـــ آہستہ بولو ـــ ہاں کہو ـــ میں رام پیاری ہوں ـــ کیا میں تکیہ لاؤں؟ ـــ نہیں۔ اٹھنے کی کوشش نہ کرو ـــ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ـــ اب طبیعت کیسی ہے؟ ـــ آہ میں کس قدر خوش نصیب ہوں کہ وقت پر پہنچ گئی۔ پتا جی۔ تم نے اتنا بڑا پاپ کرنے کی کیسے جرأت کی۔ کیا مجھے اس سنسار میں تنہا چھوڑ جاؤ گے؟ پتا جی۔ تمہیں ابھی مرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

لالہ رام سرن نے اپنی پیشانی پر سے پسینہ پونچھکر کہا: "رام پیاری! میز پر جو کاغذ پڑا ہے اسے اٹھا کر پڑھ لو۔ تمام راز معلوم ہو جائے گا؟" یہ کہکر وہ خاموش ہوگئے۔

رام پیاری میز کے نزدیک آئی۔ کاغذ اٹھا کر پڑھا۔ جب وہ پوری عبارت پڑھ چکی تو مسکرانے لگی۔

"اب معلوم ہوا کہ جوگندر کیوں مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ پتا جی! تم نے پہلے ہی مجھے کل واقعات سے آگاہ کیوں نہ کر دیا اگر تم مجھے سب باتیں بتا دیتے تو پھر خودکشی کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ پتا جی! فکر نہ کرو اب میں صرف جوگندر سے ہی شادی کرونگی"

اتنا کہہ کر وہ پستول ہاتھ میں لئے ہوئے کمرہ سے باہر چلی گئی۔

* * * * * *

اسی دن شام کو ساڑھے آٹھ بجے کے قریب جوگندر ہوا خوری سے واپس آکر کپڑے ہی اتار رہا تھا کہ اس کے ملازم نے اندر آکر اطلاع دی کہ کوئی ملاقاتی آیا ہے۔ جوگندر یہ معلوم کر کے حیران بھی ہوا اور خوش بھی کہ رام پیاری اس سے ملاقات کو آئی ہے۔ چنانچہ وہ فوراً اپنے ملاقاتی کمرہ میں آیا۔ اور جب وہ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے تو رام پیاری نے کہا کہ "اب تو خوش ہو کہ میں آگئی ہوں"

"میں حیران ہوں کہ آج میرے نصیب کس طرح جاگے کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ مجھے یہ خوشی کس طرح نصیب ہوئی؟" جوگندر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ کوئی نئی یا حیرت انگیز بات نہیں ہے بلکہ واقعات کا فطری انجام ہے۔ افسوس مجھے اس بات کا خیال ہی نہیں رہا کہ دلہن کا شادی سے قبل اپنے دولہا سے ملنا ہندوستانی معاشرت کے مطابق حیرت انگیز بات ہے"

"یقیناً مجھے اس عزت افزائی کی ہرگز توقع نہ تھی۔ غالباً لالہ رام سرن نے تمہیں بتا ہی دیا ہوگا کہ......"

"ـــ میں دنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب عورت ہوں" رام پیاری نے جوگندر کے قریب آکر کہا "آہ! جوگن تم کس قدر حسین اور پیارے ہو" یہ کہتے ہی اس نے شرارت سے چٹکی لے لی۔

جوگندر نے آہستہ سے رام پیاری کے ہاتھ پکڑ لئے اور کہا "رام پیاری! کیا میں اس بات کا یقین کر لوں کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے؟"

"تم سے محبت ہے؟" رام پیاری نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "پیارے جوگن! میں تو تمہاری پرستار ہوں اگر تم چاند تو میں چکور اور اگر شمع ہو تو میں پروانہ ـــ مجھے اس جگ میں سوائے تمہارے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اگر کبھی دنیا والوں نے ہم دونوں میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش بھی کی تو میں اپنے ہاتھ سے بسا بنا کر تمام دنیا کا تختہ الٹ دوں [illegible]

ایک وحشت انگیز شخص کی [illegible]

... [illegible] کیا۔

... وحشت انگیز!

"ال ... اور تم وحشت انگیز — کیا تمہیں معلوم نہیں ... تمہارا باپ ایک وقت وحشت انگیز اور انقلاب پسند تھا؟"

"اگر تم نے میرے پتا کی بے عزتی کی ہے لیکن پیارے جوگن ... اس دفعہ تو معاف کرتی ہوں۔ مگر آئندہ ایسا مذاق نہ کرنا" رام پیاری ... ہنستے ہوئے کہا۔

"مذاق ! — یقین کرو میں مذاق نہیں کر رہا ہوں"

"آہ پیاری جوگن — آج ہماری ملاقات کا پہلا ہی دن ... ہے اور میں حیران ہوں کہ تم کس طرح اس قدر سفید جھوٹ ... بولنے کا حوصلہ کرتے ہو۔ مجھے ہرگز معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر بے رحم ... ہو" رام پیاری نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"پیاری! میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ میں قسم کھاتا ... ہوں کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں اس کا ثبوت پیش کر سکتا ہوں ... اور ابھی پیش کروں گا۔ تم اپنے آنسو پونچھ ڈالو۔ میں ابھی ابھی ... ثابت کئے دیتا ہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں —"

یہ کہکر جوگندر کمرے سے باہر چلا گیا۔ لیکن فوراً ہی واپس ... آگیا۔ اور ایک پھٹا پرانا خط رام پیاری کی طرف پھینک کر کہا کہ "یہ ... خط ہے۔ اس کو پڑھو اور معلوم کر لو کہ میں سچ بول رہا ہوں"

جواب میں رام پیاری اس قدر دلکش اور مسحور کن ... انداز سے مسکرانے لگی کہ جوگندر انتہائی مسرت سے جامہ میں ... پھولا نہ سمایا۔ اور جب رام پیاری خط پڑھنے لگی تو وہ حیرت و ... [illegible] کی حالت میں اس کو گھورنے لگا۔ وہ یہ دیکھکر حیران ... تھا کہ رام پیاری بیحد حسین اور دلنواز تھی۔ اس کا حسن اپنے اندر ... جادو کا اثر رکھتا تھا۔

"اس خط سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ میرا باپ ایک وقت ... انقلاب پسند اور وحشت انگیز تھا۔ آہ! پیارے جوگن۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں نے تمہیں جھوٹا اور بیہودہ کہا۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے ضرور معاف کر دو گے" رام پیاری نے اپنی آنکھوں سے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

* * * * * * * *

جوگندر اور رام پیاری ایک دوسرے کے بالکل قریب بیٹھے ہوئے باتیں ہی کر رہے تھے اور رام پیاری جوگندر کو اپنی محبت کا یقین دلا رہی تھی کہ دیوار پر ٹنگے ہوئے گھنٹے نے نو بجائے۔ عین اسی وقت ناگہاں لیمپ بجھ گیا اور کمرہ میں بالکل تاریکی چھا گئی۔ رام پیاری نے خوف سے چیخ ماری۔ "مدد — پیارے جوگن مدد — اے ظالم مجھے چھوڑ دے — ہائے مار ڈالا — آہ — پرماتما — مدد — جوگن — پیارے جوگن مجھے بچاؤ۔ آہ پیارے تم کہاں ہو!"

اس کے بعد رام پیاری دھماکے کے ساتھ فرش پر آ رہی گویا وہ کسی کی گرفت سے چھٹی تھی اور اسی وقت لیمپ بھی روشن ہو گیا۔ رام پیاری کھڑی ہو گئی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں سے خون نکل رہا تھا۔ جیسے کسی نے خوب زور سے کاٹ کھایا ہو۔ ہاتھ بھی سرخ ہو رہی تھی اور آستین تار تار ہو گئی تھی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔

جوگندر فوراً سمجھ گیا کہ کوئی بدمعاش اندر آگیا تھا اور اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے رام پیاری کے زیورات چھین لینے کی کوشش کی۔ رام پیاری نے خود کو بچایا۔ اسی جدوجہد میں بدمعاش نے رام پیاری کی ہاتھ مروڑا اور اس کے ہاتھ پر کاٹ کھایا۔ اس نے فوراً نوکروں کو بلا کر چور کی تلاش میں بھیجا۔

"بدمعاش۔ آہ اس نے تو میری ہاتھ ہی توڑ ڈالی تھی۔ میرے ہاتھ پر کاٹ کھایا" رام پیاری نے کہا۔

اس وقت تک گھر کے آدمی بھی اس کمرے میں آگئے۔

اس پر رام پیاری نے استدعا کی کہ اب اسے گھر واپس جانے دیا جائے۔

اجازت دیدی جائے۔ کیونکہ رات کے حوادث نے اسے بہت پریشان کر دیا ہے۔

"پیارے جوگن، مجھے سخت افسوس ہے کہ واقعات نے مجھے اس قدر جلد رخصت ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ پیارے وعدہ کرو کہ کل میرے گھر آ کر مجھ سے ضرور ملو گے" رام پیاری نے تانگہ میں سوار ہوتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

جوگن نے اثبات میں جواب دیا اور تانگہ روانہ ہو گیا

* * * * * * * *

مذکورہ بالا واقعہ کے ایک گھنٹہ بعد لالہ رام سرن، منوہر اور رام پیاری تینوں رام پیاری کے کمرے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

"یہ بات ابتک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آج شام تم ناگہاں میرے مکان پر کیوں اور کس لئے مجھ سے وعدہ لیا کہ میں پورے نو بجے جوگندر کے گھر جا کر اور میٹر کا بٹن دبا کر برقی لیمپ بجھا دوں؟" منوہر نے دریافت کیا۔

اس سوال کے جواب میں رام پیاری نے منوہر کے ہاتھ میں ایک کاغذ دیدیا۔ یہ وہی خط تھا جو اس کے باپ نے لکھا تھا اور جس میں کل واقعات کا مفصل حال درج تھا۔ منوہر نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے خط پڑھا۔ اس کی شکل سے ظاہر تھا کہ جوں جوں وہ خط پڑھتا جاتا تھا اس کی حیرت و استعجاب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ خط کی عبارت یہ تھی :-

"بیٹی رام پیاری —— یہ خط تمہیں میری موت کے بعد ہی پڑھنے کو ملیگا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں جوگندر کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کروں۔ لیکن اگر میں اس وقت زندہ ہوتا تو تمہیں مجبوراً ایسا ہی کرنا پڑتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج سے سالہا سال پیشتر جبکہ میں کالج میں پڑھا کرتا تھا۔ تو میں اپنے شہر کی انقلاب پسند جماعت کا رکن تھا۔ ہماری جماعت میں سب ہونہار اور تعلیم یافتہ نوجوان تھے۔ ہم اپنی تعلیم سے لوگوں کو نقصان ہی پہنچایا کرتے تھے۔ ہماری حرکتوں نے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک یعنی پشاور سے راس کماری تک سنسنی پھیلا دی تھی ہم کئی سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ جرم پر جرم کرنے میں مصروف رہے۔ لیکن ہمیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ دہشت انگیزی بہت بڑا گناہ ہے۔ پولیس بھی ہر وقت ہماری تلاش میں رہتی تھی۔ ہم سب اشتہاری بدمعاش قرار دیئے جا چکے تھے سالہا سال کی انتھک محنت کے بعد پولیس ہماری جماعت توڑنے میں کامیاب ہو گئی۔ ہمارے کئی ساتھیوں کو پکڑ کر عبرت انگیز سزائیں دی گئیں گو ہماری جماعت کو منتشر ہوئے آج بیس برس ہو چکے ہیں لیکن پولیس ابھی تک پرانے مجرموں کی تلاش میں ہے۔ اور جوگندر کے قبضہ میں اس بات کا کہ میں اس جماعت کا ایک نہایت اہم رکن تھا۔ ناقابل تردید ثبوت موجود ہے۔ اس کے قبضہ میں میرے قلم کا لکھا ہوا ایک خط ہے۔ جو میں نے اس کے باپ کو بھیجا تھا اور جس میں میں نے اپنی سازشوں کا ذکر کیا تھا۔ جوگندر نے آج صبح یہ خط مجھے دکھایا تھا اور دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے رام پیاری کو اس کی زوجیت میں دینے کا اقرار نہ کیا تو وہ خط پولیس کو دیدے گا۔ اس کا جو نتیجہ ہو سکتا ہے وہ تم خود سمجھ سکتی ہو —— بیٹی! میری کمزوریوں اور غلطیوں کو بھول جانا اور منوہر کے ساتھ شادی کر کے خوشی سے زندگی گذارنا۔ میں گنہگار ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ بیٹی بھی باپ کے گناہوں کی پاداش میں گرفتار رنج و غم ہو جائے اب تو میری دعا یہی ہے کہ پرماتما تم دونوں کو خوش و خرم رکھے"

رام سرن

"میں نہیں سمجھا؟" منوہر نے کہا اس کی شکل سے ظاہر تھا کہ اس نے جو کچھ پڑھا ہے اُس پہ یقین نہیں ہے۔

اس کے جواب میں رام پیاری نے کہا :-

"میں چاہتی تھی کہ اپنے باپ کے اس خط کو کسی طرح جوگندر سے چھین لوں۔ میں نے بہت غور و فکر کے بعد عیاری و مکاری کا ایک جال بچھایا جس میں میرا شکار یعنی جوگندر بہت جلد اور بہ آسانی پھنس گیا۔ میں نے جوگندر کے گھر جا کر اپنے قول و فعل سے اسے یقین دلایا کہ مجھے اس سے محبت ہے اس بیوقوف نے میری بات کا یقین کر لیا۔ جیسے ہی کہ لیمپ گل ہوا میں نے شور مچا دیا جیسے کوئی بدمعاش میرے ساتھ زبردستی کر رہا ہے۔ اس خط کو تو میں نے اپنے قبضہ میں کیا۔ چٹیا کھول دی۔ بال بکھیر دیئے۔ ہاتھ پر زور سے کاٹ لیا اور چیخیں مارنے لگی۔ اندھیرے میں تو کوئی میری مدد نہ کر سکا۔ جب لیمپ پھر روشن ہو گئے۔ تو اتنی دیر میں گھر کے دیگر آدمی بھی میری چیخیں سن کر وہاں آ گئے۔ میں نے خود کو بیحد پریشان اور شرمندہ ظاہر کر کے فوراً ہی وہاں سے چلے آنے کی اجازت طلب کی۔ گھبراہٹ کے عالم میں جوگندر کو بھی خط کا خیال نہ رہا۔ وہ یہ ہے" یہ کہکر اس نے وہ خط نکالا اور کہا "اب پتا جی کو ڈسنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ اس کے بعد اس نے خط پھاڑ کر آگ میں ڈال دیا۔

"میں تمہیں تمہاری کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم یقیناً بہت حیرت انگیز اور سمجھدار لڑکی ہو" منوہر نے کہا۔

سید محمود مورخ بی اے

"خود فریبی"

جمالِ شوق نے چھینا ہے دل سے صبر و قرار
ہر ایک ذرہ ہے حُسنِ نظر سے یوسف زار

نگاہِ شوق گلستانِ حسن کی ہے بہار
بنائے عشق سے دنیائے ناز ہے سرشار

سپردگی تمنا ہے باعثِ تسکین
فتادگی محبت ہے موجب پندار

شکستِ دل ہے حقیقت میں مدعی دل کی
مذاقِ درد ہے خود ایک لا دوا آزار

شکایت ستم و جور کیجیے کس سے
کہ اپنے دل نے یہ فتنے کئے ہیں خود بیدار

نگاہِ شوق سے چنتا ہوں لخت ہائے جگر
ریاضِ حسن ہے تصویرِ عشق سینہ نگار

عروجِ آتشِ دل کے سوا نہیں کچھ اور
جسے سمجھتے ہیں نا آشنا تجلیٔ یار

طلسم بند نہ ہوا سے طلسمکارِ خیال
فریبِ شوق سے اے محوِ دیگراں ہشیار

کبھی تو اپنی طرف بھی نگاہِ غور سے دیکھ
کہاں تلک اے دلِ خوش فہم حسرت دیدار

کوکب (شاہجہاں پوری)

اشک ندامت

"میرے اچھے ملاح! کیا تو ہمیں اس وقت دریا سے پار کردے گا . . . تیری خدمت کے صلہ میں تجھے ایک روپیہ دونگا" نوجوان نے کنارے آکر ملاح سے کہا۔

"اے نوجوان تو کون اور کہاں کا رہنے والا ہے جو اس وقت اس تاریک رات میں اُس پار جانا چاہتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشرق کی طرف سے اتنی شدید آندھی آرہی ہے۔ ایسی حالت میں تو کس طرح اُس پار جانے کی ہمت کرتا ہے؟" ملاح نے ہمدردی سے کہا۔

"میں جزیرۂ الوا کا سردار ہرول اور میری یہ ہمسفر لارڈ الن کی دختر ہے . . . . . میری محبت میں یہ میرے ساتھ اپنے باپ کے گھر سے نکل آئی ہے . . . . ہم کسی پوشیدہ جگہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں لیکن کوئی جگہ نہیں ملتی . . . . الن اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر ہمارا تعاقب کر رہا ہے . . . . اگر وہ مجھے دیکھ لیگا تو میں یقیناً اُس کے غصہ سے نہ بچ سکوں گا . . . . . وہ مجھے ضرور قتل کر دے گا اور میری حسین دلہن تنہا رہ جائے گی" نوجوان نے ملاح سے پریشانی میں کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں تجھے پار کر دیتا ہوں اے نوجوان لیکن یہ نہ سمجھ کر میں اُس روپے کے لالچ میں جا رہا ہوں وعدہ کیا ہے بلکہ یہ خدمت میں صرف تیری حسین دُلہن کے خیال سے انجام دے رہا ہوں" ملاح نے کہا۔

"تیری مہربانی کا شکریہ! اے اچھے ملاح!" لڑکی نے سنجیدگی سے کہا۔

"لڑکی دیکھ! موجیں کس تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ اپنے کسی دشمن کا تعاقب کر رہی ہیں . . . . ان کی آواز کتنی مہیب و خوفناک ہے . . . . لیکن نہ گھبرا . . . کچھ بھی ہو میں تجھے ضرور ندی کے پار پہونچا دوں گا" ملاح نے تسلی آمیز لہجہ میں لڑکی سے کہا۔

* * * * * *

ابھی نوجوان سردار اپنی دلہن کے ساتھ بیچ ندی ہی میں تھا کہ آندھی اور بھی شدید ہو گئی۔ پانی کی سطح تیزی سے حرکت کرنے لگی، تمام فضا تیرہ و تاریک ہو گئی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ ہوا ایک عجیب خوفناک آواز کے ساتھ چلنے لگی۔

الن اپنے آدمیوں کے ساتھ تعاقب کرتے کرتے اب ندی کے بہت قریب آچکا تھا۔ اُس کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز صاف طور پر سنائی دے رہی تھی۔

"خدا کے واسطے کشتی تیزی سے چلا . . . کیا تو نہیں دیکھتا کہ آندھی لمحہ بہ لمحہ زیادہ شدید ہو رہی ہے . . . ہم لوگ سب کے سب اس وقت موت اور حیات کی کشمکش میں ہچکولے کھا رہے ہیں . . . لیکن کچھ بھی ہو مجھے اس آندھی کی مصیبت منظور ہے لیکن میں اپنے برافروختہ باپ سے دوچار ہونیکی ہمت نہیں کر سکتی۔ چلا۔ میری کشتی تیزی سے چلا۔ خدا کے واسطے دیر نہ کر۔ اے ملاح"! لڑکی نے کہا۔

ملاح جو اس لڑکی کی خاطر اس طوفانی رات میں اتنی تکلیف برداشت کرنے پر آمادہ ہوا تھا اپنی پوری طاقت سے جلد جلد کشتی کھے رہا تھا۔ لیکن موت کا فرشتہ ان کی بیجا کوششوں کو دیکھ دیکھ کر آسمان پر مسکرا رہا تھا۔ موجیں کشتی کو زور زور سے تھپیڑے مار رہی تھیں، کشتی بے پناہ

پانی کے اندر ڈگمگا رہی تھی۔ تینوں مسافر خوف و ہراس سے لرز رہے تھے۔

الٹن اپنے آدمیوں کو لے کر ندی کے کنارے آیا۔ اُس نے اپنی آنکھوں سے ایک جانکاہ نظارہ دیکھا۔۔۔۔ ایک روح فرسا منظر! کہ ایک لڑکی اپنا ایک خوبصورت گداز ہاتھ پانی سے باہر نکالے، اور دوسرا ایک ڈوبتے ہوئے نوجوان کے گلے میں ڈالے۔۔۔۔۔ مدد کا اشارہ کرتے ہوئے سطح آب پر بہی جاری ہے۔

الٹن کی آنکھوں سے اس وقت اشک ندامت بہہ رہے تھے۔ اُس کا دل صدمہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ وہ مارے غم کے دونوں ہاتھوں سے اپنا کلیجہ پکڑے ہوئے تھا۔

آخر فرطِ غم سے بیخود ہو کر الٹن نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا۔

"چلی آ۔۔۔۔ چلی آ۔۔۔۔ میری لڑکی واپس آجا۔ میں نے تیرا قصور معاف کر دیا۔ میں نے تیرے محبوب نوجوان کی زندگی بخش دی۔ دیکھ تیرا باپ تجھ کو لینے کے لئے ساحل پہ کھڑا ہے۔ اُس کی التجا قبول کر!

۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن اُس کی یہ گریہ وزاری بیکار تھی۔۔۔۔ اُس کی آہ بکا بے سود تھی کیونکہ لڑکی اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ پانی میں غرق ہو چکی تھی۔

الٹن ندی کے کنارے کھڑا اپنی لڑکی کی موت پہ آنسو بہا رہا تھا اور اُس کے ساتھی صدمہ سے متاثر ہو کر خاموش گردن جھکائے کھڑے تھے!

جمیل کندہائے پوری

دو جرعے

بادل نے کہا۔ "میں غائب ہوجاتا ہوں!"

رات نے کہا۔ "میں آتشیں صبح میں غرق ہوجاتی ہوں!"

الم نے کہا۔ "میں گہری خاموشی میں اُس کے نقش قدم کی طرح رہتا ہوں"

"میں اپنی بہار پہ آکے فنا ہوجاتی ہوں!" میری زندگی بولی!

دنیا نے مجھ سے کہا: "میری کشتی ہر لمحہ تمہارے خیالات کا بوسہ لیتی ہے!"

"دن گذر جاتے ہیں!" محبت نے کہا: "لیکن میں تمہارا انتظار کرتی ہوں!"

موت بولی۔ "میں تمہاری کشتی حیات سمندر کے اس پار لے جاتی ہوں!"

میرے گیتوں کے آبشار سے پرے تم کھڑی ہو!
میرے نغموں کی موجیں تمہارے پیروں کو چھو لیتی ہیں
لیکن میں تم تک نہیں پہونچ سکتا!
میں تمہارے ساتھ کھیل رہا ہوں ——
دور سے!
یہ جدائی کا غم ہے جو گیت بن کر میری بانسری سے نکل رہا ہے!
میں منتظر ہوں کہ تمہاری کشتی میرے ساحل سے آلگے۔
اور تم بانسری میرے ہاتھوں سے لے لو!۔۔۔

(ٹیگور۔)

تمنائی

نقد و تبصرہ

لیلے کے خطوط مصنفہ قاضی عبد الغفار صاحب کتاب غیر مجلد سائز ۲۲×۱۸/۱۶ ضخامت تقریباً ۲۲۰ صفحات کاغذ خاصہ ہے لکھائی چھپائی میں کوئی خاص بات نہیں۔

اس مجموعہ میں کل باون خطوط ہیں۔ شروع کے پندرہ بیس خطوط اس سے پہلے نیرنگ خیال کے خاص نمبروں میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ یہ وہ خطوط ہیں جو ایک زن بازاری اپنے ایک نوجوان تعلیم یافتہ عاشق کو لکھتی ہے جو پہلے بہل دوسروں کی طرح اس کے دام میں آ کر پھنستا ہو مگر بعد میں اس کے عشق میں مبتلا ہو کر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے مگر وہ اس کے امتحان کی غرض سے یا کسی اور وجہ سے اس کو ٹالتی رہتی ہے حالانکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اس سے محبت کرنے لگی ہے قابل مصنف نے ان خطوط میں ہندوستان کے تمام نسوانی مسائل پر نہایت دلچسپ پیرایہ میں تبصرہ کیا ہے اگرچہ مثالیں زیادہ تر مسلمان سوسائٹی کی پیش کی ہیں۔ جہاں تمام بازاری کو پیش کیا ہے وہاں بتایا گیا ہے کہ ان کی اس حیا سوز زندگی کی ذمہ داری تمام تر سماج اور مذہب کے مروجہ قوانین پر عائد ہوتی ہے۔ مصنف کا انداز بیان قابل رشک ہے کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں چٹکیاں نہ لی ہوں ایسی چٹکیاں جن سے دل تڑپ جاتا ہے۔ اگرچہ کردار کے اعتبار سے لیلے کے خطوط کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو مگر نفس مضمون کی حیثیت سے ہمارے خیال میں یہ کتاب ہندوستانی ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

مجنوں کی ڈائری ۔ مصنفہ قاضی عبد الغفار صاحب کتاب مجلد سائز ۲۲×۲۹/۱۶ ضخامت ۱۴۰ صفحات کاغذ خاصہ ہے لکھائی چھپائی اس سے بہتر ہو سکتی تھی۔ ہر دوسرا تیسرا ورق چھوڑ کر ایک حریری کاغذ چسپاں ہے جس کی کوئی خاص وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

مجنوں کی ڈائری میں زمانہ حال کے ایک ہندوستانی تعلیم یافتہ نوجوان عیاش مسلمان کا کردار خود اس کے قلم سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کو ایک عجیب ذہنی کشمکش میں دکھایا گیا ہے۔ اس وقت ہندوستان اور خصوصاً نوجوان ہندوستان ایک دوراہے پر کھڑا ہوا ہے۔ نئی اور پرانی تہذیبوں کے آپس میں ٹکرانے سے قدرتی طور پر عجیب و غریب خیالات ہندوستانی نوجوانوں کے دلوں میں پیدا ہو رہے ہیں جو بیک وقت تعمیری بھی ہیں اور تخریبی بھی۔ جس نوجوان کو اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے اس کا رجحان طبقے: بیکورس اور خیام کے فلسفے کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ طرز بیان صاف اور شستہ ہے مگر لب و لہجہ کہیں کہیں کسی قدر سخت ہے جو البتہ نظر انداز کر دینے کے قابل ہے ناشر نے خطوط اور ڈائری کو پہلے اور دوسرے حصے کی صورت میں پیش کیا ہے ہمارے خیال میں ایسا نہ بھی کیا جاتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ دونوں کتابیں اپنی اپنی جگہ مختلف موضوع پر ہیں۔ دونوں کتابیں ایک ساتھ ساڑھے تین روپے میں خریدی جا سکتی ہیں لیکن الگ الگ نہیں مل سکتی۔ ملنے کا پتہ دار الادب پنجاب بارود خانہ اسٹریٹ لاہور۔

عربک کالج میگزین دہلی ۔ اردو سیکشن سالانہ [illegible]

عربک کالج میگزین کا اردو سیکشن ہمارے سامنے ہے جو کل [illegible] صفحات پر مشتمل ہے۔ فہرست مضامین میں طلبہ کے ساتھ ساتھ باہر کے اہل قلم بھی خاصی تعداد میں شامل ہیں مگر ہم صرف طلبہ کے مضامین پر تنقید کرنا چاہتے ہیں۔ "نگہت رنگین" کے عنوان سے پہلے مدیر صاحب جلوہ گر ہوتے ہیں جو "مع متکلم" سے شروع ہو کر "واحد متکلم" پر ختم ہو جاتے ہیں۔ عبارت سے پے ربط ہے۔ املا غلطیاں بھی موجود ہیں از انجملہ "قلمی امداد سے میری معاونت کی" … وغیرہ وغیرہ ایک اور مضحکہ خیز چیز یہ ہے کہ "رفعت تخیل" جس کو محترم مدیر نے شذرات میں حضرت دبیر حسین کا بتلاتے ہیں صفحہ ۲۰ پر محترمہ نثار فاطمہ صاحبہ کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ مدیر صاحب "پیروں" اشاعت کے قائل نہیں تاہم صفحات کی بچی ہوئی جگہوں پر مشاہیر مغرب کے اقوال کے تراجم لکھ دینے میں مضائقہ نہیں سمجھتے جن کا بدقسمتی سے کہیں کہیں بھونڈے اعادہ بھی ہو گیا ہے۔ دیگر طلبہ کے مضامین بھی معیار سے پست ہیں۔ بعض مضامین میں املا کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً "سیاسی شاعری" پر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے ایک "تھرڈ ایئر کے طالب العلم" "اسلامی لٹریچر سمندر کی تنظر ہوا" لکھ جاتے ہیں۔ ایک صاحب فورتھ ایئر کے طالب علم ہیں "آزادی" پر مضمون نما جواب مضمون "تحریر فرماتے ہیں جس کے پڑھنے کے بعد سخت کوفت ہوتی ہے۔ مدیر صاحب کا افسانہ "دو رخ کی حور" پلاٹ کے اعتبار سے اس قابل بھی نہیں ہے کہ اس پر تنقید کی جائے۔ ہم خود اسکولوں اور کالجوں کے طالب العلموں سے اسباب کے متوقع نہیں کہ وہ کوئی معیاری ادب پیش کریں لیکن یہ بھی نہیں دیکھ سکتے کہ وہ املا کی غلطیاں کریں۔

باوجود ان تمام باتوں کے بعض دیگر طلبہ کے مضامین امید افزا ہیں اگرچہ چھپائی ٹائپ کی ہے مگر صاف چھپی ہوئی ہے۔ کاغذ بہت عمدہ ہے ہم عربک کالج کو اور خصوصاً مدیر صاحب کو اس پر مبارکباد دیتے ہیں مگر ہماری رائے میں یہ بہتر ہوگا کہ باہر کے اہل قلم کے مضامین چھاپنے کی بجائے خود طلبا کے مضامین چھاپے جائیں۔ ایسا کرنے سے معیار تو البتہ تھوڑا پست ہو جائیگا مگر کالج میگزین کا اصلی مقصد فوت نہ ہوگا۔

عورت کی تربیت عورت کے ہاتھ حسن کی خوشہ چینی غرض کہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی پوشیدہ بات ایسی نہیں ہے جو اس کتاب میں نہ ہو اس کتاب میں دو سو کے قریب ہاف ٹون فوٹو بلاک اور قلمی تصویریں ہیں بہت مقبول کتاب ہے اور ہاتھوں ہاتھ بکتی ہے۔ قیمت دو روپے (عہ) محصول ۵ر

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا اب رو عام ہے اس کتاب میں رجوع الشیخ نے لذت کے متعلق عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں عورتیں رکھتی ہیں شاید وہ اس کے پاسنگ بھی نہ ہوں ارباب نفقش نے عورت کے روئیں روئیں سے لذت ہی لذت ثابت کی ہے اور اسی طرح مرد کی قوت نہانی کو مزید طاقتور کرنے کے نسخے لکھے اور ہزاروں گر بتلائے ہیں اور اسی علاج کے سلسلہ میں حکایات وصل جو بیان ہوئی ہیں وہ ہزاروں معجونوں سے مقوی ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ (عہ) محصول ۵ر

قانون مباشرت

اردو کے صنفی لٹریچر میں غیر معمولی اضافہ ایک ماہر حکیم نے اپنے تمام عمر کے تجربات کو بغیر کسی قسم کے بخل کے کتاب پر بکھیر دیا ہے طرز بیان نہایت دلچسپ ایسا کہ جہاں وہ اطبا اور ڈاکٹروں کے لئے مفید ہیں عام لوگوں کے لئے بھی رہبر اعظم ہے شروع میں تمام نظام جسمی کی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسکے علاوہ علی الترتیب تمام امراض مخصوصہ ان کے اسباب احتیاطیں اور بہتر معالجات وید ک۔ طب یونانی ڈاکٹری وغیرہ نسخوں کے ذریعہ بتائے گئے ہیں غرض کتاب کیا ہے بیش بہا جواہر کا مجموعہ ہے لکھائی چھپائی نہایت نفیس و دیدہ زیب قیمت صرف چار روپے (للعہ) محصول ۹ر

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد شب عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جائیں گی شادی کے وقت عموماً دوستوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے دوستوں کو ایسے مواقع پر کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو صرف یہ کتاب دیجئے۔ شب عروسی اصل کتاب زندگی کا پہلا ورق ہے یا تکمیل نسائیت کے بام عروج کی پہلی سیڑھی ہے۔ اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائے گا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہوگا کہ انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہے گی۔ قیمت عہ ہے جا سکے منافع پر سو مرتبہ صدقہ ہے محصول ۹ر

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفرین لذت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تم اسکے حسن و جمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو۔ اولاد کی کثرت سے نہ صرف ملکہ حسن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے بلکہ غریب کیلئے ان کی پرورش سوہان روح ہوتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق و لذت سے محروم ہو جاتا ہے برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز علمی کتاب ہے جسکو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائے گی اور یقین کے ساتھ اولاد کو پیدا کرنا تمہارے لئے اختیاری ہو جائیگی۔ قیمت ایک روپیہ محصول ۵ر

جنسی امراض اور انکا علاج

یہ معرکۃ الآرا تالیف اپنے موضوع کے لحاظ سے اس قدر اہم ہے کہ بیسویں صدی کی عظیم الشان تصانیف میں شمار کی جاتی ہے کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں امراض مخصوصہ کا تفصیلی بیان اور ڈاکٹری علاج ہے دوسرے میں یونانی اور دیسی نسخہ جات ہیں تیسرا حصہ برتھ کنٹرول سے تعلق ہے اس میں مشہور حکیموں کے کئی ضمیمے ہیں جو بذات خود گنج قارون سے کم نہیں ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف تین روپے (للعہ)

کیف مواصلت

دنیائے لطف و مسرت اور لذت و کیف میں انتہائی چیز ایک مرد اور جوان مرد کے لئے عورت سے مواصلت ہے اور یہی وہ کیف افزا سرور ہے جس پر دنیا کی بقا کا مدار ہے یوں تو فطرت کی بسیط دنیا میں ہزاروں ہستیاں ایسی ہیں جو صرف قانونی طریق پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے کرتے چل بستے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار دیتے ہیں بات تو یہ ہے کہ اس کیف دور شعبہ حیات میں اس درجہ تمتع حاصل کیا جائے جو دوسرے ذی حیات عام سے ممتاز ہو۔ کتاب مواصلت کے اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں لذت ہی لذت ہے۔ قیمت عہ محصول ہار

لذت شباب

شباب جاودانی کی جستجو ہو تو لذت شباب یعنی ایرانی کوک شاستر کا مطالعہ کیجئے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ شباب کو عرصہ دراز تک کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں۔ عورت کے تاثرات کیا ہیں حسن کی ملکہ سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہیئے۔ گلزار شباب کس طرح وقف خزاں ہوتا ہے شباب کی روٹھی ہوئی دیوی کس طرح منتی ہے عورت اگر عورت ہے اور مرد اگر مرد ہے اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لذت شباب میں سر مستان شباب کو لذت تازہ بخشنے کیلئے صدہا مجرب نسخے۔ ۱۴ فوٹو بلاک قیمت ایک روپیہ (عہ) محصول ۶ر

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ شادی سے پہلے کیا کرنا چاہتی ہے شادی کے بعد اسکے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے حسن و شباب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے اور دوشیزہ کی پر کیف زندگی سے عیش و مسرت کی بہار کس طرح لوٹی جاتی ہے ان تمام باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی۔ فوٹو بلاک کی دو درجن حسین و جمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت (عہ) محصول ۵ر

بہار شباب

صنفی کتابوں میں جس اسلوب بیان کو امتیاز رہا ہے وہ جذبات کی ہیجانی ہے یہ چیز مطالعہ کے لئے خواہ کتنی لذیذ کیوں نہ ہو لیکن اصل فائدہ اس پروگرام کے ماتحت ہے جس کے ماتحت رکھ کر انسان جوانی دیوانی کو قابو میں رکھنا چاہتا ہے کہ یہ لذات قائم ہو جائے بہار شباب میں ایسا ہی انتظام ہے۔ جوانی کی کیف انگیزی اور اس کو دوام کرنے کے لئے بڑے بڑے مجرب طریقے قاعدے نسخے ہدایات حفظ ماتقدم کی ہزار ہا باتیں اور عورتوں کی اندرونی کیفیات کو مرد طور پر آئینہ کر دیا متعدد عریاں فوٹو بھی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

شب عروسی کے افسانے

وہ لذیذ کتاب ہے جو شب عروسی کے تمام لذائذ کو یکجا جمع کرنے میں کامیاب ہوئی ہے اس کا دوسرا نام عروس نو ہے کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ کتاب نہایت لذیذ ہوگی اور واقعہ یہ ہے کہ عروس نو ہی کی طرح ہے۔ قیمت عہ محصول ۵ر

ملنے کا پتہ شاہجہان بک ایجنسی جامع مسجد دہلی۔

ناظمہ کی آپ بیتی نہایت دلکش ناول جسے

ناظمہ کے خطوط صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتابت طباعت دیدہ زیب ٹائیٹل سہ رنگ قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنہ علاوہ محصول۔

گناہ کی راتیں رات کے تاریک پردہ میں عصمت وعفت کا خون، عورت کی بے بسی یہ کمزور مخلوق کس طرح اپنے گوہر عصمت کو ضائع کردینے پر مجبور ہو جاتی ہے گناہ ومعصیت کی ساعت لرزہ خیز کہانیاں ٹائیٹل سہ رنگ قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

نغمۂ حیات جناب ایم اسلم کے وہ چھوٹے چھوٹے ادب لطیف کے مضمون جن کو پڑھنے میں نظم ونثر دونوں کا لطف آتا ہے سرورق رنگین قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

نرگس یہ کتاب ایک طوائف کی نہایت دلچسپ زندگی سے متعلق ہے مصنف نے ہر واقعہ کو اس خوبی سے قلمبند کیا ہے کہ کم عمر لڑکیاں بھی اگر اسے پڑھیں تو مضائقہ نہیں اسی راکی حسینہ کے پہلو میں ایک ایسا دل دھڑکتا ہے جس کی ہر جنبش سے محبت، ایثار، غم وکرب، صعوبت روحانی اذیت جسمانی، سوز وگداز غرض ہر جذبہ انسانی کی لہریں اٹھتی ہیں جو حساس طبیعتوں کو برملا عبرت کے آنسو رلاتی ہیں۔ سرورق رنگین قیمت مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔

دلی کا آخری دیدار غدر سے پہلے دلی کی کیا حالت تھی۔ بادشاہ سلامت، شہزادوں اور شہزادیوں کے رسم ورواج اور روزانہ کا پروگرام، پھول والوں کی سیر اہل وطن کی طرز معاشرت لٹی ہوئی بہار مٹی ہوئی تہذیب کا دلآویز مرقع، دہلی کی بیگماتی زبان میں سرورق رنگین۔ قیمت بارہ آنے ۱۲ر علاوہ محصول ڈاک۔

دامن باغبان علامہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے نہایت دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ضخامت ۲۰۷ صفحات لکھائی، چھپائی کاغذ بہترین قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول

اسلامی میاں بیوی ازدواجی تعلقات کے سلسلے میں یہ سب سے بہتر کتاب ہے اور بہت مؤثر پیرائے میں لکھی گئی ہے یہ کتاب میاں بیوی دونوں کے پڑھنے کے لائق ہے اور اگر دونوں اس کا اور اس کے پروگرام کو تعلق سے ذہن نشین کریں تو پھر ان کا گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے ضخامت ۳۱۲ صفحات قیمت صرف ۱۲ر محصول ڈاک ۶ر کل ۱عہ

شاہان مغلیہ کی بیویاں اور رانیاں شاہان ہند کی وہ نامور خواتین جن کا اعزاز اب تک تاریخ ہند میں ثبت ہے اسی کتاب میں ان شاہی بیگمات اور رانیوں کے حالات ہیں جو اپنی اپنی جگہ کسی مخصوص شہرت کی مالک تھیں۔ اس میں تیمن منہ جنبی بھی ہیں اور شاعرہ ادیبہ بھی، جری صف شکن بھی عصمت وعفت کی پیکر بھی اور ماہ پارے بھی ہیں جن کی چاند سی صورت پر سلطنتیں اور راجدھانیاں قربان ہو گئیں بڑی دلچسپ اور مسرت بخش لٹریچر کی کتاب ہے ضخامت تقریباً ۲۰۰ صفحات قیمت صرف بارہ آنے محصول ۵ر

عصمتی کشیدہ اس کتاب کو ہندوستان کی نامور خواتین کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جس میں کشیدہ کاری کے لئے تقریباً ڈیڑھ سو خوبصورت نمونے ہیں جو لڑکیوں کے لئے کشیدہ کاری کی مکمل تعلیم ہے قیمت ایک روپیہ محصول ڈاک ۶ر

موتیوں کا کام اس دستکاری کی مفید کتاب کو ۲۰ ماہر عورتوں نے تیار کیا ہے اور دعوی ہے کہ ایسی مفید کتاب ہندوستان میں کہیں نہیں چھپی، قیمت دو روپے محصول ۸ر

عصمتی کروشیا کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے نہایت کارآمد تحفہ جس کی تیاری میں ہندوستان کی ۲۵ نامور خواتین نے (جو کروشیا میں ماہر مانی جاتی ہیں) حصہ لیا ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے محصول ۷ر

ناشتہ مشرقی اور مغربی ناشتہ تیار کرنے کی بہترین کتاب جو نئی روشنی کی بہنوں کے لئے کارآمد چیز ہے اس میں ہندوستان کے ہر حصہ کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں قیمت دس آنے محصول ۴ر

موتی دنیا بھر کے حکماء، علماء، اور ادباء کے گرانقدر زریں قال مجموعہ بیش بہا اقوال ملفوظات کا خزانہ، حکمت، فلسفہ پند ومواعظت، شعریت ورومان، ادب لطیف وانشاء، ادبیات نثر میں اپنی قسم کی پہلی تصنیف کاغذ کتابت طباعت بہترین قیمت بارہ آنے۔ محصول ۵ر

عصمتی دسترخوان اردو زبان میں بہترین کتاب جس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی اس میں تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست اس کتاب کی تیاری میں ہندوستان کے ہر حصہ کی تقریباً ۸۰ بہنوں نے یہ کتاب بڑی محنت سے مرتب کی ہے باورچی خانے کے انتظامات اور کھانوں کے متعلق بھی نہایت قیمتی ہدایات درج کی گئی ہیں یہ کتاب پانچ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت دو روپے محصول ۸ر

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے۔ اس میں صرف تین چھوٹے چھوٹے تجویز کر دیے ہیں ان میں جس بحر کی چاہو تقطیع کر لو پس اگر آپ شاعر بننا چاہتے ہیں تو کتاب فن شاعری منگائیے۔ قیمت ۸ر

جادو بیانی موجودہ زمانے میں انسان کی ترقی کے لئے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں گفتگو میں شائستگی اور تقریر میں روانی بھی ہونی چاہیئے یہ کتاب آپ کو فی الحقیقت ایسا جادو بیان مقرر بنا دیگی کہ سامعین آپ کی ہمنوائی کا دم بھرنے لگیں گے موجودہ زمانے کے تمام جدید اصول کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے اسکے پڑھنے کے بعد آپ تقریر کرنے کے تمام اصول کو سمجھ کر ایک بہترین مقرر بن سکتے ہیں قیمت صرف ۶ر

آسان مضمون نویسی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فی الواقع یہ کتاب مبتدیوں کے لئے آسان مضمون نویسی کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے اور تمام چیزیں اس طرح سمجھا دی گئی ہیں کہ کسی مزید تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی قیمت صرف ۴ر

پیغام فطرت دنیا کے موجودہ مصائب اور معاشرتی مشکلات سے متاثر ہو کر ایک باکمال شاعر نے اپنے جذبات کی ترجمانی ایک لطیف نظم کی صورت میں کی ہے موجودہ دور میں بڑے بڑے سیاست دان اور ملکی اقتصادیات معائب عالم کا حل تو پیش کر رہے تھے لیکن اس کشمکش کو دور کرنے کے لئے ایک شاعر کی آواز بھی سنئے کتاب نہایت خوبصورت سیاہ

کی آئینہ دار ہے شب عروسی کے متعدد افسانے صبح کی نئی دلہن بنکر سامنے آجاتے ہیں جتنے افسانے ہیں اتنی ہی طریق پر اس زندگی کی سب سے بہتر رات میں مزے لوٹے گئے ہیں جو شباب زندگی کا مکمل لائحہ عمل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) محصول ۵ر

افشائے راز پنہاں

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب اور ایسی عجیب غریب کہ آپ نے اس دلچسپ موضوع پر شاید کوئی کتاب سنی نہ ہوگی۔ اس میں دو ہزار دو سو کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کے حالات خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے امریکہ کی ایک سن چلی عورت نے یکجا کرکے کتابی صورت میں پیش کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچا دی اب اسکا ترجمہ بھی ہوگیا ہے خدا جانے کب تک یہ لوگوں کے مطالعہ میں چلکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اسلئے جلدی منگائیے قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

دلہن کی ڈائری

ایک شوخ و طرار دلہن کی آپ بیتی، شب زفاف کا پر کیف سماں۔ کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ دولہا میاں کی ہیبت۔ باغباں عشرت کی گل چینی، بے صبری کے جذبات، بیتابی کے مظاہرے پوشیدہ حالات کا انکشاف غرضکہ دلچسپ کالاجواب مرقع ہے قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

دلہنوں کی کانفرنس

سات دلہنوں کی شبہائے خلوت کی دلچسپ داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہوکر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو صحیح صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی ہیں اور تعلیم وحقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک دلہن کی انوکھی سرگذشت ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

بہار عروس

وہ کتاب ہے جس کو سہیلہ دلہن نے اپنی سہیلی اختر دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی سرگذشت لکھ کر بہت ہی بے جھجک چھاپ دی ہے اس میں بہت بڑے پوشیدہ دلچسپ واقعات ہیں بڑی ہی پر لطف و مزیدار کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

سہاگ کی آٹھ راتیں

سہاگ کی راتیں جن کیفیتوں اور ولولوں کو اپنے اندر رکھتی ہیں ان پر مسرت لمحوں میں جذبات جو جو کروٹیں بدلتے ہیں ان کی عکاسی اس کتاب میں بدرجہ اتم کی گئی ہے کتاب پڑھنے کے بعد تمام نقشہ آپ کی نگاہوں کے سامنے پھر جائیگا قیمت صرف ۸ر علاوہ محصول

ہمدرد خاوند

ایک بینظیر کتاب جو فی الحقیقت خاوندوں کے لئے ہمدرد ہے اس میں ازدواجی زندگی کے متعلق تمام پوشیدہ رازوں کو ظاہر کرکے ایسی ایسی پتے کی باتیں بتائی گئی ہیں کہ آپ کبھی ناکامیاب نہیں ہوسکتے ساتھ ہی قوت باہ اور ہر قسم کے امراض مردانہ کے تیر بہدف نسخے بھی درج ہیں قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ علاوہ محصول۔

دیگر صنفی کتابیں

لذت النکاح ۔ قانون مواصلت
سبد شباب عہ ۔ ثمرۂ وصال ۱ہ ۔ رموز زناشوئی ع
نصیر حسن ۱۲ر ۔ ایرانی کوک شاستر ۱ہ ۔ لطف شباب عہ
مرقع حسن شباب عہ ۔ نفسیات شباب ۱۲
صلاح کار میاں بیوی عہ ۔ مرد و عورت عہ
زن وشوہر ۱ہ ۔ دولہا دلہن عہ ۔ عیش ونشاط عہ
عورت کی فطرت ۱ہ ۔ مرد کی خصلت ۱ہ

انگریزی سکھانیوالی بینظیر اور سستی کتابیں

مخزن الفوائد اس میں اردو نام وعبارت کو انگریزی میں لکھنے اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے انگریزی چٹھی لکھنے، ہجے کرنے اور تلفظ کے قاعدے انگریزی بول چال کے کئی سو فقرے ایک ہزار کے قریب اردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور بیس حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے درج ہیں اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ایسا مبتدی جو انگریزی سے واقف نہیں ہے قلیل عرصہ میں خاصی استعداد حاصل کرسکتا ہے قیمت چھ آنہ ۶ر علاوہ محصول

انگریزی اردو خط وکتابت

ہر قسم کی چٹھیاں، عرضیاں نوٹس اور ہر قسم کی تحریروں کے قاعدے اور نمونے معہ ترجمہ اردو قیمت ۴ر

اردو انگریزی ڈکشنری

سات ہزار پانسو ایسے اردو لغت جو اکثر تحریر وتقریر میں آتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی اردو خط میں ہیں ان کے آگے ان کی انگریزی انگریزی خط میں ہے قیمت سات آنہ علاوہ محصول

انگریزی بولنا تین ہزار بول چال کے فقرے معہ ترجمہ اور مخزن الفوائد کے تمام اردو جملوں کا ترجمہ قیمت چھ آنہ ۶ر علاوہ محصول

انگلش ٹیچر ولیٹر رائیٹر وہ لاجواب کتاب ہے جس کے مطالعہ کے بعد بغیر استاد کی مدد کے بہت جلد انگریزی لکھنا پڑھنا اور بولنا آجاتا ہے، کتاب کے ساتھ ساتھ انگریزی خط وکتابت کی مکمل تعلیم بھی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲ر) علاوہ محصول۔

شرطیہ ڈھائی ماہ میں انگریزی آجائیگی

اگر آپ مومن صاحب کی انگلش ٹیچر کا ایک سبق روزانہ سمجھ کر پڑھ لیں گے صرف ایک گھنٹہ روزانہ محنت کی ضرورت ہے اور کسی استاد کی حاجت نہیں ہے یہ وہ کتاب ہے جو دو سال میں تیس ہزار فروخت ہوگئی اس سے بہتر انگریزی سکھانے والی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی ضخامت تقریباً ۲۳۲ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ ۱ محصول ۲ر کل ۱ہ

مخزن الحکایات یعنی ۲۷ انگریزی کہانیاں مع اردو معنی وتلفظ درج ہیں۔ قیمت ۵ر

خلاصۃ القواعد مبتدی کو بار سنگ کرنا اور اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا بخوبی بھایا گیا ہے قیمت ۵ر علاوہ محصول۔

مخزن المحاورات اس میں ایک ہزار دو سو انگریزی محاورے اور چھ سو مثالیں معہ ترجمہ اردو جو انگریزی ترتیب حروف تہجی اور تین چار ہزار کے قریب ایسے معمولی و ضروری لفظ انگریزی جن سے کام پڑتا ہے قیمت ۶ر

کامل القواعد

اس میں صرف نحو کے تمام و کمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشا پردازی سے متعلق ہیں نہایت وضاحت سے درج ہیں۔ ۱۶۷ اعلیٰ درجے کی مستند انگریزی گرامروں کا لب لباب ہے قیمت صرف دس آنہ (۱۰ر) علاوہ محصول

REG. No. L. 3248.



Printer & Publisher:—SYED WILAYAT HUSAIN DELHI.

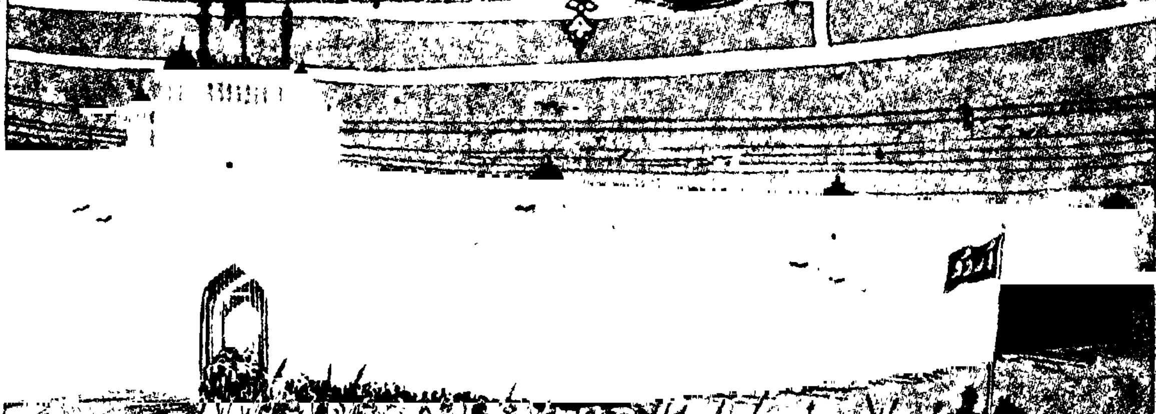
Cover Printed at the Calcutta Art Press Katra Baryan, Delhi

MAY 1935.

SHAH-JAHAN, DELHI.

شاہجہان دہلی

ادب اردو کا ماہوار مصور صحیفہ



فی پرچہ
ڈھائی آنے

ایڈیٹر- سید وصی اشرف دہلوی

سالانہ
دو روپے

Copy As. 2/6

Annual Rs. 2

"شاہجہان"
ہندوستان کے تمام ہیڈ [illegible]
اسٹیشنوں پر بھی ڈاک گاڑی
میں ملتا ہے

فہرست مضامین

جلد [illegible] — شاہجہان دہلی بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۵ء — نمبر ۵

[illegible] بحسب اطلاع [illegible] چھپوا کر [illegible] دہلی سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُشاہدات

"زیرِ نظر نمبر" شاہجہان" کی دلکشی اور جدید اضافوں کا ایک نمونہ ہے۔ اس کی فہرست مضامین پر نظر ڈالنے سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس میں کیسے کیسے لکھنے والے ہیں، اور صوری حیثیت سے آپ سہ رنگی تصویر کا اضافہ ملاحظہ فرمائیں گے اور اُمید ہے کہ یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا۔ مضامین حسب دستور محض دلچسپی اور افادی نقطۂ نظر سے دیکھ کے بعد چھاپے جاتے ہیں اور بھرتی کے مضامین سے صفحات کو ملوث نہیں کیا گیا ہے۔

اس بار ہمارے قدیم کرم فرما حضرت مُلّا رموزی بزمِ شاہجہاں میں "براجمان ہو رہے ہیں۔ آپکی تشریف آوری ایوان ادب میں گویا بم کا گولا ہوتی ہے۔ خدا انہیں اور ان کی بیوی عؑ کو آفات سے محفوظ رکھے۔ اُمید ہے کہ مُلّاجی کی رموزیات ہمیں برابر موصول ہوتی رہیں گی۔

بعض انتظامی وجوہ کی بناء پر افسانہ نمبر کی اشاعت ماہِ اگست تک ملتوی کر دی گئی ہے۔ اس شمارہ میں ملک کے نامور قصہ نویس کے ایسے ایسے نایاب افسانے حاصل کئے جائیں گے کہ اُردو ادب میں ان پر ناز کریگا جدید ترین اور نادر خیالات پر عمدہ عمدہ افسانے [illegible] تیار کر رہا ہے اور اُمید ہے کہ اس عرصہ میں تمام [illegible] پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں گی۔ اور ہم اُردو زبان میں [illegible] پیش کرنے کی جو مہم شروع کر چکے ہیں اس سلسلہ میں [illegible] افسانہ نمبر ایک یادگار چیز ہوگا۔

وصی اشرف

رسالہ "شاہکار" لاہور - مولانا تاجور نجیب آبادی [illegible]

یہ رسالہ نہایت اہتمام اور حسن ترتیب کے ساتھ شائع کیا ہے۔ جو لوگ "ادبی دنیا" کے ابتدائی عروج اور مولانا [illegible] کی تحریروں کی خوبیاں جانتے ہیں وہ اندازہ لگا سکیں گے کہ "شاہکار" کس قدر عمدہ چیز ہوگا۔ ہوائی جہاز سائز پر رسالہ چھاپا گیا ہے اور پڑھنے کے قابل ایسے ایسے اچھے مضامین درج کئے گئے ہیں کہ بے اختیار داد دینی پڑتی ہے۔ تصاویر کا حسن [illegible] ٹائیٹل اور لکھائی چھپائی کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

سالانہ قیمت چھ روپے۔ فی پرچہ آٹھ آنے

ملنے کا پتہ: - مینجر رسالہ "شاہکار" لاہور

گلبدن بیگم - مرتبہ سید [illegible] حسن شفق بی اے بی ٹی کتابت سائز ۲۲×۱۸ [illegible] صفحات۔

قیمت اعلیٰ کاغذ مجلد ۱۲ / کاغذ معمولی مجلد آٹھ آنہ [illegible]

ملنے کا پتہ: - قومی کتب خانہ [illegible] دہلی

مؤلف موصوف نے شہزادی گلبدن بیگم دختر بابر بادشاہ کی زندگی کے حالات کتاب مذکور میں محنت کے ساتھ [illegible] واقعات زیادہ تر فارسی اور انگریزی تواریخ [illegible] موصوفہ کی تصنیف "ہمایوں نامہ" سے [illegible] بھی التزام کیا گیا ہے۔ شروع میں مؤلف کی اپنی تصویر ہے باقی چار تصاویر علی الترتیب گلبدن بیگم [illegible] کی ہیں ہمارے خیال میں کتاب [illegible]

اُردو ہندی

[illegible] سے اُردو ہندی کا ایک جھگڑا ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے [illegible] دونوں زبانیں [illegible] [illegible] ہندوستان [illegible] ہندوستان کی بہت [illegible] ہے کہ اس کی کوئی [illegible] ایک زبان ہو [illegible] کہ [illegible] بنگالی ہو، پنجابی ہو، مدراسی ہو، اُردو ہو، ہندی ہو [illegible] کی زبان قرار پائے اور ہندوستانی بچے اُسی زبان میں تعلیم حاصل کر کے تعلیم یافتہ کہے جائیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی [illegible] ہندی اُردو تسلیم کی گئی ہیں اور زبانوں کے طرفدار ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے ہندوستان میں رائج [illegible] کو ہندوستان کی ملکی زبان بننے کا حق ہے۔ بہرحال دونوں اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُردو ہندی زبان میں فرق کیا ہے [illegible] تمام صوبہ جات میں گشت لگائیے آپ کو ہندی اور اُردو دونوں میں بات چیت کرنے والوں میں [illegible] فرق نہ معلوم ہوگا۔

ایک ہی قسم کے الفاظ دونوں زبانوں میں مستعمل ہیں۔ دونو [illegible] کو تو ہم اُردو کہتے ہیں یا ہندی اور اُردو زبانوں کا جھگڑا [illegible] دو [illegible] کرتے ہیں۔ ایک زبان ایک گفتگو ایک ہی [illegible] جب کسی مسلمان کے منہ سے نکلیں تو ان کا نام اُردو [illegible] جب کسی ہندو کی زبان سے نکلیں تو ان کا نام ہندی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مسلمان کے منہ سے نکلتی ہے تو اسے اُردو کہتے ہیں اور جب ہندو کے منہ سے یہی الفاظ ادا ہوتے ہیں تو اُسے ہندی کہتے ہیں۔ دیہات میں جائیے تو گاؤں کے ہندو مسلمان دونو ایک ہی زبان بولتے ہیں مگر ایک کی زبان کا نام ہندی ہے اور دوسرے کی زبان کا نام اُردو کہا جاتا ہے۔ اس ضد اور ہٹ دھرمی نے دونوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ بہرحال یا تو ہم کو دونو زبانوں کا فرق بتایا جائے اور کہہ دیا جائے کہ ہندو مسلمان کی زبان نہیں سمجھتے اور ان سے بات چیت کرنے سے قاصر ہیں کہ ان کی زبان ہندی ہے، یا اس بات کا اقرار کیا جائے کہ دونوں کی بات چیت ایک ہے اور ایک دوسرے کی زبان سمجھ سکتا ہے کون ہندو ہے کہ جس کی وہ اپنی زبان پر عربی فارسی الفاظ نہ آتے ہوں، اور کون وہ مسلمان ہے کہ جب وہ گھر میں یا باہر بات چیت کرتا ہو تو اُس کی زبان ٹھیٹ ہندی اور سنسکرت کے الفاظ سے خالی ہو۔ دونوں کی گفتگو میں رتی بھر کا فرق نہیں۔ پھر کس منہ سے ایک مردم شماری میں اپنی زبان ہندی لکھواتا ہے۔ چونکہ دونوں میں تفرقہ ہے اس لئے ایسا فعل اختیار کر لیا ہے کہ ہندو جب کوئی لیکچر دینے جاتے ہیں یا کوئی نوٹ لکھواتے ہیں یا اخبار میں مضمون دیتے ہیں تو لغت دیکھ کر سنسکرت کے غیر مروج الفاظ جن کے سمجھنے سے عام ہندو بھی عاجز ہوتے ہیں استعمال کرتے ہیں اور مسلمان مقرر بھی ایسا ہی کر کے اپنی تقریر کو وزن دار بناتے ہیں تاکہ ہندو مسلمان دونو ان کی تقریر کے سمجھنے میں لغت کے محتاج رہیں۔ مخالفت باہمی کی وجہ سے دونو کاغذ پر یا تقریر کے وقت اپنی زبان کو کہاں تک [illegible] ہو جاتے ہیں لیکن یہی [illegible] [illegible] [illegible] گفتگو [illegible] ہو جاتی ہے [illegible] ہندو مسلمان کو [illegible] چاہیے کہ ہماری زبان میں ہندوستانی قوم کی زبان [illegible]

جب کوئی فرق نظر آئے تو دونوں کو ملکر اپنی زبان کا ایک نام رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ہندوستان سے پھوٹ کا بیج نیست و نابود ہو جائے۔ ابھی بات باقی ہے، یہ تو ماننا پڑیگا کہ ہندوستان میں ہر جگہ پر ہندو مسلمانوں کی بات چیت ایک ہی زبان ایک ہی لہجہ میں ہوتی ہے، لیکن طرز تحریر جُداگانہ ہیں یعنی ہندو چاہتے ہیں کہ ہندی حرفوں میں لکھی جائے اور مسلمان چاہتے ہیں کہ اُردو حرفوں میں لکھی جائے۔ ہندو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی تحریر فارسی حرفوں میں ہوتی ہے اس لئے ، اس تحریر کو پسند نہیں کرتے۔

لیکن ہندوؤں کو سوچنا چاہیئے تاریخ کی رو سے تو سب سے پہلے ہندو فارسی زبان ہندستان میں لائے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حروف پر فارسی کا الزام بھی پورا پورا وارد نہیں ہوتا۔ حروف ٹ، ڈ، ڑ، جھا، پھا، بھا میں ہندی ہے اور کوئی غیر ان کا تلفظ ادا نہیں کرسکتا۔ فارسی والوں نے اس کا نام بھی نہیں سُنا۔ عجمی تو رُوتی بوتی آج تک بولتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہندوؤں کو ان حروف سے نفرت ہے تو ایک ہی زبان کو ہندو مسلمان اپنے اپنے حرفوں میں لکھ کر مدارس میں داخل کریں۔ دونوں اپنی زبان کو علمی زبان بنانے کی کوشش کریں۔ زبان ایک ہی ہے اور ایک ہی رہ سکتی ہے اور اگر بعض ہندو اس میں سنسکرت کے غیر معروف الفاظ مسلمانوں کے ستانے کی غرض سے اضافہ بھی کردیں گے تو بھی اُردو کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس واسطے کہ اُردو زبان تو وہی بہتر اور عمدہ ہے جس میں برج بھاکا کے الفاظ کثرت سے شامل ہوں اور عربی فارسی انگریزی الفاظ کم ہوں۔ حقیقت میں سنسکرت بھاکا ناگری ہندی سے اُردو کو کسی طرح پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے، لیکن اس قدر ہم ضرور کہیں گے کہ سنسکرت اور بھاکا اور ناگری ہندی ان سب الفاظ کے لئے اُردو خط کا جامہ لازمی اور ضروری ہے۔ اگر یہ اُردو نہ لکھے جائیں گے تو زبان علمی زبان سے قاصر رہیگی۔ ممکن ہے کہ ہماری یہ صلاح بعض ہندو بزرگوں کے خلاف ہو۔ اس لئے ہم کوئی تشریح کرنا نہیں چاہتے مگر اتنا ضرور چاہتے ہیں کہ ہندو [illegible] دونوں ایک ہی کتاب کو اپنے اپنے طرز تحریر میں لکھوا کر تعلیم میں داخل کریں اس کوشش سے ہماری زبان بن سکتی ہے۔ ورنہ آنکھ پھیلے نظر نہیں آتے کیونکہ جب ہمارے صوبہ متحدہ میں کوئی طالب علم مدارس یا اور دور دراز مقام کا کالج میں داخل ہوتا ہے تو وہ نہ ہندی لکھ سکتا ہے نہ اُردو نہ ہندوؤں کی بات چیت سمجھ سکتا ہے نہ مسلمانوں کی مگر اس کے پاس صرف ایک ذریعہ گفتگو ہوتا ہے یعنی وہ انگریزی میں گفتگو سمجھ لیتا ہے۔ اس حالت پر غور کرکے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنی اپنی آیندہ زندگی بسر کرنا چاہیئے، اور ایسی کوشش کرنا چاہیئے جس سے ہندوستان کی ایک زبان تعلیمی زبان قرار پائی جائے۔ طرز تحریر جدا ہو مسلمانوں کو بھی اس بات پر چیں بجبیں نہ ہونا چاہیئے کہ ہندو بھاکا کے الفاظ کیوں زیادہ داخل کرتے ہیں، کیونکہ اُردو کو ہندوستان کی مروجہ ئی زبان نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اُردو وہی بہتر ہے کہ جس میں ہندی کے الفاظ کثرت سے شامل ہوں اور فارسی عربی خال خال بولیں۔ بانیان اُردو کی یہی غرض تھی کیا یہ بات شرم کی نہیں ہے کہ ہندو مسلمان دونو اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ غیر ملکی زبان حاصل کریں۔ صوبہ مدراس میں جاکر دیکھئے تو وہاں نہ ہندی کام آتی ہے نہ اُردو، مدراسی گنوار جتنی انگریزی زبان بول لیتے ہیں اُتنی بھی ہندی اُردو نہیں جانتے۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ تمام دُنیا کی قومیں اپنی اپنی زبان حاصل کرکے اہل علم کہی جاتی ہیں اور ہندوستان کے ہندو مسلمان دونوں اس بات کے محتاج ہیں کہ وہ غیر ملکی زبان حاصل کریں تو تعلیم یافتہ کہلائیں اس سے زیادہ کسی قوم کی دماغی غلامی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کانگریس کے تمام مقاصد اسی ضد میں فوت ہو گئے۔ اُردو ہندوستان میں خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی زبان ہے [illegible] اس کے لفظوں کو کوئی نہیں مٹا سکتا اور جو مٹانے کا [illegible]

چراغے را کہ ایزد برفروزد [illegible]

میری شہسواری

(۱)

میں جناب! اگر کسی موٹر سائیکل میں، یا ریل یا ٹرام گاڑی یا چھوٹی کسی گاڑی یا سواری میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ وہ ہر بار اس کے قریب آیا [illegible] اس کا پہیہ یا کوئی اور پرزہ ادھر الٹ کر جا لگا [illegible] میں! تو سوال یہ ہے کہ کہاں تک اس شئے کو سواری کے قابل کہا جائیگا؟ یا پھر آپ کی موٹر سائیکل یا موٹر کار یہی کوئی بیل گاڑی یا جائے جو آپ کے قبضہ میں نہ ہو۔ جب زور میں آئے تو الٹا سیدھا جہاں جی چاہے بھاگے پھرے بے تحاشا! نہ روکے رکے اور نہ موڑے مڑے! آپ چلانا چاہیں اس سڑک پر اور وہ لیجائے آپ کو کسی کھڈ میں تو سوال یہ ہے کہ یہ بھی کوئی سواری ہوئی؟ ہرگز نہیں۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خداوند تعالیٰ کی ایک بیہودہ ترین مخلوق گھوڑے کو آخر کس خوشی میں سواری کی تعریف میں داخل کیا ہے۔ اگر یہ متحرک اور متزلزل چیز کو آپ نے طے کر لیا کہ سواری کے لئے یاد فرمائیں گے اور یہ بھی طے ہے کہ ہر وہ چیز سواری ہے جو ہر چہار طرف جھٹکے اور جھکولے کھا کر سوار پر چڑھے والے [illegible] تو شوق سے گھوڑے کو بھی یہی لقب دے لیجئے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ گھوڑے میں یہ تمام عیوب بدرجہ اتم موجود ہیں مگر وہ پھر گھوڑا ہے یعنی سواری! غضب ہے خدا کا! [illegible] سواری ہے کہ بیٹھنا چاہتے ہیں تو لاتیں چل رہی ہیں دولتیاں جھاڑی جا رہی ہیں [illegible] کی سی قلابازی فرمائی جا رہی ہے [illegible] سے طرح فرمایا جا رہا ہے اور پھر [illegible] کسی طرح اس نامعقول سواری پر چڑھ [illegible] آپ [illegible] بھاگنے کو دوڑے! ایسا [illegible]

اور وہاں گھوڑے صاحب کا یہ حال ہے کہ روکے نہیں رکتے بھاگے جا رہے ہیں۔ جیسے جانا ہی تو ہے انہیں کسی ضروری کام گویا نماز قضا ہوئی جا رہی ہے، ریل چھوٹی جا رہی ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ آپ تو ہیں پشت پر مگر وہاں ایک جھٹکے کے ساتھ آپ کو ہوا میں تصور کر کے دولتیاں جڑی جا رہی ہیں۔ قربان جائیے اس تخیل پر! قصہ مختصر مجھے گھوڑا، اور گھوڑے کی سواری دونوں بیحد ناپسند، اول تو یہ کوئی سواری ہی نہیں اور جو ہے بھی تو نہایت نامعقول۔

ادھر میرا تو یہ حال اور ادھر یہ معاملہ کہ گھر کا گھر اللہ رکھے گھوڑوں کا عاشق زار، اس کی سواری کا دلدادہ، والد صاحب قبلہ فرماتے ہیں مجھ سے کہ "تم احمق ہو جو گھوڑے کے بارے میں ایسا کہتے ہو، تم گھوڑے کی سواری نہیں جانتے لہذا خرافات بکتے ہو۔" میری عرض ہے کہ قبلہ میں تو اناڑی اور احمق ٹھہرا، مجھے یہ تسلیم ہے مگر خدا کے واسطے ذرا انصاف کیجئے کہ بھائی صاحب تو شہسوار ہیں اعلیٰ درجہ کے۔ جب کبھی انہوں نے آسن جمانے کی کوشش کی تو گھوڑے نے دوسری ترکیب نکالی یعنی تھوڑا سا اٹھا چلا، کچھ گھوما اور پھر الف ہو گیا۔ اب ہدایت کی جا رہی ہے کہ گھوڑے صاحب الف ہوئے ہیں تو آگے کو جھکو، یوں رانیں [illegible] جھکو، یوں زین پر جمو! مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آخر یہ سب کچھ آفت مول ہی کیوں لو، اور پھر سوال یہ ہے کہ یہ حضرت گھوڑے صاحب آخر الف ہی کیوں ہوئے تھے؟ کبھی کوئی موٹر نہ ہو جائے الف کبھی کوئی بیل گاڑی نہ ہو گئی الف! پھر الف ہی تک خیریت نہیں مگر الف ہو کر آپ کو گھوڑے صاحب نے [illegible] آپ [illegible] کر دیا اور

پھر اوپر سے "ب" کے نیچے ایک نقطے کے بجائے "پ" کے اوپر ایک مدولات کا نقطہ رکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی سواری سے بے نیاز کرکے چار کاندھوں کی سواری کے لائق نہ کردیا تو بعد العمر ہونے گھوڑے صاحب کا یہ پروگرام رہیگا کہ اب چلو، اور وہ بھی کس طرح سیدھے سیدھے نہیں! بلکہ چلے جاتے ہیں آڑے آڑے! منھ آگے اور چل رہے کود کود کر داہنی طرف ماشاء اللہ!

لیکن والد صاحب قبلہ کا فرمانا ہے کہ گھوڑے صاحب کا اس میں کچھ قصور نہیں۔ کیوں محض اس لئے کہ وہ گھوڑا ہے ادھر پتہ کھڑکا اور ادھر! گھوڑے صاحب کو تمام مندرجہ بالا کارروائیاں کرنیکا پیدائشی حق حاصل ہوگیا۔ اگر گھوڑے کی سواری کے شائق حضرات سے کہو کہ بھئی منٹ آئے بیٹھے ہیں ذرا چڑھ ہو تو سہی تم بھی بانس وانس پہ! یا سر پر گھڑے رکھکر بھی پڑ تو بھی برا مانیں گے۔ مگر گھوڑے پر صفا چڑھ جائیں گے! قصہ مختصر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر گھوڑے کو سواری میں کیوں داخل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم وہ کون صاحب تھے جنہوں نے بیٹھے بیٹھائے خواہ مخواہ گھوڑے کو سواری کیلئے منتخب فرمایا۔ دانہ دو گھانس کھلاؤ اور موقعہ پائے تو ایک لات جڑ دے۔ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے جب کوئی چیز سواری کیلئے میسر ہی نہ تھی تو گھوڑے کا سواری میں رہنا ایک خطرناک مگر ضروری بدعت کے طور پر قابل معافی بھی تھا، لیکن آجکل کے زمانہ میں ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ آخر کیوں نہ گھوڑے پر چڑھنے والے کو اقدام خودکشی میں چالان کرکے زیر حراست لیا جائے، اور بتادیا جائے کہ یہ تو اپنی جان سے ہاتھ دھو کر خواہ مخواہ ہتیا دیئے پھرتے ہو اس کو بھی کوئی روکنے والا ہے۔ قصہ مختصر گھوڑے اور گھوڑے کی سواری جیسا کہ میں عرض کرچکا، مجھے دونوں سے نفرت تھی اور ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ میاں تم کہاں دکالت کے پھندے میں پھنسے، کی ہوتی کہیں گورنمنٹ ملازمت۔ یہاں [illegible] سے بحث نہیں کہ گورنمنٹ سروس ملنے میں آسانی [illegible] مگر میں نے جو انہیں جواب دیا وہ آپ بھی سن لیجئے۔ [illegible] تو انہیں غور سے دیکھا، پھر میں نے ان کے بارہ میں ایک خاص رائے قائم کرکے کہا کہ "اس گورنمنٹ کی ملازمت کے لئے شہسواری یعنی گھوڑے پر چڑھنا لازمی ہے، اور ہم اس گورنمنٹ میں نوکری کریں گے جس میں بانس پہ چڑھنا لازمی ہوگا۔

اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد میں اپنے قصہ پر آتا ہوں میرے یہ خیالات! اگرچہ جو کسی نے کہا ہے کہ قسمت کا لکھا ہو کر رہتا ہے مجھے بھی شہسواری سے سابقہ پڑا ہے۔ مجھے بھی گھوڑے کی سواری کرنا پڑی، مجھے بھی گھوڑے پر چڑھنا پڑا، گو بہت نہیں مگر لاریب میں گھوڑے پر چڑھا، ہاں میں نے بھی شہسواری کی ... کرنا پڑی! کب؟ اور کیسے؟ وہ بھی لگے ہاتھوں سن لیجئے۔

(۲)

میری شادی کو مشکل سے مہینہ بھر ہوا ہوگا کہ میں [illegible] آیا تو خانم نے اپنی دانست میں ایک نہایت ہی دلچسپ قصہ سنایا وہ یہ کہ ایک نہایت ہی پاجی گھوڑا آیا تھا جس پر کوئی نہ چڑھ سکا، طرح طرح سے لوگوں نے کوشش کی مگر کامیاب نہ [illegible] جب اور لوگ کوشش کر چکے تو بھائی صاحب [illegible] اس شریر گھوڑے پر۔ چنانچہ جب بھائی صاحب [illegible] کوشش کرلی اور کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے [illegible] سوچی، گھوڑے کو ایک چبوترے کے پاس [illegible] پڑے، اور پھر جو گھوڑے نے [illegible] تو بس دیکھا چاہیئے۔ دولتیاں چلائیں [illegible] اور چرخ کھایا الحمد اللہ [illegible] مگر بھائی صاحب [illegible] اور اسے نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا [illegible] دیکھتے تھے اور عش عش کرتے [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] بہت سے سواروں کے
[illegible] کی دیوار جو کود کر بھاگ جاتے ہیں'
[illegible] سے نوا شنا ہو سکے
[illegible] بھائی صاحب گے
[illegible] معلوم نہیں کہاں سے [illegible]
[illegible] بھائی جان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے
[illegible] سر پکڑ کر بیٹھ گئیں [illegible]
[illegible] البتہ والد صاحب [illegible]
[illegible] کہ ان کی دانست میں لڑکا اگر باپ کی
[illegible] گھوڑے پر چڑھ کر [illegible]
[illegible] کر۔ وہ کہتے ہیں کہ چغتائیوں کا شیوہ
[illegible] کیوں نہ ہو کر باپ دادا سب کے "گھوڑے" کھاتے"
[illegible] سے ہی وہ ہنہناتا آ رہا ہو'
[illegible] گھنٹے بعد کیا دیکھتے ہیں
[illegible] چلے آ رہے ہیں، گھوڑے کو انہوں نے
[illegible] دیا اور وہ گردن
[illegible] تھا [illegible] سیر کو سوایا" یا پھر
[illegible]

[illegible] خانم نے مجھ پر [illegible] سنایا!
[illegible] بھائی صاحب کی شہسواری کی کیفیت
[illegible] بیان کیا ہے کہ میں دل ہی
[illegible] نہ شہسوار ہوا میں بھی کسی
[illegible] میری شہسواری کے کمالات
[illegible] بھائی جان [illegible]
[illegible]

بھی خوش ہوتی اور میری شہسواری پر ناز کرتی۔ وائے قسمت یہ۔ معاشرے کی اس نامعقول ذہنیت پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ کوئی اس خطرناک چیز یعنی ہوا کی ہستی سے پوچھے کہ اونچی اونچی دیواریں پھلانگنے والے گھوڑے کی سواری کر کے اپنی جان خطرہ میں ڈالنی کون سا کمال کیا۔ نٹ لوگ دو پیسے کے عوض یہ سب کچھ کرتے ہیں کوئی فخر کی بات نہیں مگر جناب عورت پھر عورت ہے اور بالخصوص ایک نئی نویلی بیوی۔ بجائے اس کے کہ میں سرزنش کرتا یا کچھ گھوڑے اور اس کی سواری کی برائی کرتا۔ حقیقت تو دیکھئے کہ لگا دل ہی دل میں افسوس کرنے کہ ہائے میں نے بھی کیوں نہ گھوڑے پر چڑھنا سیکھا! جب چھوٹا تھا تو ٹٹو پر سوار ہونے کی اپنی باری عموماً بھائی صاحب کے ہاتھ ایک آنہ میں فروخت کر دیتا تھا' اور وہ بھی اکثر قرض کہ اب تک ان کے ذمہ نہ معلوم اس مد کی کتنی بقایا نکلیگی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تجارت اور منفعت کچھ کام نہ آئیگی اور ایک روز یوں گھر والی یوں کف افسوس ملنے پر مجبور کریگی۔

پھر مصیبت پہ مصیبت' کہ خانم نے یہ تمام کیفیت بیان کرنیکے بعد میری شہسواری کا ارادہ پھر وہ بھی مجھ سے حال پوچھا' اور پھر وہ بھی کس طرح ؟ اس طرح کہ میں مجبور ہو گیا' میں نے اس کے معصوم چہرہ کی طرف دیکھا مجھے پتہ چلا کہ خدانخواستہ اگر میں نے اصل واقعہ بیان کر دیا تو اس کا ننھا سا دل ٹوٹ جائیگا اور پھر بھلا کیا کہیگی ! بھابی جان کی قسمت پر رشک کریگی۔ چنانچہ ان ہی خیالات و جذبات کی رو میں آ کر' میری شامت جو آئے تو نہ دیکھا آگا میں نے اور نہ سوچا پیچھا' کہدیا خانم سے میں نے "ہاں مجھے بھی گھوڑے پر چڑھنا آتا ہے۔

میں نے دیکھا اور خوش ہوا کہ فرحت و انبساط کی خانم کے چہرہ پر ایک لہر دوڑ گئی۔ چہرہ شادابی و شگفتگی کا مرکز بنا رہ گیا۔ ایک برقی رو اس کے نوجوان خون میں دوڑ گئی اور یہ معلوم ہوا جیسے کوئی دنیا کی سب سے دولت مل گئی! گویا مارے خوشی کے

حیران ہوکر اُس نے میری شہسواری کے قصے پوچھے، قصے کہانیاں بیان کرنے کی استعداد آپ کو معلوم ہی ہے۔ ایک سے ایک افسانہ لے بیٹھے۔ پھر قلم نہ دوات وہاں تو زبان کا خرچ تھا، بیٹھے وہیں کے وہیں تمام شہسواری کے کمالات شروع کرکے ختم بھی کردیئے۔ وہ وہ بدمعاش اور منہ زور گھوڑوں کے قصے بیان کئے کہ بس شناہی کیجئے، کس طرح میں نے اُن کو زیر کیا وغیرہ وغیرہ۔ "یہ دیکھو" میں نے پنڈلی اور گھٹنے کی چوٹیں دکھاتے ہوئے کہا، "یہ دیکھو، یہ تمام چوٹیں اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی زیادہ بدمعاش گھوڑوں کی بدولت پہنچی ہیں۔"

قصہ مختصر سولہ آنہ پورا یقین ہوگیا کہ میں بھی اعلیٰ درجہ کا شہسوار ہوں، اور نہ کیوں یقین کرتی، کوئی وجہ بھی ہو نہ آخر گھر کا گھر شہسواری کا دلدادہ تھا، اکثر والد صاحب اور بھائی صاحب زین اور رکاب سے لیکر گھوڑے کی دولتی اور شرارت تک کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ جب تک والد صاحب ملازمت پر رہے چار پانچ گھوڑے برابر رکھتے رہے۔ اب بعد پنشن بھی دو ایک گھوڑے ضرور رکھتے، مگر ایک بات والد صاحب میں لاجواب بھی ہے وہ یہ کہ گاڑی میں پہلے ہی جوت لیا جائے مگر زین سواری کیلئے وہ اپنے گھوڑے کسی کو نہیں دیتے۔ خدا جنت نصیب کرے ایک سلوتری کو اُنہیں وہ سمجھا گیا تھا کہ ہر کس و ناکس کے چڑھنے سے گھوڑے کی چال درست نہیں رہتی لہٰذا زین سواری کو نہ تو مجھے گھوڑا ملتا تھا (اور میں لیتا ہی کیوں) اور نہ بھائی صاحب کو، اور اسی وجہ سے مطمئن ہوکر در اصل میں نے خانم سے شیخی بھی اُگلی تھیں اور جانتا تھا کہ نہ والد صاحب گھوڑا دیں گے اور نہ کبھی ہماری شہسواری کا امتحان ہوگا، اور جو کبھی کوئی موقعہ آیا بھی ایسا تو ٹال دینا کون بڑی بات ہے۔

یہ تو سب کچھ تھا اور مجھے اس طرف سے اطمینان کُلّی حاصل تھا مگر میری قسمت کہیئے یا پھر خود خانم کی [illegible] وہ میری شہسواری داستان سُناسُنا اور دل [illegible] مجھ سے نہ تو کوئی لڑائی اور نہ جھگڑا، اگر [illegible] میں مفت خدا شہسوار مشہور ہوجاؤں، اُس کمال [illegible] کا حال، جو بھابی جان کی دانست میں صرف اُن کے شوہر محترم [illegible] بھائی صاحب کا حصہ اور حق تھا۔ چنانچہ اُن کی معلومات [illegible] خانم نے یہ اضافہ فرمایا کہ وہ بھی ایک شہسوار کی بیوی [illegible] ہیں تو اُنہوں نے آنکھیں پھاڑ کر تعجب آمیز اور معنی خیز [illegible] سے خانم کا مذاق اُڑایا اور کہا "واہ بہن کیا اپنے میکے [illegible] کے لئے اور جہیز کے ساتھ شہسواری بھی لیتی آئیں۔"

ادھر بھابی جان کا یہ حال اور اُدھر خانم کا مذہب یہ کہ میں بھی ایک شہسوار کی زوجہ محترمہ! نتیجہ ظاہر ہے! بھابی جان ہنسیں۔ واقعہ کا اُن کو علم اور اِدھر خانم کی ضرورت [illegible] سنجیدگی اور بھی اُنہوں نے تردید کرنا شروع کیں۔ خانم نے دیکھا کہ بھابی جان اندھا دھند میری شہسواری سے منکر ہیں تو وہ یہ سمجھی کہ مجھے تختۂ مشق بنایا ہے۔

کئی روز تک یہی جھیلے رہے، بھابی جان نے تردید پر تردید کی، اور اِدھر میں اُن سے نہایت سادگی سے کہتا "کیوں مذاق کرتی ہو؟ کیوں خواہ مخواہ جھٹلاتی ہو! کیوں جھگڑے کھڑے کرتی ہو" مگر وہ حقیقت سے واقف تھیں، ہنسی کے مارے دہری ہو جاتیں آنکھیں پھاڑ کر ہنستے ہوئے کہتیں مجھ سے "بدمعاش کتنے بڑے سفید جھوٹ آخر یہ جھوٹ کے دن چلیگا!"

لیکن یہ مخالفت صرف بھابی جان کی طرف [illegible] صاحب اول تو اس پر لطف مذاق [illegible] دہوں" کہکر دلچسپی لینا [illegible] اُنہیں مجبور ہی کیا تو وہ ان کے خلاف [illegible] تصدیق کردیتے اور بھابی جان کی [illegible]

[illegible] روز کی جھک جھک اور بحث کا آخری نتیجہ یہ [illegible] سے شرط بدی۔ بھابی جان نے خانم [illegible] گھوڑوں کو جس گھوڑے پر وہ کہیں اور میں چڑھ کر دکھا دوں [illegible] گی ورنہ خانم کو دینا پڑیں گے۔ اللہ جانتا [illegible] تھیں۔ خانم نے فوراً بیچ میں آکر ہاتھ مار کر شرط پکی کر لی۔ بھابی جان نے [illegible] شرط کے [illegible] موٹی موٹی قسمیں لیں، جن میں سے ایک قسم [illegible] اور تانگ تھی بلکہ اس خاکسار سے متعلق تھی۔

عرض کر چکا ہوں کہ کسی زمانہ میں ہمارے ہاں بہت گھوڑے ہوتے تھے مگر جس وقت کا یہ ذکر ہے اُس وقت دو تھے۔ ایک [illegible] میں بیچ ڈالا گیا اور اس کے بعد ایک رہ گیا تھا اور اس کے [illegible] بد بختی کہیے یا خوش قسمتی کہ اُدھر تو ہمارا پرانا کوچوان [illegible] برس کا ملازم تھا اپنی گھروالی کے مرنے پر باؤلا ہو کر بھاگ گیا، اور ادھر خدا بھلا کرے ڈاکٹر صاحب کا کہ انہوں نے گھوڑے کی سواری والد صاحب کے لیے سخت مضر بتائی اور کہا کہ اگر آپ یہ روز روز کی گھوڑ سواری ترک نہ کریں گے تو آپکی صحت کو سخت نقصان پہنچیگا۔ والد صاحب ڈاکٹر صاحب کو پہلے ہی سے احمق سمجھتے تھے مگر اتفاق کی بات کہ ایک طرف کوچوان غائب اور دوسری طرف ذرا گھوڑا عمر پر آگیا تھا لہٰذا اسے بھی الگ کر دیا اور چلیے جھگڑا ختم ہوا۔ [illegible] بھابی جان [illegible] اور [illegible] بانسری۔ دو ایک دفعہ اس دوران میں [illegible] آیا تھا [illegible] امتحان ہوتا مگر [illegible] خوش اسلوبی [illegible] امتحان [illegible] گھوڑے ہی نہیں ہیں۔ [illegible] صاحب دراصل [illegible] گھوڑے کی فکر میں لگے [illegible] دوران میں [illegible] کھیلنے لگے روز جا کر [illegible] باتیں کرتے۔ مگر [illegible]

[illegible] باپ اس عمر میں غیر معمولی جست وخیز سے گھوڑے کی کسر نکالنا چاہتے تھے نتیجہ یہ کہ گھٹنے میں چمک پیدا ہو گئی، اور دوڑ سے معذور ہو گئے اور میری کمبختی جو آئے تو تانگہ پر آنے جانے لگ گئے۔ ایک تو ویسے ہی گھوڑے کی خریداری کا فکر اور پھر تانگے والے آپ جانیں کہ ویسے ہی ایک باتونی ہوتے ہیں۔ لہٰذا تانگے والوں سے گھوڑوں کی باتیں ہونے لگیں۔ ایک تو بدمعاش باتیں بنا بنا کر کرایہ زیادہ لیں، اور پھر اب انہوں نے یہ بدعت شروع کی کہ گھوڑے دکھانے والد صاحب کو لے جاتے اور کبھی خود گھر پہ گھوڑے دکھانے لاتے۔ قصہ مختصر یہ کہ گھوڑے گھر پر آنے جانے لگے۔ والد صاحب کی عادت ٹھہری کہ لینا ہو نہ ہو انہیں گھوڑے دیکھنے سے کام۔ پھر جب لینا مقصود تھا تو اور بھی شریر گھوڑے کی تلاش ہونے لگی، اور اس سلسلہ میں دو تین دفعہ پھر ایسا موقعہ آتے آتے رہ گیا کہ مجھے خانم کی شرط کی وجہ سے چڑھنا پڑا ہوتا۔ بھابی جان دراصل چاہتی تھیں کہ کوئی نہایت ہی شریر گھوڑا آئے۔ ایک دفعہ میں نے جو دیکھا کہ گھوڑا سیدھا سادہ سا ہے تو چڑھتا تو خیر اس نالائق پر بھی نہیں مگر ظاہر کرنے کا ارادہ جو کیا ہے تو بھابی جان بولیں کہ اس گھوڑے پر نہیں بلکہ کوئی اور گھوڑا سخت شریر آئیگا تب چڑھوائیں گے۔" دراصل بھابی جان کو شرط ہارنے کا خوف تھا، یہ تو جانتی تھیں کہ میں سیدھے گھوڑوں پر بھی نہیں چڑھ سکتا لیکن پھر بھی یہ خیال کہ گھوڑا سیدھا ہے اور شاید میں جان پر کھیل جاؤں لہٰذا ایسے ویسے گھوڑوں پر وہ شرط ہارنا نہیں چاہتی تھیں۔ ادھر خانم کا یہ حال کہ شرط جیتنے کیلئے بیتاب تھی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ جاڑے کے دن تھے۔ صبح کا وقت، اور میں لحاف میں لیٹا ہوا مزے سے ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور سگرٹ کا دھواں اڑا رہا تھا کہ آواز آئی ؎

"ارے میاں منّن خاں ......"

جلدی سے میں نے سگرٹ دیوار سے رگڑ کر بجھا دیا اور اٹھ بیٹھا کہ پھر آواز آئی: "کیا کر رہے ہو۔"

میں باہر آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ والد صاحب قبلہ اس بلا کی سردی میں صرف ایک قمیص پہنے چبوترے پر کھڑے ہیں اور ایک نابکار تانگہ والا ایک نہایت شریر گھوڑا سامنے لئے کھڑا ہے ایسا شریر کہ خواہ مخواہ کوئی بات نہ چیت بس بگڑے جا رہا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی والد صاحب بشاش ہو کر بولے:۔

"کہو کیسا گھوڑا ہے۔"

"گردن زدنی ہے" میں نے بھی ہنس کر کہا۔ "کیا آپ لیں گے اسے؟"

"یہی تو سوچ رہے ہیں" مسکرا کر مجھے چھیڑنے کو کہا کیونکہ جانتے ہی تھے کہ میں گھوڑے کی خریداری کے سخت خلاف ہوں۔

میں نے کہا۔ "کیا کیجئیگا لیکر؟ کوئی ضرورت بھی ہو آخر؟"

پھر میں نے تانگہ والے کو ڈانٹ کر کہا "لے جاؤ جی اس گھوڑے کو یہاں کسی کو گھوڑا وڑا نہیں لینا ہے بھاگو یہاں سے"

والد صاحب اس پر بہت ہنسے کہنے لگے "میاں ٹھہرو تو ابھی لے تھوڑی رہے ہیں، ذرا دیکھ رہے ہیں۔"

میں نے ہر چند کہا مت دیکھئے مگر وہ نہ مانے اور تانگہ والے سے کہا کہ ذرا یونہی بغیر سوار رہے باگ ڈور پکڑ کر دوڑا کر دکھلائے۔

تانگہ والا گھوڑا دوڑا کر دکھانے لگا اور ادھر میں نے والد صاحب کو لکچر دینا شروع کیا، آپ خود ہی غور فرمائیں کہ آپ کے والد صاحب یا اور کسی بزرگ کو ساٹھ ستر برس کی عمر ہو اور شوق یہ ہو کہ چھیلا سا گھوڑا جو کہیں بھی پکڑ پائیں تو اچھل کر اس کی پیٹھ پر ہولیں اور روزانہ دس دس اور بارہ بارہ میل کی رگڑ لگائیں آپ ہی بتائیے کہ ایسا کرنے میں وہ بزرگ کہاں تک حق بجانب ہونگے [illegible] اور پھر تلاش ہمیشہ کسی سخت شریر گھوڑے کی [illegible] میں سخت مخالف تھا کہ ہرگز ہرگز گھوڑا نہ خریدا جائے۔

والد صاحب نے گھوڑے کی چال ملاحظہ فرمائی، بڑے [illegible] زبردست گھوڑا تھا اور بیحد شریر اور [illegible] تھا جب [illegible] اس کی چال دکھا چکا تو والد صاحب نے مسکرا کر میری طرف دیکھا [illegible] ویسے ہی غصہ میں بل کھا رہا تھا اور محض چھیڑنے کے لئے والد صاحب اور بھی مسکرا کر مجھ سے کہا:۔

"کیوں؟ ...... ذرا تم بھی چڑھ کے دیکھو اس کو [illegible] تو دل کی"

ظاہر ہے کہ اس جملہ سے ان کا کیا مطلب تھا۔ محض ایک مزاحیہ فقرہ تھا مجھے چھیڑنے کے لئے، ورنہ ان کو معلوم ہی تھا کہ نہ تو میں کبھی گھوڑے پر چڑھا ہوں اور نہ چڑھ سکتا ہوں لیکن [illegible] تو والد صاحب نے مجھ سے یہ کہا ہے اور ادھر میں نے اپنی پشت پر [illegible] کے آخری نکڑ کی طرف سے خانم اور بھابی جان کی آواز سنی بس کیا عرض کروں سناٹے میں آگیا۔ "بچے پھنسے" میں نے دل کا کہا، مجھے کیا معلوم تھا کہ باہر گھوڑا آیا ہوا ہے ورنہ میں [illegible] سے باہر نہ نکلتا۔ یا الٰہی اب میں کیسی کروں اور کیا ترکیب کروں!

خانم اور بھابی جان میں نہایت ہی زور شور سے بحث ہو رہی [illegible] اور مجھے مجبوراً مڑ کر ادھر دیکھنا پڑا۔ مجھے دیکھتے ہی دونوں نے اشارہ سے بلایا اور میں "ابھی آیا" والد صاحب سے کہکر [illegible] خانم کے پاس پہنچا۔ میں کیا عرض کروں کہ کس طرح دونوں [illegible] اور جہانی، مسرت و نوجوانی کا گلدستہ۔ بنی ہوئی تھیں کیونکہ بدقسمتی سے دونوں کو اپنی اپنی شرط جیتنے [illegible] تھا اور دونوں بیحد خوش تھیں۔ خانم [illegible] اور پھر جھپٹ پڑی اس نے کس طرح میرا [illegible] شرط جیتنے کی فرمائش کی ہے! اور ادھر بھابی جان [illegible] کا نور اس طرح پرتو فگن تھا کہ مارے خوشی کے [illegible] جانتی تھیں کہ میرے فرشتے بھی اس ناہنجار [illegible] پھر خانم کا جوش و خروش بھی قابل دید تھا [illegible]

[illegible] الگ [illegible] اور [illegible]

[illegible] کے [illegible] ۱۹۷۱ء [illegible] کوشش کی [illegible] جلدی جاؤ اور اس طرح گھوڑے [illegible] شغل کرتا تھا۔

میں کیا عرض کروں کہ میرا اس وقت کیا حال تھا سامنے [illegible] تھا۔ [illegible] اور ادھر [illegible] کے [illegible] ہنستے ہوئے کہا۔

"بڑی تیزی دکھا رہے ہے۔ ابھی سب بھلا دیں گے۔"

تاہم سنتے تو یہ خیالات اور اب ادھر میں نے سوچا کہ مرنا ہی ہے پھر کیوں نہ ہمت کرکے گھوڑے پر بیٹھ جاؤں" اور اب تو کوئی صورت بھی دوسری نظر نہیں آتی۔ پیر گردن کھینچے رہوں گا چپکا پڑا رہوں گا اور تھوڑی دیر بعد [illegible] کر کسی نہ کسی بہانے اتر پڑوں گا۔ [illegible] دل میں کہا کہ آخری وقت ہے ذرا گھر والی کو تو ایک نظر دیکھ لیں۔ [illegible] مڑ کر میں نے اپنی رفیقۂ حیات پر نظر ڈالی [illegible] کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ میں نے ایک تصور [illegible] شوہر کو میدان جنگ پر جاتا ہوا دیکھ کر ہنس رہی [illegible] دیکھ رہی تھی۔ ادھر میں نے کہا ہی بہادری کا [illegible] یہاں [illegible] پیش ہے۔ بس پھر کیا تھا سامنے میدان جنگ [illegible] ایک دم سے میں پیچھے ہو گیا۔ تیزی سے قدم [illegible] گھوڑے کی طرف اور [illegible] سے کہا "لاؤ بھی [illegible]"

والد صاحب [illegible] "کیا کہتے ہے" اور میں نے مڑ کر دیکھا [illegible] والسلام کیا [illegible] دل [illegible] گھوڑے کی سواری سے بھلا کیا تعلق۔

[illegible] گھوڑے کے پاس پہنچا ہوں تو [illegible]

کہ مجھے بھی میدان جنگ میں کود پڑا۔ میرے جنگی جوہر دیکھو اور داد دینے کے لئے وہ منتظر ہے جس کو میں باعث تخلیق کائنات سمجھے بیٹھا ہوں۔ مگر گھوڑا کمبخت خوامخواہ بگڑ نہیں رہا تھا بلکہ بکھرا جا رہا تھا مگر ادھر میرے بدن سے بھی جرأت کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ یعنی انتہائی جرأت کی وجہ سے بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ میں نے گھوڑے کو چمکارنے کی کوشش کی تو آواز منہ سے نہ نکلی شاید سردی کی وجہ سے، اور ایسے موقعہ پر تانگے والے بدمعاش نے جو گھوڑا پکڑے کھڑا تھا یہ کہہ دیا کہ صاحب ڈریئے مت۔ "بدمعاش" میں نے ڈانٹ کر کہا اور مارے غصہ کے میرا خون جیسے کھولنے لگا کپکپاتے ہاتھوں سے میں نے گھوڑے کی باگ پکڑی۔ میں گھوڑے کے بائیں طرف کھڑا تھا، دل میں خدا کو یاد کر رہا تھا، گھوڑا خواہ مخواہ تھر تھر رہا تھا۔ میں بیٹھنے کو ہوا "نصر من اللہ" کہنے سے میرے سارے بدن میں اعتماد اور بھروسے کی برقی رو دوڑ گئی، تمام قوت مدعا فی عود کر آئی۔ فوراً یاد آیا کہ ایک مولوی صاحب نے وعظ میں کہا تھا کہ ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیئے، اور داہنے ہاتھ یا داہنے پیر سے کام شروع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بسم اللہ کہکر میں نے بھی سیدھا پیر رکاب میں رکھا، مگر پیر رکھا ہی تھا کہ پیچھے سے والد صاحب اور بھائی صاحب نے (جو اب آ گئے تھے) زور سے للکارا اور "ہیں ہیں!" کرکے قہقہہ لگایا۔ ادھر میں بیٹھ ہی گیا ہوتا مگر گھوڑا بچھڑنے اور چلدیا لہذا مجھے پیر نکالنا پڑا۔

والد صاحب ہنس کر کہنے لگے کہ "تم بالکل گدھے ہو، سیدھا پیر رکاب میں ڈالکر کیا دُم کی طرف منہ کرکے بیٹھتے؟ احمق کہیں کے...!"

میں نے اپنی حماقت کو محسوس کیا، مگر واہ ری حاضر جوابی فوراً جھک کر میں نے کہا "لاحول ولاقوۃ" خواہ مخواہ آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں، میں تو یہ دیکھتا تھا پیر سے زین دیکھ کر کہیں تنگ تو زین کا ڈھیلا نہیں ہو! اور خواہ پر سے کھسک جاتا تو؟"

"بھائی صاحب بولے تنگ ہاتھ سے دیکھا جاتا کہ پیر سے!"

والد صاحب نے کہا "اچھا اب چڑھو، جلدی چڑھو"۔

میں نے حواس بجا کئے اور پھر گھوڑے کو چمکارا، بسم اللہ کہکر اس دفعہ بایاں پیر رکاب میں رکھا پھر گھوڑا چل دیا اور مجھے پیر رکاب سے پیر نکالنا پڑا۔ تین چار دفعہ یہی ہوا اور رکاب میں پیر رکھتے ہی گھوڑا بگھرنے لگتا۔ والد صاحب نے جو یہ دیکھا تو وہیں سے ڈانٹ کر کہا "یہ کیا واہیات ہے؟ پیر تک رکاب مار کے ایک دم اوچھل کر بیٹھ کیوں نہیں جاتے؟ یہ بھی کوئی بیل گاڑی ہے کہ تمہارے لئے کھڑی رہیگی؟ ساتھ ہی بھائی صاحب بھی لپک کر میرے پاس پہنچے اور کہنے لگے "تم بھی عجب آدمی ہو، آخر تم انتظار ہی کیوں کرتے ہو۔ پیر رکاب میں رکھتے ہی بجلی کی طرح چمک کے فراٹے سے زین پر بیٹھ جاؤ"۔

اوہو! اب مجھے پتہ چلا! اب تو گویا گھوڑے پر بیٹھنے کا گر معلوم ہوگیا۔ لاحول ولا قوۃ، واقعی میں سستی کر رہا تھا، درحالیکہ دارومدار ہے محض پھرتی پر، تیزی اور طراری اور برق رفتاری سے کام چلیگا۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی میں نے بھائی صاحب کو الگ ہٹایا یہ کہہ کر "ہٹیئے اب۔ مجھے آخر چڑھنے بھی دیجئے گا یا نہیں۔ میں یہ سب جانتا ہوں، آپ مجھے کچھ نہ بتائیں۔ میں سب جانتا ہوں، آپ تکلیف نہ کریں"۔ یہ جملہ میں نے بلند آواز سے کڑک کر کہا تھا تاکہ خانم اور بھابی جان بھی سُن لیں چونکہ میری بار بار کی ناکام کوشش کے ساتھ ہی ساتھ بھابی جان نے خانم کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔

اب مجھے شریر گھوڑے پر سوار ہونیکا گر تو معلوم ہی ہو گیا تھا، لہذا بھائی صاحب کو الگ ہٹاکر میں نے چمکار کر ہونٹ چبائے۔ یہ سوچ کر کہ مجھے تو بجلی کی طرح تڑپ کر ایک دم سے زین پر پہنچنا چاہیئے۔ چنانچہ بجلی کی طرح تڑپنے یعنی ایک دم سے جست کرنے نہیں بلکہ سچ مچ گویا ایک دم سے اُڑنے کی نیت کرکر میں نے اپنا بایاں پیر رکاب میں رکھا، اور رکھتے ہی جو

ایک دم سے تڑپا ہوں زور سے تو نہ صرف زین پر پہنچا بلکہ [illegible] آگے یعنی اپنے حملہ کی تیزی میں سچ مچ بجلی کی طرح [illegible] پار کر گیا!" پرلے" پار گرا، اوندھے منھ۔ لگام ہاتھ سے [illegible] پیر میں اٹکی۔ ادھر گھوڑے نے جو دیکھا کہ میری پیٹھ پر بجلیاں کوندگئیں تو وہ طرارہ بھر کے یہ جا وہ جا! ایک جھٹکے سے میرا پیر لگام کے ساتھ ہوا میں بلند ہوا اور میں پھرکی کی طرح گھوم [illegible] بوکھلا کر میں کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھا، گھوڑا بگٹٹ [illegible] کو طے کرکے کسی ضروری کام سے سرپٹ اُڑا جا رہا تھا اور گھوڑے والا اُس کے پیچھے۔ والد صاحب اور بھائی صاحب کا مارے ہنسی کے بُرا حال تھا۔ بھابی جان کی کیفیت اور حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، مارے ہنسی کے دوہری ہو ہو گئیں، حلق میں مارے ہنسی کے پھندہ پڑگیا، اُچھو لگ گیا گلے میں، آنسو نکل آئے تھک کر اور شل ہو کر ہنستے ہنستے کھانسنے لگیں اور پسینہ پسینہ ہوکر بیٹھ گئیں یہ سب کچھ اور پھر بھی ہنسی نہ تھمتی تھی۔ خانم کی عجیب حالت تھی شرط ہارنے کا دھڑکا، میری ناکامی کا صدمہ، چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ منھ فق، عجیب ماتمی صورت بنائے کھڑی تھی۔ میری آنکھیں جو چار ہوئیں تو میں نے خوش ہو کر کہا "ہیں! دیکھتی کیا ہو؟ ..... جو چڑھیگا سو گریگا ..... گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں ..... ہم شہسوار ہیں، اور ابھی گھوڑے پر سے گرے ہیں۔ دیکھی تم نے میری تیزی؟ ..... کمال میرا؟"

ایک دم سے خانم کا چہرہ بشاش ہوگیا۔ بھابی جان کی [illegible] اور تکلیف وہ ہنسی واقعی ناقابل برداشت تھی، وہ [illegible] اُن کی "بے وجہ" اور "بے تکی" ہنسی پر جب خانم [illegible] بھابی جان کے ذرا ہوش ٹھکانے ہوئے اور وہ [illegible] اور ہنسی کو روکتی ہوئی اور ہاتھ پھیلا کر خانم کی طرف [illegible]

"ارے" میں نے چلا کر کہا۔ "واہ بہن! یہ خوب رہی! [illegible] تم ہاریں اور اب ......"

[illegible] خانم کی سمجھ میں بھی آگیا ... بھائی صاحب ... ہیں۔ لہٰذا ... واقعات کو کچھ تیزی سے بھائی جان ... ولی ... ہی شرط ہم ہار ہی گئے ہیں۔ گھوڑا اگر گر جائے تو کوئی کیا کرے۔ سب گرتے ہیں گھوڑوں پر سے۔

ادھر میں نے جلدی جلدی دنیا کے مشہور شہسواروں اور سپاہیوں کے گرنے کے واقعات بیان کرنے شروع کئے پھر لگے ہاتھوں خانم نے والد صاحب اور خود صاحب شرط یعنی بھائی صاحب کے گرنے کے واقعات بڑی تیزی سے بیان کر کے بھائی جان کو قائل کرتے ہوئے کہا اُن سے کہ "بہن کے شرط کے روپے تو میں چھوڑوں گی نہیں"

"یا میرے اللہ!" بھائی جان نے اب اپنی ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے کہا: "غضب ہے خدا کا! گرے تھے آپ (چلے کر میری طرف متوجہ ہوکر بولیں) وہاں قلابازی کھا کر اُس پار گرے اور یہ اب اُلٹی میری جان کھا رہی ہیں کہ شرط میں جیتی! بس وہیں اچھی طرح کان کھول کر سُن لو کھائی ہیں تم نے جھوٹی قسمیں یہ میرے روپے ہضم نہ ہوں گے میں لے کے چھوڑوں گی او ... سمجھیں۔"

اتنے میں بھائی صاحب بھی آ گئے اور والدہ صاحبہ بھی آ گئیں اور پھر تو وہ حجت اور بحث چھڑی ہے کہ بس سُنئے اور مار دیکھئے۔ بھائی صاحب کا خدا بھلا کرے۔ آخر میں میں تا ... ہی ٹھیرے بھائی، منصف مزاج آدمی، اور پھر شہسوار بھی۔ لہٰذا میں نے اور خانم نے اُن کے سپرد معاملہ کیا کہ کچھ کر فیصلہ۔ انہوں نے بھائی جان کی طرف دیکھا اور پھر خانم اور میری طرف اور دو لفظوں میں خانم کے موافق فیصلہ صادر کیا۔ انہوں نے مختصر الفاظ میں خانم سے کہ "شرط تم ... کسی نے کہا ہے کہ مرغے کی ایک ٹانگ وہ ... بھائی جان کا ہے۔ وہ جلدی خدا کی کب قائل ہونے والی

نہیں۔ بگڑ کھڑی ہوئیں، بھائی صاحب سے بھی اور غدر کیا کہ یہ فیصلہ انہوں نے مذاق میں دیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اِس طرف بھائی جان اور اُدھر خانم دونوں قسمیں کھاتی تھیں کہ شرط میں جیتی اور روپے شرط کے ہضم نہ ہوں گے۔

نتیجہ کچھ نہ نکلا اور بقول خانم کے اس کو آج پتہ لگا کہ یہ بھابی جان سخت بدعہد ہیں اور ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ ذرا لطف تو دیکھئے کہ بھابی جان بگڑ کر بڑبڑاتی چلی گئیں۔ خانم ایک ہوشیار، وہ جان گئی کہ یہ سب بھابی جان کے ڈھکوسلے ہیں۔ سب تصنع، محض روپے مار لینے کے لئے۔

شام کو پھر یہی قصہ رہا اور کچھ طے نہ ہو سکا، دوسرے روز پھر یہی قصہ چھیڑ دیا گیا۔ تیسرے روز شام کو اُس سے بھی زیادہ بدمعاش گھوڑا آیا اور دوڑیں بھابی جان خانم سے دوگنی اور نقدا نقد شرط بدنے کو۔ میں سخت گھبرایا مگر واہ ری بیوی ہوشیار ہو تو ایسی۔ خانم نے بھابی جان سے کہدیا کہ "بہن جب تک تم میری پہلی شرط کے روپے ادا نہیں کرو گی، میں کوئی شرط نہیں بدوں گی۔" میں نے بھی بڑھ کر خانم کو شہہ دیا کہ بیشک تو سچ کہتی ہے پہلے والی شرط کے روپے لینا تب شرط بدنا ورنہ نہیں۔

قصہ مختصر خانم نے بھابی جان کو صاف جواب دیدیا کہ جب تک روپے ادا نہ ہو جائیں گے کوئی نئی شرط ہرگز نہ بدی جائیگی۔

نہ بھابی جان نے شرط کے روپے ادا کئے اور نہ نئی شرط بدی گئی۔ میری دعا ہے کہ خدا کرے وہ کبھی ادا نہ کریں کس کس طرح بھابی جان لگاتی ہیں، پہلے تیسرے شخص کے پاس جمع کرانے کہتی ہیں اور شرط بدنے کہتی ہیں مگر بے سود۔ کہدیا ہم میں نے بھی خانم سے کہ جبتک یہ پہلی والی شرط کے روپے نہ دیں تم ہرگز شرط نہ بدنا اور میں دعا مانگتا ہوں کہ خدا نہ کرے بھابی جان کبھی شرط کے روپے ادا کریں۔

بہرحال میں گھوڑے پر چڑھا ہوں کب اور کس طرح۔ یہ آپ نے دیکھ لیا۔

عظیم بیگ چغتائی۔

ایک ایکٹ کا ڈرامہ

بے غرض انہماک

افرادِ تمثیل

حارث .... محب

علقمہ .... محبوبہ

(حارث ایک خوش رو نوجوان اپنے کمرے میں ٹہل رہا ہے، چہرے پر تفکر کے آثار، کمرہ عمدہ فرنیچر سے سجا ہوا ہے ایک دروازہ دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ بائیں طرف کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ دائیں طرف کا دروازہ کچھ کھلا ہوا ہے، جس میں سے کمرۂ خواب کا کچھ حصہ نظر آ رہا ہے۔ حارث کے قدموں سے بےچینی ظاہر ہوتی ہے ٹہلتے ٹہلتے رُک جاتا ہے، کچھ سوچتا ہے اور پھر ٹہلنے لگتا ہے۔ بائیں جانب کے دروازہ پر کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ حارث چونک کر ٹھہر جاتا ہے اور دروازہ کی طرف دیکھتا ہے، آگے بڑھتا ہے اور پھر ٹھٹک کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ کھٹکھٹانے کی آواز پھر سنائی دیتی ہے۔ حارث آگے بڑھ کر کنڈی پر ہاتھ رکھتا ہے)

حارث۔ کون ہے؟

آواز۔ دروازہ کھولو میں ہوں۔

حارث۔ کون؟ تم؟ (گھبرا کر کنڈی کھولنے کی کوشش کرتا ہے)

علقمہ؟ تم؟ (کنڈی کھول کر حارث جھٹکے سے دروازہ کھولتا ہے اور لڑکھڑا کر پیچھے ہٹتا ہے)

حارث (انتہائی استعجاب سے) علقمہ تم اس وقت یہاں کیسے؟

(ایک حسین خاتون داخل ہوتی ہے، غمزدہ صورت، چہرے پر زردی)

علقمہ۔ ہاں میں ہوں حارث۔

حارث۔ یہ کیا حالت ہے تمہاری؟

علقمہ۔ کیا تم اکیلے ہو؟

حارث۔ ہاں۔

علقمہ۔ ملازم بھی نہیں ہے؟

حارث۔ ہاں وہ بھی نہیں ہے۔

علقمہ۔ تم کہیں باہر تو نہیں جا رہے؟

حارث۔ نہیں۔

(علقمہ ایک صوفے پر بیٹھ کر ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا لیتی ہے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے)

حارث۔ علاس کے قریب جا کر تم رو رہی ہو ——

(حارث اس کے قدموں کے قریب گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے چہرہ پر سے ہاتھ ہٹاتا ہے) علقمہ! علقمہ [illegible] خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ بات کیا ہے؟

علقمہ۔ (سسکیاں لیتے ہوئے) میں اب اس طرح زندگی نہیں گزار سکتی۔

حارث۔ اس طرح زندگی نہیں گزار سکتی! تم کیا کہہ [illegible]

علقمہ۔ ہاں میں اب اس طرح زندگی نہیں گزار سکتی [illegible] برداشت کیا کہ دل پک گیا۔ اس قدر صبر کیا کہ [illegible] مگر اب مگر اب ——

حارث۔ مگر اب کیا؟

علقمہ۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی [illegible]

حارث۔ کس نے؟ تمہارے شوہر نے؟

علقمہ۔ ہاں میرے شوہر نے۔

[illegible] نہیں [illegible] مجھے [illegible]
[illegible] اس وجہ [illegible] مگر
[illegible] میں سمجھتا تھا کہ وہ تمہارا دم بھرتا ہے، تمہاری پرستش
[illegible] تمہارا ذکر آتا اسکے تعریف کے
[illegible] خلاصہ یہ میں سمجھتا ہے وقت
[illegible] بہت تھا [illegible] نہیں سمجھ
کہ اس کی فطرت میں یہ انقلاب کیسے واقع ہو گیا ہے کہ ذرا ذرا سی
باتوں پر ہاتھ اُٹھاتا - افسوس! مگر یہ تو بتاؤ کیا بات ہوئی -
علقمہ - ہوا کیا، قسمت کا لکھا پورا ہوا جس دن سے شادی
ہوئی ہے ذرا ذرا سی باتوں پر بگڑ بیٹھتے ہیں - ہر بات پر
اعتراض، ہر چیز پر نکتہ چینی، یہ کیوں کیا! وہ کیوں کیا! اور وہاں
کیوں گئیں تھیں؟ وہ یہاں کیوں آیا تھا؟ ایک بات ہو تو کہوں!
ناک میں دم کر دیا - سیدھے منہ بات کرنا انہیں عار اور میری
ہر بات انہیں بار ہے - آئے دن کے جھگڑوں سے تو میری
زندگی اجیرن ہو گئی - یہ تو سب کچھ تھا ہی ایک اور شگوفہ
کھلا - وہ یہ کہ تم پر شبہ کرنے لگے اور لگے الٹی سیدھی باتیں
کہنے - میں نے منع کیا اور تمہاری صفائی میں کچھ کہا، پھر بھلا
وہ کہاں تھے! آگ پر تیل ہی پڑ گیا - جھنجھلا کر آئے میری
طرف [illegible] سنا ڈالیں اور مار پیٹ سو الگ
[illegible] بھاگی اور اپنے کمرے میں گھس [illegible]
[illegible] جب وہ شام کو کہیں چلے
گئے [illegible] پاس آئی ہوں -
حارث - بہت برا کیا ظالم نے، لاحول ولا قوۃ - عورت پر ہاتھ
اٹھانا [illegible] آتا ہے -
علقمہ - میں تو اب واپس جانے کی نہیں ان کے پاس جا ہے
[illegible] ہو جائے -
حارث - [illegible] برابر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے ہاتھ

اپنے ہاتھوں میں لیتا ہے) میری پیاری تم ایک بہت بڑی
غلطی کر رہی ہو جس کا پھر تدارک بھی نہ ہو سکیگا - اگر تمہیں
اپنے شوہر کو چھوڑنا ہی ہے تو اُسے مجبور کرو کہ وہ تمہیں چھوڑ دے
تم اگر خود علیحدہ ہو گی تو کل کو سب تم پر انگلیاں اُٹھائیں گے -
علقمہ (پریشانی سے حارث کی طرف دیکھتے ہوئے) تو ایسی صورت
میں تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟ بتاؤ میں کیا کروں؟
حارث - یہی کہ اپنے گھر واپس جاؤ - جب تک تم اپنے شوہر سے
طلاق نہ لیلو اس زندگی کو اور برداشت کرو، کوئی صورت نکالو
ایسی کہ تم پر بدنامی نہ آسکے -
علقمہ - مگر یہ جو تم نے مجھے تدبیر بتائی ہے کیا یہ بزدلانہ نہیں؟
حارث - نہیں، عقلمندی اور سمجھداری کی تو یہی صورت ہے -
تمہاری عزت ہے، آبرو ہے - اسے قایم رکھنا ہے، دوستوں
اور رشتہ داروں میں تمہاری تحقیر نہیں ہوتی چاہیئے - تم اگر
اپنے شوہر کو چھوڑ کر یونہی چلی جاؤ گی تو دنیا کیا کہیگی؟
علقمہ - (غصہ سے کھڑی ہو جاتی ہے) خیر کچھ ہی ہو میں اب
اسے برداشت نہیں کر سکتی - بس یہی اس کا انجام ہے، یہی اس کا
خاتمہ ہے (اپنے دونوں ہاتھ حارث کے کندھوں پر رکھتی ہے اور
آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر کہتی ہے) کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟
حارث - ہاں -
علقمہ - سچے دل سے؟
حارث - ہاں -
علقمہ - بس تو میری نگہداشت تم کرو -
حارث - میں تمہاری نگہداشت کروں؟ اپنے گھر میں تمہیں رکھوں
یہاں؟ یقیناً تم اپنے حواس میں نہیں ہو - اس کے معنی تو یہ ہونگے
کہ تم کو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھو دوں - تم سدا کے لئے میرے ہاتھوں
سے جاتی رہو - تم اپنے حواس میں نہیں ہو -
علقمہ (چلا کر) سنو حارث، انہوں نے مجھے منع کیا ہے

علحدہ تم سے کبھی نہ ملوں اور میں خود بھی ان مضحکہ خیز واقعات کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتی کہ میں یوں چھپ چھپ کر تمہارے گھر آتی رہوں۔ اب تو صرف دو صورتیں رہ گئی ہیں یا تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ یا مجھے اپنا کر لو۔

حارث۔ میری پیاری علقمہ اگر یہی بات ہے تو پھر طلاق لیلو اور میں تم سے شادی کروں گا۔

علقمہ۔ ہاں تم مجھ سے شادی کرلو گے ـــ جلدی سے جلدی دو سال بعد۔ تمہاری محبت تو بہت ہی صابر ہے۔

حارث۔ دیکھو تو سہی! سمجھو تو سہی! اگر تم یہاں رہو گی تو وہ کل ہی آکر تمہیں لیجائیگا، کیونکہ وہ تمہارا شوہر ہے، کیونکہ اُسے اس کا حق حاصل ہے اور قانون اسکی طرفداری کریگا۔

علقمہ۔ میں نے تو تم سے یہ نہیں کہا کہ مجھے تم اپنے گھر ہی میں رکھو۔ مجھے کہیں اور لے چلو، جہاں تمہارا جی چاہے، میں تو سمجھتی تھی کہ تم مجھے کم سے کم اتنی محبت تو رکھتے ہی ہو کہ اتنا کر گزرو گے میں نے تم سے یہ توقع رکھنے میں غلطی کی۔ خدا حافظ!

(وہ پلٹ کر تیزی سے دروازے کی طرف جاتی ہے۔ حارث جلدی سے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑ کر روک لیتا ہے۔)

حارث۔ سنو علقمہ۔

(علقمہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی ہے اور حارث کی بات سننا نہیں چاہتی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر جاتے ہیں)

علقمہ۔ (کپکپاتی آواز میں) مجھے چھوڑ دو! مجھے چھوڑ دو! چھوڑ دو مجھے!

(حارث اُسے پکڑ کر ایک صوفے پر بٹھا دیتا ہے اور خود اُس کے قدموں کے قریب فرش پر بیٹھ جاتا ہے۔)

حارث۔ (اس کے چہرے پر نظریں جما کر) علقمہ ذرا سوچو سمجھو۔ تم یہ کیا کر رہی ہو، تم نہیں جانتیں کہ اس کے نتائج کس قدر بُرے نکلیں گے۔ میرے ساتھ رہنا کس درجہ خطرناک ثابت ہو

میں تمہیں اپنی محبت کا واسطہ دیتا ہوں کہ ایسا نہ کرو، ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے، ہماری محبت مٹ جائیگی۔ اس طرح خاموش مت بیٹھو، برف کی طرح سرد نہ بنو، میرا کہا مانو، مجھ پر اعتبار کرو، میرے مشورہ پر عمل کرو۔

علقمہ۔ کیا تم نے اب یہ طے کر لیا ہے کہ میں یہاں سے چلی جاؤں اپنا ہاتھ ہٹاؤ، تاکہ میں کھڑی ہو سکوں (حارث کے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرتی ہے)

حارث۔ سنو علقمہ۔

علقمہ۔ تم مجھے جانے دو گے یا نہیں؟

حارث۔ تو کیا تمہارا ارادہ کسی طرح نہیں بدل سکتا؟

علقمہ۔ تم مجھے جانے دو۔

حارث۔ مجھے صرف یہ بتا دو کہ جو تہیہ تم نے کیا ہے یہ تمہارا حتمی عزم بدل سکتا ہے یا نہیں؟

علقمہ۔ نہیں ـــ بس مجھے جانے دو۔

حارث۔ اچھا تو ٹھہر جاؤ، تم خوب جانتی ہو کہ یہاں تم ایسی ہی ہو جیسے اپنے گھر میں۔ ہم کل صبح یہاں سے چلے جائیں گے۔

(علقمہ اُٹھتی ہے، حارث اُسے بٹھانا چاہتا ہے مگر وہ اُس کے ہاتھ جھٹک کر کھڑی ہو جاتی ہے)

علقمہ۔ (درشتی سے) نہیں، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں ایثار یا قربانی کی متمنی نہیں ہوں۔ میں اب محبت کی بھی بھوکی نہیں ہوں۔

حارث۔ ٹھہرو! میں نے وہ کیا ہے جو کہ مجھے کرنا چاہیے تھا میں نے وہ کہا ہے جو کہ مجھے کہنا چاہیئے۔ اب مجھ پر تمہاری کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، میرا ضمیر مطمئن ہے مجھے بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟ میں تمہاری ہر بات مان لونگا۔

(علقمہ صوفے پر بیٹھ جاتی ہے۔ [illegible] رہتی ہے)

علقمہ۔ (مطمئن اور پُرسکون آواز میں) اچھا تو پھر اس کی [illegible]

[illegible] تم کس کی [illegible]

[illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] پھر [illegible] سوچوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

حارث۔ مگر میں نے تو کسی چیز پر غور نہیں کیا ہے تو تمہیں [illegible] کہ اس شادی کا ایک نادانی کی حرکت کر رہی ہو۔ تم [illegible] شوہر [illegible] ہو تو پھر میں بھی اس نادانی کی حرکت میں تمہارا ساتھ شریک ہونا چاہتا ہوں، بلکہ شریک ہونے پر اصرار کرتا ہوں۔

علقمہ۔ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ اس قدر جلدی اپنی رائے بدل دے۔

حارث۔ سنو میری پیاری۔ یہاں ایثار یا قربانی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جس دن میں نے محسوس کیا کہ مجھے تم سے محبت ہے تو میں نے اسی دن اپنے دل سے یہی کہا جو کہ ایسی حالت میں ایک عاشق کو کہنا چاہیے۔ "وہ شخص جو کسی عورت سے محبت کرتا ہے، وہ اس عورت کو جیت لینے کی کوشش کرتا ہے، جو اسے پا لیتا ہے، جو اسے حاصل کر لیتا ہے، ایک مقدس معاہدہ کرتا ہے خود اپنے ساتھ اور اس عورت کے ساتھ۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ تم جیسی عورت سے سابقہ پڑے۔" اس عورت کے ساتھ نہیں جس کا دل ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور جو آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔

علقمہ۔ بہت خوب [illegible] چلیے۔

حارث۔ شادی جس کی سماجی حیثیت بہت بلند ہے، جس کی قانونی حیثیت بہت بلند ہے، میری نظر میں اس کی اخلاقی حیثیت بہت پست ہے ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جن میں کہ وہ عمل میں آتی ہے ساتھ ہی جب ایک عورت اپنی قانونی حیثیت سے ایک مرد کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے لیکن اس کے [illegible] اپنے شوہر میں کوئی دلچسپی نہیں پاتی۔ سماجی حیثیت میں کامل آزاد ہے ایک ایسے مرد سے دوچار ہوتی ہے جس کی طرف اس کا دل کھنچتا ہے اور وہ اپنے تن من کو اس کے حوالے کر دیتی ہے اور وہ مرد برضا و رغبت اُسے حاصل کر لیتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ اس باہمی اور آزاد معاہدے میں زیادہ حق بجانب ہیں بہ نسبت اس معاہدے کے جو کسی قاضی کی وساطت سے صرف "ہاں" کہہ دینے سے عمل میں آئے۔

علقمہ۔ مگر یہ معاہدہ......

حارث۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر مرد اور عورت دونوں باعزت ہوں تو ان کا اتحاد زیادہ پُرخلوص، زیادہ حقیقی اور زیادہ مکمل ہوگا اس اتحاد سے جو مذہبی تقدس کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہو۔

علقمہ۔ مگر ایسی عورت کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟

حارث۔ ایسی عورت اپنی ہر چیز کو خطرہ میں ڈالتی ہے۔ وہ خوب سمجھتی ہے وہ اپنا سب کچھ تج دیتی ہے، اپنا دل، اپنا جسم، اپنی روح، اپنی عزت، اپنی زندگی۔ وہ آنے والی مصیبتوں کو دیکھ لیتی ہے، تمام خطرات، تمام مشکلات اس کی نظر کے سامنے ہوتی ہیں۔ وہ اقدام جرأت آزما اقدام کرتی ہے، وہ ہر برداشت کے لئے تیار رہتی ہے، وہ ہر شے کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے —— اپنے شوہر کا جو شاید اُسے قتل کر ڈالے۔ سوسائٹی کا جو شاید اُسے اس طرح نکال پھینکے جس طرح دودھ میں سے مکھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی عورت لائق احترام ہوتی ہے باوجودیکہ وہ شادی کی قیود کی پابندی نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے عاشق کو بھی ایسی عورت کو اور سب پر ترجیح دینی چاہیے خواہ انجام کار کچھ بھی ہو۔ مجھے تم سے اور کچھ نہیں کہنا، میں نے ابتدا میں سمجھدار آدمی کی طرح تمہیں سب کچھ سچ سچ کہہ دیا کیونکہ ہر سمجھدار آدمی کا یہ فرض ہے اور اب میں صرف ایک مرد ہوں —— ایک مرد جو تم سے محبت کرتا ہے۔ تم حکم دو اور میں بجا لاؤں گا۔

علقمہ۔ (حارث کا منہ چوم کر) یہ سچ نہیں ہے پیارے!

بات کچھ بھی نہیں ہے میرے شوہر کو مطلق شبہ نہیں ہے لیکن
میں معلوم کرنا چاہتی تھی، میں جاننا چاہتی تھی کہ اگر مجھ پر
ایسا وقت پڑ جائے تو تم کیا کروگے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری
توقعات غلط ثابت نہیں ہوئیں۔
رمارت تعجب سے علقمہ کی طرف دیکھتا ہے اور محبت کے معاہدے پر
ایک طویل بوسے کی مُہر ثبت کی جاتی ہے)

شاہد

زود پشیمان

بعد مرنے کے اگر غفلت شعار آیا تو کیا — بے قرار آیا تو کیا؟ بے اختیار آیا تو کیا

لاش پر میری اگر وہ سوگوار آیا تو کیا — اشکبار آیا تو کیا... باحالِ زار آیا تو کیا

بات تک جس نے نہ پوچھی زندگی میں ایکبار — قبر پر میری اگر وہ بار بار آیا تو کیا

آہ جب تاراج مجکو کر چکی بادِ خزاں — پھر مرے گلشن میں وہ جانِ بہار آیا تو کیا

آتشِ غم نے جلا کر خاک کر ڈالا مجھے — اب وفاداری پہ میری اعتبار آیا تو کیا

عمر بھر تڑپا کئے آخر تڑپ کر جان دی — اس طرح گر بیقراری کو قرار آیا تو کیا

رات تو ساری گذاری مسجدوں میں صبحدم
میکدے میں جاذبِ پرہیزگار آیا تو کیا

جاذب

اُن سے دُور

میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا اگرچہ یہ دُنیا والوں کی نظر میں بڑا نقصان تھا۔ اس لئے زندگی کی ہر بلندی اور کامیابی تک پہنچنے میں مجھے جن تمام مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے ان [illegible] جاتا ہے۔

تعلیم کا مرحلہ اوّل تھا۔ اس میں وہ نہ ہرگز از مشکلات [illegible] کر مل جاتا ہے۔ اس کے بعد ملازمت کا مرحلہ تھا اس میں جو پست اور ذلیل ملازمت مجھے دی گئی اسے آخر ترک ہی کرنا پڑا۔ اس کے بعد شاعری اور اخبار نویسی کو پیشہ اختیار کیا کہ تمام حکمت لئے بلند نظام میں اس پیشہ کا درجہ سب سے بلند ہے، لیکن اس کی مشکلات کو بھی بس مل جاتا ہے۔ اس لئے ان مسلسل اور پیاپے مشکلات کے پہاڑوں سے ٹکرا ٹکرا [illegible] بیس سال گزر لینے سے میری صحت اور تندرستی بھی برباد ہو چکی ہے۔ تباہی اور بربادی کے اس مرحلہ پر پہنچ کر یہ محسوس ہوا کہ قدرت اور فطرت میری تباہیوں کا ایک [illegible] میری رنگین و حسین اور رواں تحریروں کی طرح [illegible] جان بنا دیا۔ اس لئے مجھے ایک ایسی [illegible] جس کا قد و قامت [illegible] جمالِ فطرت و قدرت کی دلنوازیوں، دلفریبیوں [illegible] کا ایک خاص نمونہ ہے اور اس کا جسم و قامت [illegible] سادہ، جمال دلکش اور [illegible] محبت و رنگین [illegible] نہیں ہے کہ بس [illegible] میری نظروں سے [illegible] [illegible] سامنے [illegible] [illegible]

ایک پھولوں اور بہاروں سے لبریز راستہ پر میرا اور اُس کا کچھ اس طرح سامنا ہوا کہ نہ اُس نے کوئی خاص توجہ کی نہ میں نے کوئی خاص التفات، اور نہ اُس کے بعد سے آج تک اُس نے کوئی توجہ کی، مگر فطرت کی تمام رنگینیاں، اور جمال فردوسیاں اگر بولنے کی قوت پائیں تو یہ سب قسم کھا کر گواہی دیں گی کہ میں اُس کی محبت میں بے طرح گرفتار ہو گیا ہوں، لیکن عجب کہ میری بدنصیب و بے مقدرت زندگی کے دوسرے عذابوں کی طرح اُس سے میری یہ حد سے گزری ہوئی محبت بھی آج تک ناکام ہے۔ اب اس ناکامی میں میرے دل و دماغ کو جو ہوش رُبا غم کھا رہا ہے اور میں اُس کے لئے جن گوناگوں مشکلات سے ٹکرا رہا ہوں اُن کا یہ خلاصہ ہی خون کے آنسو رُلانے کو کیا کم تھا کہ میں ایک طویل ترین عرصہ سے چاہتا ہوں کہ وہ مجھ پر مہربان ہو اور میری جان اور میری روح کا حصہ بن کر میرے پاس ہو۔ لیکن یہ آرزو تو ایک طرف اُسے شاید اتنا بھی شک نہیں کہ اُس مُلّا رموزی کو مجھ سے محبت ہے جس کے قلم کی بہاروں پر ایک دنیا ہے جو خود مُلّا رموزی سے محبت کرتی ہے۔

بے شُبہ میں نے بارہا غور کیا اور میں اپنی قدرتی کمزوریوں کے باعث خود کو اس کا مستحق نہیں پاتا کہ بلندیوں، فراخ حوصلہ شادابیوں، اور جوانیوں کی اس ملکہ کو اپنا بناؤں۔ لیکن خدا کی قسم دل سے مجبور ہوں۔

مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں اکیلا ہی اُس کے جادو جگانے والے حسن و شباب کا گرفتار نہیں بلکہ مجھ سے کہیں بلند و برتر مرتبے کے لوگ ہیں جو جان کی بازی لگا کر بھی اُسے حاصل کرنا

چاہتے ہوں گے اور میرے پاس بجز دل و دماغ کے اور کچھ نہیں، اور یہ میری مالی بے سروسامانی ہی تو ہے جو باوجود اس درجہ شدید محبت کے میں اُس سے آج تک قریب نہ ہو سکا قریب ہونا تو دور میں اُس تک نہ کوئی پیغام بھیج سکا نہ ایسا کوئی اشارہ کر سکا بلکہ اس اُمید پر بیٹھا رہا کہ میرے دل پر اُس کی محبت کا جو اثر ہو رہا ہے جو اثر کام کر رہا ہو گا کہ اس پر کچھ بھی اثر ہو مگر اُس کی جانب سے آج تک جو بے پرواہ مزاجی، بیمروتی اور بے اعتنائی ہے وہ یقین دلا چکی کہ اُسے تو کیا اُس کے خدام تک کو میری پروا نہیں، مگر خدا کی قسم اس پر بھی میں اُس کی محبت میں وہ صدمے برداشت کر رہا ہوں کہ بس دل جانتا ہے۔

میں نے سنا ہے کہ حسن و جوانی والے رحم دل بھی ہوتے ہیں، اس لئے اگر اُن سے بھی محبت کریں تو وہ اُنہیں نواز لیتے ہیں مگر اس پر بھی میری طرف سے جو سرد مہری اور بے پروا مزاجی ہے بس دل جانتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اُس کے دل میں میری محبت قبول کرنے کی گنجائش ہو لیکن میری خدا کی دی ہوئی بیکسی بے بسی اور غربت میں یہ مجال و طاقت کہاں کہ میں اُس سے کہوں کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، پس اب جو اُسے اپنی محبت کا یقین دلانے سے بھی میری غربت و بے سروسامانی عاجز ہے تو تدبیر ایک ہی تھی کہ اُس سے محبت ہی نہ کروں، مگر خدائے جان آفرین کی تمام اُلفت انگیزیوں اور محبت پیدا کرنے والی رنگینیوں اور رعنائیوں کی قسم کہ دل اُس سے محبت توڑ لینے کے لئے تیار نہیں حالانکہ وہ مجھ سے بات تو بات کوئی ایسا اور اتنا اشارہ بھی نہیں کرتی جو میرے اس وہم و شک ہی کو قائم رکھ سکے کہ ہاں وہ اتنا ہی جانتی ہے کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔

اودھر تو اُس کی بے پروا مزاجی کا یہ عالم اور اِدھر اُس کے غم میں میرا یہ حال کہ اگر سُن لیتا ہوں کہ وہ خوش ہے تو سمجھتا ہوں کہ آج عید کا دن ہے، اور اگر سُن پاتا ہوں کہ وہ اس وقت خموش ہے تو سمجھتا ہوں کہ دنیا آج تاریک ہے لیکن میری اس درجہ دیوانگی پر آج تک نہ ہوا کہ اُس کی طرف سے میری تشفی اور میری خوشی کا کوئی پیغام آیا ہو مگر میں لاکھوں مصیبتیں اور اُس کی اس حد تک بے پروا مزاجی پر بھی جو اُس سے محبت کر رہا تھا تو مجھے اتنا ہی سہارا غنیمت محسوس ہوتا تھا کہ میں دوسروں سے اُس کی خیریت دریافت کر لیتا تھا، لیکن میرے بے نصیب اور بے زور وجود پر اب یہ بجلی گرائی گئی ہے یعنی خبر دی گئی ہے کہ اب اُس کی شادی ہے، اور اُس سے گفتگو کرنا تو نہ پہلے ممکن تھا نہ اب بلکہ اب اُس کی خیریت بھی میں دریافت نہ کر سکوں گا۔

اب اگر اس خبر کو میں اپنی کم نصیبی کا آخری اعلان کہوں تو اس کا کیا جواب ہے کہ وہ مجھ پر اس درجہ دور ہوتے وقت بھی اتنی مہربان نہیں ہے کہ میں خود اُس سے کہہ سکوں کہ میں تیری عزیز و محبوب محبت کی لاکھوں بے تابیاں اس کمال صبر و ضبط سے اپنے دل میں لئے ہوئے ہوں کہ بجز خدا کے کوئی نہیں ہے جو اُن کی شرح کر سکے۔

پس محبت سے بیتاب ہو جانے کی اس حد پر پہنچ کر اُس کی میری جانب سے اس یکسر بے پروا مزاجی اور خموشی پر یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جھوٹ ہے غلط ہے سر سے پاؤں تک غلط ہے کہ محبت کا اثر محبت کرنے والے پر بھی ہوا کرتا ہے، اور یہ بھی غلط اور سراسر غلط ہے کہ محبت میں امیر اور غریب کی کوئی تفریق نہیں۔ زیادہ با ادب۔

[illegible]

"باغبان"

خادم "میری ملکہ! اس خادم پر رحم کرنا"

ملکہ "مجلس برخاست ہو چکی اور سب خادم رخصت ہو گئے ... تو اس وقت دیر سے کیوں آیا؟"

خادم "میری ہی وقت ہے جب آپ دوسروں سے فارغ ہیں۔ میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ کے آخری خادم کے لئے اب کونسا کام باقی بچا ہے؟"

ملکہ "جب اتنی دیر ہو چکی تو کیا کام رہ سکتا ہے؟"

خادم "مجھے اپنی پھلواری کا مالی بنا دیجئے"

ملکہ "یہ کیسی حماقت ہے؟"

خادم "میں دوسرے کام ترک کر دوں گا....

اپنی تلوار اور برچھی کو میں خاک میں پھینکے دیتا ہوں ... مجھے اب دور دراز درباروں میں نہ بھیجا کیجئے.... نئی فتوحات کے لئے مجھے حکم نہ دیا کیجئے.... بس آپ مجھے اپنے چمن کا باغبان بنا دیجئے"

ملکہ "تو تیرے فرائض کیا ہوں گے؟"

خادم "آپ کے اوقات فرصت میں آپ کی خدمت" (یعنی)

میں روشوں کو تر و تازہ رکھوں گا جہاں آپ صبح کے وقت ٹہلا کرتی ہیں.... جہاں پھول تحسین آمیز احترام کے ساتھ ہر ہر قدم پر آپ کے پاؤں سے لپٹے جانے کے آرزو مند ہوں گے....

چمپا کی شاخوں میں ایک جھولے پر میں آپ کو جھولے جھلاؤں گا جبکہ ماہتاب شام کے وقت پتوں سے باہر نکل کر آپ کے دامن کو چومنے کی کوشش کریگا....

میں چراغ میں خوشبودار تیل بھر دیا کروں گا جو آپ کے سرہانے جلا کرتا ہے اور آپ کی تپائی کو صندل و زعفران کے نادر نقش و نگار سے سجایا کروں گا"

ملکہ "تو اجرت کیا لیگا"

خادم "(صرف) یہ کہ میں آپ کی کنول جیسی نازک کلائیوں کو پکڑ کر ان پر پھولوں کے ہار باندھوں.... اور اشوکا کی پنکھڑیوں کے سرخ عرق سے پاؤں رنگوں.... اور اس خاک کو چومنے کی ... جو وہاں پڑی ہو اجازت پاؤں۔"

ملکہ "تیری عرض قبول کی گئی میرے خادم! تو میرے گلشن کا باغبان ہوگا"

(ٹیگور)

جمیل احمد کندیلے پوری

شاہجہاں

گولیوں کی تجارت

آج کی ڈاک سے ہم کو اپنے ایک ادبی دوست کا خط ملا ہے، جو ایک واقعہ تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر ادبی دلچسپیوں کو [illegible] چھاڑ کر دواؤں کی تجارت کرنا چاہتے ہیں۔ اس خط کا اقتباس ہم ایڈیٹر صاحب "شاہجہاں" کو بھیجے دیتے ہیں شاید ہمارے دوست "شاہجہاں" کے مضمون نگار ہوں تو ایڈیٹر صاحب کو اس ہونے والے واقعہ اور حادثہ کی اطلاع ہو جائے اور وہ کچھ انسداد کر سکیں۔

"سُنتی ہو" اُنہوں نے کہا "میں آجکل تخفیف کر رہی ہوں ..... کس چیز میں" ہم نے

"اخراجات میں" ہم نے بیساختہ جواب دیا "بڑی معقول بات ہے تم خرچ بھی بہت کرتی ہو"

"بیوقوفی کی باتیں نہ کرو" یعنی یہ ہم سے ارشاد ہو رہا ہے خدائے مجازی سے "میرا مطلب اپنے وزن سے ہے۔ نہیں خبر ہے میرا وزن اس وقت دو من دس سیر ہے"

"میرا خیال ہے کہ حکومت ہند میں عورت کو اس قدر وزن دار ہونے کا حق حاصل ہے اگر تم انگلستان یا فرانس میں ہوتیں ......"

"معاذ اللہ واہیات نہ بکو تم جانتے ہو کہ آجکل دُبلی پتلی لڑکیاں اچھی نظروں سے دیکھی جاتی ہیں"

"تمہارا مطلب ہے دُبلی پتلی عورتیں" ہم نے جملہ صحیح کر دیا۔

"عورتیں ہی سہی" اُنہوں نے تصحیح کو مان لیا "مسز [illegible] جانتے ہو جب سے اُس کا بدن چھریرا ہو گیا ہے کیسی خوب [illegible] لگتی ہے۔ دو سال پیشتر کوئی اُس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا [illegible] نہ تھا اب ہر شخص اُس کی تعریف کرتا ہے"

"کسی دن اُسے چائے پر کیوں نہ بلاؤ" ہم نے نہایت [illegible] کے ساتھ تجویز کیا۔

"اور اس ترقی یافتہ زمانہ میں" اُنہوں نے [illegible] کی ان سُنی کرتے ہوئے کہا "دُبلا ہونا بہت آسان ہے"

"اچھا تم دُبلی ہونے کے لئے کیا ترکیب کرو گی، بھوک ہڑتال، وکٹوریہ پارک میں دوڑنا پھر کسی پر بے اختیار عاشق ہو جانا" ہم نے سامنے کی میز کے آئینہ میں اپنے مقدس حلیہ پر اک نگاہ افتخار ڈالتے ہوئے کہا۔

"لاحول ولا قوۃ کیا لغو ہیں یہ میں ڈاکٹر ترمذی کی [illegible] گولیاں استعمال کر رہی ہوں ہر کھانے کے بعد دو گولیاں کھائی جاتی ہیں"

"اور گولیوں کی مقررہ تعداد پوری کرنے کے لئے کھانا دن میں کتنی مرتبہ کھاتی ہو" ہم نے نہایت اندیشہ ناک [illegible] اسے جتنی مرتبہ معمولاً کھایا جاتا ہے۔ ان کے استعمال دل کی حرکت اصلی حالت پر آ جائے گی اور وزن [illegible] تیس سیر گھٹ جائیگا" اُنہوں نے [illegible]

"ا[illegible] کتنا گھٹ [illegible]"

"تم [illegible] اوقات بہت [illegible]"

[illegible] کہا۔

"مجھے بہت [illegible]"

[illegible] کی [illegible]

[illegible]

[illegible] سے جاتے ہیں اور [illegible]
[illegible] اور [illegible] کہیں آئی اور [illegible] تھی
[illegible] ساتھ اُن کا [illegible] یا غائب ہو جاتا۔ اگر
[illegible] صاحب کبھی ہماری [illegible] نہیں
ہوتیں اور ہماری وہ صاحبہ زیادہ ہوتیں اور زیادہ بوڑھی کہ ہم
[illegible] یہاں تک کہ خود اُن کی بی بی کو اُن کی [illegible]
[illegible] سے [illegible] پڑی۔

کوئی چند ہفتے بعد اُن کی والدہ محترمہ کے [illegible]
[illegible] کا موسم آگیا۔ ہم ہمیشہ اپنی ساس کو جن کے
[illegible] اُن کی والدہ کے ہوتے ہیں میری اماں جان کے لفظ سے
خطاب کرتے ہیں اور لفظ میری پر خاص زور دیتے ہیں۔ اگر تمہاری
کوئی ساس ہے جو تمہارے لئے بنک کی حیثیت رکھتی ہے اور
ہر وقت تم کو تمہاری اُن کی ضمانت پر قرض دینے کو تیار ہے
کافی دولتمند ہے اور تم کو ایک دن وراثت میں اُس سے کچھ
رقمیں مقبوضات حاصل ہونے کی قوی اُمید ہے تو یہ نہایت
ہی مفید طریقہ ہوگا کہ ہمیشہ اُن معلّی کے ساتھ مہذب اور
متواضع رہو اور اُن کے نزول اجلال کے وقت انتہائی
[illegible] کا اظہار کرو۔

اگر ہمارے ایک عدد دُم ہوتی تو ہم اظہار مسرت میں
اُس کو مشرق مغرب شمال و جنوب کی طرف اور تمام اُن اطراف
میں جدھر جدھر کہ دُمیں ہلائی جاتی ہیں ضرور ہلاتے۔ اگر ہماری
زبان [illegible] ہوتی تو [illegible] جاتے۔ اور اگر ہماری ناک کا سرا
[illegible] ہوتا تو ناک بھی رگڑتے اور اگر کہیں ہم
[illegible] ہوتے تو ہم ذرا ایک کونے پر [illegible]
[illegible]

اماں جان [illegible] کو پانچ بج کر [illegible] منٹ گیارہ
[illegible] ہم دفتر میں تھے [illegible] جاتا ہے

کہ ایک نگاہ ہماری اُن کے پولے چہرہ آنکھ ناک کان وغیرہ کا جائزہ لے لیا۔ پھر اپنی ناک پر عینک کی نشست کو درست کر کے ایک زلزلہ خیز نگاہ سے گھورنا شروع کیا۔ ہماری وہ جو سوئی تاری گداز بھاری بھرکم بوجھ پاٹ دو من دس سیر واقع ہوئی تھیں اس وقت ایک لانبی سی کھنچی کھنچی دار چھری شاعرانہ الفاظ میں ایک ناگن بہرحال جو مثال آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو وہ معلوم بلکہ محسوس ہو رہی تھیں۔

مقصد اب یہ معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ ہم اپنی اماں جان کی دختر نیک اختر (بایں معنی کہ شادی کے رقعوں میں نیک اختر لکھا جاتا ہے) کے ساتھ کچھ بدسلوکی کر رہے ہیں بھوکا مار رہے ہیں دماغی آزار پہنچا رہے ہیں یا ہم پھر کسی ٹین کی گڑیا پارچہ کی یا چربی کی پتلی کے پیچھے دیوانے ہو رہے ہیں یا ہم کو پھر شراب خوری کی لت ہو گئی یا طلاق حاصل کرنے کیلئے کافی وجوہات فراہم ہو گئے ہیں۔

ہم دفتر سے واپس گئے اور ہم نے اماں جان کو ایک متین خاموش اور تیز نگاہ مدبر کی شان سے اپنا منتظر پایا۔ انتظار محبت بلکہ تحقیقات کی غرض سے کہ ہم خراب کی بدبو تو نہیں دیتے اماں جان نے ہم کو گلے لگایا۔ ہم دونوں ایک طرف قاعدہ سے بچھائی ہوئی کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

اب اگر آپ کو کسی الزام کی تقریب میں کبھی کوتوالی کی سیاحت کا اتفاق ہوا ہے اور بڑے دیوان جی سے گفت و شنید کی نوبت آئی ہے تو آپ خوش قسمت ہیں کیونکہ اُس جرح و تعدیل کے مقابلہ میں جس کا فخر ہم کو حاصل ہوا وہ سوالات شعبہ اسکول کے درجہ الف یا ب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

اماں جان صرف سچی خالص بات معلوم کرنا چاہتی تھیں

ہم کونسے ہوٹل میں لنڈھاتے ہیں، کیا کسی اُمیدوار لڑکی کے ساتھ چہل قدمی کو جایا کرتے ہیں، شب کو دیر سے مکان واپسی ہوتی ہے،" ہم قرض دار ہیں، گھوڑ دوڑ کے چیمپن ہوچکے ہیں، زہر تیار کرنے کی معلومات حاصل کررہے ہیں، کالا جادو سیکھ رہے ہیں، آہستہ آہستہ بہ تکلف و بلا تکلیف جان لینے کے طریقے سے واقف ہیں؟ ان تمام سوالات کا ملخص یہ تھا کہ معظمہ کی صاحبزادی کو ہم نے کیوں اور کس ترکیب سے دُبلا کیا ہے۔

اتنی دیر میں کہ ہم نے پانچ سیر تین چھٹانک اور چھ ماشہ پسینہ اپنی پیشانی مبارک سے کشید کیا، اور دو سو چھپن مرتبہ اپنا طریقہ نشست بدلا اکتالیس ٹھنڈی سانسیں بھریں چورا سی مرتبہ غراغوں کیا اور ایک سو سترہ مرتبہ پلکیں جھپکائیں، کھانسے اور ناک سے سُوں سُوں فرمائی کمبخت جرح ختم ہوئی، وہ معزز و محترم ہستی جس کو بیک وقت جج جیوری کورٹ انسپکٹر وغیرہم کے مناصب جلیلہ حاصل تھے مطمئن ہوگئی کہ ہم بالکل بے قصور ہیں اور ڈاکٹر ترمذی کی تحلیلی گولیاں اس عظیم الشان تغیر کی ذمہ دار ہیں۔

اس معرکہ میں ہماری وہ جو بحیثیت ایک وفاداری بیوی کے ہم سے محبت کرنے عزت کرنے اور ہم کو تابعدار بنا لینا کا وعدہ کر چکی تھیں اور تکلیف پلیگ قحط سیلاب انکم ٹیکس اور دوسرے ٹیکسوں کے حوادث و مصائب میں ساتھ دینے کا عہد کر چکی تھیں برابر سینہ سپر رہیں اور ڈاکٹر ترمذی یا اُن کی گولیوں پر فرد جرم لگادی گئی۔

اماں جان جس طرح بے محابا وارد ہوئی تھیں اسی طرح یکلخت رخصت ہوگئیں اور مکان ایسا پُرسکون ہوگیا جس طرح کہ طوفان ابر و باد

ایم غیاث الدین احد ایجنٹ
تبریزی حب مقوی فربہ کن

ختم ہونے پر فضائے آسمانی دو تین ہفتہ کے بعد ہمیں [illegible] ایک کارڈ ملا۔

"سلام دو" ہم نے چپراسی سے کہا۔

"فرمائیے مسٹر غیاث الدین میں جناب کی کیا خدمت کرسکتا ہوں"

"میں آپ کی خدمت میں مشہور و معروف فربہ کرنیوالی گولیوں کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہوں، یہ گولیاں کبھی بے اثر ثابت نہیں ہوئیں۔ آپ جیسے نحیف الجثہ آدمیوں کو ضرور استعمال کرنی چاہئیں۔ میں آپکا وزن دریافت کرسکتا ہوں؟"

"تقریباً ایک من دو سیر"

"آپ کی عمر غالباً ۳۵ سال ہے"

"تیس سال ہم نے تیوری چڑھا کر کہا"

"بہت درست تیس سال لہذا اصول صحت کے لحاظ آپ کا وزن دو من ہونا چاہیئے یہ بہت بڑی کمی ہے۔ انکی [illegible] سے تیس سیر کا اضافہ ہوسکتا ہے، اور پھر آپکا قدرتی اور اصلی وزن ہوجائیگا"

"ہوں" ہم نے سر ہلاتے ہوئے ہونکاری بھری۔

اس تمام وقت میں ہمارے خیالات بہت دور دور کی سیر کر رہے تھے۔ ہم نے یہ نام کب کہاں اور کن حالات میں سنا ہے ایک تو اس نام کا غازی مجاہد اسی قسم کا کوئی آدمی گذرا ہے جو غالباً بادشاہ بھی تھا، ایک فارسی لغت کی کتاب کا مصنف تھا جس کو مولوی بھی کہتے ہیں، ایک ہمارے پڑوسی کا نام تھا جو نکڑ والے مکان میں تشریف فرما تھے اور جن سے ہماری اُن کی بلی اور موصوف کے کبوتروں کے سلسلے میں جنگ عظیم واقع ہوگئی تھی۔ اوہو بیشک اب یاد آیا [illegible] ہماری بیوی کے لئے تحلیلی گولیاں لایا کرتا تھا

"بہت خوب تو مسٹر غیاث الدین" ہم نے [illegible] ساتھ کہا" آپ کبھی ڈاکٹر ترمذی کی تحلیلی گولیوں [illegible]

[illegible] تمہیں [illegible]
[illegible] رہا۔
[illegible]
[illegible]
[illegible] کی حفاظت [illegible] اور تم [illegible]
[illegible] رنگ
[illegible] سلسلے میں تم نے [illegible]
[illegible]
[illegible] کہیں [illegible]
[illegible] جائے۔

اُن [illegible] شروع ہوئی تمہیں یاد
[illegible] خیالات میں [illegible] سے آیا اور میری
[illegible] دیکھ [illegible] تیری گھر [illegible]
[illegible] آیا اور [illegible] قیامت تک سلامت
[illegible] کس زبان سے کہوں کہ میری طرف توجہ ہی نہ کی جیسے
[illegible] بس اٹھایا، کیوں کیا
[illegible] گی، قریب تھا کہ میں [illegible]
[illegible] واپس چلا آیا اور
[illegible] ایک قہقہہ بھی لگا۔
[illegible] ناراض اور
[illegible] ساری رات
[illegible] کردی۔
[illegible] بیٹھا تھا اور [illegible]
[illegible] خواب
[illegible] کر
[illegible] کر

آئیں بھی تو ہٹائے دو! بس ہم سے کلام نہ کرو۔ دیکھتی نہیں وقت ختم ہو رہا ہے۔ پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو تم بھی وہاں موجود تھیں اور غالباً مسکرا رہی تھیں، اور لڑکیوں کا کام ہی کیا ہے۔ دوسروں کو مظلوم دیکھ کر انہیں مسکرانا ہی آتا ہے۔ میں ایک منٹ کے لیے وہاں سے بھاگ نکلا، اور غسل خانے میں ہی جاکر دم لیا۔ اندر سے چٹخنی چڑھالی۔ کھڑکی سے دیکھا تو تم اور تمہاری سہیلیاں بھی بھاگی ہوئی آرہی ہیں، لیکن تمہارا پاؤں پائنچہ میں الجھ گیا اور تم دھڑام سے فرش پر گر گئیں اور کس بھونڈے پن سے۔ خدایا ان لڑکیوں کو گرنا بھی نہیں آتا۔ میں نے بے اختیار ایک قہقہہ لگایا۔

اور یاد ہے اٹھایا کس نے تھا؟ جی ہاں اسی خادم نے۔ اب تم اسے احسان نہ مانو تو اور بات ہے۔ لیکن جب تمہیں کیا مزے سے بازو پر سہارا لئے چل رہی تھیں۔ میری خوش قسمتی سے تمہیں چوٹ اچھی خاصی آئی، اور ہم نے تمہاری مرہم پٹی کی۔ اس طرح تم لیٹی تھیں اور میں نے تمہارے چہرے کی طرف دیکھا تک نہیں، میری پلکیں اوپر تھیں، اور میں نے تمہاری انگلیوں کو چوم لیا، تم نے اپنا ہاتھ جھٹک لیا۔ ہاں جمیلہ یوں ہماری محبت شروع ہوئی — محبت! محبت کا احساس آہ کس شدت کا احساس، اُف میرا جسم کانپ گیا۔

اب تم تخیلات کی دنیا میں رہنے لگیں، نظمیں کہنے لگیں۔ میں نے بھی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب تم نے اپنا حسین بنایا کہ اگر آئینہ نہ ہوتا تو میں مغرور ہوتا لیکن میں بہت مسرور تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی کل انا کا میں مالک ہوں۔ تمہارے خطوط کا جواب نہ دینا اور محض اس لئے کہ تمہارے شکوے بھرے رنگین سننے میں جو مزہ آتا اور تمہارا غصہ سے انتظار کر دیتا۔ اب قصہ کتنا طول دوں۔ مختصر یہ کہ تم میرے

[illegible] لیکن اصل میں یوں تھا کہ میں تمہارے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ تم چاہو اسے جھوٹ کہو، لیکن بتاؤ کہ کبھی جو میں تمہیں کھیلنے گیا ہوں، سارا دن تمہارے سامنے ہی گذر جاتا، کبھی جھولا جھولنے میں تو کبھی تیتریاں پکڑنے میں سارا شام اور سعید ہمارے آتے اور آوازیں دے دیکر واپس چلے جاتے — یہ سب باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اس اختلاط کو ضرور رنگ لانا تھا۔ ہم میں قسماقسمی ہوگئی تھی اور مضبوط عہد پیمان کہ ہماری زندگی ایک دوسرے ہی سے وابستہ ہوگی۔

ان باتوں کو آج بیس سال گذر گئے [illegible] خیال ہوگیا، تمہاری شادی ہوگئی — [illegible] کیوں یاد کیا جو تم سے ہزار ہا میل دور ہے۔ اس [illegible] عہد پر قایم ہوں اور اپنے آخری سانس بھی تمہاری [illegible] وقف کر رہا ہوں۔ دیکھو تم کشتی والی بات کو نہ بھولنا [illegible] بھی یاد رکھنا — ان شریر لڑکے سے تمہیں [illegible] لیکن وہ شریر لڑکا تم سے محبت کرتا تھا۔ تمہارے [illegible] کچھ اسوقت میرے پاس ہے وہ میرے ساتھ ہی دفن ہوگی لیکن [illegible] رہیگی۔ آہ جمیلہ میں ہر وقت ساتھ رہونگا ہمیشہ [illegible] — الوداع

نزہت۔ حسن سلیمی

چاندنی میں

[illegible] ایک [illegible] رہتا تھا
[illegible] اکثر ایک نام کہہ دے رہی تھی، اُس کے [illegible]
ہر وقت ایک ہیجان سا رہتا تھا۔ اگرچہ وہ انصاف پسند
[illegible] کی ہر بات کو تسلیم کرتا تھا، اُس کے
خیالات [illegible] وہ اس بات پر ایمان رکھتا تھا کہ
ذات باری تعالیٰ کو اس کے تمام مظاہر اور
خواہشات کو کامل سمجھتا ہے۔ اکثر جب وہ اپنے ماحول [illegible]
[illegible] پر غور کر رہا ہوتا اُس کے دل میں یہ سوال پیدا
ہوتا، "خدا نے ایسا کیوں کیا؟" وہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ تصور
کر لیتا اور غور و فکر کے بعد ہر چیز کی علت معلوم کر لیتا تھا۔
وہ ایسے لوگوں میں سے نہ تھا جو عاجزانہ عجز سے کہا کرتے
ہیں "اے خدا تیری قدرت کا کارخانہ ہماری عقل کی رسائی
سے بہت بالا ہے۔" وہ تو کہا کرتا تھا "میں خدا کا ایک خادم
ہوں۔ مجھے اس کے ہر کام کی علت غائی معلوم ہونی چاہیے۔ اگر
میں نہیں جانتا تو میرا فرض ہے کہ اُسے معلوم کرنے کے لئے انتہائی
کوشش کروں۔" اُس کے خیال میں دنیا کی ہر چیز کے پیدا کئے
جانے کی علت اور [illegible] وجوہ موجود تھیں۔ ہر چیز کی "کیوں"
[illegible] جواب تھا جس نے پیدا کی [illegible] تھی کہ
[illegible] اگر معلوم نہ ہو [illegible]
[illegible] فصلیں پک جائیں اور
[illegible] اس نے سامان بنا لیا تھی
[illegible] اس لئے [illegible]
[illegible] محفوظ ہو کر [illegible]
[illegible] نہیں کر

سکتا تھا کہ اُس کے نزدیک یہ خیال کہ موجودات کو اس دنیا کی
تلخ حقیقتوں، آگ، بارش، برف، زلزلے اور آندھیوں سے مانوس
ہونے میں گو ہماری مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے محض ایک
وہم باطل تھا۔

لیکن اُسے ایک چیز سے ازلی نفرت تھی۔ وہ عورت کی
ہستی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا، وہ اکثر مسیح کے الفاظ
دہرایا کرتا تھا "عورت! مجھے تجھ سے کیا کام" اور کبھی اس میں
یہ اضافہ کر لیا کرتا تھا "شاید خدا بھی تجھے پیدا کر کے پشیمان
ہی ہوا ہوگا!" عورت کے متعلق کسی شاعر کا قول "بارہ گناہ کا
بچہ" اُس کے نزدیک ایک قطعی فیصلہ تھا۔ عورت وہ مکّارہ تھی،
جس نے پہلے انسان کو راہ راست سے بھٹکایا اور جو آج تک
اپنے قابل نفرین کام میں مشغول تھی۔ اُسی کی کمزور و ضعیف ہستی
دنیا کی تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کا موجب تھی۔ اُسے عورت
کے گداز اور نازک جسم سے زیادہ اُس کے محبت بھرے دل سے
نفرت تھی۔ اُس نے بارہا عورت کی محبت پاش نگاہیں اپنی طرف
اُٹھتی دیکھی تھیں۔ اگرچہ اُسے اپنے پتھریلی چٹان کی طرح جامد
ساکن ہونے پر مکمل اعتماد تھا، لیکن پھر بھی عورت کی سطح کو
محبت کی تلاش میں یہ ارتعاش اُسے پریشان کر دیتا تھا۔ اُس کے
خیال میں عورت کی تخلیق کا مقصد ہی اُس کی ترغیب و تحریص سے
مرد کا امتحان لینا تھا۔ مرد کے لئے لازم تھا کہ وہ اپنی مدافعت کے
کافی سامان مہیا کئے بغیر اُس کے قریب نہ جائے۔ عورت دراصل
ایک دام تھا جو ہر وقت مرد کے شکار کے لئے سینہ پھیلائے اور
لب کھولے رہتا تھا۔

وہ گرجے کی تارک الدنیا عورتوں کو بھی جو اپنی قسمتوں کی

...سے بہت حد تک بے نیش ہو چکی تھیں مشکل سے برداشت
...سکتا تھا، وہ اُن سے سختی سے پیش آتا تھا کیونکہ اُسے
...کے متفق دلوں کی گہرائیوں میں وہی ازلی جذبہ پنہاں
...ر آتا تھا وہ محسوس کرتا تھا کہ باوجود اُس کے راہب ہونے کے
...ر اُن کی نظریں اُس پر لگی رہتی تھیں - وہ اُن کی آنکھوں
...جن میں عقیدت کی مستی راہبوں کی آنکھوں سے کہیں
...یادہ تھی یہی جذبہ کارفرما پاتا تھا - اُن کی مدہوشی جیسی تھی
...رسیح کے لئے اُن کا بے پناہ جذبۂ محبت محض عورت کا
...شق .... سرتاسر جنسی وہ اُن کی اطاعت میں اُن کی ہمین
...ر میٹھی آوازوں میں، نیچی نظروں میں اور غم کے اُن آنسوؤں
...ں جو کبھی کبھی اُس کی درشت زجر و توبیخ اُن کی آنکھوں سے
... نکلتے تھے یہی خوفناک جذبہ خوابیدہ پاتا تھا - وہ گرجے سے
...ہر نکلکر اپنی عبا کو جھاڑ دیا کرتا تھا اور بڑے بڑے قدم اُٹھاتا
...ہلدی دور نکل جاتا جیسے کسی بڑے خطرے سے جان بچاکر
...بھاگ رہا ہو۔

اُس کی ایک بھانجی تھی جو قریب ہی کے ایک مکان میں
...اپنی بیوہ ماں کے پاس رہتی تھی - میرگنان اس کوشش میں
...تھا کہ وہ تارک الدنیا ہو کر نن بن جائے . لڑکی بڑی خوبصورت
...اور بے پروا سی تھی - جب وہ اسے وعظ و تلقین کرتا وہ ہنس
...دیتی تھی - جب وہ ناراض ہوتا تھا وہ اُس سے لپٹ جاتی اور گلے
...بھینچ کر اُس کا منہ، رخسار، پیشانی اور سر چومنا شروع کر دیتی
...وہ غیر ارادی طور پر اپنے آپ کو اُس کے گول گول بازوؤں سے
...چھڑانے کی کوشش کرتا اگرچہ وہ ایک عجیب لذت محسوس کرتا
...تھا جو اُس کی روح کی گہرائیوں میں باپ بننے کی اُس حس کو
...جو ہر مرد میں پنہاں ہوتی ہے بیدار کر دیتی تھی۔
... وہ گرجے کو جاتے ہوئے کھیتوں میں سے گذرتے
...اکثر اُس سے خدا کی .... اپنے خدا کی باتیں کیا کرتا تھا وہ

کبھی سُستی اور کبھی احساس زندگی جاں پرور کیفیت میں ڈوبی ہوئی
آسمان کی نیلاہٹ کو دیکھتی رہتی - کبھی سبز گھاس اور ...
خودرو پھولوں سے کھیلتی اور کبھی کسی اُڑتی ہوئی تیتری کو پکڑنے
کے لئے دوڑنے لگتی - وہ اُسے پکڑ لاتی اور کہتی "ماموں! دیکھو
یہ کس قدر خوبصورت ہے - میرا دل چاہتا ہے کہ اسے ...
لوں" سوسن کے پھولوں اور رنگین تیتریوں کو چھونے کی ...
راہب کے اعصاب پر ایک ضرب لگاتی وہ پریشان ہو جاتا اور
اس میں بھی اُسے عورت کا وہی غیر فانی جذبہ نظر آتا -

ایک دن گرجے کے نگہبان کی بیوی نے جو اُس کے گھر کی
بھی منتظمہ تھی اُس نے نہایت آہستگی سے بتایا کہ اُس کی
بھانجی کا ایک عاشق بھی تھا اُسے یہ سُن کر بہت صدمہ ہوا
اور وہ حجامت بنانی چھوڑ کر آدھے منہ پر صابن لگے دم بخود
اُٹھ کھڑا ہوا - جب وہ بولنے کے قابل ہوا تو چلا کر بولا "غلط
ہے اور تم جھوٹ بول رہی ہو"۔ بوڑھی عورت نے اپنے دل پر
ہاتھ رکھ کر جواب دیا "میرے مقدس باپ! اگر میں جھوٹ بول
رہی ہوں تو مجھ پر خدا کا قہر نازل ہو - ہر شام جب تمہاری
بہن سو جاتی ہے وہ اُٹھ کر دریا کے کنارے اُس سے ملنے چلی
جاتی ہے - اس کی تصدیق کے لئے تم کسی رات دس اور بارہ بجے
کے درمیان وہاں جاکر انہیں خود دیکھ سکتے ہو"

اُس نے اُسترا ہاتھ سے رکھ دیا اور گہری سوچ میں پڑ کر
کمرے میں ٹہلنے لگا - تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر حجامت
بنانے کی کوشش کی - مگر ناک سے کان تک تین جگہ زخم لگا
تمام دن وہ خاموش بیٹھا غصے سے کھولتا رہا - عورت اور
محبت کے خلاف اُس کے راہبانہ جذبۂ نفرت کے ساتھ ...
معلم اور روحانی راہبر کا غصہ شامل تھا ...
جس کی تمام محنت و کاوش ایک بچے نے ...
خودی کو اس قسم کی چوٹ لگی تھی جس کا سامنا ...

... ان کی ... کر ... اس ... ایک
... ان کے علاوہ کسی ... اپنا ... منتخب
کیا ہے۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد اُس نے مطالعہ میں
جی لگانے کی کوشش کی مگر اپنے غضبناک جذبات کو
کتاب پر مرکوز نہ کر سکا۔ نصف شب اُس کا بڑا لعل
... کی آواز آئی تو وہ اُٹھ
کھڑا ہوا اور ... جو وہ رات کے وقت
مریضوں کی عیادت کو جاتے ہوئے لیا کرتا تھا کندھے سے اُٹھا لیا
... اپنے مضبوط دہقانی ہاتھوں کی
... گرفت میں اس ڈنڈے کو غور سے دیکھا اور پھر سر
... ہلا کر فضا میں اس سے کئی خوفناک چکر بنائے۔
... دانت پیستے ہوئے اُس نے ڈنڈا ایک کرسی کی پشت
پر دے مارا۔ کرسی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر آ رہی۔ اُس نے
ایک قہقہہ لگایا اور باہر جانے کے لئے دروازہ کھولا ... ٹھٹک
گیا۔ باہر اس قدر شاندار چاندنی تھی کہ اُس کی
نظروں نے آج تک ایسا دلفریب منظر نہیں دیکھا تھا۔
... کی طرح ایک ایسی ...
... تھی جس کی تمام خوابیدہ وجدانیت کو ... کار
... چاندنی کا یہ رنگ ... منظر کافی تھا
... محسوس کیا کہ اُس کا قلب لطیف جذبات سے
معمور ہو رہا تھا۔ اُس کے چھوٹے پائیں باغ کی ہر چیز
... شفاف چاندنی میں نہائی ہوئی تھی۔ پھولوں کے
... تھے جھوم جھوم
... ہیں
... ہو
... سے

فضا کو ایک حلاوت بخش رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا ... ایک عجیب تسکین اور سرور محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنی جھانجھی کا خیال تقریباً بھول گیا جب وہ کھلے میدان میں پہنچا تو چاندنی کے اس لطیف منظر کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ ساری وادی میں نور کا ایک سیلاب بہہ رہا تھا۔ ہر چیز ہلکی ہلکی شفاف چاندنی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مینڈک اکٹھے ہو ہو کر اپنے راگوں سے فضا کو معمور کر رہے تھے۔ دور دور بیٹھے جھینگروں کی وہ کانپتی ہوئی آواز جس سے بچانے خیالوں کے خواب جنم لیتے ہیں اور جس کے زیر و بم محبت بھرے بوسوں سے ہم آہنگ ہوتے ہیں فضا میں ایک خمار پیدا کر رہے تھے۔

وہ آگے چلتا گیا، مگر اب وہ ایک کمزوری محسوس کر رہا تھا اُس کے تمام اعضاء تکان سے چور چور ہو رہے تھے۔ وہ بیٹھ کر خدا کے تصور میں گم ہو جانا چاہتا تھا اُس کے سامنے دریا کے خم کے ساتھ ساتھ چنار کے دیو درخت آسمان سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ دریا کے کناروں کے گرد ہلکی ہلکی سفید دھند فضا میں معلق تھی جس میں سے گذر کر چاند کی شعاعیں ایک ٹھنڈی خمار آلود روپہلی تابانی پیدا کر رہی تھیں چلتے چلتے وہ ٹھہر گیا اس نے اپنے قلب کی عمیق ترین گہرائیوں میں ایک خنک ایک اضطراب ایک ارتعاش محسوس کیا۔ وہ سوال جو کبھی کبھی اُس کو پریشان کر دیا کرتا تھا آج پھر اُسے مضطرب کر رہا تھا۔ "خدا نے ایسا کیوں کیا" رات جب آرام کرنے کے لئے، سونے کیلئے دنیا کی کشاکش کو فراموش کر دینے کے لئے پیدا کی گئی تھی پھر اُسے دن سے، صبح سے، شام سے زیادہ خوبصورت بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ سُبک رفتار اور دلکش سیارہ جس کی ٹھنڈی شعاعوں میں آفتاب سے کہیں زیادہ شعریت تھی اور

جو حسن کے اُن لطیف اور تحیر خیز پہلوؤں کو منور کرتا تھا جنہیں آفتاب کی تیز روشنی مجلس دیتی کیوں رات کو ہی نمودار ہوتا تھا؟ عالم ہستی کے تمام مغنیوں کی سردار بلبل رات کو کیوں نہیں سوتی؟ وہ رات کے مرتعش سایوں میں گانا کیوں پسند کرتی ہے؟ فضا پر یہ شفاف پردہ رات کو کیوں ڈالا جاتا ہے؟ جسم کا یہ خمار آلود کسل روح کے تاروں کا یہ ارتعاش کیوں ہے؟ جب انسان محو خواب ہوتا ہے تو حسن دلکشی کا یہ مظاہرہ کس کے لئے ہے؟ آسمانوں سے شعریت کا یہ سیلاب کس کے لئے اُمڈا آرہا ہے؟ وہ کچھ نہیں سمجھ سکتا تھا۔

یکایک چراگاہ کے پار دریا کے کنارے چنار کے درختوں کے نیچے اُسے دو سائے حرکت کرتے ہوئے نظر آئے۔ ایک بلند قامت نوجوان اپنی محبوبہ کے گلے میں باہیں ڈالے اُس کی پیشانی کو چومتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اُن کے وجود سے بیجان وادی میں جان پڑ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تمام وادی ایک قدرتی چوکھٹا تھی جو خاص طور پر اس حسین تصویر کو احاطہ کرنے کے لئے ہی بنائی گئی تھی وہ دونوں اس وقت ایک ہی قالب معلوم ہو رہے تھے۔ غالباً وہ ہستی جس کے لئے یہ خاموش اور خوبصورت رات پیدا کی گئی تھی وہ راہب کے سامنے اُس کے سوال کے زندہ جواب کی صورت میں [illegible] اُس کی آگاہی کے لئے خود آسمانوں سے [illegible]

وہ تحیر کھڑا ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے [illegible] پُرانے عہد نامے کا کوئی منظر دیکھ رہا ہے۔ اُس کا دماغ "راگوں کے راگ" کے شعروں پر جن میں [illegible] انسان کی چیخیں اور انگڑائیاں تڑپتی ہوئی [illegible] دوڑ رہا تھا۔ "شاید ایسی راتیں انسان کی محبت کی [illegible] لئے ہی پیدا کی گئی ہیں" اُس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

وہ اُس بغلگیر جوڑے کو راہ دینے کے لئے اُن کی نظروں سے اوجھل ہو گیا، اور وہ اُسی طرح اُس کے پاس سے گذر گئے۔ یہ اُس کی بھانجی ہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کیا وہ خدا کی نافرمانی نہیں کر رہا جب وہ خود محبت کے لئے ایسے دلفریب سامان مہیا کرتا ہے، وہ اُس غلطی احساس میں وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا جیسے کسی ایسے مندر میں گھس گیا تھا جہاں جانے کا اُسے کوئی حق حاصل نہ تھا۔

(موپاساں) چوہدری محمد اقبال

جمیلہ

جمیلہ اپنے شوہر نادر خاں لوہار کی دوکان کے دروازہ میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اٹھارہ یا انیس برس کی دُبلی پتلی نوجوان لڑکی تھی۔ اس وقت سفید شلوار اور سفید ہی کرتہ جو ٹخنوں تک لمبا تھا پہنے ہوئے تھی۔ وہ کسی پریشان کن خیال میں غرق دنیا و مافیہا سے بے خبر تھی، کبھی وہ زار و قطار رو نے لگتی، لیکن اگر کوئی راہ گیر اس کی دوکان کے سامنے سے گذرتا تو وہ فوراً اپنے آنسو پونچھ ڈالتی تاکہ دوسرے اس کی مغموم اور پریشان حالت سے آگاہ نہ ہونے پائیں۔ چونکہ وہ فطرتاً تنہائی پسند تھی اور دوسرے اس کا شوہر نادر خاں بہت ظالم آدمی تھا اس لئے وہاں اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ اس کی سہیلی صرف ہوا تھی جو اس کے رخساروں پر نرمی سے تھپیڑ مارکر نا چا کرتی تھی یا خدا جس کی پرستش کرنیکا سبق اس نے اپنے ماں باپ سے سیکھا تھا جس کی امداد کے بھروسہ پر وہ اب تک زندہ تھی اور جسے اپنے دل میں یاد کرکے خوش ہو لیتی تھی۔ یا بلبل جو اس کے شوہر کی دوکان سامنے ایک درخت پر بیٹھ کر ہر روز صبح سویرے نغمہ ایزدی گایا کرتی تھی اور اسے یاد دلاتی تھی کہ اس کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے جسکی پرستش اس پر فرض ہے لیکن اس وقت وہ بیحد مغموم و متفکر تھی اور غضب یہ کہ کوئی اُسے تسلی دینے والا بھی نہ تھا۔

اسی وقت ایک نوجوان پھٹے پُرانے لباس میں ملبوس نادر خاں کی دوکان پر آیا اور بھیک مانگنے لگا۔ جمیلہ نے فوراً کرتہ کے دامن سے آنسو پونچھے اور اس بھکاری کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کی صورت تو آشنا معلوم ہوتی تھی لیکن وہ پہچان نہ سکی کہ وہ کون ہے۔ بھکاری کے بال گرد و غبار سے لٹے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں حلقے تھے اور چہرہ کا رنگ بالکل زرد تھا، جس سے ظاہر تھا کہ یا تو وہ بھوکوں کا مارا ہوا ہے یا دور دراز سے سفر کرکے آیا ہے۔ جمیلہ کو بھکاری کی خستہ اور پریشان حالت پر رحم آیا۔ وہ فوراً اندر گئی اور اسے دینے کے لئے چند پیسے لائی۔ نادر خاں نے بھی بھکاری کو اپنی دوکان کے سامنے کھڑے دیکھ لیا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا آیا اور قبل اس کے کہ جمیلہ بھکاری کو بھیک دے نادر خاں نے نہایت سنگدلی کے ساتھ غریب نوجوان کے رخسار پر زور سے تھپڑ رسید کیا، اور ساتھ ہی اس کی کمر میں کئی ٹھوکریں مار دیں "نکل جا یہاں سے آئندہ کبھی یہاں آنے کی جرأت نہ کرنا۔ اگر میں نے کبھی تجھے اپنی دوکان کے آس پاس دیکھ بھی لیا تو یقیناً قتل کردوں گا۔ چل دور ہو یہاں سے۔

اپنے شوہر کے اس وحشیانہ سلوک سے پریشان ہوکر نیک دل جمیلہ نے کہا۔

"اپنی ظالمانہ باتیں چھوڑ دو۔ مجھے اس طرح کی بے انصافی سے سخت نفرت ہے۔ تمہاری بیہودہ کلامی سے سخت شرمندہ ہو رہی ہوں۔ تم نے اس غریب کو کیوں مارا؟ اس نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے؟ اس نے ہم سے صرف بھیک مانگی تھی خدانخواستہ اگر تمہاری بھی یہی حالت ہو جائے، اور اس وقت تمہاری کوئی مدد نہ کرے تو پھر تمہاری کیفیت کیسی ہوگی؟ بہتر ہے کہ تم اپنی ظالمانہ عادتیں چھوڑ دو ورنہ خدا ضرور تم سے اس کا بدلہ لیگا"

نادر خاں شرمندہ ہوکر چپ چاپ دوکان میں چلا گیا اب جمیلہ نے اس بھکاری سے نہایت عاجزانہ استدعا کی۔

کہ اس کے شوہر کو معاف کرے۔" وہ بہت بدمعاش ہے خدا ضرور اسے ایک نہ ایک دن سزا دیگا۔ لو یہ تم چند پیسے لے لو۔ افسوس ہے اس وقت نہ تو گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہی موجود ہے اور نہ اس سے زیادہ پیسے۔"

بھکاری نے دعائیں دیتے ہوئے پیسے لے لئے اور جھک کر شکریہ ادا کیا۔

"تمہاری شکل تو آشنا معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری صورت سے ظاہر ہے کہ تم ضرور کسی شریف خاندان سے ہو۔ غالباً کسی ناگہانی آفت نے تمہیں اس قدر خراب حالت تک پہنچا دیا ہے۔ خدا پر بھروسہ رکھو اور یقین کرو کہ اس میں بھی ضرور کوئی تمہاری ہی بھلائی پوشیدہ ہوگی۔ ایمانداری کے ساتھ محنت مشقت کرکے روزی کمانے کی کوشش کرو جب تک تمہیں کام نہ ملے تم ہر روز مغرب کے بعد عقب کے دروازہ سے میرے پاس آجایا کرو، اس وقت میرا شوہر شراب خوری کے لئے چلا جاتا ہے میں اس قدر کھانا دیدیا کروں گی کہ تمہارا پیٹ بھر جائے میں صرف اسی قدر تمہاری مدد کرسکتی ہوں، اس سے زیادہ کی توقع نہ رکھنا۔" جمیلہ نے کہا۔

"زبان دراز عورت اندر آجا" نادر خاں نے اندر ہی سے چیخ کر کہا اور قبل اس کے بھکاری اس کا شکریہ ادا کرسکے جمیلہ گھر میں چلی گئی۔

(۲)

بھکاری نے بھیک مانگ کر بہت جلد اس قدر سرمایہ جمع کرلیا کہ دو جوڑے کپڑے خرید سکے۔ اس نے اس گاؤں کی سرائے میں ایک کوٹھڑی کرایہ پر لے لی۔ گو اس نے کام تلاش کرنے کی سرتوڑ کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ اس لئے اسے مجبوراً نیک دل جمیلہ سے امداد کا خواہاں ہونا پڑا جو اسے دونوں وقت کا کھانا دینے کے علاوہ کبھی کبھی چند پیسے بھی دیدیتی تھی۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا جمیلہ کو بھکاری کی داستان حیات معلوم کرنیکا شوق ہوتا گیا۔ لیکن بھکاری نے اس کی اس خواہش کو پورا نہ کیا اس لئے جمیلہ نے چالاکی سے کام لینے کی سوجھی۔ ایک دن جب نادر خاں کی غیبت میں بھکاری کھانا کھانے آیا تو جمیلہ نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم میرا ایک کام ضرور کرو گے۔ اگر وعدہ کرو تو بتاؤں۔"

"بڑی خوشی سے بتاؤ کیا کام ہے؟"

"کل میری ایک سہیلی کا خط آیا ہے، دلیشتو میں لکھا ہوا ہے، کیا تمہیں پشتو پڑھنی آتی ہے؟"

"بہت اچھی طرح، لاؤ خط کہاں ہے؟"

"خط اندر رکھا ہوا ہے ــــ میرے کمرے میں تکیہ کے نیچے، مہربانی کرکے اندر آجاؤ کیونکہ اگر کسی نے ہم دونوں کو خط پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو بدنامی و رسوائی ہوگی۔"

"تم سچ کہتی ہو لیکن مجھے اندر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔"

"ڈرنے کی کوئی بات نہیں اندر آجاؤ۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارا شوہر جلد واپس نہیں آئیگا؟ مجھے ڈر ہے کہ اگر اس نے مجھے یہاں موجود دیکھ لیا تو ضرور خون کردیگا۔ تم یہ خط اپنے شوہر سے کیوں نہیں پڑھواتی ہو؟"

"وہ تو جاہل ہے ...... وہ باہر گیا ہوا ہے اور یقیناً جلد واپس نہیں آئیگا۔"

بھکاری جمیلہ کے ساتھ مکان کے اندر چلا گیا۔

"لاؤ خط کہاں ہے؟"

جمیلہ نے تکیہ اٹھا کر خط ڈھونڈا، لیکن وہاں خط نہ تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں بھول گئی، خط اوپر کے کمرے میں رکھا ہوا ہے، اگر تم میرے ساتھ اوپر آجاؤ تو بہت مہربانی ہوگی۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔۔۔ مجھے ڈر ہے۔۔۔ میں سمجھ گیا ۔۔۔تم دھوکا دے رہی ہو۔۔۔ میں شریف اور بیگناہ ہوں۔ مجھ میں ہمت نہیں کہ تمہارے جال میں پھنس جاؤں۔ میں ابھی باہر جاؤں گا۔"

"نہیں، نہیں۔ تم یقیناً غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ میرے گھر میں تمہارے ساتھ ہرگز بُرا سلوک نہ ہوگا، برائے مہربانی اوپر آکر خط پڑھ دو۔"

"اگر خط یہیں لے آؤ تو کیا نقصان ہے؟"

"بیہودہ باتوں میں وقت خراب نہ کرو۔ ڈرنے یا فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس اب میرے ساتھ چلو۔"

گو خوف و ہراس سے اس کا دل دھڑک رہا تھا، لیکن انکار کرتے بھی بن نہ آتی تھی۔ وہ شریف انسان تھا۔ رسوائی اور بدنامی سے بہت ڈرتا تھا۔ جمیلہ کے ساتھ اوپر جانے سے اس کی نیک نامی پر حرف آنے کا خدشہ تھا۔ وہ جمیلہ کو بس اسی قدر جانتا تھا کہ وہ بہت نیک دل اور مہمان نواز تھی۔ لیکن عورتوں کے چلتر اور چالاکیوں سے لرزہ براندام رہتا تھا۔ آخر وہ خدا پر بھروسہ کرکے جمیلہ کے ساتھ اوپر چلا گیا۔

(۳)

جمیلہ بھکاری کو اپنی خواب گاہ میں لے گئی۔ جہاں اس کے بستر پر اس کا پانچ ماہ کا بچہ پڑا سو رہا تھا۔ بھکاری نے کمرہ کو چاروں طرف سے بغور دیکھا کہ کہیں کوئی جال تو نہیں بچھایا گیا ہے۔

"متفکر ہونے کی کوئی وجہ نہیں آرام سے بیٹھ جاؤ" جمیلہ نے کہا۔

"برائے مہربانی وہ خط لے آؤ۔ میں اس کا مضمون پڑھ کر فوراً واپس چلا جاؤں گا، کیونکہ مجھے کسی غیر کے گھر میں دیر تک ٹھہرنے کی عادت نہیں ہے۔"

"خط۔۔۔ ہا! ہا!!"

"اس سے تمہارا مطلب؟۔۔۔ کیا میرے ساتھ دغا کروگی؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں"

"تو پھر ان باتوں کا مطلب؟"

"تم اوپر کو آرام سے بیٹھ جاؤ۔ فکر کرنے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میرا ارادہ تمہیں نقصان پہنچانے کا نہیں ہے۔ میں بہانہ بناکر تمہیں یہاں اس غرض سے لائی ہوں کہ تمہاری داستان حیات تمہاری زبان سے سُن لوں۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے کوئی خط ہی نہیں پڑھوانا ہے۔ اور اس بہانہ سازی کی وجہ یہ ہے کہ میں بارہا تم سے استدعا کرچکی ہوں لیکن تم نے اپنے متعلق سوالات کا جواب دینے سے صاف انکار کردیا۔ لیکن اب تمہیں بتانا پڑیگا کہ تم کون ہو۔۔۔ تمہاری اس جگہ موجودگی میرے لئے ایک معمۂ لاینحل ہے۔ اگر میں غلطی نہیں کھارہی ہوں تو میرے خیال میں تم میری اور میرے شوہر کی حرکات کی نگرانی کررہے ہو۔ اس لئے اگر تم نے سچ سچ سب کچھ نہ بتایا تو تم یہاں سے زندہ نہ جاسکوگے، اور بتانے میں جس قدر دیر کروگے اسی قدر نقصان بھی اُٹھاؤگے، کیونکہ ممکن ہے کہ میرا شوہر جلد واپس آجائے۔۔۔۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا، تم یقیناً بہت چالاک ہو لیکن کوئی مجھے اپنی داستان حیات سنانے پر مجبور نہیں کرسکتا، اور جب کوئی عورت مجھے ایسا کرنے پر بیحد مجبور کرتی ہے تو میرا اصرار بھی بڑھ جاتا ہے۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کرسکتا۔"

"مجھے سخت افسوس ہے کہ تم میرا مطلب نہیں سمجھے میرے اس بیہودہ سلوک کی وجہ بس یہی ہے کہ تمہارے بار بار انکار نے مجھے تمہاری طرف متوجہ کردیا ہے۔"

چند منٹ تک دونوں بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ آخر جمیلہ

پھر سکوت توڑی۔

"خدا کے واسطے مجھے بتا دو کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم میرے عزیز ہو اور تمہاری شکل بھی آشنا معلوم ہوتی ہے۔"

"تمہارے اس قدر اصرار سے میرا رنج بڑھ گیا ہے میں حیران ہوں کہ تمہیں میری داستان حیات سننے سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

"خدا کے واسطے ...."

بھکاری کچھ دیر بیٹھا غور کرتا رہا، لیکن جمیلہ کے انتہائی اصرار نے اسے اپنی داستان حیات سنانے پر مجبور کر دیا، اور جب جمیلہ نے ان باتوں کو پردہ راز میں رکھنے کا حلفیہ وعدہ کر لیا تو بھکاری نے کہا۔

"رحمدل جمیلہ ذرا غور سے سننا، میں پشاور کے ایک دولتمند اور معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ جب میں نے عالم شباب میں قدم رکھا تو میرے والدین نے میری ایک خوبصورت لڑکی سے جو قریب ہی ایک گاؤں میں رہتی تھی، شادی کر دی۔ جب میرے باپ کا انتقال ہو گیا تو ایک عالیشان کوٹھی، کئی مربع زمین اور کئی لاکھ روپیہ ورثہ میں مجھے ملا...."

"تمہارے خسر کا نام کیا تھا؟"

"زمیندار محمد بخش خاں.... میرے باپ کے انتقال کے دو ماہ بعد میری بیوی نے بھی رحلت کی۔ اب بھی جب کبھی اس نیک سیرت اور پارسا خاتون کی شکل یاد آ جاتی ہے تو سینہ پر سانپ لوٹ جاتا ہے، میں اس کا شوہر ہی نہیں بلکہ سچا پرستار تھا۔"

یہ سن کر رحمدل جمیلہ بھی بے اختیار رونے لگی۔

"چونکہ میری بیوی نے ناگہاں انتقال کیا تھا اور شہر میں پلیگ کا زور تھا ہمیں مجبوراً اس کے والدین کے آجانیکا انتظار کئے بغیر ہی اسے مدفون کر دینا پڑا۔ اس کے والدین اس وقت وہاں سے سینکڑوں میل دور دہلی میں مقیم تھے انہوں نے میری عجلت کا مطلب غلط سمجھا اور یہ فرض کر کے کہ میں نے اپنی بیوی کو زہر دیدیا ہے انہوں نے حکومت سے میری بیوی کی نعش معائنہ کرنے کی اجازت لے لی۔ قسمت میں مصیبت لکھی تھی۔ جب میری بیوی کی قبر کھولی گئی تو اس کی نعش وہاں موجود نہ تھی بلکہ ایک بڈھے کی نعش برآمد ہوئی، جس کا سر کسی نے کچلا ہوا تھا۔"

جمیلہ نے بڑی مشکل سے اپنے تئیں سنبھالا۔

"میرے خسر اور نیز اس بڈھے کے بیٹے نے میرے برخلاف قانونی چارہ جوئی کی۔ مجسٹریٹ نے مدعی کے گواہوں کی شہادت قلمبند کر کے فرد جرم لگا دی اور مقدمہ سپرد سیشن کر دیا جہاں مجھے سزائے موت دی گئی۔ میں نے لاہور ہائی کورٹ میں اپیل کی، اور وہاں میں نے اپنے بیان میں کہا کہ میری بیوی کسی عجیب بیماری میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے کوچ کر گئی، اور میں نے اسے اسی قبر میں مدفون کیا تھا جہاں سے پولیس نے بڈھے کی نعش نکالی تھی۔ میں نے کہا کہ میں خود حیران ہوں کہ میری بیوی کی نعش کہاں غائب ہو گئی اور مجھے اس کا بہت رنج ہے۔ گو سیشن جج نے تو مجھے پھانسی کی سزا دی تھی اور ہائی کورٹ میں بھی سرکاری وکیل نے مجھے تختہ دار پر لٹکوانے کے لئے کوئی کمی نہ کی، لیکن تقدیر میں کچھ دن اور زندہ رہکر مصائب برداشت کرنا لکھا تھا اس لئے ہائی کورٹ نے مجھے بری کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی میری تمام جائداد کی ضبطی کا بھی حکم دیا انتہائی رنج و غم اور کچھ شرم کی وجہ سے میں نے پشاور نہ جانیکا فیصلہ کیا اور دو سال تک گوناگوں مصائب برداشت کر کے اور بھیک مانگ کر گذارہ کرنے کے بعد یہاں پہنچا ہوں، اور تمہاری مدد سے ذرا آرام سے وقت گذر رہا ہے۔"

جمیلہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، لیکن اس کی شکل سے

بجز شکار و جو خوشی ہے۔ اسی وقت اس کے بچہ نے رونا شروع کیا۔ لیکن جمیلہ نے ایک عجیب حرکت کی۔ بجائے اس کے بچہ کو تھپک کر سلا دیتی۔ اس نے ایک آہنی سلاخ جو ایک کونہ میں پڑی تھی اٹھالی اور اس سے بچہ کو مار ڈالا۔

بھکاری اس غیر فطری اور ظالمانہ حرکت کو دیکھ کر بہت پریشان ہوا لیکن قبل اس کے کہ وہ اس پر غور کرتا جمیلہ نے "مدد" "مدد" کا شور مچادیا۔ انتہائی خوف و دہشت کے احساس نے بھکاری کو گنگ کر دیا چند لمحات کے بعد نادر خاں اور چند محلے والے کمرے میں آ گئے۔ جمیلہ اپنے شوہر کو دیکھ کر رونے لگی۔

"اس بھکاری نے ہمارے بچہ کو مار ڈالا ہے"

بھکاری خوف و دہشت سے بیہوش ہوگیا۔ لوگوں نے اسے گرفتار کرکے پولیس کے حوالہ کردیا۔

(۴)

سشن جج کی عدالت میں بہت زیادہ ہجوم تھا۔ لوگ سنسنی خیز قتل کے مقدمہ کا فیصلہ سننے آتے تھے حاضرین میں جمیلہ' نادر خاں اور ان کے ہمدرد بھی تھے پولیس کے دو سپاہی بھکاری کو لیکر کمرۂ عدالت میں آئے جمیلہ بھکاری کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔ دو گھنٹہ تک شہادت قلمبند کی جاتی رہی۔ نادر خاں نے اپنے بیان میں کہا کہ اس نے بچشم خود بھکاری کے ہاتھ میں لوہے کی سلاخ دیکھی تھی اور اگر وہ وقت پر گھر نہ پہنچ جاتا تو قاتل ضرور اس کی بیوی کو بھی مار ڈالتا۔

جج نے شہادت پر ایک گھنٹہ تک غور کرنے کے بعد حکم دیا کہ بھکاری کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے۔ یہ سن کر جمیلہ نے آواز بلند کہا۔

"نادر خاں کو گرفتار کرلو' قاتل وہ ہے۔ دیکھنا وہ بھاگ نہ جائے۔" حاضرین یہ سن کر دم بخود ہوگئے بھکاری نے حیرت و استعجاب سے جمیلہ کو گھورا۔ نادر خاں نے یہ سوچ کر کہ اب اس کے ظلم کا پردہ فاش ہونے لگا ہے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن پولیس کے سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا۔

"اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کیا تمہارا شوہر قاتل ہے؟" جج نے شور تھم جانے کے بعد دریافت کیا۔

"نہیں.... بچہ کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ بھکاری بیگناہ ہے' لیکن نادر خاں نے بھی بہت سے بے گناہوں کا خون کیا ہے۔ وہ سرحدی علاقہ کا اشتہاری ڈاکو ہے۔"

"بالکل غلط ― یہ بالکل جھوٹ بول رہی ہے۔ وہ اس بھکاری سے شادی کرنا چاہتی ہے اس لئے مجھے پھنسا رہی ہے' حضور کو معلوم ہی ہے کہ میں محنتی اور ایماندار آدمی ہوں میرے محلہ والے میرے نیک ہونے کی گواہی دے سکتے ہیں" نادر خاں نے نہایت عاجزانہ کہا۔

"جمیلہ! کیا تم اقرار کرتی ہو کہ تم ہی قاتلہ ہو؟" جج نے دریافت کیا۔

"حضور دو منٹ توقف کریں۔ کسی فیصلہ پر پہنچنے سے قبل میری داستان سن لیں ―" "میں پشاور کے مشہور زمیندار محمد بخش کی بیٹی ہوں پانچ برس ہوئے میری ایک دولتمند کے بیٹے سے شادی ہوئی تھی۔ شادی کے تین سال بعد ایک دن میں اپنے تئیں قبر میں پاکر بہت حیران ہوئی۔ میں بہت دیر تک مدد کے لئے چلاتی رہی۔ اس کے جواب میں کسی نے قبر کھولی اور مجھے اس خطرناک جگہ سے نکال لیا جب مجھے بالکل ہوش آگیا تو میں نے پہچانا کہ میرا محسن سرحد کا نامی ڈاکو اور قاتل امتیاز خاں ہے۔ میں خوف سے لرزہ براندام تھی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے مار ڈالیگا' لیکن اس نے مجھے یقین دلایا کہ وہ مجھے قتل نہیں کریگا بلکہ میرے گھر پہنچا دیگا۔

گو مجھے اس کی بات کا یقین نہ تھا، لیکن اس کا کہنا ماننا پڑا کیونکہ وہاں اس وقت کوئی بھی میری مدد کرنے کے لئے نہ تھا۔ جب ہم قبرستان سے باہر آگئے تو ہم نے دور سے کسی کو آتے ہوئے دیکھا۔ یہ ہمارے شہر کا ایک مشہور ساہوکار تھا جسے میں خوب جانتی تھی۔ وہ مجھے زندہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کیونکہ اس نے مجھے مدفون کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ میں نے ساہوکار کو یقین دلایا کہ میں مری نہیں تھی بلکہ بیہوش ہو گئی تھی میں اس بیماری میں عرصہ سے مبتلا تھی لیکن افسوس میں نے بیوقوفی سے اپنے شوہر کو اس راز سے آگاہ نہ کیا۔ ساہوکار امتیاز خاں سے قول لیکر کہ وہ مجھے بحفاظت تمام گھر پہنچا دیگا اپنے کام پر چلا گیا۔ امتیاز خاں نے اس کا تعاقب کیا اور تھوڑی دیر بعد روپوں کی تھیلی لئے واپس آیا۔ بعد میں اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ساہوکار کو قتل کر دیا تھا۔"

"کیا تم اپنے جرم کا اقرار کرتے ہو؟" جج نے نادر خاں سے دریافت کیا۔

"حضور پہلے مجھے اپنی داستان ختم کر لینے دیں پھر نادر خاں کو اقبال جرم کے لئے مجبور کر سکتے ہیں۔" جمیلہ نے کہا۔

"بہت اچھا، جلد کہو۔"

"وہ مجھے میرے گھر پہنچانے کی بجائے گھنے جنگلوں میں لے گیا۔ جس کو عبور کر کے ہم ایک گاؤں میں پہنچے۔ وہاں اس نے اپنا نام بدلکر مجھے راولپنڈی لے آیا، اور ایک غیر آباد محلہ میں لوہار کی دوکان کھول لی مجھے اس کے ساتھ رہنا پڑا مجھے ڈر تھا کہ میرا شوہر مجھے اپنے پاس ہرگز نہ رکھیگا کیونکہ میں کتنے دن ایک اجنبی کے ساتھ رہ چکی تھی میں اپنے باپ کے گھر بھی نہ جا سکتی تھی کیونکہ نادر خاں اس بات کی ہرگز اجازت نہ دیتا تھا۔ میں اس کے ساتھ رہنے کے مقابلہ میں موت کو بہتر جانتی تھی۔ لیکن صرف اس اُمید پر زندہ تھی کہ ممکن ہے کہ کبھی اپنے شوہر سے ملکر اسے اپنی داستان رنج و محن سنا دوں۔"

نادر خاں خوف سے کانپ رہا تھا۔

"ہیں! کیا تم ہی میری بیوی ہو؟ ..." بھکاری نے خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

"ہاں جب پہلی مرتبہ تم میری دوکان پر آئے تو میں نے سوچا کہ تم میرے رشتہ دار ہو کیونکہ تمہاری صورت آشنا معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے میں نے اپنی جان پر کھیل کر تمہاری مدد کی جب میں نے تم سے تمہاری داستان حیات دریافت کی تو تم نے بہانے بنا کر ٹال دیا۔ جس دن میں نے اپنے بچہ کو قتل کیا اُس روز تمہاری داستان حیات تمہاری زبان سے سُننے کا عزم مصمم کر لیا تھا اور اس لئے میں نے وہ چال چلی — یعنی میں تمہیں خط پڑھوانے کے بہانے سے اپنے گھر میں لے گئی۔"

"تم نے اپنے بچہ کو کیوں قتل کیا؟" جج نے دریافت کیا۔

"اپنے شوہر سے مل جانے کے بعد اس بچہ کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ اس ڈاکو کا بچہ تھا۔"

"تو پھر تم نے مجھے کیوں مجرم بتایا!" بھکاری نے دریافت کیا۔

"اس لئے اور صرف اس لئے کہ میں شہادت لینے کے بہانہ سے نادر خاں کو عدالت میں لے جانا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ عدالت سے کوسوں دور رہتا تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔"

اتنا کہکر اس نے اپنے لبادہ میں سے چھپا ہوا خنجر نکالا اور اس نے خود کو قتل کر دینے کی کوشش کی لیکن پولیس کے سپاہیوں نے جو قریب ہی کھڑے تھے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا۔ اسکے چند منٹ بعد جج نے کہا۔ "جمیلہ بہت بہادر عورت ہے۔ بھکاری ... مجھے یقین ہے کہ تم اس کو بطور اپنی بیوی کے اپنے گھر واپس لے جاؤ گے۔ ..."

اسی وقت بھکاری نے جمیلہ کو گلے سے لگا لیا۔ نادر خاں نے جرم کا اقرار کر لیا۔ اسے موت کی سزا دی گئی اور اس کا تمام مال [illegible]

دلچسپ انتقام

اس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ مجھے خلاف معمول بہت دیر ہوگئی تھی۔ بارہ بج چکے تھے۔ جب گھر میں داخل ہوا، ہر طرف سناٹا تھا، روشنی دھیمی ہو چکی تھی۔ گویا گھر میں کوئی منتظر نہ تھا۔ چلتے وقت" انہوں" نے مجھ سے تاکید کی تھی کہ ذرا جلد آنا اور اس تاکید پر آج میں ہر روز سے زیادہ دیر کے ساتھ داخل ہوا۔ مجھے ندامت کا احساس تھا اور دل ہی دل میں عنان گیر دوستوں کو ملامت کر رہا تھا۔ ایک اقراری مجرم کی طرح میں نے قدم رکھا۔ دیکھا تو خواب ناز میں ہیں۔ آہستہ سے آواز دی کچھ جواب نہ ملا۔ بانہہ ہلایا لیکن نیند ایسی گہری تھی کہ سونے والے کو خبر نہ ہوئی۔ آخر تھک کر تکیہ پر سر رکھ دیا اور سونے کی کوشش کی لیکن نیند نہ آئی۔ دل سے مجبور ہو کر پھر چاہا کہ رفیق زندگی کو وحشت کا انیس بناؤں۔ جب بہت جگایا تو ایک چھوٹی انگڑائی سے خواب کی بدمستی کا ثبوت دیا گیا۔ لیکن دبی ہوئی آنکھوں اور مسکراتے ہوئے ہونٹوں نے بتایا کہ یہ سب کچھ غلط ہے انتظار کرنے والا اب تک نہیں سویا اور یہ محض ایک دلچسپ انتقام اور محبت کی چھیڑ تھی۔

یہ تیسرا انتقام تھا، اس کے بعد خاموشی اختیار کی گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد دیکھا تو خلاف معمول پلنگ پر ہیں۔ گھبرا کر پوچھا، خیر تو ہے، مزاج کیسا ہے؟ جواب ملا کہ سر میں درد ہے۔ کچھ عرصہ میں سر پر رومال کی بندش نظر آئی۔ دوپہر کا کھانا بھی گیا۔ گھر میں درد کی جس قدر دوائیں تھیں، مثلاً صندل، امرت دھارا، گل بنفشہ، ہیڈک کیوڑا وغیرہ سب استعمال کرائی گئیں، کاہو اور کدو کا تیل بھی ملا گیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تکلیف کی وجہ سے خاموشی، افسردگی اور بات کا جواب نہ دینا، اور جواب کے اصرار پر چیں بجبیں ہونا لازمی تھا۔ آخر بھوک کے ضعف، استراحت اور جبری خاموشی نے سُلا دیا۔ میں نے موقع پا کر عطر منگایا اور شیشی سرہانے رکھ دی، آنکھ کھلی تو شیشی پر نظر پڑی۔ پوچھا، یہ کیونکر آگئی۔ میں نے کہا یہ تو جب ہی آگئی تھی، میں نے مذاقاً کہا تھا کہ بھول گیا۔ ہائے یہ دوا سب سے زیادہ مؤثر ثابت ہوئی درد سر بالکل کافور ہوگیا، فرمایا سونے سے طبیعت سنبھل گئی، اب بالکل اچھی ہوں۔ اس طرح انتقام کی یہ میعاد دو تین گھنٹہ میں ختم ہوگئی۔

حافظہ کا بُرا ہوں، اس قدر جلد بات بھول جاتا ہوں کہ گویا سنی ہی نہ تھی۔ بعض اوقات اپنی اس کوتاہی پر سخت ندامت ہوتی ہے۔ ندامت ہی نہیں بلکہ نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ میں گھر میں آیا تو خدا کے فضل سے ان کا مزاج بخیر تھا۔ مجھ سے پوچھا "عطر آگیا" یہ سن کر میں یکدم خاموش ہوگیا۔ تین دفعہ عطر کے کارخانہ کی طرف گیا اور یاد نہ آیا کہ عطر لینا ہے۔ میں نے معذرت کے لہجہ میں کہا "بالکل بھول گیا"

کیسے ہی خوشگوار تعلقات ہوں، لیکن یک جائی میں کبھی نہ کبھی آزردگی کے پہلو نکل آتے ہیں، اور خاصکر جب بے تکلفی ہو اور بے تکلفی کے ساتھ تھوڑا سا تحکم بھی ہو، باتوں باتوں میں ایک بات منہ سے نکل گئی، جس کا مفہوم یہ تھا "تم بے تمیز ہو" دل کے آئینہ میں ٹھیس لگی لہجہ سے کدورت اور چہرہ سے آزردگی کے آثار نمایاں ہونے لگے اور آخر کار وہ ہونٹ جن سے تھوڑی دیر پہلے پھولوں کی بارش ہو رہی تھی، بالکل ساکت ہوگئے جب تین بار

بات کا جواب نہ ملا تو میں نے بھی خاموشی اختیار کی۔ ماما کے نصیب کھل گئے اور ترجمان کا کام دینے لگی۔ بیگم صاحبہ جو کچھ فرماتی ہیں وہ ماما کی زبان سے فرماتی ہیں، اور میں جو کچھ کہتا ہوں وہ اسی کی زبان سے کہتا ہوں۔ ماما کی وساطت کے باوجود جملوں سے اجنبیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ تمام باتیں صیغۂ مجہول میں کہی جاتی ہیں مثلاً یہ پارسل آگرہ بھیج دیا جائے، یہ خط [illegible] بلوا دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ خدا خدا کر کے آٹھویں دن پارہ چند ڈگری نیچے اترا، لیکن اس طرح کے —

دنیا وہ اس کا ساغرِ مے یاد ہے نظام
منہ پھیر کر اُدھر کو اِدھر کو بڑھا کے ہاتھ

منصور احمد ([illegible])

کیفیات

آغازِ اُلفت اللہ اللہ — راحت فزا تھا اندوہِ جاں کاہ
اہلِ نظر ہیں تصویرِ حیرت — ہر شکل میں ہے اک حُسنِ دلخواہ
اے دل کہاں تک خود آزمائی — ضبطِ الم سے ہر سانس ہے آہ
کھویا ہوا ہوں غافل نہ سمجھو — انجامِ الفت سے ہے دل آگاہ
جینا پڑے گا اس طرح کب تک — کچھ حد بھی آخر؟ اے عمرِ کوتاہ
دامانِ دل ہے لبریزِ غم کوکب
الحمد للہ الحمد للہ

کوکب (شاہجہاں پوری)

غزل

فروغِ حُسن بصد انقلاب دیکھیں گے — تری نگاہ سے تیرا شباب دیکھیں گے
بصد حجاب تجھے بے حجاب دیکھیں گے — ہم اپنا ذوقِ نظر کامیاب دیکھیں گے
نگاہِ شوق کو دیکھ پیامِ رخصتِ ہوش — ترا جمالِ رخِ بے نقاب دیکھیں گے
متاعِ عیش لُٹا کر دیارِ ہستی میں — سُرور و لطفِ غمِ بے حساب دیکھیں گے
نگاہِ شوق کی بیداریاں معاذ اللہ — جمالِ یار کا تا حشر خواب دیکھیں گے
ہمارا ذوقِ نظر رنگ لائیگا تابش
دلِ فسردہ کو اکثر خراب دیکھیں گے

تابش دہلوی

کوثار اس کے بعض حصے ہنسانے والے اور بعض رلانے والے اور بعض پراسرار ہیں قیمت ۶/

ومیائے ایک دوشیزہ کی عصمت ریزی کا عجیب و غریب درد انگیز و مضحکہ خیز قصہ قیمت (۶/)

شریر بیوی ایک شوخ لڑکی کی داستان جس کو پڑھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے قیمت ۸/

فل بوٹ حسن و عشق کا بیحد دلچسپ مختصر ناول جذبات و تاثرات کا دل آویز مرقع قیمت ۸/

روح ظرافت صحیح معنوں میں ظرافت کی روح ہے آٹھ نہایت دلکش افسانوں کا مجموعہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (۸/ ۱)

مرزا جنگلی لکھنؤ کی پرانی تہذیب اس دلاویز ڈرامہ میں دیکھ کر ہنستے ہنستے لوٹ جائیں گے قیمت چھ آنے (۶/)

دیکھا جائیگا شائقین کے بیحد اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ قیمت خوبصورت جلد کی ایک روپیہ (ع)

روح لطافت جذبات لطیف کی روح ہے۔ آٹھ بیحد دلچسپ و عبرت انگیز افسانے قیمت ۸/

جنت کا بھوت یہ افسانہ بھی اس قدر پسند کیا گیا ہے اس کو کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا ہے قیمت ۱۲/

تفویض ایک گریجویٹ خاتون کی شادی ایک مسجد کے ملا سے ہو جاتی ہے اس کے عجیب غریب نتائج قیمت پانچ آنہ (۵/)

طوفان ظرافت یہ چند مزاحیہ قصائد کا مجموعہ ہے جو قصیدہ مرغ نامہ نشین جیسے بے بہا قصائد پر مشتمل ہے۔ قصائد کی کیا مثال یہ قصائد بھی اپنے بالکل یگانہ ہیں ایک ایک شعر پڑھ پڑھ کر آپ بے ہیٹ میں بل پڑ جائیں گے اور مسلسل قہقہوں سے فضا گونج اٹھیگی قیمت صرف چھ آنے (۶/)

چندر موہنی مصنفہ انصار علی صاحب ناصری حسن و عشق کی داستان گمر پاک محبت لطیف جذبات حسرتناک انجام قیمت ایک روپیہ (ع)

...نویس جناب ملا رموزی کی بہترین تصنیف جسمیں مصنف نے اپنی مخصوص طرز نگارش سے مزاح اور دلچسپی کے دریا بہا دئے ہیں اس کتاب کی شگفتگی اور دلآویزی خود اس کو پڑھنے کی سفارش کرتی ہے قیمت صرف ۶/۔ علاوہ محصول۔

عکس جمال مترجمہ شاہد احمد بی اے۔ قیمت (ع)

کمزوری مرزا عظیم بیگ صاحب نے ایک ایسا دلچسپ

گھر پا بہادر

چغتائی صاحب کے مخصوص طرز تحریر کا

تازہ ترین شاہکار

نہایت ہی پر مذاق اور ظرافت آمیز پلاٹ ہے مصنف اپنے شوخ اور مذاقیہ طرز بیان کے ساتھ ساتھ لنکران اعظم کے جگمگاتے کمروں میں عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں کے ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائیگا یہ بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرز بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا ہوا ہے۔ گھر پا بہادر کو پڑھکر آپ تشریح دربار حرام پور کو بھول جائیں گے۔ بہترین لکھائی چھپائی۔ فوٹو بلاک کا رنگین سرورق اور قیمت ان تمام خوبیوں کے بمقابل بالکل مفت یعنی صرف ایک روپیہ (عہ) محصول ۵/ مجلد ۸/

ملنے کا پتہ:۔ کتبخانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

اخوان الشیاطین مصنفہ محترم علامہ مشکی افضل حسین صاحب تشتی کے سات سائنٹفک افسانوں کا بیحد دلکش مجموعہ۔ آپ کے مطالعہ کے بعد رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ)

صبح لطافت ملک کے مشہور اور یگانہ مزاحیہ ناول لکھا ہے جو ان کی تمام موجودہ تصانیف سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ قیمت دو روپیہ (ع) محصول ۵/

موج تبسم ہندوستان کے مشہور مذاقیہ نویس جناب شوکت تھانوی کا بہترین مجموعہ مضامین پہلا اڈیشن شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا اب دوسرا اڈیشن کچھ اضافہ و ترمیم کے بعد شائع کیا گیا ہے

یہ وہ مجموعہ ہے جو سودیشی ریل، اڈہ سواری، ڈاک خانہ جیسے مشہور مضامین پر مشتمل ہے دوسرا اڈیشن بھی قریب الختم ہے اس لئے جلد منگا لیجئے۔ قیمت صرف دو روپے (ع) علاوہ محصول

سیلاب تبسم حضرت شوکت تھانوی کے بیس تازہ مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہنسنے ہنسانے کا مستقل ذریعہ ایک ایک مضمون مزاحیہ خوبیوں اور دلچسپیوں کا حامل ہے قیمت صرف دو روپیہ (ع) علاوہ محصول۔

بحر تبسم حضرت شوکت تھانوی کے ۱۵ بہترین افسانوں کا مرقع ایک ایک افسانہ سیکڑوں قہقہوں کا ذمہ دار ہے۔ قیمت مجلد دو روپیہ (ع) علاوہ محصول۔

طوفان تبسم جناب شوکت تھانوی کے ۱۱ افسانوں کا یہ مجموعہ ایسے شگفتہ افسانوں پر مشتمل ہے جو ہر طرح پڑھنے کے لائق ہیں۔ قیمت صرف ۶/۔ علاوہ محصول۔

شادی یہ کتاب مزاح میں اپنی شان کے اعتبار سے یکتا ہے ملک کے مشہور ترین مزاحیہ نویس جناب ملا رموزی کا نام نامی اس کتاب کی خوبیوں کے لئے کافی ضمانت ہے۔ اگر آپ معیاری مزاح کے ساتھ شگفتگی مضامین اور تحریری خوبیوں کو ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ قیمت صرف ۶/ علاوہ محصول

عورت (باتصویر) پھولوں کی سیجوں پر حسن رعنائی دیکھنے سے پہلے مجسمہ ناز کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہو جائے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ کتاب عورت کا مطالعہ کریں جو نسوانی زندگی کا عکس نوٹ ہے عورت کے پوشیدہ اعضائے جسم عورت کی فطرت

عورت کی تربیت عورت کے ہاتھ حسن کی خوشبو یعنی غرض کہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی پوشیدہ بات ایسی نہیں ہے جو اس کتاب میں نہ ہو اس کتاب میں دو سو کے قریب رنگین فوٹو بلاک اور قلمی تصویریں ہیں بہت مقبول کتاب ہے اور ہاتھوں ہاتھ بکتی ہے۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ محصول ۸ر

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا اب وہ عام ہے اس کتاب میں پروفیسر الشیخ نے لذت کے متعلق عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں عورتیں رکھتی ہیں شاید وہ اس کے پاسنگ بھی نہ ہوں ارباب مفتش نے عورت کے رویں رویں سے لذت ہی لذت ثابت کی ہے اور اسی طرح مردی قوت نہانی کو مزید طاقتور کرنے کے نسخے لکھے اور ہزاروں گر بتلائے ہیں اور اسی ملاپ کے سلسلہ میں حکایات وصل جو بیان ہوئی ہیں وہ ہزار ہا معجونوں سے مقوی ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ ۱؎ محصول ۶ر

قانون مباشرت

اردو کے صنفی لٹریچر میں غیر معمولی اضافہ ایک ماہر حکیم نے اپنے تمام عمر کے تجربات کو بغیر کسی قسم کے بخل کے کتاب پر بکھیر دیا ہے طرز بیان نہایت دلچسپ ایسا کہ جہاں وہ اطبا اور ڈاکٹروں کے لئے مفید ہیں عام لوگوں کے لئے بھی رہبر اعظم ہے شروع میں تمام نظام جسمی کی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسکے علاوہ علی الترتیب تمام امراض مخصوصہ ان کے اسباب احتیاطیں اور بہتر معالجات ویدک۔ طب یونانی ڈاکٹری وغیرہ نسخوں کے ذریعہ بتائے گئے ہیں غرض کتاب کیا ہے بیش بہا جواہر کا مجموعہ ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت نفیس ہے اور زیب قیمت صرف چار روپے آٹھ آنہ محصول ۹ر

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد شب عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جاتیں گی۔ شادی کے وقت ہمارا دستور لڑکیوں کو یہ تحفہ دیا جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے دوستوں کو ایسے مواقع پر کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو صرف یہ کتاب دیجئے شب عروسی اصل کتاب زندگی کا پہلا ورق ہے یہ تکمیل انسانیت کے بام عروج کی پہلی سیڑھی ہے۔ اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائے گا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہوگا کہ انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہے گی۔ قیمت ۱؎ جس کے منافع پر سوفیصدی صدقہ ہے محصول ۵ر

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفرین لذت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جبکہ تم اسکے حسن وجمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو اولاد کی کثرت سے نصف ملکہ حسن کے باغ جمال کے خزاں آجاتی ہے بلکہ بچوں کیلئے ان کی پرورش سوہان روح ہوتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق ولذت سے محروم ہوجاتا ہے برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز علمی کتاب ہے جسکو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہوجائے گی اور یقین کے ساتھ اولاد کو پیدا کرنا تمہارے لئے اختیاری ہوجائیگی۔ قیمت ایک روپیہ محصول ۵

جنسی امراض اور انکا علاج

یہ معرکۃ الآرا تالیف اپنے موضوع کے لحاظ سے اس قدر اہم ہے کہ یورپ میں صنف کی عظیم الشان تصانیف میں شمار کی جاتی ہے کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں امراض مخصوصہ کا تفصیلی بیان اور ڈاکٹری علاج ہے دوسرے میں یونانی اور ویدک نسخہ جات درج ہیں تیسرا حصہ برتھ کنٹرول سے متعلق ہے اس میں مشہور حکیموں کے کئی ضمیمے ہیں جو بجائے خود گنج قارون سے کم نہیں ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف تین روپے ہے۔

کیف وصلت

دنیائے لطف ومسرت اور لذت وکیف میں انتہائی چیز ایک مرد اور جوان مرد کے لئے عورت سے مواصلت ہے اور یہی وہ کیف افزا سرور ہے جس پر انسانی بقا کا مدار ہے یوں تو فطرت کی بسیط دنیا میں ہزاروں ہستیاں ایسی ہیں جو صرف قانونی طریق پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے کرتے چل بستے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گنا دیتے ہیں مہارت تو یہ ہے کہ اس کیف پرور شعبہ حیات میں اس درجہ تمتع حاصل کیا جائے جو دوسرے ذی حیات عام سے ممتاز ہو۔ کتاب مواصلت کے اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں لذت ہی لذت ہے۔ قیمت ۱؎ محصول ۴ر

لذت شباب

شباب جاودانی کی جستجو ہو تو لذت شباب یعنی ایرانی کوک شاستر کا مطالعہ کیجئے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ شباب کو عرصہ دراز تک کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں۔ عورت کے تاثرات کیا ہیں حسن کی ملکہ سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہیئے۔ گلزار شباب کس طرح وقف خزاں ہوتا ہے شباب کی رونقیں ہوتی دیوی کس طرح مفتی ہے عورت اگر عورت سے اور مرد اگر مرد سے اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لذت شباب میں مستان شباب کو نعمت تازہ بخشنے کیلئے صدہا مجرب نسخے۔ ۱۳ فوٹو بلاک قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ محصول ۶ر۔

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ شادی سے پہلے کیا کرنا چاہتی ہے شادی کے بعد اسکے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے حسن وشباب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے اور دوشیزہ کی پرکیف زندگی سے عیش ومسرت کی بہار کس طرح لوٹی جاتی ہے ان تمام باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی۔ فوٹو بلاک کی دو حسین وجمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کر دیا ہے۔ قیمت ۱؎ محصول ۶ر

بہار شباب

صنفی کتابوں میں جس اسلوب بیان کو اختیار کیا ہے وہ جذبات کی ہیجانی ہے یہ چیز مطالعہ کے لئے خواہ کتنی لذیذ کیوں نہ ہو لیکن اصل فائدہ اس پروگرام کے ماتحت ہے جس کے ماتحت رہ کر انسان جوانی دیوانی کو قابو میں رکھنا چاہتا ہے کہ یہ لذات قائم ہو جائے بہار شباب میں ایسا ہی انتظام ہے۔ جوانی کی کیف انگیزی اور اس کو دوام کرنے کے لئے بڑے بڑے عجب طریقے قاعدے نسخے ہدایات حفظ ما تقدم کی تدابیر اور عورتوں کی اندرونی کیفیات کو مرد پر آئینہ کر دیا ہے متعدد عریاں فوٹو بھی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۱؎ محصول ۶ر

شب عروسی کے افسانے

وہ لذیذ کتاب ہے جو شب عروسی کے تمام لذائذ کو یکجا جمع کرنے میں کامیاب ہوئی ہے اس کا دوسرا نام عروس نو ہے کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ کتاب دلآویز ہوگی اور واقعہ یہ ہے کہ عروس نو ہی کی طرح ہے۔ قیمت ۱؎ محصول ۵ر

ناظمہ کی آپ بیتی نہایت دلکش ناول جس میں
ناظمہ کے خطوط صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتابت طباعت دیدہ زیب ٹائٹل سہ رنگ قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنہ علاوہ محصول۔

گناہ کی راتیں رات کے تاریک پردہ میں عصمت وعفت کا خون، عورت کی بے بسی یہ کمزور مخلوق کس طرح اپنے گوہر عصمت کو ضائع کر دینے پر مجبور ہو جاتی ہے گناہ ومعصیت کی سات لرزہ خیز کہانیاں ٹائٹل سہ رنگ قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

نغمۂ حیات جناب ایم اسلم کے دو چھوٹے چھوٹے ادب لطیف کے مضمون جن کو پڑھنے میں نظم ونثر دونوں کا لطف آتا ہے سرورق رنگین قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

نرگس یہ کتاب ایک طوائف کی نہایت دلچسپ زندگی سے متعلق ہے مصنف نے ہر واقعہ کو اس خوبی سے قلمبند کیا ہے کہ کم عمر لڑکیاں بھی اگر اسے پڑھیں تو مضائقہ نہیں اس نازنین حسینہ کے پہلو میں ایک ایسا دل دھڑکتا ہے جس کی ہر جنبش سے محبت، ایثار، غم وکرب، صعوبت روحانی اذیت جسمانی، سوز وگداز غرض ہر جذبۂ انسانی کی لہریں اٹھتی ہیں جو حساس طبیعتوں کو برمائر حسرت کے آنسو رلاتی ہیں۔ سرورق رنگین قیمت مجلد دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔

دلی کا آخری دیدار غدر سے پہلے دلی کی کیا حالت تھی۔ بادشاہ سلامت، شہزادوں اور شہزادیوں کے رسم ورواج اور روزانہ کا پروگرام، پھول والوں کی سیر، اہل وطن کی طرز معاشرت

نئی ہوئی بہاریں نئی ہوئی تہذیب کا دلاویز مرقع۔ دہلی کی بیگماتی زبان میں سرورق رنگین۔ قیمت بارہ آنے (۱۲) علاوہ محصول ڈاک۔

دامن باغباں علامہ ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب کے نہایت دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ضخامت ۲۰۰ صفحات لکھائی، چھپائی کاغذ بہترین قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول

اسلامی میاں بیوی ازدواجی تعلقات کے سلسلے میں یہ سب سے بہتر کتاب ہے اور بہت مؤثر پیرائے میں لکھی گئی ہے۔ کتاب میاں بیوی دونوں کے پڑھنے کے لائق ہے اور اگر دونوں اس کو اور اس کے پروگرام کو تعمق سے ذہن نشین کر لیں تو بھی ان کا گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ ضخامت ۳۱۲ صفحات قیمت صرف ۱۲ محصول ڈاک ۶ کل ۱۸

شاہان مغلیہ کی بیویاں اور رانیاں شاہان ہند کی وہ نامور خواتین جن کا اعزاز اب تک تاریخ ہند میں ثبت ہے اسی کتاب میں ان شاہی بیگمات اور رانیوں کے حالات ہیں جو اپنی اپنی جگہ کسی مخصوص شہرت کی مالک تھیں۔ اس میں حسین مہ جبین بھی ہیں اور شاعرہ ادیبہ بھی، اجری صف شکن بھی عصمت وعفت کی پیکر بھی اور ماہ پارے بھی ہیں جن کی چاندی صورت پر سلطنتیں اور راجدھانیاں قربان ہو گئیں بڑی دلچسپ اور سرشار لٹریچر کی کتاب ہے ضخامت تقریباً ۲۰۰ صفحات قیمت صرف بارہ آنے محصول ۵

عصمتی کشیدہ اس کتاب کو ہندوستان کی نامور خواتین کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جس میں کشیدہ کے تقریباً ڈیڑھ سو خوبصورت نمونے ہیں جو لڑکیوں کے لئے کشیدہ

کاری کی مکمل تعلیم ہے قیمت ایک روپیہ محصول ڈاک ۶

موتیوں کا کام اس دستکاری کی مفید کتاب کو ۲۷ ماہر عورتوں نے تیار کیا ہے اور دعویٰ ہے کہ ایسی مفید کتاب ہندوستان میں کہیں نہیں چھپی۔ قیمت دو روپے محصول ۸

عصمتی کروشیا کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے نہایت کارآمد تحفہ جس کی تیاری میں ہندوستان کی ۲۵ نامور خواتین نے حصہ لیا ہے جو کروشیا میں ماہر مانی جاتی ہیں، قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے محصول ۶

ناشتہ مشرقی اور مغربی ناشتہ تیار کرنے کی بہترین کتاب جو نئی روشنی کی بہنوں کے لئے کارآمد چیز ہے اس میں ہندوستان کے ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی نئی نئی ترکیبیں ہیں قیمت دس آنے محصول ۴

موتی دنیا بھر کے حکما، علما، اور ادبا کے گرانقدر زریں اقوال مجموعہ بصیرت افروز ملفوظات کا خزانہ، حکمت، فلسفہ پند ومواعظت، شعریت ورومان، ادب لطیف و انشاء، ادبیات نثر میں اپنی قسم کی پہلی تصنیف کاغذ کتابت طباعت بہترین قیمت بارہ آنے۔ محصول ۵

عصمتی دسترخوان اردو زبان میں بہترین کتاب ہے جس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی اس میں تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست اس کتاب کی تیاری میں ہندوستان کے ہر حصے کی تقریباً ۹۰ بہنوں نے یہ کتاب بڑی محنت سے مرتب کی ہے باورچی

خانے کے انتظامات اور کھانوں کے متعلق بھی نہایت قیمتی ہدایات درج کی گئی ہیں۔ کتاب پانچ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت دو روپے محصول ۸

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آگیا

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے۔ اس میں صرف تین چھوٹے چھوٹے تجویز کر دیئے ہیں آپ جس بحر کی چاہو قطعہ کر لو بس اگر آپ شاعر بننا چاہتے ہیں تو کتاب فن شاعری منگائیے قیمت ۸

جادو بیانی موجودہ زمانے میں انسان کی ترقی کے لئے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں گفتگو میں شائستگی اور تقاریر میں روانی بھی ہونی چاہیئے یہ کتاب آپ کو فی الحقیقت ایسا جادو بیان مقرر بنا دیگی کہ سامعین آپ کی ہمنوائی کا دم بھرنے لگیں گے موجودہ زمانے کے تمام جدید اصول کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے اسکے پڑھنے کے بعد آپ تقریر کرنے کے تمام اصول کو سمجھ کر ایک بہترین مقرر بن سکتے ہیں قیمت صرف ۶

آسان مضمون نویسی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فی الواقع یہ کتاب مبتدیوں کے لئے آسان مضمون نویسی کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے اور تمام چیزیں اس طرح سمجھا دی گئی ہیں کہ کسی مزید تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی قیمت صرف ۶

پیغام فطرت دنیا کے موجودہ مصائب اور معاشرتی مشکلات سے متاثر ہو کر ایک باکمال شاعر نے اپنے جذبات کی ترجمانی ایک لطیف نظم کی صورت میں کی ہے موجودہ دور میں بڑے بڑے سیاست دان اور علمی اقتصادیات مصائب عالم کا حل تو ڈھونڈ کر رہے تھے لیکن اس کشمکش کو دور کرنے کے لئے ایک شاعر کی آواز بھی سنئے کتاب نہایت خوبصورت سائز

کی آئینہ دار ہے شب عروسی کے ستعدد افسانے سچ مچ کی نئی دلہن بنکر سامنے آجاتے ہیں جتنے افسانے ہیں اتنی ہی دلہنیں ہیں اس زندگی کی سب سے بہتر رات ہیں مزے لوٹے گئے ہیں۔ وہ سب زندگی کا مکمل لائحہ عمل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) محصول ۵ر

افشائے رازِ پنہاں

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب اور ایسی عجیب غریب کہ آپ نے اس دلچسپ موضوع پر شاید کوئی کتاب سنی نہ ہوگی اس میں دو ہزار دو سو کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کے حالات خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے امریکہ کی ایک من چلی عورت نے یکجا کر کے کتابی صورت میں پیش کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچا دی اب اسکا ترجمہ بھی ہوگیا ہے خدا جانے کب تک یہ لوگوں کے مطالعہ میں جا سکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اسلئے جلدی منگا لیجئے قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

دلہن کی ڈائری

ایک شوخ وطرار دلہن کی آپ بیتی، شب زفاف کا پر کیف سماں۔ کچھ خوف، کچھ شرم، کچھ ہراس، کچھ گدگداہٹ دولہا میاں کی ہیبت۔ باغباں عشرت کی گل چینی، بے صبری کے جذبات۔ بیتابی کے مظاہرے۔ پوشیدہ حالات کا انکشاف غرضکہ دلچسپی کا لاجواب مرقع ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

دلہنوں کی کانفرنس

سات دلہنوں کی شبہائے خلوت کی دلچسپ داستان۔ ساتوں ایک جگہ جمع ہوکر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کو صحیح صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی

ہیں اور تعلیم وحقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک دلہن کی انوکھی سرگذشت ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

بہارِ عروس

یہ وہ کتاب ہے جس کو سہیلی دلہن نے اپنی سہیلی اختر دلہن کی ڈائری کے جواب میں اپنی شب عروسی کی سرگذشت لکھ کر کے عجیب بی ہے ہو بہو چھاپ دی ہے اس میں بڑے بڑے پوشیدہ دلچسپ واقعات ہیں بڑی ہی پر لطف و مزیدار کتاب ہے ایسی کتابیں کم ہوں گی قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ) محصول ۵ر

سہاگ کی آٹھ راتیں

سہاگ کی راتیں جن کیفیتوں اور ولولوں کو اپنے اندر رکھتی ہیں ان پر مسرت لمحوں میں جذبات جو جو کروٹیں بدلتے ہیں ان کی عکاسی اس کتاب میں بدرجۂ اتم کی گئی ہے کتاب پڑھنے کے بعد تمام نقشہ آپ کے نگاہوں کے سامنے پھر جائیگا۔ قیمت صرف ۸ر علاوہ محصول

ہمدرد خاوند

ایک بینظیر کتاب جوفی الحقیقت خاوندوں کے لئے ہمدرد ہے اس میں ازدواجی زندگی کے متعلق تمام پوشیدہ رازوں کو ظاہر کر کے ایسی ایسی پتے کی باتیں بتائی گئی ہیں کہ آپ کبھی ناکامیاب نہیں ہو سکتے ساتھ ہی قوت باہ اور تمام امراض مردانہ کے تیر بہدف نسخے بھی درج ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ علاوہ محصول۔

دیگر صنفی کتابیں

لذت النکاح ۔ قانون مواصلت

عہد شباب عہ ۔ ثمرۂ وصال عہ ۔ رموز نکاح ۱۲ر

تصویر حسن عہ ۔ ایرانی کوک شاستر ۱۲ر ۔ لطف شباب عہ

مرقع حسن عہ ۔ شباب عہ ۔ نفسیات شباب عہ

صلاح کار میاں بیوی عہ ۔ مرد وعورت عہ

زن وشوہر عہ ۔ دولہا دلہن عہ ۔ عیش ونشاط عہ

عورت کی فطرت عہ ۔ مرد کی خصلت عہ

انگریزی سکھانیوالی بینظیر اور سستی کتابیں

مخزن الفوائد اس میں اردو نام وعبارت کو انگریزی میں لکھنے اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے انگریزی چٹھی لکھنے، ہجے کرنے اور تلفظ کے قاعدے انگریزی بول چال کے کئی سو فقرے ایک ہزار کے قریب اردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور تیس حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے درج ہیں اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ایسا مبتدی جو انگریزی سے واقف نہیں ہے قلیل عرصہ میں خاصی استعداد حاصل کر سکتا ہے قیمت چھ آنہ ۶ر علاوہ محصول

انگریزی اردو خط وکتابت

ہر قسم کی چٹھیاں، عرضیاں نوٹس اور ہر قسم کی تحریروں کے قاعدے اور نمونے معہ ترجمہ اردو قیمت ۴ر

اردو وانگریزی ڈکشنری

سات ہزار پانسو ایسے اردو لغت جو اکثر تحریر وتقریر میں آتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی اردو خط میں ہیں ان کے آگے ان کی انگریزی انگریزی خط میں ہیں قیمت سات آنہ علاوہ محصول

انگریزی بولنا تین ہزار بول چال کے فقرے معہ ترجمہ اور مخزن الفوائد کے تمام اردو جملوں کا

ترجمہ قیمت چھ آنہ (۶ر) علاوہ محصول

انگلش ٹیچر ولیٹر رائیٹر یہ وہ لاجواب کتاب ہے جس کے مطالعہ کے بعد بغیر استاد کی مدد کے بہت جلد انگریزی لکھنا، پڑھنا اور بولنا آجاتا ہے۔ کتاب کے ساتھ ساتھ انگریزی خط وکتابت کی مکمل تعلیم بھی ہے قیمت بارہ آنے (۱۲ر) علاوہ محصول۔

شرطیہ ڈھائی ماہ میں انگریزی آجائیگی

اگر آپ مومن صاحب کی انگلش ٹیچر کا ایک سبق روزانہ سمجھ کر پڑھ لیں گے صرف ایک گھنٹہ روزانہ محنت کی ضرورت ہے اور کسی استاد کی حاجت نہیں ہے یہ وہ کتاب ہے جو دو سال میں تیس ہزار فروخت ہوگئی اس سے بہتر انگریزی سکھانے والی کتاب آجتک نہیں لکھی گئی ضخامت تقریباً ۲۳۲ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ عہ محصول کل عہ

مخزن الحکایات یعنی ۲۶ انگریزی کہانیاں مع اردو معنی وتلفظ درج ہیں قیمت ۵ر

خلاصۃ القواعد مبتدی کو پارسنگ کرنا اور اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا بخوبی سمجھایا گیا ہے قیمت ۵ر علاوہ محصول۔

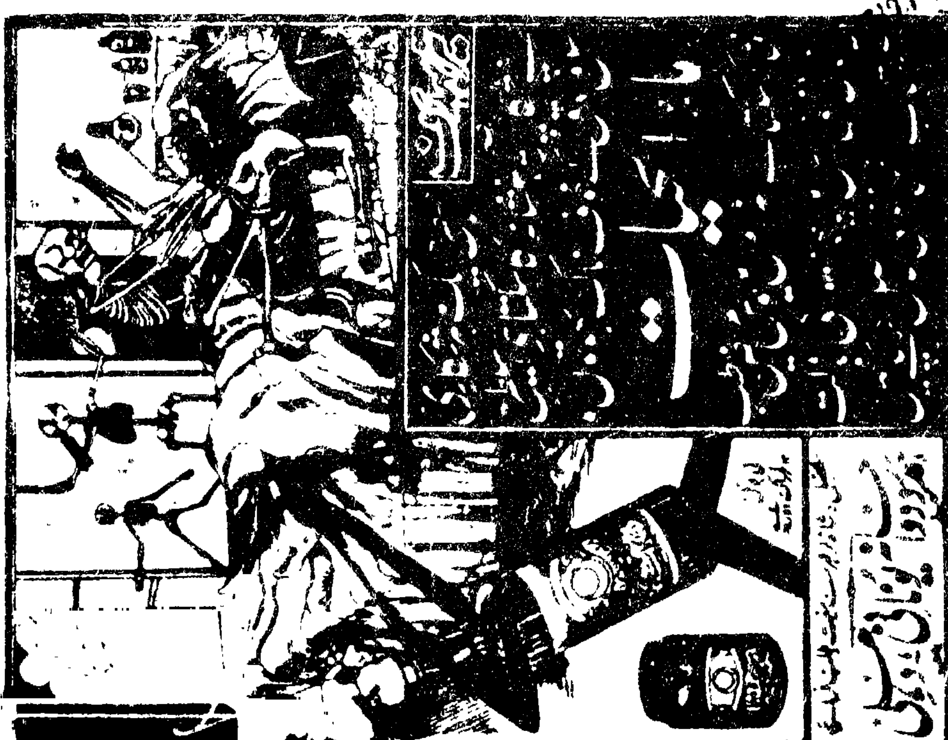
مخزن المحاورات اس میں ایک ہزار دو سو انگریزی محاورے اور چھ سو مثالیں مع ترجمہ اردو جو انگریزی ترتیب حروف تہجی اور تین چار ہزار کے قریب ایسے معمولی جملے انگریزی جن سے کام پڑتا ہے قیمت ۶ر

کامل القواعد

اس میں صرف ونحو کے تمام وکمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشا پردازی سے متعلق ہیں نہایت وضاحت سے درج ہیں ۔ ۱۶۷ ۔ اعلیٰ درجے کی مستند انگریزی گرامروں کا لب لباب ہے قیمت صرف دس آنہ (۱۰ر) علاوہ محصول

ملنے کا پتہ۔ شاہجہان بک ایجنسی جامع مسجد دہلی۔

REG. NO. L. 3248.

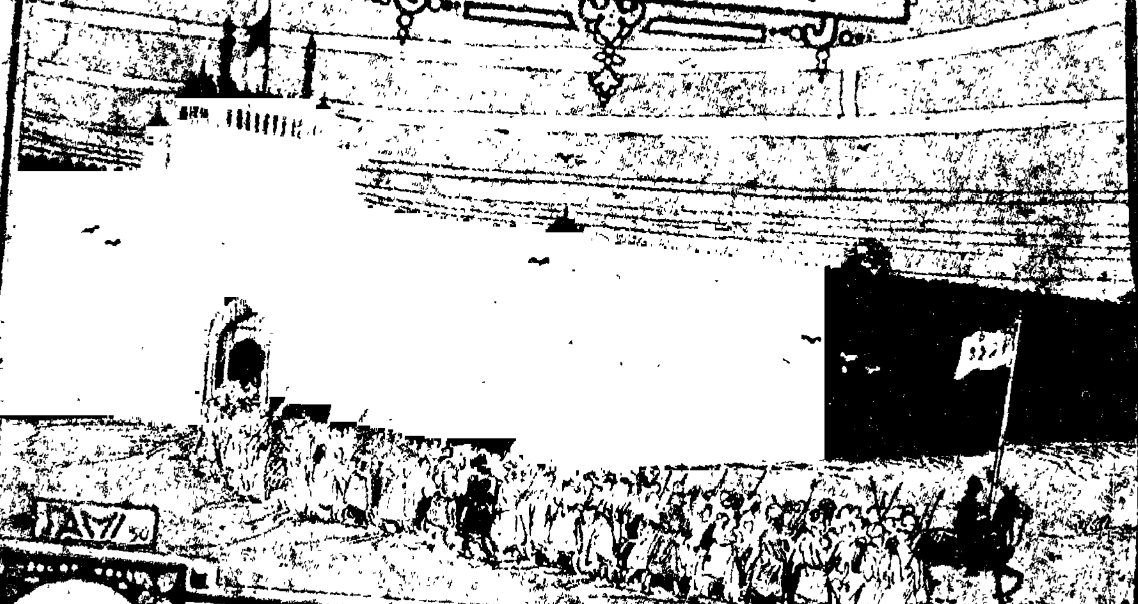


Printer & Publisher: SYED WILAYAT HUSAIN DELHI

SHAH JAHAN, DELHI

شاہجہاں دہلی

ادب اردو کا ماہوار مصور صحیفہ



ایڈیٹر سید وصی اشرف دہلوی

Per Copy As: 2/6

شرح چندہ
بذریعہ منی آرڈر [illegible]
بذریعہ وی، پی [illegible]
فی پرچہ ۲؍

فہرست مضامین

شاہجہاں
ہندوستان کے تمام
ریلوے اسٹیشنوں پر
بھی ڈھائی آنے میں ملتا ہے

جلد ۵ | "شاہجہاں" دہلی بابت ماہ جون ۱۹۳۵ء | نمبر ۶

سید ولایت حسین پرنٹر پبلشر نے ادریس المطابع میں چھپوا کر جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

مشاہدات

رسالہ "نیرنگستان" دہلی (جو پہلے "نیرنگ" کے نام سے شائع ہوتا تھا) کے اداریہ میں اردو صحافت کے زنانہ رسائل کی حالت پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ہم خود بھی اس موضوع پر لکھنے کا ارادہ کر رہے تھے کیونکہ بد قسمتی سے موجودہ زنانہ رسائل کی بدعنوانیاں اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہیں۔ رسالہ کا مراسل دہلی میں بھی ایک خاتون کا خط شائع ہوا ہے جس میں شکایت کی گئی ہے کہ دہلی کے زنانہ رسالہ "رہبر نسواں" میں خاتون موصوفہ کی سہیلی کا ایک مضمون مدیرہ نے بغیر نام کے شائع کیا گویا اسے اپنا ظاہر کیا۔ اب نیرنگستان کے مدیر مسٹر عشرت رحمانی نے اپنا بیان شائع کیا ہے جس میں بتایا ہے کہ اُن کا ایک مضمون کسی فرضی ہند وعورت کے نام سے چھاپا گیا ہے۔ اس قسم کی ناشائستہ اور کمینی حرکات تو اس لائق ہیں کہ ان پر قانونی چارہ جوئی کی جائے لیکن یہ جگ ہنسائی اردو صحافت کو اور بھی بدنام کرے گی اس لئے فی الحال یہی مناسب ہے کہ اس قسم کے جتنے ڈھونگ رچائے جائیں اُن کی اصلیت سے پبلک کو آگاہ کر دیا جائے تاکہ اُن کے دھوکے میں کوئی نہ آنے پائے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ "رہبر نسواں" کے جتنے کارکن ہیں سب مرد ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی قصور یا عیب نہیں ہے کیونکہ مشہور زنانہ رسالے عصمت دہلی اور تہذیب نسواں لاہور بھی مردوں ہی کے اہتمام سے شائع ہوتے ہیں۔ ہندوستانی عورتوں میں عموماً اور مسلمان عورتوں میں خصوصاً ابھی اتنی آزادی کہاں جو ایک معقول اردو رسالہ شائع کر سکیں جنہوں نے اس قسم کی کوشش کی وہ نا کامیاب رہیں مثلاً محترمہ صغرا ہمایوں مرزا جو "النساء" کو بہت عرصے تک جاری نہ رکھ سکیں۔ جب تک ہماری عورتیں اس لائق نہ ہو جائیں مردوں ہی کو زنانہ رسالے مرتب کرنے پڑیں گے۔ اس سلسلہ میں علامہ راشد الخیری دہلوی اور شمس العلماء مولوی ممتاز علی کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں جنہوں نے عورتوں میں بیداری احساس اور قوت عمل پیدا کی۔

"رہبر نسواں" کی لغویت جو کبھی معاف نہیں کی جا سکتی یہ ہے کہ اس میں مردوں کے مضامین عورتوں کے نام سے شائع کئے جاتے ہیں اور ان میں بُرے اور بھلے کی تمیز عورتوں کے نقطۂ نظر سے نہیں کی جاتی۔ اس بیہودگی کا ناگوار اثر اچھے زنانہ رسائل پر پڑ رہا ہے کہ عورتیں اُن سے بھی بدظن ہوتی جا رہی ہیں اور انہیں شبہ ہونے لگا ہے کہ کہیں عصمت اور تہذیب نسواں میں بھی لغویت تو نہیں ہو رہی؟ ایک ہی مچھلی تو سارے جل کو گندہ کرتی ہے۔ "رہبر نسواں" کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے معزز معاصرین پر رکیک حملے کرتا رہتا ہے اور فرضی خطوط پیش کر کے عمدہ زنانہ رسائل کے خلاف مکروہ پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے مگر مثل مشہور ہے کہ آسمان کا تھوکا حلق میں آتا ہے چنانچہ اور کا کچھ بگڑا ہو یا نہ بگڑا مگر "رہبر نسواں" کا بھرم تو کھل ہی گیا۔ کاغذی ناؤ آخر کب تک چلتی؟

ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ صرف مسٹر عشرت ہی کے مضامین عورتوں کے فرضی ناموں سے شائع نہیں کئے گئے بلکہ اور مردوں کے مضامین کے ساتھ بھی یہی حرکت کی گئی ہے۔ اس پر مستزاد اس کے کارکن خود بھی عورتوں کے نقلی چہرے لگا کر اپنی بھونڈی صورتیں چھپانی چاہتے ہیں۔ کاٹھ کی ہنڈیا تو صرف ایک دفعہ چڑھتی ہے۔ اُن کی بھی قلعی بہت جلد کھل گئی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ فعل صد درجہ لائق نفرین ہے اور صحافت اردو کے ماتھے پر ایک ایسا کلنک کا ٹیکہ ہے جسے مٹانا ہمارا فرض اولین ہے ہم ادارۂ "رہبر نسواں" کو اس فعل شنیع کے تدارک کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔

ایڈیٹر

افسانہ نویسی اور اُس کا نظریہ

یہ مختصر کتاب محض میرے ذاتی تجربات اور مشاہدات پیش کرتی ہے اور میں قطعی نہیں کہہ سکتا کہ جو مشورے میں نے دیئے ہیں وہ کہاں تک صحیح و درست ہیں۔ اور نہ میں نے فن افسانہ نویسی پر کوئی کتاب اب تک دیکھی ہے اور نہ دیکھنے کا ارادہ ہے۔ لہٰذا مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ افسانہ نگاروں کا کوئی مخصوص نظریہ بھی ہونا چاہیئے۔ رسالہ ساقی ماہ اگست ۱۹۳۴ء کا پرچہ اس وقت میرے سامنے ہے اور جناب سید وقار عظیم صاحب ایم۔اے کا مضمون "موجودہ افسانہ نگاری کے رجحانات" پیش نظر ہے۔ فاضل مصنف نے جس قابلیت سے مضمون لکھا ہے اسکی داد نہیں دی جاسکتی مگر ایک بات سے مجھے قطعی اختلاف ہے۔ سید صاحب کا خیال انہیں کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"بعض افسانہ نگار ہیں جن کا کوئی مخصوص نظریہ نہیں۔ وہ کبھی اس بات کے پیرو نظر آتے ہیں اور کبھی اس کے حامی، کبھی اسپر فریفتہ، اور کبھی اسکے دیوانے۔ ایسے لوگ افسانہ نگاری کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتے۔ نفسیات کے اثر اور محبت کے نظریوں کے اختلاف کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے دماغوں میں عورت کے خدا جانے کتنے اور کس کس قسم کے مختلف تصور قائم ہوگئے۔" صفحہ ۲۵۔ ساقی اگست ۱۹۳۴ء۔

اس تحریر سے پیشتر سید صاحب نے مختلف افسانہ نگاروں کے نظریئے بتلائے ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

(۱) وہ افسانہ نگار جو محبت کو صرف عشق ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ ان کا خیال ہے کہ محبت صرف عورت مرد ہی میں نہیں ہوتی اسکی بنیاد صرف ایک وحشیانہ جذبے کے اوپر نہیں۔ اُسے بیحد بلند روحانی جذبات سے تعلق ہے۔ اس لئے ان لوگوں (افسانہ نگاروں) نے ماں بیٹے کی محبت۔ بھائی بہن کی محبت۔ دوست دوست کی محبت۔ آقا اور ملازم کی محبت۔ اور اس کے علاوہ ہر اس پاک سے پاک رشتہ کو جو دنیا میں دو جاندار یا ایک جاندار اور ایک بے جان کے درمیان ہونا ممکن ہے۔ اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ اس قسم کی مبارک کوشش علی عباس حسینی نے بہت زیادہ کی ہے اور رفتہ رفتہ یہ روش عام ہوتی جارہی ہے۔"

(۲) محبت کا ایک دوسرا مفہوم ان افسانہ نگاروں کے لئے مخصوص ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ محبت صرف عورت اور مرد ہی میں ہوسکتی ہے اور اس کا تعلق بھی نفسیات سے ہے۔ ایسے افسانہ نگاروں میں سے بعض کا خیال ہے کہ محبت عموماً اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ مرد اور عورت میں ازدواجی تعلقات پیدا ہو جائیں لیکن ان تعلقات کے پیدا کرنے میں کوئی رشتہ یا کوئی دنیاوی تعلق حائل نہیں ہوسکتا۔ اس خیال کی ترجمانی مجنوں گورکھپوری کے بعض بعض افسانوں میں ہوتی ہے۔"

(۳) کچھ افسانہ نگار یہ سمجھتے ہیں کہ مرد اور عورت میں صرف اس لئے محبت ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک فطرتاً کمزور ہے اور دوسرا مضبوط اور اس لئے کمزور جنس کو مضبوط جنس کی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس لئے ایک دوسرے میں محبت کا جذبہ ہوتا ہے اور اس کی ابتداء عموماً عورت ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔"

(۴) کچھ افسانہ نگار عورت کو صرف محبت کیلئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ عورت صرف محبت کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے اُنکے نزدیک محبت کا دوسرا نام عورت ہے۔ محبت کا مفہوم اسوقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُسے عورت اور صرف عورت کی ذات سے تعلق نہ ہو وہ ایک ایسا پھول ہے جو صرف محبت کے باغ میں شاداب رہ سکتا ہے۔ اس کی خوشبو صرف ایک گلدستہ کے لئے مخصوص ہے ایسا گلدستہ جسے

محبت نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو ایسے افسانہ نگار کے نزدیک اُسے مادّی حسن کا محتاج ہونے کی ضرورت نہیں۔

(۵) افسانہ نگاروں کا ایک دوسرا گروہ عورت کو مادّی دنیا سے متعلق سمجھنا گناہ سمجھتا ہے اس کے اجزا کی تکمیل صرف روحانیت کے ہاتھوں سے ہوئی ہے اس لئے وہ محبت نہیں بلکہ پرستش کے قابل ہے۔ وہ دیوی ہے اور اس کی فطرت میں وہی چیزیں کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہیں جو اُسے دیوی بنا سکے۔

(۶) ایک تیسرا گروہ عورت کو مادّی تو سمجھتا ہے لیکن اس کے نزدیک مادّی دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی دوسری مخلوق نہیں دنیا کے سارے حسن اسی کی ذات میں چھپے ہوئے ہیں۔ کوئی خوبی اس کی ذات سے الگ ہو کر خوبی نہیں باقی رہ سکتی۔ عیب اس کی ذات کے لئے نہیں بنائے گئے وہ ایک روشن نور ہے۔ جس میں خوبیوں اور محاسن کو جلا ہوتی ہے اور بدیاں اور برائیاں جل کر خاک ہو جاتی ہیں۔

سید صاحب مجھ سے زیادہ قابل ہیں، زیادہ علمیت رکھتے ہیں مگر میری دانست میں یہ خیالات صحیح نہیں خواہ ان کے ہوں یا کسی اور کے۔ میری دانست میں افسانہ نگار کو ہرگز ہرگز کسی خاص نظریہ کا قائل نہ ہونا چاہئے ورنہ افسانے محض "شاعری" ہو کر رہ جائیں گے۔ افسانہ نگار کا کام ہے مشاہدات و واقعات کو قلمبند کرنا نہ کہ مقاصد و نظریات کی ترویج و اشاعت۔

علاوہ اس کے سید صاحب نے جو تقسیم کی ہے میری دانست میں وہی صحیح نہیں ہے۔ مثال کے طور پر قسم ۳ کو لیجئے میری دانست میں افسانہ نگاروں کی کوئی بھی خاص الخاص قسم ایسی نہیں ہے۔ اس نظریہ سے کوئی بھی منکر نہیں اسکی تائید میں تو آئے دن واقعات دیکھنے اور سننے میں آتے رہتے ہیں اب سید صاحب کا ستم ہے جو دوسرے افسانہ نویسوں کو منع کر دیں کہ اگر تمہارے علم میں کوئی ایسا دلچسپ واقعہ آئے تو ہرگز مت لکھو کیوں؟ محض اسی وجہ سے کہ اگر تم کبھی اس بات کے اور کبھی اس بات کے پیرو نظر آئے تو تم افسانہ نویسی کو کوئی فائدہ نہ پہونچا سکو گے۔ ذرا غور فرمائیے کہ چچا کی محبت کا واقعہ حضرت صلعم کا کس قدر موثر اور دلچسپ ہے جہاں وہ حضرت عباسؓ کی مشکیں ڈھیلی کر وادیتے ہیں مگر مجھے اجازت نہیں کہ اس پلاٹ پر لکھوں یہ سراسر زیادتی ہے۔

اب ۲ سے ۶ تک دوبارہ غور سے پڑھئے۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ افسانہ نگار ان نظریوں کے قائل ہیں۔ نظریوں کا آدمی جبھی قائل ہوتا ہے جب اس کی تائید میں دلائل موجود ہوں۔ اور بہترین دلائل مشاہدات پر مبنی ہو سکتے ہیں یعنی افسانہ نگار نے اپنی آنکھ سے واقعات ایسے دیکھے کہ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو قائل ہونا پڑا کہ عورت ایسی چیز ہے اور محبت یہ چیز ہے۔ عورت اور اس کے افعال پیش نظر آئے جس کی بنا پر وہ ان نظریوں کے قائل ہوگئے لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اگر یہی مشاہدات اور اسی قسم کے واقعات سے مجھے سابقہ پڑے تو آخر میں کیوں اسپر افسانہ نہ لکھوں۔ مثال کے طور پر ۳ لیجئے۔ ایک کمزور عورت کو ایک تنومند مرد دبا تا ہے اور ان حالات میں کہ عورت کی نظروں میں وہ گھسیٹ کر بہا جاتا ہے اب ستم ہے جو اس پلاٹ پر آپ مجھے نہ لکھنے دیں۔ میری کتاب کو لتار کا باب "انجام نفرت" اسی پلاٹ پر لکھا گیا ہے ہو بہو اور لفظاً بلفظاً یہی قصہ ہے اور وہ افسانہ کم از کم میرے افسانوں میں بہترین افسانوں میں سے ایک ہے ایسا کہ میں اسپر فخر کرتا ہوں۔ اب اگر سید صاحب کے دلائل میں قبول کر لوں اور ان کا مشورہ صحیح ہو تو مجھے چاہئے کہ اپنی تمام عمر اسی قسم کے افسانے لکھے چلا جاؤں۔ اور اگر میں نے ایسا نہ کیا تو افسانہ نویسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ یا علاً کو لیجئے حضرت عباس حسن صاحب حسینی نے انسان اور کتے کی محبت پر اگر ایسا افسانہ لکھا کہ اردو کے سرمایہ میں اُس سے قابل قدر اضافہ ہو گیا تو اب اس کے یہ معنی تو نہیں کہ کالج کی پروفیسری چھوڑ کر کسی ویٹرنری کالج میں پروفیسری کریں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کتوں، بیل اور بھینسا کی داستانوں کے لئے اپنی افسانوی خدمات وقف کر دیں۔ میری ناچیز رائے میں افسانہ نگار کو تخیلات اور نظریات سے ہمیشہ قطع نظر کرنا چاہئے

گرد و پیش کے واقعات کا افسانہ نگار کو غائر نظر سے مطالعہ کرنا چاہئے اور اپنے دلچسپ مشاہدات کی بنا پر افسانہ کو ترتیب دینا چاہیے اگر بالفرض وہ کسی خاص نظریہ کا قائل ہے لیکن اسے کسی موقع پر اس کے خلاف کوئی دلچسپ واقعہ ملا تو اس کو اس طرف سے آنکھ نہیں میچ لینا چاہئے۔ سید صاحب نے افسانہ نگاری کو محض ایک ذوقی اور وجدانی چیز بنانے کی کوشش کی ہے کسی نظریہ کی تبلیغ۔ کسی مقصد کی اشاعت۔ یہی وہ چیزیں ہیں جنہوں نے آج کل کی افسانہ نویسی کو بگاڑ رکھا ہے پھر اگر کسی افسانہ نویس نے اپنے افسانہ یا افسانوں میں اگر عورت کو بدچلن دکھادیا تو یہ کیسے قیاس کر لیا جائے کہ خود افسانہ نگار ہی اس نظریہ کا قائل ہے کہ عورت بدچلن ہوتی ہے۔ اگر دنیا کی یہی رفتار رہی تو افسانہ نگار کو قلم اٹھانا مشکل ہو جائیگا۔

سید صاحب نے جو افسانہ نگاروں کی تقسیم نظریہ کے مطابق کی ہے تو میری دانست میں اس کی خاص وجہ ہے۔ سید صاحب کے ذہن میں اب تک Victorian age اور اس سے قبل کی ناول نویسی بسی ہوئی ہے۔ فرضی اور ناممکن الوقوع واقعات اور خاص الخاص قسم کے تراشیدہ پتھر کے کیریکٹر۔ وہ ناول نویسی تھی ناول نویس ہمیشہ کم و بیش عورت کو اپنے تخیل کے مطابق پیش کرتے تھے مگر فی زمانہ گپ شپ کا دور گیا۔ افسانہ نگاری کا دور گیا اور یہ وقایع نگاری کا دور ہے۔ واقعات لائے کہ واقعات ہی دلچسپ ترین افسانے ہیں۔ وہ تمام افسانے جو کسی نظریہ کو سامنے رکھکر لکھے جائیں گے سب کے سب غلط ہوں گے۔ اصل چیز مشاہدہ اور تجربہ ہے اور دلچسپ واقعات کو نظر غائر سے مطالعہ کرنا ہے ایسا کرنے سے قریب قریب ہر نظریہ کی موافقت و مخالفت میں دلچسپ ترین مواد ہاتھ آئے گا۔ اور افسانہ نویس کا فرض ہے کہ وہ جوں کا توں افسانہ کی صورت میں پیش کر دے۔ جو افسانہ نگار کسی نظریہ کو لیکر اٹھیں گے اور اپنا قیمتی وقت اس میں ضائع کرینگے ان سے افسانہ نگاری نہیں ہوگی۔ بہتر ہے کہ وہ اپنے نظریہ پر ایک مکمل تھیسس یا علمی مقالہ لکھیں۔ ہماری معاشرت میں ہر قسم کی عورتیں ہیں اور ہر قسم کے مرد ہیں اور ہر قسم کے واقعات ہیں اور ہم تو سب ہی دلچسپ باتوں پر افسانے لکھیں گے۔ دراصل جن باتوں کو سید صاحب نے نظریات بتایا ہے ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ اصل چیز واقعات کی ترتیب ہوتی ہے۔ گرد و پیش کی فضا پر سب کچھ منحصر ہے۔ اگر کسی افسانہ نگار کے افسانوں سے کوئی خاص بات واضح ہو گئی تو اس کے یہ معنی نہیں کہ افسانہ نگار خود اس نظریہ کا قائل ہے اور تمام دوسرے نظریوں کو باطل خیال کرتا ہے۔ ہر ذی ہوش تسلیم کرلیگا کہ [illegible] تمام کے تمام نظریات صحیح ہیں۔ ہر قسم کی عورتیں اور ہر قسم کے طبائع اور ہر قسم کے واقعات موجود ہیں اور اگر افسانہ نگار نے ان واقعات کو ترتیب دیکر افسانہ کی صورت میں پیش کر دیا تو یہ کیسے تصور کر لیا کہ افسانہ نگار کے ذاتی خیالات ہی یہ ہیں اور وہ محبت کی تمام دوسری صورتوں سے منکر ہے یا سوائے ایک خاص قسم کی عورت کے دوسری قسم کی عورت ہی دنیا میں نہیں ہے۔ افسانہ نگار کو دراصل اپنے خیالات افسانے سے بالکل علیحدہ رکھنا چاہئیں۔ اس کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ افسانوں میں شاعری گھسیٹر دے۔ سید صاحب کی رائے ممکن ہے کہ صحیح ہو اور بہتر ہے جس کی سمجھ میں آئے ان کے مشورہ پر کاربند ہو لیکن جہاں تک میری ناچیز رائے کا تعلق ہے میں بصد ادب سید صاحب کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے ایک مبتدی کو یہی مشورہ دوں گا کہ نہ تو کسی خاص نظریہ کے قائل ہو اور نہ اس کے پابند ہو۔ افسانہ کی بنیاد بجائے تخیلات اور نظریات کے واقعات پر رکھو۔ واقعات میں اپنی مرضی کی چیز دیکھنے اور ڈھونڈھنے کی کوشش مت کرو بلکہ جو دکھائی دے اور دلچسپ ہو وہ پیش کرو۔ ویسے بھی غور کرنے کا مقام ہے کہ عورت اور محبت کے بارے میں تمہارے خاص نظریات اور خیالات کس طرح تمہارے گرد و پیش کے واقعات میں دخیل ہو کر تمہارے لئے فرمائشی افسانہ پیش کریں گے۔ عالم کو دیکھو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دن اور رات بس ایسے ہی مشابہات سے تمہیں سابقہ پڑتا رہیگا۔ جہاں عورت کی کمزوری اور مرد کی شہ زوری نے محبت کا بیج پہلے عورت کے دل میں بویا ہو یا یہ کونسی

عقلمندی ہے کہ سیکڑوں افسانے (بجز) اسی قسم کے پلاٹوں پر لکھے چلے جاؤ۔ یہ تو انہیں افسانہ نگاروں کے لئے ممکن ہو سکتا ہے جنہوں نے دس بارہ برس میں صرف آٹھ دس اچھے افسانے لکھے ہوں اور ان میں سے دو ایک جو اچھے ہیں وہ اسی قسم کے ہوں لیکن وہ افسانہ نویس کیا کرے جس نے بدقسمتی یا خوش قسمتی سے دو تین سال کے (عرصہ) اندر دو ڈھائی سو افسانے لکھ ڈالے ہوں جن سے ہر نظریہ کی تائید اور تردید ہوتی ہے افسانہ نگار کے دو چار افسانوں کو دیکھکر یہ کہہ دینا کہ کسی "خاص" نظریہ کا تو قائل ہے باقی نظریوں کو باطل مانتا ہے سراسر زیادتی ہے اور پھر جبکہ وہ نظریہ ہی نہ ہوں۔ سید صاحب نے جو نظریئے قائم کئے ہیں ان کے وجوہات کو دیکھتے ہوئے بہتر ہے کہ میرے خود کے بارہ میں یہی نظریہ قائم کر لیا جائے اور کہا جائے کہ یہ اس نظریہ کا قائل ہے کہ محبت پیدا ہونے کے لئے لازمی ہے کہ عورت کی انگلی میں انگوٹھی یا پیر میں فل بوٹ پھنس جائے تو یہ بالکل پرانے زمانہ کے ایک انگریز کا کٹھل والا نظریہ ہو گیا۔ پرانے زمانے میں انگریز آتے تھے جو ڈاڑھیاں بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ کوئی کلکٹر ضلع تھے انکی بڑی زبردست ڈاڑھی تھی۔ ایک سیٹھ جی نے ان کو پکا ہوا کٹھل بھیجا۔ صاحب بہادر نے کچھ اس طرح کٹھل سے شوق کیا کہ ساری ڈاڑھی مونچھیں کٹھل میں ایسی سن کر رہ گئیں کہ دھوئے نہ دھلیں۔ چیپ اور اس کی مہک کسی طرح جب نہ گئی تو صاحب بہادر نے استرہ لیکر ڈاڑھی مونچھ صاف کر ڈالی۔ یہ بات گئی گذری ہوئی کچھ عرصہ بعد اسی ضلع میں ایک ڈپٹی کلکٹر تبدیل ہو کر آئے یہ ہندو تھے اور ان کے بھی بڑی زبردست ڈاڑھی تھی۔ بدقسمتی سے ان کی ماں مر گئیں اور یہ بعد (کریا) کرا کے کلکٹر صاحب کے پاس جو گئے تو کلکٹر صاحب ان کو دیکھکر خوب ہنسے انگلی ہلا کر کہنے لگے۔ ویل ڈپٹی صاحب ہم جان گئے۔ ہو نہو آپ نے بھی کٹھل کھایا ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ افسانہ نویس کبھی کوئی خاص نظریہ پیش نہیں کرتا ہے ممکن ہے کہ عشق اور محبت اور عورت کی فطرت کے بارہ میں جو اُس کے خیالات ہیں ان کی جھلک ان کے ہر افسانہ میں ملے مگر وہ ایسی کبھی نہیں ہوگی جیسی سید صاحب نے بیان کی ہوگی کہ واقعات کا رخ بدل دے۔ کیریکٹروں کو مقررہ خصائل عطا کر دے اور حد ہو گئی تمام افسانوں کے پلاٹ کے پلاٹ ہی ایک سے کر دے اور اس کے لئے دوسرے پلاٹ پر لکھنے ہی کی سرے سے ممانعت ہو جائے۔

(عظیم بیگ چغتائی)

حشرِ جذبات

یہ چمن خموش ہے اور سوگوار شبنم ہے
کہ اپنے ذوقِ تمنا کا آج ماتم ہے

اسی فنا میں ہے مضمر حیاتِ نو کا پیام
فنا پذیر ہو یہ ارتفاعِ شبنم ہے

ابھی ہے دور گریبانِ زندگی مجھ سے
ابھی تو آنکھ مری آنسوؤں سے کچھ نم ہے

وہ ایک میں کہ مری طاقتیں ہیں سب محدود
وہ ایک تو کہ جو نیرنگ سازِ عالم ہے

تری نظر سے تو ہے روح ارتعاش پذیر
بتاؤں کیا تجھے دل کا جو میرے عالم ہے

سکونِ خاطرِ غمگیں اسی سے ہے ثاقب
کہ امتیازِ محبت بھی اس کا کیا کم ہے

(ثاقب کانپوری)

زندہ درگور

بلقیس کی طبیعت بہت خراب رہنے لگی تھی۔ طبیبوں کی رائے یہ تھی کہ اُسے قلب کی شکایات ہیں۔ ہاتھ پیروں میں تشنج ہوتا تھا اور بیہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ ایک دن پائیں باغ میں بیٹھے بیٹھے دورہ پڑا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوگئے۔ جب ہم اُسے گھر میں اٹھا لائے تو اس کا جسم بالکل بے جان معلوم ہوتا تھا۔ ڈاکٹر بلایا گیا۔ اُس نے نبض دیکھی، دل دیکھا اور کہا "یہ تو مردہ ہے"۔ اس اکلوتی بچی کے صدمے نے میری کمر توڑ دی۔ ایک دن اور دو راتیں میں نے اس کے جسدِ بے روح کے قریب بیٹھ کر گزار دیں۔ پھر اپنے ہی ہاتھوں سے اس کا کفن سیا اور اپنے کلیجے کی ٹھنڈک اسے مٹی کو سونپا۔ میری آرزو یہ تھی کہ اس کے گہنے پاتے کو بھی اسی کے ساتھ دفن کر دیا جائے کیونکہ اس کے بعد میرے لئے یہ سب چیزیں بیکار تھیں۔ چنانچہ اس کے کل زیورات اسے پہنا کر قبر میں اتارا گیا۔

جب میں قبرستان سے اپنے گھر واپس آیا تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میری کیا حالت ہوگی۔ گھر کی ایک ایک چیز بلقیس کی موت کا نوحہ سنا رہی تھی۔ اسکی ماں کو مرے کئی سال گذر چکے تھے۔ صرف بلقیس کا ایک دم باقی تھا، سو وہ بھی نہ رہا۔ تھکے ہارے قدموں سے میں نے اپنے کمرے کا رخ کیا اور اندر جاتے ہی ایک کرسی میں بیدم ہو کر گر پڑا۔ اب نہ ہلنے جلنے کی مجھ میں طاقت تھی اور نہ سوچنے کی قوت۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں رنج و محن کی ایک مشین ہوں یا اگر انسان بھی ہوں تو ایسا کہ جس کے جیتے جی ٹکڑے اڑائے جا رہے ہوں۔ روح کی یہ کیفیت تھی جیسے کوئی کھلا ہوا زخم۔

میرا قدیم وفادار ملازم کافور کمرے میں داخل ہوا۔ بلقیس کے کفن دفن میں اس نے میرا ہاتھ بٹایا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی غم کے آثار موجود تھے۔ اس نے دروازہ ہی سے پوچھا۔ "کیا سرکار کو کسی چیز کی ضرورت ہے"؟

میں نے جواب میں صرف اپنا سر ہلا دیا۔

"سرکار اتنا غم کرنا ٹھیک نہیں ہے۔" کافور نے کہا۔ "آپ کی صحت پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ سرکار تھوڑی دیر آرام فرمائیں۔ میں نے بچھونا بچھا دیا ہے۔"

میں نے کہا "نہیں۔ تم جاؤ"۔

وہ چلا گیا۔

مجھے نہیں معلوم اسی طرح بیٹھے بیٹھے کتنے گھنٹے گذر گئے۔ آہ کیسی رات تھی۔ کس قدر بھیانک رات! سردی شدت سے پڑ رہی تھی۔ انگیٹھی میں آگ بجھ چکی تھی۔ باہر سرد ہوا کا جھکڑ چل رہا تھا۔ طوفانی ہوا کا شور سنائی دے رہا تھا۔ خدا جانے کتنے گھنٹے گذر گئے؟ میں وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ نیند کا کوسوں پتہ نہ تھا جیسے کوئی پگلا ہوا ہو۔ نحیف و ناتواں۔ ہاتھ پاؤں ہلانے کی بھی مجھ میں طاقت نہ تھی۔ آنکھیں کھلی ہوئیں۔ پاؤں پھیلے ہوئے۔ بدن میں جیسے جان ہی نہ ہو۔ غم سے دماغ معطل۔ چاروں طرف خوفناک سناٹا تھا۔ صرف ہوا کا مدھم شور سنائی دیتا تھا۔ ایک دم سے دروازے کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ یہ گھنٹی بہت بڑی تھی اور ڈیوڑھی میں لگی ہوئی تھی اس کے بہت زور سے بجنے کی آواز سنائی دی۔

میں چونک پڑا گھنٹی کی آواز خالی گھر میں اس طرح گونج رہی تھی جیسے گنبد میں گونجتی ہے۔ میں نے پلٹ کر گھنٹے کی طرف دیکھا تاکہ معلوم ہو کہ بجا کیا ہے رات کے دو بج چکے تھے بھلا اس وقت کون آیا ہوگا۔

یکایک پھر گھنٹی بجی۔ ملازم غالباً ڈر کے مارے نہیں اٹھے۔ میں نے میز پر سے موم بتی اٹھائی اور زینہ پر سے اتر کر نیچے آیا۔ دروازے پر پہنچکر میں پوچھنے ہی والا تھا کہ کون ہے مگر فوراً ہی مجھے اپنی کمزوری کا احساس ہوا اور اس پر مجھے بڑی خفت ہوئی میں نے کنڈی کھول دی۔ دل خوف سے بلیوں اچھل رہا تھا۔ میں ڈر رہا تھا۔ میں نے ہمت کر کے ایکدم سے دروازہ کھول دیا اور تاریکی میں مجھے ایسا نظر آیا جیسے کوئی سفید چیز سیدھی اور خاموش کھڑی ہے۔ بالکل ایسا معلوم ہوا کہ کوئی روح ہے یا بھوت۔

میں شدتِ خوف سے الٹے قدموں پیچھے کو ہٹا۔ دل دھک سے ہو گیا۔

"کون ... کون ... تم کون ہو؟"

زبان سے صرف یہی نکلا۔ ایک آواز سنائی دی۔

"میں ہوں ابا"

یہ میری بیٹی تھی بلقیس۔

معاً میرے دل میں خیال آیا کہ میں پاگل ہو گیا ہوں۔ وہ سفید چیز میری طرف بڑھ رہی تھی اور میں پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔ میں ہٹتا رہا اور اپنے ہاتھ سے اسے بھاگ جانے کا اشارہ کرتا رہا۔

"ابا۔ آپ ڈریئے نہیں" اس نے کہا۔ "میں مری نہیں تھی۔ کسی نے میری انگوٹھیاں چرانے کی کوشش کی اور جب وہ نہ اتر سکیں تو اس نے میری ایک انگلی کاٹ ڈالی خون بہنے لگا اور میں اپنے ہوش میں آ گئی"

اور فی الحقیقت میں دیکھ رہا تھا کہ اسکا ایک ہاتھ خون میں بھرا ہوا ہے۔ میں اپنے گھٹنوں پر گر پڑا۔ میرے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں اور آنسوؤں کا ایک سیلاب امنڈ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا گلا گھٹ جائے گا۔

جب میرے ہوش و حواس کچھ بجا ہوئے اور میں نے اس خوفناک مسرت کی حقیقت کو کچھ محسوس کیا تو اسے لے کر اپنے کمرے میں آیا اور اسے ایک آرام کرسی میں بٹھا کر میں نے کافور کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی تاکہ وہ آکر انگیٹھی میں آگ جلائے اور کچھ کھانے پینے کو لائے۔

کافور کمرے میں داخل ہوا اس نے بلقیس کی طرف گھور کر دیکھا۔ خوف زدہ ہو کر اس نے اپنا منہ کھولا جیسے اس کا سانس گھٹ رہا ہو اور پھر کھڑے قد سے گرا اور مر گیا۔

کافور ہی نے قبر کو کھودا تھا اور میری بیٹی کا گہنا چرایا تھا اور اسی نے انگوٹھیاں اتارنے کی کوشش میں بلقیس کی انگلی کاٹی تھی اسنے قبر کو بعد میں بند بھی نہیں کیا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس پر کسی کا شبہ بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ مدت سے سب اس پر اعتماد کرتے تھے۔

شاہد
(موسیاں)

یادِ ایام

از شاعرِ انقلاب قاضی نذر الاسلام
مترجمہ جناب اختر حسین رائے پوری بی۔ اے

میرے محبوب!
تجھے میں نے پہچانا بھی تو کب۔

جب میرا مقصدِ حیات صرف یہ رہ گیا ہے کہ ڈھول ناگن کی طرح اپنی آنکھوں میں خاک جھونک کر دن رات ایک خونیں دائرہ میں رقصِ شرر کرتا پھروں اور اب محسوس ہوا کہ میں تو تجھے روزِ ازل سے جانتا ہوں۔ تیرے گلے میں مچلتی اور زبان پر تھرتھراتی ہوئی اس راگنی کو، اس غلافی آنکھوں کو، اس آئینہ جبیں کو، اس جانِ جہاں آرا کو، ماہ ہنس کو شرمانے والی اس لغزشِ مستانہ کو۔ ہر ادا کو میں پہچانتا ہوں، ہاں خوب جانتا ہوں۔ اسی لئے سدگی کے بے آب اور آتشیں سرچشمہ میں تیرتی ہوئی یہ جانِ حزیں پیہم تجھے پکار اٹھتی ہے۔ میری فریاد کی صرف ایک لے ہے۔ میں تجھے جانتا ہوں، میں تجھے پہچانتا ہوں۔ نہ تو اقلیمِ محبت کی ملکہ تھی نہ گداگر۔ تو پریم مندر کی جوگن اور پجارن تھی اور بس۔ مجھ سنگدل پر تو نے کس کس طرح عشق کے نقش بنانے تھے خود کو جلا کر میرے سیہ خانۂ دل میں محبت کی لو بھڑکائی تھی۔ اپنی پوجا کے پھولوں سے اس بے برگ و ثمر پیڑ کو ہرا بھرا کر دیا تھا۔ زندگی کی صبح و شام میں اور حیات و ممات کی الجھنوں میں میں نے تجھے دیکھا ہے۔ مگر تو مجھ سے جدا ہو گئی ہے! ایک اجنبی دیس میں مجھے بیچارگی و تنہائی کے عالم میں چھوڑ کر تو رخصت ہو چکی ہے۔

جب شفقِ آفتاب سے محروم آسمان کے خونِ تمنا کو نمایاں کرتی ہے تو میرے آنسو بھولے ہوئے افسانوں کو ازسرِ نو زندہ کرتے ہیں۔ وہ دن یاد آتا ہے ...۔ جب بہار خزاں کی طرف حسرت و یاس سے تک رہی تھی۔ اور وہ رنگینیوں میں شرابور مبارک رات میرے گھر آئی تھی جب میری آنکھیں تیرے چھلکتے ہوئے پیمانوں میں ڈوب گئی تھیں اس وقت میں جوانی کے در پر ٹھٹکا ہوا کھڑا تھا۔ لڑکپن کی نیم باز آنکھیں شباب کے فتنے جگا رہی تھیں۔ جوانی کی حرماں نصیبی شفق کی لالی کی طرح اپنا رنگ رچ رہی تھی۔ دور سے آتی ہوئی نغمہ کی صدا میں ڈوب جانیوالی ہنسی کی طرح جوانی کی سرمستیوں میں میری معصومیت معدوم ہو رہی تھی۔ گم کردہ راہ بادِ سموم کی مانند میں راہ بھٹک کر کس پردیس میں آ پھنسا۔ اب میں ہوں اور وہ اشک ہائے درد آشنا جو کسی غریب الوطن کے غمگسار ہوتے ہیں۔ صبح سویرے جب میں نیند سے بیدار ہوا تو تو میری طرف دیکھ کر کس دلسوز انداز میں مسکرائی تھی اور اس تبسم میں میرے آنسوؤں نے چمک کر پوچھا تھا کہ تیرا آشیانہ کہاں ہے؟ کس نے تجھے اسیر بنا رکھا ہے؟۔ تیری نگاہیں کتنی نازک تھیں۔ میں تو سمجھا کہ میرے نغمۂ فراق میں تو ہی سوز و گداز بنکر اتر آئی ہے۔ جیسے بادِ بہار کی نفیر سے کلیاں چٹک جاتی ہیں اور ہرنیاں راہ بھول جاتی ہیں۔ پھر آدھی رات آئی اور تو رخصت ہونے لگی تو میں نے وہ ترانہ الاپا جس کے آنسوؤں میں گندھے ہوئے ستے۔ اور جس میں میری بے قراری مچل رہی تھی۔ کہہ نہیں سکتا کہ ان گیتوں کی روشنی میں میں کسے اپنے خانۂ دل میں تلاش کر رہا تھا ... وہ دل جس میں ہمیشہ تاریکی اور ویرانی چھائی رہتی تھی "یاد ہے کہ کچی نیند سے جاگی ہوئی تیری مخمور چشم کے گلابی ڈوروں میں میری پلکیں جھپک رہی تھیں۔ یہ بھی یاد ہے کہ ان پلکوں میں حیرت و مسرت نے نمی پیدا کر دی تھی۔ گویا یہ دردِ فرقت کی گھلاوٹ تھی۔ جب تو میرے حالِ زار پر ترس کھا کر کانپ اٹھتی تو محسوس ہوتا کہ لیلائے شب نے کسی کا سوگ لیا ہے۔ جانِ جان! میری آنکھوں میں محبت و ہمدردی نے جو جوت جگائی تھی

میری پیاسی آنکھیں کتنی پیاری معلوم ہو رہی تھیں - جب میں نے ہنسی ہنسی میں تجھے پکارا تھا تو نہ معلوم کیوں تیرے غرورِ عشق کو ٹھیس لگی اور آنکھوں کی کشتی جذبات کے تلاطم میں بہہ نکلی - اور ساحلِ رخسار دم بھر میں آب آلودہ ہوگیا - میری پجارن بتلا تو سہی ایک ذرا سی چھیڑ اور یہ محشر جذبات؟ میری خاطر بھی غرورِ ناز کیونکہ تیرا کملایا ہوا چہرہ فرطِ شرم سے اور ننھا سا دل وارفتگیٔ شوق سے تصویرِ درد بن گیا - میری آواز کو سنتے ہی تیرے آنسو اُن خواب آگیں دریچوں سے کیوں جھانکنے لگے؟ میں اس نامعلوم راستہ کا اجنبی مسافر تھا - تیری معصوم آنکھیں میری جدائی کے صدمے سے کیوں اشک فشاں ہوگئیں؟ مجھے دیکھکر تو سب لوگ ہنسا کرتے تھے - بد دعاؤں کے اثر سے میری سانس اتنی گرم ہوگئی تھی کہ اس سے آشیانے جل کر خاکِ سیاہ ہو جاتے تھے - میری مسکراہٹ کو سانپ کا من سمجھکر لوگ جب اُٹھانا چاہتے تو وہ زہر آمیز پھن بن کر انہیں ڈس لیتی تھی - دنیا جس سے ڈر کر گھبرا کر دور بھاگتی تھی اس بدبخت کو تو نے کیوں گلے کا ہار بنا لیا - اور پھر اسی وحشت زدہ کے لئے تو کیوں سینہ فگار ہو رہی ہے - کیا تجھے اور کوئی پیار نہیں کرتا؟ اور کوئی تیرا ناز بردار نہیں بنتا؟ کیا تو اوائل زندگی سے جوگن ہے؟

یہی ہے ورنہ آنسوؤں کا یہ دریا اور کسی کو کب میسر! . . . . . نہیں یہ نہیں ہے دل کے اندر سے کوئی کہتا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا - ہاں ہاں ظالمانِ دید کو محرومِ تماشہ دیکھا ہے پھر بھی تو تشنۂ محبت تھی اور تشنۂ محبت رہی - مگر صرف مجھ ہی شرابِ عشق سے سرشار کرنے کے لئے کیوں بضد تھی؟ میری رانی یہ راز نہ تجھے معلوم ہے اور نہ مجھے - صرف عشق کو اور دل کو اس بھید کا پتہ ہو سکتا ہے کہ یاس و حسرت بلا سبب رگ رگ میں کس طرح ساری ہوگئے ہیں - تجھے نہ جانتے ہوئے بھی اس روز محسوس ہوا کہ میں تجھے ہمیشہ سے پہچانتا آیا ہوں - تو وہ لینا ہے جو جنگل میں بھٹکنے کے لئے اکیلی چھوڑ دی گئی تھی - تو وہ ہے جس کی آرتی کی تھالی ہمیشہ ٹھکرا دی گئی جس کی مالا ہمیشہ ہنسی ہنسی میں مسل دی گئی - تو وہ دیوی ہے جسے دنیا میں رہنے کی بد دعا دی گئی تھی تو خاموشی سے ان کلفتوں کو برداشت کرتی رہی - پہلی ہی نظر میں تو سمجھ گئی کہ تو مجسمۂ شباب ہے اور میں شعرِ مجسم -

---

پھر سے پچھلے پہر میری روح تیرے نغموں میں مرتعش ہوئی تھی - ان گیتوں میں جو لاج کے مارے تھرا رہے تھے - نہ جانے کیوں ان الفاظ کے معانی میرے لئے صرف ایک جملہ میں سمٹ آئے تھے - تو مجھے جانتا ہے روزِ ازل سے پہچانتا ہے - متھرا پہنچکر جب شیام رادھکا بھول گیا تو شاید وہ اس کی یاد میں یہی گیت گنگنایا کرتی تھی - نل جب دمن کو جنگل میں تنہا چھوڑ کر چلا آیا تھا تو شاید وہ بھی انہیں محشر انگیز سروں میں اسکی یاد کیا کرتی تھی جنگلی پھولوں کے ہار گوندھتے ہوئے جب شکنتلا کو پیتم یاد آتا تھا تو وہ بھی یہی یاس آفریں گیت گایا کرتی تھی - پہاڑوں اور بیابانوں کی خاک چھانتے ہوئے مہادیو کی یاد میں گوری نے یہی نغمہ چھیڑا تھا - ہاں مجھے سب کچھ یاد ہے - لیکن اسوقت شباب محوِ خواب تھا اور میں دل نشین نہ کر سکا - صرف تیری نغمہ آفرینی کو روح میں بسا کر میں دور و دراز کے سفر پر چلا گیا - دوسرے ہی دن گومتی کے نشاط افزا کناروں پر طاق میں چھپی ہوئی تیری یاد نے مجھے وطن کے اُس آہو کی طرح تڑپا دیا جو اپنے سینہ میں نافۂ مشک رکھکر اُس کی تلاش اپنے آس پاس کرتا ہے - میں ڈھونڈتا پھرا کس کی یاد مجھے یوں محرومِ قرار رکھتی ہے یہاں تک کہ میرے واویلوں نے زمین و آسمان کو فراق آشنا بنا دیا - پھول پتیاں، ندی اور پہاڑ سب میرے ہم زبان ہو کر بھاگ کے گیت گانے لگے - ساتھ ہی میرا ہیٹا نصیب آتشِ شباب میں تپ کر میرے دل کی گہرائیوں میں پیاس سے بیتاب ہو اٹھا - یہ جانِ حزیں جو منزلِ مقصود سے ناآشنا تھی چیخ چیخ اٹھی کہ کونسا ہے وہ دیس جہاں پیار کا مول لگتا ہے؟ زندگی اداس سی دہتی تھی، دل ڈوبا ڈوبا سا رہتا تھا - میں سوچتا تھا کہ جوانی کا زمانہ ایک طویل آہ کے سوا کچھ نہیں - آنکھوں کے آگے ہمیشہ دھوپ چھاؤں کے

سے سے چھٹے رہتے تھے۔ یہ نگہتِ یار کہاں سے آ آ کر میری روح میں سمائی جا رہی تھی۔ میرا دل آہوئے رمیدہ کی طرح آپ اپنے سینہ میں پوشیدہ مشک کی تلاش میں حیران و سرگرداں تھا۔ یہ خودی کا عشق کتنا عجیب و غریب تھا! اپنی محبت سے اپنی تمنا کی خلش مٹانے کی کوشش کتنی حسرتناک تھی! میری جوانی کی تشنہ لبی کی انتہا نہیں۔ محبت کے دریا اس کی بوندوں کے مانند اس کے ہونٹوں تک آتے آتے خشک ہو جاتے ہیں۔ الٰہی! اس پیاس کی کوئی حد بھی ہے! کیسے بجھے؟ یہ پیاس کیسے بجھے؟ کہاں ہے وہ ناپیداکنار دریائے عشق جو اس آگ کو ٹھنڈا کر دے۔ مجھ لاابالی رندِ لم یزل کی تشنگی کو کون بجھا سکتا ہے! وہ کہاں ہے جسے کھو کر یہ ساری دنیا میرے لئے ہیچ ہے! جہاں سکون میرے لئے حرام ہو گیا ہے۔ کچھ دور اور چل کر دیکھوں، اس راستہ سے کئی مستانہ خرام دوشیزائیں گزرتی ہیں۔ اُن کے پیچھے یہ پریم پیاسا دل اندھوں کی طرح دوڑنے لگتا ہے اور اگر کوئی ایک نگاہ غلط انداز ڈال جاتی ہے تو خودداری کے احساس سے آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مجھ پر ہنستی ہوئی چلی جاتی ہے۔ کوئی دروازے سے آ کر پوچھتی ہے "بھیک لے گا"؟ یہ سُن کر دلِ بے مایہ رو رو اٹھتا ہے۔ درد و غرور سے میرے قیامت خیز جذبات میں آگ سی لگ جاتی ہے اور جب وہ چنچل لڑکی لجائی چتونوں سے بھیک کا پیالہ میری طرف بڑھاتی ہے تو میں اسے ٹھکرا دیتا ہوں۔ وہ روتی ہوئی بھاگ جاتی ہے اور خوف کے مارے کوئی میرے پاس نہیں آتا۔ گوتم کی طرح یہ جانِ عزیز کشکولِ گدائی لئے محبت کی بھیک مانگنے در در صدا لگاتی پھرتی ہے۔ میری آواز سن کر کتنے آتے ہیں، کتنے حیرت و تردد لے کر لوٹ جاتے ہیں۔ کسی کے دل میں ٹھیس لگتی ہے، کسی کی آنکھیں چھلک جاتی ہیں۔ میں بھیک میں مایۂ حیات مانگتا ہوں، پھر بھلا یہ دنیا دار میرے سوال کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ پہلے تو وہ تمسخر اڑاتے ہیں اور پھر خود بھی پشیمان ہو کر روتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں — پوچھتے ہیں کہ مسافر کہہ تو سہی تو چاہتا کیا ہے؟ تیری آواز میں یہ سوز کیوں ہے؟ تیری آواز میں کس کی آتشِ تمنا سلگ رہی ہے؟ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی تن من لاتا ہے، کوئی متاعِ حسن، کوئی دولتِ جمال۔ کوئی مغرور راجکماری دولت کے نشہ میں چور ہو کر مجھ پر جوانی کے منتر پھونکتی ہے۔ مگر ان سب کی طرف میں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ مایوس ہو کر میں بادیہ پیمائی میں مصروف ہو جاتا ہوں۔

آہ! میری وہ پجارن کہاں ہے جو کہے کہ میرے مالک میں تیری خاطر جوگن بنی تھی کیا تو مجھے پیار نہ کرے گا؟ میرے پاس محبت کے سوا کچھ نہیں۔ کیا تو اس تحفہ کو قبول نہ کرے گا!" اس ریگستان میں آبلہ پائی سے کیا حاصل جہاں یہ پیاس شدید تر ہو جاتی ہے۔ سرابِ صحرا ابھر کر کوئی آنکھوں کے آگے آتا اور پھر اوجھل ہو جاتا ہے۔ صرف یہ ندا جرسِ کارواں بن کر کانوں میں آتی ہے۔ میرے مالک نہیں بھیک نہیں تجھے چاہتی ہوں میں تجھے جانتی ہوں اور تو مجھے پہچانتا ہے۔ میں سمجھ نہ سکا کہ یہ میری ہی صدائے بازگشت ہے، نہ یہ دریا ہے اور نہ ساحل۔ یہ سرابِ صحرا کے سوا کچھ نہیں۔

میں جب تیری نگری میں آیا تو میری زندگی خون آلودہ اور کانٹوں سے چھدی ہوئی تھی۔ اسوقت تک مجھے خبر نہ تھی کہ میری چبھن تیرے سینہ میں پیوست ہو کر کسک بن جاتی ہے۔ تاہم محسوس ہوتا تھا کہ تیری مخمور کن قربت میرے تمام مصائب کو دور کر دے گی — ہمدم! معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل میں تیری یہ فریاد تڑپ رہی ہے "مسافر، یہ کانٹا مجھے نکالنے دے۔ بتلا تو سہی کہ درد کہاں ہے اور کیوں ہے؟" بے زبانی تیری زبان تھی۔ خاموشی تیری گویائی تھی، آہ تیرا نغمہ — اسی لئے یہ دلِ تنگ سب سن کر بھی نہ سمجھ سکا کہ اس التجا میں ناکامِ محبت داد طلب ہے۔

اس کشمکش کے عالم میں جب اندھیری رات موسلا دھار بارش میں نہا رہی تھی، نہ جانے کہاں سے میری ماں آئی اور مجھے گود میں اٹھا کر روتی ہوئی آنکھوں کو بار بار چوم لیا۔ پھر نہ وہ بے راہ روی رہی نہ وہ شورش طلبی۔ اس کے بوسوں نے آتشِ غم کو سرد کر دیا۔ ناکامی کی تیرگی میں

ماں کی مامتا جگنو کی طرح جگمگا اُٹھی۔۔ ایک عرصۂ دراز کے بعد وہ آشفتہ مزاج خانہ زاد آوارہ گردی سے تھک کر گھر لوٹ آیا۔ اور اسے سکون ملا تو ماں کی شفقت میں ۔ اس کے آوارہ ترانوں کی گونج شفقتِ مادری کی تیز ہواؤں میں گم ہو گئی ۔

مگر ایک بار اور میں اپنے راستہ سے بھٹکا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ ایک شوخ حسینہ میرے دل کی زنجیر کھٹکھٹا رہی ہے تو مجھے یاد نہ رہا کہ اب تک میں کس کی تلاش میں کھویا ہوا تھا۔ یہ بھی بھول گیا کہ میں کس پوجا کے پھولوں کا طلبگار تھا۔ حسرت ویاس کا پتہ نہ رہا گویا شادیٔ مرگ سے دل کے بند بند کھل گئے۔ بے اشک آنکھیں پھر آنسوؤں سے چمک اُٹھیں۔ کسی کی عطر بیزی سے روح مہک اُٹھی۔ فراق ووصل کی ہنگامہ خیزیوں میں زندگی بھنور میں پڑی ہوئی کشتی کی طرح ڈگمگانے لگی۔ ایک بار پھر گریہ گل دیدہ بلبل پھر دامِ صیاد میں آپھنسا۔ مندر کی مورت میرے خون میں ڈوب گئی تو بھی وہ پتھر کی مورت بے حس ہی رہی۔ یوں ذلیل ہو کر غرورِ عشق انتقام کی آگ میں کود پڑا اور میں اشہبِ بغاوت پر سوار ہو کر بادلوں کو چیرتا اور نعرے لگاتا ہوا اس خدائے قہار کی طرف جھپٹ پڑا جو سارے مصائب وآلام کا خالق ہے۔ لقیبِ قیامت ستارۂ تخریب بن کر میں سنے اس عالمِ صحرائی میں جو آبِ محبت سے یکسر خالی ہے خون اور آگ کے دریا بہا دئے۔ لیکن یہ فریب ہستی! میرے محبوب! بیچ بیچ میں محسوس ہوتا تھا کہ تیری بانسری کہیں دور میرے نام کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ اس نامعلوم دور افتادہ منزل کی طرف دیکھتے ہوئے ان آنکھوں میں درد مندی کے آنسو تیرنے لگتے تھے جن کی پلکیں خون آلودہ تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ایک تو ہی جنگل کی وہ شہزادی ہے جو میرے لئے پھول چنا کرتی ہے اور بڑے جتن سے ایک ہار بنا کر اپنے پاس رکھ چھوڑتی ہے۔ میری بھکارن! معلوم نہیں شرم وحیا کے پھولبن میں کتنی مدت سے تیری صحبت کا سدابہار پھول کھلا ہوا ہے۔ دل کے اندر موجیں مارتا ہوا دریائے اندوہ کھلکھلا کر کہتا ہے "پہچان گیا" جسمِ مردہ میں پھر سے جان پڑ گئی۔ یہ آواز تو اس کی ہے جس کے بغیر اس وسیع دنیا میں مجھے کہیں سکون میسر نہ تھا۔ مگر ساتھ ساتھ نالہ وشیون کی یہ روح فرسا صدائیں کیسی ؟ جیسے کوئی پیچھے سے پکار کر کہتا ہو "دوست ابھی وقت نہیں آیا" تو بھی میں نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ چشم زدن میں بجلیوں پر بیٹھ کر تیری رگِ جان سے بھی قریب آ گیا۔ نہ معلوم وہ راہِ فنا وہ خونیں پرچم، وہ آتشیں رتھ کیا ہوئے۔ اتنا یاد ہے کہ تیرے آغوش میں سکون واطمینان کے پھول بکھرے ہوئے تھے۔

اس کے بعد میں جو کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ اب نہ دل میں دھڑکن باقی ہے، نہ آنکھوں میں آنسو اور نہ امید میں تقویت۔ اب جو کچھ کہوں گا وہ گیت نہ ہوگا یہ وہ نوحہ ہے جسے خونِ دل ناکامی کی زبان میں بیان کر رہا ہے۔ تم سوچتی ہوگی کہ اس کنگال کی بے حیائی کی بھی کچھ انتہا ہے کہ شرف وعزت کا متمنی رہتا ہے۔ دراصل یہ حقیقت کتنی حیرت انگیز ہے! اب میں بھی ان باتوں کے تصور سے ہنس دیتا ہوں مگر میرے محبوب نہ بھول کہ در در کی خاک چھان کر میں تھکا ہارا تیرے پاس آیا تھا۔ بچے پیار کی جو تھوڑی بہت کائنات رہ گئی تھی اس کا ہدیہ میں نے ڈرتے ڈرتے تیرے سامنے پیش کیا تھا۔ اے ستمگر! کس ذوق وشوق سے میں نے اپنی کم مائیگی کے احساس کے باوجود تیری پوجا کے سامان کئے تھے۔ سوچا تھا کہ جس بار کو یہ ہوسناک دنیا نہ اُٹھا سکی اُسے تو خوشی سے سنبھال لے گی۔ اس ازلی باغی کو تو پابندِ محبت بنا لے گی۔ سوچا تھا کہ اس سرکش وخود سر پر فتح پا کر تیرا عشق روشن ہو جائے گا۔ بعد ازاں میرے ناتواں بازوؤں میں تیرا خلوص وہ زور پیدا کر دے گا کہ میں نعرۂ بغاوت بن جاؤں گا اور تو بغاوت کی بجلی۔ دل میں یہ آرزو تھی اور اس کی تکمیل کی یہاں تک جراءت تھی کہ میں دنیا کی ساری رنگینیوں کو تیرے نثار کر سکتا تھا۔ لیکن آہ! نہ وہ تو ہے نہ وہ ولولے نہ وہ خلش وتپش! یکایک تو زمانے کی طرح بدل گئی۔ عجب کہ تو بھی مکر وفریب کے دام میرے لئے

بجھا سکیگی ۔ میرا سینہ ہمیشہ حقیقت سے منور رہتا ہے اس کی دوربین نگاہیں خون کی ایک ایک بوند کو پرکھ سکتی ہیں ۔ تیری پوجا کو جس لیے نے آج گناہ آلود کر دیا کیا وہ مجھ سے چھپی ہوئی ہے ؟ آج تو اسے بھولنے کی کوشش کر رہی ہے کل تک تو نے دل و جان جس کے سپرد کر رکھا تھا ۔ حیران ہوں کہ تیرے شفاف دل پر گناہ کی لکیر کس نے کھینچ دی کیا یہ ممکن ہے کہ تو بھی فریب دنیا سیکھ جائے ۔ اگر یہ سچ ہے تو کون فریب خوردہ نہیں کیوں نہ اس جھوٹی دنیا میں آگ لگا دی جائے ! میں اور تو ، چاند اور سورج ، ارض و سما سب فریب زندگی کے شکار ہیں ۔ جلا دے اے بیداد گر اس جھوٹی دنیا کو اپنی عشوہ طرازی سے جھلسا دے

آج جو میں تیری طرف نظر اٹھاتا ہوں تو خودداری بجلی بن بن کر دل کے آسمان میں کوندنے لگتی ہے ۔ تیری بیوفائی اور اپنی بیحیائی کا احساس سوہان روح بن جاتا ہے ۔ جی چاہتا ہے کہ زمین شق ہو جائے اور اپنی اس حسرت نصیب اولاد کو اپنے دامن میں سمیٹ لے ۔ جب کبھی امید کی ایک آدھ کرن چمکتی ہے تو اس کی طرف دیکھتے ہی سارے حوصلے پست پڑ جاتے ہیں ۔ ہائے ! کہاں ہے وہ پجارن ، وہ جوگن ، کیا یہی بیدرد ، تند خو وہ پیکر عصمت ہے ؟ میری زندگی کو اس نے کھلونا کیوں سمجھ لیا ؟ میرے ارمانوں کو اس کج ادائی سے وہ کیوں کچل رہی ہے ؟ ان بتوں کے آگے وفا شعاری کی کوئی قیمت نہیں ۔ عورت کی ہوس کی انتہا نہیں ، ایک کی پرستش اسے مطمئن نہیں کر سکتی ۔ وہ ہمیشہ بہت سے چاہنے والوں کی جویا رہتی ہے جس کے لئے میں خدا کی عبادت سے منحرف ہو گیا آج وہی ہوں مجھے بغیر ذلت میں گزار رہی ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ اب میں اپنی منزل کو پہچان گیا ۔ کیوں نہ اب میں موت در آغوش طوفان کا ہم سفر بن جاؤں ۔ راستوں میں کس کی یاد میں فریاد کرتا پھروں ؟ کیوں نہ اس بار آتش فشاں پہاڑ اپنے غارت گر دہانے کھول دیں ؟ کیوں نہ میری گرم گفتاری بغاوت کے جھنڈے لہرا دے اور موت کے فرشتے میرے ہم سخن بن جائیں ؟ ۔ اے آؤ اپنے آتشیں رتھ اور پھونک دو ہنگام قیامت کے صور ۔ نکالو زہر و آتش میں بجھے ہوئے تیر ۔ برباد کر دو اس دنیائے معصیت کو ۔ ٹپکا دو یہ خونیں شراب عزرائیل کے گلے میں ۔ ۔ تہ و بالا کر دو اس عصیان کدہ کو اپنی ٹھوکروں سے !

درآنحالیکہ دل صد چاک میں غضب کی جلن ہے ، تو بھی او ظالم ! مجھے خوب یاد ہے کہ جب تک میں تجھے قابل اعتنا نہ سمجھتا تھا ، جب تک میں محبت کی ابلہ فریبیوں سے ناواقف تھا تب تک تو حریم محبت کی گداگر تھی ۔ میری بے التفاتی تیرے نازک احساسات کا افسانہ آنسوؤں سے لکھا کرتی تھی ۔ سہاگ کے دو چار تنکے چننے کے لئے تو کس طرح میرے آستانہ کی جبیں سائی کرتی تھی ۔ میں تیری نظر فریبیوں سے بچا رہا ۔ آج تو اسی کا انتقام لے رہی ہے ۔ اب میں موت سے ہم آغوش ہو کر سسک رہا ہوں ۔ بیدرد ! کیا میرا دل اسی لئے تھا کہ یوں چور چور کر دیا جائے ؟ اس کرم کی نگاہ کے بعد اس کج چشمی کو میں کیونکر برداشت کر سکتا ہوں ۔ عورت ! اگر مرد تیرے جذبات کی یوں تحقیر کرتا تو تو اسے کیا کیا دشنام نہ دیتی ؟ سوچتا ہوں کہ کیا ہر معصوم دو شیزہ کا بوسہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ دل میں داغ بن کر رہ جائے ۔ نہیں ، یہ نہیں ہے نسیم کلی کے دل کو گدگدا کر پھول کھلاتی ہے مگر صرف بھونرے کو معلوم ہوتا ہے کہ کیوں کر پھول کا دل چاک کیا جاتا ہے ۔

جب بہار کا چل چلاؤ تھا میں آہستہ خرام باد بہاری کے ساتھ اس دیس کو چل دیا جہاں نہ حیات ہے نہ موت ، ہمیشہ اندھیری رات کا سا سایہ رہتا ہے ۔ اس دن کو یاد کر کے آج بھی میں لبریز مسرت ہو جاتا ہوں جب میں الوداع کہہ رہا تھا اور آنکھیں فرط انبساط سے

رونے لگی تھیں ۔ میں جب تجھے پیار نہ کر سکا تھا' تو نے بھی پہلے پہل میرے ہونٹوں سے پریم پیالہ لگایا تھا ۔ اب تک میرا بیتاب آغوشِ اُن حیات آفریں سانسوں کی لپٹ کو محسوس کرتا ہے جو دوشیزگی کی دنیا سے چلی تھیں ۔ اخلاص و محبت کی اُن رنگینیوں سے یہ زندگی جھک اُٹھی' اس حد تک کہ اب میں موت میں کوئی تلخی محسوس نہیں کرتا ۔ جب اپنے موت ور گلنار ہونٹوں پر تیرے حسین و جمیل بوسوں کی لرزش محسوس کرتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ تیرے نام کو ہزار بوسے دوں ۔

میرے محبوب! ایک آرزو یہی ہے کہ جب کبھی جوانی کی راتیں کسی دوسرے کے لئے راحت کا پیام لے کر آئیں اور تو اپنے فرقت زدہ دل میں کھٹک سی پائے تو کوئی تجھے بتلا دے کہ وہ دکھیارا اب اس دنیا سے سدھار گیا ۔ کبھی یہ نہ ہوگا کہ تیرے بوسہ کی گرمی کا تصور اُسے ندی نالوں کو پاو کراتا یہاں تک لے آئے گا ۔ وہ رشک و حسد کا پتلا' وہ غرض و نفس کا بندہ تو مر گیا ۔ اور لازوال بنا گیا اُسے جو جدائی اور ناکامی میں محبت کا راز داں ہو کر شاعر بن گیا! ۔

پریم کی کلیاں

میرے حُسنِ جہانتاب کے لئے ۔ میری مست جوانی کے لئے ۔ میرے متبسم چہرہ کے لئے ۔ میری پیچدار زلفوں کے لئے ۔ میری نرگسی آنکھوں کے لئے ۔ میرے لبِ لعلیں کے لئے ۔ میرے عارضِ گلگوں کے لئے ۔ میری صراحی دار گردن کے لئے ۔ میری تیکھی چتون کے لئے ۔ میری کافر اداؤں کے لئے ۔ میری سحر بیانی کے لئے میرے اندازِ تکلم کے لئے ۔ . . . محبت نہ کر!

اے میرے دلربا! . . . . اگر تو مجھے عزیز رکھتا ہے . . . . اگر تو فی الواقعی میرا عاشق ہے . . . . اگر سچ مچ تو مجھے محبت کرتا ہے تو ان ظاہرہ خوبیوں کی وجہ سے اپنا دل نہ لگا . . . ان باتوں کی وجہ سے اپنا تمام جسم و روح مجھ سے وابستہ نہ کر کیونکہ یہ چیزیں فانی ہیں . . . . یہ دائمی مسرت کا سرچشمہ نہیں . . . یہ حسن کی جھلک دکھا کر رخصت ہو جائیں گے . . . . یہ ہرگز ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتے!

اے میرے دلربا! اگر تو صرف محبت کی غرض سے مجھ سے محبت کرے گا . . . اگر تو ان فانی خوبیوں . . . . میرے حُسن کی فانی رعنائیوں کو نظر انداز کر کے . . ایک بالا تر قابلِ قدر شے دل . . . . مئے اُلفت سے لبریز غیر فانی مینائے دل کے ساتھ والہانہ محبت کرے گا . . . تو فرشتے تیرا استقبال کریں گے . . . حوریں تیری محفل میں رقص کریں گی . . . . ابدی راحت و سکون تیرا قدم چومیں گے . . . . اور میں باغِ محبت سے نو شگفتہ پریم کی کلیوں کو توڑ کر اُس کا ہار پرو کر . . تیرے گلے میں ڈال دوں گی!

جمیل احمد کند ہائے پوری

مُردہ عورت

میں نے اُس سے انتہائی محبت کی تھی۔ ہم محبت کیوں کرتے ہیں؟ یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ انسان ساری دنیا میں صرف ایک ہی ہستی کو دیکھے، اُس کے دماغ میں صرف ایک ہی خیال، اُس کے دل میں ایک ہی خواہش، اُس کے لبوں پر ایک ہی نام ہو۔ یہ نام اس کے لبوں پر اس طرح جاری رہے، جس طرح دریا اپنے منبع سے نکلتا ہے، ہماری روح کی گہرائیوں سے یہ نام اس طرح نکلے کہ ہمیں دن بھر اسی کی رٹ لگی رہے گی۔ مثل ایک عبادت کے۔

میں اپنا فسانۂ محبت نہیں بیان کروں گا۔ عشق کا فسانہ ایک ہی ہوتا ہے، ہمیشہ ایک ہی طرح کا۔ میں نے اس سے ملاقات کی اور اُس سے محبت کرنے لگا۔ اتنا ہی جاننا کافی ہے۔ اور سال بھر تک میں اُسی کی محبت کے سہارے جیا، اس کی خوبصورت باہیں، اس کا پیار، اُس کی نگاہ، غلط انداز، اُس کا لباس، اُس کی گفتگو، ان سب سے گھرا ہوا اور پھر اُس شے کی بندش میں جکڑا ہوا جو اس کا ایک جزو تھی۔ ایسی محویت تھی کہ میں رات اور دن میں تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں مُردہ تھا یا زندہ، اسی پُرانی دُنیا میں تھا یا کسی دوسری دُنیا میں۔ اور اس کے بعد وہ مر گئی۔ کس طرح؟ میں نہیں جانتا ہوں۔ اب میں نہیں جانتا ہوں۔

کیا ہوا؟ اب میں نہیں جانتا ہوں۔

ڈاکٹر آئے۔ انھوں نے نسخے لکھے اور پھر چلے گئے۔ وہ دوائیں لائے اور ایک عورت نے اُسے دوائیں پینے کو دیں۔ اُس کے ہاتھ گرم تھے۔ اُس کی پیشانی نم اور تپتی ہوئی تھی، اُس کی آنکھیں منور اور غمگین تھیں۔ میں نے اس سے کچھ کہا۔ اُس نے جواب دیا۔ ہم نے کیا گفتگو کی؟ میں اب نہیں جانتا۔ میں سب کچھ بھول گیا ہوں، سب کچھ، بالکل سب کچھ۔ وہ مر گئی۔ اُس کی کمزور سانس مجھے اب تک یاد ہے۔ کیسی کمزور سانس تھی! آخری سانس جو اس نے لی۔ دایہ نے کہا "آہ!" میں سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا!

جب سے میں نے کچھ بھی نہیں سمجھا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ میں نے ایک پادری کو دیکھا، جس نے کہا۔ "تمہاری معشوقہ تھی" میں نے محسوس کیا کہ وہ اس کی ہتک کر رہا تھا۔ چونکہ وہ مر چکی تھی، کسی شخص کو اس کے متعلق یہ جاننے کا کچھ بھی حق حاصل نہیں تھا۔ میں نے اس کو نکال دیا۔ دوسرا پادری آیا۔ ایک شریف النفس اور اچھا انسان۔ جب اس شخص نے "اُس" کا تذکرہ کیا تو میں رونے لگا۔

لوگوں نے اُس کی تجہیز و تکفین کے متعلق مجھ سے ہزاروں باتیں پوچھیں۔ مجھے یاد نہیں کہ یہ کونسی باتیں تھیں۔ لیکن اُس کی لاش کا بکس مجھے خوب یاد ہے وہ آواز بھی یاد ہے جو اُس بکس پر ہتھوڑی سے کانٹیاں ٹھوکتے وقت پیدا ہوتی تھی۔ او! میرے خدا!

وہ دفن کر دی گئی۔ دفن کر دی گئی۔ وہ! اُس سوراخ میں! چند دوست آئے۔ میں بھاگا۔ میں دوڑا۔ میں گھنٹوں تک گلیوں میں گشت لگاتا رہا تب میں گھر واپس گیا۔ دوسرے دن میں سفر کے لئے روانہ ہوگیا۔

میں سفر سے کل پیرس واپس آیا۔

جب میں نے پھر اپنا سونے کا کمرہ دیکھا۔ ہمارے سونے کا کمرہ۔ ہمارا بستر۔ ہمارے اسباب! جب میں نے سارے مکان کو دیکھا جس میں وہ فانی آثار باقی تھے جو موت اپنے پیچھے چھوڑ جاتی ہے، تو ایسی شدت کی بے چینی کا غلبہ مجھ پر ہوا کہ قریب تھا کہ میں دریچہ کھول کر سڑک پر کود پڑوں۔ ان چیزوں کے ماحول میں، ان دیواروں کے درمیان جنھوں نے "اُس" کو پناہ دی تھی اور جن کے غیر محسوس

شگافوں میں اُس کے ہزاروں ذرّے پوشیدہ ہوں گے، اپنے قیام کو غیر ممکن محسوس کرکے میں نے باہر بھاگ جانے کے لئے اپنی ٹوپی اٹھائی یکایک، ٹھیک جو کھٹ پر قدم رکھتے وقت، میں اُس آئینہ کے سامنے سے گذرا جسے "اُس" نے وہاں پر رکھ دیا تھا، تاکہ ہر شب باہر جانے سے پہلے وہ سر سے پاؤں تک اپنے کو دیکھ سکے، اور اس کا اندازہ کرسکے کہ اُس کا سنگار، کامیاب، دلفریب اور ٹوپی سے جوتے تک درست تھا یا نہیں۔ میں اُس آئینہ کے سامنے ٹھٹھک کر کھڑا ہوگیا جس نے اتنی بار اُس کا انعکاس کیا تھا کہ "اس" کی تصویر آئینہ پر قائم رہ گئی ہوگی۔ میں وہیں کھڑا رہا۔ کانپتا ہوا، میری نظریں آئینہ پر اُس صاف و شفاف گہرائیوں پر جمی ہوئیں، جواب خالی تھیں لیکن جن میں "اس" کی تنویر باقی تھی۔ جنھوں نے اُس کی ہستی ہی کو جذب کر لیا تھا، بالکل اسی طرح جیسے اُس پر میرا قبضہ تھا، جیسے میری حسّاس نگاہیں اُس پر حاوی تھیں۔ میں نے سوچا کہ میں اس آئینہ سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے اس کو چھوا۔ بالکل ٹھنڈا تھا۔ یادِ ماضی! یادِ ماضی! غمناک، خشک، زندہ، خوفناک آئینہ، ہماری مصیبتوں کا باعث! وہ کیسا خوش نصیب انسان ہے جس کا دل ساری باتوں کو اسطرح بھلا دیتا ہے جیسے آئینہ کی سطح سے روشنی کی شعاعیں انعکاس کے بعد غائب ہوجاتی ہیں، جو کچھ اُس نے محسوس کیا ہو، جو کچھ اُس کے سامنے گذرا ہو، جو کچھ اس کے جذباتِ عشق میں منعکس ہو—میں کس قدر پریشان ہو رہا ہوں!

میں باہر نکلا۔ بغیر کسی ارادہ کے، بغیر یہ سمجھے ہوئے کہ میں کیا کر رہا تھا، بغیر کسی خواہش کے میں قبرستان کی طرف بھٹکتا ہوا چلا گیا۔ میں نے "اُس" کی معمولی قبر کو دیکھا۔ سنگِ مرمر کی صلیب پر یہ عبارت درج تھی۔

"اُس نے محبت کی۔ اس سے بھی کسی نے محبت کی اور وہ مرگئی"۔

وہ وہاں تھی؟ اس قبر کے اندر؟ سڑا ہوا ڈھیر! کیسا خوفناک انجام! میں سسکیاں لے کر رونے لگا۔ میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور میری پیشانی زمین سے مَس تھی۔

میں دیر تک وہاں ٹھہرا رہا۔ بہت دیر تک۔ تب میں نے محسوس کیا کہ رات زیادہ آگئی تھی۔ جب تو ایک وحشیانہ خواہش، مایوس عاشق کی وحشیانہ خواہش مجھ پر غالب آگئی۔ میں آج کی رات اس کے قریب گذارنا چاہتا تھا۔ آخری رات۔ اس کی قبر پر رونے کے لئے۔ مگر لوگ مجھے دیکھ لیں گے اور میں نکال دیا جاؤں گا۔ میں کیا کرسکتا تھا؟۔ میں چالاک تھا۔ میں اٹھا اور اس شہرِ خموشاں کے چاروں طرف گھومنے لگا۔ میں چلتا رہا اور چلتا رہا۔ یہ کس قدر چھوٹا شہر ہے، اُس دوسرے شہر کے مقابلہ میں جو زندہ لوگوں کا شہر ہے! لیکن پھر بھی مُردوں کی تعداد زندہ لوگوں سے کہیں زیادہ ہے۔ ہمیں سر بہ فلک مکانوں، کشادہ سڑکوں، اور بہت کافی جگہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ چار پشت کے افراد کی بود و باش کے لئے۔ جو بیک وقت دن کی روشنی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، چشموں کا پانی اور انگور کا رَس پیتے ہیں۔ اور کھیتوں کی روٹی کھاتے ہیں۔

اور مُردوں کی متعدد نسلوں کے لئے، ابتدائے عالم سے آج تک، مختلف مراتب کے انسانوں کے لئے، کچھ بھی نہیں، صرف ایک میدان کافی ہوجاتا ہے، جس کی ہستی کچھ بھی نہیں! زمین اُنہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے، وہ طاقِ نسیاں کے گلدستے بنجاتے ہیں؟

الوداع!

آباد قبرستان کے اختتام پر میں یکایک اُس غیر آباد قبرستان میں پہونچا۔ جہاں بہت دنوں کے بعد مُردے اپنی خاک کو زمین میں پیوست کرنے کے لئے آتے تھے، جہاں کی صلیبیں بوسیدہ ہوگئی تھیں جہاں تازہ وارد مُردے آئندہ دفن کئے جائیں گے۔

(بقیہ بر صفحہ ۳۹)

قربانی

سجاد اور میں ایک ہی جگہ کھیلے اور سن بلوغ کو پہونچے بچپن سے عہد شباب تک مجھے اپنی حیات کا ایک لمحہ بھی ایسا یاد نہیں جب میں نے اپنی روح سے سجاد کی پرستش نہ کی ہو، وہ کھلنڈرا تھا مگر ہمدرد اس دور معصومیت میں جب میں اپنے جذبات کو سمجھنے تک سے قاصر تھی میرا رواں رواں اس کے لئے بیتاب رہتا تھا۔ وہ قصبہ کے رئیس کا اکلوتا بیٹا تھا اس لئے اسکول کا ہر فرد اس کی عزت کرتا تھا اور چونکہ میرے والدین کی بھی بہ فراغت بسر ہوتی تھی لہذا میں بھی اسکول میں وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی، وہ قصبے کے ہائی اسکول سے آخری درجہ پاس کرنے کے بعد شہر کے کالج میں اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیج دیا گیا۔ اور میں نے اسکول سے سارٹیفکیٹ لینے کے بعد ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی کہ عالمگیر جنگ کی ابتداء ہوئی اور دنیا کے ہر کونے سے بیلئے جنگ کے دیوانے میدان کارزار میں آپہونچے۔

ہمارے قصبہ میں میدان جنگ کے لئے اپنی خدمات پیش کرنیوالوں میں سجاد کو اولیت حاصل تھی، سجاد کے جانے ہی قصبہ پر میرے لئے ایک موت کا سناٹا چھا گیا، دنیا اداس ہوگئی، اس کے رخصتی الفاظ اب تک میرے حافظہ میں محفوظ ہیں "ملول نہ ہو جنگ کا غبار بہت جلد فضاؤں میں تحلیل ہوجائے گا۔ اور جب میں کامران و باعزت واپس آؤں گا تو تم میری آغوش شوق میں دیدی جاؤگی۔ کیا تم نے قصے کہانیوں میں ایسے افراد کا ذکر نہیں پڑھا جو جنگ سے کامران لوٹے اور اپنی بقیہ زندگی محبوب کی معیت میں ایک شیریں افسانے کی طرح گذاردی" مگر آہ..... یہ جنگ معمولی غبار نہ تھا جو فضاؤں میں تحلیل ہوجاتا۔

دو برس تک مجھے سجاد کی کوئی خبر نہ ملی۔ دل کے قریب ہلکا سا درد محسوس ہوتا تھا، دائمی درد، میں نے اس عرصہ میں ڈاکٹری کی سند حاصل کرلی اور اپنی خدمات میدان جنگ کے لئے پیش کیں جو منظور بھی کرلی گئیں، گھر والوں کی خفگی قصبہ بھر کی چہ میگوئیاں میرے ارادوں میں حائل نہ ہوسکیں اور میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی جہاں ہر شخص مجھ سے بیگانہ تھا اور آہ و کراہ کی موسیقی افزائش درد دل کا باعث۔

ایک دن علی الصباح جب میں شب بیداری کے بعد ہسپتال سے واپس جارہی تھی میرے دل میں ان فدایان ملک و ملت کے لئے جو غیروں کی ہمدردی کے محتاج بستروں پر پڑے کراہ رہے تھے شدید جذبۂ ہمدردی پیدا ہوا اور میں خیالات کی ایک طوفانی رو میں بہتی چلی گئی۔ آہ۔ یہ نونہالان وطن مادر وطن کی حرمت پر قربان ہونے آئے ہیں، وطن سے اور عزیز و اقارب سے دور بیچارگی میں جان دینا کسقدر اندوہناک ہے، اور کیسا جرأت آموز کہ لوگ ایک نوجوان افسر کو اٹھائے ہوئے داخل ہوئے، وہ زخموں سے چور تھا اور بانتہا خون نکلنے سے بیہوش، آہ یہ میرا سجاد تھا... ڈاکٹر نے ایک طویل معائنے کے بعد کہا "امید تو نہیں مگر پھر بھی کوشش فرض ہے" اور میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

میں اس کے بستر کے پاس دوزانو ہو بیٹھی اور سسکیاں لیتے ہوئے ڈاکٹر سے التجا کی، للہ اسے بچا لیجئے۔ میں اسے مرنے نہ دوں گی۔ میں جو اسی ہسپتال میں ڈاکٹر تھی جو لوگوں سے ہسپتال کے قواعد منوانے کے لئے بضد رہا کرتی تھی آج تمام باقاعدگی بھولی ہوئی تھی، ہسپتال کی چار دیواری میں اس قسم کے جذبات کا اظہار بدترین جرم سمجھا جاتا ہے۔ میرا ہیجان ڈاکٹر کو مشتعل کر رہا تھا۔ مجھے فوراً وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب میں اپنے حواس پر قابو پا چکی تو اس وعدہ پر کہ آئندہ میں کبھی مغلوب الجذبات نہ ہوں گی اور اس کی تیمارداری کی اجازت مل گئی

زخم ابھی آئے تھے کہ اسے نمونیا ہوگیا... ہر شخص اس کی زندگی سے مایوس تھا مگر مجھے ایک تسکین تھی اور خدا کی ذات سے اس کی حیات کی کامل توقع میں نے راتیں اس کے سرہانے بیٹھے اس کے منہ میں دوائیاں ٹپکاتے ہوئے گذاردیں۔ ایک دن جب ڈاکٹر اپنی صبح کی گشت پر سجاد کا معائنہ کر رہا تھا بولا اگر خوش نصیبی سے یہ جوان بچ گیا تو سلمہ اس کی حیات تمہارا عطیہ ہوگی۔ میں نے اظہار تشکر میں سر ہلایا اور ڈاکٹر چلا گیا۔ رات دن تیمارداری سے میں اسقدر خستہ ہو رہی تھی

لوگ میری صحت کی وجہ سے مشکوک ہو چلے ۔ کہ سجاد نے آنکھیں کھول دیں اور بولا ۔ میرے طویل خوابوں میں بھی تمہاری شکل و صورت کی ایک لڑکی شریک تھی، پھر اس نے مجھے پہچان لیا اور بولا سلمہ سلمہ، میری سلمہ ۔ تم . . یہ خواب ہے اور آہستہ آہستہ اس کی آواز سرگوشیوں میں تبدیل ہو گئی ۔ وہ بہت ضعیف تھا اور اس ہیجان نے پھر اس پر بیہوشی طاری کر دی ۔ میں اس کے کان کے قریب منہ لے گئی اور بولی ۔ سجاد خواب نہیں عالم بیداری ہے خدا نے تمہیں مجھ کو واپس دے دیا ہے، اس بزرگ و برتر نے میری التجائیں سن لی ہیں . . . مگر تم بہت کمزور ہو زیادہ گفتگو تمہارے لئے مضر ہے ۔

ہر دن اسکی صحت انتہائی سرعت سے واپس آ رہی تھی ۔ آہ وہ مبارک ایام مجھے اس کا اعتماد حاصل تھا، اعتماد کلی ۔ میں جب دیکھتی کہ دوا کا وقت ہے تو وہ کہتا سلمہ اب دوا کی نہیں تمہاری نوازش کی ضرورت ہے میرے تشنہ ہونٹ ان کسیلی دوائیوں کے نہیں ایک روح نواز شیریں لمس کے محتاج ہیں اور میں کہتی سجاد ابھی دوائیاں ہی کافی ہیں تم اپنے لئے کسی چیز کا ابھی انتخاب کرنے کے قابل نہیں، اور جب اس کی ضد حد سے بڑھ جاتی تو میں کہتی کہ اگر تم خاموشی سے دوا نہ پیو گے تو میں کسی اور نرس کو تمہاری تیمارداری کے لئے مقرر کرا دوں گی وہ اکثر اس دھمکی سے ڈر جاتا اور چپ چاپ دوائی پی لیتا اور پھر از سر نو اپنے دیوانے مطالبے شروع کر دیتا ۔ اکثر میرے متواتر انکار سے اکتا کر وہ کہتا سلمہ اب شاید تمہیں مجھ سے محبت نہیں رہی شاید تم نے کسی اور خوش قسمت کو منتخب کر لیا ہے ۔ کاش میں اس بیماری سے جانبر نہ ہوتا ۔ بیماری میں انسان کس قدر بچہ بن جاتا ہے ۔ کبھی وہ میری خدمات سے متاثر ہو کر کہتا ۔ آہ تم کس قدر مہربان ہو، تم کس قدر جانفشانی سے میری خدمت کر رہی ہو ۔ دیکھو تمہاری صحت دن بدن خراب ہو رہی ہے، اور میں ایک طویل قہقہے کے بعد یہ کہہ کر کہ سجاد یہ فرائض تو ہسپتال کی ملازمت نے عائد کر رکھے ہیں گفتگو ختم کر دیتی ۔

مہینوں میں اسی کشمکش میں رہی کہ کیا خداوند کریم اسے حیات بخشدے گا، آخر اس پاک پروردگار نے اسے موت کے چنگل سے بچا لیا اور وہ بالکل تندرست ہو گیا . . . میدان کارزار میں صلح کے سفید جھنڈے لہرائے اور یہ خادمان ملک و ملت اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور شاید چار ماہ بعد ہماری شادی ہو گئی ۔

پانچ سال گذر گئے ہم ایک افسانوی زندگی بسر کر رہے تھے سجاد مجھسے دیوانہ وار محبت کرتا تھا اور میں اس کے لئے وہ سب کچھ مہیا کرتی جو ایک عورت اظہار محبت و عقیدت میں پیش کر سکتی ہے ۔ مگر آہ اب تک ہم اولاد سے محروم تھے ۔ میں ایک ایسے تحفہ کے لئے بیتاب تھی جو سجاد کے سامنے اعتراف محبت کے طور پر پیش کر سکوں ۔ وہ بھی اولاد کا متمنی تھا مگر مجھ سے اپنے جذبات پوشیدہ رکھنے کے لئے کہا کرتا تھا، ہم ایک دوسرے کے لئے ہیں سلمہ اور ہم اپنی محبت میں کسی کی بھی مداخلت گوارا نہیں کر سکتے ۔ مگر میں اچھی طرح جانتی تھی کہ ان شیریں لفظوں کے روح نواز پردوں میں ایک ٹیس پوشیدہ تھی جو مجھے بیقرار کر رہی تھی ۔

اسی موسم سرما میں سجاد کی ہمشیرہ نے جو بمبئی میں مقیم تھی مجھ سے استدعا کی کہ میں اس کے ایام زچگی میں اس کی خبر گیری کروں ۔ جب سے ہماری شادی ہوئی تھی ہم کبھی لمحہ بھر کے لئے بھی جدا نہ ہوئے تھے ۔ میں اس کی استدعا کو ٹھکرا بھی نہیں سکتی تھی، اور جدائی کے خیال سے اقرار بھی ناممکن تھا ۔ آخر ہم دونوں اس نتیجہ پر پہونچے کہ ایسے نازک موقع پر انکار انتہائی خود غرضی ہے ہمیں چند دن کے لئے اپنا آرام قربان کرنا ہوگا ۔ اور ہمارا خیال تھا کہ ہماری یہ عارضی جدائی ہماری محبت کو اور استوار کر دے گی ۔ میں چلی گئی ۔ سات ہفتے بمبئی میں مقیم رہنے کے بعد جب واپس لوٹی تو سجاد نے اسٹیشن پر انتہائی تپاک سے میرا خیر مقدم کیا وہ کس قدر دیوانہ ہو رہا تھا وہ اظہار جذبات کے لئے ہر وقت بیتاب نظر آتا تھا ۔

ہمارے گھر کے قریب ایک بہت بڑی درگاہ تھی اور اس سے ملحق ایک خوبصورت تفریح گاہ ۔ اکثر زائرین یہاں مہینوں قیام کرتے پاس ہی ایک خوبصورت آبشار تھا جس کا منظر چاندنی راتوں میں انسان کو دیوانہ بنا دینے کے لئے کافی تھا ۔ ایک رات جب چاند اپنے انتہائی عروج پر تھا میں دیر تک آبشار کے ملکوتی نغموں سے لطف اٹھا کر گھر لوٹی سجاد نوکروں کو مختلف ہدایات دے رہا تھا اور میں پائیں باغ میں کھڑی روح کو نور ماہ سے غسل دے کر لطیف تر بنا رہی تھی ۔ پھول، زمین، فضا غرض ہر چیز ایک نورانی لباس میں ملبوس ایک لاہوتیت میں ڈوبی ہوئی نظر آتی تھی، خوشبوؤں سے فضائے لطیف میں ایک مسکرا آفریں بوجھ محسوس ہو رہا تھا

آہ۔ اس منظر قدسی کی روحانی فضا میری روح کو مجروح کر رہی تھی۔ میرے قلب کی گہرائیوں میں ایک کسک تھی۔ میں اس لمحہ روح کی بیخودی اور اپنے احساسات لطیف کو جامۂ الفاظ پہنانے سے قاصر ہوں۔ میرا جی چاہتا تھا کہ چیخوں اور اس خاموش دنیا کے آرام و سکون کو لرزہ براندام کردوں۔ اس سکڑ زدہ دنیا کے ذرّے ذرّے کو اپنی بے پناہ چیخوں سے جگادوں۔ فضا کے خاموش نغمے مجھے بھی نغمہ نوازی کی طرف لے چلے میں اپنے کمرے میں چلی گئی اور خود بخود میری انگلیاں پیانو کے سروں پر رقص کرنے لگیں۔ دنیا کی ہر چند جو روح پر اثر انداز ہوتی ہے کیسی اندوہناک ہوتی ہے۔ میرے نغموں میں بھی اندوہ تھا، کرب تھا ایک نامرادی تھی اور میں اس نامرادی میں ڈوبتی جا رہی تھی، میں دنیا کے وجود سے غافل تھی۔ میں پیانو بجا رہی تھی۔ سجاد نے اپنے بازو میرے گرد حمائل کر دیئے اور ایک ایسی آواز میں جس میں برباد تمناؤں کی ناآشنائے مسرت تلخی شامل تھی بولا۔ سلمہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے کچھ کھو دیا ہے تمہارے جذبات میں بھی یہی یاس نظر آتی ہے آہ آج موسیقی میں کس قدر اندوہ و یاس ہے۔ اپنے حنائی ہاتھوں کو روکو ورنہ میں دیوانہ ہو جاؤں گا . . . پھر دیوانہ وار مجھے پیار کرنا شروع کیا۔

اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ آواز آئی ڈاکٹر نعیم۔ وہ بولا سلمہ ایک لڑکی دردِ زہ میں مبتلا ہے اور صبح تک کوئی نرس بھی مہیا نہیں ہوسکتی۔ کوئی دوسری عورت بھی اس کی تیمارداری کے لئے نہیں ہے۔ حالت بہت نازک ہے فوراً چلی آؤ۔ اور ہاں اپنے گھر سے دو کمبل بھی لیتی آنا مکان درگاہ کے جنوبی دروازہ کے بالکل سامنے ہے مجھ گئیں۔ میں نے سجاد کو تمام قصہ سنایا اس کا رنگ زرد ہو گیا وہ بولا تم نہیں جاؤ گی میں تمہیں ہرگز نہ جانے دوں گا تم ہر شخص کی لونڈی نہیں ہو کہ خدمت کرتی پھرو میں تمہیں کبھی اس کی اجازت نہ دوں گا۔ شادی کے بعد سے میں نے عملاً اپنے پیشہ کو بالکل ترک کر دیا تھا مگر پھر بھی کبھی کبھار نسائی بیماریوں کے لئے ڈاکٹر نعیم مجھے بلا لیتے تھے اور ایسے مواقع پر سجاد بھی کبھی انکار نہ کرتا تھا اور ہمیشہ مجھے میرے رحمدل فرشتے کہہ کر اجازت دے دیتا . . . مگر آج وہ بالکل حواس باختہ ہو رہا تھا میں نے اسے سمجھایا کہ ایسے موقع پر جب ایک بے یار و مددگار عورت میری مدد کی محتاج ہے میرا نہ جانا کس قدر نازیبا ہے۔ اور اگر فرض کرو کہ وہ جانبر نہ ہوئی تو میں عمر بھر خود کو اس کی قاتلہ محسوس کروں گی۔ وہ رضامند ہو گیا۔ اس نے فوراً موٹر نکالی اور مجھے اس مقام تک پہنچا دیا ڈاکٹر نعیم سے معلوم ہوا کہ صبح تک میری واپسی ناممکن ہے میں نے سجاد کو واپس بھیج دیا۔

مریضہ ایک پلنگ پر پڑی درد سے کراہ رہی تھی مگر اس کی آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک تھی۔ میں اس کے کردار کا مطالعہ کرنے نہ آئی تھی میں نے جلد جلد اپنا فرض ادا کرنا شروع کیا تکیئے درست کئے اسے کمبل اڑھائے اور اسے ہر ممکن آرام پہونچانے کی کوشش میں مصروف ہو گئی۔

دوسرے کمرے میں ایک پچاس سالہ مرد سر جھکائے بیٹھا تھا۔ آہ اس کی جہاں دیدہ آنکھوں میں کیسے خوفناک عزائم تھے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ یہ شخص مریضہ کا خاوند ہے صبح کی پہلی کرن کے ساتھ بچہ پیدا ہوا، کیسا خوبصورت لڑکا تھا میں نے بچہ کو نہلا دھلا کر اس کی ماں کی آغوش میں لٹانا چاہا۔ اور جب میں وہاں پہنچی تو اس کا خاوند اسے دلاسہ دے رہا تھا۔ مگر اس مرد کی آواز میں خاوند کی محبت سے زیادہ باپ کی سی شفقت جھلکتی تھی۔ میں بچہ کو گود میں اٹھائے کھڑی تھی کہ اسے اس کی ماں کے پہلو میں لٹا دوں تاکہ وہ اس کی موہنی صورت دیکھکر اپنی تمام تکلیف بھول جائے۔ میں نے مریضہ سے کہا "بیٹا مبارک ہو خاتون" مریضہ نے ایک خشک مسکراہٹ سے منہ دوسری طرف پھیر لیا وہ بولی مجھے اس کی صورت نہ دکھاؤ میں اسے دیکھنا نہیں چاہتی اس کا خاوند جو اب تک اس پر جھکا ہوا تھا بولا نہیں ایسا نہ کہو یہ تمہاری اولاد ہے یہ تمہاری زندگی کا سہارا بنے گا تم اس سے محبت کرو گی رات کی تاریکیوں میں جب تمام دنیا خواب ناز میں محو ہو گی تم اس کے لئے دعائیں مانگو گی آخر اس معصوم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے مگر اس نے سختی سے انکار کر دیا اور کروٹ لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں سخت حیران تھی مختلف شبہات میرے خیالات میں آرہے تھے میرے دل میں اس بدنصیب معصوم کے لئے جسے اس کی ماں ایک نظر بھی دیکھنا گوارا نہ کرتی تھی جذبات محبت پیدا ہو رہے تھے، ڈاکٹر نعیم جو اس تمام واقعہ کو سطحی نظروں سے دیکھ رہا تھا بولا، اسے جھوٹے میں سلا دو بیچاری مریضہ شدت تکلیف سے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا ہے وہ جلد ہی ہوش میں آجائے گی اور پھر اپنے لخت جگر کو دیوانہ وار آغوش میں لے لیگی . . . . مگر آہ ایسا نہ ہوا۔

میں نے اس کے تمام مدت دیانت کیا کہ کیا وہ اس معصوم کو مجھے دے دیگی کیا تم بھی اس پر رضامند ہو جاؤ گے میں اسے اپنی اولاد کی طرح پرورش کروں گی میں لاولد ہوں۔ یہ ہمارا وارث ہوگا اس بوڑھے کا شکن آلود چہرہ چمک اٹھا وہ بولا میری بیوی ابھی جوان ہے۔ اسے بچوں سے قطعاً لگاؤ نہیں ہم یہاں گرد ہیں اور ہمارا کوئی مقام نہیں ہماری زندگی سفر کی صعوبتوں کے لئے وقف ہے کون اس کی خبر گیری کریگا ہم بخوشی اسے تمہارے حوالے کردیں گے اور میری بیوی بھی ضرور رضامند ہو جائے گی۔

میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ آہ یہ بدنصیب بچہ جس کے لئے شاید محبت ہمیشہ ایک لایعنی لفظ رہتی اور کبھی شرمندۂ معنی نہ ہوتی ہماری محبت سے فیضیاب ہوگا۔ اس کی ماں بھی برضاء و رغبت مجھے بچہ دے دینے پر رضامند ہوگئی اور آخری لمحہ تک ایک بار بھی اسے دیکھنا منظور نہ کیا مجھے اس عورت سے کس قدر نفرت تھی۔

دوسری نرس آگئی اور میں اپنے فرائض سے سبکدوش کردی گئی۔ اپنے قیمتی بوجھ کو اٹھائے خوشی خوشی موٹر میں بیٹھ گئی ڈاکٹر بولا، سلمہ تم فرشتہ ہو اور مجھے یقین ہے کہ اس معصوم کی وجہ سے تم پر کوئی مصیبت نہ آئے گی اس کی صورت کیسی باوقار ہے۔ یہ بڑا ہو کر بہت بڑا آدمی ہوگا دیکھو اس کی پیشانی کیونکر چمک رہی ہے میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اگر میں اسے ان ظالموں سے نہ لیتی تو مجھے یقین ہے کہ ضرور اس معصوم کا گلا گھونٹ دیتے۔

مجھے اس بچے سے کس قدر محبت تھی، میں اولاد کے لئے پاگل تھی میں نے برسوں درگاہ ربی میں اولاد کے لئے دعائیں کی تھیں اور اب خداوند کریم نے اپنی رحمت سے مجھے ایک بچہ عطا کر دیا تھا تم میری محبت کا اندازہ کرنے سے بھی قاصر ہو۔ عمر کے ساتھ ساتھ اس بچہ کی دلکشی اور خوبصورتی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا اس میں سجاد کی مشابہت تھی اور میں نے اس کا نام محمود سجاد رکھ دیا۔ سجاد کو بھی اس سے انتہائی محبت تھی میں اکثر اس سے کہا کرتی تھی کہ سجاد شاید تمہارا بچہ بھی تم سے اسقدر مشابہ نہ ہوتا اور وہ ان الفاظ پر اکثر چیں بہ جبیں ہو جاتا۔

دوسرے ہی لمحے وہ مجھے آغوش میں لے لیتا۔ ایک دن اس نے مجھے اس دیوانگی سے پیار کیا کہ میرے جوڑ جوڑ میں درد ہونے لگا۔ اور پھر بولا سلمہ خدارا اپنے اور میرے درمیان کسی کو بھی نہ آنے دو۔ کسی کو بھی نہیں سلمہ۔ سلمہ دنیا تم سے زیادہ مکمل عورت پیدا نہ کرے گی تم محبت کے نہیں بلکہ پرستش کے قابل ہو میں تمہارا پجاری ہوں مگر آہ میں تمہارے قابل نہیں، پھر وہ دوزانو ہو گیا اس کا سر میرے آغوش میں تھا اور میری ساری کا آنچل اسکے اشکوں سے تر تھا میں نے اسے تسکین دی دلاسہ دیا اور وہ ہوش میں آگیا؛ اور بولا سلمہ مجھے چھوڑ نہ دینا سلمہ مجھے اپنے پنجے مضبوطی سے گاڑ دو مجھے اپنے خیالات میں قید کرلو، میں اس کی اس ہذیانی گفتگو سے گھبرا گئی بچہ کی مشابہت اور سجاد کی دن بدن بڑھتی ہوئی گھبراہٹ میرے لئے ایک معمہ تھی ایک عقدۂ لاینحل میں ڈاکٹر نعیم سے ملی وہ بھی میری طرح ان واقعات سے اثر پذیر تھا اور مذبذب وہ بولا شاید یہ عالمگیر جنگ کے زمانہ کی کسی شناسائی کا نتیجہ ہو بہرکیف یہ معمہ کوئی بھی حل نہ کرسکا، پھر ڈاکٹر بولا سلمہ اگر واقعی سجاد اس بچہ کا باپ ہے اور کبھی وہ اس بات کا اعتراف کر بیٹھا جیسا اس کی گھبراہٹوں سے ظاہر ہوتا ہے تو تمہارا کیا طرز عمل کیا ہوگا، کیا تم اسے معاف کر دوگی، میں اس سوال کے لئے قطعاً تیار نہ تھی میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ آہ انسان برسوں مشکوک رہتے ہوئے بھی بددل نہیں ہوتا مگر اظہار حقیقت کا ایک لمحہ بھی کسقدر گراں ہوتا ہے۔ میری نظروں میں عالمگیر جنگ کا زمانہ پھر گیا سجاد کی تیار داری اور اپنی دعائیں سب کچھ میں بولی ڈاکٹر وہ میرا تھا، میرا ہے اور میرا ہو کر رہے گا۔ آہ یہ اس کی غلطی نہیں اس کے شباب کی ایک ادنیٰ لغزش ہے میں اسے اپنی جان سے زیادہ چاہتی ہوں میں اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی میں اسے سب کچھ معاف کردوں گی اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ محمود سجاد میری گود میں آبیٹھا اور بولا۔ امی نہ رو امی خدا کے لئے نہ رو دیکھو میں تمہاری منت کرتا ہوں دیکھو امی تمہارا محمود تم سے التجا کرتا ہے۔ امی میں تمہیں پیار کروں گا اور اس کے پھول سے رخسار میرے آنسوؤں سے تر رخساروں کو چوم رہے تھے۔ ڈاکٹر میری حالت دیکھکر بولا۔ سلمہ ممکن ہے میں غلطی پر ہوں مگر تم مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہو۔

اس لئے تمہیں خطرہ سے آگاہ کر دینا میرا فرض ہے۔ ممکن ہے حالات ایسی صورت اختیار کر لیں ۔ میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر میں اسے بہ دل معاف کر دوں گی۔

ایک دن سجاد حسب معمول پریشان حال برآمدے میں خاموش بیٹھا تھا میں نے اس کے ماتھے سے بال اٹھائے اور ان سے کھیلنا شروع کر دیا اور بولی پیارے سجاد۔ وہ بولا۔ کاش سلمہ تم میرے قلبی تاثرات سے واقف ہوتیں تو مجھ سے نفرت کرتیں ہم آج تک ایک خیالی جنت میں مقیم تھے جب میں نے تم سے شادی کی تھی تو مجھے یقین تھا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، مگر آہ میں اسوقت اپنے جذبات کے سمجھنے سے قاصر تھا ہم بچپن سے دوست تھے مجھے تم سے محبت تھی مگر ایک بہن کی طرح کاش ہماری شادی نہ ہوتی۔ سلمہ جب میں تنویر سے ملا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھے اس سے عشق ہے دیوانگی کی حد تک میں نے ایک مدت تک اپنے جذبات کے خلاف جنگ کی۔ تنویر اور اس کے خیال کو اپنے دل سے نکالکر پھینک دینا چاہا اپنی آرزوؤں کو پامال کر دینے کی کوشش کی مگر نقوش دن بدن گہرے ہوتے چلے گئے ۔ اب یہ خود فریبی ممکن نہیں ۔ سلمہ، مخمور میری ہی اولاد ہے میں اس کی ماں کو دیوانہ وار چاہتا ہوں اس نے جان پر کھیل کر مجھے ایک بچہ کا باپ بنایا اور پھر یہ سمجھکر کہ میں صاحب اولاد ہونے کا متمنی ہوں محبت مادری کو میری محبت پر قربان کر دیا۔ آہ کتنی بڑی قربانی ہے، سلمہ سوچ کتنی بڑی قربانی ہے، اور میرا برتاؤ کس قدر ظالمانہ ہے۔

وہ معافی نہ چاہتا تھا۔ کہ مریضہ کی صورت اس کی نظروں کی خوفناک ایک بوڑھے مفروضہ خاوند کی پدرانہ شفقت سب کچھ یاد آگیا پھر وہ بولا سلمہ اب میرے بس کی بات نہیں ۔ آہ تمہاری محبت بے پناہ ہے مگر مجھ میں اسے قبول کرنے کی جرأت نہیں تم انسان نہیں آسمانی مخلوق ہو اور میں اپنے مس سے تمہاری پاکیزگی کو برباد کرنا نہیں چاہتا۔

میری آنکھوں میں آنسو تھے . . . . میں نے سجاد سے کہا ۔ سجاد میری محبت تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی مخمور کو لو اور اس کی ماں کے پاس چلے جاؤ اور مجھے طلاق دیدو . . . . میرا سر چکرا رہا تھا . . . پھر کیا ہوا کچھ یاد نہیں۔

آہ میں ایک ہسپتال میں انچارج ہوں اور ایام رفتہ کی ماتم گسار ؛

سروپ رانی نگار

محسوساتِ ماہر

فضا نشاط کی پھر دل کو راس آئی ہے
سکوں نے لوٹ لیا درد کی دہائی ہے

لگے ہیں چاروں طرف حیرتوں کے آئینے
تری نظر کو بھی کیا شوقِ خود نمائی ہے

نویدِ عیش ہے، اس کے لئے پیامِ اجل
وہ دل کہ جس کو ترے غم سے آشنائی ہے

اصولِ مستیٔ عہدِ شباب ارے توبہ!
کہ معصیت بھی یہاں عین پارسائی ہے

الٰہی خیر! مرے داغِ آرزو کی خیر!
کہ میری زندگی بھر کی یہی کمائی ہے

ستم ظریفیٔ قسمت نہ پوچھ اے ماہرؔ
وطن سے وادیٔ غربت میں کھینچ لائی ہے

ماہر نکاودری

سرگذشتِ عروس

یہ کتاب برادرم مولوی شاہد احمد صاحب کے قلم کی رہینِ منت ہے جو اردو کے معلم اول حضرت نذیر احمد مرحوم کے پوتے اور شہرۂ آفاق انشاپرداز مولانا بشیر الدین احمد مغفور کے صاحبزادے ہیں اور جن کی علمی و ادبی قابلیت نے حلقۂ ادب میں ایک دھاک سی بٹھادی ہے اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ساقی ادب کو جس نے ادبی دنیا میں بڑے بڑے سرکشوں سے لوہا منوالیا موصوف ہی کی ادارت میں شائع ہونے کا فخر حاصل ہے۔

بیکس عورت پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ مردوں اور خصوصاً ہندوستان کے مردوں نے ڈھائے ہیں وہ اس قدر سنگین اور روح کو مجروح کر دینے والے ہیں کہ ان کو لکھتے وقت قلم لرزتا ہے۔ مرد نے عورت کو ایک محض مجبور ہستی سمجھکر اور عضو معطل جان کر اسکی جو درگت بنائی اس پر فضاء مقدس بھی خون کے آنسو روتی ہے۔ "سرگذشتِ عروس" ایک ایسی ہی لڑکی کی دردانگیز آپ بیتی، عبرتناک داستان اور لرزہ خیز کہانی ہے جس کو ایک مغربی مصنف نے قلمبند کیا اور اب جناب شاہد احمد نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کسی ایک زبان کو دوسری زبان اور وہ بھی اردو میں منتقل کرنے کا کام اسقدر مشکل ہے کہ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے کبھی یہ تکلیف برداشت کی ہو کسی دوسرے کو اس کا احساس بھی نہیں ہوسکتا اور بقول پروفیسر مرزا محمد سعید صاحب "کسی مصنف کی تحریر کو دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کسقدر دشوار و جانکاہ کام ہے اس کو ہر شخص خود قیاس کرسکتا ہے۔ اس کے لطیف خیالات کو انکی لطیف لطافتوں کے ساتھ کسی غیر زبان میں ادا کرنا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے اور خصوصاً اردو زبان کا تو ذخیرۂ الفاظ ابھی تک اس قدر محدود ہے کہ اس میں غیر مانوس خیالات کا اظہار ذرا تکلف ہی کے ساتھ ہوسکتا ہے"۔ ان تمام دشواریوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ جیسے کٹھن عمل کی مشکلات صاف ظاہر ہیں لیکن شاہد صاحب نے مارس میٹرلنک جیسے مصنف کی "جائزل" جیسی کتاب کا ترجمہ کرکے جس کے مشکل اور غیر مانوس خیالات مترجم کو بالکل مایوس کر دیتے ہیں۔ یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک زبردست مترجم بھی ہیں اور یہ واقعہ ہے "سرگذشت عروس" جیسا عمدہ ترجمہ مشکل ہی سے چند اور اصحاب کرسکیں گے۔

ناعاقبت اندیش والدین جس طرح آنکھوں پر پٹیاں باندھکر اپنی بیٹیوں کے ساتھ سلوک ناروا کرتے ہیں اسکی درد بھری کہانی ایک مظلوم چار دن کی دلہن کی زبانی پڑھ کر آنسوؤں کو ضبط کا یارا نہیں رہتا کہ کس طرح والدین کی خوشیوں کی چوکھٹ پر ایک لاچار لڑکی اپنی مسرتیں اور آزادی قربان کرتی ہے۔ یہ ایک رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستان ہے۔ اس بدنصیب بچی کی جو اپنے باپ کے برابر معمر شخص سے بیاہ دی جاتی ہے اور اس کے بعد جو غمناک واقعات رونما ہوتے ہیں ان کو پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

(۲)

قصہ کا پلاٹ اس قدر دلچسپ و دلکش ہے کہ سر دھننے کو جی چاہتا ہے۔ دھن کے نشہ اور دولت کی کارفرمائی نے ثابت کردیا ہے کہ خدا کے بعد روپیہ ہی سب کچھ کرسکتا ہے ایک بلند خاندان کا لارڈ اور اس کی بیگم جو مفلسی اور قرضہ کے ہاتھوں تنگ آگئے ہیں محض ان مصیبتوں سے بچنے کے لئے اپنی جوان لڑکی کو جسے انہوں نے بڑے چاہ اور لاڈ سے پالا پوسا تھا آلۂ کار بناتے ہیں اور ایک ایسے مہاجن سے جو سوائلی

کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتا ہے بیاہ دیتے ہیں۔ لڑکی بہتیرے ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود شادی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے لیکن ہنی مون ہی کے زمانے میں جو حالات پیدا ہو گئے وہ عبرت انگیز ہیں۔ شمسہ کے کیرکٹر میں ہندوستان کی بہت سی لڑکیاں اپنی بیکس زندگیاں گذار رہی ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں یہ جانکر کہ وہ ایک اور شخص سے محبت کرتی ہے سنگدل والدین ایک بوڑھے آدمی سے جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے، شادی کر دیتے ہیں ——— روپیہ کے لالچ میں!

سر ہمایوں اگرچہ متمول ہیں مگر حسن پرست اور نفس کے بندے ہیں اس لئے وہ بقول غریب سیدھی سادی شمسہ ہی کے "ایک عورت پر اکتفا نہیں کر سکتے" لہذا ان کی اس کی طرف سے لاپروائی اور دوسری عورتوں سے رغبت و خوشامد اس کا اور بھی دل توڑ دیتی ہے شروع سے آخر وقت تک شمسہ بتاتی ہے کہ اسکی ہمایوں جیسے شخص سے نبھنی ناممکن ہے اور بالآخر فیصلہ کرتی ہے کہ "جب وہ دوسری عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں، مناتے ہیں تو کیوں نہیں ....." ؟ اس قسم کے خیالات اکثر اس کے دل میں پناہ گزیں ہوتے ہیں مگر وہ ان سے مقابلہ کرتی ہے اور بالآخر فتح اسی کو نصیب ہوتی ہے وہ خود جوان ہے اور شباب کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہے، ہمایوں جیسے بھنگم بوڑھے اور بدصورت شخص سے اسے نفرت ہے اور افضل جیسے جوان اور خوش رو شخص کی طرف اس کا دل مائل ہے لیکن چونکہ سمجھدار ہے اس لئے عقل سے کام لیکر اس طرح اپنا کیریکٹر پیش کرتی ہے کہ ہر لڑکی کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ بوڑھا ہمایوں جو دوسری عورت کے دام فریب میں گرفتار ہے ایکدن اسی کے ہاتھوں مارا جاتا ہے اور یہ دغا دیکھ کر وہ پھر اپنی ہی بیوی کی طرف جھکتا ہے اور وہ تمام دولت جس سے اس نے شمسہ کو محروم کر دیا تھا اپنی "کمسن" دلہن ہی کے نام کر دیتا ہے۔

بیوہ ہونے کے بعد شمسہ کی حالت اور اس کے بعد دوسری شادی حیرت انگیز انجام پیدا کرتی ہے۔ پڑھنے والے کو خیال کیا یقین ہوتا ہے کہ وہ افضل (اپنے پہلے محب و محبوب) سے شادی کرے گی لیکن وہ اس کے برخلاف ایسے شخص سے شادی کرتی ہے جو اصل معنوں میں "شریف" مرد اور حقیقتاً "انسان" کہلانے کا مستحق ہے اور یہ شخص کون ہے...؟ وہی قانونی مشیر تبسم جس کا کردار پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

(۳)

میں سمجھتا ہوں کہ "سرگذشت عروس" کو اردو میں ترجمہ کر کے، جس میں غمناک مواقع، بوڑھے شوہر کی ہوس رانیاں، جوان اور قابل احترام جذبات کی پامالی عشق و محبت کی جلوہ نمائی اور زبان کی روانی بھی بدرجہ اتم موجود ہیں، جناب مترجم نے احسان کیا ہے اس ناشاد گروہ پر جو "مظلوم و بیکس" عورتوں کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے امید ہے کہ مرد اور عورت، جو ماں باپ ہیں یا ہونے والے ہیں دونوں اسے بنظر غور پڑھیں گے اور یہ کتاب ان کی پہلی کتاب کی طرح اردو کی بلند پایہ تصانیف میں شمار کی جائے۔

صادق الخیری دہلوی

"اہلِ علم کی وسعتِ علمیت"

"جو شخص محض اپنی مادری زبان میں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے پر قادر ہے وہ اس عالم سے زیادہ قابل سمجھا جائے گا جو مختلف زبانوں سے واقف ہونے کے باوجود کلی میں اپنے خیالات بوضاحت بیان نہیں کرسکتا"

(بٹلر)

علم و عالم۔ تصنیف و مصنف چند ایسے الفاظ ہیں جو ہماری معاشرت کی تقسیم میں زبردست حصہ رکھتے ہیں اور ہماری ذہنیت میں ایسے خطوط "مبتر" مرتسم کرچکے ہیں کہ قدامت پرستی کی سخت ترین مخالفت کے باوجود ذہن انسانی انہیں اب تک نہیں مٹا سکا۔ عالم و جاہل کے ساتھ ہمارا ذہن "اعلیٰ و ادنیٰ" کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ عالم وہ انسان ہے جو اپنی عقل و فہم کو علوم کے مختلف چشموں سے نشو و نما دیکر اور ماضی و مستقبل کے حجابات کو چاک کرکے کچھ ایسی "چیز" بن چکا ہے جس کے لئے معلومات کی دیوی ہمیشہ نیایش گزار رہے گی۔ کاش "عالم" سے ہماری یہ توقعات صحیح ثابت ہوتیں! دیکھا تو یہ جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے کم خیالات رکھنے والے وہی انسان ہوتے ہیں جو "مصنف محض" ہیں یا "قاری محض"۔ حقیقت یہ ہے کہ نوشت و خواند سے محروم رہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ انسان نوشت و خواند کے علاوہ ہر کام کی اہلیت کھو بیٹھے وہ متساہل و ناکارہ انسان جو ہمیشہ کتاب لئے نظر آتا ہے۔ اتنی اہلیت رکھتا ہے نہ رغبت کہ اپنے اردگرد کے واقعات یا خود اپنی ذہنی دنیا کی طرف متوجہ ہوسکے ایسے شخص کے لئے یہ کہدینا بالکل حقیقت بیانی ہوگی کہ وہ اپنے قوائے عقلی و دماغی یا تو اپنی جیب میں لئے پھرتا ہے۔ یا اپنی لائبریری کی الماریوں میں چھوڑ آتا ہے کسی جدید سلسلۂ استدلال پر طبع آزمائی کرنا یا کوئی ایسی رائے پیش کرنا جو اس کے دماغ میں کتابوں کے ذریعہ منتقل نہیں ہوئی اسکے لئے ایک وحشتناک امر ہے۔ جد و جہد دماغی سے جو فقدان مشق کی وجہ سے اس کے لئے ناقابل برداشت ہوجاتی ہے، وہ گریزاں نظر آتا ہے اور اس کی تشنگی علم کے لئے یہی سرمایۂ تسکین ثابت ہوتا ہے کہ اس کا دماغی خلا حقیقی اشیاء کے ان نامکمل اور دھندلے نقوش سے معمور رہے جو الفاظ کا لامتناہی تسلسل پیدا کرتا رہتا اور مٹاتا رہتا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ علم کو "عقل عامہ" کا مترادف سمجھکر حقیقی علم کے ذریعۂ تحصیل کو برباد کردیا جاتا ہے قدرت کے گوناگوں مشاہدات کے لئے کتابوں کو بطور "عینک" بہت کم استعمال کیا جاتا ہے زیادہ تر کتابیں اس کام میں لائی جاتی ہیں کہ "جمال فطرت" کے تابناک جلوے ہماری کمزور آنکھوں اور متساہل طبائع سے پوشیدہ رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا "عالم" ایک "کرم کتب" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ لفظی مسائل کی الجھنوں میں پھنس کر اشیاء کے صرف وہ جھلملاتے نقوش دیکھتا ہے جو بذات خود دیگر لوگوں کے دماغ کا پرتو ہوتے ہیں۔ "قدرت" جب کبھی بے نقاب ہوکر اس کے سامنے آتی ہے تو اس کی عقل و فہم مختل اور ہوش و حواس سراسیمہ ہوجاتے ہیں۔ اشیاء کا اصلی رنگ و روپ جو الفاظ کے لبادوں سے معرّا اور گمراہ کن طویل بیانات سے بے نیاز ہوتا ہے اس کے لئے ایک ایسی ضرب ہے جو اسکی فطرت کے استقلال کو ڈگمگا دیتی ہے۔ موجودات عالم کا تنوع اور تغیرات کائنات کی سرعت اسکی قوت ادراک کو تھکا دیتی ہے — ختم کردیتی ہے اور وہ اپنے اردگرد کی دنیا کی چمک دمک۔ شور و غوغا اور ابدی تغیر و انقلاب سے گھبرا کر مردہ زبانوں کی خاموش یکسانیت۔ و جمود اور "ابجد" کے کم متحرک مگر معقول حروف کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔ اس کا دماغ چونکہ خود اپنی حرکت ضائع کرچکتا ہے اس لئے وہ چاہتا بھی یہی ہے کہ اسے کوئی ایسی دنیا مل جائے جو تبدل و تغیر کے اصول سے مبرّا ہوتاکہ تغیرات

معاملات جدید کی تفہیم کے لئے جب اُس کا دماغ کوشش کرے تو اعتراف عجز نہ کرنا پڑے۔ اور یہ دنیا اُسے کتابوں میں ملجاتی ہے۔ جہاں اس کے قوائے دماغی کو کسی عملی مشقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ ایسا چاہتا ہے تو اس کی یہ تمنا بھی مطابق فطرت ! بُزدل اور مُردہ انسانوں کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ "مجھے آرام کرنے دو"۔ آپ کسی مفلوج شخص سے تو یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ کرسی سے کود پڑے اور اپنا عصا پھینک دے یا اپنی چارپائی اٹھائے اور چلنے لگے۔ لیکن ایک "عالم" سے کبھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی کتاب پھینک دے اور بذات خود کچھ غور و فکر کرے۔ کتاب سے وہ محبت کرتا ہے محض اس لئے کہ یہ اس کے ذہن کے لئے "سہارا" ہے۔ "عصا" ہے۔ کتاب سے جدا ہو جانا اس کے لئے اتنا ہی دہشت انگیز ہے جتنا کسی کرہ بے ہوا میں چھوڑ دیا جانا۔ عام لوگ خدا کی دنیا میں ہر جگہ اور ہر فضا میں زندگی بسر کر سکتے ہیں لیکن وہ محض "کتابی فضا" میں ہی سکتا ہے۔ وہ دوسرے لوگوں سے عقل کا سائل ہے۔ وہ کوئی بھی اپنا ذاتی "خیال" نہیں رکھتا اور اس لئے دیگر انسانوں کے خیالات کے سہارے جینے پر مجبور ہے۔ جس طرح شراب کی گرسنگی آفرینی خود معدے کی قوت تحلیل غذا کو برباد کر دیتی ہے اسی طرح اپنے دماغ کے علاوہ دیگر ذرائع سے خیالات فراہم کر لینے کی عادت فہم و ادراک اور تخیل کی قوتوں کو ضعیف کر دیتی ہے۔ جب قوائے دماغی کو استعمال نہیں کیا جاتا روایات و مسلمات کے اثرات سے مجبور کیا جاتا ہے تو وہ مضمحل کمزور اور خیال و عمل کے لئے ناکارہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان امور کے مد نظر اگر عالمانہ تساہل و جہالت کی زندگی بسر کرنے سے کسی پر پژمردگی اور اضمحلال مستولی ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اسکی زندگی عبارت ہوگی صرف اس بے کیف شغل مستقل سے کہ وہ سطور و الفاظ پر جو حقیقتاً ایک "نامعلوم زبان" سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے نگاہ جمائے رہے اسوقت تک کہ اس کی آنکھوں کے دروازے اطلاً دماغی خلا پر بند ہو جائیں اور کمزور ہاتھوں سے کتاب چھٹ کر نیچے گر پڑے ! زندگی کو اس طرح نیم خواب و نیم بیداری میں گذار دینے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ انسان حقیر ترین کسان و مزدور بن جائے تاکہ دن بھر سخت و گرم دھوپ میں عرق ریزی کرنے کے بعد رات بھر "جنت" میں سوئے ! "عالم مصنف" و "عالم قاری" مصنف کی تصنیف پڑھتا ہے۔ اسی طرح مصنف کسی اور مقام سے نقل کرتا ہے۔ "عالم مصنف" مزدور ہوتا ہے اگر اس سے کوئی "اوریجنل" تصنیف طلب کی جاتی ہے تو اس کا دماغ چکرا جاتا ہے اور اسے یہ بھی پتا نہیں رہتا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ مستقل قارئین کتب تصاویر کے ان "ابدی نقالوں" سے مشابہ ہیں جو جب کبھی کوئی تصویر بذات خود بنانا چاہتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ قدرت کی حقیقی اشیا کے نقوش بنانے کے لئے ان کی نگاہ تیز۔ ہاتھ مستقل اور رنگ چمکدار نہیں۔

جو شخص اداری تعلیم کے مختلف مدارج سے گذر چکا ہے اور ہنوز بیوقوف نہیں بنا۔ اُسے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اُسکی صحت ہوش خطرے سے بال بال بچ گئی ہے۔ یہ ایک قدیم مقولہ ہے کہ جو بچے مدارس میں "درخشاں" رہتے ہیں وہ بڑے ہو کر دنیا میں داخل ہونے کے بعد زبردست شخصیت کے مالک ثابت نہیں ہوتے۔ حقیقت یہ ہے جو چیزیں بچے کو اسکول میں سکھائی جاتی ہیں اور جن پر اس کی کامیابی کا انحصار ہوتا ہے وہ ایسی چیزیں ہیں جو دماغ کی اعلیٰ ترین یا مفید ترین قوا کا استعمال و تحریک نہیں چاہتیں سب سے خاص چیز جو مختلف زبانوں اور جغرافیہ ریاضی وغیرہ کے اسباق کو رٹنے اور زبانی دہرانے میں متحرک و مستعمل ہوتی ہے وہ قوت حافظہ ہے (اور وہ بھی حقیر ترین قسم کی) لہذا اگر بچہ اس قسم کا حافظہ رکھتا ہے جو اسباق کے علاوہ اُن دیگر مشاغل کی طرف مائل ہیں جو اُس کی طفلانہ توجہات و خیالات پر مضبوط تر اور زیادہ فطری حقوق رکھتے ہیں تو وہ یقیناً مدرسہ میں سب سے اعلیٰ طالب علم ثابت ہو سکتا ہے۔ قواعد کی پریشان کن پیچیدگیاں اور حساب کے بے کیف اصول دلیرانہ ایک دس سال کے تندرست مبتدی کے لئے کبھی صحیح معنی میں کوئی جاذبیت پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دوسروں کی طرف سے جبراً یہ کام اس پر عائد کر دیا جائے یا دیگر چیزوں میں لطف و تفریح کا فقدان کبھی اُس کو ادھر متوجہ کر دے ایک بیمار جسم اور مضمحل دماغ

۲ بالکل ایک ہی سی چیزیں ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ جسطرح قاری مصنف

طالب علم جس کو محض جو کچھ بتایا جاتا ہے یاد رہتا ہے اور جس کے پاس اشیاء میں تمیز کرنے کی اہلیت دماغی ہے نہ بذات خود حفظ اندوزی کا جوش عام طور پر اپنی جماعت میں سب سے اعلیٰ پایا جائیگا۔ اس کے برعکس اسکول میں ناکارہ اور بدشوق بچہ وہ کہلاتا ہے جو تندرست ہے اور ایک پرجوش فطرت رکھتا ہے ــــ جو اپنے اعضاء کا استعمال آزادی و ہوشیاری کے ساتھ کرسکتا ہے ــ جو اپنے خون کے دوران اور دل کی ضربات کو محسوس کرتا ہے ــــ جو ایک ہی سانس میں ہنسنے اور رونے دونوں کے لئے مستعد نظر آتا ہے ــــ جو گیند یا تیتری کے تعاقب کا شائق ہے کھلی میدان کی ہوا کو اپنے چہرہ پر محسوس کرتا ہے ــــ میدان کی طرف دیکھتا ہے یا پھر آسمان کی طرف ــ پیچدار راستے پر چلتا ہے ــــ یا جو بچے اور مٹنے کی کتابوں پر او نگھنے ــــ اپنے استاد کی طرح فرسودہ و افسردگی آفرین اشعار دُہرانے ــــ گھنٹوں لکھنے کی میز کے قریب بندے بیٹھے رہنے اور خاص خاص موقع پر اپنے وقت و لطف کو ضائع کرنے دینے کے صلے میں چھوٹے چھوٹے انعامی تمغہ جات حاصل کرلینے سے بہتر یہ سمجھتا ہے کہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کے چھوٹے سے چھوٹے جھگڑوں میں شوق و ذوق کی پوری مدت کے ساتھ شریک ہو۔ یہ درست ہے کہ جو چیز بچوں کو معمول کے اسباق یاد کرنے اور تعلیمی انعامات حاصل کرنے سے باز رکھتی ہے اس میں نااہلیت و حماقت کا بھی ایک حصہ شامل ہے لیکن اکثر جسے حماقت و نااہلیت سمجھا جاتا ہے وہ فقدان دلچسپی ہوتا ہے یا کسی ایسے معقول طریقہ کی کمی بغیر احساس جبر خیال و توجہ کو مدرسہ کی تعلیم کے خشک و مہمل شغل میں منہمک کرا سکے۔ جس طرح انتہائی کند ذہن بچے مدرسے کی اس مزدوری و مشقت " سے بھی کچھ نہیں سیکھ سکتے۔ اسی طرح اعلیٰ ترین دماغی اوصاف کے بچے اس کے بغیر ہی سب کچھ حاصل کرلیتے ہیں۔ دنیا کے اعلیٰ ترین اہل عقل و فہم کبھی اسکول یا یونیورسٹی میں ممتاز ترین نہیں رہے۔ سرگرم و تندرست تخیل نے مدرسہ کی پابندیوں کو کبھی قبول نہیں کیا۔ چنانچہ گرےــ کالنس ــ اور گولڈ اسمتھ مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ ایسے لوگ مدرسے کی پابندیوں کے " فوائد" سے بے نیاز ہوتے ہیں اور اپنے آزاد تخیل کو مطیع و منقاد بنا دینا ان کے نزدیک فطرت کی تذلیل ہوتی ہے۔ ایسی عقل و فراست جو "الفاظ" کی تخم ریزی کے لئے موزوں ہوتی ہے مگر جس میں "اشیاء" کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا ایک خاص قسم اور ایک خاص درجہ سے تعلق رکھتی ہے درمیانی قسم کی قوت دماغی اور فقدان ضعف اخلاقی دونوں مل کر ایک ایسی کشت زار بناتے ہیں جس سے کامیاب ترین اہل قلم پیدا ہوتے ہیں۔

علم (الکتابی علم) اُس چیز کے علم کا نام ہے جو عام طور پر نامعلوم ہے اور جو محض کتب یا دیگر مصنوعی ذرائع سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس چیز کا علم جو ہمارے سامنے ہے یا ہمارے اردگرد موجود ہے ــــ جو ہمارے تجربہ ــ جذبات ــ مشاغل ــ قلوب اور کاروبار کو اپیل کرتی ہے۔ علم (چہ مصطلحہ مقصد) نہیں۔ علم وہ ہے جسے عالم کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ شخص سب سے زیادہ عالم ہے جو "حیات عامہ" اور "مشاہدات واقعی" سے بعید ترین شئے کو جانتا ہے ــــ جو ایسی چیز سے واقف ہے جو عملی زندگی میں سب سے کم مفید اور تجربہ کے دائرے سے سب سے زیادہ دور ہے اور جو سب سے زیادہ درمیانی مدارج سے گذرتی ہوئی ہم تک پہونچتے پہونچتے انتہائی طور پر غیر یقینی ــ دشوار و متضاد ہوچکی ہے۔ ایسا علم غیروں کی آنکھوں سے دیکھنے ــ غیروں کے کانوں سے سننے اور اپنے ایمان و اعتقاد کی بنیاد غیروں کی فہم و قیاس پر قائم کرنے کے مترادف ہے ایک عالم فخر و ناز کرتا ہے اس پر نہیں کہ اُسے "انسان اور اشیاء" کا علم ہے بلکہ اس پر کہ وہ "اسماء و تواریخ" سے وقوف رکھتا ہے۔ اُسے اپنے نزدیک ترین ہمسایہ کا خیال ہے نہ فکر مگر دور افتادہ اقوام کے عروج و زوال کی داستان اُسے ازبر ہے اگرچہ وہ قسطنطنیہ اور پیکن کے طول و عرض کی پوری معلومات رکھتا ہے لیکن خود اپنے محلّے سے دوسرے محلّے تک کے راستے سے واقف نہیں ہوتا۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا قدیم ترین دوست بدمعاش ہے کہ بیوقوف مگر ہر ایک اہم "تاریخی شخصیت" پر ایک شاندار لیکچر دے سکتا ہے۔ وہ یہ بتانے سے معذور ہے کہ کوئی خاص شئے سیاہ ہے یا سفید۔ مدور ہے کہ مربع۔ لیکن پھر بھی وہ "الوانیات" وغیرہ کا ایک زبردست ماہر تسلیم کیا جاتا ہے۔ جس شئے پر وہ بحث

وجاحت کرتا ہے اس سے وہ انتہائی واقف ہوتا ہے جتنا کہ ایک نابینا انسان رنگ کے اقسام سے ۔ وہ سادہ سے سادہ سوال کا جواب باصواب نہیں دے سکتا۔ نہ اس کی رائے ہر اس معاملہ میں جو حقیقتاً اس کے سامنے ہوتا ہے درست ہوتی ہے مگر بایں ہمہ وہ ان تمام معاملات میں جن کے متعلق کوئی انسان قیاس کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے کچھ معلوم نہیں کر سکتا خود کو نا قابل خطا و سہو منصف بنا تا ہے ۔ وہ تمام مردہ زبانوں اور بیشتر زندہ زبانوں کا ماہر ہوتا ہے لیکن خود اپنی مادری زبان روانی کے ساتھ لکھ سکتا ہے نہ بول سکتا ہے ۔ ڈاکٹر بیر نے جو اپنے زمانے میں یونانی زبان کا دوسرا بہترین عالم تھا اس قسم کے لوگوں میں شامل ہے وہ ملٹن کے لاطینی طرز نگارش میں سیکڑوں لغزشیں بے نقاب کرتا ہے لیکن خود اس کی تحریر میں بامحاورہ وسلیس انگریزی زبان کا ایک جملہ بھی نہیں ۔

ایک "عالم محض" جو کتابوں کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا خود کتابوں سے بھی لازماً نا واقف رہتا ہے ۔کتابیں اپنا استعمال خود نہیں بتاتیں۔ وہ شخص کسی تصنیف کو کیا سمجھ سکتا ہے جو اس کے "نفس مضمون" کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا ؟ "ہمارا عالم" کتابوں کا اس حد تک علم رکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مادے سے بنتی چلی آئی ہیں ۔ وہ اُن لوگوں کی کورانہ تقلید کرتا ہے جو دوسروں کی کورانہ تقلید کر چکے ہیں ۔ وہ ایک لفظ کا ترجمہ دس مختلف زبانوں میں کر سکتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ "لفظ" درحقیقت کس "شے" کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ اپنے دماغ کو ایسی اسناد سے جو خود دیگر اسناد پر قائم ہیں ـــ ایسی روایات سے جو دیگر روایات سے روایت کی گئی ہیں ۔بھر لیتا ہے اور اپنے ہوش و حواس ۔عقل و فہم اور دل و دماغ کے دروازے مقفل کر لیتا ہے ۔ وہ دنیا کے طور و طریقہ سے ناواقف محض ہوتا ہے ۔انفرادی طبائع کی نبض شناسی اُسے نہیں آتی ۔ وہ "فطرت" اور "مصوری" میں کوئی حسن و جمال نہیں پاتا۔ "چشم و گوش" کی زبردست دنیا اس کے لئے پنہاں ہوتی ہے اور ایک راستہ کو چھوڑ کر علم کے تمام دروازے اسکے لئے بالکل بند ہوتے ہیں اس کا غرور و پندار اس کی جہالت کا ساتھ دیتا ہے ۔جس قدر ان اشیاء کی تعداد بڑھتی جاتی ہے جن کی قیمت و اصلیت وہ نہیں جانتا اور جن سے اسی لئے وہ نفرت کرتا ہے اسی قدر اُس کے زعم باطل میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ۔تصاویر کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا ۔ اُن کی ہستی اُسکو "مردہ مکتوب" کی طرح کبھی محسوس نہیں ہوتی ـــ ایسا ہونا بھی ضروری ہے ۔کیونکہ اس کے پاس کارخانۂ قدرت کی ان اشیاء کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ہی نہیں ہوتیں جن کی تصاویر بنتی ہیں ۔ روبن کی بنائی ہوئی "بن گھٹ" کی تصویر یا کلاڈ کا مشہور نقش "سحر زدہ قصر" اس کے کمرے میں مہینوں بھی آویزاں رہے تو وہ ذرا بھی خیال نہ کرے گا اور اگر آپ اُسے ان تصاویر کی طرف متوجہ کریں گے تو منہ پھیر لے گا ۔ "فطرت" کی زبان یا مصوری کی زبان دچونکہ مصوری خود ایک دوسری "فطرت" ہے وہ نہیں سمجھتا ۔موسیقی سے بھی وہ بالکل ناآشنا ہوتا ہے ۔ ماہر ترین نغمہ نواز سے لے کر پہاڑوں اور میدانوں کے بانسری والے چرواہے تک موسیقی اس کے لئے ایک بے کیف شے ہوتی ہے ۔ اس کی سماعت کتابوں تک محدود ہوتی ہے ۔مختلف السنۂ عالم کی آواز اور مدرسہ کی تعلیم کا شور و ہنگامہ اس کے کانوں کو بے حس کر دیتا ہے ۔کیا وہ شاعری کے متعلق کچھ جانتا ہے ؟ وہ اس سے واقف ہے کہ "عروض" کیا شے ہے "تمثیل" میں ایکٹ کا شمار کتنا ہوتا ہے ۔لیکن جو چیز "روح" و "جان" ہے وہ اس کے لئے یکسر نامعلوم ہے ۔ وہ ایک یونانی نظم کو انگریزی زبان کا جامہ پہنا چکا ہے ۔ ایک لاطینی نظم کا ترجمہ یونانی زبان میں کر سکتا ہے لیکن یہ امر کہ وہ نظم کسی قابل بھی تھی کہ نہیں وہ نقادوں پر چھوڑ دیتا ہے ۔ کیا وہ زندگی کے عملی و واقعی پہلو کو اصولی پہلو سے زیادہ جانتا ہے ؟ ـــ نہیں ! وہ ہاتھ یا مشین کے کسی فن سے واقف نہیں ہوتا ۔کسی قسم کی تجارت و کاروبار کا کچھ علم نہیں رکھتا ۔ "ذہانت و اتفاق" کا کوئی کھیل نہیں جانتا ۔ وہ جراحی ۔ زراعت ۔معماری ۔ آہنگری وغیرہ سے قطعاً نابلد ہوتا ہے ہمارا "عالم" کسی فن کے متعلق کوئی آلہ بنا سکتا ہے نہ بنے ہوئے آلہ کو استعمال کر سکتا ہے ۔ وہ کھیل کود ۔شکار وغیرہ میں بالکل "اناڑی" ثابت ہوتا ہے ۔ تمام علوم و فنون کا ایک زبردست پروفیسر اپنے کسی علم و فن کو عمل میں منتقل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ انسائیکلو پیڈیا میں ان میں سے ہر ایک پر

ایک مقالہ لکھ سکتا ہے۔ اُسے اپنے ہاتھ پاؤں کے استعمال پر اختیار کلی نہیں ہوتا۔ نہ وہ بھاگ دوڑ سکتا ہے نہ تیر سکتا ہے۔ اور ان تمام لوگوں کو ذلیل سمجھتا ہے جو ان فنون کے ماہر ہوتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان فنون میں سے کسی ایک کو سیکھنے کے لئے ایک موزوں طبیعت اور خدا داد اوصاف رکھنے والے انسان کو بھی ایک زمانہ درکار ہوتا ہے۔ ہمارا "عالم" اپنے "علم" سے انتہائی فائدہ یہ حاصل کر سکتا ہے کہ تکلیف دہ پیہم مطالعہ کے بعد کسی ادارے کی اعلےٰ ترین ڈگری حاصل کر لے اور باقی زندگی کھانے پینے اور سونے میں صرف کر دے۔

"دائرۂ علم" کی اس تنگی کا راز بالکل صاف ہے انسان جو کچھ واقعی سمجھتا ہے — "جانتا" ہے اس کے حدود بہت مختصر ہیں۔ روزانہ زندگی کے معاملات و تجربات میں وہ سب کچھ جو محض اتفاق یا کسی خاص مقصد کے سلسلے میں ہمارے وقوف میں آ جاتا ہے۔ ہمارا اصلی "علم" ہوتا ہے باقی سب دنیا فریبی اور سراب نمائی ہے عام لوگ اپنے اعضاء کا استعمال آزادی سے کر سکتے ہیں کیونکہ وہ "اپنی" ذہانت یا محنت کے ذریعہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ اپنے کام کو بخوبی سمجھتے ہیں اور جن لوگوں کے ساتھ ان کا ربط و ضبط رہتا ہے ان کے کردار سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں کیونکہ ایسا ان کے لئے اشد ضروری ہے۔ اپنے جذبات ادا کرنے کے لئے ان کی زبان میں طاقت و روانی ہوتی ہے اور انقباض و انبساط کے لئے ارادے کے ماتحت ایک فطری اظہار ہوتا ہے۔ ان کی گفتگو میں "علمیت" کا وہ سحر آفریں رنگ نہیں ہوتا جو زندہ زبان کو بھی مردہ بنا دیتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں صاف و صحیح اور کہتے اس طرز سے ہیں جو دماغ اور فطرت انہیں بتاتی ہے۔ اسی لئے ان کی گفتگو جدت و دلچسپی سے معمور ہوتی ہے آپ اگر کسی "میخانے" کے پُرشور و سرگرم مباحث کو بغور سنیں گے تو یقیناً اس میں "دارالعوام" (House of Commons) کی خشک مجلس سے زیادہ صداقت کی باتیں ملیں گی ایک چھوٹے سے گاؤں کی سن رسیدہ عورت کردار شناسی میں خوب ماہر ہوتی ہے اور جب کسی کردار کو مثالوں کے ذریعہ سمجھانا چاہتی ہے تو اپنے زمانے کی "کہی سنی تاریخ" میں سے ایسے ایسے لطائف بیان کرتی ہے کہ مثال زندہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف یونیورسٹی کی ایک گریجویٹ لڑکی کبھی اسی امر کی کوشش کرے گی تو اپنے زمانے کے ناولوں اور طنزیہ نظموں کی روشنی کا سہارا تلاش کرے گی لیکن پھر بھی اُس کی گفتگو بے جان اور خشک معلوم ہوگی۔ کردار شناسی میں شہر کے باشندے یقیناً بہت نااہل ثابت ہوتے ہیں جس کی وجہ منطق کی "نیم پوشیدگی" ہے۔ اہلِ دیہات انسان کی محض ذاتی تاریخ ہی سے واقف نہیں ہوتے بلکہ اس کے آبا و اجداد کے اوصاف و معائب کی روشنی میں اس کے کردار کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہمارا "عالم" گاؤں میں ہو یا شہر میں اس معاملہ میں بالکل بیکار ثابت ہوتا ہے۔ سوسائٹی کے عام افراد میں وہ "حسِ عامہ" موجود ہوتی ہے جس سے ہر زمانے کے "عالم" محروم رہے۔ عوام جب کبھی معاملات میں ذاتی فیصلے سے کام لیتے ہیں صحیح راستے پر ہوتے ہیں لیکن جب اپنے نابینا لیڈروں کی پیروی کرتے ہیں تو ہمیشہ سخت ترین غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

مختصر یوں سمجھئے کہ سوسائٹی میں بہترین معقول انسان وہی ہیں جو عملی زندگی بسر کرتے ہیں — جو "ممکنات" کی اُلجھنوں سے آزاد ہو کر موجودات کے مشاہدات سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ چیز جسے مذاقِ سلیم کہا جاتا ہے خواتین میں اکثر مردوں کی بہ نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔ وہ "زعمِ باطل" اور "اُصولیات" کی پیچیدگیوں سے نسبتاً آزاد ہوتی ہیں اور ان کی ہر رائے براہ راست ان تاثرات کا نتیجہ ہوتی ہے جو ان کے دل و دماغ پر مشاہدات سے بے اختیارانہ مرتسم ہوتے ہیں — یہی وجہ ہے کہ اکثر اُن کا فیصلہ مطابقِ فطرت و صداقت ہوتا ہے وہ غلط استدلال نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ استدلال کرتی ہی نہیں۔ وہ اصول کے ماتحت غور و فکر اور بحث و مباحثہ نہیں کرتیں اور اس نے عام طور پر اُنکی زبان میں زیادہ سلامت و روانی۔ نزاکتِ ادا و شیریں ہوتی ہے۔ جب کبھی وہ اپنی سہیلیوں کو خطوط لکھتی ہیں تو ان کا طرزِ نگارش بیشتر مصنفین سے اچھا ہوتا ہے۔

غیر تعلیم یافتہ اشخاص اپنے اندر ایجاد و اختراع کا مادہ بیشتر رکھتے ہیں اور تعصب سے ممکن ترین حد تک آزاد ہوتے ہیں۔ شیکسپیئر ایک غیر تعلیم یافتہ دماغ کا مالک تھا مگر اُس کا تخیل تازہ و جدید اور نظریات متنوع ہیں۔ ملٹن عالمانہ ذہنیت رکھتا تھا لیکن اس کے خیالات و احساسات پیچیدگی سے مملو ہیں۔ شیکسپیئر نے اسکول میں "نیکی" کی موافقت اور "بدی" کی مخالفت میں مضامین نہیں لکھے تھے یہی وجہ ہے کہ اُس کی "تمثیلات" کی جاندار ادا اخلاقیات کے زیور سے آراستہ نظر آتی ہے۔ اگر ہمیں انسانی "علم" کی بے مائیگی دیکھنا ہے تو شیکسپیئر کے نقادوں کا مطالعہ کرنا چاہئے!

(ہیزلٹ) (عاصی عثمانی)

رومانیت اور زندگی

جذبۂ رومانیت شاذونادر ہی اس درجہ صلاحیت پسند ہوتا ہے کہ اس کی مضطرب ذات عملی جامہ میں ملبوس ہوسکے۔ اگر محتاط طبیعتیں ضبط و تحمل۔ صبر و استقلال سے اس بات کی سعی بھی کریں تو یہ امر یقینی ہے کہ وہ جامہ اس ہمہ گیر جذبہ پر اسقدر تنگ ہوگا کہ یا تو خود مسک جائیگا یا رومانیت کو مسخ کر دے گا۔

رومانیت ہوش و خرد کو مسحور کرلیتی ہے۔ آلامِ روزگار سے بے نیاز۔ دی روز و فردا کی قیود سے مستغنی اُس کا صید گلشنِ رومانیت میں گلگشت کرتا رہتا ہے۔ اس پُرکیف اور سحر آفریں فضا کے علاوہ اور تمام کیفیات اس کے دل و دماغ سے محو ہوجاتی ہیں۔ البتہ گلشن کے تحفظ کی آرزو اس کے رگ و پے میں موجزن ہوجاتی ہے۔ لیکن جسقدر یہ جذبہ تحفظ خودی ہوتا ہے اسی نسبت سے گلشن کی بربادی بھی قریب تر محسوس ہوتی ہے۔ خوفِ جدائی۔ غیر اطمینانی۔ غیر اعتمادی۔ ایک ناقابلِ بیان پریشانی۔ سکون و اطمینان و بے نیازی کی جگہ لے لیتی ہیں۔ مگر ان سے زندگی میں تلخی پیدا نہیں ہوتی بلکہ رومانیت کی حیات انہیں کیفیات پر موقوف ہے۔ یہی سکون شکن جذبات اس کو اتنا پُرکیف بنا دیتے ہیں کہ ایک سادہ لوحِ دل اس میں بقائے دوام دیکھنے لگتا ہے۔ نسوانیت اور مردانیت میں دو مختلف بجلیاں پنہاں ہیں۔ طبیعت انکو حرکت دیتی ہے۔ وہ ہم آغوش ہوکر ایک شرر پیدا کر دیتی ہیں۔ جو روحانی کثافت کو خاکستر کردیتا ہے اور دو ہستیوں کو اس طرح منسلک کردیتا ہے کہ ان کا اتحاد دوامی اور ان کا انفصال ناممکن ہوجاتا ہے۔ اس کو عرفِ عام میں ع۔ ش۔ ق سے موسوم کرتے ہیں۔

اور جدید تحقیقات جہاں برق و باد پر حملہ آور ہے۔ وہاں عشق و محبت کی عمیق گہرائیوں میں بھی اپنی عجیب و غریب کارفرمائیوں سے باز نہیں۔ "نفسیات" کی ترقی۔ عشق و محبت کی مہجوری و درماندگی ہوتی جارہی ہے۔ جذباتِ لطیف کو برہنہ منظرِ عام پر لاکران کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ چند دماغ انسانی قلب کی ہر کیفیت کے مطالعے میں منہمک ہیں۔ ان کے انکشافات ضخیم جلدوں میں دنیا کے روبرو پیش کئے جارہے ہیں۔ بلاشبہ مستقبل قریب میں رومانیت کا سینہ چاک اور اس کی ہر کیفیت کی تحلیل کا نتیجہ دنیا کے روبرو پیش ہوگا شاید اسوقت رومانیت عملی جامہ کی متحمل ہوسکے۔ لیکن سوز و گداز۔ دلجوئی و دلگیری۔ کیف و سرور۔ سرمستی و سرشاری۔ سے اس کا دامن خالی ہوگا نہ اس میں دل آویزی ہوگی نہ دل فریبی۔ نہ سرمدی کیفیات ہوں گی جو رومانیت کی روح ہیں۔

(جیواد)

عجیب اتفاق

گوپال داس کتابوں اور لیکچروں کے نوٹوں کی کاپیوں کا متعدد بار مطالعہ کرکے تھک گیا تھا۔ اس نے ان سب کو جمع کرکے رومال میں باندھا اور اسے ایک طرف رکھکر بڑے فکر اور خیال سے ممتحن کے سامنے بلائے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ یہ امتحان کا آخری دن تھا اس نے میڈیکل کالج کی پنج سالہ تعلیم کے دوران میں پہلے کبھی اسقدر فکر اور توجہ سے کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا لیکن یہ آخری منزل تھی اسلئے اس نے سوالات حل کرنے میں بھی نہایت غور و فکر سے کام لیا تھا۔ خوش قسمتی سے پرچے بھی اسقدر آسان تھے کہ ان کے حل کرنے میں اس نے ذرا بھی دقت محسوس نہ کی تھی اس کا دل گواہی دیتا تھا کہ وہ ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ اندریں حالات یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ وہ اپنے دل میں یہ سوچکر خوش ہو رہا تھا کہ نہایت کامیابی اور نیک نامی کے ساتھ امتحان پاس کرنے کے بعد وہ اسی شہر میں پریکٹس شروع کردے گا۔ اور اس طرح فکر معاش اور دیگر دنیاوی تفکرات سے آزاد ہو جائے گا۔ اسوقت تک اُسے ہر قدم پر گوناگوں مصائب اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ اب بہت جلد یہ باتیں داستان پارینہ ہوکر رہ جائیں گی۔

جلد اُسے ممتحن کے سامنے جانا پڑا۔ جس نے سوالات کے پرچہ پر نگاہ غلط ڈالی۔ پھر خود بخود ہی اسے مٹھی میں لے کر گیند سی بنالی جسے اس نے گوپال داس کی طرف پھینک دیا۔

"مسٹر گوپال داس"، ممتحن نے متحیر طالب علم کو گھور کر کہا۔ "کیا تم ہی وہ طالب علم ہو جس نے میرے متعلق یہ کہا تھا کہ میں نمبر دینے میں بہت کنجوس ہوں"؟۔

گوپال داس نے حیرت و استعجاب سے آنکھیں پھاڑ کر ممتحن کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے کس بدخواہ نے اُس کی اس بیہودہ گوئی کی رپورٹ کردی تھی۔ اب اُسے یقین آگیا کہ اس مضمون میں امتیاز کے ساتھ کامیاب ہونا غیر ممکن ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں وہ منحوس اسے فیل ہی نہ کردے۔

"مجھے بہت افسوس ہے"۔ گوپال داس نے مغموم آواز میں کہا۔ "اگر آپ میری اس بیہودہ کلامی سے ناراض ہو گئے ہیں تو میں . . . . . . "

"کیا تم نے یہ بات کہی تھی یا نہیں"؟ ممتحن نے سخت لہجہ میں دریافت کیا۔ "مجھے تمہارا بیان لینے کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی مہلت"۔

"مجھ سے یہ قصور ہو گیا تھا جناب . . . "

"اچھا اب تم جا سکتے ہو"۔ ممتحن نے مسکراتے اور آنکھیں پھڑکاتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد اُس نے بڑے اطمینان کے ساتھ گوپال داس کے نام کے سامنے نمبروں کے خانہ میں بڑا موٹا صفر لکھدیا۔ جسے گوپال داس نے بھی دیکھ لیا۔ اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ زمین گھومنے لگی۔ دماغ چکرا گیا اور کمرہ سے باہر نکلتے ہی وہ بیہوش ہو کر فرش پر آ رہا۔ اس کے ساتھی اسے اٹھا کر اس کے کمرہ میں لے گئے۔ بڑی مشکل سے آدھ گھنٹہ کے بعد اسے ہوش آیا تو وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگا۔ لڑکوں نے ہمدردی کا اظہار کیا اور کہا کہ جہاں ممتحن اپنا ہی استاد ہو وہاں ایسا ظلم ہونا کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ امتحان کے نتائج تو ضرور شاندار ہوں گے لیکن جس کسی لڑکے کے ساتھ ممتحن کو عداوت ہوگی اسکا ناکام رہنا معمولی بات ہے

شام کا وقت تھا۔ شہر کے شوقین مزاج۔ فیشن پرست۔ اوباش اور طالب علم زرق برق لباسوں میں ملبوس لارنس گارڈن کے سبز فرش پر چہل قدمی کر رہے تھے۔ گوپال داس بھی اسوقت وہاں موجود تھا لیکن بےحد مغموم اور رنجیدہ معلوم ہوتا تھا۔ نوجوان۔ لڑکیاں۔ بچے ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہوئے۔ بےحد مسرور۔ دینی و دنیاوی تفکرات سے بالکل آزاد خوبصورت ہرنوں کی طرح کلیلیں بھرتے پھر رہے تھے۔ کہیں کہیں چند خوش نصیب جوڑے ہاتھوں میں بانہیں پھنسائے چہل قدمی کر رہے تھے۔ الغرض ہر طرف محبت اور رومانی فضا مستور تھی۔ گوپال داس نے خود کو خوش ظاہر کرنے کی بےحد کوشش کی مگر وہ اپنے انتہائی رنج کو نہ دبا سکا۔ زندگی اس کے لئے خارستان۔ یا میدان لق و دق تھی۔ محبت کا وجود تک نہ تھا اور راحت و مسرت ایک بھولا ہوا خواب وہ سالہا سال سے بہمت مردانہ افلاس اور تنگدستی کا مقابلہ کر رہا تھا لیکن بدبختی اور بدنصیبی سایہ کی طرح ہر وقت اُس کے دامن سے لگی رہتی تھی۔ سالہا سال سے وہ اپنا خون اور پانی ایک کرکے روپیہ کماتا اور اپنی تعلیم پر خرچ کرتا تھا۔ اسے امید تھی کہ امتحان میں کامیاب ہو جانے کے بعد اس کے تمام مصائب کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اس نے اپنا اور اپنے خاندان کا تمام سرمایہ اس آخری امتحان پر قربان کر دیا تھا۔ اور باوجود محنت و کاوش کامیاب نہ ہو سکا۔ اسوقت وہ اپنے ہم جماعتوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہستی تھی۔ اور اغیار اسے نفرت آمیز حیرت سے گھورتے تھے۔ اندریں حالات زندگی اس کے کس کام کی تھی۔ اس فانی دنیا میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جسے وہ اپنا کہہ سکے۔ اور جس کی خاطر زندہ رہنے کی تمنا ہو۔ اگر اس نے اپنی زندگی کو ختم کر دینے کا آخری فیصلہ کر بھی لیا تو کوئی مغموم نہ ہوگا۔ اسوقت اس کی جیب میں صرف ایک آنہ تھا اور اس کے علاوہ ایک پھوٹی کوڑی بھی اسکی ملکیت نہ تھی۔ اُس نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ وہ یہ اکنّی بھی کسی فقیر یا بھیک مانگنے والے کو دے دیگا۔ اور اس کے بعد۔ ۔ ۔ جو اس دنیا سے تنگ آ گیا ہو اور مصائب کے چکر سے آزاد ہونا چاہتا ہو وہ اپنے اس مقصد میں بآسانی کامیاب ہو سکتا ہے۔ گوپال داس نے اکنّی جیب میں سے نکالی اور اس فقیر کی طرف پھینک دی جو کتنی ہی دیر سے اسے تنگ کر رہا تھا۔

"تیری قسمت کے آسمان پر تاریک گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ تیرے لئے روز روشن میں ہر چہار طرف اندھیرا ہو گیا ہے۔ تو اسوقت دنیا میں سب سے زیادہ مغموم اور رنجیدہ انسان ہے لیکن ہمت نہ ہار کیونکہ تیری زندگی کا آفتاب بہت جلد شان و شوکت کے ساتھ طلوع ہونے والا ہے۔ تو ایک خوشگوار زندگی بسر کرے گا۔ دوست کہیں مرد بھی ہمت ہارا کرتے ہیں۔ آج ہی تیری مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔" فقیر نے دعائیں دیتے ہوئے کہا۔

گوپال داس زبردستی سے مسکراتے ہوئے عہد کیا کہ وہ ضرور اپنی مصیبتوں کا اسی دن خاتمہ کر دے گا۔ چنانچہ وہ اپنے اس عزم مصمم کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے آہستہ آہستہ لیکن مستقل مزاجی کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا دریائے راوی کے کنارے گیا جہاں وہ ایک طرف کو بیٹھ گیا اور شوقین مزاج لوگوں کے واپس چلے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک گھڑی نے رات کے نو بجا دئے۔ اب اس نے خاص احتیاط سے کپڑے اتارے ان کا ایک بنڈل بنایا اور اُسے وہیں کافی گہرا گڑھا کھود کر مدفون کر دیا۔ بعدہٗ وہ دل ہی دل میں خداوند مطلق سے اپنے گناہوں اور خامیوں کی معافی کے لئے دعائیں مانگتا ہوا دریا میں کودا اور گہرے پانی میں جا کر اپنے تئیں لہروں کے حوالہ کر دیا۔

وہ متواتر ایک گھنٹہ تک بڑی لاپرواہی اور بےفکری کے ساتھ تیرتا رہا۔ اور ہر لمحہ اس مقام سے دور ہوتا جا رہا تھا جہاں اُسے گوناگوں مصائب سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لاہور کا آخری حصہ وہاں سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہ اسوقت بالکل بےآباد اور سنسان جنگل سنسان تھا۔ اس لئے وہاں کوئی اسے موت سے جنگ کرتے ہوئے دیکھنے والا نہ تھا ــــــ وہ بجز موت کا خواہاں تھا لیکن موت کا فرشتہ اُسکی روح

قبض کرنے سے انکاری تھا۔ اور دریا بھی اسے اپنے سینہ میں چھپا لینے کے لئے رضامند نہ تھا۔

چودھویں رات کا چاند بڑی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ نیلے آسمان پر چمکدار ستاروں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ دنیا بہت خوبصورت اور فضا رومانی تھی۔ لیکن انسان ـــــ بے رحم اور بزدل انسان ـــــ نہایت ناگفتہ بہ حالت میں تھا۔ گوپال داس نے اپنے سر پر تنے ہوئے شامیانے پر آخری مرتبہ حسرت بھری نگاہ سے دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کرکے موت کی آغوش میں سو جانے کے لئے تیار ہو گیا اس نے غوطہ لگایا۔ جہاں سے زندہ باہر آنے کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن اسی وقت اس نے کوئی غیر معمولی آواز سنی۔ غالباً کوئی رو رہا تھا؟ نہیں چیخ رہا تھا؟ کیا اس کا دماغ خراب ہو چکا تھا؟ اس کے کان گونج رہے تھے؟ یا کیا یہ آواز کسی انسان کی تھی؟ گوپال داس پانی تھوکتا ہوا سطح پر آیا اور اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ ایسے بے آباد اور سنسان مقام پر ایسے منحوس وقت وہاں رونے اور آہیں بھرنے کے لئے کون آ گیا تھا؟ وہ ابھی کوئی فیصلہ نہ کرنے پایا تھا کہ ایک مرتبہ پھر وہی درد بھری آواز سنائی دی گویا کوئی انسان بے رحم لہروں کے ہاتھوں موت کے پنجہ میں گرفتار تھا۔

گوپال داس بے اختیار ہی اس طرف کو جدھر سے آواز آ رہی تھی تیر گیا۔ تھوڑی دور جا کر اس نے ایک نہایت درد انگیز اور غمگین نظارہ دیکھا۔ اس مقام پر جہاں پانی بری طرح چکر کھا رہا تھا۔ اور جہاں پانی یقیناً اس قدر گہرا تھا کہ ہاتھی بھی ڈوب جائے ایک لڑکی کا چہرہ نظر آ رہا تھا جس کے سر کے بال بے ترتیبی سے ادھر اُدھر پھیلے ہوئے تھے اور ان پر چاند کی روشنی چمک رہی تھی۔ وہ لڑکی آسمان کی طرف نگاہ کئے بے رحم لہروں کی گرفت سے بچنے کے لئے بُری طرح ہاتھ پیر مار رہی تھی۔ گوپال داس نے انتہائی کوشش کی کہ وہ لڑکی کے ڈوب جانے سے قبل ہی اس تک پہنچ جائے۔ اور وہ اس میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے چمکدار اور لمبے لمبے بال اس کی گرفت میں آ گئے جن کو اس نے فوراً پکڑ لیا۔ ان کی مدد سے لڑکی کو بے رحم لہروں کی گرفت سے کھینچ کر اپنے مضبوط کندھوں پر بٹھا لیا۔

"میا پر ماتما" لڑکی نے بے تابی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بیہوش ہو کر گوپال داس کے کندھوں پر لڑھک گئی۔

گوپال داس اپنے نازک اور خوبصورت بوجھ کو بھوکی اور بے رحم لہروں کی پہنچ سے دور ایک بلند اور خشک مقام پر لے گیا۔ جہاں اس نے اسے اپنے کندھوں پر سے اُتار کر ایک طرف کو لٹا دیا۔ اور بڑی بے صبری سے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس وقت بھی دنیا چاند کی چاندنی میں بقعہ نور بنی ہوئی تھی۔ اور فضا میں ایک رومانی کیفیت طاری تھی۔

"شکریہ"۔ لڑکی نے ہوش میں آ کر آہستہ سے کہا۔ "ورنہ آج ضرور یہ دریا میری لحد بن جاتا اور مچھلیاں میرے گوشت و پوست سے شکم پُری کرتیں۔"

"شکریہ کی ضرورت نہیں میں نے کوئی عجیب بات نہیں کی ہے بلکہ بحیثیت انسان اپنا اخلاقی فرض پورا کر دیا ہے۔" گوپال داس نے فوراً جواب دیا اور یہ کہتے ہی اسے اس دن کے واقعات اور خاصکر خودکشی کرنے کی کوشش میں ناکامی کا خیال آیا۔ وہ کتنی ہی دیر تک لب ساکن ان پر غور و فکر کرتا رہا۔ ہر لمحہ اس کی حالت غمگین اور رنجیدہ ہوتی جا رہی تھی لیکن اس نے انتہائی کوشش کے ساتھ اپنے رنج و غم پر فتح پائی اور لڑکی کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا۔

"تم یہاں ایسے بے وقت کیسے آئی تھیں؟"

"میں اپنے والدین اور سہیلیوں کے ساتھ مچھلی کا شکار کھیلنے آئی تھی شام کو واپسی سے قبل نہانے کے لئے دریا میں گئی تھی پیر پھسل گیا اور پانی کی ایک تیز رو مجھے یہاں بہا لائی۔ میری سہیلیوں نے شور مچایا اور مجھے یقین ہو گیا کہ لوگ میری مدد کو آئیں گے اور مجھے بچا لیں گے۔"

"تو کیا کوئی بھی تمہاری مدد کو نہ آیا؟"

"وہ آئے ضرور۔ وہ لوگ دو مرتبہ میرے قریب سے۔ صرف پچاس گز کے فاصلہ پر سے گزر گئے لیکن مجھ میں اس قدر قوت گفتار نہ تھی کہ آواز دیکر اُن کو بلا لیتی۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ ادھر تمہاری نعش کی تلاش میں ضرور آئیں گے۔ ورنہ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اس تہ خستہ حالت میں ہم کس طرح گھر پہونچ سکیں گے۔"

وہ دونوں کتنی ہی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ گوپال داس اس دن کے واقعات اور اپنی پُر از رنج و محن زندگی پر غور کر رہا اور سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح خود کو اس جنجال سے آزاد کرے لیکن وہ کسی قابل عمل نتیجہ پر نہ پہونچ سکا۔ اتنے میں اس لڑکی نے مہر سکوت توڑ دی۔

"مسٹر ۔ ۔ ۔ ۔ مسٹر؟"

"گوپال داس"

"اچھا مسٹر گوپال داس پہلے تو مجھے تمہارا شکریہ ادا کر لینے دو ۔۔۔ کیا میں یہ دریافت کر سکتی ہوں کہ ایسے بے وقت اور ایسی سنسان جگہ اور خاصکر دریا میں تمہاری موجودگی کا کیا سبب؟"

یہ سنکر گوپال داس مسکرانے لگا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر اُس لڑکی نے حوصلہ کر کے پھر دریافت کیا۔

"مسٹر گوپال کیا تم یہ بتاؤ گے کہ جب میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ اور جب بے رحم اور سنگدل لہریں مجھے عدم آباد پہنچا دینے پر آمادہ تھیں تو اس وقت تم کس طرح میری مدد کو پہونچ گئے؟"

جواب میں گوپال داس قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔ گو اس نے رنج و غم چھپانے کی انتہائی کوشش کی مگر جب اس کے خانۂ دل میں آگ لگی ہوئی تھی تو وہ دھوئیں کو کس طرح دبا سکتا تھا۔ اس کے غمگین لہجہ نے راز فاش کر ہی دیا۔ اس لڑکی نے اسے ہنستے دیکھا اور خوف سے کانپنے لگی پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی۔

"مسٹر گوپال داس ۔۔۔ تم ۔۔۔ تم ۔۔۔ خودکشی کرنا چاہتے تھے؟ ڈوب کر مرجانا چاہتے تھے؟"

"اگر تمہیں اسقدر اصرار ہے تو سنو کہ تمہارا خیال صحیح ہے۔ اب خدا کے لئے اس معاملہ کے متعلق اور کوئی بات دریافت نہ کرو۔ مجھے انتہائی رنج ہوتا ہے۔"

"لیکن ۔۔۔ لیکن ۔۔۔" لڑکی نے عاجزانہ لہجہ میں کہا۔ "کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم کیوں خودکشی کرنا چاہتے تھے۔ ممکن ہے کہ میں تمہاری مدد کر سکوں میں ضرور مدد کروں گی۔ کیا افلاس سے تنگ آگئے ہو؟ کیا تم محبت کے خواہاں ہو؟ کیا تم زندگی سے بالکل مایوس ہو چکے ہو؟ یا کوئی اور راز ہے؟ ممکن ہے کہ بتا دینے سے تمہاری مشکلات کا حل معلوم ہو جائے۔ کیا تم اب بھی نہیں بتاؤ گے کہ تم کیوں زندگی کو ختم کر دینے پر تلے ہوئے ہو؟ کیوں رشتۂ حیات منقطع کرنا چاہتے ہو؟"

[redacted]

"لیکن جب قدم قدم پر مصائب مشکلات ۔۔ مایوسیوں اور ناکامیوں سے دوچار ہونا پڑے تو پھر اس کا اور کیا علاج ہوسکتا ہے؟ تم خود غور کرو کہ تمام زندگی کی امیدیں عین اس وقت جبکہ اُن کے بر آنے کا یقین ہو دلدل میں پھانس دی جائیں کچل دی جائیں مسل کر پھینک دی جائیں تو اس وقت تم کیا کروگی؟ تم ہی انصاف سے کہو کہ اب زندگی کس کام کی ہے کہ نہ تو مال و دولت ہے ۔ نہ کامیابی اور نہ کوئی امید ۔۔۔ میں اس دنیا میں کس امید اور کس توقع کے سہارے رہنے کی خواہش کروں؟

"کیا بات ہوئی تھی؟"

"میں نے تمام عمر بدبختی اور بدنصیبی کا مقابلہ کیا ۔ اور اس امید پر کیا کہ محنت مجھے کامیابی سے ہمکنار کرے گی لیکن ایک منحوس صورت انسان نے میرے خوابوں کے مندر کی اینٹ سے اینٹ بجادی ۔ میری امیدوں کو اس طرح کچل ڈالا جیسے ہم چیونٹی کو کچل ڈالیں ۔ اسلئے اب زندگی بیکار ہے ۔ تم خود سوچو کہ اب میں کس امید پر زندہ رہ سکتا ہوں"

گوپال داس نے بیحد رنج و غم سے بےبس ہوکر سر جھکالیا ۔ اس کے چہرہ پر نگاہ ڈالنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس قدر مغموم اور رنجیدہ ہے کہ اس کا اظہار الفاظ میں غیر ممکن ہے ۔ اس لڑکی نے اپنا ہاتھ آہستہ سے لیکن محبت بھرے انداز کیساتھ اسکے کندھوں پر رکھا اور کہا ۔

"مسٹر گوپال داس مجھے تمہاری حالت پر بہت افسوس آتا ہے لیکن کیا کوئی تمہارا پرسان حال نہیں ہے ۔۔ تمہارے ماں باپ ۔ تمہارے دوست جو تمہارے ساتھ ہمدردی کریں اور اس انتہائی قدم اٹھانے سے باز رکھیں؟"

گوپال داس نے اپنے ساتھی کے چہرہ پر نگاہ حیرت ڈالی ۔ لیکن اس کی ہمدردانہ روش نے کسی محبت بھری یاد کو تازہ کردیا جس سے وہ اس قدر مغلوب ہوا کہ اپنے رنج و غم کو نہ دبا سکا ۔

"ماں باپ؟ ایک مدت ہوئی کہ ان کو رو چکا ہوں ۔ اور دوست ۔۔۔ روپیہ والے کے سب دوست ہوتے ہیں اور میرے پاس ایک کوڑی بھی نہیں"۔

چاند اپنے پورے جوبن پر تھا ۔ معلوم ہوتا تھا کہ خواب راحت میں مست دنیا نے نور کا چولا پہن لیا ہے ۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور درختوں کے پتوں میں سے گذر کر ایک مستانہ راگ گارہی تھی ۔ اور قدرتی شامیانے کے زیر جس میں ستارے ہیروں اور جواہرات کی طرح آویزاں ٹمٹمارہے تھے ۔ ایک نوجوان جوڑا بیٹھا دنیا کے نشیب و فراز پر گفتگو کررہا تھا ۔ یہ سین ۔ یہ نظارہ اسقدر روانی ۔ اسقدر دلآویز اور اسقدر جاذب توجہ تھا کہ الفاظ میں ان کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کرنا بے سود اور بیکار ہے ۔

"کیا کوئی تم سے محبت کرنے والا نہیں؟ کیا کوئی ایسا نہیں جو تمہیں اپنا کہہ سکے اور تمہاری مصیبتوں کے وقت تمہارا ساتھ دے؟" لڑکی نے پوچھا ۔ یہ ایک بہت خطرناک سوال تھا ۔ جیسے ہی گوپال داس نے اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی ان دونوں کی نگاہیں لڑ گئیں اور وہ بات جو الفاظ کبھی ادا نہ کرسکتے تھے ۔ اس خاموش پیام نے ۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں ادا کردیا ۔۔۔ یہ جال اسقدر بھدگی سے بچھایا گیا تھا ۔ کہ فانی ہستیوں کا اس سے بچکر نکل جانا قطعی ناممکن تھا ۔ قدرت کاملہ نے ایسے سنسان اور ایسے غیر متوقع حالات میں ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تھا ۔ اور جو اس ملاقات کا مدعا تھا وہ پورا ہوگیا یعنی ۔۔۔۔۔۔

جب لڑکی کی تلاش میں اس کے والدین اور دیگر عزیز اس جگہ پہونچے تو انہوں نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے بالکل قریب خواب راحت میں

مست پایا۔ان میں سے ایک آدمی نے جو لڑکی کا باپ معلوم ہوتا۔لڑکی کا چہرہ دیکھتے ہی انتہائی مسرت اور خوشی سے "یا خدا تیرا شکر ہے" کا نعرہ بلند کیا جس کی آواز سے وہ دونوں بھی بیدار ہوگئے۔

"آخر تم نے ڈھونڈ ہی لیا" لڑکی نے اپنے باپ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھکر کہا۔

"میں تمہیں زندہ اور سلامت پاکر بہت خوش ہوا ہوں۔اور اسقدر مسرور کہ بیان نہیں کرسکتا۔اگر خدا نخواستہ آج میری رگنی دیوی مجھ سے چھین لی جاتی تو بقیہ زندگی وبال جان ہوجاتی۔لیکن یہ —— یہ کون ہے؟"

"گوپال —— میڈیکل کالج کا طالب علم مسٹر گوپال داس۔اگر یہ وقت پر میری مدد نہ کرتا تو یقیناً جی میں غرور لقمۂ اجل بن جاتی اور میرے گوشت و پوست سے مچھلیاں شکم پری کرتیں"۔

"اب میں سمجھا" رگنی دیوی کے باپ نے کہا۔اور وہ فوراً ہی تمام راز کی تہ تک پہونچ گیا۔"مسٹر گوپال داس! میں تمہارا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔رگنی دیوی مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اسقدر عزیز میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔تم نے مجھ پر ایسا احسان کیا ہے کہ تا حیات نہیں بھول سکتا ہوں۔فرمائیے میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا ہوں۔میں تمہارا ہر حکم ماننے کو حاضر ہوں"۔

"مجھے آج اس کا اسقدر معاوضہ مل گیا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں" گوپال داس نے جواب دیا۔

رگنی دیوی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے آئی اور اپنے باپ سے گوپال داس کی مایوسیوں اور ناکامیوں کا ذکر کیا۔

"خدا تمہاری حالت پر رحم کرے۔گوپال داس! کیا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ میں نے تمہیں فیل کر دیا ہے۔تم بھی کیسے فضول آدمی ہو تم تو بہت ہی شریف اور کام کے انسان ہو۔میں نے تو صفر کے ساتھ آٹھ کا ہندسہ بھی لکھا تھا جو غالباً تم نے نہیں دیکھا۔یقین کرو کہ تمام کالج میں تم اول نمبر کامیاب ہوئے ہو"۔

چنانچہ جو کچھ پروفیسر نے کہا تھا وہی ہوا۔لڑکے اب تک اس کی وجہ سمجھنے سے عاجز ہیں۔لیکن اس کا راز غالباً اس بات میں مضمر ہے کہ اب رگنی دیوی خود کو مسز گوپال داس لکھا کرتی ہے ؎

(سیّد محمود مورخ بی۔اے)

"دُورانیاں"

"مادرِ ہند" کی ایک اور کہانی مس میو کی زبانی

ذیل کا افسانہ ترجمہ ہے مس میو کے ایک مختصر افسانہ کا جس میں بوڑھی "مس" صاحبہ کی ناکام افترا پردازی جس کو وہ بزعم خود "افسانہ نگاری" سے تعبیر کرتی ہے کافی حد تک نمایاں کیا گیا ہے۔ ان افسانہ نگاری کی حقیقت اب سے بہت پہلے باخبر اربابِ ہند اور منصف مزاج اصحاب غیر پر بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ بہر حال جب انہوں نے گھڑی ہے تو سب کو سن بھی لینا چاہیئے ::

ذیل کا واقعہ جو من وعن یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا وسط ہند کی ایک دیسی ریاست میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ ریاست بہت چھوٹی سی ہے آبادی بہت کم اور پہاڑ، گاؤں اور شیر بہت زیادہ ہیں جنگلی درخت خود رو پیداوار ساری ریاست میں پھیلی ہوئی ہے۔

ریاست کا راجہ بہت سخت بیمار تھا۔ بیماری مہلک تھی۔ مگر نہ تو ڈاکٹروں سے کچھ علاج ہوسکا اور نہ درباری منجم اور وید کوئی تدبیر کر سکے۔ اور ع۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

بڑی رانی کے کوئی اولاد نہ تھی مگر چھوٹی رانی کے ایک تندرست و توانا بیٹا تھا۔ بڑی رانی راجہ کی بیماری کی طرف سے بہت خائف تھی۔ اور بیوگی کے خیال سے لرز رہی تھی۔ اسی لئے اکثر لوگوں نے اس کو یہ کہتے سنا۔ "کیا میں ایک کونہ میں پڑی ہوئی یونہی عمر بھر روتی دعائیں مانگتی اور فاقہ کشی کرتی رہوں گی۔ اور سوکن ناگن اپنے بیٹے کے بل پر مجھ پر حکومت کرے گی!"

بڑی رانی نے بڑی سرعت کے ساتھ اپنی مدافعت کی ترکیبیں سوچنی شروع کیں اور کچھ سوچکر ایک دن کہا۔ "ہمارے درباری منجم کو بلاؤ۔" منجم آیا اور بڑی رانی کے سامنے ایک پردہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ "تم نے اپنے سے بڑا بھی کوئی ستارہ شناس دیکھا ہے؟" قسمت کا حال بتانے والے کے کانوں میں مخصوص نسوانی آواز آئی۔

منجم نے جواب دیا۔ "نہیں اے گوہر صبح! نہیں۔ مجھ سے بھی بڑھ کر دنیا میں کوئی منجم ہو سکتا ہے؟ کیا پرماتما نے تمہاری عنایت سے مجھ کو منبع العلوم نہیں بنایا مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی رازداں اور نکتہ سنج ہو سکتا ہے؟"

..... "اچھا! تو پھر تم جاؤ اور ویدجی کو یہاں بھیجو۔"

وید (جو جادو اور ٹونے ٹوٹکے کے علاوہ دیسی گھاس پھوس سے علاج کیا کرتا ہے) بے تحاشہ دوڑتا ہوا آیا..... اسقدر تیزی کے ساتھ جس قدر اس جیسا موٹا آدمی دوڑ سکتا تھا..... حتیٰ کہ پردہ کے پیچھے اس کے پھولے ہوئے سانس کی آواز زور زور سے آنے لگی...... "اے وید! تجھے معلوم ہے اپنے سے زیادہ ہوشیار وید جو اس بیمار کا علاج کر سکے ہے" ایک ایسی آواز آئی جیسے ایک خراب سڑک پر چھکڑے کے خشک پہیوں سے پیدا ہوتی ہے وید نے جواب دیا اگر سچ پوچھو اے ملکۂ کوہستان! تو دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں۔"

..... "تم گردن زدنی ہو! نکل جاؤ ابھی یہاں سے ورنہ سزا کا حکم دیدوں گی..... جاؤ میرے پاس نائی کو بھیجو" نائی اس عجلت کے ساتھ پردے کے سامنے آکھڑا ہوا گویا اس کے پر لگ گئے تھے۔

...... "ارے غلام! نوجہان بھر میں ایک؛ وسہرے کے جوڑے لگا تا پھرتا ہے کیا تو نے ایسا عقلمند بھی دیکھا ہے جو جادوگر بھی ہو؟"
ایک ایسی آواز نے پوچھا جو حافظ کو مہمیز دیتی ہے۔

"اے ملکۂ جہاں! میں نے ایک ایسا خدا رسیدہ جوگی دیکھا ہے جو بہت بڑا جادوگر بھی ہے۔ جب پچھلی دفعہ مجھے مہاراج نے چند لوگوں کے ساتھ اپنے راجکمار کی دُلہن ڈھونڈنے کے لئے بھیجا تھا تو اس سفر میں ایک ایسے بزرگ سے ملاقات ہوئی تھی کیا میں اُسے یہاں لاؤں"
نائی نے یہ سب ایسے لہجہ میں ادا کیا گویا دیوتاؤں کی مہربانی سے اس کی ابھی جاں بخشی ہوئی تھی۔

"راجکمار! ۔ ۔ ۔ اوہ!" رانی نے ایک طنزیہ لہجہ میں کہا اور گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے بولی ۔ ۔ ۔ "تو اس جادوگر نے اپنی طاقت کا اظہار کیسے کیا تھا؟"

نائی نے اس کے جواب میں کہا۔ "حضور! جوگی یا تراکو آیا ہوا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ جگہ بہت پوتر تھی اور یاترا کا استھان تھا۔ جوگی نے ایک مقدس حصار کیا اور اپنے چیلوں کے ہمراہ بیٹھکر ویدوں کے اشلوک اور ساحرانہ منتر جپنے شروع کئے۔ پھر ایک چیلے نے جوگی کا کشکول لے کر مجمع میں جمع کرنا شروع کئے۔ جیسا کہ رواج ہے۔ چونکہ جوگی کے پوتر اور مہاتما ہونے کی شہرت دور دور تک پہونچ گئی تھی اس لئے ایک جمِ غفیر ہوگیا اور اس پہنچے ہوئے جوگی کی حرکات بغور دیکھنے لگا۔ جوگی نے مجمع کے اشتیاق کو دیکھکر کہا۔ "انتھک پوجا پاٹ کے بعد اب مجھ میں دیوتاؤں کی مہربانی سے ایسی طاقت آگئی ہے کہ تانبے اور چاندی کو سونا بنا دیتا ہوں۔"

مجمع میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا۔ "مہاراج! کرکے دکھائیے۔" مہاراج نے بآوازِ بلند کہا۔ "جس جس کے پاس سکے ہیں میرے گرد آ بیٹھو اور قیمتی سے قیمتی سکہ جو میرے پاس ہو دے دو۔ پھر میں تمہیں منتر کا اثر دکھاتا ہوں۔" مہاراج نے ایک سکہ لے لیا اور پھر مٹی گوندھ کر ایک ایک مٹی کی گیند میں بند کرکے زمین پر ترتیب وار رکھ دیا۔ جب سب کام مکمل ہوگئے تو جوگی نے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا "دیکھو اب میں منتر جپتا ہوں۔ جن کی تاثیر یہ ہے کہ معمولی دھات کے سکے قیمتی دھات کے سکوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ تم بھی میرے ساتھ ان منتروں کو اپنی زبان سے دُہراؤ اگر ہر ایک نے منتر کا ایک ایک شبدہ ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ ادا کیا اور منتر ختم ہوگئے تو پھر میں ان مٹی کی گیندوں کو توڑوں گا۔ اور ان میں سے سونے چاندی کے سکے برآمد ہو جائیں گے۔ جس نے تانبے کا سکہ دیا ہے اسے چاندی کا مل جائے گا اور جس نے چاندی کا دیا ہے وہ سونے کا سکہ لے کر جائے گا۔ لیکن دیکھو میں تمہیں سمجھائے دیتا ہوں کہ کوئی شخص اپنے دل میں ایک سیاہ منہ اور سفید جسم والے بندر کا دھیان نہ لائے ورنہ منتر کا اثر نہ ہوگا۔ میں پھر تنبیہ کرتا ہوں کہ کسی کے دل میں ایسا خیال ہرگز نہیں آنا چاہئے ورنہ منتر کا اثر زائل ہو جائے گا۔"

"پھر کیا ہوا؟" مضطرب رانی نے گھبرا کر پوچھا۔

نائی نے پردہ کے پیچھے سے جواب دیا۔ "ہوا کیا؟ بس جوگی مہاراج نے منتر پڑھے اور مجمع نے دُہرائے مگر جب اس نے مٹی کی گیندیں توڑیں تو سکے جوں کے توں تھے تانبے کے سکے تانبے کے رہے اور چاندی کے چاندی ہی کے۔ مگر جوگی غصہ میں لال پیلا ہوگیا اور بگڑ کر بولا۔
"کسی کُتے کے پِلّے نے سیاہ منہ کے بندر کا تصور کیا تھا! کیا میں نے منع نہیں کر دیا! افسوس کہ اس نے اپنی ناکارہ حرکت سے میرے ایسے زبردست منتروں کا اثر خراب کر دیا۔ بتاؤ کون تھا؟ اقرار کرو تم میں سے کوئی تھا؟"

ایک شخص نے بہت ڈرتے ڈرتے کہا۔ "ہاں! حضور! مجھ میں کمزوری آگئی تھی باوجود انتہائی کوشش کے یاد آتا رہا کہ مجھے ایک سیاہ

منہ کے بندر کا تصور دل میں نہیں لانا چاہئے۔ مگر افسوس کہ ایسا ہی ہوا"

پھر جوگی کے چیلوں نے جو پہلے ہی ناراض ہو رہے تھے سب سکے اپنے گرد کے کشکول میں جمع کر لئے اور مجمع نے ان سب کو کنکریوں پتھروں اور طمانچوں کی بارش کرکے فوراً منتشر کر دیا۔

"بے شک یہ بہت بڑا جادوگر تھا" بڑی رانی کی آواز آئی۔ "اچھا شنبرجی اب تم میری سانڈنی لے جاؤ اور جہاں وہ جوگی ملے فوراً اسے یہاں لے کر آؤ۔ شاید وہ ہمارے مہاراج کو اچھا کر سکے"۔

شنبرجی فوراً روانہ ہوگیا اور ڈھونڈ کر اس جادوگر کو لے آیا۔

بڑی رانی (جن کے تیکھے اور تیوروں کے اتار چڑھاؤ سے بڑے بڑے بہادر کانپا کرتے تھے اور جن کو دیکھ کر جری لوگوں کے دل ہل جاتے تھے) بہت عمدہ کپڑے اور زیورات پہن کر اپنے پلنگ پر لیٹے لیٹے کراہتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو ایسے ساحر کو فوراً میرے پاس لاؤ۔ مجھے اس کی ضرورت ہی تھی"۔ چنانچہ جوگی بلایا گیا۔ اور اس نے راجہ کے پاس کھڑے ہو کر اسے سر سے پاؤں تک خوب دیکھا۔ اور کہا تمہاری قسمت کا حل میں نے ابھی ستاروں میں دیکھا ہے۔ اے دھرتی کے راجہ!.... صرف ایک چیز تمہاری جان بچا سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تمہاری رعایا میں سے کسی ایک کی جان لے کر تمہارے جسم میں حلول کر دی جائے گی۔ جس سے تم میں صحت و توانائی فوراً عود کر آئے گی۔ "سوائے ناگن" کے بیٹے کی زندگی کے اور کس کی زندگی یہاں کارآمد ہو سکتی ہے۔ بڑی رانی نے دل ہی دل میں سوچا اور اپنی زرکار ساری کا آنچل چہرہ پر ڈال تاکہ چہرہ اور آنکھوں کی اندرونی مسرت کا اظہار نہ ہونے پائے۔

"میرا پلنگ باہر کے صحن میں لے جا کر بچھاؤ! اور میرے سامنے محل کے تمام آدمی صف بستہ لا کر کھڑے کرو"۔ راجہ نے حکم دیا وہ درد و کرب سے چلا رہا تھا۔ محل کے تمام آدمی جن کی تعداد کوئی دو سو سے بھی زائد تھی اور جن میں مرد۔ عورتیں۔ اور بچے سب ہی شامل تھے سامنے لا کر کھڑے کئے گئے۔ اور راجہ جس کی ڈاڑھی چڑھی ہوئی تھی پلنگ پر اٹھ کر بیٹھا۔ تاکہ سب کی نظریں اس پر پڑ سکیں اور وہ سب کو دیکھ سکے اور اس نے نہایت نحیف آواز میں بمشکل سنی گئی کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیزو! اگر تم میں سے کوئی اپنی جان میرے لئے دینے کو تیار نہ ہوا تو میں مر جاؤں گا"۔

مجمع میں کانا پھوسی ہونے لگی آخر چھوٹی رانی نے اپنے بچے کو زمین پر کھڑا کیا اور گلاب کے کھلے ہوئے شگوفہ کی مانند اس کے ننھے ننھے ہاتھوں کو مہاراج کی جانب بڑھا کر کہا۔ "لیجئے! میری زندگی کا یہ بیش قیمت سرمایہ آپ کے چرنوں میں ہے میرے دھرم پتی"! اور یہ کہکر بیہوش ہوگئی لیکن قبل اس کے کہ یہ معصوم ننھی روح راجہ کے پلنگ تک پہنچ سکتی کسی نے اسے پکڑ کر پیچھے ہٹا دیا اور محل کی ایک خادمہ آگے بڑھی اور اپنے لڑکے کو مہاراج کے پلنگ کے قریب کر کے "پتا مہاراج! ہمارے آقا! یہ نذر ہے.... حاضر ہے"! وہ چلائی "حضور بچہ بچہ ہر ایک کا برابر ہے پھر حضور کو اس کی بھینٹ قبول کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے! پھر راجہ کو اس کے کمرہ میں لیجایا گیا رات کو ایک بند کمرہ میں جادوگر نے منتروں چراغوں وغیرہ سے اپنا عمل پڑھنا شروع کیا پھر اس نے رانی اور عمال ریاست کے سامنے محل کی خادمہ کے ننھے بچے کی جان لے لی۔ جادوگر کو کافی انعام و اکرام دیا گیا۔ مگر ان تمام احتیاطوں کے باوجود راجہ تیسرے ہی دن مر گیا۔ جو لوگ راجہ کے مقفل کمرہ میں خادمہ کے بچہ کی موت کا نظارہ دیکھنے کے لئے نہ جا سکتے تھے اسپر بہت آتش زیر پا ہوئے اور انگریزی ریذیڈنٹ سے شکایت کر دی اور ریذیڈنٹ نے تمام عمال ریاست کو طلب کر کے تحقیقات شروع کر دی۔ بڑی رانی متہم قرار دی گئی ؛

ظفر قریشی۔ بی۔ اے۔

(صفحہ ۱۴ کا بقیہ) یہ جنگلی گلاب کے پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ مضبوط شاہ بلوط کے درخت۔ مغموم اور لاثانی باغ، جو انسان کے گوشت پر پلا ہے۔

میں تنہا تھا، بالکل تنہا تھا۔ میں ایک سرسبز درخت کے پیچھے چھپ گیا میں اُس درخت کی موٹی اور مفقدر شاخوں کے درمیان چھپ گیا۔ اور میں اُس کے تنے سے چمٹ کر انتظار کرنے لگا جس طرح ڈوبی کشتی کا مسافر تختوں سے چمٹا رہتا ہے۔

جب رات سیاہ ہوگئی، زیادہ سیاہ ہوگئی، تو میں اپنی جائے پناہ سے نکلا، اور آہستہ آہستہ اُس زمین پر دبے پاؤں چلنے لگا جس میں مُردے بھرے ہوئے تھے۔

میں دیر تک۔ بہت دیر تک سرگرداں رہا۔ میں نے اُس کو نہیں پایا۔ اپنے بازوؤں کو پھیلائے، آنکھیں بند کئے ہاتھ، پاؤں، ٹخنے اور سینے سے پتھروں کو ٹھکراتا ہوا، میں چلتا رہا، مگر اُس کو نہ پاسکا۔ اندھے آدمی کی طرح جو راستہ تلاش کر رہا ہو۔ میں نے پتھروں، صلیبوں، لوہے کی سلاخوں، شیشے کے ٹکڑوں اور سوکھے پھول کے ہاروں کو چھوا۔ حروف کو انگلیوں سے ٹٹول کر میں نے ناموں کو پڑھا۔ کیسی رات ہے، اُف! کیسی رات! میں اس کو نہیں پا رہا ہوں۔ چاند روپوش تھا۔ کیسی رات تھی! ان چھوٹے راستوں پہ قبروں کی دو طرفی قطاروں کے درمیان، میں نے خوف محسوس کیا۔ گہرے خوف کا غلبہ مجھ پر ہوگیا۔ قبریں! قبریں! قبریں! ہر طرف قبریں ہی قبریں! میرے بائیں، میرے دائیں، میرے سامنے، میرے چاروں طرف، ہر طرف قبریں! میں ایک قبر پر بیٹھ گیا، کیونکہ میرے گھٹنے اسقدر کانپ رہے تھے کہ میں چل نہیں سکتا تھا میں نے اپنے دل کی دھڑکن سُنی، اور میں نے کوئی اور آواز بھی سُنی۔ یہ آواز کیسی تھی؟ ایک موہوم اور نامعلوم آواز! یہ آواز میرے خوف زدہ دماغ میں تھی؟ اندھیری رات میں تھی؟ پُراسرار زمین کے نیچے تھی، اس زمین کے نیچے جس میں لاشیں مدفون تھیں؟ میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔

میں وہاں کتنی دیر تک ٹھہرا رہا؟ میں نہیں جانتا۔ مارے خوف کے میں مفلوج ہوگیا تھا۔ چیخنے کے قریب تھا، موت کے نزدیک تھا اور یکایک میں نے محسوس کیا کہ سنگِ مرمر کا وہ تختہ جس پر میں بیٹھا ہوا تھا، متحرک ہوا۔ تختہ حقیقت میں حرکت کر رہا تھا، گویا کوئی اس کو اوپر اٹھا رہا ہو۔ میں ایک ہی جست میں قریب ترین قبر پر چلا گیا۔ اور دیکھا۔ ہاں۔ میں نے اس پتھر کو سیدھا اوپر اٹھتے ہوئے دیکھا، اور اس کے نیچے سے مُردہ نکلا۔ ایک ننگا ڈھانچہ جو اپنی جھکی ہوئی پیٹھ سے پتھر کو اُٹھا رہا تھا۔ میں نے دیکھا، میں نے وضاحت سے دیکھا گرچہ رات اسی قدر سیاہ تھی جسقدر بالفطرا سیاہ ہوتا ہے۔ میں صلیب پر یہ عبارت پڑھ سکتا تھا۔

"یہاں ژاک اُولائیواں سوتا ہے، جس نے ۵۱ برس کی عمر میں اس زندگی کو خیرباد کہا۔ وہ نیک اور دیانت دار آدمی تھا، جو اپنے کنبے سے محبت کرتا تھا، اور خدا کی رحمت کے ساتھ مرا۔"

اب وہ مُردہ آدمی خود ان الفاظ کو پڑھ رہا تھا، جو اُس کی قبر پر لکھے ہوئے تھے۔ تب اس نے راستہ پر سے ایک پتھر اُٹھا لیا چھوٹا سا، تیز دھار والا پتھر، اور ہوشیاری سے ان الفاظ کو گھسنے لگا۔ بتدریج اس نے ان الفاظ کو بالکل مٹا دیا۔ وہ اپنی آنکھوں کے خالی گڑھوں سے اس جگہ کو دیکھ رہا تھا، جہاں اس لحظہ کے قبل تک وہ حروف کھدے ہوئے تھے۔ اور اس ہڈی کے سرے سے، جو کبھی اسکی انگشتِ شہادت تھی اُس نے منور حروف میں یہ عبارت لکھی۔ ان سطور کی طرح جو دیا سلائی کی لکڑی سے دیواروں پر لکھ دی جاتی ہے۔

"یہاں ژاک اُولائیواں سوتا ہے، جس نے ۵۱ برس کی عمر میں اس زندگی کو خیرباد کہا۔ اپنی سفاکی سے

اُس نے اپنے باپ کو اِسی جلد مار دیا، جس سے ترکہ لینے کے لئے وہ بے چین تھا۔ اُس نے اپنی بی بی پر ظلم کیا۔ اپنے بچوں کو ستایا، اپنے ہمسایوں کو دھوکا دیا، جب موقع ملا لوگوں کو لُوٹا بھی، اور ذلیل ہو کر مرا۔"

مُردے نے لکھنا ختم کیا اور ساکت ہو کر اپنی کاریگری کو غور سے دیکھنے لگا۔ اور میں نے چاروں طرف پھر کر دیکھا کہ کُل قبریں کھلی ہوئی تھیں اور مُردے باہر نکل آئے تھے اور سبھوں نے اُن جھوٹی تحریروں کو مٹا دیا تھا جنہیں ان کے رشتہ داروں نے قبروں کے پتھروں پر لکھی تھیں، تاکہ وہ ان پتھروں پر حقیقت حال درج کر سکیں۔

اور مجھے معلوم ہوا کہ سب کے سب اپنے عزیز و اقارب کے قاتل تھے۔ کینہ پرور، بے ایمان، منافق، جھوٹے، دغا باز، افترا پرداز اور حاسد تھے۔ انہوں نے چوری کی تھی، دھوکہ دیا تھا اور ہر قسم کے شرمناک اور قابل نفرت افعال کے مرتکب ہوئے تھے۔ یہ اچھے والدین یہ وفادار بیبیاں، یہ لائق بیٹے، یہ کنواری لڑکیاں، یہ دیانت دار تجار، یہ مرد اور یہ عورتیں جن کی شہرت اعتراض کی حدود سے باہر تھی! سب یکسوئی سے لکھ رہے تھے۔ اپنی ابدی قیامگاہ کی چوکھٹ پر اس بے رحم، خوفناک اور پاک حقیقت کو جس سے دنیا کا ہر شخص ناواقف ہوتا ہے یا ناواقفیت کا اظہار کرتا ہے۔

میں نے سوچا کہ "وہ" بھی اپنی قبر پر لکھ رہی ہوگی۔ اور بغیر خوف و خطر کے، کھلی ہوئی قبروں کے درمیان، لاشوں اور ڈھانچوں کے درمیان، دوڑتا ہوا میں اُس کی طرف چلا، اس یقین کے ساتھ کہ اب میں اُس کو ضرور دیکھ لوں گا۔

میں نے اُس کو دور سے پہچانا۔ مگر میں اُس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا، جو کفن میں لپٹا ہوا تھا۔

اور سنگِ مرمر کی صلیب پر، جہاں میں نے ابھی، کچھ دیر قبل یہ عبارت پڑھی تھی "اُس نے محبت کی، اُس سے بھی کسی نے محبت کی، اور وہ مر گئی۔" اب یہ عبارت لکھی دیکھی:-

"ایک دن اپنے عاشق سے بیوفائی کرنے کے لئے وہ باہر نکلی تھی۔ بارش ہو رہی تھی، اُسے سردی لگ گئی، اور مر گئی۔"

معلوم ہوتا ہے کہ صبح کے وقت لوگوں نے مجھے ایک قبر کے قریب بیہوش پڑا ہوا پایا۔

گائے دی موپاساں

(مترجمہ آرزو جلیلی)

سنگھار خانہ

مختلف قسم کے منجن، پوڈر، سرمہ، کریم، سنو، تیل وغیرہ کے نسخے اور آرائش جمال کے بے شمار طریقے بتلائے گئے ہیں
قیمت دو روپے چار آنہ ۴ؔ؎

بچوں کے کھانے

اصول صحت کے مطابق ننھے بچوں کو کس قسم کی غذا دینی چاہیئے۔ ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے کارآمد مضامین بھی شامل ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸ر

عصمتی کروشیا

فن کروشیا کی ترکیبیں سلیس پیرایہ میں بتائی گئی ہیں اور نمونوں سے اُن کی وضاحت کی گئی ہے۔ ہدایات اس قدر آسان ہیں کہ بچیاں بھی سمجھ لیں۔ قیمت ۱۲ر

موتیوں کا کام

یہ کام بہت مشکل سمجھا جاتا ہے مگر اس کتاب کے پڑھنے سے آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے نقشوں اور تصاویر کے علاوہ عام فہم ہدایتیں۔ قیمت دو روپے ۲ؔ

گلدستہ کشیدہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی بے شمار نمونے اور آسان ہدایتیں لکھی گئی ہیں۔ قیمت ۱۲ر

اتالیق نسواں

عورتوں کو عملی کام اور انتظام خانہ داری کھانے بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے والی مشہور و مقبول کتاب۔ ایک شریف لڑکی کو جو کچھ ضرور جاننا چاہیئے وہ سب اس کتاب میں ہے۔ ۱۲۰۰ صفحے ۱۲۰۰ مطلب ۱۲۰۰ صفحے مشاہیر قوم نے بے انتہا پسند کیا ہے۔ قیمت چار روپے آٹھ آنہ ۴؎

عصمتی دسترخوان

باورچی خانے کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات اور مضامین اس میں درج ہیں۔ ہر ترکیب آزمودہ ہے
قیمت دو روپے ۲ؔ

بیماروں کے کھانے

جو کھانے بیماروں کے لئے بیحد مفید ہوتے ہیں انہیں صرف انہی کی ترکیبیں درج ہیں۔ کتاب باتصویر ہے ہر گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱۰ر

مشرقی مغربی کھانے

یورپ و ایشیا کے کھانوں کی ترکیبیں اس میں درج ہیں اور ہر ترکیب تجربے کے بعد درج کی گئی ہے۔ عمدہ مضامین بھی شامل ہیں۔ قیمت ۲ؔ

مذاقیہ کھانے

دولہا، سمدھی اور سہیلیوں وغیرہ سے مہذب مذاق، اسمیں ایسے ہی کھانے تیار کرنے کی ترکیبیں درج کی گئی ہیں۔
قیمت ۶ر

ہنڈکلیا

بچیوں کیلئے تاکہ شادی سے پہلے کھانا پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں ہنڈکلیا اور کھانے کنواری بچیوں ہی کے مطلب کے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت ۸ر

ناشتہ

دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے ہر ملک کے مہمان کیلئے اس میں ترکیبیں درج کی گئی ہیں۔ قیمت ۱۰ر

عصمتی کشیدہ

کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے ضروری اور کارآمد ہدایتیں اسقدر آسان ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ لیں
قیمت ایک روپیہ ۱ؔ

سوئی کا کام

کٹائی اور سلائی پر پہلی اور بہترین کتاب
قیمت ۱ؔ
سلمہ ستارے کا کام ۲۵۰ قابل قدر نمونے مع ہدایات و ترکیب قیمت ۲ؔ

شمیم

نہایت دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول صحیح افسانہ نگاری کے اصول پر سبق آموز اور اثر انگیز عبرتناک ضخیم جلدوں میں دوسری دفعہ چھپا ہے رنگین تصاویر بھی کئی ہیں قیمت ۱۲ر

فن کڑھت و چکن سازی

اُردو ہندی میں

جس طرح ہر چھوٹے بڑے مرد و عورت کا دل باغ کے خوشنما پھولوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اسی طرح کپڑے پر کاڑھے ہوئے بیل بوٹوں والے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چکن کے لباس کو زیب تن کرنے سے بھی مسرت ہوتی ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب جس میں ہر قسم کی کڑھت کاڑھنے کے قاعدے سوئیاں نکالنے کی ترکیبیں اور بہت سی باتیں شکلیں بنا کر دکھلائی ہیں ہندو مسلمان بہنوں کے شوق کے پورا کرنے کیلئے تیار کی ہے کئی صفحے رنگین چھاپے گئے ہیں اسکے ساتھ دو بڑی تقطیع کی کتابیں اور بھی ہیں جن میں سینکڑوں ہندوستانی و انگریزی قسم کے بیل بوٹے بلبل وغیرہ جانوروں کی شکلیں اردو عربی ہندی انگریزی حروف کے خاکے ہیں۔ اس فن میں یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ ہر کتب میں چھپی اس شکلیں ہیں ایک جلد میں رکھی ہوئی بھیجی جاتی ہیں۔ مدرسوں کی استانیوں اور معزز خواتین کے علاوہ ہر شخص نے اس کتاب کو پسندیدگی سے دیکھا ہے ہر گھر میں ایک جلد اس کی ضرور رکھنی چاہیئے۔ قیمت مکمل کتاب مع جلد دو روپے دس آنہ علاوہ آرڈر کے ساتھ تحریر کریں کہ کتاب ہندی میں مطلوب ہے یا اردو میں

ملنے کا پتہ:- شاہجہاں بک ایجنسی دہلی

فلاح دین و دنیا

ہر مسلمان کے لئے جو دین و دنیا کی بھلائی چاہتا ہے جو اسلام کی معلومات اور دینی مسائل سے واقف ہونے کے علاوہ دنیا میں بھی عزت کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے یہ کتاب فلاح دین و دنیا نہایت ضروری کتاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ہر مسلمان عالم دین اور واقف دنیا بن سکتا ہے قیمت ۱۲ر

محبوبہ کربلا

کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں حق پرستوں کا خون کس بیدردی سے بہایا گیا معصوم بچوں اور عورتوں پر مظالم محبوبہ کربلا میں پڑھئے عمناک داستان بھی ہے اور ظالموں کی ستم آرائیوں کے افسانے بھی ساتھ ہی یزید کی نفس پرستیاں اور عیاشیاں جن کا عوام کو علم نہیں آخر میں یزید کا عبرتناک انجام ۱۲ر

یزید تھیٹر میں

کربلا کے واقعات کا دردناک ڈرامہ اسٹیج پر لایا گیا ہے یزید کی خلاف شریعت حرکات نفس پرستی کے حیا سوز مناظر نمایاں کئے گئے ہیں یہ ڈرامہ قومی امروہوی کی یادگار ہے ڈرامہ کا نام انجام یزید ہے ایک باعصمت حسینہ نے اس ملعون کا نہایت دلیری کا مقابلہ کیا اور کیسی کیسی مصیبتیں برداشت کیں قیمت ۱ر

علامہ راشد الخیری کی تصانیف

لڑکیوں اور عورتوں کیلئے بیش بہا تحفہ ہیں

آمنہ کا لال عہ
ستیدہ کا لال ۱۲ر
اُمت کی مائیں ۱۲ر
وداع خاتون ۸ر
صبح زندگی عہ
شام زندگی عہ
شب زندگی ۱۲ر
نوحہ زندگی ۱۲ر
نسوانی زندگی ۸ر
حیات صالحہ عہ
طوفان حیات عہ
جوہر قدامت عہ
تمغہ شیطانی ۱۲ر
ستونتی ۸ر
غدر کی ماری شہزادیاں ۱۲ر
وداع سفر عہ
عروس کربلا عہ
محبوبہ خداوند ۱۲ر
یاسمین شام عہ
شہنشاہ کا فیصلہ ۴ر
دُرِ شہوار ۸ر
قلب حزیں ۸ر
گلدستہ عید ۸
روداد قفس ۱۲ر
انگوٹھی راز ۸ر
جوہر عصمت عہ
سیلاب اشک عہ
طوفان اشک عہ
نانی عشو ۱۰ر
ولایتی نمی ۸ر شہید مغرب عہ
منازل السائرہ ع
بنت الوقت ۸ر
فسانہ سعید ۸ر سراب مغرب ۸ر
تیغ کمال عہ
اندلس کی شہزادی ۸ر
سات روحوں کے اعمالنامے ۸ر

تصانیف مولوی عبدالحلیم شرر

گروہ مشاہیر عہ
بیان سلف ۱۰ر
مقالات شرر عہ
سفرنامۂ ہتی عہ
مخدرات مشاہیر عالم عہ
اسلامی سوانحعمریاں عہ
تذکرہ مشاہیر عالم کامل عہ
فلورا فلورنڈا عہ
ملک العزیز ورجنا ۱۲ر
حسن انجلینا ۱۲ر
منصور موہنا ۱۲ر
شہید وفا ۱۲ر
بدر النساء ۶ر
دلکش عہ
حسن بن صباح ۴ر
فردوس بریں ۱۲ر
میوۂ تلخ ۱۰ر
درنیش نندنی عہ
دربار حرام پور ۱۰ر

تصانیف مولانا شبلی نعمانی

الفاروق ۱۲ر
سیرۃ النعمان ۱۲ر
سفرنامہ روم و مصر و شام عہ
المامون عہ
سوانحعمری امام غزالی ۱۲ر
سوانح فیضی ۳ر
" فردوسی ۶ر
نظامی گنجوی ۶ر
مقالات شبلی ۱۲ر
اورنگزیب پر ایک نظر ۶ر
حیات سعدی ۶ر
آغاز اسلام ۶ر حیات حافظ ۶ر
حیات خسرو ۶ر الکلام عہ
مجموعہ نظم شبلی عہ سوانح مولانا روم عہ
شعر العجم کامل عہ

انگریزی سکھانیوالی بینظیر اور سستی کتابیں

مخزن الفوائد

اس میں اُردو نام و عبارت کو انگریزی میں یعنے اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے انگریزی چٹھی لکھنے ہجے کرنے اور تلفظ کے قاعدے انگریزی بول چال کے کئی سو فقرے ایک ہزار کے قریب اُردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور تیس حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے درج ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ایسا مبتدی جو انگریزی سے واقف نہیں ہے قلیل عرصہ میں خاصی استعداد حاصل کرسکتا ہے قیمت ۶ر علاوہ محصول

انگریزی اُردو خط و کتابت

ہر قسم کی چٹھیاں، عرضیاں، نوٹس اور ہر قسم کی تحریروں کے قاعدے اور نمونے معہ ترجمہ اُردو قیمت ۴ر

اُردو انگریزی ڈکشنری

سات ہزار یا نچ والیسے اُردو لغت جو اکثر تحریر و تقریر میں آتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی اُردو خط میں ہیں ان کے آگے انکی انگریزی انگریزی خط میں ہے قیمت ۷

انگریزی بولنا

تین ہزار بول چال کے فقرے معہ ترجمہ اور مخزن الفوائد کے تمام اُردو جملوں کا ترجمہ۔ قیمت چھ آنہ ۶ر

مخزن الحکایات

یعنی ۷۲ انگریزی کہانیاں مع اُردو معنی و تلفظ درج ہیں۔ قیمت ۵ر

خلاصۃ القواعد

مبتدی کو پارسنگ کرنا اور اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا بخوبی سمجھایا گیا ہے قیمت عہ

مخزن المحاورات

اس میں ایک ہزار دو سو انگریزی محاورے اور چھ سو مثالیں معہ ترجمہ اُردو جو انگریزی حروف اور تین چار ہزار کے قریب سو ناموں اور چیزوں کی انگریزی جمع کر کے ہیں ۔۔ ۸ر

کامل القواعد

اس میں صرف نحو کے تمام و کمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشا پردازی سے متعلق ہیں نہایت وضاحت سے درج ہیں ۱۶۷ اعلیٰ درجہ کی مستند انگریزی گرامر کا لب لباب ہے۔ قیمت صرف ۱۰ر

ہادی الترکیب

اس میں انگریزی ڈکٹیشن سیکھنے انگریزی پڑھنے والوں کیلئے لفظوں کے صحیح ہجے اور تلفظ اور پارسنگ کے تمام قاعدے ابتدا سے انتہا تک بہت سہل انداز بیان میں سمجھائے گئے ہیں۔ قیمت ۶ر

ضمیمہ مخزن الفوائد

اس کتاب میں علاوہ ترجمہ کے ۱۴۰ قاعدے اور سمجھائے گئے ہیں اور ترجمہ کے واسطے ایک ہزار فقرے اور بہت سی عبارت بھی درج کی گئی ہے۔ قیمت ۶ر

ضمیمہ مخزن المحاورات

اس کتاب میں مخزن المحاورات کے علاوہ ڈھائی ہزار محاورے اور آٹھ سو مخصوص پریپوزیشنوں کے استعمال کے انگریزی فقرے معہ ترجمہ اُردو درج کئے گئے ہیں قیمت صرف چھ آنہ ۶ر

انگریزی خوشنویسی

شرطیہ ڈھائی مہینہ میں انگریزی آجائیگی

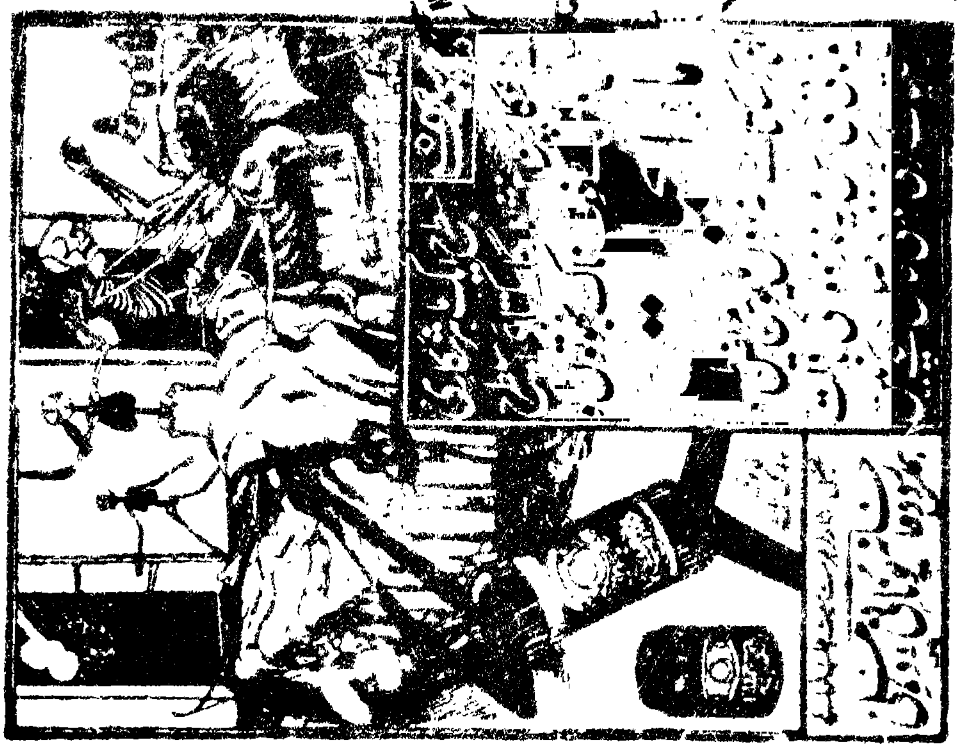
اگر آپ مومن صاحب کی انگلش ٹیچر کا ایک سبق روزانہ سمجھکر پڑھلیں تو کبھی استاد کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک گھنٹہ روزانہ کی محنت میں آپ بہتر سے بہتر انگریزی بول سکتے ہیں اور لکھ سکتے ہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جو دو سال میں تیس ہزار فروخت ہوگئی۔ ضخامت تقریباً ۴۴۲ صفحات قیمت ایک روپیہ محصول ۶ر

تسمیم و بہرام

فن سراغرسانی پر بہترین جاسوسی ناول ضخامت ۲۷۰ صفحات قیمت ۱۰ر محصولڈاک سو کل ۱۴ر

علاوہ ان کتب کے ہر قسم کی کتابیں پتہ ذیل سے بکفایت ملتی ہیں۔

Reg. No. L. [illegible]



Printer & Publisher — SYED WILAYAT HUSAIN, DELHI.

Printed at the Mahboob-ul-Matabi Electric Press, Delhi.

OCTOBER 1935.

SHAH-JAHAN, DELHI.

شاہجہان

ادبِ اردو کا ماہوار مصوّر صحیفہ



فی پرچہ دو آنے

ایڈیٹر: سید وصی اشرف دہلوی

سالانہ ڈیڑھ روپے

Per Copy As. -/2/-

Annual Rs. 1/8/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُشاہدات

شاہجہان کا سالنامہ جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوجائیگا جو اس سال کے بہترین افسانوں اور ادبِ زرّین کا نادر ترین مجموعہ ہوگا اس کے لیئے ملک کے مشہور اور چیدہ افسانہ نویسوں اور اہل ادب سے چندہ مضامین لکھوائے جارہے ہیں۔ ملک کے مشہور مزاح نویس مصور ظرافت جناب مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی۔ جناب شاہد احمد صاحب بی۔اے آنرز ایڈیٹر رسالہ ساقی۔ جناب مرزا ادیب بی اے حضرتِ ناکارہ حیدر آبادی۔ حضرت قیسی رامپوری۔ جناب دیوانہ بریلوی۔ جناب ظفر قریشی، جناب ایم اسلم حضرت ملا رموزی۔ جناب انصار ناصری بی۔اے۔ جناب صلاح الدین قریشی۔ جناب سید محمود مورخ، اور دیگر احباب سے مضامین تیار کرائے جارہے ہیں۔ اور امید ہے کہ نومبر کے آخر تک ہمارے پاس ڈراموں، افسانوں کا ایسا بے نظیر ذخیرہ جمع ہوجائیگا جو بڑے بڑے قیمتی سالنامے بھی نہ دے سکیں گے۔ جس کی قیمت تخمیناً ایک روپیہ یا بارہ آنے ہوگی اور خریداروں کو مفت دیا جائے گا۔

ساقی کا چغتائی نمبر

اس ماہ کے پہلے ہفتہ میں ملک کے سب سے بڑے ادبی رسالہ ساقی دہلی کا ایک ایک ایسا لاجواب نمبر شائع ہو رہا ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل نئی چیز ہے اس نمبر کو مصور ظرافت جناب مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اور مرزا صاحب موصوف کے بہترین مضامین سے اس نمبر کی زینت کی گئی ہے جو اس کے شوخ اور ظریف مضامین سے محفل ادب ایک عرصہ تک گونجتی رہے گی۔

فہرست مضامین نمبر ۱۰

سید ولایت حسین پرنٹر و پبلشر نے ادریس المطابع دہلی میں چھپوا کر شاہجہاں روڈ دہلی سے شائع کیا

بسلسلۂ گذشتہ

میں ایک بدمعاش میاں ہوں

اور پھر سچ بھی ہے کہ نمائش میں تو بیچاری مرغی سب ہی
گھیرے پھرتے ہیں کس کو فرصت ہوتی ہے کہ پرائی عورت کو دیکھے
اگر ایسا کریں تو وہیں کے وہیں گھر والی آنکھ نکال لے۔ وہ نمائش
جو کچھ دیکھتی ہے سو دیکھتی ہے مگر اس سے زیادہ دراصل میاں
کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہے کہ کہاں جاتی ہیں مطلب میرا یہ ہے کہ
ان جانے والیوں میں بغیر برقعہ والیاں زیادہ جو نقاب سے منہ
ڈھانکے پھرتی ہیں کم از کم ان آنکھوں کے دلی شکریہ کی مستحق ہوتی
ہیں جو لیڈیز کلب کے دروازے پر کھڑے جماہیاں لیتے ہوتے ہیں

لیکن ان احمق حضرات میں سے بعض تو کمال ہی کرتے
ہیں! باوجود عینک لگائے ہونے کے خیمہ کی موٹی موٹی ڈوریوں کو
دیکھنے سے قطعی انکار کر کے ان میں الجھ کر نہایت ہی کامیابی کے ساتھ
گریں گے تو نہیں مگر ملاں گرنے کی مشق ضرور کریں گے اور پھر جو گھٹنا
پونچھ کر "طلوع ہوں گے" تو وہ بھی محض کسی ایسی جلد باز خاتون سے
ٹکر کھانے کے لئے جس کی نہ تو آنکھ دیکھتی ہے جو برقعہ کا نقاب سر پر
رکھے اور نہ آسے دیکھ کے چلنے کی عادت یا فرصت نتیجہ یہ کہ اپنے
برقعہ کی جھالر والیس یا اور کسی طرح ٹکر کے ساتھ ساتھ عینک اڑائے
لئے چلی جاتی ہے درحالیکہ وہ احمق کھڑا اپنی ناک ٹٹول رہا ہے کہ
کہیں عینک کے ساتھ ناک بھی تو نہیں چلی گئی!

آپ غور فرمائیں کہ میری نظر واقعی بے حد کمزور ہے
اور پھر اس طرح ناک پر ضرب شدید! عینک ایک جھٹکے میں برقعہ
کے ساتھ اڑی چلی گئی اور میں جیسے اندھا ہو گیا اب واقعہ تو
دراصل یہ ہوا کہ عینک بے شک برقعہ میں الجھی چلی گئی مگر ایک
دو قدم چل کر یا تو گر گئی اور یا انھوں نے گرا دی مگر مجھے بھلا کیا پتہ۔
میں نے جو اپنی عینک جاتے دیکھی تو ایک آٹھ برس کے والنٹیر صاحب
سے جو امرود کھا رہے تھے اور جن کی نہ صرف موجودگی بلکہ شرکت
بھی یہ ناگوار اور ناشدنی ٹکر یا تصادم اس طرح ہوا تھا کہ ان کا
امرود گر گیا تھا۔ ان سے میں نے ایک کے بدلے دو امرودوں کا
وعدہ کر کے کہا کہ "بھیا دوڑ کے ان سے میری عینک تو لینا"۔
چنانچہ یہ سعادت آثار دوڑے ان کے پیچھے۔

اب میری قسمت ملاحظہ ہو کہ سینکڑوں آنے جانے والیوں
کو چھوڑ کر مجھے ان ہی دلی والی بہن سے ٹکر بھی کھانا رہ گئی تھی اور
نہ انھیں کوئی اور چار آنکھوں والا ملا جس کی وہ عینک چھین لیں قصہ
مختصر میری بدقسمتی کہئے جو یہ ٹکر دلی والی بہن سے ہوئی۔ دراصل
وہ تھیں ایک تو آگے اور ایک ان کے پیچھے آنے والی بھابی جان
تھیں اور پیچھے ان کی سہیلی دلی والی۔ مگر خدا مجھے تو اس کا علم ہی
نہ تھا کیونکہ دونوں ایسی جھپٹی آرہی تھیں کہ میں نے دیکھا تک نہیں

اب اندر کی سنئے۔ بھابی جان کو ہنسی کا دورہ ہو گیا
ایسا کہ وہ مارے ہنسی کے دوہری ہو کر بیٹھ گئیں اپنا سر
پکڑ کر اور خوش دلی تو ملاحظہ ہو کہ خانم نے جو پوچھا کہ کیا ہوا
تو اور بھی ہنسیں، اور پھر مذاق میں کہہ دیا خانم سے کہ "بہن ہوا
یہ کہ تمہارے میاں نے انہیں پکڑ ہی لیا ہوتا!" اور پھر دلی
والی بہن سے بولیں۔ "اور کرو تم تصویریں دیکھ دیکھ کے مردوں
کی تعریف!" یہ کہہ کر ان پر بوجہ ہنسی کے دورہ کے گویا غفلت
طاری ہو گئی اور اتنے میں خانم یہ سنتے ہی چلی وہاں سے چنگاری
کی طرح! میری طرف!

ادھر میں عینک کا منتظر باہر ہی کھڑا تھا کہ میاں
والنٹیر سلمہ پہونچے اور یہ جواب لائے کہ "عینک وہیں ہو گی"۔
یعنی برقعہ میں الجھی نہیں چلی گئی بلکہ الجھ کر گر گئی میں نے ادھر ادھر

اندھوں کی طرح ٹٹولا تو شکر ہے کہ مل گئی اور ٹوٹی بھی نہیں میں اپنے کو خوش قسمت خیال کرکے عینک پونچھ ہی رہا تھا اور دل ہی دل میں الٹیٹر صاحب کو نقدی کی صورت میں دوا مرددا دا کرنے کے لئے امرودوں کا نرخ پوچھ رہا تھا کہ وہ پہنچی بل کھاتی، رندناتی، برٹش ٹریڈ ناٹ کی طرح ...... مجھے عینک لگاتے دیکھا ہے کہ بس آگ بگولا ہی تو ہوگئی اور بگڑ کر کہا "اس مذاق کے کیا معنی؟... عینک تو یہی اور تم منگا نے ہو آن سے۔!"

رواضح رہے کہ اس وقت تک مجھے علم نہیں کہ کس سے میری ٹکر ہوئی ہے)

اب میں نے کیا کہا اور اس نے کیا سمجھا؟ یہ تحریر میں آسانی سے آ نہیں سکتا مگر واقعہ یوں تھا کہ خانم نے اتنا تو سنا تھا کہ میں نے عینک منگوائی ہے اور یہ کچھ بھی نہ سنا کہ انھوں نے جواب کیا دیا ہے۔ اب میں لاکھ سمجھنا چاہتا ہوں کہ کیا معاملہ ہے اور خود سمجھاتا ہوں مگر وہ تو ایک ڈور ہے کہ الجھ کر رہ گئی اور وہ بھی ایسے بے موقعہ۔ قصہ ختم کرنے کی نیت سے خدا کے واسطے دیئے، اللہ رسول جتنی بھی قسمیں یاد تھیں سب کھا گیا، حلف اٹھائے، غصہ ہونے کی کوشش کی مگر توبہ کیجیے، وہاں کون سنتا ہے، انسان ہو تو سمجھے، بیوی بھلا کیا سمجھے، الٹا زہر چڑھنا شروع ہوا اور بولی۔ "وہ تو میں پرسوں ہی سمجھ گئی تھی۔" اس کا یہ کہنا اور میں یہ سوچ کر کہ ان احمقوں کی فہرست میں اب پہلا نمبر میرا ہی لکھا جائے گا لہٰذا بھاگا خیمہ کی پشت کی طرف میدان چھوڑ کر آپ ہی آپ جلتا اور غصہ میں بل کھاتا اور اپنی قسمت اور واقعات دونوں پر لعنت بھیجتا ہوا معہ پرسوں والے واقعات پر۔

پرسوں والے واقعات کیا تھے یہ بھی سن لیجئے۔

مغرب کا جھٹپٹا وقت تھا اور سب نمائش جانے والی ہو رہی تھیں چنانچہ دلّی والی بھی آئی ہوئی تھیں۔ میرے کمرہ میں بوجہ الگ تھلگ ہونے کے ہر پردہ والی بیٹھنا پسند کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی جو یہ دلّی والی بہن حالانکہ بھابی جان کی سہیلی تھیں مگر ادھر ہی آکر بیٹھتی تھیں میں باہر سے آرہا تھا اور بخدا مجھے پتہ تک نہیں کہ کون آیا ہوا ہے اور کون نہیں سیدھا ٹوپی ہاتھ میں ہلاتا کمرہ میں داخل ہوا اس دروازہ سے میں داخل ہوا ہوں اور دھندلکے میں کسی دوسرے شخص کے سامنے والے دروازہ سے جانے کا ایک شائبہ سا گذرا۔ میں سمجھا کہ لڑکا ملازم ہوگا۔ میں نے اسے آواز دی۔ بلکہ خود بھی چلا اسی طرف۔ اب دروازہ کے باہر قدم جو رکھتا ہوں تو کس طرح خانم سینہ سپر ہوکر گویا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی اور کچھ گھبرا کر اس نے کہا۔ "یہ کیا؟ کدھر؟"

جب میں نے وجہ بتائی تو مجھ سے کہتی ہے "پھر وہی حرکت!"۔

اب میں سخت متعجب اور کھڑا دیکھنا کا دیکھتا رہ گیا اور مجھے برا معلوم ہوا چنانچہ میں نے برا مان کر پوچھا۔ "اس سے کیا مطلب؟"

جواب ملا "یہ دروازے کیسے کھلے؟"

میں بھلا اس کا کیا جواب دیتا۔ میں آیا ہوں تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ خوب جھائیں جھائیں ہوئی۔ قصہ کو یوں مختصر کرتا ہوں جیسا کہ بعد اچھی طرح لڑ لینے کے معلوم ہوا تھا وہ یہ کہ دلّی والی کمرہ میں دروازہ بند کئے بیٹھی تھیں۔ کمرہ سے خانم کے جانے کے بعد انھوں نے بوجہ اندھیرا بڑھ جانے کے دروازہ کھول دیا ہوگا۔ بعد میں میں جو آیا تو میرے پیر کی چاپ سنکر وہ نیک بخت اٹھ کر ادھر گئیں تیزی سے اور میں سمجھا کہ ملازم لڑکا ہے اور کمرہ سے باہر جو میں نے قدم رکھا تو گھر والی راستہ روک کر لڑ پڑی۔

میں بھی اس بات پر خوب الجھا تھا اور وہ بھی خوب الجھی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ مجھے سب معلوم تھا کہ کون بیٹھی تھیں اور کیسے دروازہ کھلا وجہ یہ تھی کہ ایک روز پیشتر

میرے ہی سامنے سے ہو کر تھا نہ دلی والی آئیں گی اور میرے ساتھ جائیں گے۔ لہٰذا میرا عذر محض تیاری کا ر فانہ تھا۔ مگر میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ مجھے خیال تک نہ تھا اس بات کا کہ دلی والی آنے والی ہو رہی تھیں۔

اُسی روز رات کو میری وہ "معرکتہ الآرا" اور قابلِ تعریف تصویر جو ہر آنے جانے والے سے خراجِ تحسین وصول کیا کرتی تھی خانم نے خود اُتار کر الماری میں رکھدی۔ میں نے دبی زبان سے وجہ جو پوچھی تو طنزیہ لہجے میں مجھ سے کہا گیا۔ "معاف کیجئے!"

اب آپ اندازہ لگائیے کہ یہ تصویر آخر کیوں اتاری گئی تھی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ محض اس وجہ سے کہ اس نے "کسی طبیعت تو پر من بلا شدی"۔ خانم دراصل دیکھ رہی تھی کہ مجھے دلربا شوہر کا حسن و جمال ہی سب کچھ گڑبڑ کر رہا ہے۔ اس تصویر میں میرے جمالِ جہاں آرا کی اصلیت کا ایک نقطہ بھی شاید نہ تھا اور میں صحیح عرض کرتا ہوں کہ وہ تصویر ملکیت کی حد تک تو میری تھی ورنہ خد و خال اور رنگ روپ اور نقاشی کے لحاظ سے میری اُس تصویر کا ہلکا سا یا دھندلا سا نقشہ تھی جو خانم کی آنکھوں میں بسی ہوئی تھی۔ اور مجنوں را بچشمِ لیلیٰ باید دید کی شاید بہترین تفسیر تھی!

یہ تھا پرسوں والا کل واقعہ جس کی بنا پر مجھ سے اس وقت کہا گیا تھا کہ "وہ تو میں پرسوں ہی سمجھ گئی تھی!"

میں ان تمام باتوں پر غور کرتا جاتا تھا اور دو کلب کی پشت کی طرف سے گھوم کر نمائش جا رہا تھا۔ جی میں خانم پر جلتا ہوا اور بطور احتجاج کے ان دلی والی بہن کو سگی بہن سمجھتا ہوا خانم کے جلے پر نمک کی طرح لگے تھے۔ بالخصوص میری معذرت پر معذرت اور اُس کا کہنا کہ میں نے اس قسم کی حرکات پر کمر باندھ رکھی ہے۔

۔۔۔۔ دیدہ دلیر ہوں سخت ۔۔۔۔ دن دہاڑے ۔۔۔۔۔۔
کھلے بندوں ۔۔۔۔ سرِ راہ ۔۔۔۔ بدمعاشی کی حد ہوگئی ہے
۔۔۔۔ وہ تو خیریت گذری جو دلی والی کے میاں نہ ہوئے
۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ وہ جملے تھے کہ ایک ایک کے پیچھے مجھے کم از کم خانم سے ایک ایک ہفتہ لڑنا چاہئے۔۔۔ مگر فی الحال تو سخت کوفت غالب تھی۔ گئے تھے گھر والی سے نمائش کا پروگرام طے کرنے اور وہاں یہ جھگڑا اکھڑا ہو گیا۔ مگر لطف تو دیکھئے کہ ہم تو یہاں بل کھا رہے ہیں اور وہاں کلب میں ہماری ایک اور بدمعاشی پکڑی گئی! وہ یہ کہ آخر کو پتہ چل ہی گیا کہ والنٹیر کے ذریعہ سے میں نے ایک اور خاتون کو بلایا تھا۔ یعنی وہ جو دھوکے میں آ گئی تھیں بعض والنٹیر صاحب کی غلطی سے [illegible] جب یہ گڑ والا واقعہ ہو چکا تب خانم کو خیال آیا کہ آج میرا میاں بدمعاشیاں کر رہا ہے، کہیں یہ اُسی کی حرکت نہ ہو۔ چنانچہ تحقیقات جو کی تو سولہ آنہ تصدیق ہو گئی کہ میں ہی تھا۔ پھر خدا سمجھے اُس والنٹیر کو کہ میرا نام تو اُسے بتا دیا مگر معاملہ صاف ہی نہ کیا۔ قصہ مختصر اِدھر میں جل بھن رہا تھا اور اُدھر خانم کا ایک اور واقعہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو کچھ حال ہوگا ظاہر ہے۔

(۳)

نمائش کا ذکر کرتے کرتے میں وجدانیات کہنے بیٹھا۔ خیر اب پھر وہی نمائش کا ذکر لیجئے۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ نوجوانانِ علی گڑھ کے لئے نمائش دراصل پیغامِ مسرت بن کر آتی ہے۔ دراصل طالب علموں ہی کی نمائش ہے اُنہی کے دم سے نمائش کی بہار ہے سب کے لئے ایک عجیب سامانِ دلچسپی لے کر نمائش آتی ہے، بالخصوص وہ طالب علم جو کالج کی اصطلاح میں بال بچے دار کہلاتے ہیں

خواہ وہ عملاً و عمداً اسٹار دا ایکٹ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں مگر ان کی نمائش ہی کچھ اور ہے۔ ادھر شام ہوئی اُدھر "بال بچوں" سمیت نمائش جانے کی تیاریاں ہوئیں۔ اب اُن کا یہ کام رہیگا کہ بس نہیں تو روزانہ "بال بچوں" کو بھی کنسیشن پر (رعایتی) سنیما دکھائیں۔ یعنی جس طرح خود دیکھتے ہیں رات کے دس بجے تک نمائش میں اُلٹے سیدھے گھومتے رہیں گے اور اس درمیان میں اپنی اپنی تقدیر کے مطابق ہر گھنٹے یا آدھ گھنٹہ یا پندرہ منٹ بعد پردہ کلب پر حاضری دیتے رہیں گے اور پھر بعد دس گیارہ بجے کے پردہ کلب سے بیوی کو لے کر نمائش میں ایک بجا دیں گے بشرطیکہ وہ اپنی ہمجولیوں کے ساتھ خلاف وعدہ خود نہ چل دی ہو۔ دس بجے بعد یونیورسٹی کے حاکموں کا حکم نہیں کہ کوئی بھی طالب علم نمائش میں گھومتا پھرے بغیر خاص اجازت کے جو روزانہ کسی حالت میں نہیں مل سکتی وہ اور بات ہے کہ بیوی روز سیر کرے گی۔ چنانچہ بعض معصوم طالب علم محض بیوی کی محبت کی دلدادگی کی وجہ سے بعد مقررہ ٹائم کے بیوی کے ساتھ ٹہلتے ہوئے پکڑا بھی جاتا ہے اور جرمانہ بھی بھرتا ہے۔ پروفیسر صاحبان یہ نہیں دیکھتے کہ ایک نگرانی کرنے والے کی جان کو ایسی چمٹی ہوئی ہے کہ نا کردہ گناہوں کی پاداش میں جان آفت میں ڈالے ہوئے ہے زندگی سے بیزار اور عاری کر دیا ہے کہ دوسرے آپ الگ تنگ ہے ہیں جان کو! ویسے ہی کیوں نہ مار ڈالئے طالب علم کو کہ بالکل ہی نیک چلن ہو کر رہ جائے۔ مگر کچھ بھی ہو یہ کالج کا انتظام ہے اور وہ ذمہ دار ہیں طالب علم کے چال چلن کے لہذا کسی طالب علم کا بعد وقت مقررہ نمائش میں ٹہلنا خالی از خطر نہیں ہو رہ گئی خود اس کی بیوی تو وہ شوق سے گھوم سکتی ہے!

(۴)

اب اس کے بعد نمائش کے سلسلہ میں کچھ "پردہ کلب" یا "لیڈیز کلب" کا حال بھی سنئے یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ خیمہ لگ گیا بڑا سا اور قناتیں لگ گئیں اور اس میں طرح طرح کی زرق برق عورتیں بھی گئیں مگر سوال یہ ہے کہ اب وہاں اندر کیا ہو رہا ہے؟ وہ کچھ بھی ہوتا ہو مگر باہر کھڑے ہونے والوں کو تو یہی شبہ ہوتا ہے کہ نمائش کے پروگرام میں غلطی ہو گئی اور بجائے دن کے رات کو گھوڑ دوڑ شروع ہو گئی ہے! پھر معاً خیال آئیگا کہ لاحول ولاقوۃ یہ تو خیمہ ہے مختصر سا اور معمولی قناتوں کی چہار دیواری اس کے اندر تو گھوڑا جا بھی نہیں سکتا۔ کیسی گھوڑ دوڑ؟ اللہ کو دیکھا نہیں تو عقل سے تو پہچانا ہے۔ ہونہ ہو پروگرام میں تبدیلی تو ہو گئی مگر گھوڑ دوڑ نہیں بلکہ دنگل ہو رہا ہے ابھی!

پھر اس کی تردید کے بعد شاید دعوت۔ لڑائی۔ جھگڑا فساد۔ وعظ اور نکاح یا دعوت ولیمہ معہ تعزیہ داری کے سب کچھ بیک وقت ہوتا ہوا معلوم ہو گا! بس لگا لیجئے اندازہ کہ اندر کیا ہوتا ہو گا! یہ سب کچھ تو اندر ہوتا ہے، جسے مرد نہیں نہیں دیکھ سکتے باہر سے محض "غلغلہ" سن کر انداز سے لگا سکتے ہیں، پھر کلب میں دو تین نہیں بلکہ بہت سے کمانڈنگ افسر بھی ہوتے ہیں۔ اور آپ دیکھیں گے کہ قبل اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ نمائش میں گھومنے کے یہ بڑی بڑی بچیاں یعنی پردہ کلب کی "ممبرانیاں" یہ کرتی ہیں کہ ٹولیاں کی ٹولیاں بنا کر برقعے پہنے ہوئے متحرک خیموں کی طرح اس طرح اُڑی چلی جا رہی ہیں کہ معلوم ہو کہ کاؤنٹ زیپلن نے اپنے طیارہ کا آئیڈیا شاید برقعہ ہی سے لیا ہے یا پھر یہ برقعہ دراصل نظریۂ ارتقا کے مطابق ایک معمولی غبارے اور "جراف زیپلن" کے درمیان کی "غیر گم گشتہ" کڑی ہے!... یعنی اپنے شوہروں سے الگ اپنی ہمجولیوں کے ساتھ چلی جا رہی ہیں فارورڈ!

اگر کہیں راستہ میں شوہر محترم مل گئے اور انھوں نے دیکھ لیا اور روکا تو فوراً ایک اطاعت گذار اور فرماں بردار

بیوی کی طرح رک گئیں۔ ناریکھتی رہیں اور جگہ سے نہیں ہلیں! گویا ایک کشش ہے کھینچ رہی ہے۔ ایک طرف کشش شوہر اور نہ رہا رہی ہے تو دوسری طرف عائلہ و سنا رہی ہے۔ اب میاں اپنا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لیتے ہیں تو ایک نئی سے کھینچی چلی آ رہی ہے۔ یعنی ہاتھ میں ہاتھ دے تین چار اور بھی ساتھ آ رہی ہیں بلکہ بہت کچھ رسہ کشی کا سا مضمون پیش ہے۔ اب نمائش یا مائش نہ تو بحث مباحثہ کے لئے موزوں اور نہ رسہ کشی کے لئے مناسب۔ لہذا سوائے اس کے اور کیا چارہ ہے کہ گھبرا کر چھوڑ دے۔ شوہر اور چھوڑتے ہی وہ جیسے ہوا ہو گئی اپنی مجولیوں کے ساتھ۔ اب کھڑے دیکھ رہے ہیں حمقوں کی طرح۔ روتے ہیں اور غصہ سے بل کھاتے ہیں۔ [illegible] سب بھی نمائش کے ان مقامات پر جائے گی جہاں آپ اتنے باوجود اصرار کے نہیں لے گئے یعنی وہ مقامات جہاں آپ کو خود جانے جھینپ آتی ہے۔ جہاں بیوی کو لے کر جانا کسر شان ہے۔ یعنی پیپے پیسے والے بائسکوپ اور تھیٹر۔ آپ کھڑے دیکھتے رہتے اور وہ آپ کے دیکھتے دیکھتے آٹھ دس آنے کے اسی قسم کے واہیات بائسکوپ اور تماشے دیکھ ڈالے گی۔ یہاں تک بھی غنیمت ہے مگر مصیبت تو دیکھئے کہ ابھی اگر کہیں خیمہ کی ڈوری سے الجھ کر گری تو سنبھلنے نہ پائی تھی کہ اٹھتے اٹھتے کسی ساتھ والی نے کسی گنوار پر دھکیل دیا اور پھر انتہا ہو گئی! یعنی وہ کھڑی ہوئی مونگ پھلیاں خرید فرما رہی ہے! انا للہ وانا الیہ راجعون! سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ چلے جائیے آپ بھی کسی دوسری طرف تاوقتیکہ وہ تھک جائے اور خیمہ پر واپس آئے یا پھر گھومتی پھرتی مائش میں مل جائے اور آپ کے ساتھ ہو جائے۔

کچھ کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ یہی میرے ساتھ ہوا۔ تماشہ گھروں سے واپس آ رہی تھیں کہ میں نے دیکھا کہ بھائی جان ساتھ ہیں اور وہ مجھے دیکھتے ہی کٹ گئی دوسری طرف سمجھے معلوم ہی تھا کہ آپ کے ناگوار واقعات کی دل میں خلش ہے مگر مجھے تو مجبوراً نمائش میں گھومنا تھا۔

(۵)

رات کے کوئی ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے۔ پردہ کلب [illegible] بار بار ڈھونڈتا تھا۔ ساری نمائش چھان ماری مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نظر نہیں پڑتی۔ قصہ مختصر کوئی ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے۔ عین گدگدی جما دینے والی سردی تھی۔ نمائش کی خوب صورت اور روشن سڑکوں پر بہ نسبت مردوں کے خواتین کا زیادہ ہجوم تھا۔ ہر رنگ اور ہر وضع قطع کے متحرک خیمے سے آنکھوں میں گھوم رہے تھے۔ تمام دکانیں بجلی کی تیز روشنی سے بقعۂ نور بنی ہوئی تھیں اور دوکاندار زیادہ تر نہیں بلکہ تمام تر عورتوں سے خرید و فروخت میں مشغول تھے۔ کچھ احمق اپنی اپنی گم شدہ بیویوں کو ان کے برقعوں کے نمایاں رنگ اور وضع قطع سے شناخت کرنے میں مشغول تھے۔ اور بخدا ان ہی احمقوں میں ایک میں بھی تھا یعنی فیض میں نے ست خواہ مخواہ کی لڑائی کی کوفت سے پژمردہ ہو رہا تھا مگر چاروں طرف بڑی تیزی سے نظر دوڑا رہا تھا۔ قصہ مختصر خانم کو دیکھ رہا تھا جو اپنے برقعہ کے نمایاں رنگ اور وضع سے دور سے پہچانی جا سکتی تھی۔

میں چاروں طرف دیکھ ہی رہا تھا کیا دیکھتا ہوں مہر [illegible] رندگی ملتانی زیورات کی دوکان کا معائنہ فرما رہی ہے اور خوش قسمتی سے اپنی تیز رو سہیلیوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ یہ بہترین موقع تھا۔

لیکن ادھر میں نے اسے دیکھا ہے اور ادھر اس نے محسوس کیا کہ میں اکیلی رہ گئی اور میری ہجولیاں آگے بڑھ گئیں لہذا چلی وہ دوکان سے جھپٹ کر . . . اور ادھر سے میں لپکا کہ بیچ ہی میں سے لیلوں اسے ورنہ چڑچڑی ویسی ہو رہی ہے۔ [illegible]

دلیوں کے ساتھ جو بھر ہوگئی تو سمجھو کہ گئی ڈیڑھ بجے تک کے لئے۔ پھر وہی رسّہ کشی ہوئی تو کیا فائدہ چنانچہ یہی سوچ کر میں جھپٹا اُس کی طرف تیزی سے۔

اب کچھ تو یہ بات کہ نمائش کا بازار گویا ویسے ہی چوراہا پکارنا وہاں کسی کو بھی مناسب نہیں اور پھر بیبیوں کے پکارنے کے واسطے تو ابھی اردو میں الفاظ بھی مقرر نہیں ہوئے ہیں۔ لہٰذا تیزی سے جھپٹ کر اور بالکل ہی قریب پہنچکر میں نے آہستہ سے کہا۔ "کہاں جاتی ہو؟"

مگر جناب اُس کے دل میں تو آج کے قصہ کی وجہ سے کدورت پیدا ہوگئی! اُس نے مڑ کر تو دیکھا اور وہ بھی کس طرح؟ باوجود اپنی آنکھوں کی خرابی کے مجھے شاید جلانے کے لئے چہرہ پر نقاب اور بھی زیادہ چست کر کے، اور پھر دیکھتے ہی کس صفائی سے بگڑ کر تیزی سے چلی ہی تھی ......!

مگر بیوی پھر بیوی ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ ہم ہی ہارے سہی۔ پکڑو اسے اب تو۔ یہ سوچ کر میں قریب تو تھا ہی بالکل، لپک کر میں نے آہستہ سے ہاتھ پکڑ کر روکا ہے کہ خدا کی پناہ! اس زور سے کسی مضبوط اور طاقتور ہاتھ نے مجھے پیچھے سے بازو پکڑ کر گھمایا ہے کہ ایک دم سے میں "اباؤٹ ٹرن" ہوگیا یا چہرہ ایک دم سے گھوم کر گدی کی طرف ہوگیا! ... کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مضبوط الاعضا خطرناک جوان فاختئی سرج کی شیروانی پہنے کس غیظ و غضب سے "اُتم ... ہتہم" کرکے غصّہ سے آگ بگولہ ہو کر مجھ سے گرج کر کہتے ہیں۔ "یہ کیا لغویت ؟"

اور قبل اس کے کہ میں طے کرسکوں کہ یہ حضرت آیا کٹکھنے ہیں یا مرکھنے .... کسی نازک ہاتھ نے ایک کرخت جھٹکے کے ساتھ میرا بازو پیچھے سے پکڑ کر اپنی طرف جو مجھے موڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ خانم! ... سر پر برقعہ کا نقاب! طلسم ہوشربا کی برّاں شمشیر زن یا مارے غصّہ کے گویا شعلہ جوالہ! .....

بس یہ سمجھئے کہ مجسّم "منم اخگرِ سرخ آہن شکن"!!۔

یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے۔ ایک طرف کٹکھنا جوان تو دوسری طرف یہ! ...... میں نے ایک نظر "برق تابان جمال" پر ڈالی اور پھر ان حضرت کو دیکھا اور پھر پلٹ کر خانم کو دیکھا جو بجائے اپنے برقعہ کے ایک آسمانی رنگ کا برقعہ پہنے ہوئے تھی! ہائے میری قسمت کہ وہی برقعہ جس میں میری عینک اُلجھی چلی گئی تھی! سامنے بی دلّی والی مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر خانم کا برقعہ اوڑھے بھابی جان کے پاس کھڑی ہنس رہی تھیں۔ واللہ اعلم میری حماقت پر یا اپنے شوہر محترم کی بہادری پر اور پاس ہی ان کے بھابی جان کے برقعہ کی جنبش کہہ رہی تھی کہ انہیں ہنسی کا دورہ پڑنے والا ہے!

آپ خود غور فرمائے کہ اب ایسے موقع پر میں کیا کہتا؟ سوائے اس کے دلی والی بہن کے شوہر محترم حضرت دلّی والے سے یا خانم سے یا پھر دونوں سے کہوں کہ:۔

"مجھے سخت افسوس ہے کہ برقعہ کی ...."

دلّی والے حضرت نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا "آخر میں نے دھوکا نہ کھایا .... مجھے دھوکا نہ ہوا .... میں بھی تو آخر آدمی ہی ہوں۔"

میں نے بھی تیز ہو کر کہا "حضرت یہ بھی کوئی زبردستی ہے آخر ایسی صورت میں آدمی کیسے شناخت کرے ؟"

"کیسے کرے! ارے صاحب میں نے کیسے شناخت کرلیا؟" جی میں تو آیا کہ کہدوں حضرت کہ آنکھوں میں لگا ہوگا آپ کے "ایکسرے" مگر چونکہ وہ بقول خانم مجھ سے دو کو کافی تھے لہٰذا میں نے یہی کہا کہ "حضرت مجھے کیا معلوم بتائیے کیسے ؟"

سر کو جنبش دے کر وہ بولے "بندہ پرور برقعے تبدیل ہوگئے تھے تو کیا جوتے بھی بدل گئے تھے۔ آپ کا عذر تو بالکل ہی

عذر لنگ۔ ہے"

خانم بولی "اور انہیں نے تو کہا ہے"

میں نے تیزی سے خانم کے اور اُن کی بیوی کے پیروں کی طرف نظر ڈالی اور واقعی قائل ہو گیا۔ ایک جوتا سفید دوسرا جوتا سیاہ۔ قبل اس کے کہ کچھ بولوں وہ حضرت بولے:

"آپ دیکھتے کیا ہیں۔ یہ ..... مگر آپ کا کہنا ہے کہہ دیجئے کہ جوتوں میں بھی دھوکہ ہو گیا"

ساتھ ہی خانم بولی "میرا جوتا سیاہ اُن کا سفید دھوکا ہو ہی نہیں سکتا"

ابے اس ظالم دلی والے سے تو میں کیا کہتا۔ ہار گیا۔ دالی سے لگ جاتا۔ ایک نیک شریف آدمی ہے اور ... کی تہذیب دیکھی کر غنیم ویسے ہی کیا کم تھا اور اُلٹا اُسی کو بھڑکا رہی ہے لہذا خانم کو تو میں نے آنکھ مار کر اشارہ کیا کہ چپ رہے اور اُن سے میں نے اپنی غلطی کی معافی مانگی اور کہا کہ بیشک مجھ سے سخت غلطی ہوئی سراسر میری خطا ہے پھر اپنی جلد بازی اور گھبراہٹ کا عذر کر کے پھر معافی مانگی۔ اور انہیں دفان کیا۔ ویسے تو میں اُن حضرت سے کیا ڈرتا مگر ڈر یہ رکا تھا کہ خود گھر والی کہیں کوئی جواب نہ کہہ بیٹھے جو وہ مارے غصہ کے پاگل ہو کر عجب نہیں جو مجھے "جنت رسید" کر دیں۔

وہ تو اُدھر چپت ہوئے اور اِدھر میں خانم کا ہاتھ پکڑ کے دوسری طرف چلا ایک دس قدم چل کر میں نے سوچا کہ اب فضول باتیں شروع کرنا چاہئیں۔ چنانچہ میں نے کہا "وہ تم موزے لینے کو گئی تھیں"

"موزے تو گئے چولھے میں" خانم نے جل کر کہا۔ "یہ تو بتاؤ تم نے سوچا کیا ہے؟"

اب جناب میں گھبرایا اور بجائے جواب دینے کے میں نے چپکے سے خاموشی کے لئے خانم کا ہاتھ دبا کر کہا۔ "ہوں"۔

"یہ ہوں اور چوں کیا؟ آخر اور باتیں تو ہوئیں یہ والنیئرز سے پرائی عورتوں کو بھی بلوانا شروع کر دیا گیا ہے اور..."

"ارے خدا کے واسطے .... قسم خدا کی .... میں نے گھبرا کر کہا اور چونکہ کانشس کی سڑک لڑنے کے لئے مناسب مقام نہیں، اور ادھر بیوی ہو رہی تھی شمشیر برہنہ، لہذا پردہ کلب کی طرف لوٹا آہستہ آہستہ چپکے چپکے تسلی دیتا ہوا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے معاملہ کو سمجھاتا ہوا کہ دراصل ملنا چاہتا تھا تمہیں اور وہ شریر والنیئر پکڑ لایا کسی اور کو۔ لیکن توبہ کیجئے۔ وہاں بھلا کون سنتا ہے۔ ان عذرات کا جواب دیا کہ "یہ سب کچھ ٹھیک مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے سوچا کیا ہے؟"

جلدی جلدی پردہ کلب پہونچے اور وہاں سے تانگے پر گھر روانہ ہوئے ظاہر ہے کہ راستہ میں تانگہ پر کیا معاملات پیش آئے ہوں گے میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ قسمیں فضول تھیں۔ اٹھانا بیکار تھا مکرنے کا سوال ہی نہ تھا۔ ہر معاملہ کی عینی شہادت میرے خلاف موجود تھی۔ وہ مختصر یہ کہ ... بجے تک کمرہ میں بیٹھے اسی طرح الجھا اور سلجھا کئے۔ لیٹ رہے سونے کو عینک اُتار کر رکھدی روشنی کم کر دی اور معلوم ہوا کہ اب باقی لڑائی کل ہوگی مگر پھر باتیں شروع ہوئیں تڑپ کر میں بھی اُٹھ بیٹھا۔ وہ بھی اُٹھ بیٹھی۔ روشنی تیز کی گئی عینک پھر لگانا پڑی اور وہی ہے جھائیں جھائیں غرض کیا بتاؤں کس طرح خدا خدا کرکے سونا ملا۔

خانم نے صبح اُٹھتے ہی دلی والی بہن کا برقعہ بھیج کر اپنا برقعہ واپس منگایا۔ واقعہ دراصل یوں تھا کہ بی دلی والی بہن کا برقعہ کسی بچے کی کرم گردگی کا شرمندۂ احسان ہو کر میلا ہو گیا اور اس دوران میں وہ خانم کا برقعہ لے کر اُڑ گئیں اور خانم

اُس کے بعد اُن کا برقعہ پہن کر نکل گئی۔ ان دونوں کا تو کچھ نہیں بگڑا آئی گئی میرے سر پڑی۔

بڑی مشکل سے شام تک کہیں معاملات کو آثار کر شیشہ میں لایا اور جس طرح بن پڑا جن قابو میں کیا۔ میری صفائی بھی ہو گئی بلکہ بھابی جان نے خاص امداد دی۔ یہ سب کچھ ہی مگر میں ایک بدمعاش میاں ہوں اور ایک نہ ایک دن ضرور مارا جاؤں گا . . . اس دفعہ بچ گیا تو کیا ہوا، ایک نہ ایک دن ہونا ہے ہی . . . اُس وقت دلّی والی بہن کے میاں اگر اتفاقاً نہ ہوئے تو کیا ہر روز یہی ہوگا؟

. . . . نہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ دلّی والا میرے سے دو کو کافی ہے اور نہ مجھے یہ خیال ہوی اول ہی سے یہ آپ کی کہی قصہ ختم بھٹا ان لی ہے گویا میں نے کہ باز نہ آؤں گا اور میرا نتیجہ یہی ہونا ہے کہ ایک دن مارا جاؤں گا خوب انہی بدمعاشیوں پر کیونکہ میں ایک بدمعاش میاں ہوں"۔

(عظیم بیگ چغتائی)

غزل

آیا تھا دل میں نقشِ تمنّا لئے ہوئے
جاتا ہوں داغِ رنجشِ بیجا لئے ہوئے

لے دل پہ ہنسنے والے! ذرا غور چاہیئے
بیٹھا ہوں ایک کوزے میں دریا لئے ہوئے

بیٹھا ہوں میں خموش اٹھاؤ نہ تم مجھے
اُٹھونگا اپنے کاندھے پہ صحرا لئے ہوئے

گلیوں میں پھر رہا ہوں میں دیوانوں کیطرح
محمل کا اپنے ہاتھ میں پردا لئے ہوئے

نظروں کے سامنے ہے مری حُسنِ سوگوار
دنیا سے جا رہا ہوں میں دنیا لئے ہوئے

رکھتی ہیں خوش مجھے مری نازک خیالیاں
انداز ہائے جلوۂ رعنا لئے ہوئے

جاذب تجھے ہو مژدہ کہ وہ سروِ خوش خرام
آتا ہے اپنے دوش پہ مینا لئے ہوئے

(جاذب دہلوی)

آخری شاہِ اودھ کا تابوت

(از جناب خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی)

حضرت سلطان ابن السلطان خاقان ابن خاقان جانِ عالم ناصرالدین سکندر جاہ مرزا محمد واجد علی شاہ اختر سابق شاہِ اختر نگر واجد جو سلطنت سے معزول ہوکر مٹیا برج کو لکھنؤ بنائے ہوئے تھے۔ ۲۱ر ستمبر مطابق ۲۳ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ کو رہگزائے ملکِ بقا ہوگئے۔ خلد آرام گاہ خطاب مقرر ہوا۔ سلطنت کو چھوڑ کر ۳۲ برس تک غربت نصیب رہے۔ یہ واقعہ بھی عبرت آمیز ہے۔ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ آپ کی والدہ جنابِ عالیہ نے لندن میں انتقال فرمایا اور مرزا سکندر حشمت برادرِ عزیز نے فرانس میں جان دی۔ بادشاہ نے اپنے دم سے مٹیا برج کو رشکِ لکھنؤ بنا دیا تھا وہاں بھی اپنا وہی شاہی وقار قائم رکھا تھا۔ دفعتاً انتقالِ پرملال کی خبر سے تمام شاہی مراتب کا خاتمہ ہوگیا۔ ماہی مراتب زمین پر گرا دیئے گئے۔ سلطان خانہ بیت الحزن بن گیا ایوانِ شاہی بیابان بن گئے ارکانِ شاہی پریشان و سرنگوں تھے۔ جس وقت تابوت نکلا ایک محشر بپا تھا۔ سفیرِ خاص اور کمشنر صاحب تمام شہر کی رعایا اور حکام ساتھ تھے۔ گوروں کی پلٹن بھی جلوس میں تھیں۔ شاہی جلوس کالی وردی پہنے ہوئے تھے رات کا وقت تھا ہزاروں مشعلیں روشن تھیں۔ چوڑی چوڑی سڑکوں پر بھی آدمی کو راستہ نہیں ملتا تھا۔ دو طرفہ پنجشاخے والے برابر قطار باندھے ہوئے تھے لالٹینیں بھی روشن تھیں۔ خاقانی رسالہ پیادہ یا سلیمانی رسالہ برہنہ سر۔ سلامی کی توپیں تھم تھم کے چھوٹ رہی تھیں۔ باجے ماتمی سلامی بجا رہے تھے۔ نقیب نے آواز دی۔ صاحبو! باملاحظہ ادب سے بڑھو۔ شاہِ اختر نگر کی سواری ہے۔ شہنشاہِ اودھ کی سواری ہے۔ غریب الوطن کی سواری ہے۔ ان لفظوں میں کچھ ایسا سوز و گداز بھرا ہوا تھا کہ تابوت کے پیچھے سننے والے زار و قطار روتے ہوئے ساتھ ساتھ چلے جاتے تھے۔ نعش کو تالاب میں غسل دیا گیا خلعت پہنایا۔ کربلا کا کفن تھا۔ جس پر خاکِ شفا سے قرآن لکھا تھا۔ غسل دے کر جنازہ کو صندل کے تابوت میں رکھا۔ زربفت کا کارچوبی شامیانہ تھا جس میں موتی ٹنکی ہی تھی۔ طلائی خوشنما چارچوبیں تھیں۔ شامیانہ بردار مغرق زرفشاں وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ سنہری روپہلی ڈوریاں تھیں اگرسوزوں میں مشک و عنبر جل رہا تھا۔ آگے آگے چھڑکاؤ ہوتا جاتا تھا۔ جلیل القدر تاج العلماء مجتہد میر عباس صاحب قبلہ نے نماز اس درد و رقت سے پڑھائی کہ تمام حاضرین اشکبار ہوئے۔ پھولوں کی چادر جنازہ پر ڈالی گئی۔ امام بارہ سبطین آباد کی خاک میں اُتارا۔ قاری نے تلقین پڑھی۔ پھر جنازہ کو دفن کیا۔ لوگوں نے مٹی دی۔ اُسی روز دو ممتوعہ بیگموں نے حضرت کی مفارقت میں انتقال فرمایا۔ اور دو اُسی روز بیمار ہوکر دوسرے دن راہیِ ملکِ بقا ہوئیں۔ خاص محل میں کہرام بپا تھا۔ اختر محل میں فرشِ ماتم بچھا تھا۔ ۱۲۳۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ پچیسویں سالگرہ کے بعد یعنی پچیس برس کے سن میں تخت نشین ہوئے۔ ۱۲۷۲ھ میں زوالِ سلطنت ہوا۔ بتیس ۳۲ برس مٹیا برج میں رہے دس برس اودھ کی سلطنت کا مزہ اٹھایا۔ سڑسٹھ ۶۷ برس کی عمر میں پیامِ اجل آیا

آب نہ در دولت ہے۔ نہ قیصر باغ۔ نہ حضرت باغ ہے۔ نہ نصرت باغ گلستانِ ارم ہے۔ نہ چھتر منزل۔ نہ سکندر باغ ہے۔ نہ فرح بخش کوٹھی۔ نہ شیر دروازہ۔ نہ مثمن برج۔ نہ بادشاہ باغ۔ مٹیا برج کی وہ گز زمین کے تاریک گوشے میں خاک کے بستر پر اودھ کا یوسفِ ثانی خوابِ ناز کر رہا ہے۔ سرہانے بیکسی سو رہی ہے کہ ہائے ہائے مزار پر نہ شمع ہے۔ نہ چادر۔ بادشاہ سلامت کو پیوندِ زمین کرنے سب گئے سب کہاں چلے گئے۔ فقط

چند عربی شاہکار!

قبرستان میں ایک دفعہ

ترجمہ بہ صادق الخیری بی اے دہلوی

شاعر کا رخسار سلطنتِ آسمانی پر پوری تابانی سے حکومت کر رہا تھا۔ چاندنی رات تھی اور اُس کی سپیدی آسمان کے تاروں کو چھپائے ہوئی تھی۔ . . . میں نے ایسی روشن راتیں شاید ہی کبھی دیکھی ہوں!

رات ایسی چمکدار تھی کہ عاشق اپنے موتیوں کو پرولے اور محبوبہ اپنی محبت کا پیش کیا ہوا گم شدہ موتی بھی ریت میں سے تلاش کرلے . . . صحرا کا ذرّہ ذرّہ اپنے حسنِ شرر افشاں کی نمائش کر رہا تھا۔

میں صحرائی قبرستان میں اپنے خیالات میں غرق ٹوٹی پھوٹی قبروں اور شکستہ مزاروں کو دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا . . . میں نے انسانی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالی . . . . . .

وہ کتنا مغرور ہے! اپنے آپ کو کسقدر عظیم المرتبت اور دوسروں سے بلند سمجھتا ہے! وہ اپنی طاقت کے دعوے میں کسقدر مبالغہ کرتا ہے اور اُس کی خواہشات کی تکمیل کسقدر بیباکانہ ہوتی ہے . . . موت سے بالکل بے پروا ہو کر!

وہ اپنا سر غرور سے اسقدر بلند کرتا ہے گویا اُسکی ناک آسمان میں سوراخ کردے گی لیکن . . . . . . موت دفعتاً اُس کی ناک رگڑ دیتی ہے اور اُس کے غرور و تکبّر کو ہمیشہ کے لئے قبر میں سُلا دیتی ہے . . . . . !

میں تفکرات میں کھویا ہوا اُسی طرح برابر چلتا رہا کہ دفعتاً مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی شاعر کی روح میرے کان میں کہہ رہی ہے . . . . . .

"اپنے قدم ہلکے کر دے! . . . . جسے تو صحرائی ریت سمجھتا ہے حقیقتاً یہ بنی نوع انسان کے جسم سے پیدا شدہ ذرّات ہیں۔ اگرچہ صدیاں گذر گئیں مگر تب بھی ہمیں اُن کا احترام لازمی ہے کیونکہ یہ ہمارے آبا و اجداد تھے۔ چل! جسقدر آہستہ ہو سکے — بلکہ — ہوا میں . . . اور اکڑ کر نہیں — کیونکہ — کیا تیری غیرت مُردہ ہڈیوں کے چورے پر چلنا گوارا کرے گی؟"

ندامت سے میری پیشانی تر ہوگئی اور میں بالکل آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

موت نے اُن کو قبر کی تاریکی میں پہنچا دیا اور اس گہرائی میں سوائے بوسیدہ اور پسی ہوئی ہڈیوں کے کچھ نہیں۔ لیکن پھر بھی — ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ . . . . ان میں محبت کے وہ پروانے شامل ہیں جنہوں نے ایک مسکراہٹ کی خاطر

اپنا قبلہ تک تبدیل کر دیا۔
جنہوں نے اُس تبسّم کی شیرینی کے واسطے کوثر
کی شیشیوں کو قربان کر دیا!
مگر اب وہ شیرانی رہت میں غبار بن کر رہ گئے اور
اُن کے موتی جیسے دانت سنگریزوں اور کنکریوں میں مل جل گئے۔

اجل

موت کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
مالدار اور مفلس سب یکساں ہیں ۔ ۔ ۔ !
اُس کے نزدیک قائد اور بھٹکا ہوا مسافر دونوں برابر ہیں
"موت" ایک نوجوان کی اپنے زرہ بکتر میں یا دوشیزہ
کی اس کی اوڑھنی میں کبھی کسی کی پروا نہیں کرتی ۔
محلاتِ عظیم الشان اور مٹی کے جالے اُس کے واسطے
دونوں یکساں ہیں ۔
خواہ تو اُس وقت ایک جلیل القدر شہسوار ہو یا
ادنیٰ پیدل ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی شے اُس کے لئے مانع نہیں ہو سکتی اور
لاش تو ایک کشتی کی طرح ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جیسے پیلے گہرے سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
غرق ہو جانے کے لئے !!

مدفن

آہ! ان قبروں میں وہ زلفہائے سیاہ زیرِ زمین ہیں ۔
جو گھنی اور دراز تھیں! اور جن کی چمک نگاہ اور سیاہ نقطۂ
خون (دل) کی رہزن تھیں!
لیکن آخرکار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
زمانے کے ہاتھوں نے اُن کو جڑ سے کاٹ دیا ۔ ۔ ۔
اور اجل نے ۔ ۔ ۔ اُن سے اُن کا کفن بنایا!

٭

کہاں گئیں وہ حسینانِ جہاں جو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اپنے رخسار کو محبت کے لب نازک سے بچاتی تھیں؟
آہ اُن کے رخسار پر تو ۔ ۔ ۔
یہ ساری زمین
ہی بساط
ہو گئی

"خونی دعوت"

(از جناب شمسی کاکوی)

"کرایہ کے لئے نہایت نفیس پرانے قسم کا رہائشی مکان، گیارہ سونے کے کمرے، چار مہمان خانے، تین ملاقات کے کمرے، نوکروں کے رہنے کی وافر جگہ، اصطبل وغیرہ۔ جگہ نہایت معقول اور بہت ہی ہوادار۔ خود دیکھ جائیے کرایہ کے لئے حسب ذیل پتہ سے گفت و شنید کیجئے":-

تقریباً چار ماہ تک اِس مضمون کا اشتہار ایک مقامی اخبار میں نکلتا رہا۔ اکثر گھوم پھر کر نظر اس پر جا پڑتی اشتہار کے لئے کرایہ سے بڑھ کر کوئی چیز مفید نہیں ہوتی۔ کئی مہینے تک اس اشتہار کو جو کسی نمایاں جگہ موجود ہوتا۔ بیکاری میں دھرا جاتا۔ دوسرا ہوتا تو سمجھتا کہ مشتہر صاحب کی کوششیں سر چڑھیں اور یہ اشتہار بند ہو گیا۔ لیکن مجھے اس پرانی رہائشی عمارت سے خوب واقفیت ہے اور جانتا ہوں کہ کبھی کوئی اس مکان میں رہنے کو تیار نہیں ہو سکتا اور اس میں بسنے کا حق صرف چوہوں اور چمگادڑوں کو حاصل ہے۔

میں یہ بتانا نہیں چاہتا کہ یہ مکان کہاں اور کس جگہ ہے کیونکہ یہ سچا واقعہ ہے اور ممکن ہے ناظرین اس کی طرف کوئی عملی قدم اٹھا کر خود کو پریشانی میں مبتلا کریں۔ یہ مکان شہر عظیم آباد کے جنوبی حصہ میں آبادی سے تقریباً بالکل الگ واقع ہے اور...... اب تک خالی ہے !!!

دو برس گذرے، عید کے موقع پر میں اور میرے ایک ہم جماعت مسٹر ریاض خیری ایک سوسائٹی ڈنر میں مدعو تھے۔ معدہ اور دماغ ایک خاص رشتہ میں منسلک ہیں شکم

ڈنر کے بعد ہم لازماً تضیعِ اوقات کے لئے خوش گپیوں میں لگ گئے۔ ایک خیال کے لوگوں کی جماعت میں وقت بہت لطف سے کٹتا ہے۔ روئے سخن، دنیا بھر کے موضوع کی طرف سے پھرتا پھراتا ــ قتل، گھوڑ دوڑ، کولرا، موت اور قبرستان سے ہوتا ہوا لازمی طور پر بھوت پریت کے قصوں پر آن کر رکا۔

اس آخری موضوع پر بحث نے ایک خطرناک صورت اختیار کر لی تھی اور ہم نے باقاعدہ دو جماعتوں میں منقسم ہو کر بحث کرنا شروع کیا تھا۔ پہلی جماعت جو بھوت کے نام ہی پر مسکرا دیا کرتی تھی، قہقہہ لگاتی اور اس کی ہستی کی بھی قائل نہ تھی ریاض خیری کے زیر سرکردگی تھی۔ دوسری جماعت جو نہایت سرگرمی سے موضوع کی موافقت میں تھی ہر طرح دوسری جماعت کو قائل کرنا چاہتی تھی۔ ہمارے میزبان مسٹر ابرار کاظمی اس جماعت کے سردار کہے جا سکتے تھے۔

خارق عادت واقعات کے معتقدوں کے پاس ہزارہا تجربے موجود تھے۔ لیکن کسی خوفناک داستان یا لرزہ خیز تجربہ کے اظہار کے بعد مخالف جماعت بجائے استعجاب و تعجب کے ہنس دیا کرتی تھی یا طنزیہ جملے کس دیا کرتی دلیلوں پر دلیلیں پیش ہو رہی تھیں لیکن تنفر آمیز قہقہے انھیں کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے۔ اندازیہ تھا کہ اس وقت کی بحث دعوت کے لطف کو بھی مکدر کر دے گی۔

مسٹر خیری کے قہقہے سب پر غالب آتے اور اُن کے دلائل سب سے پیش پیش ہوتے۔ مسٹر کاظمی شکست خوردہ جنرل کی طرح بغلیں جھانکنے لگے۔ آخر خیری کے اِس

اصحاب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آسیب زدہ مکان میں رات کاٹ کر دکھا سکتے ہیں کہ یہ تمام صرف بزدلوں کے وہم و گمان اور دماغی کمزوری کا دھوکہ ہے تاہم ہنوز ساری بستی کا خیال یہی ہے۔

مخالف جماعت نے اسکو تسلیم کرلیا اور آخر کار یہ مذاق بھاری بھرکم میزبان نے بتایا ان کی خواہش بہت آسانی سے پوری کی جاسکتی ہے اور ایک آسیب زدہ مکان بھی زیر غور ہے۔

اُس نے اس آسیب زدہ مکان کا مختصر حال بھی ہم لوگوں سے کہا۔ کسی وقت ضلع کے ایک معزز خاندان کا شہری مکان تھا اور شہر کے بڑے بڑے لوگ وہاں پہونچ کر جشن منایا کرتے۔ لیکن دیر الفت کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوسکی آخری مالک کی موت کے بعد یہ ایک غریب رشتہ دار کے ہاتھ لگا جو کسی دوسرے شہر میں رہتا تھا اور اس غریب کے لئے سوائے اسے کرایہ پر اٹھا دینے کی کوئی دوسری صورت نہ تھی۔

تیس برس گذر گئے لیکن یہ نفیس پرانی قسم کا مکان خالی کا خالی رہا۔ کرایہ گھٹایا بھی گیا لیکن سب بے سود۔ اس کے بارے میں بہت سی خوفناک روایتیں مشہور تھیں۔ کوئی کرایہ دار اس میں رہنا پسند نہ کرتا۔ دن بھر چوہے ہنگامہ مچاتے ہیں اور رات کو کچھ اور . . . . اُس کے ہمسایہ یہی کہتے ہیں۔

ریاض کو اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں مل سکتی تھی۔

اُسے ہم لوگوں نے بہت منع کیا۔ اُس کے کسی ساتھی نے یہاں تک کہا۔ ”میں پچاس ہزار روپیہ کے عوض بھی وہاں نہیں رہ سکتا۔ یہ میرے ہوش و حواس کی قیمت ہوگی۔“

”تم اپنے ہوش و حواس کی بہت قیمت لگاتے ہو“ ریاض نے طنز سے جواب دیا۔ ”میں اسے مفت بازی پر لگا رہا ہوں۔“ ”جیتنے والا ہنستا ہے!“ کاظمی نے اپنی حسب عادت تیزی سے کہا۔ ”تم نے ابھی مرحلہ طے نہیں کیا ہے آج سے تیسرے دن میں آپ لوگوں کو پھر مدعو کرتا ہوں اور اگر میرے دوست ایک رات صحیح سلامت رہ آئے تو ہم ان کا جام صحت نوش کرینگے یہ بات سب نے خوشی سے منظور کرلی اور اس آسیب زدہ مکان میں رات گذارنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ان کارروائیوں میں میرا کوئی ہاتھ نہ تھا میں خاموش آدمی ہوں اور الگ تھلگ رہنا پسند کرتا ہوں۔

تیسرے دن رات کے آٹھ بجے میں ریاض خیری کی صحبت میں اس خوفناک مکان پر پہنچا۔ یہ ایک پرانے وضع کا مکان تھا۔ ہم پھاٹک دروازے سے اندر داخل ہوئے اور اس کے بعد صدر دالان سے کمروں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا تھا کسی وقت ایک بڑے خاندان کے لئے نہایت ہی اعلیٰ طریقہ پر بنایا گیا تھا۔ اُس کا محافظ فوج کا پنشن یافتہ ایک بوڑھا سپاہی تھا۔ اُس نے دروازہ کھول دیا اور ہم ایک عظیم الشان صدر دالان میں داخل ہوئے جوتوں کی آواز بھی سینکڑوں گونج پیدا کر رہی تھی۔

”میری عورت نے آگ تیار کر رکھی ہے اور آپ کی کل چیزیں بھی رکھدی گئی ہیں“۔ یہ کہکر بوڑھا سپاہی جلدی سے سلام کرتا ہوا دروازہ سے باہر نکل گیا۔

”میں اکیلا ساری قوم کا مقابلہ کروں گا“۔ ریاض نے کہا اور ہنسا۔ ہنسی کی ہلکی آواز بھی اس خوفناک کمرہ میں کئی بار گونجی۔ جیسے ایک جماعت اُنکا ہنس کر جواب دے رہی ہو ”آٹھ بجے مجھے پکار لینا زندہ رہوں یا مردہ“ اُس نے کہا۔ مجھے دھکیلتا ہوا کمرہ سے باہر لے آیا اور دروازہ زور سے بند کر دیا۔

دوسرے دن میں نے ٹھیک آٹھ بجے آکر اسے آواز دی۔ بوڑھا سپاہی میرے ساتھ تھا۔ ریاض خیری کی

متکبر صورت دیکھکر بوڑھے کے چہرہ پر استعجاب کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"اچھا تو کیا ساری روایتیں غلط تھیں؟" میں نے ذرا بے صبری کو راہ دیتے ہوئے پوچھا اور ہم نزدیک کے ہوٹل کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ "میں تمہیں سارا قصہ کہہ سناؤں گا پہلے کچھ کھا پینے دو۔" اُس نے ذرا اطمینان سے جواب دیا۔

وہ غیر معمولی طور پر سنجیدہ معلوم ہو رہا تھا اور چپ چاپ کھانے میں مشغول رہا آخرش اُس نے سگرٹ سلگایا اور مسکر کر کہا۔ "تم جاننے کے لئے مرے جا رہے ہو! میں تمہیں منتظر نہیں رکھوں گا۔ پانچ الفاظ میں ..... میں نے انھیں دیکھا تے میں منہ کھولے تعجب سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ساری گفتگو اُسی کے الفاظ میں قلمبند کی جاتی ہے:-

"تمہیں باہر بھیجنے کے بعد میں اوپر روانہ ہوا گو راستہ تاریک تھا دیا سلائی کی مدد سے آسانی سے کمرہ تک پہنچ گیا۔ آتشدان میں آگ جل رہی تھی اور دو مومی بتیاں روشن تھیں کمرہ نہایت ہی آرام دہ تھا۔ پرانی قسم کی چند کرسیاں اور میز اِدھر اُدھر لگے تھے۔ میں نے ساری درازیں چھان ماریں۔ بستر کے نیچے اوپر اچھی طرح دیکھ بھال کرلی۔ دروازوں پر قفل چڑھا کے آتشدان کے سامنے ہو بیٹھا۔ ایک کتاب کھول لی اور مطالعہ میں مشغول ہو گیا ناول دلچسپ تھا۔ باب پر باب پڑھتا گیا اور محویت میں اپنی موجودہ حالت تک فراموش کر بیٹھا۔ کامل خاموشی تھی ایک متنفس کی آواز نہ سنائی دیتی بس کوئلے چٹک چٹک کر تھوڑی دیر کے لئے سکوت توڑ دیتے حتیٰ کہ گھڑیاں نے بارہ ۱۲ کا گھنٹا دیا۔

"میں نے آتشدان میں اور کوئلے جھونک دیئے اور نیا باب کھولا۔ تین صفحے ختم کرنے سے قبل اکثر کان لگا کر کچھ سن بھی لیتا کوئی چیز رفتہ رفتہ نزدیک آتی جا رہی تھی۔ چوہے ہونگے

پھر ایک آواز۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے ایک مخلوق پاس کے دروازے کے نزدیک سے گذر رہی ہے لیکن میں نے پھر یہ سوچ کر اطمینان کر لیا کہ چوہے بھی ایسی آواز پیدا کر سکتے ہیں

"طویل خاموشی۔ سوائے گھڑی کی ٹک ٹک کے جو میں نے میز پر رکھ چھوڑی تھی کامل سناٹا تھا۔ میں نے پھر کتاب کھول لی۔ اپنی کمزوری اور وہم پر لعنت بھیجتے ہوئے مشغول ہو گیا۔ کافی دیر تک پڑھتا رہا ہوں گا کہ یکایک دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ میں نے اُس پر دھیان نہ دیا۔ کتاب میز پر رکھدی اور تن کر بیٹھ گیا۔ دوسری آواز کوئی دروازہ زور سے کھٹکھٹا رہا تھا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ آتشدان کی سیخ ہاتھ میں لے لی۔ دروازہ کو ایک زبردست دھکے کے ساتھ کھولا۔ میرے تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ دروازہ پر ایک بوڑھا خانساماں جس کے سفید کپڑوں پر جا بجا سیاہی لگی تھی بڑی سی پگڑی باندھے کھڑا تھا۔ اُس نے کہا "کھانا تیار ہے حضور۔"

"میں نہیں آتا" میں نے فوراً جواب دیا۔ دروازہ بند کر دیا اور مقفل کر کے آن بیٹھا۔ کتاب اٹھالی۔ لیکن پڑھنے کی ساری کوششیں فضول تھیں۔ اب دوسری آواز کا انتظار کر رہا تھا ..... یہ بھی فوراً ہی آئی۔ سیڑھیوں پر کوئی دوڑ رہا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ پھر وہی پگڑی والا خانساماں۔ اُس نے نہایت ادب سے کہا "کھانا تیار ہے حضور اور لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"میں نے کہدیا میں نہیں آسکتا۔ سمجھے۔ ہٹو جہنم میں جاؤ۔" میں چیخا اور تیزی سے دروازہ بند کر لیا۔ بیٹھ گیا۔ اور دوسری حرکت کا انتظار کرنے لگا زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ دس منٹ کے اندر ہی دوسری طلبی ہوئی اٹھا اور دروازہ کو زور سے کھولا۔ وہی خانساماں وہی رٹی ہوئی گفتگو۔

"کھانا تیار ہے حضور۔ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

آقا کہتے ہیں کہ آپ کو آنا چاہیئے۔"

"اچھا میں آؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ میرے دل میں اس معمہ کو حل کرنے کی ایک ناقابل بیان خواہش پیدا ہو گئی تھی

"خانساماں نے پیچھے پیچھے سیڑھی سے نیچے اترا۔ ہر چیز کا جائزہ لیتا ہوا۔ خانساماں کی وردی پر بڑی نگاہ ڈالی پرانے قسم کے عمدہ کاڑھے کپڑے کی اچکن اُس نے پہن رکھی تھی۔ چہرہ پر ایک عجیب قسم کی سختی تھی کمرہ کے تاریک راستے اُس وقت روشنی سے جگمگا رہے تھے۔ مکان دلہن بنا ہوا تھا نوکر اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ ایک کمرہ سے قہقہے اور گفتگو کی آواز آ رہی تھی۔ شیشے کے برتنوں کی جھنکار بھی سنائی دے جاتی۔ زیادہ دیر سوچنے کی ضرورت نہ پڑی۔ میں ایک دروازہ سے اندر داخل ہوا اور کسی نے زور سے کہا۔ "حضرات! خوش خبری! ہمارے نئے مہمان۔ خوش آمدید"!

"مجھے اپنی آنکھوں اور دماغ پر دھوکہ ہو رہا تھا دیکھا کہ دو درجن حضرات پرانے لباس میں عجیب و غریب قطعوں کی ٹوپیاں اوڑھے چمکیلے لباس زیب تن کئے اس کمرہ میں موجود تھے۔ گذشتہ صدی کی تہذیب اور تمدن کا سچا نمونہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ دستر خوان بچھا تھا۔ انواع واقسام کے کھانے چنے تھے روشنی کے لئے ایک بڑا سا موم روشندان جل رہا تھا۔

"ایک سن رسیدہ بزرگ دستر خوان کے آگے کے حصہ میں بیٹھے تھے اور ظاہری شان و شوکت سے صاحب خانہ معلوم ہوتے میرے سلام کا جواب نہایت ہی مؤدبانہ انداز سے دیا گیا اور مجھے کھانے کے لئے بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا۔

پہلے پہل میں سمجھا کہ یاروں نے میرے لئے ایک بے قاعدہ مذاق کا سامان کر رکھا ہے۔ لیکن ہر چیز اس قدر فطری معلوم ہوتی کہ جی ماننے کو تیار نہ ہوتا میں نے ہر شخص پر نظر ڈالی۔ سب اجنبی چہرے نظر آ رہے تھے بوڑھے جوان خوبصورت اور بدشکل سب ہی تھے۔ سب پر اطمینان اور بے توجہی کی ایک خاص لہر دوڑ رہی تھی۔"

"کیا یہ ڈاکوؤں اور سکہ سازوں کی کوئی پوشیدہ جماعت تھی؟ نہیں! انداز گفتگو اور رہائش بتا رہا تھا کہ سب اونچے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے تھوڑی گھبراہٹ کے بعد زبان کھولی۔"

"حضرات! مجھے بھی اس مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرنے کی اجازت دیجئے۔ لیکن کھانے سے پہلے مجھے اس نفیس غذا کیلئے قادر مطلق کی حضور میں نذرانہ عقیدت . . . . "

"لفظ 'قادر مطلق' کا زبان سے نکلنا تھا کہ روشنی گل ہو گئی۔ ایک ہنگامہ مچ گیا۔ بھاگنے چیخنے اور بد دعاؤں کے ہنگامہ کے بعد کمرہ میں کامل سکون طاری ہو گیا۔"

"میں نے خود کو ایک خالی کمرہ میں کھڑا پایا۔ کھڑکی سے سڑک کے لیمپ کی زرد روشنی کمرہ میں آ رہی تھی۔ میں جوڑ جوڑ سے کانپ رہا تھا۔ ایسی عظیم الشان تبدیلی سے گھبرا سا گیا تھا۔ اس قدر ہنگامہ کے بعد فوراً ایسی خاموشی!! تھوڑی دیر کھڑا رہا اور اپنے دماغی توازن کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ خواب دیکھ رہا ہوں خوب آنکھیں ملیں۔ مزید ثبوت کے لئے اپنا سگار کیس بیچ کمرہ میں رکھدیا جو صبح کو اسی جگہ ملا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ اُس کمرہ سے نکل کھڑا ہوا۔"

"راستہ میں نہ کوئی ایسی چیز ملی اور نہ کسی کو دیکھا اپنے پہلے کمرہ میں داخل ہوا اور دروازہ کو اندر سے مقفل کر دیا۔ باہر سے پھر ایک خاصے ہنگامہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے فوراً دروازہ کھولا لیکن اب کسی کا بھی پتہ نہ تھا اس کے بعد بستر پر چلا گیا۔ ۲ بجے ہوں گے آگ بجھ چکی تھی

سوگیا۔ بس صبح نیند ٹوٹی اور تم پر نظر پڑی۔

"لیکن میں نے ابھی اس مرحلہ سے نجات نہیں پائی ہے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ تھے آخر کون ؟ اور کہاں سے آئے ؟ آج رات میں پھر یہاں سوؤں گا اور اس بار اپنے بلڈاگ رستم کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ کل صبح پھر مجھ سے ملنا اگر زندہ رہا تو ایک دلچسپ کہانی تمہاری تفریحِ طبع کے لئے حاضر ہوگی"

ہم لوگوں نے اُسے بہت روکنا چاہا لیکن سب بے سود وہ ایک پختہ ارادے کا انسان تھا دوسرے دن وہ پھر اس منحوس مکان میں داخل ہوا۔ وہ رات میرے لئے ایک طوفانی رات تھی۔ رات بھر نیند آنکھوں سے دور تھی۔ میں بہت کمزور دل کا آدمی واقع ہوا ہوں اور واقعات مجھ پر بہت جلد اثر کرتے ہیں ایک دفعہ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ریاض مجھے پکار رہا ہے۔ بستر پر اٹھ بیٹھا لیکن یہ سب خیال تھا۔ وہاں اپنی سانس کے سوا دوسری آواز نہ تھی۔

صبح ہوتے ہی میں اٹھا کپڑے پہنے اور اُس سمت کو چل کھڑا ہوا۔ ہوا بہت سرد تھی۔ غریب بوڑھا سپاہی وہاں قبل ہی سے موجود تھا۔ آٹھ کا میں نے انتظار بھی نہیں کیا اور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔

اندر کوئی آواز نہ تھی۔ ریاض بہت بری نیند سوتا تھا۔ اس لئے میں زور سے آواز دیتا رہا۔ دروازہ کے ایک سوراخ سے جھانکنا شروع کیا۔ اندھیرے میں رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی عجیب آنکھ مجھے گھور رہی تھی۔ میں نے ڈر کر آنکھ ہٹالی اور پوری طاقت سے چلانا شروع کیا۔

اس دوران میں سپاہی اس قفل کی ایک دوسری کنجی لے آیا تھا۔ کچھ اور لوگ بھی جمع ہوگئے تھے۔ میں نے قفل کھولا اور ہم لوگ اندر داخل ہوئے۔ زیادہ دیر تلاش نہ کرنا پڑا۔

ریاض اور رستم سیڑھی کے نیچے پڑے تھے ضد اور ہٹ کے اس دلچسپ حزنیہ کا انجام موت تھا۔

سرگذشتِ عروس

ایک اونچے گھرانے کی لڑکی کی شادی ماں باپ نے روپے پیسے کے لالچ میں ایک مالدار بوڑھے سے کر دی اُسکے خوفناک نتائج اور بدمزہ زندگی کی تفصیل نوجوان دلہن نے اپنے روزنامے میں درج کی تھی وہ روزنامچہ من و عن کتابی صورت میں چھاپ دیا گیا ہے اسمیں اپنی طرفسے کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ صرف نام اور مقام بدل دیئے گئے ہیں تاکہ کسی کا راز فاش نہو واقعات سب وہی ہیں جو اس مظلوم دلہن کو پیش آئے۔ لڑکی کسی اور سے محبت کرتی تھی مگر اسکے خلاف مرضی اسکی شادی ایک ایسے شخص سے کر دیگئی جسکے بالوں کی سیاہی شرمندۂ خضاب تھی، اور اسکی بتیسی بھی نقلی تھی اس بڑھاپے کو بھی برداشت کر لیا جاتا مگر اسکی آوارگی اور بے پروائی نے نئی دلہن کا دل توڑ دیا اور اسی شکستہ دلی کے موقع پر وہ شخص آگیا جس سے دلہن کو دراصل محبت تھی یہ سین اس روزنامچہ کی جان ہے کیونکہ عشق و ہوس میں یہیں امتیاز ہوتا ہے اور اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمجھدار اور شریف بیویاں اپنے شوہروں سے حد درجہ شاکی، دل برداشتہ اور متنفر ہو جانے پر بھی اپنے گوہرِ عصمت کو ضائع نہیں ہونے دیتیں بوڑھے مہاجن، جہاں دلہن اور اسکے محبوب عاشق کا کیا حشر ہوا ؟ یہ بیان کرنیکی چیز نہیں بلکہ پڑھنے کی چیز ہے اس سے زیادہ دردناک اور عبرت انگیز آپ بیتی آپ نے اور کہیں نہ پڑھی ہوگی یہ ڈائری اس لائق ہے کہ ماں باپ لڑکے لڑکیاں اور ہر عمر کی عورتیں اسے پڑھیں تاکہ آئندہ کوئی ایسی لغزش نہونے پائے۔ ۲۰۰ صفحے کی بیحد دلچسپ کتاب ہے اس پر شاہد احمد صاحب کا طرزِ بیان سونے پر سہاگہ ہے قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک۔

ملنے کا پتہ :۔ شاہجہاں بک ایجنسی شاہجہاں روڈ دہلی۔

بسلسلۂ گذشتہ (از جناب انصار ناصری بی اے دہلوی)

الیاس و ملینہ

مجلس دوم

پہلا منظر

(باغیچہ میں ایک چشمہ)

(الیاس و ملینہ داخل ہوتے ہیں)

الیاس :- تم نہیں جانتیں کہ میں تمہیں کہاں لایا ہوں؟ میں دوپہر کے قریب اکثر یہاں آکر بیٹھتا ہوں جبکہ باغ میں بہت گرمی ہوتی ہے۔ آج تو درختوں کے سایہ تک میں ہوا آگ معلوم ہوتی ہے۔

ملینہ :- اوہ، کیسا صاف پانی ہے!

الیاس :- اور ٹھنڈا! ایسا جیسے برف! یہ ایک پرانا فراموش کردہ چشمہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے یہ چشمہ بڑا معجزنما تھا۔ اندھوں کی آنکھیں اس کے پانی سے روشن ہو جاتی تھیں اب تک یہ "اندھوں کا کنواں" کہلاتا ہے۔

ملینہ :- کیا اب اسکے پانی سے اندھوں کی آنکھیں روشن نہیں ہوتیں

الیاس :- اب جبکہ خود بادشاہ ہی قریب قریب اندھا ہے تو کوئی اس کے پاس نہیں آتا۔

ملینہ :- یہاں کس قدر تنہائی ہے۔ آواز تک نہیں آتی۔

الیاس :- یہاں ہمیشہ ایسی ہی حیرت انگیز خاموشی رہتی ہے۔ ایسی گویا نیند میں بہتے ہوئے پانی کی آواز آرہی ہو۔ کیا تم اس مرمریں حوض کے کنارے بیٹھنا پسند کروگی۔ یہاں ایک لائم کا درخت ہے جس کے نیچے کبھی دھوپ نہیں آتی۔

ملینہ :- میں تو سنگِ مرمر پر لیٹتی ہوں . . . . پانی کی تہ کو دیکھوں گی۔

الیاس :- اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ سمندر کے برابر گہرا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ پانی کہاں سے آتا ہے شاید زمین کی گہرائیوں سے۔

ملینہ :- اگر کوئی چیز اسکی تہ میں چمکے تو وہ نظر آسکتی ہے۔

الیاس :- اتنا نہ جھکو۔

ملینہ :- میں پانی کو چھونا چاہتی ہوں۔

الیاس :- دیکھو پھسل نہ جانا . . . . لاؤ میں تمہارا ہاتھ پکڑ لوں

ملینہ :- نہیں نہیں، میں دونوں ہاتھ ڈبونا چاہتی ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج میرے ہاتھ بیمار ہیں۔

الیاس :- اوہ! اوہ! دیکھو! دیکھو! . . . ملینہ، ملینہ! اوہ! تمہارے بال!

ملینہ :- (اٹھتے ہوئے) میں اس تک نہیں پہونچ سکتی۔

الیاس :- تمہارے بال پانی میں ڈوب گئے تھے۔

ملینہ :- ہاں، ہاں، وہ میرے بازوؤں سے زیادہ لمبے ہیں میرے قد سے بھی زیادہ طویل ہیں۔

الیاس :- اس نے تمہیں ایک چشمہ کے کنارے ہی تو پایا تھا؟

ملینہ :- ہاں!

الیاس :- اس نے تم سے کہا کیا تھا؟

ملینہ :- کچھ نہیں . . . . مجھے یاد نہیں۔

الیاس :- کیا وہ تمہارے بہت قریب آگیا تھا؟

ملینہ :- ہاں وہ میرا بوسہ لینا چاہتا تھا

الیاس :- اور تم نہیں چاہتی تھیں ؟

ملینہ :- نہیں !

الیاس :- کیوں نہیں ؟

ملینہ :- اوہ ! اوہ ! میں نے ابھی پانی کی تہ میں کوئی چیز گذرتی ہوئی دیکھی ہے . . . .

الیاس :- دیکھو، دیکھو تم گر جاؤ گی - تم یہ کس چیز سے کھیل رہی ہو -

ملینہ :- اُس انگوٹھی سے جو اُس نے مجھے دی تھی -

الیاس :- احتیاط رکھو تم اسے کھو دو گی -

ملینہ :- نہیں، نہیں، مجھے اپنے ہاتھوں پر بھروسہ ہے -

الیاس :- اتنے گہرے پانی کے اوپر اس طرح نہ جھکو -

ملینہ :- میرے ہاتھ سدھے ہوئے ہیں -

الیاس :- وہ دھوپ میں کیسی چمکتی ہے اُسے اتنا اونچا مت اُچھالو . . . . .

ملینہ :- اوہ ! . . . . . .

الیاس :- کیا گر گئی ؟

ملینہ :- ہاں، وہ پانی میں گر گئی . . . . .

الیاس :- کہاں، کہاں ؟

ملینہ :- مجھے ڈوبتی ہوئی نظر نہیں آتی -

الیاس :- میرا خیال ہے میں نے اُسے چمکتے ہوئے دیکھا ہے

ملینہ :- میری انگوٹھی کو ؟

الیاس :- ہاں، ہاں، اُس جگہ -

ملینہ :- اوہ ! ہم سے اتنی دور - نہیں، نہیں، وہ انگوٹھی نہیں ہے - وہ تو کھو گئی، کھو گئی - پانی کے ایک بڑے حلقہ کے علاوہ اور کچھ باقی نہیں رہا - ہم کیا کریں - اب ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟

الیاس :- ایک انگوٹھی کی خاطر تمہیں اتنا پریشان نہ ہونا چاہیے - فکر نہ کرو . . . . ہم اُسے شاید دوبارہ پا سکیں ورنہ ہم اور کوئی لے لیں گے -

ملینہ :- نہیں، نہیں، ہم اُسے دوبارہ کبھی نہیں پا سکیں گے اور نہ ہمیں کوئی دوسری مل سکے گی . . . . اپنے خیال میں میں نے اُسے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا اور اپنی مٹھیاں بند کر لی تھیں، لیکن وہ پھر بھی گر ہی گئی . . . میں نے اُسے بہت اونچا اُچھال دیا تھا

الیاس :- چلو ! چلو ! ہم پھر کسی دن آ سکتے ہیں . . چلو وقت ہو گیا - وہ لوگ ہم سے ملنے آ رہے ہوں گے - جب انگوٹھی گری تھی تو دوپہر کا گھنٹہ بج رہا تھا -

ملینہ :- اگر مراد انگوٹھی کی بابت پوچھے تو ہم اُسے کیا بتائیں ؟

الیاس :- سچ سچ . . . سچ سچ !!

(جاتے ہیں)

دوسرا منظر

محل کا ایک کمرہ

(مراد اپنے بستر پر لیٹا ہے اور ملینہ اُسکے بستر کے قریب بیٹھی ہے)

مراد :- آہ ! آہ ! سب طرح خیریت ہے کوئی اہم معاملہ نہیں ہے لیکن نہ معلوم یہ ہوا کیسے ؟ میں سیدھی سادھی طرح جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ ایک دم سے میرا گھوڑا چمک کر سرپٹ ہو گیا - نہ معلوم کیوں - کوئی اجنبی چیز نظر آئی یا کیا میں دوپہر کے گھنٹے کی باج سن رہا تھا - بارھویں باج پر وہ ایک دم سے چونک کر دیوانہ وار بھاگا اور اندھا دھند ایک درخت سے جا ٹکرایا - مجھے کچھ سنائی نہ دیا اور نہ یہ معلوم کہ ہوا کیا میں گرا اور وہ بھی قطعی میرے اوپر گرا ہوگا اس لئے کہ مجھے ایسا معلوم ہوا تھا کہ سارا جنگل میرے سینہ پر ٹکا ہوا ہے میں سمجھا تھا کہ میرا دل کچل کر رہ جائے گا لیکن میرا دل مضبوط ہے کوئی اہم

بات نہیں معلوم ہوتی۔

ملینہ:۔ کیا تم پانی پیو گے؟

مراد:۔ شکریہ ... مجھے پیاس نہیں ہے۔

ملینہ:۔ [illegible]

مراد:۔ نہیں، کوئی مضائقہ نہیں ... خون نکلا تھا اور [illegible]

ملینہ:۔ کیا مجھے یقین ہے، تمہیں زیادہ تکلیف تو نہیں ہے؟

مراد:۔ نہیں، نہیں مجھے اس سے زیادہ تکلیفیں پہنچ چکی ہیں۔ تلوار اور خون کا تو میں عادی ہو چکا ہوں۔ یہ چیزیں ننھے ننھے بچوں کی نہیں ہیں۔ تم فکر مند نہ ہو۔

ملینہ:۔ آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو۔ میں رات بھر یہیں رہوں گی۔

مراد:۔ نہیں نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی تکلیف برداشت کرو۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی۔ میں ایک بچے کی طرح سو جاؤں گا ..... کیا ہوا ملینہ؟ یہ تم ایک دم سے کیوں رونے لگیں۔

ملینہ:۔ (زار و قطار روتے ہوئے) میں خود ..... میں خود بیمار ہوں۔

مراد:۔ تم بیمار ہو؟ ... تمہیں کیا تکلیف ہے؟ کیا تکلیف ہے ملینہ؟

ملینہ:۔ میں نہیں جانتی۔ مجھے یہاں رہنے سے تکلیف ہے۔ مجھے آج تم کو بتا ہی دینا چاہئے۔ میرے آقا۔ میرے آقا۔ میں اس جگہ خوش نہیں ہوں۔

مراد:۔ کیوں، کیا ہوا، ملینہ! آخر معاملہ کیا ہے؟ مجھے تو وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ آخر یہ کیا ہوا؟ کیا کسی نے کوئی بری بات کہی؟ ..... کیا تمہیں کوئی تکلیف پہنچا سکتا ہے؟

ملینہ:۔ نہیں نہیں، کسی نے مجھے ذرا سا بھی دکھ نہیں دیا یہ بات نہیں ہے ..... یہ بات نہیں ہے لیکن میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ میں نہیں جانتی کیوں ..... میں یہاں سے چلا جانا چاہتی ہوں اگر یہاں رہی تو جب مر جاؤں گی۔

مراد:۔ لیکن کچھ تو ہوا ہی ہوگا؟ تم ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔ مجھے سب کچھ بتا دو ملینہ! کیا بادشاہ نے کچھ کہا ..... ان نے؟ کیا الیاس نے؟

ملینہ:۔ نہیں، نہیں الیاس نے کچھ نہیں کہا سنا۔ کسی نے کچھ نہیں کہا ..... تم سمجھ نہیں سکتے۔

مراد:۔ میں کیوں نہیں سمجھ سکتا۔ اگر تم مجھے کچھ بھی نہ بتاؤ گی تو پھر بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکوں گا ... تم مجھے سب کچھ بتا دو اور میں سب کچھ سمجھ جاؤں گا۔

ملینہ:۔ میں خود نہیں جانتی کہ کیا بات ہے ..... میں ٹھیک ٹھیک نہیں جانتی کہ بات کیا ہے اگر میں تمہیں بتا سکتی تو بتا دیتی۔ کوئی چیز ہے جو مجھ سے زیادہ قوی ہے۔

مراد:۔ چھوڑو، سمجھ کی باتیں کرو ملینہ! بتاؤ تم مجھ سے کس بات کی توقع رکھتی ہو۔ تم اب بچہ نہیں رہیں ..... کیا تم رخصت ہونا چاہتی ہو؟

ملینہ:۔ اوہ! نہیں نہیں، یہ بات نہیں ہے میں تو تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی بس۔ میں سمجھتی ہوں کہ میں اب یہاں قطعی نہیں رہ سکتی۔

مراد:۔ پھر بھی کوئی سبب تو ہونا چاہئے آخر سب تمہیں دیوانہ سمجھیں گے۔ سب یہی کہیں گے کہ تم بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ بتلاؤ تو ..... اگر الیاس نے کچھ بھی کہا ہو۔ مگر میرے خیال میں تو وہ تم سے زیادہ بات چیت بھی نہیں کرتا .....

ملینہ:۔ ہاں ہاں وہ مجھ سے کبھی کبھی بولتا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔ یہ بات میں نے اس کی آنکھوں سے معلوم کی مگر جب کبھی وہ مجھ سے ملتا ہے تو بات چیت ضرور کرتا ہے

مراد :۔ تم اس کا زیادہ خیال نہ کرنا وہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے، عجب تماش کا آدمی ہے، اور آج کل تو وہ ذرا غمگین ہے اپنے دوست مساجد کی وجہ سے جو بستر مرگ پر پڑا ہے اور جس کے پاس جانے کی اُسے اجازت نہیں ملی . . . لیکن وہ ٹھیک ہو جائیگا وہ ٹھیک ہو جائیگا . . . . ابھی تو وہ نوعمر ہی ہے ۔

ملینہ :۔ لیکن یہ بات نہیں ہے . . . . یہ بات نہیں ہے

مراد :۔ پھر کیا بات ہے ؟ کیا تم اپنے آپ کو اس زندگی کا عادی نہیں بنا سکتیں جو ہم بسر کر رہے ہیں۔ کیا یہ جگہ تمہارے لئے بہت اداس ثابت ہوتی ہے ؟ اس میں شک نہیں کہ یہ محل بہت پُرانا اور سونا سونا سا ہے اور یہاں کے رہنے والے بھی سب عمر رسیدہ ہیں۔ آس پاس کا جنگل بھی پُرانا اور تاریک ہے، لیکن اگر کوئی چاہے تو یہاں خوش رہ سکتا ہے ۔ اور خوشی . . . خوشی کے متعلق تو یہ ہے کہ کوئی شخص روزمرہ خوش نہیں رہ سکتا ۔ انسان کو چاہئے کہ جیسا بھی وقت پڑے گذار دے لیکن پھر بھی تم مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے سب کچھ کرنے کیلئے تیار ہوں، چاہے جو کچھ ہو . . . .

ملینہ :۔ ہاں ہاں، یہ ٹھیک ہے . . . . یہاں آسمان بھی نظر نہیں آتا ۔ مجھے آج صبح کو پہلی مرتبہ نظر پڑا ۔

مراد :۔ کیا تم اس وجہ سے رو رہی ہو ؟ میری اچھی ملینہ ! کیا صرف اسی وجہ سے ؟ . . . چونکہ تمہیں آسمان نظر نہیں آتا کیا اسی لئے تم آنسو بہا رہی ہو . . . . چلو چھوڑو ان باتوں کو، تمہاری عمر اس لائق نہیں ہے کہ تم ان معمولی باتوں پر رونے دھونے بیٹھ جاؤ . . . . اور پھر اب تو بہار کا موسم آرہا ہے۔ تم روزانہ آسمان دیکھ سکو گی ۔ پھر دوسرے سال بھی . . . . لاؤ مجھے اپنا ہاتھ دو۔ (اپنے دونوں ننھے ننھے ہاتھ (اُس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا ہے) اوہ ! یہ پیارے ہاتھ جن کو میرا جی چاہتا ہے کہ پھولوں کی طرح مسل دوں . . . . ہائیں ! وہ انگوٹھی کہاں ہے جو میں نے دی تھی ؟

ملینہ :۔ انگوٹھی ! ! !

مراد :۔ ہاں، ہماری شادی کی انگوٹھی ۔ کہاں ہے ؟

ملینہ :۔ میرے خیال میں شاید وہ تو گر گئی ۔

مراد :۔ گر گئی ؟ کہاں گر گئی ؟ کھو تو نہیں دی تم نے ؟

ملینہ :۔ نہیں نہیں وہ تو گر گئی . . . . گر ہی گئی ہوگی لیکن مجھے وہ جگہ معلوم ہے جہاں وہ ہے ۔

مراد :۔ کہاں ؟

ملینہ :۔ تم بھی جانتے ہو . . . . تمہیں بھی معلوم ہے وہ غار جو سمندر کے کنارے ہے ؟

مراد :۔ ہاں ۔

ملینہ :۔ بس وہ وہیں ہے . . . وہیں ہوگی . . . ہاں ہاں مجھے یاد ہے . . . . میں آج صبح وہاں ننھے یعقوب کے لئے گھونگے چننے گئی تھی . . . وہاں بڑے اچھے اچھے گھونگے ہوتے ہیں . . . وہیں وہ میری انگلی سے نکل پڑی . . . پھر سمندر کی موج آگئی اور مجھے اُسے ڈھونڈھنے سے پہلے وہاں سے آجانا پڑا ۔

مراد :۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ وہیں ہے ؟

ملینہ :۔ ہاں ہاں مجھے قطعی یقین ہے . . . مجھے گرتی ہوئی معلوم ہوئی . . . . اور پھر ایک دم سے رو کی آواز . . . .

مراد :۔ تم ابھی جاؤ اور اُس کو فوراً لے کر آؤ ۔

ملینہ :۔ میں ابھی جاؤں اور اُسے فوراً لے کر آؤں ؟

مراد :۔ ہاں ۔

ملینہ :۔ ابھی . . . فوراً . . . . اندھیرے میں ؟

مراد :۔ ابھی فوراً ۔ اندھیرے میں تمہیں جانا پڑے گا اور اُسے فوراً لانا پڑے گا میں اپنی ساری چیزیں کھو سکتا ہوں لیکن اُس انگوٹھی کو کسی طرح نہیں کھو سکتا ۔ تم نہیں جانتیں کہ وہ کیا چیز ہے

تمہیں نہیں معلوم کہ وہ کہاں سے آئی تھی۔ آج کی رات سمندر ضرور طوفان برپا کرے گا اور بلند ہو ہوکر تم سے پہلے اُس انگوٹھی کو لے جائے گا۔ اس لئے جلدی کرو۔ جاؤ اور اُسے فوراً لے کر آؤ۔

ملینہ :۔ میں نہیں جا سکتی۔ ... میں اکیلی نہیں جا سکتی۔

مراد :۔ جاؤ۔ جاؤ۔ جس کے ساتھ جاؤ۔ لیکن تمہیں فوراً جانا پڑے گا۔ سنا تم نے؟ جلدی کرو۔ الیاس سے کہو وہ تمہارے ساتھ چلا جائے گا۔

ملینہ :۔ الیاس؟ الیاس کے ساتھ؟ لیکن الیاس نہیں جائے گا۔

مراد :۔ الیاس ہر وہ کام کرے گا جو تم اُس سے کہو گی۔ میں الیاس کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ جاؤ جاؤ۔ جلدی جاؤ۔ جب تک کہ انگوٹھی نہ آئے گی میں نہیں سوؤں گا۔

ملینہ :۔ آہ۔ آہ۔ میں خوش نہیں ہوں! میں خوش نہیں ہوں! . . . .

(روتی ہوئی جاتی ہے)

تیسرا منظر

ایک غار کے سامنے

(الیاس و ملینہ داخل ہوتے ہیں)

الیاس :۔ (تیز لہجے میں) ہاں، یہی تو ہے وہ جگہ۔ ہم پہونچ گئے۔ اتنا اندھیرا ہے کہ غار کے دہانے میں اور رات کی سیاہی میں ذرا فرق نہیں۔ . . . . . معلوم ہوتا اُدھر تارے بھی تو نہیں ہیں۔ ذرا ٹھہرو چاند کو اُس بڑے بادل سے نکل آنے دو۔ جب نکل آئے گا تو غار جگ مگ جگ مگ کرنے لگے گا۔ اور پھر ہم بے کھٹکے غار میں داخل ہو سکیں گے۔ اس کے اندر بہت سے خطرناک مقامات ہیں اور اُن دو جھیلوں کے درمیان جن کی تھاہ آج تک نہیں معلوم ہوئی، راستہ بہت ہی تنگ ہے مجھے خیال ہی نہیں رہا ورنہ ٹارچ یا لالٹین لیتا آتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آسمان کی روشنی بہت کافی ہوگی۔ . . . تم کبھی اس غار کے اندر گئی ہو؟

ملینہ :۔ نہیں!

الیاس :۔ اچھا آؤ۔ تمہیں اس جگہ سے تو اچھی طرح واقف ہونا چاہئے جہاں تم نے انگوٹھی کھوئی تھی تاکہ اگر وہ تم سے پوچھے تو تم اچھی طرح پتہ بتا سکو۔ . . یہ غار بہت وسیع اور خوبصورت ہے۔ اس میں چونے اور کھاری ایسے خوشے سے لٹک رہے ہیں جو پودوں اور انسانی شکلوں سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ طرح طرح کی رنگ آمیزیوں سے پُر ہے کوئی شخص اس کے آخر تک نہ جا سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ پوشیدہ خزانے ہیں۔ پرانے جہازوں کے شکستہ انجر پنجر بھی تمہیں نظر آئیں گے۔ لیکن بغیر کسی رہنما کے اس کے اندر نہ جانا چاہئے۔ کچھ لوگ تو ایسے گئے کہ آج تک واپس نہ آسکے میں خود بھی بہت دور تک نہ جا سکوں گا۔ جہاں آسمان کی اور موجوں کی روشنی آنی بند ہوگی ہم وہیں رک جائیں گے۔ اگر اسکے اندر کوئی ذرا سی روشنی کر دے تو بس ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اس کی چھت ستاروں سے لپی ہوئی ہے لوگ اسکا سبب یہ بتاتے ہیں کہ چٹانوں میں بلور اور نمک کے ریزے ہیں وہی چمکتے ہیں۔ . . . دیکھو! دیکھو! شاید اب آسمان

صاف ہو جائے۔ لاؤ مجھے اپنا ہاتھ دے دو۔ کانپو نہیں کانپو نہیں، کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جیسے ہی کہ سمندر کی روشنی ہمیں نظر آنی بند ہو جائے گی ہم فوراً رک جائیں گے.... کیا تم غار کی آواز سے ڈر رہی ہو؟ کیا رات کی آواز سے... سکوت اور سناٹے کی آواز سے؟... کیا تمہیں سمندر کی آواز آرہی ہے۔ یہ آج کی رات کچھ خوش نظر نہیں آتا... لو روشنی ہو گئی۔

(چاندنی کی شفاف روشنی میں غار کا دہانہ اور اندر کا کچھ حصہ روشن ہو جاتا ہے۔ کچھ دور پر تین سفید سر والے بوڑھے فقیر ایک چٹان سے تکیہ لگائے ایک دوسرے کا سہارا لئے سوتے ہوئے نظر آتے ہیں)

ملینہ:- اوہ! الیاس:- کیا ہے؟

ملینہ:- وہ (فقیروں کی طرف اشارہ کر کے)

الیاس:- ہاں ہاں میں نے بھی انہیں دیکھ لیا.....

ملینہ:- ہمیں چلنا چاہیئے.. ہمیں چلنا چاہیئے!.....!

الیاس:- یہاں تین فقیر پڑے سو رہے ہیں.. ملک میں قحط پڑا ہوا ہے.... آخر یہ یہاں آکر کیوں پڑ رہے ہیں؟

ملینہ:- ہمیں چلا جانا چاہیئے.. چلو چلو.. ہمیں چلا جانا چاہیئے!

الیاس:- دیکھو اتنے زور سے نہ بولو... کہیں یہ جاگ نہ جائیں... یہ ابھی تک غافل ہیں.... چلو۔

ملینہ:- مجھے چھوڑ دو... مجھے چھوڑ دو... میں اکیلی ہی چلی جاؤنگی۔

الیاس:- ہم کسی دن پھر ملیں گے..... (جاتے ہیں)

چوتھا منظر
محل کا ایک کمرہ

(عاقل اور الیاس نظر آتے ہیں)

عاقل:- تم دیکھ رہے ہو کہ اسوقت ہر امر تمہیں یہاں ٹھہرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ ہر ایک چیز تمہیں اس اندیشناک سفر سے مانع رکھ رہی ہے تمہارے باپ کی حالت تم سے ابتک چھپائی گئی لیکن اب تمہیں معلوم ہو جانا چاہیئے، اسکی زندگی کی اب کوئی امید باقی نہیں رہی اور صرف ایک ہی چیز تمہیں یہاں روکنے کا کافی سبب بن سکتی ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ دشمن کھڑے ہو رہے ہیں اور بھوک کی ماری رعایا چاروں طرف سے چلا رہی ہے تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہمیں تنہا چھوڑ جاؤ۔ اور آخر تمہارے سفر کا مقصد ہی کیا ہے؟ ساجد تو مر چکا اور زندگی قبروں پر جانے سے زیادہ اہم فرائض رکھتی ہے۔ تم کہتے ہو کہ تم اپنی خاموش اور سست زندگی سے تنگ آگئے ہو، لیکن یہ تو بتاؤ کہ فرض اور کام سر بازار تو پڑے پھرتے ہیں۔ انسان کو اپنی دہلیز پر اُن کا انتظار کرنا چاہیئے تاکہ ہر روز اُن کا خیر مقدم کرنے کے لئے مستعد رہے۔ تم نے ابھی تک فرائض کو پہچانا نہیں؟ میں تو خود ہی قریب قریب اندھا ہوں، لیکن اب بھی تمہیں انہیں پہچاننے کا طریقہ بتا سکتا ہوں اور یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ کس دن تمہیں اُن کا استقبال کرنا چاہیئے........ خیر، سنو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری زندگی کی فلاح تمہارے اس سفر پر مبنی ہے تو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم اپنی بہتری و بہبودی کا خیال مجھ سے زیادہ کر سکتے ہو.... میں تم سے صرف اتنی درخواست کرتا ہوں کہ تم کم از کم اُس وقت تک ٹھہرے رہو جب تک کہ ہمیں مستقبل کے متعلق کچھ نہ کچھ اندازہ نہ ہو جائے۔

الیاس:- مجھے کب تک ٹھہرا رہنا پڑے گا؟

عاقل:- کچھ ہفتے.... یا شاید کچھ دن تک۔

الیاس:- بہت اچھا، میں ٹھہروں گا....

(باقی آئندہ)

یہ ہے محبّت!

(از جناب شاہد احمد صاحب بی۔ اے (آنرز) ایڈیٹر ساقی دہلی)

پیاری ریحانہ!

عجیب ہو تم بھی! تم ایک سیدھی سادی جذباتی لڑکی ہو ذرا تم سے کسی نے بسور کر بات کی اور تم نے جانا کہ اس کا دم نکلا۔ کسی کی آنکھوں میں تم نے آنسو دیکھے اور تمہارا دل پسیج گیا۔ مگر کیا تم جاننا چاہتی ہو کہ تمہارے ان جذبوں کا کیا اثر ہوتا ہے؟ کوئی روتا ہے تو آپ ہی آپ تمہارے دل میں گدگدیاں ہونے لگتی ہیں۔ کسی کے آنسو ٹپکتے ہیں تو میری ہنسی کے فوارے چھوٹنے لگتے ہیں گویا پانی پڑ جاتا ہے۔ جانتی ہوں کہ اس رونے دھونے کے پیچھے فریب چھپا ہوا ہے۔ سمجھتی ہوں کہ عورتوں کا شکاری اپنا جال بچھا رہا ہے پھر کیا سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی میں کچھ نہ سمجھوں اور اس جال میں پھنس جاؤں جسے تم "محبت" کہتی ہو اور میں "فریب" سمجھتی ہوں۔ خدا کے لئے اس سراب سے بچو ورنہ تمہاری پیاس آنسوؤں سے بھی نہ بجھ سکیگی۔

(تمہاری ثریا)

نادان لڑکی۔

پھر وہی محبت کا رونا! محبت کو تم الوہیت کہتی ہو حالانکہ ابلیسی جذبات کے عود کرنیکا نام محبت ہے۔ یہ روح کی پکار نہیں ہے جسم کا تقاضا ہے۔ مرد چاہتا ہے کہ اپنی سرکش بہیمانہ قوتوں کو آسودہ کرے اس لئے عورت کی جستجو کرتا ہے۔ زہر پر شکر کی ایک تہ چڑھاتا ہے اور پھر اس شکر کو بھی طرح طرح سے رنگتا ہے۔ عورت کی فطری کمزوری اگر اس پر غالب آگئی تو وہ اس زہر خوش رنگ کو نگل جاتی ہے اور پھر . . . عورتوں کا شکاری ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ جاتا ہے اور ایک عورت کی جوانی اپنے جسم و روح کا نوحہ سنانے کے لئے باقی رہجاتی ہے کمزور بھولی بھالی مخلوق پر اس سفاک شکاری کو ترس نہیں آتا اُسے چھوڑ جاتا ہے۔ تڑپنے کے لئے، تلملانے کے لئے، جیتے جی مرجانے کے لئے۔ ریحانہ ہوش میں آؤ ورنہ — آگے لکھتے میرا دل کانپتا ہے۔

(تمہاری ثریا)

پیاری ریحانہ۔

تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ محبت جنون کی ایک خاص شکل ہے تمہارا جی چاہے تو اسے فرشتوں کا نغمہ کہہ لو یا اس سے بھی بڑھ کر کائنات کی موسیقی سمجھ لو مگر میں تو یہ جانتی ہوں کہ جب انسان کی شئے لطیف کثافت کیطرف مائل ہوتی ہے اور اسکی نازک حسیات میں ابتذال پیدا ہونے لگتا ہے تو وہ اس کیفیت کو "محبت" کے نام سے تعبیر کرنے لگتا ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ محبت میں انسان کیسی کیسی عجیب وغریب حرکتیں کرتا ہے؟ ان حرکتوں کی ناموزونیت اسی سے ظاہر ہے کہ سب کے سامنے نہیں کیجاتیں۔ چھپ کر کیجاتی ہیں۔ جب ہمیشہ چھپایا جاتا ہے پھر محبت کو خرابی دماغ کا نتیجہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟ تم میں اس جنون کی ابتدا کے آثار مجھے دکھائی دے رہے ہیں ان سے بچنے کی کوشش کرو ورنہ دیوانگی آگے چل کر تمہیں خون کے آنسو رلوادیگی۔ سوچو سمجھو۔

(تمہاری ثریا)

پیاری ریحانہ۔

"مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے میرے سازِ ہستی کے تاروں کو اسطرح چھیڑا ہے کہ ایک لافانی نغمہ میری روح میں گونجتا چلا جارہا ہے"۔ تم نے یہ فقرہ اچھا لکھا مگر مجھے کہنے دو کہ جب کوئی فریبِ محبت میں مبتلا ہوجاتا ہے تو وہ ایسی ہی بے سروپا باتیں کرنے لگتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جاں نواز نغمہ روح فرسا جھنکاریں تبدیل ہوجائے مرد اپنا دل بہلانے کے لئے عورت کو کھلونا بناتا ہے اور یہ بیوقوف کھلونا بنجاتی ہے جب کھلونا ٹوٹ جاتا ہے تو اسے پھینک دیتا ہے اور دوسرا کھلونا اٹھا لیتا ہے کھیلنے والے کو سب دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے مگر ٹوٹے ہوئے کھلونے کو سب حقارت سے ٹھکراتے ہیں ”مرد کی کمزوری کو "فتح" اور عورت کی کمزوری کو "شکست" قرار دیا جاتا ہے یہی اس دنیا کا دستور ہے تم محبت کا سہانا خواب دیکھ رہی ہو

باپ

(ناروے کے ڈرامائسٹ، شاعر، ناولسٹ، معلم اخلاق بجورنسٹرن بجورنس کا مختصر شاہکار)

آپ جس کا قصہ سننے جارہے ہیں وہ اگلے گاؤں کا سب سے زیادہ امیر اور بارسوخ آدمی تھا۔ اُس کا نام تھورڈ تھا ایک روز وہ پادری کے یہاں پہونچا۔ اس کے چہرہ پر مستعدی، سنجیدگی اور مسرت کے علامات تھے۔

اُس نے کہا: "خدا نے مجھے ایک بیٹا دیا ہے اور میں اُسکا بپتسمہ کرانا چاہتا ہوں۔"

"اس کا نام کیا ہوگا؟"

"فین..... اُس کے دادا کے نام پر۔"

"اور اُس کے مذہبی والدین؟"

تھورڈ نے اپنے رشتے کے ایک خاندان کا نام بتایا

"اور کچھ؟" پادری نے نگاہیں اوپر اٹھا کر پوچھا۔

متمول کسان کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا۔

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ کل ہی بارہ بجے یہ رسم انجام ہوجائے۔"

"یعنی اتوار کے دن؟"

"ہاں!"

"بس؟"

"ہاں، اور کچھ نہیں۔"

اور وہ جانے لگا۔

پادری اُٹھا۔ "ہاں، اور یہ باقی ہے" اُس نے کہا اور آگے بڑھ کر تھورڈ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں ---- کہ خدا اس لڑکے کو تمہارے لئے باعث رحمت بنائے!

سولہ برس کے بعد تھورڈ پھر ایک روز پادری کے کمرہ میں تھا۔

"تھورڈ۔ میں تو تمہاری صحت پر رشک کرتا ہوں!" پادری نے کہا اور سچ مچ اس سولہ برس کے عرصہ میں اُس میں کچھ بھی تبدیلی نہ ہوئی تھی۔

"مجھے کوئی فکر نہیں" تھورڈ نے جواب دیا۔

اس پر پادری چپ ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا "ہاں تو اپنے آنے کی غرض بیان کرو۔"

"میں اپنے لڑکے کے بارے میں آیا ہوں۔ کل وہ کلیسا کے حقوق میں شریک کیا جانے والا ہے۔"

"فین بہت ہونہار لڑکا ہے!"

"میرا ارادہ پادری کو کچھ بھی دینے کا نہ تھا لیکن جو جگہ کل اُسے ملنے والی ہے اُسی کی خبر سُن کر مجبور ہوگیا۔"

"اُس کا نمبر اول ہے۔"

"ہاں میں سُن چکا ہوں اور اسی شکریہ میں پادری کے لئے دس ڈالر ہیں!"

"تمہارے لئے اور کچھ کرسکتا ہوں؟" پادری نے تھورڈ کے چہرہ پر اپنی نظریں گاڑ کر کہا۔

"نہیں، اور کچھ نہیں۔"

تھورڈ چلا گیا۔

آٹھ برس اور گذر گئے... ایک روز پادری کے کمرہ کے باہر کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کئی آدمی اندر داخل ہوئے اور سب کے آگے تھورڈ تھا۔ پادری نے اُسے دیکھا اور پہچان لیا۔

"آج تو تم کافی جماعت کے ساتھ آئے ہو ٹھورڈ!"

"ہاں میں آیا ہوں تاکہ آپ ایک شادی کا انتظام کرا دیں۔ گاؤں کی لڑکی ہے جسے تم یہاں سب جانتے ہو، مگر مجھے اپنے لڑکے کو بیاہنے جا رہا ہوں!"

"ہاں ہاں کیرن تو بستی کی سب سے معمول اور حسین لڑکی ہے!"

"ہاں ہاں لوگ کہتے تو ہیں" کسان نے سر دباتے ہوئے کہا۔

پادری کچھ دیر چپ چاپ بیٹھا رہا جیسے کہ کچھ سوچ رہا ہو۔ پھر دونوں کے نام رجسٹر میں درج کر لئے اور انہوں نے دستخط کر دیئے۔

ٹھورڈ نے میز پر پانچ ڈالر رکھ دیئے۔

پادری نے کہا "میرا تو صرف ایک ہی چاہیئے"

"یہ تو میں جانتا ہی ہوں لیکن میرے اکلوتے بچے کی شادی ہے۔ میں حوصلہ سے خرچ کرنا چاہتا ہوں!"

پادری نے روپے لے لئے اور کہا۔

"ٹھورڈ یہ تیسری مرتبہ ہے کہ تم اپنے لڑکے کے لئے آئے ہو!"

"یہی آخری بار ہے۔ اب تو خدا کے فضل سے اس سے فراغت پا گیا!" ٹھورڈ نے جواباً کہا اور اپنی روپوں کی تھیلی جیب میں رکھتے ہوئے پادری کو رخصتی سلام کیا۔

لوگ جو اس کے ساتھ آئے تھے آہستہ آہستہ اس کے پیچھے پیچھے کمرہ سے نکل گئے۔

دو ہفتے بعد دونوں باپ بیٹے جھیل کو کشتی سے عبور کر رہے تھے۔ ہوا بالکل خاموش تھی۔ فضا یکدم ... ۵۰ میل پرے والے شہر میں شادی کے سلسلے کچھ چیزیں خریدنے جا رہے تھے۔ لڑکا کھڑا ہو کر جمائی لینے لگا کہ اتفاقاً اس کا پیر پھسل گیا

اُس نے ہاتھ پھیلایا چیخ ماری اور پانی میں گر پڑا۔

باپ نے گھبرا کر پتوار بڑھایا اور چلایا "لو پتوار پکڑ لو!"

لیکن دو چار ہی ہاتھ مارنے کے بعد اُس کے ہاتھ پاؤں سخت ہونے لگے!

"تھوڑا ... اور ٹھہر جاؤ، ہمت کرو!" ٹھورڈ نے کہا اور جلدی جلدی اُس کی طرف کشتی لے جانے لگا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے قبل ہی بیٹے نے بیکس نظروں سے باپ کی طرف آخری مرتبہ دیکھا ... اور غرق ہو گیا!

ٹھورڈ کو اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ ہوا۔ اُس نے ہاتھ روک لیا اور غور سے اُس جگہ کو دیکھنے لگا جہاں پر غرق ہوا تھا گویا کہ وہ پھر ابھرے گا! ... سطح پر کچھ بلبلے اٹھے ... پھر کچھ اور ... اور آخرکار ایک بڑا سا بلبلہ ٹوٹ کر پھر پانی میں مل گیا! اور جھیل کی سطح پھر آئینہ کی طرح صاف اور ساکن تھی! .....

مسلسل تین دن اور تین رات تک لوگوں نے ٹھورڈ کو اُسی جگہ پر کشتی لئے گھومتے جھیل کو چھانتے دیکھا۔ چوتھے روز صبح کو اس کی لاش مل گئی۔ وہ اپنے مردہ بیٹے کو گود میں پہاڑی والے باغ میں لے گیا! ....

اس واقعہ کو ایک سال ہو گیا ہو گا کہ خزاں کی ایک شام کو پادری نے کسی کو دروازہ کھٹکھٹاتے سنا۔ اس نے دروازہ کھول دیا اور ایک لانبا دبلا آدمی داخل ہوا۔ اس کی کمر جھکی جا رہی تھی، بال سفید تھے۔ پادری نے دیر تک دیکھنے کے بعد اسے پہچان لیا۔ وہ ٹھورڈ تھا!

"آج تم دیر تک ٹہلتے رہتے ہو؟" پادری نے پوچھا، اور اس کے سامنے [illegible] کھڑا رہا۔

"ہاں دیر ہو گئی!" ٹھورڈ نے کہا اور بیٹھ گیا۔

پادری بھی بیٹھ گیا۔ طویل خاموشی چھائی رہی!۔۔۔

آخر کار تھورڈ نے کہا،۔

"میرے پاس کچھ روپے ہیں۔ میں انھیں اپنے بیٹے کے نام پر خیرات کرنا چاہتا ہوں"

وہ اٹھا، میز پر روپوں کی تھیلی رکھدی اور بیٹھ گیا

"یہ تو بہت سا ہے"۔ پادری نے کہا۔

"ہاں یہ میرے باغ کی آدھی قیمت ہے۔ میں نے آج باغ بیچ ڈالا۔"

پادری دیر تک خاموشی سے بیٹھا رہا پھر نرمی سے پوچھا۔ "اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟" تھورڈ؟"

"کچھ نیک کام!"

دیر تک دونوں بیٹھے رہے۔ تھورڈ کی نظریں زمین پر تھیں اور پادری کی نگاہیں تھورڈ کے چہرہ پر! آخر پادری نے نہایت آہستگی اور نرمی سے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لڑکے نے تمہارے لئے سچی رحمت کا سامان کیا ہے!"

"ہاں، میرا لڑکا یہی حاصل ہے!" تھورڈ نے نگاہیں اوپر اٹھا کر کہا اور آنسو کے دو بڑے بڑے قطرے اُس کی آنکھوں سے نکل کر آہستہ آہستہ اُس کے رخساروں پر سے گذرتے ہوئے زمین پر گر پڑے!

تمنائی!

"حدیثِ شوق"

جبؔ معرفتِ مطلوبؔ نہ تھی، مرہونِ تمنا کوئی نہ تھا
بیگانۂ ذوقِ طلبؔ تھے دل، مصروفِ تقاضا کوئی نہ تھا
جبؔ مہر و وفا کا ذکر نہ تھا، جبؔ لذّتِ درد کی قدر نہ تھی
جبؔ بادۂ عشق و محبّت کا، کونین میں پیاسا کوئی نہ تھا
جبؔ جوشِ جنوں کا دور نہ تھا، تخئیل پہ چھائی نہ تھی وحشت
سودائیِ منزل کوئی نہ تھا، آوارۂ صحرا کوئی نہ تھا
احساس نہ تھا سرگرمِ خلش، ادراک نہ تھا خواہانِ تپش
کچھ اور ہی تھی دنیا کی روش، لذّت کشِ ایذا کوئی نہ تھا
اِک نعرۂ ہُو سے ہم نے کیا شیرازۂ ہوش و حواس ابتر
اُس وقت! کہ سارے عالم میں دیوانہ تمہارا کوئی نہ تھا

(کوکبؔ شاہجہانپوری)!

ہمارا ایک صفحہ کا افسانہ

(از جناب ظفر قریشی بی۔ اے دہلوی)

اربعۂ انوار

دانشِ مشرق کا ایک نادر نمونہ

دانشِ مشرق اب تک زبان زدِ عام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حکمائے مشرق نے اپنے تجربے اور مشاہدہ کی کسوٹی پر کس کر جو باتیں بھی دنیا کو عطا کیں اُن پر انسان اگر عمل کرے تو زندگی کی کامرانی و فارغ البالی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر افراد کا ان پُرحکمت اقوال پر عمل ہو تو زندگی کی آسائشیں اور تمدن کی برکاتِ محمودہ حاصل ہوں۔ ہمیں جب کبھی عقل و دانش کے مقولوں کی تلاش ہوتی ہے تو مغربی حکما کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہمیں اس باب میں متعصب ہونے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر مغرب کے حکما کے اقوال کے ساتھ اپنے بزرگوں کی تعلیمات اور کہاوتوں کو بھی یاد رکھیں تو کیا حرج ہے۔

ذیل کا واقعہ دانشِ مشرق کے ظاہر کرنے کے لئے درج کیا جاتا ہے جس سے اپنے بزرگوں کی عقلی برتری اور حکمت و موعظت کے بلند مرتبت معیار کا علم ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حکمائے عرب و عجم میں اس بات پر گفتگو ہوئی کہ انتہائی زندگی کی سلامت و ہمواری کے لئے چار بہترین حکمتیں کیا ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے انسان پراگندگی حیات میں مبتلا نہ ہو۔ مامون کے عہد میں یہ گفتگو ہوئی اور ایک عرصہ تک مختلف تجاویز پیش ہوتی رہیں۔ کوئی کسی بات کی دلیل لاتا تھا کوئی کسی امر پر مصر تھا۔ کئی سال کی مسلسل گفتگو کے بعد جو اقوال و نصائح اس باب میں طے ہوئے اُن کا خلاصہ یہ ہے۔ جس پر مامون نے بھی مہر تصدیق ثبت کی اور اپنے فتاویٰ و فرامین کی پشت پر ان کو لکھنے لگا نیز اُن کی عام پبلسٹی کرنے کے لئے کاتبانِ باب حکومت کو حکم ہوا اور جابجا چرچا ان چار باتوں کا عام ہوا اِن امور کی صحت و دانش اب تک مسلّمہ ہے اور اتنا عرصہ گذر جانے پر بھی ہم عقل و تجربہ کی روشنی میں ان کی صحت کو پرکھ سکتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہلِ مشرق اہلِ مغرب کے عقلاء اور حکما، سے کسی باب میں بھی کم نہیں بلکہ بعض اوقات برتری و فوقیت ہی رکھتے ہیں :-

اربعۂ انوار

چار چیزیں چار چیزوں کی محتاج ہیں :- (۱) عقل تجربہ کی (۲) شرافت ادب کی۔ (۳) بادشاہی امن کی (۴) قرابت محبت کی . . . چار چیزیں کتنی ہی تھوڑی ہوں مگر تھوڑی نہ سمجھنی چاہئیں :- (۱) آگ (۲) دشمن (۳) قرض (۴) مرض . . . . . چار چیزیں تمام عیبوں سے بدتر ہیں (۱) حکماء کا غصہ (۲) علماء کا جھوٹ (۳) دولتمندوں کا بخل (۴) عورتوں کی بے حیائی . . . . چار امور حاصل کرے (۱) تربیت نفس (۲) تزکیۂ خیال (۳) تعلیم عمل اور (۴) ترکیبِ جسمانی یعنی اچھے اخلاق۔ عمدہ خیالات و پاکیزگی تصور اور عمل کی قوتیں اور جسمانی صحت و سلامتی۔ واللہ اعلم بالغیب (فقط)

بسلسلۂ گذشتہ

یتیم دوشیزہ

(از جناب سید محمود مورث بی - اے)

پریم دیوی سے دوید و گفتگو کرنیکے بعد رائے بہادر نے اپنا وقت بے چینی اور پریشانی کی حالت میں گذارا یہانتک اسی پریشانی کی وجہ سے اُنھیں تمام رات نیند بھی نہ آئی - دوسرے دن صبح کو بھی وہ اسی فکر میں تھے - وہ حیران تھے کہ گوپال کو کیا جواب دیں - اِس کے علاوہ اُن کی تمام سازشیں اور تمام ارادے خاک میں ملے جا رہے تھے آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ آخری مرتبہ ضرور وہ اپنے ارادوں میں کامیابی کی کوشش کریں گے - وہ پریم دیوی سے صلح کرکے کسی اور طرح اپنا مطلب نکالیں گے وہ پریم دیوی کی ضرورت پوری کردیں گے - اور اسی ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے اپنا کیش بکس کھولا - نوٹوں کے بنڈل میں سے سَو سَو کے دو نوٹ نکالے - لیکن جب باقی نوٹوں کو گنا تو وہ بہت ہی پریشان ہوئے - نوٹوں کو دوبارہ گنا گننے میں کوئی غلطی نہ ہوئی تھی لیکن سَو سَو کے دو نوٹ کم تھے - وہ کہاں گم ہوگئے؟ انہوں نے اس معمہ کو حل کرنیکے لئے اسقدر کوشش کی کہ سر میں بھی درد ہونے لگا اُنھوں نے تمام اخراجات کی جانچ پڑتال کی لیکن یہ معمہ حل نہ ہوا - آخر اُنہیں خیال آیا کہ ضرور کسی نے نوٹ چرالئے ہیں - گھبرائے ہوئے تو تھے ہی کسی سے دریافت کئے بغیر ٹیلیفون کا آلہ اٹھا کر پولیس کو چوری کی اطلاع دیدی جس کے جواب میں ایک سب انسپکٹر اور دو کانسٹبل اُنکی کوٹھی پر پہونچ گئے رائے بہادر نے کہا کہ مجھے اپنے نئے مالی پر شک ہے چنانچہ کانسٹبل مالی کو فوراً پکڑ لائے اس نے خوف سے زرد چہرہ اور کانپتے ہوئے جسم سے حاضر ہو کر کہا کہ وہ اس الزام کا مجرم نہیں ہے رائے بہادر نے اُسے ہر چند ڈرایا - دھمکایا لیکن بیگناہ آدمی نے اپنی عزت کو داغدار بنانے سے انکار کر دیا اس سے رائے بہادر کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کریں ناگہاں دروازہ کھلا اور موہن اندر آیا اور رائے بہادر کو ایک دفعہ گھور کے کہا

"مجرم میں ہوں" رائے بہادر یہ الفاظ سنکر بہت حیران ہوئے - اتنے میں موہن نے کہا "اگر آپ اپنے بیہودہ ارادوں سے دست بردار نہ ہوئے اور اگر اب بھی آپ پریم دیوی کو مجبور کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں تو بتا دیں میں اسی وقت پولیس کو مطلع کرکے خود کو چوری کے جرم میں گرفتار کرادونگا - یہ گیدڑ بھبکیاں نہیں ہیں - میں نے جو کچھ کہا ہے اُسے عملی جامہ پہنانے کیلئے تیار ہوں - آپ کے بیہودہ ارادے اب ناقابل برداشت ہوچکے ہیں"

رائے بہادر اسقدر متحیر تھے کہ کچھ بول نہ سکے لیکن اُنہیں یقین تھا کہ اُنکا بہادر بیٹا اپنے قول کا پابند ہے - وہ سوچ رہے تھے کہ "اگر اس نے پولیس کے سامنے اقرار جرم کرلیا تو تمام شہر میں میری بدنامی ہوگی میری تمام عزت خاک میں مل جائیگی وہ اس وقت انتقامی جذبات کا شکار ہے"

موہن کتنی ہی دیر خاموش کھڑا جواب کا منتظر رہا - آخر اُس نے ذرا بلند آواز سے کہا -

"معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک آپ کو موقعہ کی نزاکت کا احساس نہیں ہوا ہے تو خیر میں پولیس کو اطلاع دیتا ہوں"

یہ کہکر اُس نے باہر جانے کے لئے دروازہ کھولا لیکن رائے بہادر نے لپک کر اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور عاجزانہ کہا "ذرا ٹھیرو" - اسی وقت پریم دیوی وہاں آئی - "موہن! مجھے افسوس ہے کہ میں ایسے بے وقت اور بےجا موقع آئی ہوں لیکن میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں" "مجھے معاف کردینا! کل مجھ سے بہت سخت بیوقوفی ہوگئی ہے اسکا کوئی برا اثر نہ لینا - میں شرمندہ ہوں کہ میں نے کل تمہیں پریشان کردیا اور پھر غضب یہ کہ تمہاری وفاداری کو مشکوک نگاہ سے دیکھا اپنے ۲

۴ پریشان اور مضطرب باپ سے مخاطب ہوکر) اچھا پتا جی! کیا ارادہ ہے"۔ رائے بہادر کو طوعاً و کرہاً موہن کے سامنے سر اطاعت خم کرنا ہی پڑا؛

مشوبرہ کی سیر

(از جناب شمیم بی۔اے)

بارہ بجے ہم گھر سے روانہ ہوئے آسمانی فضا عجیب تھی۔ کبھی ابر باراں اور کبھی آفتاب تاباں نسیم سحری ہلکی ہلکی چل رہی تھی۔ آفتاب کی معمولی سی تمازت میں یہ ٹھنڈی ہوا بڑی روح فزا اور جاں بخش تھی۔ چاروں اطرف میں سبزہ زار بہار عجیب تراوٹ بخشے تھے۔ کوہسار پر گوناگوں اشجلد بانات کے لباس میں ملبوس نظر آتے تھے دوپہر کا وقت بڑا سہانا تھا روح بے چین ہو کر اس قالب عنصری سے پرواز کیا چاہتی تھی اور اپنے خالق حقیقی کی محبت میں جس نے کہ یہ گوناگوں اور خوش رنگ مناظر محض روحی مسرت اور دلچسپی کے لئے بنائے تھے سیماب وار بے قرار ہو کر ایک پرجوش طیران کیا چاہتی تھی ان مناظر کو قاآنی کے جامع الفاظ میں بیان کر دینا کتنا موقع کے مناسب ہے۔

ع نسیم خلد می وزد مگر ز جوئبار ہا
کہ بوئے مشک می دہد ہوائے مرغزارہا
فراز خاک و خشتہا دمیدہ سبز کشتیہا
چہ کشتہا بہشتہا نہ دہ نہ صد ہزار ہا

قیام گاہ سے چند ہی قدم نکلے تھے کہ میں نے ہم کو ایک شورش کی طرف متوجہ کیا کوہسار کے درمیانی خلا پر نظر ڈالی۔ یہاں تک کہ انتہائی عمیق گہرائی پر نظر یکدم پہونچ گئی کئی اطراف سے پانی چھوٹی چھوٹی نہروں میں جمع ہو کر ایک بڑی نہر میں جا رہا تھا اور شورش کی وجہ یہ تھی کہ یہ برساتی پانی خمیدہ پتھریلے راستوں میں سے گذر رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بعض بعض مقامات پر کئی کئی فٹ کے فاصلہ پر سے نہایت زور کے ساتھ نیچے گر رہا تھا۔ یہ آواز کانوں کو اسقدر سُریلی معلوم ہو رہی تھی۔ گویا اس کا ثبوت تھا کہ قدرتی جلترنگ سے بہتر اور زیادہ دلکش کوئی انسانی ترنگ یا جلترنگ نہیں ہوسکتا۔ دل مصر تھا کہ بجائے اس کے اپنے پروگرام پر باقاعدہ عمل کیا جائے کیوں نہ ان کوہسار کی عمیق گہرائیوں میں چلا جائے اور وہاں کان اور دل لگا کر اس قدرتی دلکش ساز کی آواز کو سنا جائے۔ یقین واثق ہے کہ اگر وہاں اتر جاتے تو طبیعت واپس آنے کو نہ کرتی اور اسی ساز دلنواز کی زیر و بم میں محو ہو کر اپنے کو ہمہ تن و روح فراموش کر دیتے اور شاید اپنے وجود ہی کو بھول جاتے۔

قدرت کی یہ سادہ کاری کس قدر جاذب دل معلوم ہوتی ہے۔ گو قدرت کا دست پنہاں ان رنگا رنگ کی نیرنگیوں کے بنانے میں ہم سے یا یوں کہئے کہ ہماری بیرونی نظروں سے یا ہماری قوت بصارت کی دستگاہ سے پوشیدہ اور باہر ہوتا ہے۔

اس تمام ڈرامہ کے کارکن ما ہم کو نظر آتے تھے۔ ان تمام واقعات کو دیکھئے اور ذیل میں جو محاکات کا نقشہ ہے ذرا اس پر غور کیجئے۔

ع ز ریزش سحابہا زا بہا حیا بہا
بجوئے نقرہ آبہا رواں درآبشارہا

حقیقت تو یہ ہے کہ اس محویت اور بے خودی کے عالم کو بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ محویت، محویت۔ اور وہ

بے خودی، بے خودی نہیں ہوسکتی کہ جس کا علم انسان کو ہوسکے۔ ع وہ بیخودی کب ہے کہ انساں خودی میں رہ ہو۔

یہ تو محض اُس دلکش سماں سے متاثر ہو کر کچھ شکستہ الفاظ میں اُن مناظر کو بیان کرنے کے لئے قلم فرسائی کی ہے۔

کچھ توقف کے بعد ہم ذرا آگے بڑھے مشوبرہ ہماری سنجولی سے شمال میں واقع ہوا ہے ہماری قیامگاہ سے جانب شمال کو جو شاہراہ جاتی ہے اُس پر قریب ایک فرلانگ کے ایک سرنگ بنائی گئی ہے۔ یہ سرنگ بھی میری دانست میں کوئی ایک فرلانگ ہوگی۔ اس سُرنگ پر ایک بہت بلند پہاڑ واقع ہے۔ پہاڑوں میں سرنگوں کے بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ راستہ کو مختصر کر دیا جائے ورنہ اگر سیدھی سڑک بنائی جائے تو ذرا خمدار اور کافی طویل راستوں سے گذرنا پڑے۔ اس سُرنگ کے داخلہ پر دو شاہراہوں کا اتصال ہے ایک تو مشوبرہ کو جاتا ہے اور دوسرا جانب شرق انگریزوں کے قبرستان کو اس کا اختتام اسی سفید شہر خموشاں میں ہوتا ہے۔ سفید اسلئے کہ وہاں سفید لوگوں کے مزارات ہیں اور ہاں اس لئے بھی کہ تمام قبور بلورین اور شفاف سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہیں۔ یہ بیان تو ضمناً ہوگیا ہے اب سُنئے کہ سُرنگ میں قدم رکھتے ہی پہلے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ پہاڑ ذرا سی جنبش کرے اور شتر بے مہار کی طرح اچانک آرام فرما ہو جائے تو اس سُرنگ کے تمام راہرو۔ پیر و فقیر۔ گدا اور امیر اپنی تمام رعنائی اور امارت کے ساتھ ہمیشہ کی نیند سوجائیں اور غالباً ایسے سوئیں کہ صُور کی آواز سے بھی نہ جاگیں لیکن یہ سب قدرت کے انتظامات ہیں کہ جتنے یہ پہاڑ بلند ہیں اسی قدر مستحکم اور مضبوط ہیں۔ زمین کے اندرونی تہلکہ مچا دینے والے زلازل بھی ان پر اثر نہیں کرتے ہیں ورنہ ان میں اگر یہ مضبوطی نہ ہوتی تو جا ہے انسانی دستگاہ کتنی بھی ہوتی مجھے یقین کامل ہے کہ اس قسم کی سُرنگوں کے بنانے میں کبھی کامیابی نہ ہوتی۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ لاکھوں من پہاڑ کا وزن ایک معمولی پتھر کا پشتہ کس طرح سہار سکتا ہے۔ قدم رکھنے پر ہی ہمارا یہ خیال محض دماغ کی کمزوری پر مبنی ہے ورنہ قدرت نے اپنی تمام دستگاہ کے ساتھ مستحکم انتظامات کر رکھے ہیں۔

دل یہ چاہتا تھا کہ جتنی بھی جلدی ممکن ہوسکے قدم بڑھا کر کسی طرح اس سرنگ سے باہر نکل جائیں لیکن سرنگ کی تاریکی اور خنکی اپنی تمام دیگر دلچسپیوں کے ساتھ اس ارادہ سے باز رکھنے پر کامیاب ہوئی۔ ہم نے خراماں خراماں قدم اٹھانے شروع کئے اور وہ خیال جو سرنگ میں قدم رکھنے سے پیشتر ذہن میں آیا تھا کافور ہوگیا۔ شملہ اس قدر پُر فضا اور سرد پہاڑ ہے کہ گرمی اور لُو کے تھپیڑوں سے بچنے کے لئے رؤسا اور اُمرا یہاں کے سرد خانوں میں پناہ گزین ہوتے ہیں اور میدانوں کی گرمی کو بالکل فراموش کر جاتے ہیں۔ لیکن یہاں کے باشندے ایسی فضا میں بھی کسی قدر گرمی محسوس کرتے ہیں ان سرنگوں میں نہ خانوں اور سرد خانوں سے کہیں بڑھ کر لطف حاصل ہوتا ہے جو آرام اور مسرت نہ خانوں میں وسیع انتظامات کرنے پر بھی حاصل نہیں ہوتے وہ یہاں معمولی قدرتی طریق پر ہر ذی روح کے لئے موجود ہیں۔ کالکہ سے شملہ تک اور شملہ کے قرب و جوار کے پہاڑوں کو کاٹ کر کے جو سرنگیں بنائی گئی ہیں اُن میں بہ استثناء دو سرنگوں کے ریلیں گذرتی ہیں۔ اُن دو میں سے ایک سرنگ یہ بھی ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یہ صرف موٹر کار اور پیادہ مسافروں کی گذرگاہ ہے۔

ہم آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اس سرنگ سے گذر رہے تھے۔ [illegible] کے فرش سے اس کے [illegible] تک کا تمام پانی جمع ہو کر اس سرنگ [illegible] چشموں کی شکل اختیار کئے ہوئے زور و شور کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ اس [illegible] سے پانی کا بہنا نہایت عجیب اور [illegible] معلوم ہوتا تھا [illegible] اس سرنگ میں جا بجا [illegible]۔ اس کے علاوہ تمام سرنگ [illegible] سے ترشح ہو رہا تھا گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہے۔ اس جگہ ہم کو چھتریوں سے کام لینا پڑا [illegible] کوئی [illegible] نہ تھی اور ہم نے جلدی سے ہی راستہ پار کر لیا۔ اب ہم پھر اسی [illegible] اور کھلی فضا میں آگئے جہاں چاروں اطراف میں پانی نہروں اور آبشاروں سے [illegible] رقص [illegible] زور کے ساتھ رواں تھا۔

اب ہم ذرا جلدی جلدی قدم اٹھاتے ہوئے جا رہے تھے جلدی ہی ایک فرسنگ نکل گئے وہاں ہم کو سڑک پر ایک مائل سٹون (mile stone) نظر آیا۔ اس کو دیکھا تو دو اطراف بتا رہا تھا۔ [illegible] فلاور [illegible] (Corner of [illegible]) اور شوبرہ [illegible] واٹیلڈ فلاور اور شوبرہ کا فاصلہ اس مقام سے ڈھائی میل تھا اور شوبرہ ڈیڑھ میل سنجولی سے شملہ دو میل ہے۔

اس راستہ میں ہمیں دور فاصلہ پر ایک گھنا جنگل نظر آتا تھا۔ جنگل سے مراد وہ درخت ہیں جو سامنے کے پہاڑ پر بہت ہی گھنے لگے ہوئے تھے۔ اس دشت [illegible] اترنے کے درمیان ہمیں ایک راستہ [illegible] معلوم ہوتا تھا جس کے دو رویہ [illegible] لگے ہوئے تھے [illegible] آتا تھا کہ اس دشت کو کوئی راستہ گیا ہے۔ راستہ میں ایک جگہ لکھا ہوا تھا "[illegible]" ([illegible]) معلوم ہوا کہ یہ راستہ اسی دشت کو جاتا ہے جہاں کہ [illegible] گورنمنٹ نے چشموں سے پانی جمع کر کے دشت کے بالکل وسط میں ایک زمین دوز تالاب بنایا ہوا ہے۔ اور اس تمام راستہ کے نیچے ایک [illegible] کے ذریعہ سے پانی اوپر جاتا ہے۔ اس [illegible] کے [illegible] جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے وہ تمام پانی [illegible] ہوتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے صاف کیا ہوا پانی تمام شملہ شہر کو پہونچایا جاتا ہے۔ یہ چشمے قدرتی ہیں اور تمام سال پانی دیتے ہیں۔ خواہ بارش ہو یا نہ ہو۔ نصیحت [illegible] کہ اس کی زیارت کی جائے کیونکہ ایسے چشمے جو تمام سال چلتے رہیں اور خشک نہ ہوں اس گرد و نواح میں [illegible] ہیں۔ [illegible] جو موسم برسات میں جاری ہو جاتے ہیں اور اس موسم کے اختتام پر بند ہو جاتے ہیں۔ اس [illegible] گورنمنٹ نے جس طرح سے [illegible] ان چشموں کے پانی کو جمع کیا ہے [illegible] کمرے بنائے ہیں اور ان کمروں کے اندر کوٹھریاں اور چھوٹے چھوٹے خانے بنائے ہیں۔ ان میں چشموں کے پانی کو عجیب طرح سے لا کر جمع کیا ہے۔ پھر تالاب میں پہونچایا ہے۔ وہاں سے زمین دوز نہر کے ذریعہ سے اوپر لے گیا ہے اور انجن کے ذریعہ سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر اس پانی کو بھیجا ہے۔ یہ محض دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

اس موقع پر اگر اس دشت گنیان کی مختصر سی تواریخ بیان کر دی جائے تو خالی از دلچسپی نہ ہوگا جب برٹش گورنمنٹ کو [illegible] گرما کے دارالسلطنت یعنی شملہ کے لئے پانی بہم پہونچانے کی ضرورت درپیش ہوئی تو انہوں نے گرد و نواح کے تمام کوہسار پر نظر ڈالی اور خوب تلاش و جستجو کی۔ مگر دشت گنیان کے سوا انہیں کوئی مقام ایسا نظر نہ آیا جہاں کے ہمیشہ جاری رہنے والے چشموں کے پائے جانے کی امید ہوتی۔

(باقی آئندہ)

نقش چغتائی

یعنی

دیوان غالب مصور نیا ایڈیشن

ہندوستان کے الہامی شاعر مرزا غالب کے کلام میں جس طرازیوں کے جتنے پہلو اور حسن معنی کی جتنی تصویریں نظر آتی ہیں وہ ہمیں متحیر اور مبہوت کرنے کے لئے خود کافی ہیں لیکن دیوان غالب کے مصور ایڈیشنوں کو دیکھکر دل ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور دل و دماغ پر نئے نئے نقوش مرتسم ہوتے ہیں اس سے پہلے "مرقع چغتائی" ہندوستان میں پوری پوری شہرت حاصل کر چکا ہے۔ حال میں ایک نیا مصور ایڈیشن "نقش چغتائی" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اسمیں چغتائی نے نئی نئی تصویریں شائع کی ہیں جو مسلسل کئی سال کی محنت اور دماغ سوزی کا نتیجہ ہیں۔ بلاک کی بہترین چھپائی ہے سفید ارجینٹ کاغذ اور جلد اس کے علاوہ چند ایسی خصوصیات ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں قیمت صرف پانچ روپے عہ/

در شہوار بیخود

یہ دہلی کے مشہور شاعر جناب سید حاجی وحید الدین صاحب بیخود جانشین داغ کا دوسرا دیوان ہے۔ صاحب موصوف جس خصوصیت اور شہرت کے مالک ہیں وہ ہندوستانی شعراء میں جو ان کا درجہ ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ اس دیوان کا ہر شعر دل میں اتر جانیوالا ایک نشتر ہے اور ہر مصرع شاعری کا دستور طبع اور صحیح ترین جذبات کا آئینہ دار ہے۔ قیمت صرف دو روپے علاوہ محصول۔

جانباز

محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کا بہترین معاشرتی افسانہ جو خاص طور پر پسند کیا جاتا ہے بہت سے معاشرتی مسائل اس کتاب میں حل کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی دلچسپی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ یہ افسانہ عورتوں کو خاص طور پر پسند کیا جا رہا ہے۔ ۱۲/

لیلیٰ کے خطوط

مع

روزنامچہ

ملک کے مشہور ادیب قاضی عبدالغفار کا قابل قدر کارنامہ جس نے ہندوستان کے ادبی حلقوں میں ایک ہوم مچا رکھی ہے دونوں کتابیں فطرت انسانی کے دو متفاوت رخوں کا عکس اور کتاب زندگی کے دو مختلف نقوش ہیں ایک غم نصیب عورت کی فریاد ہے اور دوسری عیش پرست مرد کی داستان ہے ایک میں عورت کے جذبات کو سمجھئے اور دوسری میں مرد کی فطرت کا مطالعہ کیجیے یہ دونوں چیزیں اردو ادبیات میں نیا اقدام ہیں جو کامیاب بھی ہے اور مفید بھی۔ قیمت صرف تین روپے آٹھ آنہ ۸/

بچوں کا تحفہ

یہ تازہ بتازہ نو بنو کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی ہر دلعزیزی کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ پہلا ایڈیشن چھپتے ہی ختم ہو گیا۔ اب بہ ترمیم و اضافہ سے دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ اس ایڈیشن میں کئی خوبصورت تصاویر اور بڑھائی گئی ہیں۔ کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے اور ایک تجربہ کار ماہر تعلیم نے نہایت سلیس اور عام فہم اردو اور نیز آسان اور مترنم بحروں میں ابتدائی تعلیم کے مختلف مضامین پر قابل قدر نظمیں کہی ہیں۔ کتاب کے دو حصے ہیں اور ہر ایک اپنی جگہ قابل قدر ہے قیمت ہر دو حصہ ۱۲/

منظوم ترجمہ پارۂ الم

ایک کہنہ مشق فاضل نے حال ہی میں قرآن شریف کا منظوم ترجمہ شروع کیا ہے۔ پہلا حصہ پارۂ الم کی صورت میں شائع ہو گیا ہے۔ یہ اردو لٹریچر میں ایک بالکل نئی چیز ہے۔ اگر ہمت افزائی کی گئی تو بہت جلد یہ سلسلہ پورا ہو جائیگا۔ سفید کاغذ پر بہترین لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔ مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے قیمت ۸/ علاوہ محصول

سحر بنگال

ہندوستان کی مشہور افسانہ نویس خاتون محترمہ طاہرہ دیوی شیرازی کے بہترین افسانوں کا بیش بہا مجموعہ حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ یہ افسانہ محبت اور رومان کی جیتی جاگتی تصویر اور انسانی جذبات و احساسات کا رنگین مرقع ہے کتاب کا ہر صفحہ اور ہر صفحہ کی ہر سطر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کتابت طباعت بہترین خوشنما رنگین ٹائٹل ساتھ ہی مصنفہ اور نیاز فتحپوری کے فوٹو بلاک قیمت صرف عہ/ علاوہ محصول

عروس کابل

شاہ امان اللہ خاں اور ملکہ ثریا کے عشق کی داستان قیمت عہ/

غمناک داستان

شاہ امان اللہ خاں کے بے تخت و تاج ہونے کی داستان قیمت عہ/

انقلاب کابل

تاریخ کابل ابتدا تا حادثۂ قتل سپہ سالار حبیب اللہ بچہ سقا قابل دید ہے قیمت عہ/

سیر یورپ کنگ امان اللہ خان باتصویر مجلد

سیرۃ محمد علی باتصویر سائز خورد

نجم السحر

اس کتاب کے چند باب "ساقی" میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں اور بے حد پسند کئے گئے ہیں کتاب و پرچے دفتر "ساقی" میں فائل کے لئے بھی باقی نہیں ہیں شائقین کے اصرار سے پوری کتاب بصرف زر کثیر شائع کی گئی ہے اور ہاتھوں ہاتھ لی جا رہی ہے جن حضرات نے رائیڈ ہیگرڈ کی مشہور کتابیں "عذرا" (She) اور "عذرا کی واپسی" (Return of She) پڑھی ہیں جانتے ہیں کہ یہ مصنف قدیم سے قدیم تہذیب و معاشرت کو صحت کے ساتھ پیش کرنے میں کس قدر مہارت رکھتا ہے۔ "نجم السحر" اسی مصنف کا شہ پارہ ہے جس میں اس نے مصر قدیم یعنی آج سے کم از کم پانچ ہزار سال پہلے کی ایسی عمدہ تصویر پیش کی ہے کہ اس زمانے کی ایک ایک بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ کتابت و طباعت نہایت عمدہ۔ کاغذ سفید قسم اعلیٰ ضخامت بانگ درا (۳۴۸) صفحات قیمت للعہ/ علاوہ محصول۔

اتالیق نسواں

عورتوں کو عملی کام اور انتظام خانہ داری سکھلانے بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانیوالی مشہور و معروف کتاب یک شریف لڑکی جو کچھ ضروری جاننا چاہیئے وہ سب اس کتاب میں ہے ۱۰ حصے ۱۲۰۰ صفحے مشاہیر قوم نے انتہا پسند کیا ہے۔ قیمت چار روپے آٹھ آنہ للعہ/

اقسام الطعام شاہجہانی

(معروف) بنجائی نعمت کلاں جسمیں تقریباً ... تراکیب ہندوستانی انگریزی ترکی ایرانی کھانے مٹھائیاں مربے اچار چٹنیاں وغیرہ بنانیکی درج ہیں خود خاص مطبخ شاہجہانی و دیگر بادشاہوں کے باورچیخانوں کے کھانوں کی ترکیب ہیں ان کے علاوہ اس کتاب میں طب یونان کے تیر بہدف مرکبات اور عملی نسخہ جات درج کر دیئے ہیں۔ قیمت عہ/

جوانی اور شادی کی مسرتیں حاصل کرنی ہوں تو

مندرجہ ذیل کتابیں پڑھئیے۔ ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرتیں بھی ہیں عورتوں کے دلوں کو مسخر کرنیکی تدابیر بھی ہیں اور اس کے علاوہ صحت اور تندرستی کے قیام کے اصول بھی ہیں جس کے پاس یہ کتابیں ہونگی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل کریگا۔

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد [illegible] سب [illegible] ہو جاتی ہیں کی [illegible] کے وقت [illegible] ہو [illegible] [illegible] [illegible] کی ہر [illegible] ہر موقعہ میں کی بہتری [illegible] [illegible] ہیں کتاب پڑھ [illegible] زندگی کا [illegible] [illegible] [illegible] لاجواب نسخہ ہے اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد [illegible] قدر [illegible] ہو تو [illegible] قدم ہوگا کہ انسان کی ہر ذھری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہنے کی [illegible] ہے جو اس کے [illegible] [illegible] ہے۔ محصول ۵ر

[illegible] کوک شاستر

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] عورت کو [illegible] وہ لذتیں جو ایک [illegible] آدمی کے ذہن میں [illegible] [illegible] اس کے پاس کبھی نہ ہوں۔ [illegible] نے عورتوں کے رازوں [illegible] لذت کی [illegible] کی [illegible] مرد کی قوت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہیں حکایات وصل [illegible] لاجواب [illegible] قیمت [illegible]

برتھ کنٹرول

عورت کی شادابی [illegible] اسی وقت [illegible] [illegible] حسن وجمال کے خزانہ کو [illegible] [illegible] لا ولادی [illegible] نہ صرف [illegible] باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے بلکہ غریب والدین کے لئے ان کی پرورش سوہان روح ہوتی ہے انسان ازدواجی زندگی کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز علمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائیگی اور یقین کے ساتھ اولاد کی پیدائش تمہارے اختیار میں ہوجائیگی قیمت

عورت بالتصویر

[illegible] حسن کی عنائیاں دیکھنے سے پہلے مجسمہ ناز کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہو اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ کتاب پڑھیں اس کتاب میں یورپ امریکہ کی بہترین علمی کتابوں کا عطر کھینچا گیا ہے عورت میں نسوانی زندگی کا مکمل فوٹو ہے۔ عورت کے پوشیدہ اعضاء جسم عورت کی فطرت عورت کی [illegible] عورت کے باغ حسن کی خوشہ چینی غرضیکہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی بھی پوشیدہ بات ایسی جو اس کتاب میں نہ ہو دو سو کے قریب عکسی و قلمی تصویریں ہیں قیمت [illegible] محصول ،

افشائے راز نہاں

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب ہے [illegible] کہ آپ نے [illegible] [illegible] شاید کوئی کتاب نہ ہوگی [illegible] [illegible] [illegible] عورتوں کو نقصان [illegible] قلم کے لکھے ہوئے ہیں امریکہ کی ایک [illegible] ایک جا کر کے کتابی صورت میں شائع کئے تو [illegible] میں ایک ہلچل مچادی۔ اب [illegible] ہو گیا ہو خدا جانے کہ [illegible] لوگوں کے مطالعہ [illegible] ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اس لئے جلد منگا لیجئے قیمت عہ محصول ۶ر

لذت شباب

شباب جادو دل کی جستجو ہے تو لذت شباب یعنی ایرانی کوکشاستر کا مطالعہ کیجئے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شباب کو عرصہ دراز تک کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں۔ عورت کے ناز کیا ہیں حسن کی مہک سے کیونکر لطف اندوز ہو جائے گلزار شباب کس طرح دقف خزاں ہوتا ہے شباب کی ر [illegible] ہوئی دلوی کس طرح منتی ہے عورت اگر عورت ہے اور مرد اگر مرد اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں لذت شباب حیات تازہ بخشنے کیلئے [illegible] [illegible]

شب عروسی کے افسانے

وہ لذیذ کتاب ہے جو شب عروسی کے نام [illegible] کرنے میں کامیاب ہوئی کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب کیسی دلآویز ہوگی در حقیقت یہ تذکرہ عروس نو کی طرح ایک کتاب حسین پر لذت و معطر جذبات کی آئینہ دار ہے۔ شب عروسی کے متعدد افسانے ہیں اتنے ہی طریق پر اس زندگی کی سے بہتر راتیں گزارے گئے ہیں غلط باتیں یا دکھاوٹیں ہی نہیں بلکہ ہر حکایت ایک نتیجہ خیز قصہ ہے جو بہکنے والے خطروں سے محفوظ رکھتا ہے قیمت [illegible] محصول ۵ر

لطف شباب

جو عربی زبان میں سلطان سلیم خان [illegible] کے لئے لکھی گئی تھی۔ صدیوں سے نایاب تھی۔ امراء رؤسا دکھانے میں [illegible] کرتے تھے اور چونکہ عربی میں تھی اس لئے خاص ذی علم اور صاحب ثروت و فضلا اطباء ہی اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس کا مطالعہ کمزوروں کے لئے اکسیر اور بے اولادوں کے لئے مژدہ اولاد ہے اور مقوی [illegible] مجرب نسخوں اور طلسمو کا نادر [illegible] مجموعہ ہے نسخے نہایت آسان [illegible] آپ زبان [illegible] قیمت [illegible]



شباب کی آٹھ بہاریں

شباب کی راتیں جو کیفیتوں اور ولولہ انگیزیوں کی اپنے اندر رکھتی ہیں ان پر مسرت ساعتوں میں چند بات جو جو کروٹیں بدلتے ہیں ان کی عکاسی اس کتاب میں بدرجہ اتم کی گئی ہے کتاب پڑھنے کے بعد تمام نقشہ آپ کی نگاہوں کے سامنے پھر جائیگا۔ قیمت [illegible] علاوہ محصول

دلہنوں کی کانفرنس

سات دلہنوں کی شبہات خلوت کی دلچسپ داستان ساتوں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے واقعات شب عروسی کے صحیح صحیح لیکن شریں الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی ہیں اور تعلیم حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک دلہن کی ہو [illegible] سرگذشت [illegible] قیمت [illegible]

کیف مواصلت

مع آٹھ پرشباب فوٹو دنیائے لطف و مسرت اور لذت و کیف میں ایک مرد اور جو المرد کے لئے عورت ہے مواصلت ہے اور یہی وہ کیف افزا امر در ہے جس پر دنیا کی بقا کا مدار ہے یوں تو فطرت کی بسیط دنیا میں ہزار ہا ہستیاں ایسی موجود ہیں جو صرف قانونی طریق پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے کرتے چل بستے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار لیتے ہیں۔ بات تو یہ ہے کہ اس کیف پرور شعبہ حیات سے اس درجہ تمتع حاصل کیا جائے جو دوسرے ذی حیات عالم سے مابہ الامتیاز ہو یہ کتاب مواصلت کو اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں لذت ہی لذت ہے قیمت [illegible]

بہار شباب

صنفی کتابوں میں اس اسلوب بیان کو امتیاز رہا ہے وہ جذبات کی ہیجانی ہے یہ چیز مطالعہ لئے خواہ کتنی لذیذ کیوں نہ ہو لیکن اصل فائدہ اس پروگرام کے ماتحت ہے جس کے ماتحت وہ انسان جوانی دیوانی کو قابو میں رکھنا چاہتا ہے کہ یہ لذت قائم ہو جائے۔ بہار شباب میں ایسا ہی انتظام ہے۔ جوانی کی کیفیت انگیزی اور اس کو دوام کرنے کیلئے بڑے بڑے مجرب طریقے قاعدے نسخے ہدایات حفظ ماتقدم کی ہزار ہا باتیں اور عورتوں کی اندرونی کیفیات کو مردوں پر آئینہ کر دیا متعدد عریاں فوٹو بھی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ [illegible]

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ شادی سے پیشتر کیا معلوم کرنا چاہتی ہے شادی کے بعد اس کے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے حسن شباب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے ان باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ فوٹو بلاک کی دو درجن حسین و جمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کر دیا ہے۔

قیمت دو روپے علاوہ محصول

دوشیزہ

علم نوعی سکشول سائنس ازدواجی زندگی پر ایک لاجواب تصنیف

تیسرا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے

۲۵ بلاک — ۵۰ تصاویر — کتاب مجلد

حجم ۵۰۰ صفحات قیمت بیرون محصول ڈاک کل چار روپے

صنفی لٹریچر میں سب سے زیادہ مفید اور قابل عمل سمجھی جاتی ہے۔ ہندوستان میں اردو زبان میں اس عنوان پر جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں یہ سب سے بہتر تسلیم کی گئی ہے حمل سے لیکر پیدائش اور پھر طفولیت سے لیکر جوانی تک کے ایام کے تمام امراض غلط کاریاں اور ان کے مؤثر علاج امراض زنانہ و مردانہ پر جامع مضامین اور مفید طریقے اور مجرب نسخے بہت ہی لاجواب کتاب ہے دو ہزار کتابوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ منگوائیے اور فائدہ اٹھائیے

قیمت تین روپے آٹھ آنہ [illegible]

دلہن کی ڈائری

(دستہ کی تصویر) یعنی سہاگ کی اٹھ راتیں۔ ایک شوخ اور طرار دلہن کی آپ بیتی شب زفاف کا پرکیف سماں، اچھوتے پھول کی مہک کچھ خوف کچھ شرم کچھ ہراس کچھ گدگداہٹ دولہا میاں کی بہیمیت یا باغبان عشرت کی گل چینی بے صبری کے جذبات بیتابی کے مظاہرے بے بسی کے آنسو بجلی کے پسینے دامن عصمت کے تار آگے نازک کو ٹھیس آبگینوں سے سنگ باری ایک واقعہ تو یہ شکن اور جان لیوا اور لطف یہ کہ لکھا ہوا بھی ایک دلہن کا جو ایک نا کتخدا سہیلی کے نام آٹھ خطوں کی صورت میں ہے جس سے شرارت بھی ٹپکتی ہے اور شوخی بھی۔ یہ کتاب دولہا دلہن اور میاں بیوی کے لئے سبق آموز دستور العمل اور تہذیب اخلاق کا دلکش نمونہ ہے۔ یہ کتاب بیحد مقبول ہے۔ پانچواں ایڈیشن

خود بھی پڑھیئے عورتوں کو بچوں کو بھی پڑھائیے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ [illegible] (فہرست مضامین دلہن کی ڈائری)

- گشت حسن میں محبت کی تکرار
- پہلا دن اور پہلی شب
- اچھوتے حسن پر محبت کی مہر
- دوسرا دن دوسری شب
- دولہا دولہن کی ملتجیہ نیز
- چھیڑ چھاڑ
- تیسرا دن اور تیسری شب
- حسن و شباب سے بے پروائیاں
- چوتھا دن چوتھی شب
- بہار عیش
- پانچواں دن اور
- پانچویں شب
- دل شکستہ عروس کی
- پر درد آہیں
- چھٹا دن اور چھٹی شب
- قلب نازک سے بدسلوکی
- ساتواں دن ساتویں شب
- جذبات عیش میں پابندی
- شروع۔ آٹھواں دن لو
- آٹھویں شب

بہار عروس

بالتصویر۔ دلہن کی ڈائری کا جواب یعنی شب ہائے خلوت کی دلچسپ جواختر دلہن رنگین خطوط کے جواب میں اس کی سہیلی نجیلہ نے لکھ کر بھیجی۔ یہ کتاب اپنی رنگینی دلچسپی اور معلومات کے اعتبار سے دلہن کی ڈائری سے بہت بڑھ گئی ہے اس کا مطالعہ نوجوان مرد و عورت کے لئے پرکیف اور میاں بیوی کا دستور العمل ہے۔ اس میں مختلف رسوم کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور موجودہ معاشرت کی خرابیاں دلچسپ پیرایہ میں ظاہر کر کے معاشرتی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے قیمت [illegible] (مختصر فہرست مضامین)

- دولہا دلہن در رخصت کی رات
- پیکر حسن و حجاب اور سہیلی
- گستاخ طرز گفتگو کی
- عروس نازنین کے بھولے بھالے
- خیالات۔
- رخصتی کے وقت عروس کو
- بہترین ہدایات جیسے سمجھے
- دل میں سجھ لیوں کی یاد۔
- قلب نازک کی دھڑکن نقاب
- لقاب عروس پر پہلا دست
- دست خفائی میں کشمکش
- عملی پیغام محبت
- عروس کے شیریں خیالات
- پیکر عروس زنق برق لباس
- شوخ مزاج سہیلی کی جہیز چیلا
- سحر نگار سہیلی کی پہلی نصیحت
- خلوت کدہ میں نو عروس
- عروس کو حجاب کشی کی
- شرم آمیز فکر
- پرار مان دولہا کا طرز عمل
- دلہن کا نازک سا دل دولہا کی
- مٹھی میں۔
- خلوت کدہ میں پور کی جھنکار
- سغرور دولہا کا واقعہ
- دولہا کی زبانی ایک عجیب
- نقل۔
- اجارکا گھڑا دولہا
- ایک دلچسپ لطیفہ
- دولہا کی زبان سے مطلب براری
- کی باتیں۔
- اظہار مطلب
- الخاموشی نیم رضا
- ارتباط کی ابتدا
- گلشن عیش میں دولہا دولہن
- کی چہل قدمی
- باب عیش کی قفل کشائی
- غالب مغلوب نگاہوں میں
- کیف لے دل بھونرکی قدر
- نوعروس کا ایک نیا خیال
- قلب نازک میں عشرت کی لہر
- سحر وصل میں کروٹیں
- گلشن حسن و شباب میں
- تازہ بہاریں۔
- دلہن نماز و تلاوت قرآن کی پابند
- نوعروس کو گذشتہ آزادی کی
- رعنائی اور دلہن کے شرمیلے جذبات
- دولہا دولہن ہم نوالہ و ہم پیالہ
- آنسوؤں کے دو قطرے
- دولہا دولہن کی آمد یا میں
- دلہن کو مسحور کرنے والے کلمات
- سہیلی کی پر مذاق چیلی
- نرم و نازک دل میں خلش
- عمر بھری زبان کا اشتیاق
- شوخ سہیلی کا شیر یا دی دلہا خواب
- شوخ سہیلی پسند سہیلی کی کشمکش
- شب وصل کی دو خفگی خبریں
- دعوت اور داستان
- حالات کا جائزہ
- دوسری شب و در زینت
- خلوت کدہ میں عروس کا
- پسندیدہ سامان
- دولہا دلہن باہمی میٹھی باتیں
- دولہا کا دولہن سے نازک
- سوال
- حسرت بھری نگاہوں میں کشش

دیگر صنفی کتابیں

نفسیات شباب	[illegible]
صلاح کار	[illegible]
مرد عورت	[illegible]
زن و شوہر	[illegible]
میاں بیوی	[illegible]
عیش و نشاط	[illegible]
لذت النکاح	[illegible]
عہد شباب	[illegible]
ثمرۂ وصال	[illegible]
تصویر حسن	[illegible]
لذت شباب (حکیم محمود خاں)	[illegible]
ایرانی کوک شاستر	[illegible]
آل انڈیا دلہن کانفرنس	[illegible]
تلخ العروس	[illegible]
عروس نو	[illegible]
رموز ازدواج	[illegible]

آپکی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

اس لیے کہ آپ دعا مانگنے کے طریقہ اور آداب سے ناواقف ہیں اگر آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے واقف ہو جائیں تو آپ کی دعا قبول ہوگی اور ضرور ہوگی۔ اس لیے کہ قرآنی دعائیں پڑھئے اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے سے بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔ غریبوں کو افلاس سے نجات مل جاتی ہے۔ مقروض قرضہ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸؍

آپ سے کون خفا ہے؟

کون منانے سے نہیں منتا؟ آپ کیسے ہی ایسے مطیع اپنا فریفتہ اپنا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں وہ کوئی عورت ہو یا مرد ہو کوئی بوڑھا ہو کوئی آقا ہو، کوئی حاکم ہو آپ کا مطیع و مسخر ہو سکتا ہے اگر آپ اس عجیب و غریب طلسمی کتاب عمل تسخیر کو ملاحظہ کریں اور اس کی ہدایتوں پر عمل فرمائیں، ہر عمل کی ترکیب نہایت آسان ہے قیمت آٹھ آنہ ۸؍

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے اسمیں صرف میں چھوٹے چھوٹے نقشے تجویز کر دیئے ہیں ان سے جس بحر کی چاہے تقطیع کر لو پس اگر آپ شاعر بننا چاہیں تو فن شاعری منگائیے۔ قیمت ۸؍

جادو بیانی

موجودہ زمانہ میں انسان کی ترقی کے لیے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں گفتگو میں شائستگی اور تقاریر میں روانی بھی ہونی چاہیئے۔ یہ کتاب اپنی حقیقت یا جادو بیان مقرر بنا دیتی ہے کہ سامعین آپ کی ہمنوائی کا دم بھرنے لگیں گے اس کے مطالعہ کے بعد آپ بہترین مقرر بن سکتے ہیں۔ قیمت ۶؍

تصویر خیال

موت سے ہستی کی طرف سفر زندگی کی کشمکش دنیا کی نظر فریب دلچسپیاں موت کے بعد کی کیفیت دوزخ اعراف اور جنت موجودہ فلسفہ کے مطابق دکھائی گئی ہے۔ دراصل تصویر خیال ملاحظہ فرمائیے قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍

عملیات

اس وقت تک عملیات کو غیر مستند کتابوں نے بدنام کر رکھا تھا اس کتاب میں پانچسو سے زیادہ ایسے مستند اعمال اشغال و عملیات ہیں جو اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے زیر عمل رہے ہیں اسمیں فن کی حقیقت عمل پڑھنا نقش لکھنا وغیرہ درج ہیں ۱۲؍

آپ کے فائدے کی بات

مختلف مقامات سے مختلف کتابیں طلب کرنے سے (خواہ آپ تاجر ہی کیوں نہ ہوں) آپ کو زائد محصول ڈاک ریل کا تحمل ہونا پڑتا ہے۔ اس لیے آپ تمام کتابیں ہم سے طلب فرمایا کیجئے۔ تاکہ محصول ڈاک ریل میں کفایت ہو۔ دس روپے سے زائد یکمشت کتابیں طلب فرمانے پر ایک آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا بشرطیکہ آپ مبلغ دو روپے پیشگی ارسال فرمائیں اس کی فیس منی آرڈر کتب خانہ کے ذمہ ہوگی۔ جو وی پی کے ساتھ مجرا کر دی جائے گی۔

اگر آپ

کوئی کتاب طبع کرانا چاہتے ہوں تو ہم سے معاملہ کریں۔ ہمارے ہاں ہر قسم کی طباعت اور کتابت کا معقول انتظام ہے تمام معاملات خط و کتابت سے طے کر سکتے ہیں۔

مہتمم کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

تذکرہ اولیائے ہند اردو

کفرستان ہند میں سات سو اولیائے ہند تو ایسے ہیں جن کا حال اس کتاب میں ہے۔ جس میں حالات و کرامات کے ساتھ اقوال اولیاء کا وہ خزانہ بھی شامل ہے جو شاید کہیں اور نہ ملے۔ یہ کتاب اپنی جگہ خود صاحب تصرف ہے کیونکہ ایک ہندو پریس نے اس کو پہلے پہل چھاپا اور اس کتاب کے ذریعہ مالامال ہو گیا۔ یہ کتاب مسلمانوں کے مطالعہ سے گذرے گی تو ان کے دل و دماغ معرفت الٰہی سے منور ہوں گے۔ قیمت چار روپے للعہ؍

بیویاں اور رانیاں

مسلمان شاہان ہند کی وہ نامور خواتین جن کا اعزاز اب تک تاریخ ہند میں محفوظ ہے اس کتاب میں ہے ان شاہی بیگمات اور رانیوں کے حالات ہیں جو اپنی جگہ مخصوص شہرت کی مالک تھیں۔ ان میں حسین ترین جبین بھی ہیں اور شاعرہ ادیبہ بھی تھیں اور صف شکن بھی ہیں اور عصمت و عفت کی پیکر بھی اور زہرہ پارے بھی ہیں جن کی چاند سی صورتوں پر سلطنتیں اور راجدھانیاں بھی قربان ہو گئیں بڑی دلچسپ اور سرشار کتاب ہے اور مولانا شریف احمد صاحب کی بیش بہا تالیف ہے۔ قیمت ۱۰ محصول ۶؍

آسان مضمون نویسی

مدارس کے اساتذہ اور طلباء کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو اپنی تحریر میں زور پیدا کرنا چاہتے ہیں بہترین کتاب ہے اور اس قدر جلد مقبول ہو گئی کتاب اس کے کامیاب ہونے کا شبہ نہیں رہا اس میں تحریر کے تمام پہلوؤں کو نمایاں کر کے مثالیں اور اہل قلم کی تحریروں سے مطابق کیا ہے اور ابتدائی باتوں سے آخر تک تمام ضروری ہدایتوں کو قلمبند کیا ہے اور یقین ہے کہ اس کتاب کو ذہن نشین کرنے کے بعد آپ کی تحریریں وہ سب دلکشیاں پیدا ہو جائیں گی جو مشاہیر انشا پردازوں میں ہیں قیمت ۱؍

چار انقلابی

دور حاضرہ کا دلچسپ ترین جاسوسی ناول جس میں غیر معمولی دماغ والا انسان ڈاکٹر نیلم ایشیا کی چار زبردست طاقتوں سے ٹکر لیتا ہے۔ مقابلہ کی دلچسپ روداد سے جو پلاٹ بنا ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے زبان نہایت سادہ اور چلتی ہوئی مگر ٹکسالی۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ علاوہ محصول ڈاک۔





r Printed at Mahbub-ul-Mataba, Delhi.

NOVEMBER 1935.

SHAH JAHAN, DELHI.

شاہجہان

یوسف

ادبِ اردو کا ماہوار مصوّر صحیفہ



فی پرچہ دو آنے

ایڈیٹر: سید وصی اشرف دہلوی

سالانہ ڈیڑھ روپے

Per Copy As. -/2/

Annual Rs. 1/8/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشاہدات

آپ کے شاہجہاں کا سالانہ نمبر جنوری میں نہایت اہتمام کے ساتھ شائع ہونے والا ہے جس کے لئے ملک کے چیدہ افسانہ نویسوں کے جدید ترین افسانے حاصل کئے گئے ہیں، غیر ملکی مشاہیر کی تحریروں کے تراجم بھی زینت رسالہ ہوں گے، دلکش ڈرامے روح پرور نظمیں، اور دیگر دلچسپ و نظر افروز مندرجات آپکو گرویدہ بنالیں گے اور شاہجہاں بادشاہ کے زمانے کی اردو زبان کا شاہکار جو شاہجہاں کی دہلی سے آئندہ جنوری میں نکلیگا اپنی خوبیوں اور دلکشیوں کے اعتبار سے اس سال کا بہترین مجموعہ ادب سمجھا جائے گا۔ اور پھر ارزانی کے اعتبار سے تو وہ ادب کے تمام گراں فروشوں کو چیلنج ہوگا ؛

اکتوبر کے آخر میں اردو زبان کے محسن "یادگار غالب" "مسدس" اور "مقدمہ شعر و شاعری" جیسی شاہکار کتابوں کے مصنف مولینا حالی کی صدسالہ یادگار پانی پت آپ کے وطن میں منائی گئی، جس کی صدارت نواب صاحب بھوپال نے فرمائی اور مشاہیر ملک نے اس میں حصہ لیا۔

حالی کی یاد تازہ رکھنے کے لئے بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہر شخص جسے اردو زبان سے ہمدردی اور دلچسپی و تعلق ہے وہ اس کی ترقی اور حفاظت کے لئے اپنی اپنی جگہ کوشش کرے، اردو لکھے اور پڑھے اردو لٹریچر خریدے اور ہر وقت حالی اور ان کے رفقاء کے لگائے ہوئے شجر اردو کو پروان چڑھانیکی کوشش کرے کیونکہ حقیقی یادگار صرف اردو کی حفاظت کے کاموں سے ہی قائم ہوسکتی ہے۔ اور ہنگامی اجتماعات و مظاہرے صرف ظاہری چیزیں ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (سید وصی اشرف)

فہرست مضامین

جلد — نمبر ۱۱

نوٹ

سید ثابت حسین پرنٹر و پبلشر نے اور ئیس المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شاہجہاں روڈ دہلی سے شائع کیا

بازیافت

(مصنفہ خاتون جناب مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ (علیگ))

"جارج تم کتنی مرتبہ کہہ چکے ہو کہ اپنے دوست پرنس کو لاؤ گے مگر ہمیشہ کوئی بہانہ کر دیتے ہو" شکایت کے طریقہ پر مسز اسمتھ نے اپنے لڑکے سے کہا "تم نہیں جانتے ہو کہ ایک پرنس کو مہمان رکھنے میں حلقہ احباب میں کیا نمایاں خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔"

جارج اپنی ماں کی اس کمزوری پر مسکرایا۔ واقعہ یہ ہے کہ مسز اسمتھ کو خدا نے روپیہ پیسہ سب ہی کچھ دیا تھا مگر بدقسمتی سے نہ تو میکے میں اور نہ سسرال میں کوئی شخص بھی ایسا جو لارڈ یا شہزادہ کا لقب رکھتا ہو۔ مسز اسمتھ ایسے لوگوں کو خدا کی افضل ترین مخلوق میں سمجھتی تھیں اور انکو تمنا تھی کہ ان کو فخر کے ساتھ اپنے دوست احباب میں یہ کہنے کا موقع ملے کہ کسی لارڈ یا شہزادہ سے ان سے دوستی ہے اسی وجہ سے وہ چاہتی تھیں کہ پرنس عزت کو وہ اپنے یہاں کچھ روز بلا کر مہمان رکھیں۔

(۱)

عزت کو اپنے وطن ہندوستان سے آئے ہوئے پورے چار سال گذر گئے تھے اور اب تھوڑے دنوں میں تعلیم ختم کر کے وطن واپس ہونے والا ہی تھا اس نے اپنی ماں کو لکھدیا تھا کہ وہ یورپ کی سیر کرتا ہوا آئے گا۔ آجکل وہ محض بیکار ہی تھا کیونکہ کالج بند ہو گئے تھے اور وہ یورپ کی سیر کا پروگرام بنا رہا تھا۔

صبح وہ نہا دھو کر ناشتہ سے فارغ ہو کر اپنی ڈاک پڑھ رہا تھا سب سے پہلے اس نے وہ خط کھولا جس پر اس کے وطن کی مہر تھی یہ خط اس کی ماں کا تھا۔ اس نے خط کھولا اور پڑھا۔ پڑھ کر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور خط اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس نے دل میں کہا "یہ کیونکر ممکن ہے" اس نے خط کو پھر اٹھایا اور پڑھا۔ ٹھنڈی سانس لی۔ خط کو پڑھ کر جیب میں رکھ لیا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اس کی طبیعت میں ایک عجیب خلجان تھا اور وہ اسی طرح ٹہل رہا تھا کہ کمرہ کا دروازہ کھلا اور اس کے عزیز دوست جارج نے بے تکلفی سے سلام علیک کر کے ایک کرسی گھسیٹی اور سگرٹ سلگا کر کہا "عزت تم ۔۔۔۔ ارے! یہ کیا معاملہ ہے تم ملول معلوم دیتے ہو" عزت نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنے دوست کے چہرہ کو دیکھا اور پھر خاموش ہو گیا کہ جارج نے پھر کہا "عزت تم ملول اور رنجیدہ معلوم ہوتے ہو"

"ہاں میں ملول ہوں" عزت نے کہا۔

"کیوں کیا ہوا خیر تو ہے؟"

"سب خیریت ہے شکریہ۔ کچھ گھریلو معاملات ہیں۔ جانے دو کبوتر کا کھیل تمہیں کچھ پسند آیا" اس طرح عزت نے بات بدلکر کہا اور جارج سمجھ گیا کہ اس کا دوست اپنی تکلیف اور رنج کی وجہ کو اپنے ہی تک محدود رکھنا چاہتا ہے۔ جارج نے دو چار ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد ایک خط جیب سے نکال کر عزت کو دیا۔ عزت نے پڑھا۔ وہ پڑھ رہا تھا اور مسکراتا جاتا تھا۔ یہ خط جارج کی ماں نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا جس میں تاکید کر کے لکھا تھا کہ اپنے دوست عزت کو اپنے ساتھ ضرور لانا خط کا خط مذاقیہ اور مناسب جملوں سے بھرا پڑا تھا۔ جو پرنس کی تعریف میں تھے۔

"میں تمہاری پیاری ماں سے ملنے کا روز بروز مشتاق ہوتا جاتا ہوں ضرور بالضرور چلوں گا۔ تم نے مجھ سے سوائے ایک دو مرتبہ کے کبھی بھی نہیں کہا اور وہ بھی محض تذکرۃً۔ عزت نے خط لکھنے کا کاغذ اور قلم دیتے ہوئے کہا "ابھی اپنی ماں کو لکھو اور میری طرف سے بہت بہت شکریہ ادا کر کے لکھو کہ ضرور بالضرور حاضر ہوں گا"

جارج نے بھی بہت دلچسپ خط لکھا اور عزت کی طرف سے پختہ وعدہ کر دیا کہ ضرور بالضرور آئیں گے۔

(۲)

مسز اسمتھ آج صبح سے اپنا مختصر مگر خوبصورت مکان سجا رہی تھیں

مشغول تھیں کیونکہ آج اُن کے یہاں ایک شہزادہ مہمان آ رہا تھا محلّہ بھر کی عورتوں کو معلوم تھا کہ مسز اسمتھ کے یہاں ایک شہزادہ آنیوالا ہے اور گو وہ ہندوستانی ہے مگر کالا نہیں ہے مسز اسمتھ نے آج اپنے بہترین کپڑے پہنے تھے اور اپنی چھوٹی لڑکی ایڈیتھ کو بھی عمدہ سے عمدہ روزانہ کا لباس پہنایا تھا مگر بڑی لڑکی ایلینر نے قطعی انکار کر دیا کیونکہ شہزادہ کی آمد کا وقت اور اُس کے گھوڑے دوڑانے کا وقت بدقسمتی سے ایک ہی تھا اور وہ مجبور تھی؛ وہ اس کو افسوس تھا کہ وہ شہزادہ عزت کو خوش آمدید نہ کہہ سکے گی۔

مسز اسمتھ بھی نہ معلوم کہاں کی قسمت لے کر آئی تھیں۔ اُن کو افسوس نہیں بلکہ صدمہ ہوا۔ جب جارج اسٹیشن سے خالی واپس آیا اور کہا کہ عزت کا تار اُس کو اسٹیشن پر ملا کہ وہ اپنے عزیز گھوڑے کے ساتھ ایک اسٹیشن پہلے ہی اُترنے پر مجبور ہو گیا کیونکہ گھوڑے والے ڈبہ کو وہاں مجبوراً کاٹنا پڑا۔ عزت کو اپنا گھوڑا ایسا عزیز تھا کہ وہ اُسکو اپنے ساتھ ہندوستان سے لایا تھا اور گھوڑے کے آرام کا اُس کو بیحد خیال تھا۔ عزت نے اپنے تار میں لکھا تھا کہ میں اپنی آمد کے بارے میں دوسرا تار دوں گا۔

× – × .. × × .. × .. × .. × .. × .. ×

ایلینر بہت عمدہ شہسوار تھی اور گھوڑے کی سواری کی بے حد شائق تھی۔ چھوٹے سے گاؤں کے پاس ایک وسیع میدان تھا اور ایلینر روزانہ یہاں آ کر اپنا گھوڑا دوڑاتی تھی اور اُس کو دیوار اور خندق پھاندنے کی مشق کراتی تھی جس کی کہ وہ بے حد شائق تھی۔ اُس کے پاس دو گھوڑے تھے آج وہ اپنے بڑے مشکی گھوڑے پر آئی تھی جو بہت شریر تھا۔ دو مرتبہ تو وہ دیوار پھاند گیا تیسری مرتبہ دوڑا دوڑا دیوار کے پاس آ کر ایکدم سے ایسا رُکا کہ ایلینر گھوڑے کی گردن پر آ گئی۔ گھوڑا اتھا شریر اُسنے گردن جھکا کر ہوا میں دولتی ماری۔ ایلینر گھوڑے کے سامنے گری اور گھوڑا بے تحاشا اپنے سوار کو زمین پر پڑا چھوڑ کر بھاگا۔ ایلینر کے چوٹ مطلق نہ آئی اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ گھوڑا سرپٹ اُڑا جا رہا تھا

اور ایلینر کو یقین تھا کہ اُس کو گھر پیدل جانا پڑے گا۔ کیونکہ گھوڑا دور نکل گیا تھا کہ اُس نے دیکھا کہ گھوڑے کے سامنے ایک بھیڑوں کا گلہ آ رہا ہے اُس کو دیکھکر گھوڑا چونکا اور اُس نے رُخ بدل دیا اور وہ اب پھر اُس کی طرف آ رہا تھا۔ اُس نے زور سے آواز دی پکڑ لینا پکڑ لینا جن آدمیوں کو آواز دی تھی وہ دوڑے اور گھوڑے کو سامنے آ کر روکنا چاہا۔ مگر جونہی وہ قریب آیا ڈر کر ہٹ گئے۔ ایلینر پھر اُسی طرح چلا رہی تھی کیونکہ آگے کچھ اور آدمی تھے۔ اتنے میں اُس کو پیچھے سے آواز آئی "ہٹنا ہٹنا۔ ہٹنا!" اُس نے مڑ کر دیکھا کہ ایک سوار اپنے کمیت گھوڑے پر بجلی کی طرح اُس کے پاس سے کوند گیا۔ سیدھا اُس نے ایلینر کے گھوڑے کی طرف رخ کیا اور اُس کے آگے پہونچ کر اپنے گھوڑے کو چھوڑ کر ایک دم سے کود پڑا۔ دوڑ کر وہ ایلینر کے گھوڑے کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا جو پوری تیزی سے آ رہا تھا جونہی گھوڑا قریب آیا لپک کر اس پھرتی سے اُس نے اپنا بایاں ہاتھ گھوڑے کے عیال پر مارا اور اُچک کر گھوڑے پر سوار ہو گیا کہ ایلینر کی نظر نے کام نہ کیا اور اُس کے مُنہ سے بیساختہ واہ واہ نکل گیا۔ گھوڑا اُس شخص کو لے کر بُری طرح بھاگا اور اس بُری طرح کہ معلوم ہوا کہ اب قابو میں نہ آئے گا مگر دراصل سیر کو سوا سیر مل گیا تھا اور سوار نے دو چکر گھوڑے کو میدان میں ایسے دئیے کہ وہ پست ہو گیا۔ ایلینر بیچ میدان میں کھڑی تماشہ دیکھ رہی تھی کہ سوار نے گھوڑے کا مُنہ ایلینر کی طرف پھیرا قریب آ کر اُس نے گھوڑا روکا اور کُود کر ایلینر کے ہاتھ میں اُس کے گھوڑے کی لگام دیدی۔ ایلینر نے شکریہ ادا کیا اور وہ اس شہسوار کو سر سے پیر تک دیکھ رہی تھی رنگ و روپ اور ناک نقشہ سے وہ اٹلی کا رہنے والا معلوم ہوتا تھا۔ مگر انگریزی بہت صاف اور پاکیزہ بولتا تھا۔ کپڑوں سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا امیر کبیر ہے۔ اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور اپنے گھوڑے کو دور کھڑا پایا جو گھاس چرنے میں مشغول تھا اُس نے زور سے ایک سیٹی دی۔ گھوڑے نے سر اٹھا کر دیکھا اور سیدھا اپنے مالک کے پاس دوڑ آیا۔ ایلینر نے اپنے نالائق گھوڑے کو دیکھا اور پھر اُس اجنبی

گھوڑے کو دیکھا جو مالک کی آواز پر دوڑ آیا۔ مالک نے لگام پکڑ کر گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرا۔

"آپ کا گھوڑا عرب معلوم ہوتا ہے۔" ایلینر نے کہا۔

"جی ہاں بہت عمدہ نسل کا عرب ہے۔"

"اس کو آپ نے خوب سدھایا ہے۔"

"میں نے اس کو بچہ لیا تھا اور اس کی خدمت جب سے میں خود ہی کرتا ہوں ورنہ میں گھوڑے سدھانا قطعی نہیں جانتا۔

آپ کا گھوڑا ٹٹی اچھی پھاند لیتا ہے؟"

"جی ہاں۔ گرد و نواح کے سب گھوڑوں سے اچھا ہے اب تھک گیا ہے ورنہ آپ کو دکھاتی۔ کیا آپ کا گھوڑا بھی پھاندتا ہے؟" اجنبی نے ٹٹی کی طرف دیکھا اور کہا "میں کہہ نہیں سکتا۔ پھاندتا تو ضرور تھا۔"

یہ کہکر وہ اپنے گھوڑے پر چڑھا اور دوڑا کر ٹٹی کو صاف پھاند گیا۔ دو تین مرتبہ کرنے کے بعد اُس نے ایلینر سے کہا ٹٹی اونچی کیجئے۔ ایلینر نے اونچی کر دی اور وہ پھر صاف نکل گیا اور پھر اور اونچی کرنے کو کہا۔ ایلینر حیرت زدہ تھی کیونکہ جتنی اونچائی ایلینر کا گھوڑا پھاندتا تھا اُس سے ڈیوڑھی اونچائی اس اجنبی کا گھوڑا پھاند چکا تھا اور وہ برابر ہر مرتبہ یہی کہتا تھا کہ ٹٹی اونچی کیجئے ٹٹی اونچی ہوتی گئی اور وہ برابر پھندا تا چلا گیا حتیٰ کہ جب اونچائی اتنی آئی کہ گھوڑے کا ایک مرتبہ پچھلا پیر ٹٹی سے چھو گیا تو اُس نے گھوڑا روک لیا اور کہا تین سال سے میرے گھوڑے کی مشق چھوٹی ہوئی ہے۔ اس کے بعد خندق پھاندنے کا نمبر آیا تو معلوم ہوا کہ خندق تو بہت ہی چھوٹی ہے مگر اس اجنبی نے خندق کو پھندایا۔ گھوڑے کی جست دیکھنے کے قابل تھی معلوم ہوتا تھا کہ پرندہ ہے۔ خندق سے بہت اُس پار گھوڑا گرا۔ اتفاق کی بات کہ گھوڑا جب ہلکا ہو گیا تو اس کا پیر ایک سوراخ میں گھس گیا۔ گھوڑے نے سنبھلکر جو پھریری لی تو سوار گھوڑے سے پیچھے آ رہا گھوڑا سنبھلکر علیحدہ ہو گیا مگر سوار اُسی طرح پڑا رہا۔ ایلینر تیزی سے قریب پہنچی اور سوار کو بیہوش پایا۔

× .. × .. × .. × .. × .. ×

مسز اسمتھ پرنس عزت کے نہ آنے کی وجہ سے چڑچڑی ہو رہی تھیں۔ اُن کی قسمت بھی عجیب تھی جو کمرہ انھوں نے پرنس کے لئے سجا کر مخصوص کیا تھا اس میں ایک اجنبی بیہوش پڑا تھا۔ مسز اسمتھ ایلینر سے چڑچڑا کر کہہ رہی تھیں کہ "نہ معلوم اس چابک سوار کو کہاں سے اٹھا لائیں۔ اب پرنس آئے گا تو کہاں ٹھیرے گا۔" جارج گھر پر نہ تھا۔ دوسری گاڑی سے وہ اپنے دوست کو خود لینے روانہ ہو چکا تھا کہ باتیں کرتے ساتھ ساتھ ہی آئیں گے۔ مسز اسمتھ نے جب اس اجنبی کی شہسواری کے قصے سُنے تو کچھ بھی دلچسپی نہ لی بلکہ یہی کہا کہ کسی اعلیٰ کے سرکس کا نوکر ہوگا۔ ایلینر کو بُرا معلوم ہوا کیونکہ وہ اُس کو کوئی شریف زادہ معلوم ہوتا تھا مگر مسز اسمتھ یہی کہہ رہی تھیں کہ چابکسوار ہے۔

ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ مسٹر اسمتھ یعنی ایلینر کے باپ بھی کمرہ میں آئے اور اس اجنبی کو دیکھکر کہنے لگے کہ میں نے تو گھوڑا دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ ضرور ایسے گھوڑے کا مالک بھی شریف ہوگا۔

ڈاکٹر نے بیہوش اجنبی کو دوا پلائی اور کچھ مالش بھی کی۔ کہیں چوٹ کوئی خاص نہ آئی تھی اور ڈاکٹر کی رائے تھی کہ مریض پر عارضی غشی ہے اور کچھ نہیں۔ ڈاکٹر کی موجودگی ہی میں مریض نے آنکھیں کھولدیں ڈاکٹر نے سب سے کہا کہ مریض کو تنہا چھوڑ دیں صرف ایک شخص رہے۔ سوائے ایلینر کے پہلا اور کسی کو کیا ہمدردی یا دلچسپی تھی۔ مریض نے دودھ اور سوڈا پیا اور چونکہ ڈاکٹر نے کچھ نیند کی دوا دی تھی لہذا اُس کو غنودگی ایسی آئی کہ وہ دو گھنٹے بعد اٹھا اُس نے اپنے کو تر و تازہ پایا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اول تو اُس نے وقت پوچھا معلوم ہوا کہ رات کے ساڑھے دس بجے ہیں پھر اُس نے ایلینر کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گھوڑے کو پوچھا۔ ایلینر نے کہا آپ میرے مہمان ہیں اور آپ کا گھوڑا میرے گھوڑے کا مہمان ہے

اچھی طرح آرام سے ہے اس کے بعد اُس نے بہت شائستگی سے دریافت کیا کہ میں معلوم کر سکتا ہوں کہ میں کہاں ہوں اور میرے معزز میزبانوں کا نام کیا ہے۔ ایلینر جواب دینے ہی کو تھی کہ اپنی ماں اور جارج کو آتے دیکھا۔ دراصل مسز اسمتھ نے جارج سے ایلینر کی شکایت کی تھی کہ نہ معلوم وہ کہاں سے ایک چابک سوار کو لے آئی ہے اور یہ پرنس اب کہاں ٹھیرے گا۔ جارج ایکدم سے اس اجنبی کو دیکھ کر چونک پڑا اور اُس نے کہا "ارے یہ تم ہو!"۔

"یہ میرے پیارے دوست پرنس عزت ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے"

جارج نے اپنی ماں سے عزت کا تعارف کراتے ہوئے کہا "اور عزت یہی میری پیاری ماں ہیں" پرنس کو جو کچھ تعجب ہوا وہ تو ہوا مگر مسز اسمتھ کی اوپر کی سانس اوپر تھی اور نیچے کی نیچے۔ اُن کی زبان سے صرف "پرنس" نکلا اور لمحہ بھر کے لئے تو وہ مبہوت ہوگئیں جب ذرا دل دھڑکنا بند ہوا اور سانس قابو میں آئی تو انھوں نے بے اختیاری کے عالم میں پرنس کے ماتھے پر بڑھ کر بوسہ دیا اور اس قدر خوشی میں پھولی نہ سمائیں کہ جلدی جلدی پانچ چھ جملے کہہ گئیں لیکن کسی کو بھی پورا نہ کیا۔

جارج نے پھر ایلینر سے تعارف کرایا جس کا جواب ایلینر نے یہ دیا کہ مجھ کو تو صرف رسمًا مصافحہ کرنا ہے کیونکہ میں اپنے مہمان سے ضرورت سے زیادہ واقف ہوں۔

بڑے میاں یعنی جارج کے والد مسٹر اسمتھ نے جب یہ واقعہ سنا تو انھوں نے ضرورت سے زیادہ دلچسپی لی اور اپنی چھوٹی لڑکی ایڈتھ کو کمرہ میں لے کر آئے اور قبل اس کے کہ کوئی اُن کا تعارف کرائے زور سے چلائے۔

"خوش آمدید پرنس کو خوش آمدید"

تم پرنس ہو شاید اسی وجہ سے شہزادوں کی طرح آئے۔ یہ کہکر گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور اپنی بیوی کی طرف دیکھکر کہا۔

"تم تو کہتی تھیں کہ یہ چابک سوار کہاں سے آگیا اور ہم کہتے تھے کہ ہو نہ ہو یہ کوئی پرنس ہے!"

اس پر ایک قہقہہ لگا مگر مسز اسمتھ اپنے شوہر کے بھدے پن پر بس روندیں یہ بہت ہوا۔ اس کے بعد پرنس کی عجیب وغریب آمد کا ذکر ہوا۔ دراصل پرنس نے جب دیکھا کہ دوسری گاڑی دیر میں آئے گی تو اُس نے خیال کیا کہ ذرا گھوڑے پر سواری ہی کر لے تاکہ گھوڑے کے ہاتھ پیر کھل جائیں۔ اس کو معلوم بھی نہ تھا کہ جارج کا مکان یہاں سے صرف دس میل ہے اور یہ محض اتفاق تھا کہ وہ اتنی دور نکل آیا تھا اگر بیہوش نہ ہو جاتا تو وہ ضرور پھر اسٹیشن جاتا اور گاڑی سے آتا۔ یہ بھی محض اتفاق کی بات تھی کہ جب وہ لوٹنے ہی کو تھا تو اُس کو ایلینر اور اُس کا گھوڑا بھاگتا نظر پڑ گیا۔

× .. × .. × .. × .. ×

اس چھوٹے سے گاؤں میں دوسرے ہی دن ہر کس وناکس کے یہاں مسز اسمتھ کے مہمان کی عجیب وغریب طرح کی آمد اور اُسکی شہسواری کے تذکرے ہو رہے تھے۔ مسز اسمتھ کا بھی عجب حال تھا۔ اُن کا بس نہیں تھا کہ وہ اس واقعہ کو اخبار میں شائع کرا کر گھر گھر تقسیم کرا دیں مسز اسمتھ نے تیسرے ہی روز ایک پارٹی کی اور اس میں تمام ملنے والوں کو بلایا اور ایک ایک سے پرنس سے ملاقات کرائی۔ ہر کس وناکس پرنس کا مداح تھا اور ہر شخص بوڑھے اور جوان کو اس پر فخر تھا کہ پرنس سے اور اُس سے کس طرح بے تکلفی سے باتیں ہوئیں۔ ایلینر نے چند ہی روز بعد آس پاس کے گاؤں کے شریف زادوں کو جو گھوڑے اور شہسواری کے شوقین تھے اور ایلینر کو جانتے تھے پرنس کی شہسواری دیکھنے کے لئے اس بہانہ سے بلایا کہ گھوڑ دوڑ اور جیمخانہ منعقد کرایا۔ بڑے بڑے شہسوار اور گھوڑے آئے۔ گھوڑ دوڑ میں پرنس کے عرب کے سامنے بقیہ گھوڑے گدھے ثابت ہوئے۔ پرنس نے اپنی شہسواری کے دہ وہ کرتب دکھائے کہ سب قائل ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد

پرنس اس قدر مقبول ہوا کہ گرد و نواح کے بہت سے گاؤں میں اس کی دعوت ہوئی اور اس کی وجہ سے بہت کھونڈ دوڑیں ہوئیں۔

ایلنیر کو پرنس سے اس قدر دلچسپی ہو گئی کہ ہر دم ساتھ رہتی اور روزانہ کا یہ دستور تھا کہ شام کو وہ پرنس کے ساتھ گھوڑے دوڑانے جاتی۔ پرنس کا ارادہ تھا کہ تیسرے گھنٹے میزبان یہ کہتے تھے کہ ہم دو مہینے سے پہلے جانے ہی نہ دیں گے۔

دراصل پرنس عزت اب جارج کا دوست نہ تھا بلکہ جارج کے گھر والوں کی گویا ملکیت تھا اور اس کو وہ اب "ہمارا پرنس" کے لفظ سے یاد کرتے تھے۔

اس لحاظ و مدارات، یگانگت اور محبت کا نتیجہ معلوم کرنا آسان۔ جارج کا ہمیشہ سے یہ خیال تھا کہ اپنے بچے ہیں اور وہ اپنے افعال کی خود مختار ہے اور یہی اُس نے اپنے دوست عزت سے کہا جب اُس نے خیال ظاہر کیا کہ میں تمہاری بہن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ مسز اسمتھ یہ سُن کر مرتے مرتے بچیں یہی غنیمت ہوا۔ ایڈیتھ کا بھی خوشی کے مارے بُرا حال تھا۔ مسٹر اسمتھ البتہ کچھ خلاف تھے لیکن جب پڑوسیوں نے آکر اُن کو مبارکباد پر مبارکباد دینا شروع کی تو وہ خاموش ہو رہے اور جواب ہی کیا دیتے کیونکہ ہر شخص اُن کے انتخاب داماد کی تعریف کرتا تھا۔ پرنس نے اپنی دلہن کو شادی کے موقع پر وہ تحائف دیئے کہ جس نے دیکھے اُسکی آنکھ میں ہیروں کی چمک سے درد ہونے لگا۔ اب طے یہ ہوا کہ ہندوستان پہونچکر اسلامی طریقہ سے بھی نکاح کیا جائے کیونکہ عزت حیدر آباد کے اُمراؤں میں سے تھا اور چاہتا تھا کہ ایلنیر کی وہ عزت خاندان میں ہو جو باضابطہ ہندوستانی بیاہتا بیوی کی ہوتی ہے۔

(۳)

ایلنیر نے عزت کے گھر کو بھی عجیب ہی پایا گھر کیا تھا ایک گاؤں میں ایک جھیل کے کنارے بڑا زبردست پرانے زمانے کا قلعہ معلوم ہوتا تھا اس قلعہ نما مکان کے پھاٹک سے داخل ہو کر اندر بہت سارے عالیشان مردانہ اور زنانہ محلوں کا سلسلہ تھا جن میں کئی پائیں باغ تھے۔ گھر کے آدمی گنے چنے تھے یعنی عزت کی والدہ بیگم صاحبہ کہلاتی تھیں اور عزت کی چھوٹی بہن علاوہ ان کے ایک نوجوان لڑکی اور تھی جس کے ایک لڑکی تھی۔ یہ بیگم صاحبہ کی کوئی عزیز تھی۔ ایلنیر نے اسکو تعجب اور حیرت سے دیکھا کیونکہ یہ بجز بینا تھی لیکن نوکر دل اور ملازموں کی اتنی بھیڑ بھاڑ تھی کہ خدا کی پناہ۔ اندر بیسیوں عورتیں اور لڑکیاں نوکر تھیں اسی حال باہر کا تھا کہ فوج کی فوج نوکروں کی تھی۔ مگر بیگم صاحبہ کی منہ چڑھی ایک ملازمہ تھی جس کا نام عظمت تھا یہ گویا بیگم صاحبہ کی لفٹنٹ یا پرائیوٹ سکریٹری تھی اور دراصل کل سیاہ و سفید کی مالک یہی تھی اندر اور باہر اسی کی حکومت چلتی تھی۔

بیگم صاحبہ ویسے تو ایلنیر سے بہت اچھی طرح ملیں مگر ایلنیر نے سرد مہری ضرور محسوس کی جو برابر جاری تھی اسکو یہاں آئے ہوئے چند روز ہوئے تھے یہ علیحدہ مکان میں رہتی تھی اور عزت علیحدہ مکان میں رہتا تھا کیونکہ اُس نے کہا تھا کہ جب تک اسلامی طریقہ سے شادی نہ ہو جائے ایک مکان میں رہنا معیوب ہے مگر اسلامی طریقہ کی شادی کیا تھی ایک مصیبت تھی جو آج ہوتی تھی اور نہ کل۔ واقعہ دراصل یوں تھا کہ بیگم صاحبہ نے عزت کی شادی یہاں کسی دوسری جگہ ٹھیرا رکھی تھی اور وہ اسپر مُصر تھیں کہ ایلنیر سے شادی ہی نہ ہو قصہ نے اتنا طول کھینچا تھا کہ ماں بیٹوں کے دلوں میں رنجش پیدا ہونیکا احتمال پیدا ہو چلا تھا مگر نہ تو ماں ہی مانتی تھی اور نہ ہی بیٹا۔ ایلنیر شام کو پائیں باغ میں تیسرے پہر کی چائے پیا کرتی تھی یہاں اُسکو ایک نوجوان لڑکی ملا کرتی تھی جس کی ایک چھوٹی سی بچی تھی۔ یہ لڑکی بھی عجیب تھی۔ ایلنیر سے وہ صاف انگریزی میں باتیں کرتی تھی اور رنگ و روپ اور حسن اُسکا ایسا تھا کہ ایلنیر اُس پر رشک کرتی تھی مگر اُسکا چہرہ بدقسمتی سے ہر دم ملول رہتا تھا اور ایلنیر کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے چہرہ پر ہر دم ایک غم کی گھٹا چھائی رہتی ہے روزانہ وہ اس لڑکی سے اسکی وجہ پوچھتی تھی مگر وہ نہ بتاتی تھی ایلنیر کو اُس سے بہت محبت ہو گئی تھی ایک روز جب ایلنیر نے بہت ضد کی تو اُس نے بتایا کہ میں

ارشادات

(عطیہ جناب سید وحید الدین صاحب بیخود دھلوی)

کون ہے حشر میں جو اُس کا خریدار نہیں
ایسی شہرت کی جگہ مصر کا بازار نہیں

کوئی موسیٰ سا نظر باز خریدار نہیں
آج کل حُسن کی وہ گرمیٔ بازار نہیں

مَیں اکیلا ہوں یہاں اور خریدار نہیں
آپ کی بزم ہے یہ مصر کا بازار نہیں

دِل کو راحت بھی ملی نیند بھی آئی مجھ کو
ابر رحمت ہے ترا سایۂ دیوار نہیں

جس کو رحمت نے خریدا وہ گنہگار نہ تھا میں
حشر ہے جنسِ گراں کے لئے بازار نہیں

مجھ کو محرومیٔ قسمت نے دیا ہے آزار
میری قسمت میں ترے عشق کا آزار نہیں

اُن سے حضرتِ بیخود تو صُبو پی کے ہٹے
یار لوگوں نے کہا بھی سرِ بازار نہیں

تیرے سینگھوں کی قسم

نثر کی شاعری

دیوی! ایک بار پھر اُسی ادا سے بے محابا کے ساتھ میری طرف دیکھ اور دل کی کائنات کو بٹ کر رکھدے - آہ! تو نہ دیکھیگی؟ اور اپنی ناک میں نیبان ڈالے جائیگی! آہ! نہیں ایسا نہ کر! میری روح ابھی تیرے حسنِ سوبت کی پوجا نہیں کرسکی ہے، سازِ دل سے ابھی وہ نغمہ بلند نہیں ہوا ہے جو زندگی کو تابندگی میں تبدیل کردے دیکھ، خدارا دیکھ! ایک مرتبہ پھر میری طرف مسکراکر دیکھ!

کیا تجھے معلوم نہیں میں تیری نرگسی آنکھوں کی پلکوں کے سائے میں اپنے اضطرابِ دل کا سکون تلاش کر رہا ہوں، اس درجہ نہ ترسا، اتنی بے رُخی نہ کر. . . . . ہاں تو پھر دیکھ، میری طرف دیکھ، ایک بار اور صرف ایک بار!

یہ تیرا شباب، یہ چاند اور تاروں سے برسی ہوئی شبنم کی لطافت سے زیادہ لطیف دوشیزگی! میری روح اُس کی پوجا کر رہی ہے، دیوی! کہیں میری پوجا نامکمل نہ رہ جائے، اس لئے دیکھ - اور رسّی اور کھونٹے کی پابندیوں سے آزاد ہوکر میری طرف دیکھ!

میں دیوانہ نہیں ہوں دیوی! تیرا پرستار ہوں، شاعر ہوں، اور تیرے پیکرِ آبنوسی کی شعریت مآبی کو محسوس رگِ جان کرتے ہوئے ایک شعر کہنا چاہتا ہوں اور پھر اُسے تجھ سے منسوب کر کے ساری کائنات، سانی یعنی بھوسہ اور کھلی اور ببولوں کو کیفیتِ شعری میں گم کر دینا چاہتا ہوں،

تجھے تیری جوانی کی قسم میری طرف دیکھ، ہاں دیکھ، دیکھ! دل کی بستیاں ٹوٹا ہی چاہتی ہیں، آرزو کا کھونٹا اُکھڑا ہی چاہتا ہے اور سازِ ہستی بے صدا ہونے ہی والا ہے. میں تجھے تیرے سینگھوں کی قسم دیتا ہوں جس کی سیاہی میں تیری جوانی کوئلہ بن کر جگمگا رہی ہے، خدا کے لئے میری طرف دیکھ ہاتھ دکھیا جائے تب بھی دیکھ اور اپنے تارِ نظر کی تجلیاں میرے نفس نفس میں بھر دے!

دیوی میری پکار سن، پلکوں کو جنبش دے نگاہیں اٹھا، میری طرف مسکراتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ مجھے ہلاکِ نظر بنا، اور اس شعر کی حقیقی کیفیات سے لذّت یاب ہوجانے دے ؎

اے بھینس میرے دل میں آگ سی لگی ہے
جب سے بنے ہیں کھونٹے ایک آتشیں نظر کے

. . . . . ؟

ایک حیرت انگیز رعایتی اعلان:- محترمہ طاہرہ دیوی شیرازی کے لاجواب افسانوں کے مجموعہ "**سحر بنگال**" (جو گذشتہ ماہ میں شائع ہوا ہے اور جسکی قیمت ایک روپیہ ہے- اُن پہلے سَو خریداروں کو بالکل مفت دیجائیگی جو بیس نومبر تک ہفتہ وار اخبار "**گلفروش**" کا سالانہ چندہ تین روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں - یا وی.پی کی اجازت دیں. ۲۰ نومبر کے بعد کسی صاحب کو رعایت ہرگز نہ دیجائیگی. "مصور اخبار" "**گلفروش**" اردو دنیا کے مایۂ ناز ادیب جناب سید محمود صاحب "مورخ" بی.اے کی ادارت میں نکل رہا ہے اور اپنی دلچسپیوں اور مضامین کی خوبیوں کے لحاظ سے اردو کا واحد پرچہ-

(منیجر اخبار گلفروش دہلی)

محرومِ بصارت

(از جناب صادق الخیری۔ بی۔ اے۔ دہلوی)

"میں جانتا ہوں ثریا! تمہیں مجھ سے محبت ہے مگر خدارا تم مجھ سے شادی نہ کرو کیونکہ میں خدا کی اُس بیش بہا نعمت سے محروم ہوں جو پرستش کو آتشیں بنا دیتی ہے۔ تم مجھے بھول جاؤ اور میری ہستی کو معدوم سمجھو کیونکہ تمہیں ایک شوہر کی ضرورت ہے مریض کی نہیں۔ میں تمہارے حسن کو نہیں دیکھ سکتا، کاش! مجھے بھی بصارت میسّر ہوتی!"

اختر نے مایوسی اور حسرت سے مغلوب ہو کر کہا۔

"نہیں ___" ثریا اپنے آنسوؤں کا واسطہ دیکر بولی "حسن دیدۂ دل کے لئے ہے اُن ظاہری آنکھوں کے لئے نہیں جن میں پاپ کی آگ اور گناہ کی نجاست بھری ہوئی ہے۔ اختر! تم میرے لئے مریض نہیں معالج ہو (جس جذبہ کو مدتوں چھپانے کا ارمان رہا) (جس آگ کو عرصہ تک بجھانے کی کوشش) کی (اور) جس راز کو ہمیشہ کے لئے کنجِ قلب میں سربستہ رکھنے کی آرزو رہی اب منکشف ہونے پر مصر ہے۔ اگر تم میرے دلِ مجروح کو اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو اور تمہارے دل میں میری کچھ قدر ہے تو میری التجا منظور کر لو۔ اختر! میری خرمنِ ہستی تمہارے انکار سے خاکستر ہو جائے گی۔"

"ثریا!" اختر اس کے ہاتھ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر تم ایک اندھے کی شریکِ حیات بننا پسند کر سکتی ہو تو میں اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت سمجھتا ہوں۔

پیاری! میری عدمِ بصارت مجھے اظہارِ محبت سے قاصر رکھتی تھی"

اور اس طرح اُن دونوں کی شادی ہو گئی۔

پانچ سال میں ایک دفعہ بھی ایک دوسرے سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور پہنچتی بھی کیسے جبکہ وہ دونوں محبت نما ہوس سے پاک تھے اور اُن کے دلوں میں الفت کی مقدس دیوی جلوہ فگن تھی۔

ڈاکٹر نیلم دنیا کا سب سے بڑا جراح جو مستند معالج چشم تھا، ان دونوں کی معصوم محبت سے آشنا تھا۔ اس کو علم تھا کہ ثریا اختر کی خاطر کبھی جمیل پھولوں، ساحلی میدانوں، بہنے والے دریاؤں اور لہلہانے والے درختوں کا ذکر بھی نہیں کرتی مبادا ان کو نہ دیکھنے کی وجہ سے اُسے رنج پہنچے۔

ثریا کے بے پناہ آنسو ڈاکٹر نیلم کے قدموں پر بھادوں کے بادل کی طرح برس پڑے۔ "ڈاکٹر! میرے شوہر کو بصارت دے دو!" اُس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر متاثر ہو گیا۔ کہتے ہیں عورت کے آنسو سخت سے سخت دل مرد کو بھی موم کر دیتے ہیں اس لئے اُس نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح اختر اپنی رفیقۂ حیات کی محبت آگین صورت دیکھ لے۔

(۲)

"اگر آپ اجازت دیں تو عملِ جراحی کیا جا سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے بہت دیر تک معائنہ کرنے کے بعد کہا۔

"کیا بینائی ممکن ہے؟" اختر حسرت سے شکستہ آواز میں بولا۔

"ہاں!" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ مگر تمہاری اجازت کے بغیر نہیں

"ڈاکٹر! مجھے بینائی چاہئے۔ میں تمہارا غلام ہوں۔" اُس نے لجاجت سے کہا۔ "اجازت کے کیا معنی؟"

"بات یہ ہے۔" وہ ثریا کی طرف دیکھکر بولا۔ ممکن ہے کچھ عرصہ بعد تم پھر بصارت سے محروم ہو جاؤ اور یہ مہلک ہوگا۔ جو شخص کسی خاص کیفیت سے لذت یاب ہی نہیں ہوا اُسکے نزدیک

"اُس کی کوئی وقعت نہیں مگر ایک بار اُس سے واقف ہونے کے بعد اُس سے محرومی اُس کے لئے ہلاکت خیز ثابت ہوسکتی ہے۔"

ثریا کا دل دھڑکنے لگا۔

"ڈاکٹر!" اختر نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"میں عمل جراحی کی اجازت دیتا ہوں۔ اگر میں بصارت سے دوبارہ محروم ہو جاؤں تو بھی اپنی دلہن کی صورت تو کم از کم ایک دفعہ دیکھ لوں گا۔"

آپریشن ایک ایسے مکان میں کیا گیا جو پہاڑ کے دامن میں تھا اور جہاں سے فطرت کا قدرتی جوہر نظر آ سکتا تھا۔ وہاں دریا کی لہریں تھیں، پھولوں کی فراوانی تھی، سرسبز درخت تھے اور پہاڑ کی نیلی چوٹیاں۔ آہستہ آہستہ اختر آس پاس کی چیزوں کو دیکھنے لگا اور بالآخر ایک دوپہر کو اُس کی آنکھوں پر سے پٹی بالکل اُتار دی گئی۔ سب سے پہلے اُس کی نظر جس شے پر پڑی وہ ثریا کا حسین و معصوم چہرہ تھا۔ اُس سے ضبط نہ ہو سکا اور اُس نے بڑھ کر اُس کے رخسار سے اپنا رخسار ملا دیا۔ محبت کی آگ بھڑک اُٹھی، روح کی زندگی بیدار ہو گئی اور آنکھیں محبوب کے حسن کو پہچاننے لگیں۔ وہ اُس کے رخساروں پر اپنی مردانہ انگلیاں پھیرنے لگا لیکن ثریا نے اپنا چہرہ نیچے جھکا لیا کیونکہ انتہائی مسرت میں اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔

ڈاکٹر کو اسی شام کو جانا تھا اس لئے ثریا کی درخواست قبول نہ کر سکا۔ "اب کوئی گنجائش نہیں" اُس نے کہا۔ "آپریشن کامیاب ہے اور میری کوئی ضرورت نہیں۔" پھر بھی اُس کی کوئی تسلی نہیں ہوئی اب وہ ڈاکٹر کے ساتھ تھوڑی دور تک موٹر میں چلی گئی۔ اُس کے دل میں کرید نی لگی ہوئی تھی کہ اگر بصارت سے دوبارہ محروم ہو گیا تو کیا دنیا میں کوئی بھی اس کی بصارت واپس نہیں لا سکتا۔

(۳)

اختر تنہائی محسوس کر رہا تھا۔ ثریا آدھ گھنٹہ کے لئے کہہ کر گئی تھی اور اب کئی گھنٹے گذر گئے تھے۔ اُس کی نگاہیں سامنے جمی ہوئی تھیں۔ پہاڑ کی چوٹیاں افق میں کھونے لگیں اور بیرونی مناظر یک بیک غائب ہونے لگے۔ اُس کا دل دھک سے رہ گیا اُس نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔ ہر چیز دھندلی نظر آنے لگی تھی۔

"معبود!" وہ چیخ اٹھا۔ "کیا میں بصارت سے دوبارہ محروم کیا جا رہا ہوں؟ ثریا! ثریا!!"

کسی کی آہٹ سنائی دی۔

ثریا! ... تم کہاں ہو؟ وہ بے اختیار ہو کر چیخا۔

"میں اندھا ہو رہا ہوں" کمرے میں تاریکی چھا گئی تھی۔ ثریا اُس کے سینے سے چمٹ گئی۔

"اختر پیارے!..." وہ اِس کے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اُس کا قلب حلق میں حرکت کر رہا تھا اور وہ کسی تاریک مستقبل اور اندوہناک انجام کے خیال سے لرزہ براندام ہو رہی تھی۔

"میں اب بھی تمہارا جسم تھوڑا تھوڑا دیکھ رہا ہوں" وہ ثریا کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے بولا۔

"روشنی میری آنکھوں سے بالکل رخصت ہو چکی ہے۔"

ثریا یکایک چونک پڑی اور فوراً ہی اُس کی انگلیاں دیا سلائی کے بکس پر متحرک ہوئیں۔

"میں بھول گئی تھی پیارے!" اُس نے کہا اور کمرہ دیا سلائی کی روشنی سے جگمگا اُٹھا۔

"اِسے شام کہتے ہیں اور اس وقت ہمیشہ سورج غروب ہونے کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے۔"

اندھے دولہا نے آج کی رات پہلی دفعہ اپنی دلہن کو پوری رعنائیوں کے ساتھ شرماتے ہوئے دیکھا۔

ہمارا ایک صفحہ کا افسانہ

بیوقوف جادوگر

(از جناب ظفر قریشی - بی - اے - دہلوی)

(ایک چینی قصہ)

جادوگر سے میوسنیگ نے کہا مجھے اپنا شاگرد کر لو۔ اُستاد جادوگر بولا۔ جادو سیکھنا آسان کام نہیں ہے تم جادو نہیں سیکھ سکتے چلے جاؤ۔ لیکن میوسنیگ نے اصرار کیا کہ میں جادو ضرور سیکھونگا۔ اُستاد بولا جادو کی کچھ حقیقت نہیں ہے صرف انسان کی اپنی قوت ارادی ہوتی ہے جو دوسرے کمزور انسانوں پر طلسمی اثر پیدا کر دیتی ہے۔ اسے نظر کا دھوکا اور اعتقاد کی کمی یا کمزوری سے بھی تشبیہ دیتے ہیں۔ اگر تم واقعی جادو سیکھنا چاہتے ہو تو پہلے بہت قوی ارادہ اور حیرت انگیز استقلال کی عادت پیدا کرو۔ پھر میرے پاس آنا۔ جادو سکھا دونگا لیکن میوسنیگ نے اصرار کیا کہ ابھی اپنی شاگردی میں لے لو۔ یہ بات سُنکر اُستاد جادوگر بہت متفکر ہوا کہ اس سادہ لوح جوان کو جادو کیونکر سکھاؤں آخرکار اُسنے کچھ سوچ کر میوسنیگ سے کہا کہ تم میرے پاس رہو اور میری جادوگری کے کرشمے دیکھتے رہو۔ کچھ دِنوں بعد جادو اور سحر کے تمام راز تم پر خود بخود کھُل جائیں گے۔ میوسنیگ اُستاد کے مندر میں رہنے لگا اور روز کوئی نہ کوئی نیا کرشمہ دیکھتا تھا ایک دن وہ کمرہ میں خاموش بیٹھا تھا کہ دروازہ پر دستک سُنائی دی۔ چار آدمی جو عجیب وغریب لباس پہنے ہوئے تھے اندر داخل ہوئے اُستاد نے اُن کا استقبال کیا اور تپاک سے بٹھایا۔ تالی بجائی۔ ہوا میں سے ایک خوان کھانے پینے کی چیزوں سے بھرا ہوا اُترا۔ میوسنیگ یہ حیرت انگیز جادو دیکھکر ششدر رہ گیا۔ چاروں آدمیوں نے اور اُستاد نے شکم سیر ہوکر کھایا۔ سامنے دریچہ کھلا ہوا تھا اور آسمان پر چاند اپنی پوری تابانی کے ساتھ چمک رہا تھا اور ہر طرف مسرت و رونق کی کرنیں پھیلا رہا تھا۔ ایک مہمان نے کہا اُستاد ملکۂ ماہ کو کیوں نہ بلا کر رقص دیکھا جائے آج کی ضیافت میں اسکا ہونا بہت ضروری ہے۔ اُستاد نے یہ بات سُنکر چاند کیطرف دیکھا اور ایک لکڑی اٹھا کر چاند کیطرف دکھائی اس عمل کے کرتے ہی لکڑی ایک خوبصورت عورت میں تبدیل ہوگئی اور اُسنے دف بجا کر ناچنا شروع کیا پھر اُسنے سب کو شراب پلائی جب وہ رقص کرتے کرتے تھک گئی تو اُستاد کی گود میں آپڑی۔ اُستاد نے کوئی منتر پڑھا اور وہ پھر لکڑی ہوگئی اور ایک طرف ڈالدی گئی۔ مہمانوں نے کہا آؤ ذرا چاند کی سیر کریں۔ اُستاد نے جادو کا ڈنڈا اٹھایا اور چاند کیطرف دکھایا۔ بعد کو ایسا معلوم ہوا کہ چاند ایک کشتی کی مانند دریچہ کے قریب آ لگا۔ سب مہمان اور اُستاد اُسمیں بیٹھ گئے اور وہ ہوا میں اُڑتا ہوا پھر آسمان میں چلا گیا میوسنیگ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اُسکا اُستاد چاند میں اُڑے چلے جارہے ہیں تھوڑی دیر بعد اندھیرا ہوگیا اور اُستاد پھر اپنے کمرہ میں نظر آنے لگا۔ کئی مہینے گذر گئے مگر میوسنیگ کو جادو نہیں آیا ہار جھک مار کر اُسنے جانیکی ٹھانی مگر چلتے وقت اُس نے اُستاد سے کہا کہ اُستاد اگر کوئی اور بات نہیں سکھاتے تو بس اتنی بات سکھا دو کہ آپ جو اُس دن پختہ دیوار کو عبور کرکے نکل گئے تھے اُسکا کیا منتر ہے۔ آپ جہاں چاہتے ہیں نکل جاتے ہیں۔ کوئی چیز حائل ہو ہوا کی طرح ملائم ہوجاتی ہے اُستاد نے کہا اچھا سیکھو اسکا جادو یہ ہے اُستاد نے میوسنیگ کے کان میں ایک منتر بتا دیا۔ اب میوسنیگ شہر میں گیا اور اُس نے لوگوں سے کہا کہ میں ایسا جادو جانتا ہوں کہ چونے کی پتھر کی ہر چیز کی پختہ دیواریں سے وار پار گذر جاؤں لوگوں نے قہقہہ لگایا اور سمجھا اس کا دماغ خراب ہوگیا۔ مگر اُس نے کہا کہ میرا امتحان لو۔

بہت سے آدمی بازار میں جمع ہوگئے اور اس کا امتحان لیا جانے لگا وہ دور سے دوڑتا ہوا آیا اور ایک پختہ عمارت سے ٹکرایا۔ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ بیہوش ہوکر گر پڑا لوگ اُسپر ترس کھانے لگے۔ "غریب جادوگر" شاید منتر بھول گیا . . . . . ! اُس کا اُستاد بھی بھیڑ میں تھا وہ چلا کر بولا۔ میں نے صرف ایک منتر اُسے سمجھایا تھا اور وہ یہ ہے کہ "بیوقوف کو علم نہیں سکھانا چاہیئے"۔

سچ ہے جاہل اپنی جان کا دشمن ہوتا ہے!

غلیل

(از جناب مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی بی-اے-ایل ایل بی علیگ)

(۱)

گرمی کا موسم تھا۔ دوپہر کا وقت۔ گلی ہی سنسان تھی خس کی ٹٹی کے سبب خنکی تھی اور بجلی کا پنکھا ایک رفتار سے چل رہا تھا تمام دروازے بند تھے۔

چارپائی کے برابر فرش پر میرے میزبان کا لڑکا کھیلتے کھیلتے سوگیا تھا۔ پاس ہی اُس کی ربڑ کی غلیل اور غلّوں کی تھیلی رکھی تھی۔ میں نے غلیل کی طرف دیکھا "اُس سے چڑیا مر سکتی ہوگی" میں نے دل میں کہا۔ اُس کو اُٹھا کر دیکھا۔ ایک غلہ لے کر نشانہ باندھ کر دیکھا کہ اتنے میں سڑک پر سے آواز آئی۔ ع :-

"گذر گیا ہے زمانہ گلے لگائے ہوئے"

ٹٹی کے بازو میں سے میں نے جھانک کر دیکھا۔ ایک جوان آدمی ایک رومال میں کچھ لٹکائے چلا جا رہا تھا گاتا ہوا جب میں آیا۔ اسے غلّہ مار کر دیکھیں قریب تو تھا ہی سیدھ باندھ کر میں نے ربڑ کو خوب کھینچکر غلّہ مارا۔ غلہ پشت میں لگا اور گاتے گاتے وہ ایک دم سے رُک گیا "زمانہ . . ." مڑ کر اُس نے اوپر دیکھا۔ ایک نظر پھر فوراً زمین پر غلہ کی طرف۔ غلہ اُٹھایا۔ غور سے غلّہ کو دیکھا اور ہاتھ میں غلہ لئے اب دیکھتے ہیں اوپر چاروں طرف۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ غلہ کدھر سے آیا میری طرف سے کہ سامنے والے مکان کی چھت پر سے یا اُس کے برابر والی چھت سے غلہ ہاتھ میں لے کر دیکھ بھال کر چلدیا۔ گانا بند۔

(۲)

منٹ بھر نہ گذرا ہوگا کہ ایک گُتّے صاحب نظر پڑے جاتے جاتے رُک کر بجلی کے کھمبہ کو حوائج ضروریہ کے مسائل کے انعقاد کے لئے منتخب فرمایا اور مراحل طے ہو رہے تھے کہ میں نے غلّہ مارا "پیں . . ." کر کے۔ مسئلۂ مذکور کو التوا میں ڈال کر پہلے غلّہ سونگھا۔ کہ میں نے ایک اور غلّہ مارا۔ یہ پیر کے قریب ہی پڑا۔ ایکدم سے اُچھل کر بھاگ گئے۔

(۳)

ایک گدھے صاحب آئے۔ یہ مٹھائی کا خالی دونہ نالی کے پاس نوش کرنے لگے کہ میں نے کس کر غلّہ مارا جس جگہ غلہ لگا تھا اُس جگہ کی کھال کو قدرے جنبش سی دی اور بس۔ میں نے دوسرا غلہ مارا اب جنبش بھی نہ دی۔ میں نے فضول سمجھا۔ چلے گئے۔

(۴)

دیر تک کوئی نظر نہ آیا تو میں پڑ رہا پھر کوئی پندرہ منٹ بعد جو جھانکتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے نالی کے قریب نم زمین پر ایک گُتّے صاحب محوِ خواب ہیں۔ نالی کے اوپر چھوٹی سی پُلیا تھی جس پر دو سیڑھیاں مکان میں جانے کے لئے تھیں اور اُس کے قریب ہی گُتّے صاحب سوتے تھے۔ میں نے نشانہ تاک کر ایک غلّہ رسید کیا تو اُن کے کان کے پاس زمین میں لگا۔ ہڑبڑا کر یہ اُٹھ بیٹھے معاملہ سمجھنے سے قاصر رہے اچھی طرح سونگھا دیکھا بھالا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا بیٹھ رہے کہ میں نے دوسرا غلّہ مارا جو پیٹ میں لگا "پیں" کر کے غلّہ سونگھ کر لگے اِدھر اُدھر دیکھنے چاروں طرف دیکھا مگر پتہ نہ چلا پھر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گذرنے کے بعد میں نے پھر غلّہ مارا تو اب کے انتقاماً بھونکے۔ مگر کس پر۔ غالباً خود جناب کو پتہ نہ تھا۔ اُس کے بعد پھر گلی کی طرف شبہ کیا۔ پھر اُس کے بعد خود پُلیا کے اندر دشمن کا شبہ کیا اور اُس کے بعد جو غلّہ پڑا ہے تو یہ طے کر کے کہ ہو نہ ہو دشمن پُلیا کے نیچے ہے لہذا قریب ہی کھڑے ہو کر انہماک اور جوش کے ساتھ آگے بڑھ بڑھ کر ایسے بھونکنا شروع کیا معلوم ہو کہ پُلیا اُڑا دیں گے اور یہ حملے شباب پر پہونچے ہیں کہ میں نے آخری غلّہ جو مارا ہے تو حملہ کی کارروائی ملتوی کر کے جو بھاگے ہیں تو لوٹ کر نہ دیکھا۔

(۵)

ایک عورت گھونگھٹ میں منہ چھپائے جاتی تھی۔ پشت پر میں نے غلّہ مارا۔ ٹرک کھڑی۔ بجائے اوپر کے پشت کی طرف سڑک پر مڑکر دیکھا۔ غلّہ اٹھاکر دیکھا۔ گھونگٹ سے نشانہ سا لگا یا اِدھر اُدھر۔ سمجھ میں نہ آیا کدھر سے غلّہ آیا۔ ذرا دیر ٹھہر کر مڑکر چلی جو سہی تو ایک اور۔ ایکدم سے مڑی۔ دوسرے مکان کی بند کھڑکیوں کی سمت دیکھکر بولی "مجھے جواب کی چھیڑا۔۔۔" بڑبڑاتی چلی گئی۔

(۶)

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عدد "اُلمائے کرام" چلا آرہا ہے۔ کندھے پر رومال ڈالے۔ نیچا سا کُرتا۔ میں نے غلّہ جو مارا تو جسم کے بجائے کُرتے کے دامن میں لگا۔ رُک گئے۔ مڑکر دیکھنے کی ضرورت پڑی۔ غلّہ اُٹھایا۔ ہاتھ میں غلّہ لے کر فرماتے ہیں اِدھر اُدھر دیکھ کر۔ "کون ملعون ہے؟" اِس تحقیقاتِ ملعونیت کے سلسلہ میں جو مڑے تو میں نے ایک غلّہ پشت پر عرض کر دیا۔ بڑی پھرتی سے گھوم کر تڑپ کر کہا "خبیث!" پہلے والا غلّہ ناپسند کرکے پھینک کر دوسرا غلّہ اٹھایا کہ میں نے تیسرا رسید کیا۔ جوتے کے پاس زمین پر یہ غلّہ لگا۔ تڑپ کر مُنہ سے نکلا "مردود" اور غلّہ پھینک کر لاحول پڑھتے روانہ مگر اس طرح کہ سمجھ میں نہ آیا کہ چلے گئے یا بھاگ گئے۔

(۷)

ایک لونڈا کوئی بارہ چودہ برس کا جا رہا تھا۔ غلّہ جو مارا تو خالی گیا۔ زمین پر پڑا۔ فوراً غلّہ اٹھاکر تڑپ کر بھاگا۔ ہاتھ کی چونچ بناکر ہاتھ ہلاتا ہوا "واہ بٹیا۔۔۔"

(۸)

ایک اور صاحب آئے گاتے ہوئے "سکھی ری ناما نے رے جیا مورا رے" میں نے اُن کے بھی پشت پر ایک غلّہ عرض کیا ایکدم سے گانا بند کرکے بولے "کون ہے؟" غلّہ اٹھاکر دیکھا "کون بدمعاش ہے" یہ کہکر سامنے والے مکان کے کوٹھے کی طرف شبہ کرکے بولے "میں نے دیکھ لیا ہے"۔ ہاتھ اُٹھاکر بولے "ہوش ٹھکانے کردوں گا"

"۔۔۔۔ گا۔۔" کرکے اُچھل پڑے۔ کیونکہ میں نے پشت پر ایک اور غلّہ عرض کیا۔ نیچے دیکھا اوپر دیکھا۔ پہلا غلّہ ناپسند کرکے پھینک کے دوسرا اُٹھایا۔ گالیاں دے کر لگے بلبلانے مگر یہ نہ سمجھ سکے کہ مارتا کون ہے اِس لئے کہ میری خس کی ٹٹی سے ملا ہوا چھجہ پڑوسی کا اُس کا دروازہ تو بند مگر کئی کھڑکیاں قریب ہی کھلی ہوئیں۔ ہماری بھی کئی کھڑکیاں کھلی ہوئیں۔ گالیاں تو دے رہے ہیں مگر یہ پتہ نہیں کہ کس کھڑکی کو۔ میں نے ایک اور غلّہ مارا، وہ زمین پر پڑا۔ پھر کیا تھا گالیاں دے کر فرماتے ہیں "تیری ایسی کی تیسی۔ مجھے بھی کوئی وہ سمجھا ہے۔۔" یہ کہکر اینٹ اُٹھاکر بڑے زور سے دیوار پر مارتے ہیں اور اب میں نے چلائے غلّے۔ دو تین چار۔ پہلا خالی دوسرا خالی تیسرا لگا۔ چوتھا خالی۔ پانچواں جو لگا تو ہاتھ کا ڈھیلا پھینک کے جو بھاگے ہیں تو مڑکر نہ دیکھا۔

(۹)

ایک خوانچے والے صاحب نکلے صدا لگاتے۔ دال سیو وغیرہ وغیرہ میں نے خوانچے پر غلّے لگانا شروع کئے۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ ایک بجائے خوانچے کے خود اُن کے لگ گیا۔ ارے کون ہے۔ یہ کون کھڑے خوانچہ لئے بغل میں مونڈھا گھوم رہے ہیں۔ لگا جو غلّہ تو خفا ہوکر خوانچہ مونڈھے پر رکھکر واللہ اعلم کیا ارادہ ہوگا کہ ہوئی جو خوانچے پر اولوں کی بارش۔ ایک۔ دو۔ تین۔ تو ارے۔ ارے کہکر خوانچہ سر پر دھر کے اس زور سے بھاگے ہیں کہ میں تعجب کرتا رہ گیا کہ خوانچہ لے کر بھی آدمی اتنا تیز بھاگ سکتا ہے۔

(۱۰)

اس کے کوئی پندرہ منٹ تک کوئی آیا ہی نہیں کہ ایک صاحب گردن جھکائے مسکین صورت بنائے چلے جا رہے تھے۔ میں نے کسکر ایک غلّہ پشت پر جو دیا ہے تو بدن میں چستی آگئی۔ غلّہ ہاتھ میں

اٹھاکر حسرت سے مسکین صورت بناکر چاروں طرف دیکھکر بولے :-

"بھلا یہ بھی کوئی بات ہے "

سامنے والے مکان کے کہیں معلوم کیا پکارے۔ جواب میں ان حضرت نے کہا :-

"صاحب یہ بھی کوئی بات ہے کہ راستہ چلتے غریبوں کو ستانا "

اُنھوں نے کچھ نہ سنا اور واز بلھوں کر بولے :-

"کیا کہتے ہو ہے"

وہ بولے "کہتے کیا ہیں۔ یہ دیکھیے" غلہ ہتھیلی پر رکھکر دکھایا اب میں بھی غلیل سے پورے فوائد اٹھانے کے لئے تیار ہوگیا تھا۔ میں نے سر نکال کر کہا قبل اس کے کہ وہ حضرت کچھ جواب دیں

"صاحب ایسا نہیں چاہئے۔ بیچارے سیدھے آدمی ہیں دیکھ بھال کے چلانا چاہئے ورنہ جو آنکھ میں لگ جاتی تب "

راہ گیر صاحب بولے "دیکھ لیجئے آپ۔ میں تو کیا کہوں "

سامنے والے حضرت بولے "کتنے مارا یہ غلہ "

میں نے چلاکر کہا "خوب!"

راہ گیر صاحب بولے "دیکھو صاحب ایک تو غلہ مار دیا پھر.."

میں نے کہا "اب جانے بھی دیجئے۔ لگ گیا دھوکے سے "

پھر سامنے والے حضرت کی طرف متوجہ ہوکر " ارے صاحب کوئی بات بھی ہو۔ لگ ہی جاتی ہے۔ وہ بیچارے کب شکایت کرتے ہیں۔ ذرا دیکھکر چلایا کیجئے"

راہ گیر "میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا "

سامنے والے حضرت تڑپ کر بولے " واہ صاحب واہ میں جانتا نہیں۔ غلیل کیا چیز ہوتی ہے۔ آپ بھی غضب کرتے ہیں قسم لے لیجئے مجھ سے ..... "

میں نے کہا " وہ بیچارے کچھ کہتے بھی ہوں آپ قسمیں ناحق کھاتے ہیں "

مگر توبہ کیجئے یہ حضرت قسموں سے باز نہ آئے نتیجہ ظاہر جس کو لگی اُس نے خود کہدیا کہ غلہ کدھر سے آیا۔ مجبوراً کہنا گیا۔

" بڑے افسوس کی بات ہے میں کچھ بھی نہیں کہتا۔ ایک تو غلہ مارا پھر جھوٹ بولتے ہیں "

ادھر پڑوسی صاحب نے قسموں کا تانتا باندھ دیا۔ میں نے بہت سمجھایا کہ قسمیں کھانیکی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بس احتیاط کافی ہے آئندہ کے لئے۔ حتیٰ کہ ان حضرت کو میرے چہرے کی طرف اس طرح غور سے دیکھنا پڑا کہ گویا مجھے پاگل تصوّر کرتے ہیں۔

(۱۱)

شام کو میں ٹہلنے چلاگیا۔ بعد مغرب واپس جو آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاحبزادے صاحب پٹ رہے ہیں۔ میں نے سفارش کی اور بچایا۔ معلوم ہوا کہ آج صاحبزادے صاحب نے یہ شرارت کی ہے کہ غلیل سے تمام راہ گیروں کی خبر لے ڈالی۔ میں نے کہا کہ بچہ ہے کیا مضائقہ ہے آئندہ ایسا نہیں کرے گا پھر بچہ کو بھی سمجھا دیا۔ میاں صاحبزادے غلیل کا شوق ہی ٹھیک نہیں ہے۔ اب تو شرارت نہیں کروگے۔ اُس نے سر ہلاکر وعدہ کیا۔ میں نے کہا مانگو معافی تو بیچارے نے معافی مانگ لی اُسکے بعد میں دیر تک بچہ کو سمجھاتا رہا۔ (باقی)

محبت پر چند زرّین اقوال

(از جناب جمیل احمد صاحب کندہائے پوری)

(۱) خدا محبت ہے، اُس سے جو شخص محبت نہیں کرتا وہ درحقیقت خدا کو نہیں پہچانتا۔

(۲) محبت کا سب سے زبردست ثبوت قربانی ہے۔

(۳) محبت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔

(۴) محبت نہ خریدی جاسکتی ہے اور نہ فروخت کی جاسکتی ہے، بس اِس کی قیمت صرف محبت ہے۔

(۵) محبت اپنے ملک پر بغیر تلوار کے حکومت کرتی ہے۔

(۶) زندگی کی سب سے بڑی مسرت محبت میں مضمر ہے۔

(۷) محبت سب نیکیوں کی جڑ ہے۔

(۸) حقیقی محبت کبھی پرانی نہیں ہوتی۔

(۹) محبت اور وفا کا پتہ کام سے لگتا ہے نہ کہ زبانی باتوں سے

(۱۰) محبت وفا کی جویا ہے اور وفا استقلال کی۔

(۱۱) جب محبت میں بدگمانی قدم رکھتی ہے تو محبت رخصت ہو جاتی ہے۔

(۱۲) محبت کرنا اور ساتھ ساتھ عقل و ہوش سے کام لینا دو متضاد چیزیں ہیں۔

(۱۳) خدا محبت کا بھوکا ہے نہ کہ عبادت کا۔

(۱۴) وہ شخص خدا کا ایک جز ہے جس کے دل میں کسی کی محبت ہے۔

(۱۵) محبت خود بخود حسن پیدا کر دیتی ہے۔

(۱۶) "راہِ عشق میں فنا ہو جانا محبت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ کیونکہ جو شخص محبت میں فنا ہو جاتا ہے وہ گویا محبت میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے"

(۱۷) شکسپیئر کہتا ہے کہ محبت آنکھوں سے نہیں بلکہ دل سے دیکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ محبت کا فرشتہ کیوپڈ (Cupid) اندھا پیدا کیا گیا ہے۔

(۱۸) کیٹس (Keats) کہتا ہے کہ حسین چیز دائمی مسرت کا سرچشمہ ہے۔

(۱۹) کارلائل کہتا ہے کہ اگر تم کو کسی سے محبت ہے تو ہرگز اُس کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دو۔

(۲۰) کولرج کا خیال ہے کہ تمام وہ جذبات، وہ خیالات وہ خوشیاں جو انسانی مجسمے میں ہیجان پیدا کرتی ہیں، محبت کے مختلف عمال ہیں اور ان کا دار و مدار محبت ہی کے پاک اور لطیف شعلوں پر ہے"

(۲۱) ایمرسن کہتا ہے کہ محبت اپنے بس کا روگ نہیں، عقل و ادراک اور ہوش و حواس اس میں کچھ کام نہیں آتے یہ ایک بے بسی اور گرفتاری ہے۔

(۲۲) "محبت خدا کا عکس ہے ..... بلکہ محبت خود خدا ہے"

الوما!

(از جناب انعام الحق صاحب شیدائی)

میرے دوست نے مجھ سے کہا تھا کہ الجیریا کے دوران سفر میں اگر میں بُرج ابابا جاؤں تو مسٹر آدبل سے جو وہاں مستقل طور پر مقیم تھا ضرور ملوں - یہ نام میرے دماغ سے نکل چکے تھے اور وہاں کا رہنے والا میرے خیال سے دور ہو گیا تھا - کہ بالکل اتفاقیہ اُس سے ملاقات ہو گئی - ایک ماہ سے میں اس خوب صورت سرزمین جو الجیریس سے کرکسیل تک پھیلی ہوئی ہے گھوم رہا تھا اس خطہ میں ریگستان اور جنگل دونوں ہیں جن میں ایک خاص دلکشی ہے - بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان صنوبر کے جنگل پھیلے ہوئے ہیں جن میں بادِ نسیم گشت کرتی پھرتی ہے - وادیوں میں بڑے بڑے درخت دریاؤں پر گرے ہوئے پل کا کام دیتے ہیں طلوع اور غروب آفتاب کے وقت پہاڑوں کے منظر نہایت ہی خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور اُن کے نزدیک کے کھنڈروں پر ایک خاص کیفیت طاری رہتی ہے - بلند گھاٹیوں سے جن پر مہرِ سکوت ہوتا ہے گذرتے ہوئے راستے پیچ و خم کھاتے ہوئے دور تک نظر آتے ہیں -

لیکن میرا شام کا ٹہلنا کچھ اس قدر پر لطف ہوتا کہ اُس کی یاد ہنوز ذہن نشین ہے - ایک شام میں راستہ بھول گیا تھا - میں ایک گھاٹی پر چڑھ گیا تھا جہاں سے پہاڑوں کی قطاروں کے بعد بہت دور وادیٔ جمشید جا نظر آ رہا تھا اور دوسری جانب وہ پرانے مینارے آفتاب کی شعاع سے چمک رہے تھے جو مسیحی قبر کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ موریوں کے بادشاہوں کی آرام گاہ ہیں - اِس منظر سے محظوظ ہوتے ہوئے میں دوسری جانب آہستہ آہستہ اُتر رہا تھا - کچھ دور جانے کے بعد عربی خیمے نظر آئے - بھورے اور نوک دار خیمے! جن سے دھواں نکل رہا تھا - گورے اور خوبصورت انسان - مرد و عورت اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے - چھوٹے اور مضبوط ننگے بچے بالو پر اُچھل کود رہے تھے - اور شام کی گہرائیوں میں اونٹوں اور مویشیوں کی گھنٹیاں آہستہ آہستہ بج رہی تھیں - زیتون کے درخت راستہ کے دونوں جانب جھکے ہوئے تھے اور راستہ پر رنگین پھول گرے ہوئے تھے - بعض درخت شہید معلوم ہوتے کیونکہ جا بجا سُرخ پھول دور سے خون کے دھبے جیسے نظر آتے - چاروں طرف زمین پھولوں سے بھری تھی - کبھی کبھی میں پکے ہوئے پھلوں کو توڑ کر کھا لیتا - پھر آہستہ آہستہ وادی میں پھیل رہی تھی - اور دور پہاڑوں کی قطار کے پیچھے جہاں سے صحرائے اعظم شروع ہوتا ہے آفتاب اپنی ہلکی ہلکی رنگین آخری شعاعیں ڈال رہا تھا - اوپر آسمان دھندلا اور ٹھنڈا نظر آ رہا تھا - ایک پر لطف خواب کی طرح!

آہ! میں کتنا دور تھا! ہر انسان اور ہر وہ چیز جو شہر کی زندگی سے وابستہ ہیں میں کتنا دور تھا! میں خود آپ اپنے سے دور تھا - ایک قسم کی چلتی ہوئی چیز - دنیا و ما فیہا سے بے خبر - اس سے راستہ کتنا دور تھا جس سے میں گذرنے والا تھا - لیکن ملکۂ شب کی آمد کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ میں بھٹک گیا ہوں - تاریکی آہستہ آہستہ بڑھتی گئی یہاں تک کہ میں اپنے سامنے کچھ بھی نہیں دیکھ سکتا صرف دور کے پہاڑوں کو سیاہ دیو کی طرح مُنہ پھاڑے کھڑے تھے - میں وادی میں خیموں کی جانب اُتر پڑا اور پہلے شخص سے مل کر اُس جگہ کا نام بتایا جہاں مجھے جانا تھا - میں نے اُسے پوری طرح سمجھانے کی کوشش کی - مجھے معلوم نہیں کہ وہ کچھ سمجھ سکا یا نہیں کیونکہ وہ ایسی زبان بولا کہ میں خود کچھ سمجھ نہ سکا - میں وہیں خیمہ کے نزدیک کھڑا ہوا رات کی ہولناک گھڑیوں کا تصور کر ہی رہا تھا کہ اس عجیب زبان سے میں نے بُرج ابابا کا نام سُنا - میں چونک پڑا اور دماغ پر زور دیتے ہوئے کہ یہ نام پہلے ضرور کہیں سُنا ہے اور میں اِس نام سے آشنا معلوم ہوتا ہوں اُس سے پوچھا - "بُرج ابابا؟" اُس نے کہا اور سر ہلایا - "ہاں ہاں!" پھر میں نے اُسے دو نقرئی سکے دکھلائے وہ ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا - بہت دیر تک وہ ننگے پاؤں راستہ کی خاموشی میں چلتا رہا اور میں اُس کے پیچھے پیچھے - آخر کار روشنی نظر آئی - وہ مجھے ایک سفید مکان کے نزدیک لے گیا جو سیدھی دیوار کا بنا ہوا تھا اور جس میں باہر کی جانب ایک بھی کھڑکی نہ تھی - میں نے دروازہ پر دستک دی جس کے جواب میں اندر سے کتے بھونکنے لگے - اور کسی نے فرانسیسی زبان میں پوچھا "کون ہے؟" میں نے پوچھا کیا مسٹر آدبال یہیں رہتے ہیں؟ "ہاں!" اُس نے جواب دیا - اسکے بعد دروازہ کھلا اور مسٹر آدبال خود ہی میرے سامنے موجود تھے - لانبا گورا خوبصورت جوان - مُنہ میں پائپ لگائے مجھے گھور رہا تھا - میں نے اُسے اپنا پورا پتہ بتایا اور وہ اپنے دونوں

ہاتھ پھیلا کر میرے گلے سے لپٹ گیا اور کہا۔ "اب تم بالکل بے تکلف ہو جاؤ۔ غریب خانہ کو اپنا مکان سمجھو۔" ایک گھنٹہ کے بعد میں اپنے میزبان کے ساتھ کھانے کے ٹیبل پر تھا۔

مجھے اُس کی حالت معلوم ہو چکی تھی۔ عورتوں کے پیچھے ایک بڑی رقم برباد کرنے کے بعد باقی ماندہ روپے سے الجیریا میں کچھ زمین خرید کر انگور کا باغ لگوایا تھا۔ باغ سرسبز تھا اور وہ اپنی قسمت پر خوش تھا۔ لیکن میرے دماغ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ پیرس کا رہنے والا ایسے ریگستان میں تنہا زندگی کیونکر گذار سکتا ہے آخر میں نے اُس سے پوچھا۔ "تم یہاں کتنے زمانے سے ہو؟"

"نو برس سے۔" اُس نے کہا۔ "کیا تم کبھی اپنی تنہائی محسوس نہیں کرتے اور یہ جگہ تمہارے لئے تکلیف دہ نہیں ہوتی ہے؟" "کیوں! کبھی نہیں۔ طبیعت آہستہ آہستہ ہر جگہ کے موافق ہو جاتی ہے۔ آب وہوا انسانی جسم کو اپنے رنگ پر لے آتی ہے۔ یہاں کی خوشگوار فضا ہمیشہ ہماری روح کو بشاش رکھتی ہے۔"

"اور عورتیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! انسان انھیں کم کھوتا ہے!"

"کم!"

"میرے خدا! ہاں کم! کیونکہ یہاں کی وحشی قوموں میں بھی عورتوں کے لحاظ سے مغربی تمدن کی پائی جاتی ہے۔"

وہ عرب جوان کی طرف مخاطب ہوا جو ہم لوگوں کی خدمت میں کھڑا تھا۔ لانبا سیاہ شخص جس کی آنکھیں اُس کے عمامہ کے نیچے چمک رہی تھیں اور اُس سے کہا۔— "احمد! اِس وقت تم جاؤ۔ جب ضرورت ہو گی پکار لوں گا۔" پھر مجھ سے بولا۔ "یہ شخص فرانسیسی زبان سمجھتا ہے اور میں تمہیں وہ قصہ سناتا ہوں جس میں اُس نے بڑا کارنامہ کیا ہے۔ یہاں آئے ہوئے مجھے چار برس ہو چکے تھے۔ اس وقت تک میں اِس جگہ کی تنہائی محسوس کر رہا تھا جس کی زبان بولنے اور سمجھنے سے قاصر تھا۔ صرف کبھی کبھی بمشکل کچھ بول سکتا۔ اکثر گھبرا کر مجبور ہوتا کہ کچھ وقت الجیریا میں اِس خوشی کو حاصل کرنے کے لئے جس کا تمہیں معلوم ہے کہ میں دلدادہ ہوں گذاروں۔"

"میں اِس مکان کو خرید چکا تھا۔ اِسے یہاں برج کہتے ہیں جو سپاہیوں کا گارد تھا۔ یہاں سے قریب ہی سو گز کے فاصلہ پر آن خانہ بدوشوں کا خیمہ ہے جنہیں میں اپنے باغ میں کام دیتا ہوں۔ اِسی قوم کی ایک شاخ جسے اُلدناجا کہتے ہیں میں نے اپنی ذاتی خدمت کے لئے ایک شخص احمد بن عمر کو رکھ لیا۔ یہی وہ شخص ہے جو ابھی ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ یہ بہت جلد میرا وفادار خادمت گذار ہو گیا اور چونکہ وہ مکان کے اندر اپنی عادت کے خلاف سونے سے معذور تھا اس لئے اُس نے دروازہ سے چند قدم پر اپنا خیمہ نصب کیا تاکہ ضرورت کے وقت میں اُسے اپنی کھڑکی سے بُلا سکوں۔"

"آہ میری زندگی! تم خوب سمجھ سکتے ہو۔ دن بھر باغ میں مزدوروں کے کاموں کا ملاحظہ کرتا۔ کچھ دیر شکار کھیلتا اور قرب وجوار کے افسروں کے ساتھ کھانا کھاتا یا کبھی کھانے کے لئے انہیں اپنے گھر بلاتا۔ اور صنفِ نازک کی دلچسپیاں! اِس کے بارے میں میں تم سے کہہ ہی چکا ہوں کہ الجیرس اُن کی بہترین قسم پیش کرتی ہے۔ اکثر کوئی عرب مجھے راستہ پر روک کر میری مرضی دریافت کرتا کہ آج شام کو میرے مکان پر وہ ایک حسین دوشیزہ لائے گا کبھی میں اُسے قبول کر لیتا اور کبھی اُس سے پیدا ہونے والی مصیبتوں کا خیال کر کے انکار کر دیتا۔"

"ایک بہار کی شام میں اپنے کاموں کے دورے سے واپس آکر احمد کی تلاش میں اُس کے خیمے کے اندر بغیر دستک دیئے ہوئے چلا گیا۔ جیسا کہ میں اکثر کرتا تھا۔

"او خدا! ایک بڑے سُرخ ملائم اور چمکیلے اونی جبل عمور کمبل پر ایک نوجوان لڑکی چت سو رہی تھی۔ ایک دوشیزہ! بالکل عُریاں! اپنے بازوؤں کو آنکھوں اور پیشانی پر رکھے ہوئے۔ اُس کا گورا جسم جو خیمہ کے اُٹھے ہوئے پردے کے ذریعہ سے آتی ہوئی روشنی سے چمک رہا تھا۔ انسانی جسم کا کامل نمونہ تھا۔ میں نے اُس سے بہتر جسم کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہاں کی عورتیں نہایت حسین ہوتی ہیں۔ لانبی اور نادری طور پر سانچے میں ڈھلی ہوئی مجسمۂ ذی حیات!۔ آہ! میں کیا بتاؤں میری کیا حالت تھی مجھے کیا خبر تھی کہ جب حُسن سو جاتا ہے تو کیا ہو جاتا ہے اور جب لباس بے ترتیب اور بال برہم ہو جاتے ہیں تو ایک عورت کیا قیامت ہو جاتی ہے۔ میں نے گھبرا کر پردہ گرا دیا اور مکان واپس چلا آیا۔ میں عورت کا دلدادہ ہوں جس کی وجہ سے میں فرانس چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اب پھر وہی جذبات وخواب رنگیں میرے دل میں چٹکیاں لینے لگیں۔ خون میں پھر ایک خاص قسم کی حرارت

شروع ہوگئی۔ وہ کچھ گرم شام تھی اور میں ساری رات اپنی کھڑکی پر بیٹھا رہا۔ میری نگاہ رات کی تاریکی میں احمد کے خیمہ کے دھندلے سایہ پر جمی ہوئی تھی!

دوسری صبح جب وہ میرے کمرہ میں آیا تو میں غور سے اُس کے چہرہ کو دیکھنے لگا۔ وہ شرمندہ ایک مجرم کی طرح اپنے سر کو نیچے جھکا کر زمین تکنے لگا۔ کیا وہ میرا مطلب سمجھ رہا تھا؟ میں نے بے تکلف ہو کر اُس سے پوچھا۔ "یعنی تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ احمد؟" وہ شرما گیا اور کہا۔ "نہیں حضور!" اُس کی زبان میں لکنت تھی۔

میں اُسے فرانسیسی زبان سکھاتا اور وہ مجھے عربی۔

"تب پھر تمہارے خیمہ میں کون عورت ہے؟" میں نے پوچھا۔ "وہ ایک جنوبی دوشیزہ ہے۔" اُس نے جواب دیا۔ "ہاں وہ جنوبی ہے لیکن اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ تمہارے خیمہ میں کیوں کر ہے؟" لیکن میرے سوال کا جواب دیئے بغیر اُس نے کہا۔ "وہ نہایت حسین ہے"

"ہاں بے شک" میں نے کہا۔ "لیکن اب اگر کوئی جنوبی دوشیزہ تمہارے پاس آئے تو اُسے میرے کمرہ میں پہنچا دینا۔ سمجھ گئے نا؟ احمد!" اُس نے نہایت تپاک اور نرمی سے کہا۔ "ہاں جناب"

میں اقرار کرتا ہوں کہ اُس روز پورا دن اُسی ملائم سرخ کمبل پر سونے والی عرب دوشیزہ کے جذبات میں ڈوبا رہا۔ اور کھانے کے وقت مکان واپس آتے ہوئے میں نے چاہا کہ احمد کے خیمہ کے اندر پھر جاؤں۔ شام کو حسبِ دستور احمد میرے ساتھ تھا اور میں نے کئی بار کوشش کی کہ اُس سے پوچھوں کہ آیا اُس شب بھی وہ اس حسین جنوبی دوشیزہ کو اپنے اونٹ کے چمڑے کے خیمہ کے نیچے رکھے گا۔ لیکن پوچھ نہ سکا۔

قریب نو بجے عورتوں کے مضبوط خیال میں مستغرق جس طرح کتوں کو شکار کا خیال ہوتا ہے میں چہل قدمی کے لئے مکان سے باہر نکلا اُس طرف جس طرف بھورا خیمہ تھا اور جس کے سوراخ سے روشنی کی شعاع باہر آرہی تھی۔ لیکن اِس خیال سے کہ شاید احمد کو مجھ پر کچھ شک ہو اُس کے خیمہ سے دوسری طرف نکل گیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد جب میں واپس ہوا تو اُس کا عکس زمین پر صاف خیمہ کے نزدیک دیکھا لیکن کچھ خیال نہ کیا۔ پھر اپنی جیب سے کنجی نکالتے ہوئے میں اپنے برج کی طرف بڑھا جس کے نچلے حلقے میں میرے دوسرے نوکر سوتے تھے میں اوپر چلا گیا لیکن خلافِ معمول اپنے کمرہ کے اندر روشنی دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی میں کواڑ کھول کر اندر گیا۔ یا میرے اللہ! وہی حسین عرب دوشیزہ ایک کوچ پر بیٹھی ہے۔ ایک حسین دوشیزہ! حسن کی پوری تمام نزاکتوں اور رنگینیوں کے ساتھ! وہ میری منتظر تھی! وہ کل زیوروں سے آراستہ تھی۔ اُس کے بازوؤں، پیروں، گلے، پیٹ اور کمر چاندی کے زیورسے مرصع تھے۔ اُس کی چمکدار رنگی ہوئی بڑی بڑی آنکھیں میری طرف جمی ہوئی تھیں۔ اُس کی پیشانی رخسار اور ٹھوڑی پر چار خال کی مانند نیلے دانے تھے۔ اُس کے باز و باز و بند سے آراستہ اُس کی ٹانگوں پر تھے جو ایک قسم کے لال ریشمی جبّہ سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

مجھے کمرہ کے اندر آتے دیکھ کر وہ اپنے وحشی زیوروں سے لدی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ وہ اپنی مغرور اور رضامندی کی حالت میں تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے یہاں رہنے کے لئے کہا گیا ہے۔"

"کس نے کہا؟"

"احمد نے"

"بہت خوب۔ بیٹھ جاؤ" میں نے کہا۔

وہ اپنی نگاہیں نیچی کئے ہوئے بیٹھ گئی۔ میں اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کا چہرہ غیر معمولی تھا۔ جاذب۔ رنگین۔ بہترین صناعی کا نمونہ جس میں وحشیانہ انداز بھی تھے۔ لیکن گوتم بدھ کے بت کی طرح بالکل معمہ۔ اُس کے چوڑے لب جو ایک قسم کے سرخ پھول سے رنگے ہوئے اُس کے حبشی خون کی غلطی کو ظاہر کر رہے تھے۔ گو اُس کے بازو و ہاتھ دودھ کی طرح سفید تھے۔ پاک سفید!۔

حیرانی اور سراسیمگی کی حالت میں میں یہ نہ سمجھ سکا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے موقع کے سوچنے کے خیال سے میں نے اُس سے دیگر سوالات اُس کی قوم اور ملک کے بارے میں کئے لیکن وہ میرے سوالوں کا کچھ اِدھر اُدھر جواب دیتی رہی لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیوں اور کہاں سے آئی تھی اور احمد سے اُس کی کیسے ملاقات ہوئی۔

میں نے فیصلہ کیا کہ اُسے احمد کے خیمہ میں واپس کر دوں لیکن وہ خود ہی اُٹھی اور اپنے ننگے بازوؤں کو اوپر اٹھاتے ہوئے جن سے اُس کے باز و بند مونڈھے تک کھسک گئے اُس نے اپنے ہاتھوں کو میرے گلے کے چاروں طرف کر کے مجھے کھینچ لیا۔ بغیر التجا اور رکاوٹ کے!

آہ! اُس کی آنکھیں شمع کی طرح منور مسحور کن انداز میں میری طرف گھور رہی تھیں اور اُس نے اپنی ملتجی نگاہوں سے مجھے

مجبور کر کے مجھ پر قابو پا ہی لیا۔ اور میرے جذبات کو اُبھار ڈالا۔ وہ ایک چھوٹا۔ خاموش۔ سرگرم جھگڑا تھا جو آنکھوں کے ذریعے ہو رہا تھا وہ غیر فانی جھگڑا جو مرد اور عورت میں ہوتا ہے اور جس میں ہمیشہ عورت ہی کی فتح ہوتی ہے۔

میرے سر کے نیچے سے اُس کے ہاتھوں نے مجھے آہستہ آہستہ اُس کے متبسم لبوں کی طرف کھینچ لیا جن سے میں نے اُسے اپنے سینے سے دبائے ہوئے اپنے لبوں کو ملا دیا۔ اُس کے چاندی کے زیورات پاؤں تک میرے پورے بوجھ سے جھنجھنا رہے تھے۔

وہ سونے کے تار کی طرح مضبوط اور چمکدار تھی۔ اور جانور کی طرح تندرست۔ پورا تناسب سڈول۔ غزالوں کی طرح ہوشیار اور متحرک۔ اُس کے بوسوں میں ایک خاص لطف ملتا جس سے پہلے میں بیگانہ تھا۔ میں محسوس کرتا کہ گرم ملک کا کوئی بہترین پھل کھا رہا ہوں۔

کچھ وقفہ کے بعد...... نہیں بلکہ صبح ہو رہی تھی اور میں اُسے واپس جانے کو کہنے ہی والا تھا کہ معلوم نہیں وہ میرا مطلب سمجھ گئی اور بولی۔ "اِس وقت میں کہاں جاؤں گی۔ مجھے یقین ہے کہ باہر تاریکی میں سونا پڑے گا۔ مجھے یہیں اپنے پلنگ کے قریب قالین پر سونے دو۔"

میں کیا کہہ سکتا تھا؟ میں کیا کر سکتا تھا؟ میں نے خیال کیا کہ احمد اب اپنی باری میں یہ سب ماجرا چھپا ہوا دیکھتا ہوگا۔ اور اسی قسم کے خیالات میرے دماغ میں جمع ہو رہے تھے۔

پھر میں نے کہا۔ "اچھا یہیں ٹھیرو۔" میں نے خیال کیا کہ جب یہ آئی ہے تو اسے حرم کی عورتوں کی طرح پردے میں رکھوں گا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہوگی۔ "میں تمہیں اچھی طرح آرام سے رکھوں گا لیکن یہ بتاؤ تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟" میں نے پوچھا۔ اب اُسے جواب دینا ضروری تھا اس لئے اُس نے ایک جھوٹ ایسا واقعہ بیان کیا جو بالکل خلافِ باور تھا۔ اس قوم میں بے وجہ جھوٹ بولنا عام ہے۔

اُس نے کہا کہ میں اولو سیدی جیک کی لڑکی جو تواریگ کے محاصرہ میں گرفتار ہوئی تھی، کے بطن سے ہوں۔ جس میں عرب اور حبش دونوں خون مخلوط تھے۔ لیکن اُس کا بدن بالکل صاف تھا کشش کسی ہندی بت کی طرح۔ اس کی اصل زندگی کے بارے میں میں کچھ نہیں جان سکا۔ اُس نے خود مجھے اِس طرح اُلجھے اور پیچیدہ الفاظ میں بتایا کہ وہ کسی طرح قابلِ یقین نہ تھے۔ وہ اپنا پورا واقعہ نہایت سنجیدگی سے بیان کر گئی لیکن اختتام پر میں پہلے کی طرح لاعلم تھا۔

اِن قوموں کی خانگی زندگی کے بارے میں بھی میں کچھ نہ جان سکا کہ خیموں کے اندر اُن کی زندگی کیسی ہوتی ہے لیکن جب میں نے اپنی دوربین سے قرب و جوار کے خیموں پر نظر ڈالی تو مجھے عجیب و غریب حیرتناک تماشے اُن کی زندگی سے وابستہ نظر آئے جو کبھی ہمارے وہم میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ قدرت کی طرف سے ہمارے اور اُن کے درمیان پردہ ہے اور اس لڑکی کو کبھی نہ جان سکوں گا۔

میں نے پوچھا۔ "تمہارا کیا نام ہے؟"

وہ کچھ دیر تک خاموش رہی۔ اُس پہ نیند کا غلبہ ہو رہا تھا۔ اُس نے جمائی لے کر جواب دیا۔ "الوما۔"

"تم سونا چاہتی ہو؟" "ہاں"۔ اُس نے کہا۔ "بہت اچھا سو رہو۔" میں نے کہا۔ اُس نے آہستہ سے اپنے جسم کو پھیلا دیا اور وہیں میرے پاس ہی لیٹ گئی۔ منہ نیچے کئے اپنے بازوؤں کے اوپر پیشانی رکھے ہوئے۔ فوراً وہ بے خبر ہو گئی۔

میں اُسی کے نزد دیکھ لیٹا ہوا غور کر رہا تھا کہ احمد نے اسے مجھے کیوں دے دیا۔ کیا وہ وفاداری کا فرض ادا کر رہا ہے۔ کیوں اُس نے اپنی منتخب کی ہوئی عورت کو میرے پاس بھیجدیا۔ یا اس سے بھی زیادہ کوئی پیچیدہ خیال کی وجہ سے وہ میرے پاس بھیجی گئی ہے عرب عورتوں کے معاملہ میں کسی کا خیال نہیں کرتے۔ اِن ہی خیالوں میں غلطاں میں بھی بے خبر سو گیا۔

دروازہ کھلنے کی آواز سے میں جاگا۔ احمد حسبِ دستور صبح کو اٹھا رہا تھا۔ اُس نے کھڑکی کھول کر جس سے روشنی کمرہ کے اندر آکر الوما کے جسم پر پڑی جو ہنوز سو رہی تھی۔ پھر اُس نے میرے کپڑوں کو صاف کرنے کے لئے اٹھایا اُس نے سوتی ہوئی لڑکی کو دیکھا بھی نہیں اور اس طرح اطمینان تھا کہ گویا اُسے کچھ خبر ہی نہیں کہ یہاں کون ہے اور بالکل سنجیدہ تھا۔ لیکن احمد کے ننگے پیروں کی چاپ کی آواز اور روشنی نے مل کر الوما کو جگا دیا۔ اُس نے پھیلا کر کروٹ لیتے ہوئے آنکھیں کھول کر مجھے اور احمد کو دیکھا اور نہایت اطمینان سے بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔ "میں بھوکی ہوں۔"

"کیا کھاؤ گی؟" میں نے پوچھا۔ "قہوہ۔" اُس نے کہا۔ "قہوہ روٹی اور مکھن کے ساتھ؟" میں نے پوچھا۔ "ہاں۔" اُس نے جواب دیا۔ احمد میرے کپڑوں کو کندھوں پر ڈالے ہوئے میرے

حکم کا منتظر میرے پلنگ کے نزدیک خاموش کھڑا تھا "میرے اور اَلّوما کے لئے کچھ کھانے کو لاؤ" وہ چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے الّوما سے پوچھا۔ "کیا تم میرے یہاں رہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں" اُس نے کہا۔ "جب تم ہی ایک کمرہ دوں گا اور ایک خدمتگار عورت"

"تم مہربان ہو اور میں تمہاری شکرگذار ہوں" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم اگر اچھی طرح نہ رہیں تو میں تمہیں واپس بھیج دوں گا" میں نے یہ کہا۔

"میں سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق کرنے کو تیار ہوں" اُس نے میرے ہاتھوں کو چوم لیا۔

احمد ناشتہ لے کر لوٹ آیا۔ میں نے اُس سے کہا "الّوما اب یہیں رہے گی" دوسرے کمرہ میں تم کمبل بچھا دو اور ادریبہ الفادہ الخر کی بیوی کو اس کے ساتھ رہنے کے لئے بلا لو"

"بہت خوب جناب" بس اُس نے یہی دو لفظ کہے۔

ایک گھنٹہ کے بعد وہ خوبصورت لڑکی اپنے کمرہ میں تھی جہاں ہر چیز کا پورا انتظام کر دیا گیا تھا اور جب میں اُس کمرہ میں گیا تو اُسنے التجا کی کہ ایک آئینہ اور کنگھا بھی اُسے دوں میں نے وعدہ کیا اور چلا آیا۔ وہ جبیل عمو کمبل پر بیٹھے ہوئے مُنہ میں سگرٹ لگائے اس بوڑھی عورت کے ساتھ نہایت اطمینان سے گفتگو کر رہی تھی۔

(۲)

ایک ماہ تک میں اُس کے ساتھ بہت خوش رہا اور ایک عجیب انداز میں اُس سے ملحق اُس غیر قوم کی فرد کے ساتھ! میں نے اصل معنی میں اُس سے کبھی نہیں محبت کی اور نہ کوئی اجنبی اُس براعظم کی دوشیزاؤں سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ ان میں اور عربوں میں بھی محبت نہیں ہوتی۔ وہ سچی محبت سے ناآشنا ہیں اُن میں وہ جذبات نہیں جو شاعری کی جان اور محبت کی نگہت ہیں نہ اُن میں اُن عورتوں کی سی کشش ہے اور نہ وہ تکلیف دہ سوز و گداز لیکن میں بیان نہیں کر سکتا کہ میں اُسے کسقدر چاہتا تھا۔ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ براعظم افریقہ الہامی وصف سے محروم ہے لیکن اس پر بھی انسان بغیر مسحور ہوئے نہیں رہ سکتا ہے اور جس طرح وہ اپنے صبح و مسا کی دلفریب رنگینیوں سے مسحور کر لیتا ہے اُسی طرح ہاں بالکل اسی طرح الّوما مجھے اپنی جانب سینکڑوں کشش سے متوجہ کرتی۔ زیادہ تر اپنی معصوم اداؤں سے!

میری جانب سے الّوما کو ملنے جُلنے کے لئے پوری آزادی تھی۔ وہ کم از کم دو دن میں ایک شام ضرور اپنے ہمسایہ خیموں کی عورتوں کے ساتھ گذارتی۔ اور کبھی کبھی سارا دن وہیں رہتی صبح اٹھکر اپنے قد آدم آئینہ کے روبرو کھڑے ہوکر اپنی صورت اور چال ہزار ہا انداز سے دیکھتی اور ناشتہ کے بعد غائب ہوجاتی اور پھر شام کو واپس آتی۔ ایک دن میں نے احمد سے پوچھا "کیوں احمد تم جانتے ہو الّوما دن بھر کہاں غائب رہتی ہے؟"

"آپ گھبرائیں نہیں جناب، رمضان کا مہینہ آرہا ہے اور وہ روزہ رکھنے کی تیاریوں میں مصروف ہے" اُس نے جواب دیا۔ الّوما کے رہنے سے وہ بھی خوش تھا لیکن میں نے کبھی ان دونوں کے درمیان کوئی سرگوشی نہیں پائی اور نہ کبھی شک ہوا۔

اکثر شام کو کام کے بعد میں ٹہلنے نکل جاتا اور سنسان گھاٹیوں کی طرف جہاں ویران درگاہیں اور قبریں ہیں اور جہاں اُن کے خستہ حال بتیاں روشن کرتے ہیں۔ ایک شام اس جانب سے لوٹتے وقت میں ایک مقبرہ کے نزدیک سے گذرا اور اس دروازہ سے دیکھا جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے کہ ایک عورت دوزانو بیٹھی ہوئی نہایت عاجزی سے دعا مانگ رہی ہے وہ قبر کو چوم رہی تھی اور اُس پر جھکی ہوئی تھی میں چھپکر آگے بڑھا تاکہ صاف طور سے دیکھوں۔ او میرے خدا! وہ الّوما تھی! اُس سنسان مقبرہ میں! رات کی تاریکی میں! اُسے میری کچھ خبر نہ تھی اور نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی فریاد قبر سے بیان کر رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ سوچنے کو رکتی کہ کچھ کہنا بھول نہ جائے اور کبھی پُرجوش ہو جاتی جیسے قبر نے اُسے کچھ جواب دیا ہو۔ میں آہستہ آہستہ مکان چلا آیا۔ اور کھانے کے بعد الّوما کو اپنے نزدیک بلایا۔ وہ متفکر اور خاموش تھی۔ میں نے اُس سے کہا "یہاں بیٹھ جاؤ" وہ میری بغل میں کوچ پر بیٹھ گئی اور جیسے ہی میں اُس کے بوسے کے لئے جھکا اُس نے اپنے سر کو پیچھے ہٹا لیا۔ میں نے متعجب ہوکر وجہ دریافت کی کہنے لگی "اِن دِنوں رمضان ہے"۔ "تو کیا رمضان میں بوسہ لینا دینا منع ہے؟" میں نے پوچھا۔

"او ہاں۔ میں عرب ہوں اور تم کافر"

"تو کیا یہ گناہ ہے؟"

"ہاں۔ ہاں"

(باقی آئندہ) (موپاساں)

بسلسلۂ گذشتہ

از جناب انصار ناصری بی، اے دہلوی

الیاس و ملینہ

مجلس سوئم

پہلا منظر

محل کا ایک کمرہ

(الیاس و ملینہ نظر آتے ہیں ملینہ کمرے کے اندرونی کونے میں بیٹھی کات رہی ہے)

الیاس :- یعقوب نہیں آیا، کہاں گیا ہے؟

ملینہ :- راستہ میں کوئی آواز سنائی دی تھی اُسے دیکھنے گیا ہے کہ کیا تھا۔

الیاس :- ملینہ........!

ملینہ :- کیا ہے؟

الیاس :- کیا تمہیں ابھی تک اپنا کام دکھائی دے رہا ہے؟...

ملینہ :- میں تو اندھیرے میں بھی اسیطرح کام کر سکتی ہوں

الیاس :- میرے خیال میں محل کے سب لوگ سو چکے - مراد ابھی تک شکار سے واپس نہیں آیا، دیر ہو گئی........ خیر...... کیا گرنے کی تکلیف ابھی تک باقی ہے۔

ملینہ :- وہ کہتا ہے نہیں اب تکلیف نہیں ہے،

الیاس :- اسے اب زیادہ احتیاط رکھنی چاہیئے - اُسکے اعضا اب ایسے لچکدار اور توانا نہیں رہے جیسے کہ بیس برس کی عمر میں تھے.... .... مجھے کھڑکی میں سے ستارے نظر آرہے ہیں - اور درختوں پر بکھری ہوئی چاندنی بھی - کافی دیر ہو گئی ہے اب وہ واپس نہیں آئیگا - (دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آتی ہے) کون ہے؟ ..... آجاؤ...... (ننھا یعقوب دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوتا ہے) کیا تم نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا؟ کھٹکھٹانیکا یہ طریقہ نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی مصیبت آگئی - دیکھو تم نے اپنی ماں کو کس قدر ڈرا دیا ہے۔

ننھا یعقوب :- میں نے تو آہستہ سے کھٹکھٹایا تھا

الیاس :- دیر ہو گئی ہے - ابا آج گھر نہیں آئیں گے سونے کا وقت ہو گیا۔

ننھا یعقوب :- میں تم سے پہلے نہیں سوؤں گا

الیاس :- کیا؟ —— کیا کہہ رہے ہو؟

ننھا یعقوب :- میں نے کہا کہ........ تم سے پہلے نہیں .... تم سے پہلے نہیں۔

(زار و قطار رونے لگتا ہے اور ملینہ کے پیچھے چھپ جاتا ہے -)

ملینہ :- کیا ہوا یعقوب؟..... کیا ہوا .... یہ تم ایکدم سے کیوں رونے لگے -

یعقوب :- (ہچکیاں لیتے ہوئے) اس لئے........ آہ! آہ! اس لئے.....

ملینہ :- کیوں؟.... کیوں؟ ..... بتاؤ....

یعقوب :- اچھی اماں...... اچھی اماں ...... تم جا رہی ہو۔

ملینہ :- کیوں، تمہیں ہو کیا گیا یعقوب ..... میں نے تو کبھی جانیکا خیال بھی نہیں کیا۔

یعقوب :- ہاں - ہاں ابا گئے ہوئے ہیں - ابا واپس نہیں آئے اور اب تم بھی جا رہی ہو - میں سمجھ گیا ..... میں سمجھ گیا ......

ملینہ :- لیکن اس کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہوا یعقوب! ..... تم کیسے سمجھے کہ میں جا رہی ہوں۔

یعقوب :- میں سمجھ گیا ..... میں سمجھ گیا ..... تم نے چچا سے کچھ باتیں کہیں تھیں جو میں نے نہیں سنیں۔

الیاس :- یہ نیند میں ہے —— کوئی خواب دیکھ رہا ہے - یہاں آؤ یعقوب - کیا تم ابھی سے سو گئے - آؤ کھڑکی میں سے دیکھو بطخیں کتوں سے لڑ رہی ہیں۔

یعقوب :- (کھڑکی کے پاس آ کر) آہا —— وہ بطخوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں —— کتے! ..... وہ اُنکا پیچھا کر رہے ہیں ..... اوہ اوہ! پانی .... اُنکے پر..... اُنکے پر ..... وہ ڈر گئیں۔

الیاس :- (ملینہ کے قریب جاتے ہوئے، وہ نیند میں ہے اسکو بڑے زور کی نیند آ رہی ہے۔ اسکی آنکھیں بند ہوئی جاتی ہیں ....

ملینہ :- (کانپتے ہوئے، دھیمی آواز میں گاتی ہے)

حضرت دانیال اور حضرت میکائیل

حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل

یعقوب :- آہ ..... اوہ ... اباجان! ....

ملینہ :- (یکدم سے اٹھتے ہوئے) کیا ہے یعقوب؟ ......

کیا ہے؟ .....

یعقوب :- میں نے ابھی کھڑکی کے باہر کچھ دیکھا ہے! ......

(الیاس اور ملینہ کھڑکی کی طرف دوڑتے ہیں)

الیاس :- کھڑکی کے باہر کیا ہے؟ ...... تم نے کیا دیکھا تھا

.........؟

یعقوب :- میں نے کچھ دیکھا تھا۔

الیاس :- یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔

ملینہ :- نہ مجھے .....

الیاس :- تم نے کہاں دیکھا تھا؟ ــــ کس طرف؟ ....

یعقوب :- وہاں، اس طرف! ... اب نہیں ہے

الیاس :- یہ اب یہ بھی نہیں جانتا کہ کیا کہہ رہا ہے ــــ اسے ضرور جنگل میں چاندنی نظر آئی ہوگی۔ بعض اوقات عجیب عجیب عکس نظر آتے ہیں .... یا شاید سڑک پر سے کوئی چیز گذری ہو... .... یا یہ نیند میں ہے۔ کیونکہ دیکھو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے سو جانے والا ہے

یعقوب :- (کھڑکی کے پاس) اباجی ـ اباجی!

الیاس :- (کھڑکی کے پاس جاتے ہوئے) سچ تو کہتا ہے مراد ابھی صحن میں داخل ہوا ہے۔

یعقوب :- اباجان ..... اباجان ..... میں ان سے جا کر ملتا ہوں۔

(دوڑا ہوا جاتا ہے ــــ ــــ خاموشی)

الیاس :- وہ لوگ اوپر آ رہے ہیں ...... (مراد داخل ہوتا ہے ــــ تنہا یعقوب ایک لیمپ لئے ہوئے آتا ہے۔)

مراد :- کیا تم ابھی تک اندھیرے میں کھڑے ہو۔

یعقوب :- میں ایک لیمپ لایا ہوں ــ اماں ــ بڑا سا لیمپ (وہ لیمپ کو اونچا کر کے ملینہ کی طرف دیکھتا ہے) کیا تم رو رہی تھیں اماں جان ..... کیا تم رو رہی تھیں؟ ...... (الیاس کی طرف لیمپ اٹھاتا ہے اور اسکی طرف بھی دیکھتا ہے) اور تم بھی! تم بھی۔ کیا تم بھی رو رہے تھے؟ ...... اباجان، دیکھو اباجان! یہ دونوں کے دونوں رو رہے تھے۔ ......

مراد :- اس طرح روشنی انکی آنکھوں میں نہ جھونکو .....

دوسرا منظر

(محل کا ایک منارہ۔ منارہ کی کھڑکی کے نیچے سنتری کیلئے ایک راستہ بنا ہوا ہے)

ملینہ (منارہ کی کھڑکی میں بیٹھی اپنے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے)

تیس برس تک میں ڈھونڈھتی رہی سکھیو!
دور دور تک اس کے چھپنے کی جگہ کو۔
تیس برس تک میں چلتی رہی ـ سکھیو!
لیکن مجھے اس کا کوئی پتہ نہ ملا

تیس برس تک میں چلتی رہی سکھیو!
اور میرے پاؤں تھک گئے۔
اسکا چاروں طرف شہرہ تھا سکھیو!
اور پھر بھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا

اداس وقت کنارے آ لگا ہے۔ سکھیو
اور میرے پاؤں ننگے ہیں
شام ہو چکی ــــ میری سکھیو
اور میری روح دکھ میں مبتلا ہے

تم اب سولہ برس کی ہو ـ سکھیو
اب تمہاری باری ہے
میری لکڑی سنبھالو ـ سکھیو!
جاؤ اب تم بھی اسے تلاش کرو۔

(سنتری کے راستے سے الیاس داخل ہوتا ہے)

الیاس :- اے ـ اے ـ ہے! .....

ملینہ :- کون ہے؟

الیاس :- میں میں میں ہو ..... تم کھڑکی قریب کیا کر رہی ہو - گا رہی ہو ایک ایسے پرندے کا سا گانا جو اس دیس کا نہیں معلوم ہوتا؟

ملینہ :- میں رات کیلئے اپنے بال سنوار رہی ہوں۔

الیاس :- کیا یہ تمہارے بال ہی ہیں جو مجھے دیوار پر لہراتے نظر آرہے ہیں ...... میرا خیال تھا کہ تمہارے پاس کوئی روشنی ہوگی۔

ملینہ :- اس مینار میں بہت گرمی ہے اس لئے میں نے کھڑکی کھولدی تھی .... آجکی رات خوشگوار ہے ......

الیاس :- بے شمار تارے ہیں میں نے ایسی تاروں بھری رات کبھی نہیں دیکھی ...... لیکن چاند ابھی تک سمندر پر ہے - اندھیرے میں نہ رہو - ملینہ ذرا جھکنا تاکہ میں تمہارے پریشان بالوں کو دیکھ سکوں۔

ملینہ :- اس طرح تو میں ڈراونی معلوم ہونگی۔ (وہ کھڑکی میں جھکتی ہے۔)

الیاس :- اہا ہا - ملینہ تم کتنی خوبصورت ہو ——— تم اس طرح بہت حسین معلوم ہوتی ہو - اور جھکو! ..... اور جھکو..... مجھے اپنے قریب آنے دو۔

ملینہ :- میں تمہارے زیادہ قریب نہیں آسکتی - میں اس سے زیادہ نہیں جھک سکتی۔

الیاس :- میں اور زیادہ اونچا نہیں ہو سکتا - اس شام کو کم از کم اپنا ہاتھ تو دو .... قبل اسکے کہ میں چلا جاؤں — میں صبح کو روانہ ہو جاؤنگا۔

ملینہ :- نہیں - نہیں - نہیں۔

الیاس :- ہاں، ہاں، میں جانے والا ہوں - میں کل جانے والا ہوں - مجھے اپنا ہاتھ دو اپنا ہاتھ، اپنا پیارا ہاتھ میرے ہونٹوں تک

ملینہ :- اگر تم جانے والے ہو تو میں تمہیں اپنا ہاتھ نہیں دونگی

الیاس :- دے دو - دے دو - دے دو!

ملینہ :- تو پھر کیا تم نہ جاؤ گے۔

الیاس :- میں ٹھہر جاؤنگا - میں ٹھہر جاؤنگا

ملینہ :- مجھے اندھیرے میں ایک گلاب دکھائی دیا ....

الیاس :- کہاں؟ ..... مجھے تو صرف بیل کی شاخیں دکھائی دے رہی ہیں جو دیوار پر نکلی ہوئی ہیں۔

ملینہ :- اور نیچے - اور نیچے - باغ میں - وہاں - دھندلے سبزے میں۔

الیاس :- یہ پھول نہیں ہے - میں ابھی جاکر دیکھتا ہوں - لیکن پہلے مجھے اپنا ہاتھ دو - پہلے اپنا ہاتھ!

ملینہ :- لو - لو، میں اس سے زیادہ نہیں جھک سکتی۔

الیاس :- میرے لب تمہارے ہاتھ تک نہیں پہونچ سکتے۔

ملینہ :- میں اس سے زیادہ نہیں جھک سکتی - میں گرے جارہی ہوں —— اوہ! اوہ .... میرے بال منار کے نیچے گر رہے ہیں! —— (اسکے بال یکایک بکھر جاتے ہیں - اور الیاس پر چھا جاتے ہیں۔)

الیاس :- آہ! یہ کیا ہے —— تمہارے بال مجھ تک آرہے ہیں تمہارے سارے بال ملینہ! تمہارے سارے بال منار سے نیچے ڈھلک آئے - میں نے انہیں اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا - اپنی گردن میں لپیٹ لیا - اب میں رات بھر اپنی مٹھیاں نہیں کھولونگا۔

ملینہ :- چھوڑ دو! —— چھوڑ دو .... تم مجھے گرا دوگے

الیاس :- نہیں نہیں - میں نے تمہارے بالوں جیسے بال کبھی نہیں دیکھے - ملینہ! دیکھو، دیکھو ...... یہ کتنے اونچے سے آرہے ہیں اور پھر بھی میرے دل پر چھا گئے ہیں —— یہ تو میرے گھٹنوں تک آگئے —— اور کس قدر نرم ہیں گویا آسمان سے برسے ہیں - میں تمہارے بالوں کی گھٹا کی وجہ سے آسمان کو بھی نہیں دیکھ سکتا — دیکھو، دیکھو یہ میرے دونوں ہاتھوں میں بھی نہیں سماتے - اور کچھ تو اس بیل کی شاخوں پر پڑے ہیں —— یہ زندہ پرندوں کی طرح میرے ہاتھوں میں سانس لے رہے ہیں - یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں - مجھے چاہتے ہیں —— تم سے زیادہ!

ملینہ :- مجھے چھوڑ دو — مجھے چھوڑ دو — کوئی آجائیگا۔

الیاس :- نہیں، نہیں، میں تمہیں رات بھر نہیں چھوڑونگا — تم اس رات میری قیدی ہو - ساری رات، ساری رات .....

ملینہ :- الیاس! الیاس!!

الیاس :- میں انہیں باندھ رہا ہوں — میں بیل کی شاخوں سے انہیں باندھ رہا ہوں - تم ہرگز یہاں سے نہ جاسکوگی - ہرگز یہاں سے نہ جاسکوگی دیکھو، دیکھو میں تمہارے بالوں کو چوم رہا ہوں - تمہارے بالوں کے درمیان میرے سارے غم غلط ہو گئے - کیا تم اپنے بالوں کے ذریعہ میرے بوسوں کی سرسراہٹ کو نہیں سن سکتیں؟ وہ تمہارے بالوں کی پوری درازی

تک پھیل گئے ہیں۔ تمہارا ایک ایک بال تم تک میرے بوسے پہونچائیگا تم دیکھتی ہو۔ تم دیکھتی ہو ۔۔۔۔۔۔ اب میں اپنے ہاتھ کھول سکتا ہوں ۔۔ میرے ہاتھ علیحدہ ہیں اور پھر بھی تم نہیں جا سکتیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ملینہ :۔ اوہ! اوہ، تم مجھے تکلیف پہونچا رہے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(فاختاؤں کا ایک جھنڈ مینارہ سے اڑا اور تاریکی میں ان کے گرد چکر لگانے لگا) یہ کیا ہوا۔ الیاس ۔ میرے گرد اگرد کون اڑ رہا ہے؟

الیاس :۔ فاختاؤں کا ایک جھنڈ مینارہ سے اڑا ہے۔ میں نے انہیں ڈرا دیا اور وہ اڑتی پھر رہی ہیں۔

ملینہ :۔ یہ میری فاختائیں ہیں۔ الیاس ہمیں چلنا چاہیئے۔ مجھے چھوڑ دو۔ شاید وہ پھر کبھی واپس نہ آئیں۔

الیاس :۔ وہ کیوں واپس نہ آئیں گی؟

ملینہ :۔ وہ تاریکی میں گم ہو جائیں گی۔ مجھے اپنا ہاتھ اٹھانے دو مجھے قدموں کی آہٹ سنائی دی ہے۔ مجھے چھوڑ دو۔ یہ مراد کی آواز ہے مجھے یقین ہے کہ یہ مراد ہی ہے۔ اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں۔

الیاس :۔ ٹھیرو، ٹھیرو، تمہارے بال شاخوں میں لپٹے ہوئے ہیں تاریکی میں نظر نہیں آتے۔ ٹھیرو۔ ٹھیرو۔ رات اندھیری ہے۔

(مراد سنتری کے راستے سے آتا ہے)

مراد :۔ تم یہاں کیا رہے ہو؟

الیاس :۔ میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟ ۔۔۔ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مراد :۔ تم بچے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ملینہ۔ کھڑکی میں سے اتنا زیادہ نہ جھکو۔ تم گر جاؤگی۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کتنی دیر ہو گئی ہے؟ تقریباً آدھی رات گذر چکی ہے۔ اس طرح اندھیرے میں نہ جھکو ۔۔۔ تم بچے ہو ۔۔۔ (گھبراہٹ کیساتھ ہنستے ہوئے) کیسے بچے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیسے بچے!! (الیاس کے ساتھ چلا جاتا ہے)

تیسرا منظر

(محل کے تاریک تہہ خانے)

(مراد اور الیاس داخل ہوتے ہیں)

مراد :۔ دیکھو، دیکھو، خبردار۔ اس راستے سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ادھر سے کیا تم اس سے پیشتر کبھی ان تہ خانوں میں نہیں گئے؟

الیاس :۔ ہاں ایک مرتبہ۔ لیکن بہت عرصہ ہوا جب

مراد :۔ یہ غیر معمولی طور پر کشادہ ہیں۔ بڑے بڑے غاروں کا ایک سلسلہ ایک سمت کو چلا گیا ہے۔ خدا ہی جانے کہاں جاکر ختم ہوتا ہے ۔۔۔ پورا محل انہیں غاروں پر بنا ہوا ہے۔ یہاں کی سڑاندی بدبو کو تم نے محسوس کیا؟ اور یہی میں تمہیں دکھانا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ یہ بدبو اس زمین دوز جھیل میں سے آرہی ہے جو میں تمہیں ابھی دکھاؤنگا ۔۔ دیکھو خبردار رہنا میرے آگے آگے چلو۔ لالٹین کی روشنی میں جب ہم وہاں پہنچ جائیں گے میں تمہیں بتا دونگا (وہ خاموشی کیساتھ چلتے رہتے ہیں) اے! اے۔ الیاس۔ ٹھیرو ٹھیرو! (وہ اس کا بازو پکڑ لیتا ہے) خدا کیلئے! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟ ایک قدم میں تم غار کی تہ میں جا پڑتے! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

الیاس :۔ مجھے کچھ نظر نہیں آتا! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لالٹین کی روشنی میری طرف نہیں پڑ رہی تھی۔

مراد :۔ میرا پاؤں پھسل گیا تھا ۔۔ اگر میں تمہارا بازو نہ پکڑ لیتا تو خدا جانے کیا ہوتا۔ خیر، دیکھو یہ رہا وہ بند پانی جسکا میں نے ذکر کیا تھا ۔۔ کیا تم اس تعفن کو محسوس نہیں کرتے؟ اس آگے کو نکلی ہوئی چٹان پر آؤ اور وہاں سے جھک کر دیکھو۔ بھپکا سیدھا تمہارے چہرے کی طرف آئیگا۔

الیاس :۔ مجھے یہیں سے بدبو آرہی ہے ۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان کی سی بدبو آرہی ہے

مراد :۔ آگے چلو، آگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہی بدبو ہے جو بعض اوقات محل کی فضا کو مکدر کر دیتی ہے۔ بادشاہ کو کبھی یقین نہیں آئیگا کہ بدبو یہاں سے آتی ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس غار پر جس میں یہ بند پانی ہے۔ دیوار کھینچ دی جائے۔ اسکے علاوہ۔ ان تہ خانوں کا معائنہ بھی ہونا چاہیئے کیا تمہیں وہ درزیں نظر آرہی ہیں جو تہ خانوں کی دیواروں اور ستونوں پر پڑی ہوئی ہیں۔ یہاں تو پوشیدہ طور پر غیر معمولی کام ہو رہا ہے اور کسی دن سارا محل غرق ہو کر رہ جائیگا۔ اگر حفاظت نہ کی گئی ۔۔ لیکن کیا کیا جائے؟ کوئی شخص نیچے آنا پسند نہیں کرتا۔ بہت سی دیواروں میں عجیب درزیں پڑ گئی ہیں ۔۔۔ اوہ! یہاں ۔۔۔ کیا تمہیں زہریلی بدبو معلوم نہیں ہوتی؟

الیاس :۔ ہاں، موت کی سی بدبو نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔

مراد :۔ ڈرو نہیں۔ جھک کے دیکھو۔ میں تمہیں پکڑے ہوئے ہونگا ۔۔۔ مجھے دو۔ نہیں نہیں۔ اپنا ہاتھ نہیں۔ شاید پھسل جائے ۔۔ اپنے بازو دو ۔ بازو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا تمہیں تہ نظر آتی ہے (گھبراہٹ کے

عالم میں ——الیاس۔ الیاس!!

الیاس :۔ ہاں۔ میرا خیال ہے مجھے تو نظر آرہی ہے ...... کیا یہ روشنی تھرتھرا رہی ہے؟ .... تم .... (وہ سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ اور پیچھے مڑ کر مراد کی طرف دیکھتا ہے)

مراد :۔ (کپکپاتی آواز میں) ہاں۔ لالٹین یہی ہے —— دیکھو۔ میں اسے گھما رہا تھا تاکہ ادھر اُدھر روشنی پڑ سکے ....

الیاس :۔ میرا دم گھٹ رہا ہے .... چلو یہاں سے چلیں ......

مراد :۔ ہاں۔ چلو ......

(خاموشی سے جاتے ہیں)

چوتھا منظر

(تہ خانہ کے دروازے پر ایک جھروکہ —— مراد اور الیاس داخل ہوتے ہیں)

الیاس :۔ آہ! آخر کار ..... میرے دم میں دم آیا۔ ایک مرتبہ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں ان مہیب غاروں کے درمیان بے ہوش ہونے والا ہوں ..... وہاں کی ہوا ایسی مرطوب اور وزنی تھی جیسے سیسہ اور تاریکی غضب کی زہر آلود تھی .... اور اب محیط سمندر کی ساری ہوائیں آرہی ہیں! دیکھو تازی ہوا کا ایک جھونکا اس چھوٹی سبز سبز لہر پر آیا۔ ایسی تازی ہوا جیسے گل نو شگفتہ —— اوہو! جھروکے کے نیچے غالباً لوگ پھولوں میں ابھی پانی ڈال کر گئے ہیں۔ برگ و بار اور تر و تازہ گلاب کی خوشبو آرہی ہے .... دوپہر ہونے والی ہوگی میناروں کا سایہ پھولوں تک پہنچ گیا .... یقیناً دوپہر ہوگئی .... مجھے گھنٹیوں کی آواز آرہی ہے اور بچے کنارے پر نہانے جارہے ہیں .... مجھے خیال نہیں تھا کہ ہم غار میں اتنی دیر تک ٹھہرے رہے ....

مراد :۔ ہم گیارہ بجے کے قریب گئے تھے۔

الیاس :۔ اس سے پہلے قطعی پہلے گئے تھے۔ میں نے تو ساڑھے دس کی آواز سنی تھی۔

مراد :۔ ساڑھے دس یا پونے گیارہ ......

الیاس :۔ محل کی ساری کھڑکیاں کھولدی گئی ہیں۔ آج سہ پہر کو غیر معمولی گرمی پڑیگی...... اوہو، مینار کی ایک کھڑکی میں ہماری ماں اور ملینہ کھڑی ہیں۔

مراد :۔ ہاں، وہ سایۂ ارغنبہ آگئی ہیں —— اور ملینہ کے بارے میں میں نے تم دونوں کی گفتگو سن لی تھی اور وہ سب کچھ بھی جو کل شام کو ہوا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ بچوں کا کھیل تھا لیکن ایسا دوبارہ نہ ہونا چاہیئے۔ ملینہ بہت نوعمر اور حساس ہے۔ تمہیں اسکے ساتھ اور بھی نرمی سے پیش آنا چاہیئے۔ کیونکہ شاید اب وہ ماں بننے والی ہے وہ بہت کمزور اور نحیف ہو۔ ابھی تو پوری عورت کبھی نہیں بنی۔ اندیشہ ہے کہ معمولی سا صدمہ بس تباہی نہ لے آئے — یہ پہلا موقعہ نہیں ہے کہ میں نے بوجوہ خیال کیا ہے کہ تمہارے اور اسکے درمیان کچھ ہو .... تم اس سے بڑے ہو اس لئے تمہیں آگاہ کردینا کافی ہے .... جہاں تک ممکن ہو اس سے بچے رہو لیکن ہمیشہ ظاہر ظہور نہیں .... ظاہر ظہور نہیں .... سڑک پر کیا نظر آرہا ہے .... جنگل کے قریب؟ .....

الیاس :۔ بھیڑ دنبے گلے ہیں۔ شہر کی طرف سے جانے جارہے ہیں۔

مراد :۔ وہ گمشدہ بچوں کی طرح چلا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا انہیں قصاب کی چھری کی بُو ابھی سے آرہی ہے .... کھانیکا وقت ہوگیا ہوگا .... کیسا اچھا دن ہے!..... فصل کیلئے کتنا اچھا دن ہے! ......

(جاتے ہیں)

پانچواں منظر

قلعے کے سامنے

(مراد اور ننھا یعقوب داخل ہوتے ہیں)

مراد :۔ آؤ یعقوب، ہم یہاں بیٹھیں گے۔ آؤ میرے گھٹنوں پر آجاؤ۔ یہاں سے ہم جنگل کی سب چیزیں دیکھ سکیں گے۔ مجھے تو اب تم کچھ دکھائی ہی نہیں دیتے۔ تم نے بھی مجھے چھوڑ دیا ہے۔ ہمیشہ اپنی چھوٹی ماں کے پاس رہتے ہو ..... ارے اس وقت ہم تمہاری چھوٹی والدہ کی کھڑکیوں کے نیچے ہی تو بیٹھے ہیں .... غالباً اس وقت وہ شام کی عبادت کررہی ہیں ...... ہاں یعقوب، یہ تو بتاؤ۔ تمہاری چھوٹی والدہ اور چچا الیاس زیادہ تر ساتھ رہتے ہیں نا۔ کیوں؟

یعقوب :۔ ہاں، ہاں، ابا جان، ہمیشہ، جب کہ تم نہیں ہوتے ابا جان ....

مراد :۔ اہا! ..... دیکھو، کوئی شخص لالٹین لئے باغ میں جا رہا ہے .... لیکن مجھ سے کہا گیا ہے کہ وہ ایکدوسرے کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے .... غالباً وہ اکثر لڑتے جھگڑتے رہتے ہونگے .... کیوں؟ ..... کیا یہ سچ ہے؟

یعقوب :۔ ہاں، ہاں۔ یہ سچ ہے۔

مراد :۔ ہاں؟ ..... آہ! ۔ لیکن وہ کس چیز کے بارے میں لڑتے ہیں۔

یعقوب :۔ دروازے کے بارے میں۔

مراد :۔ کیا؟ دروازے کے بارے میں! تم یہ کیا کہہ رہے ہو! بتاؤ؟ تشریح کرو۔ آخر دروازے کے بارے میں کیوں لڑتے ہیں

یعقوب :۔ اسلئے کہ اُسے کھلا نہیں رہنے دیا جا سکتا۔

مراد :۔ کون اُسے کھلا نہیں رہنے دیتا؟ بتاؤ۔ وہ کیوں لڑتے ہیں۔؟

یعقوب :۔ مجھے نہیں معلوم، اباجان ـــ روشنی کے متعلق ...

مراد :۔ میں روشنی کے متعلق نہیں پوچھتا۔ ہم اس کا ذکر ابھی کریں گے۔ میں دروازے کے متعلق باتیں پوچھتا ہوں۔ جو پوچھوں اُسکا جواب دو۔ تمہیں بولنا سیکھنا چاہیئے۔ یہی وقت ہے ..... اپنے منہ میں انگلی مت دو ..... بتاؤ......

یعقوب :۔ اباجان! اباجان ...... میں اب نہیں کرونگا۔

(روتا ہے)

مراد :۔ چھوڑو، روتے کیوں ہو ...... کیا بات ہے؟

یعقوب :۔ اوہ! اوہ! اباجان، تم نے مجھے دُکھا دیا .....

مراد :۔ میں نے تمہیں دُکھا دیا۔ کہاں؟ میں نے جان کے نہیں دکھایا ہوگا۔؟

یعقوب :۔ یہاں، یہاں، میرے چھوٹے سے بازو پر .....

مراد :۔ میں نے جان کے نہیں کیا۔ خیر۔ اب روؤ نہیں میں تمہیں کل کچھ دونگا

یعقوب :۔ کیا چیز اباجان

مراد :۔ ایک ترکش اور تیر۔ اب تم بتاؤ تمہیں دروازے کے متعلق کیا معلوم ہے

یعقوب :۔ بڑے بڑے تیر؟

مراد :۔ ہاں، ہاں، بڑے بڑے تیر لیکن آخر وہ دروازہ کیوں نہیں کھلا رہنے دیتے۔ چلو بتاؤ۔ نہیں نہیں۔ رونے کیلئے اپنا منہ نہ بگاڑو۔ میں خفا نہیں ہو رہا۔ ہم چپکے چپکے باتیں کریں گے جیسے کہ الیاس اور چھوٹی ماں اکیلے میں باتیں کرتے ہیں۔ وہ دونوں کیا کیا باتیں کرتے ہیں؟

یعقوب :۔ الیاس اور چھوٹی ماں؟

مراد :۔ وہ کس کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

یعقوب :۔ میرے متعلق۔ ہمیشہ میرے متعلق

مراد :۔ تمہارے متعلق کیا کہتے ہیں

یعقوب :۔ یہی کہ میں بہت بڑا ہو جاؤنگا۔

مراد :۔ آہ! افسوس! میں یہاں ایک اندھے کی طرح ہوں جو اپنا خزانہ سمندر کی گہرائیوں میں ڈھونڈتا ہے .... میں ایک نوزائیدہ بچے کی مانند ہوں جو جنگل میں کھو گیا ہو اور تم .... لیکن خیر یعقوب، میں اپنے خیال میں غرق تھا۔ ہمیں سنجیدگی سے گفتگو کرنی چاہیئے۔ الیاس اور چھوٹی ماں کبھی میرے متعلق باتیں نہیں کرتے، میری غیر حاضری میں؟ ....

یعقوب :۔ ہاں، ہاں، اباجان! وہ تمہارے ہی متعلق باتیں کرتے ہیں

مراد :۔ آہ ..... اور وہ میرے متعلق کیا کیا باتیں کرتے ہیں

یعقوب :۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اتنا لمبا ہو جاؤنگا جتنے تم ہو۔

مراد :۔ کیا تم ہر وقت انکے ساتھ رہتے ہو۔

یعقوب :۔ ہاں، ہاں، ہمیشہ، ہمیشہ، اباجان!

مراد :۔ وہ کبھی تم سے یہ نہیں کہتے کہ جاؤ کہیں اور کھیلو

یعقوب :۔ نہیں اباجان جب میں وہاں نہیں ہوتا تو اُنہیں ڈر لگتا ہے۔

مراد :۔ انہیں ڈر لگتا ہے؟ ..... تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ انہیں ڈر لگتا ہے!

یعقوب :۔ چھوٹی ماں جو ہمیشہ یہی کہتی رہتی ہے، کہیں مت جاؤ کہیں مت جاؤ .... وہ خوش نہیں ہیں پھر بھی وہ ہنستے رہتے ہیں

مراد :۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہیں ڈر لگتا ہے۔

یعقوب :۔ ہاں، ہاں، اباجان! چھوٹی اماں کو ڈر لگتا ہے۔

مراد :۔ تمہیں کیسے معلوم کہ اسے ڈر لگتا ہے۔

یعقوب :۔ وہ ہمیشہ اندھیرے میں روتے رہتے ہیں

مراد :۔ آہ! آہ! .....

یعقوب :۔ اور انکو دیکھ کر مجھے بھی رونا آجاتا ہے .....

مراد :۔ ہاں، ہاں ......

یعقوب :- وہ زرد ہوگئی ہے، ابا جان!

مراد :- آہ! آہ ...... صبر- خدا ..... صبر .....

یعقوب :- کیا ابا جان!

مراد :- کچھ، کچھ نہیں، بیٹا - میں نے جنگل میں ایک بھیڑئیے کو جاتے ہوئے دیکھا تھا - تو پھر کیا ان کے تعلقات اچھے ہیں - مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ وہ ایک دوسرے سے خوش ہیں - وہ ایک دوسرے کو بوسہ بھی دیتے ہونگے کبھی کبھی؟ - نہیں؟ ....

یعقوب :- کیا وہ ایک دوسرے بوسہ دیتے ہیں - ابا جان؟ نہیں نہیں - نہیں - ہاں، ابا جان - ہاں، ہاں - ایک دفعہ .... ایک دفعہ جب کہ بارش ہو رہی تھی ......

مراد :- اُنہوں نے ایک دوسرے کو بوسہ دیا؟ — لیکن کس طرح - اُنہوں نے کس طرح بوسہ دیا؟ —

یعقوب :- اس طرح، ابا جان! اس طرح ...... (وہ ہنستے ہوئے مراد کا منہ چومتا ہے) - اوہو - اوہ! تمہاری ڈاڑھی، ابا جان ... چبھتی ہے، چبھتی ہے، چبھتی ہے! یہ سفید ہوگئی، ! ہا اور تمہارے بال بھی سب سفید - سارے سفید ...... (وہ کھڑکی جس کے نیچے وہ بیٹھے ہیں - اس موقع پر روشن ہو جاتی ہے اور اسکی چمک ان پر پڑتی ہے) آہ! آہ! چھوٹی ماں نے اپنا لیمپ جلا لیا - اب روشنی ہوگئی! ابا جان! روشنی ہوگئی

مراد :- ہاں روشنی آرہی ہے .....

یعقوب :- چلو ہم بھی وہاں چلیں - ابا جان - ہم بھی وہاں چلیں ....

مراد :- تم کہاں جانا چاہتے ہو؟

یعقوب :- جہاں روشنی ہے - ابا جان!

مراد :- نہیں، نہیں - بیٹا! ہمیں یہاں سایے میں تھوڑی دیر ٹھیرے رہنا چاہیئے .... کوئی نہیں کہہ سکتا - کوئی نہیں کہہ سکتا ابھی ...... کیا تمہیں وہ غریب آدمی نظر آرہے ہیں جو جنگل میں آگ جلانے کی کوشش کر رہے ہیں —— بارش ہوئی تھی - اور راستہ کی دوسری طرف کیا تمہیں وہ بڈھا مالی نظر آرہا ہے جو راستہ پر ہوا سے گرے ہوئے درخت کو اُٹھا رہا ہے - وہ اُسے نہیں اُٹھا سکتا - درخت بہت بڑا ہے - اور بہت بھاری ہے - اُسے وہیں پڑا رہنا چاہیئے جہاں گرا ہے — اس کا کوئی علاج نہیں ہے .... میرا خیال ہے ایا من دیوانہ ہے .....

یعقوب :- نہیں ابا جان - وہ دیوانہ نہیں ہے - وہ تو بہت ٹھیک ہے

مراد :- کیا تم اپنی چھوٹی ماں کو دیکھنا چاہتے ہو؟

یعقوب :- ہاں، ہاں، اسے دیکھنا چاہتا ہوں

مراد :- غل نہ مچانا، میں تمہیں کھڑکی تک اُٹھاتا ہوں - حالانکہ میں لمبا ہوں - پھر بھی وہ بہت اونچی ہے (وہ بچہ کو اُٹھاتا ہے) ذرا بھی شور نہ کرنا چھوٹی ماں بُری طرح ڈر جائیگی ...... کیا تمہیں دکھائی دے رہی ہے؟ — کیا وہ کمرے میں ہے -

یعقوب :- ہاں .... ہا - روشنی ہو رہی ہے!

مراد :- کیا وہ اکیلی ہے؟

یعقوب :- ہاں ..... نہیں، نہیں چچا ایلیاس بھی ہیں -

مراد :- وہ ہے! .....

یعقوب :- آہ! آہ! ابا جان آپ مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں

مراد :- خیر، کوئی مضائقہ نہیں ہے - خاموش رہو - پھر ایسا نہیں کرونگا یعقوب! میرے پاؤں لڑکھڑا گئے تھے - آہستہ بولو - وہ کیا کر رہے ہیں؟ -

یعقوب :- وہ کچھ بھی نہیں کر رہے - ابا جان - وہ کسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں -

مراد :- کیا وہ ایک دوسرے کے قریب ہیں -

یعقوب :- نہیں، ابا جان!

مراد :- اور ...... اور بستر؟ کیا وہ بستر کے قریب ہیں؟

یعقوب :- بستر - ابا جان؟ مجھے بستر نظر نہیں آرہا -

مراد :- آہستہ آہستہ - وہ تمہیں سن لیں - کیا وہ کچھ بول رہے ہیں -

یعقوب :- نہیں، ابا جان! وہ کچھ نہیں کہہ رہے

مراد :- لیکن آخر وہ کر کیا رہے ہیں - کچھ تو کر ہی رہے ہونگے

یعقوب :- وہ روشنی کی طرف دیکھ رہے ہیں

مراد :- دونوں کے دونوں

یعقوب :- ہاں، ابا جان!

مراد :- اور بول نہیں رہے؟

یعقوب :- نہیں، ابا جان! اُنہوں نے ابتک اپنی آنکھیں بند نہیں کیں

مراد :- وہ ایکدوسرے کی طرف آ نہیں رہے؟

یعقوب :- نہیں ابا جان - وہ نہیں ہلے -

مراد :- کیا وہ بیٹھے ہوتے ہیں

یعقوب :- نہیں ، اباجان وہ دیوار سے لگے ہوئے کھڑے ہیں -

مراد :- وہ کچھ اشارے نہیں کر رہے ؟ — وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ بھی نہیں رہے ؟ وہ اشارے نہیں کر رہے ؟......

یعقوب :- نہیں ، اباجان ! — وہ ! وہ اباجان ، وہ کبھی آنکھیں ہی بند نہیں کرتے .... مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے ......

مراد :- بلو نہیں — کیا اُنہوں نے ابھی تک کوئی حرکت نہیں کی

یعقوب :- نہیں ، اباجان — مجھے ڈر لگ رہا ہے' اباجان مجھے نیچے اتار دو -

مراد :- ڈرنے کی کیا بات ہے ؟ — دیکھو ! دیکھو !

یعقوب : میں اور نہیں دیکھ سکتا - اباجان ! .... مجھے نیچے اتار دو ....

مراد :- دیکھو — دیکھو !! .....

یعقوب :- اوہ ! اوہ ! میری چیخ نکلنے والی ہے ، اباجان .... مجھے نیچے اتار دو ، مجھے نیچے اتار دو ! .....

مراد :- آؤ - ہم چل کر دیکھیں کیا واقعہ ہے ! ....

(جاتے ہیں)

(باقی آئندہ)

"یادگار"

سمندِ عمرِ فنا سیر پر سوار ہوں میں غبارِ جادۂ ہستئ مستعار ہوں میں

الم پرست الم دوست الم نگار ہوں میں ادا شناس ہوں فطرت کا رازدار ہوں میں

اِک اضطرابِ مسلسل ہے زندگی میری دلِ فگار ہوں میں روحِ بیقرار ہوں میں

اَب اور مجھ میں رہا کیا ہے حسرتوں کے سوا نگاہِ شوق ہوں آغوشِ انتظار ہوں میں

شگفتگی کسے کہتے ہیں انبساط ہے کیا خزاں نصیب ہوں بیگانۂ بہار ہوں میں

سوائے تہمتِ ہستی نہیں وجود مرا سرابِ دشت ہوں میں نقشِ رہ گذار ہوں میں

فروغِ شعلۂ خس ہوں ضیائے شمعِ سحر شبیہِ درد ہوں تصویرِ اضطرار ہوں میں

بقدرِ ذوقِ تمنا کہاں ہے فرصتِ عمر نمودِ برق ہوں میں جلوۂ شرار ہوں میں

چھپا سکا نہ حجابِ سکوت سوزِ دروں برنگِ شعلہ فروزاں تہِ حباب ہوں میں

ستم یہ ہے کہ شکایت بھی کر نہیں سکتا فریب خوردۂ مہر و وفائے یار ہوں میں

سُرورِ غم ہے نہ کیفِ نشاط اے کوکب
گذشتہ عہد کی افسردہ یادگار ہوں میں

(کوکب شاہجہاں پوری)

بسلسلۂ گذشتہ

مشوبرہ کی سیر

اس زمانہ میں یہاں قریباً اکیسو سیالیس خاندان آباد تھے اور یہ سب پہاڑی نسل سے تھے اور یہیں کے باشندے تھے۔ گورنمنٹ کو اس خطہ کو قبضہ میں لانیکے لئے کچھ مشکلات ہوئیں لیکن زر بڑی عقدہ کشا طاقت ہے بہت سا روپیہ دیکر ان باشندوں سے یہ خطے خرید لئے گئے چنانچہ اب یہاں تمام شہر کی واٹر سپلائی کا منبع موجود ہے۔ اس جنگل کے بارے میں ایک بات یہ بھی بیان کرنیکے قابل ہے کہ یہاں خونخوار درندے بھی پائے جاتے ہیں، عموماً چیتا، جنگلی سور، ریچھ، بھالو وغیرہ وغیرہ

اس کوہسار کی خاص صفت جس سے یہ متصف ہے یہ ہے کہ اس پر ایک سبزہ زار اور دشت گنجان لہرا رہا ہے۔ گرد و نواح کے پہاڑوں پر اس قدر گھنا جنگل نظر میں نہیں آتا۔ یہ پہاڑ بہت کافی بلند ہے۔ اگر دور سے چاروں اطراف کے پہاڑوں پر نظر ڈالی جائے تو کبھی پہاڑ جاذب نظر ہوگا۔ اسوقت چونکہ بادل آنے شروع ہو گئے تھے۔ اس بلند پہاڑ کی چوٹی کو بادل کے ایک ٹکڑے نے ڈھانپنا شروع کر دیا تھا عجیب منظر معلوم ہوتا تھا قلۂ جبل کے پس پشت تمام فضا میں سیماب دواں نظر آتے تھے، اور اس کا الٹی میٹم دے رہے تھے کہ ہم چشم زدن میں تمام فضا کو تیرہ و تار کر دینگے اور برف باری شروع ہو جائیگی۔ ان پہاڑوں کی درمیانی فضا اتنا دلکش تھی اور ایک عجیب جاذبیت رکھتی تھی۔ سب سے پہلے نظر ڈالنے پر یہ خیال دماغ میں سماتا تھا کہ کاش قوت پرواز حاصل ہوتی تو فوراً اڑکر اس فضا میں جاکر ان چیلوں کی طرح منڈلاتے جو عموماً بارش یا آندھی کی آمد کی پیش خیمہ ہیں۔ یا کوہ قاف کی پریوں کی طرح اس آسمانی فضا میں پے در پے چکر لگاتے۔

ہمارے گائیڈ نے استفسار کیا کہ وائلڈ فلاور چلئے گا یا مشوبرہ؟ ہم نے تھوڑی دیر میں یہ فیصلہ کیا کہ وائلڈ فلاور چلنا چاہیئے۔ چنانچہ اپنے ارادہ کے مطابق ہم روانہ ہو گئے۔ اس راستہ میں کافی چڑھائی تھی جس پر چلنا حقیقتاً بہت دشوار ہے۔ وائلڈ فلاور (Wild Flower Hall) ایک ہوٹل ہے جو قریباً ساڑھے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک پہاڑ کی چوٹی واقع ہے۔ یہ بڑا ہوٹل ہے جس میں عموماً روسا آکر قیام کرتے ہیں۔ اس ہوٹل کے چوگرد ایک باغیچہ ہے۔ جہاں رنگا رنگ کے پھول لہرتے ہیں اس ہوٹل کے گرد و نواح کے مناظر بڑے دلفریب ہوتے ہیں اور ان کا تعلق دیکھنے ہی سے ہے۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے اور اوپر چڑھتے جا رہے تھے ہم

اس دشت گنجان کے قریب تر ہو رہے تھے جس شاہراہ پر ہم جا رہے ہیں اس کا نام "شاہراہ ہندوستان و تبت - Hindustan-Tibet Road" ہے۔ اور یہی سڑک ہمکو تبت پہنچا دے گی جو کہ اس مقام سے بہت کافی فاصلہ پر ہے۔ اور درمیان میں کئی پہاڑی ریاستیں واقع ہیں۔ کوہسار کے درمیانی سطح پر ایک نظر اور ڈالی کیونکہ جب کبھی ہم کسی بلندی پر کھڑے ہوتے ہیں تو یہی طبیعت چاہتی ہے کہ انتہائی پستی کو بھی ملاحظہ کیا جائے۔ اب ہم کافی بلندی پر پہنچ گئے تھے۔ اپنی سنجولی سے ایکہزار فٹ بلند یعنی سطح سمندر سے اٹھارہ ہزار فٹ۔ ہماری سنجولی قریباً سات ہزار فٹ ہے۔ ہماری نظر اپنی تمام قوت رفتار کیساتھ چشم زدن میں ہی کوہسار کی انتہائی نشیب میں پہنچ گئی۔ اپنے تئیں اس قدر بلندی پر دیکھ کر بے انتہا مسرت و شادمانی حاصل ہوئی اور یہ خیال آیا کہ نہ معلوم اس عمیق پستی میں کتنے "قطب مینار" سما سکتے ہیں جس طرح سے ایک سیاح کو دہلی کے قطب مینار کی آخری منزل پر چڑھ کر اور قرب و جوار پر نظر ڈال کر اس خیال سے مسرت ہوتی ہے کہ وہ کس قدر بلندی پر ہے اس سے کہیں زیادہ خوشی ہمکو یہ دیکھکر تھی کہ ہم پہاڑ کی انتہائی بلند چوٹی پر ہیں۔ ہماری نظر یہاں سے کچھ مکانات پر پڑی جو اتنی بلندی سے محض کھلونا نظر آتے تھے اور ایک سڑک نظر آئی جو ایک ڈنڈی معلوم ہوتی تھی۔ گائڈ سے معلوم ہوا کہ یہ راستہ وہی " ایریا" ہے جسکا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور یہ ان ملازمین کے مکانات ہیں جو چشموں پر کام کرتے ہیں۔ یہ تمام چشمے ایک جگہ واقع نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ دور دور فاصلہ پر ہیں۔ ان چشموں کو نمبر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً چشمہ نمبر ۱۔ چشمہ نمبر ۲ وغیرہ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کو اس پانی کے بہم پہنچانے میں کافی مصارف برداشت کرنا پڑا ہے۔ کیونکہ ہر چشمہ کو ایک زمین دوز نہر سے ملایا گیا ہے۔

اب اس بلندی کو چڑھتے چڑھتے سانس میں تیزی آگئی تھی جسم نے ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ کچھ دیر آرام کرنے پر وہی پہلی سی تازگی آگئی اور ہم روانہ ہو گئے۔ اب چونکہ بلندی سے عاجز آ رہے تھے گائڈ سے نہایت بے چینی سے کہا کہ وائلڈ فلاور کتنی دور ہے "بالکل قریب ہے" یہ جواب ملا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک تیراہا نظر آیا۔ یہاں بھی ایک مائل اسٹون ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مقام سے "مشوبرہ" دو میل ہے اور وائلڈ فلاور قریب ہی ہے۔ مختصر یہ کہ "وائلڈ فلاور" میں پہنچے۔ وہاں کچھ دیر

توقف کیا جاتا تو شام ہو جاتی۔ اب چونکہ [illegible] ہو چکے تھے۔ غروب سے پہلے واپسی قیامگاہ کو [illegible] تھا۔ مشوبرہ کی روانگی کا قصد کیا۔ [illegible] سے [illegible] پر ایک چھوٹی سی عمارت نظر آئی جس میں [illegible] اور پوسٹ آفس واقع ہے۔

اب ہم قریب کے راستہ سے مشوبرہ کو جا رہے تھے۔ [illegible] بالکل [illegible] نشیب میں ہے اس لئے یہ دو میل کی راہ کچھ [illegible] معلوم ہوئی۔ لیکن یہ سڑک نہایت معمولی اور صرف پیدل ہی چلنے کے قابل ہے۔ راستہ میں ہمیں [illegible] ملا جس میں تمام درخت پھلوں کے تھے۔ سیب اور [illegible] لدے ہوئے تھے۔ دو [illegible] ایک سرخ عمارت نظر آئی۔ یہ عمارت نہایت ہی بلندی پر تھی۔ یہ ایک بنگلہ کی وضع پر بنی ہوئی تھی۔ اسکے نزدیک کوئی دیگر عمارت نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ وائسرائے کی قیامگاہ ہے (The R[illegible]) وائسرائے اپنے تمام حکومت کے فرائض سے فارغ ہو کر ہفتہ کے دن یہاں تشریف لاتے ہیں اور اتوار کے دن یہیں قیام رہتا ہے۔ عموماً گالف کھیلا جاتا ہے۔ یہ قیامگاہ وائسریگل لاج سے قریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور جانب شمال واقع ہے۔ وائسرائے کی قیامگاہ سے کافی نشیب میں ایک گھنے جنگل کے اندر ایک سفید عمارت [illegible] نظر آئی۔ یہ وائسرائے صاحب کی پادری کی کوٹھی تھی۔ یہ چاروں بیرونی اطراف سے بالکل سفید تھی۔ [illegible] نظر آتی تھی۔

ہم ادھر اُدھر نظر دوڑاتے چلے جا رہے تھے حتیٰ کہ اچانک مشوبرہ کے بازار میں داخل ہو گئے۔ یہ نہایت مختصر سا بازار ہے۔ دکانیں معمولی ہیں لیکن ضرورت کی سب اشیا مہیا ہو جاتی ہیں۔ قرب و جوار میں کئی بڑے ہوٹل واقع ہیں۔ اور بہت سے بنگلے ہیں۔ عموماً یہ بنگلے راجاؤں [illegible] ہیں اور موسم گرما میں یہ لوگ یہیں قیام کرتے ہیں۔ خوردنی و دیگر اشیاء کا انتظام سب شملہ شہر سے ہوتا ہے۔ بازار میں مشوبرہ کا ڈاک خانہ بھی ہے۔ جو بہت ہی مختصر ہے۔ اب ہم مشوبرہ میں تھے۔ ہمارا تانگہ ہمیں تیزی کے ساتھ لئے جا رہا تھا۔ ہمیں تعجب تھا کہ اب مشوبرہ آ گیا ہے۔ کہاں جا رہے ہیں؟ معلوم ہوا کہ ہم بیلماؤنٹ (Belmount) جا رہے ہیں۔ بیلماؤنٹ کیا ہے؟ ہمنے سوال کیا۔ "یہ ریاست میہر کے راجہ کا بنگلہ ہے" جواب ملا۔ اب ہم ذرا پریشان سے ہو رہے تھے۔ کیونکہ ہماری سنجولی سے مشوبرہ چار میل ہے اور اب قریباً دو میل آگے نکل گئے تھے۔ علاوہ اسکے تمام دن میں اندازاً بارہ میل کی مسافت طے کئے ہوئے تھے۔ تعجب ہوگا کہ اتنی تھوڑی سی مسافت میں ہمیں تکان کیوں ہو گئی؟ معلوم ہونا چاہئیے کہ اگر انسان بغیر چڑھائی کے ہموار سڑک پر یہاں چلا جائے تو میلوں چلنے پر بھی اُسے کچھ تکان محسوس ہوگی لیکن اگر تھوڑی سی چڑھائی بھی راستہ میں پڑ گئی تو جلد پریشان ہو جائیگا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بھئی اگر تکان کا اندیشہ تھا تو رکشہ پر کیوں نہ گئے؟ یہ درست ہے کہ یہ پہاڑی مقامات ہیں۔ ہر جگہ سڑکیں نہیں ہیں جن مقامات کی سیر پا پیادہ کر سکتے ہیں۔ رکشہ سے ہرگز نہیں ہو سکتی رکشہ کی وہاں تک رسائی ناممکن ہے۔ رکشہ کے علاوہ کسی دوسری سواری کا گذر اس سے کہیں زیادہ ناممکن ہے۔ یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ رکشہ ہے کیا؟ یہ ایک چھوٹے تانگے یا ٹم ٹم کی شکل کی گاڑی ہوتی ہے۔ دو پہیہ ہوتے ہیں لیکن سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اسکو بجائے گھوڑے کے چار جیتے جاگتے انسان چلاتے ہیں۔ اس [illegible] رفتار معمولی ہوتی ہے۔ رکشہ سے پیدل چلنا کہیں زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

الغرض ہم بیلماؤنٹ کو جا رہے تھے۔ یہاں کبھی راستہ میں بلندی سے سابقہ پڑا۔ اور زیادہ چڑھائی اب ناگوار سی معلوم ہونے لگی تھی، بارے زیادہ مشقت نہ کرنی پڑی اور جلدی ہی چڑھائی ختم ہو گئی۔ راستہ میں ہمیں کینل ورتھ کاسل (Kennil Worth Castle) یہ مہاراجہ فریدکوٹ کا بنگلہ ہے۔ مہاراجہ صاحب بھی آجکل یہیں قیام پذیر ہیں۔ بنگلہ کے دالان پر ایک سنگین سے مسلح سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ کبھی کبھی اپنی پریڈ بھی دکھا دیتا تھا ہم گذرتے چلے گئے۔ اس محل کے عین پس پشت کچھ فاصلہ پر بیلماؤنٹ واقع ہے۔ کینل ورتھ کے نشیب میں بیرونی جانب ایک معمولی سا کچا تالاب بنا ہوا ہے۔ جو کافی عمیق ہے۔ تین چھوٹی کشتیاں لب تالاب پڑی ہوئی تھیں۔ مہاراجہ صاحب تفریح کی غرض سے کبھی چلے آتے ہیں۔ تھوڑا آگے جانے پر سڑک کی داہنی جانب ایک پھاٹک نظر آیا اب یہ بیلماؤنٹ (Belmount) کی حدود شروع ہوتی ہیں بیلماؤنٹ راجہ میہر (The Raja of Mahear) کی موسم گرما کی قیامگاہ تھی۔ یہ ریاست وسط ہندوستان میں واقع ہے۔ مہاراجہ صاحب کو شملہ کی آمد و رفت میں کافی مصارف برداشت کرنے پڑتے تھے۔ اس لئے یہاں کا آنا ترک کر دیا۔ اور وسط ہند میں ایک چار ہزار فٹ بلند پہاڑ پر بنگلہ بنوا لیا ہے۔ وہیں موسم گرما گذارا جاتا ہے۔ بیلماؤنٹ بیچاری بدقسمت ہے خالی پڑی رہتی ہے۔ کبھی ریاست کا کوئی آدمی آ گیا تو یہیں قیام کرتا ہے بیلماؤنٹ کا باغیچہ نہایت عمدہ ہے اور ایک عجیب موزونیت کے ساتھ نخل گلہائے گوناگوں لگائے گئے ہیں۔ بے انتہا رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ بصارت کی تفریح کیلئے یہاں بہت کافی سامان تھے پھولوں کی کیاریاں جاذب نظر تھیں۔ قدرت کی دست کاری دیکھئے کہ کیا کیا نیرنگیاں ان سخت پتھروں سے دکھائی ہیں۔ انسان جب ان

پھولوں سے قریب کھڑے ہوکر ان کے خوشنما رنگ، رعنائی، اور انکی ساخت پر غور کرتا ہی تو ایک عجیب روحی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اور بیخودی کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہی۔ اس محویت کے عالم میں انسان کی عقل نارسا اس کارساز عالم کی قدرت بالغہ کی حمد و ستائش میں مصروف ہوجاتی ہی اور جب ہوش میں آتا ہی کہ بصارت اور بصیرت کے سامان تفریح کو ہرگز نظرت اوجہل نہ کرے۔ طرح طرح کے انگریزی پھول۔ گلاب، یاسمین بنفشہ لالہ وغیرہ۔

بنفشہ اور لالہ کو دیکھکر ذیل کے اشعار یاد آجاتے تھے:

بنفشہ رستہ از زمیں بطرف جویبارہا — ویا گسستہ حور عین ز زلف خویش تارہا

ز سنگ اگر ندیدہ چساں جہد شرارہا — ببر گہائے لالہ بیں میان لالہ زارہا

کہ چوں شرارہ می جہد ز سنگ کوہسارہا

بیگم مجھسے زیادہ کیف و سرور میں تھیں۔ وہ ہمیشہ پھولوں کی شیدا اور دلدادہ رہی ہیں۔ وہ اسکی متمنی تھیں کہ کیوں نہ انکو مزید زیب و زینت بخشی جائے یعنی کچھ کو زینت لباس بنایا جائے۔ اور کچھ گلدستہ کی شکل میں تبدیل ہوکر زینت قیامگاہ بنیں۔ میرا اصرار یہ تھا کہ ان کی رعنائی اور خوشنمائی اسی میں ہے کہ یہ نرم نرم شاخوں پر ہلکی ہلکی ہوا کی جنبش سے لہراتے رہیں۔ بیگم کا خیال تھا کہ یہ گلہائے گوناگوں چند لمحوں کے بعد اپنی مختصر سی زندگی کو ختم کردیں گے اور اجل کا دست سفاک انہیں خس و خاشاک کی شکل میں تبدیل کردیگا۔ تھوڑی سی دیر میں یہ ہماری نظروں سے روپوش ہوجائینگے۔ پھر کیوں نہ ان کو شاخوں سے جدا کرکے ایک خوشنما گلدستہ کی شکل دیکر تمام راہ کا رفیق بنایا جائے میں سوچتا تھا کہ آخر کیوں اس قدر نازک چیز پہ دست دراز کیا جائے۔ اور قاتلانہ حملہ کر کے اسکو پامال کیا جائے۔ طبعی زندگی سب کو عزیز ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو جس اجل کو ہم بزدل اور سفاک کہتے ہیں۔ اسکے سے بزدلانہ اور سفاکانہ افعال کیوں انجام دیں۔

بیلما ونٹ کے چوگرد باغیچہ ہی جسکا ذکر آچکا ہی۔ بیلما ونٹ کے سامنے عین وسط میں ایک وسیع پارک ہی۔ ایک جانب ایک بنچ پڑا ہوا ہے اس پارک کے وسط میں پھولوں کی ایک گول کیاری ہے جو اپنی پذیرائی میں مقابلہ نہیں رکھتی ہے۔ اس کیاری سے کچھ فاصلہ پر ایک چیسٹ نٹ (Chestnut) کا درخت ہی اس کا تنہ نہایت چھوٹا ہی قریبًا ½ ۱ فٹ ہوگا اس تنہ سے بے انتہا شاخیں نکلتی ہیں اوپر کی جانب یہ درخت اتنا گول ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ایک چھتر پھیلا ہوا ہے۔ اس درخت میں خوبصورت خاردار سفید پھول لگ رہے تھے پھل ابھی نہیں آیا تھا کئی مرتبہ ہم سب نے اس کا طواف کیا۔ تھوڑی دیر بنچ پر آرام کیا گیا۔ پھر طبیعت میں جولانی آگئی۔ بیلما ونٹ سے کچھ نشیب میں چاروں جانب کیاریاں ہیں۔ یہ پھلوں کا باغیچہ ہے۔ جہاں سیب ناشپاتیاں وغیرہ لگے ہوئے ہیں پھلوں کا زیادہ حصہ پختہ ہونے پر توڑ لیا گیا تھا۔ ان باغات سے ملحق نوکر چاکروں کے رہنے کے لئے مکانات بنے ہوئے ہیں۔

بیلما ونٹ کی تعمیر کو تیس سال کا عرصہ ہوچکا ہے لیکن یہ اس وقت بھی بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔ گویا کل ہی تعمیر ہوئی ہی۔ گرد و نواح پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیگر مقامات سے بلندی پر واقع ہوئی ہے۔ یہ چوکور معلوم ہوتی ہی۔ اس کا طول و عرض غالبًا ۳۰ فٹ ہوگا۔ اس وقت تک ہم باغیچہ کی سیر کررہے تھے۔ اب یہ خیال ہوکہ بیلما ونٹ کو اندر سے دیکھنا چاہیئے۔ صدر دروازہ مقفل تھا۔ ہمارے گائڈ کے پاس اسکی چابی تھی۔ ہم اندر داخل ہوئے۔ پہلے دالان آتا ہی۔ تمام عمارت قریب قریب مضبوط لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ پہاڑوں پر عمارت کا زیادہ حصہ لکڑی سے بنایا جاتا ہی۔ ہم اندر داخل ہوتے ہی بیلما ونٹ کی بیرونی وضع کو بالکل فراموش کرگئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم کسی عالیشان محل کے اندر ہیں۔ عمارت کے وسط میں ایک زینہ ہی۔ اس زینہ کے ہر دو جانب دو وسیع کمرے ہیں۔ اسی طرح زینہ پر جاکر دوسری منزل ہے اس میں بھی دونوں جانب دو وسیع کمرے ہیں۔ دیگر ضروریات بھی بیلما ونٹ میں موجود ہیں۔ علاوہ عمارتی حیثیت کے بیلما ونٹ کا فرنیچر قابل ذکر ہے ہر چیز سے امارت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر تمام سامان کی فہرست تیار کیجائے تو بہت سی چیزیں قابل صد ستائش ہونگی دو چار پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ مثلاً مخملی غالیچے۔ قد آدم شیشے۔ بڑی گول میزیں۔ بہترین مخملی کرسیاں۔ الماریاں۔ پلنگ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب سامان نہایت ہی بے ترتیبی سے کمروں میں لگا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ راجہ صاحب کچھ عرصہ کے لئے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ اُن کی واپسی پر اس سامان کو دوبارہ ترتیب دیجائیگی۔ کچھ عرصہ ہم مخملی کرسیوں اور کوچوں کے اوپر دراز رہے حقیقت یہ ہی کہ اس سے پیشتر میں نے کبھی اس قدر آرائشی سامان نہ دیکھا تھا۔ اس سے آنکھیں اور بھی کھل گئیں۔ میں بہت دیر تک اُن آسائشوں پر غور کرتا رہا جو راجایان ہند کو باوجود ان کا سیاسی اقتدار جانیکے بعد حاصل ہیں۔ اسکے بعد ہم نے راجہ صاحب کی کچھ پس ماندہ خوردنی اشیا کا ملاحظہ کیا جن میں سے ایک خاص قسم کا پانی قابل ذکر ہے۔ یہ پانی سبز بھری بوتل میں بند کیا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ پانی راجہ صاحب

کے استعمال کیلئے پیرس یعنے فرانس سے آتا ہے۔ راجہ صاحب اسی پانی کو استعمال فرماتے ہیں۔ اس پانی کی بوتل کو دیکھ کر دو خیالات پیدا ہوتے تھے۔ ایک تو یہ کہ روسا اور امرا کا طبقہ کتنا عیاش طبع واقع ہوا ہے کہ معمولی آب زلال کو چھوڑ کر پیرس کی بوتل کا بند کیا ہوا پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ خدا کی نعمتوں سے کس قدر انحراف اور اسکی عطا کردہ امارت کا کتنا بیجا اصراف۔ دوسرے یہ کہ باوجود اپنی امارت کے یہ لوگ تندرستی کی بڑی نعمت سے محروم ہیں جو ایک بے نوگدا کو معمولی قدرتی طریق پر حاصل ہے۔ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک گدا کو جو مزہ نان شبینہ اور آب زلال میں آتا ہے وہ ان اصحاب جلیل القدر کو نعمتہائے گوناگوں اور پیرس کے بند پانی میں ہرگز حاصل نہیں۔ اس پانی کی دعوت مجکو بھی دی گئی تھی۔ بھلا ایسی گستاخی ہم کیسے کر سکتے تھے۔ جب ہم بیلیا ونٹ کی اندرونی آرائش سے پوری طرح محظوظ ہو چکے تو باہر کی بنچ پر آکر بیٹھ گئے جو پارک میں بچھا ہوا ہے۔ ہمارے گائڈ صاحب بہت مہربان واقع ہوئے تھے۔ ہم سے تھوڑی دیر آرام کرنے کی درخواست کے بعد خود ٹفن کا سامان تیار کرنے میں مصروف ہوگئے۔ ہم اس درمیان میں بیلیا ونٹ پر نظر ثانی کرنے لگے یعنی اسکے تذکرہ میں محو رہے۔ کچھ عرصہ بعد ہمارا ٹفن تیار ہوگیا۔ اندرون لان میں میز اور میز کے چوگرد کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ گو ٹفن بہت مختصر تھا لیکن گرسنگی کی حالت میں شکم پری سے بڑا لطف آیا۔ باغیچہ کے پھل، انڈے وغیرہ بھی بہت تھے۔ لیکن قابل ذکر بات یہ ہے کہ راجہ صاحب کے استعمالی ظروف میں ہمیں کھانیکا شرف حاصل تھا۔ ہمارا ٹفن ختم ہوا۔ پانچ بج چکے تھے۔ ہم دوبارہ باغیچہ وغیرہ کی سیر میں لگ گئے حتی کہ چھ بجا دئے۔ تمام دن بارش نہ ہوئی تھی۔ بادل آسمان پر آتے تھے لیکن ہم انہیں میدانوں کی جانب روانہ کر دیتے تھے۔ کیونکہ گرمی سے جھلسے ہوئے میدانوں کو ان سبزہ زاروں کی بہ نسبت باران رحمت کی زیادہ ضرورت تھی۔ لیکن اب تیرہ و تار ہونا شروع ہوگیا تھا۔ بادل ہمارے کانوں میں آکر کہنے لگے تھے کہ اب واپسی قیامگاہ کا وقت آگیا ہے۔ اگر زیادہ دیر کی تو ہم ذرا رعایت نہ کرینگے ہم ان کے اس چیلنج سے ڈر گئے۔ روانہ ہونے کا ارادہ کیا لیکن بیلیا ونٹ بار بار یاد آتی تھی۔ اسکی تنہائی پر ہمیں بھی افسوس تھا۔ وہ تھوڑے عرصہ کیلئے بہت خوش تھی کہ ہم اسکی زینت تھے۔ پر ہم بھی اس کو خدا حافظ کہنے پر مجبور تھے۔ بیلیا ونٹ کے لئے دعائیں کرتے ہوئے ہم روانہ ہوگئے۔

راستہ میں ہمیں معلوم ہوا کہ راجہ موصوف بیلیا ونٹ کو فروخت کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ابھی معلوم نہیں کہ بیلیا ونٹ کا آئندہ مالک کس قدر اسکی حسب منشا ہوگا۔ بہرحال خیال ہے کہ موجودہ حالت سے بیلیا ونٹ زیادہ بہتر ہوجائیگی۔ اور یقیناً نیا مالک موسم گرما میں اسکی زیب و زینت اور رونق کا باعث ہوگا۔ مدت کی تنہائی کے غم کے بعد بیلیا ونٹ خوش اور بشاش نظر آئیگی۔

ہم اب ذرا قدم بڑھاتے ہوئے واپس ہو رہے تھے۔ راستہ میں اترائی ہی اترائی تھی۔ بہت ہی جلد بیلیا ونٹ ہماری نظر سے غائب ہوگئی۔ اب ہم عام شاہراہ پر آگئے تھے۔ اس کوہستانی خلد پر نظر جا پڑی انتہائی نشیب میں کچھ عالیشان عمارات نظر آئیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ریاست سیپتو کے راجہ کا بنگلہ ہے۔ یہاں کے پہاڑی راجہ اس حیثیت و امارت کے نہیں ہوتے ہیں جو میدانوں کے راجایان کو حاصل ہے۔ ہمیں نے سال گذشتہ خود راجہ سیپتو کو دیکھا ہے۔ بیچارہ نہایت ہی سادہ وضع انسان ہے۔ سیپتو میں ہر سال ایک میلہ ہوتا ہے جہاں دور دور کے لوگ آتے ہیں۔ اس میلہ میں سال گذشتہ یہ راجہ شریک تھا۔ شوبرہ کا بازار جلد ہی آگیا۔ تمام دکانیں باستثنائے ایک دو بند ہو چکی تھیں۔ اب واپسی پر تکان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ہم لوگ خوش گپی کرتے ہوئے تیز قدمی سے واپس ہو رہے تھے۔ راستہ تاریک ہوگیا تھا۔ لب سڑک پہاڑ نہایت ہی ہیبت ناک معلوم ہوتے تھے۔ ایک معمولی سی ٹارچ ہماری مشعل راہ تھی۔ چاند اپنی نورافشانی کے ساتھ دمک رہا تھا لیکن اسکی چاندنی ہماری نظروں سے اوجھل تھی۔ کیونکہ پہاڑوں کا یہ سلسلہ اوٹ کئے ہوئے تھا اس سلسلہ کے ختم ہوتے پر ہماری شاہراہ یکدم روشن ہوگئی۔ ایک کوہستانی خلد پھر نظر آئی تمام خلد میں چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ ایک سکوت کا عالم طاری تھا۔ پانی کی شورش بند ہو چکی تھی اس وقت بھی یہی جی چاہتا تھا کہ ایک پرواز کیجائے۔ اور اس خلد کا فضا سے معائنہ کیا جائے۔ یہ حسرت حسرت ہی رہی کیونکہ ایسا ناممکن تھا۔ اب ہم سنجولی سے صرف ایک میل رہ گئے تھے۔ ہماری نظر ایک دور کے پہاڑ پر پڑی۔ وہاں چراغاں ہو رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ "ریاست چیل" ہے۔ یعنی ریاست پٹیالہ کا ایک علاقہ ہے۔ یہاں چیل میں سوائے چند مخصوص لوگوں کے دوسروں کو آنے نہیں دیتے ہیں۔ یہاں مہاراجہ پٹیالہ کی حرم سرا ہے۔ اور قریباً چار پانچ باندیوں کے محلات ہیں۔ شملہ سے چیل کا فاصلہ چالیس میل ہے۔ ہم "سرنگ" کے قریب آگئے اس میں بھی بجلی کے قمقمے روشن تھے۔ قدم ذرا تیز تھا جلدی ہی سرنگ سے باہر نکل آئے۔ دور سے قیامگاہ پر نظر ڈالی، تاریکی نظر آئی۔ ہمارا خیال تھا کہ مغرب سے پہلے واپسی ہوجائیگی لیکن اب نو بج رہے تھے +

شمیم، بی، اے

(ہر مطلوبہ کتب کا محصولڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا)

موجِ تبسم
شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا پہلا مجموعہ
قیمت دو روپے ۲ عہ

ویمپائر
ایک شریف خاتون کی آبرو ریزی کا دردناک واقعہ اور ایک عجیب اتفاق سے اس کا دلچسپ انجام قیمت صرف دو روپے ۲ عہ

روحِ ظرافت
"مرگوشی کی مصیبت" اور دیگر مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ ہر افسانہ ظرافت کی سطح سے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قیمت ۱۲ آنہ

مرزا جھنگی
لکھنؤ کے بانکے مرزا جھنگی اور ان کے احباب کا ایک نہایت دلکش ڈرامہ واجد علی شاہ کے زمانہ کے لکھنؤ کی ایک جھلک قیمت آٹھ آنہ

گناہ کی راتیں
سات عورتوں نے اپنے گوہر عصمت کس طرح کھویا؟ وہ کیونکر اس پر مجبور ہوگئیں۔ عصمت کی بے بسی دیکھئے۔ قیمت ۱۲

مجسمہ نوری
ماں کی ممتا سے متعلق ایک دلفریب تخیل مجسمہ کی ہولناک سرگذشت۔ ممتا کی ماری ماں کس طرح مجسمہ بنی گناہ کی زندہ تصویر قیمت ۱۲ آنہ

اخوان الشیاطین
سنسنی خیز افسانوں کا مجموعہ آج تک اس قسم کے سنسنی خیز افسانے اردو میں شائع نہیں ہوئے پہلا افسانہ بہت مشہور ہے قیمت ۱۲

فل بوٹ
حسن و عشق کی عجیب و غریب داستان پلاٹ کے اعتبار سے مصنف کا بہترین ناول ہے۔ ایک بوٹ کی وجہ سے کیا ہوا قیمت ۱۲

شریر بیوی
ایک خاتون کی معصوم شرارتیں اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تصویریں اور رنگین سرورق ۱۲

کمزوری
عورت کی کمزور فطرت کس طرح مرد کے بہکاوے میں آجاتی ہے۔ ابتدائی حصہ ہنسانے والا اور آخری حصہ رلانیوالا ہے قیمت ۲ عہ

نرگس
ایک طوائف نے عشق و محبت کی خاطر اپنی جان پر بنا لی اور ایسا ایثار سے کام لیا کہ اپنی جان تک گنوادی۔ قیمت دو روپے ۲ عہ

بحرِ تبسم
شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت دو روپے ۲ عہ

طوفانِ تبسم
شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا تیسرا مجموعہ
قیمت دو روپے ۲ عہ

سرگذشت عروس
نارضامندی کی شادی اور اس بے جوڑ رشتوں کی وجہ سے کس قدر ناگوار صورتیں پیدا ہوجاتی ہیں دلچسپ اور عبرت انگیز آپ بیتی ۱۲

روحِ لطافت
مہارانی کا خواب اور دیگر افسانے جن کو پڑھ کر آپ ہنستے ہنستے لوٹ جائیں گے۔ پہلا افسانہ لاجواب قرار دیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲

سیلابِ تبسم
شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کا چوتھا مجموعہ
قیمت دو روپے ۲ عہ

چیستاں رامو ہنی
حسن و عشق کی داستان جو پاکیزہ محبت کا سبق ہمیں سکھاتا ہے۔ سچے عشق کی لازوال کہانی سوز و گداز سے مملو۔ قیمت دو روپے ۲ عہ

نرگسِ جمال
بنکیم کے تخیل نگار مورس میٹرلنک کے ڈرامے جاں نثار کا شستہ و رفتہ ترجمہ ہے خیالات و جذبات کی تصویر۔ قیمت عہ

پروین و ثریا
مورس میٹرلنک کی تمثیل "اریانے اور نیلی داڑھی" سیسلے سٹ کا بالترتیب ترجمہ حسن و عشق کا ایک جدید نظریہ ہے بہت عمدہ کتاب ہے قیمت

خطوط کی ستم ظریفی
مرزا عظیم بیگ چغتائی نے یہ بہترین افسانہ اپنے مخصوص رنگ میں لکھا ہے۔ پلاٹ اس قدر عجیب و غریب ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے اور ساتھ ہی حیرت و استعجاب کی لہریں دل و دماغ میں دوڑ جائیں گی۔ یہ صرف کتاب نہیں ہنسنے ہنسانے کا مستقل ذریعہ ہے۔ بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ خوبصورت ترین سائز پر شائع کی گئی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنہ ۱۲
ملنے کا پتہ:۔ کتبخانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

تعلیم زن و بیوی
ایک مدہ فیشن کی ہندوستانی عورت غلط راستہ پر پڑ جانے کی وجہ سے کن مصیبتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور اس کا دلچسپ انجام ۸

شہاب کی سرگذشت
نیاز فتحپوری کا پہلا ناول ہے اس قدر مشہور ہو چکا ہے کہ اس کے مزید تعارف کی ضرورت نہیں اپنے طرز کی خاص چیز۔ قیمت عہ

سلمیٰ
آسکر وائلڈ کی مشہور ساروبی کا ترجمہ سلمیٰ حسن خون آشام کی ہوسناکی اور محبت اور تخیل اور طرز بیان خاص ہے
قیمت آٹھ آنہ ۸

دلّی کا آخری دیدار
۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے دلی کی سوسائٹی کیا تھی لال قلعہ آباد تھا تو چمنستان میں کیسی بہاریں تھیں سو سال سے پہلے ایک جھلک دیکھئے قیمت ۱۲

لال قلعہ کی ایک جھلک
لال قلعہ کے عجیب و غریب واقعات جن کو پڑھ کر آپ مسرور بھی ہوں گے اور حیرت زدہ بھی۔ قیمت ایک روپیہ عہ

بدقدرت
ظالم اپنے کیفر کردار کو کس طرح پہنچتا ہے حق کی فتح اور باطل کی شکست، خدا کا ہاتھ مرحوم کی طرف سے کس طرح انتقام لیتا ہے۔ قیمت ۵

تفویض
ایک کریچوئیٹ کی شادی ایک مسجد کے ملا سے ہو جاتی ہے۔ اس کے عجیب غریب نتائج قیمت پانچ آنہ ۵

چار چاند
دلی کی ٹکسالی اور نکھری ستھری زبان کا لطف اگر آپ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو طلب کیجئے جو حضرت فراق مرحوم کی تصنیف ہے قیمت ۸

نگارستان
نیاز فتحپوری کے مضامین کا پہلا مجموعہ جس میں ان کے قلم کا پورا زور نظر آتا ہے۔ عہد شباب کے لکھے ہوئے مضامین ادب لطیف کا خزانہ قیمت ۲ عہ

ملنے کا پتہ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

[redacted]

سیرت محمد علی

ہندوستان کے مشہور لیڈر مولانا محمد علی کے واقعات زندگی مکمل سوانح حیات اور بہترین بھی۔ قیمت تین روپے

نغمۂ حیات

رنگین اسپطیلے مضامین کا قابل قدر مجموعہ ادب لطیف کے بالکل شہ پارے جذبات و تاثرات کی مصوری قیمت عہ

نغمات موت

حجاب امتیاز علی کے غمناک مضامین کا مجموعہ ہر مضمون بیحد مؤثر ہے اور دنیا کی بے ثباتی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے قیمت

منشورات

علامہ کیفی کے علمی و تحقیقی مضامین کا لائق قدر مجموعہ۔ اُردو میں اس کتاب سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ

عجیب

عجیب کلب کے عجیب ممبروں کے عجیب حالات پھڑکتی ہوئی آپ بیتیاں قیمت صرف ایک روپیہ عہ

روحانی شادی

منشی پریم چند کا لکھا ہوا اخلاقی و اصلاحی ڈرامہ۔ پلاٹ، کریکٹر، مکالمہ ہر لحاظ سے کامیاب۔ زبان سلیس و شگفتہ قیمت ۶ر

مصری افسانے

مشہور مصری ادیب منفلوطی کے چند چیدہ افسانوں کا دلآویز ترجمہ۔ زبان سلیس و شگفتہ نہایت مؤثر افسانے قیمت صرف ۸ر

آرائش جمال

(با تصویر) عورتوں کے نکھار اور جسمانی آرائش کے تمام مشرقی و مغربی طریقے بیان کئے گئے ہیں نہایت خوبصورت جلد۔ قیمت عہ

طوفان ظرافت

مزاحیہ قصائد کا چھوٹا سا مجموعہ اس طرز کے قصائد آج تک اردو زبان میں نہیں لکھے گئے۔ قیمت چھ آنہ ۶ر

من کی آگ

سرمایہ دار اور مزدور جس وحشی اور سوسائٹی کا عبرت انگیز ڈرامہ۔ قیمت چھ آنہ ۶ر

عالم خیال

مولانا شوق قدوائی کی مشہور نظم عالم خیال کے چار رُخ میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہیں اُن کے بچے جذبات با تصویر قیمت عہ

دیکھا جائے گا

عشق و ہوس میں امتیاز کس طرح ہوا ایک حسین لڑکی کے تین عاشقوں کی داستان کامیابی کیسے اور کیسے ہوئی قیمت

طلسم سامری

یہ مشہور جلسے (؟) حضرت اکبر کی تازہ ترین تصنیف جس میں حیرت انگیز پیرایہ میں ہوش ربا واقعات درج ہیں عہ

مرقع چغتائی

دیوانِ غالب کا شہرۂ آفاق مصور نسخہ جس کی قیمت پہلے سوا سو روپے تھی اب اُس کی قیمت صرف بارہ روپے عہ

کُھرپا بہادر

از عظیم بیگ چغتائی

نہایت ہی پُر مذاق اور ظرافت آمیز ناول ہے مصنف اپنے شوخ اور مذاقیہ طرز بیان کے ساتھ ساتھ تلازمِ علم سے لگاتے کہ کس طرح عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائیگا یہ بہترین دل پذیر ناول کی ندرت ادا اچھوتے پن نیز طرز بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں پر بڑھا چڑھا ہوا ہے بہترین لکھائی چھپائی فوٹو بلاک رنگین سرورق قیمت عہ مجلد عہ

ملنے کا پتہ :- کتبخانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

اُردو ڈرامہ نگاری

اُردو ڈرامہ کی تاریخ ڈرامہ کی خصوصیات اور فن ڈرامہ نویسی کے لوازمات قدیم و جدید ڈرامہ نگاروں پر تبصرہ مضبوط جلد قیمت ۱۲

قرض مقراض محبت است

اس مقولے پر مصنف نے افسانے لکھا ہے قرض دینے اور قرض لینے کی خرابیوں کو سنجیدہ پر لطف پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ بیساختہ ہنسی آتی ہے

فرزند سرحد

سرحدی افغانوں کے متعلق ایک عبرتناک افسانہ، غیرت، دیانت، شرافت کا مرقع ہے اس پر مصنف کا طرز بیان۔ قیمت ۵ر

مجبوبۂ کربلا

کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں حق پرستوں کا خون کس بیدردی سے بہایا گیا معصوم بچوں اور عورتوں پر جو مظالم ہوئے مجبوبۂ کربلا میں پڑھئے قیمت عہ

شمیم

نہایت دلچسپ معاشرتی اخلاقی ناول کا صحیح افسانہ نگاری کے اصول پر سبق آموز ظرافت انگیز عبرتناک دو ضخیم جلدوں میں دوسری دفعہ چھپا ہے قیمت للعہ

قدرداں

سرزمین راجپوتانہ کے سات خطرناک سالوں کی ایک جانباز بہنوئی کا حیرت خیز افسانہ۔ بہت دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت ۵ر

گہوارۂ تمدن

جس میں مولانا نیاز فتحپوری نے دکھایا ہے کہ دنیا کی تہذیب شائستگی عورت کی کس وجہ سے ممنون ہے۔ قیمت عہ

ایوانِ تصور

ملک ہندوستان کی مایۂ ناز شاعرہ سروجنی نائیڈو کے سینکڑوں دلکش و رنگین گیتوں کا ترجمہ از ظفر قریشی دہلوی بی اے۔ قیمت دو روپے عہ

شرح دیوان غالب

بہترین اور عام فہم شرح از مولانا عبد الباری آسی غالب کے اشعار سمجھنے کیلئے اس سے آسان شرح اور کوئی نہیں۔ قیمت عہ

مکمل شرح کلام غالب

ہندوستان میں اس سے بہتر شرح آج تک شائع نہیں ہوئی از عبد الباری آسی۔ قیمت تین روپے محصول ڈاک ۸ر

صبح لطافت

مشہور مزاحیہ نویس ملا رموزی کی بہترین تصنیف اس کتاب کی شگفتگی اور روانی و بیری خود اسکے پڑھنے کی سفارش کرتی ہے قیمت عہ

افسانۂ ثریا

یہ کوئی ناول نہیں بلکہ ایسا واقعہ ہے جو درحقیقت رونما ہوا اور ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ

شادی

مزاج کی شگفتگی مضامین اور تحریر کی خوبیاں کو ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور مطالعہ کیجیے۔ قیمت عہ

موتی

دنیا بھر کے حکماء علماء اور اولیاء کرام کے گرانقدر زریں اقوال مجموعہ بصیرت افروز ملفوظات کا خزانہ۔ کاغذ اعلیٰ کتابت طباعت بہترین قیمت بارہ آنہ محصول

نقش چغتائی
یعنی
دیوان غالب مصور نیا ایڈیشن

ہندوستان کے الہامی شاعر مرزا غالب کے کلام میں جو سحر طرازیوں کے جتنے پہلو اور حسن و درد ماں کی جتنی تصویریں نظر آتی ہیں انہیں سمجھانے اور مبہوت کرنے کے لئے خود کافی ہیں لیکن دیوان غالب کے مصور ایڈیشنوں کو دیکھ کر دل ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور دل و دماغ پر نئے نئے نقوش مرتسم ہوتے ہیں اس سے پہلے "مرقع چغتائی" ہندوستان میں پوری پوری شہرت حاصل کر چکا ہے۔ حال میں ایک نیا مصور ایڈیشن "نقش چغتائی" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ آرٹسٹ چغتائی نے نئی نئی تصویریں شائع کی ہیں جو سلسل کئی سال کی محنت اور دماغ سوزی کا نتیجہ ہیں۔ بلاک کی بہترین چھپائی ہے سفید آرٹ چیپٹ کاغذ اور جلد اس کے علاوہ چند اور خصوصیات ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں قیمت صرف پانچ روپے ؎

در شہوار بیخود

یہ دہلی کے مشہور شاعر جناب سید حاجی وحید الدین صاحب بیخود جانشین داغ کا دوسرا دیوان ہے۔ صاحب موصوف جس شخصیت اور شہرت کے مالک ہیں اور ہندوستانی شعراء میں جو ان کا درجہ ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ اس دیوان کا ہر شعر دل میں اتر جانیوالا ایک نشتر ہے اور ہر مصرع شاعری کا دلکش اور صحیح ترین جذبات کا آئینہ دار ہے۔
قیمت صرف دو روپے علاوہ محصول۔

جانباز

محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کا بہترین معاشرتی افسانہ جو خاص طور پر پسند کیا جاتا ہے بہت سے معاشرتی مسائل اس کتاب میں حل کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی دلچسپی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ یہ افسانہ عورتوں کیلئے خاص طور پر پسند کیا جا رہا ہے ؎

لیلیٰ کے خطوط
مع
روزنامچہ

ملک کے مشہور ادیب قاضی عبدالغفار کا قابل قدر کارنامہ جس نے ہندوستان کے ادبی حلقوں میں ایک ہوم مچا رکھی ہے دونوں کتابیں فطرت انسانی کے دو مسلکوں کا عکس اور کتاب زندگی کے دو مختلف نقوش ہیں ایک غم نصیب عورت کی فریاد ہے اور دوسری عیش پرست مرد کی داستان ہے ایک میں عورت کے جذبات کو سمجھئے اور دوسری میں مرد کی فطرت کا مطالعہ کیجئے یہ دونوں چیزیں اردو ادبیات میں نیا اقدام ہیں جو کامیاب بھی ہے اور مفید بھی۔
قیمت صرف تین روپے آٹھ آنہ ؎

بچوں کا تحفہ

یہ تازہ بتازہ نو بنو کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی ہر دلعزیزی کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ پہلا ایڈیشن چھپتے ہی ختم ہوگیا۔ اب مزید ترمیم و اضافہ سے دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ اس ایڈیشن میں کئی خوبصورت تصاویر اور بڑھائی گئی ہیں۔ کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے اور ایک تجربہ کار ماہر تعلیم نے نہایت سلیس اور عام فہم اردو اور نیز آسان اور مترنم بحروں میں ابتدائی تعلیم کے مختلف مضامین پر قابل قدر کہی ہیں۔ کتاب کے دو حصے ہیں اور ہر ایک اپنی جگہ قابل قدر ہے قیمت ہر دو حصہ ؎

منظوم ترجمہ پارۂ الم

ایک کہنہ مشق فاضل نے حال ہی میں قرآن شریف کا منظوم ترجمہ شروع کیا ہے۔ پہلا حصہ پارۂ الم کی صورت میں شائع ہوگیا ہے۔ یہ اردو لٹریچر میں ایک بالکل نئی چیز ہے۔ اگر ہمت افزائی کی گئی تو بہت جلد یہ سلسلہ پورا ہو جائیگا۔ سفید کاغذ بہترین لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔ مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے قیمت ۸ر علاوہ محصول

سحر بنگال

ہندوستان کی مشہور افسانہ نویس خاتون محترمہ طاہرہ دیوی شیرازی کے بہترین افسانوں کا یہ بیش بہا مجموعہ حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ ہر افسانہ محبت اور رومان کی جیتی جاگتی تصویر اور نفسانی جذبات و احساسات کا رنگین مرقع ہے کتاب کا ہر صفحہ اور ہر صفحہ کی ہر سطر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کتابت طباعت بہترین خوشنما رنگین ٹائیٹل ساتھ ہی مصنفہ اور نیاز فتحپوری کے فوٹو بلاک قیمت صرف عـہ علاوہ محصول

عروس کابل

شاہ امان اللہ خاں اور ملکہ ثریا کے عشق کی داستان قیمت عـہ

غمناک داستان

شاہ امان اللہ خاں کے بے تخت و تاج ہونے کی داستان قیمت عـہ

انقلاب کابل

تاریخ کابل از ابتدا تا حادثہ قتل ... قابل دید ہے قیمت عـہ
سیر یورپ کنگ امان اللہ خان با تصویر مجلد
سیرۃ محمد علی با تصویر ...

نجم السحر

اس کتاب کے چند باب "ساقی" میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں اور بے حد پسند کئے گئے ہیں اب وہ پرچے دفتر "ساقی" میں فائل کے لئے بھی باقی نہیں ہیں شائقین کے اصرار سے پوری کتاب بصرف زر کثیر شائع کی گئی ہے اور ہاتھوں ہاتھ لی جا رہی ہے جن حضرات نے رائیڈر ہیگرڈ کی مشہور کتابیں "عذرا" (She) اور "عذرا کی واپسی" (Return of She) پڑھی ہیں جانتے ہیں کہ یہ مصنف قدیم سے قدیم تہذیب معاشرت کو صحت کے ساتھ پیش کرنے میں کس قدر مہارت رکھتا ہے۔ "نجم السحر" اسی مصنف کا شہ پارہ ہے جس میں اس نے مصر قدیم یعنی آج سے کم از کم پانچ ہزار سال پہلے کی ایسی عمدہ تصویر پیش کی ہے کہ اس زمانے کی ایک بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ کتابت و طباعت نہایت عمدہ۔ کاغذ سفید قسم اعلیٰ ضخامت بانگ درا (۴۳۸) صفحات قیمت ؎ علاوہ محصول۔

اتالیق نسواں

عورتوں کو علمی کام اور انتظام خانہ داری سکھانے اور بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانیوالی مشہور و معروف کتاب ایک شریف لڑکی جو کچھ ضروری جاننا چاہئے وہ سب اس کتاب میں ہے ۱۰ حصے ۱۲۰۰ صفحے مشاہیر قوم نے بے انتہا پسند کیا ہے۔
قیمت چار روپے آٹھ آنہ ؎

اقسام الطعام شاہجہانی

(معروف) بخوان نعمت کلاں جس میں تقریباً ... ترکیب ہندوستانی، انگریزی، ترکی، ایرانی کھانے مٹھائیاں مربے اچار چٹنیاں وغیرہ بنانے کی درج ہیں خاص مطبخ شاہجہانی دیگر بادشاہوں کے باورچیخانوں کے کھانوں کی ترکیب ہیں ان کے علاوہ اس کتاب میں طبابت یونان کے تیر بہدف مرکبات اور اصلی نسخہ جات درج کر دیئے ہیں۔ قیمت ؎

(ہر مطلوبہ کتب کا محصولڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا)

جوانی اور شادی کی مسرتیں حاصل کرنی ہوں تو

مندرجہ ذیل کتابیں پڑھئے۔ ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرتیں بھی ہیں عورتوں کے دلوں کو مسخر کرنیکی تدابیر بھی ہیں اور اس کے علاوہ صحت اور تندرستی کے قیام کے گر بھی ہیں جس کے پاس یہ کتابیں ہونگی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل کریگا۔

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جاتی ہیں شادی کے وقت عموماً دوستوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہے اگر آپ نے دوستوں کو ایسے موقعہ پر کوئی بہترین تحفہ دینا ہا ہتے ہیں تو صرف یہ کتاب دیجئے شب عروسی کی کتاب زندگی کا ہیلا ورق ہے [illegible] کی پہلی سیڑھی ہے اگر اس نازک مرحلہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائیگا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہوگا کہ انسان کی پوری مسرت ہمیشہ [illegible] قیمت ۸ جو اس کے [illegible] محصول ۵ر

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا وہ اب عام ہو گیا ہے جس میں شیخ نے لذت شباب کے سترہ عورت کو ایسا انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں عورتوں میں ہوتی ہیں شاید وہ اس کے پاسنگ بھی نہ ہوں۔ مصنف نے عورتوں کے رموز [illegible] لذت ہی لذت ہے [illegible] طرح مرد کی قوت جسمانی کو مزید طاقتور کرنے کیلئے نسخے لکھے اور ہزاروں گر بتلائے ہیں اس سلسلہ میں حکایات وصل بیان کی ہیں [illegible] لاکھوں مقویات ہیں [illegible] قیمت [illegible]

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفریں لذت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تم اس کے حسن و جمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو اولاد کی کثرت سے نہ صرف ملکہ حسن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے بلکہ غریب والدین کے لئے انکی پرورش سوہان روح ہوتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق و لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک نرالی حقیقت بے نقاب ہو جائیگی اور یقین کے ساتھ اولاد کی پیدائش تمہارے اختیار میں آجائیگی قیمت [illegible]

عورت باتصویر

پھولوں کی سیج پر حسن کی رعنائیاں دیکھنے سے پہلے مجسمہ ناز کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہو اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ یہ کتاب پڑھ لیں۔ اس کتاب میں یورپ امریکہ کی بہترین صنفی کتابوں کا عطر کھینچا گیا ہے عورت میں نسوانی زندگی کا مکمل فوٹو ہے۔ عورت کے پوشیدہ اعضائے جسم عورت کی فطرت عورت کی زینت عورت کے باغ حسن کی خوشہ چینی غرضیکہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی بھی پوشیدہ بات ایسی نہیں جو اس کتاب میں نہ ہو۔ سو سے قریب عکسی و قلمی تصویریں ہیں قیمت ۱۲ر محصول ۵ر

افشائے راز نہاں

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب ہے ایسی مجموعہ عجیب کیا آپ نے اس دلچسپ مضمون پر شاید کوئی کتاب سنی نہ ہوگی۔ اسمیں دو ہزار دوشیزہ کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کے حالات خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں امریکہ کی ایک مس عورت نے یک جا کرکے کتابی صورت میں پیش کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچادی۔ اب اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے خدا جانے کب تک یہ کتاب مطالعہ میں رہ سکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اس لئے جلد منگا لیجئے قیمت ۱۲ر محصول ۵ر

لذت شباب

شباب جاوداں کی جستجو ہے تو لذت شباب یعنی ایرانی کوک شاستر کا مطالعہ کیجئے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شباب کو کس مدت دراز تک کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں عورتوں کا تاثرات کیا ہیں حسن کی مہک سے کیونکر لطف اندوز ہونا چاہئے گلزار شباب کس طرح وقف خزاں ہوتا ہے شباب کی روٹھی ہوئی دیوی کس طرح منتی ہے عورت گر عورت سے اور مرد اگر مرد سے اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں لذت شباب کے حیات تازہ بخشنے کیلئے صدہا مجرب نسخے متعلقہ قیمت عہ

شب عروسی کے افسانے

یہ لذیذ کتاب ہے جو شب عروسی کے تمام لطائف کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوئی ہے کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب کیسی دلآویز ہوگی در حقیقت یہ ہے کہ عروس نوبہاری کی طرح یہ کتاب حسین پر لذت اور معطر جذبات کی آئینہ دار ہے شب عروسی کے متعدد افسانے ہیں اتنے ہی طریق پر اس زندگی کے سب بہترین چٹکلے مزے لوٹے گئے ہیں فقط باتیں یا حکایتیں ہی نہیں بلکہ ہر حکایت ایک نتیجہ خیز تصویر ہے جو آئندہ کے خطروں سے محفوظ رکھتا ہے قیمت عہ محصول ۵ر

لطف شباب

جو عربی زبان میں سلطان سلیم خان ترکی کیلئے لکھی گئی تھی۔ صدیوں سے نایاب تھی امراء رؤسا اسکو پڑھنے میں بخل کرتے تھے اور چونکہ عربی میں تھی اس لئے خاص ذی علم اصحاب ثروت و فضلا اطبا ہی اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس کا مطالعہ کمزوروں کے لئے اکسیر اور بے اولادوں کے لئے مژدہ اولاد ہے اور مقوی باہ مجرب نسخوں اور طلسموں کا نادر و نایاب مجموعہ ہے نسخے نہایت آسان جنکو آپ آزمائیں گے تو بہتر پائیں گے قیمت عہ

شباب کی آٹھ بہاریں

شباب کی راتیں جن کیفیتوں ولولوں اور جوش سے اپنا ختم کرتی ہیں ان پر مسرت ساعتوں میں جذبات جو دور کرتے ہیں بدلتے ہیں ان کی عکاسی اس کتاب میں بدرجہ اتم کی گئی ہے کتاب پڑھنے کے بعد تمام نقشہ آپ کی نگاہوں کے سامنے پھر جائیگا قیمت ہر محصول ۵ر

دلہنوں کی کانفرنس

سات دلہنوں کی شبہائے خلوت کی دلچسپ داستان سات دلہنیں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے واقعات شب عروسی صحیح صحیح لیکن شیریں الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑا اٹھاتی ہیں اور تعلیم حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک دلہن کی اپنی سرگذشت ہے قیمت عہ

[illegible]

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

آپکی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

اس لئے کہ آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے اور آداب سے ناواقف ہیں اگر آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے واقف ہو جائیں تو آپ کی دعا قبول ہوگی اور ضرور ہوگی۔ اس لئے کہ قرآنی دعائیں پڑھئے اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے کے بعد بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔ غریبوں کو افلاس سے نجات مل جاتی ہے مقروض قرضے سے سبکدوش ہوجاتے ہیں اور پریشانیاں دور ہوجاتی ہیں۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

آپ سے کون خفا ہے؟

کون ناراض ہے آپ سے؟ آپ کسے اپنا مطیع اپنا فریفتہ اپنا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں وہ کوئی عورت ہو یا مرد ہو کوئی بوڑھا ہو کوئی آقا ہو کوئی حاکم ہو آپکا مطیع و مسخر ہو سکتا ہے اگر آپ اس عجیب و غریب طلسمی کتاب عمل تسخیر کو ملاحظہ کریں اور اس کی ہدایتوں پر عمل فرمائیں ہر عمل کی ترکیب نہایت آسان ہے قیمت آٹھ آنہ ۸/

پندرہ منٹ میں شعر کہنا آتا ہے

اس کتاب میں یہ کمال ہے کہ کیسا ہی معمولی سمجھ اور معمولی لیاقت کا آدمی ہو لیکن پندرہ منٹ میں شاعر بن سکتا ہے اسمیں صرف میں چھوٹے چھوٹے لفظ تجویز کردیئے ہیں ان سے جس بحر کی چاہو تقطیع کرلو پس اگر آپ شاعر بننا چاہیں تو فن شاعری منگائیے۔ قیمت ۸/

جادو بیانی

موجودہ زمانہ میں انسان کی ترقی کیلئے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں گفتگو میں شائستگی اور تقاریر میں روانی بھی ہونی چاہیئے۔ یہ کتاب ایکو فی الحقیقت یا جادو بیان مقرر بنادیگی اور سامعین آپ کی ہمنوائی کا دم بھرنے لگیں گے اس کے مطالعہ کے بعد آپ بہترین مقرر بن سکتے ہیں۔ قیمت ۶/

تصویر خیال

عدم سے ہستی کی طرف سفر زندگی کی کشمکش دنیا کی نظر فریب دلچسپیاں موت کے بعد کی کیفیت دوزخ اعراف اور جنت کے موجودہ فلسفہ کے مطابق انکا دیکھنے ہوں تو تصویر خیال ملاحظہ فرمائیے قیمت صرف آٹھ آنہ ۸/

عملیات

اس وقت تک عملیات کو غیر مستند کتابوں نے بدنام کر رکھا تھا اس کتاب میں پانچسو سے زیادہ ایسے مستند اعمال اشغال و عملیات ہیں جو اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے زیر عمل رہے ہیں اسمیں فن کی حیثیت سے عمل پڑھنا نقش لکھنا وغیرہ درج ہیں ۸/

آپ کے فائدے کی بات

مختلف مقامات سے مختلف کتابیں طلب کرنے سے (خواہ آپ تاجر ہی کیوں نہ ہوں) آپ کو زائد محصول ڈاک ریل کا متحمل ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے آپ تمام کتابیں ہم سے طلب فرمایا کیجئے۔ تاکہ محصول ڈاک ریل میں کفایت ہو۔ دس روپے سے زائد یکمشت کتابیں طلب فرمانے پر ایک آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا بشرطیکہ آپ مبلغ دو روپے پیشگی ارسال فرمائیں اس کی فیس منی آرڈر کتب خانہ کے ذمہ ہوگی۔ جو وی پی کے ساتھ مجرا کردی جاے گی۔

اگر آپ

کوئی کتاب طبع کرانا چاہتے ہوں تو ہم سے معاملہ کریں۔ ہمارے ہاں ہر قسم کی طباعت اور کتابت کا معقول انتظام ہے تمام معاملات خط و کتابت سے طے کر سکتے ہیں۔

مہتمم کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

تذکرۃ اولیائے ہند اردو

کفرستان ہند میں سات سَو اولیائے ہند تو ایسے ہیں جن کا حال اس کتاب میں ہے۔ جس میں حالات و کرامات کے ساتھ اقوال الاولیاء کا وہ خزانہ بھی شامل ہے جو شاید کہیں اور نہ ملے۔ یہ کتاب اپنی جگہ خود صاحب تصرف ہے۔ کیونکہ ایک ہندو پریس نے اس کو پہلے پہل چھاپا اور اس کتاب کے ذریعہ مالامال ہوگیا۔ یہ کتاب مسلمانوں کے مطالعہ سے گذرے گی تو ان کے دل و دماغ معرفت الٰہی سے منور ہوں گے۔ قیمت چار روپے للعہ

بیویاں اور رانیاں

مسلمان شاہان ہند کی وہ نامور خواتین جن کا اعزاز اب تک تاریخ ہند میں ثبت ہے اس کتاب میں ہے۔ اُن شاہی بیگمات اور رانیوں کے حالات ہیں جو اپنی جگہ مخصوص شہرت کی مالک تھیں۔ ان میں حسین ترین حسین بھی ہیں اور شاعرہ ادیبہ بھی جری اور صف شکن بھی ہیں اور عصمت و عفت کی پیکر بھی اور وہ ماہ پارے بھی ہیں جن کی چاند سی صورتوں پر سلطنتیں اور رعایا بھی قربان ہوگئیں بڑی دلچسپ اور سرشار کتاب ہے اور مولانا شریف احمد صاحب کی بیش بہا تالیف ہے۔ قیمت ۱/ محصول ۶/

آسان مضمون نویسی

مدارس کے اساتذہ اور طلباء کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو اپنی تحریر میں زور پیدا کرنا چاہتے ہیں بہترین کتاب ہے اور اس قدر جلد مقبول ہوگئی کہ اب اس کے کامیاب ہونے کا شبہ نہیں رہا اس میں تحریر کے تمام پہلوؤں کو نمایاں کرکے مشاہیر اہل قلم کی تحریروں سے مطابق کیا ہے اور ابتدائی باتوں سے آخر تک تمام ضروری ہدایتوں کو قلمبند کیا ہے اور یقین ہے کہ اس کتاب کو ذہن نشین کرنے کے بعد آپ کی تحریریں وہ سب دلکشیاں پیدا ہو جائیگی جو مشاہیر انشاپردازوں میں ہیں قیمت ۸/

چار انقلابی

دور حاضرہ کا دلچسپ ترین جاسوسی ناول جس میں غیر معمولی دل و دماغ والا انسان ڈاکٹر نیلم ایشیا کی چار زبردست طاقتوں سے ٹکر لیتا ہے۔ مقابلہ کی دلچسپ روداد سے جو پلاٹ بنا ہے بس وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے زبان نہایت سادہ اور لوچدار مگر مکمل۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ علاوہ محصولڈاک۔

کتب خانہ علم وادب کی مقبول عام کتابیں

تصانیف مرزا عظیم بیگ چغتائی

- خانم للعہ
- کمزوری ؏
- کولتار ؏
- ومپائر ؏
- شریر بیوی عہ
- روح ظرافت عہ
- پھل بوٹ عہ
- روح لطافت عہ
- قرآن اور پردہ عہ
- حدیث اور پردہ عہ
- کھرپا بہادر عہ
- دیکھا جائیگا عہ
- خطوط کی ستم ظریفی ۱۲ر
- ملفوظات حاجی ۱۲ر
- جنت کا بھوت ۱۲ر
- چینی کی انگوٹھی ۸ر
- شہزوری عہ
- مرزا جنگی ٦ر
- تفویض ۵ر
- مقراض محبت ۵ر
- فرزند سرحد ۵ر
- قدردان ۵ر

نیاز فتحپوری

- خمرستان (ترجمہ تبسم) ؏
- نگارستان ؏
- گہوارۂ تمدن ؏
- شہاب کی سرگذشت عہ
- قربان گاہ حسن ۴ر

شاہد احمد بی اے

- سرگذشت عروس عہ
- پروین وثریا عہ
- نرگس جمال عہ

قاضی عبدالغفار

- لیلےٰ کے خطوط ؏

متفرق کتابیں

- شیطان کا چرخہ ۴ر
- چوبارہ درگرکٹ ۳ر
- سحر بنگال عہ
- ید قدرت ۵ر
- چار چاند ۸ر
- مہ جبین اندرا ۴ر
- اردو میں ڈرامہ نگاری ؏
- حسرت کے سنو شعر ۴ر
- جگر کے سنو شعر ۴ر
- جوش کے سنو شعر ۴ر
- غالب کے سنو شعر ۴ر
- میر کے سو شعر ۴ر
- یاد دبیر عہ
- کلید نو ترقی عہ
- موازنہ انیس و دبیر عہ
- اصغر کے سو شعر ۴ر
- خمخانہ جاوید سوم للعہ
- البیان للعہ
- مرقع رسول ٦ر
- عقائد الاسلام عہ
- اسلامی میاں بیوی ۱۲ر
- پیام خیام ؏
- اجتماع ضدین ٦ر
- اختر النسار ۴ر
- گلبدن بیگم ۸ر
- حیات سعدی عہ
- دیوان غالب ٦ر
- تفسیر حقانی کامل عہ
- انکشاف حقیقت ۴ر
- انتخاب کلام برقی عہ
- مقدمہ شعر وشاعری عہ
- عالم خیال عہ
- چار انقلابی عہ
- گفتار بیخود ؏
- فن تقریر ۸ر
- فن تحریر ۸ر
- اولاد کی تربیت عہ
- بیوی کے فرائض ۸ر
- فیضان قدسی ۸ر
- آمنہ کا لال عہ
- سیدہ کا لال عہ
- صالحات عہ

اُمّہاتُ الاُمّہ

شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد کی آخری تصنیف

یہ وہ کتاب ہے جس میں بانیٔ اسلام نے تعداد ازدواج کے سچے واقعات اور اصل وجوہ لکھ کر معترضین کے جواب دیئے گئے ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کی نسبت جو خیالات فاسد متعصب لوگوں کے دل میں جگہ پکڑ گئے ہیں اُن کو دور کرنے کے لئے حکیم اُمت فاضل مصنف نے یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے تاکہ معترضین تعداد ازدواج کی اصلیت کو چشم بصیرت سے دیکھیں اور لغو اور بیہودہ اعتراضوں سے زبان اور قلم کو روکیں۔ یہ وہی کتاب ہے جس کو سوختنی قرار دیکر مولانا مرحوم پر کفر کا فتویٰ ہوا تھا

قیمت دو روپے علاوہ محصولڈاک۔

مُلّا رموزی

- شادی ؏
- صبح لطافت ؏
- لاٹھی اور بھینس عہ
- شفاخانہ عہ
- دیوان ملا رموزی عہ

شوکت تھانوی

- موج تبسم ؏
- سیلاب تبسم ؏
- طوفان تبسم ؏

- جذبات بھاشا ۱۲ر
- ترغیبات جنسی ؏

مولوی عنایت اللہ بی اے

- نجم السحر ؏
- چنگیز خاں کی سوانح ۱۲ر

انصار ناصری

- سلمیٰ ۸ر
- نجمہ نوری ۱۲ر
- چندر موہنی عہ
- تعلیم زدہ بیوی ۸ر

- مجنوں کی ڈائری عہ
- عجیب عہ
- سیب کا درخت ۱۲

ایم اسلم

- مہدی کا... عہ
- ناظمہ کی آپ بیتی ؏
- نرگس ؏
- نغمۂ حیات عہ
- طلسم سامری عہ
- گناہ کی راتیں عہ

- دلی کا اجڑا ہوا لال قلعہ ۴ر
- خواب پریشاں ۴ر
- عشق کی قربانیاں ۴ر
- مغلوں کی آخری شمع عہ
- دلی کی آخری بہار عہ
- دلی کا آخری دیدار ۱۲ر
- تماشا تماشا ۴ر
- سات طلاقنوں کی کہانیاں ۴ر
- بیگموں کی چھیڑ چھاڑ ۴ر
- گمنام عورت کا خط ۴ر
- سوز جگر عہ

(ہر مطلوبہ کتب کا محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا)

انگریزی سکھانے والی بینظیر اور سستی کتابیں

مخزن الفوائد

اس میں اُردو نام و عبارت کو انگریزی میں لکھنے اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے انگریزی چٹھی لکھنے ہجے کرنے اور تلفظ کے قاعدے انگریزی بول چال کے تین سو فقرے ایک ہزار کے قریب اُردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور بہت سی حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے درج ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے بے پڑھا ایسا شخص جو انگریزی سے واقف نہیں ہے تھوڑے دنوں میں خاصی لیاقت حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت ۶ر علاوہ محصول

انگریزی اُردو خط و کتابت

ہر قسم کی چٹھیاں عرضیاں نوٹس و ہر قسم کی تحریروں کے قاعدے اور نمونے معہ ترجمہ اُردو۔ قیمت ۴ر

اُردو انگریزی ڈکشنری

سات ہزار پانسو ایسے اُردو لغت جو اکثر تحریر و تقریر میں آتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی اُردو خط میں ہیں ان کے آگے ان کی انگریزی انگریزی خط میں ہے قیمت ۷ر

انگریزی بولنا

تین ہزار بول چال کے فقرے معہ ترجمہ اور مخزن نصاب کے تمام اُردو جملوں کا ترجمہ

مخزن الحکایات

تین سو انگریزی کہانیاں معہ اُردو مع تلفظ درج ہیں۔ قیمت ۵ر

ہادی الترکیب

اس میں انگریزی ڈکٹیشن لکھنے انگریزی لفظوں کیلئے لفظوں کے صحیح ہجے اور تلفظ اور پارسنگ کے تمام قاعدے ابتدا سے انتہا تک بہت سہل انداز بیان سے سمجھائے گئے ہیں۔ قیمت ۶ر

انگریزی خوشنویسی

ار

ضمیمہ مخزن الفوائد

اس کتاب میں علاوہ ترجمہ کے ۲۸ قاعدے اور سمجھائے گئے ہیں اور ترجمہ کے واسطے ایک ہزار فقرے اور بہت سی عبارتیں درج کی گئی ہیں۔ قیمت ۶ر

خلاصۃ القواعد

مبتدی کو پارسنگ کرنا اور اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا خوبی سے بتایا گیا ہے قیمت ۵ر

مخزن المحاورات

اس میں ایک ہزار دو سو انگریزی محاورے چھ سو مثالیں معہ ترجمہ اُردو جدا انگریزی حروف اور تین چار ہزار کے قریب ایسے ناموں اور چیزوں کی انگریزی جن کا کام پڑتا ہے قیمت ۸ر

شرطیہ ڈھائی مہینہ میں انگریزی آجاتی ہے

اگر آپ پروفیسر صاحب کی انگلش ٹیچر کا ایک سبق روزانہ پڑھ لیں گے تو کبھی اُستاد کی ضرورت نہیں رہے گی صرف ایک گھنٹہ روزانہ کی محنت سے آپ بہتر سے بہتر انگریزی بول سکتے ہیں اور لکھ سکتے ہیں یہی وہ کتاب ہے جو دو سال میں تیس ہزار فروخت ہوگئی ضخامت ۳۰۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ محصول ۶ر

ملنے کا پتہ :- کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

نیو سیونل گرامر کا اُردو ترجمہ

پہلا جزو جس میں تمام گرامر اور تمام پارسنگ وغیرہ کا ترجمہ نہایت حسن خوبی کے ساتھ درج ہے قیمت ۵ر

نیو سیونل گرامر کا دوسرا جز

جس میں تمام سنٹکس کے قاعدے نوٹس مثالوں اور پارسنگ اور کلاز انالسس کے فقروں کا ترجمہ اور تمام کرکشن فقروں کو کرکشن یعنی صحیح کرکے بھی لکھا ہے قیمت

کامل القواعد

اس میں صرف و نحو کے تمام و کمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشا پردازی سے تعلق ہیں نہایت وضاحت سے درج ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی مستند انگریزی گرامروں کا لب لباب ہے۔ قیمت ۱۰ر

ضمیمہ مخزن المحاورات

اس کتاب میں مخزن المحاورات کے علاوہ ڈھائی ہزار محاورے اور آٹھ سو پریپوزیشنوں کے استعمال کے انگریزی فقرے معہ ترجمہ اُردو درج کئے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۶ر

تصانیف مولوی عبدالحلیم شرر

گروہ مشاہیر	۱۲ر
بیان سلف	۱۰ر
مقالات شرر	۱۲ر
سفرنامۂ ہستی	۱۲ر
اسلامی سوانح عمریاں	۱۲ر
یرق	۱۲ر
تذکرہ مشاہیر عالم کامل	۱۲ر
فلورا فلورنڈا	۱۲ر
ملک العزیز ورجنا	۸ر
حسن انجلینا	۸ر
منصور موہنا	۸ر
شہید وفا	۸ر
مخدرات مشاہیر عالم	۱۲ر
بدر النساء ۔۔۔ ۸ر دلکش	۱۲ر
حسن بن صباح	۲ر
فردوس بریں	۸ر
میوۂ تلخ	۸ر
دربار حرام پور	۱۲ر

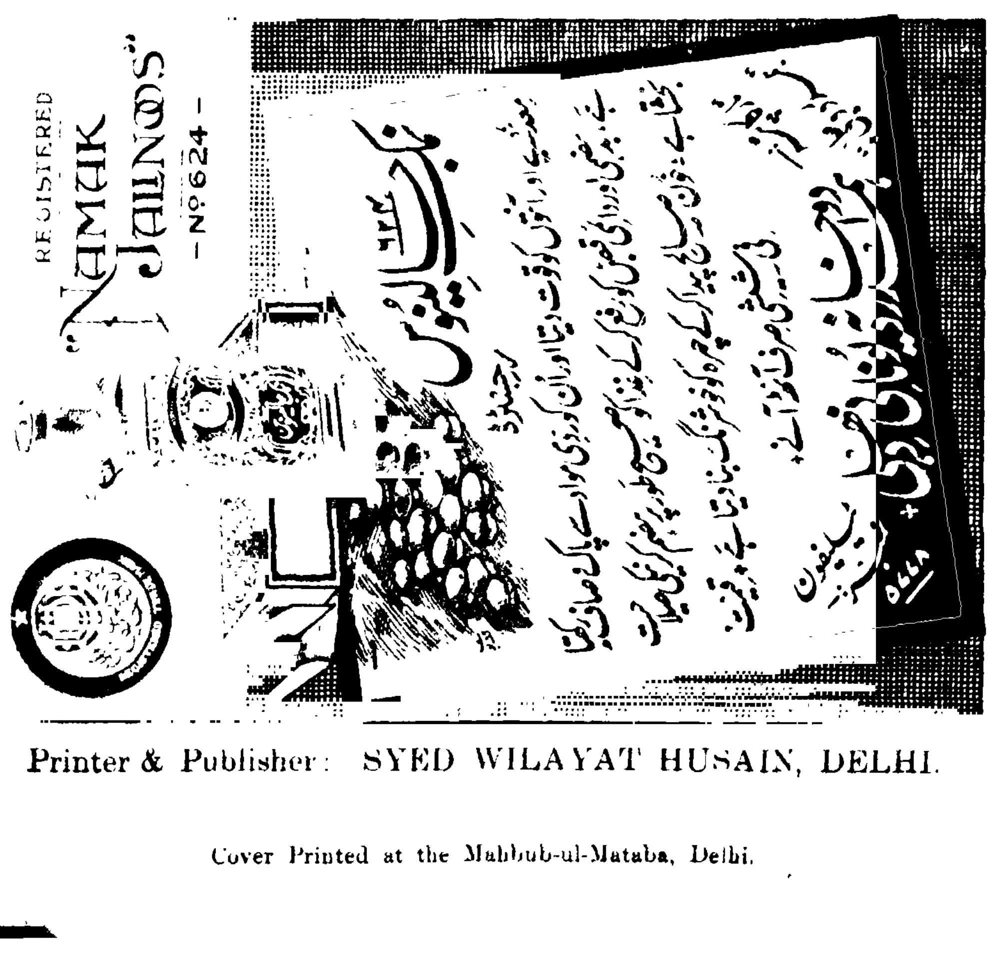
تصانیف مولٰنا شبلی نعمانی

الفاروق	۱۲ر
سیرۃ النعمان	۱۲ر
سفرنامہ روم و مصر و شام	۱۲ر
المامون	۱۲ر
سوانح عمری امام غزالی	۱۲ر
سوانح فیضی	۸ر
فردوسی	۶ر
نظامی گنجوی	۶ر
مقالات شبلی	۱۲ر
اورنگزیب پر ایک نظر	۸ر
حیات سعدی	۶ر
آغاز اسلام	۶ر
حیات حافظ	۶ر
حیات خسرو	۶ر
الکلام	۱۲ر
مجموعہ نظم شبلی	۸ر
سوانح مولٰنا روم	۱۲ر
شعر العجم کامل	۱۲ر

ملنے کا پتہ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

Reg. No. L. 3248.





Printer & Publisher: SYED WILAYAT HUSAIN, DELHI.

Cover Printed at the Mahbub-ul-Mataba, Delhi.

سالنامہ ۱۹۳۶

SHAH JAHAN DELHI

شاہجہان دہلی

کتبہ یوسف

ادبِ اردو کا ماہوار مصور صحیفہ



فی پرچہ
آٹھ آنے

ایڈیٹر: سید وصی اشرف دہلوی

سالانہ
ڈیڑھ روپے

"شاہجہاں" ہندوستان کے تمام ریلوے اسٹیشنوں پر بھی ملتا ہے۔

شاہجہاں بک ایجنسی دہلی سے ہندوستان کی تمام مشہور مصنفین کی کتابیں نیز جملہ داراؤں کی مطبوعات رعایت کے ساتھ مل سکتی ہیں۔

شاہجہاں دہلی

سالگرہ نمبر
جنوری ۱۹۳۶ء

چندہ سالانہ
بذریعہ منی آرڈر عہ؍
بذریعہ وی پی مع خرچ وی پی عہ؍
قیمت فی پرچہ ۱۰؍

جلد ۶ — نمبر ۱

فہرست مضامین

مطبوعہ ادریس المطابع دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشاہدات

خدا کا شکر ہے کہ شاہجہاں نے اپنی زندگی کے ڈھائی سال پورے کر لئے۔ اس عرصہ میں ہم سے جیسی کچھ بھی خدمتِ ادب ہو سکی اور مالی زیر باری کو بھی خندہ پیشانی برداشت کیا۔ اردو داں طبقے میں شاہجہاں وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یہی ہماری محنت کا کافی صلہ ہے۔ اس سال کیلئے ہمارے سامنے ایک نیا لائحہ عمل ہے جس کی ایک جھلک آپ سالنامہ کی صورت میں دیکھ رہے ہیں ۱۹۳۵ء کے علمی معاونین میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ کیسے کیسے مشہور انشا پرداز شامل تھے ۱۹۳۶ء کے لئے ہم نے ملک کے چند اور جلیل القدر ادیبوں سے مستقل اعانت کا وعدہ لے لیا ہے۔ ثبوت کیلئے آپ زیر نظر پرچے کی فہرست مضامین پر ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ حضرت ایم۔ اسلم اسلمہ ان مربیوں میں سے ہیں جو عمدہ مضمون سے ہمارے بیان کو مالا مال کرتے رہتے ہیں۔ شاہجہاں سے آپکو جو محبت ہے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ آپ نے مسلسل علالت کے باوجود اپنا مضمون عنایت فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب آپ روبصحت ہیں اور آئندہ بزم شاہجہاں میں اکثر شریک ہوتے رہیں گے۔ مصورِ ظرافت مرزا عظیم بیگ چغتائی بھی جب سے جودھپور میں مقیم ہوئے ہیں برابر بیمار چلے جاتے ہیں وکالت کی مصروفیات اور علالت کے ناگوار اثرات سے جب نجات ملتی ہے تو ایڈیٹروں کی فرمائشات پوری کرنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں تاہم آپ شاہجہاں کو بھولے نہیں ہیں اور کچھ نہ کچھ اس کیلئے لکھتے ہی رہتے ہیں۔ شاہد احمد صاحب ساقی کے بارِ ادارت کا عذر پیش کر کے لکھنے سے گریز کرتے ہیں مگر انہیں شاہجہاں کے لئے کچھ نہ کچھ لکھنے کے لئے وقت نکالنا ہی پڑتا ہے کیونکہ شاہجہاں کو انھوں ہی نے پروان چڑھایا ہے اور اب یہ پرچہ اُن کے ایک بھائی کا ہے۔ ملک کے مشہور فسانہ نگار مسٹر صادق الخیری بی۔ اے دلّی کے اُن جوان سال ادیبوں میں سے ہیں جن سے اہل دہلی کی بالخصوص اور اہل ہند کی بالعموم بہت سی خوشگوار توقعات وابستہ ہیں۔ یہ اپنے والد بزرگوار حضور علامہ راشد الخیری مدظلہ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور ان کی تحریر میں بھی حُسن و اثر کے وہی نقوش نظر آتے ہیں جو علامہ محترم کی ودیعتِ خاص ہے۔ شاہجہاں کو آپ کی لائق فخر قلمی اعانت حاصل ہے۔ مسٹر ظفر قریشی بی۔ اے فن ترجمہ کے ماہر ہیں۔ اچھے مضامین کا اچھا ترجمہ کرنا ہی آپ کا مقصدِ زندگی معلوم ہوتا ہے۔ غیر زبانوں کی خوبیوں کو اپنی زبان میں منتقل کرنا فی الحقیقت ایک ایسا احسان ہے جسے علم و ادب کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اس لئے ظفر صاحب کو ہم محسنین اردو میں شمار کرتے ہیں۔ شاہجہاں میں آپ کے ایک صفحہ کے افسانے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ آئندہ ہم آپ کے قیمتی تراجم شاہجہاں کے زیادہ صفحات پر پیش کریں گے۔ حضرت کوکب شاہجہانپوری کے کلام میں وہی خوبی جھلکتی ہے جو مرزا غالب کے کلام کی خصوصیت ہے۔ ہمیں اسکا فخر ہے کہ حضرت کوکب کی مستقل امداد شاہجہاں کو حاصل ہے۔ مسٹر جاذب دہلوی بی۔ اے کی جوشیلی شاعری کے چند نمونے آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ آئندہ آپ اُن کی ایسی انقلابی نظمیں بھی شاہجہاں میں دیکھیں گے جنہیں دیکھ کر آپ کے دل میں ایک جوشِ عمل اور اُبھرنے اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ ہمیں مسرت ہے کہ جاذب صاحب نے اپنے خزینۂ شعر کا وافر حصہ شاہجہاں کے لئے وقف کر دیا ہے۔ مسٹر صلاح الدین قریشی کی عربی و فارسی استعدادِ علمی لائق رشک ہے۔ آپ نے ان زبانوں کے جواہر ریزوں کو اردو میں پیش کرنے کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے جس کی چند کڑیاں شاہجہاں میں پیش کی جا چکی ہیں اور بعض نہایت اہم آئندہ پیش کی جائیں گی۔ مسٹر انصار ناصری بی۔ اے نے میٹرلنک کا ڈرامہ "اباس وملینہ" اس خوبی سے ترجمہ کیا کہ یہ اپنے ہی دیس کی ایک چیز بن گیا ہے۔ ہم انصار صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے آئندہ کیلئے بھی ایسی ہی بیش بہا چیزیں شاہجہاں کو عنایت کرنیکا وعدہ فرمایا ہے۔ جناب تمنائی اور جناب جمیل احمد کندھا پوری اُن نوجوانوں میں سے ہیں جو عمدہ تراجم سے زبان کو وسعت دیتے رہتے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے شاہجہاں کی خدمت جس محنت سے کی ہے اسکا شکریہ ہم کسی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ سالنامہ میں آپ کو چند نئے نام بھی نظر آئیں گے یہ وہ حضرات ہیں جو پہلی دفعہ بزم شاہجہاں میں آئے ہیں۔ قاضی عباس حسین صاحب حقیقت نگاری میں خاص ملکہ رکھتے ہیں اسی لئے انہیں "مصورِ حقیقت" کہا جاتا ہے۔ آپکے افسانوں کا مجموعہ "عروسِ ادب" کے نام سے زیر طبع ہے اور اسکے شائع ہونے پر آپ دیکھ لیں گے کہ افسانہ نگاری میں آپنے کسقدر دلکش اضافہ کیا ہے۔ دوسرا نام جمشیدہ شمیم صاحبہ کا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ علم و ادب میں ہماری خواتین بھی زیادہ حصہ لیں۔ شاہجہاں کے چند صفحے اسکے لئے وقف کئے جا سکتے ہیں "دامِ خیال" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں اچھے مضامین لکھنے کی کافی صلاحیت ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی ہم (بقیہ صفحہ ۶ پر دیکھو)

ارشادات

(از جناب سید وحید الدین بیخود دہلوی)

محبت غیر سے کیسی مجھے اپنی محبت ہے
کہ صورت آفریں سے ملتی جلتی میری صورت ہے

جہاں ہے شکر کا موقع وہاں اُلٹی شکایت ہے
یہ معشوقوں کی کیا عادت ہے کیسی یہ طبیعت ہے

لڑکپن ہے تو ہو ناز آفرینی اُس کی عادت ہے
ابھی تلوار کھنچتی ہے ابھی عُذرِ نزاکت ہے

جوانی ڈھل گئی زاہد کی پژمردہ طبیعت ہے
کہ پریوں سے اُنھیں نفرت ہے حُوروں سے محبت ہے

ترے بیخود کی شخصیت اِک دُنیا کو حیرت ہے
کہ اس دیوانگی پر آدمیت ہے مُروّت ہے

ہر اِک ذرہ کے لب پر ہے شکستِ دل کا افسانہ
تمھارے در پہ یہ ٹوٹی ہوئی سی کس کی تُربت ہے

سمجھتا ہی نہیں عاشق ترا دُنیا کی باتوں کو
کوئی کچھ پوچھے ہم سے ہم یہ کہتے ہیں محبت ہے

خدا نے خود غرض دُنیا میں ایسے بھی بنائے ہیں
اُنھیں ہم سے نہیں مطلب اُنھیں دل کی ضرورت ہے

بسر کرنا ہے مجھ کو ہجر میں صبحِ قیامت تک
کہاں تک دل کو سمجھاؤں ابھی تو شامِ فرقت ہے

جُدائی تیری، تیرا قُرب، ہیں دو مختلف چیزیں
کہ یہ نارِ جہنم ہے، تو وہ گلزارِ جنت ہے

ہوا کرتا ہے تیری یاد سے کمبخت دل غافل
الٰہی عیش کی راتوں میں یہ کیسی مصیبت ہے

وہ اپنی بزم کا ہنگامہ شاید اس کو سمجھا تھا
قیامت میں کہا گھبرا کے اُس نے یہ قیامت ہے

یہ پہلی رات تھی وعدہ کی جو گذری نہیں پوری
نظر کہتی ہے اُن کی آج ہی صبحِ قیامت ہے

مجھے اُن کا پتہ ملتا بھلا میری حقیقت کیا
وہ خود ہی دل میں آجاتے ہیں یہ اُنکی عنایت ہے

چلا ہے محتسب میخانہ سے اپنا سا مُنہ لے کر
نہ نکلا مے کا قطرہ بھی یہ بیخود کی کرامت ہے

طلسم محبت

(از حضرت ایم - اسلم)

ملک ملک کا رواج علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ کسی زمانے میں کوہستان ہمالیہ کے دامن میں ایک ایسی قوم آباد تھی جو اپنے مُردے ایک دن اور ایک رات گذر جانے کے بعد جلاتی۔ ان کا خیال تھا کہ اس عرصہ میں مرنے والے کی روح گناہوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ اُن میں سے جب کوئی مرجاتا تو یہ لوگ اُسے ایک چادر میں لپیٹ کر مرگھٹ میں چھوڑ آتے اور پروہت پاس بیٹھ کر منتر اور اشلوک پڑھتا رہتا پھر دوسرے روز اس کے وارث مذہبی رسوم کے ساتھ اُسے جلا دیتے۔

گاؤں میں سرودھنی کے حُسن وجمال کے بہت چرچے تھے اب وہ بیاہنے کے قابل ہو چکی تھی۔ سرودھنی کا باپ تو اُس کے ایام طفلی ہی میں مرچکا تھا۔ لیکن ماں زندہ تھی۔ اور ایک چچا تھا جس کا نام دیالہ تھا دیالہ نے دولت کی ہوس میں لچھمی کی پوجا کرتے کرتے بال سفید کئے تھے اور اب لچھمی سرودھنی کے روپ میں جلوہ نما ہو رہی تھی گاؤں کا پٹیل بڑا مالدار آدمی تھا۔ وہ رنڈوا تھا اور گو عمر کے لحاظ سے سرودھنی کے باپ سے بھی بڑا تھا لیکن سرودھنی کے لئے دیالہ کی نظر انتخاب پٹیل پر پڑ چکی تھی۔ دیالہ کے لئے دولہا کی عمر ایک دور از کار چیز تھی اس کی نگاہ تو اُس دولت پر تھی جو عام افواہ کے مطابق بوڑھے پٹیل نے دو گھڑوں میں بھر کر اپنے گھر میں دبا رکھی تھی۔

اُسی گاؤں میں شنکر نام ایک نوجوان بڑھئی بھی رہتا تھا۔ شنکر کی دوکان گھاٹ کے پاس تھی۔ سرودھنی صبح وشام گھاٹ پر پانی بھرنے آیا کرتی تھی۔ سرودھنی جب ایک گھڑا سر پر اور دوسرا کولے پر رکھے شباب کی مستیوں کے ساتھ جھومتی ہوئی گھاٹ پر آتی تو شنکر کام چھوڑ کر ہزاروں تمناؤں سے اُس کی طرف دیکھنے لگتا دونوں کی آنکھیں جو کبھی چار ہوئیں تو دونوں مسکرا دیتے۔ سچ ہے عشق والفت کے فتنے بھی آنکھیں ہی برپا کیا کرتی ہیں۔ پہلے تو محض دیدار بازی تھی پھر عشقبازی ہونے لگی اور پھر عشق کی پینگیں یہاں تک بڑھیں کہ دونوں میں شادی کے قول وقرار ہو گئے۔ لیکن دیالہ نے کسی سے صلاح مشورہ کئے بغیر پٹیل سے چار کٹورے بھر چاندی لے کر سرودھنی کو بیاہ دیا۔ نہ شنکر سے کچھ بن سکا اور نہ غریب سرودھنی لب فریاد وا کر سکی۔

جب کہار ڈولی اٹھا کر لائے تو پٹیل والیوں نے سرودھنی کو ڈولی سے اتارا اور ایک گھاٹ پر سرخ چادر ڈال کر بٹھا دیا۔ سرودھنی شادی کا لال جوڑا پہنے تھی۔ سسرال والیاں کچھ رسم ورسوم ادا کر رہی تھیں کہ اچانک سرودھنی کو غش آگیا۔ اور پیشتر اس کے کہ کوئی چارہ کار آئے دل کی حرکت بند ہو گئی۔ یہ خبر پاتے ہی سرودھنی کی سکھیاں جنھوں نے ابھی ابھی اُسے گلے لگا کر رخصت کیا تھا اُس کی ماں کے ساتھ روتی چلاتی آئیں اور عروسِ نو کو آغوشِ موت میں دیکھ کر سینہ کوبی کرنے لگیں۔ دوپہر ہوتے ہوتے لاش مرگھٹ پہونچا دی گئی۔ لیکن لوگ ابھی منتشر نہیں ہوئے تھے کہ شنکر بھی خبر پاکر وہاں پہونچا۔ اور لاش کے مُنہ سے کپڑا اُٹھا کر کچھ دیر سرودھنی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر ایک آہ بھر کر بولا۔

"سرودھنی! کیا یہی شرطِ وفا تھی۔ یہی قول واقرار تھے۔ . . ."

لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کچھ اور کہے لوگوں نے اُسے وہاں سے نکال دیا اور پروہت پاس بیٹھ کر منتر پڑھنے لگا۔

ایک سکوتِ شام پھر مرگھٹ کا سناٹا اور لاش کا ساتھ پروہت کے دل میں خود بخود کچھ ہول سا پیدا ہو رہا تھا۔ مطلع بالکل صاف تھا۔

اور نیلے نیلے آسمان پر کسی حسینہ کے آویزۂ گوش کی طرح ایک آدھ ستارہ بھی جھلکتا نظر آنے لگا تھا۔

پروہت سر جھکائے مالا پھیرتا جاتا تھا اور ہولے ہولے کچھ پڑھتا جاتا تھا اور گاہے اُس سکوت کو برہم کرنے کے لئے بلند آواز سے پڑھنے لگتا اور کبھی لاش کی طرف بھی دیکھ لیتا۔ اچانک اُسے سرودھنی کا سینہ کچھ حرکت کرتا معلوم ہوا۔ پروہت کے بدن میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لاش کی طرف دیکھنے لگا۔ سرودھنی جسے لوگ مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے ہلکے ہلکے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ پروہت خوف زدہ ہو کر لاش سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے دیکھتے دیکھتے سرودھنی نے آنکھیں کھول دیں اور پھر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پروہت نے دہشت سے ایک چیخ ماری اور گاؤں کی طرف بھاگ گیا۔

رات ہو چکی تھی آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ کچھ جھکڑ سا چلنے لگا تھا۔ پٹیل اپنی کوٹھری میں بیٹھا چار کٹورے بھر چاندی کے یوں ضائع جانے پر افسوس کر رہا تھا۔ پروہت دروازہ کھول کر اندر آیا اور پاس بیٹھ کر بولا۔

"توبہ ہے سرودھنی . . . !"

"ہاں!" پٹیل نے بات کاٹ کر کہا۔ "تھی تو بڑی خوبصورت"۔

"رام! رام!" پروہت نے پھر کہا۔ "ایسی لڑکی . . . . . !"

"لڑکی تو اور بھی مل جائے گی!" پٹیل نے پھر بات کاٹ کر کہا۔ "لیکن یہ مشکل ہی ہاتھ لگتی ہے۔ چار کٹورے بھر چاندی۔ رام جانے پھر کب اکھٹی ہو۔ خیر دیالہ کے پاؤں بارہ ہو گئے۔ لیکن کبھی میرے ہتھے بھی چڑھ گیا تو رتی نہ رکھوالوں تو پٹیل نہ جانیو۔"

ساتھ ہی باہر سے آواز آئی۔

"میں آجاؤں!" یہ سرودھنی کی آواز تھی۔ پروہت خوف سے کانپنے لگا۔

"کیوں کیا ہوا؟" پٹیل نے پوچھا۔

"سرودھنی کا بھوت باہر کھڑا ہے!" پٹیل نے خوف زدہ آواز میں کہا

"ارے رام!" پٹیل کے مُنہ سے نکلا۔ "تم نے پہلے کیوں نہ بتلایا؟" باہر سے آواز آئی۔

"دروازہ کھولو میں سرودھنی ہوں۔"

پروہت بولا۔ "جاؤ کرپا کرو اِس وقت۔"

"تم دروازہ کیوں نہیں کھولتے؟" سرودھنی نے باہر سے کہا۔

"میں بھیگ رہی ہوں!"

پروہت اور پٹیل بھوت سے نجات پانے کے لئے پیتل کے تھال زور زور سے بجانے لگے۔ سرودھنی یہاں سے مایوس ہو کر ماں کے گھر کی طرف چلی گئی

ہر دیالہ اور سرودھنی کی ماں کواڑ بند کئے بیٹھے تھے۔ ماں بیٹی کو یاد کر کے رو رہی تھی اور ہر دیالہ چار کٹورے بھر چاندی مل جانے پر دل میں خوش ہو رہا تھا۔

"ماں! دروازہ کھولو" اچانک باہر سے آواز آئی۔

"یہ تو سرودھنی کی آواز ہے!" ماں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دیالہ نے کھاٹ سے اُٹھ کر ذرا سا دروازہ کھولا اور جھانکنے لگا۔ لیکن سرودھنی کو دیکھتے ہی جلدی سے دروازہ بند کر لیا اور خوف سے کانپتے ہوئے بولا

"ارے رام! باہر تو سرودھنی کا بھوت کھڑا ہے!"

"ماں!" باہر سے پھر آواز آئی۔ "تم دروازہ کیوں نہیں کھولتیں میں بھیگ رہی ہوں!"

بیٹی کی آواز سن کر ماں اُٹھی لیکن دیالہ نے روک کر کہا

"رام کا نام لو! جانے اس لڑکی نے کیا پاپ کیا ہے جو اس کا بھوت مرگھٹ سے بھاگ آیا ہے!"

"تم مجھے دیکھنے تو دو!" سرودھنی کی ماں نے کہا۔ "جانے سرودھنی ہی ہو!"

"پگلی ہوئی ہو تم تو!" دیال بولا۔

"کبھی مرے ہوئے بھی جیا کرتے ہیں؟"

سرودھنی نے پھر آواز دی۔

"ماں! مجھے جاڑا لگ رہا ہے۔ دروازہ کیوں نہیں کھولتیں"

"شانتی کرو!" دیال بولا اور ساتھ ہی پیتل کا ایک تھال پکڑ کر زور زور سے بجانے لگا۔

سرودھنی باہر کھڑی بھیگ رہی تھی۔ اب کمزوری اور ناتوانی کے باعث چلنے کی بھی سکت نہ تھی۔ غریب حیران تھی کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اُس کی آواز سنتے ہی خاموش ہو جاتے ہیں۔ جب ماں کے دروازے سے بھی مایوس ہوئی تو گرتی پڑتی شنکر کی دوکان کی طرف ہولی۔ شنکر ابھی بیٹھا کام کر رہا تھا۔ کبھی جو سرودھنی کا خیال آتا تو بے اختیار اُس کے منہ سے نکل جاتا۔

"آہ سرودھنی! کیا یہی شرطِ وفا تھی!"

کبھی آہ بھر کر کہتا۔

"سچ ہے مایہ اور مفلسی کا کیا جوڑ"

"سرودھنی! پیتل کی چاندی نے تمہیں مجھ سے چھین لیا"

"اچھا سرودھنی! تو نہ سہی تیری یاد ہی سہی"

اچانک باہر سے آواز آئی۔

"شنکر دروازہ کھولو"

سرودھنی کی آواز سنتے ہی شنکر نے لپک کر دروازہ کھولا۔ سرودھنی دیوار کے ساتھ لگی کانپ رہی تھی۔

وہ اسے اندر لے آیا اور کھاٹ پر بٹھا کر اوپر کمبل ڈال دیا۔ پھر انگیٹھی میں آگ جلا کر کھاٹ کے پاس رکھ دی اور سر جھکا کر پاس بیٹھ گیا۔

محبت کا پجاری محبت کی دیوی
کے پاس خاموش بیٹھا تھا اور اس دیوتاؤں
کے دیوتا کا نام جپ رہا تھا جس نے
اُس کی فریاد کو
تاثیر بخشی تھی۔

مشاہدات

(صفحہ ۲ کا بقیہ) جمشید، شمیم صاحبہ اور دیگر خواتین کے مضامین پیش کر سکیں گے۔ سید ممتاز حسین صاحب اردو کے ان ادیبوں میں سے ہیں جو بہت اچھے مضامین لکھ سکتے ہیں مگر نہیں لکھتے۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ انہیں زبردستی مضمون نگار بنا دیا جائے تاکہ اردو کے اچھے لکھنے والوں میں (اُن کے خلاف مرضی ہی سہی) ایک اور کا اضافہ ہو جائے۔

تصاویر میں بھی اس سال ہم نے خاص اہتمام کیا ہے۔ ہر پرچے میں جس کی قیمت صرف دو آنے ہوتی ہے ایک رنگین تصویر بھی شامل ہوا کرے گی۔

اس سال ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ایک اور خاص نمبر جولائی میں شائع کریں گے جس کی ضخامت سالنامہ ہی کے برابر ہوگی اور اس کی قیمت بھی اتنی ہی ہوگی۔ یہ خاص نمبر بھی مستقل خریداروں کو مفت دیا جائے گا۔ اس لئے جو حضرات عہ سالانہ چندہ میں دو خاص نمبر بھی حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ وہ فوراً شاہجہاں کی مستقل خریداری قبول فرمائیں۔ آخیر میں ہم اپنے تمام کرم فرماؤں سے اپیل کرتے ہیں کہ شاہجہاں کی توسیع اشاعت کی طرف سے غافل نہ رہیں۔ جس قدر اسکا حلقۂ اشاعت وسیع ہوتا جائے گا اُسی قدر اس کی خوبیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

(سید محی اشرف دہلوی)

میری بقایا فیس

(از مصورِ ظرافت جناب مرزا عظیم بیگ چغتائی بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی)

(۱)

میرے سر میں درد تو تھا ہی۔ رومال کس کر باندھتے ہوئے میں نے کہا۔

"سُنتی ہو کچھ . . . . . وہ ہم ذرا سوئیں گے"۔

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"کوئی لاٹ صاحب بھی آئیں تو کہنا بھاگ جاؤ اور مت جگانا ہمیں"۔

خاموش

"ارے ہم بھی کچھ کہہ رہے ہیں"۔

"سُن لیا۔ سُن لیا۔ نہیں جگاؤں گی"۔

میں پڑ رہا۔ لیکن بہت جلد چند مکھیوں نے میری ناک میں لاتیں جھڑنا شروع کیں تو میں نے دُلائی اوڑھ لی، مشکل سے کوئی دس منٹ بھی نہیں گذرے ہوں گے کہ برابر کے کمرے سے خانم نے کہا "کیا سو گئے؟"

میں خاموش رہا تو وہ پھر بولی -

"میں نے کہا کیا سو رہے ہو؟"۔

میں نے جل کر کہا "اور نہیں تو کیا دوڑ رہے ہیں؟"

وہ بولی "اور جو کوئی مقدمہ والا آیا تو؟"

"اب سونے بھی دو گی؟" میں نے چیخ کر کہا۔

"میری بلا سے"۔ یہ کہکر بڑبڑانے لگی "میرا کیا ہے آپ جھک مار کر چلا جائے گا"۔

(۲)

کوئی آدھ گھنٹہ گذرا ہوگا کہ کچھ جاگتے کچھ سوتے میں نے سنا جیسے باتیں ہو رہی ہیں۔ سچ مچ کوئی مقدمہ والا آ گیا اور خانم اس سے کہہ رہی تھی کہ وکیل صاحب سو رہے ہیں اور احمد سے کہا کہ انھیں اوپر بٹھاؤ۔ میں نے پکار کر کہا "جاگ رہے ہیں انہیں اِدہر ہی بلا لو"۔

یہ ایک لالہ جی تھے، کوئی پچاس سال کی عمر، بانکی پگڑی باندھے کمرے میں آئے اور بولے ۔

"جے رام جی کی مہتا" (صاحب)

"جے رام جی کی" میں نے کہا "براجو مہتا" (تشریف رکھئے)

اِس کے بعد عاشق و معشوق میں راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں۔ لالہ صاحب نے بتایا کہ ان کے داماد نے اُن پر اور اُن کی بیوی یعنی اُن کی صاحبزادی پر "بابت دلایا نے حقوقِ زوجیت وغیرہ" کا دعویٰ کر دیا ہے۔ یعنی یہ کہ اس بات کا دعویٰ کہ حضرت اپنی لڑکی لائیے اور رخصت کیجئے کیونکہ وہ میری منکوحہ زوجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ داماد کا دعویٰ کس قدر حق بجانب تھا مگر لالہ صاحب چاہتے تھے کہ لڑکی کو رخصت نہ کریں بلکہ طلاق ہو جائے درحالیکہ ہندو رسم کے مطابق سات سال ہوئے پکا نکاح ہو چکا تھا اور طلاق کا ہندوؤں میں قانون ہی نہیں ہے۔ میں نے اُن کو اچھی طرح ہندو قانون کو سمجھا کر بتلایا کہ یہ بات تو ناممکن ہے تو اس کے جواب میں وہ بولے کہ صاحب یہ تو ہم بھی جانتے ہیں"۔

میں نے کہا "تو پھر آپ کا کیا مطلب ہے؟"۔

وہ بولے "صاحب ہم اپنی چھوری ہدا نہیں کرنا چاہتے"۔

"کیوں نہیں چاہتے؟" میں نے پوچھا "کیا داماد خراب ہے؟"

"داماد تو بڑا ہو گیا ہے"۔ لالہ صاحب نے اس طرح گردن ٹیڑھی کر کے کہا کہ جیسے ایک لفظ داماد کے خلاف سننے کے روادار نہیں۔

"پھر کیا معاملہ ہے؟"

"معاملہ یہ ہے کہ صاحب ہمارا سمدھی مونچھوں اینٹھتا ہے"

"ہائیں!" میں نے کہا" یہ معاملہ! تم سے اکڑتا ہے! تم سے اینٹھتا ہے"۔

"ہاں صاحب"۔ لالہ صاحب پھڑک کر بولے" وہ کہتا ہے کہ لڑکی ہم زبردستی بدا کرائیں گے"۔

"بدمعاش ہے اول نمبر کا!" میں نے کہا۔

وہ بولے" بڑا بدمعاش ہے"

میں نے لالہ صاحب کو مشورہ دیا کہ بہتر ہے کہ سمدھی کی مونچھ کا بل نکالا جائے۔ اُس کو پست کر دینا چاہیے۔ کمر توڑ دینا چاہئیے اُسے بھی پتہ چل جانا چاہیے کہ ہمارے لالہ صاحب معزز آدمی ہیں شاید اُسے شریفوں سے کبھی سابقہ نہیں پڑا اس نے سمجھا کیا ہے!

لالہ صاحب خوش ہو کر بولے کہ "صاحب ہمارا مقدمہ جو تم جیت لو تو ہم تمہیں خوش کر دیں"۔ جب ہم نے خوش کرنے کی تفسیر پوچھی تو معلوم ہوا کہ دو سو[۲۰۰] روپے دیں گے بشرطیکہ میاں بیوی میں طلاق ہو جائے میں نے اُس کا یہ جواب دیا کہ دو سو روپے بہت کم ہیں دراصل بہت زیادہ تھے، روپے آپ تین سو[۳۰۰] دیجئے۔ طلاق تو مشکل ہے لیکن شاید دعویٰ خارج ہو جائے۔

کچھ ردّ و قدح کے بعد لالہ صاحب راضی ہو گئے۔ سو[۱۰۰] ابھی ابھی دینے کا وعدہ کیا مگر دیئے صرف پچاس[۵۰] اور پچاس[۵۰] شام کو دینے کہے باقی دو سو میں سے سو روپے تو دو ایک پیشی کے بعد دینے کہے اور بقیہ سو روپے مقدمہ جیتنے کے بعد کا نذرانہ کہیئے یا انعام کہئے یا بخشش کہیے کچھ ہی کہہ لیجئے۔

شام کو لالہ صاحب نے بجائے بقیہ پچاس روپے بھیجنے کے صرف دس روپے بابت کرایہ بھیجے کیونکہ معضلات کی عدالت کا مقدمہ تھا کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے لے لئے اور وعدہ کر لیا کہ تاریخ مقدمہ پر ضرور پہنچ جاؤں گا۔

(۳)

تاریخ مقررہ پر صبح تڑکے میں پہونچا۔ سٹیشن پر استقبال کے لئے لالہ صاحب موجود تھے۔ قلی کے بجائے خود اسباب اٹھایا حالانکہ مالی حالت کے لحاظ سے مجھے قلی بنا سکتے تھے۔ باہر آیا تو سنتِ رسول کی ادائی کا سوال درپیش۔ یعنی اونٹ پر چڑھو۔ میں نے دل میں سوچا کہ اپنی پڑی پسلی توڑنے سے بہتر ہے کہ اپنا جوتا توڑوں۔ میل بھر سے بھی کم کا فاصلہ تھا۔ پیدل ہی چلا آیا۔

لالہ صاحب نے اپنے گھر میں لے جاکر ٹھہرایا۔ میں یہ دیکھ رہا تھا کہ در و دیوار پر اوندھی سیدھی تصویریں بنانے میں لالہ جی نے کتنا روپیہ ضائع کیا ہے کہ میرا چھبوری صاحبہ سے تعارف کرا دیا گیا۔ یعنی اصل مؤکلہ لڑکی سے۔ یہ کہکر کہ" صاحب وہ چھبوری یہ ہے"! چھبوری نہایت ہی سمجھدار۔ کوئی سولہ[۱۶] سال کی تھی۔ صورت شکل واجبی طور پر اچھی مگر ضرورت سے زیادہ بھولی اور سیدھی معلوم ہوتی تھی۔ مگر تمیز دار بیحد تھی کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد جو میرے لئے چائے لائی تو تھالی میں لائی۔ میں نے چائے نوش کی اور تھوڑی دیر تک منبت کاری پر غور کرنے لگا۔

اب مقدمہ کی پیشی کا وقت آیا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ مقدمہ تو میں نے لے لیا ہے بھلا اس کو لڑوں گا کیسے۔ آخر کیا عذر کروں گا۔ جوان لڑکی اور بیاہتا! بھلا کیا عذر چل سکتا ہے۔ مگر وکیل پھر وکیل ہے۔ ذرا جو غور کیا تو سمجھ میں آ گیا معاملہ۔ ایک سرے سے منکر ہو جائیں گے کہ مدعی بدمعاش ہے۔ لڑکی سے شادی ہی نہیں ہوئی بالکل غلط ہے۔ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔ بارِ ثبوت خواہ مخواہ مدعی پر رہ جائے گا۔ جب تک یہ بات ثابت ہو شادی ہو چکی ہے، کافی عرصہ لگ جائے گا۔ گواہ آئیں گے اُن سے اوندھی سیدھی اور طول طویل جرحیں کریں گے۔ خواہ مخواہ کے عذر اٹھائیں گے درمیانی اپیلیں بات بات پر (اسکی فیس الگ ہوتی ہے) چیف کورٹ لے جائیں گے۔ پھر جب

دیکھیں گے کہ اب بھی کچھ نہیں چلتی تو لڑکی کی عمر کا سوال پیش کرنے کے لئے سرے سے پھر جھگڑا کھڑا کر دیں گے اور ڈبل فیس لالہ صاحب سے لیں گے اور پھر اگر اس دوران میں کوئی عیاری چل گئی تو کسی قانونی پوائنٹ پر عجب نہیں دعویٰ خارج کرا دیں۔ غرض وکالت کے لحاظ سے مقدمہ بالکل ٹھیک تھا۔

پہلی ہی پیشی پر عجب معاملہ پیش آیا۔ ایک پرانے زمانہ کا قلعہ ہے اس کے اندر کچہری ہے۔ لالہ صاحب پان لینے میرے لئے بازار میں رہ گئے اور میں پہلے پہونچ گیا۔ عدالت کے باہر ایک صاحب سے "جے رام جی" ہوئی، اور اس کے بعد انہوں نے مجھ سے میری تعریف پوچھی تو میں نے بتایا کہ "میں وکیل ہوں"۔ انھوں نے خوش ہو کر کہا کہ "ہم اپنے مقدمہ میں تمہیں وکیل کرنا چاہتے ہیں"۔ لیکن بات جو کی تو معلوم ہوا کہ یہ تو غنیم ہے لہٰذا مجھے بتانا پڑا کہ "میں تمہارے خلاف ہوں اور تمہارا مقدمہ نہیں لے سکتا"۔

اب یہ بات جو انہوں نے سنی تو نیا قصہ چھیڑ دیا۔ اپنے لڑکے یعنی ہمارے لالہ صاحب کے داماد کو بلایا اور مجھے دکھایا کہ اس کو غور سے دیکھوں کہ کتنا اچھا اور ہونہار واقع ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر بنائے مخاصمت بتائی کہ کس طرح ساڑھے تین ہزار کا زیور چڑھاوے کا ہضم کر لیا ہے اور سات برس ہوئے شادی کو مگر زیور کی وجہ سے ہزار ہزار خوشامد۔ پھر بھی لڑکی کو رخصت نہیں کرتے۔ یہ تمام باتیں بتا کر انھوں نے کہا مجھ سے کہ میں راضی نامہ کرا دوں۔

اب خود سوچئے کہ میں بھلا راضی نامہ کیونکر کرا دیتا۔ میری تمام کی تمام تو فیس بقایا تھی۔ اتنے میں ہمارے موکل صاحب یعنی ہمارے لالہ جی تشریف لے آئے اور ان سے میں نے خود اُن ہی کے پاجی پن کی تصدیق کی۔ صرف تین چار مرتبہ لڑکی کو اُس کے گھر بھیجا تھا اور اب تو بالکل ہی بھیجنا نہیں چاہتے تھے۔ یہ موذی پن نہیں تو اور کیا تھا۔ مگر آپ خود غور فرمائیں کہ ایک وکیل کو بھلا اس سے کیا بحث کہ میرا موکل حق بجانب ہے یا فریق ثانی۔ راضی نامہ کے بارے میں ہمارے لالہ صاحب بولے کہ مر جاؤں گا مگر راضی نامہ نہ کروں گا۔ ہم نے بھی کہا "ڈٹے رہو میرے شیر۔ شاباش ہے۔ مقدمہ اسی استقلال سے لڑا جاتا ہے"۔

اسی طرح دو ایک پیشیاں ہوئیں۔ میرے روپے بھی وصول ہوئے اس دوران میں مقدمہ کے لئے میں نے ضروری سمجھا کہ لالہ جی کے داماد اپنی مدعی کا ایک خاص شخص اور ایک گواہ کے ساتھ سازش کرتے ہوئے فوٹو لیا جاوے تاکہ جرح میں کام آئے۔ اگلی پیشی پر ایک درجن پلیٹیں اپنے کیمرہ کی لالہ جی کے خرچ پر لیتا آیا اور لگے ہاتھوں ملاکے گھر کی تصویریں لیں۔ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے وہ تصویر جو لالہ جی کی زوجہ محترمہ یعنی للائن صاحبہ نے کھچوائی۔ اس تصویر میں اُن کا مُنہ وغیرہ کچھ نہیں آیا کیونکہ اُن کی لڑکی تو نہیں لیکن وہ خود بچہ سے سخت خطرناک قسم کا گھونگھٹ کرتی تھیں اور یہ گھونگھٹ تصویر کھچوانے وقت اور بھی انھوں نے زیادہ کر لیا تھا۔ جب میں نے لالہ جی سے کہا کہ اُن کا مُنہ کھلواؤ تاکہ تصویر لی جا سکے تو انھوں نے کہا کہ گو کہ تصویر کھنچی جانا از حد اور اشد ضروری ہے کیونکہ خود للائن صاحبہ کی فرمائش ہے لیکن مُنہ نہیں کھولا جا سکتا انھوں نے کہا ان کی تصویر ایسے ہی لیلو تصویر میں مُنہ کی مطلق ضرورت نہیں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

اب تیسری پیشی کے بعد کا معاملہ سنئے۔ ایک روز میں گھر پر بیٹھا ہوا تھا کہ فریقِ مخالف یعنی خود داماد ہمارے لالہ صاحب کا آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص میرا جان پہچان تھا۔ اب ان حضرت نے تجویز پیش کی کہ میں اُن سے رشوت لے کر مقدمہ بگاڑ دوں یعنی دیدہ و دانستہ ہار جاؤں۔ عیار سے عیار وکیل اس ذلت کا مشکل ہی سے روادار ہوتا ہے۔ تا وقتیکہ یہ طے نہ کر لے کہ آئندہ مجھے وکالت نہیں کرنا ہے۔ کیونکہ بات چھپی نہیں رہتی۔ لہٰذا میں نے بڑی سختی سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ کہہ دیا کہ میں حتیٰ الامکان ایڑی چوٹی کا زور تمہارے خلاف لگاؤں گا

جب میں نے اپنے اصول سے ذرہ بھر جنبش نہ کی تو ان حضرت نے مجھے معاشرتی منطق سے قائل کرنا چاہا اور یہاں میں نے کمزوری دکھائی کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ میں ایک شوہر کو اُس کی بیوی سے علیحدہ رکھنے کی انتہائی کوشش کر رہا ہوں - بالخصوص جبکہ ان نوجوان لالہ صاحب نے یہ ظاہر کیا کہ "میری بیوی مجھ سے راضی ہے اور خود میرے پاس آنا چاہتی ہے مگر اُس کا باپ نہیں آنے دیتا" جب میں نے شبہ ظاہر کیا تو اُس نے مجھ سے کہا "آپ خود لڑکی سے پوچھ لیجئے گا" پھر اس کے بعد ان حضرت نے مختصر طور پر اپنی داستانِ عشق بھی سنائی اور بتایا کہ کس طرح اُن کو اپنی زوجہ محترمہ سے عشقِ صادق ہے اور اگر وہ مقدمہ ہار گئے تو اپنی جانِ حزیں کھو بیٹھیں گے - اُن کو اپنی وائف بیحد پسند تھی - میں بہت متاثر ہوا - بعد میں نے ان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا مگر ساتھ ہی صاف جواب دے کر یہ بھی کہدیا کہ مجبوری ہے مقدمہ اُن کے خلاف لڑنے میں مجھ سے کسی قسم کی کوتاہی کی توقع نہ رکھیں - یہ نوجوان لالہ بیچارہ مایوس ہو کر چلا گیا - خانم نے جو یہ حال سنا تو اُس کا دل پسیج گیا مگر وکیل کی بیوی پھر وکیل کی بیوی ہوتی ہے - اِس سے آگے اُس کے بس کی بھی کوئی بات نہیں

اِس کے کچھ روز بعد وہ پھر میرے پاس آیا - اُسی آدمی کے ساتھ اور مجھ سے کہنے لگا کہ اب میں جان پر کھیل جاؤں گا اور مجھے نوٹس دیا کہ تلوار چلے گی - پہلے تو میں یہ سمجھا کہ شاید مجھ سے تلوار چلانے کا ارادہ ہے لیکن بہت جلد معلوم ہوا کہ اصل مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کو یہ لالہ صاحب تلوار کے زور سے لیجانے کا قصد کر رہے ہیں بشرطیکہ میں اس کا مخالف نہ ہوں - میں نے جو یہ سنا تو میں نے کہدیا کہ بھیّا تو جان اور تیرا کام - کل کا جاتا آج تلوار لے کر پہونچ اپنی سسرال اور پکڑ لا اپنی جورو کو - میرا تو فائدہ ہی ہے - ایک اور مقدمہ فوجداری کھڑا ہو جائے گا - اِس پر وہ ہنسنے لگا اور میرے پیر چھونے لگا - پہلے تو میں مطلب نہ سمجھا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اگلی پیشی پر لالہ صاحب میرے ساتھ مع لڑکی کے صدر آنے کا ارادہ کر رہے ہیں تاکہ لڑکی کی نابالغی کا ڈاکٹری سرٹیفکٹ لیں اور حکامِ بالا سے بھی عذر و معذرت کریں جیساکہ میں اُنہیں مشورہ دے آیا تھا - چنانچہ اب ارادہ اُس کا یہ تھا کہ تلوار کے زور سے وہ اپنی بیوی کو اُس کے باپ سے چھین لے جائے گا اور چونکہ میں بھی ساتھ ہوں گا لہٰذا میری اجازت ضروری ہے -

میں نے یہ سن کر اُس سے کہا کہ بھیّا تو ٹھہرا جنگجو بنیا اور میں ایک بزدل مرزا - پہلے تو تلوار نیزہ جو جی چاہے چلانا میں ہرگز ہرگز نہ لڑوں گا - میں نے عدالت میں پیروی کرنے کا اور لڑنے کا ذمہ لیا ہے نہ کہ اس طرح سر پھٹول کرنے کا -

قصہ مختصر مجھ سے رازداری اور مزاحمت نہ کرنے کا وعدہ لے کر وہ چلا گیا - میں دل میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے - یہ تو طے تھا کہ اگر وہ زبردستی لڑکی کو جھپٹ کر لے جائے تو مجھے ہرگز مزاحمت نہ کرنی چاہئے تاکہ میرا سر وَر نہ پھوٹ جائے بلکہ یہ نرالا تماشہ دیکھنے کا خود متمنی تھا - لیکن اب سوال یہ تھا کہ آیا اس بات سے مجھے اپنے موکل کو بھی آگاہ کر دینا چاہئے یا نہیں - باوجود اُس سے رازداری کا وعدہ کر لینے کے میں نے بہت غور کیا پھر خانم سے صلاح جو لی تو وہ کہنے لگی کہ تم لڑکی سے پہلے پوچھ کر دیکھ لو اگر وہ اپنے میاں سے رضامند ہو اور اُس کے پاس جانا چاہتی ہو تب تو کچھ مت بولو اور چپ رہو لیکن اگر وہ خود رضامند نہ ہو تو اپنے لالہ جی سے کہدو - خانم دراصل عقلمند ہے - مجھے یہ رائے بیحد پسند آئی اُس کی -

---

اگلی پیشی پر جو میں گیا تو مدعی غیر حاضر تھا اور وکیل مخالف نے بیماری کا عذر کر کے پیشی کی تاریخ آگے لے لی سبھی حرجانہ دیدیا - دوپہر کو مجھے موقعہ ملا اور میں نے لالہ جی سے کہا کہ تم اپنی لڑکی سے یہ باتیں یا تو خود معلوم کر لو اور یا لڑکی کی ماں سے کہو کہ وہ پوچھ کر لڑکی سے معلوم کرے اور پھر اس کو کہے کہ ایسا نہیں بلکہ عدالت میں ایسا بیان دینا - لالہ صاحب خود بیٹی سے بھلا اس قسم کی باتیں کیسے

پوچھنے ۔ ماں نے پوچھیں مگر اس بیڈھنگے پن سے کہ بیکار ۔ وکیل سے اور ڈاکٹر سے بھلا پردہ یا شرم کاہے کی ۔ لہذا لازمی طور پر وکیل اور موکلہ میں راز کی باتیں ہوئیں ۔

میں نے بجائے مقدمے کی باتیں پوچھنے کے اُس سے یہ پوچھا کہ تو اپنے میاں کو پسند کرتی ہے یا نہیں اور اس کے پاس جانا چاہتی ہے یا نہیں ۔ یہ سنکر اُس غریب نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموش ہوگئی مگر اُس کی خاموشی ہزار جواب دے رہی تھی ۔ میں نے اُس کے میاں کی تصویر دکھا کر اُسے شناخت کرایا اُس سے اور بھی حالِ دل معلوم ہوگیا ۔ اُس کے بعد میں نے اُسے دھمکی دی کہ اگر جواب نہ دیگی تو تیرا "چھڑا یا" یعنی طلاق کرا دوں گا ورنہ بول جلدی ۔ کرا دوں طلاق یا نہیں ۔ اُس نے اُس طرف دیکھا جس طرف اُس کا باپ بیٹھا تھا اور یہ دیکھکر کہ وہ نہیں دیکھتا ہے سر ہلا کر نفی میں جواب دیدیا ۔ یعنی یہ کہ اُس کو اُس کے میاں سے نہ چھڑایا جائے ۔ اِس کے بعد میں نے اُس سے یہ پوچھا کہ اب یہ بتا کہ اپنے میاں کے گھر جانا چاہتی ہے یا نہیں تو وہ پھر خاموش ہوگئی ۔ میں نے کئی دفعہ پوچھا مگر وہ نہیں بولی میں نے اُسے یقین دلایا کہ کسی سے نہیں کہوں گا ۔ مگر تب بھی نہ بولی ۔ اُس کے بعد میں نے اسی سوال کو دوسری طرح پوچھا ۔ وہ اس طرح کہ میں نے اُس سے پوچھا کہ تو یہ بتا کہ تیرا میاں تجھے گھر لے جا کر مارے گا یا نہیں مارے گا تو اُس نے سر ہلا کر جواب دیا ۔ یعنی نہیں مارے گا ۔ یہ باتیں پوچھکر میں نے طے کرلیا کہ اب میں بھی کچھ نہ بولوں گا اگر اسکا میاں اس کو پکڑلے جائے تو بہتر ہے ۔

شام کو لالہ جی سے میں نے روپے اور لئے ۔ بہت تھوڑے کرکرکے وہ دے رہے تھے ۔ میرے پاس ڈیڑھ سو روپے پہونچ گئے اور اب پچاس بقایا رہ گئے ۔ علاوہ سو روپے کی رقم کے جو مقدمہ جیتنے یعنی مدعی کا دعویٰ خارج کرا دینے کی صورت میں لالہ صاحب نے دینے کو کہا تھا ۔

شام کے کوئی پانچ بجے میں اسٹیشن پہونچ گیا اور لالہ جی اپنی لڑکی کو لئے گرانٹ پر اسٹیشن پہونچے ریل کی پٹری کے اُس طرف ہمارا علاقہ ہے اور جدھر اسٹیشن ہے وہ ریاست بیکانیر کا علاقہ ہے گاڑی رات کے نو بجے جاتی تھی لیکن ہم اسٹیشن جلدی آگئے تھے کیونکہ جانے والے روز میں اسٹیشن پر کھانا کھاتا تھا اور میرے لئے خاص قسم کی پوریاں اور مٹھائی یہاں تیار ہوتی تھی ۔ گویا دعوت رہتی تھی ۔ اسٹیشن کے سامنے ہی کوئی تیس قدم پر ایک نہایت ہی خوبصورت اور عالیشان دھرم شالہ ہے اُس کے برآمدہ میں چارپائی ڈالدی گئی اور میں بیٹھ گیا ۔ لڑکی کو لالہ صاحب نے برآمدہ کے کھمبے کے پاس بٹھا دیا اور حلوائی کی دوکان پر جا کر میری فرمائش کے مطابق طرح طرح کے نمکین اور میٹھے کھانوں کا آرڈر دے دیا ۔ اتنی مقدار میں کہ میں کھاؤں اور گھر لیتا جاؤں ۔ لالہ جی ہنس کر کہتے تھے کہ "صاحب بائی جی (خانم) کے لئے ضرور لیتے جانا" حالانکہ خانم سے ایک ہی دفعہ ملاقات ہوئی تھی اُن کی لیکن اس کے اخلاق کے قائل ہوگئے تھے اور اسی وجہ سے خانم کے لئے خاص طور پر ہر دفعہ پکوان میرے ساتھ کردیتے تھے

کوئی گھنٹہ بھر گذرا ہوگا لالہ صاحب حلوائی کے پاس بیٹھے تھے اور میں ٹہل رہا تھا ۔ مجھے لالہ جی کے داماد کا خیال بھی نہ تھا کہ ٹہلتے ٹہلتے میں نے دیکھا کہ پان والے کی دوکان کی آڑ سے (جو دھرم شالہ کے انتہائی نکڑ پر تھی) لالہ جی کے داماد کا سر نکلا ۔ اُس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ سے اشارہ کیا اور میں ٹہلتا ہوا پہونچا اُدھر ۔ بس میں کیا عرض کروں کہ میں نے کیا دیکھا ۔

نہایت ہی پاکیزہ کپڑے پہنے ایک سفید دھوتی اور اُس پر ایک ریشمی کوٹ پہنے اور بانکی رنگ برنگی پگڑی باندھے ۔ کمر میں تلوار لگائے ۔ کانوں میں سچے موتیوں کے بندے تھے ہی ۔ یہ سج دھج اور اُس پر بے طرح پان کھائے اور ماتھے پر زعفران کا ٹیکہ لگائے تھے ۔ بس مجھے دیکھتے ہی جیسے کھل گئے ۔ ہاتھ جوڑ جوڑ کر ہنس ہنس کر پیروں کی طرف خوشامدانہ انداز سے جھکے جارہے ہیں ۔ مجھے اُن کے دلربا

انداز سپاہیانہ دیکھ کر ہنسی آئی اور میں نے ارادہ پوچھا۔ جواب میں تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر گویا ہمت کی تصویر میرے سامنے پیش کر دی۔ میں نے جواب میں کہا کہ ابے کیوں تیری شامت آئی ہے لالہ جی ہیں اور میں ہوں دونوں مل کر وہ جوتا کاری کریں گے کہ یہاں سے باہر ہوش میں آ اور ادھر اُدھر نہ دیکھ۔ میں چونکہ یہ ہنس کر کہہ رہا تھا لہذا یہ نوجوان لالہ اور بھی اس مذاق پر کھل گئے اور جواب میں اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر بتایا کہ چاہے گردن اڑ جائے اب تو جو کر لیا ارادہ سو کر لیا۔

اس کے بعد مجھ سے کہنے لگا کہ میری سانڈنی بھی آپ نے دیکھی بتایا کہ وہ سامنے بیٹھی ہے جہاں اُس کی بیوی بیٹھی تھی یعنی برآمدہ میں اسی کے سامنے دو تین اونٹ بیٹھے تھے اور اُن ہی اونٹوں کے پاس اُس کی سواری کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ کہنے لگا کہ ہوا کی طرح تیز ہے۔

میں نے پھر ہنستے ہنستے ڈانٹ کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تیری شامت آئی ہے اور تو ... کے پیچھے آج جوتے بری طرح کھائیگا اس کے جواب میں کہنے لگا کہ "لالہ جی ٹکٹ لینے کب جائیں گے؟" مطلب یہ کہ وہ اس کا منتظر تھا کہ ادھر لالہ جی ہٹیں اور میں اپنی بیوی کو جھپٹ لے جاؤں۔

میں اُدھر سے آیا تو لالہ جی ٹکٹ لینے جانے کو ہوئے میں نے سوچا کہ گڑبڑ میں میری دعوت کہیں نہ رہ جائے لہذا میں نے کہا کہ مجھے کھلا کر جاؤ۔ لالہ جی نے کہا بہتر ہے اور پوریاں اور مٹھائی وغیرہ مجھے کھلائیں اور خاتم کے لئے ناشتہ دان میں بھر دیں اور اب چلے وہ اسٹیشن۔ وہ اُدھر اسٹیشن گئے اور ادھر میں نے لڑکی سے کہا کہ تیرا (دینی رمیاں) آگیا ہے تجھے پکڑنے۔ خبردار جو لوگی۔ خوب شور مچائیو۔ اُس نے ہنس کر گردن ہلائی اور یقین نہ کیا۔ میں برآمدہ سے جو اترا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نوجوان لالہ آرہے ہیں۔ میں بہت گھبرایا کہ میری موجودگی میں یہ ہرگز نہ ہونا چاہئے ابھی وہ فاصلہ ہی پر تھا کہ لپک کر میں بھی لڑکی کو چھوڑ کر اسٹیشن پر پہونچا اور ادھر وہ عاشق زار اپنی بیوی کی طرف لپکا۔

میں اسٹیشن کے گیٹ میں کھڑا تھا جہاں ٹکٹ جمع کئے جاتے ہیں سامنے سے لالہ جی آہستہ آہستہ ٹکٹ لئے آرہے تھے اور بائیں طرف میرے سامنے اُن کا داماد اپنی بیوی کو لینے جھپٹا آرہا تھا میں نے دل میں سوچا کہ اگر لالہ صاحب نے سب کچھ اپنی آنکھ سے نہ دیکھا تو کوئی لطف ہی نہ رہے گا لہذا اُدھر وہ اپنی بیوی کے پاس پہونچا ہے اور ادھر میں نے گھبرا کر لالہ صاحب سے کہا کہ "ارے وہ دیکھو غضب ہوگیا!" ادھر لالہ صاحب نے دیکھا ہے اور ادھر لڑکی چیخی ہی رہی اور اُس کے نوجوان اور جانباز شوہر نے لپک کر اُسے پکڑ کر سانڈنی کے اگلے آسن پر ڈالا ہی ہے کہ ہم دونوں غل مچا کر دوڑے "لینا پکڑنا" کہکر ہم دوڑے مگر بیوی کو تو اپنی وہ بٹھا ہی چکا تھا خود بھی جھٹ سے بیٹھ کر مہار اچھ پر کھوی! آج کی طرح وہ اپنی سمسکتا کو صبا رفتار سانڈنی پر لے کر اڑا ہے تو میں اگر برق رفتاری دکھاتا رہ گیا تو لالہ صاحب نے مع اپنی بھدی چال کے صبا رفتاری دکھائی۔ مگر توبہ کیجئے۔ وہاں بھلا سوائے "لینا پکڑنا دوڑنا" کے اور دھرا ہی کیا تھا۔ لالہ جی اتنا دوڑے جتنا کسی مہاجن کو دوڑنے کا حق نہیں حاصل ہے سانس پھولی ہوئی "ہہن ہہن" کر رہے تھے۔ جب تک لوگوں کو سمجھا سکیں کہ داماد لڑکی کو پکڑے گیا اور جب تک کرایہ کا اونٹ کریں۔ داماد اور لڑکی ہوا ہو چکے تھے لڑکی کا جوتا اور داماد کی پگڑی البتہ ہتھے چڑھی جو جلدی میں کسی طرح گر گئی تھی۔ جو لوگ بھی غل غپاڑہ سن کر ہمدردی کرنے اور پکڑنے آئے تھے انھیں جو معلوم ہوا کہ داماد لڑکی کو پکڑ لے گیا تو اُن کی نالائقی تو ملاحظہ ہو کہ ہنسنے لگے اور دو ایک تو بولے کہ بہت اچھا ہوا۔

اب لالہ صاحب مجھ سے فرمائش کرتے ہیں کہ اونٹ پر بیٹھ کر اُس کا تعاقب کیا جائے اور میں بھی ساتھ چلوں۔ میں نے لالہ صاحب سے کہہ دیا کہ حضرت یہ میرا کام نہیں۔ اور پھر واقعہ ہے ریاست بیکانیر کی سرحد کا میں ویسے بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ پھر میں نے یہ بھی کہا کہ اُس کا

تعاقب بیکار ہے۔ اُس کی سانڈنی چیختی بلبلاتی ہوائی طرح گئی ہے۔ تمہیں گرد تک نہ ملے گی۔ مگر لالہ صاحب کو لمحہ لمحہ بھاری تھا۔ اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ بیان سے باہر۔ ایک مریل اونٹ کرکے چلے ٹخ ٹخ کرتے تعاقب میں۔ میں نے بہت روکا مگر وہ نہ مانے اور چل دیئے

اب میری حماقت ملاحظہ ہو۔ ٹکٹ تینوں کے تینوں لالہ صاحب اپنے ساتھ ہی لئے چلے گئے۔ اُن کے تو اوسان خطا تھے مگر میری بد حواسی کہ میں نے بھی نہ مانگے مجبوراً جیب سے دام خرچ کرکے اپنی پاس سے ٹکٹ لینا پڑا۔

چوتھے روز لالہ صاحب کا خط آیا۔ مفصل لکھا تھا کہ غنیم کا تعاقب بے سود ثابت ہوا اگرچہ دنہ ملی داماد کی۔ مجبوراً قریب کے تھانے پر پہونچے۔ دو روپیہ تھانہ کے منشی کو نذرانہ دیا اور رپٹ جو لکھائی تو حماقت ملاحظہ ہو کہ یہی لکھائی کہ داماد لڑکی کو لے گیا۔ پولیس والوں نے روپے کے روپے لے لئے اور لالہ جی سے کہا کہ ہوا کیا ہے اچھا ہوا لے گیا۔ خوب ہوا۔ اور یہ کہکر اور مذاق اڑایا۔ مجھے یہ لکھا تھا کہ فوراً فوجداری مقدمہ کی تیاری کروں۔ مُنہ مانگی فیس کا وعدہ تھا۔ میں کیا کرتا سوائے کفِ افسوس ملنے پر۔ اول تو علاقۂ غیر کا معاملہ اور پھر اس کے علاوہ کوئی جرم ہی نہ بنتا تھا۔ آخر کون جرم کیا اُس نے اپنی منکوحہ بیوی ہی کو لے گیا۔

میں نے جواب میں مجبوری ظاہر کی۔ اُن کی حماقت پر لعنت ملامت کی۔ بتایا کہ تمہیں یہ رپٹ لکھانا چاہیئے تھی کہ کوئی غیر شخص لڑکی کو پکڑ لے گیا۔ اب ایک رپٹ درج ہوگئی لہذا اب دوسری اس مضمون کی لکھی نہیں جاسکتی۔ ساتھ ہی میں نے اپنے بقیہ پچاس روپوں کا بھی تقاضا کردیا کہ جلد باقی فیس بذریعہ منی آرڈر بھیجو۔ بلکہ یہ رعایت کی کہ یہ کہدیا کہ منی آرڈر فیس اُنہی روپوں میں سے کاٹ لینا۔ یہ خاص رعایت کی مگر ستم ملاحظہ ہو کہ اس خط کا جواب ہی ندارد۔ اگلی پیشی سے دو دن پہلے تار آیا کہ پہونچو۔

میں پہونچا۔ سب سے پہلے تو کرایہ وغیرہ وصول کیا۔ اس کے بعد لالہ صاحب سے اپنی بقایا فیس مانگی۔ انھوں نے کہا کہ شام کو دینگے مقدمہ کی پیشی ہوئی۔ مدعی مع وکیل غیر حاضر۔ بس یہ کیا تھا۔ فوراً میں نے عدالت سے درخواست کرکے عدم پیروی میں دعویٰ مدعی مع خرچہ خارج کراکر اپنے لالہ صاحب کے حق میں ڈگری حاصل کی اور وہیں میں نے لالہ صاحب سے کہا کہ "لیجئے صاحب مبارک ہو۔ مقدمہ جیت گئے۔ دلوایئے باقی فیس اور نذرانہ"۔

لالہ صاحب سمجھے کہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ لڑکی واپس دلائی جائیگی خوش ہوگئے اور کہنے لگے کہ "پھر لڑکی کے بارہ میں بھی تو حکم لے لو"۔ میں نے کہا کہ "لالہ صاحب۔ لڑکی وڑکی کا جھگڑا تو ہم جانتے ہیں نہیں ہم نے مقدمہ جیت لیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام"۔ یہ تفصیل سنکر لالہ صاحب تو بکھر گئے۔ عدالت کے آگے رونے پیٹنے لگے۔ بھلا کیا عدالت کرسکتی اور کیا میں۔ ذرا غور تو فرمایئے کہ کس طرح محنت سے میں نے وہ مقدمہ جیتا جو کسی وکیل کے بس کا نہ تھا اور لالہ صاحب بگڑ رہے ہیں کہ مقدمہ بگڑ گیا اور فیس کاہے کی۔

میں نے لالہ سے کہا کہ ڈیڑھ سو روپے قاعدے سے ہوئے تم پچاس ہی دیدو۔ مگر وہ تو بے ایمانی پر تُل آئے اور کوڑی نہ دی۔ پہلے کو میں نے کرایہ وغیرہ سب پیشگی لے لیا تھا۔ بار بار یہی کہتے تھے کہ فوجداری مقدمہ چلا دو اور میں اس امر پر زور دیتا تھا کہ بقایا ادا کرنا اس معاملہ میں آپ کے لئے بہترین صورت ہے۔ لیکن وہ ایک نہ سنتے تھے دیکھا آپ نے کس طرح ہم معصوم وکیلوں کا حق المحنت لوگ مار لیتے ہیں۔ نہ دینا تھا نہ دیا اُس لالہ نے۔

گھر پر آئے تو خانم نے کہا کہ "مقدمہ میں کیا ہوا"۔
ہم نے اپنی وکالت کی قابلیت جتانے کو واقعہ بیان کیا کہ جیت گئے ہم اس پر اُس نے جیبوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ "اور بقایا؟"۔ . . .
لاؤ ڈیڑھ سو روپے اور؟" میں نے اس کے جواب میں سب واقعہ بتایا

اِس کا جواب مجھے یہ ملا کہ ساری غلطی میری ہے۔ جب مقدمہ جیت گیا میں تو مجھے اُس سے وصول کرنا تھا۔ بلکہ کہدیا گیا مجھ سے کہ یہ رقم ہرگز ہرگز نہیں چھوڑی جاسکتی اور وصول کرنا پڑے گی۔ میں نے وعدہ کیا کہ انتہائی کوشش کروں گا۔ چنانچہ ایک روز دوا لکھا لالہ کو کہ فیس لاؤ باقی۔

اِس کے آٹھ دس روز بعد خانم نے ایک اور خط لکھوایا۔ اُسکے کوئی ہفتہ بھر بعد ایک دوسرے مقدمہ میں اُسی جگہ جانا پڑا۔ میں لالہ صاحب ہی کے یہاں ٹھیرا۔ میں اپنی فیس کا بقایا مانگ رہا تھا اور اُدھر لالائن رو رہی تھیں کہ میری جھوری جاتی رہی۔

میں نے لالہ صاحب کو طرح طرح سے سمجھایا کہ "بھتیا لالہ تو میری فیس کا بقایا دیدے۔ سَو روپے نذرانہ کے میں نے چھوڑے مگر پچاس روپے تو دیدے۔" مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

پر چہ ڈگری انھوں نے حاصل کیا تھا۔ ڈگری میں بھلا کیا رکھا تھا۔ صرف خرچے کے روپے کی ڈگری ملی تھی۔ وہی پندرہ بیس روپے کہنے لگے کہ "اس کی میں اجراء کراؤں گا داماد کے خلاف اور قرقی کراؤنگا اُس کی۔" میں نے کہا کہ "یہ خیال آپ کا بہترین ہے ضرور اس نالائق کے ساتھ یہی کارروائی ہونی چاہیئے۔" اِس پر وہ کہنے لگے کہ "تم سے کرائیں گے یہ کام۔ بولو فیس کیا لوگے؟" میں نے کہا کہ "اب میرا اور آپکا واحد معاملہ ٹھیرا۔ اب بھلا آپ سے میں کیا لوں اس معاملہ کا۔ میں کچھ نہ لوں گا اس چھوٹے سے کام کا۔ بس آپ تو بقایا صاف کر دیجئے۔" بہت کچھ میں نے یگانگت ظاہر کی۔ دھمکایا بھی۔ مگر توبہ کیجئے۔ وہ بھلا کیوں دیتا۔

ناکام جو پہونچا تو خانم نے اور میری بیٹی کسی۔ کہنے لگی کہ "یہ رقم تو میں چھوڑ ہی نہیں سکتی۔" میں نے لاکھ سمجھایا کہ نیک بخت اب وہ ہرگز ہرگز نہ دیگا ہر طرح سمجھایا مگر اس نے کہا کہ "میں ہرگز ہرگز نہیں چھوڑ سکتی۔ تمہیں وصول کرنا پڑے گا۔"

اِس کے بعد میں پھر گیا۔ چلتے وقت خانم نے کہدیا تھا کہ "اگر بقایا لے کر نہ آئے تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔" انتہائی کوشش کا مجھ سے قسم لے کر وعدہ لیا تھا۔ میں گیا اور میں نے لالہ سے کہا کہ "برادرم تم میرا بقایا دیدو کیوں میری جان تم نے آفت میں ڈالوا رکھی ہے۔" لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ میں بجد ہم بھی ہوا مگر اُس نے نہ دیا۔ اُس کو واسطے دلائے بہت سے۔ خدا کے غضب سے ڈرایا۔ طرح طرح کی قسمیں دلائیں مگر وہ ظالم نہ پسیجا۔ تنگ آکر میں نے کہا کہ "ارے موذی لالہ یہ تجھے کیا ہوگیا ہے اور کیوں تونے میری جان آفت میں ڈال رکھی ہے پچاس روپے کے پیچھے تونے میرا فضیحتا کرا رکھا ہے۔" مگر سب بے سود۔

گھر بڑا کام آیا اور خانم نے کہا "تمھیں بھی قسم ہے کہ مت کرو کوشش اس وصولی کی اور میں نے بھی یہ رقم تم سے نہ وصول کرائی ہو تو میرا ذمہ۔"

اب میں کیا کہتا بھلا اس احمق بیوی سے۔ جس طرح بن پڑا سمجھایا میں نے اسے ناقابلِ وصول کہتا تھا اور یہ سنتے ہی وہ بگڑ کھڑی ہوتی تھی کہتی تھی کہ "ناقابلِ وصول میں مان لوں گی اسے تو تم اور بھی کوشش نہ کروگے۔"

اس رقم کو رجسٹر فیس کے بقایا کے خانہ میں ڈال دیا گیا تھا اور چپ کانوں اُسے رہنے دیا۔ کوئی دو ڈیڑھ مہینے بعد میں رجسٹر لے کر درست کرنے بیٹھا اور میری جو کمبختی آئی تو میں نے اُسے ناقابلِ وصول تو لکھی ہی۔ کاٹ دیا سُرخی سے۔ اور نوٹ لکھدیا کہ ناقابلِ وصول۔ وہ کون منحوس گھڑی تھی جو میں نے ایسا کیا۔ میرے اوپر کس طرح اِس سلسلے میں مصیبت نازل ہوئی ہے

عروسِ خواب

(از جناب شاہد احمد بی۔اے (آنرز) دہلوی۔ ایڈیٹر ساقی۔ دہلی)

برادر تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میں نے بھی کسی سے محبت کی ہے یا نہیں؟۔ ہاں میں نے محبت کی ہے میری داستانِ محبت عجیب و غریب اور وحشتناک ہے۔ اس چھیاسٹھ سال کے عرصۂ حیات میں مجھے اپنے حافظہ میں اُس واقعہ کی خاکستر کو کُریدتے ہوئے ہمیشہ خوف آیا۔

تم سے میں کسی بات میں انکار نہیں کرسکتا۔ ایک ایسے شخص سے جس کا دل تم سے کم سخت ہو میں اپنی داستان کبھی بیان ہی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ باتیں اس قدر عجیب و غریب ہیں کہ خود مجھے یقین نہیں آتا کہ ایسے واقعات میری زندگی میں پیش آئے۔ تین سال تک میں ابلیس کے فریب میں مبتلا ہو کر بیوقوف بنتا رہا۔ تین سال تک میں دن کو ایک گرجہ کا پادری تھا اور رات کو خوابوں میں (خدا کرے کہ وہ خواب ہی ہوں) میں دُنیاداروں کی سی زندگی گذارتا تھا۔ ایک روحِ آوارہ!

ایک عورت کے چہرے کو صرف ایک بار نرم دلی سے دیکھ لینے کی وجہ سے میری روح داغدار ہوگئی۔ لیکن بالآخر خدا کی مہربانی اور اپنے سرپرست ولی کی امداد سے میں اس لائق ہوسکا کہ اس خبیث روح سے چھٹکارا پالوں جس نے مجھ پر قبضہ کرلیا تھا۔

میں دوہری زندگی گذار رہا تھا۔ رات کو کچھ اور دن کو کچھ۔ دن بھر تو میں ایک مقدس پادری ہوتا تھا، نماز دُعا اور متبرک کاموں میں مصروف۔ مگر جب میں سونے کے لئے اپنی آنکھیں بند کرلیتا تھا تو میں ایک نوخیز سورما بن جاتا تھا، عورتوں کا عاشق، گھوڑوں اور کتوں کا شائق، شرابی، جواری، کفر کی باتیں کرنے والا۔ اور جب میں صبح کو بیدار ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ میں نے خواب میں یہی دیکھا ہے کہ میں ایک پادری ہوں۔ اس خوابوں کے زمانے کی چند باتیں اب بھی مجھے یاد ہیں اور یہ باتیں ایسی ہیں کہ کسی طرح میرے حافظہ سے نہیں نکلتیں۔ میں نے گرجہ کی چار دیواری سے گویا ہر قدم کبھی نہیں نکالا تاہم جو کوئی بھی میری باتیں سُنیگا یہی سمجھیگا کہ میں نے پہلے تو مکروہاتِ دُنیا میں زندگی گذاری اور پھر تارک الدنیا بن گیا تاکہ مذہب کی گود میں مروں اور خدائے بزرگ کے جوارِ عاطفت میں اپنے آخری دن پورے کروں حالانکہ میں ایک ایسا پادری ہوں جس نے ایک فراموش شدہ کلیسا میں ساری عمر کاٹی اور وہیں بوڑھا ہوگیا۔ دور جنگل میں، دُنیا کی چیزوں سے بہت دور۔

ہاں میں نے محبت کی ہے، اور اس طرح کہ شاید ہی کسی اِنسان نے کی ہو، وحشیانہ محبت، خوفناک محبت، اور پھر اسقدر شدید کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ میرا دل پھٹ کیوں نہیں گیا۔ آہ! وہ راتیں جنہیں سالہا سال بیت گئے! بچپن ہی سے میرے دل میں پادری بننے کی آرزو تھی۔ میرے تمام علوم کا یہی مرکز تھا اور چوبیس سال کی عمر تک میری تربیت گویا اسی کے لئے ہوئی۔ جب علمِ دین کی میں نے تکمیل کرلی تو میں نے چھوٹے مراتب طے کرلئے اور آخرکار مقدس ہفتے کے اختتام پر میرا تقرر بحیثیت پادری کے ہونا طے پایا۔

میں نے دُنیا کے کسی کام میں حصہ نہیں لیا تھا۔ میری دُنیا تو میرا کالج تھا۔ کچھ یونہی سا مجھے اس کا علم تھا کہ دُنیا میں عورتوں کا بھی وجود ہے لیکن عورتوں کے متعلق میں نے کبھی سوچا ہی نہیں، میرا دل بالکل صاف تھا۔ اپنی بوڑھی اور نحیف ماں کو بھی میں سال میں دو دفعہ دیکھتا تھا۔ دُنیا میں میرا اور کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔

پادری بننے کا عہد کرتے ہوئے تو مجھے کچھ افسوس ہوا اور نہ تأمل بلکہ میں تو مارے خوشی کے بے چین تھا کہ دیکھئے وہ گھڑی کب آتی ہے کہ مجھے پادری بنایا جائے گا۔ شاید کسی جوان دولہا نے بھی اپنی شادی کی

گھڑیاں اسقدر بے چینی سے گذری ہوں گی۔ سونے میں خواب دیکھا کرتا تھا کہ دعا خوانی کر رہا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ شہر تعریف کام یہ ہے کہ انسان پادری بن جائے اور اس کے آگے میں شاعر یا بادشاہ کی دولت کو بھی ہیچ سمجھتا تھا۔ پادری ہونا! اس سے زیادہ اور کیا آرزو ہوسکتی ہے!

یہ سب کچھ میں تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تم یہ دیکھ لو کہ جو کچھ مجھ پر گذری میں اُس کا ذرہ برابر مستحق نہیں تھا۔ تاکہ تم سمجھ سکو کہ میں جس فریب میں مبتلا ہوگیا تھا وہ میرے لئے کسقدر ناقابل تفہیم تھا۔

وہ پرشکوہ دن آگیا جس دن میں پادری بنایا جانے والا تھا اور میں گرجہ کی جانب اس طرح چلا جیسے میرے پر لگ گئے ہوں یا میں ہوا پر چل رہا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا میں فرشتہ بن رہا ہوں اور اپنے ساتھیوں کے اُترے ہوئے اور متفکر چہروں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

رات میں نے دعا خوانی میں گذاری تھی۔ وفور مسرت سے مجھے سکتہ سا ہو رہا تھا۔ بڑا پادری جو ایک لائق تعظیم ضعیف آدمی تھا۔ میری نظروں میں اسوقت ایک دیوتا بن گیا تھا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گرجہ کی محرابوں کے پیچھے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

تم تو جانتے ہی ہو کہ پادری بناتے وقت کیا کیا رسوم ادا کی جاتی ہیں ان کی تفصیل تم سے بیان کرنی بیکار ہے۔ مگر آہ! جوب کا مقولہ کس قدر صحیح ہے کہ وہ بیوقوف ہے کہ جو اپنی آنکھوں کے ساتھ عہد و پیمان نہ کرے! میں نے اتفاقاً اپنا سر اُٹھایا اور میں نے اپنے سامنے اُسے دیکھا، اسقدر قریب کہ اگر چاہوں تو ہاتھ بڑھا کر اُسے چھولوں، گو فی الحقیقت وہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر تھی۔ کٹہرے کی دوسری طرف ایک جوان عورت کھڑی تھی۔ لباس شاہانہ تھا اور اُس کا حسن لاثانی تھا۔

ایسا معلوم ہوا کہ میری آنکھوں کے آگے سے پردے ہٹ گئے اور میری کیفیت بالکل ایسی ہوگئی جیسے کسی اندھے کو ایکدم سے نظر آنے لگے۔ بڑا پادری جو ایک لمحہ پہلے مجھے اسقدر شاندار نظر آرہا تھا۔ اب اُس کی شان و شوکت جاتی رہی تھی۔ سارے گرجہ میں تاریکی سی پھیل گئی، اور موم بتیاں طلائی شمعدانوں میں اس طرح مدھم پڑگئیں جیسے صبح کے وقت ستارے ماند ہو جاتے ہیں۔

اس تاریکی میں وہ حسینہ اس طرح جگمگا رہی تھی جیسے کوئی فردوسی شے ہو، اور فوارۂ نور کی طرح چاروں طرف روشنی بکھیر رہی ہو۔ میں نے اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور تہیہ کرلیا کہ انھیں اب نہیں اٹھاؤنگا۔ میرا دماغ چکرا رہا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ دوسرے ہی لمحہ میں نے اپنی آنکھیں کھولدیں کیونکہ اپنے پپوٹوں میں سے میں نے اُسے اس طرح چمکتے دیکھا کہ اُس کے سر کے گرد ایک سیاہ ہالہ ہے جیسے سورج کو گھورنے کے بعد آنکھوں میں بس جاتا ہے۔ آہ! وہ کس قدر حسین تھی!

بڑے بڑے مصوروں نے مثالی حسن کی تلاش جنت میں کی اور اس دنیا میں انھوں نے مقدس مریم کی تصویر بنائی مگر اس منظر کی شان و شوکت کا عشر عشیر بھی پیش نہ کرسکے۔ شاعر کا قلم مصور کا موقلم اُس کے حسن ادا کر ہی نہیں سکتا۔ وہ کشیدہ قامت تھی جسطرح دیبیاں ہوتی ہیں۔ اس کے چمکدار بال پھیلے ہوئے۔ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے سونے کے چشمے بہ رہے ہوں۔ تاج شاہانہ سر پر رکھے وہ ایک ملکہ کی طرح وہاں کھڑی تھی۔ کھلی ہوئی مرمریں پیشانی پر آبنوسی بھویں۔ آنکھوں میں سبز سمندر کی سی چمک، اور زندگی، ایک ہی نظر سے انسان کی تقدیر یا تو بنا دے یا بگاڑ دے۔ چمکتے ہوئے ہیروں کی طرح شفاف اور روشن شعاعیں تھیں جو میرے دل کی طرف بڑھتی ہوئی مجھے صاف نظر آرہی تھیں، میں نہیں جانتا کہ وہ شعلہ جو انھیں منور کر رہا تھا جنت سے آیا تھا یا جہنم سے لیکن انھیں دونوں میں سے ایک سے ضرور آیا تھا۔ فرشتہ یا شیطان یا دونوں یکجا یہ عورت حوا کی نسل سے تو تھی نہیں جو ہم سب کی ماں ہے۔ مسکراتی تھی تو اُس کے سفید دانت چمکتے تھے۔ ذرا مُنہ کو جنبش ہوئی اور گلابی رخساروں میں ہزاروں نشیب و فراز پیدا ہوگئے

نیم عریاں شانوں کی نرم اور چمکدار جلد سنگِ سلیمانی کی طرح منوّر نظر آتی تھی، موتیوں کی لڑیاں جو سفیدی میں اُس کے گلے سے زیادہ سفید نہ تھیں سینے پر ڈھلک رہی تھیں۔

وہ اپنا سر وقتاً فوقتاً سانپ کی لہرائی ہوئی جنبش کی طرح اٹھاتی تھی اور اپنے لباس میں سینکڑوں نقرئی لہریں دوڑا دیتی تھی۔ اُس کے لباس کا رنگ شعلے جیسا تھا۔ آستینوں میں سمور کا حاشیہ تھا۔ اُن میں سے گداز بازو اور ہاتھ نکلے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے صبح کی دیوی کی شفاف اُنگلیاں۔ میں جب اُس کی طرف دیکھتا تھا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرے وجود میں کچھ دروازے ایسے کھل گئے ہیں جو اب تک بند رہے تھے۔ نامعلوم مستقبل مجھ پر اُجاگر ہوگیا۔ ساری زندگی بدلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ نئے خیالات میرے دل میں جاگ اٹھے تھے۔ ایک خوفناک درد مجھ پر چھا گیا۔ ہر گھڑی ایک ہی وقت میں ایک لمحہ بھی معلوم ہوتی تھی اور ایک صدی بھی۔ پادری بنانے کی رسوم ادا ہوتی رہیں اور میں اس دُنیا سے دور لے جایا جا رہا تھا جس کے دروازے پر میری نئی آرزوئیں دستک دے رہی تھیں۔ میں کہہ رہا تھا "ہاں" حالانکہ میں یہ چاہتا تھا کہ کہوں "نہیں"۔

میری روح اُن الفاظ کی تردید کر رہی تھی جو میری زبان ادا کر رہی تھی۔ کوئی نامعلوم قوت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے یہ الفاظ مجھ میں سے گھسیٹ رہی ہے۔ شاید یہی وہ چیز ہو جس کی وجہ سے ایک دوشیزہ اپنی مرضی کے خلاف کسی سے شادی کر لینے پر مجبور ہو جاتی ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ وہ کرنا چاہتی ہے نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار کنواریاں راہبات بن جاتی ہیں۔ باوجودیکہ وہ اس نقاب کو تار تار کر دینے کا عزمِ راسخ رکھتی ہیں جو اُن کے چہروں کو چھپا لیتی ہے۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ اتنے سارے دیکھنے والوں کے سامنے کوئی اِس قسم کی حرکت کرے جس سے لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگیں۔ یا ایک بڑے مجمع کی توقعات پامال ہو جائیں۔ سب کی مرضی تم پر غالب آجاتی ہے۔ سب کی نظریں تمہیں اِس طرح دبا لیں گی جیسے تم پر کوئی بہت بھاری بوجھ رکھ دیا گیا ہو۔ پھر یہ کہ سب کچھ پہلے ہی سے اسقدر ہوشیاری سے سوچ لیا جاتا ہے، اسقدر ناقابلِ تردید بنا دیا جاتا ہے کہ انکار کرنے کا ارادہ بالکل کچل دیا جاتا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

جیسے جیسے رسوم ادا ہوتی رہیں اُس نامعلوم حسینہ کے چہرے کی کیفیت بدلتی رہی۔ ابتدا میں نرمی اور محبت کے آثار تھے مگر بعد میں حقارت اور نفرت ظاہر ہونے لگی' ایک ایسی کوشش کے ساتھ جو شاید پہاڑ کو بھی اُس کی جگہ سے ہٹا دیتی۔ میں نے چیخ کر کہنا چاہا کہ میں پادری ہرگز نہیں بنوں گا، مگر یہ بیکار ثابت ہوئی، میری زبان نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ میں تو اشارہ سے بھی انکار نہ کر سکا۔ میں حالانکہ جاگ رہا تھا مگر معلوم یہ ہوتا تھا کہ مجھے کچھ ایسا کابوس ہوگیا ہے کہ میں اُن الفاظ کو بھی ادا نہیں کر سکتا جن پر میری زندگی کا دارومدار ہے۔ ظاہر یہ ہوتا تھا کہ وہ بھی میری اس اذیت کو سمجھ رہی تھی اور اُس نے مجھ پر ایک ایسی نظر ڈالی جس میں مقدس ترحم تھا اور وعدہ بھی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کہہ رہی ہے "تو میرا ہو جا اور میں تجھکو خدا سے بھی زیادہ خوش بنا دوں گی اور جنت اور اُس کے فرشتے تیری مسرت پر تجھ سے حسد کرنے لگیں گے۔ اس موت کی چادر کو چاک کر دے جسے تو نے لپیٹ رکھا ہے۔ کیونکہ میں حُسن ہوں اور جوانی اور زندگی۔ میرے پاس آ اور ہم دونوں محبت بن جائیں گے۔ تیری جوانی کے بدلے میں خدا تجھے کیا دے سکتا ہے؟ ہماری زندگی خواب کی طرح ایک بوسہ کی ابدیت میں تیرتی پھرے گی۔ اُس پیالے میں جو شراب ہے اُسے پھینک دے اور تو آزاد ہو جائے گا۔ میں تجھے نامعلوم ممالک میں لے جاؤں گی اور تو میرے سینے پر سوئے گا، طلائی بچھونے میں، نقرئی شامیانے کے نیچے، کیونکہ میں تجھ سے محبت کرتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ تجھ کو تیرے خدا سے چھین لوں، جس کے سامنے اتنے سارے شریف دل اپنی محبت کی مہک پیش کرتے ہیں جو اس جنت تک پہونچتے پہونچتے فنا ہو جاتی ہے جہاں خدا رہتا ہے"۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ الفاظ دلکش موسیقی میں ادا کئے جا رہے ہیں۔ وہ الفاظ جو اُس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں میرے دل میں گونج رہے تھے

گویا میری روح میں وہ سرگوشی کے لہجہ میں کہے گئے تھے۔ میں اس پر آمادہ تھا کہ خدا سے منحرف ہو جاؤں لیکن رسوم ادا ہو رہی تھیں اور میں بے بس تھا اُس نے مجھ پر پھر ایک نظر ڈالی جس میں اس قدر التجا تھی اور اس درجہ غم تھا کہ میرے دل میں سینکڑوں تلواریں اُتر گئیں۔ مقدس خاتون (مریم) سے بھی زیادہ۔

جو کچھ ہونا تھا سو ہو گیا۔ میں پادری بن گیا۔ پھر شاید کسی انسانی طاقت نے اس قدر شدید غم کا اظہار نہیں کیا جتنا کہ اُس نے۔ وہ دوشیزہ جو اپنے منگیتر کو اپنے سامنے مُردہ دیکھتی ہے، وہ ماں جو اپنے بچّے کے خالی پنگھوڑے کو دیکھتی ہے۔ حوّا نے جنت کے دروازے پر، وہ کنجوس جو اپنے خزانے کو ڈھونڈتا ہے اور وہاں پتھر رکھے دیکھتا ہے، اُن سب کا غم اُس کے غم کے آگے ہیچ تھا۔ خون اُس کے چہرے سے سمٹ گیا اور اس پر زردی کھنڈ گئی۔ اُس کے خوبصورت ہاتھ بدم ہو کر لٹک گئے۔ اُس کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ ایک ستون کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے کی طرف چلا چہرہ سفید تھا اور آنکھوں میں نمی تھی سانس اُکھڑا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گنبد کا سارا بوجھ میرے سر پر آ پڑا ہے۔ جب میں دہلیز کو عبور کر رہا تھا تو کسی کے ہاتھ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ وہ ایک عورت کا ہاتھ تھا اور گو وہ سرد تھا مگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے مجھے جلتی ہوئی لکڑی سے داغ دیا۔

"بدبخت انسان یہ تو نے کیا کیا ؟" اُس نے آہستہ سے کہا اور پھر مجمع میں غائب ہو گئی۔

بوڑھے پادری نے ٹھٹک کر میری طرف سختی سے دیکھا۔ میری حالت اِس وقت قابلِ رحم تھی۔ چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ دماغ چکرا رہا تھا اور مجھے غش آ رہا تھا۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک کو مجھ پر رحم آیا اور وہ مجھے گھر تک لایا۔ میں اکیلا جا ہی نہیں سکتا تھا۔ گلی کے نکڑ پر میرا ساتھی تو دوسری طرف دیکھنے لگا اور ایک حبشی غلام عجیب وضع کے کپڑے پہنے میرے قریب آیا اور میرے پاس سے گذرتے ہوئے اُس نے ایک چمڑے کا بٹوہ میرے ہاتھ میں رکھ دیا اور اُسے چھپا لینے کا اشارہ کیا۔ بٹوہ قیمتی تھا۔ اُس کے کونے سونے کے تھے۔ میں نے اُسے اپنی آستین میں چھپا لیا اور اُسے چھپائے رہا جب تک کہ اپنی کوٹھری میں اکیلا نہیں رہ گیا۔ پھر میں نے اُسے کھولا۔ اُس کے اندر صرف یہ الفاظ لکھے ہوئے ملے۔

کلاری موند۔ پلازو کانسینی پر۔

دُنیا سے میں اس قدر ناواقف تھا کہ میں نے کلاری موند کا نام کبھی نہیں سنا تھا۔ حالانکہ اُس کا نام ہر زبان پر تھا بلکہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ پلازو کانسینی کہاں ہے۔ میں نے بہت سے قیاسات کئے دل میں صرف ایک آرزو تھی اور وہ یہ کہ میں کلاری موند کو ایک دفعہ پھر دیکھ لوں۔ مجھے اس کی مطلق پروا نہیں تھی کہ وہ شریف زادی ہے یا کوئی بازاری عورت ہے۔ یہ محبت جو ایک ساعت میں دلنشین ہو گئی تھی اس قدر گہری جڑ پکڑ چکی تھی کہ میں اُسے اکھیڑ پھینکنے کا خواب میں بھی ارادہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس عورت نے مجھے کُلیتاً اپنا بنا لیا تھا۔ صرف ایک نظر مجھے بدل دینے کے لئے کافی تھی۔ اُس کی مرضی نے میری مرضی کو مفلوج کر دیا میں اب اپنے لئے زندہ نہیں تھا بلکہ اُس کے لئے زندہ تھا۔ میں نے بہت سی دیوانہ وار حرکات کیں۔ میں نے اپنے ہاتھ کے اُس حصّہ کو چوما جہاں اُس کا ہاتھ لگا تھا۔ گھنٹوں اُسکے نام کو جپتا رہا کلاری موند کلاری موند۔ اِدھر میں نے اپنی آنکھیں بند کیں اور اُدھر وہ میرے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ بالکل ایسی ہی جیسے وہ بنفسِ نفیس موجود ہو۔ پھر میں اُن الفاظ کو دُہراتا تھا جو اُس نے گرجہ کے دروازے پر کہے تھے:۔ "بدبخت انسان یہ تو نے کیا کیا ؟"۔

میں نے اپنی نئی حیثیت کی بھیانک کیفیت کو محسوس کیا اور اُس زندگی کی موت آسا اور ہیبتناک حقیقت اب مجھ پر کھلی۔ پادری ہونا! کبھی محبت نہ کرنا۔ تقاضائے شباب کو بے معنی سمجھنا حُسن سے مُنہ پھیر لینا۔ آنکھیں بند کر لینا۔ اور صرف اپنی کوٹھری میں یا گرجہ کے سرد سائے میں رینگنا۔ سوائے مُردوں جیسے آدمیوں کے اور کسی کو نہ دیکھنا۔ نعشوں کی نگرانی کرنا۔ صرف ایک جُبّہ پہنے رہنا جس میں بالآخر

مجھے دفن کر دیا جائے گا!

پھر مجھ میں زندگی اس طرح اُبھری جس طرح کسی دریا میں طوفان آجاتا ہے، رگوں میں خون اُچھلنے لگا، میری جوانی پھٹ پڑی اور ایک ہی لمحہ میں اپنی پوری شدت کے ساتھ عود کر آئی۔ کلارِس مونڈ کو میں کس طرح دیکھ سکتا ہوں؟ اپنی کوٹھری سے نکلنے کا کیا بہانہ کروں؟ شہر میں میرا کوئی جاننے والا بھی نہ تھا۔ میں تو شہر میں صرف اس لئے آیا تھا کہ کسی گرجہ کا پادری بن جاؤں۔

میں نے کھڑکی کے جنگلے میں سے سلاخیں نکالنے کی کوشش کی مگر بغیر کسی سیڑھی کے نیچے پہونچنا ناممکن تھا۔ پھر یہ کہ میں صرف رات کے وقت چپکے سے نکل سکتا تھا مگر شہر کی گلیوں میں بھٹکتا پھرتا۔ وہ دشواریاں جو اوروں کے لئے بے حقیقت ہیں ایک ایسے غریب پادری کے لئے بہت اہم ہوتی ہیں جو پہلی دفعہ اسیرِ محبت ہوا ہو، ناتجربہ کار ہو، پیسہ پاس نہ ہو اور دنیا کا اُسے کچھ بھی علم نہ ہو۔

"آہ! اگر میں پادری نہ ہوتا تو میں اُسے روزانہ دیکھ سکتا میں اُس کا عاشق ہوتا، اُس کا شوہر۔ یہ الفاظ میں اِس جذبہ کے زیرِ ماتحت اپنے دل سے کہتا۔ بجائے ایک جبّہ پہننے کے میں شاید ریشم یا مخمل کا لباس پہنتا، سونے کی زنجیریں لگی ہوئی ہوتیں پہلو میں ایک تلوار ہوتی اور سر پہ ایک طرّہ جس طرح اور سب خوبصورت جوان سوار نظر آتے ہیں مجھے چار ابرو کا صفایا نہ کرنا پڑتا بلکہ میرے بال معطر چھلّوں کی صورت میں شانوں اور گلے پر پڑے رہتے۔ عبادت گاہ میں صرف ایک گھنٹہ گذارنے اور چند مبہم الفاظ کی ادائگی نے مجھے جیتی جاگتی دنیا سے علیحدہ کر دیا تھا میں نے اپنی گذشتہ زندگی کے مزار پر اپنے ہی ہاتھوں کتبہ لگا دیا اپنے محبس کے قفل میں خود ہی کنجی گھما دی۔

میں کھڑکی کے قریب گیا۔ آسمان خوبصورت نیلے رنگ کا تھا درختوں نے بہار کا جوڑا پہن رکھا تھا۔ تمام قدرت مسکرا رہی تھی اور اُسکے تبسم میں تمسخر شامل تھا۔ چوک آنے جانے والوں سے بھرا پڑا تھا۔ بنے ٹھنے نوجوان اور حسین لڑکیاں دو دو کے جوڑے بنائے باغوں کی طرف جا رہے تھے۔ مزدور گیت گاتے چلے جا رہے تھے۔ چاروں طرف ایک زندگی تھی، ایک چہل پہل تھی، ایک مسرت تھی جس نے میرے غم اور میری تنہائی کو اور بھی بڑھا دیا۔ دروازے کی سیڑھیوں پر ایک ماں اپنے بچے کے ساتھ کھیل رہی تھی اُس کے ننھے سے گلابی منہ کو بار بار چومتی تھی۔ ان طفلانہ مقدس بوسوں کا راز صرف مائیں ہی جانتی ہیں ان دونوں کے قریب باپ کھڑا انھیں محبت سے دیکھ رہا تھا اور چپکے چپکے مسکرا رہا تھا۔ میں اس منظر کو بغیر تکلیف کے نہ دیکھ سکا اس لئے میں نے کھڑکی بند کر دی اور اپنے بستر پر جا کر پڑ گیا۔ دل میں خوفناک حسد تھا اور نفرت اور میں نے اپنی اُنگلیاں اور چادر کو ایک بھوکے اور جنگلی درندے کی طرح چبا ڈالا۔

خدا جانے میں کب تک اس حالت میں پڑا رہا جب میں نے غصہ سے کروٹ لی تو میں نے بڑے پادری کو دیکھا کہ وہ مجھے عجیب عجیب نظروں سے کھڑا گھور رہا ہے میں نے شرم سے اپنا سر جھکا لیا اور اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپالیا۔

"رومالد میرے دوست"۔ اُس نے کہا "تجھپر کسی عجیب چیز کا اثر ہے۔ ابلیس نے تجھپر غلبہ پانے کی کوشش کی ہے تاکہ تجھے اس طرح چھانے جیسے کوئی آٹے کو چھانتا ہے وہ تجھکو اس طرح نگل جانا چاہتا ہے جس طرح شیر نگل جاتا ہے۔ ہوشیار رہ اور اپنے لئے دعا کی ڈھال تیار کرلے۔ اپنے گوشت پوست کو اذیت پہونچاکر اُس کے حملے سے اپنے آپ کو محفوظ کرلے۔ لڑ اور تجھے فتح نصیب ہوگی کسی ناامیدی سے خائف نہ ہو کیونکہ مضبوط سے مضبوط دل والوں اور محفوظ سے محفوظ لوگوں پر بھی ایسا ہی وقت پڑا ہے۔ عبادت کر، روزے رکھ، مراقبہ کر اور خبیث روح تجھ میں سے نکل جائے گی"۔

بڑے پادری نے مجھے بتایا کہ . . . . کا پادری مر گیا ہے اور مجھے اُس کی جگہ مقرر کیا گیا ہے کل تک وہاں مجھے پہونچ جانا چاہئے۔ میں نے سر ہلاکر اقرار کرلیا اور وہ چلا گیا۔ میں نے اپنی مقدس کتاب اٹھائی اور اُسے پڑھنا چاہا مگر اس کی سطریں اسقدر ملتی ہوئی معلوم ہوئیں

کہ کچھ بھی نہیں پڑھا گیا اور بے خیالی میں وہ میرے ہاتھوں سے نکل کر فرش پر گر پڑی۔

دوسرے دن پادری سر اسپین مجھے لینے آیا۔ دروازے پر دو خچر ہمارے لئے کھڑے تھے اور اُن پر ہمارا مختصر سامان بھی لدا ہوا تھا ہم اُن پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ جب ہم بازار روئیاس سے گذرے تو میں نے ہر کٹہرے اور ہر کھڑکی پر نظر ڈالی کہ شاید وہ کہیں نظر آجائے مگر ابھی بہت سویرا تھا اور سارا شہر سو رہا تھا۔ جب ہم شہر کے دروازے میں سے نکل گئے اور چڑھائی پر چڑھنے لگے تو میں نے پلٹ کر آخری نظر اُس مقام پر ڈالی جہاں کلارتی موند کا گھر تھا۔ شہر پر ایک بادل کا سایہ محیط تھا۔ سُرخ اور نیلی چھتیں کہر میں گھلی ملی نظر آ رہی تھیں۔ کہیں کہیں اُن میں سے سفید دُھواں نکلتا نظر آ رہا تھا۔ اس وقت نظر پر کچھ عجیب اثر ہوا کہ ایک گھر اور گھروں سے کچھ اونچا نظر آنے لگا اور اس پر روشنی کی سنہری کرنیں پڑ رہی تھیں باقی سب مکانات کہر میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم سے اُس کا فاصلہ بہت زیادہ تھا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بالکل قریب ہے اُسکی ہر چیز نظر آ رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے مینارے، برآمدے، کٹہرے یہاں تک کہ بادنما بھی نظر آ رہا تھا۔

میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا "وہ کیا مقام ہے جو سامنے روشنی میں نظر آ رہا ہے؟" اُس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ کا سایہ کر کے دیکھا اور کہا "وہ پُرانا محل ہے جو شہزادہ کالسینی نے کلارتی موند طوائف کو دے دیا ہے۔ اس کے اندر بڑی بڑی خوفناک باتیں ہوتی ہیں" اس لمحہ خدا جانے واقعہ تھا یا واہمہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی سفید اور نازک سی چیز کٹہرے میں سے گذر رہی ہے۔ اُس نے ایک نظر میری طرف ڈالی اور غائب ہو گئی۔ وہ کلارتی موند تھی!

آہ! کیا اسے معلوم تھا کہ اس وقت میں اُسے کس قدر بے چینی اور شوق سے دیکھ رہا تھا۔ اس محل کو دیکھ رہا تھا جس میں وہ رہتی ہے اور آخری دفعہ دیکھ رہا تھا۔ اس راستہ پر سے جو مجھے اُس سے دور لے جا رہا تھا اور جس پر میں کبھی واپس آنے والا نہیں تھا عجیب سراب کی سی کیفیت تھی یا روشنی کا کوئی خاص فریب تھا کہ وہ محل بہت قریب آگیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے دعوت دے رہا ہے کہ مجھ میں داخل ہو کر میرے مالک بن جاؤ یقیناً اُسے میری کیفیت کا علم تھا کیونکہ اسکا دل میرے دل سے اس قدر قریب تھا اور یہی سبب تھا کہ وہ شب خوابی کے لباس میں باوجود صبح کی کہر اور شبنم کے برآمدہ میں آ کھڑی ہوئی تھی۔

سایہ محل پر پھیل گیا اور اُسی وقت چھتوں کا ایک بے حس و حرکت سمندر ہماری نظروں کے آگے پھیلا ہوا تھا جس میں موجوں کی طرح چھتیں ناہموار نظر آ رہی تھیں۔ پادری سر اسپین نے اپنے خچر کو تیز کیا اور میرا خچر بھی اس کے ساتھ تیز ہو گیا اور سڑک کے ایک موڑ نے اُس شہر کو میری نظروں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اوجھل کر دیا مجھے اب وہاں پھر کبھی واپس نہیں آنا تھا۔ غمناک گھنٹوں میں سے تین روز کے سفر کے بعد ہمیں اس گرجہ کا منارہ نظر آیا جس میں میرا تقرر ہوا تھا۔ چند پیچدار گلیوں میں سے ہم گذرے جن کے دونوں طرف گھاس پھوس کے گھر اور باغیچے تھے۔ گرجہ کی عمارت بہت معمولی تھی ایک محراب تھی اور دو یا تین ستون سنگ سرخ کے تھے۔ بس کل یہ کائنات تھی۔ بائیں طرف قبرستان تھا جس میں لمبی لمبی گھاس اُگ آئی تھی اور بیچ میں ایک آہنی صلیب گڑی ہوئی تھی۔ پادری کا گھر دائیں طرف گرجہ کے زیر سایہ تھا۔ سادگی اس سے زیادہ کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئی تھی اور صفائی ایسی تھی کہ دیکھنے سے وحشت ہوتی تھی۔ اس میں ایک بوڑھا کُتا تھا اور ایک بوڑھی ملازمہ بھی تھی جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ میں ان دونوں کو نہیں نکالوں گا تو وہ بہت خوش ہوئی۔ جب میں نے اپنا یہاں ٹھیک ٹھکانا کر لیا تو سر اسپین واپس چلا گیا میں اکیلا رہ گیا۔

میں یہاں بے یار و مددگار تھا، بے آرام تھا، اسلئے کلارتی موند کے خیال نے مجھے پھر آگھیرا اور باوجود اپنی انتہائی کوشش کے بھی میں اُس کی یاد کو اپنے دل سے نہیں نکال سکا۔ ایک دن شام کے وقت میں اپنے باغیچہ میں ٹہل رہا تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ درختوں میں کسی عورت کی جھلک نظر آئی جو میری ہر نقل و حرکت کو دیکھ رہی ہے اور اُسکی

سبز آنکھیں پتوں میں سے چمک رہی ہیں۔ اُس کی آنکھیں سمندر کی سبزی کی طرح چمک رہی تھیں لیکن یہ صرف ایک فریب نظر تھا کیونکہ جب میں نے دوسری طرف سے جاکر دیکھا تو کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ سوائے اس کے کہ چھوٹے چھوٹے پاؤں کے نشان ریت پر تھے۔ جیسے بچوں کے ہوتے ہیں۔ اس باغیچے کے چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں کھنچی ہوئی تھیں اور میں نے خوب اچھی طرح اس باغ کی تلاشی لی مگر مجھے کوئی چیز دکھائی نہیں دی۔ میری سمجھ میں آج تک یہ ماجرا نہیں آیا گرچہ واقعات کہ آئندہ پیش آئے اُن کے آگے یہ بالکل بے حقیقت ہے۔

یہاں رہتے ہوئے مجھے پورا ایک سال گذر گیا اس عرصہ میں میں اپنے سارے فرائض ادا کرتا رہا۔ وعظ کہنا، دعا خوانی کرنا، روزے رکھنا، بیماروں کی تیمارداری کرنا، اپنے لئے ضروریاتِ زندگی کا حلقہ بھی تنگ کرنا تاکہ غریبوں کی اس بچت سے امداد کی جاسکے مگر میرے اندر ایک قسم کی خشکی اور یبوست تھی۔ تقدیس کے سرچشمے خشک پڑے تھے۔ کسی مقدس فرض کی ادائگی سے جس مسرت کا احساس ہوتا ہے میں اُس سے قطعی ناآشنا تھا۔ میرا دل کہیں اور پڑا تھا۔ کلاوتی موند کے الفاظ میرے لبوں پر اس طرح موجود تھے جس طرح کسی گیت کا ٹیپ کا بند خواہ مخواہ کسی شخص کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اے میرے بھائی ذرا اس پر غور کرو! ایک عورت کی طرف صرف ایک نظر دیکھ لینے کی وجہ سے میں اتنے برسوں تک کرب و صعوبت میں مبتلا رہا ہوں اور ساری زندگی اس وقت سے اب تک پریشان رہی ہے۔ میں ان فتح و شکست کی کہانیاں سنا کر تمہارا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اب میں اپنی نئی زندگی کی ابتدا پر آتا ہوں۔

ایک رات میرے دروازے کو کسی نے زور زور سے کھٹکھٹایا۔ بوڑھی خادمہ دروازہ کھولنے گئی۔ اُس نے ایک شخص کو دیکھا کہ قیمتی لباس پہنے کھڑا ہے۔ رنگ کالا ہے۔ ہاتھ میں ایک لمبا سا خنجر ہے، لالٹین کی روشنی میں بڑھیا نے یہ دیکھا اور ڈر گئی مگر اُس شخص نے یہ کہکر اسکا خوف دور کیا کہ اسے مجھ سے ضروری ملنا ہے کیونکہ کلیسا ہی کا کچھ کام ہے۔

بڑھیا اُسے اوپر اُس کمرے میں لے آئی جہاں میں سونے جا رہا تھا۔ یہاں پہونچ کر اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ اُس کی مالکہ جو بہت اونچے طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں اسوقت دم توڑ رہی ہیں اور اُن کی خواہش یہ ہے کہ آخری وقت میں کوئی پادری اُن کے پاس ہو۔ میں نے کہا چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور چند چیزیں لے کر جو ایسے مواقع پر ضروری ہوتی ہیں میں جلدی سے نیچے اُترا۔ دروازے پر دو گھوڑے کھڑے تھے شبِ تار کی طرح سیاہ اور اُن کا سانس سفید بھاپ کی صورت میں نکل رہا تھا میں چڑھنے لگا تو اُس شخص نے رکاب پکڑی اور پھر زین پر ہاتھ رکھا اچھل کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ اپنے گھٹنوں سے گھوڑے کو دبا کر اُس نے اُسے سرپٹ اُڑا دیا۔ میرا گھوڑا بھی اُسکے ساتھ تھا اور ہم تیر کی طرح چلے جا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم راستہ کو "نگلتے" جا رہے ہیں۔ "تاریکی میں سیاہ درخت اس طرح بھاگتے" نظر آتے تھے جیسے کوئی شکست خوردہ دستۂ فوج ہو۔ ایک جنگل میں سے ہم گذر گئے۔ وہ اس قدر تاریک اور سرد تھا کہ میری رگوں میں خون کی کپکپی پڑ گئی۔ ہمارے گھوڑوں کے نعلوں سے جو شرارے اُڑ رہے تھے اُن سے ایک آگ کی دھارسی بنتی چلی جا رہی تھی جس کسی نے بھی ہمیں دیکھا ہوگا یہی سمجھا ہوگا کہ دو بھوت ہیں۔ طائرانِ شب جنگل میں چہچہانے لگے اور گاہے گاہے جنگلی بلیوں کے دیدے چمکتے نظر آتے تھے گھوڑوں کی ایالیں تیز ہوا کی وجہ سے اور بھی اُچھل رہی تھیں۔ اُن کے پہلوؤں پر پسینہ بہ رہا تھا۔ سانس زور زور سے چل رہا تھا مگر جب کبھی اُن کی رفتار میں کمی ہوتی تھی تو وہ شخص کچھ ایسی آواز نکالتا تھا جو کسی انسانی گلے سے نہیں نکل سکتی اور گھوڑے پھر اپنی خوفناک رفتار پر آجاتے تھے۔ آخرکار اس "تیز رفتاری" کا طوفان ختم ہوا۔ ایکدم سے ہمارے سامنے ایک بہت بڑی تاریک عمارت آگئی جس پر تیز شعلے نظر آرہے تھے۔ ہمارے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز پل پر سے گذرنے میں اور بھی زیادہ گونجی اور ہم ایک سرنگ میں سے گرجتے ہوئے گذرے جو دو مہیب میناروں کے درمیان تھی۔ محل کے اندر افراتفری مچی ہوئی تھی۔ ملازمین مشعلیں لئے اِدھر

اُدھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ ہواؤں میں روشنیاں اُڑ رہی تھیں اور چڑھ رہی تھیں۔ مجھے بڑی بڑی عمارتوں کا ایک انبار سا نظر آیا، ستون، محرابیں کٹہرے اور ....

شاہی محلوں کی یا عالم خیال کی ایک حیران کن دُنیا تھی۔ وہ حبشی غلام جس نے مجھے کلارتی موند کی تختیاں دی تھیں اور جسے میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا آگے بڑھا اور مجھے اُس نے گھوڑے پر سے اُترنے میں مدد دی۔ سیاہ مخمل کا لباس پہنے گلے میں سونے کی زنجیر ہاتھ میں ہاتھی دانت کی ایک چھڑی لئے ایک داروغہ میرے پاس آیا۔ آنکھوں میں سے موٹے موٹے آنسو بہ بہ کر اُس کی سفید داڑھی میں جذب ہو رہے تھے اُس نے کہا "بہت تاخیر ہوگئی اب کچھ نہیں ہو سکتا پادری صاحب! لیکن اگر آپ روح کو بچانے کے لئے وقت پر نہ آسکے تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کم از کم اتنا تو کیجئے کہ مرے دادی کی نعش ہی کی نگرانی کیجئے۔"

اُس نے میرا بازو پکڑ لیا اور اُس کمرے میں لے گیا جہاں مردہ رکھا تھا۔ میں بھی اُس کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ یہ خیال کر کے کہ نعش کلارتی موند کی ہے جو حسین تھی اور جس سے دیوانہ وار محبت کیجاتی تھی۔ مسہری کے قریب ایک شمعدان تھا۔ نیلے شعلے کی روشنی سارے کمرہ میں ہلکی ہلکی پھیلی ہوئی تھی اور کبھی کبھی سایوں کو متحرک کر دیتی تھی۔

میز پر ایک ترشے ہوئے بلورین گلدان میں ایک سفید گلاب رکھا تھا۔ اُس کی صرف ایک پتی باقی رہ گئی تھی۔ باقی سب پتیاں معطر آنسوؤں کی طرح گر چکی تھیں اور گلدان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں ایک سیاہ ٹوٹا ہوا نرم پوش، ایک پنکھا، چہرے بدلنے کی اور بہت سی چیزیں ایک کرسی میں گڈمڈ پڑی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ موت نے اس عالیشان گھر پر یکایک حملہ کیا ہے، بے اطلاع کے چھاپا مارا ہے۔

مسہری پر نظر ڈالنے کی مجھ میں ہمت نہیں تھی۔ میں دو زانو ہو گیا اور صمیم قلب سے دعا خوانی میں مصروف ہو گیا۔ میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ مجھ میں اور اُس عورت میں اُس نے اب قبر کو حائل کر دیا تھا اس لئے اب اُس کا نام میری دعاؤں میں اس طرح آ سکتا تھا جس طرح اور متبرک اور مقدس چیزوں کا۔

میرے تاثرات کا ہیجان رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا اور مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ اس کمرے کی فضا میں موت کے آثار مطلق نہ پائے جاتے تھے، اس قسم کی شب بیداریوں میں مجھے موت سے بھری ہوئی فضا میں سانس لینا پڑتا تھا مگر یہاں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مشرقی خوشبوؤں کے بخور خوشگوار گرم ہوا میں تیر رہے ہیں۔ یہاں خوشبو تھی عورت اور محبت کی۔ چراغ کی زرد روشنی بجائے اس کے کہ مُردے کے پاس جلنے والی شمع کی روشنی معلوم ہو نعش کی چاندنی معلوم ہوتی تھی۔ مجھے اس وقت اس عجیب اتفاق کا خیال آنے لگا جس کی وجہ سے میں یہاں پہونچ گیا تھا اور وہ بھی عین اُس لمحہ میں جبکہ کلارتی موند مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی تھی، ایک سرد آہ میرے سینے سے اُٹھی مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے میرے ٹھنڈے سانس کا جواب اپنے ٹھنڈے سانس سے دیا۔ میں نے اضطراری طور پر پلٹ کر دیکھا۔ کچھ بھی نہیں تھا میری ہی سرد آہ کی گونج تھی مگر پلٹنے میں میری نظر مسہری پر پڑی جس کو تنہا چھوڑ کر سب چلے گئے تھے۔ وہ مسہری جس پر کلارتی موند اپنی پوری شان و شوکت سے پڑی ہوئی تھی پھولدار عنابی پردے سنہری ڈوریوں سے بندھے ہوئے تھے اور مُردہ عورت صاف نظر آ رہی تھی، وہ سیدھی لیٹی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے، اُس کے چہرے پر ایک نقاب پڑی ہوئی تھی بہت ہی سفید اور چمکدار شاید اس وجہ سے یہ اور بھی نمایاں تھی کہ پردے عنابی رنگ کے تھے۔ کفن اسقدر باریک تھا کہ اُس کا حسین جسم اس میں سے چمک رہا تھا۔ تمام نازک خطوط اور ایک ایک ملائم خم راج ہنس کے خم گردن کی طرح واضح و نمایاں تھا۔ موت بھی اُن میں جمود و سختی پیدا نہ کر سکی تھی۔ اُس کا جسم سنگ مرمر کے اُس بُت کی طرح حسین تھا جسے کسی چابک دست بُت تراش نے کسی ملکہ کی قبر پر نصب کرنے کے لئے تیار کیا ہو۔ اسقدر بے داغ تھا جیسے کوئی نوخیز دوشیزہ دودھیالی برف کے گالوں تلے سو رہی ہو۔

میں اس کو اب زیادہ برداشت نہ کر سکا۔ گنج محبت کی ہوائے لطیف، مرجھائے ہوئے گلاب کی خوشبو مجھ پر سکر کی سی کیفیت طاری کر رہی تھی، میں کمرے میں چلا اور ہر موڑ پر رک رک کر اس مردہ حسینہ کو دیکھتا رہا جو کفن میں سے صاف نظر آ رہی تھی۔ میرے دماغ میں عجیب و غریب خیالات آ رہے تھے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ فی الحقیقت مری نہیں ہے بلکہ یہ ایک چال چلی ہے مجھے اپنے محل میں بلانے کی اور مجھ سے اظہار محبت کرنے کی۔ نہیں، یک دفعہ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس کا پاؤں ہلا اور کفن کی سخت شکنیں ٹوٹنے لگیں۔

"کیا وہ واقعی کلاریمونڈ ہے؟" یہ سوال اس وقت میرے دل میں پیدا ہوا۔ "میرے پاس ثبوت کیا ہے؟ حبشی غلام کسی اور خاتون کے گھر میں داخل ہو گیا ہوگا۔ میں بھی دیوانہ ہی ہوں کہ اس طرح اپنے آپ کو پریشان کر رہا ہوں!"

مگر میرے دل کی دھڑکن نے مجھے ایک جواب دیا۔

"یہ وہی ہے . . . . یہ وہی ہے!!"

میں پلنگ کے قریب ہو گیا اور پھر بہت غور سے از سر نو اسے دیکھا جو میری پریشانی کا سبب تھا۔ کیا میں اقرار کر لوں کہ میں نے کیا دیکھا؟ اس کا مکمل حسن گو موت کی آغوش میں پہونچ کر متبرک ہو گیا تھا مگر میرے دل کو تو برمائے جاتا تھا اور اس کا یہ طویل آرام اس قدر حیرتناک تھا جتنی کہ کسی زندہ عورت کی نیند۔ میں اس بات کو بھول گیا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ نعش کے پاس بیٹھا اس کی نگرانی کرتا رہوں! میں نے یہ خواب دیکھنا شروع کیا کہ میں ایک دولہا ہوں حجلۂ عروسی میں، اور دلہن نقاب ڈالے کچھ ڈھکی کچھ کھلی سامنے لیٹی ہے

غم سے مجبور ہو کر، مسرت سے دیوانہ ہو کر، خوف و خواہش سے کانپتے ہوئے میں عروس خواب کی طرف جھکا اور کفن کا ایک کونہ اٹھایا آہستہ سے میں نے اسے اٹھایا اور اس خوف سے کہ کہیں جاگ نہ جائے میں نے اپنا سانس روک لیا۔ میرا خون اس خوفناک رفتار سے گردش کر رہا تھا کہ میں نے اسے اپنی کنپٹیوں کی رگوں میں سنسناتے محسوس کیا۔ میری پیشانی پسینے سے تر تھی۔ گویا میں نے ہلکا سا کپڑا نہیں اٹھایا ہے بلکہ بھاری سنگ مرمر اٹھایا ہے۔

وہاں کلاریمونڈ لیٹی ہوئی تھی بالکل ویسے ہی (چہرے کے لحاظ سے بھی) جیسی اس دن تھی جس دن میرے پادری بنائے جانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس کے رخساروں کی زردی، اس کے مردہ لبوں کی مرجھائی ہوئی سرخی، اس کے غلافی جھکے ہوئے پپوٹے اور اس کی سنہری پلک جو رخساروں کے سنگ مرمر کو توڑتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ان سب نے اس کے چہرے پر رعنائی و پاکیزگی کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ المناک صبر کی کیفیت جو ایک چلتا ہوا جادو ہوتا ہے۔ اس کے لمبے کھلے ہوئے بال جن میں ننھے ننھے سے نیلے پھول ابھی بکھرے ہوئے تھے اس کے سر کے لئے بالیں کا کام دے رہے تھے اور شانوں کے ملائم گوشت کے نور پر گویا نقاب بن کر چھائے ہوئے تھے۔ اس کے خوبصورت ہاتھ صلیب کی صورت میں رکھے ہوئے تھے اس کے بازوؤں کی بے مثل گولائی اور ہاتھی دانت کی سی چمک مردہ ہونے کی حالت میں بھی ناقابل تردید کشش کی متحمل تھی

بہت دیر تک میں ٹھیرا رہا اور اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ اور جتنا زیادہ میں اسے دیکھتا تھا اتنا ہی کم مجھے یقین آتا تھا کہ زندگی نے اس کے خوبصورت جسم کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ فریب تخیل تھا یا چراغ کے عکس کا کچھ اثر تھا۔ بہرحال کچھ بھی ہو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس کے مردہ گوشت کی سفیدی میں خون کی سرخی دوڑنے لگی، مگر پھر بھی وہ اسی طرح لیٹی رہی، ساکت و جامد۔ میں نے اس کے بازو کو چھوا وہ سرد تھا مگر اس دن سے زیادہ سرد نہیں تھا جس دن گرجہ کے برآمدے میں وہ میرے ہاتھوں سے چھو گیا تھا۔

میں پھر اسی طریقہ سے کھڑا ہو گیا۔ اپنے چہرے کو اس کے چہرے پر جھکائے اور میرے آنسوؤں کی گرم شبنم تھی کہ اس پر برس رہی تھی۔ آہ! کچھ نہ کر سکنے اور نا امیدی کی تلخی! آہ! مردے کی نگرانی کرنے کی یہ شدید صعوبت! رات جا رہی تھی اور جب میں نے محسوس کیا

کہ ابدی مفارقت قریب آ پہونچی ہے تو میں نے اپنے آپ کو اُن لبوں کے بوسے آخری غمناک مسرت سے محروم نہ رکھ سکا جن میں میری ساری محبت مقید تھی

آہ! ایک معجزہ سا ہو گیا! ایک ہلکا سا سانس میرے سانس میں مل گیا اور کلارتی موند کے منہ نے میرے لمس کا جواب دیا! اُس کی آنکھیں کھلیں اور اُن میں ایک ہلکی چمک تھی۔ اُس نے ٹھنڈا سا سانس بھرا اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور میرے گلے میں نہایت جوش محبت سے ڈال کر . . . .

"آہ! روموالڈ تم ہو!" اُس نے ایسی میٹھی اور نشاط انگیز آواز میں کہا جیسے تار رباب کی آخری لرزش۔

"آہ روموالڈ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں نے تمہارا اتنا انتظار کیا کہ مر گئی۔ خیر اب تو ہم ایک دوسرے کے ہو گئے اب میں تم کو دیکھ سکوں گی۔ الوداع روموالڈ، الوداع! میں تم سے محبت کرتی ہوں! مجھے تم سے صرف یہی کہنا تھا، اور میں تمھیں پھر وہی زندگی دیتی ہوں جو تم نے مجھے اپنے بوسے سے دی تھی ہم پھر جلد ہی ملیں گے۔"

اُس کا سر نیچے کو ڈھلک گیا مگر اُس کے ہاتھ میرے گلے میں اب بھی اس طرح پڑے ہوئے تھے کہ وہ مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسی طرح اپنی گرفت میں لئے رہیں گے۔ ہوا کا ایک تند جھونکا کھڑکی کو زور سے کھول کر کمرے میں گھس آیا۔ سفید گلاب کی آخری پتی اس طرح لرزی جس طرح شاخ پر کسی طائر کا پر، پھر گر پڑی اور کھلی ہوئی کھڑکی میں سے اُڑ کر باہر نکل گئی اور اپنے ساتھ کلارتی موند کی روح کو بھی لے گئی۔

چراغ گل ہو گیا اور میں بے دم ہو کر حسین نعش کے سینے پر گر پڑا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں اپنے پلنگ پر اپنے گھر کے چھوٹے سے کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ میرا ہاتھ چادر سے نکل کر نیچے لٹک گیا تھا۔ اور بوڑھا کتا اُسے چاٹ رہا تھا۔ بار برا ہانپتی کانپتی کمرے میں اِدھر اُدھر پھر رہی تھی، درازیں کھول بند کر رہی تھی اور گلاسوں میں سفوف گھول رہی تھی۔ جب بڑھیا نے میری آنکھیں کھلی دیکھیں تو مارے خوشی کے اُس کی چیخ نکل گئی۔ کتا بھونکا اور اپنی دُم ہلانے لگا مگر میں اس قدر کمزور تھا کہ بات تک مُنہ سے نہ نکل سکتی تھی اور نہ ہل جل سکتا تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ تین دن سے میں اسی طرح پڑا ہوا تھا اور سوائے ہلکے سے سانس کے اور کوئی علامت زندگی کی مجھ میں نہیں پائی جاتی تھی اُن تین دنوں کا میری زندگی میں شمار نہیں ہے مجھے نہیں معلوم اس عرصہ میں میری روح کہاں کہاں بھٹکتی پھری اور نہ مجھے کچھ یاد ہے۔ بار برا نے مجھ سے کہا کہ وہی شخص جو مجھے لینے آیا تھا مجھے ایک بند پالکی میں اگلے دن صبح کو یہاں لایا اور فوراً ہی واپس چلا گیا۔ جونہی میں اپنے خیالات کو جمع کر سکا میں نے فوراً اُس مہلک رات کے واقعات پر غور کیا۔ پہلے تو میں نے خیال کیا کہ مجھ پر جادو کر کے مجھے بیوقوف بنایا گیا۔ لیکن فوراً ہی حقیقی اور قرین قیاس واقعات نے اس خیال کو باطل کر دیا۔ میں یہ فرض نہیں کر سکتا کہ میں خواب دیکھ رہا تھا کیونکہ بار برا نے بھی میری طرح اس شخص کو دیکھا تھا جو دو مشکی گھوڑے لئے ہوئے آیا تھا اور پھر اُس نے اُن کی ایک ایک بات نہایت صحت سے بتائی مگر کسی کو قرب و جوار میں ایسے محل کے وجود کی خبر نہ تھی جس میں میں گیا تھا۔

ایک دن صبح کو سرآپیئن میرے کمرے میں آیا۔ بار برا نے اُسے میری علالت کی اطلاع کرائی تھی اور وہ جلد سے جلد یہ خبر سنکر یہاں آیا تھا۔ گو اُس کا آنا میری محبت پر دال تھا مگر اُس کی آمد سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی مجھے ایسا معلوم ہوا کہ سرآپیئن کی نظروں میں کچھ ایسی پرچول اور چبھن ہے کہ اس کی موجودگی میں میں اپنے آپ کو مجرم محسوس کرنے لگا یہی وہ شخص تھا جس نے میری پوشیدہ خلش و پریشانی کو سب سے پہلے تاڑ لیا تھا اور میں اس سے اس وجہ سے کدورت رکھتا تھا کہ وہ اس قدر تیز نظر کیوں ہے۔

جب وہ میری صحت کے متعلق میٹھے میٹھے بناوٹی لہجے میں دریافت کر رہا تھا تو اُس کی شیر کی سی زرد آنکھیں میری روح کی گہرائیوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔

اُس کے بعد فوراً ہی اُس نے چبھ جانے والی تیز آواز میں کہا "مشہور طوائف کلارتی موند مر گئی۔ آٹھ دن تک خوب عیش و

عشرت کی محفلیں ہوئیں اور ان کے اختتام پر وہ مرگئی۔ دعوت کیا تھی بلشہزر یا قلوپطرہ کا ہنگامۂ عشرت تھا۔ خدا رحم کرے، ہمارا زمانہ بھی کیا زمانہ ہے! مہمانوں کی خاطر تواضع سیاہ فام غلاموں نے کی جو ایسی زبان بولتے تھے جس سے کوئی انسان واقف نہیں، اور وہ خود ایسے معلوم ہوتے تھے کہ جہنم سے روحیں نکل آئی ہیں۔ ان میں سے کمترین سے کمترین کی وردی بھی ایسی تھی کہ اگر کوئی شہنشاہ اپنی تاج پوشی کے دن اسے پہنے تو بچ جائے۔ اس کلارتی مونڈ کی عجیب و غریب کہانیاں بیان کی جاتی ہیں اور اُس پر جتنے عاشق ہوئے سب بُری طرح مرے یا مارے گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ گندی روح تھی، خون آشام چڑیل، مگر مجھے تو یقین ہے کہ وہ شیطان خود تھا۔"

وہ ٹھیر گیا اور مجھے دیکھتا رہا۔ جب کلارتی مونڈ کا اس نے نام لیا تو میں اپنی ایک فوری جنبش کو ضبط نہ کرسکا۔

"شیطان کے پنجے لمبے ہیں"۔ سراپیئن نے سختی سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اور قبریں اب سے پیشتر اپنے مُردے اُگل چکی ہیں۔ کلارتی مونڈ کی قبر پر تو تہری مہر۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلی دفعہ نہیں ہے کہ وہ مری ہے۔ خدا تیرے ساتھ ہو روموآلدؔ!"

یہ کہکر سراپیئن آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا چلدیا۔

وقت گذرتا گیا اور میں اچھا ہوگیا۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ سراپیئن کے اندیشے اور خطرات بہت بڑھے ہیں، ایک رات میں نے خواب دیکھا۔ . . . میں نے جامِ خواب کو منہ سے لگایا ہی تھا کہ میرے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے کسی نے میری مسہری کے پردے ہٹائے اور اس کے چھلّوں کی جھنکار ہوئی میں اپنی کہنی کے سہارے اٹھ بیٹھا اور سامنے ہی میں نے اسے دیکھا جو میرے لئے کلارتی مونڈ تھی اس کے ہاتھ میں ایک چراغ تھا جیسا کہ قبروں پر جلایا جاتا ہے چراغ کی روشنی نے اُس کی نازک انگلیوں کو گلابی رنگ میں رنگ دیا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ اس کے ہاتھ کے دُودھیائے رنگ میں مدغم ہوگیا تھا۔

اُس کے تن پر اور کوئی لباس نہیں تھا، صرف وہی ہلکا سا کفن تھا جس میں وہ لپٹی پڑی تھی۔ دوسرے نازک ہاتھ سے اس نے اپنے سینے پر کفن کے جھبوں کو سمیٹ کر پکڑ رکھا تھا۔ اس کا رنگ اس قدر سفید تھا کہ چراغ کی زرد روشنی میں اس کا کفن اور جسم دونوں گویا ایک جان ہوگئے تھے اس مہین کپڑے میں اس طرح چھپے ہوئے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا کہ نمایاں نہ ہو۔ وہ زندہ عورت سے زیادہ کسی عورت کا مجسمۂ مرمریں معلوم ہوتی تھی۔ زندہ یا مُردہ، مورت یا عورت، روح یا جسم، اس کا جسم وہی پہلے جیسا تھا۔ صرف اس کی سبز آنکھوں کی چمک مدھم پڑ گئی تھی۔ صرف اسکا مُنہ جو ہمیشہ سے سرخ تھا اب گلاب کے ہلکے رنگ کا تھا۔ جیسے اُس کے سفید گلاب جیسے رخسار تھے۔ وہ ننھے ننھے نیلے پھول جو میں نے اُس کے بالوں میں دیکھے تھے اب مُرجھائے ہوئے تھے اور ان کی رعنائی مٹ چکی تھی۔ پھر بھی وہ اس قدر دلکش تھی، اس قدر دلکش تھی کہ باوجود موقع کی حیرت ناکی کے اور اس کے اس طرح میرے کمرے میں نامعلوم طور پر گھس آنے کے، میں ایک لمحہ کے لئے بھی خائف نہیں ہوا۔

اُس نے چراغ میز پر رکھدیا اور میری مسہری کے پائنتیوں بیٹھ گئی۔ پھر اس نرم و نقرئی لہجے میں جو میں نے سوائے اس کے اور کسی کا آج تک سنا ہی نہیں اُس نے کہا:۔

"میں نے تمہیں اپنا بہت انتظار کرایا۔ اور تم نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میں تم کو بالکل بھول بیٹھی ہوں مگر نہیں۔ دیکھ لو میں بہت دور سے آئی ہوں بہت دور سے . . . اس سرزمین سے جہاں سے کوئی مسافر واپس نہیں آتا۔ اس ملک میں جہاں میں پھرتی رہتی ہوں نہ تو سورج کی روشنی ہے اور نہ چاند، صرف تاریکی ہے اور خلا۔ وہاں نہ تو قدم کو چین ہے اور نہ پرواز کے لئے راستہ لیکن پھر بھی میں یہاں موجود ہوں مجھے دیکھو کیونکہ محبت موت پر بھی فتح پالیتی ہے۔ آہ! میں نے اپنے دوران سفر میں کیسے کیسے غمزدہ چہرے اور خوفناک آنکھیں دیکھی ہیں اور میری روح نے میرا جسم تلاش کرنے میں کیسی کیسی صعوبتیں اٹھائی ہیں تاکہ اس میں پھر متمکن ہوجائے وہ پتھر کس مصیبت سے سرکا ہے جو ٹہپاؤ بناکر مجھپر رکھدیا گیا تھا۔ دیکھو

اس کوشش میں میرے ہاتھ بری طرح زخمی ہو گئے ۔ میرے پیارے انھیں پیار کرو اور انھیں اچھا کر دو۔" یہ کہکر اس نے اپنی سرد ہتھیلیاں میرے منہ پر رکھدیں ۔ اُن کو میں نے بار بار چوما اور وہ دلفریب کیف و سرخوشی سے مجھے دیکھ دیکھکر مسکراتی رہی ۔

مجھے یہ کہتے ہوئے ندامت ہوتی ہے کہ میں اُن تمام نصیحتوں کو بھول گیا تھا جو سر اپیپن نے مجھے کی تھیں اور اپنے پادری ہونے کے تقدس کو بھی فراموش کر چکا تھا ۔ پہلے ہی حملے میں مجھے شکست فاش ہوئی ۔ نہیں میں نے تو اُس کو دفع کرنے کی کوشش ہی نہیں کی اور بغیر کسی کشمکش گناہ کی ترغیب دینے والی کے کلارتی موند کے خوبصورت جسم کی دلکش تازگی کا شکار ہو گیا ۔ عجیب ہستی! جو کچھ بھی گذرا میں تو اس پر یقین کر ہی نہیں سکتا کہ وہ درحقیقت شیطان تھی ۔ اُس کی کسی بات سے شیطان ہونے کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تھا ۔ شیطان نے کبھی اتنی حسین صورت اختیار نہیں کی ۔ وہ میرے بستر کے ایک کنارے دبک رہی تھی اس طرح کہ اس کی ایڑیاں اس کے نیچے دبی ہوئی تھیں ۔ عجیب شانِ استغناد اور انتشار پیدا کرنے والی ادا کے ساتھ ۔ ٹھیر ٹھیر کر وہ اپنے ہاتھ میری لٹوں میں داخل کرتی اور انھیں لپیٹتی گویا یہ دیکھنے کے لئے کہ میرے چہرے پر کس صورت میں یہ پھلی لگتی ہیں ۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اس درجہ حیرتناک واقعہ پر میں بالکل متعجب نہیں تھا . . . . . نہیں ، جس طرح خواب میں عجیب سے عجیب واقعہ بھی ہمیں متعجب نہیں کر سکتا بالکل اسی طرح یہ سارا واقعہ مجھے عین مطابق فطرت معلوم ہو رہا تھا ۔

"تمھیں دیکھنے سے بہت پیشتر مجھے تم سے محبت تھی رومالد میرے پیارے ، اور میں نے تمھیں ہر جگہ تلاش کیا تم میرے خواب تھے اور میں نے تمھیں گرجہ میں اس مہلک ساعت میں دیکھا ۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یہ وہی ہے"! اور تم پر ایک نظر ڈالی اور اس نظر میں وہ تمام محبت بھری ہوئی تھی جو مجھے تم سے تھی ، ہے اور رہے گی ایک ایسی نظر جو بڑے سے بڑے پادری کی روح کو بھی تباہ و برباد کر دیتی یا کسی بادشاہ کو مع خدم و حشم کے میرے قدموں میں لا ڈالتی ۔

مگر تمہارا دل نہیں پسیجا ۔ اور تم نے میری محبت پر خدا کی محبت کو ترجیح دی ۔

آہ! میں خدا سے جلتی ہوں ۔ خدا جس سے تم مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہو۔"

کس قدر بدنصیب عورت ہوں! تمہارا پورا دل مجھے کبھی میسّر نہیں ہوگا! صرف مجھے ۔ جسے تم نے ایک بوسے سے جگایا تھا ۔ مجھے مُردہ کلارتی موند کو ۔ مجھے جس نے تمہاری خاطر قبر کے دروازے توڑ ڈالے اور تمھیں وہ زندگی دینے آئی ہے جو ایک دفعہ اُس سے چھینی جا چکی تھی تاکہ تمھیں خوش کر دے ۔"

اس نے یہ کہا اور دیوانہ وار ہر لفظ پر مجھے چومتی رہی یہاں تک میرا دماغ چکرانے لگا اور میں ڈرا کہ کفر گوئی سے اس کی تسلی نہیں کر سکتا یعنی . . . یہ کہ اس کی محبت خدا کی محبت سے زیادہ تھی ۔

پھر اس کی آنکھوں کی آگ دوبارہ بھڑک اٹھی اور وہ اس طرح دیکھنے لگیں گویا زبرجد دہک رہا ہے ۔

"یقیناً تم مجھ سے اسی طرح محبت کرتے ہو جس طرح خدا سے۔" اُس نے کہا اور مجھے اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا ۔" تو پھر تم میرے ساتھ چلو گے اور جہاں کہیں بھی میں جاؤں گی تم میرے پیچھے پیچھے آؤ گے ۔ تم ان بدنما سیاہ کپڑوں کو اُتار دو گے ۔ تم ان تمام سورماؤں سے زیادہ ناز کرو گے جن پر لوگ رشک کرتے ہیں ۔ تم کلارتی موند کے وہ عاشق ہو گے جس کی محبت کو خود اس نے تسلیم کر لیا ہو ۔ اس کے عاشق جسنے پاپائے اعظم کی محبت کو ٹھکرا دیا! آہ وہ پُر سرور زندگی ، آہ وہ سنہری دن جو ہمارے ہوں گے! ہم یہاں سے کب سوار ہو کر روانہ ہوں گے میرے پیارے؟"

"کل" میں نے اپنی دیوانگی میں چیخ کر کہا ۔

"کل" ۔ اس نے جواب دیا ۔" تو مجھے اتنا وقت مل جائے گا کہ ان اپنے کپڑوں کو بدل ڈالوں کیونکہ یہ ٹھیک نہیں ہیں اور سفر کے لائق نہیں ہیں ۔ مجھے اپنے محافظوں سے بھی کہنا سننا ہے جو کہ یقین کے ساتھ

سمجھے ہوئے ہیں کہ میں مرگئی ہوں اور خوب جی بھر کر میرا ماتم کرتے ہیں روپیہ، سواریاں، لباس، سب تمہارے لئے تیار رہیں گے۔ کل اسی وقت میں تمہارے پاس آؤں گی۔ الوداع پیارے۔" اس نے میری پیشانی کو اپنے لبوں سے چھوا۔ چراغ تاریکی میں جذب ہوگیا، پردے کھنچ گئے، سیسے کی طرح بھاری نیند کا مجھ پر غلبہ ہوا، بے خواب کی نیند۔ دیر سے آنکھ کھلی، رات کے خواب کی یاد سے پریشان، جس کے متعلق میں نے اپنے آپ کو یقین دلانا چاہا کہ فی الحقیقت خواب ہی تھا۔ لیکن میں پھر بھی ڈرتے ڈرتے ہی سویا اور خدا سے دعا مانگی کہ میری نیند کی پاکیزگی محفوظ و مامون رہے۔

فوراً ہی میں گہری نیند سوگیا اور میرا خواب پھر شروع ہوگیا۔ پردے کھل گئے اور سامنے کلاری موند کھڑی تھی۔ اس کا رنگ زرد نہیں تھا اور نہ وہ زرد کفن پہنے ہوئے تھی اور نہ اس کے رخساروں پر موت کی بنفشئی رنگت تھی۔ بلکہ مسرور، چمکیلی، شاندار۔ سبز مخمل کے زرکار سفری لباس میں اور کمر سے گھٹنوں تک کی پوشش میں (ایک طرف سے معلوم ہوتا تھا کہ نیچے ساٹن کا لباس ہے۔ اس کی خوبصورت بل کھائی ہوئی لٹیں بڑی سیاہ ٹوپی کے نیچے سے چھوٹی ہوئی تھیں اور ٹوپی میں عجیب سفید پر لگے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سواری کا چابک تھا۔ جس کے دستے میں سونے کی سیٹی لگی ہوئی تھی اس سے اُس نے مجھ آہستہ سے چھوا اور کہا:۔

"حسین سونے والے جاگو! کیا اس طرح تم اپنے سفر کے لئے تیار ہوا کرتے ہو؟ میں تو سمجھی تھی کہ تم تیار ملوگے۔ اُٹھو اُٹھو جلدی۔ ہمارے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔"

میں پلنگ پر سے اُچھل پڑا۔

"جلد کپڑے پہنو اور یہاں سے روانہ ہو۔" یہ کہکر اس نے ایک چھوٹی سی گٹھری میری طرف پھینکی۔ ہمارے گھوڑے دروازے پر بیتاب ہو رہے ہیں۔ ہمیں تو اب تک یہاں سے دس فرسنگ کے فاصلہ پر ہونا چاہیئے تھا۔"

میں نے جلدی سے کپڑے پہنے اور وہ مجھے ہدایتیں دیتی رہی سورما کے لباس کی مختلف چیزیں مجھے اٹھاکر دیتی رہی اور میرے بھدے پن پر ہنستی رہی۔ اُس نے میرے بال بنائے اور جب سب مرحلے طے ہوگئے تو مجھے ایک چاندی کے چوکھٹے میں لگا ہوا جیبی آئینہ دیکر کہا:۔

"کیا کہتے ہو اپنے آپ کو دیکھکر اب؟ کیا تم مجھے اپنا ملازمِ خاص بنالوگے؟"۔

جب میں نے آئینہ دیکھا تو اپنا چہرہ بھی نہ پہچان سکا۔ مجھ میں اور میرے عکس میں اتنا ہی فرق تھا جتنا کہ کسی مورت اور پتھر کے ڈھیلے میں۔ میں بہت حسین نظر آرہا تھا اور اس تبدیلی پر ناز کر رہا تھا سورما کے زرکار لباس نے کچھ اور ہی آدمی بنا دیا تھا اور میں تعجب کر رہا تھا کہ چند گز کپڑا اگر کسی خاص وضع سے سی لیا جائے تو کس قدر جادو اثر ہوجاتا ہے! جو لباس کی وضع تھی وہی میری ہوگئی اور دس ہی منٹ میں مجھے اپنے اوپر کافی ناز ہوچکا تھا۔ کلاری موند مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور میں کمرے میں لباس کے مطابق سورماؤں کی طرح چل کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا:۔

"چلو۔ بس اس بچوں کے کھیل کو ختم کرو۔ چلو اور جلدی کرو، میرے رومالدا! ہمیں بہت دور جانا ہے۔ پھر ہم کبھی نہیں پہونچ سکیں گے!"

اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے پیچھے لے چلی۔ اُس کے چھوتے ہی دروازے کھل گئے، جب ہم قریب سے گذرے تو کتا نہیں جاگا۔

دروازے پر ہم نے سائیس کو دیکھا کہ ویسے ہی حسین گھوڑے لئے کھڑا ہے جیسے وہ پہلے لایا تھا، ہسپانوی گھوڑے جو ہوا سے باتیں کرتے تھے۔ ذرا سی دیر بعد ہم ایک میدان میں آگئے، جہاں ایک چار گھوڑوں کی گاڑی ہماری منتظر تھی۔ گاڑی بان نے گھوڑوں کو دیوانہ وار دوڑا دیا۔ میرا ہاتھ کلاری موند کی کمر میں پڑا ہوا تھا، اُس کا سر میرے شانے پر ٹکا ہوا تھا۔ اس کا سینہ مجھ سے بھڑا ہوا تھا۔ اس وقت سے میری زندگی دوگونہ ہوگئی۔ میرے اندر دو مرد تھے جو ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔ ایک پادری جو خواب دیکھتا تھا کہ رات کو وہ ایک

سورما بن جاتا ہے اور ایک سورما جو خواب دیکھتا تھا کہ رات کو ایک پادری بن جاتا ہے۔

یقیناً میں تھا، یا پھر یہ میرا خیال تھا کہ میں وینس میں ہوں "آبنائے پرشکوہ" کے کنارے ایک عالیشان محل میں۔ کلارتی موند شاندار طریقے پر زندگی گذارنی بسر کرتی تھی۔ رواج اسے عامیانہ نہیں بنا سکتا تھا۔ اس سے محبت کرنی ایسی تھی جیسے تین حسین عورتوں سے محبت کرنی۔ وہ میری محبت کا جواب صدگونہ محبت سے دیتی تھی۔ وہ کچھ دنوں سے علیل تھی۔ ایک دن یہ ہوا کہ میں نے اپنا ہاتھ کاٹ لیا اور اُس نے میرے زخم سے خون چوسا۔

"میں نہیں مروں گی! میں نہیں مروں گی!" اس نے کہا "ابھی میں تم سے بہت عرصہ تک محبت کرتی رہوں گی کیونکہ میری زندگی تمہاری زندگی میں ہے۔ تمہارے خون نے مجھے میری زندگی واپس دیدی ہے!"

اس واقعہ نے اور اس کے ساتھ جو عجیب قسم کا خوف تھا مجھے بہت عرصہ تک پریشان رکھا۔

سرآپیین اکثر مجھ کو برا بھلا کہا کرتا رہتا تھا۔ ایکدن اُسنے کہا:۔

"اس خبیث روح کو دفع کرنے کی جس نے تمپر غلبہ پالیا ہے صرف ایک صورت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کلارتی موند کہاں دفن ہے۔ ہمیں اس کی قبر کھولنی چاہیے اور کلبلاتے ہوئے کیڑے اور مُردہ جسم کو دیکھکر تمہارے پراگندہ خیالات جاتے رہیں گے اور تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

میں اپنی دوگونہ زندگی سے اس قدر بیزار ہو گیا تھا کہ میں نے اُس کی بتائی ہوئی تدبیر کو قبول کرلیا اور آدھی رات کو ہم نے جاکر اسکی قبر کی لوح تلاش کی اور اُسے پالیا۔

آخر سرآپیین کی کدال مُردے کے بکس سے ٹکرائی اُس نے اس کا ڈھکنا کھولا۔ اور میں نے کلارتی موند کو دیکھا۔ اُس کے زرد لبوں پر خون کا ایک قطرہ چمک رہا تھا۔

سرآپیین غصہ سے بے قابو ہو کر چیخا:۔

"اچھا! یہاں ہے تو۔ شیطان! بلیوا! (ویمپائر)[۱] انسانوں کا خون چوس جانے والی!"

یہ کہکر اُس نے نعش پر متبرک پانی چھڑکا اور وہ فوراً ہی چورا چورا ہو کر خاک ہو گئی۔

"سرو مالد یہ پڑی ہے آپ کی محبوبہ"۔ اس نے کہا "اب جاؤ اور لیڈ دیب اپنی حسینہ کے ساتھ خوش فعلیاں کرو"۔

میں نے اپنا سر جھکا لیا۔ میری تو مکمل بربادی ہو چکی تھی غریب پادری کے گھر میں واپس آ گیا۔ رومالد عاشق نے رومالد پادری کو خیرباد کہا۔ مگر رات کو میں نے کلارتی موند کو دیکھا!۔

"او کمبخت انسان"۔ اُس نے کہا "یہ تو نے کیا کیا؟ تو نے اُس بیوقوف پادری کی بات کیوں مانی؟ کیا تو خوش نہیں تھا؟ میں نے تیرے ساتھ ایسی کونسی بُرائی کی تھی کہ تو نے میری قبر کھود ڈالا۔ آئندہ کے لئے وہ سلسلہ ٹوٹ گیا جو ہماری روحوں اور ہمارے جسموں کے درمیان تھا۔ تو میری آرزو کرتا رہے گا۔ الوداع!"

پھر وہ خلا میں اُڑ گئی اور میں نے اُسے پھر کبھی نہیں دیکھا۔ . . .

. . . افسوس! جو کچھ اس نے کہا تھا سچ تھا۔ میں اب بھی اس کی آرزو کرتا ہوں۔ میری نجات بہت مہنگی خریدی گئی اور خدا کی محبت اتنی نہیں بڑھی کہ کلارتی موند کی محبت کی جگہ لے لیتی۔

دیکھو بھائی، یہ ہے کہانی میری جوانی کی۔

اپنی آنکھوں کو کسی عورت پر جمنے نہ دو۔

ایسی نگاہوں سے چلو جو صرف زمین کو تلاش کرتی ہوں۔

کیونکہ تم خواہ کتنے ہی پارسا اور کتنے ہی نجیب کیوں نہ ہو۔

ایک لمحہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہیں مردود کر دے گا۔

(گاٹیر) ~~~~~~~~ (رشاھد)

[۱] بڑی ہی روائتی چمگادڑ جو سوتے میں انسان کا خون چوس جاتی ہے اردو میں اُسے چڑیل سمجھ لیجئے کہ اسکے متعلق بھی روایت مشہور ہے کہ انسان کا کلیجہ کھا جاتی ہے۔

شاعرِ انقلاب

(نوشتہ صادق الخیری بی-اے دہلوی)

آہ! میں شاعر ہوں . . . .

اُس ملک کا جہاں تم جیسے غلام بستے ہیں . . . .

اور تم اِس زندان کے محافظ ہو جہاں بہت سے بے گناہ موت کے آرزومند بنے ہیں . . . . .

اُن کا جرم صرف اتنا ہی تھا کہ انھوں نے آزادیٔ وطن کے لئے مجاہدانہ کوشش کی۔

اور تمہاری طرح ضمیر فروشی پر آمادہ نہ ہوئے؟

تم نے وطن کشی کی اور غیر قوم کے وفادار بن کر ان لوگوں کو قید خانے کی تنہا و تاریک کوٹھریوں میں مقید کر دیا جو تمہاری قوم میں خود داری کا مادہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔

تم نے ان کو ذلیل و حقیر سمجھا اور رفاقت پست خیال کرکے اُنکی مدد نہ کی۔

. . تم ابن الوقت ہو، افسوس ہے تمہاری حالت پر! . . . .

میں شاعر ہوں . . . . . . شاعرِ وطن!

میرے اشعار غلامانہ ذہنیت کو مٹا دیتے اور میرے تخیل کی پروازیں ملک میں بیداری کی روح پھونک دیتی مگر آہ! . . . .

میرے دیوان ضبط ہو گئے اور زندان کی سنگین دیواروں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

تم ابھی قہقہے لگا رہے تھے . . . . لیکن رات کی بھیانک تاریکی، بادل کی خوفناک گرج، بجلی کی لرزہ خیز چمک اور سیلاب کے بے پناہ خوف نے تمہیں دہشت زدہ کر دیا۔

تم بزدل ہو . . . . . . اسیرانِ وطن کی بےکسی پر مذاق اُڑانے والے!!

بھول جاؤ ان باتوں کو۔ آنکھیں کھولو! کب تک محکوم بنے رہو گے؟ . . . .

تم انسان ہو . . . . سمجھ سکتے ہو کہ غلامی کی آہنی زنجیریں، ارادے اور ہمت کی مردانہ قوتوں سے کٹ سکتی ہیں . . . . ورنہ یاد رہے غیر قومیں تمہیں فنا کر دیں گی!۔

نفاق اپنے ذہن سے بھلا دو۔

وطن کی تمام قومیں یکجا ہو کر متحد ہو جائیں۔

الفت تمہارا چلن، اور آزادی تمہارا نصب العین ہو . . . . .

. . . تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں زیر نہیں کر سکتی . . . . . .

ڈر گئے اس طوفانی رات سے؟۔

یہ نوا اعلان کر رہی ہے کہ غلام ملک کو آزاد کرا دو . . . . ورنہ فضائی آبادی ہمیشہ تمہاری حالت پر روتی رہے گی۔

تم سمجھتے ہو، میرے جسم کو قید کرکے، تم میری شاعرانہ قوت کچل دوگے؟

نہیں . . . میری جادو بیانی اِن پتھر کی دیواروں اور زنگ آلود سلاخوں کو بھی تھرا دیگی اور میری زبان سے نکلنے والے پُرجوش اشعار جب تمہاری روحوں کو جھنجوڑ کر خوابِ غفلت سے جگا دینگے تو تم یاد کرنا . . . کہ آزادی کا دیوانہ، ایک بےقصور شاعر کبھی تمہاری حفاظت میں تھا۔

تم کب تک غافل رہو گے؟ . . . . . . یہ نغمہ میری روح کے ہر حصہ سے ہر وقت بلند ہوتا رہے گا . . . .

میں ہنگامہ پرور شاعر ہوں!

آزادی کا دیوانہ!

وطن کا شیدا!

شاعرِ انقلاب!!

(طبعزاد)

جدید اُردو قیام!

(از مرزا نانا کار، دھنیہ ر آبادی)

ماہرین تعلیم کی رائے ہے کہ ہندوستان کا موجودہ نظامِ تعلیم نہایت ناقص ہے۔ خصوصاً چھوٹے بچوں کے لئے جو درسی کتابیں اور ابتدائی قاعدے نصابی کمیٹیاں تجویز کرتی ہیں، وہ بچوں کی نفسیات سے بے بہرہ حضرات کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس لئے ان کا فائدہ معلوم۔ اس نظام کے نقص کا احساس ماہرین کو اس قدر شدید ہو گیا ہے کہ اس کو یکقلم موقوف کر کے ایک نیا نظامِ تعلیم پیدا کیا جا رہا ہے۔ اس کی ولادت با سعادت کے پیشِ نظر ہم ——— جو اردو کے موجودہ قاعدوں کو نہایت غیر پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں ——— بچوں کے لئے اردو کا جدید "قیام" تالیف بلکہ تصنیف کر رہے ہیں۔ جب یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ جائیگا تو ہم اس کو نصابی مجلس کے آگے پیش کریں گے اور درخواست کریں گے کہ خدارا اس کو شریک نصاب کر لیا جائے ورنہ ہندوستان کی نجات ناممکن ہے۔ واضح رہے کہ اس تصنیف سے مصنف مالی فائدہ حاصل کرنا نہیں چاہتا۔

اس "قیام" کا ایک باب ہے جو جانوروں سے متعلق ہے۔ اس کا اقتباس ملک کے آگے پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے قارئین کرام پر واضح ہوگا کہ یہ قیام کس قدر قابلِ قدر ہوگا اور اس کو پڑھ کر ہندوستان کی نئی پود مستقبل میں وہ وہ کام کرے گی کہ باید و شاید!

الف سے آدمی یا انسان

اس کو ورپایہ بھی کہتے ہیں ہر انسان آدمی ہوتا ہے لیکن ہر آدمی انسان نہیں ہو سکتا۔

ب سے بکری یا بندر

بکری بکرے کی جورو کو کہتے ہیں بکرا بقر عید میں کام آتا ہے! بکری دودھ دیتی ہے بکری کا دودھ مہاتما گاندھی پیتے ہیں۔ اس خصوصیت کی وجہ سے بکری بین الاقوامی شہرت کی مالک بن گئی ہے، اور کارٹون بنانے والے گاندھی جی کے ساتھ بکری کی تصویر بھی بناتے ہیں۔ چنانچہ بکری کا نام آتا ہے تو گاندھی جی کی صورت آنکھوں میں پھرنے لگتی ہے۔

بندر۔ لوگ پہلے کہتے تھے کہ انسان، انسان کی نسل سے ہے لیکن ایک شخص ڈارون نامی نے ثابت کر دیا کہ انسان بندر کی نسل سے ہے۔ اس لئے اگر تم سے پوچھا جائے کہ انسان کا دادا کون تھا، تو فوراً کہنا چاہیے بندر۔ یہ جواب دو گے تو تم امتحان میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے بندر کے غدود بوڑھے کو جوان بنانے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ ایک مشہور ڈاکٹر وارونوف نامی نے یہ راز دریافت کیا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہو گیا کہ انسان بندر کی نسل سے ہے۔ کیونکہ اگر انسان بندر کی نسل سے نہ ہوتا تو بوڑھے کو جوان بنانے کے لئے بندر کے غدود استعمال نہ کئے جاتے۔ اگر ڈارون یہ ثابت کرتا کہ انسان گدھے کی نسل سے ہے تو ڈاکٹر وارونوف بھی بوڑھے کو جوان بنانے کے لئے گدھے کے غدود استعمال کرتے۔

چ سے چوہا

ڈاکٹر کہتے ہیں کہ طاعون چوہوں سے پیدا ہوتا ہے یا چوہے طاعون کے واسطے پیدا ہوتے ہیں۔ چوہا نہ ہوتا تو طاعون کا محکمہ بھی نہ ہوتا۔ چوہے مار آجکل چوہے دان لئے گھر گھر چوہوں کو مارتے پھرتے ہیں۔ لیکن چوہوں کی آبادی گھٹنے کے بجائے

بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ طاعون کے محکمہ نے چوہے مارنے کا غلط طریقہ اختیار کیا ہے۔ اگر وہ قابل بلیوں کو معقول تنخواہیں دے کر اپنے دفتر میں ملازم رکھتے تو تم دیکھتے کہ بہت جلد دنیا کے چوہوں اور ان کے ساتھ طاعون کا نام و نشان مٹ جاتا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ چوہے اور چوہیاں ابھی پوری طرح ضبطِ تولید کی تحریک کو نہیں سمجھ سکے ہیں۔ اس تحریک کی برکتوں سے چوہوں کی قوم کو واقف کرانے کی غرض سے امریکہ سے ایک علامہ بلی تشریف لائی ہیں امید ہے کہ ان بلی صاحبہ کی تعلیم اور تربیت کے بعد ہندوستان کے چوہے اور چوہیاں دونوں روشن خیال بن جائیں گے۔ اور ۱۹۴۱ء کی آئندہ مردم شماری تک اپنی آبادی کو بڑی حد تک گھٹا دیں گے۔

س سے سؤر ہندوستان کے لوگ، اور خاص کر مسلمان اس کو ناپاک سمجھتے ہیں۔ صرف گالی دینے کے وقت اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر تم بھی کسی کو گالی دینا چاہو تو اس جانور کا نام لے سکتے ہو۔ مغربی ملکوں میں اس جانور کی بہت مانگ ہے۔ وہاں کے باورچی اس کا گوشت پکانے میں استاد ہوتے ہیں۔

ش سے شیر مشہور جانور ہے۔ دیسی ریاستوں کے اکثر والی اپنی ریاست کے کاروبار میں اتنی دلچسپی نہیں لیتے جتنی شیر کے شکار میں۔ کوئی سرکس شیر ببر کے بغیر سرکس نہیں کہلاتا۔ بڑے لوگ کہتے ہیں کہ شیر کو سدھایا جا سکتا ہے۔ لیکن عورت اور کانگریسی کو نہیں سدھا سکتے۔ چڑیا گھر میں تم شیر کو قید دیکھ سکتے ہو۔ اُسے "اے کلاس" میں رکھا جاتا ہے۔ اور اچھی غذا دی جاتی ہے ورنہ اس کا ڈر ہے کہ کہیں بھوک ہڑتال یا سول نافرمانی نہ کر بیٹھے۔

ط سے طوطا اس کو مٹھو میاں یا مٹھو بیٹے کہتے ہیں۔ یہ ٹیں ٹیں کرتا ہے اور جو کچھ اُسے سکھایا پڑھایا جائے اس کی رٹ لگاتا ہے۔ بعض ہندوستانیوں کو اسی لئے طوطا کہا جاتا ہے۔ حکومت جو کچھ انھیں سکھاتی ہے اسی کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں بوڑھے طوطے نہیں پڑھتے۔ لیکن یہ غلط ہے ہندوستان کے بوڑھے طوطے اس زمانے میں بہت اچھی طرح پڑھتے ہیں اسی لئے حکومت ان کی قدر کرتی ہے۔ اُن کو مٹھو میاں یا مٹھو بیٹے نہیں کہتے "سر" اور "خان بہادر" بلاتے ہیں۔

ک سے کُتا اس جانور کا درجہ مغربی معاشرت میں بہت بلند ہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ جہاں یہ ہوتا ہے، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں پھٹکتے۔ لیکن مغربی ممالک میں ایسا نہیں ہے تنہائی میں یہ کسی عورت کے پاس ہوتا ہے تو اُس کا شوہر بھی وہاں نہیں پھٹک سکتا۔ انگریزی میں ایک کہاوت ہے، اس میں عورت کہتی ہے "مجھے چاہو، میرے کتے کو چاہو"۔ کتا پہلے گھر کی حفاظت کرتا تھا۔ لیکن اب اس کی ملکہ سے دوستی پیدا کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ کتّے نے خدا داد کمال پایا ہے اس کے "تان" "سُر" الاپ کے متعلق تم کو دوسری کتاب میں مفصل ذکر ملے گا۔

گ سے گدھا یا گائے گدھا شہرۂ آفاق چوپایہ ہے محقق کہتے ہیں کہ اس کے سینگ کسی حادثے میں جاتے رہے اور باوجود تلاش اور تفتیش کے اب تک نہ مل سکے۔ انگریز محققین کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں۔ حال میں ایک مہم گدھے کے سینگوں کو ڈھونڈ نکالنے کے لئے روانہ ہوئی تھی لیکن وہ خود ایسی غائب ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ بیوقوف آدمی کو لوگ گدھے کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن یہ بڑی زیادتی ہے۔ گدھے کی آواز دل کو لبھانے والی ہوتی ہے۔ انسان کو گانے کا خیال سب سے پہلے گدھے کی آواز سنکر ہوا۔ لیکن بعض ماہرین موسیقی کو اس سے اختلاف ہے مگر اس پر سب متفق ہیں کہ مغرب کی رقاصہ کا ناچ گدھے کے رقص کی بھونڈی نقل ہے۔ ناچ بلاشبہ گدھے نے ایجاد کیا لیکن دنیا کا کوئی ریسرچ اسکالر یہ نہیں بتا سکتا کہ گدھے نے سب سے پہلے کس سنہ میں رقص کیا تھا۔ بہر حال گدھے کے بغیر دنیا نہیں چل سکتی۔ گدھے پر بہت پیار آتا ہے تو لوگ پکار اٹھتے ہیں "گدھا کہیں کا!"۔

گائے دودھ اور گوبر دینے والا جانور ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے

قابل ہے کہ گائے دودھ تو زیادہ دیتی ہے اور گوبر تو زیادہ دودھ - دودھ اور گوبر میں سے کوئی تعلق بھی رکھتے ہیں - جب کبھی تم گوالی کے پاس کا گرم کیا ہوا دودھ پیتے ہو تم کو دھوئیں کی بو ضرور آتی ہے - یہ اس لئے کہ دودھ کو لذیذ اور پینے کے قابل بنانے کے لئے گوالی دودھ کو گوبر کے اُپلوں کا دھواں دیتے ہیں - گوالی اور شیرخانہ (ڈیری فارم) والے کہتے ہیں کہ گائے پانی ملا ہوا دودھ دیتی ہے -

آجکل خالص دودھ کوئی گائے نہیں دیتی - گائے بقر عید میں ذبح کی جاتی ہے - اس لئے ہر سال ہندو مسلم فساد ہو جاتے ہیں اسی لئے ہندوستان کی سیاسیات میں گائے کو بہت دخل ہے ہندوستان کی آئندہ تاریخ لکھی جائے گی تو مورخ گائے کو کبھی نہیں بھولے گا ہندو کہتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد اس وقت ہی قائم ہو سکتا ہے جب مسلمان گائے ذبح کرنا چھوڑ دیں -

مشکل الفاظ

ضبطِ تولید - یہ ایک تحریک ہے جس کی بدولت قیامت کو اپنے وقت سے پہلے بُلانے کی کوشش کی جا رہی ہے اگر تم اس پر سختی سے کاربند ہو جاؤ گے تو انشاء اللہ لاولد ہی مرو گے -

رقاصہ: ناچنے والی - اس کو لباس اور شلوار کی بالکل ضرورت نہیں -

ہندو مسلم اتحاد: - اچھے اچھے لکھنے والے غلطی سے یہ ترکیب لکھ جاتے ہیں - صحیح ترکیب ہے "ہندو مسلم فساد" -

سوالات

(۱) اپنے ساتھیوں سے گفتگو کرتے وقت الفاظ ذیل کو جملوں میں استعمال کرو :- نمبر

اُلّو - گدھا - سور - کُتّا - بندر - (۲۰)

(۲) مضامینِ ذیل میں سے کسی ایک پر تین صفحہ کا مضمون لکھو :- (۳۰)

(۱) بکری کی مینگنیاں اور اُن کے خواص (ب) گائے کے گوبر کے فوائد :-

(۳) گائے اور بھینس میں سے تم کس کو ترجیح دیتے ہو اور کیوں ؟ (۲۰)

(۴) بتاؤ کہ انسان کو گانا کُتّے نے سکھایا یا گدھے نے ؟ (۲۰)

(نوٹ) صفائی اور خوش خطی کے لئے دس نمبر محفوظ ہیں)

چند ادبی ڈرامے

مرزا جنگی - من کی آگ - نقش و نگار - سلمیٰ - نرگس جمال - پروین و ثریا - پرواز خیال - نجمہ نوری - تعلیم زدہ بیوی - روح سیاست

۱۲/ ۶/ ۸/ ۸/ عہ عہ ۸/ ۱۲/ ۸/ ۸/

ہمزاد - پردۂ غفلت - محصول ڈاک بذمۂ خریدار } ملنے کا پتہ :- شاہجہاں بک ایجنسی شاہجہاں روڈ دہلی -

۱۲/ عہ

دُودِ چراغِ کُشتہ

چند ادبی قصّے اُس وقت کے جب بادشاہی کو زوال تھا اور اردو پروان چڑھ رہی تھی ! !

(از جناب ظفر قریشی بی - اے دہلوی)

ہمعصروں میں چشمک و پرخاش گویا ایشیائی خصوصیات کا جزو بن گئی ہے - بالخصوص شعراء اور اہلِ ادب کی باہمی آویزشیں تو بہت ہی پرلطف اور عجیب نفسیاتی اسرار کی حامل ہوتی ہیں ہندوستان میں بھی اردو فارسی شعراء میں باہمی معاصرانہ آویزش قائم رہی - دہلی و لکھنؤ کے اساتذہ کی نوک جھونک اور خود اپنے ہی مرکزوں میں مختلف اساتذہ کی تراوش سخن کیسے کیسے رنگ اختیار کرچکی ہے اُن کا حال اور شعراء کے تذکروں میں جا بجا ملتا ہے - ان معاصرانہ لڑائیوں میں زیادہ تر طرفین کے شاگردوں اور مداحوں کا زور رہتا تھا اور دراصل شاگردوں کی فوج ہی برسرِ پیکار رہا کرتی تھی استاد اپنی اپنی جگہوں پر پُرتمکنت افتخار اور شاہانہ طمطراق کے ساتھ قائم و جامد رہتے تھے - اکثر محفلوں میں کم جاتے تھے اور جب یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ فلاں استاد آرہے ہیں تو دوسرے استاد جن کی "صید" پڑتی تھی ہرگز نہ جاتے تھے - ہاں غزل کہکر بھیج دیا کرتے تھے شاگردوں کا جمِ غفیر یہ متبرک تحفہ ادب بصد ناز و افتخار لے کر محفل میں جاتا تھا اور دادِ سخن حاصل کرتا تھا - یہ علمی چرچے زبان و ادب کی جیسی جیسی خدمتیں کر گئے - اب نہیں ہو سکتے؛ کیونکہ اب معاصرانہ چشمک کی بجائے ذاتی مخالفتیں، عناد، خود غرضیاں اور جاہ و زر کے لالچ کار فرما ہیں - ماسوا چند مغتنم ہستیوں کے جن کے دم سے اب بھی محفلِ اردو میں رونق و نور پیدا ہے -

---

شیخ امام بخش ناسخ اور حضرت خواجہ حیدر علی آتش کی معاصرانہ چشمک تاریخ اردو میں کافی دلچسپی اور معلومات سے لبریز ہے ان دونوں میں شعر و سخن کے وہ معرکے گرم رہتے تھے - طبع آزمائی کے وہ وہ جوہر پیدا کئے جاتے تھے کہ جن کی مثال اب نہیں ملتی اور جو اردو زبان کے علاوہ کسی اور زبان کی تاریخ میں بھی ہم کو نہ ملے گی - ایک زمانہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ خواجہ آتش نے حضرت ناسخ کی غزلوں پر پے در پے غزلیں لکھنی شروع کیں اور جناب ناسخ اس پر بہت ہی جھنجھلا گئے - ایک دن شاگردوں کی زبانی یہ شعر کہکر دیا - ؎

ایک جاہل لکھ رہا ہے میرے دیواں کا جواب
بو مسیلم نے لکھا تھا جیسے قرآں کا جواب !

خواجہ صاحب تو یکسر آتش تھے - اس چیلنج کے سننے کی کب تاب لا سکتے تھے - فی الفور جواب تحریر کیا ؎

کیوں نہ دے ہر مومن اس ملحد کے دیواں کا جواب
جس نے دیواں اپنا ٹھیرایا ہے قرآں کا جواب ! !

بہت سے احباب نے مشہور مصرعہ "فتنہ تو سو گیا ہے درِ فتنہ باز ہے"۔ ضرور سنا ہوگا - اس کی شانِ نزول اور استاد و شاگرد کی طباعی کا نمونہ جو اس مصرعہ کی پیدائش کا موجب بنا قابلِ غور ہے -

ایک دن شیخ امام ناسخ ایک سوداگر کی کوٹھی میں گئے اتفاق کی بات کہ اُس کا ایک خوش جمال لڑکا پلنگ پر پڑا سوتا تھا اور خمار آلود نیند کے سبب اُس کی آنکھیں کچھ بند کچھ کھلی تھیں - آپ نے اس طرزِ خواب پر مصرعہ موزوں کیا - ع

"ہے چشمِ نیم باز عجب خواب ناز ہے"۔

مگر اُس وقت اِس مصرعہ کے مناسب دوسرا مصرعہ شیخ صاحب کو نہ سوجھا آپ اسی خیال میں غلطاں و پیچاں گھر پہونچے یکایک اُن کے دوست

اور عزیز شاگرد خواجہ وزیر بھی ہیں سے آنکلے استاد کو فکر سخن میں غلطاں دیکھا پوچھا کیا فکر ہے۔ شیخ صاحب نے تمام ماجرا بیان کیا اور مصرعہ سنایا اتفاق سے خواجہ وزیر کی طبیعت نے اُس وقت زور کیا مصرعہ پر مصرعہ لگایا اور برجستہ لگایا ؎

ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز سے
فتنہ تو سو گیا ہے در فتنہ باز ہے

میاں جرأت نابینا شاعر تھے اور ہجو نویسی میں طاق تھے آپ کے اکثر لطائف زبان زد عام ہیں۔ تذکروں میں ایک نقال اور میاں جرأت کا جو لطیفہ درج ہے وہ قابل مطالعہ ہے جس سے ایک دہلوی نقال کی طباعی اور میاں جرأت کی سخن وری کا حال معلوم ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دہلی میں ایک نامور نقال معروف بہ کریلا رہتا تھا۔ وہ نقالی کے فن کا ماہر تھا ہی۔ سخن فہمی اور برجستہ شعر گھڑنے کے فن میں بھی مہارت رکھتا۔ نواب شجاع الدولہ کے ہمراہ دہلی سے لکھنؤ چلا گیا۔ ایک دن کسی امیر کے ہاں کوئی تقریب تھی۔ کریلا مع اپنے طائفہ کے وہاں پہونچا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ میاں جرأت بھی موجود ہیں۔ لوگوں کے اشارہ پر اُس نے میاں جرأت کی بھی نقل اتارنی شروع کردی۔ جس کا مقصد دل آزاری نہ تھا بلکہ صرف ہجو اور جرأت کو چڑانا مقصود تھا تاکہ وہ ذرا جھنجلائیں اور کوئی طرفہ ہجو کہکر دامن اردو کو مالا مال کریں۔

کریلے نے ایک لکڑی ہاتھ میں لی اور اندھوں کی شکل بناکر افتاں و خیزاں محفل میں چلنا شروع کیا۔ حاضرین سے خطاب کرکے کہا۔ صاحبو! میں ایک عجیب و غریب اردو شعر آپ حضرات کو سنانا چاہتا ہوں۔ جو خود بھی اندھا ہے جس کا مضمون بھی اندھا ہے اور جس کا شعر ہے وہ بھی اندھا ہے، یعنی ہمہ خانہ آفتاب است والا مضمون ہے۔ یہ کہکر اُس نے میاں کا مشہور شعر پڑھا ؎

صنم سنتے ہیں تیرے بھی کمر ہے :: کہاں ہے کدھر ہے (اندھوں کی طرح ٹٹولنا شروع کیا) کس طرف ہے (ٹٹولتے ہوئے شعر پڑھنے لگا) کدھر ہے (بار بار یہ کہکر اندھوں کی طرح ٹٹولنے لگا) اسقدر مکمل نقل تھی اور میاں جرأت کی ایسی اچھی ہجو تھی کہ ساری محفل ہنسی کے مارے لوٹ گئی اور بڑی دیر تک گرمئ بزم قائم رہی۔ میاں جرأت وہاں سے بہ خفت بے گھر واپس آئے تو کریلے کی شان میں ایک قصیدہ ہجو یہ تحریر کر ڈالا اور اس بُری طرح اُس کی خبر لی کہ شاید اُسے چھٹی کا کھایا یاد آگیا ہوگا۔ ہجو لکھکر لڑکوں کو دیدی۔ لڑکے لے اُڑے۔ ہر گلی کوچے میں کریلے کی ہجو لڑکے گاتے پھرتے تھے جب کریلے نے اپنی یہ درگت دیکھی تو اُسے بھی تاؤ آیا۔ کسی دوسری محفل میں اندھے کی پھر نقل کی اور جرأت کی مشہور غزل پڑھی ؎

امشب تیری زلفوں کی حکایات ہے واللہ
کیا رات ہے کیا رات ہے کیا رات ہے واللہ

جب لفظ "کیا رات ہے" پڑھتا تھا تو لکڑی کا سہارا لے کر گت بدلتا تھا اور اندھوں کی طرح اُچک اُچک کر پڑھتا تھا۔ اُچھلتا اور عجیب و غریب حرکات کرتا تھا۔ ساری غزل اسی وضع سے پڑھی میاں جرأت نے جب یہ ماجرا سنا تو انھوں نے بھی ایک ترجیع بند کہہ ڈالا جس کا ایک شعر دلی والوں میں بہت مشہور ہے۔

اگلا جھولے بگلا جھولے ساون ماس کریلا پھولے۔

کریلے کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اُس نے میاں جرأت کا علاج کرنے کی ایک تدبیر سوچی۔ یعنی ایک محفل میں ایک زچہ کی نقل اُتاری گویا اُس زچہ پر آسیب ہے اور وہ پیٹ میں ہے ایک شخص کو مصنوعی زچہ بناکر لٹا دیا گیا اور خود عامل بزرگ بن کر پلنگ کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اب عامل اور آسیب میں گرم گفتاری ہوتی ہے جیسا کہ بالعموم قاعدہ ہے۔ گفتگو کرتے کرتے کریلے عامل بولے۔

"ارے کمبخت نامراد ماں کی جان کا کیوں
لاگو ہوا ہے۔ اگر جرأت ہے تو باہر نکل ورنہ
جلاکر خاک سیاہ کر ڈالوں گا"

جب میاں جرأت کو اس نقل کی خبر پہونچی تو پھر ایک ہجو بہایت شدّومد سے کہہ ڈالی مگر نقال نقال ہی ہے وہ کہاں تک تنگ و دو کرتا آخر جاکر معافی خواہ ہوا اور کہا حضور شاعر بے بدل ہیں اور میں ایک معمولی نقال ہوں بھلا میرا آپ کا کیا مقابلہ آج سے توبہ کرتا ہوں!!

حضرت غالب مرحوم کو عارف سے جس قدر اُنس تھا اُس کا حال ہر ایک کو معلوم ہے ایک مرثیہ بھی کلام غالب میں عارف مرحوم پر پایا جاتا ہے۔ عارف مرحوم مرزا نوشہ کے عزیز شاگرد تھے اور قرابت داری بھی تھی۔ اپنے تو کوئی اولاد تھی نہیں انہیں اپنے بچوں کی طرح پالا تھا۔ جوانی کی عمر میں جانبہار عارف کو موذی مرض دق لاحق ہوا اور وہ صاحب فراش ہوگئے۔ مرض الموت کی حالت میں بھی چرچہ شعر و سخن گرم رکھنے کا شوق بے پایاں عارف کو ستاتا رہتا تھا۔ ایک دن شدید کرب کے بعد عارف نے یہ خواہش ظاہر کی کہ مشاعرہ ہو اور اسی مکان میں ہو۔

مرزا غالب نے جب یہ بات سنی تو بہت متفکر ہوئے اور عارف کو سمجھایا کہ مشاعرہ کا کیا محل ہے تم کو کسی طرح چین نہیں ہے دن بخار میں نڈھال رہتے ہو۔ تندرستی کا تو یہ حال ہے کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے مشاعرہ کا کیا موقع ہے۔ پھر عارف نے یہ بھی شرط لگائی تھی کہ اس مشاعرہ میں استادِ سخن حضرتِ مومن بھی شریک ہونگے اور کوئی استاد آئے یا نہ آئے مومن کا آنا لازمی ہے ورنہ مشاعرہ نہیں ہوگا۔ مرزا نوشہ کی اور مومن کی لگتی تھی معمولی اَن بن نہیں اچھی خاصی لڑائی تھی بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ غالب کے مکان پر حکیم مومن خود آئیں۔ حکیم مومن ایک باوضع اور پرافتخار شخصیت تھی جان جائے آن نہ جائے پر ایمان تھا جس سے لڑائی ہو اُس کے گھر پر آنے جانے سے کیا واسطہ۔ مرزا صاحب کو اس ذاتی آویزش کا علم تھا۔ عارف بھی یہ بات جانتے تھے مگر اُن کی ضد تھی کہ یہی ایسا ہی ہوگا اور ہو کر رہے گا۔ نہیں ہوگا تو میں حسرتِ مشاعرہ دل ہی میں لیے جاؤں گا۔ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے بس اسی کو آخری آرزو سمجھو۔ مرزا غالب نے بہت دیر تک اس عجیب و غریب تمنا پر غور کیا۔ کبھی عارف کی محبت ستاتی تھی۔ کبھی اپنی خودداری کے جذبہ کو ٹھیس لگتی تھی کہ میں اور حکیم مومن سے مشاعرہ میں آنے کے لئے اپیل کروں۔ غرض عجب کشمکش اور اُلجھن میں گرفتار ہوگئے۔ مگر آخرکار عارف کی الفت سب جذبوں پر حاوی ہوگئی اور آپ نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ اچھا بیٹیا یہ خواہش بھی رد نہیں ہونے دوں گا جو مرضیٔ مولیٰ۔

اب ایک مرحلہ یہ تھا کہ غالب خود تو حکیم مومن کے پاس جا نہیں سکیں گے اور شاگردوں میں سے کسی کو بھیجا تو حکیم مومن جیسے آدمی کب بس میں آنے والے تھے۔ خیر بڑی کشمکش کے بعد میر مہدی مجروح کو بھیجا گیا حکیم صاحب نے بہت غور سے تمام معاملہ کو سُنا۔ ہر شخص دم بخود تھا کہ دیکھئے کیا جواب ملتا ہے اُن کی "ہاں" اور "ناں" پر مشاعرہ کا انعقاد اور عارف کی خوشی و رنج کا دارومدار تھا۔ حکیم صاحب نے تندرستے تکلف و توقف کے بعد کہا "اچھا ہم جائیں گے۔ عارف سے کہہ دو اُن کا کہنا نہیں ٹالا جائے گا"۔ سب کی خوشی یہی تھی کہ حکیم صاحب آئیں۔ چنانچہ مشاعرہ ہوا۔ حکیم صاحب شریک ہوئے اور شعرائے دہلی بھی جمع تھے۔ عارف پلنگ پر تکیوں کے سہارے لیٹے تھے محفلِ ادب گرم تھی بزمِ حیات سرد ہو رہی تھی۔ عارف کو اس مشاعرہ کے ہونے کی اس قدر مسرت ہوئی کہ چہرہ زندگی کے نور سے چمکنے لگا مگر یہ صرف سنبھالا تھا۔ مرض کی حالت میں اس طرح بڑھ بڑھ کر دادِ سخن دی اور اسقدر نڈھال ہوئے کہ آخرکار اس مشاعرہ نے ہی اُن کی جان لی۔ اللہ اللہ کیا لوگ تھے کہ دمِ واپسیں تک چرچے رہے تواردو کے اور کیا وضعداریاں تھیں ان بزرگوں کی جو باوجود اختلافات اور آویزشوں کے اپنے چھوٹوں کی دلجوئی اور خاطرداریوں کے لئے ہر اونچی جگہ سے اُترنے اور ہر قسم کی "ذلتیں" تک برداشت کرنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ بنا لیا کرتے تھے۔ یہ اخلاص اور دلنوازیاں اب کہاں۔ نہ وہ چھوٹے رہے نہ بڑے! سدا رہے

نام اللہ کا۔

ایک صاحب بقاء اللہ خاں متخلص بہ بقا۔ دہلی کے اچھے اچھے شاعر تھے اور خدائے سخن حضرت میر تقی میر دہلوی کے ہمعصر تھے اُن کی شاعرانہ چشمک بھی داد طلب ہے۔ ایک دفعہ بقا دہلوی نے یہ دو شعر کہے ؎

اُن آنکھوں کا نت گریہ دستور ہے
دو آبہ جہان میں یہ مشہور ہے

سیلاب سے آنکھوں کی رہتے ہیں خرابے میں
ٹکڑے جو دل کا بہتے ہیں دو آبے میں

میر صاحب کو ان شعروں کے ذریعہ چیلنج کیا گیا تو آپ نے بھی اسی مضمون کو اس طرح باندھا اور خوب باندھا ؎

وے دن گئے کہ آنکھیں دریا سی بہتیاں تھیں
سوکھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دو آبہ

بقا صاحب اس پر بہت خفا ہوئے کہ ہمارا مضمون چرایا ہے ایک قطعہ موزوں کیا۔

میر نے گر ترا مضمون دو آبہ کا لیا
اے بقا تو بھی دعا دے جو دعا دینی ہو ئے
یا خدا میری آنکھوں کو دو آبہ کر دے
اور بینی کا یہ عالم ہو کہ نر بینی ہوئے

اسی مضمون میں ایک اور شعر میر صاحب کا ہے ؎

ہیں راہ عشق میں آگے ہی دو دلا کھا
پر پیچ پیش آیا قسمت سے یہ دو راہا

بقا نے اس پر جھنجلا کے یہ قطعہ میر صاحب کو مخاطب کر کے لکھا تھا:۔

میر صاحب پھر اس سے کیا بہتر
اسمیں ہووے جو نام شاعر کا
لیکے دیوان پکارتے پھرتے
ہر گلی کوچہ کام شاعر کا

دیگر:۔

توبہ زاہد کی توبہ تلی ہے
چلتے بیٹھی تو شیخ چلی ہے
پگڑی اپنی سنبھالئے گا میر
اور بستی نہیں یہ دلی ہے!

ایک دفعہ نواب سعادت علی خان والیٔ اودھ کا دربار لگا ہوا تھا۔ رات کی محفل تھی معرکۂ شعر و سخن گرم تھا، کافی رات ہو چکی تھی اور سید انشاء اللہ خاں انشاء کے لطیفے اور مضمون آفرینیاں بزم کی زینت اور رونق بنی ہوئی تھیں لیکن خود سید صاحب تھک چکے تھے اور رخصت چاہتے تھے مگر محفل کی طرح اُن کے قیام کی مقتضی تھی اتفاق سے دربار میں ایک شخص لکھنؤ سے باہر کے بھی موجود تھے جو اکثر دون کی لیا کرتے تھے اور موقع محل دیکھ کر سید انشا اللہ خان کے خلاف بادشاہ کے کان بھرتے رہتے تھے اور اکثر یہ شکایت کرتے تھے کہ آپ سید انشاء اللہ خاں کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں وہ کچھ ایسے بڑھیا اُستاد نہیں ہیں معمولی شعر کہتے تھے۔ اُن سے اچھے اچھے شعر کہنے والے موجود ہیں۔ اس قسم کی باتوں سے اُن کا مطلب سید انشاء اللہ کی حیثیت بادشاہ کی نظر میں کم کرنی مقصود تھی۔ چنانچہ اس رات کو بھی جب انھوں نے یہ دیکھا کہ سید تھک کر چور ہو گئے ہیں اور اُن کا دماغ مسلسل گفتگو کی وجہ سے ماؤف ہو چکا ہے۔ یہ موضوع چھیڑا کہ زورِ کلام میں سید انشاء اللہ سے بڑھ کر اور بھی بہت سے شعرا موجود ہیں چنانچہ اپنے قول کی تائید میں آپ نے بقا کا یہ شعر پڑھا ؎

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے اللہ رے میں
اسکا میں دیکھنے والا ہوں بقا واہ رے میں

اس مطلع پر حاضرین نے بھی بہت داد دی اور ایک عرصہ تک بقا کی قادر الکلامی کا ذکر ہوتا رہا تجویز ہوئی کہ سید انشاء اللہ فی البدیہہ اس پر کوئی مطلع جوابا کہیں۔ مصاحب کی اس تجویز کو

بادشاہ نے پسند کیا اور نواب صاحب نے اُن کی طرف دیکھا۔ سید نے فرمایا عالی جاہ فکر کرتا ہوں لیکن دماغ تھکا ہوا تھا جسم دربار کی کسلمندی کا شاہد تھا جب دل و دماغ حاضر نہ ہوں، جسم چور چور رہا ہو اور اس طرح بر ہمی محفل کی طرح ڈال دی جائے اُس وقت بھلا انسان کا فکر کہاں قائم ہو سکتا ہے بہت دیر تک ایک گوشہ میں گنگناتے رہے، فکر جاری رہی، کافی دیر لگ گئی مگر مطلع کے مقابلہ میں کوئی موزوں مطلع نہ ہو سکا مجبور ہو کر عرض کی۔ جہاں پناہ! مطلع تو اس وقت کوئی بھی ذہن میں نہیں آتا ہاں حسب حال ایک شعر ہو گیا ہے جو عرض ہے۔ اور یہ کہکر انھوں نے دیہاتی مصاحب کی طرف خطاب کر کے یہ شعر پڑھا جو طباعی۔ ظرافت اور حاضر دماغی کا بے مثال نمونہ ہے۔ سید انشاء نے کہا، حضور ملاحظہ ہو:۔

ایک ملکی کھڑا دروازے پر کہتا تھا رات
آپ تو بہتیرے جا پاڑہ رہے باہر سے ہیں!!

اس پر محفل میں خوب قہقہہ بلند ہوا اور مصاحب مذکور بہت خجل ہوئے۔

مرزا رفیع سودا شعر گوئی اور ہجو نویسی میں یکتائے روزگار تھے۔ شاہ عالم بادشاہ کے دربار میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک غزل بادشاہ نے کہی اور اصلاح کے لئے مرزا ممدوح کے پاس بھیجدی لیکن کئی روز گذر گئے اور اصلاح شدہ غزل بادشاہ تک واپس نہیں آئی۔ جب مدتِ انتظار ختم ہو گئی تو دربار میں مجلس ہوئی اور یہ تقاضا کیا کہ اب تک اصلاح کیوں نہیں ہوئی۔ مرزا صاحب نے کچھ عذر خواہی کی مگر یہ جواب بادشاہ کے لئے خاطر شکن ثابت ہوا طنزاً کہا مرزا صاحب کتنے اشعار روز کہہ لیتے ہیں؟۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ جب طبیعت موزوں ہو تو دو چار روز میں ایک آدھ شعر ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ طبیعت کا حاضر ہونا کاروبار شعر کے لئے ضروری ہے ورنہ گھس بھرنے اور گھاس کاٹنے میں کچھ بھی دیر نہیں لگتی۔

بادشاہ نے افتخار کے ساتھ کہا۔ مرزا ہم تو پاخانے میں بیٹھکر کئی کئی غزلیں کہ لیتے ہیں آپ اس قدر کم گولیوں ہیں مرزا صاحب نے فوراً دست بستہ جواب دیا۔ عالیجاہ یہی وجہ ہے کہ آپ کی غزلوں میں بدبو ہوتی ہے!

یہ معرکہ کا نشتر بادشاہ کے دل میں پیوستہ کر کے گھر واپس گئے۔ بادشاہ کو برہمی لاحق ہوئی اور قدرتی طور پر اُن کا آنا جانا بند ہوا۔

اِس کے بعد بہت چاہا کہ مرزا صاحب دربار میں آنا شروع کر دیں مگر ایسی دربار داری کو طبیعت کے مقتضی نہ پاکر مرزا صاحب نے صاف جواب دے دیا اور اسی وضع داری پر قائم رہے۔

زندہ درگور

(از مصورِ حقیقت جناب قاضی عباس حسین صاحب دہلوی)

پنڈت دین دیال الہ آباد میں محکمۂ تعمیرات میں ہیڈ کلرک تھے پنشن لینے کے بعد انھوں نے اپنے وطن یعنی جھونسی میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی۔ اُن کی ملازمت کے زمانہ میں بہت سے قصے ان کی نسبت مشہور تھے کہ مسمریزم یا کسی اور علم کے ذریعے وہ لوگوں کے امراض کھو دیا کرتے ہیں۔ دور دور کے لوگ اُن کے پاس آتے ہیں فلاں شخص ڈولی میں بیٹھ کر آیا اور آدھ گھنٹہ کے بعد اپنے پاؤں سے گھر چلا گیا وغیرہ وغیرہ۔ میں بھی الہ آباد میں محکمۂ ریلوے میں کلرک تھا۔ مجھے بڑا اشتیاق تھا کہ پنڈت جی سے ملوں اور اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ وہ کس طرح لوگوں کا علاج کرتے ہیں۔ ایک دن میرے دفتر کے ایک دوست مجھے پنڈت جی کے پاس لے گئے۔ اپنے مکان کے آگے چبوترے پر ایک ٹوٹے سے مونڈھے پر بیٹھے تھے، میں تو انھیں دیکھ کر یہ سمجھا کہ کوئی بہاتما جی براجمان ہیں وہ کسی صورت اور کسی طور سے ہیڈ کلرک نہیں جچتے ہی نہ تھے، بیچارے نہایت ہی محبت اور اخلاق سے ملے باتیں اپنے دھیمے دھیمے میٹھے میٹھے لہجے میں کرتے تھے کہ جی چاہتا تھا کہ گھنٹوں سُنے جائیے مگر میں تو اور ہی خیال سے گیا تھا اُن کے متعلق ایسی ایسی خلافِ عقل باتیں سنی تھیں کہ یقین کرنے کو جی نہ چاہتا تھا اور ہے بھی یہ کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" جب تک کوئی آنکھوں سے نہ دیکھ لے کیونکر یقین کرے۔ اتفاق دیکھئے کہ ہمارے جانے کے کوئی دس ہی منٹ بعد ایک صاحب آئے جنٹلمین کی وضع کے اور اس حالت سے کہ دو آدمی اُن کی بغلوں میں ہاتھ دیئے ہوئے تھے اور اُن کی ایک چیخ زمین کو جاتی تھی تو ایک آسمان کو۔ گویا "ہائے پنڈت جی مرا" کا سبق یاد کر رہے تھے۔ پنڈت جی فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور "کیا ہے بھیا کیا ہے بھیا" کہتے ہوئے اُسے لا کر مونڈھے پر بٹھا دیا مگر اُسے قرار کہاں تھا۔ ایک بیٹھی لے کر وہ گرا اور ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ اب یہ ہماری آنکھوں دیکھی بات ہے کہ پنڈت جی نے زمین ہی میں اکڑوں بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے اُس کا سر پکڑ کر اسکا منہ زبردستی اپنی طرف کیا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورا۔ اب سُنئے کہ پنڈت جی تو اُس مریض کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور ہم پنڈت جی کی آنکھوں کو دیکھتے تھے۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ پنڈت جی کی آنکھوں کے اوپر کے پپوٹے آہستہ آہستہ اوپر کی طرف کھچ رہے ہیں یہاں تک کہ اُن کی آنکھیں خوفناک طریقے سے پھٹ گئیں۔ سیاہی تو سیاہی سفیدی بھی چمکنے لگی لال لال ڈورے پڑ گئے۔ مریض کو دیکھا تو اب ساکت تھا آنکھوں سے آنکھیں ملی ہوئی تھیں اب پنڈت جی نے اسی طرح مریض کی آنکھوں کو گھورتے ہوئے اپنے ہاتھ عجیب عجیب طرح سے چلانے شروع کئے دو منٹ کے بعد وہ شخص چپ چاپ لیٹ گیا گویا سو گیا۔ اب پنڈت جی ساتھ والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا اس کا کیا حال ہے۔ جواب ملا کہ کل رات سے پیٹ میں سخت درد ہے۔ پے در پے کئی حکیموں ڈاکٹروں کی دوائیں دیں مگر ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ پنڈت جی نے کہا جاؤ جلدی سے ایک بڑی بوتل لے آؤ دیکھو ڈاٹ ذرا مضبوط سی لگوا کر لانا۔ تھوڑی دیر میں بوتل آ گئی۔ وہیں سامنے والے نل پر سے پانی بوتل میں بھروا لیا۔ اب آپ کو اختیار ہے یقین کریں یا نہ کریں مگر یہ واقعہ ہے کہ پنڈت جی نے ڈاٹ کھول کر تھوڑا سا پانی بوتل کا پھینک دیا بوتل گلے تک خالی ہو گئی۔ پھر اپنی انگشت شہادت بوتل میں ڈال کر پہلے کی طرح ڈراونی آنکھیں کر کے پانی کو گھورا پانی میں ایک جوش اٹھا جیسے سوڈا واٹر کی بوتل کھولنے سے اٹھتا ہے بس پھر انہوں نے ڈاٹ لگا دی۔ کوئی ایک منٹ تک بوتل ہاتھ میں لئے رہے اسکے بعد

راموکہہ کرآواز دی گھر میں سے ملازم آیا اُس سے کہا گلاس لے آ۔ گلاس آیا پنڈت جی نے دوگھونٹ پانی بوتل میں سے نکالا۔ اب ایک ہاتھ میں گلاس ہے دوسرا ہاتھ خالی کرکے مریض کے ماتھے کنپٹی اور آنکھوں پر پھیرا مریض نے آنکھیں کھولتے ہی زور سے ہائے رے مرا کہا۔ پنڈت جی نے کہا چپ رہو جی اب کیوں ہائے وائے کرتے ہو۔ اب وہ شخص اُٹھ بیٹھا اور لگا بھونچکوں کی طرح سے اِدھر اُدھر دیکھنے۔ پنڈت جی نے گلاس دیا کہ لو پی لو۔ وہ پی گیا۔ پنڈت جی نے کہا اب کیا حال ہے؟ پاؤں پر سر رکھدیا اور بولا مہاراج دھن ہے آپ کو۔ خیر وہ لوگ تو چلے گئے۔ میں نے دوچار سوال اس کے متعلق پنڈت جی سے کئے مگر وہ بار بار یہی کہتے۔ ہے کہ پرماتما کی اِچھا ہے میں تو گنہگار آدمی ہوں۔ اس کے بعد میں گھر چلا آیا۔ مگر سارے رستے سوچتا آیا کہ کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ بغیر دوا کے اس طرح آدمی ایسے موذی مرض سے نجات پاجائے اور اتنی جلدی۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ ہو کیونکر سکتا ہے۔ بہت دیر تک سوچتے رہنے کے بعد دل نے یہی کہا کہ میاں یہ دنیا دغا اور فریب کی بنی ہوئی ہے کیا خبر مجھ ہی پر ڈورے ڈالے جارہے ہوں یہ سب لوگ سکھائے پڑھائے تھے پروگرام کے مطابق اپنا اپنا پارٹ کر گئے تم بچتے رہنا۔ یہ سر مونڈنے کے سامان معلوم ہوتے ہیں۔

اِن باتوں کو مدتیں ہوگئیں میرا تبادلہ لکھنؤ کا ہوگیا وہاں سے تبدیل ہوکر بنارس گیا اب دوبرس سے میرٹھ میں ہوں۔ بہ حیثیت مسلمان ہونے کے میں نے اس نوبرس پہلے کے واقعہ کو بالکل بھلا دیا۔ اب چھٹی لے کر الہ آباد آیا تھا کہ بھائی بھاوج سے بھی مل لوں گا اور میرے بیوی بچے بھی بہت دنوں سے سر ہو رہے تھے کہ الہ آباد کی سیر کرائیے دیکھیں گے کہ گنگا جمنا کیونکر ملی ہیں۔ ریل والوں کو یہ بڑا آرام ہے کہ مفت میں جہاں چاہو چلے جاؤ۔ چنانچہ پاس منگوا کر بال بچوں سمیت الہ آباد آگیا۔ یہاں پہونچ کر خیال ہوا کہ لاؤ پنڈت دین دیال کا بھی ذرا پتہ لگاؤ جیتے ہیں یا مرگئے۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے پنشن لیکر جھوسی میں بودوباش اختیار کرلی ہے۔ جھوسی الہ آباد سے ہے ہی کتنی دور۔ چنانچہ میں نے وہاں پہونچ کر بہت جلد اُن کے مکان کا پتہ لگا لیا۔ پنڈت جی میں ظاہر کچھ فرق نہ معلوم ہوتا تھا سوائے اس کے کہ بال ذرا زیادہ سفید ہوگئے تھے۔ بڑی محبت سے ملے فوراً پہچان گئے۔ خیر۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک جنٹلمین کوٹ پتلون پہنے ہیٹ لگائے دور سے آتے دکھائی دیئے اُن کے پیچھے غالباً اُن کا نوکر تھا جو ہاتھ میں کوئی ٹوکری سی لئے ہوئے تھا میں سمجھا کوئی راہگیر ہیں جارہے ہوں گے کہیں۔ مگر وہ صاحب توبڑی بڑی ڈگیں بھرتے ہوئے ہماری ہی طرف آئے اور آتے ہی پوچھا۔

"پنڈت دین دیال صاحب کا مکان آپ بتا سکتے ہیں"۔

میں نے پنڈت جی کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہی ہیں پنڈت جی"!

ارے میاں میرا اتنا کہنا تھا کہ اُس پر تو گویا دورہ سا پڑ گیا یعنی یہ اِن ہیٹ و سوٹ آپ دھڑ سے پنڈت جی کے پاؤں پر گر پڑے اور فی الحقیقت زار و قطار رونے لگے۔ میں نے کہا یہ کیا مصیبت آئی یہ کیسا مریض ہے جسے رونے کا مرض ہے۔

پنڈت جی گھبرا کر بولے۔ ہیں ہیں یہ کیا کرتے ہو یہ کیا کرتے ہو اُٹھو اُٹھو۔ آخر پنڈت جی نے اُسے زبردستی اُٹھا کر کرسی پر بٹھایا اور پوچھا۔

پنڈت جی۔ آپ کون صاحب ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔

شخص۔ میرا نام فیض الحسن ہے کانپور سے آرہا ہوں۔

پنڈت جی۔ کیسے تشریف لائے؟۔

فیض الحسن۔ پنڈت جی مہاراج! آپ کے اس سوال نے میرے دل میں قیامت برپا کر دی۔ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا؟ کیسے آیا؟ یوں سمجھئے اب انسان ہوں انسانوں کی بستی میں ہوں عدم سے آیا قبر میں سے آیا آپ کی مہربانی سے آیا اپنے پاؤں سے چل کر آیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ چلو آج جھوسی کی یہ سیر خاصی رہے گی

اِس دیوانے کی باتوں میں بڑا مزہ آئے گا۔ یہ کوئی نئی روشنی کا کوٹ پتلون والا دیوانہ معلوم ہوتا ہے۔

پنڈت جی کچھ دیر تو چپ چاپ اُسے دیکھتے رہے پھر بولے۔

پنڈت جی۔ آپ کے مزاج تو اچھے ہیں۔

فیض الحسن۔ آپ کی مہربانی سے اب بالکل اچھا ہوں۔

پنڈت جی۔ مہربانی کرکے اپنا حال مفصل سنائیے میں بالکل نہیں سمجھا کہ آپ کون صاحب ہیں کہاں سے آئے ہیں ذرا صاف صاف بیان کیجئے

فیض الحسن۔ پرسوں آپ کے پاس کانپور سے کوئی تار آیا تھا؟

پنڈت جی۔ ہاں ہاں آیا تھا پھر؟

فیض الحسن ۔ میرے ہی سانپ نے کاٹا تھا

پنڈت جی ۔ "ارے"۔ کہکر اٹھے اور فیض الحسن کو گلے لگا لیا پھر کہا بیٹھو بیٹھو بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔

فیض الحسن۔ پنڈت جی آپ نے مجھے موت کے منہ سے چھڑا لیا میرے عزیز و اقارب تو مجھے دفن بھی کر چکے تھے۔

یہ کہکر فیض الحسن نے زور سے پھریری لی پھر آپ رومال منہ پر رکھ کر کھوے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے پنڈت جی نے پانی منگوا کر پلایا تھوڑی دیر سب چپ چاپ بیٹھے رہے۔ پھر پنڈت جی نے کہا۔

پنڈت جی۔ اچھا میاں فیض الحسن اب اپنا حال مفصل بیان کرو

فیض الحسن۔ میں کانپور کا رہنے والا ہوں میرے والد بدر الحسن صاحب کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ چمڑے کے بہت بڑے سوداگر ہیں۔ اسوقت علاوہ چمڑے کے کارخانے کے میرے والد صاحب کی دس گیارہ لاکھ روپیہ کی جائداد کانپور میں موجود ہے۔ ہم دو بھائی ہیں۔ ابوالحسن مجھ سے چار برس چھوٹے ہیں۔ والد صاحب قبلہ نے تین برس سے تمام کاروبار کی نگرانی ہم دونوں بھائیوں کے سپرد کر رکھی ہے اس طرح سے کہ چمڑے کے تمام کاروبار کی نگرانی اور دیکھ بھال میرے ذمہ ہے اور جائداد کے کرایہ، مرمت، ٹیکس، آباد کرنا خالی کرنا وغیرہ یہ سارے کام ابوالحسن کے ذمہ ہیں۔ ابوالحسن کا صرف ایک لڑکا ہے جو اس سال بی۔ اے کا امتحان دے گا۔ میرے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ خیر یہ تو کچھ فضول سی باتیں ہیں۔ میں پرسوں کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ہمارا گھر بہت بڑا ہے۔ دونوں بھائی مع بال بچوں کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ والد صاحب قبلہ بھی اُسی میں رہتے ہیں۔ ہمارے گھر کے آگے بہت سی زمین بیکار پڑی تھی۔ میں نے اُس میں کچھ امرود، انار، و نارنگی، لیمو وغیرہ کے درخت لگوا کر ایک چھوٹا سا باغیچہ بنا لیا تھا۔ موتیا، چمبیلی، گلاب کے پودے بہت سارے لگوائے تھے۔ بجری کی چھوٹی چھوٹی سی روشیں بنوالی تھیں غرض وہاں ایک خوشنما باغیچہ بن گیا تھا۔ اکثر صبح شام میں وہاں جا بیٹھتا اور دل بہلا لیتا۔ پرسوں سہ پہر کو میں ایک بنچ پر بیٹھا تھا پاس ہی میری تین سال کی بچی کھڑی پیار بھری پیاری باتیں کر رہی تھی کہ ایک دم سے میرے بڑے لڑکے منیر حسن کے چیخنے کی آواز آئی۔ "ابا جان سانپ"۔ میں دوڑ کر گیا دیکھا تو منڈیر پر منیر کھڑا ہے اور نیچے کالا سانپ پھن اٹھائے پھنکاریں مار رہا ہے میرے آواز دینے پر میرے چھوٹے بھائی ابوالحسن بھی آگئے اور دونوں مالی بھی لاٹھیاں لئے آن پہونچے اب سب کے سب بے اوسانی میں پھٹا پھٹ کر رہے ہیں مگر سانپ کے ایک نہیں لگتی اتنے میں سانپ بھاگا میں لکڑی لئے بے تحاشا اُس کے پیچھے دوڑا اور ایک دو ہتی بھرپور رسید کی لکڑی پڑتے ہی سانپ بلبلا کر مڑا میں قریب ہی تھا پلٹتے ہی پاؤں پر منہ مارا۔ سلیپر تو پہنے ہی ہوئے تھا پاؤں پر پورا منہ پڑا اتنی دیر میں اپنے درپے لکڑیاں جو پڑیں تو سانپ کا کچلا ہوگیا میں نے چیخ کر منیر سے کہا بیٹا میرے سانپ نے کاٹ لیا۔ سب کے سب میری طرف متوجہ ہوئے میرا یہ حال کہ ایک ایک پاؤں من من بھر کا ہوگیا رگوں میں بجائے خون کے آگ بھری ہوئی معلوم ہونے لگی تمام بدن میں سنسناہٹ ہونے لگی اور یہ معلوم ہوتا تھا جیسے بجلی کی کرنٹ تمام جسم میں دوڑ رہی ہے مگر میرا دماغ بالکل ٹھیک تھا اور نہ صرف دماغ بلکہ دیکھنے اور سننے کی بھی قوتیں بحال تھیں مگر میں محسوس کر رہا تھا کہ بدن کے اعضاء میرے قابو میں نہیں میں لاکھ کوشش کرتا تھا کہ

ہاتھ ہلاؤں، پاؤں چلاؤں بولوں، پکاروں، مگر مجبور تھا سب کی آوازیں سُن رہا تھا باتیں سمجھ رہا تھا مگر خود نہ بول سکتا تھا بدن کے ایک ایک عضو نے میرا کہنا ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں سب کو دیکھ رہا تھا مگر پلک تک نہ جھپکا سکتا تھا میری ٹانگ برابر سے نیچے نیچے تین جگہ بند باندھے گئے ڈاکٹر آیا میرا مُنہ چیر کر دوا پلائی گئی میرے ہاتھ پاؤں سونتے گئے میری بغلوں میں ہاتھ دے کر مجھے جلانے پھرانے کی کوشش کی گئی - میری بیوی بین کرتی ہوئی بے پردہ نکل آئی بچے بھی رونے چیخنے لگے منیر میرا بڑا لڑکا جس کی عمر اکیس برس کی ہے اِدھر اُدھر بولایا بولایا پھر رہا تھا میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا سن رہا تھا سمجھ رہا تھا مگر بے بس تھا اب میں نے دیکھا کہ ایک اور ڈاکٹر صاحب تشریف لائے - نبض دیکھی سینہ پر آلہ رکھا پھر بڑے زور سے "اوہو" کہا اور جلدی جلدی انجکشن کا سامان تیار کر کے اُلٹے بازو میں سوئی گھونپ دی - اِدھر نوکروں کی بھاگ دوڑ لوگوں کی چیخ پکار بیوی بچوں کے رونے دھونے کی آوازیں غرض سب مل ملا کر اِک حشر سا بپا تھا - تھوڑی دیر میں اُس حشر میں بھی اِک اور قیامت برپا ہوگئی - یعنی دونوں ڈاکٹروں نے نبض دیکھ کر آلات لگا کر گردنیں نیچی کر کے ٹھنڈے سانس بھر کر اپنے سر ہلا دیئے یعنی یہ کہ ہم مر گئے ختم ہوگئے - پنڈت جی! میں اِس وقت کتاب سی لے کر آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں اور آپ سُن رہے ہیں مگر میں قسمیہ کہتا ہوں کہ آپ کو میری تکالیف کا میرے تشنج کا میری بے کسی اور بے بسی کا صحیح اندازہ ہرگز نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ آپ بھی کبھی ایسے ہی حالات سے دوچار نہ ہوئے ہوں ذرا خیال تو کیجئے میں جیتا ہوں سب کچھ دیکھ رہا ہوں سُن رہا ہوں سمجھ رہا ہوں مگر نبضیں ساقط ہی ہوں گی قلب کی حرکت بند ہی ہوگی جو ایک چھوڑ دو دو تجربہ کار ڈاکٹروں نے موت کا فتویٰ دیدیا - بیوی کا پچھاڑ کھا کر میری زندہ لاش پر گرنا بچوں کا لپٹ لپٹ کر رونا کبھی مُنہ پر مُنہ رکھنا - کبھی میرے تلوؤں سے آنکھیں ملنی "ہائے ابا ہمیں یتیم کر گئے" "ہائے میرے سرتاج مجھے کس پر چھوڑا" -

میں سچ کہتا ہوں دوست تو دوست دشمن بھی سنتے تو رو پڑتے مگر میں رو بھی نہ سکتا تھا - اتنے میں بھائی کی آواز آئی کہ بھابی صبر کرو خدا کی مرضی یہی تھی کہ یوں بیٹھے بٹھائے بھلے چنگے بھائی جنت الفردوس کو سدھارے "ہائے بھائی میری کمر توڑ گئے" - کہکر انھوں نے بھی پچھاڑیں کھانی شروع کیں - اب میرے کان میں آواز آئی کہ بڑے سرکار آرہے ہیں - ابا جان تشریف لائے اور کس طور سے کہ ڈاڑھی اور سر کے بال ایک ہاتھ سے نوچتے آرہے تھے ایک ہاتھ سے لکڑی کا سہارا لئے ہوئے تھے - خدا کسی ستر برس کے بوڑھے کو یہ صدمہ نہ دے میرا بے حس کلیجہ اُس وقت اُن کی حالت دیکھکر اور ان کے بیان سُن سُن کر کٹا جاتا تھا - ہاں ایک جملہ معترضہ اور سُن لیجئے وہ یہ کہ والد صاحب قبلہ نے والدہ مرحومہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی نہیں کی محض اولاد کی تکلیف کے خیال سے ورنہ اُن جیسے لکھ پتی شخص کو تجرد کی زندگی گذارنے سے کیا کام تھا - اِس سے آپ اندازہ کر لیجئے کہ اُنھیں اپنے دونوں بیٹوں سے کیسی محبت تھی - ہم دونوں بھائی ناسمجھ ہی تھے کہ ماں نے انتقال کیا اِس ضعیف العمر شخص نے جو اِس وقت میری لاش سے لپٹا ہوا رو رہا تھا مجھے اور میرے بھائی کو ماں کی طرح پالا - اُف! اب اور لینے کے دینے پڑ گئے یعنی والد صاحب کی حالت خراب ہوگئی لوگ اُنھیں اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئے یہ میرے لئے اور بھی سوہانِ روح ہوا - پنڈت جی کہاں تک بیان کروں یہ رونے دھونے کا قصہ تو اس قدر طویل ہے کہ آپ سنتے سنتے ابھی اکتا گئے ہونگے اور نہیں تو تھوڑی دیر میں اُکتا جائیں گے اِس لئے اِسے یہیں چھوڑتا ہوں - مختصر یہ ہے کہ نہلانے والے صاحب تشریف لے آئے مجھے تختے پر لٹا یا گیا - ایسے حالات میں یہ کہنا مناسب تو نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مجھے ہنسی بھی آئی (گو ہنس نہ سکا) اور شرم بھی (گو اس کا اظہار نہ کر سکا) کہ قدرت کی یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ پیدا ہوئے دائی نے نہلایا تو کچھ روئے چیخے چلائے ہاتھ پاؤں چلائے مگر اب دیکھئے کہ تین بچوں کے باپ چالیس برس کی عمر کے جوان نہیں تو ادھیڑ ہی سہی

ایک تختے پر ننگے جسم پڑے ہیں اور مزا یہ کہ چوں بھی نہیں کر سکتے۔ مُردہ بدست زندہ تو سنتے آئے تھے مگر زندہ بدست زندہ اب دیکھا غرض مجھے نہلا دُھلا کر کفن پہنایا گیا۔ اُس وقت کمرے میں صرف تین شخص تھے یعنی میرا لڑکا منیر حسن، ور چھوٹا بھائی ابوالحسن اور اس کا لڑکا نورالحسن۔ میں اپنے اس طرح زبردستی دفن کئے جانے سے سہما جا رہا تھا اور بے انتہا پریشان و سراسیمہ تھا ہی کہ ان تینوں کی گفتگو سنکر حیران و ششدر رہ گیا۔

منیر۔ ابھی چچا جان میرے ابا کو ابھی دفن نہ کیجئے یہ جی جائیں گے۔

چچا۔ کیسی بے وقوفوں کی سی باتیں کرتے ہو بھلا کوئی مر کر بھی زندہ ہوا ہے۔

منیر۔ انہیں تو سانپ نے کاٹا ہے یہ مرے تھوڑے ہی ہیں! اچھی چچا جان قبر میں نہ دفن کیجئے وہاں سینکڑوں من مٹی کے نیچے ضرور مر جائیں گے۔

چچا۔ کیا لغو باتیں کرتے ہو دو ڈاکٹروں نے اطمینان کر لیا گھر کے سارے آدمیوں نے نبضیں دیکھیں دل دیکھا کنپٹیاں دیکھیں اب بھی تمہیں یقین نہیں تو لو آؤ اچھی طرح اطمینان کر لو۔

اطمینان! اطمینان! ہائے اللہ میں کیا کروں کہتا ہوا منیر تو چلا گیا اب دونوں باپ بیٹے رہ گئے۔ اُن میں یوں باتیں ہوئیں۔

باپ۔ کیسا بیوقوف لڑکا ہے رنج و غم نے اس کے حواس کھو دئیے۔

بیٹا۔ ابا جان! سنا تو میں نے بھی ہے کہ جن کے سانپ نے کاٹا ہو وہ کئی کئی دن کے بعد بھی جی اُٹھتے ہیں کہتے ہیں کہ مار گزیدہ جو بظاہر مر جائے اُسے دفن نہ کرنا چاہیئے بلکہ نیم کی پتیوں میں اُسے اوپر تلے سے خوب ڈھک دینا چاہیئے۔

باپ۔ تم بھی احمقوں کی سی باتیں کرنے لگے۔

بیٹا۔ تو اس میں ہرج ہی کیا ہے اگر بڑے ابا کو ابھی دفن نہ کیا جائے نیم کی پتیوں میں لاش گل سڑ بھی نہیں سکتی منیر کی بھی خوشی ہو جائیگی اور جو بڑے ابا زندہ ہو جائیں تو کیسی خوشی کی بات ہے

باپ۔ اور جو آٹھ لاکھ روپے تمہارے چھن جائیں تو کیسی خوشی کی بات ہے۔

یہ سنتے ہی میں تو اچھل پڑا اگرچہ اچھلا نہ گیا مگر نورالحسن اس رمز کو نہ سمجھ سکا اور پوچھنے لگا۔

بیٹا۔ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

باپ۔ تم بھی بڑے بیوقوف ہو بی اے تک پڑھنے کے بعد بھی عقل نہ آئی۔ سنو۔ تمہارے دادا ابا تو ابھی زندہ ہیں۔

بیٹا۔ جی ہاں پھر؟

باپ۔ پھر یہ کہ اُن کے انتقال کے بعد ساری جائداد روپیہ پیسہ کاروبار یہ سب کا سب میرا ہو گا اور میری اولاد فقط تم ہو اس کے یہ معنی ہوئے کہ یہ سب کچھ تمہارا ہی ہو گا۔

بیٹا۔ اور چچی جان اور اُن کے بچوں کا کیا ہو گا۔

باپ۔ جہاں اُن کے سینگ سمائیں گے چلے جائیں گے ہمیں اسکے متعلق اپنے دماغ کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں شرعًا اور قانونًا اب اُن کا اس جائداد میں کوئی حق و حصہ نہیں ہاں اگر تمہارے دادا ابا پہلے مر جاتے اور بعد میں بڑے ابا مرتے تو آدھی جائداد اور روپیہ پیسہ اِن کا بھی ہوتا

بیٹا۔ ابا جان! اگر بڑے ابا کسی صورت سے زندہ ہو سکتے ہوں تو انہیں ضرور زندہ کیجئے ہمیں سولہ لاکھ روپے نہ ملیں نہ سہی آٹھ لاکھ کیا تھوڑے ہیں۔

باپ۔ تم تو اُلو ہو روپے کی قدر کیا جانو۔

بیٹا۔ اگر درحقیقت بڑے ابا نہیں مرے ہیں تو انہیں زندہ درگور کرنا یقینًا جرم ہے۔

باپ۔ چپ رہ بیوقوف جرم ہے جرم ہے کیونکر جرم ہے کیسے جرم ہے۔ دو ڈاکٹروں کی شہادت موجود ہے۔ سارے گھر والے نوکر چاکر گواہ ہیں کہ سب نے اچھی طرح دیکھ بھال لیا نبضیں ساقط دل کی حرکت بند کنپٹیاں ٹھنڈی برف۔ اور کیا ثبوت چاہیئے۔

اس کے بعد معلوم ہوا کہ دونوں باپ بیٹے چلے گئے مگر ان دونوں کی گفتگو سے مجھے اپنے سگے بھائی کے دل کا حال معلوم ہو گیا کہ روپے نے کس طرح اُن کا خون سفید کر دیا - یہ وہی بھائی ہے جس نے ایک ماں کے پیٹ میں پرورش پائی اُسی ایک ماں کا دودھ پیا جس کا میں نے پیا تھا اور جس کی رگوں میں میری طرح میرے باپ کا خون دوڑ رہا ہے - ایک بھائی حضرت یوسف کے بھی تھے جنھوں نے بھائی کو کنوئیں میں دھکا دے دیا مگر وہ سوتیلے تھے ایک یہ سگا بھائی ہے کہ مجھے زندہ درگور کئے دیتا ہے دو دن بھی نہیں ٹھہر سکتا -

اس کے بعد عزیزوں رشتہ داروں نے میرا مُنہ کھولکر دیکھا پنڈت جی! میں کس طرح بیان کروں اور کیونکر کہوں کہ میرے اپنے بچوں نے اور میری رفیقۂ حیات نے میرا مُنہ دیکھ کر کیا کیا کہا اور کیا کیا اب بھی جبکہ میں زندہ آپ کے سامنے موجود ہوں - اپنی زبان میں وہ سین ادا کرنے کی طاقت نہیں پاتا -

اب میں نے محسوس کیا کہ مجھے اٹھانے کے لئے لوگ باہر سے آئے اتنے ہی میں میرے بیٹے منیر کی آواز کان میں آئی بھاگا ہوا گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا "چچا جان ٹھیرئیے ٹھیرئیے ابا کو ابھی نہ لے جائیے - پنڈت جی کے پاس سے تار کا جواب آگیا - ابا جی جائیں گے زندہ ہو جائیں گے -

چچا نے اُسے ڈانٹ دیا اور لوگوں سے کہا کہ یہ بیچارہ دیوانہ ہو گیا ہے جوان بیٹا ہے سمجھدار ہے باپ کا غم نہیں سہہ سکتا - صبح سے برابر روئے جا رہا ہے دماغ بے قابو ہو گیا - اچھا بسم اللہ کرو بھائی - انا للہ وانا الیہ راجعون سب کو مرنا ہے بھائی مٹی سے بنے اور مٹی ہی میں چلے - لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ادھر تو میرا جنازہ اٹھا اُدھر منیر نے اپنی ماں سے جا کر کہدیا ہو گا کہ وہ دوڑی ہوئی آئیں ابھی جنازہ دروازے تک نہ پہونچا تھا کہ ادھر منیر نے کفن گھسیٹنا شروع کیا اور ادھر بیوی نے مگر اس ظالم بھائی نے سب کو دھکے دے دے کر گرا دیا اور لوگ بھی یہی سمجھے کہ ماں بیٹے دونوں پاگل ہو گئے اور لگے دونوں کو سمجھانے بجھانے اتنی دیر میں میرا جنازہ بازار میں پہونچ گیا - میرا منہ ڈھکا ہوا تھا مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اُسوقت مغرب کا وقت ہو گا -

راستہ میں مجھے کئی بار منیر کے رونے اور چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں اور میرا دل کٹتا رہا - مگر سب سے زیادہ کوفت - پریشانی مصیبت صدمہ - غرض کیا بیان کروں سب سے زبردست دھکا میرے دل کو اُس وقت لگا جب مجھے لوگ قبر میں اُتارنے لگے کہ اب رہی سہی امید بھی جاتی رہی - اب بھلا منوں مٹی کے نیچے دب کر کیونکر جی سکوں گا - لوگ مٹی دے کر چلے بھی گئے کیونکہ مجھے کسی قسم کی آوازیں اب نہیں آئیں ممکن ہے اتنی ساری مٹی کے نیچے مجھے آوازیں سنائی ہی نہ دی ہوں - بہر حال میرا خیال یہی تھا کہ لوگ چلے گئے ہیں - یہ دیکھئے کہ اس سارے عرصہ میں میرا دماغ بالکل صحیح رہا حالانکہ متواتر روحانی صدمات پہونچتے رہے مگر اللہ ہی کو یہ منظور تھا کہ میرا دماغ صحیح رہے تاکہ آپ کو سارے حالات من و عن سنا سکوں - میں اب تک یہ سمجھے ہوئے تھا کہ قبر پر پٹاؤ رکھنے اور اوپر سے گیلی مٹی سے چھوٹے موٹے سارے سوراخ بند کرنے کے بعد اور پھر اوپر سے منوں مٹی ڈالنے کے بعد ہوا اندر بالکل نہ جا سکتی ہو گی مگر میں زندہ تھا اور ہوش میں تھا اگرچہ بے انتہا خوف زدہ ہو رہا تھا مگر تھا زندہ - میرا اُس وقت یہ خیال ہوا کہ مٹی کے مسامات میں سے ہوا ضرور اندر آتی ہو گی کیونکہ اکثر سننے میں آیا ہے کہ مکانوں کے گرنے سے منوں ملبے مٹی میں دبے ہوئے لوگ دو دو دن کے بعد نکلے ہیں اور زندہ رہے - غرض میں قبر میں بے بس پڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ یا تو تھوڑی دیر میں خود بخود مر جاؤں گا - یا کوئی جانور آتا ہی ہو گا وہ میری بوٹیاں نوچے گا میں محسوس کروں گا مگر کچھ نہ کر سکوں گا - غرض میری دماغی کیفیت جو کچھ تھی بیان نہیں کی جا سکتی - مجھے اِس حال میں شاید آدھ گھنٹہ یا گھنٹہ بھر ہوا ہو گا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی پٹاؤ قبر کا ہٹا رہا ہے تھوڑی دیر میں

کوئی قبر کے اندر کود ا میں نے کہا کہ لو بھئی اب تمہارا وقت آ ہی گیا اب کوئی دم جاتا ہے کہ جنگلی جانور تمہاری بوٹیاں نوچتا ہے مگر "ابا! ابا! میرے ابا!" کی آہستہ اور پے درپے آوازوں سے میرا دل دماغ بلکہ تمام احساسات خوشی کے مارے اُچھل پڑے میں بول تو سکتا ہی نہ تھا جواب کیا دیتا مگر سمجھ سب کچھ رہا تھا۔ اب میرے منیر نے مجھے قبر میں سے بڑی مشکل سے نکالا آخر بچہ تو تھا ہی بیچارہ ہانپ گیا پھر اس غریب نے پہلے تو جلدی سے کفن سے میرا منہ باہر نکالا اور پھر جلدی جلدی وہ ساری مٹی قبر میں بھر دی کہ کوئی شبہ نہ کرے اسکے بعد مجھے بمشکل تمام اٹھاکر وہیں قریب ہی کسی دوسری جگہ لے گیا میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور یہ دیکھ رہی تھیں کہ منیر میرے اوپر جھکا ہوا بڑے غور سے میری صورت تک رہا ہے کبھی میرے ہونٹے اوپر اٹھاتا ہے کبھی جلدی سے سینے پر کان لگاتا ہے کبھی ہاتھ اٹھاکر نبض دیکھتا ہے کبھی کنپٹیوں کو ہاتھ لگاتا ہے غرض بے چین کوئی ایک گھنٹہ یونہی گذر گیا۔ اس کے بعد ایکا ایکی میری رگوں میں خون دوڑتا ہوا معلوم ہوا دل میں حرکت پیدا ہوئی ایسا معلوم ہوا جیسے میرے اعضا میرے قابو میں آگئے میں نے جلدی جلدی آنکھیں کھولیں بند کیں۔ منیر یہ دیکھتے ہی ابا ابا میرے ابا کہکر لپٹ گیا میں جلدی سے اُٹھ بیٹھا پھر جو ہم دونوں ایک دوسرے سے گلے مل کر روئے تو بقول شخصے جل تھل بھر دیئے دونوں کی ہچکیاں بندھ گئیں دو چار منٹ میں جب ذرا دل قابو میں ہوا تو میں نے کہا بیٹا میں تو دنیا کے لئے مر ہی چکا تھا تو نے مجھے زندگی دوبارہ دی۔ اللہ! کیا میں اپنے لخت جگر کے اس بارِ احسان سے کبھی سبکدوش ہو سکتا ہوں

اب ہم دونوں پھر ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ ذرا خیال تو کیجئے میرے منیر نے میرے ساتھ کیا کیا۔ کیا کسی کی اولاد نے آج تک باپ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔

اس کے بعد میں نے منیر سے پوچھا کہ بیٹا یہ قبر سے نکلتے ہی میرے اعضا میرے قابو میں کیونکر آگئے بتا تو نے ہی تو کچھ پڑھا ہے کوئی عمل کیا ہے کیا بات ہے۔ منیر نے سارا قصہ بیان کیا کہ کس طرح اُسے اپنے دوست سے آپ کا حال معلوم ہوا اور کس طرح اُس نے چچا کی طرف سے مایوس ہو کر جوابی تار دیا اور پھر آپ کا تار آیا کہ مارگزیدہ کا مُنہ کھول دو اور ہوا میں رکھو میں عمل پڑھتا ہوں وہ ضرور زندہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ قبرستان میں آیا اور چھپا بیٹھا رہا جب سب لوگ چلے گئے وہ فوراً قبر پر آیا اور مٹی ہٹاکر جلدی سے مجھے نکال لیا۔

میں نے منیر سے کہا کہ بیٹا میں اس کفن کو لپیٹے ہوئے تو گھر جا نہیں سکتا تم جلدی سے جاؤ اور اپنی ماں اور دادا ابا کو اول سے آخر تک سب حال سناؤ مگر دیکھنا عقلمندی سے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شادی مرگ ہو جائیں تمہاری ماں کمزور دل کی عورت ہیں اور دادا ضعیف العمر ہیں پھر میرے کپڑے اور جوتی ٹوپی لے آؤ تاکہ میں آدمی بنکر چلوں۔ جاؤ جلدی جاؤ میرا انتظار نہ کرو میں کفن کا تہمد باندھے لیتا ہوں تمہیں یہیں ملوں گا جلدی آنا۔ منیر تو اُدھر گیا اِدھر میں نے خاک پر سر رکھکر اللہ پاک کی جناب میں سجدۂ شکر ادا کیا خوب رونا رہا اور توبہ استغفار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں منیر آگیا۔ گھر ہو کر جو حال میرا منیر کا۔ منیر کی ماں کا میرے اپنے والد بزرگوار کا اور میرے اور بچوں کا ہوا وہ بیان نہیں ہو سکتا مجھے الفاظ ہی نہیں ملتے جن سے میں اُسوقت کی

مایا کا جال

(از جناب تمنائی)

گونگا بہرا " فال گو" سنہری مندر کے ایک بعید ترین گوشہ میں مقیم تھا ۔ روز مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت اسکے پاس اپنی اپنی قسمت کے متعلق پیشین گوئی سننے کے لئے آتی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اُس کی "حسِ باطنی" انسانی سمجھ سے باہر ہے اور فطرت کی ستم ظریفی کے باوجود بھی وہ زندگی کی تاریک راہ کے خطرات سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اپنے خیالات کا اظہار کسی نہ کسی طرح اشارات سے کر دیتا ہے ۔

خزاں کی ایک شام کو مراد مانگنے والوں کی جماعت میں جو مندر میں جمع ہوئی تھی چار عورتیں بھی تھیں ۔ گونگے " فال گو" نے چاروں کو علیحدہ علیحدہ طاقوں میں اُس کے نام پر جس کی انھیں تلاش تھی پھول رکھنے کو کہا تھا ۔ اس لئے وہ سب صحن میں آگئیں جو اُس وقت پھولوں سے اٹا پڑا تھا ۔ حسبِ ضرورت پھول لے کر وہ تھوڑی دیر کے لئے معطر فضا میں بیٹھ گئیں اور ہوا کی سرگوشیوں کو جو وہ درختوں سے کر رہی تھیں سننے لگیں ! مندر کے اندر سے پجاری کی پُرموسیقی آواز پتھر کی دیواروں سے ٹکرا کر عجیب طرح سے گونجتی ہوئی بلند ہوئی ۔ وہ رامائن کا وہ باب پڑھ رہا تھا جہاں راون سیتا جی کو طرح طرح کی لالچیں دے کر اپنی طرف راغب کر رہا تھا لیکن وفادار عصمت مآب سیتا اپنے پیارے رام کی سچی محبت میں اس خونخوار سے نفرت کا اظہار کر رہی تھیں ! . . . .

ناظمہ کی کہانی

" آؤ ہم لوگ اپنا اپنا قصہ کہیں " ونیا نے کہا ۔

ناظمہ جو سب سے چھوٹی تھی بولی " ہاں ، رات اتنی خوشگوار ہے ! "

" اچھا تو تم شروع کرو " سب ایک زبان ہو کر بول اٹھیں ۔

اور ناظمہ نے اپنی کہانی شروع کی ۔

میرا باپ گجرات میں سمندر کے کنارے ایک دیہات میں رہتا تھا ۔ اس کا عقیدہ تھا کہ عورت کی زندگی کی منزلِ مقصود شادی ہے اُس کی تخلیق کا مقصد یہی ہے کہ وہ مرد کی خواہشات کی تسکین کا آلہ بنے اور انسانی جماعت میں چند نفوس کا اضافہ کرے معمولی طرح سے لکھ پڑھ لینے کے علاوہ اعلیٰ تعلیم اُس کے لئے ضروری نہیں ۔ اسلئے ابھی جبکہ میں بارہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی اُس نے یتیم خانے سے ایک نوجوان اپنی دامادی کے لئے چن لیا ۔ اور سولھویں سال میں ہماری نسبت باضابطہ قرار پاگئی ۔ ماں کی موت کے بعد میں اُس سے " اپنے ہونے والے مالک سے " کئی بار چھپ چھپ کے ملی ۔

آہ ! کیسی خوشگوار تھیں وہ ملاقاتیں !! ۔ اور خاصکر وہ نہ بھولنے والی شام جب اُس نے پہلی مرتبہ مجھے اپنے مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اپنے سینے سے لگا کر اپنے گرم گرم ہونٹوں سے میرے رخسار کا ایک طویل بوسہ لیا تھا ! اب بھی اُس کی یاد ۔ اُس فرحت لمحہ کی یاد سے میرے سارے جسم میں سنسنی سی دوڑ جاتی ہے !! . . . . . .

چند ماہ بعد میرے باپ نے اُسے اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر بھیج دیا ۔ جانے سے قبل اُس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ تعلیم ختم ہوتے ہی وہ فوراً چلا آئیگا وطن سے دور وہ مجھے بہت یاد کرے گا . . . . آہ ! میں کس قدر خوش تھی ۔ اُسے مجھ سے کتنی محبت ہے ! میں سوچتی تھی ۔

میرے باپ کے پاس اُس نے کئی خط لکھے لیکن چند ہی دن بعد یہ سلسلہ یک بیک منقطع ہو گیا ۔ میرے باپ نے پریشانی کے عالم میں کئی تار اُس کے نام روانہ کئے لیکن آخر ناامید ہو کر اُس نے اپنے

داماد سے ہاتھ دھولیا۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ مجھے پہلے کتنا غم ہوا۔ دن رات میرے سر میں صرف ایک سودا تھا، اُسے دیکھنے کا! میرے دماغ میں صرف ایک خیال تھا، اُس کا!!

اُس وقت سے میں بیوہ کی زندگی بسر کر رہی ہوں، لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں، میں ہمیشہ محسوس کرتی رہی ہوں کہ کسی نہ کسی دن میں اُسے دیکھوں گی اور ایک مرتبہ پھر وہ مضبوط بازو مجھے اپنی گرفت میں لیں گے۔ گو لنگا "فال گر" یقینی ہیں حقیقت سے آگاہ کرسکتا!"۔ ۔ ۔ ۔ اور اُس کی آواز ٹوٹی ہوئی بانسری کے گداز نغمہ کی طرح آہستہ آہستہ فضا کی خاموشی میں گم ہوگئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بیما کی کہانی

"تمھاری محبت ایک خوشگوار خواب کی طرح آئی اور تمہارے سینے میں بغیر کوئی تلخ چبھن چھوڑے چلی گئی"! زرد چہرہ لاغر جسم اور حسرت ناک آنکھوں والی بیما نے عجیب پُرسوز آواز میں کہا اور پھر سب کے اصرار پر اپنی کہانی شروع کی :۔

میں اپنے والدین کے ساتھ ایک بڑے شہر میں رہتی تھی میری تربیت بالکل قدیم طرز پر ہوئی۔ بچپن میں میں نے گرجے کے پاٹھشالہ میں پڑھا۔ میرے باپ کا خیال تھا کہ اعلیٰ تعلیم سے عورتوں میں آزاد مزاجی اور خود سری پیدا ہو جاتی ہے اِس لئے قریب قریب میں جاہل ہی رہی۔ دن رات گھر میں بند رہتی اور ماں باپ اور چند رشتہ کے بھائیوں کے سوا میری آنکھیں کسی غیر صورت سے آشنا نہ ہوئیں۔

اُسی زمانے میں میرے بھائیوں کی کلب میں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اُس کی پر تمکنت شخصیت نے اُن پر ایک خاص اثر کیا۔ وہ ایک جہاں دیدہ سیاح تھا۔ اُس کا طور و طریقہ، اُس کی ہر ہر ادا "مغرب زدہ" تھی۔ اُس نے میرے بھائیوں سے تجارت کے متعلق اپنے وسیع تجربات کا اظہار کیا اور یہ بھی کہا کہ وہ کام کی تلاش میں ہے چونکہ میرے باپ کو ایک شریک کی ضرورت تھی اِس لئے اُسنے اِس موقع سے فائدہ اٹھایا تھوڑے ہی دنوں کی یکجائی سے میرا باپ اجنبی نوجوان سے اچھی طرح واقف ہوگیا۔ اُس کے خیالات شادی کے متعلق عجیب و غریب تھے۔ وہ ہماری اس رسم کو کہ شادی کے قبل لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے۔ بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا

اب میں شادی کے قابل ہوچکی تھی اور میرے باپ نے اِدھر اُدھر متعدد جگہ میرے لئے پیام بھیجے۔ لیکن (غالبًا میرے خوبصورت نہ ہونے کی وجہ سے) کوئی بر نہ مل سکا۔ میرے باپ نے ان پریشانیوں کا ذکر اپنے شریک سے کیا۔ ۔ ۔ ۔ اور اندازہ کرو اس کی حیرت کا جب اُس حسین عجیب و غریب خیالات والے نوجوان نے خود کو اُسکی غلامی میں پیش کیا!۔ ۔ ۔ بغیر مجھے دیکھے ہوئے!! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"تقدیر!" چاروں میں سے بڑی نے کہا جبکہ بیما دوران داستان میں سانس لینے کے لئے رُک گئی تھی۔ اُس نے پھر کہنا شروع کیا

ہاں تو میرے باپ کے لئے یہ خبر ایسی ہی تھی جیسے اُس کے لئے جنت کا دروازہ کھل گیا ہو۔ اِس خوشی میں اُس نے بڑی دولت میرے نام لکھدی اور میرے ہونے والے شوہر کو اُس کا مالک قرار دیا۔ میں اپنی قسمت پر قانع تھی بغیر جانے ہوئے کہ کیا ہو رہا ہے اور دل ہی دل میں اپنے ہونے والے شوہر کو خوش کرنیکی تدبیریں سوچ رہی تھی

شادی کی رات کو جب میرے شوہر نے مجھے میرے کمرے میں تنہا دیکھا تو اُس کے چہرہ پر نہ نفرت کی علامات تھیں نہ مایوسی کی!۔ ۔ ۔ لیکن میں پہلی ہی نظر میں اپنا دل کھو بیٹھی۔ میں نے گھٹنوں کے بل جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میرے سرتاج۔ میرے مالک، میں تم سے محبت کرتی ہوں"۔ آہ! خیال کرو، میرے اس جملہ میں ایک دنیائے معانی پنہاں تھی۔ اُسنے بغیر ایک لفظ کہے بازو پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ میں بالکل اُس کے قریب تھی۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ اُس سے باتیں کروں کچھ دیر ہم دونوں چپ چاپ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور اُس کے بعد اُسنے

اپنے دونوں ہاتھوں کو میری گردن میں حمائل کر کے مجھے لپٹا لیا۔ اور اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے . . مجھے اپنی زندگی کا وہ ناقابل فراموش لمحہ اب تک یاد ہے۔ میں اسوقت دنیا و مافیہا سے بے خبر تھی . . . .

بیما کی آواز تھر تھرا کر رک گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کانپ رہی ہے۔ آہ! ماضی کی یاد بھی کس قدر صبر آزما لذت سے پر ہوتی ہے! ان قیمتی لمحات کا خیال بھی کس قدر کیفیت زا ہوتا ہے! صرف یاد بھی "ویران کھنڈروں" کو ایک مرتبہ پھر ویسی پُر شکوہ اور پُر عظمت بنا دیتی ہے جیسے کہ وہ تھے . . . . تینوں کے اصرار پر بیما نے اس طرح اپنے قصہ کو ختم کیا :-

شادی کے بعد میں علیحدہ بنگلے میں اپنے شوہر کے ساتھ رہنے لگی۔ وہ میرے لئے خود ساریاں خرید کر لاتا، جوتے پسند کرتا۔ اور اگرچہ یہ اونچی ایڑی والے جوتے مجھے سخت تکلیف پہونچاتے پھر بھی اُسکو خوش کرنے کے لئے میں بخندہ پیشانی اس تکلیف کو برداشت کرتی وہ مجھے اپنے ساتھ سیر کو باہر لے جاتا اور رفتہ رفتہ میں سوسائٹی میں ملنے کے طریقوں سے واقف ہوگئی۔ اُس کی محبت نے مجھ پر جادو کر دیا تھا اور اُس کے ذرا سے اشارہ پر میں سب کچھ کرنیکو تیار رہتی

بچہ ہونے کے بعد میرا باہر جانا بند ہوگیا اور اُس کے بعد میں نے اپنے شوہر میں بھی کچھ تغیر محسوس کیا۔ وہ رات کو دیر کر کے آنے لگا۔ میری طرف سے بھی بے توجہی برتتا۔ لڑکے کی تو اُسے مطلق پروا نہ تھی۔

ایک شام وہ خلافِ معمول سویرے آگیا اور مجھ سے بہت جلدی میں کہا۔ "ابھی ابھی گھر سے تار آیا ہے کہ والد کی طبیعت بہت خراب ہے میں جا رہا ہوں"

آج سے قبل اُس نے کبھی اپنے گھر کا تذکرہ تک نہ کیا تھا۔ جانے سے قبل اُس نے وعدہ کیا کہ گھر پہونچتے ہی وہ خط لکھیگا میرے باپ نے اُس کا پتہ لگانے کی کوشش کی لیکن بے سود

خط کے انتظار میں دن ہفتے ہوکر مہینوں میں تبدیل ہوگئے اور مہینے سال بنے لیکن خط نہ آنا تھا نہ آیا۔ نہ یہی خبر ہے کہ وہ کہاں ہے دیکھو فال گو کیا کہتا ہے! . . . اور بیما کی آواز فضا کی خاموشی میں گم ہوگئی جیسے کہیں دور سرو کے درختوں سے ہوائیں ٹکرا ٹکرا کر آہیں بھرتی غائب ہوجاتی ہوں . . . . .

کچھ دیر اس چھوٹی سی جماعت پر عجیب خاموشی چھائی رہی یہاں تک کہ چندا (ان میں سب سے چھوٹی اور سب سے خوبصورت) نے کہا :-

چندا کی کہانی

تم دونوں قسمت کی ماری ہو، لیکن میں؟ میں تو خود اپنی مصیبت کی ذمہ دار ہوں۔ میرے والدین نے میری شادی ایک مشہور موتیوں کے سوداگر سے کر دی۔ جو عمر میں مجھ سے کافی بڑا تھا بسلسلۂ تجارت اُسے پیرس جانا پڑا اور میں بھی اُس کے ساتھ گئی۔ یہاں کی، اپنے وطن کی تاریک فضا۔ سے نکل کر میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں وہاں کی ہر چیز عجیب تھی۔ زرق برق دوکانیں، عظیم الشان رقص گاہیں۔ میں کیا بتاؤں میں نے پہلے پہل کیا محسوس کیا۔ ہم ایک چھوٹے سے اسٹوڈنٹس کھانا کھاتے، اور میرا شوہر مجھے میری قیام گاہ پر پہونچا کر چلا جاتا اور قریب قریب تمام رات باہر ہی گذار دیتا۔ چند روز تک تو مجھے کچھ خیال نہ ہوا لیکن آخر میں نے خیال کیا کہ شاید اس کی کوئی معشوقہ ہے جس کے یہاں وہ رات گذارتا ہے۔

ابھی میں کسی خاص نتیجہ پر نہ پہونچی تھی کہ ایک شام کو جب کہ ہم کھانا کھا رہے تھے ایک نوکر نے ایک خط لاکر دیا خط پڑھتے پڑھتے اُس کا چہرہ زرد ہوگیا اور یکایک بغیر کچھ کہے وہ اٹھ کر چلا گیا میں کئی گھنٹے تک بیٹھی اُس کا انتظار کرتی رہی لیکن وہ واپس نہ آیا آخر میں نے اپنا بیگ کھولا لیکن میری پریشانی کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ کھانے کی قیمت جتنی رقم بھی نہ تھی اُس وقت ایک نوجوان جو میری بغل والی میز پر کھانا کھا رہا تھا میرے پاس آیا۔ میں

پہلے ہی سے جانتی تھی کہ یہ خوشرو نوجوان میرے ملاحوں میں سے ہے اور باوجود یہ جاننے کے کہ میں شادی شدہ ہوں، میری محبت حاصل کرنیکا خواہشمند۔ اُس نے میری مدد کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مجھے شکریہ کے ساتھ قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ پر اُس کے احسان کا بدلہ دینے کے لئے اُسے اپنے ساتھ اپنی جائے قیام تک ساتھ رہنے کا موقع دیا۔

رفتہ رفتہ اُس اجنبی سے میرے مراسم بڑھنے لگے اور بہت جلد ہم نے دوستی کی حدود طے کرکے ایک نیا رشتہ قائم کرلیا۔ میرے لئے اپنے عمر رسیدہ شوہر میں کوئی دلچسپی نہ تھی اور اس لئے میں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ میں نے خود کو بالکل اُس اجنبی کے سپرد کردیا۔ میرے شوہر کی بے توجہی نے اور آسانیاں بہم پہونچادی تھیں اور میں اس اجنبی نوجوان کے ساتھ اپنے شباب سے خوب لذت اندوز ہورہی تھی! لیکن اس طرح ڈر ڈر کر قید و بند میں رہ کر لطف اٹھانے سے طبیعت گھبرا گئی اور ہماری روحیں آزادی کے ساتھ ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے کو تڑپ رہی تھیں۔

آخر کار ایک روز ہم دونوں نے مصر کے ایک غیر معروف دیہات میں سمندر کے کنارے ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں پناہ لی آہ، وہ فردوسی دور جو میں نے اُس ساحلی جھونپڑی میں اُس نوجوان کے ساتھ گذارا ہے! . . . . وہ مجھ سے محبت کرتا تھا شباب کی انتہائی پُرجوش اُمنگوں کے ساتھ! جس وقت وہ مجھے اپنی آغوش میں لے کر پیار کرتا تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی بھونرا کلی سے لپٹ کر بالکل اُسے چوس لینا چاہتا ہے! . . . اُس کے جذبات کی بے پناہ موجیں مجھے ایکدم تہ و بالا کردیتیں! . . . یہاں تک کہ باوجود انتہائی لذت کے میں بعض وقت گھبرا اٹھتی . . . . . .

. . . .

ایک روز جب وہ نہانے گیا تھا میں نے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر یہ لکھ کر کہ "ایک دوست سے ملنے قاہرہ جارہی ہوں" میز پر رکھدیا دوسرے روز جب میں اپنے اُس "پریم نواس" میں پہونچی تو وہ نہ تھا۔ ہمارے عربی نوکر نے کہا کہ میرا خط پڑھ کر وہ بہت پریشان ہوا۔ اور بالکل دیوانوں کی طرح نجانے کدھر نکل گیا۔ چند ماہ کی ناکام کوشش کے بعد میں ہندوستان واپس آگئی۔ میرے والدین میرے نام کافی دولت چھوڑ کر مر چکے تھے اور اس وقت میں ایک دولتمند عورت ہوں۔ لیکن یہ ساری دولت میرے نزدیک ہیچ ہے اُس بیش بہا خزانے کے آگے جو میں نے اپنے ہاتھوں کھو دیا۔ یعنی مرد کی محبت! . . . . میرے چاروں طرف ایک عظیم الشان تاریکی معلوم ہوتی ہے۔ میرا دل بالکل بوڑھا ہوچکا . . . . اور اُس کی آواز اس طرح دھیمی پڑ گئی جیسے کسی گلاب کی شاخ کے نیچے بلبل رات کی تنہائی میں روتے روتے چپ ہوگئی ہو!

دینا کی کہانی

"آہ! تم بچیوں نے بھی اپنے لب محبت کے سم آگین جام سے آشنا کئے اور آخر تمہیں بھی ناکامی اور محرومی سے دوچار ہونا پڑا!" دینا نے ضعیف آواز میں کہا "لیکن ابھی تمہارا سینہ جوانی کی اُمنگوں سے پُر ہے۔ شباب تمہارے اس زخم کو بہت جلد بھر دے گا اور تم پھر ایک مرتبہ زندگی کے لطف سے بہرہ مند ہوسکو گی لیکن میں؟ آہ، میرے لئے مسرت و انبساط کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوچکا۔ پیری اپنی تمام مجبوریوں، اپنی تمام ہیبتناکیوں کے ساتھ مجھ پر مسلط ہوچکی! جوانی کے ہنگامہ خیز دور کو میں نے کس عالم میں چھوڑا؟ پیری کی خوفناک پرسکون آغوش میں میں کس حالت میں آپڑی؟ آہ، نہ پوچھو . . . . صرف اتنا سن لو کہ اب بھی میرا دل اُسی کے لئے تڑپ رہا ہے۔ جس نے اپنا شباب جس کے صدقے کیا!"

میری ماں ایک مشہور رقاصہ تھی۔ چونکہ میری آواز اچھی تھی (اور دولتِ حسن میں بھی کمی نہ تھی) اس لئے میری ماں نے میرے لئے ایک اُستاد مقرر کردیا۔ جس سے میں موسیقی کے سبق حاصل کرتی جب میں نے سولہویں سال میں قدم رکھا تو میری ماں نے خیال ظاہر کیا کہ اب مجھے بھی بازارِ حسن میں اپنی جنس فروخت کے لئے لانا چاہیئے۔

لیکن میں اس قسم کی زندگی سے کچھ اس طرح متنفر تھی کہ اس کا خیال ہی مجھے گھبرا دیتا تھا۔ میں نے اپنی ماں کی روزانہ زندگی کا اچھی طرح مطالعہ کیا تھا۔ میں دیکھتی تھی کہ کس طرح ہر روز وہ ایک نئے عاشق کی آغوش میں مچلتی تھی۔ ہر رات اُس کے بستر کا شریک کوئی اور ہوتا تھا وہ سب کی تھی اور کسی کی بھی نہیں! اور یہ زندگی کس قدر نفرت انگیز تھی! میں اُس کلی کی طرح ہونا چاہتی تھی جسے ہزاروں بھونرے یکے بعد دیگرے آ کر چوس جائیں۔ میں وہ ساحل نہ بننا چاہتی تھی جسے ہر موج اپنی آغوش میں لے، جس سے ہر موج اپنے تمام جوش کے ساتھ آ کر ٹکرائے اور ساکن ہو جائے ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں مجھے تلاش تھی صرف ایک محبت کرنے والے دل کی۔ میں کسی کو اپنا بنانا خود کسی ایک کی ہو جانا چاہتی تھی۔ میری ماں نے میرے ارادے سے اتفاق نہ کیا اور مجھے اپنی تمناؤں کو خیرباد کہہ کر قسمت کے آگے سر جھکانا ہی پڑا۔ لیکن چند دنوں کے دلخراش اور کراہیت انگیز تجربے نے مجھے مجبور کر دیا کہ اپنی ماں کو چھوڑ کر کہیں نکل جاؤں۔ ایک بوڑھے پجاری نے مجھ پر رحم کھا کر اپنی پناہ میں لے لیا۔ وہ مجھے اپنی بیٹی کی طرح چاہتا تھا مرتے وقت اُس نے اپنی ساری دولت میرے لئے چھوڑ دی اور اس طرح میں فکر معاش سے بالکل آزاد ہو گئی۔

ایک سہ پہر کو ساحل سمندر پر ٹہل رہی تھی کہ میں نے ایک نوجوان کو ایک چٹان کے پاس بیہوش پڑا پایا۔ میں اُس پر جھک گئی۔ وہ آہستہ آہستہ سانس لے رہا تھا۔ عجب طرح کے جذبات کے ساتھ میں نے اُس کی پیشانی چھوئی۔ جب میں نے اُس کی بند آنکھوں کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا جیسے سفید پانی میں دو نیلوفر کے پھول اپنی پتیاں سمیٹے ہوئے ہوں۔ اُس کے چہرہ میں مردانہ حسن کی جھلک تھی اور میرا دل نجانے کیوں خود بخود دھڑکنے لگا۔

دو چار ملاحوں کی مدد سے میں اُسے اپنے گھر لے آئی۔ آہ! میں اُس تبسم کو کبھی نہیں بھول سکتی جو پہلی مرتبہ ہوش میں آنے کے بعد اُس کے ہونٹوں پر آئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کچھ دن تک وہ نیم بیہوشی کی حالت میں رہا۔ رفتہ رفتہ اُسے صحت ہونے لگی۔ لیکن وہ باتیں بہت کم کرتا۔ جب کبھی میں اُس کے متعلق کچھ دریافت کرتی تو وہ بچوں کی سی معصومیت کے ساتھ کہتا کہ اُسے کچھ یاد نہیں۔ اُس کی مجبوری پر لاچاری پر میں اُس سے اور محبت کرنے لگی۔ کبھی کبھی جب وہ کمرے میں تنہا ہوتا اور یک بیک میں پہونچ جاتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ کسی غم انگیز یاد کو بھلانے کی کوشش کر رہا ہے۔

رفتہ رفتہ وہ میری طرف ملتفت ہونے لگا، وہ میری ساریوں کو، میری سیاہ آنکھوں کو، میری حنائی انگلیوں کو دیکھنے لگا۔ جب اُس کی آنکھوں سے میری آنکھیں ملتیں تو سارے جسم میں کپکپی دوڑ جاتی لیکن میں اپنے جذبات کو اُس سے پوشیدہ رکھتی، وہ بھی مجھ سے دور رہتا اور متفکر۔

ایک شام جب ہم باغ میں ٹہل رہے تھے اُس نے کہا کہ وہ گھر جانا چاہتا ہے۔ میرا دل بیٹھ گیا۔

"تم کہاں جاؤ گے؟" میں نے مایوس لہجہ میں پوچھا۔

"کہیں چلا جاؤں گا۔ اس سے تمھیں کیا مطلب؟" اُس کی آواز میں عجیب طرح کی بے کسی تھی اور بے اختیار میرا جی چاہا کہ اُسے زندگی کا شریک کر لوں۔

"تم کیوں جانا چاہتے ہو؟ کیا تم یہاں خوش نہیں ہو؟" میں نے پوچھا۔ اُس نے مسکرا کر ۔ ۔ ۔ آہ! وہ مسکراہٹ ۔ ۔ ۔ میرے احسان کا شکریہ ادا کیا۔

"شاید تم اپنے کاموں کی وجہ سے جانا چاہتے ہو؟" لیکن اُس نے سر ہلا دیا۔

"شاید اپنے عزیزوں کی محبت تمھیں کھینچ رہی ہے!" میں نے کہا۔ لیکن اُس نے پھر سر ہلا دیا۔

چودھویں رات کا پورا چاند اپنی سیمیں سکون پرور چاندنی بڑی فیاضی سے باغ میں بکھیر رہا تھا۔ روش پر پڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے

تھرتھرا رہے تھے اور میرا سینہ نجانے کن کن جذبات سے پُر۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ یہ میری زندگی کے اہم ترین لمحات ہیں۔ آہستہ آہستہ ہچکچاتے ہوئے میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ وہ اُس وقت بالکل بچّے کی طرح معصوم ہو گیا تھا، بےبس اور معصوم! میں اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے خاموش بیٹھی رہی۔ میرا سینہ ہزاروں عجیب و غریب جذبات کا مخزن۔

"تم بہت اچھی ہو!" اُس نے بڑی دھیمی آواز میں بالکل بچے کی طرح کہا۔

اُس کی دھیمی پُرکیف آواز میرے سازِ جذبات کے لئے زخمہ تھی، میری آرزوئیں الفاظ ہو کر نکل جانا چاہتی تھیں لیکن میں اتنا کہہ سکی: "آہ، تمہیں نہیں معلوم کہ میں تم سے کس قدر محبت کرتی ہوں۔ میری کل خاموشی، میری کل مسرت تمہاری ذات سے متعلق ہے۔ میں بالکل تنہا ہوں، میرا کوئی نہیں، آؤ، میرے ہو جاؤ۔ مجھے اپنا بنا لو..." ہیجانِ جذبات سے میری آواز رُک گئی۔

اُس نے بڑی محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میرے چہرہ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر میرا مُنہ چوم لیا....

صبح کو آنکھ کھلی تو میں نے خود کو بستر پر تنہا پایا۔ دوڑی ہوئی نیچے گئی۔ نوکر نے ایک خط دیا۔ کانپتے ہاتھوں سے کھولا۔ لکھا تھا:-

"تم بہت اچھی ہو۔ میں تمہارے
لائق نہیں۔ گذشتہ رات میں
نے صرف اس لئے تمہارے ساتھ
بسر کی کہ کچھ بار تمہارے احسان کا
کم ہو جائے خدا حافظ!"۔

کچھ دیر میں بالکل ساکن کھڑی رہی۔ مجھے اُس نے جنت کے دروازے پر لا کر چھوڑ دیا۔ پیاس بجھنے کے قبل ہی جام ہونٹوں سے جدا کر دیا . . . .

. . . .

. . . . دن بھر بستی میں میں نے اُس کی تلاش کی لیکن بیکار۔ وہاں ایک متنفس نے بھی اُسے نہ دیکھا تھا۔ دنیا خاموش ہو گئی۔

پھر یکایک سبھوں کو یاد آیا اور "بابل" کے پھول لیکر وہ اپنے اپنے طاقوں کی طرف گئیں اور پھول رکھکر دوسرے روز جواب سننے کی امید میں گھر چلی آئیں۔

صبح کو چاروں طاقوں پر پھول کی خوشبو سے لکھے ہوئے نام مٹ گئے۔ لیکن فال گو انہیں دیکھ چکا تھا۔ اور کچھ دیر بعد اس نے اپنے عجیب و غریب اشارات کی مدد سے چاروں عورتوں کو سمجھایا کہ:-

"زندگی مایا کا ایک جال ہے جس میں ہم انسان نہ چھٹنے کے لئے پھنسنے ہیں!"

ناکام اور مایوس چاروں اپنے اپنے گھر واپس آئیں بغیر یہ جانے ہوئے کہ وہ جس کی انہیں تلاش تھی، جس نے اِن چاروں کی زندگی تباہ کی تھی، دراصل ایک ہی تھا!

(ایک ایکٹ کا مختصر ڈرامہ)

موت کا جال

(از جناب جمیل احمد کندہ ہائے پوری)

افراد

(۱) شہزادہ شہریار۔
(۲) ڈاکٹر جلیل، شہریار کا دوست
(۳) اصغر
(۴) انور } شہریار کے ماتحت افسر اور اس کے باغی دشمن
(۵) اختر

منظر :۔ شاہی محل کا ایک کمرہ خوبصورتی کے ساتھ مزین ہے زمین پر تمام فرش بچھا ہوا ہے۔ ایک کنارے میں ایک چھوٹی سی میز رکھی ہے، جس پر شراب کی کئی بوتلیں رکھی ہیں جابجا دراز پشت کرسیاں بھی نظر آرہی ہیں۔ باہر آنے جانے کے لئے دیوار کے وسط میں ایک دروازہ بنا ہوا ہے۔"

(پردے اٹھنے پر اختر، انور، اور اصغر آپس میں باتیں کرتے نظر آتے ہیں)

اختر :۔ شہزادے کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ہماری طرف سے کچھ شبہ سا ہوگیا ہے۔

اصغر :۔ ہونے بھی دو۔ ہمیں اس کی کیا پرواہ۔ ایک آدھ گھنٹے کے اندر تو اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یقین ہی آجائے گا۔

اختر :۔ لیکن سرحدی فوج کے باہر قدم رکھتے ہی ہمیں شہزادے کا کام تمام کر دینا چاہئے۔

اصغر :۔ (جیب سے ریوالور نکال کر کسی خیالی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فکر نہ کرو، اس اپنے ریوالور کی ایک ہی گولی سے اُس کا کام تمام کر دوں گا۔

اختر :۔ لیکن میں ریوالور نہیں پسند کرتا (نیام سے تلوار باہر نکالتے ہوئے) میں تو اس کا کام اسی سے تمام کروں گا۔

انور :۔ وہ تو جو ہونا ہوگا، وہی ہوگا۔۔۔ افسوس تو اسکا ہے کہ وہ ابھی بہت کم سن ہے۔۔۔ آہ! کیا ہی بہتر ہوتا اگر ہمیں کسی سن رسیدہ مرد سے سابقہ پڑتا۔

اختر :۔ انور! یہ بکواس بیکار ہے، اگر وہ سن رسیدہ ہوتا تو ہمیں اس کے ساتھ ساتھ اُس کے پورے خاندان کا بھی خون کرنا پڑتا۔ لیکن خیریت ہے کہ اب اس کا کوئی رشتہ دار نہیں۔ یہ اپنے خاندان کی واحد یادگار رہے۔ ہمیں چاہئے کہ موقع پاتے ہی اُسے ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سلا دیں۔ پھر تو بختیار کی کامیابی کی راہ ایک دم صاف ہو جائے گی اور کوئی اُسے تختِ شاہی سے دست بردار کرنے کی کوشش نہ کرے گا۔

انور :۔ موقع کی کہتے ہو تو اس سے زیادہ موزوں لمحہ کوئی بھی نہ ہوگا لیکن پھر بھی بہتر ہوتا، اگر وہ خود سے ہی موت کی نیند سو جاتا اس صورت میں ہم تو اس گناہ سے بچ جاتے۔

اصغر :۔ انور! خاموش۔ شہریار ادھر آرہا ہے۔

(شہریار فوجی لباس زیب تن کئے آہستہ آہستہ داخل ہوتا ہے اور میز پر سے ایک سگرٹ اٹھا کر ان تینوں کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتا ہے)

شہریار :۔ میں تمہاری موجودگی کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(تینوں آدابِ شاہی بجا لاکر رخصت ہوتے ہیں۔ اصغر شہزادے کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بائیں جانب سے نکل جاتا ہے۔ شہریار دروازہ بند کرکے ایک کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ چہرے سے ایک عجیب اُداسی سی برس رہی ہے۔ دفعتاً دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ شہزادہ جاکر دروازہ کھولتا ہے اور ڈاکٹر جلیل آمکا مشفق دوست خوبصورت پوشاک زیبِ تن کئے داخل ہوتا ہے)

شہریار :- کون جلیل ؟ بخدا اسوقت تمھیں دیکھکر بہت خوشی ہوئی۔

جلیل :- آہ شہریار! ہم ہرگز اس کا تصور نہیں کرسکتے کہ میں کن کن مشکلوں سے اجازت حاصل کرکے تم سے ملنے آیا ہوں۔ مجھے خاص طور پر تمہاری ناسازی کا بہانہ بناکر آنا پڑا اور اُس پر بھی دربان نے اندر آنے سے قبل میرا ریوالور یہ کہکر ضبط کرلیا کہ آج سے یہی نیا قانون جاری ہوا ہے۔

شہریار :- (خفیف تبسم کے ساتھ) ٹھیک کہتے ہو انہوں نے میرے بھی تمام ہتھیاروں پر کسی نہ کسی بہانہ سے قبضہ کرلیا ہے۔ ریوالور لیتے وقت اختر نے کہا کہ یہ زنگ آلود ہوگیا ہے اسے صاف کرانے کے لئے بھیج دوں گا۔ تلوار کی حصولگی کے لئے انور نے یہ بہانہ لگایا کہ اس کی دھار خراب ہوگئی ہے اس کی مرمت لازمی ہے۔

جلیل :- توکیا اس پر بھی تم اُن کا مطلب نہیں سمجھتے ؟

شہریار :- سمجھتا کیوں! . . . . میں بخوبی جانتا ہوں کہ یہ صرف میری موت کا جال بچھایا جارہا ہے۔ آج سے نہیں بلکہ تین سال قبل سے ہی جب میں ۱۶ سولہ سال کی عمر میں تختِ شاہی پر قابض ہوا تھا میرے خلاف سازش کررہے ہیں۔

جلیل :- لیکن کیا تمھارے محافظ تمہاری مدد نہ کریں گے ؟

شہریار :- مدد! . . . آہ یہ ایک خیالِ موہوم ہے . . . دیکھتے نہیں جلیل کہ سرحدی محافظ کس بُری طرح سے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ بختیار کو تخت پر بٹھانے کے لئے وہ بیتاب ہورہے ہیں۔ صرف سرحدی فوج ہی اُن کی کامیابی کی راہ میں ایک کھٹکتا خار تھی لیکن آج رات وہ بھی یہاں سے کوچ کررہی ہے۔ دو ایک گھنٹے بعد کابل کی فوج اس کی جگہ پر آجائے گی!

جلیل :- لیکن کابل کی فوج تو نمک حلال ہے۔ وہ ہرگز بغاوت نہیں کرسکتی۔

شہریار :- یہ تو سچ ہے لیکن کابل کی فوج تو سرحدی فوج کے جانے کے دو ایک گھنٹے بعد آئے گی۔ اس درمیان میں تو وہ کام تمام کرچکے ہوں گے۔

جلیل :- شہزادے! خدارا یہاں سے جلد نکل جاؤ۔ دشمن تمہارے خون کے پیاسے ہورہے ہیں۔

شہریار :- اچھے جلیل! ذرا غور تو کرو کہ یہ باغی جماعت کتنے زمانے سے میرے خاندان کے خون کی پیاسی ہے اور اب سب کو قتل کردینے کے بعد بھی جب اس کی تشنگی نہیں جاتی توکیا وہ مجھے موت کے جال سے نکل بھاگنے دیں گے . . کبھی نہیں! . . . . وہ ہرگز مجھے اپنے خونخوار پنجوں سے باہر نہ جانے دیں گے۔

جلیل :- لیکن شہزادے تمہاری گفتگو سے تو بالکل اطمینان ظاہر ہورہا ہے کیا تمھیں اپنی جان کی کچھ پرواہ نہیں ؟

شہریار :- آہ جلیل! اطمینان کیسا . . . راحت وسکون کہاں میسر۔ کاش میں تمھیں اپنا دل چیر کر دکھا سکتا تو تم جان جاتے کہ مجھے موت سے کتنی نفرت ہے . . . . میں بزدل نہیں . . . میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن پھر بھی زندگی کی خواہش رکھتا ہوں . . . آہ! ان شباب اور جوانی کے دنوں میں کون زندگی سے ہاتھ دھونے کو تیار ہوگا (یہ کہکر وہ دریچہ کے پاس چلا جاتا ہے) جلیل! دیکھو۔ ان طلسمی پہاڑوں پر نظر دوڑاؤ۔ آہ! یہ وہی پہاڑ ہیں جہاں میں موسمِ بہار میں شکار کو گیا تھا۔ تم نے اس جگہ کو کبھی نہیں دیکھا ہے، میں وہاں سے ہو آیا ہوں درحقیقت وہ جگہ ایک پرستان ہے . . . اے کاش! میں پھر وہاں دوبارہ جاسکتا! لیکن نہیں! یہ صرف سہانے خواب ہیں . . . ہائے زندگی . . . . جوانی . . . . موت! . . . جلیل! غور کرو اسوقت

میں اس کمرے میں تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔۔ لیکن کل؟ ہائے یہ سب کچھ نہ رہے گا۔۔۔ میں نہ رہوں گا۔۔ میری چیزیں نہ رہیں گی! ہاں اس جگہ جہاں ابھی میں کھڑا ہوں کل خون کے چند قطرے نظر آئیں گے۔۔۔۔ آہ ظالم میرے خون کو دیکھکر مسرور ہوں گے۔۔۔۔ بیوقوفوں کو ہرگز یہ خیال نہ آئے گا کہ ان ننھے ننھے قطروں کے ساتھ کتنی حسرتیں لپٹی ہوئی ہیں۔

جلیل :۔ لیکن شہزادے! کیا تم قربانی کے بے زبان بکرے کی طرح قتل ہو جانے کو تیار ہو۔۔ شہریار! لیکن تم اپنے لئے ایسی موت پسند کرتے ہو۔۔ نہیں نہیں! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایک شہزادہ ہرگز اس بے رحمی کے ساتھ قتل نہیں ہو سکتا۔۔ اگر تمہارے پاس مقابلہ کے لئے دشمنوں نے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی ہے تو بہادروں کی طرح زہر کھالو تاکہ تم ان کی تدبیروں کی بر آوری کے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔

شہریار :۔ لیکن میں تو آج تک اپنی زندگی میں موت کے ارادے سے دوچار نہیں ہوا۔۔۔ میں زہر کس طرح کھا سکتا ہوں۔ آہ! اب میں اپنے اندر اس کی ہمت نہیں پاتا (دفعتاً کسی خیال کے آتے ہی) اچھا جلیل! اب بہتر یہی ہے کہ تم اپنی جان بچاکر یہاں سے نکل جاؤ۔ اب تمہاری موجودگی خالی از خطر نہیں!

جلیل :۔ نہیں شہزادے! تقاضائے وفا مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا۔ میں تمہیں خطرے میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔

(باہر سے فوجی باجوں کی آواز آتی ہے)

شہریار :۔ ہائیں! یہ تو سرحدی فوج کے رخصت ہونے کی بگل ہے۔ آہ، اب وقت قریب آچکا۔ طائر موت سر پر منڈلا رہا ہے۔

(اتنا کہکر شہزادہ کمرے کے دوسری طرف چلا جاتا ہے)۔

جلیل۔۔۔ وہ دیکھو! دشمن ہماری طرف شعلوں کی طرح بڑھے چلے آرہے ہیں۔

جلیل :۔ (لپک کر تیزی سے شہریار کے پاس جاتا ہے) شہزادے! فکر نہ کرو۔۔ تمہاری جان میں بچاتا ہوں۔۔ ذرا جلدی سے اپنی قمیص تو سینہ کے پاس سے چاک کر دو (اتنا کہکر وہ خود سے ہی شہریار کی قمیص چاک کر دیتا ہے اور اس کے سینہ کو ادھر ادھر سے دیکھنے لگتا ہے۔ دفعتاً دروازہ کھلتا ہے اور تینوں محافظ اندر داخل ہوتے ہیں۔ جلیل اُن کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لئے حکم دیتا ہے اور مصنوعی انداز سے شہزادے کے سینہ کو ادھر اُدھر سے غور کرتا رہتا ہے۔ وہ تینوں حیرت و استعجاب میں اس کی طرف گھورتے رہتے ہیں)

اختر :۔ ڈاکٹر جلیل! کیا آپ مہربانی فرما کر کچھ دیر کے لئے اس کمرے سے باہر تشریف لے جائیں گے؟ ہمیں شہزادے سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنی ہے۔

جلیل :۔ (متانت سے چہرہ بنا کر) جناب! مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں اس وقت میری موجودگی زیادہ ضروری ہے۔ میں ایک اہم فرض کو ادا کر رہا ہوں۔ شہزادے کی طبیعت دفعتاً زیادہ خراب ہوگئی ہے۔

اختر :۔ (پریشان ہوکر) یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟

جلیل :۔ میں درست کہہ رہا ہوں۔ شہزادے نے خود ہی مجھے بیماری کی تشخیص کے لئے بلا بھیجا تھا۔ اب میں انہیں دیکھ چکا اور تجربہ کی بنا پر میرا خیال ہے کہ اب یہ بمشکل ایک ہفتہ زندہ رہ سکیں گے۔

(شہریار مصنوعی انداز سے ایک کرسی پر بیٹھ جاتا ہے تینوں اپنی ناکامی پر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتے ہیں)

اختر :۔ ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کو واقعی اس کا یقین ہے۔ آپ شاید غلطی تو نہیں کر رہے ہیں؟

جلیل :۔ (شہریار کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر) خدا کرے میرا فیصلہ غلط ہی ثابت ہو جائے!

(تینوں حیرت زدہ ہوکر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگتے ہیں)

اختر :۔ (آہستہ سے) معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی کامیابی کے لئے

کچھ دیر انتظار کرنا پڑیگا۔

انور :۔ (شہریار کی طرف اشارہ کر کے آہستہ لہجہ میں) نہیں! شاید خدا کی زبان بھی اس کے خون کی تشنہ ہو رہی ہے۔

شہریار :۔ (پریشانی کا بہانہ بنا کر) آہ! اب تم لوگ مجھے کچھ آرام تو لینے دو۔

(تینوں آداب شاہی بجا لا کر رخصت ہونے لگتے ہیں شہزادہ ہاتھ کے اشارہ سے اُن کے سلام کا جواب دیتا ہے)

(اُن کے جاتے ہی شہریار اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اُس کے چہرے سے اس وقت بشاشت کے آثار نمایاں ہیں)

شہریار :۔ ہا ۔ ۔ ۔ ہا ۔ ۔ ۔ ہا! کیسا دھوکہ دیا! ۔ ۔ جلیل! در حقیقت تم مستحق مبارکباد ہو۔

جلیل :۔ (شہریار کے سامنے کھڑے ہو کر) شہزادے! یہ صرف دھوکا نہ تھا بلکہ اس میں اصلیت کی بھی آمیزش تھی ۔ تم سچ مچ بہت بیمار ہو۔ آنکھیں دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا تھا۔

شہریار :۔ خیر! مجھے اپنی علالت کی پرواہ نہیں ابھی کیا کم ہے کہ تم نے ان ظالموں سے میری جان بچالی ۔ دو ایک گھنٹے کے اندر کابل کی فوج یہاں آجائے گی اور پھر یہ تینوں میرا کچھ بھی نہ بگاڑ سکینگے جلیل! درحقیقت تم نے انھیں خوب دھوکا دیا ۔ ۔ تمہاری ذہانت قابل داد ہے۔

جلیل :۔ (المناک لہجہ میں) معصوم شہزادے! میں نے انہیں دھوکا نہیں دیا (شہریار یہ سن کر حیرت سے جلیل کا منہ تکنے لگتا ہے) تم واقعی سخت علیل ہو اور اُن ظالموں کے سامنے میں سچ مچ شہریار کی صحت کو جانچ رہا تھا میں نے انہیں جو کچھ کہا وہ بالکل درست ہے۔

شہریار :۔ کیا کہا درست ہے؟ کیا میں درحقیقت ایک ہفتہ کے اندر اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ لیکن پھر میں اس علالت کی تکلیف کیوں نہیں محسوس کرتا۔

جلیل :۔ (افسردہ ہو کر شکستہ الفاظ میں) شہزادے! دشمنوں کے خوف سے تمہارے ہوش و حواس گم ہو گئے ہیں! تم اسے نہیں محسوس کر سکتے۔

شہریار :۔ (صدمہ سے متاثر ہو کر) آہ! موت کل شام سے میرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ میں دو بار اس کا مقابلہ کر چکا۔ لیکن اب مجھ میں اس کی ہمت نہیں (جذبات سے مغلوب ہو کر) آہ جلیل! تم نے مجھے کیوں قتل ہو جانے سے بچالیا۔ موت تو بہتر تھی۔ اس صورت میں موت اور زیست کی کشمکش کی تکلیف تو نہ برداشت کرنی پڑتی۔ ایک بار موت کی گود میں آسودہ ہو کر۔ ۔ ۔ یہ مسلسل موت کے خوف کی تکلیف سے کہیں زیادہ بہتر ہے (یہ کہکر شہریار دریچہ کے پاس جاتا ہے اور دیکھکر فوراً اپنی جگہ پر واپس آجاتا ہے)

جلیل ۔ مخلص جلیل! تم نے ایک بار مجھے موت کے پنجوں سے بچالیا۔ اب اس آنے والی بدترین موت سے بھی مجھے نجات دلا دو۔ میں شہزادہ ہوں ۔ اب یہ روحی اذیت میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ خدارا جلد وہ زہر کی شیشی مجھے دیدو"

(جلیل کچھ دیر تک پس و پیش کرتا رہتا ہے اور پھر اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر شہریار کو دیدیتا ہے)

جلیل :۔ لو! اس کے دو چار ہی قطرے تمہاری خواہش کی تکمیل کے لئے کافی ہیں۔

شہریار :۔ شکریہ! پیارے جلیل شکریہ! ۔ ۔ ۔ لو ۔ اب میرا آخری سلام قبول کرو ۔ ۔ ۔ ۔ الوداع ۔ ۔ ۔ مخلص دوست الوداع! ۔ ۔ ۔ بھولنا نہیں ۔ ۔ ۔ اچھے دوست مجھے یاد رکھنا ۔ ۔ ۔ اب ہم حشر کے دن ایک دوسرے سے ملیں گے!

(جلیل کف افسوس ملتا ہوا مضمحل انداز میں کمرے سے باہر نکل جاتا ہے ۔ دروازہ باہر سے بند ہو جاتا ہے شہریار کچھ دیر تک اپنے مخلص دوست کے نقش پا کو دیکھتا رہتا ہے پھر میز کی دوسری طرف جا کر ایک شراب کی بوتل کا کارک کھولتا ہے اور میز پر سے ایک گلاس اٹھا کر اس کے اندر شراب ڈالنا چاہتا ہے

لیکن دفعتاً کسی نئے خیال کے آتے ہی وہ رک جاتا ہے اور دروازہ کے پاس جاکر اختر، اصغر اور انور کو آواز دیتا ہے۔

(وہاں سے واپس آکر شراب کی بوتل میں زہر ملا دیتا ہے اور شیشی کو جیب میں چھپا لیتا ہے۔ تینوں شہریار کی آواز سنکر اندر داخل ہوتے ہیں)

شہریار :- (چاروں گلاس میں یکے بعد دیگرے شراب ڈالتے ہوئے دیوانگی کے انداز میں) "شہریار موت کی نیند سو چکا۔۔ بختیار زندہ باد" (اتنا کہکر وہ بیٹھ جاتا ہے)

ہاہاہا !! تکرار ختم ہو چکی ۔۔۔ شہریار ختم ہو چکا - اب صرف بختیار بادشاہ ہوگا ۔۔۔۔ شہنشاہ بختیار زندہ باد ! ۔۔۔ میرے دوستو ! اب اپنے نئے بادشاہ کی تاجپوشی کی خوشی میں مسرت کے نعرے بلند کرو ۔۔۔ مصروفِ عیش و نشاط ہو جاؤ - رنگ رلیاں مناؤ ! ۔۔۔۔ میرے دوستو ! لو ! بختیار کی کامیابی کی خوشی میں شراب کے جام خالی کرو اور پھر ایک زبان ہوکر کہو "بختیار زندہ باد"!

(اصغر، انور اور اختر ایک دوسرے کا منہ تکتے ہوئے زہر آلود شراب پی جاتے ہیں)

اختر :- جناب ! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں ۔۔۔ ہم سوائے آپ کے ہرگز کسی کی اطاعت نہیں قبول کر سکتے !

شہریار :- ہاں ! ٹھیک ہے، کیونکہ اب تمہیں کسی دوسرے کی اطاعت کا موقع ہی نہ ملے گا -

(اتنا کہکر شہریار بھی زہر آلود شراب کا ایک گلاس چڑھا جاتا ہے)

اختر :- کیا فرمایا ؟ ہمیں کسی دوسرے کی اطاعت کا موقع نہ ملیگا - جناب کا آخر اس سے کیا مطلب ہے ؟

شہریار :- (کھڑا ہوکر) مطلب یہ کہ میں اب تمہارے ساتھ ساتھ ملکِ عدم کو جا رہا ہوں - کل رات سے تم مجھے قتل کرنے کے لئے پریشان ہو رہے تھے (وہ تینوں یہ سنکر متعجب ہو جاتے ہیں) تضیعِ اوقات کو میں نے اچھا نہیں سمجھا اور اب اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی آسمانی دنیا میں لے جا رہا ہوں تاکہ تمہیں کسی دوسرے کی اطاعت نہ کرنی پڑے -

اختر :- ہائیں ! (حیرت سے) کیا آپ نے ہمیں زہر آلود ۔۔ شراب پلا دی ہے ؟

(انور بوتل کو اٹھا کر غور سے دیکھتا ہے اور ناک کے قریب لے جاکر اسے سونگھتا ہے)

اختر :- آہ ظالم ! تو نے اپنے ساتھ ساتھ ہمیں بھی زہر پلا دیا !! (یہ کہکر وہ نیام سے تلوار نکال کر غصے سے دانت پیستا ہوا شہریار کی طرف بڑھتا ہے)

شہریار :- ہاں ہاں ! آ ! ۔۔۔ پس و پیش کیوں کرتا ہے - میں موت کے استقبال کو بالکل تیار ہوں ۔۔۔ زہر میرے جسم میں سرایت کر چکا - دو ایک منٹ میں یہ میرا کام تمام کر دیگا - اگر تجھے اب بھی مجھے قتل کرنے کی خواہش ہے تو لے یہ سر حاضر ہے !

(اختر ننگی تلوار لئے شہریار کو قتل کرنے کے لئے بڑھتا ہے لیکن اسکے قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں اور وہ ایک خوفناک چیخ بلند کرتے ہوئے فرش پر گر جاتا ہے - اصغر میز کی دوسری طرف گر کر اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دیتا ہے اور انور لڑھک کر دیوار کے پاس ہمیشہ کی نیند سو جاتا ہے - عین اسی وقت گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دیتی ہے)

شہریار :- (گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنکر) ہاہاہا ۔۔۔ کابل کی فوج آخر آن پہونچی ۔۔۔ لیکن اتنی تاخیر سے ۔۔ جب کھیل ختم ہو چکا ۔۔۔ جب پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا (یہ کہکر وہ جنون کی حالت میں خوفناک قہقہے بلند کرنے لگتا ہے) ہاہاہا ۔۔۔۔ ہاہاہا ۔۔۔۔ اختر ! مجھے اسکا گمان بھی نہ تھا کہ موت اس قدر پُرلطف ثابت ہوگی (اتنا کہکر وہ زمین پر گر جاتا ہے اور اسکی حرکتِ قلب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند ہو جاتی ہے)

(پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

جمیل احمد

نمودِ سحر

(از حضرت جاذب دھلوی)

اس طرح ہوگا چمن میں گریۂ غم کب تلک
روئیگی اگلی بہاروں کو یہ شبنم کب تلک

آنیوالے صرف اتنا پوچھتے ہیں ساقیا
جانیوالوں کا رہیگا بزم میں غم کب تلک

اس سفینہ کی تباہی میں خدا کیا دیر ہے؟
ناخدا کے ڈوبنے کا ہوگا ماتم کب تلک

آتشِ نمرود ہو سکتی ہے گلزارِ خلیل
بیوقوفو! خواہش فردوسِ آدم کب تلک

کب اٹھائیگا یہ گمنامی کا چہرہ سے نقاب؟
اس طرح جاذب رہیگا اپنا محرم کب تلک

تارے مدھم پڑ گئے سورج ابھی نکلا نہیں
دیکھنا یہ ہے کہ رہنا ہے یہ عالم کب تلک!

ہونیوالا ہے ہویدا اب افق پر آفتاب
صبح کے تارو! کروگے شب کا ماتم کب تلک!

"دُعا"

(از جناب شمسی کاکوی)

چورنگان میں میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا بلکہ اُس کی تصویر کہنی چاہیے۔ کہا جاتا تھا کہ وہ مشہور بنگالی مصور "چترنجن" کی صنعت کا نتیجہ تھی۔ مجھے اس مصور سے کیا محبت تھی؟ ہاں اس عورت میں ایک کشش سی معلوم ہوتی۔ قلمی چہرے پر تبسم تھا۔ "کارنیشن" کے پھولوں کا ایک گلدستہ سینے سے لگا رکھا تھا۔ پہلی نظر میں معلوم ہوا جیسے میں نے اُسے کہیں دیکھا ہے اور وہ کہہ رہی ہے۔

"میری داستان تو سُن لو!" سفید گالوں پہ ہلکی ہلکی سُرخی تھی۔ کالے کالے بالوں کی ایک لٹ شجر جوانی سے شوخیاں کر رہی تھی شاید میں خواب دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے فضا کارنیشن کی بُو سے بسی ہوئی ہے۔ واہمہ کے اُس پُر لطف مذاق سے گھبرا کر میں نے وہاں سے چل دینا چاہا۔ دروازہ پر پہونچکر مڑا گویا تصویر سے رخصت کی اجازت مانگ رہا ہوں۔ کمرہ کے دوسرے سرے پر تصویر ٹنگی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی مجھے اجازت دے رہی تھی۔ میں سیڑھی کو تیزی سے طے کرتا ہوا ادھر ادھر کی تصویروں پر ایک نظر ڈالے بغیر سڑک پر ہو لیا کون ہو سکتا ہے جو "ینگمٹ" اور "راجپوت سپاہی" پر نظر ڈالے بغیر وہاں سے نکل سکتا ہو لیکن میں کچھ بدحواس سا ہو رہا تھا۔

آفتاب خاصہ بلند ہو چکا تھا۔ سڑک پر مسافر آجا رہے تھے دفعتاً میرے دل میں ایک ہُوک سی اُٹھی۔ ٹھیر گیا۔ اُسی کمرے کا لکا یک خیال آیا۔ "راجپوت سپاہی" کی تصویر کے پاس والے بنچ پر کون بیٹھا تھا؟ — وہی عورت!! سفید ساری پہنے سر جھکائے!! کارنیشن کا گلدستہ لئے ہوئے!! میں اُس کے پاس پہونچا۔ قدموں کی آہٹ سُن کر اُس نے سر اُٹھایا۔ اُس کی ایک گونہ بھوری آنکھیں میری آنکھوں سے لڑیں۔ لبوں پر تبسم رقصاں تھا لیکن قدرے حسرتناک!

میرے خیالات اُس کے لباس اور پھولوں سے ہوتے ہوئے اُس کے نازک جسم پر پہونچے۔ آنچل سرک کر کاندھوں پر آرہا تھا۔ میں نے گھوم کر دیکھا کوئی ہمیں دیکھ تو نہیں رہا ہے! لیکن نہیں۔ آنے جانے والے ہماری طرف مڑ کر کبھی نہیں دیکھتے۔ لیکن اُس کا حسن جاذب ضرور تھا۔ میں گھبرا سا گیا۔ کیا قدرت کی اس صفائی کو دیکھنے والی آنکھیں بس مجھے ہی عطا کی گئی تھیں؟ گھبرا کر میں نے پھر پیچھے دیکھا۔ ایک ساعت میں سامنے کی سیٹ خالی تھی اور وہ عجیب عورت غائب ہو چکی تھی۔ لیکن کارنیشن کی ہلکی ہلکی بو فضا میں اب تک قائم تھی مجھ پر ایک جمود سا طاری ہونے لگا۔

میں نے اپنے ان تاثرات کو قطعی چھپائے رکھا حتیٰ کہ اس تصویر کا بھی کسی سے ذکر نہیں کیا۔ انقلاباتِ زمانہ اور زندگی کی رفتار نے واقعہ کو تقریباً بھلا دیا تھا۔ ہاں کبھی کبھی اس کی یاد دل میں آجایا کرتی تھی جیسے دو مہینے گذرے ہوں گے کہ "مکار تھیمبن" تھیٹر گیا ہوا تھا۔ میری زندگی میں یہ پہلا واقعہ ہوگا کہ ڈرامہ دیکھنے گیا ہوں اور اس کا ایک لفظ نہ سمجھا ہو۔ بس ایک چیز یاد ہے کہ وہی کارنیشن والی عورت اول درجہ کے سامنے والے بکس میں بیٹھی مجھے غور سے دیکھ رہی تھی وہ اکیلی تھی اور اس کے لباس میں کوئی تبدیلی نہیں واقع ہوئی تھی۔ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا۔

"سامنے والے بنچ پر اس سفید پوش عورت کو دیکھتے ہو؟ اُس نے کیا ہی نفیس کارنیشن لگا رکھے ہیں" میرے دوست نے گردن اٹھا کر دیکھا۔ "نہیں۔ وہ کہاں بیٹھی ہے؟"

"بس سامنے!" میں نے زور دیتے ہوئے کہا۔ "فرسٹ کلاس کے

تبسم سے کھیلتی رہی۔

"تم خواب تو نہیں دیکھ رہے ہو؟" میرے دوست نے تعجب سے کہا۔ "فرسٹ کلاس کا تیسرا بکس تو بالکل خالی ہے"۔

خالی؟ . . . . . میں نے مسکرا کر کہا۔ اُسے کچھ کہہ کر ٹال دیا۔ جب ایک تماشہ ختم ہوا۔ اُسی جگہ کو ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا جہاں وہ بیٹھی تھی۔ ہاں اُس کے لباس میں ایک اضافہ ہوا تھا۔ وہ یہ ہے کہ آج اُس کے ایک ہاتھ میں پنکھا بھی تھا۔ ایک پرانے وضع کا پنکھا جس کے سنہری کنارے کالے ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ اکثر ہلا لیتی جیسے کوئی خواب دیکھ رہی ہو یا دماغ کسی گہرے خیال میں غرق ہے۔ ہونٹوں پر تبسم اب بھی کھیل رہا تھا۔ تماشہ ختم ہونے کے بعد وہ بھی اٹھی اور بھیڑ میں نظروں سے غائب ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے تھیٹر کے صحن میں دیکھا۔ اس کا نازک جسم اس انسانی سمندر کی کشمکش میں اپنا توازن کس طرح برقرار رکھ سکتا تھا؟

کیا وہ کوئی روح ہے؟ یا میرے پراگندہ خیالات کا پیدا کیا ہوا خواب؟

میں یہ سوچتا ہوا اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھیٹر کے بیرونی دروازہ پر پہونچا کسی نے میرا بازو آہستہ سے چھویا۔ مڑ کر جو دیکھا تو ایک ننھا سا سفید ہاتھ کارنیشن کا گلدستہ لئے میرے بازو پر جھکا ہوا تھا۔ چند ساعت رکا اور نظروں سے غائب ہوگیا۔ اس نئے تجربہ سے میں سخت گھبرا گیا لیکن یہ گھبراہٹ خوف سے نہیں ہوئی۔ مجھے یقین ہوگیا کہ کوئی غیر جاندار ہستی (اگر ہستی کہی جا سکتی ہو) میری متلاشی ہے۔ میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ڈروں گا نہیں اور واقعات کی رفتار کا انتظار کرنے لگا۔

کلکتہ میں ایک عشرہ اور ٹھہرا۔ لیکن اس عجیب و غریب عورت پر نظر نہ پڑی۔ اس عرصہ میں اپنے ایک دوست ا۔ک کے خاندان کے ساتھ ہزاری باغ آگیا تھا۔ ان لوگوں نے ایک بڑی سی کوٹھی کرایہ پر لے رکھی تھی۔ یہ کوٹھی شہر سے بہت دور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ایک گھنے جنگل کے عقب میں واقع تھی۔ منظر نہایت ہی دلچسپ تھا۔ بس یہی چیز تھی جو مجھے یہاں کھینچ لائی تھی۔ برسات کا موسم تھا۔ جنگل سرسبز تھا۔ برساتی نالے اپنی جائے مقصود پر پہنچنے کے لئے بیتاب نظر آتے تھے۔ کالے کالے پتھر جگہ جگہ پھولوں سے لدی ہوئی زمین سے سر نکالے اس پُرلطف منظر سے حظ اٹھاتے ہوئے معلوم ہوتے۔ مسز ا۔ک اور ان کی دو ننھی "غلطیاں" میری آمد پر پھولی نہ سمائیں۔ مسز ا۔ک نے میری آمد کے بعد ہی کہا۔

"کتنی اچھی جگہ ہے شمسی صاحب! بس ہمیں قسمت سے یہ مکان مل گیا ہے۔ آپ کی شاعرانہ طبیعت تو اسے بہت پسند کرے گی۔ یہاں اسے آسیب زدہ مکان سمجھتے ہیں۔ مہمل!! بھوت پریت کا میں سرے سے قائل ہی نہیں اور پھر آپ کے رہتے ڈر ہی کیا ہے آپ تو اُن سے گفتگو کرنے کے لئے کافی ہیں"۔

میرے اعتقادات پر یہ حملے کستی ہوئے وہ میزبانی کے بکھیڑوں میں مشغول ہوگئیں۔ چائے پر میں نے پوچھا۔ "آپ لوگ کب سے یہاں مقیم ہیں؟"

"تین ہفتوں سے۔ بدقسمتی کہئے شہر تو کجا ابھی پورا مکان بھی ہم لوگوں نے نہیں دیکھا ہے۔ یہاں کے باشندے کہتے ہیں کہ یہاں ایک زمانے میں ایک مصور رہتا تھا۔ مکان کا مغربی حصہ اُس کا اسٹوڈیو تھا۔ وہ حصہ مقفل رہتا ہے اور کرایہ پر نہیں دیا جاتا۔ خیر اتنے ہی کمرے ہمارے لئے بہت ہیں"۔

"مصور کا کیا نام تھا؟" میں نے سامنے کے نشیب پر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا

"میں بھول رہی ہوں۔ اُس کی تصویریں چغتائی کی تصاویر سے بہت مشابہ ہیں . . . . اور . . . " میں نے اُنھیں بے اختیار ٹوک دیا۔ "یہاں آس پاس کارنیشن کے پھول بھی ہیں؟"

"کارنیشن؟ شاگرد پیشہ کے برابر والے کھیت تو اُس سے

پہلے پڑے ہیں کیا آپ کو اسکی خوشبو بہت پسند ہے ؟"

میں نے کچھ یونہی سا جواب دیا اور اُن پھولوں کو دیکھنے کے لئے چل پڑا - کارنیشن کے پھول کچھ ہوتے ہی نہایت نفیس ہیں - میں نے چند توڑ کر کوٹ کے کالر کے سوراخ میں لگالئے اور واپس لوٹا۔

مکان کا اندرونی حصہ کافی نفیس تھا پرانے مذاق کے ساتھ عصرِ حاضر کی جھلک بھی دکھائی دیتی - آتشدانوں پر خاصی نقاشی صرف کی گئی تھی جگہ جگہ عورتوں اور سپاہیوں راجپوت اسکول کی دلچسپی دیتی تصویریں مالکِ مکان کے ذوقِ سلیم کا پتہ دیتیں - میرا کمرہ جنوبی پہلو میں واقع تھا - پہاڑی کا دلچسپ منظر سامنے تھا - سیڑھی کے بغل کا کمرہ مصور کا مقفل اسٹڈیو تھا - کارنیشن کے پھولوں کی کیاریاں بس سامنے ہی پڑتی تھیں -

مجھے یہاں آئے تیسرا یا چوتھا روز ہوگا - ایک دن حسب عادت ٹہلتا ہوا مکان کے عقب میں پہونچ گیا - گھانس سے کچھ چھپا چھپا ایک پیلا سا پتھر نظر آیا - شاید کبھی کھڑا بھی رہا ہو - لیکن ایک مدت سے گرے رہنے کی وجہ سے اب اُس پر مٹی جم گئی تھی - اُس کے ایک رُخ پر چند الفاظ کھدے ہوئے تھے - میں ٹھیر گیا، مٹی وغیرہ ہٹائی - اس پر نگلہ زبان میں یہ الفاظ کندہ تھے :-

"نلیماؔ[1] بسوا سی گھاتوکا"

میں نے ہر دو "آرک" سے اس کا تذکرہ کیا - ہم لوگوں نے کئی بار اُس کو غور سے دیکھا لیکن اُن الفاظ کی مدد سے کسی معقول نتیجہ پر نہ پہونچ سکے - اس واقعہ کا ذکر باشندوں سے بھی کیا - بڑے بوڑھے اپنی ڈاڑھیاں ہلاکر رہ گئے اور قطعی لاعلمی کا اظہار کیا -

ایک شام کو ہم لوگ معمول سے زیادہ دیر کے بعد گھر واپس لوٹے - چاندنی کی بہار بہت زیادہ دلچسپ ثابت ہوئی تھی - میں کھڑکی پر بیٹھ کر چاندنی سے لطف اٹھا رہا تھا - نیند آتی نظر نہ آتی تھی، دل کسی

[1] بے وفا نلیما -

چیز کا منتظر تھا - لیکن یہی نہیں سمجھ میں آتا کہ آخر انتظار کس کا ہے ؟ -

دماغ اُس وقت ہزاروں خیالات کا آماجگاہ تھا . . . . زندگی کی دلچسپیاں مادرِ قدرت کی بخششیں، موت کی گتھی، روح کی فنا بقا کا سوال غرض ہزاروں خیالات تھے جو یکے بعد دیگرے آتے جاتے - یک بیک مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ اس مقفل کمرے میں بھی میں اکیلا نہیں ہوں - کھڑکی سے مُڑنے کے لئے اب ایک مصمم عزم کی ضرورت تھی - بہرکیف میں نے مُڑ کر دیکھا تو تعجب کی انتہا نہ تھی - وہی عجیب و غریب عورت ایک عجیب مظلومانہ انداز سے کچھ فاصلہ پر کھڑی تھی - مخصوص کارنیشن کا گلدستہ اس وقت بھی اُس نے داہنے ہاتھ سے سینے سے لگا رکھا تھا - میں نے اُسے دیکھا - ہراساں نہ ہونے کا فیصلہ کرکے اپنے اِس انوکھے مہمان کی آمد کی وجہ دریافت کرنے کا ارادہ کیا -

" آپ یہاں کیوں تشریف لائی ہیں ؟" میں نے دھیمی اور صاف آواز میں پوچھا " آخر آپ کیوں میرا پیچھا کر رہی ہیں ؟" اسکا جواب بچہ کی آواز سے مہین اور لطیف تھا " آپ مجھ پر رحم کھاتے ہیں !"

" تو کیا آپ مصیبت میں ہیں ؟" " سخت " - اُس کی پتلی پتلی انگلیاں ایک دوسری میں پیوست ہوگئیں - مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو رہی تھی - میں نے پوچھا " آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں ؟" -

اُس نے اپنی آنکھیں التجا کے طور پر اٹھائیں اور کہا " میرے لئے دعا کیجئے - میری موت کے بعد کسی نے بھی میرے لئے دعا نہیں کی ہے - ایک صدی سے میں دعا کے لئے تڑپ رہی ہوں "

" آپ کا کس طرح انتقال ہوا " - میں نے دل کی لامحدود حرکت پر کچھ قابو پاتے ہوئے کہا - عورت ایک عجیب بے کسانہ انداز سے ہنسی جیسے کسی تکلیف کو ہنس کر ٹال رہی ہو - گلدستہ کو آہستہ سے اپنے سینے سے جدا کیا . . . . . سفید شلوکہ خون سے سرخ ہو رہا تھا اُس نے اُس زخم کی طرف اشارہ کیا اور گلدستہ کو پھر سینے سے لگالیا - میں سمجھ گیا - " قتل !! " میں نے آہستہ سے کہا -

" مجھے کوئی نہیں جانتا - کون میری نجات کیلئے دعا کرسکتا ہے ؟"

اُس کی میٹھی آواز [illegible] ہو رہی تھی۔

"مُدت سے بھٹکتی پھر رہی ہوں [illegible] آہ میں ایسی زندگی سے بھی عاجز آگئی ہوں ... میرے لئے دعا کیجئے۔" اُس کا حسین چہرہ زرد ہوگیا۔ اُس نے [illegible] میں نے خوف پر قابو پاتے ہوئے کہا "مہربانی فرماکر بتایئے [illegible]" اُس کا خمیدہ سر پھر بلند ہوا۔ اُس کی بڑی بڑی آنکھیں مجھ سے چار ہوئیں اور بولی "کاش وہ حقیقت سے واقف ہوتا ... وہ مجھ سے محبت کرتا تھا۔ [illegible] اسی مکان میں اُس نے میری ایک تصویر بنائی۔ وہ مجھے بے وفا سمجھتا تھا۔ لیکن میں وفادار تھی۔ میں اُس کی تھی۔ بس اُس کی۔ اُسی راستے نلیما[1] بسواسی کہتا تھا"

میں ان بے ربط جملوں کا مطلب سمجھنا چاہتا تھا۔ میرے [illegible] اعتبار نکلا [illegible] محبت نام ہے چند لمحوں [illegible] اعتبار اور چند لطفوں نے بے اعتبار رہوں گا"

اُس نے حسرت سے میری طرف دیکھا اور اسٹوڈیو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "جایئے وہاں جاکر دیکھئے ... آپ میرے لئے دعا کیجئے گا؟ ... وعدہ کیجئے۔ میں پھر کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گی ... اسی کمرے میں اُس نے مجھے قتل کیا تھا"

"مجھے اپنی قبر بتا دیجئے میں وہیں آپ کی روح کیلئے دعا کرونگا"

"میری قبر؟ ... پہاڑی نالوں کے تیز پانی میں میرا وہ جسم پھینک دیا گیا۔ کنارِ ندی کا ہر ہر پتھر میری قبر ہے" اُس کے حسین چہرے پر حسرت برس رہی تھی۔ میں کھڑکی کے سامنے گھٹنا ٹیک کر جھک گیا۔ آسمان پر چند ستارے نظر آرہے تھے میں نے دعا مانگی

"اے وہ ہستی جو ان ننھے ننھے ستاروں سے بھی دور تر ہے اے وہ طاقت جس کے دم سے یہ نظام قائم ہے اس معصوم روح پر اپنی رحمتوں کا نزول فرما۔ اور اُسے اس روحانی عذاب سے نجات دلا"

یہ پہلی دعا تھی جو میں نے اپنی زندگی میں اپنے یا کسی کے لئے مانگی ہو۔ مجھے دعا مانگنی نہیں آتی۔ نہ کبھی میں نے دعا مانگنے کی کوشش کی۔ کوششوں میں عظمتِ انسانی مضمر ہے اور دعا انسانیت کا اعلانِ شکست ہے۔ انسان کتنا کمزور ہے کہ اپنی مجبوریوں کا راز ان غریب فرشتوں پر بھی منکشف کر دیتا ہے جو اس سے بھی زیادہ مجبور ہیں۔ میں اپنی اس شکست کو جو اپنی کوششوں سے حاصل ہوئی ہو اُس فتح سے بہتر سمجھتا ہوں جو دستِ غیب نے عطا کی ہو۔

اُس کی حسین آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ ایک صدی کے بعد اُس کے لب پہلے تبسم سے روشناس ہو رہے تھے۔ اُس تبسم سے جو مسرت و خوشی کا مظہر ہے۔ اُس نے 'خدا حافظ' کہکر دروازے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اُس کا نازک جسم آہستہ آہستہ دھیما اور غائب ہونے لگا۔ آخری بار اُس نے اپنا درخشاں چہرہ میری طرف موڑا اور میری سمت کہا "نلیما بسواسی لکھدیجئے"

رات کس طرح کٹی مجھے خود خبر نہیں۔ صبح اُٹھتے ہی مقفل اسٹوڈیو کی طرف روانہ ہوگیا۔ خلافِ توقع دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں زور سے کھولتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ایک بڑا سا روشن ہال میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ کمرہ تقریباً خالی تھا۔ بس چند مصوری کے پردے ایک جانب ٹنگے تھے۔ میں نے اُن پردوں کے پاس پہنچکر غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اُن میں سے ایک اُسی روح کی غیر مرتب تصویر تھی اور نیچے "نلیما" لکھا تھا۔ میں کمرے کی ہر چیز کو نظرِ غائر سے دیکھ رہا تھا۔ شاید رات کے واقعہ کی حقیقت کا کوئی ثبوت مل جائے۔ کمرے کے شمالی کونہ میں ایک چھوٹی سی میز پڑی تھی۔ اُس پر چند کرم خوردہ بُرش اور چند رنگ کی پیالیاں پڑی تھیں۔ میں نے اُسے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ میز میں ایک دراز نظر پڑی وہ زنگ آلود ہوگئی تھی۔ کچھ دِقت سے کھُلی۔ اُس میں تین چیزیں پڑی تھیں۔ ایک طشت جسے مصور رنگ ملانے کے مصرف میں لایا کرتا تھا مختلف رنگ کے دھبے دھبے نشان اب بھی اس پر موجود تھے۔ ایک خنجر جس کی دھار بالکل زنگ آلود تھی۔ ایک پُرانی وضع کا

[1] باوفا نلیما۔

دستی پنکھا جس کے سنہری کنارے کالے ہو کر رہ گئے تھے) یہ وہی پنکھا تھا جو میں نے تھیٹر میں دیکھا تھا۔ اسی اسٹڈیو میں وہ اپنے مصور عاشق کے ہاتھوں قتل ہوئی تھی اور یہی زنگ آلود خنجر اس قتل میں استعمال کیا گیا تھا۔ اُس کا نازک جسم نذرِ آب کر دیا گیا۔

میں نے مرحومہ کی آخری وصیت بھی پوری کر دی۔ گو اُس پرانے پتھر پر "بسواسی گھاتو کا" کے بدلے "بسواسی" لکھنا آسان نہ تھا لیکن میں اُس کی روح کی تسکین کے لئے اتنی قربانی کر سکتا تھا۔

اب میں یہ کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ "جور لگان" میں "بسواسی نلیما" کا نقش چنیز بجن کا نہیں بلکہ کسی غیر معروف باکمال مصور کے قلم کا نتیجہ ہے

(ماخوذ از میری کاریلی)

چُنے ہوئے پھول

(از جناب صلاح الدین قریشی)

(۱) شباب گلاب کے پھولوں کا ایک زرّین تاج ہے . . . . (نامعلوم)

(۲) عورت سطحِ زمین پر حسین ترین پرندہ ہے . . . . (الفرڈ دموسہ)

(۳) اگر قضا و قدر ہماری مساعدت نہیں کرتی تو ہم اُس کی موافقت کریں گے . . . . . . (فریدوں)

(۴) سکوت عورت کا لطیف ترین زیور ہے . . . . (سوفوکل)

(۵) بہترین ازدواج وہ ہے جو اتفاقی طور پر عمل میں آئے . . . . (روسو)

(۶) عورت سراسر شر ہے اور سب سے بڑی بُرائی یہ ہے کہ اُس کے بغیر چارہ بھی نہیں . . . . . . (حضرت علیؓ)

(۷) انسانی عفت کا اندازہ غلبۂ شہوت کے وقت ہوتا ہے . . . . (ارسطو)

(۸) جو خدا سے نہ ڈرے اُس سے ڈرنا چاہیئے . . . . (نامعلوم)

(۹) مرد خدا کی نثر ہے اور عورت اُس کی نظم . . . . (بونا پارٹ)

(۱۰) اگر کوئی تیرے سے دشمنی کرے تو اُس کے لئے درازیِ عمر کی دعا کر . . . . (جاپانی مثل)

(۱۱) دور سے کچھ چیز ہے اور قریب سے کچھ بھی نہیں . . . . (بسمارک نے نپولین کے متعلق کہا)

(۱۲) بلند مرتبہ آدمی کا جھوٹ سیاست کہلاتا ہے . . . . (نامعلوم)

(۱۳) قانون مکڑی کے جالے کی طرح ہے ضعیف اس میں پھنس جاتا ہے اور صاحبِ قوت بچ نکلتا ہے . . . . (سولن)

(۱۴) ازدواجِ محبت کے مقدس قصیدے کی شرح ہے . . . . (ایک شاعر)

(۱۵) جو شخص عینِ شباب میں مرجائے وہ بڑا خوش نصیب ہے . . . . (پلوٹس)

ہیروئن

(از جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب)

میرے والد خاندان کے اولین فرد تھے جنہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور ڈپٹی مجسٹریٹی کے عہدہ پر فائز ہوگئے۔ صرف تعلیم ہی حاصل نہیں کی بلکہ وہ اُن چیزوں کے بھی شیدا تھے جسے آج قانون معاشرت۔ تہذیب اور اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ چیزیں ان کی رہائش رفتار گفتار اور زندگی کی تمام نمائشوں پر اس طرح اثر انداز ہوگئی تھیں کہ محلہ میں میرا گھر انگلش کوٹھی کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن دولت وثروت اور نام ونمود کی طرف سے جہاں وہ مطمئن تھے وہاں اولاد کا داغ انہیں برابر اٹھانا پڑا۔ پانچ پانچ بچوں کو خاک میں ملا کر قدرت نے صرف مجھے چھوڑ دیا تھا اور میں اُن کی تمام تمناؤں کی مرکز ہو کر رہ گئی

میری تعلیم بالکل جدید اصول پر ہوئی۔ ابتدائی عرصہ پٹنہ کونونٹ میں گذرا۔ رشتہ دار لڑکیوں اور بچیوں کی تعلیم بھی میں دیکھ رہی تھی۔ جب غور کرتی تو اُن کی زندگی حد درجہ قابل رحم معلوم ہوتی دل ہی میں ہزاروں گالیاں اُن کے والدین کو دے ڈالتی جنہیں میں قصائی سے کسی طرح کم سمجھنے کو تیار نہ تھی، میں آزاد تھی اور وہ محبوس ومحصور۔

دن مہینے اور سال گذرتے گئے یہاں تک کہ میں عمر کی اٹھارہویں منزل میں پہونچ گئی۔ میرے حسن وشباب کا آفتاب پورے آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ ایک تو یونہی جوانی بوڑھے کو بھی ہیرا کر دکھاتی ہے چہ جائیکہ میں رنگ وروپ کے نکھار اور اعضاء کے تناسب کے اعتبار سے کافی دلکشی رکھتی تھی۔ میں بھی اس احساس سے بے خبر نہ تھی۔ تعلیم اور اس کی رنگ آفرینیوں نے اور بھی چمکنے کا موقع دیا۔ میں بی۔ اے کے امتحان کی طیاری کر رہی تھی اور یہ سب کچھ سیکھ چکی تھی کہ تزئین جمال کے کتنے راز دنیا دریافت کر سکی ہے۔ زلفوں کی کیسی گرہیں مردوں کو پابہ زنجیر کر دیتی ہیں۔ وضع قطع اور رنگ ونفاست کے اعتبار سے لباس کی کتنی قسمیں ہیں۔ خرام ناز کے کیسے لوچ مردوں کو یہ کہنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ خرام تو بپا مالِ دلہا گستاخ۔

غرض کہ میں ایک تیتری تھی جو رنگ وبو میں بسا کر چھوڑ دی گئی ہو۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا لیکن میں مطلقاً بے خبر تھی۔ ”بدنصیبی عقب سے حملہ آور ہوتی ہے“ اور اُس کی مدافعت انسانی حیطۂ اقتدار سے باہر ہے۔ شہر میں ہیضہ کی وبا پھیلی اور صرف والدہی کو نہیں بلکہ خاندان کے ایک ایک فرد کو نشانہ بنا گئی۔

میں دنیا میں تنہا رہ گئی اور بالکل تنہا۔ پریشانیوں سے امتحان میں کامیاب نہ ہوسکی۔ والد نے جو نقد وجنس چھوڑے تھے اُنکی لاابالانہ روش کے سامنے کیا حقیقت تھی۔ وضع داری اور نمائش پہ ایک ایک پیسہ قربان کر دیا گیا۔ لیکن اپنے تمام افلاس کے باوجود میں بالکل مطمئن تھی۔ میرے تعلیمی پندار نے فکر فردا کو فکر فضول سے زیادہ وقعت دینا گوارا ہی نہیں کیا۔

میں آزاد وخود مختار تھی اور کافی تعلیم یافتہ پھر مجھ میں وہ سب کچھ بھی تھا جو مرد کو بندگی پر مجبور کر دیتا ہے اور کوئی وجہ ایسی نہ تھی جسے دیکھکر دنیا مجھے خوش آمدید کہنے پر مجبور نہ ہوتی۔ شادی کے خدا جانے کتنے پیغام آئے لیکن میں نے صاف انکار کر دیا۔ مردوں کے مظالم کی داستان میرے سامنے تھی اور یہ ناممکن تھا کہ ایسی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی غلامی کی دستاویز اپنے ہاتھ سے مرتب کرتی میں مردوں سے بدلہ لینے پر تلی ہوئی تھی اور میرے لئے اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ انھیں مجروح کر کے تڑپنے کے لئے چھوڑ دیا جائے

(۲)

سنہ ۱۹۱۵ء کا زمانہ تھا۔ ملک کے رسائل میں سنیما کے متعلق ایک ہنگامہ برپا تھا۔ ایک حصہ تو ان رسائل کا تھا جو اُس کی سختی سے مخالفت کر رہے تھے اور اُسے پستیٔ اخلاقی، سوسائٹی کے لئے لعنت

اور خدا جانے کیا کیا کہہ رہے تھے۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جو روشن خیال سمجھا جاتا تھا اور اسی روشن خیالی کے زعم میں وہ ہر اُس شے کی مدح میں جسے یورپ اپنی کہکر پیش کرتا کالم کے کالم سیاہ کرجاتے۔

لیکن اُن بیچاروں کو کیا خبر کہ بجلی کی روشنی میں کیسا اندھیرا ہوتا ہے ان بجلی پاشیوں میں حقیقتًا کیسی تیرہ آگینیاں پنہاں ہیں۔ بہرحال روشن خیالی کا بھوت مجھ پر بھی مسلط تھا۔ تعلیم یافتہ تھی، نوجوان تھی، اور بدصورت بھی نہ تھی۔ اپنے پندار میں مَیں یہ سمجھے ہوئے تھی کہ تمام فلم ساز کمپنیاں گویا میرا انتظار کررہی ہیں۔

ٹاکنگ پکچرس بمبئی کی بہترین فلم ساز کمپنی تھی۔ وہاں کے ڈرامے اور تمثیل نگاری نہایت مہذبانہ سمجھی جاتی تھی۔ میں بمبئی آئی اور ڈائرکٹر سے مل کر ملازمت کی درخواست کی۔ تعلیم وجمال نے تو اُس پر کافی اثر ڈالا۔ لیکن ایکٹنگ کے فن سے میں قطعًا بیگانہ تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ کچھ روز تک ایک امیدوار کی حیثیت سے کام کرنا پڑے گا معمولی اخراجات کی کفالت کے لئے پروپرائٹر سے سفارش کی جائے گی۔ اب میرا معمول تھا کہ جو کچھ وہاں دیکھتی ہر روز اپنے کمرے میں آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اُس کی نقل کرتی۔ میں نے اس فن میں غیرمعمولی ترقی کی اور صرف چھ ماہ کے عرصہ میں وہاں کی بہترین ایکٹریس سے کسی درجہ کم نہ تھی۔

اب میں ملازم تھی لیکن صرف پچاس روپے ماہانہ کی حقیر تنخواہ پر جو اس معیار زندگی کے لئے جس کی میں عادی ہوچکی تھی بالکل ناکافی تھے آئندہ ترقی کا خیال البتہ میری ہمت افزائی کررہا تھا اور میں ایک دھن میں لگی ہوئی تھی۔ تقریبًا دو برس گذر گئے اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی کہ اس طویل عرصہ میں مجھے ایک بار بھی ہیروئن کے پارٹ ادا کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ میں جل رہی تھی لیکن زبان نہیں ہلا سکتی تھی۔ یہ سب کچھ ڈائرکٹر کے رحم وکرم پر تھا۔ آخر کار میں ایک دن ڈائرکٹر سے ملی اور اُس کی اس روش پر سخت نکتہ چینی کی۔ میری باتوں پر وہ مسکرا گیا اللہ! اللہ!! ایسی مسکراہٹ جس کی خلش میں عمر بھر فراموش نہیں کرسکتی اِک آگ تھی جس نے جسم کے ریشہ ریشہ کو جلا کر خاک کر ڈالا اسکی آنکھوں سے ایسی عیاری ٹپک رہی تھی جس کی مثال میں نے دُنیائے تمثیل نگاری میں کبھی نہیں دیکھی۔ کمبخت رونے لگا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتی صرف اللہ ہی جانتا ہے کس جذبہ سے . . . . اُس نے مجھ سے کہا۔

"نکہت! (میرا فرضی نام تھا) تم سے اس شکایت کی توقع میں بہت قبل سے کر رہا تھا۔ اتنا عرصہ تمہاری بے حسی پر ماتم کرتے گذرا ہے۔ میں جلتا رہا ہوں لیکن مطمئن تھا اس لئے کہ تم مجھ سے بے نیاز رہ ہی نہیں سکتی تھیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس عرصہ میں کتنی بے چین راتیں بسر کرچکا ہوں۔ لِلّٰہ اب رحم کرو۔ اگر مجھ پر نہیں تو اپنی جوانی پر۔ تمہاری ترقی کی کوئی دوسری صورت ممکن نہیں۔ میں تمہیں بہت جلد اسٹار بنا دوں گا۔ پھر غور کرو تم کس شہرت ونمود کی مالک بن جاؤ گی۔

میں لاکھ آزاد سہی اور میری تعلیم ہزار مائل شرم وحیا رہی ہو پھر بھی میں ہندوستانی والدین کی اولاد تھی ایک طرف عفت وعصمت کا خیال میرا حوصلہ پست کررہا تھا اور دوسری طرف دنیاوی ترقی اور شہرت ونمود کی رعنائیاں میرے جذبات کو اُبھار رہی تھیں۔ ساتھ ہی معلمینِ فرنگ کا یہ فلسفہ "عفت وعصمت اور شرم وحیاداری محض اُس حماقت کا نتیجہ ہے جس کا احساس سوسائٹی کا قانون جسمیں صرف مردوں کا ہاتھ ہوتا ہے عورتوں میں ابتدا ہی سے محض اسلئے پیدا کردیتا ہے کہ مردوں کو اس جنس پر زیادہ سے زیادہ مظالم ڈھانے کا موقع مل جائے ورنہ بے عصمتی جو سوسائٹی کی نظر میں بدترین جرم ہے فلسفۂ جرم کو پیشِ نظر رکھکر نہ تو شخصی جرم کہی جاسکتی ہے نہ جماعتی خصوصًا اس صورت میں کہ حدِ اعتدال سے بڑھ نہ گئی ہو" میری تسکین اور دل دہی کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن میری ہندوستانی کمزوری نے مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا اور میں اس فکر و کاوش کی جنگ میں کامیاب نہ ہوسکی۔

کمپنی میں جہانگیر و نورجہاں کے فلم کے متعلق سخت ہیجان تھا

ہیرو کا پارٹ خود ڈائرکٹر ادا کرنے والا تھا جو نام کی رعایت سے اور فلم کی تسلسل میں حکومت کے لحاظ سے بھی جہانگیر ہی تھا۔ میرا ہیروئن بننے کے لئے بیحد بیتاب تھی۔ یہی غرض لے کر میں ڈائرکٹر سے پھر ملنے گئی مجھے یاد نہیں اُس نے مجھ سے کیا کیا کہا۔ اُس کے الفاظ اسقدر مبہم تھے کہ میں انہیں دہرا بھی نہیں سکتی۔ صرف اتنا یاد ہے کہ دل دھڑک رہا تھا اور ہاتھ پاؤں پر ایک لرزہ سا طاری تھا۔ جذبات سے مغلوب ہو چکی تھی اور تقریباً بیہوش تھی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میری تمام متاع لٹ چکی تھی۔

نہایت قلیل مدت میں میں اسٹار ہو گئی اور ایک نہایت مشہور و معروف ہستی! ایسی مشہور و معروف کہ دنیائے نور و ظلمت میں اس کا جواب نہ تھا۔ اعتراف و ستائش کے خدا جانے کتنے مراسلات روزانہ آتے جن میں وہ سب کچھ ہوتا جس کی توقع کسی مرد کی تحریر میں ایک عورت کر سکتی ہے۔ لیکن مجھے اتنی بھی پرواہ نہ ہوتی کہ ان پر اس سے زیادہ توجہ صرف کی جائے کہ وہ ردی کی ٹوکری کے حوالے کر دیے جائیں۔ میں اپنی کامیابی پر نازاں تھی اور سمجھنے لگی تھی کہ میری آفرینش سے قدرت نے مردوں کے مظالم کے انتقام کا ایک سامان مہیا کر دیا ہے میرے یہ مزعومات روز بروز ترقی کر رہے تھے جن کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ میں حد درجہ آزاد ہوتی گئی۔ شراب کی میں عادی ہو چکی تھی۔ اور اُس کی سرور آفرینیوں سے سرشار ہوئے بغیر میں کسی اداکاری میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ طبیعت اوباش ہو چکی تھی اور دل بدمست۔ میں جس ڈرامے میں حصہ لیتی اُسے اپنی زندگی کا ایک جزو سمجھنے لگتی اور یہ خیال مجھ پر مسلط ہو جاتا کہ میں اس حقیقت میں تبدیل کر دی گئی ہوں۔

یہ تھا میری کامیابی کا راز۔ لیکن مجھے جس چیز نے سب سے زیادہ تباہ کیا وہ میری یہی کیفیت تھی۔ کس کس مجنوں کی میں لیلیٰ بنی اور کس کس رانجھا کی ہیر۔ ایک طویل داستان ہے۔ مختصر یہ کہ مخصوص ایکٹریس سے لے کر پروپرائٹر تک کی خدمت میں اتصال مرد وزن کے اس اہم فرض کو انجام دینا پڑتا جس کا تعلق سکون بخشی اور طمانیت آفرینی سے ہے۔

~~~~~~(۳)~~~~~~

میرا ڈرائیور حمید ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ خاندانی جائداد اُس کے والدین نے اپنی جوانی میں برباد کر ڈالی تھی اور جب اُن بیچاروں کے پاس اتنا بھی نہ رہا کہ حمید کے تعلیمی اخراجات پورے کر سکیں تو اُسے اس فن کی تعلیم دلا کر سارے خاندان کا بار حمید کے سر تھوپ دیا۔ حمید کے والدین زندہ تھے اور ایک چھوٹی بہن تھی، حمید کی شادی ہو چکی تھی۔ ایسی مختصر آمدنی اور پانچ افراد کی کفالت کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مجھے سخت تعجب تھا کہ فطرت کے ان تمام مظالم کے باوجود وہ کیونکر اتنا مسرور رہ سکتا تھا، وہ اتنا مستغنی نظر آتا کہ دیکھنے والے سمجھتے کہ اسے زیادہ کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔ کچھ دنوں سے حمید مغموم نظر آ رہا تھا۔ اُسکا چہرہ متغیر ہو گیا تھا۔ اکثر ایسا معلوم ہوتا کہ ابھی ابھی رو کر اٹھا ہے۔ یہ واقعہ تھا اس لئے کہ تنہائی میں بیٹھکر اُس کے رونے کی خبر مجھے کئی بار مل چکی تھی۔ حمید میں اتنی سخت تبدیلی میرے لئے حیرتناک تھی۔ میں مطلق نہ سمجھ سکی کہ جس شخص کی زندگی برابر ہنستے کھیلتے گذری ہو وہ یکایک اتنا سوگوار کیوں ہو جائے۔ میں نے حمید کو بلا کر سبب دریافت کیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں نے اُس کے قلب کے عمیق ترین تاروں کو چھیڑ دیا ہے یا ایک زخم کے مُنہ کو نشتر سے کھلوا دیا گیا ہے وہ بے اختیار ہو گیا تھا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں جوں جوں اُس کی تسکین کرنا چاہتی وہ زیادہ بلبلاتا جا رہا تھا۔ میں سخت بے چین ہو کر خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اُسے سکون ہوا تو اتنا کہہ سکا۔

"تقریباً ایک عشرہ سے بیوی بیمار پڑی ہے ڈاکٹروں کی تجویز تپ محرقہ ہے اور اب میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ اسکے علاج کے اخراجات پورے کر سکوں۔ میری دنیا اندھیر ہو رہی ہے اور میرے لئے اُس کے سوا اور کیا صورت رہ گئی ہے کہ خاموش دیکھتا رہوں"
~~~~~~

میرے دل ودماغ کو گویا لوہے کی گرم سلاخ سے چھلنی کردیا گیا تھا میرے سامنے زندگی کے ایک اہم راز کا انکشاف ہورہا تھا میں مبہوت ہو کر رہ گئی، سمجھنے کی کوشش کررہی تھی لیکن بالکل نہیں سمجھ سکی، میرے وہم وقیاس سے بالکل بعید تھا کہ ایک مرد بیوی کے لئے اتنا دل دکھا سکتا ہے لیکن یہ ایک حقیقت تھی جسے تسلیم کرنے پر میں مجبور کردی گئی تھی۔ حمید کو میں نے فرصت دیدی اور ایک سو روپے کا نوٹ حوالہ کرکے علاج کی سخت تاکید کی۔ حمید جواب میں ایک لفظ بھی نہ بولا لیکن اس کی آنکھیں جذبۂ مسرت وتشکر سے لبریز نظر آرہی تھیں اور کچھ ایسی زبان میں پیغام انسانی ونیازمندی میرے کانوں تک پہونچا گئیں کہ میں اس کی لذت عمر بھر فراموش نہیں کرسکتی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ تمام عمر چاندی اور سونے کے کھلونوں سے کھیلنے کے باوجود قلب وروح کا یہ یکجائی سکون اس کے قبل مجھے کبھی نصیب نہیں ہوا۔

حمید کو گئے ہوئے ایک ہفتہ گذر گیا اور پھر مجھے کوئی اطلاع نہ مل سکی، میں سخت مضطرب تھی۔ ایک دن جب میری بے چینی بہت بڑھ گئی میں نے گاڑی منگوائی اور حمید کے گھر پہونچ گئی۔ ایک چھوٹا سا قطعہ مکان کا تھا جو باوجود اپنی مختصر سامانیوں کے ایک ایسا گوشۂ عافیت وپرسکون معلوم ہورہا تھا جس سے میرا ذہن مطلقاً معرا تھا حمید اور اس کے خاندان کا ایک ایک فرد بیحد متفکر اور پریشان نظر آرہا تھا۔ اڑتالیس گھنٹے صاف نکل گئے تھے اور کسی کے منہ میں ایک کھیل تک اڑ کر نہیں گئی تھی۔ اس وقت سلیمہ (حمید کی بیوی) کی حالت بہت نازک ہورہی تھی۔ حمید ڈاکٹر کو بلانے گیا تھا۔ بوڑھا باپ جسمانی خدمت سے معذور تھا لیکن قلب وروح کی بیتابیاں اس کے چہرے سے عیاں تھیں۔ پوری پوری شب ایک ایک سجدے میں اس نے بسر کردی تھی لیکن اب تک اپنی دعاؤں کو بے اثر دیکھ دیکھ کر تڑپ رہا تھا یہ منظر کچھ ایسا نہ تھا کہ میں متاثر ہوئے بغیر رہ جاتی، میرے تمام پندار ازخود فنا ہورہے تھے تمام جسم کپکپا رہا تھا۔ زندگی میں صرف پہلی دفعہ محسوس کرسکی کہ ایک عورت کس احترام کی مالک بن سکتی ہے۔ محبت! جس کے لئے میں تڑپتی رہی تھی تمام عمر لیکن حاصل کبھی نہ کرسکی اس گھر کے در ودیوار سے ٹپک رہی تھی۔ سکون واطمینان، جس سے اپنی تمام زرپاشیوں کے باوجود بھی میں ہمیشہ بیگانہ ہی رہی یہاں غربت وافلاس ہی نے ان سے گوشہ گوشہ معمور کردیا تھا۔ اس روز اور صرف اس روز مجھ پر یہ راز منکشف ہوا کہ عورت کی آفرینش سے قدرت تخلیق کے کس اہم مقصد کی تکمیل چاہتی ہے۔ یہی گھریلو زندگی جسے کل تک میں قید وحبس اور خدا جانے کس کس نام سے پکارتی تھی آج اسی میں مجھے جنتِ سماوی کی تمام رعنائیاں مجتمع نظر آرہی تھیں۔ ایک سلیمہ کیا بیمار تھی گویا گھر بھر بیمار تھا، وہ ایک ہر دل عزیز ملکہ تھی جس کی صحت کے لئے ایک ایک فرد اپنے جان ومال کی بازی لگانے کو تیار نظر آرہا تھا۔

آہ! یہی وہ شے ہے جس کے لئے انسان کی روحیں تڑپتی رہتی ہیں۔ یہ بہجت وسرور۔ سکون واطمینان جو صرف محبت سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ آفرینش کے اصل مقاصد ہیں۔ نہ زر وسیم کے انبار پیدا کرسکتے ہیں، نہ جدید سامان رہائش وزیبائش۔ ہم اس گوشۂ عافیت تک پہونچنا تو چاہتے ہیں لیکن غلط راستہ سے ظاہر پرستیوں نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے اور اس طرح ہم کعبہ کے بجائے ترکستان سے قریب تر ہوتے جارہے ہیں۔ یورپ کو اس کی بھی روش تباہ کررہی ہے۔ اس نے اس طرف دھیان دینے کی زحمت گوارا کرنا پسند ہی نہیں کی کہ قدرت کی غرض اس تفریقِ جنسی سے کیا تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں کی اہلی زندگی بالکل برباد ہو کر رہ گئی۔ اس کا اثر اخلاق وکردار پر نہ پڑنا کیونکر ممکن تھا۔ آج یورپ اپنی اقتصادی مشکلات کو دور کرچکا ہے۔ تہذیب کے ساتویں آسمان پر جلوہ افروز ہے۔ لیکن اس کی روحیں اسی طرح خستہ نظر آتی ہیں اور اس کے دل ودماغ روز بروز زیادہ سکون سے محروم ہوتے جارہے ہیں

تقریباً چھ بجے شام کو ڈاکٹر آیا۔ اس نے بتایا کہ آج چوتھا ہفتہ ختم ہورہا تھا۔ اور شکر ہے کہ دل ودماغ بالکل محفوظ ہیں۔ ممکن ہے

آج بخار بالکل اُتر جائے۔ ڈاکٹر نے چار خوراک دوا دی کہ اگر بخار بہت تیزی سے اُترنے لگے تو اس دوا کو ایک ایک گھنٹہ بعد استعمال کرا دیا جائے میں نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ علاج میں کسی طرح کوئی کمی نہ فرمائیں جملہ اخراجات کی ذمہ دار میں ہوں گی۔

ڈاکٹر کو رخصت کرکے میں بہن سلیمہ کی تیمار داری میں مشغول ہو گئی۔ حمید نے بارہا مجھے یہ کہکر باز رکھنے کی کوشش کی۔ "آپ اسقدر تکلیف کیوں کرتی ہیں ہم لوگ تو ہیں ہی۔ اور یوں بھی اُن کی خدمت کا فرض صرف مجھ ہی پر عائد ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس میں کسی طرح کی کوتاہی میری جانب سے ظاہر ہو۔ معلوم نہیں قدرت کیا فیصلہ کرے۔ پھر ضمیر کی ملامت جو میری اس مذہبی و اخلاقی فرض میں کوتاہی کا لازمی نتیجہ ہوگی میں کیونکر برداشت کرسکوں گا" میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ میں نے حمید کو سمجھایا کہ "اتنا شکستہ خاطر کیوں ہو رہے ہو اللہ اپنا فضل کرے گا"

پورے چوبیس گھنٹے بیہوش رہنے کے بعد سلیمہ نے آنکھ کھولی بخار آہستہ آہستہ اُتر رہا تھا اور چھ گھنٹے میں بخار بالکل اُتر گیا۔ گھر بھر میں ایک خوشی کا سیلاب اُمنڈ آیا۔ جلی ہوئی کھیتی میں بارش کے چھینٹے نے جان ڈال دی تھی۔ اللہ! اللہ! ایسی مسرت پھیل گئی تھی کہ میرے لئے یہ بالکل پہلا تجربہ تھا۔ سلیمہ نے میرے متعلق پوچھا "یہ کون ہیں"؟ حمید نے میرا تعارف کرایا۔ سلیمہ نے سلام کے لئے ہاتھ اٹھانا چاہا لیکن میں نے آہستہ سے منع کیا "بہن اس وقت ان باتوں کا موقع نہیں۔ تم ابھی بہت کمزور ہو قلب کی تحریک کا اندیشہ ہے۔ اچھی ہوکر یہ تمام مراسم ادا کرلینا"!

ایک ہفتہ حمید کے مکان پر میں اور رہی۔ سلیمہ اب اُٹھنے بیٹھنے لگی تھی۔ میں رخصت ہونے کے لئے اس سے ملنے گئی۔ میں اس تمام عرصہ میں سخت ہیجان و اضطراب میں مبتلا تھی۔ سلیمہ کے سامنے پہونچکر اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکی میں نے سلیمہ سے کہا "بہن میں رخصت ہوتی ہوں لیکن تمہارا ایک ایسا احسان اپنی گردن پر لے جا رہی ہوں جس سے عمر بھر سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ تم نے میری زندگی بدل ڈالی ہے آہ! تم ان معنوں کو کیا سمجھو ممکن ہے یہ راز از خود تم پر منکشف ہو جائے دیوی! میری تمنا تو یہ تھی کہ تمہارے قدموں میں زندگی ختم کردیتی! لیکن اپنے ناپاک وجود سے تمہارے مقدس قدموں کو ملوث کرنا جائز نہیں سمجھتی۔ اچھا رخصت! میرے لئے۔ دعا کرنا شاید اسی کے اثر سے زندگی کی کامیابی کا کوئی پہلو نکل آئے"! سلیمہ بالکل خاموش روتی رہی اور میں اُسے سسکتے ہوئے چھوڑ کر روانہ ہو گئی۔

میں پھر اُسی دنیائے معصیت میں پھینک دی گئی تھی لیکن احساسات و جذبات کے اعتبار سے مجھ میں آسمان و زمین کا سا فرق پیدا ہو چکا تھا۔ ایک سوگوارانہ کیفیت طاری تھی اور میں یہ نہ سمجھنے پر مجبور تھی کہ گذشتہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈالدی گئی ہوں۔ اسٹیج کے تمام نقش و نگار سے سانپ کی پھنکاریں نکلتی معلوم ہوتیں اور وہاں کے زرکار لباس سے آگ کی لپٹیں آرہی تھیں لیکن میں یہ گنہگارانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی۔ لاچار تھی اور بالکل بے بس۔

(۴)

شمیم کے خدا جانے کتنے خطوط برابر آئے جا رہے تھے لیکن میں نے انہیں کبھی لائق اعتنا تصور نہیں کیا تھا۔ یہ شخص بمبئی ہی میں ایک سیٹھ کے ہاں تیس روپے ماہوار پر کلرک تھا۔ میری بے اعتنائیوں نے اُس میں جنون کی سی کیفیت پیدا کر رکھی تھی۔ سیٹھ نے پہلے تو درگذر کی لیکن کہاں تک۔ اس کی وارفتگیوں سے مجبور ہوکر برطرف کر دیا۔ شمیم کی حالت اور زیادہ عبرتناک ہو گئی تھی۔ میں اپنی موجودہ طرز حیات سے بیزار ہوتی جارہی تھی۔ ضمیر کی پیہم نیش زنیاں میری طاقت برداشت سے باہر تھیں اور میں جلد سے جلد اس سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں تھی۔ بالآخر میں اسٹیج کی دنیا سے علیحدہ ہوکر خاموش زندگی بسر کرنے لگی۔ شمیم کو بھی بلوا کر اپنے یہاں ملازم کرلیا۔ شمیم حد درجہ شریف انسان تھا لیکن غم و اندوہ کی مکمل تصویر نظر آتا تھا۔ گردش و آلام نے اتنے گہرے اثرات اس کے چہرے پر پیدا کر دیئے تھے کہ التجائے کرم کا ایک مجسمہ ہوکر رہ گیا تھا۔ لیکن میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی کہ اُسے میری

معیت میں ایک خاص طرح کا لطف حاصل ہوتا ہے، یوں زبان سے تو اُس نے کبھی کچھ کہا نہیں لیکن اُس کے نشانات کو وہ چھپانے پر بھی قادر نہ تھا۔ رفتہ رفتہ اُس کی حالت بدلتی گئی یہاں تک پھر وہی پہلا شمیم ہوگیا۔ خوش رُو، خوش پوش اور خوش گفتار۔

میرے جذبات روز بروز اُبھرتے جا رہے تھے، میری ہمہ آسودگی نفس اور سکون دماغ کے لئے تڑپ رہی تھی جس کی ایک جھلک مجھے کبھی خواب کی طرح نظر آ گئی تھی۔ شمیم سے مجھے بھی ایک طرح کا لگاؤ ہو گیا تھا اُس کی نیک طینتی۔ اُس کا میری محبت میں برسوں خاموش جلتے رہنا۔ اُس کی یہ ادائیں مجھے کافی طور پر مسحور کر چکی تھیں اور اب اس سے زیادہ سخت امتحان میں ڈالنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ میں نے شمیم کو بلایا اور چاہتی تھی کہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ جاؤں لیکن زبان نے یاری نہ کی، دم پھولنے لگا اور میں نے بے اختیار اُس کے گلے میں باہیں ڈال دیں

شمیم :۔ میری مالکہ ! . . . . . .

میں نے اُس کا مُنہ بند کر دیا اور کہا "شمیم! مجھے اس نام سے اب نہ پکارو، میں تمہاری لونڈی بن کر رہوں گی۔ تمہیں نہیں معلوم، میرے لئے اِس میں کتنی مسرت پنہاں ہے۔ شاید تم مجھ پر شبہ کرتے ہو۔ نہیں شمیم خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔ میری زندگی میں انقلاب پیدا ہو چکا ہے مجھے اب اسٹیج کی نگہت نہ سمجھو۔ میرے شمیم میں صرف تمہاری نگہت ہوں اُس تاریک دورِ حیات کا نام نہ لو مجھے اُس سے نفرت ہو چکی ہے۔ اور اُس کی یاد سے میری روح مجروح ہو جاتی ہے۔ خدا کے لئے مجھے اس سے نجات دو"

دوسرے دن یہ بات تمام مشہور ہو چکی تھی کہ شمیم و نگہت غلام و آقا ہونے کے بجائے آقا و کنیز کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

میری زندگی شہری زندگی سے تنگ آ چکی تھی۔ شمیم کے مشورہ سے ہم لوگوں نے بہار کے ایک گاؤں حسن پور میں بود و باش اختیار کی۔ شمیم پٹنہ سکرٹریٹ میں ملازم ہوگیا اور ہم لوگ پرندوں کی سی بے فکر زندگی بسر کرنے لگے۔

کیا خبر تھی کہ قدرت کا دستِ انتقام دراز ہو رہا تھا اور میرے گناہوں کی تلافی بجز اِس کے کسی طرح ممکن نہ تھی کہ مجھے دوبارہ آلام و افکار میں مبتلا کر کے بڑ بسنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ شمیم ہر تعطیل میں مکان آ جاتا تھا اور ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر کیسی مسرت میں کھو جاتے اس کا اظہار الفاظ سے ممکن ہی نہیں۔ پوجا کی تعطیل ہوئی میری آنکھیں راہ تکتے تکتے پتھرا گئیں لیکن شمیم نہیں آیا ایک ہفتہ سے کوئی خط بھی نہیں آیا تھا۔ میں بیحد مضطرب ہوگئی۔ آخر میں نے شمیم کو لکھا :۔

شمیم ! میرے نجات دینے والے !

تم اس فرصت میں نہیں آئے مجھے کیسا کیسا وہم ہونے لگا ہے۔ آخر تم کیوں نہیں آتے۔ آنکھیں خون کے آنسو رو رہی ہیں اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ صرف تمہیں اس آگ کو بجھا سکتے ہو۔ کسی کو سکون و طمانیت کی لذتوں سے آشنا کر کے پھر تڑپنے کے لئے چھوڑ دینا تمہیں کہو کیسا سخت ظلم ہے۔ جب تک میں اس زندگی سے آگاہ نہ تھی مجھے اس کی پرواہ بھی نہ تھی لیکن اب کہ تم میری رگ و پے میں سما گئے ہو تمہارے بغیر میں کس طرح بسر کر سکتی ہوں۔ معاف کرنا میں عورت ہوں اور فطرت کے لحاظ سے حد درجہ وہمی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم کہیں دوسری جگہ دل لگا بیٹھے۔ مجھے اس کی شکایت نہیں لیکن اتنا تو غور کیا ہوتا کہ تمہارے لئے بھی کوئی تڑپ رہا ہوگا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ میرے لئے اپنی مسرت قربان کر دو لیکن کیا مضائقہ تھا اگر اس میں سے تھوڑا حصہ گدا گر سمجھ کر مجھے بھی دید یتے۔

شمیم ! میرے پیارے ! میں تم پر کوئی حق تو جتا نہیں سکتی کہ یہاں اِس کا سوال پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہاں معاملہ ہے آقا و کنیز کا تمہاری مسرتوں کا خیال میرا فرضِ اولین پھر جس شے سے تمہیں مسرت ہو اس سے میری کشیدگی کیونکر ممکن تھی۔

شمیم ! میں اپنے تمام راز تم پر منکشف کر چکی ہوں۔ تم نے محبت اسوقت شروع کی جب میں اس سے صرف بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ تمہاری اور تمہاری جنس سے متنفر تھی۔ پھر ایک دور ایسا بھی آیا کہ میں خود

اُس کے لئے تڑپ رہی تھی، تم نے میری زندگی ٹھکانے لگادی، اللہ! اللہ! یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ میری بڑی سے بڑی قربانی بھی اس کا صلہ نہیں ہوسکتی۔

بار بار کرو شمیم! یہ نیازمندانہ احساس پوری شدت کے ساتھ مجھ میں موجود ہے اور میں اس کی پرورش نہایت خرم و احتیاط سے کرتی رہتی ہوں کہ یہی میری مسرتوں کا وہ راز ہے جس کے محرومی کے سبب میں نے عمر کا ایک بڑا حصہ تڑپتے ہوئے گذار دیا ہے۔ شمیم معاف کرنا میں یہ داستان بالکل بے موقع لے بیٹھی اور ممکن ہے تمہارے جذبہ خود داری کو ٹھیس لگے، لیکن تمہیں یاد ہونا چاہیے شمیم! کہ میں اکثر بیشتر تمہارے سامنے بھی ایسی ہی ہرزہ سرائی کرتی رہی ہوں۔ میری غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ اس یاد سے اپنے جذبات و احساسات میں روح پھونکتی رہوں اور اس طرح تمہاری پرستش میں زیادہ سے زیادہ انہماک حاصل کرسکوں۔ خدا کرے جواب میں تم خود آجاؤ اس وقت میں اس سے زیادہ سخت شکایت کروں گی، اور صرف تمہیں جلانے کے لئے پوچھوں گی "شمیم کہاں دل لگا بیٹھے تھے ہا"۔

ایک ہفتہ اور گذر گیا اور شمیم کا کوئی خط نہیں آیا میری پریشانیاں حد سے گذر گئیں، میں خود پٹنہ پہونچی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شمیم سخت علیل ہے اور جنرل ہوسپٹل میں پڑا ہوا ہے۔ ایک بجلی تھی جسنے دل و دماغ کو جلاکر خاک کر ڈالا۔ اسی عالم میں ہسپتال پہونچی۔ شمیم حد درجہ نحیف و ناتواں ہوگیا تھا۔ کروٹ بدلنے کی بھی صلاحیت باقی نہ تھی، میں بیتابانہ اُس سے لپٹ گئی اور رونے لگی۔ شمیم! شمیم!! بولو میں تمہیں کیا دیکھ رہی ہوں۔ یہ تمہاری کیا حالت ہوگئی۔ تم نے مجھے خبر تک نہ کی کیوں شمیم! اپنی خدمت کے لائق بھی نہ سمجھا۔" شمیم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے کہنے لگا۔

"نگہت! میں تمہاری آزردگی کس طرح گوارہ کرتا۔ خیال تھا کہ کچھ صلاحیت پیدا ہوجائے تو تمہارے سامنے پہونچکر سب کچھ بیان کردوں قسمت کے سامنے انسانی بے بسی گو ایک سخت مابہ النزاع مسئلہ رہا ہے لیکن ہے یہ ایک حقیقت۔ تقدیر کے آگے انسان کو ہمیشہ اپنی شکستہ ناخنی کا اعتراف کرنا ہی پڑا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ کمزوری روز بروز ترقی کرتی گئی اور اب اس حال میں ہوں کہ زندگی کے تمام توقعات ختم ہوچکے ہیں۔ اچھا ہوا تم آگئیں۔ میں نے یہ بتاکر ڈاکٹر سے التجا کی تھی کہ تمہیں تار دیدیا جائے۔ تمہاری موجودگی سے میری روح کو سکون حاصل ہوسکیگا۔ نگہت! تم روتی ہو۔ میری روح کو بے چین نہ کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں آج تک تمہاری کیسی خاموش پرستش کرتا رہا ہوں۔ آج بالکل پہلی اور شاید آخری دفعہ ایک التجا پیش کرتا ہوں، خدا کے لئے تم اسے قبول کرلو، دیکھو میرے لئے رنج و دل نہ دکھانا۔ اور جس طرح ممکن ہو اطمینان کی زندگی بسر کرجانا یہی میری محبت کا صلہ ہوگا اور میری روح کے سکون کا ذریعہ"۔

میں سخت کشمکش کے بعد ضبط پر قادر ہوسکی اور شمیم کی دلدہی کرنے لگی۔ شمیم کی حالت بھی بہتر معلوم ہورہی تھی وہ مجھ سے برابر اچھی طرح گفتگو کرتا رہا۔ یکایک گیارہ بجے شب کو پسینہ آنا شروع ہوا اور اس کی شدت اتنی بڑھی کہ بستر تک شرابور ہوگیا میں نے کپڑے بدلوائے اور ڈاکٹر کو اطلاع دی۔ ڈاکٹر آیا نبض دیکھی اور دوا دے کر خاموش چلا گیا۔ دوا پلائی گئی لیکن بے سود اور ایک ہی ساعت بعد شمیم مجھ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا۔

شمیم کی موت کوئی معمولی سانحہ نہ تھا کہ میں آسے آسانی سے برداشت کرلیتی۔ دنیا اور اُس کی ایک ایک رعنائیاں میرے لئے حد درجہ عبرتناک ہوکر رہ گئی تھیں میرے لئے جان دیدینا کوئی مشکل بات نہ تھی کہ ایک ناکام زندگی کے دن پورے کرنا موت سے زیادہ مشکل ہے۔ لیکن شمیم کی روح کو اذیت پہونچانا مجھ سے کبھی ممکن نہ تھا۔ اس جانگداز واقعہ کا ایک اثر اور مجھ پر ہوا۔ میں سمجھنے لگی تھی کہ میرے گناہوں کی تلافی اب تک نہیں ہوسکی ہے اور اسی لئے قدرت نے پھر امتحان میں مبتلا کردیا ہے۔

~~~~~(۵)~~~~~
~~~~~

اُسی گاؤں میں جہاں میں رہتی تھی لڑکیوں کا ایک مکتب شمیم کے نام پر قائم کر کے خود معلمہ کی خدمت انجام دینے لگی۔ اپنی بقیہ زندگی اُسی کے لئے وقف کر چکی ہوں۔ بچیوں کی تعلیم میں جو امر مجھے ملحوظ ہے وہ یہ کہ اُن میں ایک بہترین مضمون نگار، ایک وارفتہ شاعر، اور ایک اعلیٰ مقرر ہونے سے زیادہ ایک خدمت گذار بیوی اور ایک سلیقہ مند ماں بننے کی صلاحیت پیدا کر دوں۔ میری رہنمائی کے لئے خود میری سوانح حیات میرے سامنے تھی۔ مجھ سے یہ پوشیدہ نہیں کہ تہذیب جدید کے دلدادہ نوجوان اپنی بیویوں کو کس رنگ میں دیکھنے کے متمنی ہیں۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان چیزوں کا تعلق محض موسم و عمر سے ہے اور جب یہ نشہ اُتر جاتا ہے تو پھر اُن کی روحیں بدستور تشنہ کام تڑپتی رہتی ہیں۔ میرے واقعات اُن کی عبرت کے لئے بھی کافی ہیں۔ غور کریں کہ مسرت و سکون جو انسان کے اصل مقاصدِ حیات ہیں اور جن کے بغیر تمام واقعات کے سامانیاں بھی کمبخت بے آب و رنگ نظر آتی ہیں۔ درحقیقت کہاں پنہاں ہیں۔

خود میری زندگی اب کیسی گذرتی ہے میں اس کا سوائے اس کے اور کوئی جواب نہیں دے سکتی کہ ایک سرفروشانہ جذبے نے ایک کیفِ بےخودی میں مبتلا کر دیا ہے اسی کے ماتحت میں سب کچھ کرتی جا رہی ہوں اور اسی سے مجبور ہو کر اپنی حقیقت دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔

یہ وہ واقعات ہیں جن سے میری طرح زندگی بسر کرنے والیاں کم و بیش سب آگاہ ہیں۔ خصوصاً میری حیات کا درمیانی حصہ جسے اب میں دورِ ظلمت و معصیت کے نام سے یاد کرتی ہوں ایسی جامعیت رکھتا ہے کہ میری جنس کے اُن افراد میں سے جنہیں اُن کی سیہ بختی کہئے یا مسرت کوشی نے ان مواقع سے دوچار کر دیا ہے مشکل ہی سے کوئی استثنا پیش کیا جا سکے ؛

تصویر کی چوری

(از جناب سید بادشاہ حسین صاحب حیدرآبادی)

کیا کبھی تمہیں ایسا اتفاق ہوا ہے کہ کسی عورت نے تم سے ایک خواہش کی ہو اور تم میں نہ تو اس کے پورا کرنے کی ہمت ہے اور نہ انکار کرنے کی مجال ؟ - عورت وہ بھی ایسی عورت جو حسین ہو جس کی آواز میں ایک خاص لوچ ہو - جس کی زبان سے زیادہ آنکھوں میں اثر ہو اور وہ اسی وجہ سے زبان سے زیادہ آنکھوں سے گفتگو کرتی ہو - وہ محبت کئے جانے کی مستحق ہو اور تم نے خواہ اس سے محبت کا کھلم کھلا اظہار نہ کیا ہو لیکن اپنی حرکات سے اس پر ظاہر کر چکے ہو کہ تم بھی اسکے پرستاروں میں سے ایک ہو -

گذشتہ دوشنبہ کو نظیر اور منشتری والے معاملہ میں میں اسی طرح پھنس گیا - بالکل یہی کیفیت تھی کہ گویم مشکل، وگرنہ گویم مشکل نہ انکار کرتے بن پڑتا تھا اور نہ اقرار کرنے کی ہمت ہوتی تھی !

میں اور مسز نظیر (جو زمانہ گذشتہ میں بتول تھی) بچپن سے دوست تھے - پاس پاس ہی مکانوں میں رہتے تھے اٹھنا بیٹھنا اور کھیلنا کودنا سب ایک ساتھ تھا - گو محلہ کے اور بھی لڑکے لڑکیاں ہمارے ساتھ شریک رہتے تھے لیکن مجھے سوائے بتول کے کسی اور سے دلچسپی نہ تھی - میں اسے "بتلی" کہا کرتا تھا - نہ معلوم پیار سے کہا کرتا تھا یا اس وقت بتول جیسا پر تکلف اور غیر مانوس نام زبان پر نہ چڑھتا تھا بہرحال وہ میری نظروں میں حسین تھی - متمول تھی اور محبت کئے جانے کی مستحق -

مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس کے روبرو زبان سے اعتراف کیا یا نہیں لیکن اتنا ضرور خیال ہے کہ میری حرکتوں سے ظاہر تھا کہ میں اس سے مانوس ہوں - یہ ناممکن تھا کہ وہ میرے سپرد کوئی کام کرے اور میں اسے نہ کروں - مشکل اور آسان، ممکن اور ناممکن کا سوال میرے لئے نہیں تھا -

---

زمانہ گذرتا گیا - بتلی نہیں بتول (کیونکہ میں اب بتلی کہتے ہوئے شرمانے لگا تھا) ہم نے ہوش سنبھالا مگر ہم بدستور ایک دوسرے سے ملتے تھے - بتول کے والدین پردہ کی سختی نہ کرتے اور خود بتول ہی چونکہ اسکول کی تعلیم یافتہ تھی اس لئے پردے کی مخالف تھی ! بہرطور ہماری ملاقاتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی - مگر اب تک میں حرفِ مدعا زبان پر نہیں لایا - نہ اس سے مطلب کی بات کہی اور اسکے والدین سے سلسلہ جنبانی کی جس کے لئے مجھے بہت جلد پچھتانا پڑا کیونکہ بتول کی شادی ایک معمور . . . . نظیر . . سے ہوگئی اور میں منہ دیکھنے کا دیکھتا رہ گیا -

نظیر کو شہری زندگی پسند نہ تھی - اس لئے شادی کے فوراً ہی بعد وہ بتول کے ہمراہ قریب کے ایک گاؤں میں جہاں اس کا مکان اور باغ تھا چلا گیا -

بتول کا ایک بھائی تھا کلیم - اس نے بارہا مجھ سے کہا کہ "بتول آپ کو یاد کرتی ہے - کبھی دو ایک روز کے لئے اس کے گاؤں ہو آیئے نا" میرا جی تو بہت چاہتا تھا کہ جاؤں مگر نہ معلوم کیوں یہ ارادہ ایک عرصہ دراز تک کے لئے ملتوی ہوگیا -

---

حسب عادت دوپہر کے کھانے کے بعد ایک دن میں ڈاک دیکھ رہا تھا - ایک چھوٹے سے نیلے لفافے پر کسی عورت کی تحریر نظر آئی . . . "سوائے بتول کے یہ تحریر کسی اور کی نہیں ہوسکتی !" میں نے دل میں کہا -

پیارے رشید!

تم سے ملے ہوئے خدا جانے کتنا عرصہ گذر گیا۔ کہو کیسے ہو!

تمہیں کلیم کی زبانی معلوم ہوا ہوگا کہ ہم یہاں ایک مختصر سے لیکن آرام دہ مکان میں مقیم ہیں۔

آج کل موسم نہایت خوشگوار ہے۔ اور مقام پر فضا ہونیکی وجہ سے بہار کا لطف دونا ہوگیا ہے۔ ایسے میں تم بےحد یاد آرہے ہو۔

آ کیوں نہیں جاتے دو چار روز کے لئے!

کس دن اور کس وقت آرہے ہو معلوم کراؤ تاکہ میں اپنی موٹر اسٹیشن بھیجوں۔ . . . . تمہاری بتول۔

PS ہم نے چھوٹا سا باغیچہ خریدا ہے اور کچھ گائے بھینسیں بھی دودھ دہی کے لئے پال رکھی ہیں۔ خیال رہے! . . . .

PPS کلیم بھی آج کل یہیں ہے، وہ کہتا ہے کہ قریب کے تالاب میں مچھلیاں بے انتہا ہیں۔ شکار میں لطف آئے گا!

PPPS نظیر کہتے ہیں "ضرور آؤ!"

خیال کرو۔ ایک طرف بتول سے ملنے کی خواہش اور دوسری طرف پھل۔ دودھ۔ دہی، مچھلی کا شکار وغیرہ کا منہ میں پانی بھر لانے والا خیال۔ جانے کا ارادہ نہ کرتا تو کیا کرتا۔ مگر دوسری طرف نظیر کا لحاظ جواب میرا رقیب ہے . . . . . . وہی نظیر جس کو بتول نے مجھ پر ترجیح دی . . . . غرض اسی قسم کی بعض باتوں کی وجہ سے جانے کے لئے تھوڑا سا تکلف ہونے لگا

میری صاف گوئی پر تمہیں تعجب ہوگا اور ہونا بھی چاہئے سچ کہتا ہوں کہ پھل۔ دودھ دہی، مچھلی کا شکار اور "ضرور آؤ" نے مجھے آخر جانے پر راضی کر ہی لیا۔

اسٹیشن پر کلیم میرا منتظر تھا" شکر خدا کا کہ آپ آگئے" اس نے میرا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔" ورنہ میرا چھٹکارا ناممکن تھا"

"کیوں کلیم! بات کیا ہے۔ کیا تم جانے کی سوچ رہے ہو؟"

"پھر کیا کروں میں تنگ آگیا ہوں۔ مصوری، تصویریں۔ ہندو آرٹ، مغل اسکول، مرقع چغتائی، ٹیگور کی قلم کاری۔ صبح سے شام تک انہیں باتوں سے متعلق گفتگو ہوتی ہے۔ نظیر کے والد بزرگوار بشیر بھی خیر سے مصور ہیں۔ بس کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا جب یہ تصویر اچھی وہ تصویر بُری۔ اس میں یہ عیب اس میں یہ خوبی۔ فلاں مصور کم عقل ہے اور فلاں نالائق۔ اس کو مصور کہنا ظلم ہے اور اُس کو بُرا نہ کہنا ناانصافی۔ بڑی گرمجوشی کے ساتھ بحث بھی ہوتی ہے۔ کھانا کھا رہے ہیں تب بھی یہی منحوس ذکر ہے تفریح کر رہے ہیں تب بھی اسی کا چرچا ہے۔ غرض اس گھر میں سوائے مصوری کے اور کوئی لفظ سُنا ہی نہیں جاسکتا۔ اور تم جانتے ہو مجھ جیسے غیر مصور شخص کے لئے جو محض خوشگوار موسم کھانے پینے اور سیر و تفریح کے لئے آیا ہو اس قسم کا ظلم کہاں تک روا ہے اور اسی وجہ سے اب اگر بھاگ جانے پر آمادہ ہو جاؤں تو کون سی بُری بات ہے؟ . . . . اور یہاں تم کتنے دن کے لئے یہاں آئے ہو؟"

"چھ دن کے لئے . . . مگر یہ حال سنکر تو طبیعت گھبرانے لگی"

" میری بات سنو، میں ٹھہر تو جاہی رہا ہوں۔ کیا یاد کروگے تمہارا بھی کام کر دوں گا۔ ایک تار دے دوں گا کہ ضروری کام ہے فوراً چلے آؤ . . . کیوں ٹھیک ہے نا"

"مگر کلیم تم جاتے ہی کیوں ہو . . . کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم نظیر اور اُن کے والد یا اُن کی گفتگو سے کوئی سروکار نہ رکھیں۔ اور ہم دونوں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنائیں . . . اور ہاں خوب یاد آیا مچھلی کا شکار!"

"مچھلی کا شکار؟" کلیم نے حیرت زدہ ہوکر کہا۔ یا اللہ! تمہیں بھی وہی دھوکا دیا گیا"

"دھوکا؟"

"ہاں اور کیا۔ کہاں کا شکار، کدھر کی مچھلی! میں نے سب

چہاں مارا ۔ نہ مچھلی، بلکہ نہ "بھینگا"

"پھل ۔ دودھ، دہی، بغیرہ ؟"

"پھل ؟ باغیچہ بے شک ہے لیکن اُس میں جو پھل کے درخت ہیں وہ شاید ہماری اولاد کو پھل دیں گے ۔ ابھی ابھی اسی سال تو وہ لگائے گئے ہیں ۔ پھل کیا خاک دیں گے ۔ رہا دودھ دہی وغیرہ سو یہ شہر میں بھی میسر آسکتا اور شاید زیادہ تعداد میں . . ."

"یا اللہ ! اس دروغ گوئی کا سبب ؟"

"یہی کہ تمہیں پھانسنے کا مقصد تھا ۔ جتنی چیزوں کو تم پسند کرتے ہو اُن سب کا ذکر کرکے ترغیب دلائی گئی ۔"

"بات تو صحیح ہے، اگر ان چیزوں کا ذکر نہ ہوتا تو میں شاید ہی آتا"

"میرے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا ۔ اس دفعہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ ایک نفیس بلیرڈ ٹیبل خریدا گیا ہے اور نظیر نے کافی مشق کرلی ہے ۔ اس کا تبرّک، کبھی کبھی سنوا کے قریب جا پہونچتا ہے . بس کیا تھا میں آہی تو گیا اس فریب میں ۔"

"فریب ؟"

"ہاں فریب اس حد تک کہ مبالغہ سے کام لیا گیا تھا ۔ ٹیبل ہے تو ضرور لیکن نصف سائز کا اور عمدہ یوں ہے کہ نظیر کی مشق ستم سے اُس کی بانات ایک طرف پھٹ گئی تو بتول نے کارگذاری یہ کی کہ اپنی پرانی پھٹی ہوئی ریشمی ساری کا ایک نفیس . . . اُس کے نزدیک یہ نفیس ہی ہے . . . پیوند ڈالا ۔ اب خیال کیجئے ٹیبل کی حالت ! رہا نظیر کا مکمل سواں کے بانات پھاڑنے ہی سے اندازہ ہوگیا ہوگا ۔ مزید براں سن لیجئے کہ پچاس فی صدی خدا کے فضل سے اُن کا نشانہ خالی جاتا ہے ۔"

مکان کے کمپونڈ میں موٹر پہونچی ۔

"کلیم ! کیا رشید آگئے ؟" ایک لوچ دار ۔ نرم و نازک آواز جس سے میرے کان آشنا تھے سنائی دی ۔

سیڑھیوں کے قریب موٹر رکی اور میں اُترنے کی کوشش کرنے لگا ۔ بتول اس عرصہ میں مجھے اپنے کمرے سے بھاگی ہوئی موٹر تک پہنچ گئی ۔ "اوہ رشید ! تم آگئے ؟ کتنی مدت بعد . . . تم مسکرا نہیں رہے ہو کیوں کیا تمہیں مجھ سے مل کر خوشی نہیں ہوئی . . . پچھلی باتیں کیا تم بھول گئے ؟ . . . . . وہ زمانہ . . . جب . . . . . اچھا آؤ پہلے چائے تو پی لو . . . تم تھک تو نہیں گئے زیادہ . . . ."

بتول اسی قسم کے بے ربط جملے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ کہہ رہی تھی ۔ اُس کی باچھیں غیر معمولی طور پر کھلی ہوئی تھیں اور نہایت گرمجوشی اور مستعدی سے میرا استقبال کر رہی تھی مگر مجھے رہ رہ کر خیال گذرتا تھا کہ آخر یہ آؤ بھگت اور فریب (بقول کلیم) سے کیوں "پھانسا" (یہ بھی کلیم ہی کا لفظ ہے) جا رہا ہے ۔

خیال کرو تم ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے مگر اُس نے ایک اور شخص سے شادی کرلی . . . . اُس کے کچھ دنوں بعد وہ لڑکی تم کو اپنے شوہر سے ملائے . . . ایسے موقع پر اُس سے ملنے سے پہلے یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ شخص کیسا ہوگا اور جب تم اس سے ملو تو گو کہ منہ پر نہیں لیکن دل میں ضرور کہنے کو جی چاہتا ہے کہ اس میں تو کوئی سرخاب کے پر لگے نہیں ہیں ۔ مجھ پر اس کو ترجیح دینے کا سبب ؟ کوئی غلطی ہوئی ہوگی ۔ مغالطہ ! بس اسی قسم کے خیالات نظیر سے پہلی دفعہ مل کر میرے دل میں پیدا ہوئے ۔

نظیر ایک دُبلا پتلا پست قامت انسان تھا اُس کے رنگ کو اگر کالا کہنا نا انصافی . . . . رقیبانہ نا انصافی تھا تو گورا کہنا بھی بد مذاقی تھا ۔ سر کے بال لمبے لمبے تھے اور ان میں سے بعض سفید ہوچکے تھے جس سے میں نے اُس کی عمر کا اندازہ لگایا ۔ یقیناً ۳۵ کے لگ بھگ ہوگا ! مونچھ رکھتا تھا اور اگر مونچھ رکھنا کوئی بُری بات نہ بھی ہو تو "نانا فرنا دیس" کی قسم کی مونچھ تو یقیناً بعد از وقت ہے، اُس کے بشرے سے سستی اور پستی کے آثار نمایاں تھے . . . اُس کے بالکل برعکس بتول ماشاءاللہ اونچی پوری چشم بددور سڈول ہاتھ پاؤں والا

نوجوان صورت تھی۔ میں کبھی بتول کو دیکھتا تھا اور کبھی نظیر کو۔

"مزاج شریف... رشید صاحب!... کیا آپ نے کسی بلی کی آواز سنی" نظیر نے مجھ سے ایک ہی سانس میں پوچھا۔

"بلی؟"

"جی ہاں بلی کی آواز۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے ابھی ابھی بلی کی آواز سنی... ہشش! سنئے تو؟ کیوں ہے نا؟"

دروازہ کھلا اور بلی کی بجائے ایک صاحب نمودار ہوئے، انکی صورت شکل، وضع قطع سب نظیر سے ملتی جلتی تھی اور اگر کوئی فرق تھا تو بس اتنا کہ نووارد ذرا پہلے کا ماڈل معلوم ہوتا تھا... تم سمجھ گئے ہوگے کہ نظیر کے پدر بزرگوار بشیر تھے۔

"ابا! کیا آپ کو کوئی بلی ملی ہے"۔ نظیر نے آنے والے سے سوال کیا، پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "بات یہ ہے صاحب... رشید صاحب مجھے بلیوں سے ازلی نفرت ہے..!"

میں سمجھا کہ بمصداق گربہ کشتن روز اول نظیر مجھ پر رعب گانٹھنا چاہتے ہیں مگر نہیں وہ اس کا سبب بتا رہے تھے کہ بہزاد کو بلی سے نفرت تھی اور اسی وجہ سے انہیں بھی اس کی پیروی کے سلسلہ میں نفرت ہوگئی اور اس کا ثبوت یہ بیان کر رہے تھے کہ انہوں نے آج تک بلی کی کوئی تصویر اچھی نہیں بنائی۔

بلی کی تصویر اور بہزاد کے ذکر کے ساتھ ہی دنیا بھر کے مصوروں کا ذکر چھڑ گیا۔ پہلے بلیوں کی تصویروں سے مباحثہ شروع ہوا اور ختم اس پر کہ تصویر کے چوروں کو سزائے موت دینی چاہئے۔ خیال تو کیجئے کیا اچھی ابتداء اور کیا عمدہ اختتام تھا۔ ظاہر ہے کہ میں سوائے عش عش کرنے کے اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ مگر نہیں مسلسل دو گھنٹے تک دوسروں کا منہ تکتے اور انہیں بلیوں کی طرح دوسروں کی مصوری پر لڑتے دیکھکر طبیعت اکتا گئی تھی۔ جمائیاں اور انگڑائیاں لیتے لیتے نیند آنے لگی تھی حالانکہ کھانے کا وقت ابھی ابھی ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ نیند کو بھگانے کے لئے کیوں نہ اُن کی گفتگو میں حصہ لینا شروع کر دوں اور اتفاق دیکھئے کہ صبح کے اخبار میں میں نے سرسری دیکھا تھا کہ کسی مقام پر ایک نہایت عمدہ تصویر کی چوری ہوگئی۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں لپکا اور کوٹ کی جیب سے اخبار نکال لایا اور اپنے معزز میزبانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اخبار بیچنے والوں لڑکوں کی طرح بآواز بلند چلا اُٹھا:۔

"نایاب تصویر کی چوری... عجیب و غریب پُراسرار طریقہ۔ چوروں کا پتہ نہیں چلا... پولیس تلاش میں ہے... مالک پریشان ہے....!"

طریقہ کارگر ثابت ہوا اور سب کے سب ہم آواز ہو کر چلائے "نایاب تصویر کی چوری"۔

میں نے مسکرا کر گردن ہلائی۔ ساتھ سب مل کر مجھ پر ٹوٹ پڑے اور اخبار میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ بتول نے خبر پڑھ کر سنائی:۔

"گذشتہ شب بمقام شادنگر رفعت منزل میں چوری ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ڈرائنگ روم میں ایک تصویر جو بہت زیادہ قیمتی اور فنی نقطۂ نظر سے حد درجہ قابل قدر تھی چوری ہوگئی چونکہ تصویر بڑی تھی اور چور اس کو مع فریم اٹھا کر لیجانا نہیں چاہتے تھے کینوس Canvas کاٹ لیا گیا اور خالی فریم دیوار پر چھوڑ دیا گیا سوائے اس تصویر کے کوئی اور چیز چرائی نہیں گئی"۔

"شادنگر!" نظیر کے مُنہ سے نکلا۔

"رفعت منزل!" بشیر نے زیرلب کہا۔

"یہ کوٹھی تو یہاں سے بالکل قریب ہے مشکل سے دو میل ہوگی"، بتول نے کہا۔

"مجھے خیال پڑتا ہے کہ یہ مقام مجھے اسٹیشن سے آتے ہوئے راستہ میں ملا تھا"۔ میں نے بھی اس گفتگو میں حصہ لیا اور خوش تھا کہ میرا تیر نشانہ پر بیٹھا۔

ڈرائنگ روم میں سے گذر کر ہم کھانے کے کمرے میں پہونچے۔

اور کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں جمع ہوئے۔ بشیر خطوط لکھنے کی غرض سے چلا گیا۔ نظیر نے بلیرڈ کھیلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بلیرڈ ٹیبل کی تعریف تو میں پہلے ہی سن چکا تھا۔ اس لئے مجھے کچھ زیادہ اچھا بنتا تھا۔ حسن اتفاق سے بتول نے کہا "رشید تھکے ہوئے ہیں۔ البتہ کلیم ساتھ دینگے"۔ تو میں دل ہی دل میں خوش ہو گیا۔ نظیر اور کلیم کو گئے ہوئے تھوڑی دیر گذر گئی لیکن بتول خلاف عادت خاموش تھی۔ اب معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی گہرے سوچ میں ہے۔

"رشید!" اُس نے دفعتاً کہا نہایت لوچدار آواز میں

"بتول" میں نے جواب میں کہا۔

"میری ایک خواہش ہے . . . . کیا . . . . . کیا تم پورا کرو گے؟" اُس نے بصد ناز و ادا کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں"۔ میں نے بلا سوچے سمجھے کہا۔

وہ پھر سوچنے لگی۔ میں بے چین تھا کہ الٰہی وہ کیا خواہش کرنے والی ہے۔

"تمہیں یاد ہے . . . . وہ جو تم اکثر کہا کرتے تھے کہ تمہاری ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے تیار ہوں"۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں" کہنے کو تو طوطے کی طرح کہہ گیا مگر اب سوچنے کی میری باری تھی۔ تم ہی خیال کرو میں نے کہا ہوگا کہ اُس کی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے تیار ہوں'۔ . مگر یہ ذکر یقیناً شادی سے پہلے کا ہے۔ نہ اُس کو اُس وقت نظیر کا خیال تھا اور نہ میری آنکھ میں کوئی کانٹا کھٹکتا تھا . . . یہی وہ کیفیت تھی جس کو میں نے شروع میں لکھا ہے اور تمہارا تجربہ اس بارے میں دریافت کیا ہے۔

"تم نہیں جانتے رشید کہ نظیر کو کچھ دنوں پہلے بلیوں سے اتنی سخت نفرت نہ تھی جتنی کہ آج کل ہے۔

"اچھا"

"در اصل اس کا سبب نفسیاتی تجزیہ سے یہ ثابت ہوا کہ اُس کو "مشتری" سے نفرت ہے . . . تم نے مشتری کو تو دیکھا ہے نا؟"

"کہاں ہے؟ میں نے تو سوا تمہارے اس مکان میں کسی لڑکی کو نہیں دیکھا"۔

"اوہ! سامنے لگی ہوئی تصویر ہی کا نام مشتری ہے' وہ دیکھو اُس پر لکھا ہوا بھی تو ہے"

"اچھا" در اصل میں نے تصویر پر نظر ہی نہیں ڈالی تھی کیونکہ میں تو "دودھ دہی۔ کھیل کھیلی وغیرہ کے وعدوں کا ابھی ابھی جو کھانا ملا تھا اس سے مقابلہ کر رہا تھا۔

"اور وہ جو اُس کے بالکل بازو لگی ہوئی ہے . . . . اُس کا نام ہے "زہرہ"۔ زہرہ نظیر کی محنت کا نتیجہ ہے اور مشتری بشیر کی کیا تمہیں کوئی فرق نظر آرہا ہے"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ نظیر کی تصویر یقیناً عمدہ ہے" میں نے بتول کو خوش کرنے کے لئے بلا ارادہ کہدیا مگر اس کا سان و گمان بھی نہ تھا کہ ایک مصیبت آن پڑے گی۔

"اچھا تو یوں خیال کرو . . . ایک اعلیٰ درجہ کا گانیوالا ہے اور اُس کے آگے ایک گھٹیا درجہ کا گانے والا روز ایک بے سُرا راگ الاپ رہا ہے۔ اگر اعلیٰ درجہ کا گانے والا بعض وجوہات کے تحت نہ اس شخص کو ٹوک سکتا ہے اور نہ انجان ہو سکتا ہے تو خیال کرو اس پر کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ یہی حال نظیر کا ہے روزانہ وہ بشیر کی تصویر دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ وہ گھٹیا درجہ کی چیز ہے اور اس سے اس کے دماغ پر اثر پڑ رہا ہے"

"مگر میں اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں"

"سنو تو سہی۔ تم یہ کر سکتے ہو کہ مشتری کو چرا لو وہاں سے' نہ مشتری کو روز نظیر دیکھے اور نہ کوفت محسوس کرے۔ تصویر کی نفرت کا اظہار وہ بلی کی نفرت سے کر رہا ہے۔ سمجھے نا اس نفسیاتی تجزیہ کو۔

"مگر"

"مگر وگر کچھ نہیں! میں نے تمہیں تکلیف اسی لئے دی، اور تم اس کام کو آسانی سے کر سکتے ہو۔ نالائق کلیم۔۔۔ انکار کر سکتا ہے لیکن تم۔ رشید تم انکار نہیں کر سکتے۔۔۔ گذشتہ شب کی چوری کا واقعہ ہماری راہ میں سہولت پیدا کریگا۔ سب سمجھیں گے کہ جن چوروں نے "رفعت منزل" میں تصویر چرائی تھی انہوں نے ہی یہاں بھی چھاپا مارا۔ میں ایک تیز چاقو تمہیں دوں گی اور آدھی رات بعد تم چپکے سے یہاں پہونچکر کینوس کاٹ لینا۔۔۔۔۔"

"مگر میں اُسے چھپاؤں گا کہاں۔ یہ تو اتنی بڑی ہے"

"چھپانے کی ضرورت کیا ہے، جلا ڈالو کمبخت کو"

میں آدھی رات تک بستر پر آنکھ بند کئے منصوبے سوچ رہا تھا کہ کس طرح دریچے کے ذریعے سے کمرے میں داخل ہوں گا۔ تصویر کاٹ کر دریچے سے نیچے کودوں گا اور کس طرح کمپونڈ کی دیوار تک پاؤں کے اُلٹے سیدھے نشانات بناؤں گا۔۔۔ صبح کو تصویر غائب دیکھکر دوسروں پر چاہے کچھ گذرے ستول تو خوش ہوگی۔

گیارہ بجے میں نے کہا آخر تصویر جلنا بھی تو ہے۔ کام ختم کرتے کرتے بارہ بج ہی جائیں گے۔ اس خیال سے میں بستر سے اٹھا اور چاقو لئے ہوئے کمپونڈ میں پہونچا۔ ڈرائینگ روم کے دریچے پر چڑھا آئینہ توڑکر دریچہ کھولا اور کمرے میں اندر کودا۔۔۔ ساتھ ہی سر پر ایک چپت اس زور سے پڑی کہ سر بھنّا گیا اور ایک شخص مجھ سے گتھم گتھا ہوگیا۔۔۔۔ وہ تو خیر گذری کہ یہ شخص کلیم نکلا۔ مجھے یہ حرکت کرتے ہوئے دیکھکر پریشان ہوا اور واقعہ دریافت کیا تو میں نے شروع سے آخر تک رام کہانی سُنا دی۔ پہلے اس نے معافی چاہی کہ چور سمجھکر ایسا کیا تھا۔ پھر پوچھا کہ دماغ کی کیا حالت ہے اس طرف سے مطمئن ہوکر اس نے مجھے اس مہم کے سر کرنے میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ عملی طور پر ایک تپائی تصویر کے نیچے فوراً ہی رکھدی میں چپکے سے اسپر چڑھ گیا اور جلدی جلدی تصویر کا کینوس کاٹ ڈالا۔ اس سے فارغ ہوکر ہم دونوں اپنے کمرے میں آئے اور اُس کے جلانے کی فکر کرنے لگے۔ آتشدان میں جو آگ بجھنے کے قریب ہو چکی تھی اُس کو دوبارہ بھڑکایا اور تصویر کے ٹکڑے کرکے شعلوں کی نذر کرنے لگے۔

تھوڑی دیر گذر چکی تھی اور تصویر تقریبًا ختم ہو چکی تھی۔ آتشدان سے شعلے نکل رہے تھے اور ہمارے مُنہ سے سگریٹ کا دھواں۔۔۔ یہ سگریٹ ہم نے وقت کاٹنے کی غرض سے نظیر کے ہاں سے چرائے تھے۔ چونکہ ہم اسی کا کام انجام دے رہے تھے اس لئے اس کے سگریٹ پینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی دفعتًا ہم نے پاؤں کی بھاری چاپ سنی۔ اس کے ساتھ ہی آواز آئی جیسی کہ کرسی یا میز ہٹاتے وقت فرش کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ ہم حیران تھے کہ یا الٰہی کہیں چور تو سچ مچ نہیں گھس گئے۔ اس خیال کے ساتھ ہی فورًا ڈرائینگ روم میں پہونچے جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔

چراغ کی روشنی میں ہم نے دیکھا۔۔ تم یقین نہیں کروگے کہ بشیر تپائی پر کھڑا سامنے والی تصویر کا کینوس کاٹ رہا ہے۔ جوں ہی اس نے ہمیں دیکھا، اُس کے ہوش وحواس جاتے رہے، یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔

"میرے بچو! خدا را مجھ پر رحم کرو" وہ منت وسماجت کر رہا تھا۔ "میری آبرو تمہارے ہاتھ ہے۔۔۔ للہ میری جان پر ترس کھاؤ۔۔۔ میں تمہیں سارا قصہ سناتا ہوں۔۔ بچو تم نہیں جانتے کہ مشتری مجھے کتنی عزیز ہے۔ دو سال پورے دو سال تک چوبیس گھنٹے تک میں نے اس پر اپنا دماغ صرف کیا ہے۔ تیار ہونے کے بعد یہی میرا خزانہ تھا۔ یہی میری دولت تھی۔ میرا بہترین نقش میری بہترین کوشش اور میری بہترین تصویر تھی۔ اُس کے ذریعے سے میں نام دولت سب کچھ حاصل کر سکتا تھا۔ انہیں دنوں نظیر کی شادی ہوئی میرے ہاں تحفہ کیلئے

کچھ نہ تھا اور میں نے حالتِ دیوانگی میں مشتری کو دے دیا۔ جانتے ہیں کہ کیا دیا؟ جسم سے جان۔ ۔ ۔ دماغ سے تخیل ۔ ۔ ۔ اُف! دیوانہ نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ مگر پچھتانے سے فائدہ نہ تھا کیونکہ شادی کے تحفہ میں دی ہوئی چیز دوبارہ مانگ لینا بدترین حرکت تھی۔ اس لئے وہم وگمان بھی نہ تھا کہ میں پھر اس کو حاصل کرسکوں گا ۔ ۔ ۔ ۔

دفعتاً گزشتہ شب تصویر کی چوری کا واقعہ سنکر خیال ہوا کہ قدرت نے موقع دیا ہے فائدہ اٹھانے کے لئے لوگ مجھ پر ہرگز شبہ نہ کریں گے اور رفعت منزل والے چوروں پر گمان کریں گے۔

بتاؤ ہمدردو! کیا میری حالت قابلِ رحم نہیں ہے اگر تم نے چشم پوشی کی تو یقیناً نظیر کو قیامت تک معلوم نہیں ہوسکتا کہ اصل واقعہ کیا ہے"

"بشیر صاحب! آپ ہم پر بھروسہ کرسکتے ہیں۔ ۔ ہمیں تنا کمینہ نہ سمجھئے کہ نظیر سے جالگائیں۔ ۔ ۔ مگر مگر مجھے اندیشہ ہے کہ ۔ ۔ ۔ وہ دیکھئے ۔ ۔ ۔ مشتری تو غائب ہے۔ غالباً رفعت منزل والے چور یہاں ضرور آئے تھے"

میں نے اس خالی چوکھٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

جس کا کینوس میں نے کاٹا تھا۔

"عزیزمن! کیا میں اپنی مشتری کو نہیں پہچانتا؟ ۔ ۔ ۔ رفعت منزل والے چور آئے تھے یقیناً آئے تھے۔ میں نے اُن کی آہٹ بھی سنی لیکن وہ "زہرہ" کو لے گئے۔ ۔ ۔ یہ دیکھئے مشتری کے نیچے میرے دستخط۔

واقعہ یہ تھا کہ میں نے غلطی سے مشتری کی بجائے "زہرہ" کا کینوس کاٹ ڈالا تھا۔ اس میں دراصل میری غلطی بھی نہ تھی بلکہ کلیم نے اس تصویر کے آگے تپائی رکھدی تھی۔ اور میں نے بلا سوچے سمجھے کاٹ ڈالا۔

ہم اپنے کمرے کو واپس ہوئے اور بشیر اپنے کمرے کی طرف گیا۔ "کلیم" میں نے کہا "صبح ناشتہ پر نظیر اور بتول کو کیا صورت دکھاؤنگا رشید۔ ۔ حسنِ اتفاق سے مجھے یاد پڑتا ہے کہ صبح پانچ بجے ایک گاڑی یہاں سے چلتی ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ کہاں جاتی ہے بہرحال ہمیں یہاں سے نکالکر کہیں اور تو لیجا سکتی ہے، کیوں ٹھیک ہے نا!"

"چلو۔ ابھی سے چل دیں کہیں گاڑی چھوٹ نہ جائے۔ فقط

حسرتِ دل

(از جناب احمد انور خان حشر)

حسرتوں کو ساتھ لے کر حسرتوں کا گھر چلا
دل نکل آیا نظر کا تیر جب دل پر چلا

لطف سیر باغ دیکھ آہستہ اے مستِ خرام
صحنِ گلشن میں گلوں پر تیغ تھم تھم کر چلا

نذرِ آتش چار تنکے آشیاں کے ہو چکے
آندھیاں بھی لے فلک خاکِ نشیمن پر چلا

نوحہ گر مایوسیاں ہیں اک ہجومِ یاس ہے
حسرتِ دل کا جنازہ اس طرح اکثر چلا

اتنا کہدیں اُن کے آنے پر مرے تیماردار
مرتے مرتے مرنے والا آپ کا دم بھر چلا

علامہ راشد الخیری کی قومی خدمات

علامہ راشد الخیری کو مسلمان لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں خدمت کرنے کے سبب اِس دور کا سرسیّد کہا جائے تو بجا ہے۔ سرسیّد نے جو کام مسلمان لڑکوں کے لئے کیا وہی کام لڑکیوں کے لئے مولینائے محترم نے کیا ہے۔ اگرچہ سرسیّد کے ساتھ اُس وقت بھی ایک کثیر جماعت کام کرنے والوں کی تھی اور بعد میں اُن کے تعلیمی مشن کے لئے ساری مسلمان قوم اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن لڑکیوں کی تعلیم کے لئے مولانائے ممدوح نے جو کام کئے ہیں اور گذشتہ تیس سال سے اپنی قلم سے جس قدر لٹریچر لڑکیوں کی تربیت کے لئے لکھا ہے وہ بڑی بڑی انجمنیں اور بڑے بڑے لوگ مشترکہ کوششوں سے بھی نہیں کرسکتے تھے۔ اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ مولانائے محترم کے ساتھ نہ کوئی انجمن ہے نہ کسی جماعت کا خزانہ ہے، نہ کارکن ہیں، نہ وہ کبھی پلیٹ فارم پر آئے اور نہ اپنے مشن کیلئے کبھی اپیل کی۔ بلکہ سارا کام محض اپنی اولوالعزمی خدمتِ خلق و خلوصِ نیت کے بھروسے اور وسیلہ سے کرتے رہے۔

مولانا راشد الخیری کی قلم تقریباً ایک ربع صدی سے بے زبان مسلمان عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور اُن کی صحیح تعلیم کے اصول و ضروریات کو دکھانے اور بتانے کے لئے وقف ہے۔ اگر مولانا چاہتے تو دوسرے مصنفوں کی طرح اپنا رنگِ تحریر اور مقصدِ تحریر رکھ سکتے تھے، قدرت نے اُن کی قلم کو نہایت فیاضی کے ساتھ نوازا ہے جس حیثیت سے بھی مولانا کام کرتے اُن کا قلم اپنا لوہا منوا لیتا۔ آپ نے قومی درد سے متاثر ہوکر اور مسلمان قوم کی عورتوں کی بُری حالت دیکھکر جس انبارِ ادب سے کام لیا ہے اُس پر قوم ہمیشہ ممنون رہے گی۔

مسلمان عورتوں کی تعلیم ابتدائی زمانے میں جس نہج کی ہوئی تھی وہ آپ کو معلوم ہے۔ پھر جب عیسائی مدرسوں کا رواج ہوا اور مسلمان لڑکیوں نے غیروں کے اسکولوں میں جاکر جو روشِ اختیار کی اس کا داغ بھی حساس دلوں پر موجود تھا۔ ضرورت تھی کہ مسلمان عورتوں کی تعلیم کے لئے اُن کی صحیح اسلامی زندگی کو استوار و برقرار رکھنے کے لئے اُن کو اچھی مائیں اچھی بیٹیاں بنانے کے لئے ایک ایسا زبردست جہاد کیا جائے کہ ایک طرف تو وہ نیم تعلیمی کیفیت سے نجات حاصل کریں۔ اور دوسری طرف اغیار کے مدرسوں کی زہریلی ہوا سے بھی محفوظ رہیں۔

پھر مسلمان قوم نے صدیوں سے اپنی عورتوں کے حقوق پر جیسا غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ اُن کو غیر اسلامی پردہ اور غیر اسلامی نسائیت کے پندار میں جس طرح کچل رکھا۔ اُن کی ذہنی، عقلی، تمدنی اور اسلامی حس کو جس طرح مردہ کیا تھا اس کا حال بھی سب پر روشن تھا۔ لیکن اس درد کا درماں کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ کام یہ اصلاحی جہاد، یہ تحریکِ عمل۔ لیڈروں کی لیڈری، واعظوں کی شعلہ بیانی اور انجمنوں کی گرم بازاری سے حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کے لئے ایک ایسے خاموش ذہنی انقلاب کی ضرورت تھی جو مسلمان مردوں میں اپنی عورتوں کے ساتھ انصاف کرنے کا جذبہ پیدا کردے۔ اور عورتوں میں صحیح اسلامی تعلیم و تربیت کی رو پیدا ہو جائے۔

مولانا راشد الخیری نے مسلسل قلمی جہاد کے ذریعے اپنے اس مقصد کو حاصل کرلیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ آپ کی تعلیمات و پیغامات سے مسلمان عورتوں کے حقوق، آزادی اور حقوقِ انسانی کی حفاظت احساس و انتظام قوم کے افراد میں پیدا ہوگیا ہے۔

مولانا کی سب کتابوں پر نظر ڈالی جائے مسلمان لڑکیوں کو جن جن امور کی ضرورت پڑسکتی ہے۔ آپ نے اپنی قلم سے ان کو ایک معقول لائحہ حیات کی صورت میں پیش کردیا ہے۔ آپ کے سامنے مغربی تمدن کی حیا سوزی کی جھلک موجود ہے۔ آپ اس سے بھی واقف ہیں کہ ہمارے مغرب زدہ نوجوان مغرب کی اُن خیرہ کُن ضیا پاشیوں سے متاثر ہوکر اپنی عورتوں کو بھی اطوارِ مغربی میں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان حرکات کی مضرتوں اور مسلمان قوم کی

کمزوریوں اور آسر کی عورتوں کی حفاظت کے اصول و متعلقات سے بخوبی واقف ہیں۔ اسی لئے آپ نے بہت سی کتابوں میں اُن مسائل کا صحیح حل کیا ہے اور مسلمان عورتوں اور مردوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ مغرب کے سیلاب میں نہ بہہ جائیں۔

خلع و طلاق کے مسائل۔ بیواؤں کی شادی، کئی کئی شادیاں کرنے کی تباہ کاریاں، حقوقِ زوجیت ادا کرنے کی ضرورت اور طریقے، لڑکیوں کو ورثہ نہ دینے کی وجہ اسلامی حرکت اور دوسرے معاشرتی و مذہبی نقائص جو بدقسمتی سے مسلمان قوم میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اُن سب پر مولانا موصوف نے روشنی ڈالی ہے اور دلسوز واقعات و تصورات کے ذریعہ مسلمان لڑکیوں کی تعلیم و حقوق کے لئے نہایت بیش قیمت ذخیرۂ معلومات اور تعمیری تجاویز کا خزانہ آپ کے لئے پیش کر دیا ہے کہ صدیوں تک مسلمان قوم کے لئے امورِ نسائیت کے باب میں لفظ آخر کا مرادف رہے گا۔

عصمت اور تہذیب کے ذریعے آپ نے اور آپ کے لائق فرزند نے مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے لئے بالخصوص اور تمام خواتینِ ہند کے لئے بالعموم جو خدمات تیس سال سے انجام دی ہیں اُن کو مسلمان قوم اور ہندوستان کبھی نہیں بھول سکتا۔ اِس وقت عورتوں میں جو تھوڑی بہت بیداری اور احساسِ حقوق اور احساسِ اسلام پایا جاتا ہے وہ سب مولانا موصوف کے قلمی اور عملی جہاد کا طفیل ہے۔

اِس ضعیفی اور پیری میں بھی آپ نے مسلمان لڑکیوں کی خدمت کے کام سے پہلوتہی نہیں کی ورنہ یہ عمر وہ ہوتی ہے کہ بڑے بڑے جری کام کرنے والے گوشۂ عافیت اختیار کر لیتے ہیں۔ مگر مولینا تو دیکھ رہے ہیں کہ اپنی قوم کے لیڈر اپنی لیڈری کی دوکان سجانے میں مصروف ہیں۔ بڑے بڑے لوگ بڑی بڑی باتوں میں مصروف ہیں اور چھوٹے لوگ بے خبر اور بے حس ہیں۔

عیسائی، آریہ اور دیگر عناصر اپنا کام کر رہے ہیں اور چپکے چپکے اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمان لڑکیوں کو اسلام اور تعلیمِ اسلام سے برگشتہ کر دیں۔ اِن معاملات کو دیکھ کر مولانا کو کب اطمینان ہو سکتا تھا۔ آپ کے دل کی تڑپ اور ہمدردیٔ نسواں کا جذبہ ضعف پیری اور راحت کے خیال پر غالب آیا اور ایک عورتوں کے مدرسے کا انتظام اپنے کندھوں پر لے لیا۔ "تربیت گاہ بنات" جو کئی سال سے مولانا کی سرپرستی میں قائم ہے مع اپنے بورڈنگ ہاؤس کے ایسی خدمات انجام دے رہی ہے کہ دہلی اور بیرونِ دہلی کے ہر شخص سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔ قلمی جہاد اور اصلاح کے بعد مولانا کا مدرسہ اور اُسکی خدمات ایسی ہیں کہ آپ کی خدمات ہمیشہ یادگار رہیں گی اور مسلمان قوم اُن کے احسانات اور کاموں کو کبھی فراموش نہ کرے گی۔ دعا ہے کہ مولانا مسلمان قوم کی خدمت کیلئے بہت عرصہ تک زندہ و سلامت رہیں۔ آمین۔

(سید وصی اشرف)

خریطۂ خیال

تار کو چھیڑ کر ــــــ
تم نے اُس کا نغمہ سُنا تھا۔
اُسے توڑ کر ــــــ
اب اس کی جھنکار بھی سُنو۔

✧ ✧ ✧

وہ کہانی جو تمہاری آنکھوں نے سُنائی تھی۔
اب تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔
کیسی اچھی کہانی تھی!
مگر کتنا بُرا انجام!

✧ ✧ ✧

دل کے زخم کا رفو
آنسوؤں کے تار ہی سے ہو سکتا ہے۔
میرے آنسوؤں کا خزانہ لُٹ چکا۔
کیا یہ زخم کبھی نہ بھرے گا؟

✧ ✧ ✧

سمندر، ساحل کی آغوش میں تھا،
سمندر میں طوفان آیا اور
اُس نے ساحل کو توڑ دیا، مگر
سمندر پھر بھی ساحل کی آغوش میں تھا۔

✧ ✧ ✧

پرندہ آزاد تھا،
تم نے اُسے قید کیا۔
جب اُس کے پر بیکار ہو گئے تو
تم نے اُسے پھر آزاد کر دیا

✧ ✧ ✧

دل کے سنگھاسن پر
محبت کی دیوی براجمان ہوئی۔
پجاری نے اپنے آنسوؤں کی مالا
اُس کے چرنوں میں رکھ دی۔

✧ ✧ ✧

وہ گوشت کا ٹکڑا جو پہلو میں دھڑکتا تھا
اب بھی دھڑکتا ہے مگر ــــــ
اب اُس میں وہ تڑپ نہیں رہی
جس نے اُسے دل بنا دیا تھا۔

✧ ✧ ✧

کیا تمہیں وہ عہد نامہ یاد ہے
جس پر چار آنکھوں نے دستخط کیے تھے۔
اور ایک طویل بوسہ کی مُہر
ثبت کی گئی تھی؟

✧ ✧ ✧

وہ آنکھیں جو میری راہ تکتی رہتی تھیں
اب مجھے دیکھ کر جھک جاتی ہیں۔
مگر کمان جتنی زیادہ جھکتی ہے
تیر کی پرواز اُسی قدر تیز ہو جاتی ہے۔

✧ ✧ ✧

جب میں کسی اور کا تھا تو
تم نے مجھے مجھ سے مانگا تھا،
اور میں تمہارا ہو گیا تھا۔
اب میں تمہیں تم سے مانگتا ہوں۔

✧ ✧ ✧

محبت تو رُوح کی پیاس ہوتی ہے،
جسم کی بھوک نہیں ہوتی۔
اسے جذبات کے تھکنے سے کیا واسطہ!
جسم تھک سکتا ہے مگر رُوح؟

✧ ✧ ✧

دل کے اُن زخموں سے مت کھیلو
جو خود تمہارے بنائے ہوئے ہیں۔
اِن کی زندگی تم نے چھین لی اور
ان پر موت کا سایہ ڈال دیا۔

✧ ✧ ✧

اُن آنسوؤں کی زبان کس قدر بلیغ تھی
جو لبوں کے اتصال کے وقت
تمہاری آنکھوں سے جاری ہو گئے تھے!
کیا وہ دل کے چھالے تھے؟

✧ ✧ ✧

میرا دل اُس نے دُکھایا جس نے مجھ سے نفرت کی،
میرا دل اُس نے دُکھایا جس نے مجھ سے محبت کی،
مگر ان دونوں سے زیادہ میرا دل اُس نے دُکھایا
جس نے مجھ سے نہ تو نفرت کی اور نہ محبت۔

(طبعزاد)

شاہد احمد دہلوی۔ بی۔ اے (آنرز)

"کیفِ غم"

(جناب کوکب شاہجہانپوری)

"دلِ گرفتار" کہاں پائیں گے ہو کر آزاد
لذّتِ قیدِ قفس لطفِ جفائے صیّاد

اب تو مرنے کی بھی حسرت نہیں اللہ اللہ
کبھی اس دل میں تھی دنیائے تمنّا آباد

واہ ری خوبیٔ تقدیر قفس بھی چھوٹا
کیا کریں آہ کہاں جائیں "نشیمن برباد"

عالمِ عشق و محبت میں غم و رنج کہاں
تشنہ کامانِ تمنّا بھی ہیں سرخوش دلشاد

سرد مہری سے تو کچھ اور بڑھا جوشِ وفا
وجہِ معراج ہوئی دل کے لئے ہر اُفتاد

لذّتِ عام نہیں لطفِ حیات اے کوکبؔ
جس کو مل جائے مقدر سے دلِ غم ایجاد

بسلسلۂ گزشتہ

الیاس وملینہ

مجلس پنجم

پہلا منظر

محل کا ایک زیریں ہال

(خادمائیں یکجا جمع نظر آتی ہیں - باہر روشندان کے قریب بچے کھیل رہے ہیں)

بوڑھی خادمہ :- (دیکھ لینا، دیکھ لینا، لڑکیوں... آج ہی شام کو... ... وہ ہم سے ابھی آکر کہیں گے . . . .

دوسری خادمہ :- وہ نہیں آکر کہیں گے . . . . وہ خود نہیں جانتے کہ کیا ہونے والا ہے . . . .

تیسری خادمہ :- ہمیں یہیں انتظار کرنا چاہیئے . . . .

چوتھی خادمہ :- ہمیں ٹھیک معلوم ہوجائیگا کسوقت اوپر جانا ہے . . .

پانچویں خادمہ :- جب وقت آئیگا ہم خودبخود اوپر چلے جائیں گے . . .

چھٹی خادمہ :- گھر میں سے اب کوئی آواز نہیں آرہی . . . .

ساتویں خادمہ :- ہمیں ان بچوں کو خاموش رکھنا چاہیئے جو روشندان کے سامنے کھیل رہے ہیں -

آٹھویں خادمہ :- وہ خودبخود خاموش ہوجائیں گے ابھی ابھی . . . .

نویں خادمہ :- ابھی وقت نہیں آیا . . . . . .

(ایک بوڑھی خادمہ داخل ہوتی ہے)

بوڑھی خادمہ :- کمرہ میں کوئی نہیں جاسکتا . . میں گھنٹہ بھر تک سنتی رہی . . . دروازوں پر مکھیوں کے چلنے تک کی آواز سنائی دیتی تھی . . . لیکن کوئی آواز نہ آئی -

پہلی خادمہ :- کیا انھوں نے اسے کمرہ میں اکیلا چھوڑ دیا ہے ؟

بوڑھی خادمہ :- نہیں، نہیں، میرے خیال میں کمرہ تو لوگوں سے بھرا ہوا ہے -

پہلی خادمہ :- وہ آنیوالے ہیں - ابھی آنے والے ہیں . . . .

بوڑھی خادمہ :- خدا! خدا! گھر میں خوشی نہیں آئی . . . کہنا نہیں چاہیئے لیکن جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر وہ تمہیں بتا دوں . . . .

دوسری خادمہ :- تم ہی نے تو انھیں دروازے پر پڑا ہوا دیکھا تھا؟

بوڑھی خادمہ :- ہاں، ہاں اور کہا - میں نے ہی تو دیکھا تھا - دربان کہتا ہے کہ میں نے پہلے دیکھا تھا لیکن اُسے جگایا تو میں نے ہی تھا - وہ تو اوندھا پڑا سو رہا تھا، اور کسی طرح نہ اُٹھتا تھا - اور اب کہتا ہے کہ میں نے پہلے دیکھا تھا - بھلا دیکھو تو انہیں نہیں معلوم کہ نہانے میں جاتے کے لئے جب میں نے لیمپ جلایا تو میرا ہاتھ جل گیا تھا - میں نہانے کیلئے گئی تھی ؟ . . . . اب یاد نہیں آتا کہ کیوں گئی تھی - بہر حال میں بہت سویرے اُٹھی تھی - پوری روشنی بھی نہیں ہوئی تھی - میں نے دل میں کہا کہ میں صحن میں سے ہوکر دروازہ کھولوں گی - خیر - میں دبے پاؤں پہنچی گئی اور دروازہ کھول دیا، جیسے کہ وہ کوئی معمولی دروازہ تھا.. ... یا اللہ! میں نے کیا دیکھا؟ بتاؤ میں نے کیا دیکھا؟ . . . .

پہلی خادمہ :- وہ دروازے کے سامنے ہی تو تھے ؟

بوڑھی خادمہ :- وہ دونوں کے دونوں دروازے کے سامنے پڑے تھے! . . . . اس طرح جیسے غریب آدمی جو مدت سے فاقہ کش ہوں . . . خوف زدہ بچوں کی طرح ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے - چھوٹی شہزادی تو قریب قریب مُردہ تھی اور بڑے مُراد کے ہاتھ میں اسوقت تک تلوار تھی . . . پتھروں پر خون کے نشان تھے . . . . .

دوسری خادمہ:۔ ہاں بچو، کچھ کیا کرنا چاہئے ۔ وہ روشندان کے سامنے اپنی پوری طاقت سے جل رہے ہیں ۔

تیسری خادمہ:۔ اپنی آواز بھی ایک ہی کو سنائی نہیں دیتی . . . .

چوتھی خادمہ:۔ کچھ نہیں ہوسکتا ۔ ہم نے بڑی کوشش کی تھی لیکن وہ خاموش نہیں ہوئے ۔

پہلی خادمہ:۔ غالباً اب تو وہ بالکل تندرست ہوگیا ؟

بوڑھی خادمہ:۔ کون ؟

پہلی خادمہ:۔ بڑا شہزادہ !

تیسری خادمہ:۔ ہاں، ہاں ۔ اُسے ابھی ابھی لوگ اس کی بیوی کے کمرے میں لے گئے ہیں ۔ مجھے ابھی راستہ میں ملے تھے ۔ اُسے اسطرح سنبھالے ہوئے تھے جیسے کہ وہ نشے میں ہو ۔ وہ ابھی چل نہیں سکتا ۔

بوڑھی خادمہ:۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرے گا ۔ بہت بڑا ہے نا لیکن شہزادی کے تو کوئی زخم نہ لگا ۔ پھر بھی وہی مرے گی . . بسنا تم نے ؟

پہلی خادمہ:۔ کیا تم نے اس کا زخم دیکھا تھا ؟

بوڑھی خادمہ:۔ ہاں، اتنے ہی غور سے جیسے کہ میں تمہیں دیکھ رہی ہوں بیٹی میں نے سب کو دیکھا تھا سمجھی ؟ میں نے سب سے پہلے دیکھا تھا اس کے بائیں پہلو میں ایک بہت ہی چھوٹا سا زخم تھا ۔ اتنا چھوٹا زخم کہ جس سے کبوتر بھی نہ مرے عجیب بات نہیں معلوم ہوتی ؟

پہلی خادمہ:۔ ہاں، ہاں، دال میں ضرور کالا ہے . . . . .

دوسری خادمہ:۔ ہاں، اور زچگی کو تین دن ہوئے . . . . . .

بوڑھی خادمہ:۔ بالکل ٹھیک ! بستر مرگ پر وہ سبکدوش ہوئی . . . کیا یہ عبرت خیز نہیں ہے ۔ اور بچہ بھی عجیب ہی ہے ۔ تم نے دیکھا ؟ ایک ننھی سی نحیف لڑکی اتنی کمزور کہ فقیرنی بھی جنتے ہوئے شرما جائے چھوٹی سی موئی گڑیا جو شاید وقت سے پہلے ہی پیدا ہوگئی . . . . اور جسے بھیڑ کے پشمینے میں لپٹا رہنا پڑے گا . . . ہاں، ہاں، خوشی اس مکان سے کوسوں دور ہے . . .

پہلی خادمہ:۔ ہاں، ہاں، خدا کا قہر نازل ہونے والا ہے . . .

دوسری خادمہ:۔ یہ سب کچھ بغیر کسی سبب کے نہیں ہوا ہے . . .

تیسری خادمہ:۔ اور ہمارا مہربان مالک الیاس ! . . کہاں ہے ؟ . . . کوئی نہیں جانتا . . . .

بوڑھی خادمہ:۔ سب جانتے ہیں ۔ ہاں، بیشک ! لیکن کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے . . . کسی کو اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہئے کوئی اس کا ذکر نہیں کرسکتا . . . کوئی کسی چیز کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا . . . کوئی سچ نہیں بول سکتا . . . مگر مجھے معلوم ہے کہ وہ اندھوں کے کنوئیں کے پاس پڑا ہوا ملا تھا . . . کوئی بھی، کوئی بھی، اسے نہ دیکھ سکا ۔ لیکن آخری دن سب کچھ معلوم ہوجائیگا ۔

پہلی خادمہ:۔ میں تو اب یہاں سو نہیں سکتی . . . . .

بوڑھی خادمہ:۔ جب ایک دفعہ نحوست آجاتی ہے تو پھر چپ چاپ زندگی گذارنا ہی اچھا ہے ۔

تیسری خادمہ:۔ لیکن پھر بھی نحوست گھیر ہی لیتی ہے . . . .

بوڑھی خادمہ:۔ ہاں، ہاں، لیکن جس طرح ہم چاہتے ہیں ایسے تو رہ نہیں سکتے ۔

چوتھی خادمہ:۔ ہم جیسا چاہیں ویسا کر بھی نہیں سکتے . . . .

پہلی خادمہ:۔ وہ لوگ اب ہم سے خائف ہوگئے، شاید . . . .

دوسری خادمہ:۔ وہ سب کے سب مشورہ کر رہے ہیں . . . .

تیسری خادمہ:۔ راستہ میں وہ اپنی آنکھیں نیچی کئے ہوئے گذر رہے ہیں ۔

چوتھی خادمہ:۔ وہ چپکے چپکے بول رہے ہیں . . . .

پانچویں خادمہ:۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب نے مل کر کیا ہے ۔

چھٹی خادمہ:۔ کوئی نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کیا ہے ۔

ساتویں خادمہ:۔ جب خود آقا ہی ڈر رہے ہوں تو اور کوئی کیا کرسکتا ہے ۔

(خاموشی)

پہلی خادمہ:۔ مجھے اب بچوں کی آواز نہیں آرہی ہیں . . . .

دوسری خادمہ:۔ وہ روشندان کے سامنے بیٹھ گئے ہیں . . .

تیسری خادمہ:- وہ ایک دوسرے سے چپکے ہوئے بیٹھے ہیں -
بوڑھی خادمہ:- گھر میں سے اب کوئی آواز نہیں آتی . . .
پہلی خادمہ:- بچوں کے سانس تک کی بھی آواز نہیں آتی . . .
بوڑھی خادمہ:- چلو، چلو، اوپر جانے کا وقت آگیا . . . .
(خاموش ہو جاتی ہیں)

دوسرا منظر

محل کا ایک کمرہ

(کمرے کے گوشے میں عاقل مراد - اور ڈاکٹر دکھائی دیتے ہیں ملینہ بستر پر پڑی ہے)

ڈاکٹر:- اس معمولی زخم کی وجہ سے یہ نہیں مرے گی - اتنے زخم سے تو پرندہ بھی نہیں مرسکتا . . . اس لئے میرے آقا آپ نے اسے نہیں مارا . . . آپ ہراساں نہ ہوں . . . وہ زندہ رہ ہی نہیں سکتی تھی . . . معلوم نہیں پیدا کیوں ہوئی . . . شاید مرنے کے لئے - اور اب وہ مرنے والی ہے بغیر کسی سبب کے . . . اور پھر یہ بھی نہیں کہا گیا کہ ہم لوگ اُسے نہ بچائیں . . . .

عاقل:- نہیں، نہیں مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کے کمرہ میں ضرورت سے زیادہ خاموش ہیں . . . یہ بُری علامت ہے . . . دیکھو وہ کس طرح سو رہی ہے . . . آہستہ آہستہ . . جیسے کہ اس کی روح ہمیشہ کے لئے سرد ہوگئی ہو -

مراد:- میں نے مار ڈالا بغیر کسی سبب کے! میں نے مار ڈالا بلا وجہ! - کیا یہ امر اس لائق نہیں ہے کہ پتھر بھی آنسو بہانے لگیں . . . انھوں نے ایک دوسرے کو پیار کیا معصوم بچوں کی کی طرح . . . وہ دونوں بھائی نہیں تھے . . . . اور میں . . . میں نے . . . ایکدم سے! . . . میں نے اپنی مرضی کے خلاف کیا! . . . میں نہیں چاہتا تھا کہ میں ماروں . . .

ڈاکٹر:- دیکھو . . . میرا خیال ہے کہ وہ جاگ رہی ہے -

ملینہ:- کھڑکی کھول دو . . . کھڑکی کھول دو . . . .

عاقل:- ملینہ! کیا یہ کھڑکی کھلوانا چاہتی ہو؟

ملینہ:- نہیں، نہیں، بڑی کھڑکی . . . بڑی کھڑکی . . . تاکہ میں دیکھ سکوں . . . .

عاقل:- کیا آج شام کی سمندری ہوائیں زیادہ ٹھنڈی نہیں ہیں؟

ڈاکٹر:- جیسا کہے ویسا ہی کیجئے . . . .

ملینہ:- شکریہ . . . کیا یہ سورج غروب ہو رہا ہے؟ . . .

عاقل:- ہاں، سورج سمندر پر غروب ہو رہا ہے - کافی دیر ہوگئی ہے - تمہاری طبیعت کیسی ہے ملینہ!

ملینہ:- آپ یہ کیوں پوچھتے ہیں - میں تو بالکل اچھی ہوں - پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مجھے کسی چیز کا علم ہے . . . .

عاقل:- تم نے کیا کہا میں کچھ نہیں سمجھا . . .

ملینہ:- میں خود بھی اچھی طرح نہیں سمجھتی کہ میں کیا کہہ رہی ہوں . . مجھے معلوم نہیں کہ میں کیا کہتی ہوں - مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ میں کیا جانتی ہوں - جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ بھی میں نہیں کہہ سکتی . .

عاقل:- خیر - چھوڑو . . تمہیں بولتا دیکھکر مجھے بڑی خوشی ہوئی کچھ دن سے تمہاری سرسامی کیفیت تھی اور ہم اکثر تمہاری باتیں نہیں سمجھ سکتے تھے . . . لیکن اب تو تم ٹھیک ہو . . . .

ملینہ:- میں نہیں جانتی . . . دادا جان! کیا آپ اس کمرے میں ہیں . . .

عاقل:- نہیں ڈاکٹر صاحب بھی ہیں جنہوں نے تمہارا علاج کیا ہے -

ملینہ:- آہ!

عاقل:- علاوہ ازیں اور بھی کوئی ہے . . . .

ملینہ:- وہ کون ہے؟

عاقل:- وہ ہے . . . تم ڈرو نہیں . . . یقین جانو - وہ تمہیں ذرا سا بھی نقصان نہیں پہونچائے گا . . . اگر تم اس سے ڈروگی تو وہ چلا جائے گا . . . وہ آج کتنا آزردہ ہے . . . .

ملینہ:۔ کون ہے ؟

عاقل:۔ وہ ہے . . . تمہارا شوہر . . . مُراد

ملینہ:۔ مراد یہاں میرے قریب کیوں نہیں آتے . . . .

(مراد گھسٹتا ہوا بستر کے قریب جاتا ہے)

مراد:۔ ملینہ ! ملینہ !

ملینہ:۔ مراد تم ہو، میں تو بمشکل پہچان سکی۔ شاید اس وجہ سے کہ شام کی دھوپ میری آنکھوں میں چمک رہی ہے۔ تم دیوار کی طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟ تم دُبلے اور کمزور ہو گئے۔ کیا ہمیں ملے ہوئے بہت دن ہوئے ؟

مراد:۔ (عاقل اور ڈاکٹر سے) کیا مہربانی کر کے۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے باہر چلے جائیں گے . . . میں دروازہ کھلا رہنے دوں گا . صرف ذرا سی دیر کے لئے ! . . . میں اس سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ورنہ میں مر نہیں سکوں گا . . . کیا آپ چلے جائیں گے ؟ صرف راستہ کے آخیر تک ہو آئے۔ پھر فوراً ہی واپس آجایئے گا . . اتنی عنایت کیجئے . . . میں غمزدہ ہوں . . . .

(عاقل اور ڈاکٹر چلے جاتے ہیں) . . .

ملینہ ! کیا تمہارے دل میں میرے لئے کچھ رحم ہے ؟ ملینہ ! کیا تم مجھے معاف نہ کر دو گی جیسے کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ؟ . .

ملینہ:۔ ہاں ہاں، میں نے تمہیں معاف کیا . . لیکن کس بات کی معافی ؟

مراد:۔ ملینہ۔ میں نے تمہیں بڑی تکلیف پہونچائی ہے . . . میں بیان نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنا دکھ پہونچایا ہے . . . لیکن میں محسوس کر رہا ہوں . . . مجھے آج وہ سب کچھ صاف نظر آ رہا ہے جس سے میں آج تک لاعلم تھا . . . اور یہ سب کچھ میری غلطی ہے، وہ سب کچھ جو ہو گذرا اور وہ جو ہونے والا ہے . . . . اگر میں تم سے بیان کر سکتا کہ مجھے کتنی صفائی سے نظر آ رہا ہے . . . مجھے سب کچھ نظر آ رہا ہے . . . سب کچھ . . . لیکن میں تم سے کتنی محبت کرتا تھا تم سے کتنی محبت کرتا تھا . . . اور اب کوئی نہ کوئی مرنے والا ہے اور مرنا چاہتا ہوں . . . تم سے پوچھنا چاہتا ہوں . . . تم کچھ اور نہ سمجھنا ؟ . . . میں چاہتا ہوں . . . جو قریب المرگ ہوا سے سچی بات بتا دینی چاہئے . . . اسے سچ معلوم ہونا چاہئے ورنہ وہ نہیں مر سکتا کیا تم قسم کھاتی ہو کہ تم سچ سچ کہدو گی ؟

ملینہ:۔ ہاں۔

مراد:۔ کیا تمہیں الیاس سے محبت تھی ؟

ملینہ:۔ ہاں ہاں کیوں۔ مجھے اس سے محبت تھی۔ وہ کہاں ہے ؟

مراد:۔ تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔ کیا نہ سمجھو گی، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا . . خیر۔ تو سنو . . . میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم الیاس سے ناجائز محبت کرتی تھیں . . . کیا تم نے . . . کیا تم گنہگار ہو . . . مجھے بتاؤ، بتاؤ۔ ہاں، ہاں، ہاں ؟

ملینہ:۔ نہیں، نہیں ہم گنہگار نہیں تھے . . . . تم مجھسے کیوں پوچھتے ہو ؟

مراد:۔ ملینہ۔ خدا کے واسطے سچ سچ بتا دو !

ملینہ:۔ کیا میں نے سچ نہیں بولا ؟

مراد:۔ مرتے وقت اس طرح جھوٹ نہ بولو۔

ملینہ:۔ کون مر رہا ہے ؟ . . . . کیا میں ؟

مراد:۔ تم، تم اور میں بھی تمہارے بعد . . . اور ہمیں سچی بات معلوم ہونی چاہئے۔ ہمیں آخرکار سچی بات معلوم ہونی چاہئے ؟ . . . . . مجھے سب کچھ بتا دو . . . سب کچھ بتا دو۔ میں سب معاف کر دوں گا !

ملینہ:۔ میں کیوں مر رہی ہوں ؟ مجھے نہیں معلوم ہوا۔

مراد:۔ اب تو تم جان گئیں ! . . . ابھی وقت ہے . . . ابھی وقت ہے . . . جلدی کرو ! . . . جلدی کرو . . . سچ . . . سچ ! . . . .

ملینہ:۔ سچ . . . . سچ . . . .

مراد:۔ تم کہاں ہو ! ملینہ ! تم کہاں ہو۔ یہ کیا ہوا۔ ملینہ ! تم کہاں ہو ؟ تم کہاں جا رہی ہو۔

(عاقل اور ڈاکٹر کو کمرے کے دروازہ پر دیکھکر)

ہاں ہاں! آ جائیے ۔ مجھے کچھ نہیں معلوم ہوا۔۔ سب بیکار رہا۔۔۔ وقت گذر چکا۔۔۔۔ وہ مجھ سے بہت دور پہونچ گئی مجھے کبھی معلوم نہ ہوگا۔۔۔ میں نابینا ہی مرجاؤں گا۔۔۔۔

عاقل :۔ تم نے کیا کہا ۔ تم تو اسے مار ڈالوگے ۔۔۔

مراد :۔ میں اسے پہلے ہی مار چکا ۔

عاقل :۔ ملینہ!

ملینہ :۔ کیا ہے' دادا جان ؟

عاقل :۔ ہاں بیٹی ۔۔ کیا چاہتی ہو ؟

ملینہ :۔ کیا سچ مچ جاڑا شروع ہو گیا ۔

عاقل :۔ کیوں پوچھتی ہو ؟

ملینہ :۔ کیونکہ سردی ہو رہی ہے اور درختوں پر پتے نہیں رہے ۔

عاقل :۔ کیا تمہیں سردی لگ رہی ہے ۔ کیا میں کھڑکیاں بند کر دوں

ملینہ :۔ نہیں، نہیں، سورج کو سمندر میں اچھی طرح غروب ہو جانے دو وہ آہستہ آہستہ ڈوب رہا ہے ۔ تو پھر یہ ٹھیک ہے نا کہ جاڑا شروع ہو گیا ؟

عاقل :۔ ہاں، کیا تمہیں جاڑا اچھا نہیں معلوم ہوتا ؟

ملینہ :۔ بالکل نہیں کیونکہ مجھے سردی سے بہت ڈر لگتا ہے ۔ سردی سے بہت ہی ڈر لگتا ہے ۔

عاقل :۔ اب تو تمہاری طبیعت ٹھیک ہے نا ؟

ملینہ :۔ ہاں، ہاں ۔ اب مجھے کوئی پریشانی نہیں ستاتی ۔۔

عاقل :۔ کیا تم اپنا بچہ دیکھوگی ؟

ملینہ :۔ کیسا بچہ ؟

عاقل :۔ تمہارا بچہ ۔۔۔ تم اب ایک ماں ہو ۔۔۔ دنیا میں ایک چھوٹی سی لڑکی لائی ہو ۔

ملینہ :۔ کہاں ہے ؟

عاقل :۔ یہ رہی ۔۔۔۔۔۔۔

ملینہ :۔ حیرت ہے! اسے لینے کے لئے میں اپنے بازو نہیں اٹھا سکتی

عاقل :۔ اس لئے کہ تم ابھی بہت کمزور ہو۔ میں اسے اٹھائے ہوئے ہوں دیکھو

ملینہ :۔ یہ مسکراتی نہیں ۔۔ کتنی چھوٹی سی ہے ۔۔۔۔ یہ رونے والی ہے ۔۔ مجھے اس پر ترس آتا ہے ۔۔۔۔

(کمرے میں خادمائیں ایک ایک کرکے داخل ہوتی ہیں اور چپ چاپ دیوار سے لگ کر کھڑی ہو جاتی ہیں)

مراد :۔ (ایک دم سے اٹھتے ہوئے) یہ کیا ہے ۔ یہ سب عورتیں یہاں کیا کر رہی ہیں ۔

ڈاکٹر :۔ یہ خادمائیں ہیں ۔

عاقل :۔ انہیں کس نے بلایا ؟

ڈاکٹر :۔ میں نے تو نہیں بلایا ۔

مراد :۔ تم یہاں کیوں آئی ہو ؟ تمہیں کسی نے نہیں بلایا ۔ یہاں کیا کر رہی ہو ؟ پھر کیا بات ہے ۔ جواب دو!

(خادمائیں کچھ جواب نہیں دیتیں)

عاقل :۔ اتنے زور سے نہ بولو ۔۔ وہ سونے والی ہے اس نے اپنی آنکھیں بند کرلی ہیں ۔

مراد :۔ وہ بات تو نہیں ہے ۔۔۔ ؟

ڈاکٹر :۔ نہیں، نہیں دیکھو سانس چل رہا ہے ۔۔۔۔

عاقل :۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں ۔۔ اس کی روح رو رہی ہے ۔۔۔۔ اپنے بازو کیوں پھیلا رہی ہے کیا چاہتی ہے ؟

ڈاکٹر :۔ بلاشبہ وہ بچے کی طرف اپنے بازو پھیلا رہی ہے یہ ایک ماں کی کشمکش ہے برخلاف ۔۔۔۔۔

مراد :۔ اب! اب! انہیں کہہ دینا چاہیئے ۔۔ بولو! ۔۔۔ بولو!

ڈاکٹر :۔ شاید ۔

مراد :۔ اوہ! اوہ! فوراً ۔۔ میں اسے بتادوں گا ملینہ! ۔۔۔ ملینہ! ۔۔۔ مجھے چھوڑ دو مجھے اس کے ساتھ اکیلا چھوڑ دو! ۔۔۔۔۔

عاقل:۔ نہیں، نہیں، قریب نہ آؤ۔ اسے تکلیف نہ پہونچاؤ۔ اب اس سے مت بولنا۔۔ تم نہیں جانتے روح کیا چیز ہوتی ہے۔

مراد:۔ میرا قصور نہیں ہے۔۔۔ میرا قصور نہیں ہے لے

عاقل:۔ خاموش۔ خاموش۔۔ اب ہمیں چپکے چپکے باتیں کرنا چاہیئے۔ اسے تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔۔ انسانی روح بہت خاموش ہوتی ہے۔۔۔ وہ چپکے سے فرار ہوجانا چاہتی ہے۔ بہت ہی شرمیلی ہوتی ہے۔ لیکن تم مراد۔۔۔ جو کچھ دیکھا ہے اسکا رنج۔ اوہ! اوہ! اوہ!۔۔۔۔۔۔۔

(ساری خادمائیں کمرے سے
سرے پر گھٹنوں کے بل گرجاتی ہیں)

عاقل: (مڑتے ہوئے) یہ کیا؟

ڈاکٹر:۔ (بستر کے قریب پہونچ کر جسم کو چھوتے ہوئے) ٹھیک ہے!

(طویل خاموشی)

عاقل:۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا۔۔۔ کیا تمہیں یقین ہے؟۔۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر:۔ ہاں، ہاں۔

عاقل:۔ میں نے کچھ سنا بھی نہیں۔۔ اتنی جلدی۔۔۔ ایکدم سے۔۔۔ وہ چلی گئی چپ چاپ۔

:۔ (ہچکیاں لیتے ہوئے) اوہ! اوہ! اوہ!۔۔۔۔

عاقل:۔ مراد۔۔۔ اب یہاں نہ ٹھہرو۔۔۔ اسے اب خاموشی کی ضرورت ہے۔ چلو، چلو، بہت ہی درد انگیز ہے۔۔۔ لیکن اس میں تمہارا قصور نہیں ہے۔۔۔ وہ ایک ننھی سی نیک ہستی تھی، مینو۔ باحیا، اور خاموش۔۔۔۔ ساری دنیا کی طرح وہ بھی ایک پُر اسرار ہستی تھی۔۔۔۔۔ یہاں اس طرح پڑی ہے جیسے کہ خود اپنی ممی کی بڑی بہن ہو۔۔۔۔۔۔۔ چلو، چلو، اوخدا! اوخدا! میری بھی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا۔۔۔۔۔۔۔ ہمیں یہاں سے چلا جانا چاہیئے۔ چلو، بچے کو اس کمرے میں نہیں رہنا چاہیئے۔۔۔ یہ اب اس کی بجائے زندہ رہے گی۔۔۔ اب اسکی باری آگئی ہے۔۔۔

(خاموشی سے جاتے ہیں)

(ختم شد)

(انصار ناصری)

دامِ خیال

(صفحہ ۸۰ کا بقیہ)

اماں کو خط لکھ رہی تھی۔۔۔ آپ جو نہ آئیں تو اور کیا کروں؟

"اور ہماری شکایتیں ہو رہی تھیں نا۔۔۔۔!"

"تو اور کیا"۔ اس نے منہ دوسری طرف پھیر کر کہا۔

اُس کا دل خوش تھا کہ اس کا شوہر چاہتا ہے کہ وہ راضی ہوجائے

اُس کے شوہر نے اس کے نرم بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے کہا۔

"تم بڑی اچھی لڑکی ہو کہ شکایت کے خط لکھکر جلادیتی ہو!"

"نہیں جناب پھر لکھوں گی"۔ اس نے بگڑ کر کہا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ اپنے شوہر پر فتح پا رہی ہے۔

"دیکھو نا۔ ثریا۔ کبھی کبھی دیر ہو جاتی ہے۔ اصغر کے پاس چلا گیا تھا۔ تم تو ناراض ہی ہو جاتی ہو!"

اُس کا لہجہ اتنا میٹھا اور محبت آمیز تھا کہ ثریا اپنے دھیوں پر شرما رہی تھی ÷ ÷ ÷

دامِ خیال

(از محترمہ جمشیدہ شمیم بی۔ اے)

ثریا آگ کے پاس بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی کہ اس کا شوہر کچھ دنوں سے رات کو دیر میں آتا ہے۔ شادی کے بعد ساری مدت میں یہ پہلی بار ہے کہ اس نے یہ خیال کیا۔ وہ سوچتی رہی کہ ضرور اس کا شوہر اس سے بے پروا ہو گیا ہے۔ اور اس کا دل پہلو میں بے اختیار پھڑکنے لگا۔ . . . وہ خیالات میں کھوئی ہوئی کبھی اُٹھ کر ٹہلنے لگتی کبھی بیٹھ جاتی، کہ یکایک اس کی نظر کارنس پر لگی ہوئی تصویر پر جا پڑی جو شادی کے پہلے ہفتہ میں دونوں نے یک جا کھنچوائی تھی۔ اس تصویر کو دیکھکر پرانی یاد تازہ ہو گئی۔ شادی کے بعد کی ساری باتیں یاد آگئیں . . . ثریا نے اپنے آپ کو بہت ملامت کی اور دل کو سمجھاتے ہوئے سوچا کہ "میرے دل میں ایسے وہم نہ آنے چاہئیں۔ آخر انہیں اپنے دوستوں اور حکام سے بھی تو ملنا ہوتا ہے۔ بیوی کے لئے کوئی دنیا کے سارے کام چھوڑ نہیں دیتا۔" لیکن یہ خیال ذرا بھی تسکین بخش ثابت نہ ہوا۔ اس نے گھڑی کی طرف بیتابی سے نظر اٹھائی۔

بارہ بج چکے تھے انگیٹھی میں کوئلے مدھم پڑ چکے تھے۔ جن کی سفید راکھ چھن چھن کر گر رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کا دل بھی بجھکر راکھ ہوا جا رہا ہے۔ ایک جلن۔ ایک خلشِ مبہم۔ اضطراب آمیز بے چینی اس نے محسوس کی۔ کیونکہ اس کا شوہر ابھی تک نہیں آیا تھا۔

کرب و بے چینی کے عالم میں اس نے خیال کیا کہ شاید اس کا شوہر اطمینان سے ہوگا اور خیال کرتا ہوگا کہ اتنی رات آنے پر ثریا سو گئی ہوگی اور خواب ہائے شیریں کے مزے لے رہی ہوگی ہاں اس کا شوہر اسے بالکل ناقص خیال کرتا ہے۔ ناقص اور نادان اور اس لئے قطعاً اس کی پروا نہیں کرتا۔ وہ محسوس کرنے لگی کہ وہ خود اپنے شوہر پر بے حد مہربان ہے . . . اتنا . . . جتنا کہ ہونا چاہئے۔ شوہر کو بیوی کا دلدادہ ہونا چاہئے۔ نہ کہ بیوی دن و رات اس کی راہ تکا کرے۔ اسے اپنی کمزوری پر شرم آنے لگی۔ کیا وہ حقیقتاً اتنی کمزور تھی؟ اور واقعی کیا اس کا شوہر اب اسے پہلے جتنا نہ چاہتا تھا؟ کیا اب باقی زندگی محض اس کے موزے اور رومال دھونے اور اس کے لئے کھانا پکانے میں ہی گذر جائے گی؟ اُسے یاد تھا کہ اس کے شوہر نے ایک دفعہ کہا تھا کہ "تمہارا اس طرح میرے کام میں مشغول رہنا میرے لئے طمانیتِ قلب اور محبت کا باعث ہوتا ہے" اور یہ بھی کہ "اپنے ہاتھ سے میرے لئے پکایا کرو۔ نوکروں کے ہاتھ میں مجھے نہ ڈال دینا" وغیرہ۔ جب سے آج تک وہ اس کے چھوٹے سے چھوٹے کام کرنے میں بھی راحتِ قلبی محسوس کرنے لگی۔ لیکن اب اس کو یہ تلخ احساس ہو رہا تھا کہ اس کا شوہر ان دنوں اس سے کچھ بے اعتنائی برت رہا ہے۔ اپنی کسی بات میں بھی اسے شریک نہیں کرتا۔ لوگ بیوی کو "شریکِ حیات" موسوم کرتے ہیں۔ لیکن یہاں صورتِ حال نرالی ہے۔ ہر ہر بات سے بیگانگی اور مغائرت ٹپکتی ہے۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ باہر کیا ہنستے بولتے نہ ہوں گے؟ پھر میرے سامنے کیوں چپ لگ جاتی ہے؟

ہاں! ٹھیک تو ہے۔ کیا میرا حق نہیں کہ وہ میری دلداری کرے؟ لیکن شاید اسے کوئی اور بات۔ کوئی فکر ستا رہی ہو؟ مگر اسے کیوں نہیں بتایا جاتا؟

ثریا انہی خیالات میں منہمک افسردہ مغموم بنی بیٹھی تھی کہ گھڑی نے ایک بجایا۔ وہ چونک پڑی۔ اسے ایک کرب کے ساتھ تلخ احساس ہوا کہ آج رات اس کا شوہر بالکل نہیں آئے گا۔ وہ اُس کی

بالکل پروا نہیں کرتا۔ اُس کے دل میں انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھا۔" اگر میں یہاں سے آج رات غائب ہوجاؤں تو پھر انہیں پتہ لگے۔ ہاں پھر معلوم ہوجائے کہ نوجوان بیوی کو یوں تنگ کرنے پر کس قدر شرمناک اور افسوسناک نتائج نکلتے ہیں۔ خود جانے کہاں کہاں پھرتے رہتے ہیں۔ واقعی ہم پردہ نشینوں کو کیا معلوم ؟ دنیا کیسی ہے ؟ کیونکر بستی ہے ؟ اور کدھر بستی ہے ؟ گھر میں چلی جاؤں آج رات باہر . . . گھر سے نکل کر . . . دنیا میں . . . جو مجھ سے ملے اسے کہوں - میرا شوہر میری پروا نہیں کرتا۔ بالکل بھی نہیں۔ لیکن ہمیشہ کے لئے !"

ثریا اس خیال سے کانپ گئی - وہ ہمیشہ کے لئے اپنے شوہر سے جدا نہ ہونا چاہتی تھی - اسے صرف اس کی بے اعتنائی اور کج رخی پر رنج تھا اور اسی رنج کا بدلہ لینا چاہتی تھی -

میں غم واندوہ کی بھٹی میں پھنکتی رہی ہوں - اور شوہر کو احساس تک نہ ہو؟ ثریا نے خیال کیا اور وہ آپ اپنے اوپر ترس کھانے لگی۔ اس کے چہرے پر شرارت اور انتقام کا جذبہ جھلک رہا تھا - وہ آج ایک خط اپنے شوہر کے نام لکھ کر رکھدے گی اور خود کسی دوسرے کمرے میں چھپ جائے گی - وہ چند لمحے بعد کچھ سوچتی رہی اور پھر لرزتے ہوئے ہاتھوں سے لکھنے لگی -

" آپ نے مجھے بالکل بھلا دیا ہے - خبر نہیں آپ کونسی دنیا میں رہتے ہیں میں آپ کی دنیا کا راستہ کھو چکی ہوں - آپ اپنے دوستوں میں ہنستے بولتے ہیں - میں اپنی مہیب تنہائیوں میں آنسو بہاتی رہوں - یہ کہاں کا انصاف ہے ؟ سوسائٹی کے لئے آپ سے زیادہ خوش اخلاق شیریں کلام کوئی نہیں - میرے لئے آپ کے پاس تلخ لہجہ اور ترش روی ہے - مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوسکتا - مجھے آپ کی یہ کج ادائی - آپ کی بے اعتنائی نہیں سہی جاتی - میں محسوس کر رہی ہوں کہ آپ مجھ سے تھک چکے ہیں اور آجکل آپکی دنیا کی مالک "اور کوئی" ہے - آپ شاید کہدیں کہ یہ وہم ہے - وہم ہی سہی - عورت کے لئے وہم حقیقتوں سے زیادہ تلخ ہوتا ہے - میں اب آپ کے گھر سے جارہی ہوں - کہاں ؟ یہ میں خود بھی نہیں جانتی - اسکا قلم رک گیا - کہیں یہ بات واقعی ایک تلخ حقیقت نہ ہو - کہ "کوئی" اس کی باہم محبت میں شریک ہوگئی ہو - نہیں - یہ نہیں ہوسکتا - یہ کبھی نہ ہونا چاہیئے -

لیکن وہ محض الفاظ سے اپنے غیر شعوری شکوں کو دل سے نہ نکال سکی۔

اچھا تو اب خط مکمل کرنا چاہیئے - اس نے دوبارہ قلم لکھنے کے لئے اٹھایا - کہ دروازہ میں آہٹ معلوم ہوئی، اور ایکدم سے اسکا شوہر کمرے میں داخل ہوا

" پھر رات صدا ابھی تک نہیں سوئیں - ثریا تم نے مجھے تنگ کر مارا ہے - میں - کھانا بھی پڑا ہوا ہے - نہ کھاتی ہو نہ پیتی ہو - دن بدن دبلی اور پیلی ہو رہی ہو - لوگ مجھے نام رکھیں گے !"

وہ اپنے خیالات سے چونک پڑی " ہوں ! انہیں لوگوں کے کہنے سننے کا خیال ہے - نہیں ان کے اخلاق و اوصاف کی دُھک کم نہ ہو جائے - اسی لئے مجھ سے کھانے پر اصرار ہوتا ہے یوں میں مر بھی جاؤں تو شاید خبر نہ ہو -

" کیا کر رہی ہو ؟"

" کچھ نہیں "

" کچھ تو ہو رہا ہے . . . کسی کو خط لکھے جا رہے ہیں ؟"

" شکر ہے آپ اب بھی آ گئے " وہ اس وقت سخت پریشان تھی - اگر اس کا شوہر یہ خط پڑھ لے تو کیا خیال کرے گا اشاید وہ خط کو سچ جانے اور اسے بے وفا تصور کر لے !

اُف ! پھر زندگی کتنی تلخ ہوگی ؟ اس نے محسوس کیا کہ اسے اپنے شوہر سے انتہائی محبت ہے - اگر ان کو ذرا بھی شک ہو جائے تو . . . .

اُس نے فوراً خط کو دہکتی ہوئی انگیٹھی میں پھینک دیا - ایکدم دھواں کمرہ میں بھر گیا -

" یہ کیا ؟" اس کے شوہر نے مسکراتے ہوئے پوچھا -

وہ خاموش تھی، وہ دیکھ رہی تھی کہ کاغذ جل رہا ہے - شعلے تیز ہو رہے تھے اور دھواں کمرے کی فضا کو مسموم کرتا ہوا کھڑکی میں سے باہر نکل رہا تھا -

" کیا ! تو کاغذ جلنے کے بعد اس پر الفاظ نہ پڑھے جائیں گے !"

اس کا شوہر اُس کے بازوؤں پر سے آگے جھکا - کوئلوں پر جلے ہوئے کاغذ میں لکھے ہوئے آتشیں حروف چمک رہے تھے - ثریا نے شانہ ہلاتے ہوئے کہا " کیا دیکھ رہے ہیں آپ !"

(بقیہ صفحہ ۶۸ پر ملاحظہ ہو)

دو بھائی

(از جناب صلاح الدین قریشی دہلوی)

اسکول ماسٹر کا نام ہارڈ تھا، اس کا ایک دوسرا بھائی اینڈرز نامی تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے غیر معمولی محبت کرتے تھے دونوں نے ساتھ تعلیم حاصل کی، ایک ہی جگہ زندگی کے دن گذارے، جنگ پر گئے یہاں تک کہ دونوں نے کارپورل کا حربی امتیاز ایک ساتھ حاصل کیا۔ جب وہ جنگ سے واپس آئے تو ان دونوں کی شجاعت اور وطن پرستی زبان زد خاص و عام تھی۔

ایک عرصے بعد ان کا باپ مرگیا، اسکی بہت کچھ ذاتی ملکیت تھی، جس کی تقسیم ایک حد تک دشوار تھی لیکن اسکے باوجود دونوں نے ایک دوسرے پر یہ خیال ظاہر کیا کہ مال و متاع کو کسی طرح بھی درمیان نہ آنے دیا جائے۔ بلکہ ایسے حالات میں بہتری کی صورت یہی ہے کہ تمام املاک کو نیلام پر چڑھا دیا جائے اس طرح جسکو جو چیز درکار ہوگی وہ اپنے نام چھڑا سکیگا اور تمام آمدنی کو برابر برابر تقسیم کردیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن املاک میں منجملہ اور قیمتی چیزوں کے ایک سونے کی نہایت خوبصورت اور بیش بہا گھڑی بھی تھی جو اپنی بیش قیمتی کی بنا پر تمام قرب و جوار میں مشہور تھی چونکہ اس علاقے کے رہنے والوں نے صرف وہی ایک عجیب و غریب گھڑی دیکھی تھی۔ جب دونوں بھائیوں نے اس گھڑی کی بولی دینی شروع کی تو تمام حاضرین دنگ رہے چنانچہ نیلام کے دوران میں ہارڈ یہ خیال کرتا رہا کہ اینڈرز یہ گھڑی لے کے اپنے نام چھڑا لینے دیگا اور اسی طرح اینڈرز بھی بطور خود یہ سمجھتا رہا کہ ہارڈ اسکے نام گھڑی چھوٹنے میں مزاحم نہ ہوگا۔ اس طرح وہ ایک دوسرے سے زیادہ بولی لگاتے رہے، دراں حالیکہ وہ ایک دوسرے کو نہایت تیز نظروں سے دیکھ رہے تھے، جب گھڑی کے بیس ڈالر لگ چکے، تو ہارڈ نے یہ خیال کیا کہ اس معاملہ میں اس کا بھائی اچھا سلوک نہیں کر رہا ہے چنانچہ اسی جذبے سے متاثر ہوکر اس نے ایک دم تیس ڈالر کردیئے جب اینڈرز نے اس کے باوجود اپنے بڑے بھائی کا خیال نہیں کیا۔ اور ہارڈ کی گذشتہ مہربانیوں کو اس طرح بالکل فراموش کردیا تو اس نے ان تمام باتوں کا خیال کرتے ہوئے چالیس ڈالر لگادیئے اینڈرز بالکل ساکت و خاموش کھڑا تھا۔ ہارڈ نے اسکو گہری نظر سے دیکھا نیلام گھر میں بالکل خاموشی طاری تھی، سوائے عدالتی معتمد کے جو متعدد وقفوں میں نیلام کی رقمیں دہرا رہا تھا کسی متنفس کی آواز نہیں آرہی تھی۔ اینڈرز نے دل میں سوچا کہ اگر ہارڈ اس طرح بڑھ بڑھ کر بولیاں لگا رہا ہے تو یہ چیز اس کے بھی امکان میں ہے اسی طرح اگر وہ اسے گھڑی نہیں دینی چاہتا تو بالکل یہی حق اسے بھی حاصل ہے چنانچہ اس جذبے سے متاثر ہوکر اس نے اس سے بڑھ کر بولی لگادی۔ اینڈرز کا یہ طرز عمل ہارڈ کو بہت برا معلوم ہوا اور اس نے اپنی بات کی بیچ میں پچاس ڈالر لگا دیئے اینڈرز نے سوچا کہ اس طرح وہ تمام حاضرین اور گاؤں والوں پر

ذلیل ہو جائے گا اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے چنانچہ اس نے بارڈ سے بڑھ کر بولی لگا دی۔ یہ دیکھ کر بارڈ کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس نے ایک طنزیہ قہقہے کے بعد کہا:۔

"ایک سو ڈالر اور اپنے تمام برادرانہ جذبات اس سودے کی نذر کرتا ہوں" یہ کہتا ہوا وہ نہایت تیزی سے نیلام گھر سے نکل گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد جبکہ وہ اپنے گھوڑے پر زین کس رہا تھا ایک شخص اسکے پاس آیا اور کہنے لگا "گھڑی تمہارے نام چھوٹ گئی بارڈ! انڈرز نے بولی نہیں بڑھائی" یہ کہنا تھا کہ اس نے یہ فقرہ سنا اس کے دل میں ایک لطیف جذبہ پیدا ہوا۔ فوراً اسے اپنے بھائی کا خیال آیا وہ اس وقت گھڑی کو بھول گیا تھا۔ زین گھوڑے پر رکھی ہوئی تھی وہ عجیب گومگو کے عالم میں کھڑا تھا حیرت و استعجاب کے رنگ یکے بعد دیگرے اسکے چہرے پر آ رہے تھے۔ بہت سے لوگ نیلام گھر سے باہر آ رہے تھے انہی میں انڈرز بھی تھا جب اس نے اپنے بھائی کو اس عالم میں دیکھا تو وہ سمجھ گیا جو کچھ بارڈ کے دماغی پردوں میں پنہاں تھا اس کا اسے احساس ہو گیا۔

"گھڑی کا شکریہ! بارڈ!" انڈرز نے طنزاً کہا "اب وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔ جبکہ تمہارا بھائی تمہارے گھر کا رخ کرے"

"نہ ہی وہ دن نصیب ہو گا جبکہ میں تم سے مل سکوں" بارڈ نے جواب دیا اس کا چہرہ زردی مائل تھا اسکے بعد ہی وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

چنانچہ ان دونوں کی ملاقات پھر کبھی موروثی گھر میں نہ ہو سکی۔ جہاں وہ دونوں اس سے قبل نہایت ہمدردانہ زندگی گذار رہے تھے۔

چند روز بعد انڈرز نے ایک ادنیٰ گھرانے میں شادی کر لی، نہ اس نے بارڈ کو مدعو کیا اور نہ ہی بارڈ خود اس کی محفل شادی میں شریک ہوا۔ شادی کے پہلے ہی سال انڈرز کی گائے مر گئی وہ صبح مکان کے جنوبی حصے میں مری ہوئی پائی گئی۔ جہاں اسے رات کو باندھا گیا تھا۔ اسکی پراسرار موت کا باعث کسی کو معلوم نہ ہو سکا اسکے بعد لگاتار اسے متعدد مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور اسکی حالت دن بدن بد سے بدتر ہوتی گئی لیکن سب سے بڑی مصیبت اس وقت نمودار ہوئی جبکہ اس کی گھاس کا ذخیرہ عین وسط سرما میں آگ کی نذر ہو گیا بدقسمتی سے اس مرتبہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ رات کی تاریکی میں آگ لگانے والا کون تھا؟

"یہ کسی ایسے شخص کا کام ہے جو مجھے نئے سے نئے مصائب میں مبتلا دیکھنا چاہتا ہے" انڈرز نے انتہائی رنج والم کے عالم میں کہا اور اسی خیال میں وہ رات بھر روتا رہا۔ وہ بالکل غریب ہو گیا تھا چنانچہ اسکے بعد ہی اس کی تمام دلچسپیاں فنا ہو گئیں۔

آگ کے حادثہ کے دوسرے ہی دن بارڈ اپنے بھائی کے گھر آیا۔ انڈرز اس وقت اپنے بستر پر دراز تھا بھائی کو دیکھتے ہی وہ اچھل پڑا:۔

"تمہارا کیا مطلب ہے؟" اس نے پوچھا تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر بھائی کو نہایت تیز نظروں سے دیکھتا ہوا کھڑا ہوا۔ بارڈ تھوڑی دیر ساکت و مبہوت کھڑا رہا آخر اس نے کہا:۔

"میں تمہاری مدد کرنی چاہتا ہوں، انڈرز! تم اس وقت چاروں طرف سے مصائب میں گھرے ہوئے ہو"

"میری مشکلات اس سے زیادہ نہیں ہیں جتنی کہ تم میرے لئے چاہتے ہو تم ابھی چلے جاؤ! ورنہ مجھے یقین نہیں ہے کہ میں اپنے ہوش و حواس قایم رکھ سکوں گا"

"تم غلطی پر ہو بارڈ! مجھے افسوس ہے کہ ــــ"

"بارڈ! جاؤ خدا ہم دونوں پر رحم کرے"

بارڈ نے ایک قدم باہر نکالا۔

"اگر تم گھڑی چاہتے ہو" اس نے مرتعش آواز میں کہا "تو لے سکتے ہو"

"جاؤ، بارڈ! جاؤ!" انڈرز نے سخت لہجے میں کہا، اور بارڈ غیر ارادی طور پر سامنے والے دروازے سے نکل گیا۔

اس دوران میں بارڈ کے خیالات میں ایک غیر معمولی انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ برادرانہ محبت کی کجلائی ہوئی چنگاریاں ایک دفعہ پھر بھڑک اٹھیں۔ جب اس نے اپنے بھائی کے زہرہ گداز مصائب کا حال سنا تو اسکے دل کی دنیا کی کایا پلٹ گئی۔ وہ ایک دفعہ اسی جوش کی حالت میں مقدس کلیسا کی مذہبی فضاؤں میں آ، دردناک حادثے کے سلسلے میں چند سخت ترین قسمیں کھا آیا تھا، لیکن ایک نامعلوم قوت نے ہمیشہ اسے فرض کی ادائیگی سے روکا۔ بارہا ایسا ہوا کہ وہ انڈرز کے مکان تک پہنچ گیا لیکن اس سے قبل کہ وہ اسکے کمرے میں قدم رکھے کوئی نہ کوئی چیز اسکے راستے میں حائل ہو جاتی تھی ــــ یا تو انڈرز خود دروازے سے نکلتا ہوا نظر آتا تھا ــــ یا چند اجنبی راستہ طے کرتے ہوئے دیکھے جاتے تھے یہی اور اسی قسم کے چند اسباب تھے جنکی بنا پر وہ ہمیشہ اپنے ارادے میں ناکامیاب رہتا تھا۔

جاڑوں کے ایک اتوار کو جبکہ سردی پورے شباب پر تھی۔ بارڈ کلیسا گیا اتفاقاً اس روز انڈرز بھی وہاں موجود تھا۔ بارڈ نے اسے دیکھا وہ نہایت نحیف و کمزور تھا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا وہ پرانے کپڑے پہنے ہوا تھا۔ یہ کپڑے اسی وقت کے تھے جبکہ دونوں بھائی ایک ساتھ رہتے تھے اور اب پہلے سے بھی زیادہ شکستہ حالت میں تھے۔ عبادت کے دوران میں انڈرز پادری کی طرف مسلسل دیکھتا رہا۔ بارڈ نے اس کی فطری شرافت اور ذاتی جوہر کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اسے بچپن کا زمانہ یاد آ رہا تھا ــــ وہ سوچ رہا تھا کہ لڑکپن میں انڈرز کسقدر اچھا لڑکا تھا۔ اس روز بھی بارڈ نے ایک مقدس قسم کھائی، اور مصمم ارادہ کر لیا کہ ہر حالت میں اپنی اور انڈرز کی زندگی کو ان جانسوز غلط فہمیوں سے بچانے کی کوشش کرے گا اور جب جام شراب اسکے لبوں تک پہنچا تو یہ خیال اور بھی اسکی رگ رگ میں سرایت کر گیا۔ اس نے ایک نامعلوم طاقت محسوس کی جو اسے مجبور کر رہی تھی کہ کسی طرح انڈرز کے قریب جا بیٹھے لیکن اب بھی چند چیزیں اسکے اور انڈرز کے درمیان حائل تھیں۔ عبادت ختم ہونے کے بعد بھی تقریباً یہی حالت رہی چونکہ کثیر اجتماع کے علاوہ انڈرز کی بیوی بھی اسکے ساتھ تھی جس سے اس کا کوئی تعارف نہ تھا ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ انڈرز سے گھر پر ہی ملنا بہتر ہے۔ چونکہ وہاں رازدارانہ گفتگو کا زیادہ امکان ہے۔

جب شام ہو گئی تو وہ انڈرز کے گھر پہنچ چکا تھا۔ وہ دروازے کے قریب ٹھٹکا اور خاموشی کے ساتھ کان لگا کر سنا اس نے گفتگو کے دوران میں اپنا نام سنا۔ انڈرز کی بیوی کہہ رہی تھی:۔

"وہ آج چرچ گیا تھا، مجھے یقین ہے کہ وہ ہر وقت تمہارے ہی خیال میں لگا رہتا ہے"

اندرز نے جواب دیا۔

"نہیں وہ میرا خیال نہیں کر سکتا، مجھے یقین ہے وہ ہمیشہ اپنی ذات کے متعلق سوچتا رہتا ہے"

تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی، اور بارڈ کانپنے لگا چونکہ اس رات خنکی بہانی در پہ پڑتی۔ عورت اندر کسی کام میں مصروف تھی۔ آگ سلگ رہی تھی اور کبھی کبھی چنگاریاں ہوا میں رقص کرتی ہوئی نظر آتی تھیں کوئی بچہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے رو رہا تھا اور اندرز نے گھڑی گھڑی تھپکی دے رہا تھا آخرکار عورت نے مہرِ سکوت توڑی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم دونوں بھائی ہمیشہ ایک دوسرے کے متعلق سوچتے رہتے ہو، لیکن تمہیں یہ تسلیم نہیں ہے"

اندرز نے جواب دیا۔

"اس قصے کو چھوڑو، کوئی اور گفتگو کرو"

تھوڑی ہی دیر بعد اندرز باہر نکلا اور بارڈ سرعت کے ساتھ ایک مناسب مقام پر چھپ گیا۔ لیکن اندرز بھی اس دوران میں اسکے بالکل قریب آچکا تھا وہ لکڑیوں کا ایک گٹھر اٹھانے آیا تھا، وہ بارڈ کے بالکل قریب تھا، اور اپنی پرانی یونیفارم پہنے ہوئے تھا جس کے متعلق دونوں نے عہد کیا تھا کہ اسے کبھی استعمال نہ کرینگے بلکہ اپنی اولاد کیلئے بطور ورثے کے چھوڑ جائیں گے۔ لیکن وہ فوجی قمیص اب شکستہ ہو چکی تھی اور جگہ جگہ سے اندرز کا سڈول جسم اس میں سے نظر آرہا تھا عین اسی وقت بارڈ سنہری گھڑی کی ٹک ٹک جو اس کی جیب میں محفوظ تھی نہایت غور سے سن رہا تھا۔ اندرز لکڑیوں کے ڈھیر کی طرف چلا لیکن بجائے اس کے کہ لکڑیاں اٹھائے، اس نے مایوسانہ نظروں سے ستاروں سے چمکتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور خود ہی کہنے لگا:۔

اچھا! اچھا!! اچھا!!! او خدا!!! او خدا!!!

بارڈ کو وہ دن یاد آنے لگے جبکہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ صلح پسند زندگی گذارتے تھے۔ اس نے آگے بڑھنا چاہا۔ لیکن اس دوران میں اندرز کھانسا اور یہ چیز بارڈ کو اس مقدس ارادے سے باز رکھنے کے لئے کافی تھی۔ اندرز لکڑیوں کا گٹھر لیکر چلا اور بارڈ کے اس قدر قریب سے گذرا کہ سوکھی ہوئی شاخیں اسکے چہرے سے خراش پیدا کرتی ہوئی گذر گئیں۔

دس منٹ تک بارڈ اسی جگہ کھڑا رہا اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ وہاں کب تک کھڑا رہتا اگر رگوں میں دوڑنے والے خون کو جما دینے والی سردی اس کے حواس اور قویٰ پر قبضہ نہ جما لیتی۔ وہ اپنی کمزوریوں پر غور کرنے لگا وہ دل کی گہرائیوں میں سرایت کرنے والی شرمندگی محسوس کر رہا تھا چنانچہ وہ گھر کے ارادے سے آگے بڑھا۔ اس عرصے میں اس نے ایک نئی تجویز سوچ لی تھی وہ سیدھا گیا "اس کے ذخیرے" میں پہنچا، دیاسلائی سے روشنی کی اور ایک کھونٹی پر (جہاں اندرز صبح ہی صبح جبکہ اپنے کام میں مصروف ہوتا تھا۔ ایک ہلکی روشنی والی لالٹین لٹکایا کرتا تھا) بارڈ نے سنہری گھڑی لٹکا دی جو اس وقت بھی اس کی جیب میں موجود تھی۔ اسکے بعد روشنی بجھا دی اور اپنے مکان کا راستہ لیا۔ وہ اس وقت ایک غیر معمولی سکون محسوس کر رہا تھا۔ اسکے دل پر سے ایک بھاری وزن دور ہو چکا تھا وہ اپنے دماغ میں ایک قسم کا ہلکا پن محسوس کر رہا تھا

اورایک نوجوان کی طرح برف کے ڈھیروں پر سے گذرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

دوسرے دن اس نے سنا کہ اسکے بھائی کے ذخیرے میں آگ لگ گئی اور تمام کا تمام مال و متاع جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگیا اس نے اس وقت سوچا کہ رات کو گھڑی لٹکاتے وقت جب اسنے روشنی کی تھی دیا سلائی کی کسی چنگاری سے آگ کے اسباب پیدا ہو گئے۔

اس حادثے نے بارڈ کو اسقدر متاثر کیا کہ وہ تمام دن مجنونانہ کیفیات میں مبتلا رہا۔ اس نے مقدّس کتاب نکالی۔ اور بہت دیر تک اسی بیخودی کے عالم میں گاتا رہا یہاں تک کہ آس پاس والوں نے یقین کرلیا کہ ضرور وہ پاگل ہوگیا ہے۔ لیکن رات کو وہ پھر گھر سے نکلا۔ اس رات چاند سطح آسمان پر چمک رہا تھا وہ اپنے بھائی کے مکان کے قریب پہنچا۔ اور راکھ کے ڈھیر میں کوئی چیز تلاش کرنے لگا آخرکار اسے پگھلے ہوئے سونے کا ایک ڈلہ ملا ——— یہ اسی منحوس گھڑی کی یاد تازہ کرنے والا باقیماندہ حصہ تھا جو اس وقت پگھلے ہوئے سونے کی صورت میں بارڈ کے ہاتھوں میں موجود تھی۔

بارڈ اس ڈلے کو ہاتھ میں لئے ہوئے پھر ایک دفعہ اپنے بھائی کی طرف چلا وہ چاہتا تھا کہ تمام غلط فہمیوں کو دور کر دیا جائے اور صلح پسندی کے ساتھ گذشتہ زمانے کی یاد ایک مرتبہ پھر تازہ کردی جائے ——— لیکن پھر کوئی چیز اسکے درمیان حائل ہوگئی اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

اب حالات نے ایک اور کروٹ لی اور یہ چیزیں دوسری صورت میں نمودار ہونے لگیں۔ ایک چھوٹی لڑکی نے اسے آگ کا ڈھیر کریدتے ہوئے دیکھ لیا اس کے علاوہ چند لڑکے اتوار کی شام کو اسے اپنے بھائی کے مکان کی طرف آتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ اس پر اس کی جائے رہائش کے آس پاس رہنے والے چند اشخاص نے جب اس کی عجیب و غریب حرکات کا ذکر کیا تو معاملات نے اور بھی نازک صورت اختیار کرلی۔ چونکہ سب لوگ جانتے تھے کہ ان دنوں دونوں بھائیوں کے تعلقات کسقدر کشیدہ ہیں چنانچہ ان تمام تفصیلات سے ذمہ دار لوگوں کو مطلع کر دیا گیا اور اس حادثے کی تحقیقات شروع ہو گئی اگرچہ کوئی شخص اس جرم کا اثبات بارڈ کے حق میں نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن پھر بھی بارڈ گھبرا سا گیا۔ اور اس کی بیچینیوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

جس روز آگ لگی تھی آنڈرز نے بھی بارڈ پر اس خوفناک جرم کے ارتکاب کا شک کیا تھا۔ لیکن اس نے کسی سے ذکر تک نہیں کیا۔ اس نے اپنے بھائی کے حالات کو دیکھتے ہوئے اس چیز سے درگذر کرنیکا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ لیکن جب اس نے سنا کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اسی شام بارڈ کو اسکے مکان کیطرف آتے ہوئے دیکھا تو اسے یقین ہوگیا کہ مصائب میں مبتلا کرنے والے اس جرم کا مرتکب بارڈ ہی تھا۔

سماعت کے موقعہ پر پھر ان دونوں کی نظریں دو چار ہوئیں۔ بارڈ نے جب اپنے بھائی کو آتے ہوئے دیکھا تو اسکی طرف معنی خیز نظریں اٹھائیں اور آنڈرز نے بھی ندامت میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے درگذر کرنیکا سبق حاصل کرلیا" وہ چاہتا ہے کہ میں اس کے خلاف کچھ نہ کہوں" آنڈرز نے اپنے دل میں سوچا ——— اور

جب اس سے سوال کیا گیا کہ وہ اپنے بھائی کو کہاں تک اس جرم کا مرتکب سمجھتا ہے، تو اس نے پُرجوش لہجے میں جواب دے دیا "بالکل نہیں"

اس کے بعد سے آنڈرز نے شراب کثرت کے ساتھ پینی شروع کردی۔ لیکن بارڈ کی حالت بالکل بدل چکی تھی۔ یہاں تک کہ لوگ اسے شکل سے پہچان سکتے تھے

ایک رات دیر سے ایک غربت زدہ عورت بارڈ کے کمرے میں آئی اور اس سے درخواست کی کہ جلد اس کے ساتھ چلے۔ اس نے عورت کو پہچان لیا۔ وہ اس کے بھائی کی مصیبت زدہ بیوی تھی۔ بارڈ نے فوراً اس کی بے موقع آمد کا سبب معلوم کرلیا۔ اس کے چہرے پر زردی چھاگئی اور وہ بہت جلد کپڑے پہن کر بغیر کچھ کہے سنے ساتھ ہولیا۔ انڈرز کے کمرے سے مدہم سی زرد روشنی چھن چھنکر باہر آرہی تھی وہ کبھی بالکل مدہم پڑجاتی تھی اور کبھی اس میں زندگی کے آثار پیدا ہوجاتے تھے۔ وہ دونوں اسی روشنی کی مدد سے برف کی چادر سے ڈھکے ہوئے راستے کو طے کرتے ہوئے آرہے تھے۔ بارڈ ایک مرتبہ پھر اپنے بھائی کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دل پر ایک عجیب حالت طاری ہوتی ہوئی محسوس کی۔ اسی بیخودی کے عالم میں وہ پھر ٹھٹکا۔ آخر وہ دونوں اندر چلے گئے۔ ایک چھوٹا سا بچہ زمین پر بیٹھا ہوا کوئلہ کھا رہا تھا۔ اس کا معصوم چہرہ بالکل سیاہ تھا لیکن کبھی کبھی وہ اوپر منہ اٹھاکر ہنستا تھا تو اسکے سفید دانت دکھائی دینے لگتے تھے یہ اسکے بدنصیب بھائی کا لڑکا تھا۔

سامنے اپنے بستر پر اس کا بھائی انڈرز لیٹا ہوا تھا اس کا جسم روزانہ استعمال کے تمام کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا زردی اس کے چہرے پر کھنڈی ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی صاف اور اونچی نظر آرہی تھی۔ اس نے دھنسی ہوئی آنکھوں سے اپنے بھائی پر کمزور نظریں ڈالیں۔ بارڈ کے شانے پھڑکنے لگے اور وہ اس کی پائینتوں بیٹھ گیا اور بے اختیار رونے لگا۔ بیمار بھائی نے لمبے غور سے دیکھا اور بالکل خاموش رہا آخرکار اسنے اپنی بیوی سے چلے جانے کو کہا لیکن بارڈ نے اس سے ٹھیرے رہنے کی درخواست کی اسکے بعد دونوں بھائی ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے انہوں نے اس روز سے جبکہ گھڑی کی بولی لگائی تھی آج تک جبکہ وہ آخری مرتبہ ایک دوسرے سے مصروف گفتگو تھے تمام چیزوں کو تفصیلاً بیان کردیا۔ بارڈ نے گفتگو کو ختم کرتے ہوئے وہی سونے کا ڈلہ جیب سے نکالا جسے وہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا اور اپنے بھائی کو دکھایا۔ اسوقت کی گفتگو سے یہ چیز اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ اس دوران میں وہ دونوں ایک لمحے کے لئے بھی "سچی خوشی" اور "قلبی سکون" سے دوچار نہیں ہوئے۔

انڈرز کچھ زیادہ گفتگو نہ کرسکا چونکہ اس میں بالکل سکت نہ تھی اور جب تک وہ بیمار رہا بارڈ اسکی تیمارداری نہایت دلدہی سے کرتا رہا۔

"اب میں بالکل اچھا ہوں" انڈرز نے ایک روز صبح بیدار ہوتے ہوئے کہا "اب بھائی! ہم دونوں حسب سابق ہمیشہ مل جلکر رہیں گے ——— اور کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے"

لیکن انڈرز اسی روز اس دنیا سے چل بسا۔

بدنصیب بیوہ، اور یتیم بچے کو بارڈ اپنے گھر لے آیا اور انکی ہر طرح خبرگیری کرنے لگا۔ تمام حالات کا لوگوں کو اچھی طرح علم ہوگیا۔ ہر شخص نے گذشتہ معاملات کو بخ

کی روشنیوں میں دیکھ لیا۔ اب ہارڈ کی اطراف وجوانب میں شہرت ہوگئی۔ وہ سب اسکی عزت بالکل اسی شخص کی طرح کرنے لگے جس نے عظیم الشان ندامت کے بعد صبر وسکون کی نعمتوں کو پالیا ہو۔ یا اس گمشدہ انسان کیطرح جوایک طویل گمشدگی کے بعد سچائی کی طرف پھر پلٹ آیا ہو۔ اور اسکے بعد سے ہارڈ نے بھی اپنی زندگی کو نئے رنگ میں رنگ لیا۔ اس نے اپنی ذات کو بے غرضانہ خدمات کے لئے وقف کر دیا۔ اور اس طرح ایک ضعیف العمر کاؤنٹی سکول ماسٹر کی حیثیت سے زندگی کے دن گذارنے لگا وہ بچوں کو سب سے پہلا اور سب سے آخری سبق "محبت" کا ہی دیتا تھا۔ اور درحقیقت اس نے خود بھی عملی طور پہ اسے کرکے دکہادیا۔ یہانتک کہ بچے اسے ایک "شفیق باپ" اور "سچے محبوب" کی طرح عزیز رکھنے لگے۔

خمکدہ

جناب پیرزادہ سید ولایت حسین خمار رسول نمائی دہلوی

مدعی روز وشب اُس حور شمائل کے قریب
میں وہ بدبخت کہ محفل میں نہ محفل کے قریب

میری کشتی کو اب اللہ ہی بچائے تو بچے
سخت طوفاں میں گرفتار ہوں ساحل کے قریب

جگر سوختہ سے سینے میں آبادی تھی
ایک ویرانہ نظر آتا ہے اب دل کے قریب

تیرے دیوانہ کو جلوؤں نے دکہائی مشعل
خیر مقدم کو بگولے اٹھے منزل کے قریب

لے ہی پہنچا تھا مرا جوشش محبت اُن تک
حیرت جلوہ نے روکا مجھے محفل کے قریب

چارہ گر اٹھ گئے مایوس مداوا ہو کر
شمع اک گریہ کناں ہے تیرے بسمل کے قریب

تیرہ بختی کا مری ہائے یہ اندھیر تو دیکھ
ڈرتا ہوں اُنکا خیال آتے ہوئے دل کے قریب

ضعف بھی ہو گیا کوتاہئ قسمت کا شریک
گر پڑی جا کے نظر قیس کی محمل کے قریب

کیف نظارہ میسر نہیں کب مجکو خمار
ہمہ اوقات ہوں میں "ساقیٔ المحفل کی قریب"

جفا کا جال

(از مسٹر صادق الخیری بی اے دہلوی)

(۱)

سیاست داں بڑی بیمروۃ آنکھوں سے سامنے دیکھتے ہوئے بولا "اگرچہ صلح ہو چکی ہے لیکن درحقیقت ہندستان زارستان کو خراج دینا ہرگز گوارا نہیں کر سکتا" "مگر ہم میں انکے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے" وزیر جنگ نے دبی آواز سے کہا "البتہ اگر انکے ارکین سلطنت میں پھوٹ پڑ جائے تو انکی نا اتفاقی سے فائدہ اٹھا کر ممکن ہے ہم ان پر غالب آسکیں"

محکمۂ جاسوسی کا افسر اعلیٰ انکی تجاویز کو غور سے سُن رہا تھا۔

"ہاں صرف یہی ایک ممکن صورت نظر آتی ہے لیکن ایسا ہونے ہی کیوں لگا" سیاست داں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"محکمۂ جاسوسی پر اگر یہ کام عائد کر دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ اگرچہ وقت زیادہ لگے گا مگر اس کا ہونا ضرور ممکن ہے" وزیر جنگ نے ماہر جاسوس کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔

جاسوس بولا "ہاں ہاں ——— آجکل وہ دونو بھائی ہی حکومت کر رہے ہیں نا؟ اسوقت میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے"

"ہاں اصل میں آجکل وزیر اعظم ہی تمام سیاہ و سفید کا مالک ہے اور اسکا چھوٹا بھائی وزیر حربہ اسکے ہر کام میں شریک اور اس کا دایاں بازو ہے اور اگر سچ پوچھو تو ان دونو کی متحدہ کوششیں ہی ہماری طاقت کے لئے مہلک ثابت ہو رہی ہیں ——— اگر ان دونو کو علیحدہ کر دیا جائے تو یہ بکھرا ہوا شیرازہ پھر زارستان کو ہرگز نہ پنپنے دیگا" سیاست داں نے سلطنت زارستان کا راز ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"یہی مجھے بھی معلوم ہوا تھا ——— اب ہماری انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ ان دونوں بھائیوں کو آپس میں کسی طرح لڑوا کر انکے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جذبہ منافرت پیدا کر دیں ———"

تجربہ کار بڈھے جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

(۲)

بزم انجم کا شہزادہ مملکت آسمانی پر پوری تابانی سے حکومت کر رہا تھا اور چاندنی چھٹک چھٹک کر کھلکھلا رہی تھی۔ زارستان کا وزیر اعظم زافر اپنے سفید گھوڑے پر سرحد سے واپس لوٹ رہا تھا وہ اپنے خیالات میں غرق چلا جا رہا تھا کہ دفعتاً اسکی نگاہ ایک متحرک ہستی پر پڑی جو اسے دیکھکر شاید چھپ جانا چاہتی تھی۔ وہ جلدی سے اس کے قریب پہنچا اور ٹھٹکا۔

سیاہ ساڑی میں ملبوس ایک حسینہ اسکے سامنے کھڑی تھی جسکا گورا جسم کالے کپڑوں میں سے پھوٹا پڑتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا قمر چہاردہم کالی بدلی میں آنکھ مچولی کھیل رہا ہے۔ زافر گھوڑے سے نیچے اترا اور کہنے لگا "آپ کون ہیں؟"

"میں ——" اسکی آواز مرتعش ہوگئی۔

"کہیے، کہیے، آپ کہاں جانا چاہتی ہیں؟" اس نے اطمینان دلاتے ہوئے پوچھا۔

وہ ذرا سنبھل کر بولی "میں وزیر اعظم سے ملنا چاہتی ہوں اور وہ اکثر شب کو یہاں سے گذرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ ملاقات کا بہترین وقت یہی ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ میں انکو پہچانتی نہیں اسلئے ذرا سی آہٹ سنکر چھپ جاتی ہوں کہ مبادا کوئی اُن سے ملنے میں رکاوٹ پیدا کرے ——"

"وزیر اعظم تو میں ہی ہوں، آپ کو کچھ کہنا ہے؟" اس نے نرم لہجے میں کہا اور تھوڑی دور اسکے ساتھ چلکر گھاس کے قطعے پر بیٹھ گیا اور بولا "تشریف رکھیے"

وہ بھی بیٹھ گئی اور گھاس کو نوچتی ہوئی کہنے لگی "—— میں فاہستان کی رہنے والی ہوں اور لڑائی چھڑنے کے پیشتر ہی سے یہاں مقیم ہوں۔ لڑائی میں میرا باپ مارا گیا لیکن میں اور میری ماں چھپ چھپ کر زارستان کے لوگوں سے محفوظ رہیں یہاں تک کہ امن قائم ہو گیا۔ تھوڑے عرصے میری ماں کا بھی انتقال ہو گیا اور اب میں اکیلی ہوں اور یہاں تنہائی میں زندگی مجھے دوبھر معلوم ہوتی ہے۔ ہاں اگر میرا بھائی واصل یہاں ہوتا تو بھی میں رہ سکتی تھی۔ لیکن وہ فاہستان میں ہے۔ اسکے بغیر مجھے لحہ بھر چین نہیں آتا.. .. میں چاہتی ہوں کہ خدارا آپ بندوبست کرکے مجھے فاہستان بھجوادیں۔ حکومت جس قسم کا چاہے مجھ سے عہد لے لے میں اسپر قایم رہوں گی۔ میں نے آپکی رحمدلی کا بہت شہرہ سنا تھا اور اسی وجہ سے آپسے درخواست کرتی ہوں کہ آپ مجھے میرے بھائی سے ملوادیں ——"

زآفر جو خیالات میں کھویا ہوا تھا چونک کر بولا "بات یہ ہے۔ خاتون! ابھی تک حالات یکسو نہیں ہوئے اور پانچ سال تک ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں نہیں جا سکتا"

وہ جواباً سسکیاں لینے لگی "اب میں یہاں بے یار و مددگار ہوں میری موت پر کوئی آنسو بہانے والا بھی ....."

زآفر اپنے رومال سے اسکے آنسو خشک کرتے ہوئے بولا "آپ کسی طرح کی فکر نہ کریں، آج سے آپ میری مہمان رہیں گی میں کوشش کرونگا آپ کو تنہائی محسوس نہ ہو"

"اچھا؟! ——" وہ متحیر ہو کر کہنے لگی "—— آہ! آپ کسقدر رحمدل ہیں مگر آپ کا کس طرح شکریہ ادا کر سکتی ہوں ..... میرا بھائی! ..... آپ کم از کم خط و کتابت کی اجازت دلوادیں، وہ کالج میں پروفیسر ہے ....."

"خط و کتابت یا" اس نے یکبارگی کہا "تین سال تک ایک خط بھی نہیں بھیجا جا سکتا —— تا وقتیکہ ہم لوگوں میں سے ایک اسکو ناقابل اعتراض اور اشد ضروری قرار نہ دیدے"

"آپ لوگ کون؟" اس نے معصومیت سے پوچھا

"ارکین سلطنت!" وزیر اعظم نے کہا۔

"صرف آپ ہی میرے لئے شعاعِ امید تھے" وہ روتی ہوئی کہنے لگی "آہ! نہ میں وطن جا سکتی ہوں اور نہ بھائی سے خط و کتابت کر سکتی ہوں —— کیا مجھے خودکشی کرنی پڑے گی ——؟"

"خودکشی" وہ متاثر ہوتے ہوئے بولا "نہیں آپ کو خط و کتابت کی اجازت میں دیدونگا"

"واقعی؟" اس نے عجیب انداز سے کہا گویا اسے اسکا یقین ہی نہ آتا تھا۔ "کیا آپکی شادی ہو گئی ہے؟" اس نے آہستہ سے سوال کیا۔ وہ شرما گئی اور اسکی انگلیوں سے

کھیلنے لگی۔

زافر تیس سے اوپر تھا مگر غیر شادی شدہ اسلئے چاندنی رات کے وقت تنہائی میں جو ولولے پیدا ہو سکتے ہیں وہ اسکے جوان دل میں موجزن تھے۔ وہ اس کے قریب سرک کر بیٹھ گیا۔ چند لمحات تک محبت اپنی خاموش ادائیں دکھاتی رہی پھر اس نے کہا "آپ کا نام کیا ہے"

وہ زافر کے مضبوط بازوں سے ذرا سہارا لیتی ہوئی کہنے لگی "نازواہ!" اسکی آواز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسپر غنودگی طاری ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکا سر بازوں میں سے پھسل کر اسکے سینے پر گر پڑا اور وہ بے خبر ہو گئی۔

"اوہو! آپ سو گئیں؟ کسقدر بے آرام!" کہکر زافر ذرا پیچھے ہٹ گیا اور اسکا سر اپنی آغوش میں لیکر کتاب حسن کے مطالعے میں محو ہو گیا۔

چاند چمک رہا تھا اور اسکے ریشمیں بال حسین جال بنکر زافر کے دل کو گرفتار کر رہے تھے۔

بیدار ہونے کی تھوڑی دیر بعد اس نے سوال کیا "کیا آپ کی شادی نہیں ہوئی؟" "ہیں...... میں دلہن کی تلاش میں تھا اور آج وہ مل گئی ————"

اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

نازواہ نے معصومیت سے اسکے ہاتھوں کو لبوں سے لگا لیا۔

محبت کے پجاری رام ہو چکے تھے۔

نصف شب وہ محبت کے فسانے دہراتے رہے اور شراب محبت کا نشہ کسیقدر کم ہوا تو ذافر بولا "ہم صبح ہی شادی کر لیں گے۔ مجھے شام تک دوسرے اراکین سلطنت کے ساتھ دارالخلافے جانا ہے لیکن چونکہ خشکی کا سفر تمہارے واسطے خوشگوار نہ ہوگا اسلئے تم جہاز کے ذریعے وہاں پہنچ جانا میں تمکو ساحل پر ملوں گا —— کل چودھویں رات ہے سمندری سفر نہایت پرلطف ہوگا ——"

"کیا خاک پرلطف ہوگا؟" اسکا لہجہ کسیقدر غمگین تھا جب تم ہی ساتھ نہ ہوگے"!

"مجھے ان لوگوں کے ہمراہ جانا ضروری ہے اسلئے تم کیوں خواہ مخواہ تکلیف اٹھاؤ۔ جہاز میں تمہارے سفر کا انتظام کر دونگا اور صرف رات بھر کی بات ہے" ذافر نے پیار سے اسے اطمینان دلایا وہ اسکے شانے پر سر رکھکر بولی "جو تم بہتر سمجھو —— لیکن میں تم سے گھڑی بھر بھی علیحدہ نہیں رہنا چاہتی"!

جواباً ذافر نے اسکے لبہائے لعلیں پر مہر محبت ثبت کر دی اور کہا "ہم جدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ سچ پوچھو تو ہم دونوں ایک ہی ہیں"

(۳)

چاند کی چودھویں رات تھی اور سمندر کی لطیف ہوائیں لہروں سے اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔ جہاز سینہ آب چیرتا ہوا منزلِ مقصود کیطرف چلا جا رہا تھا۔ اور رات کی نورانی خاموشی میں آسمانی پریاں اہرمن بحر کے رخسار پر رقصاں تھیں شب کی دوسری گھڑی شروع ہو چکی تھی اسلئے مسافر اپنے اپنے کمروں میں سمندر کی سیر کرکے اب سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ لیکن آخری کمرے میں بربط کے مرتعش تاروں پر کسی کی انگلیاں تھرتھرا رہی تھیں اور کوئی شیریں نغمہ انکا ہم آہنگ تھا۔ سامنے کے کمرے میں زارستان کا وزیر حرب۔ جازی۔ قوتِ تخیل سے بلندی سلطنت کا قصر تیار کر رہا تھا چاندنی رات، تنہائی، عالم شباب اور موسیقی نے اسکے ساز ہستی میں ارتعاش پیدا کر دیا اور وہ باہر نکلکر ٹہلنے لگا۔ بربط کی دلفریب آواز اب بھی آ رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

سیمیں کرنیں نشہ موسیقی میں مست ہو کر ناچ رہی ہیں۔ دفعتاً کسی نے اس طلسم کو توڑ دیا اور پھر وہی خاموشی اور تنہائی! وہ کسی خیال میں کھو گیا کہ یکایک تختہ جہاز پر کسی کے پاؤں پھسلنے کی آواز آئی اور وہ اس طرف متوجہ ہوا۔

ایک دوشیزہ بربط لئے ہوئے جہازی رسّے سے الجھ کر گر پڑی تھی اس نے مدد دیکر اسے اٹھایا اور سادگی سے بولا "آپ کے چوٹ تو نہیں آئی؟

اس نے شرماکر آہستہ سے جواب دیا۔ "گرتی اور چوٹ نہیں آتی! میں فولاد کی تو نہیں ہوں ——"

"کہاں چوٹ لگی؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ ڈاکٹر ہیں؟" اس نے اور بھی سنجیدگی سے مگر ہنستے ہوئے کہا۔

"جی نہیں" اس نے جواب دیا۔

وہ لاپروائی سے بولی "آپ کا نام کیا ہے؟"

"جازی!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کیا کام کرتے ہیں؟" نازوہ نے پوچھا۔

میں زارستان کا وزیر حرب ہوں" اس نے سادگی سے جواب دیا۔ اسنے گویا سنا ہی نہیں اور یکبارگی کہنے لگی "—— آیئے ذرا سمندر کی سیر کریں، رات کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے آپکو نیند تو نہیں آرہی؟"

"اسوقت کیا نیند آئے گی!" وہ سمندر کی آبی پریوں کو دیکھتا ہوا بولا "چند راتوں کو متواتر جاگنے کی وجہ سے میں آج دن بھر سوتا ہی رہا اور جب بیدار ہوا تو آپ کو دیکھا...... آپ بربط خوب بجاتی ہیں۔ اب بجایئے!"

"اب کہاں بج سکتا ہے" اس نے پرنم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا "آہ جازی! اسکے تار شکستہ ہو چکے اور...... اسی طرح میرا دل بھی......"

اس نے نزاکت سے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور جازی نے ڈرتے ڈرتے اسکو اپنی آغوش میں لے لیا —— نازواہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔

"کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے؟" وزیر حرب نے سوال کیا

"جازی" وہ غمگین آواز میں کہنے لگی "شادی اور محبت دو مختلف چیزیں ہیں۔ تمکو شاید حیرت ہو صبح ہی میری شادی ہوئی ہے لیکن اگر تم میرا دل چیر دو تو خود دیکھ لوگے کہ تمہاری محبت کے نقوش میرے دل پر بہت زیادہ گہرے ہیں۔ شادی تن کی ہوتی ہے من کی نہیں۔ تن شوہر کا من تمہارا پیارے!"

طلسم سکوت نے سمندر کے نیلے پانی کو نورانی کر دیا تھا۔

وہ آہستہ سے بولا "آپ کہاں اتریں گی؟"

"دار الخلافے میں۔ اور آپ؟" اس نے جازی کی انگلیوں کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

"میں بھی وہیں اترونگا۔ کیا پھر کبھی ملاقات ہوگی؟" اس نے اس طرح کہا گویا اسے بہت کم امید ہے۔

"یقیناً" اس نے جواب دیا۔

جازی نے دلمیں سوچا کہ وہ اسکے شوہر پر نگاہ رکھے گا کہ وہ کون ہے۔ اور نازواہ سے پوچھنا مناسب نہیں۔

نازواہ نے اس کی گردن میں سیمیں ہاتھ حمائل کر دیئے اور جازی نے ان لبوں پر اپنے مرتعش لب رکھ دیئے جن پر وہ کوثر کی شیرینی قربان کرنے کو تیار رہتا۔

(۴)

جب کنارِ سمندر نظر آنے لگا تو وہ دونو اس طرح علیحدہ ہو گئے۔

گویا ایک دوسرے سے شناسا ہی نہیں ہیں۔ جہاز کے ساحل پر پہنچتے ہی زاکفر زرق برق لباس پہنے ہوئے آگے بڑھا اور جازی کو دیکھ کر حیرت سے بولا "جازی! تم بھی اسی جہاز سے

آئے ہو؟ مجھے تو علم ہی نہیں ہوا۔ آؤ میں تمہارا تمہاری بھاوج سے تعارف کراؤں ....»

"ہاں .... " وہ مسکراتا ہوا بولا "۔۔۔ آؤ میری دلہن بھی ابھی جہاز سے آئی ہے۔ میں نے انکو سرحد سے روانہ کیا تھا ۔۔۔۔ سرحد تو تمکو بھی اس ہفتے جانا تھا؟"

"جی ہاں ۔۔۔۔ " چھوٹا بھائی کہنے لگا ۔۔۔ سرحد تو میں کئی روز ہوئے ہو آیا تھا۔ وہاں سے مجھے ایک اور جگہ جانا تھا اور واپسی میں جب سرحد پر سے گذرا تو میں سو رہا تھا۔"

"اچھا ۔۔۔۔ آؤ وہ بھی یہیں ہونگی۔" زافر آگے بڑھتے ہوئے بولا .... زارستان کے وزیر اعظم کی دلہن بڑی شان سے اتریں اور فوجی دستے نے انکا استقبال کیا

دیور پر حیرت کی ایک بجلی گر گئی۔

"نازواہ میری بھاوج ہے؟" اس نے متحیر ہوکر دل میں کہا۔

"جازی یہ تمہاری بھاوج ہیں!" زافر مسکراتا ہوا بولا۔

"بہت خوب: بھائی!" اس نے مصنوعی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

نازواہ کی محبت آمیز نگاہیں اب بھی جازی کی کائنات دل میں انقلاب پیدا کئے دیتی تھیں۔ ایک ہفتے تک جازی مختل الحواس رہا "کیا میں اپنے ہی بھائی کو دھوکہ دوں؟ .... لیکن نازواہ نے کہا تھا 'شادی اور محبت دو مختلف چیزیں ہیں .... شادی تن کی ہوتی ہے من کی نہیں!' .... شاید یہ صحیح ہو ۔۔۔ اگر وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ تو میں اسکی محبت کا جواب محبت دونگا۔" اس نے آخر فیصلہ کر ہی لیا۔ چند دنوں کے بعد زافر جب دارالحکومت سے ایک دن کے واسطے باہر جارہا تھا تو نازواہ سے کہنے لگا "جازی نہایت زندہ دل واقع ہوا ہے۔ اگر تم محبت سے پیش آئیں تو وہ تمکو ہر وقت ہنساتا رہیگا۔ اسکو جنگ کے کارنامے سنانے میں خاص لطف آتا ہے ۔۔۔۔"

اتنے میں جازی پریشان و مضمحل اندر داخل ہوا، زافر اُسے دیکھ کر بولا "خیر تو ہے جازی! پریشان کیوں ہو؟ کوئی گڑبڑ تو نہیں ۔۔۔؟"

"نہیں بھائی ذرا تھک گیا تھا" اسنے اطمینان ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ زافر مسکرا کر بولا "کل یہ قرار پایا تھا کہ مجھے سرحد جانا چاہئے اسلئے میری عدم موجودگی میں تم اپنی بھاوج کے پاس رہنا! آج تمہیں کوئی کام بھی نہیں ہے؟"

"جی ہاں ۔۔۔" دیور نے کہا "۔۔۔ میری تو ابھی تک کوئی بات بھی بھاوج سے نہیں ہوئی"

"آج خوب باتیں ہونگی" دیور کی بھاوج شیریں آواز سے کہا۔

زافر کے جانے کے بعد جازی نے نازواہ کیطرف مسکرا کر دیکھا اور پھر خاموش ہوگیا۔ نازواہ ایک ہلکے تبسم کیساتھ آگے بڑھی اور پیچھے سے آکر اسنے اسکے گلے میں باہیں ڈالدیں۔

جازی اب بھی ساکت تھا۔ نازواہ نے اسکے سر پر اپنا رخسار رکھ دیا اور بولی "پیارے جازی! دیکھو اتفاق سے ہم دونو ایک جگہ رہتے ہیں اگر خدا نخواستہ تم میرے دیور نہ ہوتے تو نہ جانے ہم کیسے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے"

بھاوج !" ——— وہ سنبھل کر بولا " ——— تم کیا کہہ رہی ہو، تم میرے بھائی کی بیوی ہوکر . . . . "

"ہائیں ——— " وہ بات کاٹ کر بولی " تم یکایک کیوں بدل گئے، کیا تمہیں پہلے نہیں معلوم تھا کہ میری شادی ہوچکی ہے اور میں تو ——— "

وہ اور بات تھی ——— " جازی دریچے میں سے جھومتی ہوئی بدلیوں کو دیکھتے ہوئے بولا ——— تمہاری یہ سب سے بڑی غلطی تھی کہ تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ تم وزیر سلطنت کی دلہن ہو۔ میں . . . . . . "

"تم کسقدر بھولے ہو ——— " وہ اسکے سر کو بوسے دیتے ہوئے بولی " شادی تن کی ہوئی ہے من کی نہیں تن شوہر کا من تمہارا پیارے ! "

جازی آخر کو مرد تھا اور نوجوان ! اس فقرے نے نہ صرف اسکی بے چین روح کو تسکین دی بلکہ اسکے جذبات میں ہیجان سا برپا کردیا۔

اس نے اسے کھینچ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور نازواہ نے اپنے دیور کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔

بارش شروع ہوچکی تھی، بادل گرج رہے تھے اور سبزۂ خوابیدہ مدہوش ہوکر لہلہا رہا تھا۔ برکھا رت ہو اور جوانی کا دل ! طاؤسی شہزادے جنگل میں محو رقص ہوں اور ایک مرد کا سر کسی حسینہ کے زانوں پر رکھا ہو تو اس وقت ایک ناقابل بیان طلسم، سرور، کیف اور سحر کائنات دل پر چھا جاتا ہے۔

نازواہ کے لبوں پر تبسم کی چنچل بجلیاں جازی کے قلب کو تڑپا رہی تھیں اور وہ اسکی محبت میں پورے طرح گرفتار ہوچکا تھا۔

(۵)

تین ماہ تک نازواہ تن اور من سے محبت کرتی رہی۔ زافر سمجھتا تھا کہ نازواہ مجھ سے بے حد محبت کرتی ہے اور جازی خیال کرتا تھا کہ وہ میری خاطر اپنی زندگی کی بھی پرواہ نہیں کریگی۔ غرض دونو فریب خیال میں مبتلا تھے۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ جازی نے رخصت ہونا چاہا لیکن نازواہ نے اسکا ہاتھ مضبوط پکڑ لیا۔ "جازی ! تم کسقدر سنگدل ہو، کاش۔ تمہارا دل میرا جیسا ہوتا تو تم سمجھتے کہ محبت انسان کو کتنا بے چین کردیتی ہے۔ جب کبھی ہمیں تنہائی میں چند لمحات باتیں کرنے کو ملتے بھی ہیں تو تم انکو ضائع کردیتے ہو اور مجھ سے علیحدہ رہنا چاہتے ہو۔ آہ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم اسقدر لاپرواہ ہوجاؤ گے ؟"

جازی نے تعجب سے اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھے اور متأثر ہوکر بولا " نازواہ ! میں کیا کہوں ! اب بھائی آتے ہونگے، نصف شب ہوئی جاتی ہے "

" واہ ! وہ کل صبح دس بجے واپس آئیں گے " اس نے اس کا ہاتھ بھینچتے ہوئے کہا۔

"کل ؟ مجھ سے تو یہ طے پایا تھا کہ آج رات کو بارہ بجے کے قریب واپسی ہوگی "، وہ اس کے ہاتھ کو چومتے ہوئے بولا۔

"نہیں مجھ سے چلتے وقت انہوں نے خود کہا تھا کہ میں کل صبح دس بجے تک واپس آؤنگا "، نازواہ نے جازی کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

" ممکن ہے، بعد میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہو کیونکہ شام کے بعد میں ان سے نہیں مل سکا لیکن اسکی کوئی اطلاع بھی تو نہیں ——— ؟ " اسکے لہجے سے تعجب ظاہر

ہوتا تھا۔

"کیا خبر انہوں نے اس وقت یہ اطلاع دی ہو اور تمہیں علم نہ ہو سکا ہو ــــ بہر حال میں تمہیں رات بھر نہ جانے دونگی" اس نے اس کی گردن میں باہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

جازی مان گیا۔

دونوں شراب محبت سے سیراب ہوتے رہے کہ دفعتاً کنڈی لگے ہوئے دروازے کو کسی نے کھٹکھٹایا

"بچاؤ ــــ!" وہ یکدم چیخی۔

"کیا ہے؟" جازی نے آہستہ سے کہا اور اسپر جھک گیا۔

نازواہ کا شوہر کھڑکی کا دروازہ توڑ کر اندر کود ا "کیا بات ہے؟" اس نے مشتبہ نگاہیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

اس کا سانس پھول رہا تھا۔ وہ بمشکل بولی "جازی میرے دامنِ عصمت پر حملہ کرنا چاہتا تھا ....."

"نابکار! ــــ" بڑا بھائی غصے سے چیخا "ــــ تجھے آج کیلئے پالا تھا؟ مارِ آستیں! تجھے اپنی بہن برابر بھاوج پر نظر بد ڈالتے ہوئے شرم بھی نہ آئی! ــــ"

چھوٹا بھائی خاموش کھڑا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اسمیں سما جائے۔

"کیا میں راز فاش کر دوں" ــــ جازی نے دل میں کہا "ــــ لیکن نہیں۔ وہ عورت ہے اس کی زندگی برباد ہو جائیگی" وہ عجب کشمکش میں تھا۔

"بدبخت! ــــ" بڑے بھائی نے ایک زور کا تھپڑ جازی کے رخسار پر مارتے ہوئے کہا "اپنے بھائی کی امانت میں خیانت کرتے ہوئے تو مر نہیں گیا ــــ"

جازی نیچی نظریں کئے ساکت کھڑا تھا۔

"تم ــــ" مملکتِ زارستان کے وزیر اعظم نے تحکمانہ لہجے میں کہا "ــــ آج سے معطل کئے جاتے ہو اور جب تک احکام صادر نہ ہوں خبردار جو قلعے میں قدم بھی رکھا۔ زارستان کا دروازہ بدچلن لوگوں کے لئے بند ہے"

جازی گردن جھکائے آہستہ آہستہ باہر کی طرف نکلا۔ اس کا ہاتھ چوٹ کھاتے ہوئے رخسار پر تھا جو سُن ہو رہا تھا۔

رات ابھی آدھی باقی تھی۔ جازی مکان سے نکل کر دور ایک جھکے ہوئے شہتوت کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور تفکرات میں ایسا گم ہوا کہ اُسے خبر نہ ہوئی کہ کب صبح ہوئی اور رات کیسے بیتی۔ وہ سوچتا تھا "تمام فوج کی کمان میرے ہاتھ میں ہے، کیا میں زافر کو اس حرکت کا مزہ چکھا دوں؟ ...... لے دے کے دنیا میں میرا ایک بھائی ہے اور جب وہ ہی میری بربادی پر تلا ہوا ہے تو میں کیوں نہ حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں؟ .... " پھر اس نے خود ہی کہا "لیکن نہیں ــــ وہ میرا بھائی ہے! بڑا بھائی! باپ کی جگہ! ...."

پھر خیال کرتا "بڑے بھائی کو تو لازم ہے کہ چھوٹے بھائی سے ایسا سلوک کرے کہ وہ باپ کی یاد بھول جائے ــــ مگر میں ــــ اس میں انکا کیا قصور؟ وہ حالات سے بالکل ناواقف ہیں ــــ اور یہ نازواہ؟" اس نے آخری فیصلہ کر لیا "نہیں۔ میں اس راز کا انکشاف کبھی نہ کرونگا مرد کا کیا ہے جو آج ہوا دنیا اسے کل بھول جائیگی لیکن عورت اگر ایک بار بدنام ہو جائے تو اس کی

ساری زندگی اجیرن ہو جاتی ہے ۔ کیا خبر وہ واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو اور محض اپنے تحفظ کے لئے ۔ آخر کو تو عورت ہے ، ڈر گئی اور صرف شوہر کے خیال سے یہ الفاظ اسکے منہ سے نکل گئے ..... بہر حال جو ہوا وہ میرے سینے میں رہے گا "۔

(۶)

صبح ہوتے ہوتے نازواہ جب زافر کو اپنے باوفا اور باعصمت ہونیکا یقین دلا چکی تو زافر نے اسکا سر اپنے سینے سے ہٹاتے ہوئے کہا "میں اعلحضرت کی خدمت حاضر ہونے جا رہا ہوں اور کوئی دو تین گھنٹے میں واپس ہونگا"۔ قصر شاہی سے تھوڑے فاصلے پر اس نے سوچا "میں سمجھتا ہوں نازواہ کو اپنے ہمراہ لیجاؤں ممکن ہے اس سے کوئی بات دریافت کی جائے"۔ وہ راستے ہی سے واپس لوٹا۔

اس نے دروازہ نہایت خاموشی سے کھولا کہ مبادا دروازے کی کھٹکھٹاہٹ نازواہ کے خیالات کو پریشان کر دے۔

وہ اندر داخل ہوا ، نازواہ جھکی ہوئی خط لکھ رہی تھی ۔ سٹا اسکے دل میں خیال پیدا ہوا "میں نازواہ کا خط کبھی نہیں پڑھتا اور یونہی دستخط کر دیتا ہوں یہ سراسر بے ایمانی ہے کہ محض ذاتی غرض کیوجہ سے بغیر پڑھے خط بھیجنے کی اجازت دے دیتا ہوں"۔ یہ خیال کر کے وہ اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور خط پڑھنے لگا۔

عجب پیچیدہ خط تھا ۔ ہر پہلی اور تیسری سطر ہر دوسری سطر سے مختلف تھی اور اس طرح مطلب خبط ہو جاتا تھا ۔ اس نے چند لمحات توقف کے بعد ہر دوسری سطر کو پڑھا ۔

میں نے دونو بھائیوں کو اپنی محبت میں گرفتار کر کے دونوں میں رنجش پیدا کر دی ۔
"وزیر اعظم نے وزیر جنگ کو معطل کر دیا ۔
غالباً وزیر جنگ علم بغاوت بلند کرے گا ۔
یہ آخری خط ہے حملے کی تیاری کرو ۔
میں بہت جلد یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں ——

. . . .

زافر کا چہرہ سرخ ہو گیا اور غصے اور حیرت سے وہ بے قابو ہو گیا "دغاباز !——" اور جھپٹ کر خط چھیننا چاہتا تھا کہ نازواہ نے اسکی گولی بنا کر نگل لی ۔

وہ اس کی کلائی زور سے پکڑ کر بولا "میں تجھکو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں——"

تفتیش —— سماعت —— جرم —— جاسوسی کا بیّن ثبوت —— سزائے موت کا حکم —— شام کو پانچ بجے گولی کا نشانہ !!

وزیر اعظم نے اپنی بیجا زیادتی پر وزیر جنگ سے معافی مانگ لی اور اسکو اسکے عہدے پر بحال کر دیا ۔

جسوقت فوجی میدان میں فاہستان کی جاسوسہ کو شاہنشاہ زارستان کے حکم سے گولی کا نشانہ بنایا گیا زافر نے اپنے چھوٹے بھائی کو کلیجے سے لگایا اور شکستہ آواز میں بولا "بھائی ! کیا مجھے کبھی معاف نہ کرو گے ؟"

ہوشمند دیوانہ

(جناب ممتاز حسین صاحب بی اے۔ (آنرز) بی ٹی دہلوی)

میرے ایک دوست جنہیں نفسیات سے بہت شوق تھا۔ نفس تحت شعور کا مطالعہ کرنے کی غرض سے جرمنی آسٹریا اور انگلستان میں عرصہ تک رہ چکے تھے ان ملکوں کے ماہرین نفسیات کے آگے زانوِ ادب تہ کیا تھا۔ اور انکی معیت و نگرانی میں عملی تجربہ کئے تھے۔ اور اکثر ایسے مریضوں کا علاج دیکھا اور کیا تھا جنکی صحت اور زندگی کے متعلق میڈیکل ڈاکٹر مایوس ہو چکے تھے۔ جب یہ صاحب فارغ التحصیل ہو کر ہندوستان واپس آئے تو ایک نفسیاتی معالج گاہ ( ) کھولنے کا خیال بھی ذہن میں لیکر آئے۔ چونکہ فکر معاش سے بے نیاز تھے اور ان کے والد صاحب کی جیب کافی وزنی تھی لہٰذا رفاہِ عام کے لئے دہلی کے قرول باغ میں ایک نفسیاتی شفاخانہ کھول لیا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں انکے نفسیاتی علاج کا شہرہ ہندوستان میں دور و نزدیک ہر جگہ ہو گیا اور دماغی امراض کے عجیب و غریب مریض انکے شفاخانہ میں معالجہ کے لئے آنے لگے۔ ڈاکٹر اظہر عالمی (یہ انکا نام تھا) اکثر میرے پاس آیا کرتے۔ اور نہایت حیرت انگیز اور دلچسپ مریضوں کے حالات سنایا کرتے ایک دن حسب معمول مجھ سے ملاقات کے لئے آئے۔ اور ایک نووارد مریض کا حال بیان کیا اس مریض کا دماغی توازن بالکل جاتا رہا تھا جسمانی صحت گو بری نہ تھی۔ مگر چہرے پر وحشت و انتشار کی کیفیت رہتی لیکن اس کیفیت میں حزن و ملال کے جذبات ضرور شامل ہوتے۔ اور جب کبھی خاموشی کے عالم میں شفاخانہ کے ایک تنہا کمرے میں بیٹھا دور کسی غیر معین شے پر ٹکٹکی باندھے دیکھا کرتا۔ تو اس کا چہرہ بچوں کی طرح اسقدر معصوم اور دلکش معلوم ہوتا کہ دل کبھی یہ باور کرنے پر تیار نہ ہوتا کہ یہ شخص دیوانہ ہے اس مختصر اور نہایت صاف ستھرے کمرہ میں وہ اس طرح بیٹھا یہ معلوم ہوتا کہ کوئی مفکر کسی سنجیدہ موضوع پر اپنے مطالعہ کے کمرے میں بیٹھا ہوا غور و فکر کر رہا ہے۔ یہ مریض کسی کالج میں جہاں کو ایجوکیشن رائج تھی ادبیات اور تاریخ کا لکچرار تھا۔ وہیں اپنی متاع آگہی چھنوا کر دماغی توازن کھو چکا تھا۔

مجھے اس شخص سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ ڈاکٹر عالمی کے ہمراہ انکے شفاخانہ پہنچا مگر ملاقات سے پہلے ڈاکٹر عالمی نے مجھے چند سوالات بتا دیئے تھے جو مجھے مریض سے اثنائے گفتگو میں پوچھنے تھے۔ ممکن ہے نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے ان سوالوں کے جواب کوئی اہمیت رکھتے ہوں۔

جب ہم کمرے میں داخل ہوتے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ایک نہایت شریف صورت انسان مفکرانہ انداز میں دروازہ کی طرف منہ کئے آرام کرسی پر بیٹھا ہے۔ ہمیں دیکھکر اس کے جامد مجسمہ میں ایک خفیف سی حرکت پیدا ہوئی۔ گویا وہ ہماری تعظیم کے لئے اٹھنا چاہتا ہے۔ مگر پھر گردن کو ایک عجیب انداز سے جنبش دیکر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ میں اور ڈاکٹر کرسیاں کھینچکر اس کے نزدیک ہو بیٹھے۔ میں نے فوراً پوچھا "آپکے مزاج کیسے ہیں"، میری طرف اس طرح دیکھکر جیسے کوئی گہرے

خواب سے چونکا ہو بولا۔

"مزاج۔ مزاج عبارت ہے خیالات کی یکسوئی سے اور اعضائے جسمانی کے معتدل وظائف سے مگر اس لفظ کو آپ بہت محدود دائرے میں استعمال کرتے ہیں۔ کبھی آپ نے سوسائٹی کا مزاج بھی پوچھا ہے کہ ہماری سوسائٹی کے اعضا میں اعتدال ہے سرمایہ دار مزدور کا خون چوس رہا ہے حکومت رعیت کی مردہ نعش کی ہڈیوں کی تجارت کر رہی ہے۔ گویا معدہ غذا ہضم کرکے بجائے خون بنانے کے محض فضلا بنا رہا ہے جس سے توند فربہ اور دیگر اعضائے جسمانی سوکھتے جا رہے ہیں۔ دماغ خشک، آنکھیں بے نور دل کمزور، ہاہا! مزاج! مزاج! آپکے مزاج؟" میں نے گھبرا کر دبی زبان سے کہا "شکریہ"

مریض پھر خاموش ہوکر دروازے کی طرف دیکھنے لگا میں سمجھا تھا کہ اب وہ کوئی مجنونانہ حرکت کریگا مگر اسمیں کوئی ہیجانی کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔ کئی منٹ تک تو مجھے ہمت نہ ہوئی کہ کوئی سوال کروں۔ مگر ڈاکٹر نے میرا پاؤں ہنپایا اور آنکھ کے اشارے سے کہا کہ سوال کرو۔ جب مجھے اطمینان ہوگیا۔ تو میں نے ذرا جھجکتے ہوئے پوچھا "کبھی آپنے کسی سے محبت کی ہے؟" اس سوال پر وہ یکایک آگے کی طرف جھکا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھکر مجھے گھورا۔ میں ڈرا کہ کہیں مزاج میں برہمی نہ آگئی ہو۔ دو منٹ کے بعد دھیمی آواز میں بولا "محبت کی ہے۔ محبت ہوئی یہ بڑا متنازع فیہ مسئلہ ہے۔ پلاٹ بنتا ہے یا بنایا جاتا ہے تو بہ توبہ شاعر بنتا ہے یا بنایا یا پیدا ہوتا ہے۔ استغفراللہ آرٹسٹ اور فلسفی بنتے ہیں۔ یا بنے بنائے اللہ میاں کے ہاں سے پیدا ہوتے ہیں۔ الحذر۔ لفظوں کا پھیر الفاظ کا چکر۔ مداری کا گورکھ دھندہ لوگوں کو دھوکا دینے اور

خود کو فریب میں رکھنے کا لفظی جال۔ بغیر لسانی واقفیت بغیر علمی آگہی، بلا مطالعۂ فطرت، بلا اخلاقی اہلیت کے شاعر کہلائے جانے کی لفظی آڑ۔ اپنی کم مائگی، اپنی تہیم عقلی اپنی نااہلی کائنات کے پیچیدہ مسائل کی افہام و تفہیم سے اپنی عاجزی کو پوشیدہ رکھنے اور پھر بھی فلسفیانہ مسائل پر بے دھڑک رائے زنی کرنے کی جاہلانہ تاویل شاعر "بننے" کے لئے، زبان پر عبور حاصل کرنا پڑتا ہے مختلف اسالیب بیان سے واقفیت پیدا کرنی پڑتی ہے۔ کسب علم کی ضرورت ہے مطالعہ فطرت کی ضرورت ہے۔ دل میں کائنات کی سی وسعت و پنہائی کی ضرورت ہے۔ مگر پیدائشی شاعر کے لئے صرف اس فریب کی کہ میں پیدائشی شاعر ہوں۔ اول الذکر دشوار اور موخر الذکر آسان فلسفی "بننے" کے لئے متفکر دماغ چاہئے۔ صرف دماغ ہی نہیں بلکہ سخت کاوش بھی۔ مجذوبوں کی لکھی ہوئی کتابیں۔ ہاہاہا! بحر بے پایاں کنار کی غواصی اور پھر گوہر مقصود کا پانا۔ بڑا دشوار کام۔ سمجھنے والوں کو سمجھنا۔ انکی گہرائی کو پہنچنا۔ انکی نکتہ سنجیاں، انکی موشگافیاں، انکے نظام ہائے فلسفیانہ پر غور کرنا اسے سیکھنا —— ہوں ہوں سیکھنا دشوار نہیں تو آسان بھی نہیں۔ احساس تفوق کو ٹھیس لگتی ہے جذبہ برتری کچلا جاتا ہے۔ میں سیکھا سکھایا ہوں۔ پڑھا پڑھایا ہوں۔ صائب رائے ہوں۔ کتابوں سے آتا ہے فلسفہ؟ فریب خوردہ انسان۔ نہ جانتے ہوتے بھی جانتا ہے کہ بہت کچھ جانتا ہوں۔ سنی سنائی باتوں کو طوطے کی طرح دہراتا ہے۔ اور عالمانہ پیرایہ بیان اختیار کرکے کج بحثی میں پھنس جاتا ہے کسی علم یا ادب کے اصول مرتب کرتا ہے۔ اور فخریہ کہتا ہے کہ ان اصولوں کی ترتیب میں میں نے کسی تصنیف سے

استفادہ نہیں کیا۔ شاباش۔ نوورائے وجود ہی انسان شاباش۔ تو بھی پیدائشی ادیب ہے۔ سقراط نے بھی کسی سے کچھ نہیں سیکھا تھا۔ ارسطو بھی بے استادہ تھا۔ تو بھی ... وقت کا سقراط اور ارسطو ہے۔ بنتا ہے ادیب یا فلسفی۔ اوہ تو تو پیدائشی ہوگا۔ اس آخری فقرے کا مخاطب میں تھا ڈاکٹر جو کتابوں کی الماری کے قریب کھڑا تھا۔ مجھے اشارہ کیا کہ محبت کے بارہ میں سوال کرو۔ ڈاکٹر اپنے مریض کے دماغی انتشار کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اور اسکا خیال تھا کہ یہ ذہنی خرابی نتیجہ ہے کسی کی نگاہ التفات کا۔ ڈاکٹر کی رائے تھی کہ مریض نے اپنی پوزیشن کا لحاظ کر کے ساتھی کی بے پناہ شکستہ ہونی کی زد سے بچنے کے لئے اپنی خواہشات اور جذبات کو دبا دیا۔ اور ان دبی ہوئی خواہشوں نے تحت شعور میں جاکر" نفسیاتی پیچیدگی"

کی صورت اختیار

کرلی ہے۔ اور اگر اس سے اس مفروضہ کی تائید ہو جائے تو مرض کا علاج کچھ بہت آسان ہے۔ چنانچہ دوبارہ میں نے اس سے وہی سوال کیا۔

" پھر وہی سوال۔ اچھا سن کبھی کسی روحانی رہبر کی حضوری میں حاضری کا موقع ملا ہے۔ ارے مولوی نہیں یہ تو خود گم کردہ راہ ہیں۔ میرا مطلب پیغمبر سے وہ مکمل ہستی جو قوموں کی نیستی کو ہستی میں بدل دیتی ہے۔ وہ بلند شخصیت جو رحمت ہوتی ہے تمام بنی نوع انسان کے لئے جس کا پیام امن و عافیت ہوتا ہے۔ ارض پر بسنے والی مخلوق کے لئے۔ کبھی کلیم کے ہمراہ طور پر گیا۔ میں نے دیکھا ہے وہ نظارہ میرے ذہن میں وہ کیفیت ابھی تک تازہ ہے بالکل اسی طرح۔ بالکل ایک ایسا ہی رعب جس میں ادب احترام خوف محبت افتادگی، عاجزی اور عبودیت کے جذبات شامل ہوتے تھے۔ مجھ پر طاری ہو جاتا تھا۔ جب میں "اس" کے حضور میں ہوتا۔ آہ اظہار محبت نہایت لغو حرکت ہے۔ اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے اسکی ہستی کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ مگر نہیں وہ تو تمام کائنات پر چھائی ہوئی تھی۔ تو پھر میں اس میں گم ہو گیا ہونگا۔ دیکھئے اس کی پہنائی اور لانہایت کا کس طرح اندازہ لگائیں گے آپ یہ ہی تو ہو سکتا ہے۔ کہ کائنات سمٹ کر ہمیں آگئی ہو اور وہ سمٹ کر مجھ میں۔ کیا معلوم کیا تھا۔ . . . .

ہمہ اوقات محو رہنا ایک خیال میں۔ یہ تھا مشغلہ زندگی آپ جانتے ہیں بغیر سہارے قایم نہیں رہ سکتی۔ آپ کسی مقصد کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ گویا یہ مرکز ہے آپ کی تمام توجہات کا جسکی وجہ سے آپ کے ہر فعل و عمل میں روح پڑ گئی ہے۔ مگر . . . . مگر . . . . لیکن اگر دنیا میں آپ کے لئے کوئی دلچسپی ہی نہ رہے۔ تو پھر آپکی زندگی میں ایک بہت وسیع خلا نہ پیدا ہو جائیگا؟" ڈاکٹر نے یکایک خل دیتے ہوئے کہا۔ مگر فطرت کی فیاضیاں اور دلچسپیاں اسقدر بے پایاں ہیں کہ آپ اپنے تمام عمر لطف اندوز ہوتے رہیں پھر بھی ختم نہ ہوں۔ طلوع اور غروب آفتاب . . . ."

"ارے تو یہ کیا کج فہم انسان ہے۔ کوڑ مغز کہیں کا اگلے وقتوں کے لوگوں میں سے تو نہیں ہے جو مہ و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو میں یہ کہکر خاموش ہو جاؤنگا۔ کہ انہیں کچھ نہ کہو، ظالم یہ تو سوچ۔ کیا فطرت کے مناظر سے اس حالت میں لطف اٹھایا جاسکتا ہے جب دل ہی بجھ چکا ہو۔ ارے ان مناظر میں بالذاتہ کیا حسن رکھا ہے یہ تو ہماری آنکھیں ہیں جو نہ جانے کس نشہ میں مخمور اور کس کا جلوہ ان میں دیکھ کر ان مناظر کو

حسین کہہ دیتی ہیں۔ پہاڑوں کے اونچے اونچے خوفناک پتھروں میں، دریا کی دل ہلا دینے والی لہروں میں سمندر کے تلاطم میں موجوں کے تھپیڑوں میں۔ ان سب میں انسان کو خوش کرنے کی اہلیت ہی نہیں .... میری تنہا حسرت، واحد دلچسپی، زندگی کا سہارا، تکیہ حیات خیالات کا مرکز چھین لیا گیا۔ تم کہتے ہو۔ مناظر فطرت کا حسن دیکھو۔ آنکھیں بے نور ہیں۔ کن سے دیکھوں۔ کان جواب دے چکے۔ نغمۂ فطرت کن سے سنوں۔ دل بجھ گیا دماغ ماؤف ہو گیا۔ لطف اندوزی کا کوئی عنوان ہی باقی نہیں رہا .... آہ جانتا ہے یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ایک دن علی نے ـــــ شاید بچپن کی دوستی یاد آ گئی ہوگی ـــــ چوتھے آسمان پر بلا کر کیسا دلکشا اور روح فزا منظر دکھایا ہے۔ ایک کل کے دو جزو فرشتۂ محبت میں مسرور و سرشار زندگی جاوید بسر کر رہے تھے۔ میں نے اس دنیائے آب و گل کے خیالات کے زیر اثر علیؔ سے سوال کیا۔ کیا یہ مقام جنت ہے۔ جس میں یہ دونوں پاکباز ہستیاں عشق دوام کی حیات سرمدی گزار رہے ہیں عیسٰی نے مسکرا کر جواب دیا۔ ارے بیوقوف جنت ہے۔ کہاں لسے تو ایسے ہی لوگ بناتے ہیں اپنے وجود کی برکت سے''

تجھے نہیں معلوم شاید اس حسین اور آفریں منظر دیکھنے کے بعد جب میں لوٹا ہوں تو دل کس کی تلاش میں تھا۔ گویا کچھ گم ہو گیا ہے جسے ڈھونڈ رہا ہے اتنا زمانہ دیکھا ـــــ آفرینش کائنات سے ابتک ـــــ ذرا غور تو کر ـــــ مگر ایسی خلش بیجا آجتک نہ پیدا ہوئی۔ آدمی دیکھے نہیں دو پاتے دیکھے۔ ہزاروں لاکھوں نہ جانے کتنے۔ اب تو ان کے دھندلے سے نقوش بھی باقی نہیں رہے ذہن میں کسی نے بھی تو یہ اثر نہ پیدا کیا۔ خدا معلوم کیا تھی وہ شے۔ ایک آواز تھی جو کہہ رہی تھی تلاش کر کوئی مل جائے گا۔ جو دوا ہو گا اس درد کی جو مداوا ہو گا اس خلش کا لیکن کبھی کبھی ایک دبی سی آواز یہ بھی آتی تھی کہ وہ جو اس جراحت پیکاں کا سامان لیے ہو گا زخم بھی ایک ایسا گہرا چھوڑ جائے گا جس کا اندمال ناممکن ہے ہاں ہاں ملا وہ ملا۔ بڑی تلاش و جستجو کے بعد خضر کو رہنما کیا دھوکا دیا ظالم نے۔ غلط راستہ پر ڈالدیا ہے راہ روئے۔ زاہد شب زندہ دار بنا دیا۔ منصب کے جنون نے مرض ہی کو نہ سمجھا۔ درد نا آشنا نے میں کل کے باقی جزو کی تلاش میں تھا وہ لئے جاتا تھا۔ نام نہاد مذہب کے غیر شاعرانہ خاردار جنگلوں میں میرا دامن الجھانے کے لئے مجھے فریب دینے کے لئے۔ میرے خیالات کو ملوث کرنے کے لئے عیاؔ گڑ ہا لیکر بچا بال بال بچا۔

بالآخر ملا تو اپنی ہی جستجو سے ملا۔ مگر کیا بتاؤں کیا چیز تھی تخلیق کائنات کا مطلب سمجھ میں آیا۔ یہ تمام ارتقائے منازل جواب تک طے کئے یہ سب اسی کو پیدا کرنے کے لئے ـــــ سراپا درد، سرتا پا شرافت مجسمۂ اخلاق سکون روح رمعبود خیال تھیں۔ سب غلط وہ ایک محبت تھی جنے شکل اختیار کر لی تھی۔ وہ خدا کا ایک حسین ترین خیال تھا جو پیکر انسانی میں آ گیا تھا

خلش جستجو دور ہوئی۔ مگر جان کے عوض ہر رگ و پا میں درد جاری و ساری ہو گیا۔ دل نے درد کا مزا پایا۔ ماحصل حیات مل گیا۔ جمال ہمنشیں نے مجھ میں بھی اثر کیا۔ روح میں بالیدگی پیدا ہوئی اپنی فطری بلندی کا احساس ہوا۔ مگر! مگر یہ تو خواب تھا۔ خیال تھا۔ میں تو وہیں ہوں جہاں تھا'' مسلسل بولتے رہنے کے باعث اب مریض کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے یہی مناسب سمجھا کہ ہم اسے تنہا چھوڑ دیں تاکہ اسکے دماغی ہیجان میں کچھ سکون پیدا ہو جائے۔ کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر عالمی کی زبانی مجھے معلوم ہوا

نیاز حسین

[illegible]

بوڑھے بھی جوانی کا لطف و کیف حاصل کر سکتے ہیں

کیونکہ

طلا مقناطیسی میں حقیقتاً خراب شدہ قوت کو اپنی مقناطیسی کشش کے باعث لینے کے ذریعہ خارج کرنے کی زبردست طاقت موجود ہے
مدق و ناکارہ عیش و عشرت میں مبتلا رہ کر جوانی کو قبل از وقت برباد کرنے والے انسان بھی جوانی کا دوبارہ مزہ
لے سکتے ہیں اسی سالہ بوڑھے بھی لیکن کسی عمل زراعی کے آخری وقت میں بھی جوانی کا حیرت انگیز منظر دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی تعریف پر نہ جائیے بلکہ
اسکی خوبیوں کو تجربہ کی کسوٹی پر پرکھیئے آپ کو خود اندازہ ہو جائیگا کہ یہ آپکے مقصد کیلئے کس درجہ کامیاب چیز ہے۔ بشرطیکہ حکیم صاحب موصوف
مدظلہ کے خاندان کے ۵۰ سالہ سعی و جستجو سے حاصل کئے ہوئے مجرب طلا مقناطیسی کو آپ ایک بار آزمائیں یہ ناممکن اور قطعی ناممکن ہے
کہ **تین دن میں نامرد مرد نہ ہو**۔ طلا مقناطیسی کیساتھ تین خوراک **حب اکسیر جریان مفت** بھیجی جاتی ہیں ہندوستان کے مشہور
وکامیاب طبا راجہ مہاراجوں کو یہ طلا استعمال کراتے ہیں اور ایک شیشی کی قیمت ہزارہا روپیہ وصول کرتے ہیں۔ قیمت فی شیشی تین روپیہ آٹھ آنہ
محصول ڈاک و پیکنگ ۸/ **نوٹ** یہ طلا اور گولیاں ان ہی لوگوں کو روانہ کی جائیں گی جو آئندہ پاکبازانہ زندگی بسر کرنیکا ہمیں یقین
دلادیں گے ناجائز ضرورت کیلئے جو صاحب منگائیں گے وہ حشر کے دن شرمندہ ہونگے **یہ طلا ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔**

لطف حاصل کرنے کیلئے

ملذذ بے نظیر استعمال کریں۔ یہ گولیاں بے حد ملذذ ہیں اور طرفین کو ایک دوسرے کا دیوانہ بنادیتی ہیں۔ لطف و کیف
کو تگنا چوگنا کردیتی ہیں جو لوگ لطف و کیف سے سچی مسرت حاصل کرنا چاہتے ہیں منگائیں اور آزمائیں
تشریح نامناسب ہے تجربہ بتادیگا کہ حقیقتاً یہ ایک عجیب و غریب دوا ہے۔ قیمت ایک شیشی ایک درجن گولیاں تین روپے۔

مسرت کو دیر تک قائم رکھنا ہے تو

ممسک عجیب

استعمال کریں۔ یہ گولیاں خاطر خواہ امساک پیدا کرنے میں لاثانی ہیں منٹوں کی مسرتیں گھنٹوں تک قابو میں رہتی ہیں
اور جب ترشی استعمال کیجائیگی اس کے تین منٹ کے بعد اس دوا کا اثر زائل ہو جائیگا۔ تجربہ کیجئے واقعی عجیب و غریب گولیاں
ہیں۔ تجربہ کرنے کے بعد اشتہار دیا گیا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک درجن گولیاں تین روپے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

پتہ:۔ مینیجر: مطب حکیم محمد ظہیر علی صاحب کوچہ چیلاں دہلی!

سیرت محمد علی

ہندوستان کے مشہور سیاسی رہبر مولانا محمد علی کے واقعات زندگی مکمل سوانح حیات اور بہترین تصاویر قیمت تین روپے۔ سے عہ

نغمۂ حیات

رنگین اسلوب مضامین کا قابل قدر مجموعہ ادب لطیف کے دلکش شہ پارے جذبات و تاثرات کی مصوری۔ قیمت ۸/

نغمات موت

حجاب امتیاز علی کے غمناک مضامین کا مجموعہ ہر مضمون بیحد موثر ہے اور دنیا کی بے ثباتی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ قیمت ۶/

منشورات

علامہ کیفی کے علمی و تحقیقی مضامین کا لائق قدر مجموعہ۔ اردو میں اس کتاب سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ

عجیب

عجیب کلکتے کے عجیب ممبروں کے عجیب حالات پھڑکتی ہوئی آپ بیتیاں قیمت صرف ایک روپیہ عہ/

طوفان ظرافت

مزاحیہ قصائد کا چھوٹا سا مجموعہ اس طرز کے قصائد آج تک اردو زبان میں نہیں لکھے گئے۔ قیمت چھ آنہ ۶/

من کی آگ

سرمایہ دار اور مزدور حسن و عشق اور سوسائٹی کا عبرت انگیز ڈرامہ۔ قیمت چھ آنہ ۶/

عالم خیال

مولانا شوق قدوائی کی مشہور نظم عالم خیال کے چار رنگ میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہیں ان کے سچے جذبات باتصویر قیمت عہ/

دیکھا جائے گا

عشق و ہوس میں امتیاز کس طرح ہوا ایک حسین مالدار لڑکی کے تین عاشقوں کی داستان کامیابی کیسے اور کیسے ہوئی قیمت ۱۲/

طلسم سامری

پنجاب کے مشہور جرنلسٹ حضرت اکرم اکبر کی تازہ ترین تصنیف جس میں حیرت انگیز پیرایہ میں ہوشربا واقعات درج ہیں ۸/

مرقع چغتائی

دیوان غالب کا شہرۂ آفاق مصور نسخہ جس کی قیمت پہلے سوا سو روپے تھی اب اس کی قیمت صرف بارہ روپیہ عہ/

گہوارۂ تمدن

جس میں مولانا نیاز فتحپوری نے دکھایا ہے کہ دنیا کی تہذیب و شائستگی عورت کی کس وجہ سے ممنون ہے قیمت ۱۲/

ایوان تصور

بلبل ہند سروجنی نائیڈو کے سینکڑوں دلکش و رنگین گیتوں کا ترجمہ از ظفر قریشی ایم اے۔ قیمت دو روپے ۱۲/

شرح دیوان غالب

بہترین اور عام فہم شرح از مولانا عبدالباری آسی غالب کے اشعار سمجھنے کیلئے اس سے آسان شرح اور کوئی نہیں۔ قیمت ۱۲/

مکمل شرح کلام غالب

ہندوستان میں اس سے بہتر شرح آج تک شائع نہیں ہوئی از عبدالباری آسی۔ قیمت تین روپے محصول ڈاک ۸/

صبح لطافت

مشہور مزاحیہ نویس ملا رموزی کی بہترین تصنیف اس کتاب کی شگفتگی اور طرز و ظرافت خود اسے پڑھنے کی سفارش کرتی ہے قیمت ۱۲/

افسانۂ ثریا

یہ کوئی ناول نہیں ہے یہ ایسا واقعہ ہے جو درحقیقت رونما ہوا اور ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ

کھرا بہادر

از عظیم بیگ چغتائی

نہایت ہی پرمذاق اور ظرافت آمیز ناول ہے مصنف اپنے شوخ اور مذاقیہ طرز بیان کے ساتھ ساتھ ناظرین کو علم کے گلگلاتے کروں میں عشق و محبت سوز و گداز کے کرشمے اور خوفناک اور شرمناک سازشوں ہولناک اور قہقہہ خیز سین دکھائیگا یہ بہترین ناول اپنے پلاٹ کی ندرت اور اچھوتے پن نیز طرز بیان کی شوخی اور دلربائی میں چغتائی صاحب کے تمام دوسرے ناولوں سے بڑھا چڑھا ہے۔ بہترین لکھائی چھپائی فوٹو بلاک کا رنگین سرورق قیمت ۱/، مجلد عہ/

ملنے کا پتہ:۔ کتبخانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

روحانی شادی

منشی پریم چند کا لکھا ہوا اخلاقی و اصلاحی ڈرامہ۔ پلاٹ، کریکٹر، مکالمہ ہر لحاظ سے کامیاب۔ زبان سلیس و شگفتہ قیمت ۶/

مصری افسانے

مشہور مصری ادیب منفلوطی کے چند چیدہ افسانوں کا دلآویز ترجمہ۔ زبان سلیس و شگفتہ نہایت موثر افسانے قیمت صرف ۸/

آرائش جمال

(باتصویر) عورتوں کے سنگھار اور جسمانی آرائش کے تمام مشرقی و مغربی طریقے بیان کئے گئے ہیں نہایت خوبصورت جلد۔ قیمت ۱۲/

اردو ڈرامہ نگاری

اردو ڈرامہ کی تاریخ ڈرامہ کی خصوصیات اور فن ڈرامہ نویسی کے لوازمات قدیم و جدید ڈرامہ نگاروں پر تبصرہ مضبوط جلد قیمت ۱۲/

قرض مقراض محبت ہے

اس مقولے پر مصنف نے اعلی ہے افسانہ لکھا ہے قرض لینے اور قرض دینے کی خرابیوں کو سنجیدہ پرلطف پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ بیساختہ ہنسی آجاتی ہے ۸/

فرزند سرحد

سرحدی افغانوں کے متعلق ایک عبرتناک افسانہ غیرت دیانت و شرافت کا مرقع ہے اس پر مصنف کا طرز بیان۔ قیمت ۵/

مجموعۂ کربلا

کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں حق پرستوں کا خون کس بیدردی سے بہایا گیا معصوم بچوں اور عورتوں پر جو مظالم ہوئے مجموعہ کربلا میں پڑھئے قیمت ۱۲/

شمیم

نہایت دلچسپ معیاری مشرقی اخلاقی ناول کا صحیح افسانہ نگاری کے اصول پر سبق آموز ظرافت انگیز عبرتناک دو ضخیم جلدوں میں دوسری دفعہ چھپا ہے قیمت للعہ/

قذاق

سرزمین راجپوتانہ کے سات خطرناک سالوں اور ایک جانباز ہندو کا حیرت خیز افسانہ۔ بہت دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت ۵/

شادی

مزاج کی شگفتگی مضامین اور تحریر کی خوبیوں کو ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور مطالعہ کیجئے۔ قیمت ۱۲/

موتی

دنیا بھر کے حکما، علما اور اولیا کے گرانقدر زریں اقوال و حیرت افروز ملفوظات کا خزانہ۔ کاغذ، کتابت، طباعت بہترین قیمت بارہ آنہ محصول

نقشِ چغتائی
یعنی
دیوانِ غالب مصور نیا ایڈیشن

ہندوستان کے الہامی شاعر مرزا غالب کا کلام جن بے شمار خوبیوں کے جتنے پہلو اور حسن رکھتا ہے ان کی جتنی تصویریں نظر آتی ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کا سمجھنا اور سہوت سے سمجھنے کے لئے خود کافی ہیں۔ لیکن دیوانِ غالب کے مصور ایڈیشن کو دیکھ کر دل ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور دل و دماغ میں نئے نقوش مرتسم ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے "مرقعِ چغتائی" ہندوستان میں پوری پوری شہرت حاصل کر چکا ہے۔ حال میں ایک نیا مصور ایڈیشن "نقشِ چغتائی" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں چغتائی نے نئی نئی تصویریں شائع کی ہیں جو مسلسل کئی سال کی محنت اور دماغ سوزی کا نتیجہ ہیں۔ بلاک کی بہترین چھپائی ہے سفید آرٹ پیپر کا غذ مرکو جلد اس کے علاوہ چند اور خصوصیات ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ قیمت صرف پانچ روپے صہ/

درِ شہوارِ بیخود

یہ دلی کے مشہور شاعر جناب سید حاجی وحید الدین صاحب بیخود جانشین داغ کا دوسرا دیوان ہے۔ صاحبِ موصوف جس شخصیت اور شہرت کے مالک ہیں اور ہندوستانی شعراء میں جو ان کا درجہ ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ اس دیوان کا ہر شعر دل میں اتر جانے والا ایک نشتر ہے اور ہر مصرع شاعر کی کاوش طبع اور بہترین جذبات کا آئینہ دار ہے۔
قیمت صرف دو روپے علاوہ محصول۔

جانباز

محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کا بہترین معاشرتی افسانہ جو خاص طور پر پسند کیا جاتا ہے بہت سے معاشرتی مسائل اس کتاب میں حل کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی دلچسپی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ یہ افسانہ عورتوں کی خاص طور پر پسند کیا جا رہا ہے۔

لیلیٰ کے خطوط
مع
روزنامچہ

ملک کے مشہور ادیب قاضی عبدالغفار کا قابلِ قدر کارنامہ جس نے ہندوستان کے ادبی حلقوں میں ایک دھوم مچا رکھی ہے دونوں کتابیں فطرتِ انسانی کے دو مختلف عکس اور کتابِ زندگی کے دو مختلف ورق ہیں ایک غم نصیب عورت کی فریاد ہے اور دوسری عیش پرست مرد کی داستان ہے لیکن عورت کے جذبات کو سمجھئے اور دوسری میں مرد کی فطرت کا مطالعہ کیجئے۔ دونوں چیزیں اردو ادبیات میں نیا اقدام ہیں جو کامیاب بھی ہے اور مفید بھی۔
قیمت صرف تین روپے آٹھ آنہ لعہ

بچوں کا تحفہ

یہ تازہ بتازہ نو بنو کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی ہر دلعزیزی کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ پہلا ایڈیشن چھپتے ہی ختم ہو گیا۔ اب مزید ترمیم و اضافہ سے دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ اس ایڈیشن میں کئی خوبصورت تصاویر اور بڑھا دی گئی ہیں۔ کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے اور ایک تجربہ کار ماہرِ تعلیم نے نہایت سلیس اور عام فہم اردو اور نیز آسان اور مترنم بحروں میں ابتدائی تعلیم کے مختلف مضامین پر قابلِ قدر کہی ہیں۔ کتاب کے دو حصے ہیں اور ہر ایک اپنی جگہ قابلِ قدر ہے قیمت ہر دو حصہ ۱۲؍

منظوم ترجمہ پارۂ الم

ایک کہنہ مشق فاضل نے حال ہی میں قرآن شریف کا منظوم ترجمہ شروع کیا ہے۔ پہلا حصہ پارۂ الم کی صورت میں شائع ہو گیا ہے۔ یہ اردو لٹریچر میں ایک بالکل نئی چیز ہے۔ اگر ہمت افزائی کی گئی تو بہت جلد یہ سلسلہ پورا ہو جائیگا۔ سفید کاغذ پر بہترین لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔ مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے قیمت ۸ علاوہ محصول

سحرِ بنگال

ہندوستان کی مشہور افسانہ نویس خاتون محترمہ طاہرہ دیوی شیرازی کے بہترین افسانوں کا یہ بیش بہا مجموعہ حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ ہر افسانہ محبت اور رومان کی منہ بولتی جاگتی تصویر اور انسانی جذبات و احساسات کا رنگین مرقع ہے کتاب کا ہر صفحہ اور ہر صفحہ کی ہر سطر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کتابت طباعت بہترین خوشنما رنگین ٹائٹل ساتھ ہی مصنفہ اور نیاز فتحپوری کے فوٹو بلاک قیمت صرف عہ علاوہ محصول

نجم السحر

اس کتاب کے چند باب ساقی" میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں اور بے حد پسند کئے گئے ہیں کرائے وہ پرچے دفتر "ساقی" میں فائل کے لئے بھی باقی نہیں ہیں شائقین کے اصرار سے پوری کتاب بصرف زرِ کثیر شائع کی گئی ہے۔ اور ہاتھوں ہاتھ نکل جا رہی ہے جن حضرات نے رائیڈر ہیگرڈ کی مشہور کتابیں "عذرا" (She) اور "عذرا کی واپسی" (Return of She) پڑھی ہیں جانتے ہیں کہ یہ مصنف قدیم سے قدیم تہذیب و معاشرت کو صفحۂ قرطاس پر پیش کرنے میں کس قدر مہارت رکھتا ہے۔ "نجم السحر" اسی مصنف کا شہ پارہ ہے جس میں اس نے مصرِ قدیم یعنی اب سے کم از کم پانچ ہزار سال پہلے کی ایسی عمدہ تصویر پیش کی ہے کہ اس زمانے کی ایک بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ کتابت و طباعت نہایت عمدہ۔ کاغذ سفید قسم اعلیٰ ضخامت بانگِ درا (۴۳۸) صفحات قیمت عہ علاوہ محصول۔

اتالیقِ نسواں

عورتوں کو علمی کام اور انتظامِ خانہ داری سکھانے بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے والی مشہور و معروف کتاب۔ ایک شریف لڑکی جو کچھ ضروری جاننا چاہیئے وہ سب اس کتاب میں ہے ۱۲ حصے ۱۲۰۰ صفحے مشاہیر قوم نے بے انتہا پسند کیا ہے۔
قیمت چار روپے آٹھ آنہ للعہ

اقسام الطعام شاہجہانی

(معروف) بخوانِ نعمت کلاں جس میں تقریباً ۰۰ ترکیب ہندوستانی انگریزی ترکی ایرانی کھانے مٹھائیاں مربے اچار چٹنیاں وغیرہ بنانے کی درج ہیں خود خاص مطبخ شاہجہانی و دیگر بادشاہوں کے باورچیخانوں کے کھانوں کی ترکیبیں ہیں ان کے علاوہ اس کتاب میں طبی یونانی کے بہت سے مرکبات اور عملی نسخہ جات درج کر دیئے ہیں۔ قیمت عہ

عروسِ کابل

شاہ امان اللہ خاں اور ملکہ ثریا کے عشق کی داستان قیمت عہ

غمناک داستان

شاہ امان اللہ خاں کے بے تخت و تاج ہونے کی داستان قیمت عہ

انقلابِ کابل

تاریخِ کابل ابتدا تا حادثۂ قتل میر حبیب اللہ بچۂ سقا قابل دید ہے قیمت عہ

سیر یورپ کنگ امان اللہ خان با تصویر مجلد

سیرۃ محمد علی با تصویر سائز مجموعہ

جوانی اور شادی کی مسرتیں حاصل کرنی ہوں تو

مندرجۂ ذیل کتابیں پڑھئے۔ ان کتابوں میں جوانی اور شادی کی مسرتیں بھی ہیں عورتوں کے دلوں کو مسخر کرنیکی تدابیر بھی ہیں اور اس کے علاوہ صحت اور تندرستی کے قیام کے اصول بھی ہیں جس کے پاس یہ کتابیں ہونگی وہ بڑھاپے میں بھی جوانی کا کیف حاصل کریگا۔

شب عروسی

پڑھ لینے کے بعد عروسی کی سب باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ شادی کے وقت عموماً دوستوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دیا جاتا ہے اگر آپ نیو دوستوں کو ایسے موقعہ پر کوئی بہترین تحفہ دینا چاہتے ہیں تو صرف یہ کتاب بھیجئے۔ شب عروسی جو انسانی زندگی کا پہلا ورق ہے رنگین نسائیت کے نام کی پہلی سیڑھی ہے اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس زینہ پر قدم رکھا جائیگا تو وہ ایسا کامیاب قدم ہوگا کہ انسان کی یہ فطری مسرت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہیگی قیمت عہ ہے جو اس کے فائدہ پر سو مرتبہ صدقہ ہے محصول ٥ر

شاہی کوک شاستر

جو بادشاہوں کے لئے تھا وہ اب عام ہو اس کتاب میں حکیم شیخ نے لذت شباب کے سرچشمہ عورت کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ لذتیں جو ایک جوان آدمی کے ذہن میں عورتوں میں ہوتی ہیں شاید وہ اس کے پاسنگ بھی نہ ہوں۔ ارباب منقش نے عورتوں کے رنگین پردوں سے لذت ہی لذت ثابت کی ہے اور اس طرح مرد کی قوت نہانی کو مزید طاقتور کرنے کیلئے نسخے بھی لکھا دیئے ہزاروں گز نیلانے پرلیس علاج کے ہیں حکایات وصل بیان کی ہیں وہ صد ہا مجرب نسخے لاکھوں مقویات تدبیر تک ہیں گویا مقوی ہر قیمت ہے

عورت بالتصویر

پھولوں کی سیج پر حسن کی رعنائیاں دیکھنے سے پہلے مجسمہ ناز کے تمام پوشیدہ رازوں سے واقف ہو اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ کتاب پڑھ لیں۔ اس کتاب میں یورپ امریکہ کی بہترین صنفی کتابوں کا عطر کھینچا گیا ہے عورت میں نسوانی زندگی کا مکمل فوٹو ہے۔ عورت کے پوشیدہ اعضائے جسم عورت کی فطرت عورت کی ذہنیت عورت کے باغ حسن کی خوشہ چینی غرضکہ عورت کی زندگی کے متعلق کوئی بھی پوشیدہ بات ایسی جو اس کتاب میں نہ ہو دو سو کے قریب عکسی و قلمی تصویریں ہیں قیمت عہ محصول ۷ر

برتھ کنٹرول

عورت کی شباب آفریں لذت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ تم اس کے حسن جمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو اولاد کی کثرت سے نہ صرف اسکے حسن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے بلکہ غریب والدین کیلئے انکی پرورش سوہان روح ہوتی ہے اور انسان ازدواجی ذوق و لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔ برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائیگی اور یقین کے ساتھ اولاد کی پیدائش تمہارے لئے با اختیار ہو جائیگی قیمت

لذت شباب

شباب جاوداں کی جستجو ہے تو لذت شباب یعنی ایرانی کوک شاستر کا مطالعہ کیجئے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شباب کو عرصہ دراز تک کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں عورت کے تاثرات کیا ہیں حسن کی ملکہ ہے کیونکر لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے گلزار شباب کس طرح وقف خزاں ہوتا ہے شباب کی روٹھی ہوئی دیوی کس طرح منتی ہے عورت اگر عورت ہے اور مرد اگر مرد ہے اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں لذت شباب کے حیات تازہ بخشنے کیلئے صد ہا مجرب نسخے متعدد نو عمر

افشائے راز نہاں

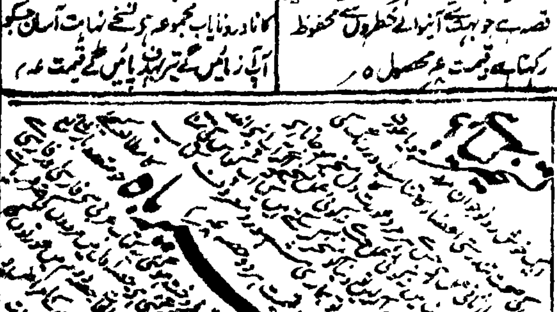
اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب ورسالہ جس کو دیکھ کر آپ اس دلچسپ مضمون پر شاید کوئی کتاب بھی نہ ہوگی۔ اسمیں دو ہزار دو سو کنواری اور بیاہی عورتوں کی نفسانی خواہشات کے حالات خود ان کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں امریکہ کی ایک منچلی عورت نے ایک جا کر کے کتابی صورت میں پیش کئے اور امریکہ میں ایک ہلچل مچا دی۔ اب اس کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے خدا جانے کب تک یہ لوگ بھی مطالعہ میں آسکے ہر وقت اس کے بند ہونیکا خطرہ ہے اس لئے جلد منگا لیجئے قیمت عہ محصول ۲ر

شب عروسی کے افسانے

وہ لذیذ کتاب ہے جو شب عروسی کے تمام لذائذ کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوئی کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کتاب کیسی دلآویز ہوگی اور واقعہ یہ ہے کہ عروس نو ہی کی طرح یہ کتاب حسین پر لذت اور معطر جذبات کی آئینہ دار ہے شب عروسی کے متعدد افسانے ہیں انتہائی طریق پر زندگی کی سب سے بہتر راتوں کے مزے لوٹے گئے ہیں فقط باتیں یا حکایتیں ہی نہیں بلکہ ہر حکایت ایک نتیجہ خیز قصہ ہے جو بہت سے آنیوالے خطروں سے محفوظ رکھتا ہے قیمت عہ محصول ٥ر

لطف شباب

جو عربی زبان میں سلطان سلیم خان کیلئے لکھی گئی تھی۔ صدیوں سے نایاب تھی۔ امراء رؤساء اور کہانے میں بخل کرتے تھے اور چونکہ عربی میں تھی اس لئے خاص ذی علم اور صاحب ثروت و فضلا اطبا ہی اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس کا مطالعہ کمزوروں کیلئے اکسیر اور بے اولادوں کیلئے مژدہ اولاد ہے اور مقوی باہ مجرب نسخوں اور طلسموں کا نادر و نایاب مجموعہ ہے نسخے نہایت آسان جنکو آپ زمانہ کے ترہیز پائیں گے قیمت عہ



شباب کی آٹھ بہاریں

شباب کی راتیں جن کیفیتوں اور دلآویزیوں کو اپنے اندر رکھتی ہیں ان پرمسرت ساعتوں میں جذبات جو جو کروٹیں بدلتے ہیں ان کی عکاسی اس کتاب میں بدرجہ اتم کی گئی ہے کتاب دیکھنے کے بعد تمام نقشہ آپ کی نگاہوں کے سامنے پھر جائیگا قیمت عہ علاوہ محصول

دُلہنوں کی کانفرنس

سات دُلہنوں کی شب ہائے خلوت کی دلچسپ داستان ساتوں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے واقعات شب عروسی صحیح صحیح لیکن شرمیلے الفاظ میں سناتے ہوئے اصلاح رسوم کا بیڑہ اٹھاتی ہیں اور تعلیم حقوق نسواں پر زور دیتی ہیں ہر ایک اپنی کہانی کو کسی سرگذشت سے قیمت عہ

لطف وصلت

عہد شباب وہ زمانہ ہے جس میں لطف و مسرت اور لذت و کیف میں ہر ایک مرد اور جوان کو لئے عہد شباب ملتا ہے اور یہی وہ کیف و لذت ہر در ہے جس پر دنیا کی بقا کا دارومدار ہے اور فطرت کی سلسلہ دنیا میں ہزاروں ہستیاں ایسی موجود ہیں جو قانون قدرت پر دنیا کی آبادی میں اضافہ کرتے ہوئے چل بستے ہیں لیکن یہ زندگی تو جانور بھی گذار لیتے ہیں۔ بات تو یہ ہے کہ اس کیف پرور شعبہ حیات سے اس درجہ تمتع حاصل کیا جائے جو دوسرے ذی حیات عالم سے مابہ الامتیاز ہو یہ کتاب سواصلت کو اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے جہاں لذت ہی لذت ہے قیمت عہ

بہار شباب

صنفی کتابوں میں اس اسلوب بیان کی انتہا رہا ہو وہ جذبات کی ہیجانی ہو یہ چیز مطالعہ لئے خواہ کتنی لذیذ کیوں نہ ہو لیکن اصل فائدہ اس پروگرام کے ماتحت ہو جس کے ماتحت کوئی انسان جوانی دیوانی کو قابو میں رکھنا چاہتا ہے کہ یہ لذت قائم ہو جائے۔ بہار شباب میں ایسا ہی انتظام ہے۔ جوانی کی کیفیت انگیزی اور اس کو دوام کرنے کیلئے بہت سے مجرب طریقے قاعدے نسخے ہدایات حفظ ما تقدم کی ہزار ہا باتیں اور عورتوں کی اندرونی کیفیات کو مردوں پر آئینہ کردیا متعدد عریاں فوٹو بھی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ

دوشیزہ کی ڈائری

ایک دوشیزہ نازنین کے دل میں کس قسم کے پوشیدہ خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ شادی سے پیشتر کیا معلوم کرنا چاہتی ہے شادی کے بعد اس کے لئے کن باتوں کا علم ضروری ہے حسن شباب کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے ان باتوں کا جواب آپ کو دوشیزہ کی ڈائری میں ملیگا۔ ایک مست شباب دوشیزہ کی زبان سے ان تمام پوشیدہ جذبات کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ فوٹو بلاک کی دو درجن حسین و جمیل تصویروں نے کتاب کی زینت میں اضافہ کردیا ہے۔

قیمت دو روپے علاوہ محصول

دوشیزہ

علم نوعی سکسول سائنس از واجی زندگی پر ایک لاجواب تصنیف

تیسرا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے

۲۵ بلاک — ۵۰ تصاویر سے کتاب مجلد حجم ۵۰۰ صفحات قیمت بجز محصول ڈاک کل چار روپے

صنفی لٹریچر میں سب سے زیادہ مفید اور قابل عمل کبھی جاتی ہے۔ ہندوستان میں اردو زبان میں اس عنوان پر جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں یہ سب سے بہتر تسلیم کی گئی ہے حمل سے لیکر پیدائش اور پھر طفولیت سے لیکر جوانی تک کے ایام کے تمام امراض غلط کاریاں اور ان کے موثر علاج امراض زنانہ و مردانہ پر جامع مضامین اور مفید طریقے اور مجرب نسخے بہت ہی لاجواب کتاب ہے دو ہزار کتابوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے منگوائیے اور فائدہ اٹھائیے

قیمت تین روپے آٹھ آنہ سے

دلہن کی ڈائری

دستہ کی تصویریں یعنی سہاگ کی اٹھ راتیں۔ ایک شوخ اور طرار دلہن کی آپ بیتی شب زفاف کا پرکیف سماں اچھوتے پھول کی مہک کچھ خوف کچھ شرم کچھ ہراس کچھ گدگداہٹ دولہا میاں کی بےصبری کے جذبات بیتابی کے مظاہرے بےبسی کے آنسو بےکسی کے پسینے دامن عصمت کے تار تار نازک کو ٹھیس آبگینوں سے سنگ باری ایک افسانہ تو یہ تسکین ادب جان لیوا اور لطف یہ کہ لکھا ہوا بھی ایک دلہن کا جو ایک نا تجربہ کار کے نام آٹھ خطوں کی صورت میں ہے جس سے شرارت بھی ٹپکتی ہے اور شوخی بھی۔ یہ کتاب دولہا دلہن اور میاں بیوی کے لئے سبق آموز دستور العمل اور تہذیب اخلاق کا دلکش نمونہ ہے۔ یہ کتاب بیحد مقبول ہے۔ پانچواں ایڈیشن

خود بھی پڑھیے عورتوں کو بچیوں کو بھی پڑھائیے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ (فہرست مضامین دلہن کی ڈائری)

کشت حسن پر محبت کی گھٹا	دولہا دلہن کی ملتجیہ خیز چھیڑ چھاڑ	چوتھا دن چوتھی شب بہار عیش	دل شکستہ عروس کی پر درد آہیں	ساتواں دن ساتویں شب جذبات عیش میں بلندی	
پہلا دن اور پہلی شب	تیسرا دن اور تیسری شب	پانچواں دن اور پانچویں شب	چھٹا دن اور چھٹی شب	شروع۔ آٹھواں دن اور آٹھویں شب	
اچھوتے حسن پر محبت کی مہر	حسن شباب سے بیدردیاں		قلب نازک سے بدسلوکی		
دوسرا دن دوسری شب					

بہار عروس

بالتصویر۔ دلہن کی ڈائری کا جواب یعنی شب اولی خلوت کی دلچسپ سرگذشت جو اختر دلہن نے رنگین خطوط کے جواب میں اس کی سہیلی نجیلہ نے لکھ کر بھیجی۔ یہ کتاب اپنی رنگینی دلچسپی اور معلومات کے اعتبار سے دلہن کی ڈائری سے بہت بڑھ گئی ہے اس کا مطالعہ نوجوان مرد و عورت کے لئے پرکیف اور میاں بیوی کا دستور العمل ہے۔ اس میں مختلف رسوم کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور موجودہ معاشرت کی خرابیاں دلچسپ پیرایہ میں ظاہر کرکے معاشرتی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔ قیمت عہ (مختصر فہرست مضامین)

دولہا دلہن و دعوت کی رات پیکر حسن و حجاب اور سہیلی سے چھیڑ چھاڑ گدگدی عروس نازک کے بھولے بھالے خیالات۔ رخصتی کے وقت عروس کو بہترین ہدایات جسے ہونے دل میں محو لیں کریاد۔ قلب نازک کی دھڑکن اور نقاب عروس پر پہلا دست دست حنائی میں نامشرقی عملی پیغام محبت عروس کے شیریں خیالات	پیکر عروس زرق برق پوشاک میں شعلہ مزاج سہیلی کی چھیڑ چھاڑ تجربہ کار سہیلی کی پہلی نصیحت خلوت کدہ میں نوعروس عروس کو حجاب گستگی کی شرم آمیز فکر پیار بھری دولہا کا طرز عمل دلہن کا نازک خیال دولہا کی مٹھی میں۔ خلوت کدہ میں پوری کی جھنکار مغرور دولہا کا واقعہ دولہا کی زبانی ایک عجیب نقل۔	اجارہ کا گھڑا دولہا ایک دلچسپ لطیفہ دولہا کی زبان سے مطلب کی باتیں۔ اظہار مطلب الخاموشی نیم رضا ارتباط کی ابتدا گلشن عیش میں دولہا دلہن کی چہل قدمی باب عیش کی قفل کشائی غالب مغلوب نگاہوں میں کیف لئے دل بھولو کی قدر نوعروس کا ایک نیا خیال	قلب نازک میں مسرت کی لہر سحر وصل میں کروٹیں گلشن حسن و شباب میں تازہ بہاریں۔ دلہن کا تلاوت قرآن کی نوعروس کو گذشتہ آزادی کی رہنمائی اور دلہن کے شرمیلے جذبات دولہا دلہن ہم نوالہ ہم پیالہ آنسوؤں کے دو قطرے دولہا دلہن محو آہ میں دلہن کو مسخر کرنیوالی کلمات سہیلی کی پر مذاق چٹکی نرم و نازک دل میں خلش	عمر بھری داستان کا استقبال شوخ سہیلی کا شرارت بھری شوخی اپنی سہیلی کو کن انکھیوں شب اول کی دولطفی خبریں ولادت اور داستاں حجابات کا عقدہ دوسری شب اور زینت عروس خلوت کدہ میں عروس کا پسندیدہ سامان دولہا دلہن میں میٹھی باتیں دولہا کا دلہن سے نازک سوال کشمکش حسرت بھری نگاہوں میں

دیگر صنفی کتابیں

نفسیات شباب	سے
صلح کار	عہ
مرد عورت	عہ
زن و شوہر	عہ
میاں بیوی	عہ
عیش و نشاط	عہ
لذت النکاح	عہ
عہد شباب	عہ
ثمرۂ وصال	عہ
تصویر حسن	عہ
لذت شباب (حکیم محمود خاں)	عہ
ایرانی کوک شاستر	عہ
آل انڈیا دلہن کانفرنس	عہ
تلاج العروس	عہ
عروس نو	عہ
رموز ازدواج	عہ

کتب خانہ علم و ادب کی مقبول عام کتابیں

مرزا عظیم بیگ چغتائی

- خانم
- [illegible] پری
- [illegible] ستار
- [illegible] پائیز
- شریر بیوی
- روح ظرافت
- شب [illegible]
- جدید لطافت
- قرآن اور پردہ
- حدیث اور پردہ
- وہمیا بہادر
- دیکھا جائیگا
- خطوط کی ستم ظریفی ۱۲ر
- ملفوظات حاجی ۱۲ر
- جنت کا بھوت ۱۲ر
- چینی کی انگوٹھی ۸ر
- شہزوری
- مرزا جنگی ۶ر
- تفویض
- مفرائن محبت ۵ر
- فرزند سرحد ۵ر
- قدر دان ۵ر

- سحر تبسم
- [illegible] سکستان

نیاز فتحپوری

- نگارستان
- گہوارۂ تمدن
- شہاب کی سرگذشت
- قربان گاہ حسن

شاہد احمد بی اے

- سرگذشت عروس
- پروین و ثریا
- نرگس جمال

قاضی عبدالغفار

- لیلےٰ کے خطوط

- شیطان کا چرخہ
- چادر و گرگٹ ۳ر

متفرق کتابیں

- سحر بنگال
- ید قدرت ۵ر
- چار چاند ۸ر
- مہ جبین اندرا

اُمّہات الاُمّہ

شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد کی آخری تصنیف

یہ وہ کتاب ہے جس میں بانی اسلام کے تعداد ازدواج کے سچے واقعات اور اصل وجوہ لکھ کر معترضین کے جواب دیئے گئے ہیں۔ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کی نسبت جو خیالات فاسد متعصب لوگوں کے دل میں جگہ پکڑ گئے ہیں اُن کو دور کرنے کے لئے حکیم الامت فاضل مصنف نے یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے تاکہ معترضین تعداد ازدواج کی اصلیت کو چشم بصیرت سے دیکھیں اور لغو اور بیہودہ اعتراضوں سے زبان اور قلم کو روکیں۔ یہ وہی کتاب ہے جس کو سوختنی قرار دیکر مولانا مرحوم پر کفر کا فتویٰ لگا تھا قیمت دو روپے علاوہ محصولڈاک۔

مُلّا رموزی

- شادی
- صبح لطافت
- لاٹھی اور بھینس
- شفاخانہ
- دیوان ملا رموزی

شوکت تھانوی

- موج تبسم
- سیلاب تبسم
- طوفان تبسم

- جذبات بھاشا ۱۲ر
- ترغیبات جنسی

موسیٰ عبداللہ بی اے

- نجم السحر
- چنگیز خاں کی سوانح ۱۲ر

انصار ناصری

- سلمیٰ ۸ر
- نجمہ نوری ۱۲ر
- چندا رموہنی
- تعلیم زدہ بیوی ۸ر

- مجنوں کی ڈائری
- عجیب
- آسیب کا درخت ۱۲

ایم اسلم

- مہدی
- ناظم کی آپ بیتی
- نرگس
- نغمۂ حیات
- طلسم سامری
- گناہ کی راتیں

- دلی کا اُجڑا ہوا لال قلعہ
- خواب پریشاں
- عشق کی کوتیاں
- مغلوں کی آخری شمع
- دلی کی آخری بہار
- دلی کا آخری دیدار
- تماشا بتماشلی
- سات طلاقنوں کی کہانیاں
- بیگموں کی چھیڑ چھاڑ
- گمنام عورت کا خط
- سوز جگر

- اُردو میں ڈرامہ نگاری
- حسرت کے سو شعر
- جگر کے سو شعر
- جوش کے سو شعر
- غالب کے سو شعر
- میر کے سو شعر
- یادو بیمیر
- کلید موثر
- موازنہ انیس و دبیر
- اصغر کے سو شعر
- خمخانہ جاوید سوم
- البیان
- مرقع رسول ۶ر
- عقائد الاسلام
- اسلامی میاں بیوی ۱۲ر
- پیام خیام
- اجتماع ضدین ۶ر
- اختر النساء
- گلبدن بیگم ۸ر
- حیات سعدی
- دیوان غالب
- تفسیر حقانی کامل
- انکشاف حقیقت
- انتخاب کلام برقی
- مقدمہ شعر و شاعری
- عالم خیال
- چار انقلابی
- گفتار بیخود
- فن تقریر ۸ر
- فن تحریر ۸ر
- اولاد کی تربیت
- بیوی کے فرائض ۸ر
- فیضان قدسی ۸ر
- آمنہ کالال
- سیدہ کالال
- صالحات

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ علم و ادب جامع مسجد دہلی

(ہر مطلوبہ کتب کا محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوگا)

انگریزی سکھانے والی بہترین اور سستی کتابیں

مخزن الفوائد

اس میں اُردو تمام وعبارت کو انگریزی میں لکھنے اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے انگریزی حیثیتی لکھنے ہجے کرنے اور تلفظ کے قاعدے انگریزی بول چال کے لئے سو فقرے ایک ہزار کے قریب اُردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور میں حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے درج ہیں اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ایسا جو کہ انگریزی سے واقف نہیں ہے قلیل عرصہ میں خاصی تعداد حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت ۶/ علاوہ محصول۔

انگریزی اُردو خط وکتابت

ہر قسم کی چٹھیاں عرضیاں نوٹس اور ہر قسم کی تحریروں کے قاعدے اور نمونے مع ترجمہ اُردو۔ قیمت ۸/

اُردو انگریزی ڈکشنری

سات ہزار پانسو ایسے اُردو لغت جو اکثر تحریر وتقریر میں آتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی اُردو خط میں ہیں ان کے آگے ان کی انگریزی انگریزی خط میں ہے قیمت ۸/

انگریزی بولنا

تین ہزار بول چال کے فقرے مع ترجمہ اور مخزن مع ضمیمے کے تمام اُردو جملوں کا ترجمہ

مخزن الحکایات

۲۰۰ انگریزی کہانیاں مع اُردو معنی و تلفظ درج ہیں۔ قیمت ۵/

ہادی الترکیب

اس میں انگریزی ڈکٹیشن لکھنے انگریزی پڑھنے کیلئے لفظوں کے صحیح ہجے اور تلفظ اور پارسنگ کے تمام قاعدے ابتدا سے انتہا تک بہت سہل انداز بیان کے سمجھائے گئے ہیں۔ قیمت ۶/

انگریزی خوشنویسی ۱/

ضمیمہ مخزن الفوائد

اس کتب میں علاوہ ترجمہ کے ۲۰ قاعدے گئے ہیں اور ترجمہ کے واسطے ایک ہزار اور بہت سی عبارتیں درج کی گئی ہیں

خلاصۃ القواعد

ہندی کو بارسنگ کرنا اور انگریزی میں ترجمہ کرنا بخوبی سمجھایا گیا ہے۔ قیمت ۵/

مخزن المحاورات

اس میں ایک ہزار دو سو انگریزی محاورے اور چھ سو ضرب المثل مع ترجمہ اُردو جو انگریزی وحروف اور تین چار ہزار کے قریب ایسے ناموں اور چیزوں کی انگریزی جن کا کام پڑتا ہے۔ قیمت

شرطیہ ڈھائی مہینہ میں انگریزی آجائیگی

اگر آپ سوس صاحب کی انگلش ٹیچر کا ایک سبق روزانہ سمجھ کر پڑھ لیں گے تو کبھی اُستاد کی ضرورت نہیں پڑے گی صرف ایک گھنٹہ روزانہ کی محنت میں آپ بہت سے بہتر انگریزی بول سکتے ہیں لکھ سکتے ہیں یہی وہ کتاب ہے جو دو سال میں تین ہزار فروخت ہوگئی صفحات ۲۳۲ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ محصول ۶/

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ علم وادب جامع مسجد دہلی

نیو سینوئل گرامر کا اُردو ترجمہ

پہلا جزو جس میں تمام آرٹیکل گرامر اور ایٹی مولوجی وغیرہ ترجمہ نہایت حسن وخوبی کے ساتھ درج ہے قیمت

نیو سینوئل گرامر کا دوسرا جزو

جس میں تمام سنٹیکس کے قاعدے نوٹوں مثالوں اور پارسنگ کے فقروں کا ترجمہ ہے اور تمام پارسنگ فقروں کو پارسنگ بھی صحیح کرکے بھی لکھا ہے قیمت

کامل القواعد

اس میں صرف ونحو کے تمام وکمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشا پردازی سے تعلق ہیں نہایت وضاحت سے درج ہیں۔ ۱۲۶ اعلیٰ درجہ کی مستند انگریزی گرامروں کا لب لباب ہے۔ قیمت ۱۰/

ضمیمہ مخزن المحاورات

اس کتاب میں مخزن المحاورات کے علاوہ ڈھائی ہزار محاورے اور آٹھ سو مخصوص پریپوزیشنوں کے استعمال کے انگریزی فقرے مع ترجمہ اُردو درج کیے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۶/

تصانیف مولوی عبدالحلیم شرر

گروہ مشاہیر	۱۲/
بیان سلف	۱۰/
مقالات شرر	۱۲/
سفر نامہ ہستی	۱۲/
اسلامی سوانحعمریاں	۱۲/
پردہ	۱۲/
تذکرہ مشاہیر عالم کامل	۱۲/
فلورا فلورنڈا	۱۲/
ملک العزیز ورجنا	۸/
حسن انجلینا	۸/
منصور موہنا	۸/
شہید وفا	۸/
مخدرات مشاہیر عالم	۱۲/
بدر النساء بہر دو حصص	۱۲/
حسن بن صباح	۴/
فردوس بریں	۸/
میوۂ تلخ	۴/
دربار حرام پور	۱۰/

تصانیف مولانا شبلی نعمانی

الفاروق	۱۲/
سیرۃ النعمان	۱۲/
سفر نامہ روم ومصر وشام	۱۲/
المامون	۱۲/
سوانحعمری امام غزالی	۱۲/
سوانح فیضی	۸/
فردوسی	۶/
نظامی گنجوی	۶/
مقالات شبلی	۱۲/
اورنگزیب پر ایک نظر	۴/
حیات سعدی	۶/
آغاز اسلام	۶/
حیات حافظ	۶/
حیات خسرو	۶/
الکلام	۱۲/
مجموعہ نظم شبلی	۸/
سوانح مولانا روم	۱۲/
شعر العجم کامل	

ملنے کا پتہ کتب خانہ علم وادب جامع مسجد دہلی